اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین
یعنی
فتاوی ہندیہ
ترجمہ
فتاوی عالمگیریہ
جلد اول
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن خوبی طبع ہوا

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے ملسکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصل حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے نیشل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب فقہ اُردو و فارسی و عربی وغیرہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کا متعلقہ قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

کتب فقہ اُردو
مذہب اہل سنت

راہ نجات - جلی قلم -
مفتاح الجنت -
حقیقۃ الصلوۃ - مع رسالہ بے نمازان از مولوی عبداللہ
غایۃ الاوطار اُردو - ترجمۂ دُرمختار عربی کامل چار جلد مین مطبوعہ [illegible] کاغذ سفید و صفائی کندہ -
ایضاً - کاغذ سی
کشف الحاجات - ترجمہ اُردو علاء یہ مند -
ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ -
۱ - ہزار مسئلہ -
۲ - مسائل شامیہ -
۳ - صد و سی مسئلہ -
۴ - مناجات -
۵ - حلیہ شریف -
۶ - نور نامہ
۷ - چہل مسائل -
شرح محمدی - منظوم مسائل فقہیہ
تنبیہ الغافلین - مسائل منظوم
جیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ -
جواب السائلین -
نور الہدایہ اُردو - ترجمہ شرح وقایہ جلدین اولین جلد اول تین مطبوعہ نظامی
نور الہدایہ - اُردو ترجمہ جلدین آخرین معاملات مین -
کنز الدقائق اُردو - مسمی بہ تحفۃ العجم -
رسالہ چار باب -
چہل مسائل فقہ -
اشرف المسائل - معروف بہ جواہر اشرف -
رسالہ تجہیز و تکفین میت -
احسن المسائل - ترجمۂ کنز الدقائق غیر مطبوع -
احسن المواعظ - مولفہ حافظ غلام محمد غوث صاحب مطبوعہ [illegible]

کتب فقہ فارسی

بدائع منظوم -
نام حق -
مائۃ مسائل -
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر -
شرح مختصر وقایہ کو ر سیری -
مسالک المتقین منظوم -
شرح فارسی مختصر وقایہ - مطبوعہ [illegible]
کتاب واسطے برہنہ -
شعار الاسلام - مطبوعہ [illegible]
ہدایہ کامل - ترجمۂ فارسی حامل المتن چار جلد مین کامل
مطبوعہ [illegible]
کنز الدقائق - فارسی
مالا بد منہ - مع وصیت نامہ

سبحان من خلق الانسان وجعل له العقل والعلم والبیان

یہ رسالہ جامع فوائد طریق استفادہ از کتب فقہیہ خصوصاً از فتاوی ہندیہ ترجمۂ عالمگیریہ

اسم بامسمی اعنی

مقدمہ

الفتاوی الہندیہ

تالیف لطیف علامہ محقق جامع علوم عقلیہ حاوی فنون نقلیہ مولانا السید امیر علی مترجم فتاوی ہندیہ سلمہ اللہ تعالی

مطبع نامی گرامی منشی نول کشور لکھنؤ میں طبع ہو کر مفیض عالم ہوا

فہرست مقدمۂ فتاوے ہندیہ ترجمۂ فتاوے عالمگیریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ہو رب العرش رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین مولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وعلی عباد اللہ المصطفین الصالحین اجمعین - اما بعد مترجم ضعیف کہتا ہی کہ اس زمانہ کے ذی عقل مخلوق پر خالق جل شانہ معبود حق سبحانہ کی نعمتہاے عظمیٰ سے ایک بڑی نعمت یہ ہی کہ اپنی توفیق و رحمت سے اُنکے ہاتھون مین ایک ایسی دینی کتاب کا ترجمہ دیدیا جسپر معاملات و عبادات مین اسوقت عموماً مدار ہی یعنی فتاوے عالمگیریہ کہ امام الائمہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اجتہادات و استنباطات کا تصانیف قدیمہ و جدیدہ سے مجموعۂ عزیز ہی اور تالیفات امام ہمام محمد بن الحسن الشیبانی کے مسائل اصول کا اور جو کتابین پچھلے طبقات کی مانند مولفات حاکم شہید و طحاوی وغیرہم کی بمنزلہ اصول کے ہین انکی منتقی و مختصرات کا مع فتاوے طبقات متاخرین و انکی شروح و توضیحات کا ذخیرۂ نفیس ہی اُس پاک معبود عز و جل کا شکر ادا کرنا مترجم ضعیف پر واجب خاص و سب پر بعموم القیاس ہی - لقولہ ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس - اور بحکم قولہ لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس - مترجم گنہگار کو دعاء خیر کی توقع ہی کہ مین نے باوجود تنگی معیشت و افکار زمانہ کے حتی الوسع اس ترجمہ کو متوافق اصل کے بغیر کسی تصرف و تغییر کے بڑی کوشش سے ترجمہ کیا اور سہولت و آسانی کو ملحوظ رکھا اور باوجودیکہ یہ کتاب مسائل کی قیود و اشارات سے مضبوط معلوم ہی با محاورہ زبان اُردو مین لایا کہ سمجھنے مین دقت نہو پھر اصل کے سہو کاتب و نقصان طبع کو دیکھکر مکرر اسکو اصل مطبوعہ کلکتہ سے مقابلہ کیا اور اسپر بھی بہایت کثرت سے مطبوعۂ کلکتہ مین سہو دیکھکر خاصہ توفیق الٰہی سے اُن مقامات کی تصحیح کی اور مزید طمانیت کے لیے انکو مع توجیہ سہو مطبوعہ و صحت ترجمہ کے علیحدہ لکھکر اس مقدمہ مین شامل کیا پھر بھی کوشش کو اس خیال سے ناقص جانا کہ غربار مومنین جنکے واسطے حدیث صحیح مسلم شریف مین مبارکباد فرمائی ہی کہ باوجود غربت کے دین پر ثابت و قائم ہونگے انکو اس کتاب سے فیضیاب ہونا شاید اسوجہ سے مشکل ہو کہ مثلاً جا بجا ایک ہی مسئلہ مین دو حکم مذکور ہین ایک متقدمین سے دوسرا متاخرین سے تو پہلے جاننا چاہیے کہ ان دونون امامون مین سے کون متقدم ہین کون متاخر ہین اور ظاہر و مشہور الروایۃ اور روایت نوادر اور فتوی اور اسی پر آجکل عمل ہی یا یہی اوسلے ہی

وغیر ذلک مین کیا فرق ہو مانند اسکے بہت سی باتین ایسی تھین کہ اُنکے نجاننے سے بڑا خوف تھا کہ ناواقف آدمی دین کے پاکیزہ مسائل مین لغزش کھاکر راہ سے نہ بھٹکے حتی کہ اسکو اپنی نادانی سے خبر نہوا سواسطے مین نے یہ **مقدمہ** اسکے ساتھ لاحق کردیا کہ پہلے اسکو سمجھکر یاد رکھین پھر شوق سے بے کھٹکے دینی مسائل کا علم خود حاصل کرلین اور یہ امید رکھین کہ اللہ تعالی انکو اس کوشش و علم کی مشقت کے ثواب مین کرامت عطا فرماوے اور انکو عالمون کے زمرے مین اُٹھاوے آمین - اس مقدمہ مین مترجم بجاے باب و فصل کے وصل و فائدہ و تنبیہ و فرع وغیرہ الفاظ لاتا ہی اب مین پہلے علم دین کے فضائل اور فقہ کے معنی سے شروع کرتا ہون ومن اللہ تعالیٰ التوفیق ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم

الوصل - علم دین کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ حضرت رب العزۃ ذوالکبریاء والعظمۃ نے اپنے بندون کی ہدایت کے لیے جسطرح سب اگلے انبیاء و رسولون کو انکی خاص خاص امت کے لیے بھیجا تھا اسی طریقہ سے فقط ہمارے سردار خیر الخلق حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات جن و انس کے لیے عموماً رسول نبی امی مبعوث فرمایا اور کثرت معجزات سے آپ کی نبوت کو خصوصیات خاصہ عطا کین جو پہلے کسی کو نہ ملین از انجملہ کتاب قرآن مجید ہی کہ اسمین باوجود انحصار کے تمام حکمت و نصیحت و عبرت و حقایق توحید و احکام دین اوامر و نواہی وجملہ علوم ماضی و مستقبل مجموعہ فرمائے اسطرح کہ ہر وقت وہر زمانہ کے لیے اُنکا عمل یکسان مفید ہی پھر آپ پر ایمان والے لوگون کو تمام مخلوق سے بہتر کیا اور باوجودیکہ اکثر اُمین سے غریب بے پڑھے تھے مگر عربی انکی زبان تھی خوب سمجھتے تھے انکو علم دین ایسی اچھی طرح تعلیم فرمایا کہ اگلی کسی امت پر یہ کرم نہ تھا چنانچہ قرآن مجید انپر آہستہ آہستہ اُتارا جب وضوء و طہارت سیکھے تو کچھ نماز فرض فرمائی پھر پانچ وقت کی نماز فرض کی اور صدق و اخلاص سے انکے سینہ روشن فرمائے یہان تک کہ وے کامل مکمل ہوے اور جب اپنے رسول صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو اپنی قرب و نعمت مین بلایا تو ان اصحاب نے جو دوسرون کو مکمل کرنے کے لائق مستقیم ہو چکے تھے تمام کوشش سے اللہ تعالے کے دین کو روے زمین پر پھیلایا اور انکے بعد طبقۂ تابعین خیر القرون کا خاتمہ آیا اُنھون نے ان اماموں نے خوب حاصل کیا جو ائمہ مجتہدین کہلاتے ہین پھر انھون نے دین کے مسائل کتابون مین جمع کردیے کیونکہ پچھلون کی نسبت حدیث مین بطور معجزہ خبر تھی کہ وے گناہون مین مبتلا ہو جاینگے تب بھلا نور کامل کسطرح رہتا جو معاملہ پیش آتا اسمین تاریک راے سے عمل کرکے گمراہ ہو جاتے اسی واسطے انکے اجتہادات اس امت کے لیے خصوص اس زمانہ والون کے لیے بہت غنیمت ہین پس علم قرآن وحدیث و فقہ یہی علم دین ہی جب کسی آدمی کو علم دین حاصل ہوگیا تو وہی عالم ہی چاہے لکھنا پڑھنا عربی زبان جانتا ہو یا نہین - **فضائل علم و علماء** - اس علم دین کی فضیلت بہت بڑی ہی - **آیات** - بہت ہین جنسے بصریح وکنایہ اسکے فضائل دریافت ہوے از انجملہ قولہ تعالے شہد اللہ انہ لاالہ الا ہو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط - دیکھو اپنی وحدانیت پر گواہ اپنی ذات متعالی کے ساتھ ملائکہ کو اور اہل علم کو قرار دیا جو فقیہ ربانی ہوتا ہی یہ شرف نہایت اعلے ہی - از انجملہ قولہ تعالے یرفع اللہ الذین آمنوا والذین اوتوا العلم درجات - عام مومنون پر علماء کے بہت سے درجے بلند فرمائے اور یہ معلوم ہوا ہی کہ عام مومن بندہ اپنے مولے عزوجل کو تمام روے زمین کے کافرون سے بلکہ اُسکا

ایک بال سب کافرون سے محبوب ہو - حضرت ابن عباس سے صحیح روایت ہو کہ عام ایمان والون پر علم والون
کی سات سو درجے بلندی ہو کہ ہر دو درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ جیسے پانچ سو برس کی راہ - اب یہ تو وعدہ
فرمایا ہو اس خالق حی القیوم نے جسکی مخلوق کا بے انتہا اندازہ کسی کے وہم مین نہین آسکتا ہو اور وعدہ
سے زیادہ ابھی فضل باقی ہو بحکم قولہ - یوت کل ذی فضل فضلہ - اور جس کریم رحیم جل شانہ سے امیدواری
ہو وہ ارحم الراحمین ہو تو حاصل ہونا یقینی ہو - ازانجملہ قولہ تعالے - قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین
لا یعلمون - صریح نص ہو کہ علم والے اور بے علم دونون برابر نہین ہین - اسمین اشارہ ہو کہ جاننے والون کو جو
کچھ معلوم ہو اسکا مرتبہ اسقدر عظیم ہو کہ اسکا بیان نہین ہوسکتا - اور یہ وہم نہ کرنا چاہیے کہ علم سے کتاف
کی نحوی بلاغت اور تلویح کے مقدمات اربعہ اور ہدایہ کے مسائل مراد ہین اسلیے کہ علماء ربانی بالاتفاق حضرات
صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین ہین حالانکہ ان کتابون کا اسوقت وجود بھی نہ تھا بلکہ انمین بہتیرے
فلسفی پیچیدہ طول کلام سے واقف نہ تھے پس علم انکا یہی فقہ تھا جسکا بیان ہوگا - اور اکثر مخلوق اپنے
خیالات سے متجاوز ہوکر معرفت صفات الٰہیہ کی روشنی سے آنکھون والے ہی نہین ہوے ہین اسی واسطے
ما قدروا اللہ حق قدرہ الآیہ کا مصداق ہین - ازانجملہ قولہ تعالے - انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - محبت ملا ہوا عظمت
کا ڈرنا تمام بندون مین سے فقط عالمون ہی کے لیے ثابت فرمایا تو ظاہر ہو کہ انکو قرب منزلت ومعرفت سے
حضوری مین ذرا بھی سوء ادب نہین چاہتے کہ مبادا دوسرون کی طرح مردود کردیے جاوین اور مومنین سب
انکے ماتحت ہین جیسے سردار لشکر کے ساتھ لشکر ہوتا ہو - ازانجملہ قولہ وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون
ان امثال کا سمجھنے والا فقط عالمون کو فرمایا اور کسی کو نہین فرمایا - ازانجملہ قولہ قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ
علم الکتاب - اسمین اللہ تعالے جل جلالہ نے اپنے ساتھ دوسرا گواہ مخلوق مین سے کتاب الٰہی کا عالم فرمایا - اور
یہ بڑی فضیلت ہو - بیشک جس بندے کو اللہ تعالے نے عالم کیا وہ رسول علیہ السلام کے صدق کو گواہ کے مانند
معائنہ کرتا اور پروانہ کی طرح حضرت سرور عالم رسول مکرم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کرتا ہو
لہذا قرآن وحدیث وفقہ سے پہلے آنکھین کھولین پھر اُسوقت صدق رسالت پر گواہ ہونگے - ازانجملہ قولہ تعالے
وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ - یعنے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تخت بلقیس لانے والے
کا یہ وصف بتلایا کہ اسکے پاس کتاب سے کچھ علم تھا تو اشعار فرمایا کہ یہ منزلت اسکو بدولت علم حاصل ہوئی - ازانجملہ
قولہ تعالے قال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا - دیکھو قارون کی دولت اہل علم کی
نگاہون مین بلاشبہہ ہیچ تھی جبھی تو ایسے لوگون کو جو قارون کو بڑا نصیبہ والا جانتے تھے یون کہا کہ ارے
جہالت کے شامت مارے لوگو جان رکھو کہ جو ایمان لاکر نیک چال چلن ہوا اسکے لیے جو اللہ تعالے جل سلطانہ
کی طرف سے ثواب ملتا ہو وہ قارون کے مال سے بہت بہتر ہو - ازانجملہ قولہ تعالے - ولو ردوہ الی الرسول والی
اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم - یعنے معاملہ کو اگر پھیر دیتے رسول تک اور آئیون مین سے ایسے لوگون تک
جنکے ارشاد پر برتاؤ کرتے ہین تو حکم والون مین سے جنکو سمجھ کی بات نکال لینے کا علم ہو وے معاملہ کو سمجھ لیتے - دیکھو
علم والون کو انبیا کے درجے - ایسے معاملہ مین دوسرا مرتبہ کرکے ملادیا - ازانجملہ قولہ تعالے ولقد جئناہم بکتاب

فصلناه علی علم - یعنے ہم نے تمام بندون کو ایسی کتاب پاک پہونچادی جو علم کے ساتھ صاف ظاہر بیان فرمائی ہی - اب جو کوئی کتاب کو جانے وہ ضرور علم کے مرتبہ پر فائز ہی اور ہمارا مقصد علم سے یہی علم ہی جو اللہ تعالی کے نزدیک خود محبوب ہی - از انجملہ قولہ تعالے - فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین - یعنے جن لوگون نے رسول کو نہ مانا اور جہالت پر کام رکھے گئے تو ایک مقرر وقت پر ہم انکو جمع کرینگے اور انکی کرتوت سب انکو علم سے سُناوینگے یقین کرو کہ جتنی باتین تم خیال و گمان و وہم و قیاس و تخمینہ سے اپنے خزانہ مین بھرتے ہو وہ کنکر و روڑے ہین تم چاہو انکو موتی سمجھ رکھو اور جو یقینی بات حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یا دیگر انبیاء علیہم السلام نے فرمائی اسمین تردد بیجا ہی دیکھو حضرت آدم سے لیکر حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین تک سب نے اسی توحید الٰہی کی خبر دی اسکے موافق نہین چلتے اور اپنے خیالات کے وہمی بات پر نازان ہو اور حدیث صحیح کا معجزہ سچ ہوا کہ قیامت کے نشانیون مین سے ایک یہ ہی کہ اسوقت ایسے لوگ ہونگے کہ اپنی عقل پر مغرور ہوکر ہر ایک اپنی راے پر نازان ہوگا اور اصلی غرض انکی فقط دنیا ہوگی اور ہر ایک اپنی خواہش پوری کرنے مین مصروف ہوگا - از انجملہ قولہ بل ہو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم - انھین لوگون کے سینہ مین علم الٰہی کو فرمایا جو اہل علم ہین - اور صاف روشن بیان کیا - اب چند احادیث سننا چاہیے - امام بخاری نے صحیح مین اور امام مسلم بن الحجاج نے اپنی صحیح مین اور اکثر اہل سنن و مسانید مثل امام احمد و ترمذی و طبرانی وغیرہم نے نہایت سچے پرہیزگار ثقہ راویون سے روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اذا اراد اللہ لعبد خیرا یفقہہ فی الدین - جب اللہ تعالے کسی بندے کے ساتھ بہتر بات چاہتا ہی تو اسکو دین مین فقیہ کر دیتا ہی - مترجم کہتا ہی کہ اگر وہم ہو کہ علم کی تعریف مین فقہ کی تعریف کرنے لگے تو جواب یہ ہی کہ فقہ اصل مین جامع علوم ہی اور عنقریب انشاء اللہ تعالے اسکے معنی ظاہر ہو جاوینگے اور اگر کسی سمجھدار بندے کو بنور ایمانی یہ نظر آوے کہ پچھلے زمانے مین اکثر لوگ فقیہ ہونے کے مدعی ہین مگر انمین بھلائی ظاہر نہین ہوتی ہی تو جواب یہ ہی کہ حدیث مین یہ فقہ نہین مقصود ہی جسکا یہ لوگ دعوے کرین - فی الحدیث العلماء ورثۃ الانبیاء یعنے اللہ تعالے کے پیغمبرون کی میراث پانے والے پس عالم لوگ ہوتے ہین اور عالم کے لیے آسمان و زمین کی ہر مخلوق اپنے خالق سے مغفرت مانگتی ہی - یہ حدیث سنن مین ہی اور کچھ مضمون صحاح مین ثابت ہی اس سے ظاہر ہی کہ جب فرشتے دعا کرتے ہین تو عالم کا بڑا مرتبہ ہی اور سمجھ رکھو کہ ایمان و یقین کامل و معرفت و عظمت الٰہی تعالے شانہ سب سے زیادہ عالم کو ہی تو بحکم قولہ یستغفرون للذین آمنوا - فرشتون کا استغفار کرنا منصوص ہی - ترمذی نے روایت کیا کہ خصلتان لا یجتمعان فی منافق حسن سمت و فقہ فی الدین - یعنے دو صفتین ایسی ہین کہ کسی منافق مین جمع نہین ہوتی ہین ایک تو اچھا برتاؤ یعنے جو چال وچلن کہ اللہ تعالے و اسکے رسول کو پسند آتا ہی - اور دوم دین کی سمجھ - سراج وغیرہ مین بعضے سلف سے منافق کی ایک یہ پہچان بیان کی کہ وہ دنیا کے کام کو مقدم رکھتا ہی آخرت کے کام پر تو مومن فقیہ کی شناخت یہ ہوئی کہ آخرت کو مقدم رکھے اور جب فقہ پوری ہوتی ہی تو اسکو دنیا کی نمود سے بالکل برارت ہو جاتی ہی پھر بھلا نفاق کا اثر کیسے رہیگا کیونکہ وہ بھی منافق ہی کہ اسکا ظاہر و باطن یکسان نہو چنانچہ بعض احادیث مین تصریح موجود ہی - بیہقی نے بعض

صحابہ سے روایت کی کہ ایمان والون مین سب سے بہتر عالم فقیہ ہی کہ اگر لوگ اپنی ضرورت سے اُسکے پاس جاوین تو اُس سے نفع اُٹھاوین اور اگر بے پروائی کرین تو وہ انکی کچھ پروا نہین کرتا ہی۔ طبرانی نے روایت کی کہ۔ لموت قبیلہ ایسر من موت عالم۔ ایک عالم کے مرنے سے ایک بڑے قبیلہ کا مرجانا آسان ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ زندہ درحقیقت وہی ہی جسکو حق تعالے نے اپنی معرفت سے حیات بخشی اور یہ بذریعہ فضل علم کے ظاہر ہی اور مومن ہمیشہ زندہ ہی اگرچہ عالم نہو اور عالم پوری زندگی کے ساتھ حیات جاوید پاتا ہی اسی واسطے اہل کفر محض مردہ ہین اور حق تعالے نے احیاء واموات سے دونون فریق مومنین وکافرین کو تشبیہ دی اور یہ تحقیق ہی۔ و فی قول سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ؎ الناس موتی واہل العلم احیاء ۔ یعنے سب لوگ مردہ ہین سوائے اہل علم کے کہ وے البتہ زندہ ہین۔ اور مین پہلے متنبہ کرچکا کہ اہل ایمان نے جب اللہ تعالے عزوجل کو پہچانا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آخرت سے عالم ہوگئے تو جاہل نہین رہے اور جب فقہ سے علم کامل حاصل کیا تو حیات کا پورا حصہ پایا واللہ تعالے اعلم۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن وغیرہ مین حدیث ہی کہ۔ الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا۔ یعنے لوگ تو سونے چاندی کی سی کانین ہین جو پہلے جوہر اچھے تھے وہ ایمان لائے کے بعد بہتر ہین جبکہ فقیہ ہوجاوین۔ اس سے فقہ کی شرافت ظاہر ہی پس خوبی واقعی وشرافت ذاتی مین سے یہ ہی کہ ایمان والا فقیہ ہو اور اگر یہ بات اس سے ظاہر نہو تو گویا کان کے اندر یہ کنکر تھا یا زہریلی مٹی تھی۔ اسکو خود کچھ شرافت نہین ہی اگرچہ وہ سیدزادہ ہو۔ اور بجائے اسکے جو ذلیل فقیر کہ مسلمان فقیہ ہو وہ بزرگون کے ساتھ بزرگی مین داخل ہوگا جسکا نفع اسکو دنیا وآخرت مین حاصل ہی اور فقیہ ہونے کے لیے اللہ تعالے واسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام جاننا کافی ہی خواہ عربی زبان مین جانے یا اُردو مین حتی کہ جو عربی دان کہ خالی منطق وفلسفہ جانے وہ عالم نہوگا اور اسکو یہ بزرگی حاصل نہوگی اور جو اُردو جاننے والا دین کی سمجھ رکھتا ہو یعنے علم دین سے آگاہ ہو وہ فقیہ شمار ہوگا جبکہ اسکو علم یقینی ہو۔ حدیث مشہور مین ہی من حفظ علی امتی اربعین حدیثا من السنۃ حتی یودیہا الیہم کنت لہ شفیعا وشہیدا یوم القیامۃ۔ اور ایک روایت مین ہی من حمل من امتی اربعین حدیثا لقی اللہ عزوجل یوم القیامۃ فقیہا عالما۔ یعنے میری امت مین سے جسنے چالیس احادیث یعنے احکام سنت یاد کرکے لوگون کو پہونچائے تو اللہ تعالے سے فقیہ عالم ہوکر ملیگا اور قیامت کے روز مین اسکا شفیع وگواہ ہونگا۔ پس ہر شخص جانتا ہی کہ خالی حدیث کے الفاظ یاد کرلینا جب ثواب ہی کہ انکو پہونچادے تو اس سے یہ درجہ پاوے کہ آنحضرت صلعم نے اسکے لیے دعا فرمائی ہی جیسا کہ دوسری حدیث مین صاف مذکور ہی حالانکہ اسکا فائدہ یہ بھی صریح مروی ہی کہ دوسرا انکے مطالب کو اچھی طرح سمجھیگا جہان تک کہ شاید اسکی سمجھ نہین پہونچی ہی اور اس سے خود ظاہر ہی کہ عربی زبان ہی پہونچانا کچھ ضرور نہین ہی تو جب ایک شخص خود انکو سمجھے اور احکام سے واقف ہو خواہ کسی زبان مین مطلب سمجھ لیوے تو وہ بڑا درجہ پاویگا اور دین کا گھر دائمی اور معتبر ہی پس اصل بات فقاہت کی سمجھ ہی اسی واسطے امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہی کہ فارسی زبان مین نماز پڑھنا جائز ہی اور حامی وسید حموی نے تصریح کردی ہی کہ خالی فارسی کی کچھ خصوصیت

مقصود نہین ہی اس دیار سے متصل فارسی زبان موجود تھی اسواسطے فارسی کا ذکر فرمایا ہی ورنہ مثل
فارسی کے اور زبانون کا بھی یہی حکم ہی اور مترجم کہتا ہی کہ خواہ نماز جائز ہونے کا فتوی ہو یا نہ ہو اس
سے اتنا تو صاف ظاہر ہی کہ مطلب کا سمجھ لینا کسی زبان مین ہو وے اصلی غرض ہی اسی واسطے جو لوگ کہ
عربی زبان نہین جانتے ہین مگر فارسی یا اُردو خوب جانتے ہین اور دنیا کے لیے کچہری دربارون و درسون
مین امتحان دیتے اور نوکریان کرتے ہین اور دنیا کے مطلب کی باتین ان زبانون مین خوب سمجھتے اور
ذہن نشین کرلیتے ہین مگر نماز روزہ کے معنی بلکہ کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ کے معنی بھی نہین سمجھتے اور نہ سمجھنے
کا قصد کرتے ہین وے ایسی ناسمجھی سے اپنے آپ کو خراب کرتے ہین اور یہ عذر کچھ قبول کے قابل نہین ہی
کہ ہم تو عربی نہین جانتے ہین ہان یہ صحیح ہی کہ تمنے نہین معلوم کیا سبب بے پروائی کی کہ عربی زبان اتنی بھی نہ سیکھی
جو کلمۂ توحید کے معنی تو سمجھ لیتے لیکن اسمین کیا عذر ہی کہ اُردو ہی مین اسکے معنی سمجھ لو پس ضرور ہوا کہ آدمی مطلب
کو کسی زبان مین جسکو خوب سمجھتا ہو ایمان و اسلام و عقائد کا مطلب سمجھ لے اور بتوفیق الٰہی تعالیٰ اپنے دین کی
فقہ حاصل کرلے تاکہ عالم ہو کر علماء کے درجہ مین شامل ہو واللہ تعالیٰ اعلم — روایت ہی کہ جو شخص دین مین
فقہ حاصل کرے اسکو اللہ تعالیٰ رنج سے بچا دیگا اور ایسی جگہ سے اسکو رزق عطا فرماویگا جہان سے اسکو گمان بھی
نہو۔ رواہ الخطیب باسنادٍ وفیہ ضعف — مترجم کہتا ہی کہ منجملہ معرفت کے یہ ہی کہ عارف کبھی غمگین نہین ہوتا بحکم شعر ؎ ہرچہ
از دوست میرسد نیکوست ۔ اور یہ ایک ایسی بات ہی کہ جسمین عوام نابینا ہو کر بھٹکتے اور طرح طرح کی باتین کرتے ہین اور
اکثر انمین سے تقدیر کے منکر ہین اور ثابت وہی ہین جو ایمان والے ہین ولیکن بعض ایمان والے اس
غلطی مین ہین کہ ہم کو تدبیر کرنا نچاہیے اور جو تقدیر مین ہوگا ضروری ہی اور عوام نے فقط تدبیر کا اقرار کیا
اور انکے قول سے یہ ضرر اُٹھایا کہ تقدیر سے منکر ہوگئے اور عارف کے نزدیک تقدیر اور تدبیر مین کچھ منافات
نہین ہی اور اسلام مین بکثرت آیات و احادیث و آثار بلکہ بالکل دین ان دونون کے ساتھ ہی ارے یہ نہین
دیکھتے کہ جسکے حق مین جنت مقدر ہی وہ جنتی ہوگا پھر روزہ۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ حج۔ صدقہ وغیرہ سب تدابیر
جنکا ثواب جنت ہی کیون ہوتی ہین جہاد کا کیا فائدہ ہی وعظ و نصیحت سے کیا غرض ہی۔ نہین نہین خوب
یاد رکھو کہ بے شک تقدیر حق ہی جو علم الٰہی سبحانہ تعالیٰ مین ہی وہی واقع ہوگا اسکو کسی تدبیر سے آدمی
میٹ نہین سکتا مگر تمکو کیا معلوم کہ اسکے علم یعنے تقدیر مین کیو نکر ہی لہذا تمکو اُس سے لپٹنا نہین چاہیے تم
صرف اپنے ہوش گوش سمجھ کے موافق تدبیر سے کام کرتے رہو اور جنھون نے تقدیر سے انکار کیا وہ محض جاہل
ہین اسلیے کہ خالق علیم حکیم نے جب خلق کو پیدا کیا تو ہم پوچھتے ہین کہ وہ جانتا تھا کہ اس سے ایسے ایسے اعمال سرزد
ہونگے یا نہین جانتا تھا تو کوئی نہین شک کریگا کہ دوسری شق باطل ہی کیونکہ نہ جاننا جاہلون کا کام ہی اور
بڑا سخت عیب ہی اور خالق تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہی تو ضرور وہ جانتا تھا پس دنیا مین اس مخلوق سے
وہی انجام ہوگا جسکو خالق عزوجل جانتا تھا اور یہی تقدیر ہی اسی واسطے بندۂ عارف کو کبھی غم
و حزن و ہم نہین ہوتا اور اسکو ایسی جگہ سے رزق ملتا ہی جہان سے گمان نہو تو رزق دینا حضرت
رزاق عزوجل سے ہی چونکہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے احکام و پیغام پہونچانے ہین

رات و دن مصروف رہتے تھے تو رزق حاصل کرنے کی تدبیر سے معذور تھے حالانکہ پہلے بعض انبیاء
کچھ پیشہ کرتے چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ داؤد علیہ السلام زرہ بناتے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی
کا کام کرتے تھے حالانکہ اُنھون نے ہمکو تقدیر کا علم سکھلایا اور نبوت و توریت پر عمل کرنے پر مامور تھے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپے افضل پیشہ جہاد تھا اور غرض پیشہ سے حصول رزق حلال ہے اور
جہاد کا مال سب حلال سے افضل ہے کیونکہ حلت و حرمت کا حکم اللہ تعالے کے اختیار مین ہے ورنہ چور تو
چوری کا مال بھی اچھا سمجھتا ہے پس اگر لوگون کی سمجھ پر موقوف ہو تو ہمارے نہ سمجھنے سے کچھ فائدہ نہین
بلکہ چور کے سمجھنے پر حلال ہو جاوے اور یہ بالکل غلط ہے پس اس شغل تعلیم توحید مین اللہ تعالے نے رزق
دیا اور جن لوگون نے اس زمانہ مین جہاد کا الزام دین اسلام پر لگایا اور اسکے کچھ معنی غلط اپنے دل
سے گڑھ لیئے ہے حقیقت مین اگلے انبیاء مثل حضرت موسی علیہ السلام و داؤد و سلیمان و یوشع وغیرہم
علیہم السلام سے منکر ہین کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص انکار کرے کہ ان پیغمبرون نے جہاد نہین کیا بلکہ بڑے
زور و شور سے اسطرح کہ جب فتح پائی تو کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑا کیونکہ اسوقت یہی حکم تھا بھلا اسقدر مشہور
متواتر خبرون کو کون جھٹلا سکتا ہے پھر جہاد کا حکم شریعت حضرت عیسی علیہ السلام مین منسوخ کیا گیا۔
اور یہین سے یہ بھی جان رکھو کہ اس زمانے مین منسوخ کے معنی عجیب طرح سے سمجھکر اسلام پر اعتراض
کرتے ہین حالانکہ خود شریعت توریت مین بالاجماع سب جانتے ہین کہ جہاد فرض تھا اور شریعت انجیل
مین وہ منسوخ ہوا یعنے اب اللہ تعالے نے اپنے علم و حکمت کے موافق اس حکم کی حد بتلادی اور
جاہلون کا وہم اپنے قانون پر قیاس کرکے پیدا ہوا کہ ایک وقت اپنی ناقص رائے سے ایک قانون جاری
کیا جب خرابی دیکھی تو منسوخ کیا اور علم الٰہی بالکل مطابق ہے وہان یہ معنی نہین ہین بلکہ جیسے باپ یا
استاد اپنے لڑکے کو ابتدا مین حکم دیتا ہے کہ سبق کے ہجے اور رواں کو آواز سے رٹو اور جانتا ہے
کہ یہ اسوقت تک ہے جب فن نحو کی کوئی کتاب شروع کرے جب نحو شروع کی تو پہلا حکم منسوخ کرکے
اب حکم دیتا ہے کہ بالکل خاموش غور سے مضمون مین نظر کرو اور منہہ سے بولوگے تو ذہن منتشر ہو جائیگا
بھلا اسمین باپ و استاد کی کوئی جہالت و نادانی ہے ہرگز نہین اور قطعاً یہی معنی شریعت مین مراد ہین
مگر جہالت و ہٹ دھرمی سے خدا کی پناہ کہ بات نہین سمجھتے خوبی سے آنکھ بند کرتے ہین کوئی عیب نہین
پاتے تو جھوٹا طوفان بہتان باندھتے ہین۔ واضح ہو کہ یہان علم کی فضیلت بیان کرنے مین مترجم
نے ایسے مضامین جنکی اسوقت بحث نہین ہے عمداً ذکر کیے ہین کیونکہ یہ کتاب نفیس فتاوے فقہ کا ہے
تو عوام کی عقل ٹھیک کرنے اور جو فریب دھوکے انکو دیے گئے ہین یا دیے جاوین اُنسے بچانے کے
لیے بہت باتون کی ضرورت ہے۔ اور ازانجملہ ابن عبد البر نے معلق روایت ذکر کی کہ اللہ تعالے نے
حضرت خلیل ابراہیم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے ابراہیم مین علیم ہون ہر علم والے کو دوست رکھتا ہون
مترجم کہتا ہے کہ وہ علم مراد ہے جس سے بندہ اپنے خالق کو پہچانے اور دار آخرت جو محمود ہے اسکی
راہ پاوے اور اگر دنیا کا علم سیکھا تو دنیا خوب پاویگا مگر دنیا ملعون ہے۔ ابن عبد البر نے حضرت معاذ رضی

باسناد ضعیف روایت کی کہ روے زمین پر اللہ تعالے کا امانت دار عالم ہی اصلی ... [illegible]
سے ثابت ہوتی ہی لقولہ تعالی۔ اخذنا میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس الآیہ۔ یعنی جنکو ہمنے کتاب
آسمانی کا علم دیا یعنے انکو امانت سپرد کی تو انسے عہد لیا کہ اسکو لوگون پر صاف ظاہر کرینگے اور [illegible]
نہین۔ پس صحیح ہوا کہ وے لوگ ایک بڑے عہد کے ساتھ امانت دار ہین۔ پھر بنا برین [illegible] اپنی
آیا کو ظاہر کرتے ہین لوگ دشمن ہوے جاتے ہین اور پادری وغیرہ یہودی [illegible] عالم اسلام [illegible] عیش
و آرام کی چیزین نہین ملتی ہین اور اگر چھپاتے اور لوگون کی مرضی کے موافق بتلاتے ہین تو وے بڑے
معتقد ہوکر نذرانہ سے حاضر ہوتے ہین پس بعض ثابت قدم رہے اور بہتیرے دنیا کی عیش و عشرت کے طالب
مین پڑے اور خود گمراہ ہو لوگون کو گمراہ کیا۔ ازانجملہ ابن المبارک نے اوزاعی سے انکا قول اور ابن عبد البر
وابونعیم وغیرہ نے مرفوع روایت کی کہ اس امت مین دو گروہ ایسے ہین کہ جب وے بگڑین تو سب بگڑ جائینگے اور جب وے
ٹھیک ہون سب ٹھیک ہونگے ایک گروہ عالمون کا اور دوسرا حاکمون کا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکی تصدیق مشاہدہ
کرلو کہ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوجاتے ہین۔ اوزاعی نے کہا کہ لوگون کو تین فریق بگاڑتے ہین عالم
اور درویش اور بادشاہ۔ اس سے اتنا معلوم ہوا کہ عالمون کی باطنی حکومت بادشاہون سے بڑھکر ہی
اور بھی اوزاعی وغیرہ نے فرمایا کہ اسلام مین جو عالم بگڑیگا اسکی مشابہت یہود کے عالمون کے ساتھ ہوگی
یعنے عیش وعشرت دنیا و دولت کا لالچی ہوگا اور دین کا حکم لوگون کی مرضی کے موافق بتلادیگا اور پیغمبر
علیہ السلام کی شریعت بگاڑیگا بات چھپا دیگا۔ کلام کے معنی بگاڑکر اپنے مطلب کے موافق بتادیگا
علے ہذا القیاس جو ذمائم کہ احبار یہود مین تھے ویسے ہی ان بد عالمون مین ہوجاتے ہین نعوذ باللہ منہ الیہ
اور فرمایا کہ جو درویش بگڑیگا اسکی مشابہت نصرانی راہب کے ساتھ ہوجائیگی چنانچہ راہبون کے حالات
خود مشہور ہین۔ ازانجملہ قولہ علیہ السلام فضل العالم علے العابد کفضلی علے ادنی رجل من اصحابی عالم
کی بزرگی عابد پر ایسی ہی جیسے میری بزرگی میرے اصحاب مین سے ادنے آدمی پر ہی۔ بڑا مرتبہ علم کا ظاہر
ہوا اور عابد جو عبادت کرتا ہی اسکا طریقہ جانتا اور اسکا علم رکھتا ہی باوجود اسکے عالم نہونے سے اسپر عالم
کا شرف زیادہ ہی اور عبادت کے فضایل خود معلوم ہین تو علم کی بزرگی قیاس کرلو۔ والحدیث رواہ الترمذی
وصححہ۔ اور ترمذی وابن ماجہ وابوداود نے روایت کی کہ فضل العالم علے العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علے
سائر الکواکب۔ عالم کی بزرگی عابد پر جیسے چودھوین رات کے چاند کی بزرگی باقی ستارون پر ہی۔ ابن ماجہ
نے روایت کی کہ قیامت کے روز تین گروہ کو شفاعت کرنے کا مرتبہ حاصل ہوگا پہلے انبیاء کو پھر علماء
کو پھر شہیدون کو۔ یہ بڑی بزرگی ہی کیونکہ شہیدون کے فضائل و بزرگیان نہایت اعلے مرتبہ پر معروف
ہین پھر اس حدیث مین علماء کو انپر ایک درجہ فوقیت ہی۔ اور طبرانی کی حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے کی
عبادت کسی چیز کے ساتھ بہتر ادا نہین ہوتی جیسے علم فقہ کے ساتھ ہوتی ہی۔ اسکے وجوہ مین سے یہ ظاہر
ہی کہ تعظیم بقدر معرفت و شناخت ہوتی ہی مصرع کہ بے علم نتوان خدا را شناخت * تو تعظیم مین انتہا درجہ
عالم کے دل مین ہوگا اور عبادت یہی تعظیم ہی اور جو کوئی کسی چیز کو نہین پہچانتا کیسی ہی عمدہ ہو اسکی قدر

نہین

نہین کرتا ہی ولہذا فرمایا - وما قدروا اللہ حق قدرہ الآیہ - اگر کہا جاوے کہ علم سے عظمت وکبریائی الٰہی کی شناخت
ہوجاتی ہی تو مین کہونگا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ جو آنکھون دیکھتا اور اندھا نہین ہوتا ہی وہ یقین جانتا ہی کہ
عظمت وشان الٰہی آپ سے اعظم واجل ہی کہ وہان عاجزی کا اقرار کرنا بالیقین ضروری ہی اسی واسطے علماء
زیادہ ڈرتے ہین لقولہ تعالے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - اگر کہا جاوے کہ نصرانیون مین بڑے بڑے علم والے
ہین اگر علم سے عظمت کی معرفت ہوتی تو یہ لوگ جورو اور بیٹا نہ کہتے اسلیے کہ اس سے تو عظمت وپاکیزگی مین
بڑا نقصان ہوتا ہی اور جیسے مخلوق کی سی بات ظاہر ہوتی ہی - تو جواب یہ ہی کہ عالم سے مراد علم دین کا فقیہ ہی
اور ان مین سے ایک بھی ایسا نہین ہی بلکہ دنیا کو دین پر اختیار کرلیا ہی تو پہلی جہالت اسکی یہ ہی کہ فانی کو باقی پر
ترجیح دی جب اتنی سمجھ بھی نہوئی تو وہ بھلا فقیہ کیا جانے - ترمذی وغیرہ نے روایت کیا کہ ایک فقیہ اکیلا
ہزار عابدون سے زیادہ شیطان پر بھاری ہوجاتا ہی - اور طبرانی نے روایت کیا کہ تم لوگ ایسے زمانہ
مین ہو کہ تم مین فقیہ بہت ہین خطیب کم ہین اور مانگنے والے کم اور دینے والے بہت ہین اس زمانہ مین عمل
بہ نسبت علم سیکھنے کے بہتر ہی اور عنقریب لوگون پر ایسا زمانہ آئیگا جسمین فقیہ کم ہونگے خطیب بہت ہونگے
دینے والے تھوڑے اور مانگنے والے بہت ہونگے اسوقت عمل کرنے سے علم ویقین حاصل کرنا بہتر ہوگا -
مترجم کہتا ہی کہ اسوقت تو غفلت کے ساتھ گویا موت کا بھی یقین نہین ہی - اصفہانی وغیرہ نے روایت
کی کہ عالم وعابد کی منزلت مین ستر درجہ کا فرق ہی ہر دو درجہ مین اتنا فاصلہ ہی کہ تیز رو گھوڑا ستر برس مین
طے کرے - مترجم کہتا ہی کہ اس آسمان کے چکر کے بعد کسی مخلوق کو معلوم نہوا کہ کسقدر ملک الٰہی وسیع ہی
یا کیا چیز ہی اور بے انتہا مسافت کہانتک ہی پس اس حیرت کے ساتھ اس زمانہ مین لوگون کا دعوی حکمت
محض جہالت ہی اور حدیث صحیح کا معجزہ صادق آیا کہ قرب قیامت کا نشان یہ ہی کہ گونگے بہرے روے زمین
کے بادشاہ ہونگے جو سفیہ وبے وقوف ہین - اگر کہو کہ دانائی ظاہر ہی تو جواب یہ کہ دنیا کے لیے جو ملعونہ ہی تو
کمال کیا - ابن عبد البر کی روایت مین صحابہ رضہ نے اعمال مین سے افضل عمل دریافت کیا اور آپ نے
برابر یہ جواب دیا کہ علم افضل ہی آخر فرمایا کہ علم کے ساتھ تھوڑا عمل کار آمد ہوتا ہی اور بے علم کے بہت عمل بھی
مفید نہین ہوتا - اور طبرانی کی روایت مین مرفوع ہی کہ قیامت مین اللہ تعالے بندون کو اٹھائیگا اور آخر
عالمون سے فرماویگا کہ اے گروہ علماء مین نے اپنا علم تم مین جانکر رکھا تھا اور اس لیے نہین رکھا تھا کہ تمکو
عذاب دون سو جاؤ آج مین نے تمھین بخشدیا - مترجم کہتا ہی کہ یہ ان عالمون کا حال ہی جنکا علم انکے
قلب مین ہی انکو معرفت الٰہی بیقین حاصل ہی تو انکو یہ درجہ مبارک ہو اور اللہ تعالے ہمکو انکے طفیل مین
بخشدے وہو ارحم الراحمین - اور جان رکھو کہ جن عالمون کی نیت محض دنیا ہو یا نا موری ہو انکو معرفت الٰہی
سے حصہ نہین ہی کیونکہ علم کا ادنے مرتبہ یہ ہی کہ اسکو یقین ہو کہ آخرت بہ نسبت اس جہان کے اعلی واولی ہی
اور یہ تو محض چند روزہ ہی - اب حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم وائمہ مسلمین رحمہم اللہ کے اقوال سننا چاہیے
حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے کمیل رحمہ اللہ کو فرمایا کہ اے کمیل مال سے علم بہت اچھا ہی علم تیرا
نگہبان اور تو مال کا نگہبان ہوتا ہی علم حاکم اور مال محکوم ہی - مال خرچ کرنے سے ناقص ہوجاوے جاتا رہے

اور علم جتنا ددا اتنا بڑھے - آپ ہی کا قول ہو کہ روزہ دار شب بیدار جہاد کرنے والے سے بھی عالم افضل ہو
جب عالم مرتا ہو تو اسلام مین ایک رخنہ ہو جاتا ہو اسکو کوئی بند نہین کر سکتا مگر اس شخص سے بند ہوتا ہو جو
اُسکے بعد عالم ہو اور اسکی جگہ قائم ہو - ابن عباس نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ علم و
مال و سلطنت مین سے جو چاہو لیلو تو انہون نے عرض کیا کہ اب مجھے علم دیدیا جاوے تو اللہ تعالے
نے انکو علم دیدیا اور مال و سلطنت کو اسکے تابع کر کے دیدیا - یعنے علم ان سب پر حاکم ہو تو جہان وہ ہوگا وہان
اسکے محکوم بھی جاوینگے اسی واسطے تم دیکھو کہ جن بادشاہون کو علم نہین ہوتا وہ حکومت - یعنے انصاف نہین
کر سکتے بلکہ یزید کی طرح ظلم و ایذا کے مرتکب ہوتے ہین پس سلطنت و حکومت انکے حق مین وبال ہو -
عبد اللہ بن المبارک سے کسی نے پوچھا کہ آدمی درحقیقت کون ہین فرمایا کہ علماء ہین - پوچھا کہ بادشاہت
کسکو ہو فرمایا کہ جو دنیا سے بیزار ہین پوچھا کہ پھر ادنے درجہ والے کون ہین فرمایا کہ جو دین بیچکر دنیا کھاتے ہین
الحاصل آدمی فقط عالم کو قرار دیا - کیونکہ آدمی کی پیدائش فقط کمال معرفت خالق عز و جل ہو اور یہ بدون
علم کے ممکن نہین ہو - مشکوٰۃ وغیرہ مین ابن عباس سے مروی ہو کہ رات مین ایک ساعت علم کا درس
کرنا تمام رات کی عبادت سے بہتر ہو اور یہ مضمون حضرت ابو ہریرہ و ایک جماعت سلف سے شیخ حافظ ابن
کثیر رح نے تحت تفسیر قولہ یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا الآیہ نقل کیا ہو حضرت ابن مسعود و
ابن عمر رضی اللہ عنہم نے علم حاصل کرنے کی بابت بہت تاکید فرمائی کہ سیکھو اور اللہ تعالے طالب علم کو محبت
کی چادر اڑھاتا ہو اور اس سے چھینتا نہین اگر وہ گناہ کرتا ہو تو اُس سے اپنی رضامندی کر لیتا ہو یعنی
وہ علم سے خوف کھاکر توبہ کرتا ہو پھر دوبارہ سہ بارہ ایسا ہی ہوتا ہو تاکہ اُس سے چادر نہ چھینے اگرچہ
گناہون سے اسکو موت آجاوے - الحاصل اکابر متقدمین و اولیاء صالحین سے اسکی فضیلت مین
بہت کچھ ثابت ہوا ہو اور مین نے بہت اختصار کیا اور غرض یہ ہو کہ خود دیکھین کہ کدھر ہر دم و ہر لحظہ جاتے ہین
ساعت بساعت انکی عمر روان ہو منزل دور دراز ہو اور توشہ و زاد راہ سے بے فکر ہین وہان ہولناک
معاملہ سامنے ہو - پس آنکھین کھولو جاگو ورنہ موت تمکو جگادیگی اسوقت وہ ملک نظر آویگا اور تمہارا
جاگنا بیفائدہ ہوگا اور اب تمکو آنکھین علم کے سوائے کسی چیز سے نہ ملینگی پس علم سیکھو اور اسکا سیکھنا
جہاد وغیرہ سب سے مقدم ہو دیکھو اللہ تعالے نے فرمایا - فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا
فی الدین - یعنے سب مسلمان جہاد کو نجاوین یون کیون نہین کیا کہ ہر گروہ مین سے ایک ٹکڑا جاتا تاکہ
دین مین سے فقہ حاصل کرتے - مترجم کہتا ہو کہ پوری آیت یہ ہو - ما کان المومنون لینفروا کافۃ
فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون یعنی
مومنون کو زیبا نہ تھا کہ سب کے سب جہاد کے سفر مین چلے جاوین سو کیون نہین گیا ہر فرقہ سے انکا
ایک ٹکڑا تاکہ فقہ حاصل کرتے اور تاکہ عذاب الٰہی سے ڈر سناتے اپنی قوم کو جب وے جہاد سے لوٹکر
انکے پاس آتے اس امید سے کہ سب اللہ تعالے کی ناخوشی کے عذاب سے پرہیز رکھین - علماء تفسیر
کے یہان دو قول ہین اور دونون طرح علم دین حاصل کرنے کی فضیلت ظاہر ہو ایک قول تو یہ ہو کہ

آیت سریہ کے حکم مین ہو اور سریہ وہ لشکر کہلاتا تھا جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بذات شریف تشریف
نہین لیجاتے تھے اور دوسرا یہ ہو کہ لشکر کبیر کے حق مین نازل ہو یعنے جسمین خود آنحضرت صلعم تشریف لے گئے
ہین اور دوسرے قول پر یہ معنی بیان ہوے کہ تمام مومنین اگر ساتھ نہین جاسکتے تھے اس وجہ سے کہ اہل وعیال
ضائع ہون اور گرد ولواح کے جھوپون والے جو ہنوز مشرف باسلام نہوے تھے میدان خالی پاکر لوٹ مار کرلین
پس سب کا جانا مصلحت نہ تھا تو ایسا یہ کیون نہین کیا گیا کہ ہر قبیلہ وکنبہ کا ایک ٹکڑا سفر مین ساتھ جاتا اسمین
نفع یہ ہے کہ سفر مین جو احکام قرآن نازل ہوے انکی فقاہت حاصل کرے اور خود دین مین فقیہ سمجھدار ہوتے
اور اس غرض سے کہ اپنی قوم کو جو وطن مین رہے تھی ڈر سناتے جب یہ لوگ انکے پاس واپس آتے اس امید
پر کہ قوم والے یا اسکے سبب اللہ تعالے کے عذاب سے پرہیز رکھین اپنے جس چال وچلن وخیالات وغیرہ سے
اللہ تعالے کی ناخوشی ہوتی ہو اس سے بچے رہین ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اگر جہاد سے ایک طرح معافی بھی ہو
تو دین کی فقہ حاصل کرنے سے معافی نہین ہو پس وہ موکد ہو اور حدیث مین بھی آیا کہ طلب العلم فریضۃ
علی کل مسلم ومسلمۃ یعنے علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہو ۔ اس حدیث کی اسناد مین اگرچہ
کچھ کلام ہو لیکن بقول شیخ زرقانی کے حدیث حسن الاسناد ہو گئی ہو ۔ اور یہ بیان آگے آویگا کہ فرض کسقدر علم
ہو اور دوسرا قول کہ آیت سریہ کے حق مین ہو اسکا بیان یہ ہو کہ بعضے یہود وغیرہ منافقون کے بہانہ وحیلہ وجھوٹی
قسمون کے عذر کا حال جب عالم الغیب عزوجل نے نازل کردیا تو سچے مسلمان جنکو حقیقت مین بدنی تکلیف
بیماری وغیرہ کا کچھ عذر بھی تھا اپنے اوپر نفاق کا خوف کرکے ڈرے اور سب کے سب آمادہ ہوے کہ اب جو
لشکر جائیگا ہم اسکے ساتھ جاوینگے تو سریہ کے ساتھ جانے مین بھی یہی قصد ہوا حالانکہ یہان جو احکام آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتے وہ خالص معظم صحابہ جو حاضر ہوتے وہی جانتے اور دور دور والی قومون
کو خبر نہوتی حالانکہ افضل یہ معرفت وعلم فقہ ہو تو اللہ تعالے نے انکار فرمایا کہ یہ سمجھ ٹھیک نہین ہو کہ سب
چلے جاوین یون کیون نہو کہ ہر فرقہ مین سے تھوڑے سے جاوین اور تھوڑے یہین رہین تاکہ جو احکام نازل
ہون انکو آنحضرت صلعم سے یہان والے حاضرین سمجھ لین اور قوم والے جو سفر مین گئے ہین جب وے واپس
آوین تو انکو سنا دین تاکہ سب کے سب ناخوشی الٰہی سے بچے رہین ۔ اس سے صاف ظاہر ہو کہ علم دین و
فقاہت کو جہاد پر ترجیح ہو اور کیون نہین اسلیے کہ جہاد کرنے سے مال مقصود نہین چنانچہ ہزارون صحابہ اس
مال کی چیزون کو صدقہ کردیتے تھے خصوصاً موتی وجواہرات زمرد ۔ ہیرا لعل ۔ یاقوت اور ریشمی لباس و
جڑاو ٹکلے وغیرہ اور یہ بکثرت روایات مین مذکور ہو پھر مال مقصود نہین تو کافرون کی جان مارنا بھی کچھ مقصود
نہین ورنہ پہلے انکو ہر طرح سے سمجھانا بجھانا راہ بتلانا اور انکو وعدہ دینا کہ اگر تم اللہ تعالے کی وحدانیت مان لو
تو ہمارے بھائی ہو ہمارا تمھارا ایک حال ہو اور نہ مانو بلکہ ہماری ذمہ داری مین رہو مگر فساد وظلم نہ کرو تو بھی ہم
تمھارے نگہبان ہین تم اپنے دین پر رہو دیکھو ہم کیسی سچائی وخوش اخلاقی سے اپنے پروردگار کی بندگی کرتے ہین
اور دیکھو کہ ہم دنیا کو بالکل ملعون وناچیز سمجھتے ہین اور یہ تمام مال ودولت بے انتہا سب ہیچ وپوچ جانتے ہین
یہان عیش وآرام نہین چاہتے کیونکہ ہمکو وہ آنکھین اللہ تعالے نے دی ہین کہ ہم آخرت کا ملک دیکھتے ہین

اور اسکے لیے یہان نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کرتے ہین اسی وجہ سے اس زندگی کو غنیمت جانتے ہین ورنہ بحکم قولہ تعالے منہم من قضے نحبہ ومنہم من ینتظر - ہمکو خوشی خوشی موت کا انتظار ہی تو تم خود دیکھوگے کہ بیشک انکو علم پاک دیا گیا ہی اور بے شک نورانی عقل کے موافق اپنے خالق عزوجل کی اچھی طاعت کرتے ہین پس تم خود جہالت چھوڑ دوگے اور اسی طرح تین مرتبہ سمجھاتے تھے پھر اگر نہ مانو آخر مین ہم تلوار نکالتے ہین کیونکہ خالق عزوجل نے ہمکو حکم دیا ہی کہ تم ایسے ظالمون مفسدون جاہلون کو اس حالت پر نچھوڑو کیونکہ تمھاری ذات سے کرورون مخلوق آدمی و جانورون و پرند و چرند پر ایذا و ظلم ہی توان کرورون کی جانین ضائع ہونے سے یہ بہتر ہی کہ تم مین سے تھوڑے ضائع ہوکر باقی علم کی راہ پر آجاوین پس مقصود اسکا بالکل علم تھا - ارسے یہ نہین دیکھتے کہ جب فتح پاتے تھے تب بھی انکو انکے دین پر رہنے دیتے تھے مگر تابع رکھتے تھے اگر قتل کا قصد ہوتا تو اب بالکل مارڈالتے اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین بعد فتح کے یہی حکم تھا اور شاید اللہ تعالے اپنے مخلوق کو خوب جانتا ہی وے کفار سید ہے ہونے والے نہ تھے بہرحال جب جہاد سے مقصود یہی ہی کہ اللہ تعالے کا کلمہ توحید بلند ہو اور سب یہی معرفت پاوین تو علم اصلی مقصود ہوا پس جہاد سے مقدم ہوا - آیت کریمہ کی تفسیر مفصل مع توضیح اشارات وحقائق کے مترجم کی تفسیر سے طلب کرو جو ملخص عمدہ تفاسیر مثل تفسیر شیخ حافظ امام ابن کثیر و تفسیر ابوالسعود و تفسیر کبیر و بیضاوے و معالم التنزیل و سراج المنیر و افادات تبیان وغیرہا ہی مع زیادت فوائد حقائق و اشارات از عرائس البیان فی حقائق القرآن متبرک تالیف حضرت خاتم الاولیاء شہسوار میدان ولایت مولانا رکن الدین روزبہان شیرازی رحمۃ اللہ علیہم ہی - الغرض طلب علم کے لیے اس آیت مین بھی حکم ہی کہ - فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون بالبینات والزبر - یعنے اگر تم بینات وزبر سے آگاہ نہین ہو تو جاننے والون سے پوچھو یعنی علم حاصل کرو اور کہا گیا ہی کہ پوچھو تو بینات وزبر دریافت کرو یعنے معلوم کرو کہ آیات الٰہی مین کیونکر حکم ہی اور حدیث مین اسکا حکم کسطرح آیا ہی یا ان دونون سے کسطرح یہ حکم نکالا جاتا ہی اور اس سے فائدہ یہ ہی کہ لوگون کی باتین مان لینے کا حکم نہین دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ اللہ تعالے و اُسکے رسول صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ اجمعین کا حکم مانو کیونکہ یہود اور نصاریٰ جو اپنے عالمون و درویشون کا کہنا اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے انکو صریح آیت مین مشرک فرمایا ہی تو مومنون کو حکم دیدیا کہ لوگون کا قول مت پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ اللہ تعالے و رسول اللہ صلعم کا حکم و حی کیونکر ہی لہذا استفتاء مین جو لکھا کرتے ہین کہ علماء دین و مفتیان شرع کیا فرماتے ہین اسکو یون لکھنا بہتر ہی کہ اللہ تعالے و اسکے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم اس واقعہ مین کیونکر ہمکو معلوم ہی تاکہ علم الٰہی حاصل ہو جسکے واسطے حکم ہی اور حدیث صحیح مسلم مین ہی کہ - من سلک طریقاً یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقاً الی الجنۃ - جو کوئی کسی راہ پر اس غرض سے چلے کہ علوم الٰہی مین سے کوئی علم اسکو ملیگا اسکی جستجو مین چلے تو اللہ تعالے اس سے اسکو جنت کی راہ چلا دیگا - یعنے اسکا یہ چلنا جنت کی طرف راہ چلنا ہوگا پس اسنے جنت کا راستہ اتنا طی کرلیا - امام احمد و حاکم کی روایت مین ہی کہ طالب علم کی رضا کے لیے فرشتے پر بچھاتے ہین - واضح ہو کہ مخلوق جس کیفیت سے ہی وہ از راہ خلقت اسی حال پر ہی پس فرشتہ

یہ کام خالص نیت سے اللہ تعالےٰ کے واسطے کرتے ہین جس طالب علم کو رضوان الٓہی ملتا ہی اور ملائکہ کو بھی ملتا ہی اور نفس کا دیکھکر خوش ہوجانا کچھ چیز نہین اور نہ اُسکا کچھ نفع حاصل ہی بس یہ مقام سمجھ لو - ابن عبد البر و ابن ماجہ کی روایت سے ثابت ہی کہ سو رکعت نفل پڑھنے سے علم کا ایک باب سیکھنا بہتر ہی - اور ابن حبان کی روایت سے ثابت ہی کہ دنیا و مافیہا سے اچھا ہی - اور پہلے گذری حدیث کہ علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہی دارمی وغیرہ کی روایت مشکوٰۃ مین بھی ہی کہ جس آدمی کو ایسے حال مین موت آوے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کے لیے علم سیکھتا ہو تو جنت مین اُسکے اور انبیاء کے بیچ مین فقط ایک درجہ کا فرق ہوگا - اس بارہ مین آثار حضرت ابن عباس و ابو الدرداء و حضرت عمر و اور ابن ابی ملیکہ و ابن المبارک و شافعی و عطاء و مالک وغیرہم جماعت کثیر سلف سے مروی ہی اور علم تعلیم کرنے کے بارہ مین بھی آیات و احادیث بہت ہین مانند قولہ تعالیٰ یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم - یعنے ایسا رسول بھیجا جو انکو کتاب و حکمت سکھلاتا ہی اور انکو پاک بناتا ہی - اور قولہ اذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ - اور قولہ من احسن قولا ممن دعا الی اللہ - یعنی اُس سے اچھی بات کسکی ہی جو راہ الٓہی کی طرف بلاوے یعنے تعلیم فرماوے - اور حدیث مین ہی کہ جاہل کو نہین چاہیے کہ اپنی جہالت پر چپکا بیٹھا رہے اور عالم کو بھی نچاہیے کہ جان بوجھ کر خاموش بیٹھا رہے یعنے وہ سیکھے اور یہ سکھلاوے - صحاح کی حدیث مین ثابت ہی کہ بعض صحابہ آپس مین تعلیم دیتے تھے اور بعضے عبادت کرتے تھے تو آنحضرت صلعم نے دونون کو دیکھکر کہا کہ نیک کام مین ہین لیکن عابد تو مانگتے ہین چاہے دے یا نہ دے اور یہ تعلیم کرکے عام نفع پہونچاتے ہین اور خود انھین اہل تعلیم کی مجلس مین بیٹھے اور ایک روایت سے ثابت ہی کہ تعلیم والون کو خوشخبری دی اور آمادہ کیا اور فرمایا کہ میرا مبعوث کیا جانا فقط اسی تعلیم کے لیے ہی اور اس حدیث سے صریح ثابت ہوا کہ اسلام مین اصلی مقصود بعثت کا تعلیم ہی اور یہی حال جملہ انبیاء مثل موسیٰ و یوشع و داود وغیرہم کا ہی اور جہاد اصلی غرض نہین ہی بلکہ بضرورت ہی - اور جسنے یہ گمان کیا کہ اسلام مین قاعدہ ہی کہ بزور شمشیر مسلمان کیا جاوے تو یہ شخص محض جاہل ہی اسنے لفظ اسلام کے معنی بھی نہین سمجھے بھلا یہ بہتان اپنی جہالت سے کیون باندھا ارے مغرور اسلام تو دل سے توحید کا نام ہی اور صورت کا مسلمان یا زبان کا مسلمان جو دل سے توحید کا معتقد نہو وہ مسلمان نہین ہی پس بزور شمشیر زبان و صورت کو اسلام لیکر کیا کریگا دیکھو اللہ تعالےٰ نے فرمایا - من الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین - یعنے بعضے لوگ خالی زبان سے کہتے ہین کہ ہم اللہ تعالےٰ و روز قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وے ہرگز کچھ بھی ایمان والے نہین ہین - دیکھو جو خود کہتے تھے انکو تو اسلام نکالے دیتا ہی کہ ناپاک جھوٹے ہین تو بھلا زبردستی کہلا کر کیون داخل کریگا ہان بزور شمشیر تو جسم تابع کیا جاتا ہی کہ ظالمانہ قانون و جور و ستم نہ کرنے پاوے تاکہ خلق خدا امن و عافیت سے علم سیکھے اور جہاد سے تو تعلیم دینا یا فساد کرنے سے روکنا پس یہی مقصود ہی اور جب یقین کامل ہی کہ دنیا فانی اور آخرت باقی ہی عیش و آرام بس وہین ہی تو اس جہاد مین بہت بڑے منافع ظاہر ہین اب دیکھو کہ طعنہ دینے والے نے کیسی اُلٹی بات بنائی اور بہتان باندھا - و قولہ تعالےٰ - ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون - یعنی پڑھنے پڑھانے سے اثر ہوگا تو علماء ربانی

ہوجاؤ۔ اس آیت سے نکلا کہ پڑھانے والا بھی پڑھانے سے یہ فیض پاتا ہو کہ عالم ربانی ہوجاتا ہو۔ الغرض علم کی فضیلت اور عالم کی بزرگی و پڑھنے و پڑھانے کے فضائل جنمین سے ادنے فضل تمام دنیا وما فیہا سے افضل ہو حضرت سید المرسلین پیغمبر صادق کی احادیث اور کتاب الٰہی کے آیات و سلف کے اخبار سے بہت کچھ ثابت ہین مترجم نے انھین چند روایات پر اقتصار کیا کہ جن لوگون کے حق مین سعادت ازلی سابق ہوچکی ہو انکو تھوڑا بھی بہت کفایت کرتا ہو۔ نہ بدبخت کو بہت بھی تھوڑا ہو۔ اب مختصر بیان علم کی تقسیم کا سُننا چاہیے۔ واضح ہو کہ علم کا اصلی فائدہ یہ ہو کہ مخلوق ناچیز اپنے خالق عزوجل کو پہچانے اور یہ مراد اُسوقت حاصل ہوتی ہو کہ اپنے آپ کو پہچانے اسی واسطے بعض بزرگون کا قول ہو کہ جسنے اپنے آپ کو پہچانا اسنے اپنے رب کو پہچانا۔ اور اپنی پہچان مین سے ادنے یہ ہو کہ وہ ایک مخلوق ہو جو اپنی پیدائش مین اپنا اختیار نرکھتی تھی۔ اور صحت و تندرستی قائم رکھنے یا بیماری زائل کرنے مین محتاج ہو جتے کہ ہر کام مین اسکو اپنی محتاجی ظاہر ہوگی پھر عمر بڑھتے اور بڑھاپا پیدا ہوجانے اور آخر مرجانے مین بالکل مجبور ہو تو یہ فعال کسی فاعل کی شان ہین اور یہ کام کسی کرنے والے مختار کی قدرت ہین کوئی مخلوق بڑا کوئی چھوٹا کوئی کالا کوئی گورا کوئی کسی حال مین خوش اور کوئی اُسکے برعکس محظوظ کسی خود مختار قدرت والے کی شان کے نمونہ ہین تو جیسے محسوسات ظاہری اسکے مخلوق ہین ویسے ہی عقل باطن و حواس باطنی بھی اسی کے مخلوق ہین پس عقل جو چیز اپنے تصور و خیال و قیاس مین بناوے وہ خالق جل شانہ پر صادق نہوگا۔ وہ تو اس مخلوق عقل کا مخلوق مصور ہی تو خالق عزوجل وہ ہو جو عقل کے تصرف سے اعلے واجل ہو اب بھلا عقل اسکی تعریف کیا بیان کریگی کہ وہ کیسا ہو اسی واسطے جو لوگ ایسے گذرے کہ انکو عقل کا دعوے تھا انھون نے اپنی عقل ہی پر بھروسا کیا کہ خالق عزوجل کی شان کو بھی تصور کرسکتی ہو۔ انکی حماقت معرفت مین یہین سے ظاہر ہو اور ہر شخص اقرار کرتا ہو کہ جس چیز کو وہ نہین پہچانتا اسکی صفتین نہین بیان کرسکتا حالانکہ تمام مخلوقات کسی نہ کسی بات مین باہم شرکت رکھتی ہین اور نہ سہی اتنا تو ہو کہ وہ بھی مخلوق اور یہ بھی مخلوق ہو برخلاف اسکے خالق عزوجل بالکل مخلوق سے جدا کچھ بھی شرکت نہین ہو وہ قدیم یہ حادث وہ خالق یہ مخلوق وہ بے ابتدا و بغیر انتہاء لازوال ہو اور یہ حادث فانی عاجز محتاج ہو تو ضرور ہوا کہ وہی اپنے فضل سے مخلوقات کو اپنی صفات سے آگاہ فرماوے اور جسطرح ہم اسکی تعریف کرین ہمکو بتلاوے اور کیونکر اسکی تعظیم و عبادت کرین ہمکو سکھلاوے اور جہان تک ہماری سمجھ پہونچے ہمکو ہمارا آغاز و انجام بتلاوے چنانچہ اُس کریم جواد غفور رحیم نے اپنے فضل سے ہماری جنس سے اپنا رسول بھیجا اور اُسپر اپنی کتاب نازل فرمائی تو ہمکو معلوم ہوا کہ بحکم قولہ تعالیٰ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ ہملوگ اسی واسطے پیدا ہوے ہین کہ اپنے خالق کو پہچانکر اسکی عبادت کرین اور اُسکی خلقت بے انتہا ہو صرف یہی زمین نہین ہو اگرچہ ہمارے حواس تو آسمان سے آگے متحیر ہین عقل کچھ کام نہین کرتی کہ آخر آگے کہین حد ہو یا نہین ہو پھر ہمکو اپنی پاک صفات بتلائین جنکو ہماری عقل نے اپنی آنکھون مین جگہ دی اگرچہ اسکو خود ادراک کی مجال نہین اور وہ بیچاری حادث ہو

اسکو قدیم کے برداشت کرنے کی تاب کہان ہی اسی واسطے اہل الحق نے بغیر چون وچرا کے اعتقاد پر استقامت اختیار کی - پھر اپنی حمد وثنا اور تعظیم کا طریقہ بتلایا جسپر ہم صدق کے ساتھ عمل کرین اور آخر اپنا فضل عظیم یہ ظاہر فرمایا کہ جو تم کرو اُسکا ثواب تمھین کو ہی اور ادنے ثواب اسکا جنت ہی اور دنیا سے جب بندہ بنکر نکلو اور خواہ مخواہ نکلوگے تب پاؤگے - پھر دنیا مین تمھاری بندگی سے تمھاری عقل و روح خوش ہی اور نفس و شیطان دشمن ہین اور دونون مین سے ہر ایک کے لیے اسباب ہین کھانے پینے کی خواہش و سردی و گرمی و زینت و آرایش و مزہ و لذت و فخر و تکبر و خوف و دہشت اور سانپ بچھو وغیرہ موذیات کا اندیشہ اور لہو و لعب کے کرشمہ اور طرح طرح کی رنگ برنگ چیزین جن سے کبھی سیر نہو ہمیشہ نئی نئی خواہشین و جلسہ و آرایشین آخر موت آگئی اور آنکھ کھلی تو سب ہیچ تھا اُسکا کچھ وجود نہ رہا یہ سب فانی ہین انکے لیے بڑی بڑی کوششین سب برباد ہوگئین اسوقت افسوس بیفائدہ ہی اب ظاہر ہی کہ اللہ تعالے نے بندون کو ہر طرح علم دیدیا پس اکثر بندے تو شکر کی جگہہ کفر کرکے اس دنیا کو چند ہی دن یہی آراستہ کرنے لگے اور ظاہر ہی کہ ہر آرائش کے لیے پہلے اُسکا علم سکیھا پھر یہ نتیجہ حاصل ہوا تو یہ علم اور اسکا نتیجہ دونون خراب ہین کہ بعد موت کے دونون مین سے کچھ بھی باقی نہین رہا اور جس بدن کی آرایش و آسایش کی تھی وہ سڑ گیا پس یہ قسم علم کی علم دنیاوی ہی اور دوسرا بندہ جسنے کتاب الٰہی و سنت رسول کی تعلیم پائی اور حق تعالے نے اسکو سمجھ عطا فرمائی اُسنے روح و عقل کو آراستہ کیا اور معرفت الٰہی سے مقبول ہوکر ذخیرہ سعادت آخرت جمع کیا اسکی آنکھ کھلی تو حد سے زیادہ مقام کرامت و منزلت دیکھا تو یہ علم و اسکا نتیجہ دونون نہایت خوب ہین اور یہ فضل الٰہی ہزار شکر اسپر نثار - وقد قال تعالے ماکان لنفس ان تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علے الذین لایعقلون - اسی علم کی اول ہم تعریف لکھ چکے اور اسی علم کے عالم بڑی کرامت والے ہین - یہی اصل حکمت ہی اور فرمایا حق تعالے نے - ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا - جسکو حکمت عطا ہوئی اُسکو بہت بھلائی کثرت سے دیدی گئی - اسی علم کے عالم ہونے کا حکم ہی - لقولہ کونوا ربانیین - حضرت علی و ابن عباس و حسن بصری نے تفسیر مین کہا کہ علماء فقہا و حکماء ہو جاؤ - اسی فقہ کے لیے حکم دیا تھا فی قولہ لیتفقہوا فی الدین الایۃ - ہین - اور اسی علم کی نسبت حکم دیا لقولہ طلب العلم فریضۃ الحدیث یعنی ہر عورت و مرد مسلمان پر علم سکیھنا فرض ہی اور اسی علم کا نتیجہ وہ معرفت ہی جسکے واسطے ہماری پیدایش ہی لقولہ تعالے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون اے لیوحدونی اولیعرفونی - یعنے ہمنے جن و انس کو اسی واسطے پیدا کیا کہ ہماری توحید پر مستقیم ہون - اب یہان کچھ اوہام و سوالات پیدا ہوتے ہین - اول یہ کہ جب ہماری پیدایش فقط اسی لیے ہی کہ ہم توحید و عبادت ہی کرتے رہین تو سوا اسکے جتنے کام ہین جیسے کہ کھانا و پینا و سونا و نوکری و تجارت وغیرہ سب ممنوع ہونگے - تو اس سوال کے جواب کو بتوفیق الٰہی ہم فی الجملہ وضاحت سے بیان کرتے ہین جاننا چاہیے کہ یہ وہم خالی عبادت و توحید کے معنی نہ جاننے سے پیدا ہوا ہی کیونکہ وہم یہ ہوا کہ عبادت الٰہی فقط چند افعال مخصوصہ ہین مانند نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ کے حالانکہ عبادت تو یہ ہی کہ جسطرح اللہ تعالے نے بندہ کا چال چلن پسند فرمایا ہی اسی کے موافق برتاؤ کرے تو اُسنے بندگی کی اور ایمان سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ بندون کے لیے یہ تمام دنیا مخلوق ہی اور بندے آخرت کے لیے مخلوق ہین پس دنیا

اُنکے لیے آخرت کے درجات حاصل کرنے کا کھیت ہی- تو دنیا مین تصرف جب تک بنظر آخرت ہو محبوب الٰہی ہی
اور جب اپنے نفس کی خواہش پر کام کیا تو یہی بیکاری ہی اور حق تعالے نے نفس کے لیے حظوظ و حقوق مقرر
فرمائے ہین یہ نہین ہی کہ نفس کی کوئی خواہش اسکو مت دو بلکہ اسکے حدود ہین جنکو علم والے جانتے ہین - و
قد قال تلک حدود اللہ یبینہا لقوم یعلمون - یعنی یہ حدین اللہ تعالے کی مقرر فرمائی ہین اُن لوگون کے لیے
انکو بیان فرمایا ہی جو علم رکھتے ہین پس علم یہان ایمان کا دل مین یقین کامل راسخ ہوکر روشن کرنا کیونکہ اگر
ان حدود کو جانتے تو بیان کی حاجت نہ تھی- اور حدیث مین ہی کہ اسلام مین نصرانیون کی طرح راہب ہونا نہین
ہی- تو نفس کو بھوک و پیاس سے ضعیف کر دینا و غذا نہ کھانا اور خصی ہو جانا وغیرہ کچھ نہوئے بلکہ فرمایا کہ میری
امت کا راہب بننا یہ ہی کہ جہاد کرین پس جہاد کے لیے ایسا مضمحل بننا نہین بلکہ خوب تندرست و قوی ہونا
لازم ہی حتے کہ اس فتاوے و دیگر کتب مین منصوص ہی کہ مثلث وغیرہ بغرض جہاد کی قوت کے کھانا دینا جائز ہی
جب تک حرام چیز نہو- اور خود اللہ تعالے نے فرمایا- کلوا من الطیبات واعملوا صالحا- اور قولہ احل لکم الطیبات
وقولہ والطیبات من الرزق - جملہ لذیذ و پاکیزہ چیزین کھانے پینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ کام نیک کرو-
اور خود حدیث مین ہی کہ ان لنفسک علیک حقا- تیرے نفس کا تجھپر حق ہی- اور بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم
نے چاہا تھا کہ سونا و کھانا و لذائذ و عورتین وغیرہ ترک کر دین تو انکو بشدت منع فرمایا حتے کہ مروی ہی کہ آپنے کہا کہ
تم کو میری اتباع کرنا ہی کہ نہین سوتین تو یہ سب باتین کرتا ہون اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالے کے عظمت
وجلال کا خوف رکھتا ہون - اور کیون نہین کہ آپ نے دوزخ و بہشت سب کو ملاحظہ فرمایا تھا- عظمت و شان
کبریائی مین عارف و ولی و صدیق سے بڑھکر رسول بلکہ اشرف الرسل بلکہ خیر الخلق تھے صلوات اللہ تعالے و
سلامہ علیہ وعلے آلہ و اصحابہ اجمعین- تو نفس کو اسطرح ہلاک کرنا خلاف طریقہ رسول قرار دیا- اور بیشک جسنے
اعضاء و حواس کا شکر نہ کیا اُسنے جہالت سے کچھ قدر نہین جانی کیونکہ عجیب حکمت الٓہیہ اس خلقت مین نمایان ہی
کہ انھین سے محبت حق سبحانہ تعالی بواسطۂ ادراک لذائذ و طیبات مستوجب شکر منعم محسن کے دل مین ساری ہوکر
بذریعۂ معرفت عقلی کے توحیدی ایمان پر باعث ہوتی ہی کہ بندہ اپنے اعضاء و جوارح کو عبادتون و مناجات
مین بصبر و تحمل لگاتا ہی اور آخر مین بندہ کے اعضاء خود مطیع و باعث ہوتے ہین اور یہ مرتبۂ صلاح و تقوی ہی
اور جسنے اس سے پہلے انکو ضائع کیا وہ جاہل گمراہ ہی آیا نہین دیکھتے کہ اگر نفس کے تباہ کرنے مین کمال ہی تو
بھوکا رہکر مرجانے والا ولی ہوکر مرتا حالانکہ سب مسلمانون کا اتفاق ہی کہ اپنی جان آپ مار ڈالنے والا جہنمی ہی-
فقہ مین ثابت ہوا کہ زندگی نفس کے لیے فقیر کو کمائی کرنا واجب ہی اگر کر سکتا ہو ورنہ آخر بھیک مانگنا فرض ہی
ورنہ مرجائیگا تو جہنمی ہوگا اور اگر یہ طاقت نہو تو جس مسلمان کو اسکے حال سے اطلاع ہوا سپر خبرگیری اسقدر
کہ مرنجاوے فرض ہی چنانچہ یہ سب اس فتاوے مین مصرح منقول ہی اور ایسے ہی نماز مین ستر عورت فرض
ہی لقولہ تعالے خذوا زینتکم عند کل مسجد الایہ اور شدت حاجت کے وقت نکاح واجب ہی اور پھر جورو کا نفقہ
اور اولاد کا نان و نفقہ وغیرہ فرض ہی تو اب ظاہر ہوا کہ جو امر فرض کر دیا گیا ہی اگر وہ بغیر دوسری چیز کے ادا نہین
ہو سکتا ہی تو یہ چیز بھی ضمناً فرض کر دی گئی ہی اسی واسطے اہل العلم نے کہا کہ مقدمۃ الواجب واجب- مثلاً مسجد مین

نماز بجماعت واجب ہی تو اسکے معنی یہ نہین ہین کہ جب کبھی اتفاق سے ہم مسجد مین ہون اُسوقت نماز قائم کیجاوے
تو ہمپر جماعت کرنا واجب ہی بلکہ اذان سُن کر حاضر ہوکر جماعت مین شامل ہوا اور یہ بغیر چلنے کے ممکن نہین ہی
تو معلوم ہوا کہ اسلیے چلنا بھی واجب ہی اور تم نہین دیکھتے کہ حدیث مین مسجد جانے کے ہر قدم کا ثواب جمیل ارشاد
فرمایا ہی اسی واسطے دور گھر سے آنا زیادہ ثواب ہی ۔ پس نماز کے لیے نفس کی اتنی غذا کہ ادا کرسکے واجب ہی اور
یہ چیز کسی کمائی کے حیلہ سے ممکن ہی تو کمائی واجب ہی اور حیلہ جب بغیر تعلیم ممکن نہین تو یہ علم بھی واجب ہی اجبکہ
اس سلسلہ مین ضرورت ہو ۔ اب ہر شخص جانتا ہی کہ فرض و واجب و سنت و مستحب یہ نام ان اعمال صالحات کے
ہین جنپر آخرت مین اجر جمیل و ثواب جزیل ہی اور قولہ واعملوا الصالحا کے تحت مین داخل اور ثواب برضاے
الٰہی ملتا ہی تو اسکی رضا پر یہ برتاو ہوا اور اسی کو عبادت کہتے ہین ۔ اور ناراضی اسکی جس فعل پر ہو وے بندگی
سے خارج ہی ۔ اگر وہم ہو کہ مباح چیز تو کچھ ضروری نہین کہ واجب ہو اور اللہ تعالےٰ نے منع بھی نہین فرمایا ۔
تو مین کہتا ہون کہ اسی وجہ سے بعض علماء نے مباح سے براہ تقوے پرہیز کیا اور حدیث مین آیا کہ آدمی بکا
کرتا ہی کہ میرا مال میرا مال اور ہی تیرا مال کیا سواے اسکے کہ کھا کر برباد کیا یا پہن کر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت
مین جمع کرلیا ۔ تو ان بزرگون نے اس سے سمجھا کہ مراد اسمین مباح کھانا پہننا تھا اور جب برباد ہوا تو دنیا کی زندگی
جسکا ہر لمحہ و ہر چیز جب غنیمت ہی کہ وہ چند روزہ حیات کے بعد اصلی مقام و وطن مین یہان کی کھیتی یا تجارت
کا نفع نایاب نفائس کا مجموعہ ملے اور جسمین یہ نہین وہ خواہ مخواہ ٹھیرا ہی خسارہ ہوا اسی لیے حدیث سے ثابت ہی
کہ صحت و فراغت دو چیزون کی قدر نہ کرکے اکثر آدمی خسارہ مین پڑے ہین ۔ اور حدیث سے ثابت ہی کہ
نیک آدمی کے لیے پاک مال بہت اچھا نتیجہ دیتا ہی ۔ تو جب مباح مین مال برباد و وقت برباد گیا تو اس سے پرہیز
چاہیے ۔ اور بعض علماء نے اسکو بھی عبادت مین شامل کیا اور میرے نزدیک یہی اقرب ہی واللہ تعالےٰ اعلم ۔
اسلیے کہ مباح ایک حد ہی جو اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمائی اور ثابت ہو چکا کہ اس حد تک نافرمانی نہین ہوئی تو بندگی
رہی تب تو ضرور ثواب ملیگا اور حدیث مین صدقات روزانہ شمار فرمائے ہین مثلاً کسی سے خوش خلقی سے بات
کرنا صدقہ ہی حتے کہ راستے سے کانٹا کنکر ہٹا دینا صدقہ ہی ان سب مین آدمی کا اپنی بی بی سے قریب ہونا بھی
صدقہ شمار ہی تو جسنے اس حکمت کو نہ سمجھا اُسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم مین سے
کوئی آدمی اپنی شہوت پوری کرے تو اسمین بھی اسکو ثواب ملیگا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ شخص کسی حرام جگہ یہ
فعل کرتا تو اسپر عذاب جہنم ہوتا کہ نہوتا ۔ عرض کیا گیا کہ ہان بیشک عذاب تھا تو آپ نے فرمایا کہ پھر حلال
مین ثواب ہی ۔ اسمین بہت پاکیزہ اشارہ ظاہر ہی کہ شہوت و خواہش پوری کرنا شرع مین منع نہین کی گئی ہی
بلکہ مقصود شرع کا حد مقرر کرکے فرمانبرداری و نافرمانی کا امتحان ہی پس اگر نافرمانی کی تو حرام کرکے بندگی کی اطاعت
سے نکلگیا اور حلال کرنے مین فرمانبرداری کی حد کا قصد کیا تو بندگی مین رہا اور جب تک بندگی کی حد مین ہی
اسکو ثواب ہی ۔ اور حدیث سعد رضی اللہ عنہ مین صریح ارشاد فرمایا ہی کہ حتے اللقمۃ تجعل فی فی امراتک یعنی
اپنی جورو کے منھ مین جو نوالہ پہونچاتا ہی اسمین بھی تجھے ثواب ہی ۔ بلکہ ان سب سے قوی استدلال قولہ کلوا من
الطیبات الآیہ ہی کہ طیبات کھانے کا حکم دیا حالانکہ لذیذ غذا ضروری نہین ہی کہ بغیر اسکے مر جاوے بہت صورتین

مباح ہین تو مباح موافق حکم ہی جسکے ماننے مین ثواب ہی جیسے مسافر کا نماز مین قصر کرنا اگرچہ فی الاصل رخصت ہی
لیکن اللہ تعالے نے جو ہمپر صدقہ کیا اسکا قبول ہمپر واجب ہی۔ ہان اتنا ضروری ہی کہ جو ثواب فرض و واجب
کا ہی وہ بھلا مباح کا کب ہوسکتا ہی اور جو حدیث کھاکر برباد کرنے و پہنچ بچانے کی بیان کی گئی اسکا بیان
اسواسطے نہ تھا کہ مباح کا مال برباد جاتا ہی کچھ ثواب نہین ملتا ہی بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ آدمی کا مال اسکے لیے
کیا ہی جو وہ کہا کرتا ہی کہ میرا مال میرا مال کیونکہ اسکی زندگی بس یہی چند روزہ ہی تو اسمین جو کھایا پہنا تو وہ اسے رہا یا نہین
اور جو خیرات کردیا وہ وہان جمع کرلیا باقی سب اورون کا حصہ ہی۔ اسکا اسمین سے کچھ نہین ہی جسکا مفصل حال
مذکور ہوا۔ بالجملہ اصل اسمین ایک جامع آیت کریمہ ہی جسکے سمجھنے و اسکی فقہ حاصل کرنے سے آدمی فقیہ ہوسکتا ہی
یعنے قولہ تعالے ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ مومنین
سے انکا جان و مال خریدا اور عوض اسکا جنت دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر ملت نے فرمایا کہ سبحان اللہ
یہ کمال کرم ہی کہ حقیقت مین اول و بدل دونون پھر اسی کو دیدیے مع رضوان و فضل عظیم کے کہ یہ اسپر بڑھا دیا۔
پس اتنا تو سمجھ لینا ضرور ہی کہ مومن کو اپنی جان و مال مین اپنی راے کا اختیار کچھ نہین ہی اسکو چاہیے کہ ان دونون
کو اسطرح رکھے جسطرح مالک نے حکم دیا ہے کہ اعضاء و بدن سے نماز روزہ وغیرہ کا کام لے حتے کہ جب بیماری سے
پانی بدن پر ڈالنا مضر ہو تو تیمم کرلے اسی واسطے اگر زخمی نے مثلاً تیمم نکیا اور نہالیا پس مرگیا تو وہ گنہگار مرا
کیونکہ اسنے یہ اپنا زعم لگایا کہ تیمم کرنے سے میرا جی صاف نہین ہوتا ہی۔ ایسے ہی جسکو عذر نہین ہی اگر تیمم کیا
اور ٹھنڈا اسرد پانی نہانے کو بچا رکھا تو گنہگار ہی اسنے نافرمانی کی۔ اللھم اغفر لنا بفضلک۔ مال کا بھی یہی حال
ہی کہ اللہ تعالے عالم الغیب ہی کیسے بھی پوچھا جائیگا کہ کسطرح کمایا۔ پہلے بتلاؤ کہ کمائی واجب تھی کیونکہ ہم اوپر
بیان کرچکے ہین کہ کمائی ضرورت کے وقت واجب ہی پھر کس حیلہ سے کمایا ہی۔ نوکری۔ تجارت۔ پیشہ۔
تو نوکری ایسی تھی جو ظلم و ناحق سے خالی ہو حتے کہ خلاف شرع مثلاً حکم نہ لگانا پڑے کیونکہ خلاف قانون الٰہی جو
قانون ہوگا وہ نافرمانی و ظلم ہوگا کیونکہ نافرمانی خود ظلم ہی اور خلاف شرع جو قانون ہی اسکے موافق فیصلہ کرانے
کی وکالت و پیروی نہ کرے۔ نوکری کی جو شرطین ٹھہری ہون انکو ادا کرے۔ غدر و خیانت رشوت وغیرہ نہو۔
تجارت مین خرید و فروخت فاسد و حرام طریقہ سے نہو مثلاً کلکتہ سے ہزار من چانول کی بلٹی آئی اور ہنوز چانول
نہ دیکھے نہ ناپے تولے بلکہ خالی بلٹی پر سو روپیہ نفع سے دوسرے کے ہاتھ بیچڈالے تو یہ حرام ہی اور پیشہ کی بھی
ایسی ہی حالت ہی۔ پھر اگر اسنے عذر کیا کہ مین نے حرام ہونا نہین جانا تو عذر قبول نہوگا کیونکہ جب یہ پیشہ اختیار
کیا تو اسکا علم جاننا فرض تھا۔ اب ہم دو باتین یہان صاف بیان کردین اگرچہ سمجھنے والا ہمارے بیان سابق سے
بھی سمجھ سکتا ہی۔ ایک یہ کہ علم دین و علم دنیا کی تقسیم کیونکر ہی اور دوم علم کا طلب کرنا جو فرض ہی وہ کسقدر ہی تب
فقہ کے معنی سمجھے جاوین۔ واضح ہو کہ عبادت اصلی تو فقط یاد الٰہی و اسکی خالصہ طاعات و دعا و عاجزی و
تضرع و حضوری وغیرہ ہین پھر اسمین تندرستی و نفس کی غذا و کھانا و بدن ڈھانپنا وغیرہ ضروریات ہین۔
جہانتک ضرورت ہو اور کبھی عوارض دیگر بھی حقوق کے ساتھ پیدا ہوے ہین جیسے اہل و عیال کا نان و نفقہ
وغیرہ۔ اور عبادت سے مقدم اسکا طریقہ جاننا۔ پس جو شخص تنہا کسی پہاڑ مین وہان کے میوہ جات پر بسر کرتا ہی

جہان کوئی نہین ہی تو اسکو کپڑے کی ضرورت نہین ہی اگرچہ جاہل کو وہان شیطان اپنا بندہ بناڈالیگا اور عالم نے کچھہ نہ کیا جبکہ علم کا نفع روک دیا اور ایسی تنہائی بعض اشارات حدیث سے منع نکلتی تھی اور بعض سے جائز بھی الغرض یہ ایک مثال تھی اسکی تحقیق نہین منظور ہی تم یہین رہو اور دیکھو کہ تم عبادت خالصہ کے لیے بیٹھے تو جگہ کی ضرورت ہوئی لہذا مسجد بنانے والون کے لیے بڑا ثواب ہی کہ حلال زمین پر بیٹھے پھر کھانے کی ضرورت ہوئی اور کپڑے کی یا جورو بچہ و دیگر اقارب کے نفقہ کی تو سوال حلال نہین ہی کوئی کمائی اختیار کی پس اللہ تعالے کے حکم پر چلنے کو ثواب وہی ملیگا جو خالص یاد الٰہی کا تھا اور کمائی مین علم کی ضرورت ہی تو جب تک یہ علم حاصل کرو ثواب ملیگا بشرطیکہ یہی نیت ہو کہ حق نفس و حق زوجہ و حق اولاد اس سے حاصل کر کے پورا کر دن اور یہ نیت نہو کہ عیش دنیا اُڑادن کیونکہ یہ گھر تو آخرت کے لیے کھیت و منڈی ہی اگرچہ تمکو کمائی مین اللہ تعالے اسقدر دیدے کہ اپنے فضل سے لذت کے ساتھ رہو اور نیک کام کرو تو یہ علم اگرچہ دنیاوی ہو اس راہ سے ثواب ملیگا مگر ایسی چیزون کا علم نہو جو شرع مین معصیت ہین جیسے علم موسیقی و ستار و سارنگی وغیرہ یا علم مصوری وغیرہ۔ تو یہان حد مباح کی ہی۔ علی ہذا پیشہ و تجارت مین حرام پیشہ نہو مثل قوالی و بھیک مانگنا وغیرہ۔ اور تجارت حرام نہو جیسے شراب بیچنا وغیرہ۔ پس جو شخص انگریزی پلٹن کے گودام کا ٹھیکہ لے جسمین شرط ہو کہ جہان اور چیزین ہین وہان یہ بھی شرط ہی کہ شراب اسقدر بہم پہونچاوے یا گلا گھونٹے جانور کا گوشت دیا کرو تو یہ مال حرام ہو جائیگا۔ پس یہ حدود نوکری و تجارت و پیشہ صنعت مین علم سے معلوم ہونگے اور جس علم سے معلوم ہون اسمین اگرچہ ثواب اس نیت سے ہوگا جو بیان ہوئی لیکن یہ علم آخرت و علم معرفت نہین ہی جو وہان ساتھ رہے حتے کہ قاضی ہونے کے لیے جو علم ہو وہ بھی دنیاوی جھگڑے بکھیڑے فیصل کرنے کے لیے ہی وہ کچھہ معرفت نہین ہی۔ الحاصل علم دنیا ہر وہ علم ہی جسکا باقی ہونا آخرت کے ساتھ نہو اسمین دو قسم ہین ایک وہ جو بہ نیت صالحہ سیکھا جاوے کہ وہ حد مباح مین ہو اور ثواب ملے جیسے فن تعمیر عمارت و فن طبابت وغیرہ۔ اور ایسے ہی قاضی بننے کا علم متعلق با دب القاضی۔ تو یہ بھی ثواب مین داخل ہی اور دوم وہ کہ جو حد مباح مین نہو یا سنت صالح نہو حتی کہ اگر علم قضا محض اپنے نفس کی عیش کے لیے سیکھا تو کچھہ نہین ہو یا جیسے ستار و گانا علم موسیقی سیکھا تو محض دنیا و حرام ہی۔ اور علم دین ہر وہ علم ہی جسکا نتیجہ اصلاح نفس بغرض آخرت ہو یا نفس علم آخرت و معرفت خالق عز و جل ہو اور اسکا مرتبہ بہت اعلے ہی اور دوسرا بیان یہ رہا کہ علم کا طلب کرنا کسقدر فرض ہی تو جاننا چاہیے کہ جب کبھی ضرورت کسی شخص کو کسب معاش حلال کے لیے داعی ہو کہ وہ علم دنیا مین سے حاصل کرے تو قسم اول مین سے اتنا کہ قدر ضرورت معاش ملجاوے ثواب وجوب مین داخل ہی اور اس سے زائد مباح ہی جبکہ حد مباح مین ہو اور جو چیز کہ محض لایعنی ہو اگر اسکو حاصل کر کے تضیع اوقات کرے تو وہ جواب دیگا مثلاً اس زمانہ مین یونانی فلسفہ کا سیکھنا کہ محض لایعنی اور اصح یہ ہی کہ حرام ہی۔ اور طب وغیرہ مصالح عامہ کبھی بنظر عارض منجملہ واجبات ہو جاتے ہین اور اسی قسم سے ہی اس زمانہ مین ایسے فنون جنکے بغیر دھوئین کے بارود اور توپ و تربیڈو وغیرہ کی ایجاد وغیرہ پر قدرت حاصل ہو کیونکہ قولہ و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و رباط الخیل۔ ایسی باتون کا اشارہ فرماتا ہی بلکہ تنصیص سے اثبات کی امید ہی پس ضرور ہی کہ ایک گروہ علماء کا ایسا ہونا چاہیے واللہ تعالے اعلم۔ اور رہا علم دین مین سے تو ہر مسلمان و مرد و عورت پر اسقدر فرض ہی کہ جب

اُس سے اعتقاد خالی ہو یا اسمین سے بعض سے خالی ہو تو وہ کافر کہلاوے اور جب اسقدر عمل سے یا اسمین سے بعض سے رد کیا جاوے تو اسپر اُس ملک سے ہجرت کر جانا واجب ہو اور مترجم کہتا ہو کہ فقیہ عالم کا کام ہی کہ جب وہ جانتا ہو کہ ایمان کے لیے تمام بنی آدم مکلف ہین تو اونے سے اونے آدمی کے لحاظ سے اسقدر پر اکتفا کرے کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ۔ مین گواہی ادا کرتا ہون کہ سوا اللہ تعالےٰ کے کوئی الٰہ ومعبود نہین اور گواہی ادا کرتا ہون کہ بیشک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُسکا بندہ ورسول ہی پس اگر کسی نے اسقدر اقرار کیا اور بعد اسکے اسی وقت مرگیا تو مجال نہین ہو کہ کوئی اُسکو کافر کہے۔ تم نہین دیکھتے کہ صحاح کی حدیث اُسامہ رضؓ مین صریح یون قصہ ثابت ہو کہ اسامہ بن زید سردار فوج کر کے جہاد پر بھیجے گئے وہان عین لڑائی مین کفار کے لشکر سے جو آدمی اسامہ کا مقابل تھا اسنے تلوار ماری کہ اسامہ رضؓ کا بازو مجروح ہوگیا جب انکا وار پہونچا تو اسنے پناہ لی اور کہا کہ لا الہ الا اللہ۔ مگر اسامہ رضؓ نے اس اقرار کو اسکی طرف سے مجبوری پر محمول کر کے نہ مانا اور اسکو قتل کردیا اس آواز کو بعض اہل لشکر نے سنا تھا انھون نے کہا کہ ای سردار تم نے کیون اسکو مار ڈالا جبکہ وہ توحید کا اقرار کرتا تھا انھون نے جو سمجھا تھا بیان کیا تو اہل لشکر نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرینگے جب مدینہ مین آکر آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے اسامہ کو بلاکر پوچھا اُسامہ نے کہا کہ رسول اللہ آپ میرا مجروح بازو ملاحظہ فرماوین اسنے فقط میری تلوار کے ڈر سے ایسا کہا تھا تو آپ نے فرمایا۔ ہلا شققت قلبہ۔ یعنے تو اسکے دل کا حال کیا جانے تو نے اسکا دل پھاڑ کر کیون نہ دیکھا یعنے دل کا بھید اللہ تعالےٰ کے علم مین مسلم ہی۔ اور بار بار فرماتے تھے۔ اقتلت رجلا یقول لا الہ الا اللہ ارے تو نے ایسے آدمی کو مار ڈالا جو کہتا تھا کہ لا الہ الا اللہ۔ یہان تک کہ اسامہ کہتے ہین کہ مین ایسا خوفناک ہوگیا کہ کاش مین آج مسلمان ہوا ہوتا۔ الحاصل اسی شہادت وکلمۂ توحید پر اکتفا کیا جاوے اور اگر کسی نے حضرت سرور عالم وعالمیان سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کے رسول و بندے ہونے کا اقرار نکیا تو بھی کافر ہی چنانچہ صریح احادیث ومحکم آیات ناطق ہین پھر اسکو اس جامع کلمہ کی تفصیل سے آہستہ آہستہ تعلیم دیجاوے کہ جب الٰہ کوئی اور نہین ہی تو اللہ تعالےٰ جل شانہ وہی خالق رازق مالک مختار ہی حتے کہ شرک بالکل جڑ سے جاتا رہے اور سب جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کسی مین خلاف نہ رہے اور دنیا کے آگے آخرت پر ایمان لانا ایسا ضروری ہو کہ اللہ تعالےٰ نے بقولہ یومنون باللہ والیوم الآخر۔ ہی آخرت پر ایمان کو عموماً ہر ایک عرب کے لیے صریح بیان فرمایا۔ اور صحاح مین روایت ایک صحابی کی ہو جنھون نے اپنی چھوکری کو مارا اور اللہ تعالےٰ کے خوف سے ڈرے کہ مین نے اسکو مقدار جرم سے زیادہ مارا تو مواخذہ ہوگا پس آنحضرت صلعم سے اپنا حال ظاہر کر کے عزم کیا کہ یا رسول اللہ اسکو آزاد کردون آپ نے حکم دیا کہ یہان بلواؤ جب وہ آئی تو اُس سے اللہ تعالےٰ کو پوچھا اسنے ٹھیک بتایا پھر اپنے آپ کو پوچھا کہ کون ہون اسنے کہا کہ آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہین تو صحابی سے فرمایا کہ ہان اسکو آزاد کردے یہ تو مومنہ ہی۔ اقول اسمین بشارت ہو کہ جب بندہ اپنے خالق عزوجل کی معرفت مین ایمان رکھتا ہو تو وہ بھائی ہو اور مملوک بنانا اسی کی بھلائی وتعلیم کے لیے ہی غیر ازینکہ ان دونون آقا و مملوک مین رشتۂ اتحاد زیادہ مستحکم ہوتا ہی حتے کہ ولا سے وراثت

مثل قرابت کے پہونچتی ہی پس آقا خالص عبادت الٰہی کے لیے فارغ ہوجاتا ہی اور مملوک اسکے لیے رزق حاصل
کرلاتا ہی پس دونون دنیا سے ذخیرہ لیجاتے ہین اور اسی واسطے حدیث صحیح مین مومن پر یہ حکم لازم کیا
یعنے ایمان کے خصائص مین سے قرار دیا کہ اپنے بھائی کو جسکو اللہ تعالےٰ نے اُسکا ماتحت کیا ہو وہی کھلادے
جو خود کھاوے اور وہی پہنادے جو خود پہنے - الحاصل اس چھوکری سے فقط اللہ تعالےٰ و رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق یقینی پر ایمان کا اکتفا کیا کیونکہ اعلم نبوت اسکی سچائی جانکر مومنہ فرمایا ہی پس
اسی قدر سے مومن ہوگا - اور علما جو عوام کی سمجھ سے بڑھکر انکو تکلیف دیتے ہین جاہل ہین - ارسے یہ نہین دیکھتے
کہ اتباع الہوے اتخاذ الالٰہ ہی بقولہ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ - اور جسنے زعم کیا کہ چنے چبانے سے پیٹ مین درد
ہوا اسنے نظر مین شرک کیا یہ دقائق عالمانہ ہین اپنے نفس کو آزمادین کہ ایسے خفی شرک امین کس حد تک پہونچے ہین
جتے کہ زید و خالد و بکر و مرزا و خان و شیخ کے ساتھ عناد اور لڑائی جھگڑے مین کس مرتبہ تک منہمک ہین اور اسلم
انہین یہ تھا کہ مقام توحید مین قدم استوار کرتے اور وسائط کے ساتھ برتاو مین بھی احکام شریعت کا اتباع سمجھکر مشاجرت
کرتے ولیکن اللہ تعالےٰ خلاق علیم ہی جو وہ چاہے وہی ہوتا ہی - الغرض اعتقاد مین تو فرضیت اسطرح شروع ہوتی
ہی پھر جب اسنے صافی قلب مین یہ نظر دیکھی کہ پانی نے کھیتی اگائی تو فوراً اس خطرہ کو ابھی باہر رکھا دل مین آنے ندیا
اور عالم سے پوچھ لیا کہ اسکو دل مین جگہ دون اسنے بتادیا کہ نہین نہین دیکھو بات اسطرح ہی علےٰ ہذا القیاس یہانتک
کہ تمام تفصیل سے مومن ہوگیا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ ایمان و علم کا محل قلب ہی اور صحابہ بلکہ عموماً تابعین
رضی اللہ عنہم اسی طرح علما و حکماء امام تھے - یہ نہین دیکھتے کہ فقہ اکبر و عقائد نسفی و جملہ کتابین یہ اسوقت کہان تھین
اور یہین سے صفائی قلب کا طریقہ بھی اہل ایمان مین معلوم ہوگیا بخلاف اس زمانہ کے لوگون کے کہ دل مین
ہزارون وسواس و کفر کے اعتقادات و خطرات جمائے ہین اور ہر وقت ہر بات کو دل مین لاتے جاتے ہین اور
فکر یہ ہی کہ دل مین صفائی حاصل ہو بلکہ دل مین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو جگہ دے اور سب خیالات و اوہام
کو نکال دے پھر نئے سر سے جو وہم آوے اسکو شرع سے پوچھکر آنے دے اور اگر شرع اسکو وسواس شیطانی بتلاوے
تو باہر کردے - اب رہا عمل تو نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ ہی - مگر نماز تو ہر مرد و عورت پر فقط پانچ وقت دن رات
مین فرض ہی اور روزہ کا علم جب رمضان آوے فرض ہوگا اور حج جب مال اسقدر ہو جتنا چاہیے اور زکوٰۃ
جب اسکے لیے مال و موسم آوے اور اگر کوئی فقیر ہو تو اسپر ان دونون کے مسائل سے اسوقت کچھ بھی نہین ہی
ہان اتنا جاننا ضرور ہی کہ اسلام مین ان چیزون کے فرض ہونے کا اعتقاد ہی اور رہا انکے ادا کرنے کا طریقہ تو وہ
جبھی ہوگا جب شرائط و وقت آوے - اب ایک تنبیہ باقی رہی کہ نماز مین اسکو معلوم ہوگیا کہ ستر ڈھانکنا و پاک
جگہ اور وضو وغیرہ شرائط ہین اور آدمی کو حرام کھانے و کپڑے مین پرہیز کرنا فرض ہی اور پہلے ہمنے کمائی کے
فرض ہونے کو مفصل بیان کردیا ہی تو جس حیلہ سے کسب معیشت چاہتا ہی اسکے افعال بھی عبادت مین جیساکہ
اوپر تحقیق ہوچکا تو اس سے احکام الٰہی بحکمت بالغہ متعلق ہین پس آدمی پر انکا جاننا بھی فرض ہی اگرچہ یہ
فرض نہین کہ وہ جملہ صنائع و حرفت و تجارات کے احکام سے واقف ہو - ہان عالم البتہ ان سب سے
واقف ہوگا جہانتک عالم ہی - یہان سے ظاہر ہوا کہ جسنے یہ زعم کیا کہ ضروریات دین فقط روزہ نماز وغیرہ

خالص عبادات کے مسائل ہین اُسنے کلام بہت مجمل ومخلوط کردیا کیونکہ ان مسائل کی تعیین مین وہی تفصیل ہی
جواوپر مذکور ہوئی حتے کہ عامی مرد پر حیض کے مسائل جاننا ضروری نہین ہی اور عورت پر اس زمانہ مین اداے
جمعہ کے مسائل ضرور نہین - اور اسلئے علاوہ حرفت وصناعت وغیرہ جو حیلہ کسب معاش کا ہو اسکے مسائل کو
ضروریات مین داخل نہ کیا اور بدون اسکے خالی عبادات خالصہ کی خصوصیت سے مقصود حاصل نہین ہوتا -
اور حدیث صحیح مین جن لوگون کی دعاء مین زیادہ قبولیت کی امید کی گئی انمین مسافر کو شمار فرمایا ہی اور دوسری حدیث
صحیح مین یہ مضمون ارشاد ہی کہ اکثر مسافر گرد آلود سفر اُٹھائے ہوے پریشان حال - ہاتھ اُٹھا کر دعائین مانگتا ہی
اور حالت اسکی یہ ہی کہ جہان سے کھاتا ہی حرام ہی اور جہان سے پہنتا ہی حرام ہی اور حرام کی غذا سے پرورش پائی ہی
تو کہان اسکی دعاء قبول ہوگی اور بعض روایات سے جملہ عبادات کی نسبت بھی ایسی کیفیت ثابت ہوتی ہی پس عبادات
اگرچہ بذات خود اصل ومقدم ہین اور یہ چیزین انکے لیے شرائط لیکن ادا ہونے کی حیثیت سے تقدیم ان شروط
کی حلت ہی اور اختلاف حیثیت وجہت سے ہر ایک کا دوسرے پر مقدم ہونا کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہی - پھر جو کچھ مین
نے ذکر کیا یہ سب اس غرض سے ہی کہ اکثر آدمی علم وعبادت فقط نماز وروزہ وغیرہ خالصہ طاعات مین منحصر جانتے
ہین اور دیگر اوقات واعمال کو بلا ثواب وخارج از طاعات سمجھکر رایگان کرتے ہین یہ قصور سمجھ کا ہی اور فقہ
نام سمجھ کا ہی پس فقیہ وہ ہی جسکو دین وایمان مین سمجھ حاصل ہو لہذا جو فضائل فقہ کی احادیث وآیات سے
ثابت ہین وہ ان بزرگون کے لیے مسلم ثابت تھے جنکو سلف وصدر اول وصحابہ وخلف وتابعین کہتے ہین -
باوجودیکہ یہ کتابین جو اسوقت موجود ہین اور جتنے مسائل انمین مندرج ہین وے اسوقت موجود نہین تھین
اور ایسے ہی یہ بھی سمجھ کا قصور ہی کہ علم دین فقط ان مسائل مین منحصر ہی جو وقایہ وہدایہ وغیرہ کتب فقہ مین مدوّن
ہین حالانکہ انمین خشوع وخضوع وحضور قلب کا ذکر اتفاقی ہی علیٰ ہذا تکبر حرام ہی وریا شرک خفی ہی اور نہ
اسکے بکثرت احکام یہان مذکور نہین ہین پس حاصل الامر یہان اسطرح جاننا چاہیے کہ بندے جو کام کرتے ہین
ہر کام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم متعلق ہی مثلاً یہ جائز ہی وہ حرام ہی حتے کہ جو جائز ہی یا فرض واجب ہی وہ کرین اور
جو حرام یا مکروہ ہی اسکو نہ کرین اور تمام کام دو طرح ہوتے ہین ایک دل سے جنکو افعال قلب کہتے ہین اور
نیت بھی دل ہی سے ہوتی ہی اور دوم اعضاے ظاہری سے جیسے وضو کرنا ونماز کے ارکان ادا کرنا اور کسی
پیشہ یا نوکری کا کام کرنا - پھر ظاہری افعال مین کوئی ایسا فعل نہین جسکے ساتھ دل کا فعل نہ لگا ہو اور کم سے
کم نیت ہی حتے کہ اگر صدقہ دیا اور نیت اللہ تعالے کے لیے ثواب کی غرض سے نہین ہی تو کچھ بھی ثواب نہ ہوا
اگرچہ کام نیک ہی شاید دنیا مین اسکا بدلا ملجاوے اور دل کے افعال بکثرت ایسے ہین جنکے ساتھ ظاہری عضاء
کے کام کو کچھ تعلق نہین ہی اور یہ خود ظاہر ہی - تو فقیہ وہ ہی جو ظاہر وباطن سب افعال وخطرات ووساوس کے
احکام جانتا ہی جہانتک اسکو ضرورت ہوئی یا انکشاف ہوا ہی اور جہان سے اسنے جانا وہ اللہ تعالیٰ عزوجل
کی کتاب مجید یعنی قرآن کریم ہی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پاکیزہ واجماع صحابہ خیر الامم
رضی اللہ عنہم ہی پھر ان تین اصول سے جو طریقہ پہچاننے کا ہی وہی اجتہاد وقیاس ہی اور اجتہاد کے لیے کچھ
شرطین ہین جو مجمل انشاء اللہ تعالے آتی ہین - پس صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل تو سمندر کی طرح لبریز بھرے

اور پہاڑون کی طرح استوار محکم جمے ہوے تھے اور انھین کے شاگرد حضرات تابعین اُنسے ملتے ہوے تھے پھر
انکے بعد یہ کیفیت کہان رہی مگر اللہ تعالےٰ نے انہین ایسے علماء پیدا کر دیے جنھون نے نور یقین و ایمان و ادب
و تقوے و صدق سے اولین و سابقین و لاحقین کا طریقہ پایا اور پچھلون کے لیے جنہین موافق حدیث کے
جھوٹ پھیلتا گیا اور موٹا ہوتا و حظوظ نفس پسند کرتے گئے - اس طریقہ کو صاف بیان کر دیا - خود یہ حضرات
مجتہدین بے شک فقیہ جامع تھے اور مشائخ کبار بھی انھین کے شاگرد تھے لیکن پچھلا دن نے یہ کیا کہ باطنی افعال
کا مجموعہ ان کتابون مین جمع نہین کیا بلکہ سوا ے شاذ و نادر کسی مسئلہ کے بالکل ذکر نہین کیا کیونکہ میدان بہت وسیع ہی
اور خالی ظاہری احتمال و اسکے احکام سب طرح کے ذکر کر دیے تو فقہ اب انھین ظاہری افعال کا نام ہوگیا ہی
لیکن مرد متقی کو چاہیے کہ ظاہر گناہ و باطن گناہ سب کو ترک کرے باطنی گناہون کا ترک تو تفسیر و حدیث سے جسمین احادیث
کے ساتھ بیان ہو تعلیم حاصل کرے اور ظاہری کو فتاوے فقہ سے سیکھے واللہ تعالےٰ ولی التوفیق -

الوصل - فقہ کے بیان مین - واضح ہو کہ لغت مین فقہ کے معنی سمجھ کے ہین اور شرع مین فہم خاص جو
کتاب اللہ تعالےٰ و سنت رسول اللہ صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی
کرم اللہ وجہہ کے قول مین ہی کہ اس سے زیادہ ایک فہم جو قرآن مین اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو عنایت فرماوے
والحدیث فی صحیح البخاری - پس فقہ کے لیے اصل یہی دونون یعنے کتاب آلہی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یعنے حدیث ہین اور فقیہ وہ ہی جو جسم ظاہر کے متعلق احکام اوامر و نواہی سے اسطرح واقف ہو
کہ دونون اصل مین سے کہان سے یہ حکم عمل کرنے کا یا نہ کرنے کا کسطرح نکلا ہی تاکہ ظاہر جسم کو ان احکام کے موافق
عمل کرنے سے ظاہری گناہون کی نجاست سے پاک اور پاکیزہ طہارات و طاعات کے نور سے منور کر سکے
جیسے طہارت وضوء و غسل و اداے فرائض و واجبات سے اور قرآن کی قرأت و اسمین نظر کرنے و سننے و مسجد
کو جانے وغیرہ خصال محمودہ سے آراستہ کرتا ہی اور فحش گفتگو و بدنظری و فحش باتین سُننے و حرام کھانے پینے اور
چوری اور خواہش کی طرف قدم اُٹھانے وغیرہ کی نجاست و افعال مذمومہ سے اپنے آپ کو پاک رکھتا ہی -
اور تاکہ فقیہ مذکور باطن کو سچے اعتقادات و نورانی افعال و حسن صفات سے منور کر سکے اور باطن کو باطل و
مذہب خیالات و بیہودہ اوہام و بد افعال و مذموم صفات کی تاریکی و نجاست سے پاک کر سکے اور اپنے نفس
کے عیوب اور دشمن قطعی شیطان کے مکر و وسواس پر اور ان دونون کی ظاہر و خفیہ راہون پر مطلع و آگاہ ہو
پس جب اسنے اس واقفیت سے بحکم قولہ تعالےٰ وذروا ظاہر الاثم و باطنہ الآیہ - تمام ظاہری و باطنی گناہون سے
تقوے کیا اور توبہ و استغفار و خشوع و خضوع و خوف آلہی سے ہر دم اپنے مالک خالق کی طرف متوجہ ہوا اور
اللہ تعالےٰ اسکو اور ایک علم عنایت فرماتا ہی جسکا اشارہ حضرت خضر و موسی علیہما السلام کے قصہ مین بتائید حدیث
صحیح گویا مصرح ہوگیا ہی اور ابتدا اس صلاح کی سلامت قلب ہی بحکم قولہ اذا صلحت صلح الجسد کلہ - جب وہ صلاح
پر ہو جاتا ہی تو تمام بدن صالح ہو جاتا ہی - اور بحکم قولہ اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک - سب سے بڑا
تیرا دشمن تیرا خود نفس ہی جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہی اس نفس کے مہلکات کو پہچاننا اور بحکم قولہ ان النفس
لامارۃ بالسوء - اسکی بدخواہشون کو پہچاننا اور وسواس شیطانی سے بحکم قولہ اذا مسہم طائف من الشیطان

تذکروا فاذا ہم مبصرون - متنبہ ہوکر بتوفیق الٰہی جل شانہ فوراً بچ جاتا ہے اور اگر الہام ہوا بھی تو بلا اصرار منقلع ہوجاتا ہے پس لوٹ دشمن سے پاک اور آخر حکمت الٰہیہ سے سرفراز ہوتا ہے اور مخلوق الٰہی اسکے فیض حکمت سے اپنے منازل و مقامات بلند حاصل کرتے ہیں اسی واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد - اکیلا ایک فقیہ ہزار عابدوں سے بڑھکر شیطان پر بھاری ہوتا ہے اسکی ایک رکعت دوسروں کی ہزار رکعت سے بڑھکر ہے اور اسکی خاموشی اوروں کے ہزار کلمہ سے افضل ہے اور پاک ہے اللہ جل جلالہ جسنے اپنے بعضے بندوں کو سرفراز کیا اور انھیں کو اسکا نفع عائد کیا اور وہ پاک حق سبحانہ تعالےٰ ہر فقیہ کی فقہ و عابد کی عبادت سے مستغنی ہے - پھر خوب یاد رکھو کہ صدق یقین و خلوص عبادت و طاعت کے اصلی فیض یعنی دیدار حضرت سید المرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک منزلت اعلےٰ خاص تھی جسمیں کوئی انکا مشارک نہیں ہوسکتا اور ایسے ہی انکے شاگرد یعنے طبقہ تابعین کی منزلت میں کوئی انکا مشارک نہیں ہے پھر ائمہ مجتہدین نے بتوفیق حق سبحانہ تعالےٰ پچھلوں کے لیے فہم قرآن و حدیث کا طریقہ بتلادیا کیونکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی بکثرت تلاوت قرآن و تعلم تفسیر میں عمر صرف کرتا اور احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کرتا ہے مگر طریقہ و ہدایت سے موفق نہیں ہوتا بخلاف فقیہ کے اسی واسطے بعض روایات میں ہے کہ اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین ویلہمہ رشدہ - الہام رشد تتمہ فقاہت ہے - اور کبھی آدمی کو تھوڑی احادیث سے فقہ النفس کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے - وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء - یہ فقہ جسکا حاصل بیان ہوا درحقیقت فقہ ہے کہ ظاہر و باطن دونوں کی پاکیزگی و تقوے سے آگاہ ہو اور خطرات نفس و وسواس شیطان سے ہوشیار ہو - لیکن ائمہ مجتہدین کے پیچھے لوگوں نے تقواے ظاہر کو بنام فقہ اور تقواے باطن کو بنام تصوف موسوم کرلیا اور کتاب توضیح وغیرہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے - کہ امام ابوحنیفہ رح کے وقت میں دونوں کا مجموعہ فقہ تھا اور بیشک یہی ہونا ضرور ہے کیونکہ جسکے باطن میں تکبر و غرور و بخل و دنیا کی جاہ و منزلت و مومنوں کی طرف سے بغض و عداوت و حقد و حسد و ظلم و کینہ وغیرہ مذموم و بد سیرتیں بھری ہوں اسکے وضوء و غسل و نماز کی صورت ادا کرنے میں کیا امید ہے اللہم غفرانک - پھر واضح ہو کہ متعارف فقہ کے لیے سواے کتاب و سنت کے جو اجماع و قیاس کو بھی اصل قرار دیا ہے حالانکہ مترجم نے فقط اول دونوں کو بیان کیا تو اسمیں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ اجماع کسی حدیث پر ہوتا ہے اور بسبب اجماع کے اس حدیث کی دلالت قطعی ہوجاتی ہے یعنے یہ یقین ہوجاتا ہے کہ بیشک جسطرح راویوں نے نقل کیا اسمیں کچھ وہم و نافہمی وغیرہ نہیں ہوئی ہے باوجودیکہ روایت ہے کہ لاتجتمع امتی علی الضلالۃ - میرے امت کا اتفاق کسی گمراہی پر نہوگا - اور قیاس کے معنی یہ ہیں کہ ایک حکم عام تھا جسمیں یہ بھی شامل تھا جو قیاس سے نکالا گیا پس قیاس سے وہ ظاہر ہوگیا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ مجتہد کا قیاس خود کچھ ثابت کرسکتا ہے نہیں نہیں بلکہ اسنے ظاہر کردیا - پھر فقیہ کی لیاقت یہ ہوتی ہے کہ اجتہاد کرے اور اجتہاد نام ہے خوب کوشش کرنے کا تاکہ آیت یا حدیث کے معنی معلوم ہوجاویں چنانچہ مثال آوےگی - اور واضح ہو کہ مشہور مجتہدین جنکے اجتہادات جمع ہوکر مشتہر ہوگئے چار ہیں امام ابوحنیفہ رح و امام مالک رح و امام شافعی رح

و امام احمد - اور بعض دیگر ائمہ نے اسکے اجماع کو بھی حجت قرار دیا بلکہ امام ابوحنیفہ و انکے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد
نے اسکے اتفاق کو حجت قرار دیا ہی لیکن یہ اتفاق چند اماموں کا ہی اور امت کا اتفاق اسکو نہین کہہ سکتے ہین اور بعضون
نے اسکا استناد حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا ہی جسمین ہی کہ فما راٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن
یعنے سو جس چیز کو سب مسلمان بہتر جانین وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہتر ہی اور شاید وجہ استدلال یہ ہی کہ مومنون کے لفظ
پر الف لام جنس کا نہین بلکہ استغراق ہی تو مومنین کا اتفاق ہو گیا - اگر کوئی کہے کہ یہ تو چار امام رہنے اور انکو مومنون الف لام
استغراق ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ جسوقت یہ استدلال کیا جاتا ہی اسوقت یہ حالت ہی کہ تمام روے زمین کے
مسلمان سالک حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی ہی ہین پس جس امر پر چارون ائمہ کا اتفاق ہی اسپر تمام مسلمانون کا اتفاق
ظاہر ہوا اور یہی مقصود تھا یہ انتہا کی توجیہ ہی جو مترجم اس مقام پر بتفصیل استدلال ظاہر کرتا ہی - اور ہمارے
زمانہ مین کچھ سفیہ مدعیان فقہ ایسے ہین کہ وے جس رسم و راہ کو اختیار کرتے ہین اسپر بہت سے لوگون کا اتفاق
حجت قرار دیتے ہین مثلاً اس فتاوے مین مذکور ہی کہ قبرون پر چراغ چڑھانا مکروہ بدعت ہی چنانچہ کتاب الکراہیۃ
وغیرہ مین یہ مسئلہ ملاحظہ کرو مگر ہمارے زمانہ مین ایسے گمراہ کرنے والے مفتی ہین کہ انکا یہ استدلال ہی کہ مسلمانون کی
پیشتر سے برابر چلا آتا ہی تو بدعت حسنہ ہوا - حالانکہ تمام روے زمین کے مسلمانون کا اسپر اجماع صریح ممنوع ہونیکا ہوا
ہی علاوہ اسکے وہ کون اصل ہی جسپر اجماع قائم ہوا ہی - اور واضح ہو کہ مترجم عفا اللہ تعالےٰ عنہ کے نزدیک
یہان ایک سخت اشکال وارد ہی اور وہ یہ ہی کہ ایمان جسکی صفت سے بندہ مومن کہلاتا ہی خالی زبانی دعوی و صورت
بنالینے و گوشت کھانے سے متحقق نہین ہوتا اور اہل العلم جانتے ہین کہ آدمی اکثر اوقات اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہی
مگر درحقیقت اسکے دل مین ایمان نہین ہوتا آیا نہین دیکھتے کہ حق تعالےٰ نے فرمایا - قالت الاعراب آمنا -
اعراب کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے - یہ کلمہ انھون نے منافقون کی طرح جھوٹ موٹھ نہین کہا تھا بلکہ انکا زعم یہی تھا
کہ ہم ایسے ہین سو اللہ تعالےٰ نے انکے دل کا اصلی حال انپر ظاہر کردیا بقولہ - قل لم تؤمنوا - کہدے کہ تم ابھی مومن
نہین ہوے - ولکن قولوا اسلمنا - ولیکن یون کہا کرو کہ ہم اسلام لائے یعنے ہمنے ایمان کے لیے گردن جھکائی
اور اسکی طرف مائل ہوے اور مطیع ہوے ہین - ولما یدخل الایمان فی قلوبکم - اور ابھی تک ایمان تمھارے
دلون مین داخل نہین ہوا حالانکہ وے جانتے تھے کہ ہمارے دلون مین ایمان آگیا ہی - پس معلوم ہوا کہ اصلی
حالت قلب کی علم الٰہی مین ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے کہ اللھم ثبت قلبی علے دینک -
ای رب میرے میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھیو - اور یہ مت سمجھو کہ اعراب ناسمجھ لوگ تھے دیکھو صحابہ رضی اللہ
عنہم کا حال کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث صحیح مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھی - فمن شرح اللہ صدرہ
للاسلام فھو علے نور من ربہ - اور فرمایا کہ جب ایمان دل مین آتا ہی تو اسکے لیے سینہ کھل جاتا ہی - تو صحابہ
رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اسکی کوئی پہچان ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ - التجافی عن دار الغرور - فریب گاہ دنیا
سے اپنا پہلو ہٹانا - والانابۃ الی دار الخلود - اور ملک دائمی باقی کی طرف للک کے ساتھ جھک جانا - و
الاستعداد للموت قبل نزولہ - موت آنے سے پہلے اسکے لیے سامان سفر مہیا کرنا - اس سے ظاہر ہوا کہ صحابہ
رضی اللہ عنہم نے ظاہر حال پر اعتماد نہین کیا بلکہ نشانی دریافت کی کہ آیا ہم مین یہ نشان ہی یا نہین ہی

پس کوئی غرہ نہین ہوسکتا کہ ہم جتنے مصمم عزم کیے ہوے ہین کہ ہم مومن ہین جتنے کہ انشاء اللہ تعالے بھی بطور
شک نہین کہتے ہین ویسے ہی درحقیقت ہین یا نفس کے دھوکے مین ہین بمانند یہود کے لقولہ تعالے وان یاتہم
عرض مثلہ یاخذوہ ۔ اور کہتے سیغفر لنا ۔ پس ایمان انمین درحقیقت نہ تھا بلکہ جہل مرکب تھا نعوذ باللہ منہ ۔
اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ نفاق ایسی چیز ہی کہ اُس سے وہی خوفناک رہتا ہی ۔ جو درحقیقت مومن ہو
اور اس سے وہی نڈر رہتا ہی جو حقیقت مین منافق ہو ۔ اور حسن رح نے کہا کہ مین نے ایک جماعت صحابہ رضی اللہ
عنہم کو پایا کہ اپنے قلب پر نفاق کا خوف رکھتے تھے ۔ دیکھو یہ جلالت قدر اور یہ خوف اللہم انی اعوذ بک من النفاق
وفتنتہ یارب باعد بینی وبین النفاق وانت علے کل شئی قدیر ۔ اور حضرت حسن کا قول اخیر صحیح البخاری مین معلق
مذکور ہی اور ایک صحابی نے ایک شخص کی نسبت کہا تھا کہ ۔ انی اراہ مومنا ۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اومسلما ۔ یعنے کہو کہ مومن یا مسلم ۔ پس جب یہ حال ہی کہ حقیقت ایمان قلبی سے آگاہی فقط اللہ تعالے جل جلالہ کو ہی
تو اب ہم کہتے ہین کہ بعد زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے جس کسی بات کی نسبت بدعت حسنہ ہونے کا اعتقاد کیا گیا
اسکی دلیل یہ ہی جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہی ۔ فماراہ المومنون حسنا فہو عند اللہ حسن
اور ما ۔ موصولہ کو عام بقوت کا یہ لیا ۔ اور کہا کہ اس بات کو بھی مومنون نے حسن جانا تو یہ بھی حسن ہوئی ۔
پس سکے یقینی ہونے مین تامل کے وجوہ مشہورہ مانند استغراق نہ پایا جانا وغیرہ کے علاوہ دقیق اشکال جو مترجم
کو ظاہر ہوتا ہی یہ ہی کہ مومنون کا اجماع کیونکر یقین کیا گیا اور یہ کیونکر ظاہر ہوا کہ یہ لوگ جنھون نے اس نئی بات
کو اچھا سمجھا ہی سب کے سب واقعی مومن ہین اور کس یقینی شہادت سے انکا مومن ہونا ثابت ہوا ہو اور کہان
سے معلوم ہوا کہ مثل اعراب کے انکو زعم نہین ہی اور کسنے انکو خفیہ نفاق سے مطمئن وبیخوف کردیا جتے کہ انھون
نے اپنے اوپر تحقیقی مومن ہونے کا حکم لگاکر یہ مسئلہ بدعت حسنہ قرار دیا اور کسطرح انھون نے جانا تھا کہ ان سب مین
سے ہر ایک کا خاتمہ کمال ایمان پر ہی یون خوف نکیا حالانکہ مومن کی شان ہی کہ نفاق سے خوفناک رہتا ہی پس
جب ہنوز انکی نسبت مومنین ہونے کا یقین نہین ہی تو مومنین کا اجماع کیونکر متیقن ہوگا ۔ اگر کہا جاوے کہ پھر
اجماع کی تو کوئی صورت نہین ہوسکتی ہی حالانکہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم بالاتفاق حجت قطعی ہی جسکا منکر
مردود ہی تو جواب یہ ہی کہ اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ اجماع ہی کیونکہ انکے مومنین ہونے کا یقین ہمکو
شہادت الٰہی عز وجل سے معلوم ہوگیا اور اللہ تعالے کی شہادت سے بڑھکر کسکی شہادت ہوگی ۔ فقد قال تعالی
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ۔ وقال تعالے اولئک ہم الصادقون ۔ وقال تعالے اولئک ہم المومنون حقا ۔
پس انکا اجماع بیشک مومنون کا اجماع ہی اور دوسرون کو اپنی ہستی سے باہر قدم نہ رکھنا چاہیے بھلا روا ہی کہ کوئی
فرد بشر اپنے زعم مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی برابری کا دعوے کرے پس مصداق المومنون کی استدلال یقینی
کے لیے فقط صحابہ رضی اللہ عنہم ہین چنانچہ خود دوسری روایت مین حضرت ابن مسعود رض نے مومنون کی
تفسیر صحابہ رض سے بیان فرمائی ہی پس نا سمجھی یہانتک پہونچی کہ اگر فقہ القلب نہین تو صریح تفسیر سے بھی انکار ہوا
اور ہر مسلمان بالیقین جانتا ہی کہ ہمارا یقین تو کسی ولی اللہ کے یقین کے برابر نہین ہی اور تمام اولیاء اللہ
بعد صحابہ رض کے کبھی ادنی صحابی کی منزلت کو نہین پہونچتے چنانچہ ائمہ مشائخ نے اسکی تصریح کردی ہی ۔ اسی واسطے

اولیاء اللہ مین سے بعض اکابر نے صریح ہر ایسے قول و فعل و طریقہ سے انکار کیا جو عہد اول مین نہ تھا حالانکہ ہم عوام سے اولیاے الٰہی کا ایمان جیسے سورج و ذرہ سو وہ بھی جبکہ بفضل و کرم الٰہی تعالےٰ ہمکو ذرہ برابر ایمان ہو اور امید اپنے خالق مالک سے یہی ہی کہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرماوے بطفیل سیدنا محمد المصطفےٰ صلے اللہ علیہ و علےٰ آلہ و اصحابہ وسلم علیہم اجمعین پھر اگر کوئی شخص ناسمجھی سے جدال کرے کہ کیا تجھکو شک ہی کہ امام ابوحنیفہ رح و انکے معروف متقی اصحاب و امام مالک و دیگر ائمہ رحمہم اللہ تعالےٰ کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہی تو مین کہونگا کہ نعوذ باللہ من ذلک جب ہر مومن کے ساتھ حسن الظن واجب ہی تو ان امامون کی نسبت مجھے کیونکر یہ گمان ہوگا بلکہ میرا یہ مطلب ہی کہ مجھے علم غیب یا علم الٰہی نہین ہو سکتا اللہم غفرانک اور جس جماعت کثیرہ کے اتفاق سے عام لوگ اجماع مومنین کا دعوےٰ کرتے ہین جب ایمان پر انکا خاتمہ ہوا اور یہ بھی اگرچہ ہمکو قطعی معلوم نہین ہو سکتا ہی تاہم ممکن ہی کہ بعد موت کے ظہور حقائق سے شائد وے متفق نہون اور اگر ہون بھی تو اجماع سے لاعلمی ہی اور مقام کو مین نے قولہ تعالےٰ وکونوا مع الصادقین - کی تفسیر مین مفصل ذکر کر دیا ہی اور خبردار رہنا چاہیے کہ میرے اس بیان مین علم غیب مخصوص بشان حضرت ذو الجلال کا اعتقاد ہی اور تنبیہ ہی کہ جو بات علم الٰہی مین ہی وہ بغیر بتلائے ہمکو نہ معلوم ہوگی اور بدون اسکے جو دعوےٰ کریگا مردود ہو جائیگا - اور اسکو امامون و اولیاء کی علو منزلت و بزرگی سے تعلق نہین ہی بلکہ مسلمان پر واجب ہی کہ اگلے بزرگون کے ساتھ انکی بزرگی کا نیک اعتقاد رکھے -
پھر اجتہاد کے معنی یہ ہین کہ آیت یا حدیث کی فقہ سے بکمال کوشش احکام کو مستنبط کرے اور یہ کچھ قیاس نہین ہی مثال اسکی جیسے امام نماز کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہین چاہیے - امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے منع کیا بدلیل قولہ تعالےٰ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا - اور بحدیث قولہ وانما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا اقرا فانصتوا - و بقولہ تعالےٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ - کیونکہ سورۃ الحمد دعا ہی - و بقول جابر رض الا ان یکون وراء الامام - اور مانند اسکے دیگر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے - اور امام شافعی رح نے مطلقاً واجب کیا بدلیل حدیث عبادہ بن الصامت در صلوۃ الفجر - و بقول ابو ہریرہ رض کہ اقرا فی نفسک - اور بحدیث لاصلوۃ من لم یقرا بفاتحۃ الکتاب - وغیر ذلک - اور امام مالک رح نے صلوات جہریہ مین منع کیا اور سریہ مین روا رکھا پس تو خود دیکھتا ہی کہ آیات و احادیث کو جمع کرنا یا ناسخ و منسوخ پہچاننا یا تخصیص وغیرہ کرنا یا آیت قطعی کی تخصیص روایت ظنی سے نہ کرنا یہ سب شان مجتہد یا اجتہاد ہی اور اسمین کچھ بھی قیاسات نہین ہین - اس طویل بیان سے تجھے ظاہر ہوا کہ فقہ اصلی آور ہی اور فقہ متعارف مخصوص بافعال جوارح ہی اور مجتہد خود فقیہ بفقہ اصلی ہوتا ہی اور مجتہد کے استنباط کیے ہوے مسائل جانتے ہین جہانتک جسکو ضرورت ہی کوئی معذور نہوگا بحکم قولہ تعالےٰ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون بالبینات والزبر - پھر جملہ مسائل کا جاننے والا بھی کبھی عامی ہوتا ہی جبکہ اجتہاد کے لائق نہو - فاضل لکھنوی رحمہ اللہ تعالےٰ نے ابن حجر مکی کے رسالہ سنن الغارہ سے نقل کیا کہ امام نووی شافعی نے شرح مہذب مین لکھا کہ مجتہد یا مستقل ہی یا منتسب - پس مستقل کی شرطین بہت ہین مثلاً فقہ النفس و سلامۃ الذہن و ریاضۃ الفکر و صحۃ تصرف و استنباط بیداری اور ادلہ شرعیہ کا جاننا اور جو چیزین اصول ادلہ کے عالم ہونے کے لیے ضروری ہین مثلاً زبان عربی و اصول تفسیر و اصول حدیث وغیرہ

اور ان اصول سے اقتباس کرنا بدرایہ اور انکے استعمال مین مشاق مرتاض ہونا اور فقہ کے ساتھ اور ان اقسام کے
سے واقف ہونا - قال المترجم اور شیخ محدث دہلوی نے عقد الجید وغیرہ مین اقسام مجتہدین اور النبی
صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ وخلفا سے وقوف وغیرہ کو بھی مفصل لکھا ہے - پھر نووی نے کہا کہ ایسا مجتہد
تو زمانہ دراز سے مفقود ہے اور رہا مجتہد منتسب تو اسکے چار درجہ ہین اول وہ کہ بسبب استقلال کے امام
کا مقلد نہ مذہب مین ہے نہ دلیل مین ہے ہان اسکی جانب فقط اسوجہ سے منسوب ہوتا ہے کہ اجتہاد مین اسی
کے طریقہ پر چلتا ہے یعنے اسکا اعتقاد بھی اسی طریقہ پر واقع ہوا مثلاً لفظ مین سے ایک ہی اطلاق سے
معنی حقیقی و مجازی مراد لینا وہ بھی جائز سمجھتا ہے جیسے اسکا امام - دوم وہ کہ مجتہد ہو مگر مقید بمذہب کہ مستقل
بتقریر اصول امام خود بدلیل ہے لیکن امام کے ادلہ اصول وقواعد سے تجاوز نہین کرتا - اسکی شروط مین سے ہے
کہ عالم بفقہ و اصول و ادلہ احکام تفصیلاً ہو اور مسالک اقیسہ و معانی کا بصیر ہو اور تخریج و استنباط بقیاس
در غیر منصوص مین پورا مرتاض ہو پھر بھی بسبب حدیث و نحو سے کامل وقوف نہونے کے سبب اپنے
امام کی تقلید سے خارج نہوگا اور ہمارے ائمہ اصحاب الوجوہ اسی صفت کے ہین - سوم یہ کہ رتبہ
اصحاب الوجوہ کو نہ پہونچے ولیکن فقیہ امام کے مذہب کا حافظ ہو اسکو تقریر و تحریر دلائل و تصویر و تمہید
سے بیان کرسکتا اور تزئیف و ترجیح دے سکتا ہو اور یہ صفت اکثر اصحاب الترجیح آخر صدی چہارم والون کی
ہے جنھون نے مذہب کی ترتیب و تحریر کی ہے اور چہارم اہل تقلید محض ہین کہ تقریر دلیل و تحریر اقیسہ مین
ضعیف ولیکن حفظ مذہب و نقل روایات و فہم مشکل مین قوی ہین ایسے لوگ مذہب کی کتابون سے جو فتوی
نقل کرین وہ معتبر ہوگا - مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ طبقات ائمہ حنفیہ و طبقات
مسائل جو مین نے آگے نقل کیے ہین وہ ضروری حفظ کے قابل ہین تاکہ اس فتاوے مین استفادہ مین
عوام کو لغزش نہو اور مجتہد و غیر مجتہد کے اقوال مین امتیاز رکھین اور مجتہدون مین بھی مستقل و مجتہد فی المذہب
اور فی المسئلہ و اصحاب وجوہ و اصحاب ترجیح مین امتیاز رکھین لہذا ضرور ہوا کہ جن امامون و فقہاء و علماء
کے اقوال اس کتاب مین مذکور ہین مختصر انکا حال اور زمانہ و انکی تالیفات سے آگاہ کردون - التوفیق
من اللہ عزوجل -

الوصل - در تذکرۂ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و فقہاء و علماء حنفیہ خصوص جنکا ذکر اس فتاوے مین
آیا ہے - اس فتاوے مین اکثر فقہاء و علماء کا صریح نام اور کتاب کا حوالہ عام ہے اور ان کتابون مین سے
بعضے متاخرین کے توالیف ہین جنمین متقدمین اہل اجتہاد مین سے کسی کی تصحیح پر اعتماد کیا گیا اگرچہ
مؤلف خود مجتہد فی المذہب یا فی المسئلہ یا اصحاب ترجیح سے نہو مثلاً شرح نقایہ - برجندی - یا ابو المکارم
وغیرہ اگرچہ غالب ان کتابون سے بطور تائید نقل کیا گیا اور اصل کسی معتمد سے مذکور ہے اور بعضی کتابین
تالیف اصحاب ترجیح و تخریج اور بعضے از مجتہد فی المذہب ہین اور اصول کتب مین سے تصنیفات
امام محمد بن الحسن ہین جیسے زیادات و مبسوط وغیرہ اور عنقریب خاتمہ مین انشاء اللہ تعالے متفرق ضروریات
و فوائد اصطلاحات سے آگاہی ہوگی اور وہین بیان ہوگا کہ مبسوط امام محمد رحمہ اللہ مبسوط شیخ سرخسی وغیرہ

کیون کہتے ہین چنانچہ اس فتاوے مین بکثرت اسی التزام سے حوالہ مذکور ہی پس اس تذکرہ سے دو فائدے
منجملہ فوائد کے نہایت اہم وضروری ہین - اول یہ کہ تذکرہ مین انکی تصانیف سے خصوص ایسی
تصنیف کی تصریح کردی جائیگی جس سے اس فتاوے مین حوالہ دیا گیا تاکہ اس کتاب کا مرتبہ معلوم رہے اور جب
دو کتابون سے مخالف احوال پائے تو یہ کیفیت بجز مخالفت مذہب مذکور ہو تو مستفید اسکو پرکھ لے اور ایسا
نہ کرے کہ نادانی سے ضعیف کو قوی اور اسکا الٹا کر دیوے اور خاتمہ مین انشاء اللہ تعالی ان کتابون
کی بھی تصریح کردیجائیگی جنکو [illegible] فقیہ نے کسی خاص علت سے جو وہان مذکور ہوگی لائق اعتماد
نہین تصور فرمایا ہی - دوم [illegible] علماء و فقہاء مین سے مجتہد و مقلد وغیرہ اور مقدم و موخر کو پہچانے تاکہ موخر
کو مقدم یا برعکس نہ کرے اور [illegible] اہل [illegible] کو موخر کرنے مین ظاہر مفید ہی اگرچہ اہل اجتہاد مین بعضے محققین
کی رائے پر اشکال ہوگا جو کہتے ہین کہ مرتبہ اجتہاد فی الجملہ یا مطلقا ختم نہین ہوا کیونکہ اس صورت مین تقدیم
چندان مفید نہین ہی ولیکن ابن الصلاح و نووی نے کہا کہ مجتہد مستقل بعد ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالے
کے مفقود ہو گیا اور در المختار مین کہا کہ قد ذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد یعنے علماء نے ذکر کیا ہی کہ مستقل
مجتہد تو مفقود ہو گیا اور میزان شعرانی مین [illegible] کہتا ہی کہ بعد ائمہ اربعہ کے صرف شیخ ابن جریر نے
یہ دعوے کیا مگر مسلم نہین رکھا گیا ہی - مترجم کہتا ہی کہ ان لوگون نے قول پر قولہ تعالے فلولا نفر من
کل فرقة منہم طائفة الآیہ - مین مجتہد [illegible] کو کفایہ ہی کما فی العالمگیری وغیرہ وہ اب منقطع ہوگا اور شعرانی
نے کہا کہ ہان اب بھی مستقل مجتہد ہو سکتا ہی اور نہین کی کوئی دلیل نہین ہی خصوصا جبکہ قدرت الٓہیہ عظیم
اور عجائب قرآن غیر متناہی ہین - مولانا بحر العلوم نے شرح مسلم و شرح تحریر مین کہا کہ ادنے قسم اجتہاد
بھی ان لوگون نے بلا دلیل علاوہ [illegible] پر ختم کردی اور اسی سبب سے چارون ائمہ کی تقلید واجب کی مگر یہ سب
ان لوگون کی ہوسات بلا دلیل شرعی بلکہ علم غیب کے دعوے نہایت مذموم ہین - مترجم کہتا ہی کہ
اسلام مین ایسے ادعا سے لوگ محض عوام رہجاوینگے اور بعض آیات الٓہی عزوجل منقطع ہونگی اور بڑا
سخت فساد برپا ہوگا بلکہ صواب وہی ہی جو امام شعرانی وغیرہ نے کہا کہ علم غیب مخصوص بجناب باری تعالی ہی
اور اجتہاد بجمیع اقسام ختم ہونے پر کوئی دلیل نہین اختتام دیگر اقسام مین محل تامل ہی اور ہر متقدم کو
متاخر پر راہ صواب ہر مسئلہ مین حاصل ہونا ضروری نہین ہی کیونکہ صواب کا علم ازجانب حق جل وعلا
ہوتا ہی جیسا کہ دال علیہ قولہ تعالے ففہمناہا سلیمان الآیہ - چنانچہ انکے باپ حضرت داود علی نبینا وعلیہم السلام
کو تفہیم نہوئی اور بیٹے سلیمان علیہ السلام کو علم و حکمت اور اس مسئلہ مین صواب کی تفہیم عطا ہوئی - فذلک
من فضل اللہ تعالے - پھر جن اقوال پر فتوے دیا گیا اگرچہ انکو ترجیح ہی لیکن یہ حکم کلیہ نہین کیونکہ عموم
بلوی و تغیر اوضاع و احوال وغیرہ کو بھی دخل ہوتا ہی حتے کہ مرجوح ان اسباب کے ساتھ کبھی راجح ہو کر فتوی
کے لیے متعین ہو جاتا ہی اور یہ صرف ایسے راجح و مرجوح احکام مین ہی جنمین دونون طرف دلائل موجود
ہین حتے کہ اسی جہت سے راجح و مرجوح ہوے اور عوام کی طرح یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ زمانہ کو دیکھکر
خالص ممنوع احکام کبھی جائز ہو جاتے ہین جیسے بعضے ملاحدہ کا شیوہ ہی جسکا یہ گمان ہی کہ احکام شرع

شخصے یا جمہوری مصلحت وراے پر بدون پابندی ازجانب الٰہی عزوجل بنائے گئے ہین اور ارباب الفتویٰ
مین انشاء اللہ تعالےٰ توضیح آویگی - اور فتاوے اہل سمرقند یا فتاوے آہو وغیرہ سے جو کچھ مذکور ہوا اسکے
یہ معنی ہین کہ اس زمانہ کے مشائخ نے جو فتوے دیے وے سب یکجا لیے گئے پس فتاوے کے احکام پر دلیل
معلوم کرکے اعتماد ہوتا ہی یا جو اسکے مانند ہو جیسے کسی معتمد کتاب مین اُس سے بغیر تضعیف نقل کیا جاوے اور
اس کتاب مین یہی ہی کہ ذخیرہ وغیرہ کے اعتماد پر نقل کیا گیا لہذا مشقت بیجا کی ضرورت نہ رہی کہ اس فتوے
کا حال دریافت ہو - واضح ہو کہ ان کتابون کی فہرست علیحدہ لکھنا اور علماء کا تذکرہ زمانہ مقدم و موخر معلوم
ہونے کے لیے علیحدہ لکھنا بیکار تطویل ترک کرکے مترجم نے یہی مختصر اختیار کیا کہ کتابون کا حال خود انکے
مصنفون کے ذیل مین آجاوے لہذا علماء رحمہم اللہ تعالےٰ کے ذکر مین دونون فائدے حاصل ہین اور
تیسرا افضل فائدہ یہ کہ صالحین کے تذکرہ سے رحمت الٰہی عزوجل نازل ہوتی ہی - واضح ہو کہ اجتہاد جسکے مجتہد
کو مجتہد کہتے ہین اس سے استنباط در حقیقت حکم الٰہی عزوجل حاصل کرنا اسطرح کہ جو احکام الٰہی نصوص
وظاہر مین انھین سے مخفی حکم معلوم کرلینا تاکہ افعال ہمیشہ عبودیت کے پابند رہین اور ایسی راہ پر ہون
جو کج راہ شیطانی سے جدا اور مستقیم ہو اور اسکی مختصر توضیح یہ ہی کہ ملک آخرت یہان بالکل اس نگاہ سے
جو سر کی آنکھون مین ہی پوشیدہ ہی اور وہ ایسا ملک ہی کہ جسکی کیفیت ان حواس مین نہین آتی اگرچہ
بعض عقول خوب جانتے ہین اور انکو کچھ بھی مشکل نہین مثلاً یہ امر دشوار ہوگیا کہ کوئی آدمی کسی وقت
ایسے حال مین ہو کہ اُسکا دماغ حرکت نہ کرے حالانکہ اس زمانہ کے ایسے لوگ جو ہر محسوس فن مین ممثل
گنے جاتے ہین اسکو محال جانتے ہین پھر بھی عوام لوگ باوجود محسوس ہونے کے اس سے متعجب ہین اور
ملک آخرت مین حرکت فکری نہین ہی پھر کس دماغ سے دریافت کرسکتے ہین اور نور عقل وہ بغیر
فضل الٰہی عزوجل کے حاصل نہین ہوتا - لہذا اس سے محروم ہوکر حواس کو عقل سمجھتے ہین پھر حواس سے
دنیاوی چیزین جب نہین جانتے تو آخرت سے کیونکر آگاہ ہون چنانچہ عصاے موسےٰ علیہ السلام مین جو
امر ذاتی تھا جسکا ظہور بمعجزہ ہوتا کہ وہ اژدہا بن جاتا اسکو ہرگز نہین ادراک کرسکتے تھے اسی طرح ہر چیز
محسوس مین حکمت بالغہ الٰہی موجود ہی اور غیر محسوس کا ذکر جدا رہا پس جب آدم علیہ السلام اس دنیا مین
آئے اور یہان کی چیزون سے انتفاع کی ضروری اجازت ہوئی اور آدمیون مین خواہش نفس ہر طرح
کے انتفاع کی طرف راغب کرنے والی موجود ہی حالانکہ ہر چیز کے عجائب آثار سے ایسے اثر کو تمیز کرنا مشکل
ہوا جو راہ آخرت و مرضی الٰہی سے برگشتہ و خلاف نہو تو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ایک راہ مقرر فرمائی
جس پر مستقیم ہوکر مضرت سے امان ہی اور میری مراد مضرت سے یہ ہی کہ دنیاوی حیات و حاجات کے باوجود
راہ آخرت سے موڑ کر غضب الٰہی مین لاوے ورنہ بہت چیزین ایسی طرح اپنا اثر دکھلاتی ہین کہ ظاہر
مین آدمی اُنکو اپنی خواہش مین بہت پسند کرتا ہی لیکن ملک آخرت سے نادان ہوکر تمیز نہین کرسکتا -
حالانکہ اسکے پسند نادانی ہی جو اسکو سخت مضر ہی پس اس راہ کو اپنے انبیاء و رسول صلوات اللہ تعالےٰ
علیہم اجمعین کے وساطت سے خلق کو تعلیم فرمایا اور اس خاص طریقہ مین نہایت بلیغ حکمت ہی جسکا بیان

یہان گنجایش نہین رکھتا چنانچہ آخر عہد مین خاتم المرسلین سیدنا و مولانا محمد صلوات اللہ تعالےٰ علیہ و علےٰ آلہ واصحابہ اجمعین کی بعثت عامہ سے جو آپ کا خاصہ ہی تمام سب مخلوق پر متعین کر دیا جسکا اصلی نتیجہ یہ ہی کہ اس فنا کا دے انکا اصلی قرار گاہ آخرت مین ایسی نعمتون و اوصاف کے ساتھ متمکن ہون جو انکے خیالات و اوہام سے باہر ہین اور علم انکا علم قلبی ہی اسی واسطے اس امت کے فقہا و علما جو ریاضی و فلسفہ وغیرہ مین کامل ماہر تھے قطعا متفق ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی فرد افضل نہین ہو سکتا اور ظاہر ہی کہ وے سب رضی اللہ عنہم ان فنون رسمی سے ماہر نہ تھے بلکہ علم الآخرۃ مین البتہ کامل و مکمل تھے اور یہ علم اسی طرح حاصل ہوتا ہی کہ ظاہری شریعت پر عامل رہے یعنے دنیاوی زندگانی مین افعال و اعمال کو اسی طریقہ پر چلے جو وحی رسالت سے تعلیم ہوا اور ایسے آثار کی طرف قدم نہ بڑھاوے جو اسکو مضر ہین اور انکے علاوہ جو خاصہ بندگی و اطاعت ہی اسمین قائم رہے پس اہل ایمان نے اس طریقہ کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے حاصل کیا اور وہی طبقہ تابعین رضی اللہ عنہم کا ہی اور انھین دو طبقہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر ہونے کی خبر فرمائی ہی پھر انکے بعد جو طبقہ آیا اسمین اختلاط نیک و بد شروع ہوا اور یہ ظاہر ہی کہ نفس کی خواہش نے طرح طرح کی اور افعال کے طریقے عجیب عجیب پیدا ہوتے ہین تو ضرور ہوا کہ حکمت بالغہ الٰہیہ مین جب بحکم قولہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ تمام دین پورا ہو چکا ہی ضرور قرآن پاک و حدیث شریف مین سب موجود ہوا اور بیشک ہی لیکن ظاہر ہی کہ نور عقل ممکن حالانکہ نور عقل پر خواہش نفس کا غبار چھایا جیساکہ حدیث صحیح مین تا آخر زمانہ کے لیے آیا تو اللہ تعالےٰ نے کچھ بندے ایسے کر دیے جو ہر زمانہ مین ہر طرح کے افعال کو نور عقل سے صراط المستقیم کے احاطہ سے باہر نہونے دینے کے لیے مقید کرتے بلکہ اسکے لیے پابندان حواس کو قاعدہ بتلا دیا جس سے مدد پاوین کیونکہ قاعدہ کو حواس سے مناسبت ہی اور اگلی امتون مین بعض عہدین کثرت سے انبیا رہوتے چنانچہ ہر فرقہ و شہر مین و ہر قوم مین ایک نبی جداگانہ ہوتا جو خفی وحی سے انکو انکے فعل جدید کا حکم تبلاتا اور اس امت مین یہ مقصود اسی امت کے علما رحمہم اللہ تعالےٰ سے حاصل ہوا اور اسمین دو فائدے ظاہر ہین اول یہ کہ حکم وحی مختلف نہین ہو سکتا تو ضرور ہی کہ پابندی مین سختی تھی اور اس امت پر اللہ تعالےٰ نے رحمت فرمائی کہ ہر مجتہد کو مصیب قرار دیا پس پابندی فعل سے ثواب ویسا ہی حاصل ہوا اور تعین قید کی تنگی جاتی رہی۔ دوم آنکہ مجتہد امتی کو اس درجہ سے ثواب عظیم ملا اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ظاہر ہوئی اور یہین سے اس روایت کے معنی سمجھو کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنے میری امت کے عالم لوگ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء اور اس مقام پر بہت سے علوم ہین جنکو بضرورت اختصار کیا جاتا ہی پس اجتہاد یہی رہا کہ آیات و احادیث کو دیکھکر اس سے حکم دریافت کر لینا لہذا ضرور ہوا کہ مجتہد وہ شخص ہو جو اللہ تعالےٰ کا مطیع و رحمت کیا ہوا بندہ و عقل نورانی والا جسکو کار ہو جو ضرور آخرت ہی کی طرف مائل ہوگا اور یہی سب مجتہدون کا اجمالی حال ہی اور بعد حضرات تابعین کے بھی بہت مجتہد بندے ہوے ہین اور حضرات سلف رضی اللہ عنہم اگرچہ سب سے کامل و اعلے رتبہ اجتہاد والے تھے لیکن انھون نے قواعد و اصول نہین بنائے بلکہ احادیث کو محفوظ رکھا اور نہین لکھا اسی لیے پچھلے مجتہدون کی طرف زیادہ اجتماع ہوا اور انھین کی

نسبت سے لوگ حنفی و شافعی مشہور ہو گئے اور ہرگز یہ مراد نہین ہے کہ ہمکو خاصہ انھین سے غرض ہے بلکہ اتنی بات ہے کہ ضرور ہمارے افعال کو مکلف کیا گیا ہے اور وہ ان نورانی عقول کے قواعد منضبطہ سے بآسانی و بالاعتماد معلوم ہو جاتے ہین ورنہ تمائز خیر از شر مشکل ہوگا اور علم آخرت سے اسطرف مشغول ہو کر مخمصہ مین پڑنا مشقت لا طائل ہے اور چونکہ مقصود تعبد و ثواب ہے وہ اجتہاد مجتہد کے قبول ہونے سے حاصل لہذا علم الاخرۃ کے لیے فارغ ہونے کی غرض سے اپنے افعال کے پابند کرنے کو یہ آسان قبولیت ہے اور اصل مقصود علم الآخرۃ ہے پس غیر مقلد ہونا نورانی عقل والے یعنے مجتہد سے بلا خلاف مسلم ہے فلیتامل فیہ ـ پھر شرائط اجتہاد وغیرہ اپنے باب مین مذکور ہو چکے یہان انھین مجتہدون کا تذکرہ مقصود ہے اور چونکہ یہ کتاب فقط اجتہاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق ہے لہذا جملہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالےٰ مین سے فقط امام و اسکے اتباع رحمہم اللہ تعالےٰ کا تذکرہ مخصوص ہوا اور چونکہ ولادت باسعادت امام رحمہ اللہ تعالےٰ کی سنہ ۸۰ ہجری کی پہلی صدی مین ہوئی لہذا اسی صدی سے شروع کیا جاتا ہے ـ اور واضح ہو کہ دیگر تذکرات و تراجم سے مترجم انھین اوصاف علماء کو اختیار کریگا جو واقعی فضائل ہین اور مانند جدلی وغیرہ کے جو حقیقت مین فضل نہین ہے ترک کریگا اور اسی طرح جو بطریق مبالغہ یا تعصب یا رجم بالغیب کوئی مدح ہوگی بخوف الٰہی عزوجل اسکو بھی ترک کریگا اور جو فضیلت اسکے نزدیک ثابت ہوگی وہ لکھنا عین عدل ہے ـ و من اللہ تعالےٰ عزوجل التوفیق و العصمۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم

المائۃ الاولےٰ ـ اس صدی مین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالےٰ بھی دنیا مین موجود تھے ولیکن تذکرہ مین فقط ائمہ حنفیہ کا بالخصوص بیان منظور ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا لہذا سلف کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے فضائل مثل اسد الغابۃ وغیرہ سے استفادہ کرنا چاہیے اس مختصر مین ائمہ حنفیہ کا حال سنو ـ الامام ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالےٰ ـ آپکے حق مین ایک جماعت نے غلو کیا تو یہانتک کہا کہ انھین کے اجتہاد پر حضرت امام مہدی علیہ السلام آخر زمانہ مین جب پیدا ہو کر امام ہونگے عمل کرینگے حتے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی جب نازل ہونگے ولیکن اسکو بعض محشیین در المختار نے رد کیا ہے اور بیشک ایسا غلو معصیت ہے کیونکہ غیب کی خبر بدون وحی کے کیونکر مقطوع ہوگی اور علم غیب کا مدعی ہونا بڑی معصیت ہے اور بعض نے آپ کی شان مین الفاظ حقارت استعمال کیے اور یہ بھی بہ نیت تنقیص معصیت ہے ـ لہذا مترجم ایسے افراط و تفریط سے نظر بفضل الٰہی تعالےٰ گریز کرکے جو اسکے نزدیک آپ کے حالات و اوصاف سے صحیح در باب فضائل مین درست ثابت ہوتے ہین لکھتا ہے ـ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس اجتہادی طریقہ کے جو حنفیہ کہلاتا ہے امام ہین اور یہ انکی کنیت ہے اور نام آپ کا نعمان بن ثابت ہے اور اس سے اوپر نسبت مین اختلافی دو قول ہین ـ اول نعمان بن ثابت بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن نوشیروان کسریٰ یعنے بادشاہ فارس ہذا ہو الذی ارتضاہ القاری رحمہ اللہ فی رسالتہ فی رد انفعال اور خیرات الحسان ابن حجر المکی مین ہے کہ اکثر علماء اسی پر ہین کہ امام رح کا دادا اہل فارس سے تھا ـ قول دوم ثابت بن زوطی بن ماہ ـ اسی طرف صاحب تہذیب و صاحب تقریب کا میلان ہے ـ یہ لوگ کہتے ہین کہ زوطی مولیٰ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ تھا ـ بعض نے قول اول کی ترجیح مین کہا کہ خطیب بغدادی نے اپنے

اسناد کے ساتھ اسمٰعیل بن حماد بن الامام سے موکد بحلف روایت کی کہ ہم اہل فارس سے آزاد ہین ہمپر کبھی رقیت نہین طاری ہوئی اور اسی روایت مین ہو کہ ثابت رحمہ اللہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے حضور مین لائے گئے جنکے لیے آپ نے مع اولاد برکت کی دعا فرمائی - وقد نوقش فیہ من حیث الاسناد فاللہ اعلم اور بعض نے ہر دو قول مین توفیق دینے کی کوشش کی اسطرح کہ قول اول بہ نسبت ابا و اجداد صحیح ہو اور وے سب احرار فارس سے ہین اور قول دوم بہ نسبت جدفاسد یعنی نانا کے ہو اور کہا کہ کسی عورت مین رقیت ہونا کچھ عیب نہین ہو ورنہ جو عیب کا قائل ہوگا اسنے گویا بعض ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم مین عیب لگایا تو مردود ہوگا اور گویا حضرت اسمٰعیل بن ہاجر علیہ السلام مین جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر اور نبی صدیق ہین عیب لگایا تو کافر ہوگا مترجم کہتا ہو کہ دونون مین کوئی قول ہو عیب ہر طرح ممنوع ہو بلکہ بری معصیت اعاذنا اللہ تعالے منہ - امام رحمہ اللہ تعالے بقول راجح ۸۰ھ ہجری مین پیدا ہوے اور اسوقت سے پیچھے تک کوفہ و بصرہ وغیرہ مین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت زندہ موجود تھی - صغر سنی مین امام کے والد نے انتقال فرمایا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی والدہ سے نکاح ثانی کیا چنانچہ اس در یتیم نے حضرت امام کی گود مین پرورش پانے کا فضل حاصل کیا اور بچپن ہی مین ذکی ہونہار بیدار تھے کہتے ہین کہ امام شعبی تابعی رحمہ اللہ کی رہبری سے آبائی پیشہ تجارت سے چندے منہ موڑکر علم مین مشغول ہوے اور چار ہزار مشائخ تابعین و کبار اتباع سے تلمذ کرکے فقیہ کامل ہوے حتے کہ بعضے اساتذہ و مشائخ نے آخر مین انکے اجتہاد پر عمل کیا جیسے وکیع بن الجراح و عاصم بن ابی النجود احد القراء المعروفین - امام رحمہ میانہ قد مائل بدرازی گندم گون خوش تقریر شیرین بیان معین اہل ایمان کریم الخلق خوبصورت نیک سیرت تھے - قال المترجم وقد قالوا انہ تابعی امام مجتہد حافظ ثقہ ورع زاہد تقی کثیر الخشوع و التضرع دائم الصمت - علاوہ علماء حنفیہ کے شافعیہ مین سے خاتم الحفاظ ابو الفضل ابن حجر عسقلانی و جلال الدین السیوطی و ابن حجر المکی وغیرہم نے امام رحمہ کے فضائل مین منفرد رسالے لکھے وقیل لیس للعسقلانی فیہ تالیف منفرد واللہ اعلم - واضح ہو کہ امام رحمہ کے تابعی ہونے مین اختلاف ہو بعض نے نفی کی اور بعض نے اثبات کیا اور یہی راجح ہو وقد قیل وہو الصواب - نفی کرنے والے بعضے کہتے ہین کہ کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہین ہوتی ہو اور بعضے بر تقدیر تسلیم کہتے ہین کہ تابعی ہونے کے لیے صحابی سے روایت و سماع بھی شرط ہو اور وہ پایا نہین گیا - اور اہل اثبات اپنے ثبوت مین منجملہ دلائل کے ذکر کرتے ہین کہ حافظ دارقطنی نے فرمایا کہ ابو حنیفہ رحمہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کسی سے ملاقات نہین پائی سواے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیکن انکو فقط آنکھ سے دیکھا اور انسے کچھ نہین سنا - کما فی خاتمۃ مجمع البحار للفتنی رحمہ اللہ تعالے اور تاریخ ابن خلکان مین بھی تاریخ خطیب بغدادی رحمہ سے حضرت انس رض کو دیکھنا مذکور ہو - کما ذکر ذلک فی مرآۃ الجنان للیافعی و رجال القراء للجزری وغیرہما ویقال نص علیہ ابن الجوزی والنووی والذہبی والولی العراقی وابن حجر العسقلانی والسیوطی کما نص علیہ الحافظ الخطیب والدارقطنی رحمہم اللہ تعالے قلت وکفاک بہم قدوۃ فاستقم اور ابن حجر مکی نے کہا کہ ذہبی کا یہ قول کہ ابو حنیفہ رحمہ نے صغر سنی مین انس بن مالک کو دیکھا ہی صحیح و تحقیق ہے

کما فی الشامی عن الخیرات - اور قسطلانی رح نے شرح الصحیح کے باب من لم یر الوضوء الخ کے تحت مین لکھا کہ ابن ابی اوفی کا نام عبداللہ ہی جو کوفہ کے صحابہ رض مین سے سب سے پیچھے ۸۷ھ ہجری مین فوت ہوے اور انکے نابینا ہوجانے کے بعد ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے انکو دیکھا - ابن حجر مکی نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے چار کو ابو حنیفہ رح نے دیکھا اور بعض نے کم و بعض نے زیادہ کہا اور چار صحابہ حضرت انس بن مالک و عبداللہ بن ابی اوفی و سہل بن سعد و ابو الطفیل رضی اللہ عنہم ہین اور بعضے کہتے ہین کہ کسی صحابی کو نہین دیکھا مگر زمانہ پایا ہی لیکن صحیح وہی قول اول ہی - اقول حضرت انس رض کے دیکھنے پر ائمہ علماء مذکورین متفق ہین پس ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے کے لیے اسی قدر کافی ہی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جملہ اقوال اجتہادی نصوص قطعیہ ہوجاوین جیسا کہ بعض نادانون نے زعم کیا اور کیونکر ہوگا کہ جن اکابر کے تابعی صاحب روایت و سماعت وکثرت ملازمت پر اتفاق ہی انپر یہ اجماع نہین ہی بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایسا اجماع نہین ہی اور یہ امر واضح ہی اس سے منکر نہوگا مگر مجادل متبع ہوا و ہوس جو جناب الٰہی مین خلوص نیت و طلب آخرت نہین رکھتا اور اپنی راے ناقص سے دین الٰہی عزوجل مین فتنہ و رخنہ پیدا کرنا چاہتا ہی - اور یہ جو کہا گیا کہ تابعی ہونے کے لیے روایت یا سماعت شرط ہی تو یہ قول مرجوم و غیر مختار ہی - قال الشیخ ابن حجر فی نخبۃ الفکر و ہو التابعی من لقی الصحابی - تابعی وہ ہی جسنے صحابی سے ملاقات پائی ہو قال و ہذا ہو المختار - یعنے یہی مختار ہی اور قاری رح نے شرح الشرح مین کہا کہ عراقی نے فرمایا کہ اسی پر اکثر علماء کا عمل ہی اور بیان کیا کہ یہی ظاہر حدیث یعنے قولہ؏ طوبے لمن رانی و لمن راے من رانی - سے متوافق ہی کیونکہ حدیث مین سواے دیکھنے کے سماعت و روایت کچھ بھی شرط نہین ہی قلت اصطلاح مذکور اگر غیر مرجوح بلکہ مختار تسلیم کیجاوے تو اصطلاح حادث ہی اس سے عموم حدیث کی تخصیص مسلم نہین ہی خصوص جبکہ دیدار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اہل الحق کے نزدیک خاصہ نعمت بے بدل ہی اور کفار کے دیکھنے اور فضیلت سے محروم ہونے کا خلجان نکرنا چاہیے جبکہ اللہ تعالے نے انکی بینائی کی نفی فرمائی بقولہ تعالے ترہم ینظرون الیک و ہم لا یبصرون - اسی واسطے امت قاطبۃً متفق ہی کہ ادنی صحابی کے مرتبے کو کبھی اعلے درجہ کا ولی نہین پہونچ سکتا بلکہ حدیث صحیح کے مضمون سے مقائستہ کرو کہ زمین و آسمان بھر سونا خیرات کرنے کو کسی صحابی کے آدھے مُد جو کے برابر نہین فرمایا پس کسی قسم کی مساوات محال ہی فاستقم - اور اگر کہا جاوے کہ اصطلاح مذکور بنظر مقصود فن روایت ہی پس جسنے صحابی سے نہین سنا وہ روایت نہین کرسکتا تو رواۃ الدین مین شمار نہوگا تو اسکو تسلیم کرنے مین مضائقہ نہین ہی ولیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ عموم حدیث سے جو فضیلت ثابت ہوئی وہ بھی منتفی ہو غایت آنکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث سے جو معنی ثابت ہوئے انکے موافق تابعی ہین اور لوگون کے اصطلاحی معنی پر تابعی نہین ہین اور یہ کچھ مضر نہین ہی کیونکہ اصلی مقصود اتنا ہی کہ حدیث سے جو فضل تابعی ہی وہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو حاصل ہوا - و الحمد للہ رب العالمین - اور عینی رحمہ اللہ نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے روایات بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ذکر فرمائین اور علی القاری رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے مسند الامام کی شرح مین اسکو ثابت کردیا اور شاید یہ معنی برین قول کہ بلوغ از شروط روایت نہین ہی علے ما ذکر فی الاصول ولیکن مرجع اسکا اسناد صحیح کی طرف

ثبوت کے لیے تمام شرائط معتبرہ ضرور ہوگا وما قیل ان الحدیث اعلہ ثبت عند الاعلے باسناد صحیح بدلیل انہ استدل
بہ علی الحکم والمعدوم عند الاسفل مختص باسنادہ براو نازل فلیس بشئی لانہ لایفید القطع ومجرد الاحتمال لایکفی وقد
استدل محمد رحمہ اللہ فی موطاہ بآثار فی اسانیدہا من ہو مجروح ومتکلم فیہ علی انہ للمبتدع ان یقول قد
ثبت عند شیخی ما یثبت ہذا الاعتقاد ولولاہ لما قال بذلک وبالجملۃ فہذہ یفضی الی کثیر افساد فی الدین فلیتامل
فیہ وقد ذکر لی ان شیخنا المحقق البارع العلام الزاہد الورع الصدوق الامین السید الدہلوی سلمہ اللہ تعالی لہ شغف
تام بہذا الامام ولکنی لم اسمع منہ شیئا فی ذلک ولا عثرت علی کلامہ لانی اصفح عن مجادلات اصحاب الزمان الملازمۃ
طلبا لہم سبیل اسنادہ ما تہوی انفسہم وتعرض عن الآخرۃ فرأیت الخمول اولی من الشمول فلو کان کما ذکر لی لم
یدخل علی من ذلک شئی فان الرضا بنفاق احد لیس من شان المومن فکیف بالشیخ الصالح البارع اذ المجزوم
عندی ہو الثبوت فالقول بخلافہ من جملۃ النفاق واما وجہ الکلام ہہنا فغیر مصرح نسبتہ الیہ رضی اللہ تعالی عنہ
پھر بعض نے امام رہ کے حافظ ثقہ ہونے میں بھی وہم کیا۔ اور منشاء وہم ظاہرا انکا یہ زعم ہے کہ امام رحمہ اللہ حدیث
مین قلیل البضاعۃ تھے بنا برآنکہ تاریخ ابن خلدون مین مذکور ہے کہ امام رہ کو فقط سترہ حدیثین پہونچین۔
اور یہ زعم کہ ان سے روایت حدیث جاری نہین ہوئی اور یہ کہ بعض اہل حدیث نے ان پر طعن کیا۔ فمنہم من زعم انہ
کان سیء الحفظ ومنہم من زعم انہ کان یسوغ الروایۃ بالمعنی وتعود بان بضاعتہ فی العربیۃ کانت مزجاۃ وغیر ذلک
من الترہات ولیکن انمین سے کوئی صحیح و تحقیق نہین ہے چنانچہ ابن خلدون نے خود قلیل الحدیث کا قول متعصبین
مبغضین کے نام سے منسوب کرکے لکھا اور رد کر دیا بقولہ ولا سبیل الی ہذا المعتقد فی کبار الائمۃ لان الشریعۃ
انما تؤخذ من الکتاب والسنۃ یعنی بزرگ امامون کے حق مین ایسے اعتقاد کی کوئی راہ نہین ہے کیونکہ شریعت تو
کتاب الہی سبحانہ وسنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے لیجاتی ہے حاصل یہ کہ جو کوئی قرآن و حدیث سے
خوب آگاہ نہو جیسے اجتہاد مین شرط ہے وہ مجتہد کیونکر ہوگا حالانکہ امام رحمہ اللہ مجتہد مقدم و مسلم ہین پھر یہ قول محض
واہی ہے قال ویدل علی انہ من کبار المجتہدین فی علم الحدیث اعتماد مذہبہ بینہم والتعویل علیہ واعتبارہ فیما بینہم یعنی
امام رحمہ اللہ کے بزرگ مجتہدین حدیث مین سے ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ان لوگون نے امام کے اجتہاد پر اعتماد کیا
اور انکے درمیان معتبر رہا خواہ بطریق رد یا قبول۔ **مترجم** کہتا ہے کہ امام کے فقیہ مجتہد ہونے کا انکار
باوجودیکہ انکے ہمعصر اہل اجتہاد کے شہادات مثبت موجود ہین محض جدال و مکابرہ ہے اور حق سے چشم پوشی نہین
بلکہ روگردانی ہے اور بعد تسلیم کے حافظ الحدیث و آثار ہونے سے انکار گمراہی ہے یا جہالت و نادانی ہے حالانکہ
حافظ الطحاوی رحمہ اللہ کا اقرار ہے اور دیکھتے جاتے ہین کہ حافظ ذہبی و ابن حجر وغیرہما امام رحمہ اللہ کی چار ہزار
مشائخ کی شہادت دیتے ہین و حافظ مزی و ذہبی و ابن حجر وغیرہم نے امام کو طبقہ حفاظ محدثین مین شمار کیا ہے
اور شافعی رحمہ نے ہر فقیہ کو عیال ابی حنیفہ رحمہ مین داخل کیا وکان الجہل عن معنی الفقہ اعمۃ الطاعن او التعصب
اعماہ۔ اور ذہبی رحمہ کے تذکرۃ الحفاظ مین ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ سے وکیع بن الجراح و یزید بن ہارون و سعد بن الصلت
وابو عاصم و عبد الرزاق و عبد اللہ بن موسے و بشر بن کثیر رحمہم اللہ نے روایت کی ہے مین کہتا ہون کہ یہ اکابر
اعلے درجہ کے ثقات ہین جنکے صحیحین وغیرہ مین بااصل اعتماد روایات ہین وقال الذہبی رح اور ابن معین رح

نے ابو حنیفہ رح کے حق مین فرمایا کہ لا باس بہ ولم یکن متہما - بعض الافاضل رحمہ اللہ نے لکھا کہ ابن حجر وغیرہ نے
تصریح کردی کہ ابن معین رحمہ اللہ کا یہ قول بمنزلہ لفظ توثیق ہے - علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ ثقہ
لا باس بہ تھے قال وکان شعبۃ رح حسن الرای فیہ - یعنی شعبہ رحمہ اللہ امیر المومنین فی الحدیث علی ما فی
جامع الترمذی رح امام ابو حنیفہ کے حق مین اچھا اعتقاد رکھتے تھے وقال ایضا ابو حنیفہ رح سے سفیان ثوری
وابن المبارک وحماد بن زید وہشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون نے روایت کی ہے - مین کہتا ہون کہ
یہ سب بھی اکابر ثقات وائمہ حدیث سے ہین اور بعضے مقبول المجتہد وذکر فی المغنی لبعض ہولاء رحمہم اللہ تعالے
وقد ذکر غیر واحد ان امام الجرح والتعدیل الشیخ یحیی بن معین رحمہ اللہ قال ثقۃ غیر مرۃ - اور کی رح نے ابو عمر
عبد البر مالکی رح سے نقل کیا کہ جن لوگون نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی اور انکی توثیق کی وہ ایسے آدمیون
سے بہت زائد ہین جنھون نے انپر طعن کیا - ویقال ان الخطیب ضعفہ وہذا لیس بشئ وقد ذکرت ذلک للشیخ
البارع العالم الزاہد الورع الصدوق الامین السید الدہلوی رح فغضب وقال ما للخطیب وتضعیف الامام
ہو اذن احق بتضعیف نفسہ - وتلک لطائف حفظتہا منہ رضی اللہ عنہ - ثم رایت البدر العینی رحمہ اللہ قد
سبقہ الیہا رحمہ اللہ تعالے - اور جب تجھے معلوم ہو چکا کہ ائمہ حفاظ متقنین مذکورین رحمہم اللہ تعالے نے امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ سے روایت وتوثیق کی تو کیا اب بھی حق پسند متدین متقی کے کان یہ سُنینگے کہ امام موصوف الحفظ تھے یا مجتہد
مسلم مگر قلیل العربیۃ تھے وللعجب کہ اصول وفروع مین تبحر ودقت نظر ووسعت فکر وبدائع اسلوب ودقائق
معانی جو دوسرون کو انکے طفیل ہین حاصل ہوتا ہے کیونکہ آنکھین بند کرکے بلا دلیل بلکہ مناقض صریح کسی باغی
مدعی کا دعوے تسلیم کر لینگے - ہان شاید یہ یقین کرین کہ مدعی خوف الہی سے عاری ونفس کا تابع کامل ہے
اگرچہ اپنے کو علماء مین شمار کرے ولکن لم ینفع بعلمہ ولیس لہ من علم الآخرۃ فی شئ لا قلیلا ولا کثیرا - رہا قلت
روایت کا وہم تو یہ اسی قدر سے دور ہوسکتا تھا کہ باوجود تقدم وفضل حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما
کی روایات حدیث اتنے بہت کم ہین اور عجب کہ واہم کو ابو حنیفہ رح کی طرف بدگمانی کرنے کا ثمرہ ملا اور
یہ نہین کہ فضیلت وقبول الٰہی عز وجل جو عین مقصود ہے کثرت روایت وغیرہ کا نتیجہ نہین ہوتا ورنہ خلفاء
راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم وعن الصحابہ کلہم اجمعین کو تقدم نہوتا وقد اشار الیہ الامام مالک رحمہ اللہ
تعالے ان لیس العلم بکثرۃ الروایۃ ولکنہ نور یضعہ اللہ تعالے فی القلب - بھلا کوئی عالم بلکہ مومن گمان
کریگا کہ ادنے صحابی جو روایات مجموعہ مین سے شاید بہت کم جانتے تھے اس زمانہ کے متکلم ومحدث ومفسر
وفقیہ واصولی وجدلی وغیرہ طومار سے کم تھے - ہرگز نہین کیونکہ مومن سفیہ نہین ہوتا - یہان مجھے ایک مسئلہ
یاد آیا کہ کسی نے اپنی جورو کی طلاق پر قسم کھائی اگر فلان مومن مرد سفیہ ہو تو امام ابو حنیفہ رح سے روایت
ہے کہ طلاق واقع نہوگی کیونکہ مومن سفیہ نہین ہوتا - مترجم کہتا ہے کہ یہ عمدہ استنباط ہے - از قولہ تعالے
ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ الآیہ - فان المعنی لا احد یرغب عنہا الا السفیہ فمن لم یرغب عنہا
وہو المومن لیس بسفیہ فلا یقع الطلاق - اور واضح ہو کہ فلان مومن کو بصفت موصوف بیان کرنے مین
یہ فائدہ ہے کہ مومن ہونا نفس مسئلہ مین مقبول ہے ورنہ کسی مسلمان کا نام لینا اگرچہ ظاہر شرع مین مضر نہو

لیکن فی الواقع محتاج ہو کیونکہ بسا اوقات آدمی اپنے حق مین ایمان کا جزم کرتا ہو ولیکن کثرت غلبہ نفس و ہواست اُسکو نفاق کا تمیز نہین ہوتا اور لاتری کثیرا من المتبدعۃ کیف یتقوہ بانہ مومن ولیس معہ من الایمان الا الاسم بلکہ مومن بہ نفاق سے خائف ہوتا ہو اور مطمئن منافق ہو کما روی عن الحسن البصری رحمہ اللہ باسناد صحیح - اور بخاری رح نے ایک جماعت سلف سے یہ خوف بروایت حسن رح تعلیقاً ذکر کیا اور باوجود اسی فضل و کمال کے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے جنکو آنحضرت صلعم نے منافقین بتلائے تھے قسم لی کہ مین تو انمین سے نہین ہون حتے کہ انھون نے تسکین کردی - فلم یعرف المومن من المنافق الا من عرفہ اللہ تعالے وہم الصحابۃ رضی اللہ عنہم بنحو قولہ تعالے اولئک ہم المومنون حقا وقولہ اولئک ہم الصادقون وقولہ واولئک ہم المفلحون وقولہ لقد تاب اللہ علے النبی والمہاجرین والانصار الے قولہ انہ بہم رؤف رحیم اسی واسطے قولہ فمارآہ المومنون حسنا فہو عند اللہ حسن الحدیث مین حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے مومنون کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر فرمائی ہو اسواسطے کہ وہی بالقطع مومنین ہین تو انکے اجماع پر مومنین کا اجماع ہونا صادق ہی ہین سے ظاہر ہوا کہ بعضے نادان جو اکثر اختراعات پر دس بیس ہزار یا کم و بیش مسلمانون کا اتفاق کرنا مومنون کا اجماع حجت قرار دیکر بہتر تصور کرتے ہین خطا بلکہ خطا در خطا ہو کیونکہ ان لوگون مین سے کسی کے حق مین قطعی حکم مومن ہونے کا نہین ہوسکتا جب تک کہ ایمان پر اسکا خاتمہ نہوا اور یہ بھی معلوم نہین ہوسکتا اور ہو بھی تو پھر اجتماع متصور نہین ہو وہذا السانح لعلہ لاتجد من غیرنا واللہ تعالے اعلم و علمہ اتم اس مقام کو اللہ تعالے پر تقوے و دیانت کے ساتھ غور کر کے استقامت کے طریقہ سے محفوظ کرلینا چاہیے وایاک والجدال فانہ داء عضال فاستغفر اللہ تعالی لی ولک انہ ہو الغفور الرحیم

مسئلہ اجتہاد یہ امام مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ قرآن مجید مین سے فقط آیات احکام جاننا جو مجتہد کے لیے مشہور و طاہر ہو متبحرین کے نزدیک ناقص شرط ہو وکذا فی جانب الحدیث ایضاً اگرچہ مخالف اکثر علماء ہو بلکہ میرے نزدیک تبحر و تحفظ معانی تمام کلام الٰہی سبحانہ تعالے کا حتماً اور اکثر از جانب سنن مع امثال وغیرہ بسبب تعذر ترجیح کے ضرور ہو یا یہ مراد ہو کہ معانی آیات احکام واحادیث بالحاق معانی مقصودہ از قصص وامثال وغیرہ ہو مثلاً قولہ تعالے اذا قمتم الے الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ یعلم بان المعنی اذا اردتم القیام عین لکنتم غیر معذورین عن استعمال الماء ولا فاقدین القدرۃ علیہ ولا طاہرین عن ہذا الحدث فلیتحقق بذلک من العذر ماذکر فی التیمم وماافادہ بالتعصیب والماء المشکوک علے اجتہاد ووارلوتوضاء عطش وماذکر فی حدیث عمر رضی اللہ عنہ عند مسلم من جمعہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوات من غیر تجدید الوضوء لکل واحد ومن مسح الخف مقام الغسل وماذا کان جنبا والماء یکفی لاحدہما وماذا وجد الماء فی رحلہ وماذا اخذ الاسباب وغیر ذلک مما فیہ تطویل ہہنا بلا طائل لکونہ استطراداً فلیتامل - اور یہ جو کہا گیا کہ امام رحمہ اللہ روایت بالمعنی کو حدیث کہتے تھے گویا اعتراض مع اعتذار ہو یعنے قلت روایت کا یہ سبب ہوا کہ امام رح حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جائز جانتے تھے - فان قلت ہذا لایختص بابی حنیفۃ رح فان عامۃ الروایات انما ہی بالمعنی کما فی علل الترمذی رح قلت ما فی علل الترمذی من قولہم انما ہو المعنی اریدبہ انہ لم یتیسر لہ حفظ الفاظ الحدیث کما ہی من لفظ وترکیب بل ربما وقع فیہا تغییر یسیر او تغیر ولذلک یقال للروایۃ المتقدمۃ مع الاخری

نحوه اوبمعناه والحافظ المتقن اعتماده علے احدہما ازید من الاخری لکون اتقان روایتها اتقن من الاخری
الام تجده فی الصحاح اظہر منہا فی روایات البخاری حیث اورد الروایة الوحدة بالفاظ ربما یختلف بہا الاحکام ا[...]
من احدہما مالا یستنبط من الاخرے فیجعل کانہا روایتین والذی ظن بابی حنیفہ رح من تجویزه الروایة بالمعـ[...]
ارید بہا الحکم المستفاد منہا بضرب من الاجتہاد فلو صح ذلک عنہ لاشک فی عدم القبول لانہ مع قطع النظر عن الاخ[...]
تعیین معنی الحدیث فیما ادی الیہ اجتہاد ذلک المجتہد مع کونہ محتملا للخطاء اذ لا خلاف فی ان لا یقطع باصابة
بالکلیة وفیہ من المفاسد مالا یخفی علے الفطن المتامل فان قیل قد ثبت عن السلف نحو قولہم ان من ال[...]
کذا وہذا النوع من الروایة بالمعنی علے المعنی الذی جعل منکر الیقال بل اخبار بفعل شوہد من النبی صلے اللہ علیہ
من غیر مدخل للاجتہاد فیہ ـ لیکن یہ ادعا بھی باطل ہو کیونکر ایک فقیہ مجتہد کی طرف ایسے نادان قول سے
کیجائیگی جسکے مفاسد کسی ادنے آدمی پر مخفی نہون اور کیسے ایسے تغیر کو آنحضرت صلعم کا فرمودہ کہنے سے آ
طرف غیر فرمودہ کا نسبت کرنے والا ہوگا جسکے بارہ مین وعید شدید ہو اور خبر متواتر ہو پھر کیونکر ثقات ائمہ
ایسے شخص کو اپنا مستند سمجھکر اُس سے روایت کرینگے پس قائل نے فقط امام ابوحنیفہ رح کی طرف نہین بلکہ
روایت کنندہ ثقات علما پر بھی عیب لگایا بلکہ اقرب وہ قول ہو جو ابن خلدون وغیرہ نے لکھا یعنے امام رح
روایت مین اور آنحضرت صلعم کی طرف کلام کی نسبت کرنے مین کمال احتیاط وادب مرعی رکھتے اور غالباً
نہین رکھتے تھے کہ معنی روایت کو آپ کی طرف منسوب کیا جاوے بلکہ وہی کلام بالفاظ محفوظ ہونا چاہ[...]
مانند اسکے شروط مین پوری رعایت کرتے لہذا من بعد جب ائمہ رواۃ نے آسانی کردی تو انکی روایات بہ[...]
ہوگئی ـ فان قلت ما بالہ یقول فی القضاء بالبینة کالثابت عیانا وہہنا لا یقول بہ یقال فی القضاء اجراء
بہ الشرع ولا تعلق لہ بالقطع وعدمہ للعلم بالواقع حتے لیس للقاضی ان نعتقد بانہ فی نفس الامر علے ما شہدوا
اسلے بطلان حکم قضاء بدلیل ما فی الحدیث ان یکون بعضکم الحن بحجتہ کما فی الصحاح واما ہہنا فالمقصود القطع
نفس الامر وذلک بالتواتر او الشہرة ولذلک قیل خبر الواحد لیس فی القطعیة کالآیة وحاشاہم ان یریدوا ا[...]
ان لیس الحدیث بما ہو فی حق اللزوم والتعبد کالآیة حتے لو قطع بانہ حدیث کان کالآیة فی ذلک بل انما معنے
عدم القطع بہ کالقطعی بمعنے یتعلق بالاسناد فان قیل فبما یقول لوجوب قراة الفاتحة بتمامہا اذ لا دلیل علیہ
من الحدیث وہو علے غیر شروطہ یقال ان المجئی علے غیر شروطہ لا یستلزم عدم القبول مطلقا بل انما یست[...]
ثبوت ہو دون ثبوت المتواتر فلذلک اوجب العمل فیما یوجب ذلک وفرق بین الفرض والواجب وہذا ما
بعض شراح المنہاج ـ علاوہ اسکے قلت روایت کو فضل وکمال ذاتی سے تعلق نہین کیونکہ حضرت[...]
رضی اللہ عنہما سے مرویات بہت قلیل ہین بہ نسبت دوسرون کے رضی اللہ عنہم اجمعین باوجودیکہ ا[...]
وفضل پر اجماع ہی ـ وہذا جلی لمن لہ خلوص نظر الے المقصود من حصول رضوان اللہ تعالے فے جمـ[...]
والافعال وان کان للجدال فیہ کثیر مجال وان خفی لمن تحیر بتسویلات النفس فے تیہ الضلال اعاذنا اللہ
مع المؤمنین من الخسران فی الحال والمآل ـ اور مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے عقد الجید مین
ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے زمانہ مین سب سے اعلم تھے حتے کہ شافعی رح نے فرمایا کہ فقہ مین سب لوگ ابوحـ[...]

عیال ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ فقہ مسائل عملی یعنے اجتہاد احکام جنکا برتا و جوارح و مشاعر ظاہرہ سے متعلق ہی
شعبہ فقہ القلب ہی پس جسقدر اصل احکم ہو اسی قدر فرع اتم ہی اور اصل عین تقوے القلب کا اتم ہی پس یہ لفظ و
جیز امام شافعی رح کی طرف سے شہادت قوی و کامل ہی اور سمجھدار اسکی بہت کچھ قدر جانیگا و من اللہ تعالی عزوجل
التوفیق اور امام رح کے فقیہ و عالم علوم الآخرۃ و طہارۃ و تقوے و خصائل حمیدہ و اخلاق پسندیدہ اور اعراض
از دنیا و رجوع بآخرت وغیرہ فضائل کی روایات خطیب وغیرہم نے باسناد اور پچھلون نے اعتماد پر تعلیقاً بہت سے
اکابر و علماء سے نقل فرمائین انھین مین ہین شداد بن حکیم و مکی بن ابراہیم یعنے ثلاثیات بخاری رح کے ایک راوی
ثقہ حیث قال البخاری رح حدثنا المکی بن ابراہیم حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ۔ اور
ابن جریج و عبد اللہ بن المبارک و سفیان الثوری و عبد اللہ بن داود و احمد بن حنبل و خلف بن ایوب و ابراہیم
بن عکرمہ مخزومی و شقیق بلخی و ابو بکر بن عیاش و ابو داود و صاحب السنن و امام شافعی و وکیع بن الجراح و معمر
بن راشد احد اصحاب الزہری و یحیے بن معین رح و الذہبی رح فی کتابہ فی مناقب ابی حنیفۃ رح و الخطیب عن یحیے
بن معین عن یحیی بن سعید القطان۔ و یزید بن ہارون و الامام مالک رحمہم اللہ تعالے اور خطیب رح نے روایت
کی کہ ابن عیینہ رح نے کہا کہ میری آنکھون نے ابوحنیفہ رح کے مثل نہین دیکھا اور عبد اللہ بن المبارک نے کہا کہ
ابوحنیفہ رح علم و خیر کے کوہ تھے اور وکیع رح نے کہا کہ ابوحنیفہ بڑے امین اور رضاے الٰہی کو سب پر مقدم رکھنے والے
اور راہ خدا مین ہر سختی کے متحمل اگرچہ انپر تلوارین پڑین و مکی بن ابراہیم سے روایت کی کہ مین نے علماء کوفہ مین سے
کسی کو ابوحنیفہ سے زیادہ پرہیزگار نہین دیکھا۔ شعرانی رح نے میزان کبرے مین لکھا کہ امام ابوحنیفہ رح کے کثرت
علم و ورع و دقت مدارک و استنباط پر اگلون و پچھلون نے اجماع کیا ہی اور ابراہیم بن عکرمہ نے کہا کہ مین نے
اپنی عمر مین امام ابوحنیفہ رح سے بڑھا ہوا کوئی عالم و زاہد و عابد و تقوے مین نہین دیکھا۔ مترجم کہتا ہی کہ
روایات مین اسقدر کثرت ہی کہ لوگون نے مفرد رسائل لکھے ہین اور بعضے مانند مولفہ ذہبی رح و سیوطی رح
کے زیادہ مبسوط و معتبر ہین۔ اور امام سیوطی و ایک جماعت نے زعم کیا کہ حدیث صحیح مسلم لو کان الدین
عند الثریا لنالہ رجال من ہولاء و فی روایۃ من ابناء فارس و فی روایۃ رجل مکان رجال۔ اسمین بروایت رجل
بعینہٖ واحد امام ابوحنیفہ رح اور بروایت رجال مع اصحاب کے محمل صحیح ہین اور بعضون نے انکو مع دیگر ائمہ
حدیث کے محمل قرار دیا و ہذا لعلہ اقرب۔ اور جن لوگون نے اسکے محمل سے ابوحنیفہ و انکے اصحاب کو خارج کر کے
دیگر ائمہ کو محمل ٹھہرایا انکا قول تعصب سے بھرا ہوا نظر آتا ہی قابل التفات نہین ہی و اللہ تعالے اعلم۔
واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ رح کے فضائل مین زیادہ کلام کی ضرورت نہین جبکہ بقول شعرانی رح اگلے پچھلے متفق
ہین ولیکن افسوس ایسے لوگون پر ہی جو اپنے آپ کو امام رح کا مقلد خیال کرتے ہین حالانکہ سواے زبانی
گفتگو کے اپنے مقدم و امام کی کسی صفت و خصلت کا تتبع نہین رکھتے پس اصلی مقدم و قطعی پیشوا آنحضرت
صلعم کی سنن ضائع کرنے مین زیادہ گم ہونگے اگرچہ اپنے آپ کو عالم سمجھین کیونکہ تقوے و علم کا محل قلب ہی
نہ زبان ہان زبانی علم اسی دنیا مین کارآمد ہی۔ و نعوذ باللہ من علم لا ینفع و بقول امام غزالی رح کے علم الآخرۃ ان
بیوع و اجارات و سلم و حیض و نفاس پر نہین ہی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات پر رجوع کرنے سے

یہ بات خوب واضح ہوجاتی ہی وا الجدال مبدء الضلال ہان طہارت ظاہرہ کے لیے وحرام وشبہات سے تحفظ حدود الٰہی قائم رہنے کے لیے ان علوم کا جاننا ضرور ہی اور اصل اقتدا وتقلید جس سے رضای الٰہی عزوجل حاصل ہو وہی ہی جسطرح مقتدی و امام نے اسمین سرگرمی ظاہر کی اور اگر نعوذ باللہ تعالے رضاے الٰہی عزوجل نہو بلکہ اسکا خشم ہو تو ابوحنیفہ رح کیونکر راضی ہوسکتے ہین اور کیا فائدہ اللہم وفقنا ایانا وجمیع المسلمین للایمان ولما ترضی بہ عنا ربنا ویکون لہا نجاۃ بالآخرۃ وانت مولانا ارحم الراحمین آمین - پھر جن لوگون نے امام ابوحنیفہ رح کے حق مین کلام کیا وہ سب غیر مقبول واہی اقوال ہین اور بہتیرے قول تو بدیہی البطلان ہین جیسے مرجیہ ہونا وغیر ذلک اور بہت پسندیدہ ہی قول تاج السبکی رحمہ اللہ کہ اگلے امامون کے ساتھ ادب کا طریقہ مرعی رکھنا چاہئیے اور ائمین باہم ایک نے دوسرے کو جو کچھ کہا اگرچہ بظاہر طعن معلوم ہو جیسے معاملہ ابوحنیفہ وسفیان ثوری رحمہما اللہ تعالے ومالک وابن ابی ذئب یا نسائی واحمد بن صالح یا امام احمد وحارث محاسبی وغیرہم تا زمانہ عز الدین بن عبد السلام وتقی الدین بن الصلاح تو تجھکو ان معاملات پر غور نہین چاہیے مگر جبکہ دلیل واضح اسکے تنبیہ کیجاوے اور ان اقوال سے قطعی پرہیز چاہیے کیونکہ بیشتر فہم سے باہر ہین جیسے ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملہ مین سکوت کے سواے چارہ نہین دیکھتے ہین کیونکہ حق تعالے عالم الغیب عزوجل نے بقولہ اولئک ہم الصادقون اور قولہ رضی اللہ عنہم ومانند اسکے آیات بینات سے اُنکی تحسین فرمائی ہی - مترجم کہتا ہی کہ ابن حجر رح نے ابن عبد البر رح سے بھی نقل کیا کہ بعض اصحاب حدیث کے حق مین معیوب رکھا کہ انھون نے امام ابوحنیفہ پر مذمت کا افراط کیا فقط اس بات سے کہ قیاس کو حدیث پر مقدم کیا ہی حالانکہ ابوحنیفہ رح نے سواے تاویل کے بعض اخبار احاد مین کسی حدیث کو رد نہین کیا اور ایسا فعل ابراہیم نخعی واصحاب ابن مسعود وغیرہم سے ثابت ہی - پھر لکھا کہ علماے امت مین کوئی نہین جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرکے رد کر دے کیونکہ اس سے فاسق غیر عادل ہونا اسپر لازم ہوجائیگا کہان یہ کہ امام بنایا جاوے اور قیاس پر تو فقہاے امصار کا عمل چلا آتا ہی - مسند خوارزمی سے عینی وغیرہ مین یہ قطعہ حضرت عبد اللہ بن المبارک کی طرف نسبت کرکے خوب لکھا ہے حسدوا الفتی اذ لم ینالوا سعیہ ✲ فالقوم اعداء لہ وخصوم ✲ کضرائر الحسناء قلن لوجہہا ✲ حسدا وبغضا انہ لدمیم ✲ وفی الکلام اشارات تطہرن النفوس بہا عن برودۃ جہدہا فیما لیس لہا بلاغ الیہ الا بتوفیق من اللہ عزوجل ولکل مقام فی الوصول الی حضرت الرضوان یحسدہ من دونہ او فی درجۃ اخری من الصفات وہذا لیس بحسد یعاب علیہ کیف وقد علمت جوازہ فی العلم من قولہ علیہ السلام لا حسد الا فی اثنین ولیس العلم الا سبیل الحصول وہذا غایۃ المقصودۃ فلیتفکر وایاک وان تظن بہم سوء بل محض النصح فی احوال مقامہ حیث لا فیتار لہ فیہ غیرہ کالتشخص فی المحسوسات مع اتحاد النوع بل الصنف وقد ذکر ابن کثیر رحمہ اللہ فی التفسیر روایۃ عن عبد اللہ بن المبارک رح قطعۃ املاہا الی من یبلغہا الی فضیل بن عیاض رح مخرجہ الی الجہاد فی الطوس اولہا یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ✲ لعلمت انک فی العبادۃ تلعب - مع ان الناس اطالوا الکلام فی مدح فضیل رح فلیتامل - اور مسند خوارزمی مین اتباع قیاس کے طعن کو اچھی تفصیل سے دفع کیا جسکا خلاصہ یہ ہی کہ امام ابوحنیفہ رح واسکے اصحاب پر اصحاب الراے کا الزام باطل ہی بلکہ برعکس ہی

کیونکہ غایت اتباع حدیث سے ضعیف الاسناد حدیث تک قیاس پر مقدم رکھتے ہین اقول شارح منہاج البیضاوی
نے بھی ذلک ذکر کیا و ثم قال الزاہدی اور ہمارے بیان کی تصدیق ان وجوہ سے ظاہر ہی۔ اول یہ کہ امام ابوحنیفہ
احادیث مرسلہ کو حجت رکھتے ہین قلت وافقہ رحمہ اللہ فی ذلک الامام احمد و مالک رحمہما اللہ تعالے والمشہور
عن الامام الشافعی رح عدم قبول المراسیل امامطلقا او الامراسیل الی العالیہ و مالک او الا ما اجتمع علیہ علی اختلاف
بین الشافعیہ واللہ اعلم۔ ولذلک قال نقض الوضوء بالقہقہۃ علے خلاف القیاس لحدیث الاعمی مع انہ مرسل وضعفت
الشافعیہ فی المسئلۃ علی القیاس ولم یحتجوا بالمرسل مع انہ من جیاد المراسیل عند ابی داؤد رحمہ اللہ تعالے۔ ثم قال اور
وجہ دوم یہ کہ قیاس چار قسم ہی ایک مؤثر جو اصل و فرع مین باشتراک معنی مؤثر ہو مثلاً حرمت لواطت بر قیاس وطی
فی الحیض لعلت اذی اگرچہ حرمت لواطت خود منصوص ہی اور جیسی حرمت بعض مسکرات غیر منصوصہ بر خمر بعلت مؤثرہ
مثل سکر وغیر ذلک من الجلی والخفی۔ اور قسم دوم قیاس مناسب باشتراک معنی مناسب درمیان اصل و فرع اور
سوم قیاس شبہ باشتراک مشابہت احکام ظاہرہ درمیان اصل و فرع اور چہارم قیاس مطرد باطراد معنی میان
اصل و فرع پس امام شافعی رح کے نزدیک جملہ اقسام مذکورہ قیاس مع استصحاب وغیرہ حجت ہین مگر امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک قیاس مؤثر تو بالاتفاق حجت ہی اور قیاس طرد مین اصحاب حنفیہ مختلف ہین اور باقی اقسام قیاس
بالاتفاق باطل ہین حجت نہین ہین پھر کیونکر کہا جاتا ہی کہ احادیث کے سوائے راے پر عامل ہین گویا کہنے والے
کو معنی اجتہاد اور قیاس سے غفلت ہی اور خالی احادیث سرسری روایت کرنا او سمجھ لینا معلوم ہی۔ اور وجہ سوم یہ
کہ باوجود ثبوت قیاس کے جب حدیث ضعیف سے معارض ہو تو حدیث ہی کو لیکر قیاس ترک کرتے ہین چنانچہ
حدیث ابن مسعود رض در بارۂ وضوء از نبیذ تمر کو باوجود ضعف کے لے لیا اور اسی مورد پر مخصوص رکھا اور دیگر
اشربہ مین قیاس پر عمل کیا حالانکہ اشتراک مؤثر موجود ہی چنانچہ دیگر ائمہ نے قیاس ہی پر عمل کیا ہی۔ میزان شعرانی رح
مین ہی کہ جسنے یہ طعن کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قیاس کو احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مقدم
کرتے ہین یہ ایسے شخص سے صادر ہوا جو ابوحنیفہ رح سے تعصب کرتا اور دلیری سے بغیر پرہیزگاری کے انکی
طرف باتین لگاتا ہی اور اس سے غافل ہی جو اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا۔ ان السمع والبصر والفؤاد الآیہ اور
فرمایا۔ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہل یکب الناس فی النار
علے وجوہہم الا حصائد السنتہم۔ اور ابوجعفر شیرازی رح نے بسند متصل روایت کیا کہ ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ واللہ
اس شخص نے ہمپر جھوٹ باندھا جسنے کہا کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہین حالانکہ بعد نص کے قیاس بیفایدہ ہی
اور روایت ہی کہ ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو ہمکو پہونچ جاوے وہ ہمارے سر
آنکھون پر ہی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہون اور ہمکو اس سے مخالفت کی مجال نہین ہی اور جو صحابہ سے
آوے ہمارے سر آنکھون پر اور جو تابعین سے پہونچے اسمین ہم غور کرینگے۔ اور ایک روایت مین ہی کہ ہم پہلے قرآن مجید
پر عمل کرتے ہین یعنی احادیث رسول اللہ صلعم سے اسکے معنی خوب سمجھکر اسپر عمل کرتے ہین پھر جب کتاب مجید مین نہین
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ڈھونڈھتے ہین پھر جب نہ پاوین تو حضرات خلفاے راشدین یعنی حضرت
ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے قضایا پر پھر بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قضایا پر الی آخر ما قال رحمہ اللہ تعالے

قال المترجم یہی علم ماخوذ ہی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے جو معروف ہی اور سیوطی رحہ و ایک جماعت علماء نے تخلیص کی ہی کہ امام رحہ کا ایسا ہی قول جیسا مذکور ہوا صحیح ثابت ہوا ہی اور بیشک بحث اجتہاد وادراک معانی ایک فہم ایمانی ہی جو محض فضل الٰہی عزوجل ہی اور قدصح کی حدیث علی رضی اللہ عنہ قولہ فہم یعطی لہ فی القرآن۔ اور علماء جانتے ہین کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تتمہ یا مظہر معانی قرآن پاک ہین انہین مغائرت اتنی ہی خیال کرو مجھسے اجمال وتفصیل مین سمجھتے ہو پس بسا اوقات لمعنی ظاہر مین کچھ سمجھتا ہی اور آیات واخبار کے فیض علم اور حکم واشارات کے نور سے معنی حق حاصل کرلیتا ہی۔ اور فتوحات مکیہ مین ابن العربی رحہ نے بسند متصل امام رحہ سے روایت کیا کہ فرماتے تھے کہ لوگو تم دین الٰہی عزوجل مین اپنی راے کی بات سنے پرہیز کرو اور ہمیشہ ایسی بات کو لازم کیے رہو جو رسول اللہ صلعم کی سنت کے تابع ہی اور جو اس سے باہر ہو وہ گمراہی ہی اور کہتے تھے کہ جو کوئی میری دلیل کو نہ پہچانے اسکو میرے قول پر فتوے دینا حرام ہی اور فرماتے تھے کہ اپنے اوپر سلف رحمہ اللہ تعالے کے آثار لازم کرلو اور لوگون کی راے سے بچو اگرچہ وے اپنی راے کو کیسے ہی آراستہ کرین کیونکہ حق بات طلب پر ظاہر ہوجاتی ہی اور تم تو صراط المستقیم پر ہو اور فرماتے تھے کہ تم بدعت اور بتکلف نئی بات نکالنے سے بچو اور وہی رسی مضبوط پکڑے رہو جو سلف رضی اللہ عنہم مین تھی اور ایک مرتبہ علم کلام کے سوال مین فرمایا کہ بدعت ہی تم آثار سلف و انکے طریقہ کو اپنے اوپر لازم رکھو اور ایک مرتبہ سماع حدیث مین فرمایا کہ اسکا سننا بھی عبادت ہی اور فرمایا کہ لوگ ہمیشہ بہتری مین رہینگے جبتک انمین کوئی حدیث طلب کرنے والا رہیگا اور جب وے علم کو بغیر حدیث کے طلب کرینگے تو تباہ ہونگے۔ عقود الجواہر المنیفہ مین ہی کہ امام رحہ نے فرمایا کہ لوگون کی راے کے سُننے سے مجھے ضعیف الاسناد حدیث زیادہ محبوب ہی۔ واضح ہو کہ ان روایات واقوال سے مع امام کے معروف مذہب کے طریقہ سے یہ بات ظاہر ہی کہ بعض لوگون کے مطاعن انکے حق مین صحیح نہین ہین اور آنکھ بند کرکے بغلبۂ نفس و تعصب یہان جدال کرنا لایعنی بلکہ معصیت ہی اور زیادہ موہم اور منشار جدال چند اقوال ہین اول وہ جو خطیب نے ذکر کیے ہین اور درحقیقت انکے ثبوت ہی مین کلام ہی تو انسے ایک بزرگ عالم مجتہد صاحب فضائل کے حق مین انکو مستند ایک منکر فعل یعنے طعن کا جو افعال نفاق و شیوۂ منافقین سے ہی قرار دینا محل تعجب ہی حالانکہ برتقدیر ثبوت کے وہی تاویلات جو دیگر ائمہ و ثقات کی طرف سے دفع مطاعن مین معروف ہین بلکہ عامۂ ثقات رواۃ سے دور کرنے مین مشہور ہین یہان بھی ضروری تعین علاوہ برین خطیب رحہ کی طرف سے انکو طعن سمجھنا بھی غیر ضروری ہی چنانچہ ابن حجر رحہ نے کہا کہ خطیب رحہ کی غرض ان اقوال کے جمع کرنے مین فقط یہی ظاہر ہی کہ ایک مرد کے حق مین کہنے والون کی جو کچھ باتین روایت کیجاتی ہین انکو بمقابلۂ ان اقوال فضائل کے جو اسکے حق مین ذکر کیے گئے ہین جمع کردے اور طریقہ مستمرہ اصحاب سنن کے موافق ان اقوال کی اسناد سے کلام نہین کیا اور اُسکا یہ منشا نہین ہی کہ امام ابوحنیفہ رحہ کی منزلت گھٹادے اور یہ بات اسکے تصنع سے ظاہر ہی کہ اسنے فضائل بدلائل نقل کیے اور پھر قادحین کے اقوال باسناد ضعیفہ و مجہولہ روایت کردیے اور ظاہر ہی کہ مجروح و مجہول شخص کے اسناد سے جو روایت ہی وہ کسی عام مسلمان کے حق مین روا نہین رکھ سکتا تو امام ابوحنیفہ رحہ کے حق مین

کیونکر مسلم ہوگی اور اگر ارادہ قدح ہی مسلم کرلیا جاوے تو عینی و فتح القدیر کا جواب کافی ہو جبکہ نظر تقوی سے
غافل نہ رہے اور اگر کہا جاوے کہ خطیب ہی پر اعتماد نہین بلکہ نسائی صاحب سنن نے لکھا کہ ابوحنیفہ رح حدیث
مین قوی نہین ہین - تو ایسی جرح مبہم کہ جسکا کچھ پتا نہین لگتا ہو کیونکر خلاف ظاہر و باہر مسلم ہوگی بلکہ اولی یہ ہو کہ
اسکے یہ معنی لگائے جاوین کہ قولہ لیس بالقوی یعنی باتون مین زیادہ قوی نہ تھے کہ بہت باتین کرتے ہون کیونکہ
تحدیث بمعنی مصطلح مین کوئی وجہ جرح کی بیان نہین ہوئی - پھر اگر کہا جاوے کہ کیون نہین چنانچہ امام بخاری رح نے
ضعفاء مین لکھا کہ نعمان بن ثابت کوفی مرجیہ تھے لوگ انکی حدیث ورائے سے ساکت ہوے - تو جواب یہ ہو کہ رائے
کا غلغلہ اپنے معنی کے خلاف اسوقت کے کانون مین بھر اگیا جس سے یہ شور ہوا حالانکہ بالاتفاق قیاس اصل معمولی
ومعتمد علیہ ہو تو ظاہر ہو کہ ارا سکا محض اختلاف لفظی پر ہو لہذا بدون ظہور کسی جرح کے جو حدیث کے اصول مین ہو کر
جب یہان خالی رائے سے چونکہ ہو تو وہ بعد ظہور حال کے رفع ہوئی اور یہی گویا وجہ سکوت از حدیث تھی کما یدل
علیہ تقدیم الرای فی قولہ سکتوا عن رائیہ وحدیثہ - اسی وجہ سے فن بزرگون پر حقیقت حال کا انکشاف ہوگیا انھون نے
اہل طعن کی زبان روکی اور خود ثنا وصفت بیان کی اور انسے حدیث روایت کی چنانچہ خود امام بخاری رح
نے چند ثقات متقنین کا انسے روایت کرنا بیان کیا اور کہا کہ روی عنہ عباد بن عوام وابن المبارک والہیثم ووکیع ومسلم
بن خالد وابومعاویہ الی آخرہ - اور یہ لوگ خود حدیث مین امام ہین پھر انکی روایت کے بعد کیونکر انکار کا محل
صحیح رہیگا اور اگر یہ وہم ہو کہ انکے واسطہ سے کسنے روایت کیا ہو تو لامحالہ قولہ سکتوا عن حدیثہ مستمر رہا تو جواب یہ ہو کہ
جن لوگون پر حال مشتبہ رہا اور قیاس کو رائے وغیرہ منکرات مین داخل سمجھتے رہے انھون نے باسناد غیرہ اسکو قبول کیا
لہذا اہل التباس کا اجتناب کچھ امام رح کو مضر نہین ہو کیونکہ اللہ تعالی عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کسی پر انسے روایت وقبول کو فرض نہین فرمایا اسی وجہ سے روایت نہ کرنے والے بھی کچھ گنہگار نہین ہین جبکہ انکی
طرف موافق شیوہ ایمان کے نیک گمان ہو اور مجتہد نے اگر دوسرے مجتہد سے خلاف مین انکار کیا تو عوام کی پیروی
مساوی نہین آیا نہین دیکھتے کہ احکام مختلف ہین چنانچہ مجتہد کو ایک دوسرے کی تقلید روا نہین ہو حتے کہ اہل نظر
پہ اتفاقی روا نہین رکھا گیا تو ضرور ہو کہ مجتہد کی رائے اجتہادی جسطرف ادی ہوئی اسکے نزدیک دوسرے مجتہد
کی رائے خلاف صواب ہو ورنہ کیا یہ جائز جانتے ہو کہ مجتہد دوسرے کی رائے صواب سے جان بوجھ کر مخالفت
کرتا ہو اور ایسی حالت مین اسکی رائے اجتہادی سے دوسرے کی خطا پر ہم یقین نہین کرسکتے کیونکہ عوام کی راہ
تقلید ہو ولیکن تقلید اسکو مستلزم نہین کہ عمل کرنے و ثواب لینے کے لیے ایک حکم شرع الہی اپنے طریقہ سے حاصل
کرے تو ضرور دوسرے مفتی فقیہ کو خاطی بھی کہے کما زعمہ شرذمۃ من المتاخرین - بلکہ مجتہد کو بھی ضرور نہین کہ دوسرے
مجتہد کو خطا پر یقین کرے کیونکہ اپنے آپ کو صواب پر غالب گمان کرتا ہو نہ یقین پھر غیر کو خطا پر یقین کیونکر کریگا -
اسی واسطے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ تابعین رح مین باوجود اختلاف طریقہ عمل کے باہم اتحاد وخلوص
مین کسی طرح کا اختلاف نہ تھا اور یہی ائمہ مجتہدین وصلحاء امت کا طریقہ چلا آیا ہو ہان بغیر اسباب بزرگی کے امر بالمعروف
الی مریدہ ہمیشہ منکر ہو جیسے کوئی لا یعنی دعوی اجتہاد مین سرگرم ہو یا تقلید شخص کو کل حال و مسئلہ مین اپنے اوپر
فرض کرے بلکہ اس زمانہ مین تو ہر شخص دوسرے سے اوسکے خلاف مین بغض کرتا ہو اور نسلا سرا اپنا مقلد بنانا چاہتا ہو

اور اسکا نام بغض للقدر رکھا ہی حالانکہ شیوہ سلف سے خود منحرف ہی اور عوام کو ایسے امور کی تکلیف دیتا ہی کہ جو انکی سمجھ سے باہر اور انکے حق مین باعث ضلالت ہی اور وہ خود بھی اس معصیت مین ہر ایک کا مساہم بنتا ہی و نعوذ باللہ تعم من الضلال اور علامہ محدث شیخ محمد طاہر فتنی نے مغنی و خاتمہ مجمع البحار مین لکھا کہ ابو حنیفہ رح عالم۔ عابد۔ ورع تقی امام علوم شرع تھے اور بعضی باتین جیسے قرآن کو مخلوق کہنا اور معتزلہ کیطرح بندون کو قادر کہنا یا مرجیہ وغیرہ ہونا ایسی باتین جو انکی طرف منسوب کی گئی ہین بیشک امام رح ان باتون سے پاک ہین اور یہ بالکل صریح ظاہر ہی اور اسی طرح ابن الاثیر نے جامع الاصول مین اور صاحب مشکوۃ نے اسماء الرجال مین اسکو مصرح لکھا ہی۔ یہانتک اہل علم کے رسائل وغیرہ سے استنباط کر کے جو کچھ مختصر لکھا گیا درحقیقت وافی ثبوت اس امر کا ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کے حق مین بیشک یہی کہنا چاہئے جو محققین علماء نے بجمع یا متفرق بیان کیا کہ تابعی مجتہد امام زاہد عابد متورع و متقی صاحب فضائل جلیلہ تھے اور چونکہ نفوس اسوقت اعتدال سے خارج ہین لہذا ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین و اجلہ تابعین رحمہم اللہ تعالی سے کم رتبہ ہین جیسے معاصرین و متاخرین سے بڑھے ہوے ہین واللہ تعالی اعلم

المائۃ الثانیۃ۔ دوسری صدی کے فقہاء حنفیہ۔ **ابراہیم** الصائغ بن میمون المروزی۔ فقیہ محدث صدوق تھے روی عن ابی حنیفۃ و عطاء و عنہ حسان بن ابراہیم وغیرہ و اخرج عنہ البخاری تعلیقا و ابو داود و النسائی سندا۔ زرگری و ڈھالنے کا پیشہ اختیار کیا تھا اور صاحب افضل الجہاد تھے کہ ابو مسلم خراسانی کو مکرر سہ کرر منکرات شرعیہ سے نہی منع فرمایا آخر اسنے سنہ ۱۳۱ ہجری مین شہر مرو مین آپ کو شہید کیا مروزی منسوب بمرو بخلاف قیاس ہی۔ **اسرائیل** بن یونس بن ابی اسحق کوفی۔ فقیہ محدث ثقہ ہین مولد سنہ ۱۰۰ ہجری شہر کوفہ ہی اور امام ابو حنیفہ رض و ابو یوسف رح سے فقہ و حدیث حاصل کی اور آپ سے وکیع و ابن مہدی نے روایت کی اور یہی کافی ہی کہ شیخین امام بخاری و مسلم نے آپ سے تخریج کی آپ سنہ ۱۶۱ھ مین فوت ہوے **اسد** بن عمرو بن عامر بجلی از اولاد جریر بن عبد اللہ البجلی صحابی رضی اللہ عنہ امام ابو حنیفہ کے متقدمین اصحاب عشرہ مین سے طویل الصحبۃ فقیہ محدث ثقہ ہین بعد ابو یوسف رح کے خلیفہ رشید کے داماد اور قاضی واسط و بغداد ہوے امام احمد و یحیی بن معین نے توثیق کی اور امام احمد و محمد بن بکار و احمد بن منیع نے آپ سے حدیث روایت کی اور وفات سنہ ۱۹۰ یا سنہ ۱۸۹ھ مین ہوئی۔ **حمزہ** بن حبیب زیات کوفی۔ ابو عمارہ یکی از قراء سبعہ مشہورین سنہ ۸۰ھ مین پیدا ہوے۔ محدث صدوق زاہد پرہیزگار تھے امام ابو حنیفہ سے بہت سی روایتین رکھتے تھے امام مسلم نے آپ سے تخریج کی اور سنہ ۱۵۶ یا ۱۵۸ھ یا کم مین وفات پائی۔ **حماد** بن ابی حنیفہ زاہد عابد پرہیزگار محدث فقیہ تھے۔ ابن عدی نے کہا کہ حافظہ اچھا نہ تھا۔ بعد قاسم بن معن کے کوفہ کے قاضی ہوے اور سنہ ۱۷۶ھ مین انتقال فرمایا **حفص** بن غیاث بن طلق النخعی ابو عمر الکوفی۔ فقیہ محدث ثقہ زاہد متقی منجملہ ان اصحاب امام رح کے جنکے حق مین فرمایا کہ انتم مسار قلبی و جلاء حزنی۔ اخذ الحدیث من الثوری و ہشام بن عروۃ و عاصم وغیر واحد و روی عنہ احمد و یحیی بن معین و القطان وغیر واحد و اخرج عنہ اصحاب الصحاح و تغیر فی آخر عمرہ اور سنہ ۱۹۴ھ مین وفات پائی۔ **حکم** بن عبد اللہ بن سلمہ البلخی ابو مطیع۔ علامہ کبیر ہین فقہ اکبر امام اعظم رح سے روایت کی اور کہتے تھے کہ میرے نزدیک رکوع و سجدہ مین تین بار تسبیح کہنا فرض ہی اور عبد اللہ بن مبارک آپکے علم و دیانت کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے و کان محدثا روی من الامام و ابن عون و مالک وغیرہم و روی عنہ احمد بن منیع و خلاد بن اسلم و جماعۃ فی الحدیث لینا۔ سنہ ۱۹۹ھ مین وفات پائی۔ حکایت ہی کہ خلیفہ نے والی بلخ کے نام جو خط بھیجا اسمین اسی ولیعہد کی نسبت لکھا

کہ - اٰتیناہ الحکم صبیًا - جب آپ نے سنا تو امیر بلخ کے پاس جاکر کئی بار فرمایا کہ تم لوگ دنیاوی رغبت مین کفر تک پہونچگئے
امیر بلخ نے آبدیدہ ہوکر سبب پوچھا تو آپ نے منبر پر چڑھکر مجمع مین اپنی ڈاڑھی پکڑکر رو رو کر فرمایا کہ یہ خطاب الٰہی عزوجل
بحق یحییٰ پیغمبر علیہ السلام ہے جو کوئی کسی اور کو یہ کلمہ کہے وہ کافر ہے تمام لوگ رونے لگے اور جو آدمی یہ خط لائے تھے بھاگ
گئے رحمہ اللہ تعالیٰ **حفص** بن عبدالرحمٰن البلخی معروف نیشاپوری - محدث فقیہ ثقہ تھے نسائی نے آپ سے روایت
کی ہے پہلے بغداد کے قاضی ہوئے پھر چھوڑکر عبادت مین مشغول ہوئے اور سنہ ۱۹۹ھ مین وفات پائی کہتے ہین کہ جب
عبداللہ بن المبارک نیشاپور مین تشریف لاتے تو ضرور آپ سے ملاقات کرتے تھے - حماد بن دلیل قاضی مدائن -
اُن اصحاب امام مین سے تھے جنکے حق مین فرمایا کہ یہ لوگ قضا کی صلاحیت رکھتے ہین کنیت ابوزید ہے اور شرطی
کے لفظ سے معروف ہین جب کوئی شیخ فضیل رح سے مسئلہ پوچھتا تو کہتے کہ ابوزید سے پوچھ لو - ابوداؤد رح نے سنن مین
آپ سے تخریج کی ہے - خالد بن سلیمان - امام اہل بلخ از اصحاب فتوی سنہ ۱۹۹ھ مین چوراسی برس کے ہوکر وفات پائی
داؤد بن نصیر الطائی ابوسلیمان محدث ثقہ فقیہ زاہد معروف نہایت پرہیزگار تھے بیس برس امام ابوحنیفہ کی صحبت
مین رہے - وثقہ ابن معین وغیرہ وروی عنہ ابن عیینۃ واخرج عنہ النسائی - آپ کے حکایات معروف ہین سنہ ۱۶۰ھ
یا سنہ ۱۶۵ھ مین وفات پائی - کہتے ہین کہ آپ نے اپنے باپ سے کچھ دینار میراث پائے انکو کسب حلال جانکر ایک
ایک دانگ روز خرچ کرتے اور گوشہ اختیار کیا تھا اور دعا کی کہ انکے ختم پر میری وفات ہو چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا
اور امام ابویوسف کو بسبب اختیار عہدۂ قضاء کے محبوب نرکھتے اور امام محمد کیطرف متوجہ ہوتے تھے اور صاحبین رح
کو جب کسی مسئلہ مین اشکال ہوتا تو دونون صاحب انھین کے پاس جاتے تھے - آپ اولیاء کے زمرہ مین معدود ہین
زفر بن ہذیل بن قیس العنبری - سنہ ۱۱۰ھ مین پیدا ہوئے - ابوحنیفہ رح اپنے اصحاب مین آپ کی تکریم کرتے تھے اور
آپ کے خطبہ نکاح مین امام رح نے فرمایا کہ ہذا زفر امام من ائمۃ المسلمین الخ - زفر اور داؤد طائی مین برادرانہ اتحاد
تھا پس داؤد رح نے عبادت بخلوت اختیار کرلی اور زفر رح نے خلوت وجلوت دونون کو جمع کیا - شداد نے اسد بن عمرو
سے پوچھا کہ ابویوسف اور زفر مین کون افقہ ہے فرمایا کہ زفر اورع ہین شداد نے کہا کہ مین فقہ مین پوچھتا ہون فرمایا
کہ پوری فقہ بھی تقوی ہے جس سے بڑی بزرگی ہوتی ہے روایت ہے کہ عہدۂ قضاء سے انکار کرنے مین دو مرتبہ انکا
مکان ڈھایا گیا مگر قبول نکیا - زفر فقیہ محدث ہین ابونعیم نے کہا کہ ثقہ مامون ہین سنہ ۱۵۸ھ مین بصرے مین وفات
پائی - زہیر بن معاویہ بن خدیج کوفی سنہ ۱۰۰ھ مین پیدا ہوئے - اصحاب امام مین محدث ثقہ فقیہ تھے وثقہ یحییٰ
بن معین وغیرہ - سمع عن الاعمش ومن فی طبقتہ وروی عنہ یحییٰ بن القطان واخرج عنہ اصحاب الصحاح سنہ ۱۷۳ھ
یا ایک سال زائد مین وفات پائی - سفیان بن عیینۃ - محدث ثقہ حافظ فقیہ امام حجت ہین سنہ ۱۰۷ھ مین پیدا ہوئے
کہتے تھے کہ مجھے پہلے امام ابوحنیفہ رح نے محدث بنایا ہے - اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے بکثرت تخریج کی ہے امام
شافعی رح نے فرمایا کہ اگر امام مالک وسفیان بن عیینۃ نہوتے تو حجاز سے علم جاتا رہتا - یکم رجب سنہ ۱۹۸ھ مکہ معظمہ مین وفات
پائی اور حجون کے پاس مدفون ہوئے - شریک بن عبداللہ کوفی اصحاب امام مین داخل ہین امام آپ کو کثیر العقل
کہتے تھے - تقریب مین ہے کہ پہلے شہر واسط کے قاضی تھے پھر کوفہ کے مقرر ہوئے - عالم زاہد عابد عادل صدوق اور
اہل ہوا وبدعت پر سخت گیری کرنے والے تھے آخر عمر مین حافظہ متغیر ہوگیا تھا سنہ ۱۷۷ھ مین وفات پائی امام مسلم وابوداؤد

حفص
حماد
خالد
داؤد
زفر
زہیر
سفیان
شریک

وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی ہے۔ **شقیق** بن ابراہیم بلخی۔ ابوحنیفہ وعباد بن کثیر واسرائیل سے روایت
کی اور ابو یوسف رح سے کتاب الصلوۃ پڑھی اور مدت تک ابراہیم بن ادہم کی صحبت مین رہے فقیہ زاہد عابد معروف و
مشہور ہین انکا قول ہے کہ رضاے الٰہی چار چیز مین ہے روزی مین امن وکام مین اخلاص اور شیطانی رسوم سے عداوت اور
موت سے موافقت - ۱۷۴ھ مین شہید ہوے متوکل کامل تھے اور زمرۂ اولیاء اللہ تعالی مین انکی کرامات و افعال وارشادات
معروف ہین - **شعیب** بن اسحاق بن عبدالرحمن القرشی الدمشقی - ابوحنیفہ رح کے اصحاب مین سے محدث ثقہ فقیہ جید تھے
انکو مرجیہ کی تہمت دیگئی ہے امام بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی اور دوسری صدی کے ۱۸۹ھ
یا ۱۹۰ھ مین فوت ہوے - **عمرو** بن میمون بن بحر بن سعد بن رماح بلخی - محدث ثقہ فقیہ صاحب حلم وفہم وصلاح تھے بغداد
مین آکر امام ابوحنیفہ رح کی صحبت مین داخل ہوکر فقہ حاصل کی مدت تک نیکی کے ساتھ قاضی رہے آخر عمر مین نابینا ہوکر
۱۷۱ھ مین وفات پائی - امام ترمذی رح نے آپ سے تخریج کی ہے - **عافیۃ** بن یزید بن قیس الازدی - اصحاب ابوحنیفہ رح
مین با اکرام فقیہ محدث ثقہ تھے - اعمش وہشام بن عروہ سے حدیث بھی سنی اور نسائی نے آپ سے تخریج کی ہے ۱۸۰ھ مین
وفات پائی - **عبدالکریم** بن محمد جرجانی - فقیہ محدث مقبول تھے امام ابوحنیفہ رح سے راوی ہین اور ترمذی رح نے
آپ سے تخریج کی ہے اور [illegible] ۱۸۰ھ مین وفات پائی - **عبداللہ** بن المبارک بن الواضح الحنظلی المروزی - ۱۱۸ھ
مین پیدا ہوے ابتدا مین لہو ولعب مین مصروف تھے ایک روز باغ مین بڑا شراب کا جلسہ جمع کیا صبح ہوتے اپنے سرہانے
درخت کے ایک پرندے سے خواب مین سنا کہ یہ آیت پڑھتا ہے - الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل
من الحق - اسی وقت سے تائب ہوکر عابد ہوگئے اور سفر کرکے امام ابوحنیفہ کی صحبت مین آئے اور دیگر ائمہ کبار و
اعلام اخیار سے بھی حدیث وغیرہ کی سماعت کی اور بستان المحدثین مین تفصیل احوال مرقوم ہے اور اول حدیث از کتاب
نقل فرمائی بقولہ حدثنا یونس عن الزہری عن السائب بن یزید ان شریکا الحضرمی ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال ذلک رجل لا یتوسد بالقرآن - امام نووی رح نے مقدمۂ شرح صحیح مسلم مین آپکا ترجمہ ذکر کیا اور فقہ وعلم وزہد وجہاد وغیرہ فضائل
نقل کرکے لکھا کہ اجتمعت فیہ خصال الخیر کلہا - یعنی عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ مین خیر کے جملہ خصائل جمع کردیے گئے تھے
اور نقل کیا کہ ائمہ اعلام مین سے جتنے فضائل انکے بیان ہوے ہین اور کسی کے مذکور نہین ہین اور روایت ہے کہ امام مالک
سواے ابن المبارک رح کے اور کسی کے واسطے جگہ نہین چھوڑتے تھے اور یہ امر گویا مجمع علیہ ہے کہ جامع فضائل وفواضل تھے
اور جہاد سے واپس ہوتے وقت موضع ہیت مین ماہ رمضان ۱۸۱ھ مین مسکینون کی طرح وفات پائی رحمہ اللہ تعالی
نقل ہے کہ وفات کے وقت اس حالت سے بستر خاک پر جان دیتے ہوے دیکھکر آپ کا غلام نصر نام جو معتبرین رواۃ
حدیث سے ہے رونے لگا آپ نے پوچھا تو کہا کہ مجھے ایسی تکلیف کی حالت اسوقت رلاتی ہے آپ نے کہا کہ مت رو کہ مین نے
اللہ تعالی سے دعا کی تھی کہ پروردگار تونگرون کی طرح زندہ رہون اور مسکینون کے ساتھ میری وفات ہو سو اللہ تعالی کی حمد و
ثنا ادا کرتا ہون کہ ایسا ہی ہوا - مروزی نسبت بہ مرو بعض نے کہا خلاف قیاس ہے اور بعض نے اسکی توجیہ خلاف مین
کہا کہ مروی کثیرا معروف منسوب بجانب مرو گاؤن جو واقع عراق قریب بکوفہ ہے اور یہ مرو واقع خراسان ہے فاحفظہ -
مترجم کہتا ہے کہ اس تذکرہ سے استفادہ بطریق اعتبار اس اصل کے تصدیق کرتا ہے جو حدیث صحیح معروف فی باب القدر
سے صریح مستفاد ہے کہ قبولیت ازلی کو کوئی فعل منافی مضر نہین کیونکہ آخر وہی لطف ازلی دستگیر ہوکر منزلت عالیہ مین پہنچاتا ہے

له [illegible] رجوع بکتاب بستان المحدثین [illegible] ۱۲

اور طرد ازلی کو کوئی طاعت وعبادت موافق مفید نہین کہ آخر انجام خراب ہوجاتا ہی جیسے قصہ بلعم باعورا معروف ہی
اللہم انی اعوذ بک من الطرد وسوء الخاتمۃ۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ عیسی بن یونس کوفی محدث ثقہ فقیہ جید تھے
حدیث کو اعمش و مالک رحمہ اللہ تعالی سے سنا اور فقہ کو ابوحنیفہ رح کے اصحاب سے حاصل کیا۔ خلیفہ مامون نے آپکو بتکریم حدیث
کے دس ہزار اشرفی ہدیہ بھیجے آپ نے واپس کردیے اسنے گمان کیا کہ کم سمجھکر پھیرے تو دوچند کردیے۔ الغرض آپ نے پھیرا
اور فرمایا کہ یہ خاک بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق قبول نہین ہی۔ پینتالیس جہاد و پینتالیس حج ادا کیے
امام بخاری ومسلم وغیرہ نے آپ سے تخریج کی ہی اور سال وفات ۱۸۷ھ ہی رحمہ اللہ تعالی۔ علی بن مسہر القرشی الکوفی۔ از اصحاب
ابوحنیفہ رح جامع فقہ وحدیث تھے ثقہ صاحب روایت ودرایت ہین اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی کہتے ہین کہ
امام سفیان الثوری رح نے انھین کے واسطہ سے فقہ ابوحنیفہ رح کو اخذ کیا ہی۔ عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبد الرحمن
الکوفی۔ فقیہ عابد محدث ثقہ جید تھے ابوحنیفہ رح سے ہر چیز مین روایت کی و اعمش و ابن سعید وغیرہم سے بھی راوی ہین
اور آپ سے امام مالک و ابن المبارک وغیرہم نے روایت کی اور اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی ہی اور ۱۹۲ھ
مین وفات پائی۔ علی بن طبیان الکوفی۔ قاضی القضاۃ فقیہ محدث عارف باورع تھے حسن خلق سے ہمیشہ بوریے پر
اجلاس کرتے۔ ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ وفات سنہ ۱۹۲ھ مین ہوئی۔ عمرو بن الدار۔ امام ناصح فقیہ جید محدث
مقبول تھے۔ ابوحنیفہ رح سے فقہ حاصل کی اور امام نے بھی انسے حدیث روایت کی ہی۔ فضیل بن عیاض بن
مسعود التیمی۔ عالم ربانی عارف یزدانی زاہد عابد ثقہ محدث فقیہ صاحب کرامات تھے۔ ابتداء مین رہزنی کرتے تھے
ایک روز متاثر ہوکر توبہ کی اور کوفہ مین آکر امام ابوحنیفہ رح کی خدمت سے فقہ وحدیث کو لیا اور متعدد ائمہ سے سماعت کی
امام شافعی و ابن مہدی وغیرہم نے آپ سے روایت کی اور اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی ہی اور اولیاء کے تذکرہ
مین آپ کے حالات وکرامات مبسوط لکھے ہین اور ابن کثیر رح نے ابن عساکر کی تخریج سے ذکر کیا کہ عبداللہ بن المبارک رح نے
طرطوس مین جہاد کو جاتے ہوئے ایک شخص کو جو حرم محترم جاتا تھا چند اشعار لکھوائے کہ فضیل رح کو یہ خط دیدینا اسنے مکہ معظمہ پہونچ کر
آپ کو دیا اولہ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا لعلمت انک فی العبادۃ تلعب ۔ فضیل دیکھکر روئے اور کہا کہ میرے بھائی نے
مجھے نصیحت فرمائی ہی پھر اس شخص کو ایک حدیث املاء فرمائی اپنی اسناد سے ابوہریرہ رض سے مرفوع کہ ایک شخص نے آنحضرت
صلعم سے ایسی عبادت پوچھی جو جہاد کی برابری کرے آپ نے پوچھا کہ تو ہمیشہ رات و دن بلا درنگ نماز مین
قیام کرسکتا ہی اور ہمیشہ روزہ رکھ سکتا ہی اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو مجھسے نہو سکیگا فرمایا کہ قسم ہی کہ اگر تو اسکو
بھی کرتا تب بھی جہاد کے یکذرہ ثواب کو نہ پہونچتا۔ وقد اوردت الحدیث فی التفسیر مترجما۔ بالجملہ غایت شہرت سے آپ کے
ذکر فضائل کی حاجت نہین ہی رحمہم اللہ تعالی۔ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ
عنہ۔ ابوحنیفہ رح کے ان اصحاب مین سے تھے جنکو فرماتے کہ انتم سار قلبی وجلاء حزنی۔ فقیہ محدث بلیغ العربیہ زاہد سخی
بامروت تھے ابوحاتم نے کہا کہ ثقہ صدوق مکثر الروایۃ ہین۔ فی الصحاح عنہ کثر شئی ۱۷۵ھ مین وفات پائی۔ لیث بن
بن سعد بن عبد الرحمن رحمہ اللہ تعالی۔ تاریخ ابن خلکان مین ہی کہ مین نے بعض مجامیع مین لکھا دیکھا کہ حنفی المذہب
تھے۔ ۹۴ھ مین پیدا ہوے فقیہ محدث ثقہ صدوق جید صاحب ثروت ومقدرت تھے سال مین پانچہزار دینار
کی آمدنی تھی مگر کثرت ایثار وسخاوت سے کبھی زکوۃ واجب نہوتی تھی۔ صحاح مین آپ سے روایات موجود ہین

عیسی
علی
عبداللہ
علی
عمرو
فضیل
قاسم
لیث

اور ائمہ اخبار نے آپ سے روایت کی و کرامات کا تذکرہ طول ہو ۱۵۷ھ مین مصر مین وفات پائی۔ مسعر بن کدام کوفی
طبقہ کبار اتباع مین سے ہین۔ نووی نے شرح صحیح مسلم مین لکھا کہ آپ سفیان بن عیینہ و سفیان الثوری کے استاد ہین
آپکی جلالت قدر و حفظ و اتقان متفق علیہ ہی اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ آپ نے امام ابو حنیفہ و عطاء و
قتادہ سے روایت کی۔ ۱۵۵ھ مین وفات پائی۔ مندل بن علی کوفی۔ اصحاب امام ابو حنیفہ مین فقیہ محدث صدوق تھے
ابوداؤد و ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی ہی ۱۰۳ھ مین پیدا ہوے اور ۱۶۷ھ مین وفات پائی۔ محمد بن الحسن بن الفرقد شیبانی
امام ابو حنیفہ کے اصحاب مین آپ فقہ و حدیث و لغت مین امام ہین حدیث کو ابو حنیفہ و ابو یوسف و مسعر و ثوری و مالک
اور ابن دینار او زاعی وغیرہم سے سنا اور آپ سے امام شافعی و ابو عبید القاسم بن سلام اور ابو حفص کبیر احمد بن حفص و معلی
بن منصور و ابو سلیمان جوزجانی و موسی بن نصیر رازی و اسمعیل و علی بن مسلم و محمد بن سماعہ و ابراہیم بن رستم و ہشام بن عبید اللہ
و عیسی بن ابان و محمد بن مقاتل و شداد بن حکیم وغیرہم نے سنا۔ ابو عبید رح نے کہا کہ مین نے آپ سے زیادہ ماہر قرآن الہی
نہین دیکھا اور عربیت و نحو و حساب مین ماہر تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ فتاوی کتاب الشروط مین امام محمد رح کا قول لغت
مین حجت قرار دیا ہی۔ شامی نے کہا کہ مثل ابو عبید و اصمعی و خلیل و کسائی کے امام ہین لغت مین آپکی تقلید واجب ہی
چنانچہ ابو عبید نے باوجود جلالت قدر کے آپ کے قول سے حجت پکڑی جیسے ابو العباس رح نے اور ثعلب نے سیبویہ کے
ہمسر قرار دیا اور انکا قول حجت مانا۔ امام محمد رح کے فضائل جامع علوم اور کثیر التصانیف و ذکی و بیدار ہونا وغیرہ عموماً مشہور
و معروف ہین اور امام شافعی و احمد رحمہما اللہ تعالے نے انکی تصانیف سے استفادہ کا اقرار کیا اور اہل تذکرہ نے انکے فضائل
مین تطویل کی ہی اور وہ جو بعض تاریخون سے دیکھکر بعضے فضلاء نے انکا اور امام ابو یوسف رح کا معاملتی قصہ نقل کیا
محض لغو و مہمل ہی جیسے عموماً مورخین کے رطب و یابس جمع کرنے کا دستور ہوتا ہی ولیکن عجب اس سے نقل کردینا ان بعض
کا بطریق اثبات ہی غفر اللہ تعالی لنا و لہ و ہو الغفور الرحیم۔ امام محمد رح نے ۱۸۹ھ مین وفات پائی۔ علاوہ نوادر معلی و ابن
سماعہ و ہشام وغیرہ کے آپکی خاص مشہور تصانیف مین سے۔ مبسوط۔ زیادات۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر صغیر۔
سیر کبیر۔ نوادر۔ نوازل۔ رقیات۔ ہارونیات۔ کیسانیات۔ جرجانیات۔ کتاب الدنار۔ موطا۔ مین سرخسی رح نے لکھا
کہ سیر کبیر آخر تصنیفات سے ہی اور مبسوط سب سے اول اسی واسطے اسکو اصل کہتے ہین اور اصول انکے جملہ کتب ہین۔
معروف کرخی انمہ اولیاء الٰہی مین سے معروف ہین قطب الوقت مستجاب الدعوات تھے باپ آپکا فیروز نام نصرانی
تھا اسکی کوشش سے راہب نصرانی و قسیس نے ہرچند شرک تثلیث مین کوشش کی آپ جواب مین توحید ہی کہتے رہے آخراسی
حال مین بھاگ کر حضرت امام السید المعروف علی بن موسی رضا علیہ و علی آبائہ الصلوات والسلام کے پاس آکر
مسلمان ہوگئے چندروز بعد جب گھر واپس ہوے۔ تو والدین نے پوچھا کہ آخر تو نے کس دین کو اختیار کرنا
چاہا فرمایا کہ مین نے دین حق پایا یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حاصل کیا والدین بھی یہ سنکر مسلمان
ہوگئے پھر آپ داؤد طائی شاگرد امام ابو حنیفہ رح کی صحبت مین علوم ظاہر و باطن سے کامل ہوے۔ شامی مین ہی
کہ آپ سے سری سقطی رح نے علوم ظاہری سے مرتبۂ احسان و قبول تک حاصل کیا اور ۲۰۰ھ مین آپ نے وفات
پائی۔ نوح بن ابی مریم ابو عصمہ مروزی۔ فقہ کو امام ابو حنیفہ و ابن ابی لیلی سے حاصل کیا اور حدیث کو حجاج بن ارطاۃ
و زہری وغیرہ سے اور تفسیر کو کلبی رح سے اور مغازی کو ابن اسحق سے حاصل کیا اسی لیے جامع مشہور ہوے شیخ ابو حاتم

نے کہا کہ سوائے صدق کے سب میں جامع ہیں - اہل حدیث و نقاد الرجال کے نزدیک آپ غیر مقبول بلکہ وضاع میں سے ہیں اور سنہ ۱۸۲ھ میں وفات پائی - نوح بن دراج کوفی فقہ میں شاگرد امام ابو حنیفہ رح ہیں اور نیز زفر و ابن شبرمہ و ابن ابی لیلیٰ سے بھی حاصل کی اور حدیث کو زفر و اعمش و سعید بن منصور سے روایت کرتے ہیں ولیکن ابن معین رحمہ اللہ نے کذاب لکھا ہے بایں ہمہ ابن ماجہ نے آپ سے اور نوح بن ابی مریم سے تفسیر میں تخریج کی ہے سنہ ۱۸۲ھ میں وفات پائی
وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی کوفی - فقہ و حدیث کے امام حافظ ثقہ زاہد عابد اکابر تبع تابعین میں سے شیخ شافعی و احمد وغیرہم ہیں - اصحاب حنفیہ کی کتابوں میں آپ کا فقہ حاصل کرنا امام ابو حنیفہ سے مذکور ہے ظاہرا اس سے کم نہیں کہ آپ نے فی الجملہ ضرور امام سے فقاہت کا طریقہ حاصل کیا واللہ اعلم - اور حدیث بھی امام سے روایت کی اور ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتوے دیتے تھے اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ میں نے وکیع سے کوئی افضل نہیں دیکھا - اصحاب صحاح ستہ نے بواسطۂ ابن المبارک و ایک جماعت ائمہ ثقات نے آپ سے تخریج کی ہے وقد اطالوا فی فضائلہ - توفی سنہ ۱۹۷ھ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ - یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن خنیس بن سعد بن عتبہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کنیت ابو یوسف تھی سنہ ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے - فقہ پہلے ابن ابی لیلیٰ سے پھر امام ابو حنیفہ رح سے حاصل کی اور اصحاب امام میں مقدم ہوئے اور قاضی القضاۃ و افقہ العلماء وغیرہ خطاب سے ملقب ہوئے حدیث کو امام اور ایک جماعت ائمہ ثقات مثل سلیمان تیمی و ہشام بن عروہ وغیرہم سے سنا اور مشہور ہے کہ آپ سے امام محمد و امام احمد و بشر بن الولید و یحییٰ بن معین و احمد بن منیع وغیرہم نے روایت کیا اور احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن المدینی نے روایت حدیث میں آپ کے بارہ میں اختلاف نہیں کیا اور کتاب العشر والخراج تصنیف مشہور ہے اور امالی و نوادر وغیرہ معروف ہیں علماء نے انکے بارہ میں بہت تطویل کی اور بعضوں نے سخت سست لکھا والعلم عند اللہ عزوجل سنہ ۱۸۲ھ میں وفات پائی - یحییٰ بن سعید القطان امام حدیث ثقہ متقن باہیبت بالاتفاق ائمہ میں سے ممتاز ہیں سنہ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۹۸ھ میں وفات پائی اور مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے - یوسف بن یعقوب یعنی امام ابو یوسف کے فرزند فقیہ محدث قاضی جہت غربی بغداد تھے سنہ ۱۹۲ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ - یوسف بن خالد السمتی - مولیٰ بنی لیث جو بسبب نیک چال چلن کے سمتی یعنی حسن السمت مشہور ہوئے امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے فقیہ محدث صاحب بصیرت تھے ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی ولیکن تقریب میں متروک لکھا ہے اور طحاوی رح نے مزنی رح سے روایت کی کہ یوسف بن خالد اہل الخیار میں سے ہیں قلت لعلہ ہذا القول ابی حاتم فی بعضہم کان من خیار عباد اللہ ولکنہ کان یکذب یعنی ربما لا یتبین ما القی الیہ فیصیر متکلما بالکذب فافہم - یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کوفی ابو سعید کنیت تھی - چالیس اصحاب ابی حنیفہ جنہوں نے کتب میں تدوین کی انمیں سے آپ عشرۂ متقدمہ میں سے تھے جامع فقہ و حدیث ہیں اور حدیث میں حافظ ثقہ متقن متورع ہیں - ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا کہ علی بن المدینی نے کہا کہ کوفہ میں بعد امام ثوری کے آپ سے زیادہ کوئی اثبت نہ تھا اور نسائی نے آپ کو ثقہ حجت لکھا ہے ولہ فضائل جمۃ فی تاریخ الخطیب وغیرہ بات سنہ ۱۸۲ھ اور صحاح میں آپ سے تخریج موجود ہے رحمہ اللہ تعالیٰ
المائۃ الثالثۃ - حسن بن زیاد کوفی - امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں بیدار مغز دانشمند فقیہ تھے سنہ ۲۰۴ھ ہجری

نوح
وکیع
یعقوب
امام ابو یوسف
یحییٰ
یوسف بن یعقوب
یوسف
یحییٰ بن زکریا
حسن

کے بڑے محب و متبع تھے چنانچہ بحکم حدیث البسوہم مما تلبسون۔ اپنے ممالیک کو اپنے مثل کپڑا پہناتے۔ امام ابوحنیفہ سے کثیر الروایۃ ہین۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو فتوی دیا پھر جانا کہ مجھسے خطا ہوئی تو منادی کرائی کہ مین نے فلان روز فلان مسئلہ کے جواب مین خطا کی ہو جسنے پوچھا تھا وہ آکر صحیح کرلے۔ باوجود فضائل جمہ کے محدثین کے نزدیک ضعیف و متروک الحدیث ہین اور ظاہر السبب نقصان حافظہ کے ہوگا کیونکہ جب قاضی مقرر ہوے تو اجلاس پر اپنا علم سب بھول جاتے یہانتک کہ اپنے اصحاب سے پوچھ کر حکم کرتے پھر دوسرے وقت سب علم مین حافظ ہوتے لہذا قضاء سے استعفا دیا کما ذکرہ السمعانی رہ واخذ عنہ محمد بن سماعۃ و محمد بن شجاع و علی الرازی و عمرو بن مہیر والدخصاف رہ۔ وفات آپ کی سنہ ۲۰۴ھ مین ہوئی۔ من تو الیفہ المجرد والامالی۔ حسن بن ابی مالک فقیہ ثقہ تھے امام ابویوسف رہ سے فقہ لی اور انسے محمد بن شجاع نے اور سنہ ۲۰۴ھ مین وفات پائی۔ موسی بن سلیمان جوزجانی۔ ابوسلیمان کنیت ہی فقیہ متبحر المذہب محدث حافظ اور معلی بن منصور کے مشارک ہین امام محمد رہ سے فقہ پائی اور امالی کو لکھا اور حدیث کو امام ابویوسف و ابن المبارک سے بھی سنا اور کتب اصول امام محمد کو لکھا وانکی سیر صغیر و نوادر معروف ہین سنہ ۲۰۰ھ مین وفات پائی۔ جہان فتاوی مین نسخہ ابی سلیمان مذکور ہو انھین سے مراد ہو یعنی اصول کتب مین آپ کے لکھے ہوے مین یہ لفظ ہی۔ زہد و عبادت کی وجہ سے عہدۂ قضاء سے انکار کیا رحمہ اللہ تعالی۔ یزید بن ہارون الواسطی ابوخالد امام فقیہ محدث ثقہ سمع عن الائمہ کابی حنیفۃ والثوری وروی عنہ ابن معین و ابن المدینی سنہ ۲۰۶ھ مین وفات پائی۔ عصام بن یوسف بلخی ابوعصمہ برادر ابراہیم بن یوسف فقیہ محدث ہین ابوحاتم نے ثقات مین لکھا اور روایت مین چوک جاتے تھے امام ابویوسف سے فقہ حاصل کی ولیکن نماز مین رفع الیدین کیا کرتے تھے سنہ ۲۱۵ھ مین وفات پائی۔ حسین بن حفص فقیہ جید و محدثین کے طبقہ کبارِ عاشرہ مین سے صدوق تھے مسلم و ابن ماجہ نے آپ سے روایت کی۔ فقہ ابویوسف سے حاصل کی اور صفہان کے قاضی رہے اسی لیے فقہ حنفی وہان جاری ہوئی متقی زاہد تھے سنہ ۲۱۲ھ مین انتقال فرمایا۔ ابراہیم بن رستم مروزی۔ فقیہ محدث ثقہ تھے سمع الحدیث عن اسعد بن عمرو البجلی و مالک والثوری و سعید و حماد بن سلمہ و حدث عنہ احمد بن حنبل و زہیر بن حرب۔ اور فقہ کو امام محمد سے حاصل کیا اور جم غفیر نے انسے حاصل کی اور قضاء کے قبول سے انکار کیا حج سے واپسی مین نیشاپور مین سنہ ۲۱۱ھ مین وفات پائی۔ معلی بن منصور الرازی۔ فقیہ از ثقات حفاظ حدیث ہین فقہ مین امام ابویوسف و امام محمد کے اصحاب کبار مین سے ہین اور حدیث کو مالک ولیث و حماد اور ابن عیینہ سے سماعت کیا اور انسے ابن المدینی و ابن ابی شیبہ نے و امام بخاری نے غیر جامع مین و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا۔ صاحب تقوی و تدین اور متبع سنت تھے سنہ ۲۱۱ھ مین انتقال فرمایا۔ امام ثانی و ربانی کے کتب و امالی و نوادر آپ سے مروی ہین۔ ضحاک بن مخلد بن مسلم البصری۔ امام ابوحنیفہ کے اصحاب مین سے محدث ثقہ فقیہ متقن تھے ابوعاصم کنیت و نبیل سے معروف تھے اصحاب صحاح ستہ نے انسے تخریج کی سنہ ۲۱۲ھ مین فوت ہوے۔ ثلاثیات بخاری کے رواۃ مین سے ہین۔ اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ الامام۔ فقیہ عابد زاہد صالح متدین امام وقت تھے ابوسعید بردعی نے انسے فقہ پڑھی اور انھون نے اپنے والد حماد و حسن بن زیاد سے پڑھی اور حدیث عمرو بن ذر اور مالک بن مغول و ابن ابی ذئب و قاسم بن معن وغیرہم سے سنی اور انسے سہل بن عثمان و عبد المومن بن علی نے سماعت کی اور سنہ ۲۱۲ھ مین جوانی انتقال کیا

بشر

بابت فقہ و ردقدریہ و مرجیہ مین توالیف ہین - بشر بن ابی ازہر نیشاپوری کوفہ کے مشہور فقہا رمین سے ثقہ محدث ہین
فقہ امام ابو یوسف سے اور حدیث ابن المبارک و ابن عیینہ و شریک سے سنی و انسے علی بن المدینی و محمد بن یحیٰی
ذہلی نے روایت کی ۲۱۳ھ مین فوت ہوے امام ابو یوسف سے فقہ کی روایات انسے مروی ہین - خلف بن ایوب

خلف

بلخی - امام محمد و زفر کے اصحاب مین سے فقیہ محدث عابد زاہد صالح تھے فقہ امام ابو یوسف سے اور حدیث اسرائیل و
اسد بن عمرو اور معمر سے سنی اور انسے امام احمد و ابو کریب وغیرہم نے روایت کی و فی جامع الترمذی عنہ خصلتان لا تجتمعان
فی منافق حسن سمت و فقہ فی الدین - مدت تک ابراہیم بن ادہم کی صحبت مین رہے اور طریق زہد حاصل کیا انکے
مسائل مین سے ہی کہ مین ایسے شخص کی گواہی قبول نکرونگا جو مسجد مین فقیر کو سوال پر خیرات دے - ایک دفعہ
سخت بیمار ہوے تو اصحاب سے کہتے کہ مجکو نماز کے لیے کھڑا کرو اور تکبیر کے وقت تک مدد دیکر چھوڑ دیناپس
باقی نماز تندرستون کی طرح ادا کرلیتے جب سلام پھیرتے تو شدت ضعف سے گر پڑتے - لوگون نے سبب پوچھا
تو فرمایا کہ مرض فرمان آلہی کی برابری نہین کرسکتا - اور ایسے ہی حکایات بہت لطیف بکثرت مروی ہین
عارف باللہ تعالی صالح تھے جنکے طفیل مین دوسرون کی نجات ظاہر ہوتی ہی ۲۱۵ھ مین انتقال فرمایا رحمہ
اللہ تعالی فتاوی مین آپ سے اپنے استاد اسد سے مسائل مروی ہین - محمد بن عبد اللہ بن المثنی بن عبد اللہ

محمد

بن انس بن مالک الانصاری صحابی رضی اللہ عنہ و اکثر کہا جاتا ہی محمد بن المثنی جیسے احمد بن محمد بن حنبل کو احمد بن
حنبل کہتے ہین - امام زفر کے اصحاب مین سے محدث ثقہ فقیہ جید تھے ائمہ صحاح ستہ نے آپ سے باکثرت روایت
کی و امام احمد و ابن المدینی نے بھی - عسکر بغداد و بصرے کے قاضی رہکر ۲۱۵ھ مین وفات پائی - ابراہیم بن الجراح

ابراہیم

الکوفی فقیہ محدث تھے فقہ و حدیث کو امام ابو یوسف سے اخذ کیا اور امالی کو لکھا اور ۲۱۷ھ مین انتقال فرمایا علی بن معبد

علی

بن شداد الرقی - امام احمد کے طبقہ مین سے فقیہ محدث ثقہ مستقیم الحدیث حنفی المذہب تھے امام محمد سے جامع صغیر و کبیر
روایت کی اور حدیث کو امام محمد و امام شافعی و ابن المبارک و مالک وغیرہم ائمہ سے سنا اور انسے اسحاق بن منصور و
یحیی بن معین و یونس بن عبد الاعلی و محمد بن اسحاق وغیرہم ثقات کثیر نے روایت کیا و اخرج عنہ الترمذی والنسائی
اور ۲۱۸ھ مین انتقال فرمایا - احمد بن حفص المعروف بابی حفص الکبیر البخاری - فقہ و حدیث مین تلمیذ امام محمد اور

احمد

صالح زاہد معروف فقیہ ہین - تذکرات مین لکھا ہی کہ آپ کے زمانہ مین امام بخاری صاحب صحیح آئے اور فتوی دینے
لگے آپ نے انکو منع کیا کہ تم لائق فتوی نہین ہو مگر انھون نے نہ مانا ایک روز لوگون نے دریافت کیا کہ دو لڑکون نے
ایک گاے کا دودھ پیا تو کیا حکم ہی امام بخاری نے جواب دیا کہ انمین حرمت رضاعت متحقق ہوگئی - فقہاء نے یہ حال دیکھکر
ہجوم کرکے انکو بخارا سے نکالدیا - فاضل لکھنوی مرحوم نے اپنے رسالہ تراجم مین یہ قصہ لکھکر کہا کہ ہمارے اصحاب کی کتابون
مین یون ہی مذکور ہی لیکن امام بخاری کی دقت نظر و متانت استنباط و جودت فکر سے مجھے یہ قصہ بعید معلوم ہوتا ہی -
مترجم کہتا ہی کہ بے شبہہ یہ قصہ جعلی کسی نے الحاق کیا ہی ورنہ بخاری رح بہت دقیق الاستنباط ہین کہان انکے صحیح دقائق
و واضح اجتہادات اور کہان یہ بالکل جہالت کا قصہ جو سخت تعجب کا باعث ہی اور ہرگز قابل تسلیم نہین ہی امام بخاری
کی وسعت نظر و فکر کمال اشتہار سے مستغنی از بیان ہی اگر کوئی مستور الحال آدمی ہوتا تو شاید اشتباہ ہوجاتا مگر واضع نے فضلیت
ہونے کو یہان تعصب سے کور ہوکر یہ قصہ وضع کیا ہکذا ینبغی الاعتقاد بشان الائمہ و اللہ تعالی اعلم بحقیقۃ الحال شداد

شداد

بن حکیم بلخی - امام زفر کے اصحاب مین سے فقیہ محدث واحمد بن ابی عمران شیخ الطحاوی کے استاد تھے - ابو عاصم ضحاک بن مخلد رحہ نے بعد وفات امام ابوحنیفہ رحہ کے انکی صحبت اختیار کی - پہلے آپ نے قضاے بلخ سے انکار کیا پھر ایک مدت بعد خود چاہی تو لوگون نے ملامت کی فرمایا کہ پہلے میرے سوا اور لوگ صالح تھے اب خوفناک ہون کہ شاید مجھسے مواخذہ کیا جاوے - خلف بن ایوب سے روایت ہی کہ ایک مرتبہ آپ کی جورو نے باندی کے ہاتھ آپ کے پاس طعام سحری بھیجا اسکو وہان دیر ہوئی تو جورو نے باندی کو متہم کیا آپ نے فرمایا کہ جانے دو مگر اسنے ہٹ کی آپ نے اثنائے گفتگو مین کہا کہ کیا تو علم غیب جانتی ہی کیونکہ تہمت بری ہی اسنے کہا کہ ہان جانتی ہون آپ نے امام محمد رحہ کو صورت حال سے آگاہ کرکے حکم مانگا امام رحہ نے لکھا کہ نکاح کی تجدید کرلو اور وجہ یہ تھی کہ عورت مرتدہ کے حکم مین ہوگئی لہذا بعد توبہ کے اسسے دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوئی سنہ ۲۲۱ھ مین وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ -

عیسیٰ

عیسیٰ بن ابان بن صدقہ قاضی ابوموسی رحہ حافظ الحدیث فقیہ جید تھے فقہ امام محمد سے اور حدیث اسمعیل بن جعفر وہاشم بن بشیر ویحیی بن زکریا بن ابی زائدہ وامام محمد وغیرہم سے حاصل کی اور مکثر الحدیث تھے - ابن سماعہ کی روایت مین ہی کہ ابتداء مین امام محمد رحہ کی مجلس سے نفرت کرتے اور کہتے کہ ہم حافظ الاحادیث ہوکر ایسی مجلس مین نہین جاتے جہان حدیث سے مخالفت ہو ایک روز باصرار ہمنے لیجاکر بٹھایا امام محمد رحہ نے فرمایا کہ بھتیجے تمنے کس بات مین ہماری مخالفت دیکھی عیسی رحہ نے پچیس مقامات مین حدیث سے اعتراض کیا - امام محمد بیٹھ گئے اور ہر ایک کا جواب بدلائل شرعیہ واصول حدیث کے مع شواہد وغیرہ اچھی شرح وبسط سے دیا کہ انکو پوری تسکین ہوگئی اور پھر امام محمد رحہ کی صحبت ضروری سمجھکر چھ مہینے تک انسے فقہ کو اخذ کیا - اور نوادر کو روایت کرتے ہین سنہ ۲۲۱ھ مین انتقال فرمایا - کتاب الحج آپ کی تصنیف سے ہی -

نعیم

نعیم بن حماد بن معاویہ مروزی محدث صدوق فقیہ عارف فرائض ہین - حدیث مین اکثر چوک جاتے ہین - ابن عدی رحہ نے ان احادیث کو جمع کرکے کہا کہ انکے سوا باقی احادیث آپ کی روایت مستقیم ہین - ابن معین وبخاری کے شیخ ہین اور امام ابوحنیفہ رحہ سے وتر فرض ہونے کو انھین نے روایت کیا - مصر مین تھے جب قرآن مخلوق ہونے کا قول وہان بدعت نکلا اور آپ نے اسپر کفر کا فتوی دیا تو وہان سے نکالے گئے اور آخر قید مین سنہ ۲۲۹ھ مین وفات پائی -

فرج

فرج مولی امام ابویوسف - فقیہ جید ومحدث ثقہ ہین جماعت ائمہ حدیث مثل شیخین وامام احمد کے آپ کی توثیق کی اور حدیث لی ہی - طحاوی نے بواسطۂ شیخ احمد بن ابی عمران کے انسے روایت کی کہ امام ابویوسف جب کسی کی ملاقات سے کراہت کرتے تو تکیہ پہ سر رکھکر کہتے کہ کہدو کہ ابھی تکیہ پہ سر رکھا ہی وہ گمان کرتا کہ ابھی سوے ہین لہذا واپس جاتا فقہ امام ابویوسف سے حاصل کی سنہ ۲۳۳ھ مین وفات پائی -

اسمعیل

اسمعیل بن ابی سعید الجرجانی - امام محمد کے اصحاب مین فقیہ محدث ہین - حدیث کو یحیی القطان رحہ وابن عیینہ رحہ سے بھی سنا - ومن عجائب توالیفہ فی الفقہ البیان اورد فیہ اجوبۃ مسائل عن محمد ثم اعترض علیہا وفات سنہ ۲۳۰ھ مین ہوئی -

علی بن جعد

علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی - امام ابویوسف کے اصحاب مین حافظ الحدیث ثقہ متقن تھے حدیث کو طبقہ جریر بن عثمان وشعبہ ومالک وغیرہم سے سنا - آپ سے امام بخاری وابوداؤد وابن معین وغیرہم نے روایت کیا اور حدیث کو کمال حفظ سے ایک ہی لفظ پر ہمیشہ روایت کرتے - ابوحاتم نے کہا کہ مین نے ایسا کوئی نہین دیکھا محاملی نے کہا کہ وہ جہمیہ سے متہم ہین عبدوس رحہ نے کہا کہ یہ غلط مشہور ہوگیا بلکہ آپکا بیٹا قاضی بغداد البتہ قول جہم بن صفوان کا قائل تھا - سنہ ۱۳۴ھ مین پیدا ہوئے سنہ ۲۳۲ھ مین

انتقال کیا (نصر) نصر بن زیاد نیشاپوری فقیہ محدث امر بالمعروف ونہی عن المنکر مین ثابت قدم تھے فقہ امام محمد سے اور حدیث
ابن المبارک سے لی اور ۲۳۳ھ مین انتقال فرمایا (محمد) محمد بن سماعہ بن عبداللہ کوفی - فقیہ محدث حافظ صدوق تھے فقہ صاحبین
سے اور حدیث بھی اور لیث بن سعد سے بھی حاصل کی - ان سے احمد بن ابی عمران ابو علی الرازی و عبداللہ بن جعفر وغیرہم
(حاتم) نے روایت کی ۲۳۳ھ مین فوت ہوے - نوادر ابن سماعہ انکی تصنیف ہین وادب القاضی ومحاضر وسجلات معروف ہین - حاتم بن اسمعیل
الاصم بلخی اولیا کبار مین سے ہین اور صاحب مقامات ہین فقہ و طریقت کو شفیق بلخی سے لیا - آپ کا قول ہے کہ بغیر فقہ
کے عبادت کرنے والا جیسے چکی چلانے کا گدھا - امام احمد نے آپ سے پوچھا کہ آدمیون سے کیونکر خلاصی ہو فرمایا کہ یا تو
انکو کچھ قرض دیکر پھر نہ مانگے - یا انکے حقوق ادا کرے اپنے حقوق نہ چاہے یا انکے مکروہات کو فقہ نفس سے اٹھاوے
(بشر) اور خود کچھ نہ پہونچاوے - اور صحیح یہ ہے کہ حاتم اصم مشہور ہوگئے درحقیقت بہرے نہ تھے ۲۳۷ھ مین وفات پائی - بشر
بن الولید بن خالد کندی - امام ابو یوسف کے اصحاب مین سے ہین فقیہ محدث ثقہ متدین صالح عابد تھے امام ابو یوسف
سے امالی کو روایت کیا اور حدیث کو دیگر ائمہ سے بھی مانند مالک و حماد بن زید رحمہم اللہ کے سنا اور آپ سے ابو داؤد
والبو یعلی وابو نعیم وغیرہم نے روایت کی دارقطنی نے کہا ہوثقہ - بعد کبر سنی کے ۲۳۸ھ مین وفات پائی رحمہ اللہ تعالی
(داود) داؤد بن رشید خوارزمی - امام محمد وحفص بن غیاث کے اصحاب مین سے فقیہ محدث ثقہ تھے یحیی بن معین رح نے توثیق
کی اور امام مسلم وابو داؤد وابن ماجہ ونسائی نے آپ سے روایت کی اور امام بخاری رح نے بھی ۲۳۹ھ مین وفات
(ابراہیم) پائی - نوادر مین آپ کی کتاب بنام نوادر داؤد بن رشید مشہور ہے اور فتاوی مین اسی سے حوالہ ہے - ابراہیم بن یوسف
بن میمون بن قدامہ بلخی - اپنے وقت کے شیخ اکمل محدث ثقہ فقیہ تھے - ابو حنیفہ کے اصحاب مین آپ کو بہت توقیر
حاصل تھی مدت تک امام ابو یوسف کی صحبت مین رہے حدیث کو سفیان بن عیینہ و وکیع و اسمعیل بن علیہ و حماد بن
زید سے سنا ہے اور امام مالک سے صرف یہ حدیث مالک عن نافع عن ابن عمر رض کل مسکر خمر وکل مسکر حرام - سبب یہ ہوا
کہ مجلس مین قتیبہ بن سعید موجود تھے جنھون نے امام مالک سے کہا کہ یہ شخص ارجاء ظاہر کرتا ہے یعنی مرجیہ ہے امام مالک
نے مجلس سے اٹھا دیا جس سے یہی ایک حدیث سماعت کرنے پائے - حدیث کو فقہ کے بعد حاصل کیا اور امام ابو یوسف
سے روایت کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ کسی کو ہمارے قول پر فتوی دینا نہین جائز ہے جبتک یہ نہ جانے کہ
ہمنے کہان سے لیا ہے یعنے دلیل از شرع نجانے - روایت ہے کہ ہر روز بعد نماز فجر سے بلخ کے گرد پھرتے جو قبر شکستہ دیکھتے
اُسکو ہاتھ سے درست کر دیتے اور راستون کو صاف کرتے اور ظہر کو ویرانہ مین مسجد تھی وہان جاکر اذان دیتے اور فقہاء
وزہاد وعباد جمع ہوکر آپ کے پیچھے نماز پڑھتے - ایک دفعہ امیر بلخ نے فقہاء سے کہا کہ مین آپ کے شیخ سے چند باتین
دریافت کرنا چاہتا ہون مگر میرے پاس نہین آتے - انھون نے کہا کہ کسی کے پاس نہین جاتے - کہا کہ مین جاؤن
کہنے لگے کہ مگر وے بات نہ کرینگے ہان ویرانہ والی مسجد مین بعد نماز کے تو کہنا کہ رحمک اللہ تو شاید تیری طرف متوجہ ہونگے
اسنے یہی کیا پھر جوابات حاصل کرنے کے بعد کہا کہ مین بلخ کا حاکم ہون اگر کوئی خدمت ضروری ہو تو بجا لاؤن آپ
بلا تامل فرماوین - آپ یہ سنکر رونے لگے اور فرمایا کہ میرا خون پانی ہو گیا کہ مین نے تیرے ایک سپاہی کو دیکھا جسنے کبوتر
پر اپنا باز چھوڑا جسکے صدمہ چنگل سے وہ کبوتر زمین پر لوٹتا تھا مگر وہ سپاہی کچھ رحم نہین کرتا تھا - امیر نے تمام قلمرو مین حکم
جاری کیا کہ ہرگز کوئی شخص شکاری جانور نہ پالے - امام نسائی نے آپ کی توثیق ظاہر کی اور آپ سے روایت کی ہے

(یحیی) وفات سنہ ۲۴۲ھ مین ہوئی۔ یحیی بن اکثم مروزی۔ فقیہ محدث صدوق تھے آخر فرائض مین آپ سے حکایت لطیفہ اس
فتاوی مین مذکور ہی۔ حدیث امام محمد وابن المبارک وسفیان وغیرہم سے سنی اور آپ سے ترمذی نے اور غیر جامع مین
(ہلال) بخاری نے روایت کی خطیب نے کہا کہ بدعت سے سلیم وسنت پر مستقیم تھے۔ سنہ ۲۴۳ھ مین انتقال فرمایا۔ ہلال بن یحیی
بن مسلم۔ فقیہ محدث تھے۔ امام ابو یوسف وزفر سے فقہ اور ابو عوانہ وغیرہ سے حدیث سنی اور آپ سے شیخ بکار بن قتیبہ نے
(خالد) روایت کی سنہ ۲۴۵ھ مین وفات پائی۔ ایک کتاب شروط مین اور دوسری احکام مین آپ سے معروف ہین۔ خالد
بن یوسف بن خالد السمتی۔ فقیہ محدث ہین۔ ابو حاتم نے کہا کہ جو احادیث اپنے والد کے سواے اورون سے
(ایوب) روایت کین معتبر ہین سنہ ۲۴۹ھ مین وفات پائی۔ ایوب بن حسن نیشاپوری۔ فقیہ مستجاب الدعوات شاگرد امام محمد مین
(اسحاق) سنہ ۲۵۱ھ مین فوت ہوے۔ اسحاق بن بہلول۔ فقیہ حافظ محدث شاگرد حسن بن زیاد وغیرہ فقہ مین وشاگرد اپنے
(احمد) باپ کے وابن عیینہ ووکیع وغیرہم کی حدیث مین ہین سنہ ۲۵۲ھ مین فوت ہوے متضاد فقہ مین تالیف ہی۔ احمد بن عمر
بن مہیر خصاف۔ کنیت ابو بکر ہی فقیہ اجل محدث زاہد ورع تھے۔ فقہ اپنے باپ وحسن بن زیاد سے پڑھی اور حدیث
اپنے باپ وعاصم وابو داؤد طیالسی ومسدد بن مسرہد بن مسربل وابن المدینی وفضل بن دکین وغیرہم سے سنی۔
نعلین وموزہ دوزی کی کمائی سے بسر کرتے تھے سنہ ۲۶۱ھ مین وفات پائی۔ تصنیفات مین سے کتاب الخراج
وکتاب الحیل وکتاب الوصایا وکتاب الشروط صغیر وکبیر اور کتاب المناسک وکتاب الرضاع وکتاب المحاضر والسجلات
کتاب ادب القاضی۔ کتاب النفقات۔ احکام العصیر ودرع الکعبۃ۔ کتاب الوقف۔ وکتاب اقاریر الورثہ۔ کتاب النفقہ
(ابراہیم) وکتاب المسجد والقبر ہین اس فتاوی مین کثرت سے آپ کی تصانیف سے حوالہ ہی۔ ابراہیم بن ادہم البلخی فقیہ
محدث صدوق زاہد معروف از اولیاء الٰہی عز وجل صاحب کرامات مشہورہ ہین بادشاہی ترک کرکے زاہد ہوے مدت
تک ابو حنیفہ سے علم حاصل کیا پھر فضیل بن عیاض رح سے خرقہ ارادت پہنا اور تقریب مین ہی کہ ثقہ صدوق زاہد
(محمد بن احمد) معروف اور سنہ ۱۶۲ھ مین فوت ہوے۔ محمد بن احمد بن حفص۔ معروف بہ ابو حفص صغیر فقہ مین اپنے والد ابو حفص کبیر
(محمد بن شجاع) کے شاگرد اور طلب حدیث مین امام بخاری کے رفیق تھے سنہ ۲۶۴ھ مین فوت ہوے۔ محمد بن شجاع البلخی بالثاء المثلثۃ
والجیم قیل لانہ یبیع الثلج وقیل لانہ من اولاد ثلج بن عمر بن مالک۔ فقہ مین شاگرد حسن بن مالک وحسن بن زیاد ہین
اور حدیث مین یحیی بن آدم وابو اسامۃ ووکیع وغیرہم ائمہ سے ہین علم کے دریا تھے اہل حدیث نے مشبہہ کی تہمت کے
سبب ترک کیا اور کہا گیا کہ مشبہہ کی تائید مین احادیث وضع کرتے تھے۔ اور جواب دیا گیا کہ انھون نے مشبہہ کے رد مین
کتاب لکھی پھر کیونکر یہ تہمت درست ہو سکتی ہی۔ سنہ ۲۶۶ھ مین وفات پائی ہی تصانیف مین سے کتاب تصحیح الآثار۔ نوادر
کتاب المضاربۃ۔ المناسک الکبیر۔ الرد علی المشبہۃ ہین۔ اس فتاوی مین بعض مشائخ بلخ سے ہی کہ اسکے اساتذہ بڑے
(نصیر بن یحیی) بڑے ہین وہ کوئی بات بے اصل معتمد نہین کہتا ہی واللہ اعلم۔ نصیر بن یحیی بلخی۔ تلمیذ ابو سلیمان الجوزجانی سنہ ۲۶۸ھ مین
(محمد بن الیمان) فوت ہوے وفتاوی مین حوالہ ہی۔ محمد بن الیمان سمرقندی۔ از طبقہ ابی منصور ماتریدی متوفی سنہ ۳۳۳ھ ولہ معالم الدین
(بکار) وغیرہ۔ بکار بن قتیبہ قاضی مصری۔ فقہ از یحیی بن ہلال رازی وامام زفر۔ حدیث از ابو داود الطیالسی واقرانہ وروی
عنہ ابو عوانہ وابن خزیمۃ فی صحیحیہما والطحاوی المتوفی سنہ ۲۷۰ھ از تصانیف کتاب الشروط وکتاب المحاضر والسجلات اور
(محمد بن سلمۃ) کتاب الوثائق والعقود۔ محمد بن سلمۃ بلخی۔ فقیہ کامل ہین شداد بن حکیم وجوزجانی سے اور بغداد مین محمد شجاع بلخی سے

فقہ پڑھی اور انسے ابوبکر اسکاف نے حاصل کی اور سنہ ۲۸۶ھ مین وفات پائی - حکایت ہی کہ ابونصر محمد بن سلام کو قبل وفات کے وصیت کی کہ اپنی زبان اہل القبلہ کے حق مین روکو - بادشاہون و امیرون کے دروازہ پرست جاؤ - دنیا مت چاہو ورنہ اپنے خالق عز و جل و آخرت کو نہ پاؤ گے اور اگر آخرت چاہو تو اللہ تعالے راضی ہوگا اور دنیا بھی ملجائیگی - آپ کے استنباطات سے فتاوی مین حوالہ ہی - محمد بن ازہر خراسانی - مرجع فتاوے و نوازل تھے سنہ ۲۸۹ھ مین فوت ہوے - سلیمان بن شعیب از اصحاب امام محمد رح فقیہ ہین نوادر کو لکھا اور انسے طحاوی نے روایت کی سنہ ۲۷۸ھ مین فوت ہوے - احمد بن ابی عمران شیخ الطحاوی فقیہ محدث ہین فقہ از ابن سماعہ و بشر بن الولید - اور حدیث از علی بن عاصم و شعیب بن سلیمان و علی بن الجعد و محمد بن المثنی - ابن یونس نے تاریخ مین توثیق کی سنہ ۲۸۰ھ مین فوت ہوے - احمد بن محمد بن عیسی برتی - فقیہ محدث ہین فقہ از ابوسلیمان و یحیی بن اکثم - اور حدیث عن جمع من الائمہ - خطیب نے کہا کہ ثقہ حجت تھے - سنہ ۲۸۰ھ مین فوت ہوے - محمد بن احمد بن موسی - فقیہ محدث مرضی ہین سنہ ۲۸۶ھ مین فوت ہوے - عبدالحمید بن عبدالعزیز قاضی القضاۃ بغدادی فقیہ ثقہ متقی ہین فقہ از عیسی بن ابان وغیرہم سے پڑھی اور آپ سے طحاوی و ابوالطاہر دباس وغیرہ نے لیا سنہ ۲۹۲ھ مین فوت ہوے و من توالیفہ المحاضر و السجلات و ادب القاضی فی الفرائض - محمد بن مقاتل رازی - اصحاب امام محمد مین سے فقیہ محدث تھے حدیث طبقہ وکیع سے سنی وقیل ضعیف فی الحدیث - موسی بن نصر رازی از اصحاب محمد رح کنیت ابوسہل تھی آپ سے ابوسعید بردعی و ابوعلی دقاق نے فقہ حاصل کی - ہشام بن عبداللہ رازی - امام ابویوسف رحمہ اللہ و محمد رح کے فقہ مین اور امام مالک کے حدیث مین شاگرد ہین ابن حبان نے کہا کہ ثقہ ہین ابو حاتم نے کہا کہ صدوق ہین و لہ کتاب النوادر وغیرہ - علی الرازی - عالم عارف زاہد ورع ہین شاگرد حسن بن زیاد ہین کتاب الصلوۃ مشہور تصنیف ہی - ہدایہ مین انکو مقلدین مین گنا حالانکہ بعضے متاخرین کو اصحاب ترجیح مین شمار کیا گیا ہی فاضل لکھنوی مرحوم نے لکھا کہ لوگون کی فضیلت زمانہ پر موقوف نہین بلکہ بحسب قوت و اصابت ہی اسی واسطے شمس الدین احمد بن کمال پاشا اور ابوالسعود عمادی باوجود کثرت تاخر کے اصحاب ترجیح سے ہین قلت قد اشرت الی ما ہو الحق عندی فی بحث الاجتہاد فتدبر فیہ - ابوعلی الدقاق - فقیہ زاہد معروف ہین تفقہ علی موسی بن نصر الرازی و اخذ عنہ ابوسعید البردعی رح و لہ کتاب الحیض - احمد بن اسحق جوزجانی ابوبکر تلمیذ ابوسلیمان الجوزجانی فقیہ معتبر ہین کتاب الفرق و التمیز و کتاب التوبہ تالیف کی ہین

المائۃ الرابعۃ - صدی چہارم - محمد بن سلام بلخی ابونصر - فقیہ معاصر ابوحفص کبیر ہین سنہ ۳۰۵ھ مین فوت ہوے انکا فتاوی مین آپ کا ذکر جا بجا آیا ہی - محمد بن خزیمہ - از مشائخ بلخ صاحب اختیارات فی المذہب ہین سنہ ۳۱۱ھ مین فوت ہوے - احمد بن الحسین ابوسعید بردعی - فقیہ معروف ہین تفقہ علی اسمعیل بن حماد و ابی علی الدقاق و اخذ عنہ ابوالحسن الکرخی و الدباس و الطبری سنہ ۳۱۷ھ مین شہید ہوے - مکحول نسفی تلمیذ ابی سلیمان رح متوفی سنہ ۳۱۸ھ انکی کتاب لؤلؤیات و کتاب الشعاع ہی اسمین امام ابوحنیفہ سے یہ روایت درج ہی کہ جسنے نماز مین رفع الیدین کیا اسکی نماز فاسد ہی - فاضل لکھنوی مرحوم نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ کیونکر ایسے فعل سے نماز فاسد ہوگی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی اور زعم کیا کہ امام ابوحنیفہ رح سے اس مسئلہ مین کچھ ثابت نہین سوتا نیمر انکیہ

انکا مذہب عدم الرفع ہے - مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے متعصب مجتہد اس دلیل سے کہتے ہین کہ یہ عمل کثیر ہے اور بحکم اسکنوا
فی الصلوٰۃ نماز مین سکون کا حکم ہے وہ رب مجھے خوف ہے کہ شاید کسی رکن رکوع وغیرہ کو عمل کثیر نہ بتلادین - و لہذا یقول الفاضل
اللکھنوی الی اللہ المشتکی من صنیع ہولاء - اور مترجم کہتا ہے کہ اللھم اہدہم و وفقہم العمل للآخرۃ واجعل ہم الدنیا ہونا علیہم
ولا تجعلنا من قلت فہم ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون - ویا اہل الاسلام اتقوا اللہ عز وجل وکونوا عباد اللہ اخوانا -

احمد

احمد بن محمد بن علامہ الطحاوی - فقیہ معتمد محدث ثقہ جید ہین اور کثرت اشتہار سے حاجت تطویل نہین ہے سمع الحدیث
عن والدہ محمد بن سلامہ و یونس بن عبد الاعلی و بحر بن نصر وغیرہم و روی عنہ الطبرانی و ابو بکر المقری وغیرہم اور آپ سے
ابو بکر محمد بن منصور دامغانی نے فقہ حاصل کی - وفات آپ کی سنہ ۳۲۱ھ مین ہوئی - آپ کی تصانیف کثیرہ مفیدہ معروفہ
ہین جیسے معانی الآثار، مشکل الآثار - احکام القرآن، مختصر الطحاوی - شرح جامع کبیر و صغیر - کتاب الشروط - کتاب
السجلات والوصایا والفرائض - تاریخ کبیر - مناقب ابی حنیفہ - نوادر و اختلاف الروایات وغیرہا -

اسحٰق

اسحٰق بن ابراہیم
شاشی - شیخ عالم ثقہ ہین جامع کبیر امام محمد کو زید بن اسامہ عن ابی سلیمان رح روایت کیا سنہ ۳۲۵ھ مین فوت ہوئے -

احمد بن عبد الرحمن

احمد بن عبد الرحمن سرخکی کنیت ابو حامد تھی محمد بن زید سے کتب حفص بن عبد الرحمن کو روایت کیا اور سنہ ۳۱۶ھ مین
فوت ہوئے -

محمد

محمد بن احمد ابو بکر الاسکاف بلخی - فقیہ جلیل ہین محمد بن سلمہ سے پڑھا اور انسے فقیہ ابو جعفر نے پڑھا سنہ ۳۳۳ھ
مین فوت ہوئے تیس سال سے وفات تک دائم الصوم تھے فتاوی مین اکثر حوالہ ہے -

احمد بن عباس

احمد بن عباس ابو نصر سمرقندی
فقیہ جید ہین ابو بکر احمد بن اسحٰق تلمیذ ابو سلیمان سے فقہ پڑھی اور انسے جماعت کثیر نے استفادہ کیا آخر کفار حرب کے
ہاتھون شہید ہوئے -

محمد بن محمد

محمد بن محمد بن محمود ابو منصور ماتریدی - مشائخ معروفین سے معتمد صاحب زہد و کرامات ہین
تصحیح عقاید و رد اہل الاہواء والبدعہ مین تصانیف معروف ہین و فقہ مین بھی ماخذ الشرائع ہے سنہ ۳۳۳ھ مین با وضوء
فوت ہوئے -

محمد بن محمد

محمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ المعروف بحاکم الشہید فقیہ متبحر حافظ الحدیث ہین اور ابو عبد اللہ حاکم
صاحب مستدرک آپ سے مستفید ہین کتاب منتقی و کافی و مختصر حاکم آپ سے معروف ہین کافی مین اصول کتب امام
محمد سے چن لیا اور مکررات کو حذف کر دیا اور یہ درحقیقت بہت مشکل کام ہے اور شاید مجموع معانی آگئے ہون واللہ اعلم
سنہ ۳۳۴ھ مین بر طبق آپ کی دعا کے اہل بغاوت نے آپ کو شہید کر دیا -

احمد بن عصمہ

احمد بن عصمہ صفار بلخی ابو القاسم الصفار شاگرد
نصیر بن یحیی تلمیذ ابن سماعہ و استاد ابو حامد احمد بن حسین مروزی سنہ ۳۳۶ھ مین فوت ہوئے -

احمد بن سہل

احمد بن سہل ابو حامد
السمرقندی متوفی سنہ ۳۳۶ھ شاگرد محمد بن الفضل السمرقندی -

عبد اللہ

عبد اللہ بن الحسین بن دلال ابو الحسن الکرخی فقیہ
امام ثقہ عابد زاہد متورع کثیر الصوم والصلوٰۃ المتولد سنہ ۲۶۰ھ شاگرد ابو سعید بردعی و استاد ابو بکر الجصاص و ابو علے
الشاشی و ابو القاسم التنوخی و ابو عبد اللہ الدامغانی و ابو الحسن القدوری وغیرہم ہین - حدیث مین شاگرد اسمعیل
بن اسحٰق و محمد بن عبد اللہ الحضرمی و استاد ابن شاہین وغیرہ ہین - سنہ ۳۴۰ھ مین وفات پائی مختصر کرخی و شرح جامع صغیر
و کبیر وغیرہ معروف ہین -

عبد اللہ

عبد اللہ بن محمد بن یعقوب سبذمونی معروف باستاد فقیہ کثیر الحدیث ہین فقہ کو ابو حفص صغیر
اور حدیث کو موسی بن ہارون و مشائخ بلخ سے سنا اور آپ سے ابن مندہ نے بکثرت روایت کی و قیل ضعیف فی
الحدیث اور سنہ ۳۴۰ھ مین وفات پائی -

احمد بن محمد

احمد بن محمد بن عبد الرحمن ابو عمرو الطبری - شاگرد ابو سعید البردعی ہین سنہ ۳۴۰ھ
مین فوت ہوئے قاری رح نے کہا کہ طبقۂ طحاوی مین شمار ہین شرح جامع صغیر و کبیر آپ سے تالیف ہین -

اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل الحکیم السمرقندی صاحب علم وحکمت آلٰہیہ ہیں سمعانی رحمہ نے کہا کہ بڑے نیکوکار مشہور تھے فقہ وکلام
میں شاگرد ابومنصور ماتریدی اور تصوف میں مرید ابوبکر الوراق ہیں سنہ ۳۴۲ھ میں فوت ہوئے علی بن محمد بن داؤد تنوخی
اصحاب کرخی رحمہ میں عارف فنون عدیدہ تھے سنہ ۳۴۲ھ میں فوت ہوئے - احمد بن محمد بن حامد طواویسی - فقیہ زاہد ثقہ
عابد پرہیزگار کنیت ابوبکر تھی - شاگرد محمد بن نصر مروزی ومحمد بن الفضل بلخی ہیں سنہ ۳۴۴ھ میں فوت ہوئے فتاوی میں
حوالہ ہے - احمد بن محمد ابوعلی الشاشی اپنی تاشقندی - شاگرد ابوالحسن الکرخی ہیں ابوجعفر ہندوانی کے معاصر ہیں خدمت
تدریس کو شیخ سے قبول کیا جیسے ابوبکر الدامغانی فتوی پر مامور ہوئے - سنہ ۳۴۴ھ میں فوت ہوئے - ابراہیم بن الحسین
ابواسحٰق الغزری - فقیہ محدث ثقہ ہیں ابوسعید عبدالرحمن بن الحسن وغیرہ محدثین سے سماعت کی اور حاکم نے مستدرک میں
انسے روایت کی - سنہ ۳۴۷ھ میں انتقال فرمایا - علی بن الطحاوی رحمہ باپ کے نظیر فقیہ محدث ہیں - ابوعبدالرحمن احمد بن
شعیب النسائی صاحب سنن وغیرہ سے حدیث کی سماعت وروایت کی ہے سنہ ۳۵۱ھ میں فوت ہوئے - احمد بن محمد نیشاپوری
معروف بقاضی الحرمین فقیہ کامل تھے سنہ ۳۵۱ھ میں فوت ہوئے شاگرد ابوالطاہر الدباس وکرخی ہیں مدت تک حرمین
کے قاضی رہے - محمد بن الحسن المعروف بابن الفقیہ شاگرد شیخ کرخی وغیرہ ہیں دین وعلم وعمل واجتہاد وورع وعبادت
میں معروف ہیں سنہ ۳۵۹ھ میں وفات پائی - حسن بن علی بن الطحاوی عالم فقیہ تھے سنہ ۳۶۰ھ میں فوت ہوئے - محمد
بن سہل ابوعبداللہ الناجر - امام کبیر ہیں شاگرد ابوالعباس احمد بن ہارون متوفی سنہ ۳۶۰ھ ہیں - محمد بن جعفر بن طرخان
استرآبادی مثل اپنے والد کے فقیہ محدث ثقہ ہیں متوفی سنہ ۳۶۰ھ - محمد بن احمد بن عباس عیاضی فقیہ سمرقندی تلمیذ ابوسلمہ
وغیرہ متوفی سنہ ۳۶۱ھ - محمد بن ابراہیم الضریر المیدانی عارف مذہب ہم عصر شیخ عیاضی ہیں سنہ ۳۶۲ھ میں فوت ہوئے -
محمد بن عبداللہ البلخی ابوجعفر ہندوانی - شیخ جلیل القدر فقیہ معروف ہیں شاگرد ابوبکر الاعمش تلمیذ ابوبکر الاسکاف وغیرہ
واستاد فقیہ ابواللیث وغیرہ سنہ ۳۶۲ھ میں فوت ہوئے فتاوی میں آپ پر بہت حوالہ ہے - حسن السیرافی النحوی علاوہ نحو
کے صاحب فنون متعددہ وصاحب فضائل زہد وتقوے وخشوع وعفت وحسن خلق وغیرہ ہیں - افتی خمسین سنۃ
علی مذہب ابی حنیفۃ وتولی قضاء بغداد نحوا من اربعین اور اپنے ہاتھ کی مزدوری یعنی کتابت سے کھاتے تھے اور قرأۃ
قرآن وتذکرہ زہد وذکر آخرت پر بے اختیار رو دیتے تھے اور دیر تک غمگین رہتے تھے احادیث کثرت سے روایت کیں
آخر سنہ ۳۶۸ھ میں وفات پائی - احمد بن علی بن الحسین ابوبکر الجصاص الرازی - امام عصر فقیہ محدث زاہد عفیف تھے -
فقہ ابوسہل الزجاج شاگرد کرخی سے اور حدیث ابوحاتم رازی وعثمان دارمی وابن قانع وغیرہم سے حاصل کی - محمد بن
یحیے جرجانی ومحمد بن احمد زعفرانی وابن سلمہ ومحمد بن احمد نسفی وغیرہ فقہاے بغداد نے فقہ اور ابوعلی وحاکم نے حدیث
روایت کی - من توالیفہ شرح مختصر الکرخی والطحاوی والجامع وکتاب احکام القرآن وآداب القضاء واصول الفقہ وغیرہا
قیل ہو من اصحاب التخریج والصواب انہ من المجتہدین فی المسائل سنہ ۳۷۰ھ میں فوت ہوئے - محمد بن الفضل بن جعفر
ابوبکر البخاری - امام کبیر معتمد فی الروایۃ کثیر الفتاوی - اس فتاوی میں بہت حوالہ ہے - تلمیذ استاذ سبذمونی واستاذ قاضی
ابوعلی النسفی واسمٰعیل الزاہد وغیرہم وفی فضلہ حکایات سنہ ۳۷۱ھ یا ۳۸۱ھ میں فوت ہوئے - نصر بن محمد بن احمد
ابواللیث السمرقندی فقیہ محدث زاہد متورع تھے کتب امام محمد وغیرہ حفظ تھیں - شاگرد فقیہ ابوجعفر ہندوانی ہیں من
توالیفہ تفسیر ضخیم ونوادر الفقہ والنوازل وخزانۃ الفقہ وتنبیہ الغافلین - احمد بن حسن بن علی ابوحامد المعروف بابن الطبری

حافظ الحدیث عالم مفسر زاہد متورع شاگرد ابو الحسن الکرخی و ابو القاسم الصفار ہین اور حدیث مین تلمیذ احمد بن حصیر المروزی و احمد بن عبد الرحمن الرعزی ہین خطیب نے کہا کہ مجتہدین علماء مین سے آپ کے مثل حافظ متقن حاوی ماثورات نہین دیکھا گیا۔ ماہ صفر سنہ ۴۴۶ھ مین فوت ہوے تاریخ بدیع تالیف معروف ہے۔ احمد بن مکحول النسفی۔ فقیہ محدث عارف مذہب معروف ہین فقہ اپنے باپ سے اور حدیث ابو سہل ہارون بن احمد اسفرائینی اور احمد بن حمدان المقری سے حاصل کی مولد سنہ ۳۳۱ھ اور سال وفات سنہ ۴۱۹ھ ہے۔ محمد بن محمد بن سہل بن ابراہیم بن سہل نیشاپوری ابو نصر فقیہ معروف ہین امام الحرمین نے اُنکے لیے مجلس تدریس مقرر کردی تھی اُسی پر مدت العمر قائم رہے اور سنہ ۴۳۰ھ مین فوت ہوے رحمہ اللہ تعالی۔ عبد الکریم بن محمد بن موسی بخاری۔ شاگرد استاذ سیذموفی اہل افتاء مین سے ہین سنہ ۴۳۰ھ مین فوت ہوے۔ احمد بن عمرو بن موسی بخاری معروف بکنیت ابو نصر العراقی۔ فقیہ محدث ہین حدیث کو ابو نعیم عبد الملک بن محمد بن عدی سے سنا و روایت کیا اور سنہ ۳۹۰ھ مین بخارا مین فوت ہوے۔ عبد الکریم بن موسی بن عیسے بزدوی۔ فخر الاسلام علی بزدوی کے دادا ہین شاگرد امام ابو منصور ماتریدیؒ اور سنہ ۳۹۰ھ مین فوت ہوے۔ محمد بن احمد بن محمد المعروف بزعفرانی۔ فقیہ ثقہ تھے شاگرد شیخ ابو بکر الرازی ہین اس فتاوے مین زعفرانی کے نام سے حوالہ ہے اور ہدایہ مین بھی آپکا ذکر ہے بعض نے کہا کہ زعفران واقع بغداد کی طرف اور بعض نے کہا کہ زعفران فروشی کی طرف نسبت ہے سنہ ۳۹۳ھ مین فوت ہوے حسن بن داؤد سمرقندی۔ ابو علی شاگرد ابو سہل الزجاج تلمیذ کرخی ہین سنہ ۳۹۵ھ مین فوت ہوے۔ محمد بن یحیی بن مہدی جرجانی۔ فقیہ معتمد ہین ہدایہ مین آپ کو اصحاب التخریج مین شمار کیا۔ کنیت ابو عبد اللہ ہے شاگرد ابو بکر الرازی و استاذ ابو الحسن القدوری و احمد بن محمد ناطفی ہین سنہ ۳۹۸ھ مین فوت ہوے۔ یوسف بن محمد جرجانی۔ فقیہ جلیل مفتی وقائع و نوازل ہین شاگرد ابو الحسن الکرخی رح۔ اس فتاوی مین آپ کی معروف تالیف بنام خزانۃ الاکمل سے حوالہ ہے اور یہ کتاب چھ مجلد مین جامع اصول و فتاوی ہے اور اسی مین لکھا ہے کہ میری یہ کتاب خزانۃ الاکمل اصحاب حنفیہ کی بڑی کتابون کو مانند کافی مولفۂ حاکم و ہر دو جامع امام ربانی و زیادات و مجرد و منتقی و مختصر کرخی و شرح طحاوی و عیون المسائل وغیرہ کو حاوی ہے۔ سنہ ۳۹۸ھ مین فوت ہوے حسین بن علی بصری۔ ابو عبد اللہ فقہاء متکلمین مین سے بحث و مناظرہ کے وسواس مین مبتلا ہو کر آخر معتزلی کے داغ سے موسوم ہوے اور سنہ ۳۹۹ھ مین فوت ہوے۔ محمد بن محمد بن سفیان الدباس ابو الطاہر۔ شیرۂ انگور فروخت کرتے تھے لہذا دباس کہلاتے ہین اور دبس دوشاب انگور کو کہتے ہین شاگرد ابو حازم القاضی تلمیذ عیسی بن ابان ہین اپنے زمانہ کے فقیہ حنفی صحیح الاعتقاد عارف روایات مذہب اور اہل سنت سے ہین امام محمد کے جامع صغیر کو مرتب کیا۔ اس فتاوی مین ابو طاہر دباس کے نام سے جہان حوالہ ہے آپ ہی مراد ہین وقد ذکر عنہ صاحب الاشباہ عنہ القواعد فی ضبط الفروع۔ سعید بن محمد بردعی ابو سعید۔ از اصحاب امام طحاوی محدث فقیہ تھے مسائل مین آپ سے حوالہ مذکور ہے۔ نصر بن احمد عیاضی مرجع علماء و فضلاء و مفتی وقائع و نوازل ہین شاگرد اپنے باپ کے جو تلمیذ ابو بکر جوزجانی ہین و استاد ایک جم غفیر کے ہین۔ علی۔ بن سعید رستغفنی سمرقندی۔ شاگرد امام ماتریدی ہین کہتے تھے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور آپکے استاد کہتے کہ مجتہد کو جب حکم صواب حاصل نہوا تو وہ اجتہاد مین خطا کر گیا۔ اقول دونون استاذ و شاگرد مین ظاہرا لفظی اختلاف ہے کیونکہ دو مجتہدون مین جب ایک کا اجتہاد دوسرے کے متضاد واقع ہوا تو درحقیقت ایک ہی صحیح ہوگا اور ضرور دوسرا خطا ہوا اور اس سے شیخ رستغفنی منکر نہونگے اور جب مجتہد نے موافق حکم شرع کے اپنی کوشش

کو پورا صرف کیا تو جو کچھ اسپر واجب تھا اُسنے ادا کیا پس اُسکا طریقہ صواب ہی جسپر اللہ تعالیٰ عزوجل نے ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہی پس اس معنی مین مجتہد اگر حکم مین چوک گیا تب بھی راہ صواب سے نہین چوکا یعنی ثواب کا مستحق ہوا اور اس سے امام ماتریدی بھی منکر نہونگے ۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حکم تو ایک ہی ہی لیکن مجتہد ہر ایک مصیب ہی اگرچہ اسنے حکم حق کو نہ پایا ہو پس وہ طلب کرنے مین راہ صواب پر ہی ۔ اقول حاکم شرح کے حق مین حدیث مین ثواب مین بھی تفاوت آیا ہی چنانچہ اگر حکم مین صواب کو پاوے تو دو قیراط اور اگر چوک جاوے تو ایک قیراط ہی اور ظاہرا مجتہد کے حق مین بھی ایسا ہی حکم ہوگا فاللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ مرجع الکل ۔ احمد بن محمد بن منصور دامغانی ۔ فقیہ محدث معروف زاہد ہین شاگرد امام طحاوی و کرخی و ابو سعید بردعی ہین ۔ کتاب مین جہان دامغانی مذکور ہی آپ ہی مراد ہین ۔ ابو سہل الزجاجی فقیہ جید شاگرد کرخی رح و مولف کتاب ریاض ہین شیشہ گری کا پیشہ کرتے تھے ۔ عتبہ بن خیثمہ بن محمد نیشاپوری ۔ قاضی ابو الہیثم بہاے ہوز و یاے تحتیہ و ثاے مثلثہ بروزن دیلم فقیہ مفتی ہین شاگرد قاضی الحرمین احمد بن محمد نیشاپوری تلمیذ قاضی ابو الطاہر دباس شاگرد قاضی ابو خازم عبد الحمید رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ جہان کتاب مین اسطرح آیا ہی کہ قاضی ابو الہیثم نے تینون قاضیون یا قضاۃ ثلثہ سے ذکر کیا جیساکہ کتاب القضاء مین آیا ہی تو مراد انکے اساتذہ موصوفین ہین واللہ تعالیٰ اعلم ۔ عبد الرحمن بن محمد الکاتب شاگرد ابو بکر محمد بن الفضل تلمیذ استاذ سبذموتی ہین ۔ حافظ اصول مذہب ماہر وقائع و نوازل مفتی فقیہ ہین ۔ اور بکثرت تبحر سے حاکم کا لقب ہی اور اکثر معتبرات مین نام عبد الرحمن مذکور ہی اور بعض کتابون مین ابو عبد الرحمن کنیت اور محمد نام مذکور ہی چنانچہ اس فتاوے مین بھی حاکم ابو عبد الرحمن آیا ہی اور بعض نسخ مین عبد الرحمن ہی واللہ اعلم ۔ ابو حفص سفکردری ۔ فقیہ زاہد معروف ہین علامہ زندویسی نے آپ سے فقہ حاصل کی ۔ عبد اللہ بن الفضل خیزاخیزی ۔ فقیہ معروف شاگرد ابو بکر محمد بن الفضل ہین اور بعض نے نام عبد الرحمن بن الفضل ذکر کیا ولیکن سمعانی و سغناقی و قاری نے عبد اللہ پر اعتماد کیا ۔ ابو جعفر بن عبد اللہ استروشنی قصبہ استروشنہ نواح سمرقند کے ہین استروشنہ مین اول بسین مہملہ و دوم منقوطہ ہی شاگرد ابو بکر محمد بن الفضل و ابو بکر الجصاص ہین ۔ فصول استروشینہ آپ کی تالیف سے کتاب مین بہت حوالہ ہی اور آپ سے قاضی عبید اللہ ابو زید دبوسی بدال مہملہ و باء موحدہ و سین مہملہ صاحب الاسرار نے تفقہ کیا ۔ یحییٰ بن علی بن عبد اللہ بخاری زندویسی ۔ فقیہ زاہد متورع ہین شاگرد ابو حفص سفکردری و محمد بن ابراہیم میدانی و عبد اللہ بن الفضل خیزاخیزی ہین ۔ اس کتاب مین زندویسی کے لفظ سے اکثر حوالہ ہی زندویس کی نسبت سے معروف ہی اور لفظ بزاء منقوطہ و نون و دال مہملہ و واو و یاے تحتیہ و سین مہملہ ہی اور نظم زندویسی سے مراد آپ کی ہی معروف تالیف ہی اور منجملہ مشہور تو الیف کے کتاب روضۃ العلماء ہی ۔ محمد بن اسحاق بخاری کلابادی ۔ شاگرد شیخ محمد بن الفضل ہین فقیہ معروف مولف کتاب التعرف ۔ حسن بن احمد بن مالک زعفرانی ۔ فقیہ معروف ثقہ کنیت ابو عبد اللہ ہی آپ نے جامع صغیر کو مبوب و مرتب کیا اور زیادات کو بھی اور احکام قربانی مین ایک کتاب تالیف کی اور اضاحی زعفرانی سے اس فتاوی مین یہی مراد ہی ۔ اسمعیل بن حسن بن علی ابو محمد

فقیہ زاہد معروف شاگرد محمد بن الفضل رح المتوفی ۳۸۱ھ - محمد بن موسیٰ خوارزمی ابوبکر جامع مسند الامام فقیہ محدث ہین - قاری رح نے ابن الاثیر کی مختصر غریب الحدیث سے نقل کیا کہ پانچوین صدی کے اول مین جو لوگ مجددین امت مین شمار ہین انمین سے آپ بھی ہین - کسی کے طرف سے صلہ قبول نہ کرتے تھے اور خطیب نے کہا کہ ہمسے ابوبکر برقانی نے آپ سے حدیث روایت کی اور اکثر آپ کو نیکی سے یاد کیا کرتے تھے اور کہتے کہ آپ نے اکثر فرمایا ہی کہ ہمارا دین بوڑھی عورتون کا دین ہی اور اسمین ہمسے کلام کرنا روا نہین ہی اقول یعنی توحید الٰہی عز وجل معرفت حق سبحانہ تعالیٰ ہی اور یہ فعل بھی بخلق الٰہی ہی تو کسی شخص کو معرفت پیدا کرنے کی قدرت نہین لہذا بواسطہ نبوت و رسالت جو ہدایت ہوئی وہ عین صواب ہی محمد بن عبد الجبار بن احمد سمعانی تمیمی مروزی صاحب انساب سمعانی فاضل متورع محدث ثقہ ہین اور آپ حنفی المذہب تھے پھر آپ کے بیٹے نے شافعی مذہب اختیار کیا اسلیے اولاد شافعی المذہب ہوئی - اقول یعنی اولاد مین جو درجہ تمیز نہین رکھتے تھے وہ سہل الحصول طریقہ والد پر رہے اور دادا کا طریقہ بعید و اسکی تعلیم دشوار سمجھے اور یہ غرض نہین ہی کہ باپ کا طریقہ لے لینا کوئی اچھی رسم ہی اور جو درجہ تمیز پر تھے انکو اسی جانب ترجیح نظر آئی جیسے اور علماء شافعیہ گذرے ہین کیونکہ ان اجتہادی اعمال سے حصول ثواب ہی تو جب تک بنظر اتباع سنت ہو ہر مجتہد کے اجتہاد مین حق تعالےٰ ثواب عطا فرماتا ہی جیساکہ اس امت کے فضائل مین معروف ہی - پھر یہان ایک مسئلہ انتقال مذہب کا پیش آویگا - جسکے جواب مین علماے وقت نے عجیب تعصبات سے عام مشکل عوام پر ڈالدی خواہ اسوجہ سے کہ عوام کی سمجھ سے بڑھکر معاملہ کیا یا اسوجہ سے کہ ؎ او خویشتن گم است کرا رہبری کند؛ اور ابن الہمام نے اسکو رد کردیا بدلیل ان احادیث کے جنمین اختیاری چند احکام مین سے آسان ڈھونڈھنا آیا ہی پھر واضح ہو کہ فتاوی کے باب التعزیر مین نقل کیا کہ اگر کوئی حنفی منتقل ہوکر شافعی ہوجاوے تو اسکو تعزیری سزا دیجاوے - برخلاف اسکے اگر شافعی حنفی ہوجاے اور یہ تعصب سے خالی نہین ہی - محمد بن احمد بن محمود نسفی - فقیہ عارف زاہد ورع عفیف قانع ہین شاگرد ابوبکر الرازی ہین - احمد بن محمد بن عمر - معروف بابن سلمہ فقیہ معتمد مرجع اہل علم و فضل ہین - فقہ کو ابوبکر الجصاص رح سے اور حدیث کو اپنے باپ سے سنا - دن مین روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے اور ۴۱۵ھ مین وفات پائی رحمہ اللہ تعالےٰ - محمد بن احمد کماری - فقیہ عارف محدث عدل ہین شاگرد ابوبکر الرازی ہین اور حدیث مین تلمیذ بکر بن احمد رح اور آپ سے آپ کے بیٹے اسمٰعیل قاضی واسط نے اخذ کیا اور ۴۱۷ھ مین فوت ہوے - ابراہیم بن اسلم شکابی - فقیہ محدث ہین فقہ مین شاگرد شیخ محمد بن الفضل اور حدیث مین ابو محمد بن عبد اللہ المزنی ہین - حکایت کرتے ہین کہ جب ہم فارغ التحصیل ہوے تو اندنون فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ بلخ سے آئے تھے ہمکو امام محمد بن الفضل نے انکے پاس بھیجا اور سمجھا دیا کہ تم انسے مشکل مسائل کا تذکرہ کرنا تاکہ تم سے مانوس ہون اور وحدت اختیار کرنے سے جو وحشت انکو ہی وہ رفع ہوجاوے ۴۲۳ھ مین فوت ہوے

قال المترجم انسان کی کمال فقہ پہلے اپنے نفس کی تہذیب اور مجاہدہ و ریاضت اور خلوت و تنہائی سے تکمیل ہی اور بعد ترقی کے پھر عالم کثرت مین فضیلت و ثواب ہی اور علماے آخرت کا یہی داب بیان کیا گیا ہی اور یہ حکایت اسکے واسطے لطیف اشارت ہی فافہم واللہ تعالےٰ اعلم - مسعود بن محمد بن موسیٰ خوارزمی ابو القاسم رحمہ اللہ فقیہ معتمد ہین والد ماجد شاگرد شیخ جصاص رح ہین

آپ نے فقہ پڑھی اور سنہ ۴۲۳ھ ہجری میں فوت ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون - حسین بن خضر بن محمد بن یوسف نسفی -
کنیت ابوعلی ہے اور جہاں اس فتاوے میں ابوعلی نسفی آیا ہے یہی مراد ہیں - فقیہ محدث ثقہ ہیں بخارا میں ابوبکر
محمد بن الفضل اور ابو عمرو محمد بن محمد بن صابر اور ابو سعید بن خلیل بن احمد سجزی سے اور بغداد میں عبد اللہ بن عبد الرحمن
الزہری و علی بن عمر بن محمد سے اور کوفہ میں محمد بن عبد اللہ بن الحسین الہروی سے اور مکہ معظمہ میں احمد
بن ابراہیم سے اور ہمدان میں احمد بن علی بن دلال سے اور رے میں جعفر بن عبد اللہ بن یعقوب رازی سے
اور مرو میں محمد بن عمرو مروزی سے اور اپنے طبقہ کے فقہا و محدثین سے علم حاصل کیا اور آپ سے ایک
جم غفیر نے فقہ و حدیث کو حاصل کیا - ۲۳ شعبان سنہ ۴۲۴ھ میں فوت ہوئے - احمد بن محمد بن احمد بن جعفر
القدوری - ابوالحسن کنیت تھی سنہ ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے - چوتھے طبقہ کے فقہا میں سے معروف و مستند ہیں
سمعانی نے کہا کہ فقیہ محدث صدوق ہیں - عراق میں ریاست مذہب حنفیہ آپ پر منتہی ہوئی - حدیث و فقہ آپ نے
ابوعبد اللہ محمد بن یحییٰ جرجانی شاگرد امام جصاص سے پڑھی اور آپ سے خطیب بغدادی اور قاضی القضاۃ
دامغانی رح نے روایت کی - توالیف و تصانیف بہت ہیں از انجملہ قدوری متن معروف ہے شرح مختصر کرخی
تجرید و تقریب وغیرہ ہیں سنہ ۴۲۸ھ میں فوت ہوئے - قال المترجم اسی سال میں شیخ الفلاسفہ ابوعلی بن سینا یعنی
حسن بن عبد اللہ بن سینا مصنف شفا و اشارات وغیرہ جو شاگرد احمد بن عبد اللہ زاہد اور اسمٰعیل زاہد وغیرہ
ہے انتقال کیا اسی وجہ سے بعض نے اس فلسفی فاضل کو حنفیہ میں سے معدود کیا مگر حقیقت اکثر اولیاء کو
اس شخص کے دین میں کلام ہے واللہ اعلم بالصواب - اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد بن جعفر بن محمد المتوفی سنہ ۴۲۹ھ
فقیہ محدث صدوق ہیں خطیب نے لکھا کہ میں نے کچھ علم آپ سے لکھا ہے - آپ کے والد بھی جو سنہ ۴۱۰ ہجری
میں فوت ہوئے فقیہ محدث صدوق ہیں ولیکن فقہ میں محمد بن جریر الطبری رح کے مذہب پر تھے عبید اللہ
بن عمر بن عیسیٰ - قاضی ابوزید الدبوسی - المتوفی سنہ ۴۳۰ھ فقیہ معروف ہیں تالیفات میں سے کتاب الاسرار
تقویم الادلہ - امد الاقصی وغیرہ معروف ہیں - اس فتاوے میں حوالہ آیا ہے - معتمد بن محمد بن مکحول نسفی المتوفی
سنہ ۴۳۰ھ فقیہ محدث ہیں راوی از جد خود و ہارون بن احمد استرابادی رح ولہ من العجائب ما ذکر فی بعض المواضع
من الفاتیہ - ہیثم بن ابی الہیثم القاضی - فقیہ محدث شاگرد اپنے باپ کے المتوفی سنہ ۴۳۱ھ ہیں جعفر
بن محمد نسفی شہر نسف یعنی نخشب میں پیدا ہوئے فقیہ محدث صدوق ہیں - شاگرد ابوعلی نسفی و زاہد بن احمد سرخسی
و ہارون بن احمد استرابادی و ابو محمد رازی و محمد بن احمد غنجار و ابوالہیثم محمد وغیرہم ہیں - بیشتر تالیف حدیث
میں ہے - صاعد بن محمد بن احمد نیشاپوری - فقیہ محدث صدوق ہیں حاکم نیشاپوری سے آپ ہی مراد
ہیں شاگرد قاضی ابوالہیثم و جماعہ محدثین المتوفی سنہ ۴۳۲ ہجری رحمہ اللہ تعالیٰ - محمد بن منصور بن مخلص نوقدی
شاگرد فقیہ ابوجعفر ہندوانی و محدث محمد بن الحسین بزدوی رح ہیں مدت تک سمرقند کے مفتی رہے سنہ ۴۳۴ھ
میں وہیں فوت ہوئے - حسین بن علی بن محمد بن جعفر صیمری - فقیہ محدث صدوق شاگرد فقیہ ابونصر محمد بن سہل
بن ابراہیم و ابوبکر محمد خوارزمی و محدث ابوالحسن دارقطنی و محمد بن احمد جرجانی ہیں وقد روی عنہ الخطیب
رحمہ اللہ - محمد بن احمد بن محمود بن محمد ماہمرغی نسفی - فقیہ محدث ہیں حدیث کو حجاز میں سنا اور مقری محمد

بن منصور امام مدینہ سے روایت کی اور آپ سے نجم الدین عمر بن محمد نسفی نے روایت کی جنکا نام نجم الدین نسفی اس فتاوے مین بہت آیا ہی - محمد بن احمد بن محمد سمنانی - شیخ فقیہ محدث صدوق ہین حنفی المذہب و اشعری الاعتقاد ہین حدیث کو نصر بن احمد بن خلیل و ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی و عبد اللہ بن محمد رازی وغیرہم سے سنا اور آپ سے خطیب بغدادی نے سنا و لکھا ہی سنہ ۴۴۴ ہجری مین فوت ہوے - احمد بن محمد بن عمر و ناطفی - عراق کے فقہاے کبار مین سے صاحب فتاوے فقیہ محدث ہین اور اس فتاوے مین جہان ناطفی رح کے اجناس کا حوالہ ہی آپ کے تالیفات اجناس و فروق و واقعات وغیرہ سے اجناس مراد ہی اور ناطف حلوائی معروف ہی چونکہ اسکو بنا کر فروخت کرتے اسی لیے ناطفی مشہور ہین فقہ مین ابو عبد اللہ جرجانی کے و حدیث مین ابو حفص بن شاہین وغیرہ محدثین کے شاگرد ہین - عبد اللہ بن حسین ناصحی - فقیہ ثقہ جید ہین شاگرد قاضی ابو الہیثم وغیرہ اور خود بعہد سلطان محمود سبکتگین قاضی بخارا رہے اور سنہ ۴۴۷ھ مین فوت ہوے - محمد اسمعیل محدث لاہوری بخارا کے سادات عظام مین سے امام علوم دین تھے سلطان مسعود غزنوی کے وقت مین لاہور مین آکر ساکن ہوئے سب سے پہلے آپ ہی نے علماء مین سے لاہور کو اپنے قدم سے مشرف کیا اور آپ سے ہزارون اہل کفر نے شرف اسلام پایا سنہ ۴۴۸ھ مین انتقال فرمایا - عبد العزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری شمس الائمہ حلوائی بعض نے کہا کہ منسوب بحلوا ہین اور بعض نے کہا منسوب بہ قصبہ حلوان - فقیہ معتمد محدث ثقہ جید معروف و مشہور ہین - حدیث شریف کی تہی بہت تعظیم کرتے تھے - فقہ مین شاگرد شیخ ابو علی نسفی - اور حدیث مین تلمیذ شیخ ابو شعیب صالح بن محمد بن صالح اور ابو سہل احمد بن محمد انماطی و ابو اسحق رازی وغیرہم جماعت محدثین ہین اور شرح معانی الآثار طحاوی کو محمد بن عمر بن حمدان سے روایت کیا اور آپ ہی سے شمس الائمہ بکر زرنجری و آنکے والد و شمس الائمہ سرخسی و محمد بن الحسین و آنکے دو فرزند شیخ الاسلام علی بزدوی و صدر الاسلام ابو الیسر محمد بن محمد اور قاضی جمال الدین احمد بن عبد الرحمن ابو النصر وغیرہم نے تفقہ کیا اور حافظ الحدیث عبد العزیز بن محمد نخشبی نے اپنے معجم مین آپ کو اپنے شیوخ مین شمار کیا اور لکھا کہ مین نے آپ سے امالی کو سنا - مترجم کہتا ہی کہ اس فتاوے مین آپ سے اور آپ کے معروفین شاگردون سے بہت کچھ مذکور ہی اور مترجم کے نزدیک اصوب یہ ہی کہ آپ بارہا فقہاء تلامذہ کو حلوا کھلاتے اور آنسے درخواست کرتے کہ دعا کرو کہ اللہ تعالے مجھے فرزند صالح سعید عطا فرماوے چنانچہ ایسا واقع ہوا پس آپ حلوائی معروف ہوگئے آپ کی تالیفات مین سے مبسوط و نوادر وغیرہ معروف ہین سنہ ۴۴۸ھ مین قصبہ کش واقع بخارا مین فوت اور محلہ کلاباد بخارا مین مدفون ہوے - عبد الواحد بن علی بن برہان الدین عکبری - فقیہ نحوی متکلم لغوی مورخ ادیب تھے ابو القاسم کنیت تھی - حنبلی سے حنفی ہو گئے - قدوری رح کے شاگرد ہین اور حدیث ابن بسطہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالی سے سماعت کی - عادت کریمہ یہ تھی کہ کمر بند کی ازار نہین پہنتے تھے اور سر کو چادر سے نہ ڈھکتے سنہ ۶۱۶ھ مین انتقال فرمایا - منسوب بجانب عکبر جو دجلہ پر بغداد سے دس فرسخ مشرق ہی - مترجم کہتا ہی کہ اُسی قصبہ سے ابو القاسم عبد اللہ بن حسین عکبری محدث نحوی ادیب حنبلی مولف اعراب القرآن ہین جو

قریب سنہ ۱۶ھ مین فوت ہوئے رحمہم اللہ تعالے - عبد العزیز بن محمد نسفی حافظ حدیث ثقہ فقیہ جلیل ہین -
سلفی نے کہا کہ مین نے موتمن ساجی رحمہ سے آپ کا مرتبہ پوچھا فرمایا کہ مثل ابو بکر الخطیب و محمد بن علی الصوری
کے حفاظ حدیث مین سے ہین - ابن مندہ رحمہ نے کہا کہ حفظ و اتقان مین یگانہ تھے اور مین نے ایسا ثقیل
الخط سریع الکتابتہ و القراءۃ نہین دیکھا - مدت تک حافظ جعفر المستغفری سے علم حاصل کیا اور بغداد مین محمد
بن محمد بن عیلان سے بھی استفادہ پایا اور سنہ ۵۶ھ مین نسف مین انتقال فرمایا رحمہ اللہ تعالے -
اسمعیل بن احمد بن اسحاق بن شیث رحمہ اللہ تعالے ابو القاسم الصفار چنانچہ اسی کیفیت سے کتاب
مین بہت حوالہ ہی - فقیہ محدث معروف ہین زاہد ورع متقی صادق تھے امر حق مین کسی ملامت کرنیوالے
سے نہ ڈرتے - بارہا خاقان کو ملامت فرمائی - آخر اُسنے آپکو سنہ ۶۱ھ مین شہید کر دیا رحمہ اللہ تعالے -
مترجم کہتا ہی کہ صحیح حدیث پاک مین ہی کہ جہاد مین افضل جہاد وہ کلمہ حق ہی جو سلطان جائر کو کہا جاوے - مترجم
کہتا ہی کہ شیخ ابو القاسم الصفار رحمہ اللہ کو یہ افضل جہاد حاصل ہوا انشاء اللہ تعالے پس عمدہ شہید ہوئے
علی بن حسین السغدی - رکن الاسلام چنانچہ اسی لقب و نام سے کتاب مین بہت حوالہ ہی فقہ مین شاگرد
شمس الائمہ سرخسی ہین اور شرح سیر الکبیر سرخسی کو اُنسے روایت کیا - حدیث ایک جماعت محدثین سے پڑھی
و قائع و نوازل مین مفتی جید ہین - شرح جامع کبیر وغیرہ آپ سے یادگار ہین - ایام تحصیل مین بہت تنگی سے
بسر کرتے تھے اور دولت علم کو دولت فانیہ دنیا دیہ پر مقدم کرتے چنانچہ آپ کا قصہ زہد عبرت کا مطولات
مین اس امر کا نمونہ ہی کہ علماء آخرت ایسے ہی مردان حق عز و جل ہوتے ہین - علی مخدوم جلابی غزنوی از
سادات حسنی اولیاء مین معروف ہین جامع علم ظاہر و باطن عابد زاہد متقی صاحب کرامات ہین اصحاب
ابو القاسم گورگانی و ابو سعید ابو الخیر و ابو القاسم قشیری محدث وغیرہم ہین لاہور مین آکر رہے سفینۃ الاولیاء
وغیرہ کتابون مین آپ کے مبسوط حالات مندرج ہین - اور آپ کی تالیفات مین سے کشف المحجوب بہت
متداول ہی اُسی کتاب مین آپ نے لکھا کہ ایک دفعہ مین ملک شام مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے سوتا تھا خواب مین دیکھا کہ مین مکہ معظمہ مین موجود ہون
ناگاہ حضرت سید عالم سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لائے تو مین دیکھتا ہون
کہ آپ ایک پیر مرد کو بچون کی طرح گود مین لیے ہوئے ہین مین نے ادب سے سلام کیا اور آپ کے مبارک
قدمون کو چوم لیا اور دل مین خیال کرتا ہون کہ یہ پیر مرد کون ایسا خوش قسمت ہی کہ جسپر آپ ایسے لطف کو مبذول
فرما رہے ہین آپ نے فوراً مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ یہ ابو حنیفہ مومنین اہل سنت کا امام ہی انتہی کلامہ مترجما -
سنہ ۶ھ ہجری مین انتقال فرمایا اور لاہور مین اپنی خانقاہ مین مدفون ہوئے - جلاب محلہ غزنی کا نام ہی - احمد
بن محمد سمنانی - مثل باپ کے اشعری الاعتقاد و حنفی المذہب تھے فقہ و حدیث مین اپنے والد ماجد کے
شاگرد ہین فقیہ محدث معتمد ہین خطیب بغدادی نے آپ سے بھی حدیث کو لکھا ہی - قاضی ابو عبد اللہ دامغانی
کے داماد ہین سنہ ۶۲ھ ہجری مین انتقال فرمایا - کہتے ہین کہ عقیدہ اشعریہ مین بہت غلو فرماتے تھے اقول
میرے نزدیک صحیح بات یہ ہی کہ شیخ موصوف کو آیات بینات و احادیث کریمہ مین عقلی اوہام دوڑانا بہت

گران تھا اور تاویلات سے روکنے اور جو مسائل متعلق بہ صفات مقدسہ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ ہین انہین فکر
تسبیح و تنزیہ کے سوا ئے فکر ادراکی سے منع فرماتے اور جیسے قدرت اللہ مقدسہ کو اسباب سے منوط تصور
کرنے سے روکتے تھے لہذا ارباب زمانہ نے اُنکے احوال کو ایسی عبارت سے تعبیر کیا اور یہ درحقیقت
عدم توجہ و توفیق یہ مقصود شیخ ہی و قد کان الشیخ فقیہا محدثا ثقۃ صدوقا حسن الاخلاق رحمہ اللہ تعالےٰ واللہ اعلم
بالصواب - علی بن عبداللہ خطیبی - فقیہ زاہد عابد قائم اللیل رقیق القلب موقن و کامل تھے اور تحفہ قریب
مدینہ منورہ مین [illegible] ہجری مین فوت ہوئے آپ کیواسطے قصص فضائل مطولات مین مذکور ہین - اسمٰعیل
بن محمد کمادی قاضی ابو علی الواسطی - فقیہ محدث المتوفی [illegible]ھ ہین اسعد بن محمد کرابیسی نیشاپوری -
جمال الاسلام ابو المظفر - فقیہ ادیب عالم فروع و اصول ہین [illegible] ہجری مین فوت ہوئے - شاگرد علاؤ الدین
تلمیذ سید الاشرف رحمہ اللہ ہین فروق کرابیسی آپ کی تالیف معروف سے اس فتاوے مین حوالہ ہی - احمد
بن محمد ابو نصر الفقیہ معروف باقطع فقیہ محاسب شاگرد ابو الحسن القدوری ہین تاتاریون سے جہاد مین آپ کا
ہاتھ کٹ گیا تھا اس سے اقطع کہلائے [illegible]ھ مین فوت ہوئے آپ کی شرح قدوری کا بنام شرح القدوری
الاقطع اس کتاب مین حوالہ ہی - عبدالعزیز بن عبدالرزاق مرغینانی المتوفی [illegible]ھ جامع فروع و اصول ہین
اور آپ کے چھ بیٹے سب مفتی تھے چنانچہ ایک گھر سے سات مفتی نکلتے تھے مگر منجملہ فرزندان موصوفین کے شیخ ابو الحسن علی
بن عبدالعزیز مرغینانی اور شمس الائمہ محمود بن عبدالعزیز اوزجندی معروف ہین - محمد بن علی بن محمد بن الحسین
قاضی القضاۃ ابو عبداللہ الدامغانی - فقیہ معتمد محدث جید ہین - فقہ حسن بن علی صیمری سے اور حدیث اپنے
استاد صیمری و محمد بن علی صوری وغیرہ سے پڑھی اور آپ سے سمعانی کے مشائخ عبدالوہاب بن مبارک
انماطی و حسین بن حسن مقدسی وغیرہم نے روایت کی - عقیلی نے کہا کہ مشائخ مین آپ مانند پہاڑ کے مستحکم و
بلند تھے - تدریس مین مثل شیخ ابو اسحاق شیرازی کے لطائف و ظرائف وارد ہوتے کہ نزہت خاطر اہل مجلس
ہوتی اور حشمت و مہابت و حسن تعلی مین امام ابو یوسف سے مشابہت و یکجائی تھی [illegible]ھ مین فوت ہوئے
اسمٰعیل بن محمد حجاجی فقیہ ثقہ حسن الطریقہ تھے [illegible] ہجری مین فوت ہوئے - احمد بن منصور ابو النصر
اسبیجابی - المتوفی [illegible] ہجری آپ کی شرح مختصر الطحاوی سے اس فتاوے مین بہت حوالہ ہی بعد وفات
سید ابو شجاع کے آپ ہی مرجع انام ہوئے - فقہ اپنے ملک کے علما یعنی اسبیجاب واقع سرحد تاتار
سے حاصل کی پھر وہان سے سمرقند مین آکر بحسن اخلاق مفتی و مرجع رہے - محمد بن اسحٰق بن ابراہیم
ابو الحسن الباقرحی از خاندان قضاۃ و فقہ و حدیث ہین علم حدیث کو ابو الحسین احمد بن محمد واعظ و ابو علی حسن
بن احمد بن شاذان وغیرہم سے حاصل کیا اور [illegible] ہجری مین فوت ہوئے اور آپ کے والد ماجد اسحٰق بن ابراہیم
المتوفی [illegible]ھ فقیہ فاضل محدث صدوق ہین جن سے خطیب نے احادیث لکھی ہین عبدالکریم بن ابی حنیفہ
اندقی - فقیہ زاہد متورع محدث ہین فقہ کو ابو محمد بن احمد حلوائی و ابو الطاہر وغیرہ سے پڑھا اور حدیث بھی انہین
سے پڑھی اور آپ سے عثمان بن علی البیکندی نے روایت کی ہے [illegible]ھ مین فوت ہوئے - علی بن
محمد بن الحسین فخر الاسلام ابو الحسن البزدوی - [illegible]ھ مین پیدا ہوئے فقیہ ماہر اصول و فروع مرجع انام

مفتی حنفیہ تھے حفظ مذہب مین ضرب المثل ہین - تصانیف مفیدہ بہت یادگار ہین جیسے اصول مین متن معتمد معروف باصول فخر الاسلام بزدوی - وشرح مبسوط گیارہ مجلدات مین و شروح جامعین صغیر وکبیر وتفسیر قرآن وغناء الفقہاء واامالی وغیرہ تالیفات اصول وفروع وتفسیر وحدیث مین ہین - حکایت ہو کہ آپ کے زمانہ مین ایک عالم شافعی المذہب ہر ایک سے مناظرہ کرتا اور غالب آتا حتے کہ علماء وفضلاء نے جمع ہوکر آپ سے کہا کہ آپ اس عالم سے مناظرہ فرماوین ورنہ ہم سب شافعی ہوجاوینگے - آپ نے فرمایا کہ مین مرد گوشہ نشین ہون مجھے مناظرہ سے کچھ کام نہین ہو آخر انکے اصرار سے اس عالم کے پاس گئے - اُسنے مناقب شافعی رحمہ اللہ کو بیان کرنا شروع کیا اور زیادہ زور دیا کہ ہمارے امام نے تین مہینہ مین کلام شریف حفظ کر لیا تھا - آپ نے ایسی باتون سے معلوم کیا کہ مرد مجادل ہو اور حقائق فضائل سے خود واقف نہین ہو فرمایا کہ قرآن مجید تو دین وایمان ہو اور خود اسکو ایک امیر کے یہان کا دو سالہ دفتر حساب وکتاب ایک بار سنکر حفظ سنا دیا جس سے وہ سخت شرمندہ ہوا آپ سنہ ۴۸۲ ہجری مین فوت ہوے - اقول انا للہ وانا الیہ راجعون - اس حکایت مین اہل الفکر کے لیے علماء آخرت اور علماء دنیا کے افتراق کے واسطے تنبیہ لطیف ہو فلیتفکر - احمد بن محمد بن صاعد بن محمد استوائی - شیخ الاسلام ابو منصور قاضی القضاۃ فقیہ محدث شاگرد صاعد بن محمد یعنی جد خود ومحدث ابو سعید صیرفی رح وغیرہم اور آپ سے شیخ زاہر ووجیہ وعبد الخالق وغیرہم نے روایت کی - سنہ ۴۸۲ ہجری مین فوت ہوئے رح - محمد بن الحسین بن محمد بن الحسین البخاری المعروف بخواہرزادہ شیخ الاسلام ابو بکر فقیہ فاضل متبحر ہین اِس فتاوے مین آپ سے بہت کچھ منقول ہو اور اکثر مقام مین امام خواہرزادہ پر اکتفا کیا گیا جس سے آپ ہی مراد ہین اگرچہ دیگر علما بھی اس لقب سے معروف ہین - فارسی مین اسکے معنی بہن کا بیٹا - چونکہ آپ قاضی ابو ثابت محمد بن احمد بخاری کی ہمشیرہ کے فرزند ہین اُسوقت مین آپکو تکریم بالفت سے بایں لقب امتیاز دیا گیا جو مشہور ہو گیا - حدیث آپ نے شیخ ابو نصر احمد بن علی حازمی اور حاکم ابو عمر محمد بن عبد العزیز قنطری وابو سعید بن احمد اصفہانی وابو الفضل منصور بن عبد الرحیم وغیرہم سے سماعت کی اور بخارا مین متعدد مجالس مین حدیث کو املاء کیا اور آپ سے عثمان بن علی بیکندی وعمر بن محمد نسفی نے روایت کی - محدث سمعانی شافعی رح نے کہا کہ آپ سے ہمکو فقط شیخ عثمان بن علی بیکندی کے واسطہ سے حدیث پہونچی ہو - تصانیف آپ کی معروف ہین از انجملہ مختصر وتجنیس ومبسوط خواہرزادہ سے کتاب مین بہت حوالہ ہو سنہ ۴۸۳ھ مین فوت ہوئے - محمد بن عبد اللہ ناصحی نیشاپوری قاضی القضاۃ ابو الحسن فقیہ محدث ادیب عارف المذہب تھے شاگرد پدر خود عبد اللہ ناصحی تلمیذ قاضی ابو الہیثم عن قاضی الحرمین عن القاضی ابی الطاہر الدباس عن القاضی ابی حازم رحمہم اللہ تعالے اور حدیث کو شیخ ابو سعید صیرفی وغیرہ رحمہم اللہ تعالے ائمہ حدیث سے سنا اور بغداد وخراسان وغیرہ مین اُسکو روایت کیا چنانچہ محمد بن عبد الواحد دقاق وعبد الوہاب وغیرہم نے آپ سے روایت کی اور عہد سلطان الپ ارسلان مین نیشاپور کے قاضی رہے - اکثر شیخ ابو المعالی بن ابو محمد جوینی شافعی سے مسائل مین کلام کرتے اور شیخ موصوف نے جودت طبع کی تعریف فرمائی ہو سنہ ۴۸۴ھ مین سعاودت حج سے خراسان مین انتقال فرمایا

علی بن الحسین بن علی نیشاپوری ابو الحسن مولف تفسیر نیشاپوری - فقیہ مفسر ہین بباس مین سنت طریقہ بہت
ملحوظ تھا - علم کو حسین بن علی صیمری سے حاصل کیا - نیشاپور مین پہونچکر زاہد ہوکر سلاطین سے ملاقات
ترک کردی - ایک روز ملک شاہ سلجوقی نے کہا کہ آپ نے ہمارے پاس کیون آنا ترک فرمایا تو کہا کہ
اسلیے کہ تو عالمون کی زیارت سے بہتر بادشاہ ہو اور مین بادشاہون کی زیارت سے بدتر عالم نہون -
سنہ ۴۵۲ھ مین انتقال فرمایا - محمد بن عبد الحمید سمرقندی علاؤ الدین ابو حامد رحمہ اللہ فقیہ شاگرد شیخ اشرف
علوی ہین ابتدا مین مناظرات کیا کرتے تھے آخر مین ترک کرکے زاہد عابد ہوگئے آپ سے اصول فقہ مین
بذل النظر و اعتقاد مین ہدایہ وغیرہ معروف ہین - مولف فروق کرابیسی شیخ ابو المظفر جمال الاسلام سعد کرابیسی
و شیخ الاسلام نظام الدین عمر بن صاحب الہدایہ آپ کے شاگرد ہین سنہ ۵۱۷ھ مین فوت ہوئے محمد بن
احمد بن ابی سہل السرخسی شمس الائمہ ابو بکر امام علامہ فقیہ محقق معروف ہین اس فتاوے مین آپ سے بہت کچھ منقول
ہے - ابن کمال پاشا رومی نے آپکو طبقہ مجتہدین فے المسائل مین شمار کیا - ابتدا مین اپنے والد کے ساتھ
بغداد مین بقصد تجارت وارد ہوئے وہان شیخ شمس الائمہ حلوائی سے یہان تک علوم حاصل کیے کہ برہان الائمہ
عبد العزیز بن عمر بن مازہ و شمس الائمہ محمود بن عبد العزیز اوزجندی اور رکن الدین مسعود اور عثمان بن علی بیکندی
آپ کے شاگرد ہین - فضل و کمال مین اوصاف سے مستغنی ہین اور عالم آخرت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ
بادشاہ کو کلمہ حق کہا جس سے وہ رعونت مین بھرا ناخوش ہوا اور آپ کو ایک کنوئین مین قید کیا چنانچہ اس
کنوئین کے منھ پر شاگرد آپ سے استفادہ حاصل کرتے اور اسی حال مین آپ نے تلامذہ کو مبسوط اپنی
زبانی شرح لکھوائی - اقول ظاہرا یہ حاکم کی کافی کی شرح ہے اور اسی حال مین شرح کتاب العبادات
و شرح کتاب الاقرار اپنے نورانی علم سے لکھوائی ہے چنانچہ اسکے آخر مین لکھا ہے کہ یہ آخر شرح کتاب العبادات باوضح المعانی
و اوجز العبارات املاء المحبوس فی محبس الاشرار اور ایک کتاب اصول فقہ مین و شرح سیر الکبیر املا فرمائی اور جب کتاب الشروط
تک پہونچے تو آپ کو قید سے رہائی ہوئی اور آپ فرغانہ کی طرف چلے گئے وہان امیر حسن نے تکریم آپ کو اپنے مکان
مین اتارا اور شاگرد بھی وہان پہونچے تو آپ نے شرح مذکور کو کامل کرادیا - علاوہ اسکے مختصر الطحاوی و کتب امام محمد کی بھی
شروح لکھین - آپ نے ستہ ہجری کے دسوین عشرہ مین انتقال فرمایا رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ - روایت ہے کہ جب ظالم نے
آپ کو قید کرکے اوزجند کی طرف روانہ کیا تو جہان راستہ مین نماز کا وقت آتا تھا خود بخود آپ کے بند کھل جاتے اور آپ
تیمم یا وضو سے اذان کہکر تکبیر کے ساتھ نماز پڑھتے اور سپاہی دیکھتے کہ ایک جماعت سبز پوش آپ کے پیچھے
مقتدی ہین جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو سپاہیون سے فرماتے کہ آؤ میرے ہاتھ باندھو - سپاہی متحیر
ہوکر عرض کرتے کہ اے خواجہ ہم حضور سے ایسی گستاخی اب کیونکر کرسکتے ہین فرماتے کہ مین حکم آلہی عز و جل کا
مامور بندہ ہون جہان تک ممکن ہو اسکا حکم بجالایا کہ قیامت کو مبتلا نہون اور تم لوگ اس ظالم کے تابعدار
ہو جہان تک کرسکو کرو تاکہ اسکے ظلم سے بچو - نقل ہے کہ جب اوزجند مین پہونچے تو ایک مسجد مین اذان
سنکر داخل ہوئے - امام نے اقامت کے بعد آستین مین ہاتھ اندر کیے ہوئے تکبیر کہی آپ نے انکار
کیا تو اسنے کہا کہ تکبیر مین کچھ خلل ہے فرمایا کہ اندر ہاتھ رکھکر تکبیر کہنا عورتون کی سنت ہے پس مردون کی

سنت کا اقتدا کرنا چاہتا ہون کہ آستین سے ہاتھ نکال کر تکبیر کہتے ہین لوگون نے پہچان لیا کہ امام سرخسی ہین - رحمہ اللہ تعالے رحمۃ واسعۃ تامۃ کاملۃ بفضلہ سبحانہ تعالے - **احمد بن عبد الرحمن** قاضی جمال الدین ابو النصر ریغذمونی شاگرد والد خود و قاضی ابو زید دبوسی و احمد بن عبد اللہ خیزاخیزی ہین واخذ عنہ ابنہ محمد بن احمد و حفیدہ حامد بن محمد و توفی سنہ ۴۹۳ ہجری - **محمد بن محمد بن الحسین بزدوی** - صدر الاسلام ابو الیسر جامع اصول و فروع صاحب تالیفات ہین شاگرد اسمٰعیل بن عبد الصادق عن عبد الکریم عن ابی منصور الماتریدی عن الجوزجانی و استاد نجم الدین النسفی و علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی مولف تحفۃ الفقہاء سنہ ۴۹۳ ہجری مین فوت ہوئے رحمۃ اللہ تعالے - **محمد بن عبد الحمید بن عبد الرحیم** معروف بہ خواہرزادہ فقیہ محدث ہین مرو مین اسوقت حنفیہ مین آپ سے زیادہ کوئی حدیث و اسکی کتابت مین مشغول نہ تھا سنہ ۴۹۲ ہجری مین فوت ہوئے - **یحیی بن عبد اللہ ناصحی** - قاضی القضاۃ ابو صالح فقیہ متبحر عارف مذہب شاگرد پدر خود المتوفی سنہ ۴۹۵ ہجری رحمۃ اللہ تعالے - **علی بن محمد سمنانی** - فقیہ ابو القاسم تلمیذ قاضی القضاۃ محمد بن علی دامغانی کبیر و اصول و کلام مین شاگرد محمد بن احمد بن الولید رحمہم اللہ تعالے المتوفی سنہ ۴۹۹ ہجری یا ۴۹۳ یا ۷ ہین - ولہ روضۃ القضاۃ رمے ادب القضاء و فی الفقہ و التاریخ - **احمد بن علی ترمذی** شیخ ابو بکر الوراق - فقیہ صاحب بصیرت و ماہر علوم صفات قلب ہین چنانچہ حج کی منزل سے یہ کہکر واپس ہوئے کہ ایک منزل مین مجھ سے سات سو گناہ کبیرہ سرزد ہوئے آپ کی تالیف شرح مختصر الطحاوی معروف ہے اور کتاب مین ذکر ہوا ہے - وراق وہ شخص جو قرآن مجید و احادیث وغیرہ کی کتابت بہت کرتا ہو ظاہرا کتابون کے لکھنے مین مشہور ہون - **محمد بن جعفر بن محمد بن منصور بن محمد بن مستغفر نسفی** - فقیہ محدث ہین - عبد العزیز بن محمد نخشبی یعنے نسفی نے معجم شیوخ مین آپ کا ذکر کیا اور لکھا کہ آپ نے شیخ یعقوب بن اسحاق اسلامی و عبد الملک بن مروان بن ابراہیم وغیرہ سے حدیث حاصل کی - **محمد بن احمد بن حمزہ سمرقندی** از سادات حسنی معروف بسید ابو شجاع فقیہ معتمد ہین رکن الاسلام علی السغدی و حسن ماتریدی کے ہمعصر ہین جس فتوے پر اس زمانہ مین ان تینون کے دستخط ہوتے وہ بہت معتمد ہوتا تھا - اس فتاوے مین آپ سے صریح اقوال بنام معروف منقول ہین - **ہبۃ اللہ بن احمد بن یحیی بعلبکی** فقیہ عالم شاگرد قاضی ابو جعفر محمد بن احمد عراقی - ولہ کتاب فی اختلافات الامام و صاحبیہ رحمہم اللہ تعالے - **میمون بن محمد بن محمد مکحولی نسفی** ابو المعین فقیہ معروف ہین جنسے علاء الدین ابو بکر محمد سمرقندے مولف تحفۃ الفقہاء نے فقہ حاصل کی آپ کی تالیفات مین سے تبصرہ و تمہید قواعد التوحید و مناہج و شرح جامع کبیر وغیرہ ہین - **علی بن بندار یزدی** قاضی القضاۃ شاگرد قاضی ابو جعفر تلمیذ جصاص رازی ہین جامع صغیر کی شرح لکھی جس سے تہذیب شرح جامع صغیر والے نے بہت کچھ نقل کیا اور وہ آپ کا پوتا ہے - **علی بن محمد واسطی** - فقیہ معروف تلمیذ ابو عبد اللہ بصری شاگرد کرخی ہین و استاد حسین بن علی صیمری رحمہ اللہ - **اسحق بن شیث** امام صفار اسی لقب سے کتاب مین جابجا حوالہ ہے فقیہ ثقہ ہین برتنون کی تجارت سے صفار کہلاتے تھے حدیث کو نصر بن احمد بن اسمٰعیل کیسانی سے سماعت و روایت کیا - **اسمٰعیل بن عبد الصادق** فقیہ معتمد ہین شاگرد عبد الکریم بن موسے بزدوی جد فخر الاسلام و

استاد ابو الیسر صدر الاسلام جنکا اوپر ذکر ہو چکا - احمد بن اسحاق الصفار شیخ ابو نصر جہان ابو لنصر الصفار
مذکور ہی آپ ہی مراد ہین بخارا سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ مین رہے اور وہان آپ سے علم شائع ہوا
حافظ حدیث وفقہ ہین - حاکم نے تاریخ نیشاپور مین لکھا کہ آپ حج کے ارادہ سے ہماری طرف آئے اور
حدیث کو ہر علم مین سے تلاش کیا اور مکہ معظمہ مین ساکن رہے - اور طائف مین فوت ہوئے - محمد بن علی
بن الفضل زرنجری - شاگرد شیخ شمس الائمہ حلوائی ہین جنکے حق مین استاد رہنے بسبب خدمت والدہ
کے استاد کی زیارت نہ کرنے کی بد دعا فرمائی کہ درس مین رونق نہو چنانچہ سوائے آپ کے بیٹے بکر زرنجری
کے کسی نے آپ سے علم نہین پایا - زرنجر معرب ورنگر قصبہ بخارا ہی - محمد بن محمد بن احمد بن یوسف شرف الرؤسا
خوارزمی - امام فقہ وحدیث وادب ہین استاد برہان کبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ رحمہم اللہ تعالے - شیخ
عطا بن حمزہ - سغدی شمس الاسلام یا شمس الائمہ امام فروع واصول عارف مذہب ہین کتاب مین حوالہ
آیا ہی - مفتی معروف استاد شیخ نجم الدین نسفی ہین - سغدی صغد کے فقہا وعلما - ابراہیم بن محمد بن اسحاق
دہستانی - مضافات مازندران کے رہنے والے تھے شاگرد صندلی تلمیذ صیمری سے فقہ حاصل کی اور
آپ سے عبد الملک بن ابراہیم ہمدانی مولف طبقات حنفیہ وشافعیہ نے پڑھا - سنہ ۵۰۳ ہجری مین فوت ہوئے
علی بن عبد العزیز بن عبد الرزاق - امام ظہیر الدین مرغینانی ساکن مرغینان ہین - بعض نے لکھا
کہ صاحب خلاصہ کے نانا ہین اور بعض نے کہا کہ ماموں ہین - شاگرد والد خود عبد العزیز وبرہان کبیر
عبد العزیز وسید ابو شجاع وغیرہم - آپ سے آپ کے بیٹے حسن بن علی واحمد بن عبد الرشید والد صاحب
خلاصہ وغیرہ نے فقہ حاصل کی اور سنہ ۵۰۶ ہجری مین فوت ہوئے - کتاب مین آپ سے حوالہ آیا ہی اور
بعض مورخین نے لکھا کہ فتاوے ظہیریہ آپ ہی کی تصنیف ہی اور صحیح یہ ہی کہ فتاوے ظہیریہ کے مولف
شیخ ظہیر الدین محمد بن احمد بن عمر بخاری ہین - محمد بن محمد بن ایوب قطوانی مضافات سمرقند کے ہین
شیخ جلیل واعظ مفسر ہین سنہ ۵۰۶ھ مین نماز جمعہ سے واپسی مین گھوڑے سے گر کر فوت ہوئے - عثمان
فضلی بن ابراہیم بن محمد از اولاد ابو بکر محمد بن الفضل ہین عالم صالح فقیہ محدث ہین حدیث مین
اکثار کیا سنہ ۵۰۳ ہجری مین فوت ہوئے - فتاوائے فضلی سے آپ ہی کا اشارہ ہی اور بعض نے زعم
کیا کہ امام ابو بکر محمد بن الفضل کے فتاوے ہین - والاصوب ہو الاول - محمد بن الحسین ارسابندی فخر الدین
ابو بکر ملقب بفخر القضاۃ فقیہ محدث حسن الاخلاق متواضع تھے - فقہ وحدیث مین شاگرد علاء الدین مروزی
ہین - سمعانی رحمہ نے کہا کہ شہر مرو مین عبد الرحمن بن محمد کرمانی نے آپ سے حدیث کی روایت فرمائی ہی
کیونکہ میری صغر سنی مین آپ نے سنہ ۵۱۳ ہجری مین وفات پائی - آپ کی تالیف مین تقویم الادلہ مختصر لطیف
ہی - بکر بن محمد بن علی زرنجری - شاگرد شمس الائمہ حلوائی در فقہ وحدیث اور نیز حدیث کو ابو سہل احمد بن علی
ابیوردی وحافظ ابو حفص عمر بن منصور ویوسف بن منصور وابراہیم بن علی طبری وحافظ احمد بن محمد بجلی
ومیمون بن علی ومحمد بن عبد العزیز قنطری وغیرہم محدثین سے روایت کی - بالجملہ فقہ وحدیث مین حافظ
متقن ضرب المثل ملقب بہ شمس الائمہ وابو حنیفۃ الاصغر ہوئے - وقائع ونوازل مین معتمد مفتی تھے -

علم حساب و نواریخ سے بھی ماہر تھے۔ بلخ میں ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد نے اور سرخس میں محمد بن ابی یعقوب کاشانی اور سمرقند میں محمد بن علی اور بخارا میں عبد الحلیم بن محمد نے آپ سے روایت حدیث کی۔ سنہ ۵۱۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ محمد بن طاہر بن عبد الرحمن سغدی سمرقندی۔ فقیہ جید شاگرد صدر الاسلام ابو الیسر ہیں۔ المتوفی سنہ ۵۱۱ ہجری رحمہ اللہ تعالے۔ خلف بن احمد ابو القاسم شاگرد عبد العزیز بلخی فقہائے عراق میں سے ہیں سنہ ۵۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ احمد بن محمد بن الفضل خیزاخزری۔ فقیہ ابو النصر امام جامع بخارا شاگرد والد خود شیخ محمد بن الفضل تلمیذ سغد ہوئے کذا قیل وروی عنہ محمد بن ابو النصر و توفی سنہ ۵۱۱ھ۔ محمد بن احمد بن عبد الرحمن ریغدمونی۔ المتوفی سنہ ۵۱۱ ہجری فقیہ محدث متدین متورع صاحب سکون و وقار ہیں۔ فقہ و حدیث میں اپنے والد و جد امجد و سلمان بن ابراہیم بن احمد سرخسی کے شاگرد ہیں۔ محمد بن عبد اللہ بن فاعل عبد الائمہ سرخکتی۔ مرجع علما و حاجت طریقہ حسنہ تھے شاگرد علماء سمرقند و بخارا اور حدیث میں تلمیذ ابو المعالی محمد بن محمد بن زید ہیں اور آپ سے ایک جماعت کثیر نے روایت کی اور ضیاء الدین محمود بلخی نے فقہ پڑھی سنہ ۵۱۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ مسعود بن حسین بن حسن بن محمد بن ابراہیم کاشانی۔ ابو المعالی رکن الدین فقیہ محدث بے نظیر ہیں۔ فقہ میں شاگرد شمس الائمہ سرخسی اور حدیث میں شاگرد ابو القاسم عبید اللہ بن عمر خطیب کاشانی و ابو النصر محمد بن الحسین کشانی ہیں۔ آپ سے امام صدر شہید حسام الدین نے روایت کی۔ سنہ ۵۲۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ مختصر مسعودی آپ کی تالیف معروف ہے۔ عبد الملک بن ابراہیم فقیہ شاگرد ابراہیم بن محمد دہستانی۔ متوفی سنہ ۵۲۱ ہجری۔ حسین بن محمد بن خسرو بلخی۔ حافظ حدیث جامع علوم شرعیہ مولف مسند ابی حنیفہ مع تخریج متوفی سنہ ۵۲۳ ہجری۔ عبد العزیز بن عثمان از اولاد محمد بن الفضل معروف بفضلی۔ فقیہ جید عارف مذہب قاضی بخارا جنکی حسن سیرت معاملہ قضاء میں معروف ہے متوفی سنہ ۵۳۳ھ عبد العزیز بن عثمان نسفی۔ فقیہ محدث شاگرد برہان الدین کبیر ہیں صاحب تالیفات حسنہ متوفی سنہ ۵۳۳ھ محمد بن ہبۃ اللہ حلبی قاضی حاسب فقیہ زاہد متوفی سنہ ۵۳۴ ہجری۔ ابراہیم بن اسمعیل بن احمد بن اسحاق بن شیث المعروف بزاہد صفار۔ رکن الاسلام ابو اسحق فقیہ متورع زاہد ہیں آپ کے آبا و اجداد فاضل علماء حنفیہ میں سے گذرے ہیں۔ آپ امام وقت عالم عامل ہیں راہ حق میں کسی کی ملامت سے خوف نہ کرتے تھے آپ کو سلطان سنجر بن ملک شاہ سلجوقی نے لاکر شہر مرو میں بسایا۔ آپ نے فقہ اپنے والد ماجد سے پڑھی اور آثار الطحاوی کو سنا اور سیر کبیر کو ابو حفص سے سنا اور حدیث اپنے والد ماجد اور عمر بن منصور اور عبد الملک بن عبد الرحمن وغیرہم سے سنی اور صفر یعنے کانسہ کے برتن بیچنے سے صفار کہلاتے تھے۔ کتاب تلخیص الزاہد و کتاب السنۃ والجماعۃ وغیرہ تصنیف فرمائیں۔ حسن بن منصور قاضی خان وغیرہ آپکے شاگرد ہیں سنہ ۵۳۴ ہجری میں بخارا میں فوت ہوئے۔ اور حماد بن ابراہیم الصفار آپ کے بیٹے عالم محدث جید ہیں باپ کے علاوہ اسمعیل بن احمد بن الحسین البیہقی وغیرہم سے حدیث پڑھی اور سمعانی رحمہ اللہ نے لکھا کہ میں نے بخارا میں آپ سے ملاقات پائی مگر کچھ سماعت نہیں کی ہے۔ علی بن محمد بن اسمعیل بن علی بن احمد سمرقندی اسبیجابی سنہ ۴۵۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اس فتاوے میں آپ سے بہت حوالہ ہے۔

فقیہ عالم معرفت وحفظ مذہب مین امام وقت ہین - علی بن ابی بکر صاحب ہدایہ وغیرہ نے آپ سے فقہ پڑھی
مختصر طحاوی ومبسوط وغیرہ کے شرح آپ سے معروف ہین سنہ ۵۳۵ ہجری مین فوت ہوئے - محمد بن محمد
بن الحسین - منہاج شریعہ امام وقت ہین صاحب ہدایہ نے کہا کہ مین نے کثرت علم وفضل وبرکت مین آپ کا
مثل نہین دیکھا - سنہ ۵۴۳ ھ مین فوت ہوئے - عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ - ابو محمد حسام الدین صدر الشہید
فتاوے مین صدر الشہید وحسام الدین والصدر الحسام وغیرہ سے آپ کا ذکر خیر ہی - فقیہ محدث امام معتمد
ہین شاگرد برہان کبیر عبد العزیز یعنے والد خود اور باہیبت وتمکین تھے صاحب محیط وصاحب ہدایہ وغیرہ نے
آپ سے علم پڑھا - تالیفات کثیرہ رکھتے ہین ازانجملہ فتاوے کبرے وصغرے وشرح ادب القاضی للخصاف
شرح جامع صغیر - واقعات وشرح منتقے وغیرہ - سنہ ۵۳۶ ھ مین ایک کافر کے ہاتھ سے شہید ہوئے - عبد المجید
قیس ہروی - شاگرد فخر الاسلام بزدوی وغیرہ وقاضی بلاد روم المتوفی سنہ ۵۳۷ ھ - عبد الغافر فقیہ محدث جید
مولف کتاب مجمع الغرائب فی غریب الحدیث المتوفی سنہ ۵۳۷ ہجری - عمر بن محمد بن احمد بن اسمعیل نسفی معروف
بمفتی الثقلین - یعنی مشہور ہی کہ آپ سے جن وانس دونون فتوے لیتے تھے - ابو حفص کنیت ونجم الدین لقب
تھا - اس فتاوے مین بہت حوالہ ہی - فقیہ محدث جید - نحوی ادیب لغوی حافظ ہین - شاگرد صدر الاسلام
ابو الیسر وغیرہ وایک جماعت کثیر جنکو خود ایک جلد مین جمع کیا ہی اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد نسفی
ابو اللیث احمد بن عمر نے پڑھا اور صاحب ہدایہ وابو بکر احمد بلخی معروف بہ ظہیر نے آپ سے بعض آپ کی
تصانیف کو پڑھا اور عمر بن محمد عقیلی نے آپ سے روایت کی - تصانیف کثیرہ رکھتے ہین ازانجملہ التیسیر
فی التفسیر - النجاح فی شرح الصحاح شرح بخاری شریف جسکے خطبہ مین اپنے استاد کو مصنف تک سے پاس
طرق سے بیان کیا ہی - منظومۃ الفقہ - المواقیت طلبۃ الطلبہ شرح الفاظ کتب حنفیہ - نظم جامع صغیر وغیرہ
سنہ ۵۳۷ ہجری مین فوت ہوئے اور متن معروف کنز الدقائق آپ کی تصنیف نہین بلکہ حافظ الدین نسفی رحمہ اللہ
کی ہی - واضح ہو کہ اہل عرب جب کسی سے ملاقات کرنا نہین چاہتے تو کہدیتے ہین انصرف یعنے پہر جا اور واپس جا
اور اصطلاح نحو مین منصرف وہ لفظ جسپر کسرہ وتنوین بتقلب اعرابی منع نہو اور غیر منصرف وہ کہ جسپر کسرہ وتنوین
نہ آوے لیکن جب وہ نکرہ کردیا جاوے تو منصرف ہوجاتا ہی اور اسکو منکر کہتے ہین اور محاورہ مین جس
شخص کی شناخت ومعرفت سے انکار کیا جاوے وہ منکر ہی اب ایک لطیفہ سنیے کہ ہمارے شیخ نجم الدین
رحمہ اللہ جب مکہ معظمہ پہونچے تو وہان علامہ زمخشری مجاور گوشہ نشین تھے انسے ملاقات کو گئے اور دروازہ
بجایا انھون نے پوچھا کہ کون ہی کہا کہ عمر - جواب دیا کہ - انصرف یعنے مین نہین ملونگا تم لوٹ جاو - شیخ نے
اسکو نحوی لطیفہ مین ملایا کہ عمر منجملہ ان الفاظ کے ہی کہ جو غیر منصرف ہوتے ہین تو زمخشری کے جواب مین
کہا کہ یا شیخ عمر منصرف نہین ہوتا ہی - علامہ نے فوراً جواب دیا کہ اذا نکر صرف - جب منکر کیا جاوے تو
(کنایۃ واپس نہین جاتا ۱۲)
منصرف ہوجاتا ہی یعنے جب اسکی شناخت سے مالک مکان انکار کرے تو واپس ہوجاوے اور لطیفہ یہ کہ لفظ
عمر جب تک معرفہ ہو غیر منصرف ہی اور اگر کسی نکرہ چیز کا نام رکھا جاوے تو منصرف ہو جائیگا - فافہم
محمود بن عمر زمخشری ابو القاسم ملقب بفخر خوارزم اور بسبب مجاورت مکہ کے ملقب بجار اللہ -

مرد معتزلی لغوی ادیب نحوی بلیغ ہین تفسیر کشاف وفائق واساس وربیع ومفصل ومقامات وغیرہ تصانیف کثیرہ رکھتے ہین اعتقاد مین معتزلی اور فروع مین حنفی تھے۔ تفسیر مین نحو وبلاغت وبیان کے سوائے علم تفسیر سے غافل ہین اس سبب سے کہ کلام الٰہی سبحانہ کے معانی بزبان پاک حضرت رسالت صلعم وصحابہ وتابعین حاصل ہوئے اور علامہ کو بسبب ہمارے اعتزال کے حدیث مین غفلت ہی اکثر موضوع احادیث سے استدلال کیا اور سوء تعبیر وطعن بالکابرستے کام لیا اسی سبب سے بعض ایمہ علماء نے اس کتاب پر نظر کرنا حرام لکھا مترجم کہتا ہی کہ بیشک بعض مقامات مین آنحضرت صلعم وصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم پر بھی طعن نکلتا ہی اگرچہ مولف کا مقصود نہو لیکن مرویات تابعین وصحابہ رح مین اسنے بہت کچھ لکھتا ہی اگرچہ انکی تحقیق نہین جانتا اور صحیح وضعیف وموضوع مین فرق نہین کرسکتا اسی واسطے بہت خوفناک چیز ہوگئی اور میرے نزدیک جن لوگون نے اسکو مرویات سے غافل کہا تو شاید یہی غفلت مراد ہوگی ورنہ کثرت سے اقوال کو معلق لایا ہی اور ایسی غفلت بغیر معرفت علم حدیث وآثار کے اور بغیر طریقہ سنت کے ممکن الزوال نہین ہی چنانچہ بیضاوی رحمہ اللہ نے بھی جا بجا اُسی کی تبعیت مین غلطی اٹھائی ہی چنانچہ مرد متدین عارف بصیر غیر متعصب کو دونون تفاسیر اور تفسیر محدث محقق حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ دیکھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہی اور صاحب سراج المنیر نے جا بجا نقل موضوعات پر طعن کیا ہی۔ علی بن عراق بن محمد خوارزمی ابو الحسن فقیہ معروف مولف تفسیر خوارزمی متوفی ۵۳۹ھ ہجری۔ عبد الرشید بن ابی حنیفہ بن عبد الرزاق ولوالجی۔ ابو الفتح ۴۶۷ھ ہجری شہر ولوالج واقع بدخشان مین پیدا ہوئے اور شیخ ابو بکر القزار وعلی بن حسن برہان بلخی سے فقہ پڑھی اور ۵۴۰ھ ہجری مین فوت ہوئے فقیہ محقق معتمد مولف فتاوے ولوالجیہ ہین۔ کتاب مین اس فتاوے سے بہت کچھ منقول ہی۔ محمد بن یوسف بن احمد حنظلی نیشاپوری۔ شاگرد ابو الفضل کرمانی فقیہ المتوفی سنہ ۵۰۸ھ۔ احمد بن صدر الاسلام بزدوی۔ ابو المعالی صدر الائمہ فقیہ مفتی المتوفی ۵۴۲ھ۔ بزدہ قلعہ نسف ہی۔ طاہر بن احمد بن عبد الرشید بن الحسین بخاری۔ فقیہ مجتہد فی المسائل بقول ابن کمال پاشا وعلامۂ فرید شاگرد اپنے والد کے وانپے ماموں ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی وحماد بن صفار وقاضی خان کے ہین ۵۴۲ھ مین فوت ہوئے۔ خلاصۃ الفتاوے وخزانۃ الواقعات ونصاب معروف ومشہور ہین۔ اس فتاوے مین آپ کی تصانیف سے بہت حوالہ ہی مطلق واقعات سے یہی کتاب مراد ہی نجارات واقعات ناطقی وواقعات حسامیہ کے۔ حسن بن علی بن عبد العزیز مرغینانی۔ ظہیر الدین کبیر فرغانہ کے قصبہ مرغینان کے رہنے والے تھے۔ فقیہ محدث معروف ومشہور ہین شاگرد برہان الدین کبیر وشمس الائمہ اوزجندی وزکی الدین خطیب مسعود بن حسن کاشانی تلمیذ سرخسی۔ واستاذ طاہر صاحب خلاصہ وظہیر الدین محمد بن احمد صاحب فتاوے ظہیریہ وقاضی خان اوزجندی وغیرہم المتوفی ۵۴۲ھ رحمہم اللہ تعالے۔ آپکے اقوال منیفہ کا بہت حوالہ مذکور ہی۔ عبد الرحمن بن محمد کرمانی۔ ابو الفضل رکن الدین ورکن الاسلام شاگرد فخر القضاۃ محمد بن حسین ارسابندی واستاذ عبد الغفور بن لقمان کردری ومحمد بن یوسف سمرقندی وعمر بن عبد الکریم بخاری وغیرہم۔ مولف تجرید مع شرح مسمے بایضاح وشرح جامع کبیر وفتاوے واشارات وغیرہ۔ المتوفی ۵۴۳ھ ہجری شیخ عبد الغفور

بن لقمان نے استاد کے تجرید کی شرح بسیط مسمی بالمقید والمزید لکھی ہے جس سے حوالہ نقل کیا جاتا ہے - محمد بن محمد بن محمد شیخ رضی الدین سرخسی معروف بہ امام سرخسی تلمیذ صدر الشہید رحمہ اللہ مولف محیط دس مجلد و محیط چار مجلد و محیط دو مجلد اور یہ سہ کا مجموعہ محیط رضوی و محیط سرخسی کہلاتا ہے جس سے اس فتاوے مین بہت حوالہ ہے المتوفی سنہ ۵۴۴ہجری - محمد بن عبد الرحمن بخاری علاء الدین زاہد استاذ صاحب ہدایہ و عمر بن محمد عقیلی و شاگرد احمد بن عبد الرحمن ریغدمونی المتوفی سنہ ۵۴۶ھ - علی بن حسن بن محمد بلخی ابو الحسن برہان بلخی شاگرد برہان الدین کبیر عبد العزیز و استاد عبد الرشید ولوالجی و محمد بن یوسف عقیلی و بدر ابیض وغیرہم المتوفی سنہ ۵۴۸ہجری - احمد بن عمر بن احمد نسفی ابو اللیث مجد النسفی شاگرد والد خود محدث جید و آپ سے سمعانی نے صرف ملاقات پائی - سنہ ۵۵۱ھ مین مکر سے حج کے راستہ مین قطاع الطریق کے ہاتھون شہید ہوئے - عثمان بن علی بن محمد بیکندی بخاری - ابو عمرو فقیہ محدث متورع عابد زاہد شاگرد امام ابوبکر محمد بن ابی سہل سرخسی و استاذ صاحب ہدایہ وغیرہم سنہ ۵۵۲ہجری مین فوت ہوے - بیکند قریب بخارا کے ایسا شہر تھا جسمین تین ہزار مکان فقط فقراء کے تھے سمعانی نے کہا کہ مین نے انکے آثار خود دیکھے ہین یعنی بعد ویران ہوجانے کے یہ نشان ظاہر تھے - محمد بن مسعود بن الحسین کاشانی - شیخ ابو الفتح فقیہ متبحر ہین شاگرد اپنے والد مسعود مولف مختصر مسعودی و ابو القاسم علی بن احمد کلابادی وغیرہ - عہدہ قضاء پر جید نہین تھے - سنہ ۵۵۲ہجری مین فوت ہوئے - صاعد بن محمد بن عبد الرحمن بخاری اصفہانی ابو العلاء ابن الراہمندی فقیہ محدث شاگرد علی بن عبد اللہ خطیبی - المتوفی سنہ ۵۵۲ہجری - احمد بن علی بن عبد العزیز بلخی - ابوبکر ظہیر بلخی - شاگرد نجم الدین نسفی و مرغینانی و اسبیجابی وغیرہم مولف شرح جامع صغیر المتوفی سنہ ۵۵۳ہجری - عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ نیشاپوری خرقی - شاگرد جمال الدین ابو النصر ریغدمونی المتوفی سنہ ۵۵۳ہجری - ہبۃ اللہ بن محمد بن ہبۃ اللہ عقیلی فقیہ فاضل اور مولف تاریخ حلب کمال الدین عمر بن احمد کے دادا ہین المتوفی سنہ ۵۵۴ہجری - محمد بن ابی بکر صابونی بزدوی - ابو الطاہر شاگرد ابراہیم الصفار و احمد بن عبد الرحمن و ابو الیسر بزدوی اور بخارا مین آپ سے سمعانی شافعی نے حدیث لکھی المتوفی سنہ ۵۵۵ہجری - محمد بن نصر بن منصور مدینی - شاگرد صدر الاسلام بزدوی و فخر الاسلام بزدوی اور سمعانی نے کہا کہ مین نے آپ سے ابو العباس مستغفری کے دلائل النبوۃ کو سنا ہے - المتوفی سنہ ۵۵۵ہجری - محمد بن یوسف حسینی ابو القاسم ناصر الدین سمرقندی امام جلیل القدر مفسر محدث فقیہ واعظ مجتہد تھے مولف کتاب نافع - و فتاوے ملتقط و خلاصۃ المفتی وغیرہ جنسے اس فتاوے مین حوالہ بھی ہے المتوفی سنہ ۵۵۶ہجری حسن بن فخر الاسلام بزدوی - شاگرد عم خود شیخ صدر الاسلام بزدوی المتوفی سنہ ۵۵۷ہجری - علی بن مودود بن الحسین کشانی - فقہ اپنے چچا مسعود بن الحسین مولف مختصر مسعودی و برہان الائمہ کبیر و محمد بن الحسین ارسابندی - نہایت حق گو واعظ تھے وقد سمع منہ السمعانی رحہ المتوفی سنہ ۵۵۸ہجری - عبد الغفور بن لقمان کردری - ابو المفاخر شرف القضاۃ تاج الدین شمس الائمہ منسوب بشہر کردر واقع خوارزم عابد زاہد شاگرد ابو الفضل عبد الرحمن بن محمد کرمانی و مولف مفید و مزید و متن اصول الفقہ و شرح جامع صغیر و کبیر -

شرح زیادات از استاد خود - کتاب حیرۃ الفقہاء و کتاب کلمات کفریہ - المتوفی سنہ ۵۶۲ھ ہجری - اس فتاوے مین
بعض تصانیف سے قلیل حوالہ ہی - محمد بن صدر الشہید حسام الدین - شاگرد فقہ و حدیث مین اپنے والد کے ہین
بغداد مین اپنے والد سے حدیث روایت بھی فرمائی اور سنہ ۵۶۶ھ ہجری مین فوت ہوئے - جعفر بن عبد اللہ
بن ابی جعفر قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ و امغانی - وامغان واقع خراسان کے فقیہ محدث مشہور ہین فتاوی مین
آپ سے نقل ہی سنہ ۵۶۶ھ ہجری مین فوت ہوئے - محمد بن محمود فخر الدین سجستانی - فقیہ جید المتوفی سنہ ۵۰ھ ہجری
رحمہ اللہ تعالی - محمد بن ابی ابکر المعروف بہ امام زادہ جوغی - واعظ صوفی مفتی بخارا - شاگرد مجد الائمہ سرخکتی و
شمس الائمہ بکر زرنجری و رضی الدین نیشاپوری وغیرہم و تصوف مین مرید خواجہ یوسف ہمدانی رح - آپ سے
برہان الاسلام زرنوجی و عبید اللہ بن ابراہیم محبوبی و شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری نے فقہ پڑھی سمعانی
نے بخارا مین آپ سے روایت لکھی - مولف شرعۃ الاسلام فقہ مین و اداب الصوفیہ تصوف مین معروف
ہین - مصنف جواہر مضیہ نے لکھا کہ مین نے شرعۃ الاسلام کو دیکھا نہایت مفید کتاب ہی - مترجم کہتا ہی کہ ایسا
زمانہ مین بھی پائی جاتی ہی اگر وہی ہو لیکن شک نہین کہ موجودہ نسخہ مین بہت سے احادیث موضوعہ و اہیہ
منکرہ داخل ہین لہذا سمعانی کے شاگردی سے گمان قوی ہی کہ یہ وہ شرعہ نہین ہی یا اسمین تحریف و تغییر کی گئی
ہی واللہ اعلم - محمد بن ابی القاسم خوارزمی ابن المشائخ بقالی رحمہ اللہ فقیہ محدث حسن الاعتقاد کریم النفس ہین
مورخ نے لکھا کہ شاگرد علامہ جار اللہ زمخشری ہین انھین سے علوم پڑھے اور حدیث بھی انسے سنی اور دیگر
محدثین سے حاصل کی سنہ ۵۶۲ھ ہجری مین فوت ہوئے - مورخ نے علوم کثیرہ کا عالم ہونا بیان کیا ہی - لیکن یہ
ظاہر ہی کہ حدیث مین استاد زمخشری خود محض بے اعتبار ہین تو شاگردی بھی حرف گیری سے خالی نہین بلکہ
مورخین کی توسیع تحریر بمبالغہ پر محمول ہوکر ساقط ہو جاتی ہی حالانکہ اسلام کے علوم نہایت تاکید سے ہدایت
کرتے ہین کہ یقینی سچ کہو اور وہ بھی تھوڑا ورنہ دراز تقریر کو قطعی نہ کردو - بالجملہ زبان عربی و نحو وغیرہ سے ماہر تھے
اور علوم فقہیہ مین بھی تالیفات رکھتے ہین اور منجملہ تالیفات کے ایک فتاوے جمیع التفاریق - اذکار الصلوۃ
تنبیہ علی اعجاز القرآن - وغیرہ معروف ہین - اس فتاوے ہین بقالی سے حوالہ منقول ہی اور مورخ نے کہا کہ
آٹا دال وغیرہ بیچنے سے بقال کہلائے - مترجم کہتا ہی کہ مجھے یہ تحریر مورخ کی رائے معلوم ہوتی ہی جسمین سہو ہوا
کیونکہ ایسے شخص کو فامی بولتے تھے البتہ ہندوستان مین یہ رواج ہی اور وہان آہین تامل ہی - ہان
ترکاری فروشی سے نسبت ہو سکتی ہی واللہ اعلم - عالی بن ابراہیم ناصر الدین ابو علی غزنوی - اصولی و فقیہ
مفسر مولف مشارع مع شرح مشارع ورفقہ وغیرہ المتوفی سنہ ۵۸۲ھ ہجری - احمد بن محمد بن عمر ابو النصر زاہد الدین
عتابی ساکن عتاب محلہ بخارا عالم زاہد متبحر معروف - مولف بسیط شرح زیادات عتابی - فتاوے عتابیہ
جن سے اس فتاوے مین بہت حوالہ ہی و شروح جامع صغیر و کبیر وغیرہ المتوفی سنہ ۵۸۶ھ ہجری - عماد الدین
بن شمس الائمہ بکر زرنجری - شاگرد والد خود و استاد جمال الدین عبید اللہ بن ابراہیم محبوبی و شمس الائمہ
بکر بن عبد الستار کردری وغیرہ المتوفی سنہ ۵۸۳ھ - ابو بکر بن مسعود بن احمد کاشانی - ملک العلماء علاء الدین
شاگرد علاء الدین محمد سمرقندی مولف تحفۃ الفقہاء و میمون مکحولی و مجد الائمہ سرخکتی و استاد پسر خود محمود

شرح زیادات عتابی
فتاوے عتابیہ

تحفۃ الفقہاء

بن ابی بکر و احمد بن محمود مولف مقدمہ غزنویہ ہین - آپ کی تصانیف مین سے بدائع شرح تحفۃ الفقہاء و سلطان المبین
فی اصول الدین بہت عمدہ ہین ۵۸۷ھ ہجری مین فوت ہوئے - احمد بن محمود بن ابوبکر صابونی فقیہ فاضل ہین -
صابون بناتے تھے آپ نے اصول مین ہدایہ وکفایہ اور کلام مین بھی ہدایہ و مختصر ہدایہ تالیف کین شمس الائمہ
کردری آپ کے شاگرد ہین سنہ ۵۸۰ھ مین فوت ہوئے - عبد الکریم بن یوسف بن محمد ساکن دینار واقع استرآباد
ابو النصر علاء الدین دیناری حاوی فروع و اصول مولف فتاوے دیناری - المتوفی سنہ ۵۹۰ھ ہجری - ابن النجار نے
کہا کہ مین نے آپ کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہین پائی - مطہر بن الحسین بن سعد قاضی القضاۃ جمال الدین یزدی
خاندان علماء و فضلا مین سے جلیل القدر ہین جامع صغیر زعفرانی کی شرح تہذیب نام لکھی اور مشکل الآثار طحاوی
اور نوادر ابو اللیث کو ملخص و مختصر کیا - ایک فتاوے اور شرح مختصر القدوری لکھی - رکن الدین محمد بن عبد الرشید
کرمانی مولف جواہر الفتاوے آپ کے شاگرد ہین - سیوطی رح نے حسن المحاضرہ مین لکھا کہ آپ کے ماتحت بارہ
مدارس تھے جنمین بارہ سو طلبا پڑھتے تھے سنہ ۵۹۱ھ ہجری مین فوت ہوئے - حسن بن منصور بن محمود اوزجندی
فخر الدین قاضی خان - امام مشہور معروف مجتہد فی المسائل شاگرد محمود بن عبد العزیز اپنے دادا و ظہیر الدین
مرغینانی و ابو اسحق بن ابراہیم صفاری ہین و استاد جمال الدین محمود حصیری و شمس الائمہ کردری و نجم الائمہ وغیرہ
ہین تالیفات مین سے فتاوے قاضی خان و شرح زیادات و جامع صغیر و ادب القضاء وغیرہ معروف ہین -
قاسم بن قطلوبغا نے کہا کہ قاضی خان نے جس مسئلہ کی تصحیح کی وہ اورون پر مقدم ہوگی کہ وہ فقیہ النفس ہین -
سنہ ۵۹۲ھ ہجری مین فوت ہوئے - یوسف بن حسین بن عبد اللہ بدر اسبفی شاگرد برہان بلخی سنہ ۵۹۲ھ ہجری مین
دمشق مین فوت ہوئے - احمد بن محمد بن محمود غزنوی شاگرد محمد بن علی علوی حسنی و صاحب بدائع تلمیذ صاحب
تحفۃ الفقہاء وغیرہ مولف روضہ و مقدمہ غزنویہ وغیرہ المتوفی سنہ ۵۹۳ھ ہجری - علی بن ابی بکر مرغینانی برہان الدین
ابو الحسن صدیقی المتوفی سنہ ۵۹۳ھ ہجری - فقیہ فاضل جید زاہد عابد پرہیزگار ہین آپ کے فضل کا قاضیخان وغیرہ نے
اقرار کیا - شاگرد مفتی الثقلین نجم الدین نسفی و صدر شہید حسام الدین و صدر شہید تاج الدین و ضیاء الدین بندنیجی
و عثمان بیکندی و قوام الدین احمد بن عبد الرشید والد صاحب خلاصۃ الفتاوے و بہاء الدین علی اسبیجابی وغیرہم -
مولف کتاب معروف متداول ہدایہ وکفایہ و منتقے و تجنیس و مزید و مختارات النوازل وغیرہ جنمین سے ہدایہ
بہت معروف و متداول ہی آپ سے جم غفیر مثل آپ کی اولاد شیخ الاسلام جلال الدین محمد و نظام الدین عمر اور پوتے
شیخ الاسلام عماد الدین بن ابی بکر اور مثل شمس الائمہ کردری و جلال الدین محمود استروشنی و برہان الاسلام زرنوجی
وغیرہم - آپ کے نصائح مین سے یہ مضمون محفوظ ہی کہ فرمایا جو شخص عالم ہوکر شرع الہی مین ہتک کرے وہ بڑا
فتنہ ہی اور جو شخص جاہل ہوکر عالم عابد بنے وہ اُس سے بڑھکر فتنہ ہی پس مومن دیندار کے لیے دنیا مین یہ دو بڑے
فتنہ ہین قال المترجم تجاوز اللہ عن سیئاتہ و غفر لہ و لوالدیہ و اولادہ اسکو اپنی ذات پر خوف ہی کہ شاید ان دونون
مین سے ایک کا مصداق ہو لہذا اہل ایمان سے مستدعی ہی کہ اُسکے لیے اپنی خلق نیک سے خالصاً لوجہ اللہ تعالی دعا
فرماوین کہ اسکا خاتمہ بخیر ہو آمین یا ارحم الراحمین - شیخ موصوف یعنی صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی
کہ سبق کو چہار شنبہ کے روز شروع کرانے کا انتظار کرتے اور یہ حدیث روایت کرتے کہ ما من شئ بدئ یوم الاربعاء

جواہر الفتاوے

مقدمہ غزنویہ

خلاصۃ الفتاوے

الائمہ یعنی جو چیز روز چہارشنبہ کو شروع کیجاوے وہ پوری ہی ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے کہ فاضل لکھنوی مرحوم مغفور نے کتب حدیث مین سے بھی اسکا نشان پایا ہے چنانچہ فاضل مرحوم کے فوائد بہیہ مین دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور شیخ موصوف فرماتے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ یہی کیا کرتے تھے۔ قال المترجم بعض روایات مین روز چہارشنبہ کے نسبت نحس مستمر مروی ہوا ہے اور دیگر روایات سے اسکی تفسیر ظاہر ہوئی کہ کافرون و منافقون و مشرکون کے حق مین ہمیشہ کے لیے بعد ہلاک قوم ہود کے یہ استمرار ہوا لہذا جو شخص مومن ہو ضرور انشاء اللہ تعالے اُسکے حق مین یہ روز مبارک ہوگا اسی واسطے اقوام ہندوستان بسبب عدم ایمان کے اس روز مبارک کے اپنے اوپر منحوس ہونے کے معتقد ہین فلیتنبہ واللہ اعلم۔ عمر بن عبد الکریم بخاری بدر الدین فقیہ شاگرد ابوالفضل کرمانی و استاد شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری۔ المتوفی ۵۹۴ھ ہجری۔ عمر بن محمد بن عمر شرف الدین ابوحفص عقیلی از اولاد عقیل بن ابی طالب لقب العین شاگرد صدر شہید و جمال الدین ربغدمونی و استاد شمس الائمہ کردری وغیرہ المتوفی ۵۹۶ھ ہجری۔ محمد بن عمر بن عبد اللہ نشیاپوری شیخ ابوبکر رشید الدین امام فقیہ معتمد مولف فتاوے رشید الدین جس سے اس کتاب مین بہت حوالہ ہے اور شرح تکملہ وغیرہ معروف و مشہور ہین ۵۹۸ھ ہجری مین فوت ہوئے۔ احمد بن محمد خلیب خوارزم موفق الدین شاگرد نجم الدین نسفی و جار اللہ زمخشری۔ و استاد ناصر الدین مولف لغت مغرب وقد ذکرہ السیوطی فی البغیۃ توفی ۵۹۸ھ ہجری۔ حسن بن حیطر ابوعلی نعمان فقیہ محدث مفسر وغیرہ۔ کہتے تھے کہ مین نے مذہب امام ابوحنیفہ کو نقل کیا اور اپنے اجتہاد کے موافق اُسکی تائید و تشیید کی ہے۔ حمیدی کی جمع بین الصحیحین کی شرح حجۃ نام لکھی اور ایک کتاب اختلاف صحابہ و تابعین و فقہاء مین تصنیف فرمائی ۵۹۸ھ ہجری مین وفات پائی۔ علی بن احمد بن مکی حسام الدین رازی مفتی مذہب حنفیہ۔ مولف شرح قدوری بنام خلاصۃ الدلائل و تنقیح المسائل۔ اسی کو صاحب جواہر مضیہ نے حفظ کیا اور اُسکے احادیث کی بسیط تخریج لکھی ۵۹۸ھ ہجری مین فوت ہوئے۔ مسعود بن شجاع بن محمد شیخ برہان الدین فقیہ شاگرد برہان الدین بلخی۔ و استاد محمد بن یوسف ابیض و داؤد بن ارسلان وغیرہ المتوفی ۵۹۹ھ ہجری۔ محمد بن یوسف بن علی غزنوی بغدادی۔ محدث جلیل مستند شاگرد فقہ مین عبد الغفور بن لقمان کردری کے اور حدیث مین ابوالفضل بن ناصر وغیرہ کے و استاد رشید عطار و شیخ منذری باجازت المتوفی ۵۹۹ھ ہجری۔ محمد بن عراق قزوینی معروف بہ طاؤسی شاگرد رضی الدین نیشاپوری و استاد جم غفیر المتوفی ۶۰۰ھ ہجری۔ احمد بن محمد بن نوح غزنوی جمال الدین فقیہ فاضل استاد حسن بن علی نحوی و مولف فتاوے حاوی قدسی اور چونکہ شہر قدس مین اسکو جمع کیا اسلیے حاوی قدسی نام رکھا المتوفی ۶۰۰ھ ہجری۔ حسین بن علی عماد الدین ابوالقاسم لامشی محدث فقیہ ثقہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر مین کسی کی ملامت سے خوف نہ کرتے شاگرد شمس الائمہ حلوائی اور حدیث مین ابوبکر محمد بن الحسن بن منصور نسفی مولف واقعات و فتاوے۔ احمد بن موسی کشی شاگرد نجم الدین نسفی و مولف مجموع النوازل یعنی شیخ ابواللیث سمرقندی و ابوبکر محمد بن الفضل و ابوحفص کبیر وغیرہم کے فتاوے جمع کر دیے۔ زیاد بن الیاس فرغانی استاد صاحب ہدایہ وغیرہ۔ حسن بن نصر بن ابراہیم الحاکم الکشنی۔ شاگرد مسعود بن الحسین صاحب مختصر مسعودی اور خود رتبہ حاکم تک پہونچے۔ احمد بن عبد الرشید بخاری۔ فقیہ متبحر معروف

ف مولوی عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ

ف فتاوی رشید الدین

مغرب

ف فتاوی حاوی قدسی

نجم الدین نسفی

ف فتاوی مسعودی

مولف شرح جامع صغیر - استاد صاحب ہدایہ و پسر خود مولف خلاصہ - رضی الدین نیشاپوری مولف طریقۃ الرضویہ
و استاد رکن الدین امام زادہ محمد بن ابو بکر و فضل رکن الطاؤسی وغیرہم - حماد بن ابراہیم الصفاری قوام الدین بخاری
عالم فقہ خاندانی و استاد برہان الاسلام زرنوجی و افتخار الدین صاحب خلاصہ وغیرہ - محمود بن عبد العزیز اوزجندی
شمس الائمہ شاگرد امام سرخسی - محمد بن ابی بکر معروف بجمیر الوبری خوارزمی اس فتاوے مین آپ کے معروف نام
سے حوالہ آیا ہی شاگرد ابو بکر محمد بن علی زرنجری و مولف کتاب الاضاحی وغیرہ - چونکہ وبر یعنے اونٹ کے بالون
کا کام کرتے لہذا وبری کہلاتے تھے - عبد الکریم بن محمد مدینی رکن الائمہ صباغی اور کبھی اس فتاوے مین
فقط رکن صباغی پر اقتصار ہوا ہی شاگرد صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی و استاد نجم الدین مختار زاہدی مولف
قنیہ وغیرہ اور مولف شرح قدوری وغیرہ - عمر بن محمد بن عبد اللہ بسطامی شیخ ابو شجاع ثلجی فقیہ حافظ محدث
جید مفسر جامع استاد صاحب ہدایہ اور خود بڑے مشائخ سے اجازت حاصل رکھتے تھے - اسی واسطے فتاوے مین
بعض مقام پر آپ کی نسبت بعضے مشائخ معروفین نے کہا کہ وہ بڑا شخص ہی اور اسکے مشائخ بڑے بڑے عالی ہین
سمعانی شافعی رحمہ نے آپ سے مرو اور بلخ و ہرات و بخارا و سمرقند مین حدیث سنی کما ذکرہ بنفسہ فی کتاب الانساب
اشرف بن ابو الوہاج محمد بن السید ابو شجاع بغدادی - استاد عبد المجید بن اسمٰعیل قاضی بلاد روم و علاء الدین
محمد سمرقندی وغیرہم - عبد العزیز بن عمر بن مازہ ابو محمد برہان الدین کبیر و برہان الائمہ و الصدر الماضی و الصدر الکبیر
ان القاب سے ظاہر ہی کہ بڑے فقیہ جید امام تھے - شاگرد امام سرخسی تلمیذ حلوائی و استاد صدر سعید
تاج الدین و صدر شہید حسام الدین یعنے دونون فرزند رشید آپ کے اور استاد ظہیر الدین کبیر شیخ علی بن عبد العزیز
مرغینانی - برہان الاسلام زرنوجی نے اپنے شیخ صاحب ہدایہ سے نقل کیا کہ شیخ عبد العزیز رح نے اس خیال
سے کہ اکثر طالب علم دور سے سبق کو میرے پاس آتے ہین اکثر تمام وقت سبق پڑھانے اور اپنے دونون
صاحبزادون صدر سعید و صدر شہید کو سب سے پیچھے دوپہر کو پڑھاتے جسکی برکت سے دونون اپنے وقت
مین اکثر فقہا پر فوقیت لیگئے - نجم الائمہ بخاری - مفتی بخارا و خوارزم بلاد ارفع تھے ہمعصر برہان کبیر و علاء حمامی
و بدر طاہر اور استاد فخر الدین بدیع وغیرہ - محمد بن احمد سمرقندی علاء الدین ابو بکر شاگرد میمون مکحولی و ابو الیسر
بزدوی و استاد ابو بکر بن مسعود صاحب بدائع و ضیاء الدین محمود بن الحسین استاد صاحب ہدایہ کے ہین -
مولف کتاب تحفۃ الفقہا جسپر صاحب بدائع کی شرح ہی - محمد بن الحسین بن ناصر بندیجی ضیاء الدین شاگرد
علاء الدین ابی بکر سمرقندی - سمع صحیح مسلم عن محمد بن الفضل النیشاپوری سمع عن عبد الغافر الفارسی عن الجلودی
عن الامام مسلم کذا ذکرہ صاحب التذکرہ واللہ اعلم آپ سے صاحب ہدایہ نے فقہ پڑھی اور تمام مسموعات کی
اجازت حاصل کی - وکان ذلک ۵۴۴ھ - حامد بن محمد ریغدمونی جلال الدین ابو النصر مولف محاضر و شروط شاگرد
اپنے باپ و دادا کے ہین - محمد بن الحسن بن محمد کاشانی ابو عبد اللہ برہان الدین حافظ الحدیث شاگرد نجم الدین
نسفی و استاد اشرف بن نجیب ابو الفضل کاشانی و شمس الائمہ محمد بن عبد الکریم ترکستانی معروف بہ برہان الائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ
محمد بن صدر سعید بن صدر کبیر برہان الائمہ مجتہد فی المسئلہ تھے شاگرد والد خود تاج الدین صدر سعید و عم خود
و صدر شہید و استاد فرزند خود طاہر بن محمود ہین - مولف محیط برہانی و ذخیرہ و تجرید و شرح جامع صغیر

خلاصہ
جمیر الوبری
رضاحی
رکن صباغی
ابو شجاع ثلجی
صدر سعید
نجم الائمہ
محیط برہانی
تجرید

وشرح ادب القاضی للخصاف وواقعات وغیرہ ازین جملہ اس فتاوے مین محیط وذخیرہ وتجرید سے بہت حوالہ ہی۔
علی بن عبد اللہ بن عمران فخر المشائخ عمرانی شاگرد علامہ زمخشری ہین۔ محمد بن عبد اللہ صاعدی معروف بقاضی سدید
شاگرد فخر الدین ابی بکر ارسابندی اور سید ابو شجاع علوے سمرقندی وغیرہ ہین اور انھین سے حدیث روایت
کی چنانچہ سمعانی نے آپ سے روایت کی ہی وکان حسن الاخلاق کثیر العبادۃ محدثا جید الفقیہا۔ محمد بن احمد
بن ابی سعد مولف فتاوے ملخص المتوفی سنہ [illegible] ہجری۔ محمود بن عبید اللہ بزدوی شیخ الاسلام علاء الدین شاگرد
عبد العزیز بن عثمان نسفی شاگرد برہان کبیر وغیرہ مولف کتاب عون سنوفی سنہ [illegible] ھ محمود بن احمد ابو المحامد عماد الدین
استاد شمس الائمہ کردری مولف کتاب خلاصۃ الحقائق جسکی نسبت قاسم بن قطلوبغا نے کہا کہ زمانہ نے اس کتاب کی
مثل نہین دیکھی۔ عبد الرحمن بن شجاع بغدادی۔ شاگرد والد خود شیخ شجاع ہین المتوفی سنہ [illegible] ہجری۔ ناصر
بن عبد السید ابو المکارم عراقی خوارزمی۔ معتزلی حنفی خلیفہ زمخشری مولف مغرب وغیرہ۔ عبد المطلب بن الفضل افتخار الدین
حدیث کی روایت عمر بسطامی دمشقی اور سعد سمعانی وغیرہ سے رکھتے ہین رئیس حنفیہ تھے سنہ ۶۱۲ھ مین فوت ہوے
محمد بن یوسف بن الحسین معروف با بن الابیض شاگرد والد خود یوسف بدر ابیض شاگرد علاء سمرقندی۔ فقیہ معروف
قاضی عسکر ہین من اشعارہ سے الاکل من لا یقتدی بائمہ + فقسمۃ ضیزی عن الحق خارجہ + فخذہم عبید اللہ عروۃ
قاسم + سعید ابو بکر سلیمان خارجہ + ان اشعار مین فقہاء سبعہ مدینہ کو جو تابعین تھے جمع کر دیا ہی۔ عبید اللہ
بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود اور عروہ یعنے ابن الزبیر اور قاسم بن محمد بن الصدیق وسعید بن المسیب وابو بکر بن
عبد الرحمن بن حارث بن ہشام وسلیمان بن یسار اور خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین محمد
بن محمد بن محمد عمیدی سمرقندی۔ رکن الاسلام ابو حامد شاگرد رضی الدین نیشاپوری در علم خلاف۔ ابن خلکان نے
کہا کہ رضی الدین سے علم خلاف کو چار رکن نے حاصل کیا ایک رکن عمیدی دوم رکن الدین طاؤسی سوم رکن الدین
امام زادہ اور چہارم کا نام یاد نہین ہی۔ عمیدی سے مستفیدین بہت ہین جنمین سے ایک نظام الدین احمد بن جمال الدین
ابو المحامد محمود بن احمد بن عبد السید بخاری حنفی معروف تحصیری ہین۔ اور واضح ہو کہ ابن خلکان کو عمیدی کی نسبت
معلوم نہوئی اور شیخ سمعانی نے بھی نہین ذکر کیا اور ظاہرا استاد عمید علامہ معانی و بیان کی طرف ہو واللہ اعلم۔
سعید بن سلیمان کندی مولف ارجوزۃ الحدیث مسمی بشمس المعارف وانس العارف جسکو قاہرہ مین روایت
کیا المتوفی سنہ [illegible] ہجری۔ قاسم بن الحسین صدر الافاضل خوارزمی۔ ابو محمد مجد الدین فصیح بلیغ شاگرد برہان الدین
ناصر مولف مغرب۔ ومن تالیفاتہ التجمیر شرح التفصیل والتوضیح شرح المقامات وشرح المفصل فی البیان وغیرہا۔
عمر بن زید بن بدر موصلی زین الدین فقیہ محدث مولف کتاب مغنی در حدیث وقد شاع فی حیاتہ وقرئ علیہ
رحمہ اللہ تعالے۔ محمد بن احمد بن عمر بخاری ظہیر الدین شاگرد شیخ حسن بن علی ظہیر الدین مرغینانی وغیرہم۔
اس فتاوے مین استاد کو بنام ظہیر الدین مرغینانی یا حسن بن علی مرغینانی بیان کیا گیا ہی اور شاگرد کی کتاب
فتاوے ظہیریہ یا فوائد ظہیریہ سے حوالہ ہی المتوفی سنہ ۶۱۹ ہجری۔ بدیع بن منصور قزبنی۔ فخر الدین مفسر فقیہ
شاگرد نجم الائمہ بخاری ومولف منیۃ الفقہاء واستاد مختار بن محمود زاہدی صاحب قنیہ وغیرہ۔ امام سیوطی
رحمہ اللہ کے شاگرد شمس الدین محمد بن علی مالکی نے آپ کو مفسرین مین بیان کیا اور کہا کہ سنہ ۶۳۰ ہجری مین سیوطی

مین مقیم تھے وہین فوت ہوئے - عیسیٰ بن ملک عادل سیف الدین ابو بکر علامۂ فنون فقہ و حدیث و بلاغت وغیرہ جو آٹھ برس مصر مین بادشاہ رہے شاگرد جمال الدین محمود حصیری و قد سمع مسند احمد و رضی عنہ - اپنے وقت مین علمار کی بڑی قدر کرتے اسلیے بڑا مجمع ہو گیا اور مانند سلطان عالمگیر اورنگ زیب کی آپ کے وقت مین بھی بہت کتابین بحسن ترتیب جمع ہوئین جیسے لغت جامع کبیر مجموعہ صحاح و جمہرہ ابن درید وغیرہ و ترتیب مسند احمد بابواب فقہ و السہم المصیب فی الرد علی الخطیب وغیر ذلک اور خود جامع کبیر امام محمد کی شرح ضخیم لکھی علاوہ کتب عروض وغیرہ کے المتوفی سنہ ۶۲۴ ہجری - یوسف بن محمد خوارزمی ابو یعقوب سراج الدین سکاکی - ماہر بلاغت و جامع فنون عجیبہ و طلسمات وغیرہ معروف فاضل ہی محمد بن عثمان بن محمد علیا بادی سمرقندی - حسام الدین عالم فاضل شاگرد محمد بن محمود استروشنی ہین و استاد شیخ عبد الرحیم بن عماد الدین صاحب فصول عمادیہ ہین آپ نے فتاوے کامل اور تفسیر مطلع المعانی وغیرہ تصنیف کین - عبید اللہ بن ابراہیم جمال محبوبی شاگرد امام زادہ محمد بن ابی بکر و شمس الائمہ عمر بن بکر زرنجری و قاضی خان اوزجندی وغیرہ و استاد پسر خود احمد یعنے والد تاج الشریعہ مولف وقایہ و حافظ الدین کبیر بخاری و حمید الدین ضریر و بہار الدین اسبیجابی و ابو بکر احمد بن علی ظہیر بلخی وغیرہم - المتوفی سنہ ۶۳۰ ہجری - محمد بن محمود بن الحسین استروشنی - مجد الدین صاحب فصول استروشنیہ وغیرہ شاگرد صاحب ہدایہ و سید ناصر الدین شہید سمرقندی و ظہیر الدین بخاری صاحب فتاوے ظہیریہ وغیرہ المتوفی سنہ ۶۳۲ ہجری - خواجہ معین الدین چشتی قطب وقت عارف معروف ہین خلیفہ و مرید شیخ عثمان ہارونی ہین و معاصر شیخ نجم الدین کبری و شیخ شہاب سہروردی قدس اسرارہم و شیخ حضرت قطب بختیار کاکی اوسی و شیخ فرید شکر گنج و نظام اولیا و خواجہ نصیر چراغ دہلی و مولانا فخر الدین رحمہم اللہ تعالیٰ المتوفی سنہ ۶۳۳ھ یوسف بن احمد نجم الدین خاصی - شاگرد صدر شہید و مولف فتاوے وغیرہ - محمود بن احمد حصیری - جمال الدین منسوب بحصیر محلہ شاگرد امام قاضیخان در فقہ و موئد طوسی وغیرہ در حدیث المتوفی سنہ ۶۳۶ ہجری در دمشق - محمد بن عبد الستار شمس الائمہ کردری شاگرد امام زادہ مولف شرعۃ الاسلام و عمر زرنجری و قوام الدین صفار - بدر الدین ورسکی و شرف الدین عقیلی و نور الدین صابونی ہین - اور آپ کے اجل اساتذہ مین سے امام قاضیخان و صاحب ہدایہ ہین - آپ سے آپ کے خواہر زادہ محمد بن محمود بن عبد الکریم و حمید الدین ضریر و حافظ الدین کبیر بخاری وغیرہم نے پڑھا - آپ نے امام غزالی کی کتاب منخول کی رد مین رسالہ لکھا و جز کردری آپ ہی کی تالیف ہی - حسام الدین محمد اخسیکثی مولف مختصر حسامی جسکے امیر کاتب اتقانی و عبد العزیز بخاری وغیرہ نے شروح لکھیں - آپ سے محمد بن محمد بخاری وغیرہ نے فقہ پڑھی - محمد بن محمود ترجمانی خوارزمی فقیہ مرجع الانام علاء الدین المتوفی سنہ ۶۴۵ ہجری - حسن بن محمد صغانی - یعنے چغانی جو لاہور مین پیدا ہوئے اور غزنین مین پرورش پائی اور بغداد مین رہے محدث فقیہ لغوی صدوق امام ہین - دمیاطی نے کہا کہ شیخ صالح صدوق اور فقہ و حدیث مین امام ہین بالجملہ غایت شہرت سے محتاج تطویل نہین اور مشارق الانوار جو ہندوستان مین بہت معروف ہی آپ ہی کی تالیفات مین سے ہی - محمد بن احمد بن عباد بن ملک داؤد خلاطی - امام فقیہ محدث جید ہین شاگرد جمال الدین حصیری وغیرہ مولف تلخیص جامع کبیر و تعلیق صحیح مسلم وغیرہ اور آپ سے قاضی القضاۃ احمد سروجی نے فقہ پڑھی - بکبیر ترکی ناصری - نجم الدین فقیہ عارف بصیر شاگرد عبد الرحمن بن شجاع

ومولف حاوی در فقہ وغیر ذلک۔ المتوفی سنہ ۵۶۲ہجری ۔محمد بن محمود خوارزمی خطیب شاگرد نجم الدین طاہر بن محمد وغیرہم ۔محمد بن احمد سراج الدین فقیہ امام حافظ شاگرد شمس الائمہ کردری واستاد مختار زاہدی صاحب قنیہ وغیرہ ۔ احمد بن محمد شرف الدین عقیلی شاگرد جد خود شرف الدین عمر ومولف شرح جامع صغیر وغیرہ ۔مختار بن محمود زاہدی ابو الرجاء نجم الدین معتزلی حنفی ۔مولف مجتبیٰ شرح قدوری وقنیۃ المنیہ یعنے بدیع قرینی کے منیہ پہ زیادات کرکے قنیہ نام رکھا وحاوے زاہدی وغیرہ ۔چونکہ بلا تحقیق روایات لکھنے سے ان کتابون کا اعتبار ساقط ہوچکا لہٰذا علماء نے تصریح کردی کہ جب تک تائید حاصل نہو زاہدی کی روایات معتبر نہین ہین ۔

وقد فصلناہ فی موضعہ ۔علی بن سنجر بغدادی ابن السیاک شاگرد ظہیر الدین محمد بن عمر بخاری واستاد مظفر الدین احمد صاحب مجمع البحرین وغیرہ ۔مولف شرح جامع کبیر وغیرہ ۔علی بن محمد نجم العلماء حمید الدین الضریر ۔ فقیہ معروف مستند شاگرد شمس الائمہ کردری واستاد حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی صاحب کنز الدقائق وغیرہ ۔مولف شرح جامع کبیر ونافع وغیرہ ۔محمد بن سلیمان بن الحسن القدسی معروف بابن النقیب ۔فقیہ زاہد عالم مفسر جامع فنون مختلفہ ومولف تفسیر ضخیم جس سے بڑی تفسیر امام سغرانی نے نہین دیکھی جسمین پچاس تفاسیر کو جمع کیا اور حقائق ومعارف واعراب ولغت وغیرہ کو بھی شامل کیا اور اسکا نام تحریر وتحبیر بہ اقوال ائمۃ التفسیر رکھا ۔محمود بن محمد لولوی تجارسے فقیہ محدث مفسر شاگرد برہان الاسلام زرنوجی وغیرہم مولف حقائق المنظومہ وغیرہ شہید سنہ ۶۷۱ہجری ۔ہبۃ اللہ بن احمد طرازی شاگرد جلال الدین عم خبازی ومولف شرح جامع کبیر وشرح عقیدہ طحاوی وغیرہا ۔عبد اللہ بن محمود بن مودود موصلی ابو الفضل مجد الدین شاگرد شیخ جمال الدین حصیری حافظ فتاوے وواقعات مفتی ماہر اصول وفروع ومولف مختار وشرح آن اختیار جس سے اس کتاب مین بہت حوالہ ہی اور وہ فقہاء مین بہت مستند ومعتمد تھے کہ متون مین شامل کی گئی ہی المتوفی سنہ ۶۸۳ہجری ۔محمد بن محمد ابو الفضل برہان نسفی فقیہ مفسر محدث مولف عقائد نسفی جسکے شروح تفتازانی وغیرہ کے معروف ہین المتوفی سنہ ۶۸۷ہجری ۔برہان الدین محمود بن ابی الخیر فقیہ عالم محدث ہین مشارق الانوار کو مصنف سے سنا اور سلطان غیاث الدین بلبن کے وقت مین ہندوستان کے علماء مین متقدم تھے ۔نقل کرتے ہین کہ چھ سات برس کی عمر مین ایک مرتبہ راہ مین مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ کی سواری آئی اور ہجوم مین اپنے باپ سے جدا ہوگیا جب قریب پہونچا تو مین نے مولانا کو سلام کیا ۔مولانا نے دیکھکر فرمایا کہ اللہ تعالے مجھے الہام فرماتا ہی کہ یہ لڑکا ایسا عالم ہوگا کہ اپنے زمانہ مین فرد ہوگا پھر روانہ ہوکر تامل سے فرمایا کہ الہام الٰہی تعالے مجھ سے کہلاتا ہی کہ ایسا عالم ہوگا کہ بادشاہ جسکے دروازے آوے ۔آپ کا قول ہی مجھ سے ایک گناہ کبیرہ یعنے چنگ سننے کا مواخذہ ہوگا سنہ ہجری مین فوت ہوئے ۔احمد بن علی بن ثعلب بعلبکی مظفر الدین امام زاہد حافظ فروع واصول وثقہ تھے شاگرد تاج الدین علی بن سنجر تلمیذ صاحب فتاوے ظہیریہ وغیرہ ہین اور مولف کتاب مجمع البحرین جو متون کے مرتبہ مین ہی ۔آپ سے رکن الدین سمرقندی وناصر الدین نے مجمع پڑھی ہی ۔محمد بن عبد الرشید بن نصر بن محمد کرمانی ابو بکر رکن الدین امام جلیل فقیہ محدث ہین ۔مولف جواہر الفتاوے وذخیرۃ الفقہاء وغیرہ

جس سے اِس کتاب مین حوالہ ہی اور ابو الفضل کرمانی کے فتاوے کو غرر المعانی مین جمع کیا ۔ محمد بن عبد الکریم ترکستانی خوارزمی شمس الدین برہان الائمہ امام فقیہ متبحر ہین آپ سے مختار زاہدی مولف قنیہ نے پڑھا اشرف بن نجیب اشرف الدین شاگرد شمس الائمہ کردری وغیرہ ۔ محمد بن محمد مایمرغی فخر الدین شاگرد شمس الائمہ و استاد شیخ عبد العزیز بخاری وغیرہ ۔ محمد جلال الدین ابو الفتح ابن صاحب ہدایہ رئیس مذہب حنفیہ اپنے وقت مین تھے ۔ عمر نظام الدین شیخ الاسلام ابن صاحب ہدایہ مثل اپنے بھائی کے ہین مولف جواہر الفقہ و فوائد وغیرہ ۔ محمد بن عبد العزیز بن محمد بن صدر الشہید معروف بصدر جہان بخاری ۔ لوگون مین معظم و مکرم تھے ۔ محمود ترجانی مکی ۔ شرف الائمہ مکی برہان الدین امام وقت اور معاصر احمد بن اسمعیل تمرتاشی و محمود تاجری ہین ۔ عماد الدین بن صاحب ہدایہ مانند اپنے دونون بھائیون کے ہین مولف ادب القاضی اور آپ کے بیٹے ابو الفتح عبد الرحیم نے فصول عمادیہ آپ ہی کے نام پر لکھی ہی ۔ احمد بن عبید اللہ محبوبی ملقب بصدر الشریعہ اکبر اور شمس الدین معروف امام مولف تلقیح العقول فی الفروق ۔ نظام الدین شاشی فقیہ شاشی معروف ہین ۔ ابو القاسم تنوخی امام فقیہ محدث شاگرد حمید الدین ضریر و استاد وجیہ الدین دہلوی و سراج الدین دہلوی و شمس الدین خطیب وغیرہ ہین ۔ میمون بن محمد ابو المعین مکحولی ۔ استاد علاء الدین ابو بکر سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء و مولف مناہج و قواعد التوحید و شرح جامع کبیر وغیرہ ۔ عبد الرحیم بن عماد الدین بن صاحب ہدایہ ابو الفتح زین الدین مولف فصول عمادیہ جس سے اس کتاب مین بہت حوالہ ہی اور علماء نے اس کتاب کو مقبول رکھا ہی ۔ ابو العباس تولوی احمد بن مسعود ۔ فقیہ معروف مولف شرح عقیدہ طحاوی و تقریر شرح جامع کبیر وغیرہ ۔ ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی ۔ امام فقیہ مفسر شاگرد شمس الائمہ کردری وغیرہ ہین ۔ اور زیادات کو شیخ احمد بن محمد عتابی سے پڑھا اور آپ کی تالیفات متداولہ مین سے کنز الدقائق اور وافی مع شرح کافی اور منار مع شرح کشف الاسرار و مصفی شرح منظومہ نسفیہ اور مستصفی شرح النافع ۔ مدارک التنزیل تفسیر ۔ وغیر ذلک اور حکایت ہی کہ تاج الشریعہ نے جب سنا کہ آپ شرح ہدایہ لکھنا چاہتے ہین تو منع فرمایا یعنے حقیر کام ہی چنانچہ آپ نے وافی وغیرہ کو مستقل تصنیف کیا اور بعض اہل علم نے زعم کیا کہ تاج الشریعہ کے منع کرنے کے یہ معنی تھے کہ اس کتاب کی شرح آپ کی لیاقت نہین ہی ۔ لیکن یہ زعم محض ناقص ہی اور مترجم کے نزدیک باطل وہم ہی ورنہ کتب متداولہ مع تفسیر کے اجازت دینا اور شرح ہدایہ سے ممانعت بے معنی ہوگا فافہم واللہ اعلم ۔ قاضی القضاۃ ابو العباس احمد بن ابراہیم سروجی ۔ شارح ہدایہ تا کتاب الایمان و مناسک وغیرہ حسن بن علی بن حجاج سغناقی حسام الدین شاگرد حافظ الدین کبیر وغیرہ ہین ۔ مولف نہایہ شرح جس سے فتاوے مین حوالہ ہی ۔ آپ سے قوام الدین محمد بن محمد کاکی مولف معراج الدرایہ نے پڑھا اور سید جلال الدین کرلانی مولف کفایہ نے پڑھا ۔ اسمعیل بن عثمان قرشی دمشقی رشید الدین ابن المعلم امام وقت فقیہ مفسر محدث جامع فنون نہایت متقی زاہد ہین شاگرد جمال حصیری و شیخ محدث سخاوی اور شیخ ابن زبیدی محدث ۔ و استاد ابن حبیب وغیرہ ۔ اور آپ کی وفات سے ایک مہینہ بعد آپ کے بیٹے یوسف بن اسمعیل فقیہ محدث نے انتقال فرمایا ۔ داؤد بن مروان ملطی نجم الدین فقیہ اصولی و استاد جم غفیر المتوفے سنہ ۰۰ہجری ۔ سراج الدین عمر بن محمود معروف بابن السراج

شاگرد والد خود وغیرہ - علاؤالدین عبد العزیز بن احمد بخاری شاگرد حافظ الدین کبیر بخاری وغیرہ و استاد قوام الدین کاکی وغیرہ و مولف کشف الاسرار شرح اصول بزدوی و تحقیق شرح حسامی وغیرہ جو متداول ہین - یوسف بن عمر بن یوسف صوفی شیخ کبیر عالم نحریر ہین - آپ سے نفضل اللہ صاحب فتاوے صوفیہ نے علم حاصل کیا - آپ کی تالیفات ہین سے جامع المضمرات شرح قدوری معروف و مشہور ہی - عثمان بن علی بن محجن زیلعی - ابو محمد فخر الدین فقیہ نحوی قوضی قاہرہ مین امام استاد محقق تھے تالیفات مین سے شرح جامع کبیر وغیرہ سب سے زیادہ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق متداول معتبر معروف ہی اقول اس فتاوے مین تبیین سے بہت حوالہ ہی - عبید اللہ صدر الشریعۃ اصغر بن مسعود بن تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ اکبر محبوبی - علامہ اصولی فقہی معروف ہین وقایہ کی شرح آپ سے متداول داخل درس ہی و تنقیح و توضیح بھی اور مختصر الوقایہ و مقدمات اربعہ و کتاب الشروط و کتاب المحاصر وغیرہ مستند و مقبول تالیفات ہین - شمس الدین یحیی اودہی یعنے فیض آباد کے قریب اودھ کے رہنے والے محدث فاضل مشہور تھے اور شیخ نصیر چراغ دہلوی نے آپ کی مدح مین یہ شعر کہا ہے سالت العلم من احیاک حقا فقال العلم شمس الدین یحیے - احیا بمعنی زندہ کرنا یعنے مین نے علم سے پوچھا کہ تجھے کسنے جیسا چاہیے احیا کیا ہی تو علم نے فرمایا کہ میرے سچے محیی شیخ شمس الدین یحیے ہین - حضرت نظام الاولیاء رحمہ اللہ کے مرید ہین اور زمانہ سلطان غیاث الدین تغلق کا تھا - شاگرد مولانا ظہیر الدین بھکری وغیرہم رحمہم اللہ تعالے - نقل ہی کہ حضرت نظام الدین اولیاء نے ایام طالب علمی مین آپ سے چند سوالات پوچھے آپکے جواب مین عرض کیا کہ مین ابھی اسی مقام تک پہونچا ہون اور یہ مشکلات مجھپر بھی رہی ہین حل نہین ہوئین تو شیخ نظام رح لے آپ کو بٹھلا کر سب مشکلات مشرح حل کردیے جس سے آپ کو شیخ رحمہ اللہ کی طرف بہت اعتقاد راسخ ہوگیا - قال المترجم بقول حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے سہ کہ بے علم نتوان خدارا شناخت - تمام اولیاء سابقین عالم علامہ گذرے ہین اور اسی رتبہ سے بفضل الٰہی بہت عروج بلند پایا و قد قال اللہ تعالے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء الآیہ بالیقین بغیر علم کے جاہل ولی نہین ہوتا - اور عوام نے جو دھوکا اٹھایا کہ جاہل صوفیہ کو علم باطن حاصل ہی محض گمراہی ہی ان لوگون نے اپنی سمجھ پر اعتماد کیا اور بزرگون کی راہ چھوڑ دی ورنہ ایسا نہ کہتے اللہ تعالے عز و جل اپنے فضل سے ہم جاہلون کو ہدایت فرماوے آمین - جلال الدین عبد اللہ بن فخر الدین احمد معروف بابن الفصیح عراقی کوفی جامع علوم اور حدیث کے نہایت طالب صادق تھے - حافظ ذہبی و جزری سے حدیث سنی اور کامل فائق ہوئے - قوام الدین محمد بن محمد کاکی شاگرد علاء الدین عبد العزیز بخاری و حسام الدین سغناقی وغیرہم ہین - معراج الدرایہ شرح ہدایہ و عیون المذاہب جامع اقوال ائمہ اربعہ تالیفات معروف ہین - ابراہیم بن علی طرسوسی نجم الدین قاضی القضاۃ فقیہ اصولی مولف فتاوے طرسوسیہ و انفع الوسائل وغیرہ - امیر کاتب العمید بن امیر عمر و اتقانی - قوام الدین لطف اللہ - شاگرد احمد بن اسعد خریفغنی تلمیذ حمید الدین ضریر وغیرہ متعصب حنفی تھے شرح ہدایہ مسمی بہ غایۃ البیان تصنیف کی - نقل ہی کہ دمشق مین امیر نائب السلطنت حنفی کو رفع الیدین کرتے دیکھا فتوے دیا کہ نماز باطل ہوگئی بمذہب امام ابو حنیفہ قاضی تقی الدین سبکی شافعی رح نے سنکر اس قول کی تردید کی پس امیر کاتب نے رفع الیدین کے ابطال مین رسالہ

تصنیف کیا اور مدار اسکا مکحول النسفی کی روایت پر ہوا - فاضل لکھنوی رحمہ اللہ مولف التراجم نے بعد اس نقل کے
قول بطلان پر تشنیع کی اور جزم کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اسمین کوئی روایت نہین ہی اور لکھا کہ بطلان کا قول
کیونکر صحیح ہوسکتا ہی جس مسئلہ مین کہ روایات صحیحہ بکثرت موجود ہین - اقول لقد صدق فیما قال وسبقہ بہ الشیخ
محمود بن احمد قونوی جمال الدین الفقیہ قاضی دمشق المتوفی سنہ ۷۷۰ ہجری واللہ اعلم بحقیقۃ الحال - علاء الدین
مغلطائی بن قلیج ترکی - امام علم حدیث وفقہ وکثیر الحفظ ہین منجملہ تالیفات کثیرہ کے تلویح شرح الصحیح یعنے صحیح بخاری
کی شرح اور شرح ابن ماجہ معروف ہین - عمر بن اسحق بن احمد ہندی غزنوی ابوحفص سراج الدین امام وقت
فقیہ علامہ محقق شاگرد امام زاہد شیخ وجیہ الدین دہلوی وشیخ شمس الدین خطیب دہلوی دہلوی اعلام سراج الدین
ثقفی دہلوی وشیخ رکن الدین بداؤنی جو اغر تلامذہ ابوالقاسم تنوخی شاگرد حمید الدین ضریر ہین - پھر مصر مین
جاکر قاضی القضاۃ ہوئے - توشیح شرح ہدایہ ناتمام - شرح زیادات وشرح جامعین صغیر وکبیر - شرح المختار -
کتاب التصوف - شرح جمع الجوامع وغیرہ معروف ہین وفات بقول کفوی سنہ ۷۷۳ ہجری ہین اور بہ قول
علامہ سیوطی وصاحب کشف الظنون سنہ ۷۷۳ ہجرے مین ہوئی - شیخ حمید الدین دہلوی جنکی مدح ابن کمال
پاشا نے لکھی ہی - شارح ہدایہ الشرح نفیس - احمد بن ابراہیم مرغینانی ابوالعباس شہاب الدین
مولف ینبوع شرح مجمع البحرین در فقہ وشرح مغنی در اصول فقہ - عبداللہ بن محمد قرشی محی الدین جامع علوم تھے -
فقیہ محدث ہین تخریج احادیث ہدایہ وغیرہ معروف ہین - محمد بن محمد بن محمود بابرتی امام علامہ فقیہ
محدث جامع فنون ہین فقہ مین شاگرد قوام الدین کاکی وغیرہ اور استاد سید محقق شریف علی جرجانی وغیرہ
منجملہ تالیفات کثیرہ کے عنایہ شرح ہدایہ سے اس فتاوے مین بہت حوالہ ہی - محمد بن یوسف بن الیاس
قونوی شمس الدین محدث فقیہ جامع - ابن حبیب نے کہا کہ اپنے وقت کے امام علم وعمل وزہد وتقوی وعلامہ
قدوہ تھے - شرح مجمع البحرین اور درر البحار وغیرہ معروف تالیفات ہین - علاء الدین علی سیرامی استاد
سراج الدین قاری ہدایہ جو استاد ابن الہمام ہین - سید یوسف شاگرد مولانا جلال الدین رومی اور مولف
یوسفی شرح لب الالباب بیضاوی وغیرہ مدفون دہلی - قاضی عبدالمقتدر استاد قاضی شہاب دولت آبادی
مدفون دہلی حوض شمسی آپ کا شعر ہی ؎ حوض دریک مسئلہ دین اے فتی ✣ بہتر ست از الف رکعت بار ہا - مسعود
بن عمر علامہ تفتازانی علامہ معروف ومشہور ہین اور تلویح آپ ہی کی تصنیف ہی - ابوبکر بن علی بن محمد حدادے مصری -
عالم عامل محدث مفسر فقیہ زاہد صاحب کرامات تھے ہر روز پندرہ سبق پڑھاتے - صاحب تالیفات کثیرہ ہین از انجملہ
کشف التنزیل تفسیر مین ہی اور جوہرہ النیرہ شرح قدوری چار مجلد اور سراج الوہاج شرح قدوری آٹھ مجلد فقہ مین
اسمین سے اس فتاوے مین حوالہ مذکور ہی اور بحث افتا مین کچھ ذکر موجود ہی - علاء الدین الاسود مشہور بخواجہ قرہ مولف
عنایہ شرح وقایہ المتوفے سنہ ۸۰۰ ہجری - سید جلال الدین کرلانی خوارزمی مرجع خاص وعام شاگرد حسام سغناقی
مولف نہایہ وعبدالعزیز بخارے مولف کشف بزدوی اور استاد ناصر الدین والد حافظ الدین بزازی مولف فتاوے
بزازیہ وسعد غذلوس مولف جواہر الفقہ وغیرہم - تالیفات مین سے کفایہ شرح ہدایہ متداول معروف ہی - ناصر الدین محمد
بن شہاب شاگرد سید جلال کرلانے مولف کفایہ واستاد پسر خود حافظ الدین صاحب فتاوے بزازیہ وغیرہ -
المتوفی سنہ ۸۲۷ ہجری

فضل اللہ بن محمد بن ایوب ماجو ـ فقیہ اصولی صاحب طریقت و حقیقت شاگرد یوسف بن عمر صوفی مولف جامع المضمرات شرح قدوری ـ و مرید خاص شیخ فیض الدین صدر الدین بن بہار الدین زکریا ملتانی ـ و مولف فتاوے صوفیہ ـ ابن کمال رح نے کہا کہ یہ فتاوے کتب غیر معتبرہ مین سے ہی اگر اصول سے مطابقت معلوم نہو تو خالی اُسکی روایت پر اعتماد نہین ہو سکتا ہی ـ محمود بن احمد بن عبید اللہ تاج الشریعۃ امام معروف مولف وقایۃ الروایہ جسکو اپنے پوتے صدر الشریعۃ اصغر کے حفظ کے لیے ہدایہ سے منتخب کیا اور فتاوے و واقعات و شرح ہدایہ وغیرہ تالیف کین ـ طاہر بن اسلام خوارزمی سعد غدبوش ـ شاگرد جلال کرلانی وغیرہ و مولف کتاب لطیف جواہر الفقہ وغیرہ ـ محمد بن محمد بن شہاب بزازی ـ فقیہ اصولی امام وقت جامع علوم مختلفہ ہین مولف فتاوے بزازیہ وغیرہ ـ المتوفی ۸۲۷ھ ہجری ـ عمر و بن علی قاری الہدایہ سراج الدین ـ ہدایہ پڑھاتے ہین معروف و قاری ہوے تھے ـ استاد شیخ ابن الہمام وغیرہ و مولف فتاوے قاری ہدایہ وغیرہا شئی ـ محمود بن احمد بن موسے قاضی القضاۃ عینی ـ منسوب بجانب عینتاب فقیہ محدث جامع فنون ذکی الطبع قوی الحفظ سریع الکتابت ہین شاگرد فقہ مین جمال یوسف ملطی و علاء سیرامی اور حدیث مین زین عراقی و شیخ تقی الدین وغیرہم ـ منجملہ تالیفات کے بنایہ معروف بعینی شرح ہدایہ و رمز الحقائق فی شرح کنز الدقائق معروف بعینی شرح الکنز وغیرہ سے اس فتاوے مین زیادہ حوالہ ہی و منہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری و شرح معانی الآثار و شرح المجمع وغیرہا ـ المتوفی ۸۵۵ھ ہجری ـ محمد بن عبد الواحد شیخ کمال الدین ابن الہمام فقیہ محقق معروف امام وقت محدث اصولی شاگرد قاری الہدایہ وغیرہ فقہ و اصول مین اور تلمیذ ابو زرعہ عراقی و جمال حنبلی و شمس شامی وغیرہ حدیث مین ہین ـ فتح القدیر شرح ہدایہ آپ کی تالیفات مین سے متداول ہی جس سے اس فتاوے مین حوالہ ہی کہتے ہین کہ رتبہ ترجیح تک ظاہر مین اور ابدال وقت تک باطن مین تھے ولیکن مترجم کے نزدیک یہ کلام کسی قدر سہولت ہی اور یون کہنا چاہیے کہ علامہ عارف عامل منجملہ اہل اللہ تعالے تھے واللہ اعلم بالصواب ـ محمد بن فرامرز مشہور بمولے خسرو ـ عالم علوم و فلاسفہ شاگرد برہان الدین ہروی شاگرد تفتازانی قاضی قسطنطنیہ معروف ہین مولف غرر الاحکام مع شرح درر الحکام جو بنام غرر فی الدرر معروف ہی ـ اور حاشیہ تلویح وغیرہ ـ المتوفی ۸۸۵ھ ہجری ـ عبد اللطیف بن عبد العزیز معروف با بن الملک ـ چونکہ آپکے اجداد مین سے کسی کا نام فرشتہ تھا اسیلیے ابن الملک کے نام سے مشہور ہوئے ـ فقیہ مشہور اور حافظ متون حدیث بہ کثرت اور ماہر اکثر علوم تھے ـ تالیفات اکثر مفید و متداول ہین جیسے حدیث مین مشارق الازہار شرح المشارق ـ و اصول مین شرح المنار اور فقہ مین مجمع البحرین کی شرح جس سے اس فتاوے مین بہت نقل ہی اور شرح وقایہ اور رسالہ علم تصوف وغیرہ ـ فخر الدین عجم شاگرد سید شریف جرجانی مولف مشتمل الاحکام صاحب کشف الظنون نے مولے برکلی کا قول نقل کیا کہ یہ کتاب منجملہ کتب واہیہ غیر معتبرہ کے متداول ہو رہی ہی ـ الیاس بن ابراہیم ماہر علوم و فنون تیز طبع سریع الکتابہ رقیق القلب تھے فقیہ اکبر کی شرح معروف ہی سلطان مراد خان کے عہد مین بروسا کے مدرس رہے ـ اور وہین فوت ہوئے ـ ابراہیم بن محمد حلبی ـ امام محدث فقیہ مدقق ہین ـ مولف ملتقی الابحر و غنیۃ المستملی یعنے کبیری و مختصر معروف بصغیری ـ وغیرہ معروف ہین ـ محمد بن محمد عرب زادہ رومی ـ فحول علما ہین سے محقق و مدقق مدرس قسطنطنیہ مولف شرح وقایہ و عنایہ

وقایہ

جواہر الفقہ

فتاوے بزازیہ

عینی

فتح القدیر

الدرر و الغرر

شرح مجمع البحرین ابن ملک

ملتقی الابحر

شرح ہدایہ وغیرہ ہین - محمد بن محی الدین مصطفی عمادی معروف بابو السعود مفسر بالغت و فنون ادبیہ محقق علوم نقلیہ عقلیہ
فقیہ محدث مفسر ہین شاگرد مولد زادہ تلمیذ جلال دوانی کے ہین تفسیر ارشاد العقل السلیم معروف بہ تفسیر ابو السعود
آپکی مشہور تالیف ہو صاحب کشف الظنون نے لکھا کہ بعد بیضاوی کے یہی تفسیر ہین اعتبار و اعتماد سے
بیضاوی سے بڑھکر رتبہ اشتہار کو پہونچی او خطیب المفسرین کا خطاب دیا گیا رحمہ اللہ تعالے - عبد العلی بن
محمد بن حسین برجندی - جامع اصناف علوم فقیہ محدث زاہد شاگرد ملا اصفہانی و ملا منصور و معین الدین کاشی
وکمال الدین شیخ حسین وکمال الدین مسعود شروانی وسیف الدین احمد تفتازانی وغیرہم - مولف شرح
مختصر الوقایہ معروف برجندی اور اس شرح برجندی سے بھی اس فتاوے ہین بعض مواضع مین حوالہ مذکور ہی
اور غالبًا وہ تائید سے قول یا ظاہر شق ہی اور یہ تخریج یا ترجیح نہین بلکہ نقل پر اعتماد ہوا اور میرے نزدیک
اسکے منقولات اصولی طور پر باعتماد حدیث یا اثر ہین اگرچہ اکثر متاخرین ماوراء النہر کے مختارات سے خلاف ہوا ور
اسکی وجہ یہ ہی کہ اگر اساتذہ ماوراء النہر کی توجہ احادیث کی جانب کمتر رہگئی تھی بوجہ آنکہ اصل کلی پر اعتماد
کر لینے کے کہ جملہ مسائل ہمارے مذہب کے متخرج از اصول کتاب وسنت ہین لہذا ہمکو مکرر نظر کی حاجت نہین اور
اس وجہ سے ایک خلل عظیم یون واقع ہوا کہ جزئیات منصوصہ مخالف قیاس جسکی دیگر وجوہ بر وفق قیاس رکھے گئے ہین
جیسے نقض الوضوء بالقہقہہ اور ایسے مسئلہ مین بعض روایت موافق قیاس بھی اصحاب مذہب سے کسی امام سے مروی
ہوئے تو ان مشائخ نے اسی روایت کو ترجیح دیکر اصل مذہب قرار دیا حالانکہ عند التحقیق اصل مذہب وہی قول
ہی جو خلاف قیاس بوجہ ورود نص ہی لہذا ایسے مقامات پر متاخرین مثل شیخ ابن الہمام و ابن کمال پاشا و قاسم
بن قطلوبغا وغیرہم اور انکے متبعین مانند برجندی وغیرہ کے اقوال و تحقیقات قابل نظر و اعتبار رہتی اور
انکی مخالفت میرے نزدیک انسے کچھ متقدم مشائخ بخارا و بلخ وغیرہ مرجح ہی اگرچہ بالکلیہ نہو کیونکہ علامہ نابلسی
و شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہم نے افادہ فرمایا ہی کہ ان اساتذہ رحمہم اللہ تعالے کا توغل فن حدیث مین کمتر
ظاہر ہوتا ہی اور یہ لوگ اگرچہ متقدمین ہین لیکن یہ قول وار ابن الہمام و ابن قطلوبغا وغیرہم کے جبکہ دلیل کی اثبت
ہو اور اسنے اپنے آپ کو بندہ ہوا و ہوس بناکر صرف اسقدر لالچ کی طرف ... کہ اقوال مختلفہ مروی مین
سے کسی قول پر عمل کرے تو اسنے اجماع مومنین و مسلمین سلف و خلف سے مخالفت کی کیونکہ حسن ...
بھی نہین ہی اسپر تو یہ لازم ہی کہ کسی اہل نظر سے پوچھے جو کچھ وہ بتلاوے اسی پر خواہ مخواہ عمل کرنا پڑیگا اور
جب یہ بات معلوم ہوئی تو مین کہتا ہون کہ شرح برجندی کو بھی ایسی کتابون مین داخل کیا گیا ہی جنپر کچھ اعتبار
بدون موافقت اصول و کتاب معتمد کے نہین ہو سکتا و لیکن مترجم کے نزدیک یہ حد سے تجاوز ہی ظاہرا
قائل نے اس کتاب کو اچھی نظر سے مطالعہ نہین کیا ہی یا اسکو کتاب و سنت سے حظ وافی نہ تھا ورنہ وہ کبھی
اسکو مثل جامع الرموز وغیرہ کے قرار نہ دیتا اور میرے نزدیک یہ شرح محققانہ ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب -
محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب تمرتاشی - امام بے نظیر فقیہ قوی الحافظہ کثیر الاطلاع وحید فرید تھے شاگرد
شمس الدین محمد شافعی غزی کے رحمہ اللہ تعالے کے اور رجب سنہ ۹۹۸ ہجری مین قاہرہ گئے تو وہان مولف بحر الرائق
شرح کنز الدقائق شیخ زین بن نجیم مصری اور امین الدین بن عبد العال و علی بن حنائی وغیرہ سے تفقہ حاصل کی اور

امام حنفی معروف ہوئے شمس الدین لقب تھا تالیفات نہایت لطیف و مستند ہین جیسے تنویر الابصار فقہ مین بسبب تدقیق کے بہت معروف ہو و معین المفتی ومواہب الرحمن و فتاوے تمرتاشی و شرح زاد الفقیہ و رسالہ حرمت قراءۃ خلف الامام و رسالہ تصوف مع الشرح وغیرہ ہین - تنویر الابصار متن لطیف کی شرح خود فرمائی اسکا نام منح الغفار اور اسپر شیخ الاسلام خیر الدین رملی کا حاشیہ ہی اور بہت مشہور شرح علامہ حصکفی کی در المختار نام ہی - واضح ہو کہ تنویر یا اسکی شرح سے فتوے دینا نہین چاہیے جیسا کہ باب افتاء مین بیان کیا گیا ہی اور اسکی یہ وجہ نہین ہی کہ کتاب غیر معتمد ہی بلکہ اس وجہ سے کہ نہایت تنگی عبارت ولحاظ قیود صریح وضمنی وغیرہ سے مفتی سے اکثر غلطی واقع ہونے کا احتمال قوی ہی کیونکہ فقہیہ مسائل مین قیود سب معتبر ہوتے ہین جیسا کہ مذہب تحقیق ہی اور بحث افتاء مین نے اجمالاً ذکر ہوا ہی لہذا افتاء کے لیے واضح سلیس فتاوے مثل اس فتاوے عالمگیریہ کے ہونا چاہیے چنانچہ جو شخص دونون فتاوے پر غور نظر سے مطالعہ رکھے اسکو خود ظاہر ہو جاویگا کہ تنگ عبارت در المختار سے سمجھنے مین بیشتر غلط واقع ہوتا ہی اور یہی حال اشباہ والنظائر وغیرہ کا ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب - شیخ عمر بن ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن نجیم مصری سراج الدین فقیہ محقق کامل الاطلاع شاگرد اپنے برادر معظم شیخ زین بن ابراہیم مصری مولف بحر الرائق ہین ولیکن تحقیق حق کے طور پر اپنے استاد کی شرح بحر الرائق پر جا بجا اپنی شرح نہر الفائق مین تخطیہ کیا ہی - اس فتاوے مین بحر الرائق و نہر الفائق دونون سے بہت حوالہ مذکور ہی - شیخ زین العابدین بن ابراہیم مصری - استاد شیخ عمر موصوف و برادر معظم - علامہ محقق مدقق شاگرد شیخ شرف الدین بلقینی وشہاب الدین و امین الدین بن عبد العال و ابو الفیض سلمی وغیرہم و استاد شیخ تمرتاشی مولف تنویر الابصار و برادر خود شیخ عمر بن نجیم مولف نہر الفائق وغیرہم - تالیفات مین سے بحر الرائق و اشباہ و نظائر وغیرہ معروف ہین ولیکن فتاوے ابن نجیم معتبرات مین سے نہین ہی کما ذکر فی الافتاء - خیر الدین بن احمد رملی فاروقی مفسر محدث فقیہ صوفی شیخ الحنفیہ ہین شاگرد سراج الدین صاحب فتاوے سراجیہ وغیرہ - مولف فتاوے سائرہ و فتاوے خیریہ وغیرہ علامہ محقق معروف ہین ایک جماعت نے آپ سے استفادہ کیا اور مدح مین طول دیا ہی محمد بن علی بن محمد حصکفی منسوب بحصن کیفا - فقیہ نحوی معروف مولف در المختار شرح تنویر الابصار و شرح الملتقی الابحر وغیرہ المتوفے ۱۰۸۸ ہجری - ابراہیم بن حسین معروف بہ بیری زادہ مفتی مکہ معظمہ شیخ حنفیہ فاضل محقق شارح اشباہ والنظائر وغیرہ - عنایت اللہ محمد لاہوری ابو المعارف عالم عارف محقق ہین تالیفات مین سے ملتقط الحقائق شرح کنز الدقائق معروف ہی - شیخ نظام رئیس علماء جنھون نے فتاوی عالمگیریہ کو جمع کیا ہی خاتمہ واضح ہو کہ اس فتاوے وعموماً کتابون مین اکثر نام مطلقاً بدون کسی قید تعریفی کے ذکر کرتے ہین حالانکہ اس نام مین بحسب اوضاع متعدد یا بحسب معنی نوعی یا جنسی اشتراک ہوتا ہی لہذا تنبیہ کیجاتی ہی کہ ذکر اسماء و القاب اکابر سب سے پہلے تبرک کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شروع کرتا ہون کہ جہان کتابون مین یہ پاک لقب مذکور ہی مراد اس سے اللہ تعالے کے پاک رسولون مین سے خاص حضرت سیدنا و مولانا سید الاولین والآخرین خیر الخلائق علیہم اجمعین محمد مصطفے احمد مجتبے بن عبد اللہ رسول اللہ ہین صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین اجمعین - صحابہ وہ پاک مومنین جنھون نے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ پر واقعی ایمان لائے اور وے سب افضل الامۃ ہین انھین سے خلفاء راشدین
جہان فقہ مین مذکور ہو حضرت ابو بکر وحضرت عمر وحضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہم ہین عشرہ مبشرہ
ان چارون خلفاء راشدین کے ساتھ سعد بن ابی وقاص وسعید بن زید وعبد الرحمن بن عوف وزبیر بن العوام
وطلحہ بن عبید اللہ وابو عبیدۃ بن الجراح ہین - ابن عباس سے حضرت عباس کی اولاد مین سے فقط
عبد اللہ بن عباس مقصود ہوتے ہین فضل بن عباس وغیرہ کوئی مراد نہین جیسے ابن مسعود سے فقط عبد اللہ بن
مسعود اور ابن عمر سے عبد اللہ بن عمر وابن زبیر سے عبد اللہ بن الزبیر مقصود ہین - فقہاء انھین کو عبادلہ
کہتے ہین اور محدثین بجائے ابن الزبیر کے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو لیتے ہین - تابعین وے
مومنین جنھون نے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کم سے کم ایک کو دیکھا ہوا ور خاصکر اسی کو ذکر کرتے ہین
جنسے کچھ دین کی بات روایت کی ہو - سلف صالحین خصوص صحابہ رضی اللہ عنہم اور عموماً صحابہ وتابعین وخلف
فقط تابعین رضی اللہ عنہم بعض نے کہا کہ تیسری صدی شروع تک والے سلف ہین والاول اصوب واللہ اعلم تابعین
کے دیکھنے والے تبع تابعین ہین جیسے اکثر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالے - ان علماء مین متقدمین ومتاخرین
کہنا اصل ہی اور بعضے مجازاً سلف وخلف یہان بھی بولتے ہین جیسے درحقیقت سلف صحابہ رض ہین اور خلف
تابعین ہین مگر کبھی سلف سب کو کہتے ہین اور شرح الغارہ ابن حجر المکی مین ہی کہ صدر اول کا لفظ فقط سلف
صالحین ہی پر بولا جاتا ہی اور وے تینون قرن والے بزرگ ہین - فقہاء حنفیہ مین امام سے مراد ابو حنیفہ رح
اور کبھی امام اعظم وغیرہ بولتے ہین - محمد و امام محمد یعنی محمد بن الحسن الشیبانی شاگرد ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالے
حسن یعنی حسن بن زیاد اور حدیث مین حسن البصری جیسے ابن ابی لیلی فقہ مین محمد بن عبد الرحمن بن یسار
الکوفی اور حدیث مین انکے باپ مراد ہین - صاحب المذہب یعنی ابو حنیفہ رح - صاحبین یعنے
امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ تعالے - باوجودیکہ امام کے شاگرد بہت ہین اسوجہ سے کہ امام ابو یوسف
نے اول فقہ امام کو تالیف سے اور خصوص قاضی القضاۃ ہونے سے پھیلایا اور امام محمد کی تصانیف نہایت
کثرت سے ہوئین پس گویا یہی صاحبین ہوئے کیونکہ فقہاء کو انھین سے روایات مذہب بہت ملین تو لفظ صاحبین
پر اقتصار ہوا اور کسی قدر زفر وحسن سے بھی لہذا انکا ہر جگہ نام لکھدینا آسان ہوا - ائمہ ثلاثہ رح یعنے
امام مع صاحبین رح اور مترجم نے کہین ائمہ ثلاثہ لکھا اور کہین کہا کہ ہمارے تینون امامون کے نزدیک
اور زفر رحمہ اللہ تعالے کا قول اگرچہ اعتباراً ذکر کرتے ہین مگر اسیطرح کہ ائمہ ثلاثہ وزفر رح کے نزدیک اور انکو
ملاکر ائمہ اربعہ نہین کہتے بلکہ ائمہ اربعہ جہان آوے وہان امام ابو حنیفہ وامام مالک وامام شافعی وامام احمد
رحمہم اللہ مراد ہونگے - شیخین فقہاء حنفیہ مین ابو حنیفہ وابو یوسف ہین اور حدیث مین امام بخاری ومسلم ہین
اور صحابہ مین ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما ہین - طرفین یعنی ابو حنیفہ ومحمد ہین - قولہم عندہم جمیعاً یعنے
بالاجماع ان سب کے نزدیک مراد اس سے ائمہ ثلاثہ رح کا اتفاق ہی - امام ثانی وامام قاضی یعنے
ابو یوسف رح اور امام ربانی محمد ہین - خصاف وجصاص وقدوری وماتریدی وغیرہ متراجم ہین مذکور ہوئے
اور ابن الکناس بہت کم ہر جان کرخی سے ابو الحسن مراد ہین اور حضرت معروف کرخی جو انسے مقدم ہین مراد نہین

خلفاء راشدین · عشرہ مبشرہ · ابن عباس · عبادلہ · تابعین · سلف · تبع تابعین · صدر اول · امام · صاحبین · ائمہ ثلاثہ · ائمہ اربعہ · شیخین · طرفین · امام ثانی · امام ربانی · کرخی

ہوتے اور واضح ہو کہ فقہاء عراق کے نام کے ساتھ وصفی طولانی لقب نہین ہوتے ہین بلکہ پیشہ وغیرہ جو رواج ہین
اوسنے ہین انسے معرفت ہی بخلاف علماء ماوراء النہر وغیرہ کے کہ یہان لوگون نے انکے القاب لکھے ہین جیسے شمس الائمہ

شمس الائمہ

اور یہ چند فقہاء کا لقب ہی مثل شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ زرنجری و شمس الائمہ کردری و شمس الائمہ اوزجندی
ولیکن جہان خالی شمس الائمہ مذکور ہی وہان مراد شمس الائمہ سرخسی ہین و باقیون کے ساتھ حلوائی وغیرہ کی طرف نسبت
بھی مذکور ہوتی ہی اور شیخ الاسلام اکثر مراد خواہر زادہ ہین اور فضلی رح جہان مطلق مذکور ہی مراد شیخ امام
جلیل ابو بکر محمد بن الفضل الکماری البخاری ہین - ذکر کتب جہان اصل مذکور ہی یعنے جیسے کسی حکم کی نسبت

اصل

آیا کہ ایسا ہی اصل مین مذکور ہی تو اس سے امام محمد رح کی مبسوط مراد ہی کیونکہ اسکو سب سے مقدم تصنیف فرمایا تھا پھر
جامع صغیر کو پھر جامع کبیر پھر زیادات پھر سیر صغیر پھر سیر کبیر کذا فے غایۃ البیان وغیرہ - اس مبسوط کو ایک جماعت
متاخرین نے شرح کیا از انجملہ شیخ الاسلام معروف بہ خواہر زادہ ہین انکی شرح کو مبسوط کبیر کہتے ہین و شرح
شمس الائمہ حلوائی وغیرہ اور یہ شروح اگرچہ درحقیقت شروح ہین لیکن شارح نے اپنے کلام کو امام محمد رحمہ اللہ
کے کلام سے مخلوط ذکر کیا لہذا کبھی مبسوط شمس الائمہ حلوائی یا مبسوط شیخ الاسلام خواہر زادہ بولا جاتا ہی بلکہ
اس فتاوے مین اکثر اسی کے مانند الفاظ سے حوالہ مذکور ہی لہذا اس امر کو یاد رکھنا چاہیے تاکہ تشویش نہو اور
یہی حال شروح جامع صغیر مین ہی کہ کتاب دراصل محمد رح کی تصنیف اور شارحین نے شرح مین اپنا کلام
غیر متمیز خلط کیا لہذا جامع صغیر قاضیخان یا جامع صغیر فخر الاسلام بزدوی کہتے ہین حالانکہ مراد یہی ہی کہ شرح
جامع صغیر قاضیخان وغیرہ اور اس فتاوے مین مترجم نے کہین شرح کا لفظ بڑھا دیا اور کہین اسی طور سے چھوڑ دیا

مبسوط سرخسی

ہی ولیکن واضح رہے کہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی سے اطلاق کے وقت شرح مبسوط نہین مراد ہی بلکہ حاکم شہید
المتوفی ۳۳۴ھ ہجری کی تالیف کافی کی شرح مراد ہی یعنے کافی مولفہ حاکم کی شرح سرخسی کو مبسوط سرخسی بولتے ہین
اور فتاوے مین اس سے حوالہ جا بجا مذکور ہی پس مبسوط کا ذکر ہوا جسکو اصل بولتے ہین اور جہان روایت
اصول یا لفظ جمیع مذکور ہی اس سے امام محمد رح کی چھ کتابین سب مراد ہین جنکا ذکر ابھی ہو چکا کذا فی رد المحتار و تعالیق الانوار
مین ہی کہ بعض نے سیر صغیر کو انمین نہین لیا ہی اور طحطاوی نے کہا کہ بعض نے سیر کبیر کو بھی نہین لیا - عنایہ مین ہی
کہ اصول صرف چار ہین دو جامع و زیادات و مبسوط ہین اور یہی نتائج الافکار مین بھی مذکور ہی بالجملہ جس حکم کی نسبت
لکھا گیا کہ اصول کی روایت ہی یا اصول مین یون ہی آیا ہی اس سے مراد بہ ظاہر قول رد محتار ہشش کتب ہین اور
بقول عنایہ و نتائج الافکار صرف چار ہین پس بقول اول جو حکم سیر مین ہو وہ بھی ظاہر الروایۃ و ظاہر المذہب
ہی اور بقول دوم نہین ہی بلکہ وہ غیر ظاہر الروایۃ ہی جیسا کہ نتائج الافکار مین تصریح کر دی ہی اور خاتم علماء
فرنگی محل رحمہ اللہ تعالے نے مفتاح السعادۃ سے نقل کیا کہ انہم یعبرون عن المبسوط والزیادات والجامعین بروایۃ الاصول
دن المبسوط والجامع الصغیر والسیر الکبیر بظاہر الروایۃ و مشہور الروایۃ انتہی شاید کاتب کا سہو ہی کیونکہ سیر صغیر اسمین
سے بالکل ساقط ہی اور مبسوط و جامع صغیر کو مکرر لایا ہی اور شک نہین کہ مبسوط اصل اتفاقی ہی پھر اگر یہ مراد ہو
کہ اسکی روایت کو ظاہر الروایۃ و روایۃ الاصل دونون کہتے ہین تو آخری سے ضعیف کی طرف ترقی ایسے مقاصد مین
مہمل ہی پھر سیر کبیر سے صغیر مقدم و مشہور تر ہی اور مبسوط سب سے زائد باوجودیکہ اسکو غیر مشہور الروایۃ مین لیا ہی

فلیتامل فیہ اور شاید توفیق اسطرح مقبول ہو کہ روایۃ الاصول وظاہر الروایہ وظاہر المذہب اس مجموعہ کے نشان کے واسطے چھ کتابین سب ہین پھر انمین کہ روایۃ الاصول انمین سے فقط چار سے مخصوص ہو اور مشہور الروایۃ باقیون سے جیسا کہ قول وہم ہو لیکن ظاہر الروایۃ مثل روایۃ الاصول ہونا الیق ہو اگر چہ اصطلاح مین کچھ تقرار و دیگر کسی معنی مین مضایقہ نہین ہو واللہ تعالے اعلم اور عنقریب انمین کلام ہو یگا انشاء اللہ تعالے محیط جس سے اس فتاوے مین بہت حوالہ ہو کہین مطلق مذکور ہوا اور کہین محیط السرخسی مذکور ہو پس محیط سے جہان مطلق مذکور ہو محیط برہانی مولفہ امام برہان الدین مراد ہو اور ذخیرہ بھی انھین کی تالیف سے ہو اور محیط السرخسی سے امام رضی الدین سرخسی کی محیط مراد ہو - اور تراجم مین طبقات اور رسالے سے چند محیط کا حال ذکر کیا مگر انکا اشتمال ظاہر نہین ہوتا ہو - ان محیطات مین سے عمدہ ترتیب محیط سرخسی کی ہو کہ اسمین اول روایات اصول پھر نوادر پھر فتاوے کو ذکر کیا ہو۔

تتمہ - حاکم شہید محمد بن محمد المتوفے ۳۳۴ ہجری ہین اور حاکم فقہ مین وہ ہو کہ جملہ فروعات مع اصول کے محفوظ رکھتا ہو اور اصول الفقہ سے ماہر ہو اور بعض نے اسکی مقدار بیان کی ہو اور حدیث کی اصطلاح مین بھی حاکم کی تعریف مین اختلاف اسیطرح مذکور ہو کما فی تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی للشیخ السیوطی رحمہ لیکن مترجم کے نزدیک فقہ مین جملہ فروع کے حفظ سے مقید کرنا اس جہت سے مشکل ہو کہ نوازل و وقائع تا قیامت باقی ہین اللہم الا ان یراد بہ ما یروی فیہ حکم من المجتہد بخلاف حدیث کے کہ وہان انضباط ظاہر ہو اور اسی اصطلاح پر صاحب مستدرک کو حاکم کہتے ہین - الصدر الشہید یعنے حسام الدین رحمہ و مترجم نے اسی اعتماد پر کہین کہین نام چھوڑ دیا ہو صرف اسی لقب پر اقتصار کیا ہو - صدر الشریعۃ اکبر احمد بن جمال الدین المحبوبی - صدر الشریعۃ اصغر عبید اللہ بن مسعود صاحب نقایہ و شرح وقایہ - تاج الشریعۃ محمود بن احمد صدر الشریعۃ اکبر مولف وقایہ - ابو المکارم شارح وقایہ - ابن عابدین رحمہ نے کہا کہ مرد مجہول ہو یعنے اُسکے حال و علم و کمال سے تاریخی تذکرہ نہین ملتا ہو

الباب - ذکر طبقات فقہاء و طبقات مسائل و ذکر کتب معتبرہ و غیر معتبرہ و غیرہ فقہاء کا ذکر اس باب سے مقدم کرنا طریقہ تفہیم کے مناسب نظر آیا کیونکہ عوام کو جب اُنکے مختصر حالات و زمانہ سے وانکے رتبہ و تصنیفات سے آگاہی حاصل ہو تو انکی تقسیم طبقات کی راہ سے اور انکے اجتہادی مسائل کی تقسیم زیادہ سمجھ سے قریب ہوگئی اور پوری بحث دیکھنے پر یہ امر زیادہ واضح ہوگا انشاء اللہ تعالے - واضح ہو کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو جب اس دار فانی مین نازل فرمایا تو اولاد آدم کے واسطے احکام عبودیت ظاہر و باطنی فرض کیے اور باطنی سے میری مراد وہ احکام ہین جو قلب سے متعلق ہین جیسے تصدیق آخرت و حشر وغیرہ و خلوص نیت و حسن طویت وغیر ذلک اور چونکہ یہ عقل جو شہوات وغیرہ سے گوندھی ہو اس راہ مین مستقل نہین لہذا حق سبحانہ تعالی نے بروفق رحمت کاملہ اپنے بندون کو عدم معرفت مین معذور فرمایا اس حد تک کہ اپنا خاص بندہ مقبول رسول مبعوث فرماوے چنانچہ رسکے واسطے سے جو احکام و اخبار نازل فرمائے وہ امور واقعیہ کی سچی خبرین ہین اور انمین بدگمانی کرنا سوائے کج فہمی صریح کے جو کسی خواہش پسند آدمی کو کسی

خواہش نفسانی کی وجہ سے عارض ہو کچھ اختلاف متصور نہین بخلاف ایسے لوگون کے جو امور الٰہیہ و موجودات مین عقل
اور نقل سمجھکر گفتگو کرتے ہین کہ خود بدیہی ظاہر ہے کہ ایک دوسرے سے مخالف راے ظاہر کرتا ہے تو لامحالہ ایک کا
جھوٹا اور ناصر و تسلیم کرنا چاہیے مثلاً حکمت فلسفہ کو یقینی کہتے ہین حالانکہ افلاطون کے نزدیک جسم ہیولی و صورت
سے مرکب نہین بلکہ بسیط ہے اور ارسطو کے نزدیک ہیولی جوہر جزو ہے تو لامحالہ ایک کا قول غلط ہے حالانکہ پہلے اسکو
عقل سے بیان لیا گیا تھا پس صریح ظاہر ہے کہ عقل یہان کسی یقین کو مفید نہین خصوص جبکہ خود عقلمند ایک وقت
کچھ راے دیتا اور سمجھتا ہے اور دوسرے وقت اسکے خلاف پر جزم کرتا ہے اور اسمین کبھی منصف کو شک نہوگا پھر
ان عقلمندون کے ماننے والے زیادہ احمق ہین اسلیے کہ یہ خود مقر ہین کہ ہمارے نزدیک فلان شخص سب سے
زیادہ عقیل ہے یعنی خود ہم مین ایسی عقل نہین جو اسکی برابری کرین تو پھر ان بیوقوفون کے اسکو عقیل جاننے
و سچا ماننے کا بھی کچھ اعتبار نہین ہے بخلاف اخبار و احکام رسالت کے کہ جسقدر انبیا و رسل علیہم السلام اللہ تعالے
عز و جل نے مبعوث فرمائے سب ایک ہی کلمہ پر متفق ہوئے یعنی اللہ تعالے جل جلالہ کے سواے کوئی معبود
نہین اور تمھارے لیے آخرت برحق ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے دس پشت تک برابر یہی توحید چلی آئی
جہان تک حضرت خالق عز و جل نے مقدر فرمایا پھر توحید مین شرک پھیلنا شروع ہوا اور برابر اللہ تعالے کے
رسولون نے اہل عقل و ماننے والون کو راہ الٰہی سبحانہ تعالے بتلائی جس سے وے مقصود کو پہونچے یہان تک
کہ خاتمہ و قرب قیامت پر اللہ تعالے نے سب سے افضل و اکرم حضرت مولانا و نبینا رسول اللہ عز و جل محمد
صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و علے جمیع الانبیاء و المرسلین اجمعین کو مبعوث فرمایا اور بندون کو اچھا دین حق تعلیم
فرمایا اور آپ کی وزارت و صحابت کے لیے بحکم کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر
الآیہ نہایت عمدہ بندے منتخب و مقدر فرمائے چنانچہ جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا اور ظاہر و باطن خالص
توحید پر گناہ سے ایک روز بچا ہوا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے واقف ہو وہ صاف بلند
آواز سے انکی افضل الامۃ ہونے کا اقرار دل سے کریگا اور درحقیقت افضل الرسول کے اصحاب کا بھی افضل
ہونا لازم ہے جنھون نے ایسی تعلیم حاصل کی کہ مصداق رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ہوگئے اور راہ الٰہی مین کوشش
و اجتہاد کا حق ادا کیا کہ اپنے پیچھے انکے اصحاب یعنی تابعین مصداق قولہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین
یلونھم ہوئے اور قولہ طوبی لمن راٰنی الحدیث سے بشارت عظیم پائی پس صدق ایمان و امانت و صلاح
ظاہر و باطن انمین محبوب تھی انکے بعد جو زمانہ آیا اسمین تصدیق و اخلاص کو تنزل ہونا شروع ہوا فالاصل
ما فی صحیح مسلم من قولہ الامانۃ نزلت فی جذر قلوب الرجال الحدیث لیکن بعضے اسی طریقہ سلف صالحین و صدر
اول پر قائم رہے اور لوگون کی ہدایت کی اور غایت شفقت سے انکو عذاب الٰہی کی طرف جانے سے روکا
اور کمال کوشش انکی اصلاح قلب پر تھی اور چونکہ صلاح باطن کے ساتھ صلاح ظاہر منوط ہے لہذا احرام و
مشتبہات و معاصی جوارح وغیرہ سے بچنے کے لیے افعال محمودہ و ورع کی تلقین فرمائی اور ممنوع سے منع فرمایا
پس انھون نے بھی صدق ایمان کی علامت خوب ظاہر کی اور چونکہ یہ امر منصوص ظاہر ہے کہ ہر زمانہ متاخرین
نور ایمان کی قلت اور فساد کی کثرت ہوگی کما فی الصحیح من قول انس رضی اللہ عنہ الذی سمعہ من نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

اور ظاہر نصوص سے ہر زمانہ کے وقائع جو ایک طرز پر نہین ہوتے پچھلون سے نہین نکل سکتے لہذا انکے لیے
ایک قاعدہ بنایا جس سے نور ایمان کی کمی کا جبر نقصان فی الجملہ ہو جاوے اور اپنے اعمال ظاہری و قلبی
کے واسطے حکم الٰہی سبحانہ تعالےٰ معلوم کر سکین اور جہان تک ممکن ہوا خود نظائر و احکام و وقائع کو استخراج
کر دیا اور اسکے بعد انکے اصحاب نے بھی اتباع کیا و لیکن فضل اول کو ہی و لہذا قال الشافعی رحمہ اللہ
من اراد التبحر فی الفقہ فھو عیال لابی حنیفہ رحمہ اللہ۔ پھر چونکہ فروع اعمال بغرض حصول ثواب و نفس کو
پابند شرع رکھنے کے ہین حالانکہ ایمان قطعی منصوص ہی تو فروع مین رحمت الٰہیہ وسعت تامہ کو مقتضی ہوئی
اور ہر مجتہد کی راے اجتہادی پر اعطاء ثواب کا وعدہ فرمایا بدین معنے ہر مجتہد ٹھیک راہ پر ہی اگرچہ متناقض
حالت مین و رباطن ایک ہی مصیب ہوگا لیکن اصلی غرض ثواب ہی اس راہ سے ہر ایک مصیب ہی اسیواسطے
اختلاف امت عین رحمت ہی لہذا طرق اجتہاد کی راہ سے انمین تمائز ظاہر ہوا اور سب کے سب اس
راہ سے حق پر ہین کہ ہر ایک کو ان اعمالون پر ثواب ہی اور معلوم ہو چکا کہ ان اعمال سے یہی غرض ہی
کہ ثواب و صفائی قلب سے عین الیقین و قرب رب العلمین کی بزرگی حاصل کیجاوے اور یہ ملگیا کیونکہ اجتہاد
مین قصور نہین ہوا اسیواسطے جو کوئی اجتہاد کے بھی لائق نہو اُسکا فعل ہوا و ہوس پر مبنی ہو جاویگا اور وہ
گمراہ ہوگا لہذا عوام کو حکم ہی کہ اہل تقوےٰ و اجتہاد سے راہ پوچھین پس جب فقیہ بزرگ متقی پسندیدہ
امام مجتہد ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مثلاً پوچھا گیا تو وہ ایک سے دوسرے کو ملتا چلا آیا اور اہل لیاقت و
صلاحیت نے اپنے طریقہ اجتہاد بھی سیکھا کہ جو بات اسوقت نہین واقع ہوئی اسکا حکم خود اسی طریقہ سے
نکال سکین پھر جہان تک یہ صلاحیت بمشیت الٰہی تعالیٰ قائم رہی کہ اس طریقہ مین جدو اجتہاد کرین تب تک
اُنھون نے ایسا کیا آخر یہ بھی لیاقت و امانت مرتفع ہوئی اور رشد و ذہن مرجع ہوا تو ان لوگون نے اپنی
کوتاہی پر یقین کیا کیونکہ آدمی اپنے نفس کو خود خوب جانتا ہی لہذا اسی طریقہ کو لازم پکڑا اسی جہت سے
بوجہ پابندی طریقہ اجتہاد کے حنفیہ و شافعیہ وغیرہ فرق ہو گئے اور در حقیقت یہ سب ایک اصل توحید پر قائم
ہین خواہ وے افعال جوارح مین کسی طرز پر ثواب کا ذخیرہ جمع کرین کیونکہ ہر ایک دوسرے کو نظر عبرت سے
سامان آخرت جمع کرتا دیکھکر خوش ہوتا ہی اور جانتا ہی کہ اللہ عز و جل اپنے فضل سے اس طریقہ سے بھی
ثواب و رضامندی عطا فرماتا ہی مثلاً منفعت حاصل کرنے کے ہر طریقہ سے تجارت کرنے پر متولی و سرپرست
ہر ایک سے خوش ہی اسی اجتہادی راہ سے انمین طبقات ہین۔ اول مجتہدین طبقہ عالیہ جنھون نے قرآن مجید
و سنت و اجماع سے قواعد اصولی بنائے جن سے بطریق قیاس مسائل کا استنباط بغالب امید ثواب ممکن ہوا
اور یہ اسوقت کے مصالح و متاخرین کی قوت ایمان کے موافق تھا اور یہ ایک رحمت الٰہی اس امت مرحومہ
کے واسطے مخصوص ہوئی اور یہ طبقہ مستقل مجتہد تھے جنکو اصول یا فروع مین اپنے مانند کسی مجتہد کی تقلید روا
نہین تھی و لیکن کتاب و سنت جسکی اتباع مفروض و متعین ہی اگر اسمین کسی مسئلہ کا حکم نہین ملا اور نہ اجماع
صحابہ رضی اللہ عنہم سے قطعی ثابت ہوا بلکہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
اسکو لیتے تھے اور اپنے قیاس کو ترک کرتے تھے اور یہ اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خیر الامۃ ہین اپنے نور

وقوت ایمان مین مساوات نہین ہوسکتی ہی پھر ان ائمہ مجتہدین مین باعتبار تفاوت مشارب کے تمائز ہی اور انکی
درجات کا اشتہار بھی متفاوت ہی اور منجملہ انکے جنکا مذہب شائع ہوا امام ابوحنیفہ رح و مالک بن انس و ثوری
و شافعی و ابن ابی لیلے و اوزاعی و احمد بن حنبل و داود اصفہانی ہین ولیکن انہین سے بھی امام ابوحنیفہ رح
و مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ تعالے کا مشرب زیادہ مشہور ہوگیا اور انہین سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
کا مذہب زیادہ شائع ہوا اور محدث دہلوی رح کے انصاف مین ہی کہ قوی اسباب اشتہار مین سے یہ ہی کہ مشیت
الٰہی عز وجل سے امام ابویوسف رح قاضی دار الخلافہ ہوئے جس سے تمام سلطنت مین فقہ حنفی پر مدار ہوا اور بعد
انکے بھی اسی فقہ کے ماہر اکثر قضاۃ ہوتے چلے آئے اور امام محمد رحمہ اللہ کی کثرت تصانیف سے تمام شیوع
و اشتہار ہوگیا حتے کہ بعض ائمہ مشہورین نے بھی ان کتابون کو بامعان نظر دیکھا اور امام فقیہ ربانی شافعی
رحمہ اللہ نے لوگون کو فقہ مین عیال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قرار دیا - اور کفوی وغیرہ کے بیان سے یہ بھی وجہ
نکلتی ہی کہ امام رحمہ اللہ کے شاگردون مین اہل اجتہاد علماء بہت کثرت سے تھے جنکی اتباع لوگون مین خود
مرغوب تھی لہذا کثرت ہوگئی - اور کفوی کے طبقات مین ہی کہ اصحاب حنفیہ مین سے بہت لوگ ملکون
و شہرون مین متفرق ہوئے چنانچہ مشائخ عراق سے بغداد وغیرہ مین اور مشائخ بلخ و بخارا و خراسان و
سمرقند و شیراز و طوس و آذربائیجان و ہمدان و فرغانہ و دامغان و مازندران و خوارزم و غزنین وغیرہ
ان ملکون و شہرون مین شہرت ہوگئی اور چونکہ یہ لوگ خود علماء جید فقہاء ستدین تھے انکی تصانیف و تذکیر
سے زیادہ شیوع ہوا اور امالی و تالیف و فتاوے کی بہت کثرت ہوگئی - پس ان فقہاء مین چھ طبقے
ہین اور مع مقلدین سات ہین - اول طبقہ مجتہدین مستقل جنکا انتساب بھی کسی طرف نہین جیسے امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ و شافعی وغیرہم - دوم طبقہ مجتہد مستقل جو کسی طرف منتسب ہی جیسے امام محمد رحمہ اللہ و ابویوسف
و زفر کہ باوجود استقلال کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منتسب ہین اور جیسے مزنی رحمہ اللہ کہ شافعی رح
کی طرف منسوب ہین - سوم اکابر متاخرین کہ جنکو قواعد مقررہ اصول و قیاسات فروع سے استنباط وقائع
و نوازل کی قدرت تامہ ہی جیسے خصاف و طحاوی و کرخی و حلوائی و سرخسی و جصاص وغیرہم اور بعض نے بزدوی
و قدوری و قاضی خان و صاحب ہدایہ و برہان الدین صاحب ذخیرہ و محیط اور طاہر بن احمد صاحب نصاب
و خلاصہ و انکے امثال کو انھین مین داخل کیا ہی اور ظاہر یہ کہ بنظر تتبع سے یون مقرر کیا گیا ہی اور میرے نزدیک
اسمین تامل ہی واللہ تعالے اعلم - چہارم اصحاب تخریج کہ جنکو اجتہاد کی قدرت فی الجملہ ہی کیونکہ اصول و فروع
کے احاطہ سے قول مجمل و مبہم کی تفصیل کرسکتے ہین اور بعض نے ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ کو اسی طبقہ مین داخل
کیا ولیکن عجب ہی جیسا کہ فاضل لکھنوی مرحوم نے کہا باوجودیکہ قاضیخان وغیرہ کو سوم مین شامل کیا اور میرے
نزدیک اسمین ظاہری تتبع کافی نہین ہی اور قوت ایمانی کی ترقی پر اسکا مدار ادلے ہی اگرچہ تفس تصدیق قابل کمی و
زیادتی نہین سہی - پھر مترجم کو اسمین بھی تامل ہی کہ ان لوگون کو جنکا نام اسمین شمار کیا گیا یا اور جو علماء اس
قرن مین موجود تھے کیا درحقیقت ایسے تھے کہ انکو قوی نوع اجتہاد کی قدرت نہ تھی پنجم طبقہ صحاب ترجیح
جیسے امام قدورے و صاحب ہدایہ وغیرہما تو انکی شان فقط یہ ہی کہ بعض روایات کو بعض پر ترجیح دیسکتے ہین

باین قول کہ یہ اصح ہی یا اولی ہی یا اوفق بالقیاس یا لوگون کے حق مین زیادہ آسان ہی یا اوجہ ہی وغیر ذلک اور
صاحب البحر الرائق نے شیخ ابن الہمام کو بھی اسی طبقہ مین شمار کیا اور کفوی نے ابن کمال پاشا اور مفسر
ابو السعود کو داخل کیا اور بعض نے ابن الہمام کو رتبہ اجتہاد تک کامل کہا ہی۔ وانت لو تاملت لظہر
لک ان المنزلین للناس منازلہم انما موقع نظرہم کثیرة القیل والقال وحفظ الاقوال حتی عدوا الجدل من
علم الدین وانما الاعلم عندہم من طال اذیال لسانہ فی اتیان تحج الجدال العاریۃ عن الاہتداء بتوفیق اللہ تعالی
عز وجل فلا عبرة کثیر مما حکموا فیما لا علم بذلک لاحد الا اللہ عز وجل وہو اعلم بالمہتدین — ششم طبقہ جنکو
فقط اتنی قدرت ہی کہ اقوی وقوی و اصح و صحیح وضعیف وظاہر الروایۃ وظاہر المذہب و نوادر مین تمیز
کر سکین جیسے شمس الائمہ کردری وحصیری ونسفی وغیرہم اور انھین مین سے وہ علما بھی ہین جنھون نے متون تالیف
کیے جیسے صاحب مختار و وقایہ وکنز وغیرہ انکی شان یہ ہی کہ اپنی کتابون مین اقوال ضعیفہ مردودہ کو نقل نہین
کرتے ہین — طبقہ ہفتم وہ اہل علم جو طبقہ ششم سے بھی ادنی ہین تو دے محض مقلد ہین انپر لازم ہی کہ کسی
فقیہ کی تقلید کرین اور طبقہ ششم تک کسی نوع کا اجتہاد نہین کر سکتے اور ابن کمال پاشا رحمہ اللہ نے کہا ان لوگون
کو کچھ تمیز نہین بلکہ جو روایت پاتے ہین کیسی ہی ہو اسکو یاد کر لیتے ہین پس خرابی انکی اور وبال اسکا زیادہ
اسکی جو انکی تقلید کرے کذا لقاہ الفاضل اللکھنوی رحمہ اللہ تعالے اور امام نووی رحمہ اللہ کی شرح المہذب
سے کی رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ مجتہد یا تو مستقل ہی اور اسکی شرطون مین سے یہ ہی کہ فقیہ النفس وسلیم الذہن ہو
اور فکر مین مرتاض اور صحیح التصرف والاستنباط ہو اور بیدار و دلائل شرعیہ سے عارف و انکی شروط کا جامع
باوجود درایت کے انکے استعمال مین مرتاض اور امہات مسائل فقہ سے ہوشیار اور انکا حافظ ہو اور یہ تو زمانہ
دراز سے معدوم ہو گیا اور یا مجتہد منتسب ہوگا اور اسکی چار قسمین ہین اول وہ کہ امام کی تقلید کسی اصول و فروع
مین نہ کرے کیونکہ خود اجتہاد مین مستقل ہی اور امام کی طرف نسبت بوجہ سلوک طریقہ اجتہاد ہی — دوم مقید
بہ مذہب کہ ادلہ امام و قواعد سے تجاوز نہین کر سکتا اور یہ اصحاب الوجوہ ہین — سوم رتبہ وجوہ سے کم لیکن
ادلہ مذہب امام کی تقریر و تحریر و ترجیح و تضعیف کر سکتا ہی اور یہی اصحاب ترجیح آخر چوتھی صدی تک تھے —
چہارم مذہب کی حفظ و نقل مین قائم و مشکل کا عارف ہی لیکن تحریر قیاسات و تقریر دلائل مین کمزور ہی تو
اسکا فتوے جو کتب مذہب سے نقل کرے معتبر ہوگا مترجم کہتا ہی کہ اس عبارت سے یہ فائدہ حاصل ہوا
کہ اس زمانہ مین فتوے اسی شخص عالم کا معتبر ہی جو حفظ مذہب و نقل و فہم مشکل مین مستقیم اور فی الجملہ
نظر کی اہلیت رکھتا ہو اگرچہ تحریر دلائل مین پورا نہو اور قیاسات کی تقریر مین جن سے معانی کی توضیح
ہوتی ہی کامل نہو پس سائل کو مذہب سے آگاہ کرے جیسین ہوا و ہوس یا خالی رطب یابس روایات
مین سے کسی روایت پر مدار نہو کیونکہ اہلیت نظر سے کوئی زمانہ خالی نہین ہی اور اگر کسی شخص نے
تعبیر ایسی لیاقت کی دلیری کی تو وہ جہنم کا اہل ہی کہ خود عذاب مین رہا اور دوسرے اسپر سے پار
ہو گئے — اور عنقریب بحث افتا مین ذکر آتا ہی واللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد

الوصل طبقات مسائل — مسائل کے تین طبقہ ہین — اول مسائل اصول اور وے امام محمد رحمہ کی

بیا ر یا چھ کتابون کے مسائل ہین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور انھین کو ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہین ان اصول ہین
سے مبسوط اول وہ اصل ہی اور امام محمد رحمہ اللہ سے اسکو اکثرون نے روایت کیا ازانجملہ اشہر روایت
ابو سلیمان جوزجانی رح ہی اور اسی کے قریب روایت ابو حفص رحمہ اللہ ہی پھر اسکے نسخہ متعدد ہین ایک
نسخہ شیخ الاسلام ابو بکر معروف بہ خواہر زادہ اور یہ درحقیقت شرح ہی اور ایسے ہی مبسوط السرخسی
والحلوانی رحمہم اللہ تعالے اور پہلے مذکور ہوا کہ مبسوط سرخسی سے علی الاطلاق شرح کافی مراد ہی اور کفوی
نے کہا کہ ظاہر الروایہ کے مسائل مین سے حاکم شہید کے منتقے کے مسائل ہین اور امام محمد رحمہ اللہ کی
کتابون کے بعد یہ کتاب مذہب کے لیے اصل ہی مگر ان ملکون مین اب مفقود ہی اور حاکم کی کتاب کافی
بھی اصول مذہب مین سے ہی اور اسکی بھی جماعت مشائخ نے شرح کی ہی ازانجملہ شرح شمس الائمہ سرخسی
و شرح قاضی اسبیجابی معروف ہین - اقول منتقے اگرچہ اب مفقود ہی لیکن ذخیرہ وغیرہ مین اس سے
بہت کچھ نقل موجود ہی اور اس فتاوے مین انھین کتابون سے بہت کچھ حوالہ ہی اسی واسطے یہ فتاوی
اصول مذہب دریافت کرنے کے لیے بہت معتمد ہی حتے کہ اگر کوئی شخص ایک نسخہ کتاب الاصل کا لاوے
تو اسپر اعتماد اسوجہ سے نہ ہوگا کہ کتاب الاصل عموماً متداول نہین رہی جسپر وثوق ہو بخلاف نقل کے
جو اس فتاوے مین متواتر متوارث موجود ہی - طبقہ دوم مسائل مذہب مین سے غیر ظاہر الروایۃ کے
مسائل ہین اور مراد انسے وہ مسائل ہین جن کو ائمہ سے سواے ان کتب مذکورہ کے اور کتابون ہین روایت
کیا گیا خواہ امام محمد رحمہ اللہ کی دوسری کتابون مین جیسے کیسانیات و جرجانیات و رقیات و ہارونیات
وغیرہ اور غیر ظاہر الروایۃ اسلیے کہتے ہین کہ امام محمد رح سے یہ کتابین اسطرح ظاہر مشتہر مروی نہین ہوئین
جیسے پہلی کتابین ہین اور خواہ سواے امام محمد رحمہ اللہ کے اورون کی کتابون مین جیسے حسن بن زیاد
کے مجرد جسمین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اصلاً اور صاحبین وغیرہ سے تبعاً مرویات ہین اور اسی قسم مین
کتب امالی ہین اور امالی جمع املا ہی اور املا یہ ہی کہ فقیہ کے گرد اسکے تلامذہ دوات قلم کے ساتھ بیٹھے
اور جو کچھ اجتہادات وہ بولتا گیا یہ لوگ اسکو لکھتے گئے اسی طرح متعدد مجالس مین مجموعہ ایک کتاب ہو گئی
اور حدیث مین بھی ایسا طریقہ موجود تھا اور ظاہرا اسی موافقت سے فقہیات مین بھی متقدمین فقہا مین جاری
تھا اسلیے کہ اللہ تعالے نے انکے اذہان سیال مخلوق فرمائے تھے اور اسی قسم سے ہین متفرق روایات
متفرق تلامذہ کے پاس جنکو نوادر کہتے ہین جیسے نوادر ابن سماعہ و ابن رستم یعنے ابراہیم و نوادر ہشام وغیرہ از
امام محمد رحمہ اللہ و نوادر بشر عن ابی یوسف وغیرہ پس انکو نوادر یا تو اس وجہ سے کہتے ہین کہ متفرق روایات
ہین یا اسوجہ سے کہ بظاہر مخالف اصول ہین پس مشائخ نے انکی صحیح محمل یعنے تاویل بیان کی اور ایسا اثبات
اصول مین جزئیہ مذکور نہین مگر نوادر مین ہی اور کبھی نوادر مین اگرچہ منفرد ہی لیکن تخریج مسائل سے مخالفت
پیدا ہوتی ہی کیونکہ اکثر اصول مین مسائل فقہیہ کے انواع و اصناف کے قلیل مسائل مذکور ہوئے تاکہ انھین کے
مطابق سے تفریعات کریجاوین اور دقیق النظر آدمی کو مختصر کتب متون مین سے ہر بات مین یہ طریقہ ظاہر
ہو سکتا ہی کیونکہ ہر صنف کے مسائل و اسکے تفریعات کو ایک اصل مقید شامل ہی اسی واسطے جامع صغیر

کہتے ہین باوجودیکہ بہت صغیر ہی کیونکہ قیود مسائل خود احکام متعددہ ہین ولیکن سوا اسے صاحب بصیرت کے
کسی کو استخراج پر اعتماد نہین رواہی اور شروح جامع صغیر مثل شرح قاضی خان وغیرہ البتہ جید معتمد ہین اور
فتاوے ہین اس سے بیشتر حوالہ ہی طبقہ سوم مسائل فتاوے ہین اور انھین کو واقعات ونوازل کہتے
ہین اور یہ مسائل وہ ہین جنکو مشائخ متاخرین نے بقوت اجتہاد ایسے وقائع مین استخراج کیا جنمین ائمہ متقدمین سے
کوئی روایت نہین ہی اور ایسی کتابون مین سے اول کتاب شیخ ابو اللیث فقیہ نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی
رحمہ اللہ نے جمع فرمائی اور نوازل اسکا نام رکھا اسمین اپنے شیوخ ومشائخ متاخرین محمد بن مقاتل رازی
ومحمد بن سلمہ ونصیر بن یحیی وغیرہم کے فتاوے جمع کیے اور جا بجا اپنے آپ جو کچھ اختیار کیا وہ بھی لکھدیا
یعنے مثلاً کوئی حکم کسی مسئلہ مین شیخ کسے نقل کیا اور اسپر خود راضی نہین ہوئے تو لکھا کہ میرے نزدیک
یون مختار ہی لہذا اس فتاوے مین جہان اسطرح آیا ہی کہ اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا اسکے یہی معنی ہین
کہ یا تو مشائخ سے اس مسئلہ مین مختلف دو حکم مذکور ہین انمین سے خود ایک کو قوی سمجھکر لکھدیا کہ میرے نزدیک
یہ مختار یعنے اقوی ہی یا اپنے نزدیک اس حکم کے علاوہ دوسرا حکم اجتہادی جدید مختار ہی پھر یہ کتاب ان واقعات
مین اصل ہی اور اسکے بعد دوسرون نے اسی طرح جمع کردین جیسے مجموع النوازل والواقعات
از ناطفی رحمہ اللہ وواقعات صدر شہید حسام الدین رحمہ اللہ اسمین بھی اختیارات صدر شہید اکثر مذکور ہین
چنانچہ فتاوے مین جا بجا آیا کہ اسی کو صدر شہید نے اپنے واقعات مین اختیار فرمایا ہی پھر انکے بعد مشائخ نے
اصول روایات کے ساتھ غیر ظاہر الروایۃ وامالی ونوادر وواقعات کو مختلط جمع کردیا جیسے جامع فتاوے
قاضیخان وخلاصہ وغیرہ اور بعض نے ایک نوع تمائز کے ساتھ جمع کیا جیسے محیط شمس الائمہ سرخسی چنانچہ انھون
نے پہلے مسائل اصول کو لکھا پھر غیر ظاہر الروایۃ یا مشہورۃ الروایۃ کو پھر امالی ونوادر کو پھر فتاوے کو اور
یہ عمدہ ترتیب ہی خصوص اس زمانہ کے لحاظ سے بہت نافع ہی کیونکہ اب اسقدر تمائز بھی معدوم ہو گیا۔
خواہ قلت ادراک وعلم سے اور خواہ اصول وغیرہ مفقود ہونے سے اور بے شبہہ یہ سستی بہت مضر ہوئی کہ کتب
اصول امام محمد رحمہ اللہ وغیرہ گم کردی گئین اور اب چند کتابین متاخرین کی تصانیف سے شائع ومعتمد ہین انمین
سے بعض متون ہین اور بعض انھین کی شروح ہین اور بعض بنام فتاوے معروف ہین - واضح ہو کہ اہل علم
مین یہ قول مشہور ہی کہ متون مین جو حکم مسئلہ لکھا ہی وہ حکم شروح سے مقدم ہی اور جو شروح مین ہی وہ فتاوے
سے مقدم ہی پس اگر شروح مین ایسی بات پائی جاوے جو متون سے مخالف ہی تو متون کا حکم لیا جائیگا اور وجہ
یہ بیان کرتے ہین کہ متون اسی واسطے ہین کہ ظاہر مذہب کو نقل کرین - مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک
یہ قاعدہ شروح مبسوط وغیرہ واس طبقہ کے واسطے متوافق تھا کیونکہ متون سے مراد اصول ہی جنکو اب
متون کہتے ہین اور فتاوے سے مراد خالی متاخرین کے استخراجی مسائل ہین جنکو واقعات کہتے ہین پس
مراد یہ تھی کہ جب کتب اصول مین کوئی حکم ملا اور شیخ شارح نے اسکے خلاف لکھا ہی تو شرح کا حکم ترک کیا جاوے
اور اصل کا لیا جاوے کیونکہ وہی اصل مذہب ہی اور جو شروح مین ہی وہ فتاوے پر مقدم اس جہت سے
کہ شرح فوائد قیود مسئلہ ہین تو گویا یہ مسائل خود اصل مین مذکور ہین بخلاف واقعات کے کہ ان مین

مفروض ہو کہ صریح یا ضمنی روایت امام سے نہین ہی بلکہ بقاعدہ اجتہادی متاخرین نے استخراج کیا ہی ہان یہ ممکن
ہی کہ کہین اشارہ اسکی طرف اصل مین ہو اسی واسطے بعض مسائل استخراجی مین لکھا کہ اسکی مثل کی کوئی روایت کسی
کتاب مین امام محمد سے نہین ہی دلیکن فلان شیخ نے یون کہا اور فلان نے اسطرح پر لکھا کہ یہی صحیح ہی اور
امام محمد رحمہ اللہ نے اسکی طرف اشارہ کیا ہی پس بطریق اشارہ مذکور ہونا داخل مذکور نہین ہی بخلاف
شروح کے کہ فائدہ قید یعنی مفہوم روایت ایک حجت معتبرہ ہی تو وہ ضمنی مذکور ہی پس اس بیان سے
ظاہر ہو گیا کہ اس قاعدہ کے معنے کہ متون شروح پر اور شروح فتاوے پر مقدم ہین یہ ہین اور اس وقت مین
جو متون و شروح و فتاوے موجود ہین انکے حق مین یہ قاعدہ ٹھیک نہین ہوتا اسلیے کہ شروح اسوقت
ہر طرح کے نوادر و امالی وغیرہ سے مملو ہین اور اگر بوجہ شہرت کتاب و تواتر کے تقدم ہو تو قطع نظر اسکے کہ دلیل
مذکور یعنے قولہ کیونکہ متون نقل مذہب کے لیے ہین الخ جاری نہین رہتے یہ بھی ظاہر ہی کہ جملہ شروح متواتر
درجہ تک نہین ہین حالانکہ کتابون کی تواتر و عدم تواتر کی بحث جدا گانہ ہی علاوہ اسکے جنکو اسوقت فتاوی
کہتے ہین وہ خالی نوازل و واقعات کا مجموعہ نہین ہین بلکہ ہر طرح کے روایات اصول مع نوادر وغیرہ
اسمین موجود ہین خصوص اس فتاوے عظیم کو دیکھو کہ غالباً جملہ روایات ہدایہ و وقایہ وغیرہ خواہ انھین کے
حوالہ سے یا مبسوط وغیرہ اصول کے حوالہ سے اسمین موجود ملینگے اور زائد اس سے بہت سے روایات اصول
کا نشان ملجائیگا پھر کیونکر شرح نقایہ قہستانی و شرح ابوالمکارم کا اعتبار ہوگا اور اس فتاوے کا اس سے
کم - اور حق تو یہ ہی کہ اکثر متون متداولہ اس لائق ہین کہ اصول کی روایات اس فتاوے سے لیکر انکی
شرح لکھی جاوے کیونکہ ایک جم غفیر علما نے اصول سے ان روایات حاصل ہونے کی تصدیق کی اور کسی
نے انکار نہین کیا تو اخبار بحد تواتر پہونچ گیا خصوص جبکہ متدین بادشاہ عالمگیر انار اللہ تعالے برہانہ کی
سعی موفور پر اعتماد قوی ہی کہ اصول جن سے حوالہ ہی اسنے بالاعتماد بہم پہونچایا تھین پس یہ کتاب جسکو فتاوے
کہا جاتا ہی ان شروح متداولہ سے زیادہ مستند ہی - بالجملہ مجموعی حالت اس فتاوے سے یقیناً کہی یہ نہین ہی کہ
اسپر وہ معنی صادق آوین جو قاعدہ مذکورہ مین لفظ فتاوے سے مراد ہین اور جسنے یہ وہم کیا کہ اسوقت کے
اطلاق کے موافق الفاظ قاعدہ کا انطباق ہی اسنے خطا کی بلکہ مراد قاعدہ سے وہی ہی جو ہم نے اوپر بیان
کر دی ہی اب اس قاعدہ اور اس فتاوے مین جو نسبت ہی وہ یہ ہی کہ فتاوی مذکورہ مجمع ہی روایات اصول و کافی
و منتقی و امالی و نوادر و فتاوے کا اور ان احکام کے طبقات اوپر بیان ہو چکے ہین اور حالت یہ ہی کہ جس
قسم کا مسئلہ پیش آیا اور اسکا حکم اس کتاب سے چاہا گیا تو دیکھا جاوے کہ اصول و کافی و منتقی مین کہین مذکور
ہی خواہ ذخیرہ و محیط و مبسوط و جینہ وغیرہ کسی کے حوالہ سے ہو پس وہ حکم ظاہر الروایہ ہی اور وہی ظاہر المذہب
ہی اور اسی پر عمل ہی کہ اس سے کچھ مخالفت نہین ہی اور اگر ظاہر الروایۃ مین بھی ملا اور شروح مین اسکا حکم
برخلاف ظاہر الروایۃ ملا تو ظاہر الروایۃ پر اعتماد ہی اور شرح کو ترک کیا جائیگا مگر در صورت واحدہ اور اگر
ظاہر الروایۃ مین نہین ملا بلکہ فقط شرح مین ہی تو بلا مخالفت اسکو لینا چاہیے اور اگر شرح کے حکم سے فتاوے
شیخ مین بھی مخالف ملا تو شرح مقدم ہی اور اگر خالی کسی فتوے مین ہی تو اسی پر اعتماد کرنا متعین ہوا پس

قاعدہ مذکورہ کے معنے اس کتاب پر اسطرح منطبق ہین مگر واضح ہو کہ اس تقدیم مین اہل علم نے یہ قید لگائی ہے
کہ یہ حکم تقدیم کا اُسوقت ہے کہ نیچے کے طبقہ مین مصرح کسی حکم کی نسبت صحیح ہونا مذکور نہو چنانچہ مسئلہ فرائض مین کہ
ایک شخص نے چچا کی دختر اور ماموں کا پسر چھوڑا تو خیر الدین رملی نے فتوے دیا کہ کل ترکہ چچا کی دختر
کا ہے اور اس فتوے کے یہ معنی ہین کہ خیر الدین رحمہ اللہ نے ظاہر الروایۃ کا حکم مسائل کو نقل کر دیا اور یہ معنی
نہین ہین کہ مسئلہ مین اجتہاد کر کے جواب دیا کیونکہ یہ حکم ظاہر الروایۃ مین خود مذکور ہے چنانچہ اس فتاوے
کے فرائض کو دیکھو اور اسی مسئلہ مین دوسرا حکم ظاہر الروایۃ کا یہ بھی مذکور ہے کہ کل ترکہ ماموں زاد بھائی کا ہے
شامی نے رد المحتار مین کہا کہ اس مسئلہ مین تصریح موجود ہے کہ دونون حکم ظاہر الروایۃ کے ہین اور کہا کہ خیر الرملی
رحمہ اللہ نے جو فتوے مین نقل کیا اسکی نسبت جامع المضمرات مین تصریح کر دی گئی کہ وہی صحیح ہے اور کہا کہ جہان
کہین ایسا واقع ہو تو ہم پر اسی حکم کی اتباع لازم ہوگی جسکے صحیح ہونے پر تصریح کر دی جاوے۔ اس بیان
سے یہ بات بھی نکل آئی کہ کبھی اصول سے خود مختلف دو روایتین ملتی ہین تو انمین تصحیح پر مرجع ہے اور اگر نہو
یا ظاہر الروایۃ مطلق اور حکم شرح صحیح ہو تو انکا حکم بحث الافتاء سے تلاش کرنا چاہیے۔ پھر واضح ہو کہ یہان
ایک یہ قول معروف ہے کہ متون کا حکم مقدم ہے شروح پر اور شروح کا فتاوے پر۔ اور متون سے مراد وہ مختصر
کتابین ہین جو نقل مذہب کے لیے ملتزم ہین اور اصل اسکی وہی قاعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ اصول کا حکم مقدم
ہے اور چونکہ کتب اصول اسوقت مفقود کی گئی ہین تو بجاے انکے متون داخل کیے گئے۔ اور یہ مشکل ہے اسواسطے
کہ متون متداولہ مین اکثر ایسے مسئلہ بھی ہین جنکا اصل مذہب مین وجود نہین ہے جیسے باب طہارت مین مسئلہ
دہ در دہ کہ اصل مذہب مین نہین ہے اور اکثر مسائل مشائخ کے تخاریج ہوتے ہین چنانچہ ہدایہ دیکھو ہان شاید
مختصر کرخی و مختصر الطحاوی وغیرہ مین ایسا ہو ولیکن اب تو وہ بھی مفقود ہین اور کمال اعتبار اسوقت وقایہ و
کنز و قدوری پر ہے بلکہ انھین پر انحصار ہوگیا اور بعضے مختار مولفہ عبد اللہ بن محمود موصلی متوفے ۶۸۳ھ ہجری
و مجمع البحرین مولفہ احمد بن علی بغدادی المتوفے سنہ ۶۹۴ ہجری متون مین داخل کرتے ہین۔ اور ظاہر ا
حق یہ ہے کہ ان ائمہ نے جس حکم کو مذہب سمجھا ہے اور اسکو قوت وصحت مین مثل ظاہر الروایۃ جانا اسکو مختاط
کر دیا ہے کہ سب مذہب قرار دیا گیا لہذا اس قول پر اکثر متفق ہین کہ جو کچھ متون مین ہے اسکے صحیح ہونے کا التزام
کیا گیا ہے پس جو مسائل ان کتابون کے حوالے سے ملین انکے نسبت یہ سمجھنا چاہیے کہ گویا یہ مولف تصحیح کرتا ہے لیکن
ایسی صورت مین اگر ظاہر الروایۃ صریح اسکے خلاف ملے تو آیا ظاہر الروایۃ پر اعتماد ہوگا یا انکی التزامی
تصحیح پر۔ یہان اصلی مرجع اسطرف ہوگا کہ گویا ایک کتاب مین روایت آئی کہ یہ حکم ظاہر الروایۃ ہے اور اس
متن مین روایت آئی کہ نہین بلکہ یہ ظاہر الروایۃ ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ حکم متن کا تخریجی نہین ہے اور یہ دراصل
کتاب کے متواتر و مشہور ہونے پر راجع ہے اور اسکے یہ معنے ہین کہ بعض کتابین اسوجہ سے معتبر ہین کہ
بتواتر ہمکو پہونچنا ثابت نہین ہے اور یہ بحث بھی انشاء اللہ تعالے آتی ہے بالجملہ اگر متون کو مقدم کیا جاوے
تو قول مذکور کے یہ معنے ہوسکتے ہین کہ جو وقایہ مین مذکور ہے وہ شرح وقایہ سے مقدم ہے و انک اذا تاملت
القاعدة وجدتها مجحة لا يؤول اسے مدرجة وملت اسے ان الاصل ما ذكر من القاعدة اولا وهذه مضيقة منها

تامل پس جواب یہ ہی کہ یون کہا جاوے قاعدہ اصول مین جو کچھ ہو وہ شروح پر مقدم اور شروح کا فتاوے
پر مقدم ہو واللہ تعالے اعلم - اور یہان یہ بھی نا کوہ ہی کہ متون اسواسطے مخصوص ہین کہ امام ابوحنیفہ رح
کے اقوال ذکر کرین ولیکن یہ بھی مخدوش ہی کیونکہ کثرت سے صاحبین کے اقوال بلا ذکر خلاف لیے گیے
جیسے متوسے ہو - ہید اگر قاعدہ اتفق یہم متون مانکر اس فتاوے سے انطباق کیا جاوے تو اسکا یہ اثر یاد رکھنا
چاہیئے کہ جو مسئلہ اصول ستہ و اسکے مانند منتقی و کافی مین سے منقول نہو بلکہ ان متون سے منقول ہو
تو یہ بھی اصول مین داخل کیا جاوے پس شروح یا فتاوے پر اسکو تقدیم ہوگی اور دوسرے یہ ہی کہ متون کا
حکم اہل مذہب کے نزدیک مذہب قرار دیا جائیگا اور جب متون کو ناقل مذہب امام مخصوص مان لیا جاوے
تو فتوے کے وقت اسکے قواعد کے موافق یہ امام کا مذہب قرار دینا چاہیئے اور ابھی معلوم ہو چکا کہ متون سے
کون کون کتابین مراد ہین از انجملہ مختصر الطحاوی وغیرہ بھی ہین ولیکن اس زمانہ مین مختصر الطحاوی عموماً متداول
و متواتر نہین رہی اگرچہ پہلے زمانہ ہوا کہ لوگون مین متواتر پہونچی تھی لہذا اس زمانہ مین اگر بر سبیل شذوذ دو چار
کے پاس ہو تو اسپر یہ حکم نہ ہوگا جو کنز و قدوری وغیرہ پر ہی کیونکہ اسمین خوف الحاق و تحریف وغیرہ پیدا ہو گیا
ہی اب ہم چند اصطلاحات مسائل نقل کر کے انشا اللہ تعالے لکھینگے کہ افتا کیا ہی اور کس شخص سے صحیح
ہی اور کس کتاب سے چاہیئے اور کن کتابون سے فتوے دینا نہین روا ہی واللہ تعالی ہو الموفق والمعین

اصطلاحات مسائل - بعض الفاظ نفس احکام سے متعلق ہین جیسے واجب و جائز وغیرہ اور بعضے
اس سے نوع تعلق رکھتے ہین مثلاً حکم اجماعی یا اتفاقی یا اختلافی وغیرہ اور ترجمہ کو یہان جسقدر مناسب
نظر آویگے مختلط بیان کریگا - واضح ہو کہ فرض وہ ہی کہ جو قطعی دلیل سے بلا معارض ثابت ہو اور یہ اوامر
و نواہی دونون کو شامل ہی اور اکثر اسکا اطلاق افعال مین ہی جنکا کرنا مقصود ہی لہذا فرض وہ فعل
ہوا جسکے بجالانے کا حکم اسطرح ثابت ہوا کہ قطعی بلا معارض ہی اور واجب وہ کہ قطعی بنوع معارض ہی پس
فرق دونون مین فقط اعتقاد کی راہ سے ہی اور اسپر بعض احکام مبنی ہین مثلاً منکر فرضیت کافر ہوگا ورنہ
عمل کرنے مین جیسا وہ ضروری ہی ویسا ہی یہ ضروری ہی اسی واسطے بقدر آسان قرأت قرآن نماز مین فرض
ہی اور پوری سورۂ فاتحہ واجب ہی مگر پورے فاتحہ ترک کرنے سے نماز کا اعادہ واجب ہی اور یہ جو لکھا گیا
کہ نقصان کے ساتھ ادا ہوگئی یا اسی کے معنی مین فرائض ادا ہو جانے پر اور الفاظ لکھتے ہین اس سے نفس
فرائض کا پورا وادا و جائز ہونا وغیرہ مراد ہی ورنہ نماز ادا نہ ہوگی کیونکہ اعادہ واجب ہی اور واجب ترک کرنے
سے بالاجماع مستحق عذاب جہنم ہوتا ہی حالانکہ لوگون نے ظاہری الفاظ دیکھکر واجبات مین لاپروائی دستی
اختیار کرلی ہی مثلاً رکوع و سجدہ مین ترک طمانینت بقدر تین تسبیح کے جیکا اسقدر راجح قول پر واجب ہی اگرچہ
ادنے مقدار جسپر رکوع کا اطلاق ہو فرض ہی تو عوام اہل علم جواز بتلا دیتے ہین حالانکہ فقہا کی مراد جواز سے
ادا سے قدر فرض ہی نہ جواز نماز اور یہ یاد رکھنا چاہیئے پس نماز واجب الاعادہ ہی - اور جن افعال مین ترک
مقصود ہی یعنے شرع مین ممنوع و منہی عنہ ہین انمین فرض کی نظیر حرام ہی اور جسکی حرمت ثابت ہوئی اسکی
حرمت سے انکار کفر ہی اور واجب کی نظیر مکروہ تحریمی ہی اور اس تقریر مین زیادہ توضیح کی ضرورت ہو جسے

فرض
واجب
حرام
مکروہ تحریمی

نہین ہی کہ عموماً اہل ایمان واسلام فرض وواجب اور حرام ومکروہ کو جانتے یا سمجھتے ہین مگر یہ یاد رکھنا چاہیے جو شرح المنیہ
ورد المختار وغیرہ مین ہی کہ اکثر اوقات فقہار اپنی کتاب مین واجب ایسے مقام پر بولتے ہین جو فرض ہی
جیسے نماز جمعہ یا اعم از فرض وواجب مراد لیتے ہین اسی سے بعض شارحین نے کہا کہ اسکی فرضیت کا اعتقاد واجب
وعمل واجب ہی اور اسی قبیل سے ہدایہ وغیرہ مین قول امام محمد رحمہ اللہ کہ ایک دن اگر دو عیدین جمع ہون ایک
واجب ودوسری سنت الی آخرہ یعنے جمعہ ونماز عید الفطر یا اضحے اور اس سے یہ فائدہ نکل آیا کہ سنت کا اطلاق
کبھی واجب پر ہوتا ہی کیونکہ نماز عید ہمارے نزدیک واجب ہی اور کبھی فرض ایسی چیز پر بولتے ہین کہ بدون
اسکے فعل صحیح نہو اگرچہ وہ رکن نہو جیسے کہا کہ نماز کے فرائض مین سے تحریمہ ہی باوجودیکہ نماز مین اس سے
دخول حاصل ہوتا ہی اور کبھی فرض ایسی چیز پر بھی بولتے ہین جو نہ فرض ہی اور نہ شرط ہی - کراہت جہان
مطلق ہی تو مراد کراہت تحریمی ہی ورنہ تنزیہی پر تنصیص ہوگی اور کبھی قرینہ کی دلالت پر تنزیہی مراد لیتے ہین -
ذکرہ النسفی فی المستصفے وصاحب البحر وغیرہما اور اس فتاوے کی کتاب الکراہیۃ مین بھی نے الجملہ مذکور ہی اور
بعض نے عبادات ومعاملات کی راہ سے تفریق کی ہی والکلام فیہ طویل - سنت سے مراد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل وقول ہی اور جو کوئی فعل آپ نے کسی دوسرے کو کرتے دیکھا اور منع نہ فرمایا
یا اسکو برقرار رکھا وہ بھی سنت ہی اور جہان مطلق سنت کسی امر کی نسبت لکھا گیا اس سے سنت الرسول
صلوات اللہ تعالے علیہ وعلے آلہ واصحابہ وسلم مراد ہی اور سنت کا اطلاق سنت خلفار وصحابہ رضی اللہ عنہم
پر بھی آتا ہی وفی الحدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین - اور پہلے معلوم ہو چکا کہ خلفار راشدین سے
چارون خلفار صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہوتے ہین اور اسی سے کہا گیا کہ تراویح کا بجماعت ادا کرنا سنت
حضرت مزین المنبر والمحراب امیر المومنین عمر بن الخطاب ہی حالانکہ آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
کو جماعت سے پڑھانے کا حکم کیا تھا - اور کبھی سنت ایسے فعل پر بولتے ہین جو بدلیل سنت کے واجب
ثابت ہوا ہی جیسے نماز عید چنانچہ اوپر گذرا اور جیسے جماعت سے نماز ادا کرنا جسکے نزدیک جماعت واجب ہی
وفی البحر الرائق وغیرہ کبھی سنت سے مستحب مراد لیتے ہین اور برعکس بھی اور یہ قرائن سے عالم کو معلوم ہوجاتا ہی
تتمہ - جہان اس فتاوے مین یون مذکور ہی کہ مثلاً مدعا علیہ کا قول قبول ہوگا اور مدعی پر گواہ لانے واجب
ہین یہان واجب سے شرعی معنے نہین مراد ہین یعنے اسپر شرع نے یہ امر واجب نہین کردیا کہ خواہ مخواہ گواہ
لاوے بلکہ یہ غرض ہی کہ اگر اسکو اپنا حق ثابت کرانا منظور ہی تو اسکو گواہ لانے کی ضرورت ہی یا یون کہا جاوے
کہ اگر یہ حق لینا چاہے تو ظاہر شرع واجب کرتی ہی کہ گواہ لاوے اور ظاہر شرع کی قید اسواسطے ہی کہ اگر وہ شخص
جھوٹے گواہ لایا اور فریب سے حکم حاصل کرلیا تو قاضی کا حکم بظاہر شرع ہوجائیگا جب تک گواہون کا عیب
دروغ ظاہر نہو مگر شرع نے اسکو حلال نہین کیا بلکہ اسی زندگی تک یہ حکم رہا اور عاقبت مین وہ ماخوذ ہوگا
جواز حد منع سے باہر کو کہتے ہین یعنے جو شرعاً منع نہین ہی اور یہ مباح ومندوب ومکروہ تحریمی وواجب
سب کو شامل ہی کما فی حلیۃ المحلی وغیرہا اور شرح المہذب امام نووی رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ یجوز کبھی بہ معنے
یصح اور کبھی بہ معنی یحل آتا ہی یعنی کبھی جب بولتے ہین کہ یہ جائز ہی تو مراد یہ کہ صحیح ہی اور کبھی جائز یعنے

کراہت

سنت

واجب بمعنی عرفی

جواز

حلال نہ ہوا اور عقد الفرید شرنبلالی مین ہی کہ کوئی عقد نافذ ہونے سے اسکا حلال ہونا لازم نہین ہی چنانچہ غائب پر حکم قضا شمس الائمہ وغیرہ کے نزدیک نافذ ہی اگرچہ مذہب مین حلال نہوا اور فاسق کی گواہی پر حکم صحیح ہی اگرچہ خلاف مذہب ہی - مترجم کہتا ہی کہ اسکی مثالین کثرت سے موجود ہین اور مثلاً بیوع فاسدہ مین قبضہ سے ملک صحیح ہونے کا حکم ہی باوجودیکہ حلت لازم نہین اور غاصب نے مغصوب چیز کا اجارہ دیا تو صحیح ہونے کا حکم ہوگا- اگرچہ حلال نہین ہی اور ہبہ سے رجوع صحیح ہی اگرچہ حلال نہین ہی پس صحت کو حلت لازمی نہین ہی اور یہ مقام نہایت حفاظت سے یاد رکھنا چاہیے اور فتاوے کے باب اجارات اور استیجار عبادات وغیرہ مین بہت سمجھکر استعادہ لینا چاہیے وعلی ہذا مقابر مین قراءۃ القرآن موافق بعض روایات کے ائمہ کے نزدیک جائز نہین ہی اور اجارات مین عقد اجارہ کو جائز کہا تو اس سے اول روایت کی تضعیف جیسا کہ بعض نے زعم کیا ہی وہم ہی اور بعضون نے فقہ نجاننے کے سبب اسکو مخالف حدیث و آثار گمان کرکے طعن کیا اور یہ بھی بیوقوفی ہی کیونکہ احکام کی جہات مختلف ہوتی ہین آیا نہین دیکھتے کہ قاضی کو مدعی کے گواہون پر بعد عدالت دریافت کرلینے کے حکم دیدینا جائز ہی اگرچہ درواقع گواہ دروغ ہون اور علے ہذا جورو پر مرد کا کھانا پکانا بہ حکم قضاءً واجب نہین اگرچہ براہ دیانت اسپر واجب ہی اور نظائر اسکے فروع مین بہ کثرت بہت واضح موجود ہین جنکے نسبت امثلہ مذکورہ مین بہت خفا ہی اور باب عبادات مین بھی ایسا اطلاق آیا ہی چنانچہ جس مسئلہ مین کوئی فساد ہی کبھی اسکو کہدیتے ہین کہ جائز ہی اسیواسطے شارح لکھتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ مع الکراہتہ جائز ہی یا کہتے ہین کہ صحیح ہی یعنے باطل نہین ہی اور اباحت وکراہت سے خالی ہونے کا لحاظ نہین کرتے ہین - پس جہان کسی حکم کی نسبت جائز ہی یا صحیح ہی استعمال ہوا اور دوسرے مقام پر اسکی نسبت مکروہ ہونے کا حکم ہی تو دونون مین مخالفت تصور نہ کرنا چاہیے بلکہ تتبع وغور سے دیکھنا چاہیے اور بیوع مین لکھا کہ شیرۂ انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جائز ہی جو اس سے شراب بنادیگا - اور کتاب الکراہتہ وغیرہ مین نظر اسکی مکروہ ہی اور بعض شروح نقایہ مین اسی مقام پر تصریح کردی کہ صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک بکراہت جائز ہی قال المترجم ہندوستان مین ہندؤن کا مردہ جلانے کو جلانے والے کے ہاتھ لکڑیان وغیرہ بیچنا اسی معنی مین جائز ہونا چاہیے وفے الکراہتہ مسالۃ فی الاکفان[1] فلیراجعہا للاعتبار -- اور نیز بیوع مین لکھا کہ اس طرح بیع جائز ہی کہ کون ثمن بڑھاتا ہی اور یہ بیع فقراء ہی مترجم کہتا ہی کہ اسی سے اس زمانہ مین نیلام کی بیع جائز ہی جبکہ دیگر شرائط موجود ہون ولیکن معروف یہ شرط ہی کہ مشتری کو خیار عیب یا خیار رویت نہوگا پس اگر مبیع کی طرف اشارہ ہی یعنے سامنے مشار الیہ ہی تو خیار عیب خود ساقط یا بشرط ساقط ہوسکتا ہی اور خیار رویت کا سقوط خلاف مقتضاے عقد ہی اسی طرح دیگر امور کو بھی لحاظ رکھنا چاہیے اور مسلمان پر واجب ہی کہ ان امور کا معاملات مین برتاؤ نہ رکھے جو حرام کی طرف مودی ہون اور بہتر ہوگا کہ پہلے مبیع کو دیکھ بھال رکھے - اور یہ جو عوام مین چھٹی ڈالنے کی بیع ہوتی ہی کہ مثلاً بیس[2] روپیہ کی گھڑی پر بیس آدمیون نے ایک ایک روپیہ کی چھٹی اپنا نام کاغذ پر لکھکر گولی بناکر دیا اور مجموعہ سے ایک بچے نے ایک پرچہ یا گولی اٹھالی جسکا نام ہوا اسنے ایک روپیہ مین وہ گھڑی پائی اور باقی محروم رہے اور مالک مال کو

[1] جمع کفن ١٢
[2] ٢٠

ف نکاح وطلاق وغیرہ مین

ف جواز قرأت

ف ہندون کا مردہ جلانے کو لکڑی بیچنا

ف نیلام

ف چھٹی ڈالنا

بیس روپیہ ملے تو یہ بیع قطعاً حرام اور قمار یعنے جوا ہی اور مالک کو باقیون کے روپیہ حرام اور پانے والے کے روپیہ مین بھی بسبب فساد بیع کے تصرف حرام ہی اور قمار کا گناہ اُسپر و باقیون و پانے والے سب پر ہوگا اور حق عز وجل اسطرح ناحق مفت حرام خوری جائز نہین فرماتا ہی

اجزاء - اداے کافی کو کہتے ہین قاله البیضاوی فے المنہاج وہذا کقولہم اجزاہ الصوم عن الکفارة - یعنے مثلاً قسم مین کوئی حانث ہوا اور تنگدست ہوگیا تو فرمایا کہ روزے سے کفارہ اسکو اجزا رہی اور مترجم ایسے متقامات مین لکھتا ہی کہ اسکو روزے سے کفارہ ادا کرنا کافی ہی - اور یہان ایک لفظ اجازت ہی مثلاً زید نے عمر سے ایک کتاب اس شرط سے خریدی کہ مجھے خیار ہی یعنے زیادہ سے زیادہ تین روز کی جا کر خریدی پھر اُنھین تین دن مین اجازت دی تو بیع جائز ہی یعنے خیار ساقط کردیا اور یہ حقیقت مین اپنے قبول کو تمام ہونے سے روکا تھا - اور جیسے مریض نے تہائی سے زائد مال کی وصیت کی پھر مرگیا پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو جائز ہی یعنے مریض کا فعل جو زائد مین انکے حق مین تصرف تھا جائز رکھا - واضح ہو کہ فرض سب سے اول ہی پھر واجب پھر سنت موکدہ پھر سنت اور کبھی مستحب بولتے ہین پھر مستحب اور کبھی مندوب بولتے ہین اور کبھی نفل اور کبھی تطوع کہتے ہین اور کبھی عربی لفظ ینبغی اور فارسی سزاوار اور اردو چاہیے ہی کہتے ہین پھر لاباس بہ اردو مین مضائقہ نہین ہی - فتح القدیر ادب القاضی مین ہی کہ لاباس بہ کا استعمال مباح مین اور جسکا ترک کرنا اولے ہی بہت آیا ہی اور رد المختار مین بحر الرائق کے جہاد و جنائز سے نقل کیا کہ لاباس بہ کا استعمال اگرچہ اکثر ایسے امور مین ہی جسکا ترک اولے ہی لیکن کبھی مندوب مین بولتے ہین اور لفظ ینبغی کو لکھا کہ متاخرین نے اسکو اکثر مندوبات ہی مین استعمال کیا لیکن متقدمین کے بول چال مین اسکو واجب تک مین استعمال کیا گیا ہی قال المترجم اس کتاب مین جہان متقدمین کی عبارات مین آیا وہان اُسکو متاخرین کی اصطلاح پر محمول کرنے مین تامل چاہیے ہی - واضح ہو کہ کلمہ لاباس بہ کا ترجمہ کبھی یون آیا کہ کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ باس زبان عربی مین جنگ و خوف و تنگی و تکلیف و بے چینی و مرض وغیرہ مین مستعمل ہوا ہی اور چونکہ شرع آدمی کی نفسانی شہوات مین تعبدی احکام سے درازدستی کو تنگ کرتی ہی اور اسکو جہنم مین جانے سے روکتی ہی تو جن افعال مین یہ تنگی نہین ہی انکے مناسب **لاباس** کا مضائقہ نہین ہی ترجمہ مناسب معلوم ہوا واللہ تعالیٰ اعلم

قالوا صیغہ جمع ان لوگون نے کہا - اور ترجمہ مین بہ لحاظ مقام کبھی کہا کہ مشائخ نے فرمایا اور کبھی اماموں نے فرمایا پس متقدمین ائمہ کے اس فرمانے پر اکثر کا اتفاق جاننا چاہیے اور یہ درحقیقت قوت قول کی دلیل ہی اور جہان مشائخ مین مستعمل ہی تو یہ قول نہایہ و عنایہ و تبیانیہ کے ایسے مقام پر استعمال ہوتا ہی جہان کسی نے خلاف بھی کیا ہو اور فتح القدیر مین لکھا کہ صاحب ہدایہ کی عادت لفظ قالوا مین یہ ہی کہ اختلاف اور ضعف کی طرف اشارہ کرے اور تفتازانی کے حاشیہ کشاف سے بھی فاضل لکھنوی نے ایسا ہی عموماً نقل کیا لیکن فتح القدیر سے ایک اشارہ نکلتا ہی کہ عموماً اُسپر دلالت نہین ہوسکتی بلکہ جسکی عادت ہو اُسکے کلام مین اختلاف و ضعف پر محمول ہوسکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ تتبع سے بھی اقوی و اظہر ہی واللہ اعلم اور میرے نزدیک یہ بات ایسے مقام پر ہی جہان ظاہر مذہب سے کسی قدر خلاف قول مشائخ بمقابلہ

بیان ہوا اور نیز میرے نزدیک دلالت ضعف پر بوجہ عدم ظہور دلائل ہی اور علے ہذا معنی ضعف کے فقط عدم قطع
بہ قوت ہین یعنے جس طریقہ پر مسائل فرعیہ کی صحت پر قطع ہوتا ہی اس سے آگاہی نہوئی بوجہ اسکے کہ تمام دلیل
یا تتمہ پر وثوق علمی نہوا ورنہ اگر کسی دلیل کا جو موجب ضعف ہو علم ہوا تو وہ ضعیف صریح ہی خصوص جبکہ
بمقابلہ قول صحیح ہو - پس اس فتاوے مین ہر جگہ اسکے ضعیف ہونے پر قطع کرنا نہ چاہیے جب تک کہ پوری
درایت وفہم و روایت سے کام نہ لیا جاوے - قیل عربی مین کہا گیا - بعضے کہتے ہین کہ جو حکم بلفظ
قیل بیان کیا جاوے یا ترجمہ مین کہا گیا سے مصدر ہو تو وہ ضعف سے اشارہ ہی اور ایک گونہ دلالت
اسطرح پر بھی سمجھی جاتی ہی کہ قالوا مین جب فاعل ظاہر معروف ہی یعنے مشائخ نے کہا تب ضعف کی طرف
اشارہ کیا جاتا ہی تو قیل مین اس سے زیادہ ضعف سمجھا گیا کہ فاعل بھی مجہول کر دیا گیا ولیکن تتبع
سے حق یہ ظاہر ہوتا ہی کہ ایسا لازمی نہین ہی اور مترجم نے اکثر قیل کا ترجمہ یون کیا کہ بعض نے کہا
یا بعض کا قول ہی - لفظ قضاء جہان مستعمل ہی مراد اس سے قاضی کا وہ حکم ہی جو مجلس فیصلہ حکومات
مین بطریق شرعی اسطرح صادر ہو کہ لازم و مبرم ہو چونکہ اکثر مواقع پر اسطرح لکھنا کہ (قاضی نے قضاء
کی یا حکم قضاء دیا - یا قضاء فرمائی) اُردو عبارت مین عوام کے لیے بہت مشتبہ و مستکرہ نظر آیا لہذا
خالی لفظ حکم پر اکتفا کیا گیا ہی مگر مخصوص ایسے مقامات پر جہان گواہی و دعوی وغیرہ کے مانند دلالت اس امر
کی موجود ہی کہ مراد حکم قضاء ہی - اور یہ اسوجہ سے کہ قاضی کا ہر ایک حکم ایسا نہین ہوتا ہی کہ وہ حکم قضاء
و حکم مبرم کہا جاوے مثلاً ایک شخص نے آکر کہا کہ یہ چوپایہ میرے پاس فلان شخص کا کرایہ پر ہی اور وہ
یہان موجود نہین اور نہ اسکا وکیل ہی تو کیا آپ مجھے حکم دیتے ہین کہ مین اسکو دانہ چارہ دون - یعنے
اس غرض سے حکم حاصل کیا کہ مالک سے یہ خرچہ واپس لے ورنہ بدون حکم قاضی ایسا کرنے مین وہ محسن
شمار ہوگا کہ محکمہ قضاء سے نالش کر کے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی تو یہان قاضی کو روا ہی کہ بدون گواہون
کے التفات نہ کرے اور چاہے گواہون پر بھی کچھ حکم نہ دے اور چاہے کرایہ سے نفقہ دلوائے اور
چاہے مستاجر سے دلوائے ولیکن قاضی کا یہ حکم بمنزلہ حکم قضا کے مبرم نہوگا و اسی طرح کثرت سے اسکے
نظائر موجود ہین کیونکہ قاضی تمام امور صلاح و اصطلاح کا ناظر ہی اور جملہ امور مین حکم دیتا ہی کچھ خصومت
و نالش ہی پر منحصر نہین ہی اور کہین یہ مناسب نظر آیا کہ اسکی جگہ جو اس زمانہ مین اُردو بول چال مین عموماً
معروف ہی یعنے ڈگری اسکو لکھدی کیونکہ اس سے زیادہ مختصر و واضح لفظ مجھے اور نہین نظر آیا اور مقصود
پر بھی خوب منطبق ہی اور عوام کو اس لفظ مین التباس بھی نہین ہی چنانچہ اگر مثلاً کمشنر نے جو حاکم
عدالت الوقت ہی حکم دیا تو وہ خواہ مخواہ ڈگری نہین سمجھا جائیگا اور اگر ڈگری دی تو اس سے فیصلہ کا
حکم قطعی مبرم واجب سمجھا جاتا ہی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ قاضی کا حکم قضاء بمنزلہ اسوقت کے
اہل تسلط کے ہو بلکہ وہ بطریق شرع ہی اور یہ بطریق عقلی قانون اور یہ کچھ لفظ سے متعلق نہین چنانچہ
جو مقدمہ اسوقت بہ قانون اسلام فیصل ہوا وہ حق فیصلہ ہی اور جو حکم اسپر ہی وہ ڈگری ہی اور اگر
کوئی وہم و تعصب کرے کہ یہ لفظ قضاء عربی ہی اسکو انگریزی لفظ مین ترجمہ کیا گیا تو یہ خلاف قاعدہ

ہمہ وجہا تعصب ہی کیا یہ معلوم نہین کہ عموماً فقہی کتابون حتے کہ متون مین بھی اور اصول الفقہ مین یہ بات مذکور ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فارسی مین نماز تجویز فرمائی تھی اور یہ بات فارسی مین ترجمہ کرنے سے کہین نرالی ہی اور حسامی وغیرہ مین تصریح کردی کہ فارسی کی کوئی خصوصیت نہین ہی بلکہ ہر زبان عجم مین جائز ہی اور یہی وجہ سے دیکھو آیات و احادیث کا ترجمہ اُردو وغیرہ مین موجود ہی اور عموماً اسی اصل پر تراجم کا رواج ہی اگرچہ نماز کسی ترجمہ سے روا نہین جیساکہ صحیح قول امام اعظم رحمہ اللہ سے اتفاقی کہا گیا ہی پس اُردو زبان مجموعہ لغات سنسکرت وبھاشا و عربی و فارسی و ترکی وغیرہ ہی پھر کوئی وجہ نہین کہ بھاشا سے کچھ انکار نہو اور دیگر زبان منکر ہوجاوے اور یہ فقط رسم کی پابندی و عادت کی بنیاد پر ہی ہان اگر کسی دین باطل کے ملتی الفاظ مین سے جو منکرات مین سے ہون کوئی لفظ اپنے یہان شائع کیا جاوے تو وہ البتہ بوجہ شرعی منکر ہونے کے جائز نہین ہی یا کسی باطل دین کے احکام حق ہونا یا عدل ہونا ظاہر کیے جاوین تو منکر ہی ورنہ شرعاً بدلائل فروع و اصول و قول امام متبوع رحمہ اللہ تعالی کوئی وجہ انکار نہین ہی اور نے الجملہ اطناب یہان مین نے اسوجہ سے کیا کہ شائد بعض لوگ خلاف تقوے و دیانت کے بہ طریق جدال اسپر اعتراض کرتے ہین فاتقوا اللہ تعالے یا اولی الالباب فان خیارکم احسنکم اخلاقاً کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والخلق الحسن ما وافق دین اللہ تعالے باتباع ما جاء بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم حیث آمن بہ وقد قال صلعم لا یومن احدکم حتے یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ و قال اللہ تعالے اعدلوا ہو اقرب للتقوی۔ اور تعصب و اتباع عادت ایک سخت بیماری ہی کہ نفس کے مالوف پر کبھی منکر نہین ہوتا اور غیر مالوف و خلاف عادت پر متعجب و اس سے متنفر ہونے لگتا ہی اسی واسطے بہ کثرت عیوب نفس و نفاق و ہوا و ہوس کا مجمع بلا استنکار بنجاتا ہی۔ عندہ۔ یعنے مثلاً امام رحمہ اللہ کے نزدیک۔ اس سے ظاہر ہی کہ امام رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہی۔ عنہ مثلاً محمد رح سے روایت ہی اس سے انکا مذہب ہونا ضرور نہین ہی اور بعضے مشائخ سے بھی اسی طرح لایا کہ عن الفقیہ ابی بکر رحمہ اللہ یعنے مثلاً کہا کہ فقیہ ابوبکر البلخی رحمہ اللہ سے مروی ہی تو یہان دو احتمال ہین ایک یہ کہ انھون نے علم روایت کیا اور یہ احتمال غیر مجتہد مشائخ مین جنکو اجتہاد فے المسائل کا درجہ نہین ہی اظہر ہی اور مجتہد فے المسائل مین ضعیف ہی اسلیے کہ غالباً وہ مسئلہ اصول و نوادر وغیرہ بھی ہوتا ورنہ کہا جائیگا کہ اصحاب رواۃ مین سے یہ منفرد راوی ہین تو مثل حدیث کے روایت غریب ہی یا درصورت مخالف روایت موجود ہونے کے غریب منکر ہی بلکہ قوی احتمال یہ ہی کہ خود کہا و اجتہاد کیا یا اپنی مثل کا قول نقل کیا ہی۔ اوجہ صیغہ اسم تفضیل ہی اور جہان کسی مسئلہ کے آخر مین اصحاب ترجیح مین سے کسی کا قول اسطرح آیا کہ اور یہی اوجہ ہی تو مراد یہ ہی کہ از راہ دلائل و نظائر و بنظائر و طرق قیاسات اسکو زیادہ قوت ہی۔ اوفق یعنے اصل فقہ سے یہ حکم زیادہ موافق پڑتا ہی اور لفظ اشبہ یا اشبہ بالفقہ یا ہمارے اصحاب کے قول سے زیادہ مشابہ ہی یہ تخریجات مشائخ کے ساتھ بولتے ہین یعنے اصحاب تخریج مین سے دو فقیہ کا قول ایک ہی مسئلہ مین باہم مغائر یا بتفصیل و اجمال ذکر کیا اور انمین سے ایک قول کو صاحب ترجیح نے کہا کہ اشبہ وغیرہ ہی تو مراد یہ ہی کہ ہمارے ائمہ کا طریق فقہ ہی اس سے یہ زیادہ

قولہ عندہ

قولہ اوجہ

قولہ اوفق

قولہ اشبہ

مشابہ ہی یا انکا قول جو اُسکے نظائر مین ہی اس سے زیادہ مشابہ ہی یا صواب سے مشابہ مراد ہو بالجملہ یہ الفاظ
ترجیح مین سے ہین اور بزازیہ مین ہی کہ اشبہ سے یہ مراد ہی کہ نصوص مین نص سے زیادہ مشابہ براہ درایت
ہو اور روایات مین براہ روایت راجح ہی پس اسی پر فتوے ہونا چاہیے - **الیق** زیادہ لائق یعنے صلاح کاری
و پرہیزگاری یا اس چال سے چلنے مین زیادہ لائق ہی جیسا محل ہو اور بعض الفاظ بحث افتاء مین آتے ہین
انشاء اللہ تعالے - **ظاہر الروایۃ** و **مشہور الروایۃ** و **نوادر** وغیرہ مصطلحات اوپر مذکور ہو چکے ہین -
عامۂ مشائخ اس سے مراد اکثر مشائخ ہوتے ہین یعنے جہان کہا گیا کہ عامۂ مشائخ کا یہی مذہب ہی تو مراد یہ کہ
مشائخ مین سے اکثر اسی طریقہ پر گئے ہین - **تطوع** واسی سے ماخوذ لفظ **متطوع** عبادات مین نفل وا سکا
ادا کرنے والا اور معاملات مین نیکی و احسان کرنے والا اور اکثر ترجمہ مین کہا گیا کہ وہ متطوع شمار ہوگا یا قرار دیا جائیگا
اسلیے کہ دراصل ثواب تطوع کا یہ نیت ہی اور جب اسنے نالش کرکے معاوضہ چاہا تو ظاہر یہ تھا کہ اسنے
صفت احسان کا قصد نہین کیا حالانکہ کتاب مین اسکو متطوع کہا تو اشارہ ہی کہ حکم مین وہ مضمن وغیرہ نہین
ٹھہرایا جائیگا بلکہ متطوع ٹھہرایا جائیگا جو عوض کا مستحق نہین ہوسکتا اور رہا ثواب کا مستحق تو وہ حکم سے متعلق نہین ہی
حتی کہ جسنے نماز ادا کی اُسکے نمازی ہونے کا حکم دیا جائیگا اور ثواب کا عالم الغیب اللہ تعالی عز وجل ہی جیسی اُسکی نیت ہوگی
ویسا پاویگا - اگر یہان نمازی ٹھہرایا جائیگا نہ منافق و مرائی وغیرہ - **المشائخ** وقف نہر الفائق مین ہی کہ
مشائخ سے وہ فقہا مراد ہین کہ جنھون نے امام رحمہ اللہ کو نہین پایا **المتقدمین** اس لفظ سے وہ فقہا مراد
ہین جنھون نے امام یا صاحبین مین سے کسی کو پایا ہو **متاخرین** جنھون نے ائمہ ثلثہ مین سے کسی کو
نہین پایا - بعض لوگون مین اسطرح تقسیم مشہور ہی کہ سلف تو امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ سے لیکر امام محمد رحمہ اللہ
تک ہین اور خلف متقدمین امام محمد رحمہ اللہ سے شمس الائمہ حلوائی تک ہین اور متاخرین حلوائی سے لیکر
حافظ الدین بخاری تک ہین اور یہ سرسری تقسیم ہی چنانچہ اس فتاوے جلد اول مین بعض متاخرین نے شمار
کیے جو حلوائی سے پہلے ہین اور یہ جو ذہبی رح نے لکھا کہ دوسری صدی ختم تک متقدمین ہین اور تیسری
صدی شروع سے متاخرین ہین تو یہ اصطلاح اصول حدیث و اسماء الرجال کے اوفق ہین اور قرون ثلثہ
بھی اسی پر ہین اور پہلے مذکور ہو چکا ہی کہ سلف کا اصلی اطلاق صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور خلف کا تابعین رحمہم اللہ
پر ہی اور کبھی صحابہ و تابعین سب کو سلف صالحین بولتے ہین اور یہان فقہاء مین سلف و خلف بطریق
تشبیہ مجاز ہو یعنے وضع اصطلاحی سے مجاز ہی یا یہ جدید اصطلاح ہی واللہ اعلم - **الاصح** جن دو حکمون مین سے
ایک کو اصح کہا تو مراد یہ کہ دوسرا بھی صحیح ہی یعنے اجتہادی سعی مین یا بسبب نوع عمل کے مثلاً وضو مین دو
دو مرتبہ اعضاء کا دھونا اور تین تین مرتبہ ولیکن ایسی صورت مین دونون صحیح اور دوم احسن وغیرہ کہلاتا ہی
تتمہ اصول مین ایسے الفاظ سے اسطرح استدلال متعین نہین ہی چنانچہ کتاب مجید مین بیان کافرون
سے مومنون کو ہدی یعنے بڑھکر راہ راست پر فرمایا وہان یہ معنی مراد نہین کہ کافر بھی ہدایت پر ہین مگر
مومن ایسے بڑھے ہوئے ہین کیونکہ کافرون کو صریح گمراہ اور اضل وغیرہ فرمایا ہی اور یہ بحث
ترجمہ متشابہ مین مذکور ہی بالجملہ ہمارے نزدیک اصول مین مفہوم سے استدلال متعین نہین مگر

بدلائل دیگر چنانچہ فقہ کی اصولی کتابون مین مذکور ہی اور اشباہ والنظائر کتاب القضا مین ہی کہ اولہ کتاب وسنت
اجماع کی طرح کلام الناس کے مفہوم سے بھی ظاہر مذہب مین حجت لینا جائز نہین ہی اور سیر کبیر مین جو امام رحمہ اللہ
اس سے حجت لینا جائز کہا ہی وہ خلاف ظاہر المذہب ہی کما فی دعوے الظہیریہ - اور رہا مفہوم الروایۃ تو
حجت ہی جیساکہ غایۃ البیان کتاب الحج مین ہی قال المترجم شلاً قولہم جائز عندہما خلافاً لمحمد رحمہ
یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بخلاف قول امام محمد رحمہ اللہ کے جائز ہی
مگر مترجم جلد اول نے یون لکھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد
رحمہ اللہ کے نزدیک نہین جائز ہی - اور باب صفۃ الصلوٰۃ کافی مین ہی کہ التخصیص فی الروایات یدل علی
نفی ما عداہ - یعنے روایات مین تخصیص اسکے ماسواے کی نفی پر دلیل ہی مترجم کہتا ہی کہ کافی کی یہ مراد
ہی کہ وضع مسئلہ مین جب کوئی تخصیص کی گئی تو حکم اس قید کی طرف راجع ہوگا اور دلیل ہوگا کہ ماسواے
مین یہی حکم بعینہ نہین ہی مثلاً اگر کہا گیا کہ اگر ایک شخص نے شیرۂ انگور خریدا اور قبل قبضہ کے متغیر ہوا تو یہ
حکم ہی اسمین قبل قبضہ کے متغیر ہونا قید ملحوظ ہی حتے کہ اگر قبل قبضہ کے اور بعد قبضہ کے دونون حال
مین متغیر ہونے کا حکم ایک ہوتا تو یہ قید بیفائدہ تھی کیونکہ کلام اصحاب فقہ مین مفہوم مقصود ہوتا ہی بخلاف
نصوص کے کہ وہان یہ مقصود نہین رکھا گیا ہی اور یہی دونون جگہ فرق ہی کما صرح بہ الحموی فی حاشیۃ الاشباہ
ولیکن ایسی صورت مین چاہیے کہ ایک شخص کا لفظ بھی ملحوظ ہو یعنے شخص مرد و عورت دونون کو شامل
ہی حتے کہ خریدار مرد ہو یا عورت ہو حکم یکسان ہی مگر مترجم کے نزدیک اسمین اشکال ہی اسواسطے کہ کثرت
سے مسائل ایسے نظر آوینگے کہ انمین مثلاً کہا واذا اشتری الرجل شاۃ حالانکہ مرد کی کوئی
خصوصیت نہین عورت خریدے تو بھی وہی حکم ہی الا آنکہ یون کہا جاوے کہ ایسی درایات علوم مین
ابتدائی ضروری ہین کہ اگر اتنی بھی سمجھ نہو تو اُسکو نظر کرنا ممنوع ہوگا - مین کہتا ہون کہ بسا اوقات
مفہوم دوسرے مقام کی تصریح سے صاف ظاہر ہوا کہ اس مقام مین مقصود نہ تھا اور ایسے ہی
عندہما خلافاً لمحمد مثلاً اکثر ایسا ظاہر ہوا کہ خلاف امام محمد رحمہ اللہ کا مطلقاً جواز نہونے مین ہی بلکہ امام کے
نزدیک تفصیل ہی پس معنی یہ ہین کہ شیخین رحمہ اللہ کے نزدیک اسی طرح علی الاطلاق بیسا مذکور ہوا
جائز ہی اور امام محمد رحمہ اللہ خلاف کرتے ہین یعنے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اطلاقاً جائز نہین بلکہ
بہ تخصیص جائز ہی اور دوسری قسم مین جائز نہین ہی اور قہستانی نے جامع الرموز شرح نقایہ کتاب الطہارۃ
مین لکھا کہ روایت مین مفہوم المخالفۃ مثل مفہوم الموافقۃ کے بالاخلاف معتبر ہی جیساکہ مصنف نے اپنی شرح
وقایہ کتاب النکاح مین ذکر کیا ہی ولیکن زاہدی کے اجارات مین ہی کہ معتبر نہین ہی اور حق بات یہ ہی کہ
روایت مین مفہوم المخالفۃ معتبر ہی لیکن یہ اکثری ہی کلی نہین ہی جیساکہ نہایہ کی کتاب الحدود مین ذکر
فرمایا ہی مترجم کہتا ہی کہ وسیع النظر اگر تدقیق سے کلام فقہا کو مطالعہ کرے تو بیشک اسکو ظاہر
ہو جائیگا کہ جو نہایہ مین مذکور ہی وہی صحیح ہی اور حق یہ ہی کہ قیود جن سے تخصیص حکم مقصود ہی اور نفی از
مخالف اسپر اطلاع بھی بغیر ایک نظر احاطہ کے اور نیز فی الجملہ اطلاع بظواہر اصول الفقہ کے ممکن نہین

کیونکہ جہان حکم اجماعی ہی وہان کسی دفعہ کی ضرورت نہین تو اہتمام ایسے قیود کا بھی ملحوظ نہین جیسا کہ فی الاصل
تخصیصی قید نہین ہان نفس مسئلہ مین حکم فرعی کے قیود ضروری ہین اور یہین سے ادراک کرنا چاہیے
کہ جامع صغیر نہایت کبیر ہی اس معنی کے یہی معنی ہین کہ ہر قید مسئلہ ہی - **قال المترجم** یہ بحث مشکل
اور وضاحت کے لیے تمہید و توسیع چاہتی ہی اور یہ مختصر مقدمہ اسکو متحمل نہین اور عوام کو اس سے
زیادہ غرض متعلق نہین ہی البتہ یہ تنبیہ مقصود ہی کہ مترجم جلد اول نے ہر جگہ خلاف کے ترجمہ مین حکم
مذکورہ کے برعکس آگے تصریح کردی ہی اور مین نے ہر جگہ ایسا نہین کیا بلکہ جہان دوسرے مقام سے
خلاف کے یہی معنی معلوم ہوئے وہان تصریح کردی ورنہ مانند مذکورہ سابقہ کے کہ بخلاف قول امام محمد
رحمہ اللہ کے شیخین کے نزدیک جائز ہی وغیر ذلک عبارات سے احتیاط کردی ہی چنانچہ اگر وہان خلاف معتبر
ہی تو حکم ظاہر ہو گیا ورنہ مذکورہ سے خلاف ظاہر ہوا اور اسیقدر رفیقہ معتبر سے ہم کو پہونچا ہی فافہم **حکم اجماعی**
اس سے مطلقاً یہ مراد ہی کہ ائمہ حنفیہ نے اس حکم پر اجماع کیا ہی اور یہ بمعنی اتفاق ہی اور یہ مقصود نہین کہ اجماع
دلیل شرعی جو قطعی ہی یہان موجود ہی اور جہان اجماع اہل ایمان یا اہل السنتہ کا مراد ہی وہان صریح
مذکور ہی اور ایسے ہی جہان چارون ائمہ کا اجماع مقصود ہی وہان بھی تصریح کردی ہی - اور اکثر مقامات
مین ائمہ کا اجماع یا انکا اجماع ہی یا سب کا اتفاق ہی اس سے تینون امامون کا اجماع و اتفاق مراد ہی
اگرچہ دیگر اصحاب حنفیہ مثل امام زفر وغیرہ کے متفق نہون - **عندہم جمیعاً** انکے سب کے نزدیک اور
کبھی ترجمہ کیا کہ سب ائمہ کے نزدیک یعنے تینون امامون کے نزدیک - **عندنا** ہمارے نزدیک - ہمارے
اصحاب کے نزدیک - ہمارا مذہب ہی - ہمارے اصحاب کا یہی قول ہی - یہ سب الفاظ متقارب ہین اور مراد
اس سے ائمہ حنفیہ و مشرب حنفیہ کا متفق ہونا اور اشارہ دیگر ائمہ مثل مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا مخالف ہونا -
مثلاً کہا کہ محدود القذف کی گواہی مطلقاً ہمارے نزدیک مردود ہی یعنے مذہب حنفیہ مین یا ائمہ حنفیہ کے
نزدیک کیونکہ کبھی روایات ائمہ حنفیہ مین سے بعض اصحاب بھی مخالف ہوتے ہین مگر مذہب جو قرار پایا
انکا [illegible] اثر سے خالی ہی تو مراد مذہب ہی ورنہ سب کا اتفاق مراد ہی اور خصوص اشارہ اس سے
دیگر ائمہ کے مذہب کے خلاف پر ہی اگرچہ اصحاب حنفیہ مین سے بھی کوئی مخالف ہو **لا روایۃ لہذہ
فی الکتاب** - اس مسئلہ کی کوئی روایت کسی مین نہین ہی مراد اس سے یہ ہی کہ اس مسئلہ کے لیے
کوئی حکم صریح امام محمد رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی معروف متداولہ کتابون مین سے کسی کتاب
مین نہین ہی اور نیز یہ مسئلہ جیسے بیوع مین مثلاً پایا تو مراد یہ کہ کتاب البیوع و کتاب الاجارہ و کتاب الہبہ
والشفعہ وغیرہا مین کہین نہین ہی پس جہان جہان بیع کے معنی بعض اوضاع پر متحقق ہو جاتے ہین
جیسے ہبہ بعوض آخر مین بیع ہی یا قسمت یا شفعہ وغیرہ کے مسائل ہین تو ان مفصل کتب مین بھی نہین
ہی اور اس سے نوادر کی نفی مقصود نہین ہوتی چنانچہ خود ہی جا بجا بعد اس قول کے نوادر سے
ذکر کیا ہان اگر نوادر مین بھی نہ ہوا اور لکھا کہ لیکن مشائخ نے تخریج کی اور باہم اختلاف کیا
تو یہ دلالت ہی کہ نوادر مین بھی نہین ہی اور کبھی کسی تخصیص کی ترجیح مین کہا کہ اطلاق امام محمد رحمہ اللہ

اسی پر دلالت کرتا ہی یا امام رحمہ اللہ نے بھی صغیر مین اسی طرف اشارہ کیا ہی اور یہ صریح ہی کہ یہ مسئلہ کسی کتاب مین نہوتا بدین معنے ہی کہ صریح مذکور نہین ہی اگرچہ اشارہ موجود ہو۔ قولہم **لقائل ان یقول کذا ولقائل ان یقول کذا** ۔ یعنے حکم مسئلہ صریح مذکور نہین اور تخریج مین دو طرف تردد اسوجہ سے ہی کہ دونون طرف قیاسی دلائل مقیس علیہا نظائر متقارب ملتے ہین تو فروع منطوقہ مین کسی طرف انقطاع نہین ہوسکتا بلکہ یون بھی کہہ سکتا ہی اور دوسرا یا وہی خود اسیطرح بھی ظن کرسکتا ہی **قال المترجم** ایسی صورت مین اقرب یہ ہی کہ مفتی مقلد مختار ہوگا کہ چاہے جس قول پر فتوے دیوے اور ایسا مفتی اپنی ذات کے لیے موذی و محل خطر ہی اور اگر اسکو نظر اہلیت ہی اور اسنے صاحب ترجیح کے دلائل معلوم کرکے تساوی الطرفین ہونے سے خارج پایا بوجہ اسکے کہ احادیث یا آثار متنوعہ سے موافقت یا ترجیح ملی تو وہ ترجیح دیوے اور یہ ترجیح وہ نہین ہی جسکے ختم ہونے کا حافظ الدین بخاری رحمہ اللہ پر جزم کیا گیا ہی کیونکہ وہ ترجیح روایات مجتہد واحد مین یا دو مجتہدین جبکہ متخالف ہون تحقیقی واقع ہوتی ہی اور یہ ترجیح افتا بقواعد مقررہ اصحاب تخریج وغیرہ مین ہی اور شاید کہ یہی فرق ہو جو اقرار اندا دباب ترجیح و ایصار بطریق ترجیح ہی چنانچہ انشاء اللہ تعالی عنقریب آتا ہی اور بعض فضلاء نے دوسرے طور پر توفیق دی ہی۔

تنبیہ ۔ واضح ہو کہ فقہ مین اکثر خلاف و مخالفت وغیرہ الفاظ کا استعمال ہوا ہی اور رائج زبان و محاورہ مین ان الفاظ سے ایک طرح کی خصومت کی بو آتی ہی کیونکہ عموماً اسی معنی مین کان عادی ہوگئے ہین ولیکن ائمہ علماء و فقہاء مین جو اہل تقوے و دیانت تھے جنھون نے ہمہ تن اپنے آپ کو اپنے حقیقی مالک خالق جل سلطانہ وتعالے شانہ کے بندے کامل بننے کی کوشش مین صرف کیا تھا کبھی یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ ان مین کسی طرح کی خصومت تھی کیونکہ ایمان کا نور متحد ہی اور مومن کا ایک بال تمام دنیا و ما فیہا سے کہین افضل و محبوب ہی پس جسقدر ایمان کامل اسی قدر اتحاد و اصل و محبت تام ہوگی اور اسی سبب سے کہ ایمان کامل تھے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مین الفت بحد کمال تھی اور ان سب کی محبت آنحضرت اکرم الخلق صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ اجمعین سے بحد کمال تھی اسی طرح اور دن کو قیاس کرو بلکہ مراد یہ ہی کہ ایک کے نزدیک دلائل شرع سے دوسرے کے اجتہاد سے مغائر حکم صحیح ثابت ہوا اور مجتہد اپنے اجتہاد کا پابند کیا گیا ہی تو ضرور اسپر اسی حکم کی پابندی از جانب حق تعالے لازم آئی جو اسی نے اجتہاد سے ظاہر کرنے کی توفیق پائی تھی اور اسمین ایک خاصہ رحمت الٰہی تھی جو عوام کو بھی پہونچی اور اسیطرح یہ سلسلہ رحمت برقرار رہا اور اس رحمت الٰہیہ کو تنگ و محدود نہ کرنا چاہیے ورنہ اپنے اوپر سختی کرنا لازم ہوگا اور حدیث صحیح مین ہی کہ جسنے دین کو اپنے ساتھ سخت کرانا چاہا اسپر دین غالب ہوجاتا ہی یعنے وہ مغلوب ہوکر آخر امور دین سے پہلو تہی کرتا ہی تو فاسق ہوجاتا ہی کما فی البخاری وغیرہ۔ بالجملہ مخالفت کا کسی امام کی طرف نسبت دینا حقیقت مین مجازی معنے ہین کیونکہ ایک نے دوسرے کے خلاف اجتہاد کرنے کا قصد نہین کیا تو حقیقت مین وہ خلاف کرنے کا فاعل نہین ہی بلکہ اجتہاد سے جب حکم ایسا نکلا کہ وہ دوسرے کے حکم اجتہادی سے مغائر ہی تو دونون اجتہادون کے حکم اور نتیجہ مین مغائرت ہوئی اسکو

مخالفت کہا یعنے دونون حکم باہم متخالف ہین بالکل یکسان نہین ہین پھر دونون کے مجتہدون کی طرف تخالف کی نسبت مجازاً بیان کی اور اس سے غرض یہ اظہار ہی کہ دونون کے اجتہاد سے حکم متغائر نکلا ہی - اور یہ جو لوگون نے علم جدل وغیرہ فقہ مین داخل کیا اور جس سے بادشاہون و وزیرون کے دربار مین مباحثہ و مناظرہ وغیرہ کے جلسے کرنے لگے یہ ہرگز علم دین نہین ہی اور نہایت مذموم ہی واللہ تعالے اعلم پس اسی جدل کے آثار سے ہی کہ آپسمین ایک نے دوسرے کے امام کو خصم وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا اگرچہ ظاہری تاویل سے اس لفظ کو صلاحیت پر بھی محمول کر سکتے ہین اگرچہ استکراہ اس سے ظاہر ہی اور بقول امام غزالی علیہ الرحمہ کے جوبات سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ماثور نہو ایسی نئی بات پر ایک زمانہ کا اتفاق ہونا بھی تجھے دھوکے مین نہ ڈالے اور تو اسی طریقہ سلف پر مضبوطی اختیار کر واللہ تعالے ہو الموفق - الخمر الفاظ قرآنیہ مین سے ہی اور مشہور یہ ہی کہ امام رحمہ اللہ نے اسکو اوسکے دلالت مین شراب انگوری و اسکے مثل پر منطبق کیا اور دیگر اشربہ محرمہ کو اسکے حکم مین شامل قرار دیا بدلیل آنکہ ہر مسکر حرام ہی اور متاخرین کے پاس اسمین طویل بحث ہی اور مفہوم اسکا مترجم کی تقریر سے کسیقدر خلاف ہی اور اہل مشرب کے نزدیک گو وہی تقریر زیادہ مستند ہو مگر مترجم نے اپنی فہم کے موافق کلام کیا یعنے امام رحمہ اللہ کی مراد یہی ہوگی کہ اوسکے مراد اس لفظ خمر سے اس حیثیت سے کہ نص مین ممانعت کے وقت نازل ہوا تھا وہی خمور ہین جو اسوقت خمر معروف تھین اور جو پھر ایجاد ہوئین انکو بصفت سکر شامل ہی اور اکثر ایسا ہی کہ نزول کے وقت بدلالت خاصہ لفظ کے ایک معنی اوسکے لیے گئے اور دیگر شمولی افراد قرار دیے گئے چنانچہ تفسیر کی مہارت سے اسکے نظائر بہت ظاہر ہین اور فائدہ اسکا یہ ہی کہ اوسکے مراد تو قطعی ہوگا بدین معنی کہ حرمت قطعی ہی و دیگر سے احتراز واجب ہی اگرچہ بہ نظر فرق فرض و واجب کے دوسرے افراد سے تکفیر متعلق نہ ہو پس جو امام بخاری رحمہ اللہ نے تعریض کی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول الخمر ما خامر العقل الخ پیش کیا وہ امام رحمہ اللہ پر وارد نہین کیونکہ وہ بھی ما خامر العقل کو حرام بمعنی ثانی کہتے ہین چنانچہ صحیح مسائل مذہب اس بات پر دال ہین کہ مسکر حرام ہی لیکن فرق منصوص و مشمول کا ہی جس سے چند احکام متفرع ہین مانند تکفیر منکر حرمت و یکسان حرمت قلیل و کثیر فرد منصوص و اسکی نجاست زائد از قدر درہم علے ما ہو مذہب الجمہور وان خالفت منفے النجاستہ شرذمتہ ممن لم یصل اسے درجہ فہم الاسرار فالعلم اعلم - اور افراد غیر منصوصہ مین یہ بات نہین ہی پس امام سے جو روایت ہی کہ خمر مخصوص بشراب انگوری ہی بتقدیر صحت اسکے معنے موافق اصول تفسیری کے یہی ہین کہ نزول کا فرد اوسکے یہی ہی اور یہ معنی نہین ہین کہ کسی فرد دیگر غیر موجودہ وقت نزول کو شامل نہین ہی چنانچہ منافقین کے افراد اولیہ وہی ہین جو نزول کے وقت تھے اور بالاجماع مابعد زمانہ کے اہل نفاق کو تا قیامت شامل ہی آیا نہین دیکھتے کہ خطاب یا ایہا الذین آمنو کا تا قیامت سب کو ہی اگرچہ بہ قاعدہ نحو ندا مخاطبین حاضرین سے مخصوص ہوتا ہی وقد حقق ہذا فی موضعہ من الاصول لہذا مترجم کے نزدیک جو معنے ظاہر ہوسکے اور بلا تکلف ہین انپر محمول کیا اور تقریر یہ ہدایہ سے

اگر یہی مراد ہی تو فبہا ورنہ معلوم نہین کہ کسی بزرگ سے تائید ملتی ہی اور اگر نہ ملے تو بھی امر حق مین احتیاج نہین
ہی - پھر مترجم کہتا ہی کہ جب خمر کے لفظ مین یہ کلام ہی تو کتاب الاشربہ مین مترجم نے خمر کو اسی لفظ سے
تعبیر کیا اور باقی کتاب مین لفظ شراب سے ترجمہ کیا الا ماشاء اللہ تعالے - الثوب اصل زبان مین پہننے
کا کپڑا اگر فقہا نے کہا کہ اوسنے مقدار اسکی اسقدر ہی کہ اس سے نماز جائز ہو جاوے کما فی الایمان وغیرہا
وانما قلنا کذلک لانا زعمنا واضع الثوب لم یجعل له فیه منیة الی ما یجوز به الصلوة عند الو بما لم یجوزوا الصلوة
قبل ظہور الاسلام - پس جہان کپڑا ترجمہ کیا گیا ہو اسی ثوب کا ترجمہ ہی وعلے ہذا یہ ٹوپی ... سرہ کو شامل
نہ ہوگا اور ایسے ہی بچھونا وغیرہ چنانچہ کتاب الایمان مین خود مصرح ہی صرف مترجم کو یہ تنبیہ مقصود ہی کہ
اسنے ثوب کا ترجمہ کپڑا لکھا ہی اور ایسے ہی بہت الفاظ ہین جنمین عموم وخصوص وغیرہ کے فرق سے
احکام بدل جاتے ہین مثلاً دار و منزل و بیت وغیرہ چنانچہ فارسی مین بھی انکا مطابقی ترجمہ مفرد لفظ سے
نہین ہو سکتا علے ما صرح بہ فی الکتاب کیونکہ انکے نزدیک خانہ بولتے ہین اور ہمارے یہان گھر کا لفظ یا مکان
کوئی بھی کافی نہین ہی اور ایسے جملہ الفاظ باب متماثلات ومتشابہات اور فرہنگ مین مع لغات مبسوط
ہین - الجمع وما فی معناہ - واضح ہو کہ عربی زبان مین کمتر جمع تین ہی اور زائد کی طرف بعض صیغون مین
تو دس تک انتہا ہی اور انکو جمع قلت کے اوزان کہتے ہین اور باقیون مین کوئی حد نہین ہی اور وہان ایک
یہ بھی قاعدہ ہی کہ الف لام داخل ہو کر معنے استغراق لیلیتے ہین اور پھر اوسنے مقدار کی طرف معنی جمعیت کا
کا لحاظ نہین رہتا ہی یا رہتا ہی علے ما فصل فی الاصول - اب مین کہتا ہون کہ جن مترجمین نے جمع کے
صیغے اپنی زبان مین ترجمہ کر دیے اور حکم مسئلہ کا مدار معنی جمعیت پر ہی تو انھون نے سخت غلطی اٹھائی اور
بڑی خطا کی اسواسطے کہ ہماری زبان مین یا فارسی مین کمتر جمع دو ہی اور جہان مدار حکم کا الف لام استغراقی
پر ہو وہان ترجمہ نہین ہو سکتا کیونکہ ہماری زبان مین ایسا الف لام ہی موجود نہین اور نہ کوئی حرف دیگر
اسکا قائم مقام ہی اور اگر عمداً کوئی لفظ مانند کل یا سب وغیرہ کے قائم کیا گیا تو بیان مسئلہ محض بیکار
ہوگا کیونکہ اب تو صریح لفظ آگیا اور ترجمہ سے مقصود عربی زبان سمجھنا نہین ہوتا بلکہ یہ جاننا کہ
ہماری زبان مین ایسے بول چال مین کیا حکم ہی پس جسنے ایسا فقرہ ترجمہ کیا اسنے غلطی کی بیان اسکا
اسطرح ہی کہ مثلاً مسئلہ اقرار یا نکاح مین ایک مرد نے کہا کہ اسکے مجھپر دراہم ہین یا جو میری مٹھی مین درمون
سے ہین وہ اسکے ہین تو عربی زبان مین جب کہا کہ علی له دراہم تو اسپر تین درم لازم ہونگے کیونکہ
اوسنے مقدار جمع کی تعیینی ہی اسلیے کہ اس سے کم نہین ہو سکتے اور اس سے زائد لازمی نہین جب تک
کہ مقر کسی عدد کا اقرار نہ کرے اور اردو زبان مین اگر اقرار کرے کہ مجھپر زید کے روپیے ہین تو دو لازم
ہونگے پس ایسے مقامات مین مترجم نے عربی فقرہ مع ترجمہ وحکم لکھکر اپنی زبان کی تصریح کر دی ہی
اور دوسری مثال از مسائل نذر مثلاً کہا کہ للہ تعالے علے صوم جمعة - اللہ تعالے کے واسطے مجھپر
ایک جمعہ کا روزہ ہی یا جمعہ کا روزہ ہی تو ایک جمعہ کا روزہ موافق نذر کے جب چاہیے ادا کرے اور
اگر اسی مہینہ یا اسی سال مین سے کہا ہو تو اسیطرح ہوگا - اور اگر کہا کہ للہ علے صوم جمع تو بجاے جمعہ

فرد کے صیغہ جمع لایا اور یہ جمع قلت ہی پس یقیناً نذر ادا ہونے کے لیے زیادہ سے زیادہ دس جمعہ روزے
رکھے اگرچہ ادنے مقدار تین ہی ہین حکم یقینی طور سے ادا ہوجانے کا مذکور ہوا اور اس صورت مین اگر
ردو ترجمہ کرکے بدون اصل عبارت عربی کے یہ حکم لکھا تو صریح غلطی ہی کیونکہ اُردو مین یہ ترجمہ ہوا کہ اللہ تعالی
کے واسطے مجھپر جمعوں کے روزے ہین اور ہمارے یہان جمع قلت وکثرت کی کوئی تفصیل نہین ہی تا کہ
نتہائی مقدار۔ اور اگر کہا کہ للہ علی صوم الجمع یعنے صیغہ جمع کو الف لام سے محلی لایا تو امام
رحمہ اللہ کے نزدیک وہی دس جمعہ کا اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک تمام عمر کے جمعہ کے روزے اسپر
واجب ہین اور یہ ایسی صورت ہی کہ اسکا ترجمہ ممکن نہین ہی کیونکہ اگر الجمع کا ترجمہ جمعون کہا جاوے تو
وجود یکہ امام رحمہ اللہ کے مذہب پر بھی مترجم نے جو حکم دس جمعہ واجب ہونے کا ترجمہ کیا خطا رہی لیکن
سی قدر جیسی صورت درم مین سب کے قول پر تھی صاحبین کے موافق عمر بھر کے جمعہ کا حکم اسکے ترجمہ پر لگانا
نص غلط ہی اسلیے کہ الجمع عربی مین الف لام سے مستغرق ہوسکتا ہی اور ترجمہ اُردو مین تو کوئی حرف استغراق کا نہین
یا اور اگر الجمع کا ترجمہ کل جمعون یا سب جمعون کے ساتھ مقید استغراق ناقص لایا جاوے تو خیر صاحبین رح
ا قول درست ہوسکتا ہی ولیکن امام صاحب کے موافق فقط دس جمعہ کا حکم غلط ہوجائیگا کیونکہ الف لام
استغراق کے معنے مین ہونا ضروری نہین ہوتا اسی لیے امام رحمہ اللہ نے دیکھو نہین لیا بخلاف صریح لفظ
ل کے کہ اسمین اس احتمال کو گنجائش نہین ہی لہذا ضرور ہوا کہ ایسے مقامات مین فقرہ بعینہ نقل کرکے
سکا ترجمہ بمناسب حکم کے لکھکر توضیح کردیجاوے اور مترجم نے جہان تک اسکو توفیق عطا ہوئی ہی ایسا
ی کیا ہی اور اسیطرح تقدیم شرط وتاخیر جزا وبالعکس اور دیگر مختلف مواضع اصول کی رعایت مین
لی قدر التوفیق اہتمام کیا ہی اور بعض مواضع کا ذکر آویگا انشاء اللہ تعالے بحث جمع ادلے مناسبت سے یہان
بغرض خاص ایراد کی گئی۔

وصل فی الافتاء - واضح ہو کہ اللہ تعالے عزوجل نے فرقان مجید قرآن عظیم جامع صحف کتب سابقہ
ع عظیم برکات خاصہ عطا فرمایا اور اسکے ساتھ آن حضرت اکرم الاولین والآخرین سید الانبیاء والمرسلین صلے اللہ
لیہ وسلم کو بحکم حدیث صحیح اوتیت جوامع الکلم - احادیث حکمت جامع عطا فرمائین پس کتاب وسنت مین سب کچھ
وجود ہی اور جو شخص تفاسیر کی مہارت رکھتا ہو اور تقوی ودیانت سے مرتاض ہوا اسکو وقتاً فوقتاً موافق توفیق الٰہی
سبحانہ عزوجل کے ایسے ایسے علوم اسمین سے حاصل ہوتے ہین کہ وہ خود متحیر ہوکر تسبیح الٰہی عزوجل مین مستغرق
ہوجاتا ہی اور یہ علوم تو اعلی رحمت الٰہی عزوجل ہی بلکہ ارتیاض وحسن عبودیت وخلوص عبادت سے لطائف
سرار مرغوب ظاہر ہوجاتے ہین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقولہ تفکر ساعۃ من اللیل خیر من احیائہا
یلے ماذکرہ فی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بنحوہ او معناہ اما فی المشکوۃ فبلفظ تدارس العلم ساعۃ الی آخرہ یعنے
ات مین ایک ساعت علم مین بغور ایمانی فکر کرنا تمام رات کی عبادت سے بہتر ہی - پس ایسے شخص کو
تحقیق ہوجاتا ہے اور مضائقہ نہین کہ ادنے لطیفہ فکر جسپر عموماً اس زمانہ مین اہل علم بے فکری سے رغبت
ین لکھا جاوے اور وہ مال وجاہ وہوا وہوس ہی حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہی ان اللہ اشترے من المؤمنین

انفسہم واموالہم الآیۃ اور یہ امر مقدر ہی کہ اضطراب وہوس قلب مفید زیادت نہین اور اسباب کو عمل مین نہ لانا اجماع
انبیا و صلحا رامت کے خلاف ہی اور تعلق بمشیت ایک معصیت یعنے اللہ تعالے دانا تر ہی کہ رزق کیونکر
مقدر فرمایا ہان ضرور مقدر فرمایا ہی بس ہمکو مشیت سے بحث کرنا کہ ہم اسباب ظاہرہ کام مین نہ لاوینگے
مشیت کو پکڑ بینگے یہ معصیت ہی جیسے یہ کہنا کہ ہم تو تقدیر پر بیٹھے رہینگے حالانکہ تقدیر ضرور ہے حق ہی اور
اُسکا منکر بیوقوف ہی کیونکہ اللہ تعالے خالق عزوجل نے جسوقت ہمکو پیدا کیا ہمارے ہر فعل وہر
حال کو جو موت تک ہونگے سب جانتا تھا اور اُسکا علم ہرگز خلاف نہین ورنہ اُسکے عالم الغیب ہونے
کے اعتقاد سے جو ہمپر فرض عین ہی انکار لازم آئیگا اور یہ کفر ہی کیونکہ نعوذ باللہ تعالے ہم کبھی اسکو جاہل
نہین سمجھ سکتے ہین اور جو کوئی یہ عیب لگادے کہ وہ نہین جانتا تھا تو وہ جاہل کافر ہی رہا یہ وسوسہ
کہ پھر وہ کیون عذاب کریگا یہ اُسکی حکمت سے بحث ہی جو کبھی کسی آدمی کو نہین معلوم ہوسکتی وہ کہان
سے اتنا علم لاویگا پس اُس سے بحث بیوقوفی ہی علاوہ اسکے وہ جو چاہے کرے اور جو کریگا وہ اپنی پیدا
کی ہوئی مخلوق پر کریگا پھر اُسکے اختیارات تو ہم یقین کرتے ہین کہ وہ سب طرح مختار ہی جو چاہے کرے
اب ہم اس سے کیونکر بحث کرسکتے ہین کہ ہمارے حق مین کیا مقدر فرمایا ہی اور کیون ایسا مقدر فرمایا
ہی تو یہ کہنا کہ ہم بیٹھے رہینگے تقدیر سے لپٹنا ہوا جو معصیت ہی بلکہ یون کہو کہ ہم تقدیر پر یقین کیے ہوئے ہین
اور متوکل ہین وقد قال تعالے قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا الآیۃ اور سب کام کیے جاؤ جو تمکو
نیک بتائے گئے ہین دیکھو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جنپر یہ آیت نازل ہوئی اور جنکے طفیل مین ہمنے
ہدایت پائی ہی وہ متوکلین کے سردار ہوکر سب نیکیان کرتے تھے تمھاری نظر کس طرف ہی ذرا ہوش
سے غور کرو۔ بالجملہ تقدیر حق اور اسکا منکر سخت جاہل ہی اور توکل و تقدیر کے یہ معنی سمجھنا کہ کاہل بنے
بیٹھے رہو محض جہالت ہی بلکہ نفس کو نیک کام مین لگاؤ جو حکم ہی کیونکہ اول آیت کے حکم سے تم اُسکو
اپنے خالق کے ہاتھ فروخت کرچکے اب خالق نے جو اُسکو حکم دیا اُسین لگاؤ اور جو کچھ کماؤ اسکو نفس کے
کھلانے پلانے وغیرہ مین موافق حکم کے صرف کرو اور جسقدر نفس کو سونے و آرام دینے کا حکم ہی وہ بھی
کرو۔ اور جو کچھ مال تجارت وغیرہ سے نفس کماوے وہ بھی تمھارا نہین ہی بلکہ بکی ہوئی چیز نے کمایا اور
اسی طرح کمایا جس طرح تجارت وغیرہ حلال ہی جب تم نے عہد پورا کیا اور خیانت نہ کی تو تمکو جنت ملی
جسکے آگے ادنے مثال یہ ہی کہ یہ تخت و تاج تمام روے زمین سب گھورے سے بھی کمتر ہی اور بے شک
تمھارے حواس وہان تک نہین پہونچ سکتے ہین پس رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو سچ مانو اور یقین کرو نہین تو
یہی چند روز بعد موت کے وقت جانوگے اور اسوقت محض بے فائدہ ہی پھر تو یہان سے بھی بدتر ٹھکانا جہنم ہی
اب دیکھو کہ کوئی فعل آدمی کا خواہ کھانا پینا ہو سونا ہو یا کوئی ہو جب کہ بحکم الٰہی ہو کوئی برباد نہین بلکہ عبادت
ہی اسلیے کہ عبادت تابعداری حکم کی ہی اور سمجھو معنے قولہ تعالے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
اور دیکھو حدیث ان لنفسک علیک حقا۔ اور قولہ حتے اللقمۃ تجعل فی فی امرأتک۔ اور اس سے ظاہر
ہی کہ خود انسان فقیر ہی اگرچہ مال کثیر رکھتا ہو جبکہ ایسا مومن ہی اور کافر فقیر ہی اگرچہ مال اپنا سمجھے

وقولہ تعالے ومن اراد الآخرۃ وسعی لہا سعیہا الآیہ اور فرمایا کہ - کلا نمد ہولاء وہولاء من عطاء ربک الآیہ -
پس جسنے آخرت چاہی اُسکے لیے دنیا تو لوازمہ بچے ہوے کہ نفس کے تبعاً ہی اور آخرت اصلاً ہی اور جسنے دنیا
چاہی اُسکو یہی ملی اور وہان کچھ نہین ہی اور نصوص سے صحیح ہوا کہ جو کافر نیکی کے کام کرین وہ برباد اِس
معنے مین ہونگے کہ جو چیز اسنے اختیار کی یعنے دنیا وہ عوض دیدیجائیگی وقولہ علیہ السلام الا ان الدنیا
ملعونۃ الحدیث تو جسنے دنیا کے لیے اہل کفر سے نزاع کیا وہ درحقیقت ایمان نہین لایا اسی واسطے یہود
کا دعوے جھوٹ بتلایا بقولہ قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ الآیہ اور موت کی تمنا اسکا نشان بتلایا
پس صادق الایمان کو زندگی فقط اسلیئے عزیز ہی کہ خوبیان زیادہ جمع کرلے اور پھر موت عزیز ہی اسی واسطے
صحابہ رضی اللہ عنہم صادق الایمان تھے تو فرمایا - ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا - اور
کوئی انمین سے حسنات کا معاوضہ دنیاوی نہین چاہتا تھا چنانچہ صحاح مین صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایات
ہین کہ اکثر انمین سے قولہ تعالی اذہبتم طیبٰتکم فی حیوتکم الدنیا الآیہ سے اپنی جانون پر خوف کرتے اور آن حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پاک ہونے مین سرتاج تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے صحابی تھے
اور اگلی کتابون مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت مین ہی کہ فقیر ہونگے اور آپ کے اصحاب فقراء
ہونگے اسکے یہی معنی ہین پس عثمان رضی اللہ عنہ اس اصل سے فقیر تھے اور ترمذی مین بعض صحابہ کو جسنے
محبت کا دعوے کیا تھا فرمایا کہ جسکو مجھ سے محبت ہو جلد اسکی طرف فقر دوڑتا ہی دیکھ تو کیا کہتا ہی انھون
نے یہی مصمم کیا باوجودیکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب جان آپ پر قربان کرتے تھے پھر انمین مال کی راہ
سے تونگر بھی تھے ولیکن بحدیث المرء مع من احب - فقیر جامع ذخائر سعادات تھے اور وہ بہ حدیث
نعم المال الصالح للرجل الصالح کبھی بہ واسطہ مال اور کبھی بہ واسطہ افعال وغیرہ انکو حاصل ہوتے تھے
پس سواے کافر منکر کے جسکو سمجھ نہین ہوتی ہی ایسے سلسل صحیح متعدد لطائف سے کون منکر ہو سکتا ہی
اور کیونکر اسپر حق پوشیدہ رہیگا اور کیونکر اپنے نفس کو آراستہ نہین کریگا - اب جاننا چاہیے کہ اصلی مقصود
آرایش اپنے نفس کی ہی اور وہی اسکے لیے ان آیات آلہی مین تفکر کا عمدہ نتیجہ ہی پس افتاء درحقیقت
سب سے پہلے اپنی نفس کو ہی اور پھر دوسرون کو جو بیچارے قرآن وحدیث سے آگاہ نہین ہوئے
ہین انکی اصلاح حال کے مطابق ہی انکو فتوے لینے اور عالم کو فتوے دینے کا حکم ہی الافتاء -
بحث اجتہاد سے معلوم ہو چکا کہ فقہ ابتدائی کمال انسانی ہی اور تکمیل اعمال موافق اس علم کے
ہونے والی ہی اور اعمال سے ترقی بجانب کمال و مرتبہ احسان ہی جو بحصول رضوان حق عزوجل
ہی اور درحقیقت کمال یہی ہی پس مجتہد کو بوجہ خود بینائی حاصل ہونے کے ہر حال مین مکائد نفس و
شیطان سے احتراز بہ توفیق آلہی تعالے ممکن ہی پس اسکی ترقی بجانب اعلی جسکے مراتب بے انتہا ہ
ہین بہت فائق ہی او ر وجہ سے ایک یہ کہ ذاتی تزئین وتحسین اخلاق وتحصیل مرضیات آلہی سبحانہ و
احتراز مکروہات غیر مرضیہ بدرجہ اتم واکمل اسکو حاصل اور دوم یہ کہ دوسرے اہل ایمان کو جو مرتبہ
اجتہاد نہین ہین اپنی بینائی سے آنکھون والا کے علی اسفار آخرت مین راہ جہنم سے پھیر کر شاہراہ

جنت کی طرف لیے جاتا ہی اور ہر شخص کو موافق اُسکے تعلقات دنیاوی کے مخلص بتلاتا ہی مثلا ایک بندہ مومن
تجارت کرتا ہی اور دوسرا مزدوری کرتا ہی تو عملی کام دونون کے یکسان نہین چنانچہ تاجر کو جن مکائد نفس و شیطان
کا مخمصہ ہی وہ مزدور کے دام فریب سے مغائرت رکھتا ہی اگرچہ باطنی وساوس مین دونون یکسان بھی ہون پس
اصل مین فقیہ بندہ عارف ہی جس سے باطنی امراض و ظاہری خدشات سب سے نجات کی راہ حاصل کرکے خالص
مرضیات تک وصول ممکن ہو اور ہر وقت مین ایسے لوگ موجود ہین اور یہ الله تعالے کی رحمت مومنین
پر اور حجت کافرین پر ہی اور البتہ فیوض الٰہی سبحانہ تعالے ہر زمانہ مین ہر شان مین ایک خاص طریقہ فائض
ہین بندہ مومن نیک نیت خالص موحد کو چاہیے کہ توحید مین اسکا قدم استوار ہو پس جو طریقہ سلف صالحین
رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین تھا اس سے تجاوز نہ کرے اعتقاد مین اور نہ اعمال مین ہان ویسے اعمال
بے شک دشوار ہین تو فرائض و واجبات ہی ہین مع سنن موکدہ اور ہر ایک کے ساتھ قلبی افعال بھی ہین
مثلا تکبر حرام ہی اور خشوع واجب و نیت خالص فرض ہی اور یہ افعال قلب پر آدمی کے اختلاف باطن
سے مختلف ہین مثلا بعض شخص اپنی حیات مین مغرور نہین مگر نامرد اور بد دل ہی تو اسکو دلیری کی تعلیم
واجب ہی چنانچہ یہ بھی ایک باعث ہی کہ اس زمانہ مین جسکو فقہ کہتے ہین وہ افعال باطنہ کی بحث سے بالکل
خالی ہی الا قدر قلیل بلکہ اسمین فقط افعال جوارح سے بحث ہی ولیکن عالم فقیہ سے دونون قسم اعمال دریافت
کرکے اپنے زاد راہ و توشۂ آخرت کو درست کرنا لازم ہی اور یہی دریافت کرنا استفتا ہی اور اسکا جواب
افتا ہی اور ایسے ہی عالم مفتی کے حق مین صادق ہی قولہ علیہ السلام فقیہ واحد اشد علے الشیطان من الف
عابد المحدث اور متاخرین نے کہا کہ فقیہ مجتہد علے الاطلاق تو مدت سے نہین رہا ولیکن اسمین شک نہ کرنا چاہیے
کہ ہر زمانہ مین بفضل الٰہی تعالے ایسے لوگ ضرور موجود رہتے ہین جو اہل ایمان و طالبان آخرت کے لیے
ہر طرح کے اقوال ضعیفہ و باطلہ جنکا مبنی راہ مستقیم سے کجی کی طرف ہی تمیز کرلین اور شاہراہ رضا و ہدایت پر
جماعت مخلصین کے ساتھ روانہ ہون ولقد قال تعالے والذین یقولون ربنا ہب لنا من ازواجنا وذریاتنا
قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما الاٰیۃ ۔ پس اہل تقوے ہر کس و ناکس کے اقوال پر اعتماد نہ کرین کیونکہ
جو شخص خالی رطب و یابس روایتون کو جمع کرتا ہی اور انکے اصول و دلائل وغیرہ سے آگاہ نہین اور نہ
اُسکو انمین تمیز ہی تو بہ قول علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ الله کے اُنکے لیے عاقبت کی خرابی اور جو انکی تقلید
کرے اُسکی بربادی دہلاکی ہی اور یہ دام فریب کہ تمیز روایات و فہم دلائل بھی اس زمانہ مین کسی کو حاصل نہین ہی
وسوسہ شیطانی ہی جن لوگون نے جہال کو اپنا مفتی عالم بنایا وہ عالم حق نہین جانتا تو نائب شیطان سے کم
نہین اور جنھون نے اُسکو پیشوا کیا اُنپر ہزار افسوس اور وے کسقدر وسواس شیطان کو قبول کرتے ہین
اور اہل الحق ہمیشہ قلیل ہین اور راہ حق کا ہادی ہمیشہ عوام مین مبغوض ہی جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے
حضرت سفیان الثوری رحمہ الله کا قول صریح ذکر فرمایا ہی پس اے لوگو دیکھو کہ کس سے تم اپنے لیے
عاقبت و جنت کا سامان جو جواہر سے کہین زیادہ بیش قیمت ہین لیتے ہو پس اہل صدق و صفا و حاشیہ بوسان
بساط مصطفے صلے الله علیہ وسلم سے مانگو اور یہ جو کتابین ہین جنمین مخصوص اعمال جوارح مذکور ہین انمین بھی

ہرطرح کے اقوال کا مجموعہ ہی تو اُنکے لیے جو قواعد چاہیین وہ مین بعض رسائل سے ملتقط کرکے لکھے دیتا ہون
تاکہ اسی سے فتوے حاصل کرنا ان اعمال مین آسان ہو باللہ تعالے التوفیق - شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے کتاب القضا
فتح القدیر مین فرمایا کہ اصولیین کی راے اس امر پر مستقر ہی کہ مجتہد ہی مفتی ہوتا ہی یعنے فتوے دینا حقیقت مین
فقط مجتہد کا کام ہی اور جو مجتہد نہین بلکہ مجتہدون کے اقوال اُسکو یاد ہین تو وہ حقیقی مفتی نہین ہی اس سے جب
سوال ودریافت کیا جاوے اور استفتار لیا جاوے تو اُسپر واجب ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مانند
کسی مجتہد کا قول بطور نقل وحکایت کے بیان کردے یعنے جواب مین کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول
اس مسئلہ مین فلان کتاب مین مذکور ہی اس سے ظاہر ہوگیا کہ ہمارے زمانہ مین دحن موجودہ لوگون کا
فتوے ہوتا ہی وہ درحقیقت فتوی نہین ہی بلکہ کسی مفتی کا کلام نقل کردیا جاتا ہی کہ اسکو مستفتی اختیار کرے -
اب ایسے مجتہد سے نقل لانا بھی دو ہی طرح سے ہوسکتا ہی ایک یہ کہ اس ناقل مفتی سے مجتہد تک کوئی سلسل
سند ہو یعنے ناقل کہے کہ مجھسے میرے استاد رحمہ اللہ فلان بن فلان نے بیان فرمایا جنھون نے اپنے استاد رحمہ اللہ
فلان بن فلان سے سنا تھا الے آخرہ اور دوسرے یہ کہ کسی کتاب معروف ومشہور سے نقل کرے جو مجتہد
سے اسوقت تک ہاتھون ہاتھ معروف چلی آئی ہی یعنے ایسی کتاب نہو کہ کسی وقت مین نایاب یا کمیاب
ہوگئی یا ابتدا اہی مین معروف نہین ہوئی تھی علے ہذا اگر ہمارے زمانہ مین نوادر کے بعض نسخے پاے گئے
تو جو احکام مسائل اسمین مذکور ہون اُنکو امام ابویوسف یا امام محمد رحمہ اللہ کی طرف نسبت کرنا حلال نہ ہوگا
کیونکہ وہ ہمارے زمانہ مین ہمارے دیار مین مشہور نہوئی اور دست بدست نہین پہونچی یعنے وہ ابتدا ہی مین
معروف نہ تھی اور اسپر بھی ہمارے یہان مشتہر نہ ہوئی - ہان اگر نوادر سے کوئی نقل مشہور ومتداول کتاب
مثل ہدایہ ومبسوط وغیرہ مین پائی جاوے تو اُسکا اعتماد البتہ فقط اسوجہ سے ہوگا کہ یہ کتاب جسمین نقل ہی
معروف ومتداول ہی قال المترجم مبسوط سے مراد امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیف نہین بلکہ شروح یا
سرخسی رحمہ اللہ کی شرح کافی مراد ہی - پھر لکھا کہ اگر ناقل مفتی کو مجتہدون کے مختلف اقوال یاد ہین اور
اسکو دلائل کی شناخت نہین اور نہ اسکو اجتہاد کی قدرت ہی یعنے فے الجملہ اجتہاد بہ طریق ترجیح بھی
نہین کرسکتا تو کسی مفتی کے قول پر قطع نہ کرے کہ اُسی کو فتوے کے لیے متعین کردے بلکہ جملہ اقوال کو
مستفتی کے لیے نقل کردے وہ انمین سے جس قول کو اصوب جانے اختیار کرلے ایسا ہی بعض جوامع
مین مذکور ہی اور میرے نزدیک اسپر سب کا نقل کرنا واجب نہین ہی بلکہ کوئی قول نقل کردے کیونکہ
مقلد کو اختیار ہی کہ جسکی چاہے تقلید کرلے کذا فی فتح القدیر - مترجم کہتا ہی کہ بعض اخبار مین آیا کہ استفت
قلبک وان افتوک الحدیث - اور روایت قابل حجت ہی واللہ اعلم پس بمقتضاے قولہ وان افتوک یخطاب
عامی کو ہی مفتی کو نہین اور باوجود اسکے اُسکو استفتار قلبی کا حکم ہی تو اسکی صورت یہی ہی جو بعض جوامع
سے ظاہر ہی اور معنے یہ ہین کہ مفتی کبھی حالت باطنی سے آگاہ نہین ہوتا کیونکہ مستفتی نے ظاہر نہین کیا اور
بحکم قولہ الاثم ماحاک صدرک الحدیث مستفتی کا دل فتوے پر جمتا نہین تو وہ دیگر اقوال کو جو حال کے موافق
ہوگا اور اصوب واوفق جانے اختیار کریگا پس میرے نزدیک مفتی کے لیے بھی احوط اور مستفتی کے لیے

کبھی اصوب وہی ہی جو بعض جوامع مین مذکور ہی فاللہ تعالی اعلم اس بیان مین تین باتین لائق اہتمام ہین۔
اول کسی مجتہد کا قول نقل کرے یعنے جس قول پر فتوے دیتا ہی اور عنقریب آتا ہی کہ علماے حنفیہ نے
مطلقاً یا خاص خاص قسم کے مسائل مین ائمہ حنفیہ مین سے کسی کو مخصوص کیا ہی ۔ دوم جیسی کتاب سے
فتوے جائز ہی مثلاً مشہور متداول ہو اور دیگر شروط آتی ہین ۔ سوم اقوال نقل کردے یا کسی قول
کو متعین کردے ۔ اور مترجم کے نزدیک اقوال کا حکایت کرنا اصوب ہی اور فتاوے سراجیہ مین
ہی کہ کسی شخص کو فتوے دینا روا نہین ہی مگر اسصورت مین کہ علمار کے اقوال جانتا ہو اور یہ پہچانتا ہو کہ اُنھون نے
کہان سے یہ قول کہا ہی اور آدمیون کے معاملات سے واقف ہو پھر اگر وہ شخص علما کے اقوال کو یاد رکھتا
ہو مگر یہ نہین جانتا کہ کہان سے کہا ہی تو اسیلیے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاوے اور وہ جانتا ہی کہ جن
علمار کا مذہب اسنے اختیار کیا ہی وے سب اس مسئلہ مین اس قول پر متفق ہین یعنے جواز یا عدم جواز پر
شلاً تو مضائقہ نہین کہ یون کہدے کہ یہ جائز ہی یا نہین جائز ہی اور یہ قول اُسکا بطریق حکایت ہوگا اور اگر ایسا
مسئلہ ہو کہ جسمین اُنھون نے اختلاف کیا تو مضائقہ نہین کہ یہ فلان کے قول مین جائز ہی اور فلان کے
قول مین نہین جائز ہی اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ چھانٹ کر بعض کے قول پر فتوے دے جب تک انکی
حجت کو نہ پہچانے ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ صریح اس امر کا موئد ہی جو مین نے زعم کیا ۔ اور اس سے
ایک امر یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ اگر اصحاب کے اقوال کی حجتین دریافت کرلے تو اُسکو روا ہی کہ تقویت حجت
کسی کے قول کو فتوے کے لیے مختار کرے اور اسی معنی مین مترجم نے فتاوے مین تحت ترجمہ بعض
اقوال کی ترجیح کردی ہی اور مترجم کو اصحاب ترجیح اصطلاحی ہونے کا دعوے ہرگز نہین ہی ہان میرے
نزدیک یہ بڑا مفسدہ اور سخت دھوکا شیطان کا ہی کہ جسقدر مومنین موجود ہین بحال ظاہر سب مثل
بہائم کے ہین کہ انکو اقوال مذکورہ کتب مین سے ضرور کسی قول پر جسپر چاہین عمل کرنا چاہیے اور خود
اپنے دین کے واسطے احتیاط اور اپنے نفس کے مغرورات مین صواب اختیار کرنے کی راہ نہین ہی اور
حق یہ ہی کہ جبکہ اس زمانہ مین علماء گذشتہ مین ایکین کی ذات سے ردوقدح وجدال و ناموری وغیرہ
مفاسد کے آثار نہایت قوی پیدا ہوتے ہین پس اصوب و احوط یہ ہی کہ جو شخص اپنے فعل خالص لوجہ اللہ تعالی
عزوجل کرلے اور عاجزی کے ساتھ توفیق کا خواستگار و خوفناک رہے اُسکو اسی پر فتوے دینا
واجب ہی اور اہل جدال و مرائی و ہوا پرست لوگون کے افعال سے خوف وکچھ پرواہ نہ کرے پس
اگر اُنھون نے حق کو رد کرکے دنیا مین ناموری حاصل کی تو انکا یہی نتیجہ ہی انکو اور انکے نتیجہ کو چھوڑ دے
اور کہدے واتقوا اللہ یا اہل الکلام والسلام ۔ اور فاضل لکھنوی نے نقل کیا کہ فتاوے قاسم
بن قطلوبغا مین فتاوے ولوالجیہ سے نقل ہی کہ جو شخص اسی بات پر اکتفا کرے کہ مسئلہ کے اقوال و وجوہ
مین سے ایسکا فتوے و عمل کسی قول یا کسی وجہ کے موافق ہوجاوے اور جیسا چاہے جس قول و جس وجہ پر
عمل یا فتوے ہووے اور کچھ بھی غور و نظر اسمین نہ کرے کہ ان افعال مین سے باوجود مین سے کس کو
ترجیح ہی تو وہ جاہل ہی اسنے مومنین متقدمین کے اجماع کو توڑ دیا ۔ اور اسی فتاوے مین دوسرے

مقام پر ذکر آدمی اسوقت دو قسم کے موجود ہین ایک وہ جو محض مقلد ہو یعنے جسکو نظر و غور کی لیاقت بالکل نہین
دوسرے وہ کہ کسی قدر لیاقت ہو پس قسم اول پر تو اُسی کا اتباع واجب ہو جسکو مشائخ نے تصحیح
کیا ہو اور دوسرے فریق پر واجب ہو کہ جو اُسکے نزدیک مرجح ہو اُسپر عمل کرے مگر فتوے اسی پر دے
جسکو مشائخ نے صحیح کہا ہو کیونکہ فتوے لینے والا اُس سے وہی پوچھتا ہو جو اہل مذہب کے نزدیک مذہب
ٹھہرا ہو قال المترجم عوام کے لیے حقیقت مین اجتہادی مذاہب مین سے کوئی مذہب نہین ہو بلکہ
اصل وہ یقین باللہ عز وجل و بما جاء بہ النبی صلعم ہو جیسے غیر عوام بھی پھر ہر حکم الٰہی تعالے وہ کسی عالم سے
واقعہ نازلہ مین حکم حاصل کرلیا ہو اور وہی اسکے لیے مذہب ہو کہتے کہ اگر ایک نے اسکو فتوے دیا اور
اُسنے عمل کیا پھر دوسرے نے برخلاف فتوے دیا تو اگر اُسنے دوسرے کو زیادہ پرہیزگار جانا تو آیندہ
اُسکے فتوے پر عمل کرے اور پہلا عمل صحیح رہا حتے کہ اگر محکمہ قضا مین پیش ہوگا تو قاضی اُسپر پہلے عمل کی
نسبت مواخذہ نہین کرسکتا چنانچہ اس فتاوے کی کتاب القضاء مین معتبرات سے یہ بحث اچھی طرح
منقول ہو پھر تصحیح مشائخ پر سائل کو فتوے دینا فقط اتنے خیال سے واجب کیا کہ مشائخ ترجیح متعرض
ہوگئے ہین اور شاید یہ خوف کیا کہ اہل جہالت بدون علم کے فتوے دیوین اور گمراہ کرین جیسے خود
گمراہ ہین تو واقعی یہ احتیاط بتوفیق ہو اور اہل تقوے بہت کم ہین لیکن عوام کو یہ نہین پہونچتا کہ اپنے
سے خلاف وضع پر عمل کرنے والے پر انکار و جدال و تکفیر کرین جیسے اس زمانہ مین مشاہدہ ہو بلکہ سیرت
سلف صالحین پر قائم رہین اور آپس مین متفق ہو کر کوشش کرین کہ ہم سب اس زمانہ مین لامحالہ متعرض
ہو کر آخرت مین مغفور و مسرور ہون کیونکہ جن افعال کا شریعت و سنت مین ہونا معلوم ہو وہ راہ کفر کے
افعال ہرگز نہین ہین پھر کیونکر تکفیر کرلی جائز ہو اللہ اللہ خوف کرو کہ تم کسی کو کافر بنا کر خارج کرو اور
وہ مومن ہو - اگر تم سے ایک آدمی ایمان پاتا تو موافق حدیث صحیح کے نایاب و عزیز الوجود چیز سے بہتر ہو حالانکہ
اسکے برعکس تم خارج کرتے ہو اور جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو خارج نہین فرمایا
جنکو قطعاً جانتے تھے اور بعض کو حق تعالے نے نہین بتلایا اور یہی کہا مردوا علے النفاق لاتعلمہم اللہ یعلمہم الآیہ
پس دیکھو کہ کتنا بڑا فرق بلکہ برعکس معاملہ تم نے اختیار کیا - ہان حدیث مین بقولہ الا ان تروا کفرا بواحا
عندکم - اجازت بقید وضوح فرمائی ہو - جیسے اس زمانہ مین کوئی رسالت انبیاء و مرسلین و وجود ملائکہ و
شیاطین و وحی و معجزات کا انکار کرے اور وحی الٰہی کو خیالات مرد آدمی بتلاوے اور شریعت کو قانونی
مصلحت کہے اور مانند اسکے تو یہ کھلا کافر ہو اسکو جو شخص مسلمان و مومن کہے وہ خود کافر ہو اور اسیکا
فتنہ اہل اسلام پر شیطان سے زیادہ مضر ہو بخصوص جبکہ نظر کو دنیا کی آرائش و زینت پر کمال رغبت ہو
اور جتنے عموماً آنکھین آخرت سے بند کرکے اسی طرف متوجہ کردی ہین اسلیے کہ انمین غلبہ ہواے
بہیمیہ کی قوت ہر روز ترقی ہو بالجملہ کسی مسلم کی تکفیر پر فتوے دینا نہین چاہیے مگر جبکہ کھلا ہوا
کفر دیکھا جاوے اور معلوم کیا جاوے ورنہ کسی کے دل کے بھید پر مدار کرکے تکفیر نہین جائز ہو اور
یہ کلام درمیان مین آگیا تھا اب مین پھر رجوع کرتا ہون - واضح ہو کہ اقوال جنپر فتوے دینا چاہیے

کس ترتیب وتخصیص سے قرار دئے گئے ہین اور یہ اقوال اسوقت کن کتابون سے لینے چاہیے اور
کن کتابون سے لینا نہین جائز ہی ایک دراز بحث ہی گر مختصر طور پر فوائد بعض الافاضل سے انتخاب
کرتا ہون - اقوال پر فتوے دینے کا کایہ قاعدہ فتاوے سراجیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ جب کسی
قول پر ائمہ حنفیہ متفق ہون یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وصاحبین بالقصد و باقی بالتبع متفق ہون تو مفتی
اسی پر فتوے دیوے اور اگر مختلف ہون تو فتوے مین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ علی الاطلاق
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوے ہی یعنے چاہیے عبادات کے مسائل ہون یا اور کسی قسم کے
ہون سب مین علی الاطلاق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوے ہی اگر انکا قول موجود ہو پھر
امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر پھر امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر پھر انکے بعد قول زفر رحمہ اللہ وحسن بن زیاد
ہی اور بعض نے کہا کہ اگر امام ابو حنیفہ ایک طرف ہون اور صاحبین ایک طرف ہون تو مفتی کو اختیار ہی
کہ چاہیے جس قول پر فتوے دے گر قول اول اصح ہی یعنے مطلقاً امام کے قول پر فتوے دیوے درصورتیکہ
مفتی خود مجتہد نہو یعنے صاحب اجتہاد فے المذہب یا صاحب ترجیح نہو ہذا محصل کلامہ اور حاوی قدسی
مین ایسی صورت مین قوت دلیل کا اعتبار کیا ہی یعنے جسکی دلیل قوی ہو اسی پر مفتی فتوے دے۔
قال بعض الافاضل رح دونون قول مین اختلاف نہین ہی اسطرح کہ حاوی کا قول ایسے شخص کے
حق مین ہی جسکو ترجیح کی قدرت ہو اور سراجیہ مین مراد وہ مفتی ہی جو صاحب ترجیح نہو اقول بہ توفیق
ظاہر ہی ولیکن ممکن ہی کہ حاوی نے فقط صاحب تمیز پر اکتفا کیا ہو جسکا مرتبہ صاحب ترجیح سے کم ہی اور اسکا وجود
ہر زمانہ مین ہوتا ہی وہ منقطع نہین ہی کما قال ابن قطلوبغا رح وسیاتی - اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین ہی کہ علماء
نے عبادات مین امام اعظم رح کے قول پر فتوے قرار دیا ہی اور استقرار سے بھی ایسا ہی وقوع ثابت ہوا جبتک
کہ امام سے کوئی روایت موافق قول مخالف کے نہین پائی گئی جیسے مستعمل پانی کی طہارت وغیرہ مین ہی - اور
قضاء الاشباہ والنظائر مین ہی کہ باب القضاء کے متعلق مسائل مین فتوے امام ابو یوسف کے قول پر ہی کما
فی القنیہ والبزازیہ - اقول اس فتاوے کی کتاب القضاء مین بھی ایسا ہی منصوص ہی اور بیری زادہ کی
شرح الاشباہ مین ہی کہ شہادات مین بھی امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی گر سترہ مسائل مین امام زفر رح کے
قول پر فتوے ہی جنکو مین نے علیحدہ رسالہ مین تحریر کیا ہی - اور فتاوی البحریہ کتاب الشہادات مین ہی کہ ہمارے
نزدیک یہ بات مقرر ہو چکی کہ فتوے وعمل فقط امام اعظم ہی کے قول پر ہوگا اس سے امام ابو یوسف وامام محمد رح
دونون یا ایک کے قول کی طرف تجاوز نہوگا مگر بضرورت انتہی اقول شاید علامہ خیر الدین نے کتاب القضاء
والشہادات کے مسائل مین امام ابو یوسف کے قول کو لینا بضرورت قرار دیا ولیکن اس فتاوے مین معتبرات
سے منقول ہی کہ جب امام ابو یوسف قاضی ہوئے اور لوگون کے اختلاط اور وقائع ومعاملات کے برتاؤ کو معائنہ
کیا جس سے انکو زیادہ علم حاصل ہوا تو انھون نے خلاف کیا اور جو قول اجتہادی دوسرا ہوا اسی پر فتوی ہی
پس اس توجیہ سے ضرورت ظاہر نہین ہوتی ہی اور شاید لفظ ضرورت سے ایک عام معنی مجازی مراد لیے ہون جو
ایسے وجوہ کو بھی ضرورت مین رکھے وہذا التکلف بعید فافہم - یہان تک تو ان اقوال کا بیان ہوا جہان ائمہ حنفیہ سے

مروی ہین اب رہے ایسے مسائل جنمین ان اصحاب سے کوئی قول صریح نہین ہی تو حاوی قدسی مین ہی کہ جب کسی واقعہ مین ان ائمہ رح سے کوئی قول ظاہر یا نیا نجاوے اور مشائخ متاخرین نے اسکا حکم نکالا اور سب ایک قول پر متفق ہین تو وہی لیا جاوے اور اگر انمین اختلاف ہو تو اکثر مشائخ کا جو قول ہو وہ لیا جاوے بشرطیکہ ایسے ہون جنپر مانند طحاوی و ابوحفص و ابوجعفر و ابو اللیث وغیرہ کے اعتماد کیا جاتا ہی اور اگر اُنسے بھی کوئی جواب ظاہر نہین ملا تو مفتی کو چاہیے کہ اسمین تامل و غور و کوشش سے نظر کرے تاکہ ایسا حکم نکل آوے کہ عہدۂ افتاء کا ذمہ پورا ہو یا اُس سے عہدہ برآئی کے قریب پہونچے اور یہ نچاہیے کہ لا اُبالی اسمین کوئی حکم لکھدے - **اقول** ظاہرا متاخرین مشائخ سے اہل ترجیح تک شامل مراد ہین جنکو کسی رتبہ کے اجتہاد کا منصب ہی پھر مفتی کو غور و نظر و اجتہاد کا حکم بمعنی کوشش بلیغ ہی بالخصوص باصحاب ترجیح ہو واللہ اعلم اور رد المحتار اور البحر سے اوپر مذکور ہوا کہ بلا ترجیح کے مختلف اقوال مین سے جس قول پر چاہے عمل کر لینا جہالت و خلاف اجماع ہی اور رد المحتار مین قاسم ابن قطلوبغا رح کی تصحیح القدوری سے لایا ہی کہ اگر کوئی کہے کہ کبھی خود اقوال کو بلا ترجیح کے نقل کر دیتے ہین اور کبھی ترجیح و تصحیح کرتے ہین لیکن تصحیح مین اختلاف کرتے ہین یعنے بعض نے ایک قول کو اور بعض نے دوسرے قول کو صحیح کہا تو ایسی صورت مین مرجح و صحیح کیونکر معلوم و متعین ہوا اور کیسے عمل کیا جاوے تو جواب یہ ہی کہ جیسے طور پر انھون نے عمل کیا اُسی پر عمل کرین باعتبار رواج متغیر ہونے اور لوگون کے حالات بدلنے وغیرہ کے اور جو لوگون پر آسان و نرم ہو اور جسپر عملدرآمد ظاہر چلا آتا ہوا اور جسکی دلیل قوی ہو یعنے ان امور کے اعتبار سے مشائخ کے عمل کے موافق ہم بھی ان اقوال مین سے ایک قول اختیار کرینگے اور جو شخص ان امور کی راہ سے قول کو ممیز کر لے ایسا شخص ہر زمانہ مین ضرور ہوتا ہی پس وہ بطریق تحقیق اسکا ممیز معلوم ہوتا ہی گمان ہی گمان نہین ہوتا ہی کہ جو اسوقت ایسا ہو کہ ان وجوہ سے تمیز نہ کر سکے اُسکو چاہیے کہ خود بری الذمہ ہونے کے لیے ایسے شخص سے رجوع کرے جو تمیز کر سکتا ہی ہذا التحصیل کلامہ **اقول** اس کلام سے کئی باتین تحقیقی ظاہر ہین اول یہ کہ مشائخ اصحاب ترجیح کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین ولیکن تحقیق یہ ہی کہ دونون قول اپنے اپنے محل پر صحیح ہوتے ہین اور درحقیقت یہ تصحیح مین اختلاف نہین ہی اور نظیر اسکی یہ ہی کہ مثلاً کپڑے غصب کیے ہوئے پر سیاہ رنگ سے قیمت مین زیادتی نہین بلکہ نقصان ہونا امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہی جو انکے زمانہ کے لحاظ سے صحیح تھا کیونکہ بنو امیہ کے عہد سلطنت مین سیاہ رنگ عیب تھا اور صاحبین کے زمانہ مین عہد سلطنت عباسیہ مین یہ رنگ مرغوب ہوا تو اس سے قیمت کی زیادتی کا قول جو صاحبین سے مروی ہی صحیح ہی حتی کہ اگر کسی عہد یا ملک مین سیاہ رنگ عیب شمار ہونے لگے تو فتوی کے لیے وہی امام رح کا قول صحیح ہوگا پس یہ حکم باعتبار تغیر احوال ہی اور دونون صحیح ہین ایسے ہی ہر زمانہ مین صاحب ترجیح ان اسباب مذکورہ کی جہت سے تصحیح کرتے ہین ہان موافق بحث اجتہاد کے کبھی بقوت دلیل بھی مختلف تصحیح واقع ہوتی ہی باین طور کہ ایک کو قوت ایک قول کی اور دوسرے کو دوسرے قول کی ظاہر ہوئی جیسے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالی مین ارکان اجتہاد سے ایسا اختلاف واقع ہوا اور سب بدینمعنی راہ حق پر ہین کہ اتباع حکم الٰہی و سنت رسالت پناہ ہی صلعم مین ہر ایک نے کوشش کی اور ہوا و ہوس سے نفس کو روکا اور یہ ایک ہی طریق سے آسان ہی جو منصب صاحب ترجیح کے لائق ہی پس رنگ کی مثال جو مترجم نے اوپر ذکر کی تغیر العرف سے متعلق تھی اور دوم یعنے ارفق مین کلام بعض مواضع فتح القدیر مین مبسوط ہی اور اصل اسمین قولہ علیہ السلام

لن یشاد والدین احد الا غلب علیہ الحدیث ہی اور مؤید اسکا قولہ فی قصۃ البقرۃ التی امر بذبحہا بنو اسرائیل ولکن شددوا

فشدد واللہ تعالے علیہم الحدیث ہی یعنے جب دو قول بدلیل اجتہادی ظاہر ہوئے اور رجحان دونون طرف برابر ہی اور ایک انمین سے ارفق و آسان ہی تو عوام کو فتوی دینے مین مفتی اسیطرف میل کرے اور اسکی مثالین بہت ہین اور اسی قسم سے ہی اس زمانہ کا عام واقعہ تمباکو پینے کا چنانچہ بعض نے سخت تشدد کو راہ دے کر اسکو حرام نکالا حالانکہ یہ استخراج نہین ہی بلکہ ہوس ہی کیونکہ حرمت کی دلیل کوئی نہین پائی جاتی اسلیے کہ حرام تو منصوص قطعی ہی اور یہان ظنی نص بھی موجود نہین اور اگر مکروہ تحریمی مراد ہی تو بھی ظاہر نہین الا بدلیل ضعیف الاسناد وضعیف الدلالۃ ہان کراہت تنزیہی وغیر تنزیہی اباحت مین تردد بدلائل ہی اور وجہ دوم کے لیے عموم بلوے موید پس لائق فتوے قول دوم ہی کیونکہ مفتی فقیہ نہین کہ عوام کو حرام مین مبتلا کرے فلیتامل فیہ — و ظہور تعامل کے یہ معنی ہین کہ صالحین سے اسکا عملدرآمد چلا آتا ہو جو دلیل شرعی پر مبنی ہونے کی دلیل ہی اور بعضے متاخرین کے کلام اس امر کے شاہد ہین کہ لوگون مین ایسا معاملہ جاری ہو ولیکن مترجم کہتا ہی کہ یہ سہو ہی اور ائمہ مین سے جنسے ایسا کہا وہ اشارہ ہی کہ سلف صالحین سے پیچھے اسکا حادث ہونا ظاہر نہین ہو بسبب قرب زمانہ کے اور ہمارے وقت مین یہ بات نہین ہی اور اس دیار ہندوستان مین تو بالکل اسکا اعتبار نہین ہی اس واسطے کہ کثرت سے خلاف شرع امور بلا انکار ظاہر شائع ہین اور امر تحقیق اسمین تفصیل ہی یعنے جو معاملہ ایسا ہی کہ رکن شرعی مین سے کوئی امر فوت نہین لیکن وہی چیز جسکی شرط یہ تعامل ہی یعنے بلا نزاع رضامندی تو اسمین اعتبار ہی مثلا استصناع علے خلاف القیاس بسبب تعامل الناس جائز ہی حالانکہ بالاتفاق ابتدائی بیع نہین ہی تو انتہا مین جب بنانے والے نے چیز بنائی اور بنوانے والے نے پسند کر کے لی یا نہین تو رد کر دی اور باہم کچھ نزاع نہوا تو معلوم ہوا کہ تعامل بمعنی باہمی رضامندی ہی جو شرط بیع یا متمم رکن قبول وایجاب ہی علی ما حققتہ بالتقریر المعقول علی انعقاد البیع بالایجاب والقبول — پس واضح ہو گیا کہ مفتی کسی حال مین راہ شرع سے جسکی پابندی نفس ہوا پرست پر فرض ہی بلا دلیل شرعی تجاوز نہین کر سکتا اور یہ جو اس زمانہ مین بعض جہال ملحدین برادران دجال نے اپنے متبعین کو سکھلایا کہ شرع ایک جمہوری مصلحت ہی اور اوقات و اوضاع کے تغیر سے اسمین تغیر لازمی ہی محض شیطانی راہ ہی اور اسکا معتقد کافر ہی اسلیے کہ راہ آخرت مستقیم ایک ہی جسکے سلوک کے لیے نفس کو جو شیطانی ہوسات کا بالطبع مطیع ہی ایک مسلک مستقیم سے تجاوز نہ کرنے پر پابند کیا گیا ہی پس جب آخرت کا اعتقاد دینوی ایمان حاصل ہی جسمین تبدیلی نہین تو شاہراہ واضح مین تبدیلی بمحال ہی وقد قال تعالے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا — پھر جس اوضاع و اطوار کی طرف زمانہ مین تبدیلی ہوئی اگر لوگون نے ان اطوار کو خلاف عدل وخلاف صواب اختیار کیا تو خود انھین اطوار کی طرف میل کرنا صریح ظلم قبیح ہی اور اگر عدل کے ساتھ ہی تو تبدیلی کیونکر ہوئی اسلیے کہ راہ اول محض عین عدل تھی تو لامحالہ تبدیلی بجانب ظلم ہوئی ہی — اور اصل بات یہ ہی کہ تحقیق آخرت وایمان توفیق مین ایسے ہوئے جنھون نے فتاوے دنیا کو بعین الیقین مشاہدہ کیا اسلیے قصہ معاشرت کو تاہ کر کے خلوت اختیار کی اور یہ عمدہ نہین بلکہ اقوی و اصوب یہ ہی کہ تمدنی طرز کے ساتھ تمام جماعت کو دروازۂ آخرت تک بہ تمام عدل آراستہ لیجاوے اور یہ پسندیدہ شیوہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین تھا پس اشاعت علم آلہی

وہ جن اخلاق وتعلیم عمل وتہذیب نفس مین کامل فرد تھے۔ اور جن ملکون کو تابع کرتے انکے حق مین نہایت
خوبی و بالکل بھلائی چاہتے اور یہی اسلام کا حکم عام ہی۔ بالجملہ مفتی وعالم کو یہ اختیار نہین ہی کہ خود کوئی
حکم دے ان شرع کی نیابت مین کہہ سکتا ہی کہ شرع سے یہ حکم جائز ظاہر ہوا اور جب کسی حکم پر موافق
کتاب و سنت کے یقین کرے تو کہہ سکتا ہی کہ خمر حرام و عدل واجب وتکبر حرام ہی اور یہ اُسکا حکم نہین ہی
بلکہ شرع کی طرف سے نقل ہی اور کلمات کفریہ مین ہی کہ جو مجتہد کی طرف سے حکم اختیاری خیال کرے یعنے جو کچھ
چاہے حکم دلیسکتا ہی وہ کافر ہی پس مفتی درحقیقت اس مرتبہ کی وجہ سے جو اللہ تعالی نے اُسکو اپنے فضل سے عنایت کیا
ہی اس کام کے لیئے محکوم ہی کہ مسائل سے احکام عوام کو باجتہاد واستخراج تبلادے اور تمام کوشش صرف کرے
لہذا حاوی مین کہا کہ عہدہ اجتہاد وہ کوشش سے کوشتے الوسع پورا کرے اور لاابالی بات نہ کہے اور صاحب
تصحیح القدوری نے مقلد غیر ممیز کے حق مین کہا کہ وہ ممیز کی طرف رجوع کرے تاکہ خود بری الذمہ ہوجاوے
بعد اگر کوئی سمجھے کہ یہ کلام تو صاحب ترجیح کے لیئے ہی کیونکہ اسی کو ایسی تمیز حاصل ہوتی ہی اور وہ بقول
عامۂ مقلدین ختم ہوا اور بعد صاحب الکنز کے کوئی نہین ہوا تو جواب یہ ہی کہ بر تقدیر تسلیم اس دعوے
کے صاحب تصحیح القدوری کے کلام سے یہ مراد ہونا مسلم نہین ہی اس دلیل سے کہ اُسنے فرمایا کہ ولا
یخلو الوجود عن ممیز ہذہ حقیقۃ لا ظنا۔ یعنے ایسا ممیز ہر زمانہ مین موجود ہوتا ہی جو محض گمان وخیال پر نہین بلکہ
حقیقت مین ایسے اقوال کو تمیز کرسکتا ہی وفی البحر جب ایک کو صحیح کہا گیا اور فتوی دوسرے پر تو موافق
متون پر عمل کرنا اولی ہی۔ قال المترجم متون جمع روایات اصول ہین وفیہا فیہ واللہ اعلم وایضاً فی البحر
فی مصرف الزکوۃ جب تصحیح مختلف ہو تو واجب ہی کہ ظاہر الروایۃ کی تلاش بلیغ کرین اور اسی کو مرجع قرار دین وفیہ
فی کتاب الرضاع جب فتوی مختلف ہو یعنی ایک قول کے نسبت لکھا گیا کہ اسپر فتوی ہی اور دوسرے قول
پر بھی یہی لکھا گیا تو جو قول انہین سے ظاہر الروایۃ ہوا اسی کو ترجیح ہی قال المترجم ان عبارات مین غور سے اس امر کی
تائید ملتی ہی جو مترجم نے اوپر ذکر کیا ہی اور یہ بحث فقط روایات کی جہت سے ہی بنابرینکہ حالی مقلدین کو دلائل سے
بحث کی اجازت نہین ہی ولیکن غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین بحث تعدیل الارکان مین لکھا کہ تحقیق یہ بات
معلوم ہوگئی کہ قومہ وجلسہ مین سے ہر ایک مین طمانینت بمقتضای دلیل واجب ثابت ہوتی ہی یعنی جیسا کہ امام
ابو یوسف وغیرہ سے مروی بھی ہی دلیل سے بھی وہی ثابت ہوتا ہی پھر لکھا کہ شیخ ابن الہمام نے فرمایا کہ درایت سے
عدول نہین چاہیے جبکہ کوئی روایت اُسکے ساتھ موافق ہو قال المترجم یعنے جب مذہب مین اقوال مروی
ہون اور ایک قول ان مین سے اصول شرع سے متوافق ہو تو اس قول سے مخالفت نہین کرنی چاہیے
گویا اسقدر علم کو منقولات مین واجب العمل ہونے کے لیے مسلم رکھا ہی اور ظاہر اشارح نے جو لکھا کہ یہ بات
مجھے معلوم ہوگئی اسمین علم سے یہی معنی مراد لیے ورنہ فرعیات منقولہ ہونا اتفاقی ہی اسوجہ سے کہ حق عمل مین یہ ظن بمنزلہ
علم ویقین ہی فافہم وسیاتی المزید فیہ۔ وفی وقف البحر جب مسئلہ مین دو قول ایسے ملین کہ ہر ایک کو صحیح کیا گیا ہی تو
ایک قول پر فتوی دینا واسکے موافق حکم قضا جاری کرنا جائز ہی وفی قضاء الفوائت منہ جب ظاہر الروایۃ مین
کوئی مسئلہ نہو اور غیر ظاہر الروایۃ مین پایا جاوے تو اسی کو لینا متعین ہوجاتا ہی قال المترجم یہ بحث بھی روایت پر

مقصود ہی اور دونون قول مصححہ مین سے کسی کی ترجیح کا حکم نہین دیا اور یہ حکم نبطاہر تصحیح القدوری کے قول سے مخالف
ہی کیونکہ اسمین تمیز کرنے کا حکم مذکور رہا اور یوشیدہ نہین کہ حکم قضا و ایسی صورت مین مختلف ہوسکتا ہی اور مفتی بھی مستفتی کے
موافق مدعا قول پر فتوی دیسکتا ہی اور زیادہ اشکال اسوقت ہی کہ مدعی و مدعا علیہ مین سے ایک کے موافق ایک قول اور دوسرے
کے موافق دوسرا قول ہو مگر یہی کہا جاسکتا ہی کہ حکم قاضی ملزم واقع ہوا اور تجھے معلوم ہی کہ حکم قضا و فی نفسہ ملزم نہین ہوتا
مگر جبکہ شرع کی اجازت سے بدلیل الزامی واقع ہو اور بیان حق دلیل مین دونون مساوی ہین پس اگر قاضی دوسرا
قول اختیار کرتا تو روا تھا اور اگر اسکا ایک قول بجواز اختیار کرنا ملازم ہو تو مدعی اپنے حق مین یقین پیکیونکہ ہوگا مگر یہی
کہا جاسکتا ہی کہ حکم قضا ظاہرا و باطنا نافذ ہوتا ہی اور اسمین مشائخ و متاخرین علما ترجیح کے اقوال کیسے مضطرب ہین کما لا
یخفی علی من مارس ہذا الفن علاوہ ازین عدم نفاذ قضا ظاہرا و باطنا کی بھی روایت موجود ہی اور خود امام رح سے بہتیری
صورتون مین بطلان حکم قضا کا حکم روایت کیا گیا ہی مثلا جبکہ گواہون کا کاذب ہونا یا غلام ہونا یا محدود القذف ہونا ظاہر ہوجاوے
پس معنی یہ کہ حجت شرعیہ کا پورا نہونا ظاہر ہو تو حکم لازم نہوگا لہذا احکم ملزم کامل الحجۃ نہوا اور قولہ علیہ السلام لعل بعضکم الحن بحجتہ
الحدیث سے متوافق عدم نفاذ قضا رہی اور بقول ابن الہمام رح درایۃ سے جو روایت متوافق ہو اس سے عدول
روا نہین ہی پس ظاہر اصح راجح وہی قول ہی جو تصحیح القدوری مین مذکور ہی و فی شرح الاشباہ لبیری زادہ رح نقلا عن
شرح الہدایہ لابن الشحنۃ رح جب کوئی حدیث صحیح ہوجاوے اور مذہب کے خلاف ہو تو اس حدیث پر عمل کیا جائیگا
اور یہی مذہب قرار دیا جائیگا اور اسپر عمل کرنے سے حنفی مذہب ہونے سے مقلد مذکور باہر نہین ہوجائیگا کیونکہ امام اعظم
رحمہ اللہ سے صحیح روایت آئی ہی کہ جب کوئی حدیث صحیح ہوجاوے تو وہی میرا مذہب ہی قال المترجم ایسا ہی بعض ائمہ
شافعیہ نے کہا کہ صلوۃ الوسطی بہ قول شافعی نماز فجر ہی اور حدیث مسلم مین نماز عصر ثابت ہوئی تو لکھا کہ شافعی
کا یہی مذہب ہوا اور غالبا اہل دیانت بلا تعصب کے اپنے اپنے امامون سے ایسا ہی روایت کرتے ہین کہ یہ چارون
مذاہب تو درحقیقت ایک ہی ہین کیونکہ سب ہی سنت و حدیث کی طرف مستند ہین اور جن لوگون نے باہم جدائی و
تفریق کرکے تعصب کو راہ دی اور اتفاق باہمی جو صحابہ رضی اللہ عنہم مین تھا جسپر اللہ تعالی جل شانہ نے اپنے حبیب رسول
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا احسان لکھا تھا اسکو برباد کیا تو مین نہین جانتا سوا اسکے کہ وے سخت گنہگار
ہین جنھون نے اہل السنۃ والجماعت مین تفرقہ ڈالا اور ایسی باتین پیدا کین جس سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی ناراضی ظاہر ہی اور کثرت سے احادیث دلالت کرتی ہین کہ آپس مین اتحاد و اتفاق ضروری
ہی اور عمل کی صورت مین اختلاف ہونا کچھ بھی مضر نہ تھا دیکھو صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین باہم اعمال کو
بصور تہائے مختلفہ بہ نیت خالصہ ثواب الہی ادا کرتے اور کسی کو دوسرے کی طرف خیال بھی نہوتا جیسے ملال کا کیا
ذکر ہی ۔ پھر مترجم کہتا ہی کہ اس مقام پر ایک بات ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ بعض مسائل ایسے ہین جنمین احادیث صحیحہ کئی وارد
ہین اور بغیر علم والے آدمی کو یہ نظر آتا ہی کہ انسے مختلف احکام نکلتے ہین حالانکہ جب علم والا اسمین فکر صحیح کو دخل دیکر اجتہاد
کوشش کرتا ہی تو سب مین اختلاف نہین رہتا ایک حکم نکلتا ہی لیکن دوسرا علم والا اسمین دوسرے طریقہ سے فکر کرتا ہی تو سب مین اتفاق
ہوکر دوسرا حکم نکلتا ہی مگر دونون طریقے فکر کے علیحدہ علیحدہ ہین اس بنا پر کہ مثلا آیت جو قطعی ہوتی ہی اسکو حدیث احاد سے تخصیص
کرسکتے ہین یا نہین پس ایک مجتہد کے نزدیک کرسکتے ہین اور دوسرے کے نزدیک نہین اور دونو کے دلائل اپنے مقام پر مذکور ہین ایسی صورتین

توفیق احادیث کے راہ مین تفاوت ہوگا اور ایسے ہی عمل کی صورت مین تفاوت نکلیگا مگر جب معنی کو دیکھو کہ حق تعالے عزوجل نے ہر مجتہد کے فعل پر اپنے فضل سے ثواب عطا فرمایا ہو تو دونون ایک ہین ہان یہ اعمال جو بطرح خلوص نیت سے ثمرہ ثواب دیتے ہین سا جبھی مستقیم ہین کہ ایمانی نیت صحیح ہو اور وہ جبھی ہو کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین سے متوافق ہو اور یہی لوگ اہل السنۃ والجماعۃ ہین فافہم واستقم اور فاضل لکھنوی نے تزئین العبارہ ملا علی قاری رہ سے نقل کیا کہ قاری رح نے لکھا کہ کیدانی نے اپنے رسالہ خلاصہ مین عجیب بات لکھی کہ نماز کے اندر جو افعال حرام ہین انہین سے دسوان فعل التحیات کے آخر مین انگشت شہادت سے اشارہ کرنا جیسے اہل حدیث کا عمل ہو یعنی ان لوگون کا جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم ہین اور یہ قول کیدانی کا خطاء عظیم وجرم جسیم ہو اور اسکا سبب یہ واقع ہوا کہ یہ شخص قواعد اصول سے جاہل اور روایات فروع کے مراتب سے نادان ہو اور اگر ہم کو اسکی طرف نیک گمان کرنا نہوتا جس سے ہم اسکے قول کی تاویل کرتے ہین تو ضرور اسکا کفر صریح اور ارتداد صحیح ہو تا یعنی ہم اسکو مومن گمان کر کے یہ تاویل کیلیے دیتے ہین کہ اسکی مراد یہ ہو کہ اس وضع سے اشارہ نہ کرے جیسے اہل حدیث مٹھی بند کرکے یا حلقہ کرکے اشارہ کرتے ہین اور یہ مراد نہین کہ حدیث مین جسطرح آیا ہو وہ حرام ہو ورنہ بھلا کسی مومن کو حلال ہوسکتا ہو کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل شریف سے اسطرح ثابت ہوا کہ متواتر کے قریب پہونچ گیا ہو اسکو حرام بتلاوے اور جمہور صحابہ رض سے لیکر آخر تک علما متفق ہین اسکے جواز سے انکار کرے اور حال یہ ہو کہ ہمارے امام اعظم رہ نے فرمایا کہ کسی کو یہ حلال نہین کہ ہمارا قول اختیار کرے جب تک اسکا ماخذ کتاب مجید یا سنت شریف یا اجماع امت یا قیاس جلی سے معلوم نہ کرلے اور شافعی رہ نے فرمایا کہ جب حدیث صحیح ہو جاوے جس سے میرا قول خلاف پڑے تو میرے قول کو دیوار سے مار دو اور حدیث ضابطہ پر عمل کرو جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہین کہ اگر امام رحمہ اللہ سے کوئی صریح روایت اس مسئلہ مین نہوتی تو انکی متبعین پر لازم تھا کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اسپر عمل کرین اور یہ علماء کرام متبعین پر لازم ہو عوام کس شمار مین ہین اور ایسے ہی اگر امام رہ سے یہ ثابت ہوتا کہ انھون نے اشارہ کرنے کو منع کیا اور خیر الانام علیہ السلام سے اسکا ثبات ہوا تو کوئی شک نہ تھا کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا وہی لازم ہو پھر بھلا یہان تو اس مسئلہ مین امام سے جو روایت ہو وہ سند صحیح سے مطابق وموافق ہو پس جو عدل پر قائم اور ظلم سے باز رہا وہ ضرور جانیگا کہ سلف وخلف کے اہل تقوے کی یہی راہ ہو اور جو اس سے پھرا وہ جہنمی گمراہ ہو اگرچہ لوگون مین بڑا بزرگ مشہور ہو انتہے کلامہ مترجما اور دوسرا رسالہ مسمے تبدین التزئین مین لکھا کہ جو شخص اس امر کا قائل ہو کہ فتوی اسی قول پر ہو کہ اشارہ نہ کیا جاوے تو وہ شخص اس امر کا مدعی ہوا کہ مین مجتہد فی المسئلہ ہون اور یہ ایسے مسئلہ مین ہوسکتا ہو جسمین امام رہ سے دو روایتین یا امام سے ایک اور صاحبین سے دوسری روایت ہو پھر بھی باوجود اسکے یہان دلیل ترجیح کی ضرورت ہوگی کیونکہ بلا مرجح کے ترجیح مقبول نہین ہے پس اگر امام رہ سے دو روایتین پائی جاوین تو وہی روایت راجح ہوگی جو احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے

مطابق ہو اور جمہور علماء است کے موافق پڑے اور یہان تو عدم اشارہ پر فتوی صریح مخالف ہو دیگر مشائخ معتبرین
کے قول سے جنھون نے فرمایا کہ فتوی اسی قول پر ہو کہ اشارہ عمل مین لایا جاوے اور وہ بلا خلاف سنت
ہو انتہی کلامہ مترجما۔ مترجم کہتا ہو کہ ایسا ہی فاضل لکھنوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہو اور اسمین شک نہین کہ احادیث
اگرچہ صریح موجود ہون انمین بحث اجتہادی ضروری ہو اور مدعیان علم کو درجہ اجتہاد حاصل نہین ہو لیکن مجھے
یہ یقین نہین ہو کہ اجتہاد و ترجیح بھی ختم ہو کہ لوگ عوام کالانعام رہگئے ہین جنکو دلائل مفصلہ مدونہ آئمہ علماء مین
نظر کرنے اور سمجھنے اور احادیث و آیات کے ظاہر معانی سمجھنے کی بھی لیاقت نہین ہو اور یہ کیونکر الٹی بات
بلکہ مہمل و متناقض کلام کہا جاتا ہو جبکہ خود مسائل مدللہ و عبارات فقہیہ و تفاسیر و احادیث بلکہ لغویات منطق و
فلسفہ کا عالم جانتے ہین اور علامہ و مدقق وغیرہ القاب سے سرفراز سمجھے جاتے ہین گویا ایسے الفاظ عمدا کذب
و افترا بلباس لاباس بہا مزین کر لیے گئے ہین نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ اور حق ظاہر
یہی ہو جو عبارات علامہ قاسم صاحب تصحیح القدوری و شیخ محقق ابن الہمام و علامہ قاری رح سے واضح ہوا۔ پھر اگر
کہا جاوے کہ صاحب ترجیح یا کم از کم صاحب تمیز ہونے سے وہ مرتبہ مقلد سے خارج نہوا اور اسکو روا ہی کہ اہل
اجتہاد مین سے کسی کے قول پر عمل کرے تو روایات فقہیہ اسکو کافی ہین اور جب مجتہد نہین تو اسکو تفسیر
و حدیث مین بحث سے فائدہ نہین بلکہ تضییع اوقات ہو تو مین کہونگا کہ استغفر اللہ تعالے ہرگز یہ بات صحیح
نہین ہو چنانچہ اوپر ہ لو الجیہ سے منقول ہوا کہ فتوی یا عمل کسی وجہ مسئلہ سے بغیر نظر کیے ہوئے کافی سمجھنا جہالت
و خرق اجماع ہو اور لاابالی ایسی حرکت سے بری الذمہ ہونگا علاوہ اسکے جو مفاسد عظیمہ اسمین موجود ہین
وہ تعجب ہو کہ ایسے لوگون پر کیونکر مخفی رہے جنکو عالم و علامہ و محقق و مدقق وغیرہ طولانی القاب سے یاد کیا
جاتا ہو ظاہرا انکو سوائے الفاظ مین طول کلام کے اصلی نتیجہ علم پر نظر کی توفیق نہوئی و اعوذ باللہ من علم لاینفع
دیکھو اصلی نفع علم کا تکمیل اخلاق و اصلاح نفس و انسداد مکائد شیطان ہو جسکے قوت ایمان سے لائق قبولیت بارگاہ
کبریائی عز شانہ و جل سلطانہ ہوجاوے اور کتب فقہیہ مین اس سے بہت ہی کم بحث ہو اور وہ بھی بالتبع چنانچہ
مستطرف اشارہ و تصریح مکرر گذر چکی اور یہان بر عکس اسکے علم سے حضرت عالم علامہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ علم حدیث
و تفسیر پر نظر نچاہیے حالانکہ احادیث شریفہ و آیات منیفہ و قصص عبرت و اشارات لطیفہ نہایت پاکیزہ الطاف
الٰہیہ اسکو درجہ قبول تک رسائی کے لیے متکفل ہین اور جب اسنے اُنسے منھ موڑا تو نشانہ شیاطین بنا اور
انجام ہلاکت ہو اور فقہیہ کتب مین خالی چند اعمال جوارح سے بحث ظاہری ہوتی ہو اسی واسطے علمای قلوب
یعنی اکابر اولیاء اللہ تعالے جنکو ظاہری صور تہاے افعال کے علاوہ اصلی معانی و ثواب سے بالقصد
بحث رہتی ہو اور حقیقت مین وہی فقیہ ہین ان علماء کو علماء ظواہر کہتے ہین۔ بالجملہ راہ حق عزوجل تمام
جدال و شیطانی خیال سے پاک محض منور و مستقیم راہ ہو جو چاہیے بقول مولوی روم علیہ الرحمہ علم دین
فقہ است و تفسیر و حدیث۔ ان علوم سے حاصل کرے اور راہ ہدایت اختیار کرے واللہ تعالے ہو الہادی
و نعوذ باللہ من الضلال۔ واضح ہو کہ جب کوئی مسئلہ ظاہر الروایت مین نہین ملا اور نوادر وغیرہ غیر
ظاہر الروایت مین ملا تو اسی کو لینا مقلد کو لازم ہو کما مر من البحر اور معنی یہ ہین کہ نوادر وغیرہ سے اسکو

اسی معتمد کتاب مستند اول مین نقل کیا گیا ہو فافہم۔ جامع المضمرات مین ہو کہ مفتی کو حلال نہین ہو کہ کسی ترک
و مہجور قول پر بغرض کسی نفع کے فتوی دیوے وکتاب القضاء من الاشباہ مین ہو کہ بزازیہ کے باب المہر سے
واضح ہو کہ مفتی ایسے قول پر فتوی دیگا جو اسکے نزدیک اصلاح کے لیے لازمی معلوم ہو اور حموی رح نے حواشی
مین کہا کہ شاید اس قول مین مفتی سے مراد وہ ہو جو اہل اجتہاد سے ہو ورنہ جو مفتی مقلد ہو وہ تو اسی قول
پر فتوی دیگا جو صحیح ہو خواہ اسمین مستفتی کے لیے مصلحت ہو یا نہو اور شاید مراد مقلد ہو مگر ایسے مسئلہ مین جسمین دو قول
ایسے ہین کہ ہر ایک صحیح کہا گیا ہو تو اسکو روا ہو کہ دونون مین سے وہ قول اختیار کرے جسمین مستفتی کے حق مین
اصلاح ہو۔ قال المترجم قول دوم اشبہ ہو کیونکہ اصلاح کرنا عموماً ہر اُسکے لائق آدمی پر فرض ہو جیسے
افساد عموماً حرام ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو وہ قول جو اشباہ مین شرح مجمع و حاوی قدسی سے لایا کہ
وقف کے مسائل مین اسی قول پر فتوی لازم ہو جو وقف کے واسطے زیادہ نافع ہو قال المترجم وجہ دلالت یہ کہ
یہان بطور قاعدہ کلیہ کے ہر مفتی پر خواہ مجتہد ہو یا مقلد ہو ایسا کرنا لازم ہو فافہم واللہ اعلم۔ اس تمام بیان سے
واضح ہوا کہ ہر شخص افتاء کی لیاقت نہین رکھتا ہو اور جو لیاقت رکھتا ہو اُسپر احتیاط واجبی ضرور ہو ہان
عوام مقلدین کو اپنے حق مین عمل کرنے کے لیے جبکہ وہ کسی قول کو ظاہر الروایت یا کتاب اصولی یا مانند
اصول مین پاوین عمل کرین مگر فتوی نہ دین اور جہان مختلف اقوال پاوین تو تصحیح پر عمل کرین اور مساوی
تصحیح مین ایک ہی واقعہ مین دونون پر عمل نہین کر سکتے اور اختیار انپر لازم ہوگا جیسے راجح لازم ہوتا ہی
اور کتاب القضاء مین بھی اسکی بحث مذکور ہی وہان بھی رجوع کرنا چاہیے و بالجملہ تدین کے لیے انپر لازم ہی
کہ اقوی و اثبت پر عمل کرین اور اشکال ہو تو حل کر لین اور یہ روا نہین ہو کہ مختلف متضاد اقوال پر جس طرح
جب چاہین عمل کرنے لگین کیونکہ اسطرح شرع سے لعب و لہو حرام ہو یعنی مثلاً ایک مسئلہ مین آیا کہ بعض
کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک نہین جائز ہو تو مقلد کو یہ روا نہین ہو کہ جس قول پر جب چاہے
عمل کرے بلکہ باستفتاء قلبی اسپر ایک کا اختیار لازم ہو مگر آنکہ دوسرا راجح ظاہر ہو جاوے پس وہی
لازم ہوگا اور پہلا عمل باطل نہوگا اور آئندہ اسی اختیار پر عامل رہے اگرچہ اسپر کوئی امر لازم آیا جاتا ہو
مثلاً ناجائز اختیار کرنے سے کبھی اسکو جائز کی ضرورت پڑے تو اسپر ناجواز لازم رہیگا فافہم واللہ تعالے اعلم۔

الفائدہ جن مسائل پر فتوی ہو یا جو مرجح ہین انکے الفاظ و علامات ہماری کتابون مین بہت ہین اور بعضے
بہ نسبت دوسرے کے زیادہ موکد ہین چنانچہ صحیح کے بہ نسبت فتوی زیادہ قوی ہو یعنی یہ صحیح ہو اس سے
بڑھکر اسی پر فتوی ہو فی الفتاوی الخیریہ صحیح و اشبہ جو علامات ترجیح ہین انسے فتوی زیادہ موکد ہو
اور اس سے بڑھکر بہ یفتی یعنی اسی پر فتوی دیا جاوے اور صحیح سے بڑھکر اصح ہو اور احتیاط سے بڑھکر
احوط ہو۔ فی البزازیہ اشبہ کے معنی اشبہ بالمنصوص یعنے حکم منصوص سے زیادہ مشابہ ہو براہ درایت راجح
براہ روایت تو اسی پر فتوی ہوگا۔ فی خزانۃ الروایات نقلاً عن جامع المضمرات شرح القدوری افتاء
کے علامات یہ ہین۔ اسی پر فتوی ہو۔ اسی پر فتوی دیا جاوے اسی پر اعتماد کیا جاوے۔ اسی کو ہم
لیتے ہین۔ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین۔ اسی پر اعتماد ہو۔ اسی پر آج کے روز عمل ہو۔ اس زمانہ مین

اسی پر عمل ہوتا ہی - یہی صحیح ہی - یہی اصح ہی - یہی ظاہر ہی - یہی اظہر ہی - یہی مختار ہی - اسی پر ہمارے مشائخ نے
فتوی دیا ہی - ہمارے مشائخ کا اسی پر فتوی ہی - یہی اشبہ ہی - یہی اوجہ ہی اور اسی کے مانند دیگر علامات ہین
فی حواشی الطحاوی اور اسی پر عرف جاری ہی اور اسی کو ہمارے علما نے لیا ہی اور یہی متعارف ہی - فی التنقیح جب
دو امام معتبر مین باہم تعارض ہو ایک نے کہا کہ یہ صحیح ہی اور دوسرے نے اپنے حکم کو اصح کہا تو اسنے تصحیح سے اتفاق
کیا لہذا تصحیح کا لینا اولی ہوگا فی الدر المختار اگر کسی روایت کی نسبت کتاب معتمد مین لکھا کہ اصح یا اولی یا اوفق ہی یا مانند اسکے
لکھا تو مفتی کو اسپر فتوی دینے کا اختیار ہی اور اسکے مخالف پر جسکی نسبت کرکے اصح لکھا ہی اسپر بھی فتوی دیسکتا ہی
یعنی دونون مین سے جسپر چاہے فتوی دیوے اور جہان صحیح یا ماخوذ یا مفتی بہ - یا بہ یفتی لکھا ہوا اسکے خلاف پر
فتوی نہین دیسکتا ہی لیکن اگر مثلاً ہدایہ مین لکھا ہو کہ یہی صحیح ہی اور کافی مین لکھا کہ وہی صحیح ہی تو یہ اور وہ
دونون مین سے جو اقوی و الیق و اصلح ہو اسکو اختیار کرے فی رد المحتار اصح مقابل صحیح ہی اور صحیح مقابل
ضعیف حواشی اشباہ بیری زادہ ایسا اکثری ہی ورنہ شرح المجمع مین مقابل شاذ بھی آیا ہی - بیان ان کتابون
کا جنسے فتوی دینا جائز اور جنسے نہین جائز ہی جن کتابون سے فتوی دینا جائز ہی کتابین ہین بہر طرح
اعتماد ہو اور انکا ذکر طبقات مسائل کے ذکر مین اجمالاً آگیا ہی اور انکی تفصیل یہان خارج از وسعت تطویل ہی اور اختصار
اسطرح لائق ہی کہ جن کتابون سے فتوی نہین جائز ہی انکو یہان بیان کر دیا جاوے تو انکی معرفت و حالت
کے علاوہ جن کتابون کا حوالہ اس فتاوی مین مذکور ہی انپر اعتماد روا ہی واضح ہو کہ یہ قاعدہ افتا مین قضاء
فتح القدیر مین شیخ ابن الہمام کا قول مذکور ہو چکا کہ اگر نوادر کتابون مین سے کوئی اسوقت دستیاب ہو تو اسپر
اعتماد نہین ہو سکتا ہی کیونکہ وہ امام محمد رہ کے زمانہ مین مشتہر نہ تھین تو اس زمانہ مین کیا اعتبار ہوگا ہان
نوادر سے اگر کسی معتمد کتاب مثل ہدایہ و مبسوط وغیرہ مین منقول ہو تو اس کتاب معتمد سے اسپر اعتماد ہوگا علی ما مر
مفصلاً - رد المحتار مین شیخ ہبۃ اللہ بعلبکی کی شرح اشباہ سے نقل ہی کہ ہمارے شیخ صالح رہ نے کہا کہ ایسی کتابون
سے فتوی دینا روا نہین ہی جو مختصر ہین جیسے نہر الفائق اور عینی کی شرح کنز الدقائق اور در المختار شرح
تنویر الابصار وغیرہ اقول یعنی ایسی کتابون مین تنگی عبارت و اختصار اسقدر ہی کہ اکثر مطالب کا وضوح ہوتا ہی
پس انسے افتا روا نہین ہی پھر کہا کہ اور ایسی کتابون سے بھی فتوی نہین جائز ہی جنکے مصنفون کا حال
نہین کھلا کہ وہ لوگ کس درجہ کے تھے یا کون تھے جیسے ملا مسکین کی شرح کنز الدقائق اور جیسے جامع الرموز
قہستانی شرح نقایہ اور ایسی کتابون سے بھی افتا نہین جائز ہی جنمین اقوال ضعیفہ نقل کیے گئے ہین
جیسے زاہدی کی تصنیف سے قنیہ ہی پس ایسی کتابون سے افتا نہین روا ہی مگر جبکہ یہ معلوم ہو جاوے
کہ کہان سے نقل کرتا ہی اور اس سے نقل صحیح ہی اقول اس فتاوے مین قنیہ سے اکثر مسائل لایا ہی اور
بیشتر ان مین سے تحقیق ہین مگر بعض مین تامل ہی اور بعض کے لیے معتبرات سے تائید موجود ہی اور واضح
ہو کہ جامعین رحمہ اللہ تعالے نے ایک ہی مسئلہ مین جسکے چند وجوہ ہین اکثر ایسا التزام کیا ہی کہ ہر وجہ
کو علیحدہ کتاب کے حوالہ سے نقل کیا اگرچہ جملہ وجوہ ایک ہی کتاب مین موجود ہون اور اس سے اشارت ہی
کہ اصل مسئلہ ان سب کتابون مین موجود ہی ولیکن مترجم کو تمنا رہی کہ کاش جملہ وجوہ ایک معتبر اصول سے

نقل کرکے بالمعنی دوسروں مین موجود ہونے کا حوالہ دیا جاتا ولیکن جہان بعض وجود دوسری کتابون مین نہین ہین صرف اسی مین ہین جس سے نقل کیا گیا تو ایسی صورت مین سواے اس طریقہ کے جو اس کتاب مین ہو کوئی چارہ نہین ہی پھر واضح ہو کہ مسئلہ مین جو وجوہ کہ معتبرات سے منقول ہین اُنپر اعتماد کرنے مین کوئی اشکال نہین ہی ہان جو وجہ کہ مثلاً قنیہ یا اسکے مانند کتاب سے نقل ہو انہین بغیر تامل کے فتوی مین اشکال ہی اور درالمختار وغیرہ سے اس فتاوی مین نقل ہی نہین ہی اور عینی شرح الکنز جسکو درالمختار کے مانند قرار دیا گیا اگرچہ اس سے نقل ہو لیکن انکا غیر معتبر ہونا بسبب مختصر ہونے کے ہی اور جب مطول و واضح و معتبر روایت اصل موجود ہی تو درحقیقت اعتماد اسی پر رہا اور درالمختار و نہر و شرح الکنز عینی گویا سویدات ہین پھر شیخ موصوف رحمہ نے فرمایا کہ کتاب اشباہ والنظائر کو بھی ایسی ہی مختصر کتابون مین لاحق کرنا چاہیے جنسے فتوی دینا نہین جائز ہی کیونکہ انہین بھی ایسی مختصر عبارت سے مضمون ادا کیا گیا کہ اسکے معنی یون سمجھ مین نہین آتے جبتک کہ اصل کی طرف جہان سے حکم لیا گیا ہی رجوع نہ کیا جاوے بلکہ بعض مواضع مین ایسا اختصار ہی جس سے اداے معنی مین خلل واقع ہو گیا ہی چنانچہ جنے حواشی سے ملاکر اسکو خوب ملاحظہ کیا اسپر یہ بات روشن ہوجاتی ہی اور جب یہ حال ہی تو مفتی کو ضرور یہ خوف رکھنا چاہیے کہ اگر اسی کتاب پر اختصار کرے تو غلطی مین نہ پڑجاوے لہذا ضرور ہوا کہ اس کتاب کے حواشی یا اصل ماخذ کی طرف رجوع کرکے تب جواب لکھے پس معلوم ہوگا کہ درالمختار کی طرح یہ کتاب بھی اس قابل نہین ہی کہ اس سے فتوی دیا جاوے قال المترجم یہان سے معلوم ہوا کہ افتاء کے لیے عدم اعتبار جو مذکور ہوا تو ان سب کتب مذکورہ مین یکسان وجہ سے نہین ہی بلکہ قنیہ مین بوجہ نقل روایات ضعیفہ و اعتزال مصنف ہی اور باقی کتب مین بوجہ ایجاز و اختصار یا عدم اشتہار کے ہی اگرچہ اس امر مین کہ انہین سے کسی سے فتوی دینا نہین جائز ہی یکسان نہین یا پھر کبھی عدم جواز اسوجہ سے ہوتا ہی کہ کتاب مذکور متداول و مشہور نہین جیسے نوادر وغیرہ کہ خود نوادر کے نسخہ سے اگر دستیاب ہو جاوے تو فتوی دینا روا نہوگا اور نہ اسپر اعتماد ہوگا ہان کسی معتبر و مشہور مین اگر اس سے نقل ہو تو وہ اس مشہور پر اعتماد ہی چنانچہ فتح القدیر کتاب القضاء سے مذکور ہوچکا ہی اور وجہ اسکی یہ ہی جو ملا علی قاری رحمہ نے تذکرۃ الموضوعات مین لکھا کہ کلیہ قواعد مین سے یہ بات قرار پائی ہی کہ قرآن مجید کی تفاسیر کو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یا مسائل فقہیہ کو نقل کرنا ہر کتاب سے روا نہین ہی بلکہ فقط انھین کتابون سے جائز ہی جو ہاتھون ہاتھ متداول مشہور چلی آتی ہون کیونکہ جو کتابین مشہور نہ ہوئین یا وہ متداول نہین رہین تو انپر اعتماد نہین رہا اس لیے کہ یہ احتمال و خوف پیدا ہوگا کہ انہین زندیق و ملحد لوگون نے جابجا اپنی طرف سے لاحق نہ کردیا ہو اور ظاہر ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگون نے جھوٹی احادیث بنائین باوجودیکہ پڑھنے والے موجود تھے جنھون نے آخر پکڑ لیا تو بھلا ان کتابون پر کیونکر اطمینان ہوسکتا ہی جو کسی کو زبانی یاد بھی نہین ہین بخلاف ان کتابون کے جو ہاتھون ہاتھ متداول مشہور چلی آتی ہین انہین یہ احتمال نہین ہی کیونکہ انکے صحیح نسخے متعدد موجود ہین انتہے کلامہ مترجماً وقال المترجم یہ اصل نہایت نفیس و بہت عمدہ ہی اور یہان سے تنبیہ حاصل کرنا اور یاد رکھنا چاہیے کہ بعضے لوگون نے جو تفسیرین لکھنا شروع کین اور انہین ہر طرح کے رطب و یابس و شاذ و غیر مشہور وغیرہ روایتین بھرنے لگے ایسی تفاسیر بالکل بے اعتبار ہین بلکہ عوام کے لیے نہایت مضر ہین کیونکہ وے کیونکر قوی و ضعیف کو جدا کرسکتے ہین

اور اسی قبیل سے وہ روایات ہین جو شیخ سیوطی رح نے ابو عبید کے فضائل القرآن سے اتقان مین نقل کردین
اگرچہ انکی اسانید کے نسبت صحیح و حسن لکھدیا لیکن جب وے ایک غیر مشہور و غیر متداول تالیف سے ہین تو محض
غیر معتبر ہین بھلا انکی تصحیح و تحسین پر کیا اعتبار ہے حالانکہ اس سے عوام مین عجیب تملہ غلطہ پیدا ہو گیا لہذا ہوشیار
رہنا چاہیے کہ ایسے روایات و اقوال کا کچھ اعتبار نہین ہے اور یہ ظاہر ہو کہ مصحف شریف جو متواتر و مشہور چلا آتا ہے
وہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے باشاعت حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ متداول ہے اسی واسطے
مترجم نے اردو تفسیر مین توفیق الٰہی سبحانہ تعالے ایسی روایات کو نہین لیا بلکہ صحاح مشہور و معتمد روایات کو آئمہ
ثقہ و ثقات مشہورین مثل حافظ عماد الاسلام والمسلمین ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے وغیرہم سے نقل کیا ہے والہ
ولی الاتمام والحمد للہ رب العالمین اور اس سے نقل احادیث مین غیر مشہور و متداول کی مثال بھی ظاہر ہے
اور اسکا ضرر بھی واضح ہے اور اگر سیوطی رحمہ اللہ نے غیر مشہور و متداول سے نقل کیا تو اسپر اعتماد نہین ہو جائیگا
کیونکہ جسکا غیر متداول ہونا مسلم ہے وہ کیونکر متداول ہوگی اور اسمین اجتہاد و استنباط کو دخل نہین ہے کیونکہ مطلوب
نفس حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور ایسے دیگر اخبار و آثار جنمین اجتہاد کو گنجایش نہین بخلاف
مسائل نوادر کے فقہیات مین سے ہین کہ انمین قیاس و استنباط کو گنجایش ہے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ
نوادر سے جو حکم معتبرات مین منقول ہو اسکے معتبر ہو جانے کا حکم جو فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہے اسکے یہ معنی
نہین ہین کہ وہان تک مشہور و متداول تھے یا نقل سے متداول ہوگئے کیونکہ نوادر کے غیر مشہور ہونے کو
پہلے ہی مان لیا گیا ہے بلکہ یہ معنی ہین کہ جس معتبر کتاب مین نقل ہے اسکا مولف خود صاحب اجتہاد تھا تو اسنے
حکم مذکورہ نوادر کو صحیح پایا اور نقل کیا تو درحقیقت اعتماد اس شخص ناقل کے اجتہاد پر ہے ہان اعتضاد البتہ
بڑھ گیا اور ظاہر الروایت مین جب حکم مذکور نہو اور غیر مین ہو تو اسی کو لینا متعین ہے جیسا کہ بحر الرائق مین لکھا
تو یہ اسی اعتضاد کی وجہ سے ہے ورنہ فتاوے و اسکا حکم یکسان ہے لہذا اگر نوادر کا حکم بتضعیف مذکور ہو تو
ترک کیا جائیگا اور متاخرین کا فتوی مختار ہوگا واللہ تعالے اعلم اور نوادر اگرچہ امام محمد کے استنباط ہون
اور امالی اگرچہ امام ابو یوسف رح کے مرویات و مجتہدات ہون مگر غیر مشہور و غیر متداول ہونے کی قطعی انکی طرف
نسبت نہین کر سکتے اور اسی سے ظاہر ہے کہ مولف اگرچہ عالم کبیر ہو جب تک اسکی تصنیف محقق اور مشہور و
متداول نہو غیر معتبر ہے وفی مقدمة العمدة لبعض الافاضل نقلا عن بعض رسائل ابن نجیم رحمہ اللہ فی بعض صور الوقف

ردا علی بعض معاصریہ رح نقلہ عن المحیط البرہانی کذب الی آخرہ یعنی شیخ ابن نجیم رح کے ہمعصر فاضل نے محیط برہانی کا
حوالہ دیا تو ابن نجیم رح نے جواب مین لکھا کہ محیط برہانی کے حوالہ سے نقل کرنا جھوٹ ہے کیونکہ محیط برہانی تو مفقود
ہو گئی ہے جیسا کہ شرح منیة المصلی مین شیخ ابن امیر الحاج نے تصریح کر دی ہے اور اگر مین یہ بھی فرض کر لون
کہ اس زمانہ والون مین سے کسی کو نہین ملی مگر ہمارے ہمعصر کو ہاتھ لگ گئی تو بھی اس سے فتوی دینا
اور نقل کرنا روا نہین ہے جیسا کہ کتاب القضاء فتح القدیر مین مصرح مذکور ہے انتہی مترجما اور نیز ابن نجیم رح
کے فوائد زینیہ سے سید حموی شارح اشباہ نے نقل کیا کہ قواعد و ضوابط سے فتوی دینا حلال نہین ہے بلکہ مفتی
پر واجب ہے کہ صریح نقل سے جواب دے جیسا کہ فقہا نے تصریح کر دی ہے انتہا مترجما۔ اقول اسکے معنی

یہ ہین کہ بنا بر اصولی قواعد کے مسئلہ واقع کا حکم بطریق نتیجہ نہین نکالیگا اور نہ ضوابط فقہیہ سے جواب دے مثلاً لکھے
کہ اصل وضابطہ اس جنس کے مسائل مین یہ ہی لہذا اس جزئیہ کا جو اسی جنس سے ہی یہی حکم ہوا بلکہ مفتی پر یہی واجب ہی
کہ خاص اس صورت کو بطور جزئیہ مخصوصہ کے کسی بسیط ومعتمد فتاوے سے نقل کردے پھر واضح ہو کہ یہ حکم اس زمانہ
کے مفتیون کے واسطے ہی جبکہ کوئی مجتہد نہین ہی ورنہ جو شخص بدرجہ اجتہاد فائز ہو خواہ کسی مرتبہ کا اجتہاد رکھتا ہو
وہ ضرور اجتہادی طریقہ سے جواب دے جبکہ اسپر تقلید ممنوع ہی یا وہ ترجیح دیوے اگر اسی قدر قدرت ہی
فافہم - اور اگر کہا جاوے کہ کبھی قواعد واصول مین صریح جزئیہ بطریق استنباط مذکور رہتا ہی تو کلیہ مذکورہ
سے اسکو مستثنیٰ کرنا چاہیے تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ علی الاطلاق نہ ضوابط واصول سے استنباط کرکے
اور نہ اسکے جزئیہ مستخرجہ مذکورہ سے دونون طرح افتا نہین جائز ہی کیونکہ اصول سے مقصود طریقہ استخراج ہی
نہ بیان مستنبطات پس اکثر ہوتا ہی کہ تسہیل فہم کے لیے کوئی حکم بطور مثال مستنبط کیا گیا حالانکہ فی نفسہ وہ مہذب یا
مستقیم نہین ہوا اور نظیر اسکی منطق مین انواع نازلہ واجناس صاعدہ وغیرہ اور فلاسفہ مین قدم العقل وغیرہ ہین پس یقین
نہین کہ فی نفس الامر یون ہی ہو بخلاف فروع کے چنانچہ شیخ موصوف نے حواشی اشباہ مین لکھا کہ جو حکم فرعی
کتب فرعیہ سے مخالف کسی کتاب اصولی مین مذکور رہو اسکا کچھ اعتبار نہین ہی جیسا کہ فقہاء نے تصریح کردی ہی انتہی
مترجماً بالجملہ اس زمانہ مین مفتی کو چاہیے کہ قواعد وضوابط مانند اشباہ ونظائر یا اصول سے استنباط کرکے
فتوے نہ دے بلکہ صریح نقل کرے اور یہ نقل بھی کتاب اصولی وضوابط سے نہو اور کتاب مفقود وغیر متواتر
مانند محیط برہانی ونوادر وغیرہ کے نہو اور مختصرات مانند در المختار ونہر الفائق وکنز وغیرہ کے نہو جس سے سمجھنے مین
اکثر غلطی ہو جاتی ہی کہ مفتی اسکے قیود سے غافل ہو کر واقعہ فتوے کے موافق خیال کر لیتا ہی حالانکہ ایسا
نہین ہوتا - اور ایسی کتاب سے نقل نہو جسپر بوجہ عدم تحقیق وتنقید کے اعتبار نہین ہی نوازل فقہ ابواللیث
مین ہی کہ شیخ ابونصر سے پوچھا گیا کہ ہمارے پاس چار کتابین ہین نوادر بن رستم یعنی ابراہیم اور ادب القاضی
للخصاف اور مجرد حسن ونوادر ہشام تو بھلا یہ کتابین جو ہمارے ہاتھ لگی ہین ہمکو انہین سے فتوی دینا جائز ہی
فرمایا کہ جو علم ہمارے اصحاب حنفیہ سے بطور صحیح پہونچا وہ محبوب ومرضی ہی ولکن فتوی دینا ایسا امر ہی کہ مین کسی
شخص کے لیے روا نہین دیکھتا کہ ایسے قول پر فتوی دے جسکو وہ نہین سمجھا یعنے اسکو معلوم نہوا کہ اسکا استخراج واستنباط
کس طریقہ دلیل سے ہوا ہی جو صحیح ومستقیم ہی اور وہ اپنے اوپر لوگون کا بوجہ نہ اٹھاوے ہان اگر ایسے مسائل
ہون کہ ہمارے اصحاب سے مشہور وظاہر ہین تو مجھے امید ہی کہ شاید انپر اعتماد کرنے کی گنجایش ہو
کذا فی العمدہ مترجماً موضحاً اور مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابونصر کے قول سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ مفتی جب تک
اس حکم کا ماخذ نجانے تب تک اسکو فتوی دینا جائز نہین ہی اور یہی امام اعظم رہسے بھی مشہور وصحیح ہوا ہی
کہ کسی کو ہمارے قول پر فتوی دینا روا نہین ہی جب تک اسکو یہ معلوم نہو جاوے کہ ہم نے کہان سے
یہ قول کہا ہی ولیکن مقلدین علماء نے کہا کہ یہ اہل الاجتہاد فی الجملہ کے حق مین ہی اور میرے نزدیک
اس سے اہل تمیز تحقیقی کا لاابالی بن جانا جائز نہین نکلتا ہی اور شیخ ابونصر کے قول سے یہ بات بھی ثابت
ہوئی کہ اگر ایسا شخص ہو جو درجہ اجتہاد تک نہین پہونچا ہی تو اسکو امام وانکے اصحاب کے قول پر بطریق

حسن الظن کے اعتماد کر لینے مین گنجایش معدوم ہوتی ہو ولکن یہ ضرور ثابت ہو جاوے کہ یہ قول بلا شک
اصحاب کا قول ہو اور اسکے واسطے درجہ شہرت کافی ہو وعلی ہذا کتب معتبرہ متداولہ پر اعتماد جائز ہو پس جو کتابین
غیر معتبر ہین وہ خارج ہو گئین اور جو معتبر ہین مگر متواترہ و متداول نہین ہین وہ بھی خارج ہین جیسے محیط برہانی
وغیرہ فی العمدۃ للفاضل المرحوم اور منجملہ غیر معتبر کتابون کے نقایہ کی شرح جامع الرموز منسوب بشمس الدین محمد قہستانی
مفتی بخارا ہو چنانچہ ابن عابدین نے تنقیح الفتاوے الحامدیہ مین لکھا کہ قہستانی تو ایک ایسا شخص ہو جیسا
رات کو لکڑیان جمع کرنے والا کہ شخص بے تمیزی سے تر و خشک وہ جو ہاتھ آیا اٹھایا اور اسکی یہ حالت
اسی بات سے ظاہر ہو کہ زاہدی معتزلی کی کتابون سے استناد کرتا ہو اور علامہ علی القاری نے رسالہ شم العوارض
فی ذم الروافض مین ایک جگہ لکھا کہ مولانا عصام الدین نے قہستانی کے حق مین شیخ فرمایا کہ شیخ الاسلام
ہروی کے شاگردون مین سے یہ قہستانی نہین ہو نہ بڑون مین اور نہ چھوٹون مین بلکہ انکے زمانہ مین
کتاب فروش بلکہ کتاب فروشی کا دلال تھا اور اپنے وقت کے لوگون مین تو کوئی اسکو فقہ دانی یا کسی علم کا
عالم نہین جانتا تھا قاری رونے کہا کہ اس قول کی تصدیق مین یہ ظاہر دلیل ہو کہ اس شرح جامع الرموز
مین وہ ہر طرح کے قوی وضعیف وصحیح وسقیم اقوال کو بغیر تحقیق وتدقیق کے جمع کرتا چلا جاتا ہو جیسے رات
کا لکڑیان جمع کرنے والا ہوتا ہو۔ منجملہ غیر معتبرات کے مختصر الوقایہ کی شرح ابو المکارم ہو چنانچہ ابن عابدین
نے تنقیح الفتاوی الحامدیہ مین کہا کہ مقلد پر تو یہ واجب ہوتا ہو کہ اپنے امام کے مذہب کا اتباع کرے
اور سرخ لباس پہننے مین ظاہر امام کا مذہب وہی ہو جو مذکورہ بالا علماء متعمدین نے نقل کیا یعنی مکروہ ہو
اور وہ مذہب نہین ہو جو ابو المکارم نے نقل کیا کیونکہ ابو المکارم ایک مرد مجہول ہو کچھ معلوم نہین ہوتا کہ کون
شخص اور کس وقت مین اور کہان تھا اور اسکے اس کتاب کی بھی یہی کیفیت ہو اقوال لینے قابل اعتماد اس وجہ
سے نہین ہو کہ ناقل کا جب تک حال معلوم نہو تب تک اسکے نقل کو ثقہ کی نقل معتمد نہین کہہ سکتے ہین لہذا
کتاب بھی غیر معتمد رہی اور اگر کسی نے ان اقوال منقولہ کو جانچ لیا تو اعتبار اسکے جانچ لینے کا ہو اب اسکی ضرورت
نہین رہی فافہم۔ منجملہ کتب غیر معتبرہ کے فتاوے ابراہیم شاہی ہو اور شیخ عبد القادر بدایونی نے اپنے استاد
علامہ شیخ حاتم سنبھلی سے نقل کیا یہ فتاوے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا جمع کیا ہوا مشہور مگر قابل
اعتبار نہین ہو اور شیخ حاتم روز زمانہ بادشاہ جلال الدین اکبر مین بڑے عالم علامہ تھے۔ اور انھین غیر معتبرات
مین سے جملہ تالیفات نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاہدی معتزلی ہین۔ یہ شخص اعتقاد مین معتزلی تھا
اور فروع مین حنفی تھا جسنے ۶۵۸ھ مین انتقال کیا پس اسکی تالیفات مین سے قنیہ وحاوی زاہدی
ومجتبی شرح قدوری وزاد الائمہ وغیرہ ہین اور یہ سب غیر معتبرات ہین چنانچہ ابن عابدین نے تنقیح الفتاوے
الحامدیہ مین کہا کہ مذہب حنفیہ مین معتبر کتابون مین جو منقول ہو اسکے خلاف زاہدی کی نقل معارض
نہین ہو سکتی ہو چنانچہ ابن وہبان نے فرمایا کہ قنیہ کا مولف جو کچھ نقل کرتا ہو اگر وہ فقہاء حنفیہ کی نقل
سے مخالف ہو تو قنیہ کی نقل پر التفات نہ کیا جائیگا جب تک کہ اسکی موافقت مین کسی کتاب معتمد سے
نقل موجود نہو۔ اور ایسا ہی نہر الفائق مین بھی مذکور ہو اور دوسرے مقام پر لکھا کہ زاہدی کی تالیف حاوی

توضعیف روایتون کے نقل کرنے مین مشہور ہو۔ اقوال زاہدی کے ان تالیفات مین جزئیات مسائل بہت
کثرت سے مذکور ہین اور اسمین شک نہین کہ روایات ضعیفہ واکثر واہیہ اور بلا ثبوت بھی ہین اور بعضے صریح
مخالف منقول صحیح اور بعضے مخالف منصوص قطعی ہین ولیکن فقہاء متاخرین نے انکو پہچانکر جدا کرلیا اور اسی
وجہ سے تنبیہ فرمائی مگر اس زمانہ مین جب ایسی قوت حاصل نہین ہو تو کمال دقت وپریشانی واقع ہوئی اور افسوس
کہ اگران بزرگون نے اسکو منقح و ممیز کردیا ہوتا تو ایسی دقت نہوتی پھر اس فتاوی مین قنیہ وغیرہ سے جابجا حوالہ
مذکور ہو اور گمان یہ کیا جاتا ہو کہ علماء جامعین نے تنقید کے بعد نقل کیا ہوگا مگر میرے نزدیک آدمی پر اسکے تدین
کی راہ سے واجب ہو کہ ایسی روایات پر اعتماد نہ کرے مگر جبکہ اسکی تائید کسی معتبر کتاب سے منقول ملجاوے
کیونکہ اس فتاوے مین اکثر ایسا ہوا ہو کہ اصل کسی معتمد سے نقل کرکے قنیہ وغیرہ سے اسکی تائید ذکر کی گئی ہو
پس سوائے تائیدی نقول کے یا فنون مین احتیاط لازم ہو اور واضح ہو کہ حاوی دو ہین ایک حاوی زاہدی
جو غیر معتبر ہو اور اسی کے نسبت ابن وہبان نے فرمایا کہ روایات ضعیفہ نقل کرنے مین مشہور ہو یعنی مجموعہ روایات
ضعیفہ ہو اسی واسطے اس فتاوی مین حاوی زاہدی سے کوئی نقل مجھے یاد نہین ہو اور دوسری حاوی قدسی
اور یہ حاوی منجملہ معتبرات کے ہو اور اس فتاوی مین اسی حاوی سے حوالہ مذکور ہو اسی واسطے جہان حاوی
لایا وہان حاوی قدسی سے تصریح کردی ہو اور واضح ہو کہ ترجمہ مین جابجا فقط حاوی پر اکتفا کیا گیا ہو تو یہان
تنبیہ کیجاتی ہو کہ جہان حاوی ہو اس سے حاوی قدسی مراد ہو ازانجملہ سراج الوہاج شرح مختصر القدوری
مولفہ ابوبکر بن علے الحدادی ہو چنانچہ کشف الظنون مین مولانا برکلی سے نقل لایا کہ یہ شرح بھی منجملہ غیر
معتبرات کے ہو اور مترجم کہتا ہو کہ غالباً کثرت اشتغال تدریس سے مولف رحمہ اللہ تعالے کو اسکی تحقیق و
تنقید کی طرف توجہ کا وقت نہین ملا ورنہ مولف عالم علامہ ہین اور یہ بات اکثر واقع ہوئی کہ مصنف فی نفسہ
علامہ متبحر ہین مگر تصنیف کسی علت خاصہ سے قابل اعتبار نہین ہو ازانجملہ مشتمل الاحکام فخر الدین رومی
چنانچہ ترجمہ شیخ مذکور مین کشف الظنون نے مولانا برکلی سے اس کتاب کا غیر معتبر ہونا بھی نقل فرمایا ہو
ازانجملہ فتاوی صوفیہ مولفہ شیخ فضل اللہ صوفی شاگرد جامع المضمرات چنانچہ کشف الظنون مین مولانا برکلی سے
نقل کیا کہ یہ کتاب بھی معتبرات مین سے نہین ہو تو اسکی روایت پر عمل جائز نہین ہو جب تک معلوم نہوجاوے
کہ یہ اصول کے موافق ہو اقول اس زمانہ مین اکثرون کی رائے پر یہ موافقت ظاہر نہین ہوسکتی بسبب
فقدان درجہ اجتہاد کے اور اگر کسی معتمد اصل مذہب سے موافقت معلوم ہوئی تو اس کتاب سے استغناء
ہوا اور بحمد اللہ تعالے کہ اس فتاوی مین اس کتاب سے کچھ نقل نہین ہو ازانجملہ فتاوے ابن نجیم ہو
اور ازانجملہ فتاوی طوری ہو چنانچہ ملا مسکین کے شرح الکنز پر ابو السعود ازہری کے حاشیہ سے رد المحتار
مین منقول ہو کہ یہ دونون فتاوی غیر معتبرہ ہین اقول ان دونون سے بھی اس کتاب مین کچھ منقول
نہین ہو اور شرح الکنز ملا مسکین خود غیر معتبر واہی ہو۔ ازانجملہ خلاصہ کیدانی ہو۔ یہ کتاب بھی محض واہی غیر
معتبرہ کتابون مین سے ہو اگرچہ دیار ماوراء النہر مین بہت کثرت سے شائع ہو اور لوگ اسکو حفظ کرتے ہین
اوران شہرون مین اسکا اسطرح مقبول ہونا عجیب بات ہو اسلیے کہ اس خلاصہ مین علاوہ مخالفت

حاوی دو ہین

سراج الوہاج

مشتمل الاحکام

فتاوی صوفیہ

فتاوی ابن نجیم

فتاوی طوری

خلاصہ کیدانی

منصوص کے اصول الفقہ سے بھی مخالفت موجود ہی پھر بھی وہان کے اہل علم غافل رہے جس سے یہ افسوس ہوتا ہی
کہ اصول کتاب وسنت اور علم حدیث وسیرۃ سے وہ ملک خالی ہو گیا اور یہ مقام عبرت ہی کہ علم حدیث سے بے اعتنائی
کا نتیجہ ایسا ہوتا ہی اور حضرت امام ابوحنیفہ رح نے سچ فرمایا کہ لوگ جب تک حدیث حاصل کرنے پر جھکے رہینگے تب تک
اچھے رہینگے اور جب اسکو ترک کرینگے تو برباد ہونگے اس رسالہ مین بہت سی باتین مخالف معتبرات بلکہ غلط
ہین چنانچہ لفظ تکبیر بروقت تحریمہ کے واجب لکھتا ہی حالانکہ معتبرات مین تصریح ہی کہ وہ سنت ہی اور محرمات
مین لکھتا ہی کہ آواز سے بسم اللہ پڑھنا اور کچھ چہرہ کا داہنے یا بائین موڑ کر التفات کرنا اور بغیر عذر کے
ستون یا ہاتھ وغیرہ پر تکیہ دینا اور غیر شروع موقع پر ہاتھ اُٹھانا الی آخرہا۔ فاضل مرحوم نے لکھا کہ یہ سب
مخالف اکثر معتبرات ہین چنانچہ علماء کے نزدیک انمین سے بعض تو مکروہ بھی نہین ہین ہان بعض کو انھون نے
مکروہ کہا ہی۔ قال المترجم ظاہرا مولف رسالہ نے مکروہ کو باب عبادات مین بمعنی مکروہ تحریمی قرار دیا
چنانچہ اصطلاحات کے ذکر مین فی الجملہ بیان ہو چکا ہی پھر جب یہ چیزین مکروہ تحریمی ہوئین تو مولف کے نزدیک
حرام ہوئین کیونکہ حق عمل مین دونون برابر ہین مترجم کے نزدیک بھی جو کتاب عوام کے واسطے بتائی جاوے
جس سے عمل مقصود ہو تو چاہیے کہ اسمین حکم عملی ہی مقدم رکھا جاوے مثلاً اس زمانہ مین لوگ رکوع وسجدہ
مین تین تسبیح پوری نہین کرتے حالانکہ بحسب الدلیل اصح یہ ہو کہ یہ مقدار واجب ہی جس سے نماز کا
اعادہ واجب ہی تو اکثر نیم ملا جنکو خطرہ ایمان کہا جاتا ہی ظاہری عبارات علماء پر نظر کرکے جواز نماز کا حکم
دیدیتے ہین حالانکہ جواز سے علماء کی مراد ادائے قدر مفروض ہی نہ ادائے صلوۃ پس عذاب جہنم کا
مستوجب رہا اس سے فائدہ مترتب نہین ہوا کیونکہ اصلی مقصود حصول رضائے حق تعالے اور حصول جنت
ونعیم آخرت ہی پس لازم ہی کہ یون حکم دیا جاوے کہ نماز ادا نہین ہوئی جبکہ اسنے تین تسبیح سے کم طمانیت
کی ہی جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والے کو فرمایا تھا کہ (صل فانک لم تصل) یعنے
پھر نماز پڑھ کہ تو نے ہنوز نہین پڑھی ہی اور اس سے ظاہر ہوا کہ خلاصہ کیدانی مین مکروہ کو حرام لکھنا
دو باتون پر مبنی ہی ایک یہ کہ باب عبادات مین اسنے مکروہ سے تحریمی سمجھا یا علی الاطلاق مکروہ سے
تحریمی مراد لیا ہی اور دوم یہ کہ حق عمل مین دونون برابر ہین پس ابتدائی رسالہ مین اگرچہ حرام کے ساتھ قید
لگائی کہ منصوص قطعی ہو مگر براہ اعتقاد ورنہ حق عمل مین مکروہ تحریمی وحرام کو یکسان لکھا ہی اور یہان محرمات
عملی کا شمار بیان کیا ہی پس اسمین مکروہ بھی حرام ہی ہان جن باتون مین اسنے افراط کیا ہی اور وہ مکروہ
بھی نہین ہین جیسے اشارہ بسبابہ جو شرح ہدایہ وشرح وقایہ وغیرہ سے مخالف ہی۔ پھر واضح ہو کہ جن
کتابون کے نسبت معلوم ہوا کہ غیر معتبرہ ہین خواہ اسوجہ سے غیر معتبر ہون کہ انکے مصنفین کے حال سے
اطلاع نہین ہوی یا اسوجہ سے کہ انکے مصنفون کا غیر معتبر مفقود معلوم ہو گیا یا اسوجہ سے کہ باوجود
مصنف کے معتبر ہونے کے اسکی کتاب مین ہر طرح کے رطب ویابس جمع ہین یا اسوجہ سے کہ مصنف
معتبر وکتاب بھی بشہادت سابقین معتبر تھی لیکن درمیان مین بدرجہ تواتر نہین رہی بلکہ عموماً مفقود
ہو گئی جیسے فقہ مین محیط برہانی وحدیث مین مسند امام احمد وفضائل القرآن ابو عبید وغیرہ یا اور کسی وجہ سے

توان کتابون کا حکم یہ ہو کہ جو انمین سے صاف ہی لیا جاوے اور جو مکدر ہو وہ چھوڑا جاوے پھر جو لیا گیا وہ بھی غور و تامل کے بعد دیکھکر کہ معتبرات و اصول سے مخالف نہووے لیا جائیگا اور مسند امام احمد بذاتہا خود بہت مستند ہے لیکن عموماً بدرجہ انقطاع ہونچ گیا تو اب اس سے مامون نہین ہو سکتی کہ اسمین اہل الحاد و مبتدعین مثل روافض و خوارج کے کچھ گھٹا دین بڑھا وین اسوجہ سے جو روایات اسمین مقرر ہون انپر باصول مذکورہ بالا اعتماد کیا جائیگا اور جب کوئی مومن خالص جسکے دل مین نفاق و ضعف نہو اپنے آغاز و انجام پر نظر کریگا اسکو معلوم ہو جائیگا کہ میرے لیے قرآن مجید متواتر و احادیث مین کتب متواترہ و فقہ مین کتب متواترہ نہایت کافی ہین جیسے اعمال روزہ و نماز و تسبیح و اذکار ہین سے جو اعمال باجماع امت ثواب و بہتر و اعلی ذخیرہ آخرت ہین وہ اسکے لیے کافی وافی ہین جبکہ وہ دار الاخرت و قیامت پر یقین رکھتا ہو اس زمانہ مین مترجم کے نزدیک تمام اہل ایمان کے لیے یہی راہ صواب ہو جس سے وہ دنیا مین باہم متفق و برادرانہ محبت سے بسر کرکے آخرت مین مغفور و مرحوم ہو جاوین پھر واضح ہو کہ جسقدر احادیث ایسی کتابون مین وارد ہین جنکا فن فقہ وغیرہ مین اعتبار ہو تو درحقیقت کتاب موصوف کو اسی فن فقہ مین معتبر رکھنا چاہیے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اسکی احادیث بھی سب صحیح ہون اور اس سے یہ بھی لازم نہین آتا کہ ان بزرگون کا اعتبار فن فقہ مین بھی ساقط ہو چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالے نے ہدایہ کے نسبت اول شرح سفر السعادت مین لکھا کہ غالب اشتغال آن استاد در حدیث کمتر بودہ یعنی شیخ مصنف ہدایہ کا شغل حدیث مین بہت کم رہا ہوگا اور ایسے ہی ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ موضوعات مین تحت روایت لکھا۔ کہ یہ حدیث نہین بلکہ اسکی اصل بھی حدیث مین نہین ہو اور لکھا کہ اگر صاحب النہایہ اور دوسری شرح ہدایہ نے اسکو اپنی شروح مین وارد کیا ہو تو انکی نقل کرنے کا کچھ اعتبار نہین ہو کیونکہ وے لوگ کچھ محدثین نہین تھے اور نہ انھون نے یہ نقل کیا کہ محدثین مین سے کس نے اسکو اخراج کیا ہو اقول واضح ہو کہ خشک فقیہ جسکو روایات فقہیہ پر بہت عبور ہو اور حدیث سے وقوف نہو کمتر درجہ کا فقیہ ہو جاتا ہو اور ہر عالم ذی بصیرت جانتا ہو کہ فقہ جسکے فضائل بہت مروی ہین وہ عیوب نفس و مکر شیطان سب سے واقف ہونے کا نام ہو اور خالی صوم و صلوۃ و بیع و وکالت وغیرہ کے مسائل پر اختصار نہین ہو بلکہ یہ تو حفظ چند روایات کا ہو لہذا حدیث سے علم نہایت ضروری ہو جس سے عالم ربانی و مصداق آیات قرآنی ہو جاتا ہو واللہ تعالے ہو الہادی الی سبیل الرشاد و بہ العصمۃ و السداد **الوصل فی الترجمۃ** واضح ہو کہ خطبہ کتاب مین مترجم نے اشارہ کیا کہ خاصہ رحمت الٰہیۃ عز شانہ و جل سلطانہ بعثت محبوب محمود و احمد مجتبے محمد مصطفے صلے اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم ہو بنزول قرآن پاک ہادی لولاک کما حققہ العارف فی العوارف اور حظ کامل اسکا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملا اور لاحقین تابعین رحمہم اللہ تعالے ہین اور آخر کم ہونا شروع ہوا حتے کہ اس زمانہ مین بسبب جہالت و ہوا و ہوس کے ایمان ہی مین بڑا فتور رہا تو اعمال کا کیا ذکر ہو اور جب عربی زبان سمجھ مین نہ آوے تو عامی آدمی کیونکر علم سے حصہ پاویگا اور بحکم قولہ انما بعثت معلما سے علم دین ہر مومن کے لیے فرض ضروری ہو اور وہ فقط فقہ النفس و سلیقہ ہی نہ خاص عربی زبان لہذا علماء ربانی نے اسکو ہمارے مادری زبان مین ترجمہ کر دیا جس سے اسقدر علم حاصل کر لینا کہ تقوی ممکن ہو آسان ہوا اور یہی تقوی سب کرامت ہو لقولہ ان

اکرمکم عند اللہ اتقاکم الآیہ - اب یہان دو مقام ہین اول آنکہ ترجمہ شرعًا جائز ہی دوم ترجمہ کے معنی و آداب جو تھا
اور اس ترجمہ فتاوی کے الزامات خصوصًا - واضح ہو کہ جواز ترجمہ کے لیے اصل تو قصص قرآن ہین کیونکہ ہمکو یقین ہی
کہ انبیاء عجم علیہ السلام کی گفتگو عربی نہ تھی اور حدیث مین ایک صحابی رض کو یہودی زبان سیکھنے کا حکم کیا گیا اور
امام ابوحنیفہ رہ نے فارسی مین نماز کا جواز سمجھا اور شرح حسامی مین تصریح کر دی کہ فارسی کی تخصیص مقصود نہین بلکہ سوا
عربی کے سب زبانین یکسان ہین پھر فتوی عدم جواز نماز پر بوجہ خصوصیت نظم قرآنی ہی اور ترجمہ مین کچھ شبہہ نہین
یہ مختصر بیان مقام اول تھا - اب بیان مقام دوم یہ ہی کہ ترجمہ کے معنی از قسم تعریف لفظی سب لوگ جانتے و سمجھتے
ہین فہی اداء ما دل علیہ لسان بلسان آخر من حیث ما دل اصل اللسان - امین بحقیقت قید سے میری غرض یہ ہی کہ
مطابقت دلنفس فی الزام عبارت و اشارت وغیرہ کا لحاظ مثل اصل کے واجب ہی اور محصل مراد کا ادا کرنا معتبر نہین ہی
و عنقریب تشاکلات و متشابہات کی فصل مین کچھ بیان آویگا اور یہان ایک مثال لکھتا ہون کہ مثلاً قولہ یا ایہا الذین
آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الآیہ مین یون نہ کہا چاہیے کہ ای ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو اور تم کو
وضو نہو تو تم الی آخرہ یا یون مت کہو کہ دھو ڈالو ہاتھون کو کہنیون سمیت بلکہ کہو کہ کہنیون تک کیونکہ کہنیون سمیت
کہنے سے امام زفر رح کا مذہب ساقط ہو جائیگا حالانکہ اسی فتاوی عالمگیری کا مین نے ترجمہ قلمی جو بعض نوابی
ریاستون مین ہوا ہی ایسا ہی ترجمہ اپنی مراد کے موافق دیکھا - پھر اگر وہم ہو کہ اید اد البعیر علی الماء اور قلنسوۃ علی الرأس
مین عرب کا مجاز برعکس ہی تو جواب یہ کہ معنی یہی ہین جو ہم بولتے ہین اور ایسے ہی قولہم ترک الی کذا مین ہی
کما سیاتی حتے کہ اگر محاورہ کا لحاظ نہو تو کبھی ترجمہ غلط ہوگا اور کبھی مسکرہ جیسے ضرب فی الارض کا ترجمہ رفتن در زمین
ایک کراہت کے ساتھ ہی اور سیر بروی زمین عمدہ ہی اور یہ باب ترجمہ اپنے اداب کے ساتھ دراز تفصیل
چاہتا ہی امین سے یہان صرف اسقدر کہتا ہون کہ اعلی ترجمہ وہ ہی جس سے مطابقی دلالت کا مفہوم اصل ترجمہ سے
بعینہ ظاہر ہونے کے علاوہ جو بات باشارہ و کنایہ ظاہر ہوئی تھی وہ بھی باقی رہی اور مترجم ضعیف عفی اللہ عنہ
نے اس ترجمہ مین جہانتک توفیق دی گئی ایسے مقامات کو نہایت اہتمام سے ملحوظ رکھا ہی باوجودیکہ ضیق فرصت
اسقدر تھی کہ بارہ جزو ماہواری اصل کتاب کے مجھے ترجمہ کرنا پڑتے تھے اور اسپر بھی معیشت مین بہت تنگی تھی بحمد اللہ تعالی
کہ یہ ترجمہ پورا ہوا اللہ تعالے جل شانہ کی رحمت سے امید ہی کہ اس ترجمہ کو اپنے کرم سے ہر دل عزیز و نافع فرماوے
اور اپنے فضل سے مترجم اپنے بندہ ضعیف گنہگار کو بخشدے وہو الولی ارحم الراحمین ونعم الولی ونعم المجیب

الفصل اغلاط نسخ الاصل کے بیان مین - اس فتاوے کا کوئی قلمی نسخہ جسپر اعتماد ہو مترجم کو دستیاب
نہین ہوا ہان مطبوعہ نسخے جو مختلف مطابع مین چھپے ہین نظر سے گذرے غالبًا مطبوعہ کلکتہ جو عمومًا علماء زمانہ
مین بہت مستند سمجھا گیا ہی وہی باقیون کا مقبول عنہ ہی اور اسکے بعض حواشی سے یہ بات البتہ ظاہر ہی کہ
اسکی طبع و صحت کے وقت متعدد نسخے قلمی بکمال اہتمام مع کتب لغات موجود تھے اور شاید اسی اہتمام پر
نظر سرسری اس امر کا باعث ہوئی کہ اسکی صحت پر تمام وثوق مشتہر ہو رہا ہی چونکہ ترجمہ کے شرائط سے ہی کہ مترجم
کو اصل کی ادراک سے بہرہ وافی ہو جاوے تب اسکو دوسری زبان مین لاسکتا ہی لہذا بتوفیق اللہ عز وجل امین
تا مقدور کوشش کی نظر رہی جسکے عمدہ نتائج سے ایک یہ ہی کہ اس معتمد اصل یعنی مطبوعہ کلکتہ مین بھی بکثرت

اغلاط ظاہر ہوئے ازانجملہ بعضے ایسے بھی ہین کہ ذمہ دار صحت نے منقول عنہ سے اس باعث سے مخالفت کی کہ اُسکے زعم مین منقول عنہ کا یہ مقام سہواً یا غلط تھا حالانکہ اسنے اپنی اصلاح مین خود غلطی اُٹھائی لیکن اصل عبارت حاشیہ پر لکھدی جس سے صحت مقام دستیاب ہو جانے پر اُسکا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور دیگر مقامات مین ظاہر نہین ہوتا کہ منقول عنہ اسی طرح سہو کے ساتھ اسکو حاصل ہوئی یا طبع کی بے اعتدالی ہو اور چونکہ علاوہ ایک عظیم فائدے کے بنظر ترجمہ بھی مزید احتیاط اسی مین ہے کہ ان مقامات مین سے چند خفیف دچند قابل اہتمام نمونہ مواضع کو مقدمہ مین لکھدون جو مطبوعہ کلکتہ سے بعد طبع ترجمہ مقابلہ کرنے کی توفیق حاصل ہونے مین نظر آئے اگرچہ جس اصل سے ترجمہ کیا گیا تھا بوقت ترجمہ اسی اصل کی فروگذاشت کا زعم تھا و ہا انا شرع فی المقصود متوکلاً علے اللہ تعالے

کتاب الصلوۃ باب چہارم مسئلۃ الخامسہ لفظ عزال فقط بزا معجمہ مسطور ہی اور ظاہر صحیح عزال ح ادل زا معجمہ پھر مہملہ ہی۔ باب ہفتم مسئلہ کافی مین لا یلقی بمینہ نفی مسطور ہی اور صواب میرے نزدیک لیلقیہ اثبات ہی

کتاب الزکوۃ باب اول مسئلہ مبسوط سرخسی مین لکھا وادی الزکوۃ من السائمہ۔ اور صواب من الدر ہم ہی واللہ اعلم۔ اسقدر نمونہ لکھا گیا واضح ہو کہ پہلے مترجم کو اسطرح انتخاب اغلاط کا خیال نہ تھا اور مطبوعہ کلکتہ کی مجلد اول ومجلد دوم تا خاتمہ کتاب السیر مالک عاریت کو واپس کرچکا تھا کہ یہ عزم ہوا لہذا کتاب الکراہیۃ الی السیر کی قابل غور اغلاط سے حاشیہ ترجمہ پر تنبیہ کردی گئی ہو وہی نمونہ خیال فرمایا جاوے۔ اور جاننا چاہیے کہ کتاب البیوع سے آخر تک اغلاط بہت زائد وفاحش ہین نمونہ لکھا جاتا ہی

کتاب البیوع باب پنجم فصل دوم مسئلہ سراج الوہاج مین لکھا فلہ حصتہ من الثمر۔ اور صواب من الثمن ہی باب ہشتم فصل سوم مسئلہ محیط قولہ فہذا مقطوع والصواب متطوع۔ ایسے اغلاط بہت ہین۔ فصل ہفتم مسئلہ المحیط ولو ان رجلا اشتری عبدا الی قولہ ولم یقل البائع۔ یہ خطا ہی اور صواب وان لم یقبل البائع۔ اور اسی فصل مین الکافی من اشتری عبدا ثم باعہ من آخر الی قولہ فان کان الرد بقضاء بمینہ۔ سہو ہی اور صواب یہ کہ بقضاء ببینتہ کہا جاوے۔ باب ۱۳ قولہ البدائع اشتری عبدا بفرۃ الی قولہ ان لیسترد الفضتہ۔ صواب یہ کہ ان یرد الفضتہ کیونکہ ثمن کو بائع سترد نہ کریگا۔ باب پانزدہم الحاوی باع الرجل المتاع بمتاع ده یازده الی قولہ ثم باعہما۔ والصواب یا عاہما اور آخر فصل پنجم مین قولہ عشر الحنطۃ ونصف عشر الشعیر۔ یہ کاتب کا سہو فاحش ہی اور صواب نصف عشر الحنطۃ وعشر الشعیر ہی واللہ اعلم وانما جعلتہ من سہو الکاتب لان ذلک ادنی ان لا تر تاب فی شان الاکابر دا لائمۃ لسوء الظن فافہم۔ باب ۲۸ فصل احتکار الفتاوے الکبری الکتب الا من حرام الی قولہ دفع غیرہا داشتری۔ صحیح اواشتری۔ ظاہر ہی کہ واو سے معنی فاسد ہوتے ہین۔ اسی مسئلہ مین قولہ وہو قول الکرخی۔ ظاہر التصحیف کاتب ہو فافہم

کتاب ادب القاضی باب ۲۵ - التاتارخانیہ لو ان رجلاً قدم رجلاً الی قولہ وبہ اخذ بعض المشائخ علی انہ الخ ظاہر ایسا ان عبارت ساقط ہی اور صواب وبعضہم علے انہ یا مانند اسکے ہو

کتاب الشہادت باب ۲ فصل ۳ - لولم یذکر بصیغہ واحد کی جگہ تثنیہ چاہیے باب ۵ - مسئلہ ظہیریہ کے بعد وذکر الفقیہ ابو اللیث الخ مین حدود - بدال کے بجگہ براء مہملہ چاہیئے - باب ۷ فصل ۲ - قولہ وذکر فی المنتقی اذا شہد واعلی دار الرجل الیٰ قولہ فلیس لہ ذلک - صواب لیس ذلک الخ ہے کما لا یخفے -

کتاب الرجوع عن الشہادۃ باب ۲ - الحادی قولہ نحوہا - غلط ہے صواب نحو ہما ای نجوم الاثنۃ الکتابۃ

کتاب الوکالۃ باب اول الحادی وکیلان الخ صواب بالنصب ہے وباب سوم الہدایۃ قالا لا یجوز - یہ غلط ہے والصواب لا یجوز - کما فی نسخ الہدایۃ علی اصل معروف - باب ۷ - مسئلہ قاضیخان قولہ ذالایقبل لک بامرہ الخ غلط الکاتب والصواب لایقبل ذلک - اور اسی باب کے فصل الوکیل بقبض العین مسئلہ ۵ موطا مین قولہ وجہ الاستحسان الخ ٹھیک نہین ہے ظاہرا یہان عبارت ساقط ہے مثلاً یون کہا جاوے وفی الاستحسان لا یکون متطوعاً وجہ الاستحسان الخ لان الاستحسان لم یذکر اساحتی یتعلق بہ التوجیہ فافہم - باب دہم قولہ واستاجر لی بعیرا بدرہم ونصف الخ مترجم کہتا ہے کہ یہ خطاے فاحش ہے اور صحیح وصواب اسطرح ہے کہ استاجر لی بعیرا بدرہم فاستاجر لہ بعیرا بدرہم ونصف الخ یعنے ان المامور زاد علے الاجر الذی سماہ لہ الموکل حتے صار مخالفا واما بدون ذلک فلیس یظہر للحکم المذکور وجہ فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب

کتاب الدعوے اس کتاب مین سے بھی بطور نمونہ چند اغلاط یسیرہ واغلاط فاحشہ جو اس فتاوے کے نسخ مین سے اعلی اعتمادی مطبوعہ کلکتہ مین مترجم کے نزدیک ظاہر ہوئی ہین لکھتا ہے کیونکہ جب اس مطبوعہ سے بہتر کوئی نسخہ قلمی یا مطبوعہ مترجم کو نہین ملا اور اسکی نظر مین یہ مقامات خطاء سے خالی نہین تو یہی طریقہ احوط وانفع ہے کہ ان مقامات کو لکھ دیا جاوے تاکہ مترجم کو خود سہو کی صورت مین معذور رکھا جاوے یا صواب رائے کی حالت مین دعاے مغفرت وثواب سے اہل الحق محروم نفرماوین اور آیندہ اس فتاوے کی تصحیح جو مدار افتاء سمجھنے کے قابل ہے ممکن ہو فاقول وباللہ تعالے توفیق الصواب باب دوم فصل دوم کذا فی الخلاصۃ وان ادعی عینا الخ عین بیاء تحتیہ لکھا اور صواب میرے نزدیک عنب بمعنی انگور بنون وباء موحدہ ہے - اسی باب وفصل قریب آخر مین قولہ کذا فی الفصول العمادیہ لو ادعی علی آخر انہ قبض منہ کذا قفیز حنطۃ امانۃ فواجب علیہ ردہا ان کانت قیمتہا قائمۃ الخ اقول صواب یہ کہ لفظ قیمتہا ساقط کیا جاوے اور کہا جاوے کہ فواجب علیہ ردہا ان کانت قائمۃ کیونکہ رد العین مین قیام قیمت کی شرط لگانا خلاف امانت بلکہ بے معنی ہے کیونکہ عین شی قائم ہونے کی صورت مین قیام قیمت کے کچھ معنی نہین ہین اور اگر قیام قیمت سے یہ مراد لیجاوے کہ وہ شی مال متقوم باقی ہو تو بھی خلاف امانت ہے علاوہ ازین جب فرض مسئلہ گیہون مین ہے جو مثلی ہوتا ہے نہ قیمی تو قیام قیمت کی کوئی وجہ نہین ہے اسی واسطے آگے فرمایا وان کانت ہالکۃ او مستہلکۃ فرد مثلہا - ہان یہ دعوی خطاء ہے اسلیے کہ امانت دار درصورت ہلاک ودیعت کے مطلقاً ضامن نہین ہوتا اسی واسطے تقریر دعوے کے ہر سہ وجوہ خطاء سے خود تصحیح فرمائی کہ ابدا انکار امانت کے مثل غاصب کے ضامن ہوگیا ہو تب اسپر اداے مثل واجب ہے وہذا امر آخر فافہم - باب دوم فصل سوم کذا فی المحیط وفی دعوی غصب نصف الدار شائعا الی قولہ لان غصب نصف الدار شائعا لا یکون کل الدار فی یدہ الخ اقول الصواب ان یقال لان غصب

نصف الدار شائعا لا یتصور الا بان یکون کل الدار فی یده - کیونکہ نسخہ موجودہ کے موافق تقریب تام نہین بلکہ دلیل مناقض دعوی ہی یا محض مہمل ہی اور یہ مقام خطاء فاحش ہی اور مترجم کے نزدیک جو عبارت صحیح ہی اسکی صحت پر بعض مقام پر شروط وغیرہ مین دلالت موجود ہی فلیراجع - باب سوم فصل دوم کذا فی المحیط وان ادعی علیہ دینا بسبب القرض الی قولہ لان المدعی لو کان استہلک الودیعۃ الخ اقول بجاے مدعی کے مدعا علیہ صحیح ہی ولیھذا قولہ کذا فی الکافی وعن ابی یوسف ومحمد رح ان المدعی الی قولہ فقال ما استقرضت منہ شیئا ولا غصبت منہ شیئا ولا یحلف علی السبب الخ اقول یہ بھی خطاے فاحش ہی کہ واو حرف عطف مع لا حرف نفی دونون غلط ہین جس سے حکم مین اثبات کی جگہ نفی ہوگئی اور صواب یہ ہی کہ ولا غصبت منہ شیئا یحلف علی السبب الخ اور توجیہ اسکی اہل العلم پر ظاہر ہوسکتی ہی تطویل کی گنجایش نہوگی - اسی باب کی فصل سوم صفحہ انتالیس کے آخر مین قولہ فالصواب انہ لا یحلفہ اقول الصواب لا یحلفہ - اور بعد اسکے صفحہ چالیس مین بنظر قولہ فی المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ - تیسری وجہ پر تنصیص نہین ہی فلیتفکر فیہ - باب پنجم کذا فی الذخیرہ رجل فی یدیہ دار وہو مقر الی قولہ الی ان یحضر ولم اترکہ الخ یون ہی ان یحضر بصیغہ واحد مسطور ہی اور صواب بصیغہ جمع ہی اور لم اترکہ جزاء بدون حرف عطف کما لا یخفی - اور اسی کے تھوڑی دور بعد دوسرے صفحہ مین قولہ کذا فی الذخیرۃ لو باع النصف الی قولہ واودعہ آخر الف - صحیح النصف ہی اور اسی سے کچھ بعد قولہ ان الذین دفع الیہ المال عند ہذا الرجل الخ یون ہی موہم کتابت عند بلفظ ظرف لکھا اور صحیح عبد بمعنی غلام ہی - پھر اسکے دور کے بعد صفحہ ۵۹ مین قولہ کذا فی خزانۃ المفتین وان قال المولی اودعنی ہذہ الجاریۃ عبد فلان الخ اقول یہ بھی فاحش اغلاط مین سے ہی یعنے عبد فلان باضافت کیونکہ حکم مذکور اس وجہ سے منطبق نہین ہوتا اگرچہ منجملہ وجوہ مسئلہ کے فلان کے غلام کا ودیعت رکھنا بھی ہی ولیکن حکم مین مغائرت تخریج ہی پس صواب یہ ہی کہ کہا جاوے اودعنی ہذہ الجاریۃ عبدی فلان - یعنی میرے غلام نے جسکا فلان نام ہی بدلیل قولہ وان قال المولی قد علمت انہا وہبتہا للذی اودعنی الا انہ لیس بعبدلی الخ وکذا بدلیل قولہ اقرار المولی ان فلانا عبدہ - فلیتامل - باب ششم صفحہ ۷۳ - کذا فی الفصول العمادیہ والمحیط والذخیرہ وعلی ہذا اذا ادعی رجل انہ کان لابی علی بن ابی القاسم بن محمد علیک کذا الخ زلۃ قلم الناسخ والصواب علی بن القاسم - ایک ورق بعد قولہ اما لو ادعی الکفیل ان الاصیل ادعی ہذا المال او ابراہ المدعی صح کذا فی الخلاصۃ اقول الصواب ان الاصیل ادی ہذا المال یعنی ان الکفیل ادعی اداء الاصیل فافہم ایضا باب ششم صفحہ ۸۲ قولہ کذا فی فتاوی قاضیخان والاستشراء من غیر المدعی علیہ فی کونہ اقرارا بانہ لا ملک للمدعی نظیر الاستشراء من المدعی حتی الخ اقول الصواب نظیر الاستشراء من المدعی علیہ حتی الخ یعنی ان المدعی لو طلب شراء المدعی بہ من غیر المدعی علیہ فہو نظیر ما لو طلب شراءہ من المدعی علیہ فی کون ہذا الفعل اقرارا من المدعی بانہ لا ملک لہ فی ذلک الشیء - یعنی اگر مدعی نے وہ چیز جسپر اپنی ملک کا دعوی کرتا ہی سواے مدعا علیہ کے کسی دوسرے سے خرید لی چاہی یعنی اس سے درخواست کی کہ اسکو میرے ہاتھ فروخت کردے تو مدعی کی طرف سے غیر سے یہ درخواست کرنا مدعا علیہ سے ایسی درخواست کرنے کی نظیر اس بارہ مین ہی کہ اس چیز مین میری ملک نہین ہی اقول اسوجہ سے کہ خرید سے مقصود حصول ملک ہی کیونکہ انشاء ہی پس اقرار ٹھہرایا جائیگا کہ ملک حاصل نہ تھی ورنہ تحصیل الحاصل مہمل ہوگی فان قیل لو اقام علی غیرہ البینۃ انہ تصدق علی المدعی

بهذا العين فاقام المدعى عليه البينة انه استشرى منه هذا العين فوقف المدعى بانه كان تصدق علي فلما جحد لي استشريته
منه قبلت يقال بل في البينتين والا فالدفع صحيح وتمام الكلام في سائل المقام فتامل - اسی سے تھوڑی دور
بعد قوله كذا في المحيط استعار من آخر دابة وهلكت الدابة الى قوله وقال انها نفقت فتثبت بينة الخ اقول الصواب
انها نفقت تقبل بينته الخ يعنى ان العارية هلكت تحت المستعير لا من فعله فثبت ان الصلح وقع عن غير مضمون
فبطل فتامل - وابتدا صفحہ ۴۸ مین قوله فان قضاء القاضي لحن - اور صحیح وان بحرف واو چاہیے باب ہشتم
صفحہ ۴۹ - فتاوے قاضیخان في نوادر هشام قال سألت محمدا عمن تزوج المرأة ثم ادعى انه اشتراها ممن لا يملكها
الخ مترجم کہتا ہے کہ یون ہی لفظ المرأة - اور لفظ لا يملكها - بصیغہ نفی مذکور ہے اور ایسی حالت مین مسئلہ غیر محصلہ ہے
اور صحیح میرے نزدیک فعل مضارع مثبت اور بجاے مرأة کے امة یعنی یون ہے کہ عمن تزوج امة ثم ادعى انه
اشتراها ممن يملكها - یعنی ایک مرد نے ایک باندی سے نکاح کیا پھر یہ دعوی کیا کہ مین نے اس باندی کو ایسے
شخص سے خریدا ہے جو اس باندی کا وقت بیع کے مالک تھا یعنی سپرد کرنے کے وقت تک جو تتمہ بیع ہے اور
مراد بطلان نکاح مع حقوق و عدم رقیت اولاد وغیرہ ہے تو اسپر گواہ قبول ہونے کا امام محمد رہ نے حکم دیا اور
کہا کہ اسوقت قبول ہونگے جب یہ گواہی دین کہ بعد تزوج کے اسنے ایسے شخص سے اسکو خریدا جو مالک تھا
کیونکہ محتمل ہے کہ قبل اس نکاح کے مدعی نے خرید کر اسی مولی کے ہاتھ بیچڈالی ہو جسنے اب اسکے ساتھ نکاح
کر دیا ہے - پس اگر صحیح یہی ہے جو مترجم نے لکھا تو ترجمہ مین یہ مقام یون ہی صحیح کرنا چاہیے واللہ تعالے اعلم
بالصواب - باب نہم مسائل متفرقہ صفحہ ۱۲۱ - وفي المنتقى رجل شهد على رجل انه اعتق الخ اس مسئلہ مین ہذلی بزاء
معجمہ سب جگہ مسطور ہے اور صواب ہدی بذال منقوطہ از ہذیان ہے فافہم - باب نہم فصل چہارم كذا في الخلاصة
والمجمع في الطاحونة من وقاق الطحن الى قوله ومثله يحكى عن الامام الثاني في المنثور في الولائم اذا صب في حجره فاخذه
احد ان كان هيأ زبله وحجره لذلك الخ اقول اس عبارت مین زبله ہر جگہ بزاء منقوط و باء موحدہ مسطور ہے اور
مترجم کے نزدیک وفاق ملفظ ذيل بذال منقوطہ و یاے تحتیہ ہے اور اسی عبارت مین مسطور ہے کہ - الا اذا سبق
احرازه تناول الاخذ بان جمع المبسوط في زبله بعد وقوع المنثور فيه على قصد الاحراز - اقول هكذا وقع لفظ جميع
على فعيل بصلة في زبله - والصواب عندي على صيغة الماضي بصلة من بان يقال الا اذا سبق احرازه تناول الاخذ بان
جمع المبسوط من ذيله الخ یعنی احراز حاصل ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ کشادہ کیا ہوا دامن لٹائے چیز اسمین گرنے
کے بعد اسکو اپنی حرز مین کر لینے کے قصد سے سمیٹ لے وقال المترجم اس فتاوے کے بعض مواضع
ودیگر مین کتاب دیگر مین یہ مسئلہ بہ وجہ صواب بھی مذکور ہے فليجتهد المراجعة - باب دہم آخرہ ۱۳۵ - قوله الصغرى
في كتاب الحيطان جدار بين اثنين وهي الى قوله ارفعه في وقت كذا وليشهد الخ الصواب بالواو لا بحرف الترديد
ایضاً صفحہ ۱۳۷ - فتاوی وی قاضیخان - الصحیح فتاوے قاضیخان العاشر ۱۴۰ - كذا في المحيط في كتاب الحيطان علو لرجل
وسفل لآخر الى قوله وقال لا يضع فيه اقول يضع من الوضع موضوع سفل ويصنع من الصنع علو فافهم الثاني عشر ۱۴۱
الوجيز للكردري لو ان رجلا توفي مجاز قوم الى القاضي الى لفظ وقد ترك اموالا - اقول اموالا - الى قوله فان قالوا انا
شهود حضور لقيتها في حاضر المجلس - اقول الاصوب في هذا المجلس - الى قوله او اشهران فلانا مات اقول كذا يوجد

اشتہر علی افعل والصواب اشتہر من الاشتہار ای استفاض۔ اس سے ایک صفحہ بعد قولہ کذا فی القنیہ رجل
مات فی بلدہ ومالہ وترکتہ فی ید اجنبی حیث توفی الی قولہ منقطعا عن ہذہ البلدۃ التی جعل القاضی۔ اقول الصواب
ان یقال عن ہذہ البلدۃ التی توفی فیہا جعل القاضی۔ باب سیزدہم سے کچھ پہلے قولہ وصدقہ الذی فی
یدیہ المال بذلک وغایتہ لا یعلم المیت وترک وارثا صغیرا او ترک وارثا غائبا اقول ہکذا وجد وترک وارثا
مع حرف العطف والظاہر عندی ترک الواو وہہنا سقوط واللہ اعلم۔ باب چہاردہم فصل اول شروع
وعن ابی یوسف ومحمد انہما قدرا المدۃ۔ الصواب قدرا علی التثنیہ۔ فصل دوم محیط السرخسی فان کان باع الجاریہ
مع احد الولدین الی قولہ ولو ان البائع صدقہ ولدہ فیما ادعی۔ اقول کذا فی النسخۃ ولد بمعنی فرزند والصواب والد
بمعنی پدر۔ اس سے کچھ بعد قولہ ولو جنی علی احدہما اخذ المشتری۔ الصحیح واخذ المشتری۔ پھر اس سے دو سطر پیچھے
قولہ واخذ المشتری دیتہ وارثہ بالولاء۔ الصواب عندی دیتہ وارثہ۔ یعنی اسکی دیت کو اور اسکی میراث کو۔ فصل سوم
شروع قولہ او ولد مکاتبہ الذی ولدتہ فی الکتابۃ۔ الصحیح ولد مکاتبۃ بالتانیث فصل چہارم شروع۔ وادعیتہ
وقیل ان تلد منی۔ الصحیح وادعیتہ قیل الخ یعنی حرف عطف غلط ہے فصل ہشتم۔ الحاوی وان ادعی الرجل النکاح
الی قولہ وان ملکہ امہ صارت الخ اتصال ضمیر بلفظہ ملکہ سہو خطا ہے اور صحیح بدون ضمیر یعنی ملک امہ الی آخرہ
فصل نہم ۱۷۶ شروع قولہ ولم یعتق من الاولاد اختلفوا فیہ۔ صحیح وہل یعتق الخ بطریق استفہام۔ فصل یازدہم
محیط السرخسی ہذا اذا کان الابوان مسلمین فی الاصل الی قولہ لکن لا یقبل۔ الصحیح یقتل من القتل۔ یعنی صغیر
جسکے اسلام کا حکم بالتبعیۃ دیا گیا ہے اگر بعد بلوغ کے اسلام سے منکر بالغ ہو تو مرتد ہیں اور اسمین یہ فرق ہے
کہ بخلاف مرتد کے اگر یہ منکر ہو تو قتل نہ کیا جائیگا ہاں اگر اقرار کے بعد پھر منکر ہوا اور یہ دونوں باتیں بعد
بلوغ کے پائی جاویں تو قتل مرتد کے ہے۔ فصل چہاردہم سے کچھ پہلے قولہ لمولی الام کذا فی المبسوط الظاہر
لموالی الام۔ فصل چہاردہم صفحہ ۱۸۷۔ قولہ کذا فی محیط السرخسی وان ادعی ولد امتہ مکاتبتہ لا تصح دعوتہ الخ
اقول یہ بھی ایک فاحش غلطی ہے کیونکہ امتہ مکاتبتہ یعنی اپنی مکاتبہ باندی کے بچہ کی نسبت کا دعوی یہ حکم
نہیں رکھتا ہے اور صواب یہ ہے کہ مکاتبتہ بضم ہے اور یہ امتہ کا مضاف الیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ اپنی مکاتبہ باندی
کے مملوکہ باندی کے بچہ کا دعوی نسب کیا مثلاً اسکی باندی مکاتبہ نے خود مختاری تجارت مین کوئی باندی
خریدی جسکے بچہ ہوا اور اسکی مالکہ یعنی مکاتبہ مذکورہ کے مالک نے اسکے نسب کا دعوی کیا فافہم۔
فصل پانزدہم قولہ کذا فی المحیط رجل مات وترک ابنا فجاءت امراۃ الی قولہ فصدقہ الغلام واقامت البینۃ
اقول لفظ فصدقہ مین ضمیر کا مرجع اگر عورت ہے تو فصدقہا چاہیے مگر آنکہ مرجع قول یا دعوی مذکور قرار دیکر
تکلف کیا جاوے فافہم اگر کہا جاوے کہ پھر قولہ واقامت البینۃ بھی بحرف واو سہو ہوگا کیونکہ لڑکے سے
تصدیق پائی گئی پس حرف تردید ظاہر ہے تو جواب یہ کہ نہیں بلکہ طفل نے اپنے حق مین تصدیق کی جو
باپ پر موثر نہیں لہذا عورت نے اسکو بگواہی ثابت کردیا فلیتدبر۔ باب پانزدہم صفحہ ۱۹۵۔ واقر المشتری
بذلک ونکل لا یرجع المشتری اقول الظاہر اونکل بحرف الترديد صفحہ ۱۹۷۔ کذا فی الخلاصہ المشتری جاریۃ فولدت
او شجرۃ الی قولہ وان قتل اخذ منہ عشرۃ الاف اقول الصواب وان قتل واخذ منہ الخ۔ اور اسی صفحہ کے

آخر سطر مین قولہ ولا یرجع علی البائع بقیمۃ الشجر وبثمن المشتری - صواب میرے نزدیک بقیمۃ الثمر یعنے بجاے شجر کے ثمر چاہیے - باب شانزدہم سے کچھ پہلے قولہ کذا فی المحیط من ضمن الثمن للمشتری عند الشراء الی قولہ بعد وجوب الثمن علی البائع اقول الصواب بعد وجوب اداء الثمن او یادل الکلام الی ہذا المعنی اور اس سے ایک صفحہ بعد باب شانزدہم مین قولہ ولا یجعل حرمن جہۃ المستحق الصحیح لا یجعل حرا بالنصب - باب ہفتدہم صفحہ ۲۱۱ قولہ یقر لہ بہبتہ او قبض او بما اشبہ ذلک کذا فی المحیط - اقول الصواب بہبتہ وقبض ای یقر بالہبتہ مع القبض -

کتاب الاقرار

باب دوم سے کچھ پہلے قولہ لان الفسخ بجحود ہما فی کل موضع لبطل الاقرار الخ اقول یہ مقام بھی مترجم کے فہم پر مہملات عبارات مین ہے والصواب عندہ ان یقال لان الفسخ ثبت بجحود ہما فی کل موضع الی آخرہ اور آیندہ صفحہ ۲۱۵ کے اول سطر مین موہم ومغالطہ رسم الخط مین سے کتابت بلفظ کلما یکال ویوزن - یعنے کل ما یکال ای کل شی دخل تحت الکیل او الوزن باب دوم صفحہ ۲۱۹ - قولہ کذا فی الظہیریہ ولو قال لفلان علی الف دراہم فیما اعلم او فی علمی او فیما علمت قال ابو یوسف الخ اقول الصواب قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ اعلم بالصواب - اور صفحہ مابعد مین قولہ کذا فی خزانۃ المفتین ولو قال لہ علی الف درہم فی قضاء فلان الی قولہ او فی فقیہ الخ الصواب او فی فقہہ اسی کے کچھ بعد قولہ ان شاء تعالے الظاہر ان شاء اللہ تعالے - بل ہو الصواب - اس سے ایک صفحہ پیچھے قولہ کذا فی محیط السرخسی ولو قال الثمو ہا الی طلقتہا الثمو ہا طلاقی - اقول المعنی او التمو ہا طلاقی الخ فافہم - ایضاً ۲۲۲ - مسئلہ واقعات حسامیہ قولہ مقرا الارض ای مقرا بالارض اور اسی صفحہ کے آخر مین مسئلہ نتقی جو ذخیرہ مین منقول ہے قولہ وان کان فی الزرع ضرر وجب المقران یعطیہ - اقول الصواب وان کان فی الزرع ضرر وجب علے المقر الخ اور ۲۲۷ باب ہذا مین غایۃ البیان شرح الہدایہ ولو قال لفلان علی درہم مع کل درہم الی قولہ ولو نظر الی عشرۃ بعینہا وقال لفلان علی مع کل درہم من ہذہ الدراہم ہذہ الدراہم الخ اقول اگر لفظ ہذہ الدراہم اخیر کا بلفظ جمع ہے تو حکم مذکور یعنی گیارہ درم واجب ہونا محل تامل ہے اور اگر ہذا الدراہم بلفظ دراہم ہو تو حکم مذکور ظاہر ہے کیونکہ تعیین باشارہ بلفظ واحد کی صورت مین عشرہ معینہ کے ہر درہم کے ساتھ معیت مجازی ہے تو گیارہ واجب ہونگے اور اگر ہذہ الدراہم بلفظ جمع ہوتو ایک ہی ہونا ضرور نہین خصوص جبکہ معنی جمعیت کا بطلان لازم آتا ہے اللہم الا ان یقال زیادۃ الواحد علی العشرۃ بجمعہا مع المعیتہ وفیہ نظر وتفصیل الکلام لا یتحملہ المقام - باب چہارم مسئلہ ادے مین وجوہ ثلثہ کی تیسری وجہ لکھی بلفظ وثالثہا ان سینہم الاقرار الخ اقول غلطی مشوش ہے اور میرے نزدیک صحیح لفظ یبہم ہے یعنی کتاب مین سینہم ازتبیین بیا یا نہ جو کچھ ہے ذکر کیا اور مترجم اسکو ابہام سے یبہم مضارع کا صیغہ صحیح جانتا ہے فلیتدبر - اور اسی سے کچھ بعد قولہ فکذا اذا اقر الصبی بہذا قالوا کذا فی الذخیرہ - صبی کو فاعل اقرار ظاہر کیا اور صواب للصبی ہے - باب پنجم ۲۳۳ ہکذا فی المبسوط واذا کان العبد بین رجلین اذن لہ الی ان کتب فاشہ یجوز اقرار ہذا فی حصۃ الذی اذن لہ وجمیع مال ہذا العبد الخ اقول اسی نقش سے مال ہذا العبد لکھا اور صواب یہ ہے وجمیع ما لہذا العبد - یعنے جملہ وہ جو اس غلام کے واسطے ہے - ایضاً دوسرے صفحہ مابعد مین قولہ

کذا فی المبسوط ولو قال لفلان علی مائۃ درہم ولفلان اولفلان فلان ولی علیہ نصف المائۃ - اقول یہانتک تو ٹھیک ہے پھر لکھا
والنصف للثانی یحلف بحکم احد من الآخرین علیہ - اقول اسکا ترجمہ یہ ہوا کہ اور نصف دوسرے کا ہوگا الخ اور
یہ غلط ہے صواب یہ کہ والنصف الثانی یحلف یعنی بقیہ نصف حصہ کے لیے اُس سے باقی دونون مین سے ہرایک
کے واسطے اس سے قسم لیجائیگی - پھر لکھا - الا ان یصطلحا علیہ فیکون بینہما نصفین علی مائۃ درہم - اقول یہ آخر کا
لفظ یعنی علی مائۃ درہم - مترجم کے نزدیک غیر محصل ہے ظاہرا یہ لفظ سہو قلم ناسخ ہے اور مقصود صرف اسی قدر ہے کہ لیکن
اگر دونون آدمی باہم صلح واتفاق کرلین تو باقی نصف دونون مین مساوی ہوگا - فلیتامل - باب ششم قولہ
کذا فی الکنز ولو قال لہ علی الخ الصحیح ولو قال لہ یعنی علی صیغۃ الواحد - اور اسی سے آگے مسئلہ کافی کے بعد جو مسئلہ
لکھا اسمین لکھا کہ فعند ابی حنیفہ رح یلزمہ الدراہم وتسعۃ دنانیر - اقول یعنی یلزمہ تلک الدراہم المعہودۃ وہی
العشرۃ وکذا فی کل موضع من المسئلۃ - پھر اسی مسئلہ مین لکھا - ووقع فی بعض نسخ ابی حفص یلزم الدراہم فی ہذا
الفصل ان علیہ عشرۃ دنانیر الخ اقول لفظ یلزم الدراہم اس عبارت مین غیر مربوط واقع ہوا اور صواب میرے
نزدیک اسکا حذف ہے یعنی یون لکھا جاوے ووقع فی بعض نسخ ابی حفص فی ہذا الفصل ان علیہ الی آخرہ
اور اس سے ایک صفحہ کے بعد قولہ ثم ماتت قبلہ ولہا ورثۃ یحوزون میراثہا بجیم از جواز مسطور ہے اور صواب
بحاء مہملہ ہے فاحفظہ - اور اس سے دور کے بعد صفحہ ۲۴۳ - آخر قولہ کذا فی الکافی مریض وہب عبدا لہ الخ
اسمین لکھا - ان العبد لہذا الوارث الآخر واقرانہ کان الخ والصواب عندی بحرف الترديد یعنی او اقرانہ
کان الخ اور اس سے دور کے بعد صفحہ ۲۴۷ مین کذا فی النحر پر شرح الجامع الکبیر رجل باع عبدہ فی
صحتہ من رجل الخ اسمین لکھا - فلیس للمشتری ان یشارک غرماء المشتری المیت فی سائر اموال المیت الخ اقول
لفظ غرماء المشتری المیت مین لفظ مشتری سہو کاتب ہے فقط غرماء المیت چاہیے ہے اور مین نے اسکو غلطی پر محمول
کیا اور اقالہ کی تاویل کرکے میت کو واپس ملنا جدید بیع قرار نہ دی تاکہ میت بدین معنی ایک نوع کا مشتری
ہوجاوے پس یہ اسوجہ سے نہین کیا کہ مفروض مسئلہ مین واپسی مشتری کی بقضاء قاضی ہے اور
وہ ہر وجہ سے فسخ ہوتی ہے بیع جدید بمانند اقالہ درحق غیر متعاقدین نہین ہوتی ہے فلہذا قطعا یکون نہ
خطاء من الناسخ فافہم - پھر اس سے اگلے صفحہ کے شروع سطر مین لفظ بقیمۃ بدون ضمیر کے زلہ قلم ہے بقیمتہ مع
الضمیر چاہیے - اور اسی صفحہ مین طویل مسئلہ کذا فی المبسوط رجل لہ علی رجل الف درہم الخ مین لکھا وان
کان الوارث الوکیل دون الآمر الخ اور اسکا ترجمہ یہ ہوسکتا ہے کہ اگر وارث فقط وکیل ہو نہ موکل واقول
مقصود سے مخالف ہے اور صواب یہ ہے کہ وان کان وارث الوکیل الخ یعنی یہ شخص موکل کا وارث نہو
بلکہ وکیل کا وارث ہو الی آخرہ - باب دوازدہم ۲۷۱ - کذا فی المبسوط ولو ان رجلا اعتق عبدہ فقال
لہ بعد ذلک الخ قولہ قطعت یدک وانت حربی فی دار الحرب اخذت من مالک کذا الخ یعنی او قال اخذت
من مالک الخ فافہم اور اسکے مابعد صفحہ مین قولہ کذا فی المحیط ولو اعتق امۃ ثم قال الخ وفیہ وقال ابویوسف
الصحیح ابو یوسف اور اسکے آگے قولہ کذا فی الحاوی ولو اقر انہ فقاء عین فلان عمدا ثم وذہبت عین اتفاقی
بعد ذلک وقال المفقوءۃ عینہ فقاءت عینی وعینک ذاہب فالقول قول المفقوءۃ عینہ کذا فی المبسوط قال المترجم

اس مسئلہ مین مفقود ء عبارت ظاہر ہو ورنہ بدون اسکے محصل نہین معلوم ہوتا پس صواب و صحیح میرے نزدیک یہ عبارت ہو وقال المفقوء عینہ فقاءت عینی وعینک تابتہ وقال الفاقی لا بل فقاءت عینک وعینی ذاہب الی آخرہ اور شاید عین کے لیے ذاہب مثل ذاہبتہ کے روا رکھا گیا ہو فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب - باب سیز دہم اول مسئلہ مین قولہ واذا اقران لفلان وفلان مع شرکا فی ہذا الخ اقول یہ عبارت بھی سخت محرف ہو اور صواب میرے نزدیک یہ ہو کہ واذا اقرانہ لی وفلان وفلان مع شرکائی الی آخرہ فافہم - اور اسکے بعد دوسرا مسئلہ قولہ ابن سماعۃ عن محمد رح فی رجل قال لہذا الرجل فی ہذا العبد الف دراہم والعبد عبد المقر قال ہذا عبدی علی ان ذلک دین فی رقبتہ الا ان یکون فیہ کلام یدل علی انہ شریک فی رقبتہ بالف درہم بان یقول الخ - قال المترجم ترجمہ اس مسئلہ کا میرے نزدیک اسطرح ہو کہ ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی کہ زید نے مثلاً کہا کہ اس عمرو کے اس غلام مین ہزار درم ہین اور یہ غلام اسی زید کا ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ اقرار اسطرح رکھا جائیگا کہ اسقدر مال اس غلام کے رقبہ مین قرضہ ہو لیکن اگر اس مذاکرہ مین کوئی بات ایسی ہو جس سے یہ دلالت نکلے کہ یہ شخص اس غلام کے رقبہ مین مقر کا شریک ہو تو البتہ شرکت کا ہوگا اور ایسی بات کی یہ صورت ہو کہ مثلاً زید نے کہا ہو کہ مین نے یہ غلام خریدا ہو اور اس عمرو کے اسمین ہزار درم مین تو یہ قرار دیا جائیگا کہ ہزار درم کے رقبہ مین شرکت ہو پس ہذا اظہر للمترجم والعلم تعالے اعلم - وایضاً باب مذکور (۲۷۷) کذا فی المحیط ولو قال یا فلان لکم علی الف درہم الخ وفیہ ولو قال انتم یا فلان لکما الخ پس یا تو مراد یہ کہ پہلے بلفظ جمع ثم کہا پھر منادی واحد سے تفسیر کی پھر لکما بلفظ تثنیہ بیان کیا اور شاید انتما یا فلان ہو یعنے اول وآخر تثنیہ ہو واللہ اعلم - باب ہنیر دہم (۲۸۱) کذا فی المحیط واذا قال الرجل للمراۃ انی اریدا الی قولہ حضر الشہود وہذہ المقالۃ الخ اقول الواو فیہ غلط الکاتب باب شانزدہم دوسرے صفحہ مین قولہ ہکذا فی المحیط لو قال الرجل لامراتہ انت طالق اقول الصواب لامراۃ علی التنکیر والا فلا فائدۃ فی جعل التطلیق اقراراً فی اثبات النکاح حیث فرضت المراۃ امراتہ فافہم - ایضاً صفحہ دوم محیط السرخسی اذا اقرت المراۃ انہا امتہ فلان الی قولہ بالصنع باتۃ ظاہرۃ یدل علی ان المقرلہ - اقول الظاہر ان یقال مایصنع باتہ ظاہرۃ وہذا یدل الخ او ظاہرہ یدل - اسی باب مین ۲۸۵ - کذا فی التحریر شرح الجامع الکبیر فی المنتقی عبد قال الرجل انا ابن امتک وہذہ امی امتہ لک ولدت فی ملکک ولکنی حرما ولدت الاخر - اقول یون ہی الاخر مذکور ہی والصواب عندی ما ولدت الاحرا - یعنی مین نہین پیدا ہوا مگر آزاد - اور اول ولدت فعل معروف مونث اور فاعل وہی امتہ ہو اور حکم مذکور کی وجہ یہ ہو کہ اسنے باندی مذکورہ کی نسبت بیان کیا کہ تیری باندی تیری ملک مین جنی ہو اور اس سے لازم نہین کہ اسی مقر کو جنی اور نہ اسکا اقرار اسکی مان ہونے یا مان کا باندی ہونے یا اسکی ملک مین بچہ جننے مین باندی پر لازم - اور یہ جو اسنے کہا کہ مین اسی کا بیٹا ہون تو لازم نہین کہ اسکی ملک مین پیدا ہوا ہو کیونکہ بالفعل اسنے مان کی نسبت مقرلہ کی مملوکہ ہونے کا اقرار نہین کیا لہذا اسی کا قول معتبر ہوا فافہم - باب ہفتدہم شروع مسئلہ قولہ اذا کان لہ عبارۃ صحیحۃ وبالولد اذا کان الخ الصواب بالوالد یعنی پدر - اور اسی مسئلہ مین قولہ اما فیما یلزمہا

من الحقوق فاقرارہ صحیح - یون یلزمہا بضمیر مونث مسطور ہی اور صواب یلزمہما بضمیر تثنیہ مذکر ہی اور مراد مقر اور مقر لہ ہین اور ضمیر اقرارہ راجع بجانب مقر ہی یا ہر واحد بمعنی آنکہ لزوم حق بعد قبول مقر لہ ہی فافہم - اور اسی کے تھوڑی دور بعد قولہ ہذا اذا ملک العبد وحدہ او مع امہ فی حالۃ الصحۃ فاذا ملک العبد الخ الصواب فاما اذا ملک العبد الخ صفحہ ۲۹۰ - کذا فی الحاوی دبر جاریۃ ثم اقرانہا کانت مدبرۃ الآخرہ الی قولہ واستخدمہا دوطئہا قضاء - اقول معنی ظاہر ہین اگر جملہ فعلیہ رکھا جاوے یعنے وجاز استخدامہا الی آخرہ - باب ہیزدہم کذا فی محیط السرخسی ولو اقران ہذا العبد الذی فی یدیہ عبد لفلان اشتریتہ منک بالف درہم ونقدتہ الثمن - اقول سہو من الناسخ والصواب منہا بالخطاب یعنی ونقدتک الثمن - صفحہ ۲۹۴ فی مسئلۃ التحریہ قولہ محیط السرخسی رجل وکل رجلا ببیع جاریۃ الی قولہ وکذلک الجاریۃ المامورۃ اذا اشتراہا مسلم اقول الصواب الجاریۃ الماسورۃ - یعنی وہ باندی جو اہل اسلام مین سے کسی کی مملوک تھی اور اسکو حربی کافر قید کرکے لے بھاگے تھے اور صفحہ آیندہ مین بعد مسئلہ مذکورہ بالا کے قولہ ولو کان الآمر قد مات ثم اقرالوکیل بشراء ہذا العبد فان کان العبد فی یدہ بعینہ او فی ید البائع الخ اقول المسئلۃ مشکلۃ عندی ولعل الصواب لم یدفع الثمن مکان قولہ یدفع - ثم قولہ فی آخرہا ویلزم بیع المیت اقول الصواب ویلزم البیع المیت یعنی ان ہذا البیع یلزم فی حق الموکل الذی مات بمعنی انہ یلزم ذلک فی ترکتہ - پھر اس سے دو صفحہ کے بعد قولہ کذا فی المبسوط لو ان رجلا اشتری من رجل سلعۃ الخ مین الوجہ الثانی کے بیان مین لکھا - فابی فرد علیہ بالبنیۃ کان لہ الخ اقول یہ بھی فاحش اغلاط مین سے ہی اور میرے نزدیک اسمین تو شک نہین کہ بجائے لفظ بالبنیۃ کے بنکولہ صحیح ہی ہان یہ احتمال ہی کہ شاید اسقدر عبارت بھی ہو کہ فرد علیہ بنکولہ فان لم یستبن منہ الجحود کان لہ ان یخاصم بالعیب - کیونکہ یہی مقصود مقام ہی خواہ عبارت موجود ہو یا نہو کما لایخفی علی الفطن الماہر - باب نوزدہم ۱۳۰ - کذا فی المحیط قال ہو شریکی فیما فی ہذہ الحانوت الخ مین قولہ ومن اصحابنا من وافق - اقول وافق از موافقت غیر مرضی ہے اور وفق از توفیق صحیح ہی - اسی باب کے آخر مسئلہ مین جو مبسوط سے منقول ہی از راہ فقہ ذی الوجہین ہی کیونکہ بر قیاس مسئلہ متقدمہ مال دستاویز کا وجوب قرضدار پر قبل الاقرار واقع ہوا پس لامحالہ لازم نہین کہ قبل اقرار کے جو کچھ اسکی کمائی ہو بوجہ شرکت ہو کیونکہ ظہور شرکت مین مستند اسکا اقرار ہی اور وجود دستاویز مین وجود مقر کے قبضہ مین بروز اقرار سبب ہوسکتا ہی اور نہین بھی ہوسکتا ہی فلیتامل فی المقام اگرچہ ارجح وہی ہی جو کتاب مین مذکور ہی واللہ تعالے اعلم - باب بستم کذا فی الحاوے ولو اقرانہ قبض ما فی ضیعہ فلان من طعام او ما فی نخلہ ہذا من تمر وانہ قبض الخ لعل الصواب اوانہ قبض واللہ تعالے اعلم - باب بست وسوم ۱۱۳۱ فتاوی قاضیخان لو قال لفلان علی نصف درہم ودینار وثوب فعلیہ نصف کل واحد منہا - اقول اگر منہا کی ضمیر مثنی بجانب دینار وثوب ہی تو لفظ ایضا بھی چاہیے ورنہ صواب میرے نزدیک منہا بضمیر تانیث ہی اور مرجع ہر سہ اشیاء مذکورہ ہین - اس سے کچھ بعد مسئلہ قال محمد رح رجل لہ غلام مین قولہ فان کانت قیمتہما علے السواء وقعت المفاوضۃ - اقول لفظ مفاوضۃ غلط ہی اور صواب لفظ مقاصۃ بقاف وتشدید صاد ہی ای تصیر کلواحد منہما قصاصا عن الآخر - پھر اسی مسئلہ مین لکھا ولا یضمن کلواحد منہما لصاحبہ قیمۃ ما اشتری کل ولا یرجع احدہما الی آخرہ اقول لفظ کل بھی مہمل ہی اور احتمال ہی کہ کاتب کے قلم سے سہواً زائد ہو گیا اور اصوب احتمال مترجم کے نزدیک یہ ہی کہ عبارت یون ہوگی - قیمۃ ما اشتری کما لا یرجع احدہما الی آخرہ یعنی کوئی دوسرے

کے لیے خرید کردہ کی قیمت کا ضامن نہو گا - جیسے قیمت فروخت کردہ کو واپس نہیں لے سکتا ہی فافہم والتطویل لا یرخص لے فی ہذا المختصر

کتاب الصلح باب اول ۳۱۵ - قولہ ابدا وحی یموت لا یجوز کذا فی المحیط لعل الصواب ابداً او حتی یموت الخ باب دوم صفحہ ۳۱۸ المبسوط رجلان لہما علی رجل الف درہم - مین قولہ وان کان دینہما واجباً فادانہ احدہما اقول الصواب واجباً بادانۃ احدہما - یعنی ان احدہما عامل مع الرجل مداینۃ فوجب الدین بادانۃ ہذا الواحد فقط ثم باب سوم صفحہ ۳۲۳ کذا فی المحیط الصلح من النفقۃ ان کان علی شیء یجوز المقاضی تقدیر النفقۃ بہ کالنفقتۃ الی آخرہ اقول الصواب کالنقدین الی آخرہ فلیتامل - پھر دوسرے صفحہ کے آخر مین تاتارخانیہ نقلاً عن العتابیہ کے ایک مسئلہ اذا صالح الرجل لبعض محارمہ الخ مین قولہ فان کان صالح علی اکثر من نفقتہم بما یتغابن الناس فیہ الخ مترجم کے نزدیک سہو فاحش مشوش ہی والصواب بما لا یتغابن الناس فیہ - فلیتامل فیہ - باب چہارم صفحہ ۳۲۶ بعد خلاصہ کے مسئلہ طویلہ امراۃ استودعت رجلاً الخ مین قولہ حتے لو اقام صاحب المتاع بینۃ لبعد ذلک علی ما ادعی من المتاع لم یکن لہا علے المودعین الخ اقول یون ہی لفظ لہا بضمیر تانیث مذکور ہی اور تکلف بتاویل بعید کا محتاج اور ظاہر صحیح بضمیر مذکر ہونا چاہیے فلیتامل - پھر اسکے بعد دوسرے صفحہ کے آخر مین بعد الحاوی کے مسئلہ اذا کانت الدار فی ید رجل فادعی یعنی ہذا القابض ادعی ان فلاناً تصدق بہا علیہ وانہ قبضہا یعنی ان القابض قبض تلک الدار منہ بجہۃ الصدقۃ وقال فلان بل وہبہا لک یعنی انہ انکر الصدقۃ وقال بل وہبتہا لک - اسکے بعد لکھا فان اقر الذی فی یدیہ انہا ہبۃ بعد الصلح او رجحد رب الدار الہبۃ والصدقۃ جمیعاً قبل الصلح علی ما ذکرنا - اقول یہ عبارت غیر محصلہ ہی والصواب عند المترجم علی وجہ التصحیح ان یقال فان اقر الذی فی یدیہ انہا ہبۃ بعد الصلح او جحد رب الدار الہبۃ والصدقۃ جمیعاً قبل الصلح لم یبطل الصلح ولا رجوع علی ما ذکرنا - یعنی پھر اگر صلح کے بعد قابض نے اقرار کر دیا کہ بیشک دار مذکور اسکی طرف سے ہبہ ہی تھا یا مالک مکان نے صلح سے پہلے ہبہ وصدقہ دونون سے منکر ہو کر صلح کر لی ہو بہرحال صلح باطل نہو گی اور رجوع نہین ہو سکتا اور شاید کہا جاوے فان اقر کے وان اقر ہو او وصلیہ ہو اور جملہ عاطفہ یعنی قولہ او جحد رب الدار الی آخرہ کی توجیہ کیجاوے بالجملہ مقام مین توجیہ وتصحیح ضرور ہی فاللہ تعالے اعلم - باب ششم صلح العمال کے ابتدائی مسئلہ مین قولہ او لیاخذہ رب الثوب ثوبہ - محل تخطیہ ہی اور قولہ کذلک اذا صالحہ علی دنانیر وان دفع الصلح علے ان یکون الثوب لرب الثوب او للقصار - محل اشتباہ ہی اگرچہ ترجمہ سے توجیہ دریافت کیجاوے لیکن غالب گمان مترجم بجانب سقوط عبارت وتحریف وتصحیف ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب - باب ہفتم شروع مسئلہ قولہ لو باع منہ عبداً بالف درہم سود ثم صالحہ علے الف او مائۃ اقول میرے نزدیک یہ حرف تردید غلط ہی صواب واو ہی اگرچہ قولہ او نبہرجۃ مین حرف التردید صحیح ہی صفحہ ۳۳۳ قولہ فلذا اذا قبض لبعد راس المال اقول الصواب لبعض راس المال لیزید فی الاجل کذا فی محیط السرخسی صفحہ ۳۳۹ المبسوط اذا جاء الکفیل بالقبض مما کفل فی ملیلات والزرعیات الخ یون ہی تمام مسئلہ مین زرعیات بزاء منقوطہ مسطور ہی اور ظاہراً صحیح ذرعیات بذال منقوطہ ہی اور شاید ترجمہ مین موزونات لکھا گیا اور مذروعات ساقط ہی پس جاننا چاہیے کہ مذروع سے وہ چیزین مراد ہین جو گزون سے ناپی جاتی ہین جیسے کپڑے وغیرہ اور

انکو سلم کے طریقہ سے خرید و فروخت کیا گیا ہو پس حکم مذکور ان چیزون مین بھی جاری ہی فاحفظ - باب ہشتم سے کچھ پہلے جو مسئلہ مذکور ہی اسمین لفظ اسلم بمعنی مسلمان ہوا اور بمعنی عقد سلم ٹھہرا یا دونون معنی مین بقصد ہر دو معنی بلفظ مشترک علیحدہ دلالت سے مذکور ہی لہذا ہر جملہ مین مناسب معنی لینا چاہیے پھر واضح ہو کہ اسی مسئلہ مین قولہ ولو صالح المسلم منہا علی راس ماله لم یجز - لفظ منہا بضمیر مونث غلط ہی اور صواب منہما بتثنیہ ہی اور المسلم ای الذی صار مسلما - اور سلم ٹھہرانے والا یا رب السلم مراد نہین جسکے کہ ضمیر منہما یا راجع بجانب حنطہ یا خمر یا بتاویل بجانب سلم ہو وے ورنہ فی الجملہ معنے فاسد ہو جاوینگے قلیتامل صفحہ ۲۴۴ بعد خلاصہ کے مسئلہ وان صالحہ من العیب علی ثوب بعینہ الخ مین بیان الاصل کا فقرہ انہ بمعنی لتعذر الرد علی المشتری - بوجہ صلہ حرف علی کے موہم ہو گیا اور وجہ ابہام تعلق علی یتعلق قریب یعنی لفظ الرد ہی اور یہ مراد نہین ہی بلکہ تعلق بلفظ لتعذر مراد ہی اگرچہ متعلق بعید ہی فلینبہ - بالجملہ ایسے اغلاط جنکی شان خفیف ہو اس کتاب مین بہت ہین اور حتے الوسع بتوفیق اللہ سبحانہ وتعالی ترجمہ مین انکا لحاظ رکھا گیا ہی اب تطویل کو چھوڑ کر دوسری کتاب یعنی مضاربت کے کچھ اغلاط بیان کرنا چاہیے

کتاب المضاربت باب اول صفحہ ۱۹۳ کے آخر سطر مین قولہ وکان العین علیہ علی حالہ رب الدین ہذا قول ابی حنیفہ رح وعندہما الی قولہ والخسران علیہ قریب دو سطر کے عبارت مکرر واقع ہوئی ہی اور مابعد صفحہ کے دوسری سطر مین قولہ ولو کان الدین علی ثلثہ مین لفظ ثلث غلط ہی اور صواب لفظ ثالث ہی اسی طرح تیسری سطر مین فقال الآخر کی جگہ فقال الآخر صحیح ہی باب سیزدہم صفحہ ۲۳۱ - قولہ وان زادت قیمتہا - الصواب قیمتہا بعد ذلک کان العتق باطلا ایضا کذا فی المبسوط پھر اسی صفحہ مین قولہ الا انہ یثبت لرب المال الخیار ان الاولان ہکذا فی المحیط - مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک یہان بھی خطائے فاحش ہی اور غالب گمان یہ ہی کہ یہ کاتب کا سہو نہین بلکہ اصل کتاب مین یون ہی واقع ہوا اور صواب میرے نزدیک یون کہنا چاہیے کہ یثبت لرب المال الخیار ان الاخیران - اگر کہا جاوے کہ محیط کی غلطی پر محول کرنا جراءت ہی تو جواب دیا جائیگا کہ نہین نہین محیط مین غلط نہین بلکہ یہان غلط ہی پھر اگر اس سے تعجب کیا جاوے تو مترجم سے سننا چاہیے جس سے یہ معا حل ہو اور تعجب زائل ہو - واضح ہو کہ اس فتاوے مین جملہ مسائل خواہ اصول مذہب کے ہون یا متاخرین مشائخ کے استخراج وعلماء مفتیین کے فتاوے ہون اکثر معتبرات مثل محیط و ذخیرہ وفتاوے قاضیخان ومتون ہدایہ وغیرہ وتالیفات حاکم شہید مثل منتقی وغیرہ سے منقول ہین اور جامعین رحمہم اللہ تعالے نے بغرض قوت وکثرت نقل مع ایجاز واختصار کے یہ عمدہ نفیس طریقہ اختیار کیا کہ ایک مسئلہ مثلاً کسی اصل معتمد متداول سے شروع کیا پھر اگر وہ مسئلہ بجمیع وجوہ وتفاریع اسی اصل مذہبی یا متن معتمد مین موجود ہی تو اسی پر اکتفا کر کے دیگر معتبرات کا حوالہ دیدیا کہ یون ہی فلان وفلان کتابون مین بھی منقول ہی تاکہ نقل مین شہرت کے قریب پہونچ جاوے لیکن ایسا بہت کم ہی جملہ تفاریع ومقاییس ومستخرجات وہان نہین ہوتے ہین کیونکہ مستخرج ہین تو جو تفریع وتخریج دوسری کتاب مین ہی بعد ختم عبارت اصل وحوالہ کے اس کتاب سے نقل کر دی اگر سب تفاریع ہون ورنہ قدر موجود اسمین سے اور باقی کے لیے دوسری کتابون سے اسی طرح جہانتک ملا ہی سب جمع کیا گیا اور تفاریع پر بھی جا بجا متعدد حوالے بغرض تقویت

ذکر کیے ہین اور کبھی بنظر اختصار مع فائدہ کامل کے ایک کتاب معتمد سے دو ایک تفریع پھر دوسری سے ایک دو
پھر باقی تیسری و چوتھی وغیرہ سے نقل کین تاکہ سب مین موجود ہونا اصل کا ظاہر ہو کیونکہ تفریع پر اصل ضرور رہی جس سے
اسکا درجہ تو اتر کو پہونچ گیا جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب مین مقصد کی طرف رجوع کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ یہان
ابتداء مسئلہ جو نقل ہوا اسمین اول دونون خیار مین سے ایک تضمین ہے اور اس اصل منقول عنہ مین خیارات کی ترتیب
اسی طرح رکھی گئی ہے پھر انجام کار محیط سے جو تفریع نقل کی اسمین خیار ان اولان لایا حالانکہ بنظر ابتدائی ترتیب کے
ایک خیار تضمین بھی حاصل ہو ولیکن تضمین کا اختیار صحیح نہین لان الاعسار لا یوجب لہ خیار تضمین بل موجبہ عکس ذلک اسے
ہان اعسار کا موجب اعتاق ہے یا استسعاء یعنی چاہیے اپنا حصہ آزاد کرے یا اس سے سعایت کرا دے اور چونکہ خیار ان
اولان کہتے ہین خیار تضمین حاصل ہوتا ہے تو یہ خلاف مقصود اور غلط ہوا لہذا مترجم نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ خیار ان
اخیران کہا جاوے کیونکہ ابتدائی مسئلہ مین اعتاق و استسعاء جنکا وہ مختار ہوا ہے ترتیب مین اخیرین ہین - پھر
جو مین نے کہا تھا کہ محیط پر غلطی کا الزام نہین ہو سکتا کیونکہ غالبًا اس کتاب مین تضمین اخیر ہوگا اور اعتاق و
استسعاء ہے دونون اول ہونگے تو اسکا آخر مین خیار ان اولان کہنا صحیح ہوگا اس سے معلوم ہو گیا کہ درحقیقت
یہ سہو فقط عبارت کے التقاط و اقتباس مین واقع ہوا کہ ملتقط کو یہ خیال نہین رہا کہ ہمارے یہان ابتداء مین
ترتیب خیار کیونکر ہے فافہم فہذا سانح عزیز والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی مولانا وسیدنا محمد
رسول رب العالمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین - اس مطبوعہ نسخہ مین جہان سقوط عبارات و تحریف کا احتمال ہے وہ بہت
سخت ہے چنانچہ اسکی مثالین گذر چکین اور آوینگی انشاء اللہ تعالے اور جیسے صفحہ ۳۴۹ باب دہم مین لکھا
کذا فی المبسوط اختصم رجلان فی حائط فاصطلحا علی ان یکون اصلہ لاحدہما وللآخر موضع جذوعہ وان یبنی علیہ
حائطا معلومًا ویحمل جذوعًا معلومۃ لا یجوز کذا فی محیط السرخسی - ظاہر عبارت تو اسی قدر ہے کہ دو آدمیون نے
ایک دیوار مین جھگڑا کیا پھر باہم اس شرط سے صلح کر لی کہ اصل دیوار انمین سے ایک کی ہو اور دوسرے
کے لیے ایک تو اس دیوار مین سے اسکی دھنیان رکھنے کی جگہ ہو اور دوسرے یہ کہ وہ اسپر ایک اور دیوار
جسکی مقدار معلوم ہے بناوے اور اسپر بتعداد معلوم دھنیان رکھے تو یہ جائز نہین ہے کذا فی محیط السرخسی اور
ظاہر وجہ یہ ہے کہ دوسرے اختیار کی شرط جدید حق کا احداث ہے ورنہ دیوار مین سے ایک کی اصل اور
دوسرے کا مواضع شہتیر ہونے پر یا یہی صلح جائز ہونی چاہیے اور ایسے ہی صلح اسطرح کہ ایک کی دیوار
اور دوسرے کے لیے فقط حق احداث دیوار جدید اسکے اوپر جیسے مذکور ہوا بے شک ناجائز ہونی
چاہیے اور اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ مختلط بھی جائز ہو لیکن اسمین دوسرے کے لیے دیوار متنازعہ
مین سے بھی مواضع شہتیر مشروط ہین ففیہ تامل فلیتامل - اور بعض ایسے اغلاط کتابت ہین جنپر صریح غلطی کا
وثوق ہے جیسے کتاب الودیعۃ سے چند سطور پہلے قولہ وان اخذ ناکرہا لا ضمان علیہ - الصحیح لا ضمان علیہ اور ایسے
اور مقامات پر ایسے بہت تغیرات کتاب ہین جنپر التفات نہین کیا گیا ہے

کتاب الودیعۃ باب چہارم (۳۷۴) کذا فی القنیۃ قال خلف رح سالت اسدا عمن لہ علی آخر الف درہم الخ
اقول لفظ الف غلط فاحش ہے اور صواب یہ ہے کہ فقط درہم کا لفظ لکھا جاوے یعنی ایک کا دوسرے پر فقط

ایک درم آتا تھا پس قرضدار نے قرضخواہ کو دو درم دیئے الی آخر المسئلہ - باب ششم صفحہ ٨٨٤ - کتب انکرہا
فی وجہ العدد اقول الصواب العدو بالواو اور آخر صفحہ مین علما بصدقۃ المودع ای فلم بصدقہ - اور یہان الرجہ معنی ٹھیک
ہوجاتے ہین ولیکن بحسب البیان سہو ظاہر ہے - اور صفحہ مابعد مین قولہ فصدقیہ فی التوکیل - الصواب فصدقہ - باب
ہشتم المحیط رجلان اودعا رجلا الف درہم فغاب المستودع وترک ابنا ء الخ یون ہی ابنا ء بصیغہ جمع مسطور ہے
اور صواب بلفظ مفرد ہے باب دہم ٩٩٤ کذا فی المحیط رجلا استقرض من رجل خمسین درہما فاعطاہ غلطۃ ستین الخ ظاہر
یہ ترجمہ ہوا کہ ایک نے دوسرے سے پچاس درم قرض مانگے پس اپنے غلہ کے ساٹھ درہم دیدیئے - واقول
لفظ غلطۃ بغین ولام وتا دکلھنا یہان غلط ہے اور صواب غلطاً بطا ء ہے اور معنی یہ کہ پس اپنے غلطی سے اسکو ساٹھ درم
دیدیئے - چنانچہ دوسرے مسئلہ مین جبکہ قرضخواہ نے بجائے پچاس قرضہ کے غلطی سے ساٹھ وصول کرلیے
ہین لفظ غلط کو صحیح لکھا ہے - دوسرے صفحہ مین قولہ فقبضہا وضاعت قال ہو قابض حقہ ولا یضمن شیئاً کذا فی المحیط
اقول قبضہا بضمیر مونث صحیح نہین ہے اور صواب میرے نزدیک قبضہما بضمیر تثنیہ ہے اور اس سے آگے قولہ لا یعلم
کما ہی قال ابوحنیفہ رح اقول الصواب لا یعلم کم ہی یعنی مقدار عددی معلوم نہین اور کما ہی سے عین حقیقت
سے اعلمی مقصود نہین ہے فافہم واللہ تعالے اعلم -

کتاب العاریت

کتاب العاریت باب اول ٥٠٤ - قولہ فیکون مرضیا کذا فی السراج الوہاج - اقول الصواب فیکون
قرضا - یعنے جب استہلاک مین الشئ کی اجازت دی تو یہ چیز اسپر قرض ہوگئی عاریت نہین رہی فافہم - ابتدائی باب
پنجم مین ہے کہ واطلاق محمد فی الکتاب یدل علیہ فلا ضمان وبہ کان یفتی الخ اقول لفظ فلا ضمان قلم ناسخ کی روانی ہے
یہ غیر مربوط وزائد ہے والصواب ان یقال واطلاق محمد رح فی الکتاب یدل علیہ وبہ کان یفتی شمس الائمۃ السرخسی رح
کذا فی الذخیرہ - باب ہفتم سے چند سطر پہلے قولہ ولو کانت عقد جوہر او شیئاً نیسا الخ یون ہی نیس بنون ویاء و سین
مسطور ہے اور مترجم کے نزدیک صحیح اس مقام پر نفیس بنون وفاء ہے اور مراد اس سے مقابل خسیس ہے اور شرع
مین نفیس وخسیس مین فرق بھی بعض احکام مین معتبر ہے چنانچہ بیع تعاطی مین جو لوگ اسکو جائز رکھتے ہین انہین سے
بعض کے نزدیک خسیس مین جائز ہے نہ نفیس مین اور اصح یہ ہے کہ ہردو مین جائز ہے کما فی بیوع
الہدایہ وغیرہا

کتاب الہبۃ

کتاب الہبۃ باب دہم صفحہ ٥٥٩ کذا فی فتاوے قاضیخان امراۃ وہبت مہرہا من الزوج
الخ اس مسئلہ مین لکھا - ان کانت قدحا قدر المدرکات - اسی طرح اس فقرہ مین اسم بلفظ قدح اور خبر
بلفظ قدر بقاف ودال وراء مہملہ مسطور ہے اور معنی مہمل - اور صواب میرے نزدیک لفظ قد بقاف ودال مشدد
ہے اور وہی اسم مضاف بضمیر راجع بجانب عورت مذکورہ اور وہی خبر مضاف بجانب مدرکات ہے یعنی ان کان قدہا
قد المدرکات - یعنی اگر اس عورت کا قد وقامت اتنا ہو جتنا بالغہ عورتون کا قد ہوتا ہے فافہم

کتاب الاجارہ

کتاب الاجارہ باب ششم صفحہ ٥٩٣ قولہ وان جاوز الی الفارسیۃ فبحسابہ - اقول یون ہی
فارسیہ بفاء وراء منسوب بلفظ فارس ظاہر ہوتا ہے اور صواب بقاف ودال یعنی قادسیہ ہے جو حیرہ ایک
مقام معروف عراق ہے - باب ہشتم ٦٠٣ مسئلہ محیط مین بعد خلاصہ کے اذا کان المستاجر ہی استاجر رجلا لیقوم

علی الدابۃ مین لکھا۔ وان رای الصلاح فی بیع الدابۃ بان اتاہم المستاجر۔ اقول یون ہی لفظ اتاہم بظاہر اتیان سے
مشتق مذکور ہی اور معنی مہمل ہین اور صواب یہ ہی کہ اتہم مشتق از اتہام لکھا جاوے اور معنی یہ ہین کہ قاضی کے نزدیک
مستاجر مرد متہم ہی پس یہ بہتر معلوم ہوا کہ فروخت کر دے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ باب دہم صفحہ ۲۰۸ مین قولہ کذا فی المحیط
فان سمی الطعام دراہم الی قولہ ونفی تسمیۃ الطعام اقول یون ہی نفی بنون وفا مذکور ہی اور صواب بنون وعین ونون
یعنی لفظ نعنی جمع متکلم ہی اور اسی صفحہ مین قولہ فالمرضع فیہ الی العرف کذا فی المحیط۔ اقول صواب لفظ المرجع بجیم ملجا سے
المرضع بضاد منقوطہ ہی اور صفحہ آیندہ مین قولہ فان رادہا احد من ولدہا فلہم ان یمنعوہ۔ یون ہی زادہا بدال اور یمنعوہ بتقدیم
عین بر نون مذکور ہی اور صواب فان زارہا احد من ولدہا فلہم ان یمنعوہ الخ ہی۔ باب یازدہم مین قولہ وروی ابن سماعہ
عن ابن سعد بن معاذ المروزی عن ابی حنیفہ رح۔ اقول اسمین بھی احتمال غلط ہی اور کتاب مین ایک مقام پر ابوعصمہ
سعد بن معاذ مروزی نام مذکور ہی پس شاید کہ ابن سماعہ نے بواسطہ سعد بن معاذ رح کے روایت کی ہو تو لفظ ابن
غلط ہی اور شاید کہ روی ابوعصمہ سعد الی آخرہ ہو مگر اول اقرب ہی یا راوی دونون ہون واللہ اعلم۔ اور
افحش التحریفات مین سے باب شانزدہم مین قولہ کذا فی فتاوی قاضیخان وان استاجرہ لیکتب لہ غناء بالفارسیۃ
او بالعربیۃ المعصیۃ المختار انہ یحل لان لہ لا یحل لہ الاجر وافی القراءۃ کذا فی الوجیز للکردری اور یہ منجملہ ان مقامات
کے ہی کہ مترجم کو اسکی تصحیح میسر نہوئی یعنی جس عبارت سے اصل کتاب مین معانی کا استخراج ہی اور شاید مقصود
مسئلہ یہ ہو کہ فارسی یا عربی یا اردو وغیرہ کی زبان مین راگ لکھنے کے لیے اجارہ پر مقرر کرنا درصورتیکہ
وہ معصیت ہووے کیا حکم رکھتا ہی تو ظاہر مزدور کو اجرت حلال ہی اور اگر اسکے پڑھنے کے لیے مزدور کیا تو حلال
نہین ہی کیونکہ فقط لکھنا درحقیقت راگ نہین ہی اور پڑھنا اسی طریقہ سے البتہ حرام ہی وقال المترجم یہ جواب جو
مذکور ہوا ظاہر الطریق حکم ہی ورنہ براہ دیانت جب فرض کر لیا گیا کہ عبارت معصیت ہی تو انتشار حرام ہی پس الکتابۃ
الی الفعل حرام ہوا جو دیانت مین حرام ہوا ولیکن متاخرین نے فتوی دیا کہ سحر جادو کا تعویذ لکھنے کی مزدوری
حلال ہی کما فی القنیہ قال المترجم قنیہ کا یہ مسئلہ صحیح نہین ہی کیونکہ صحت اسکی بر اصول معتزلہ ممکن ہی یعنے
اس زعم پر کہ جادو فی نفسہ کوئی اثر کی چیز نہین بلکہ خیالی اوہام و دستکاری ہوتی ہی جیسا کہ معتزلہ کا مذہب مشہور ہی
اور کشاف نے تفسیر مین اسکی تصریح کر دی ہی اور بنا بر اعتقاد جماعت اہل السنت کے سحر ٹھیک ہی اور ایسا تعویذ
لکھنا قطعی حرام وفساد ہی اور مزدوری قطعی حرام وخبیث ہی پس قنیہ کا ایسا تفرد مردود ہی اور فتاوے مین اس سے
منقول ہونا تجھے غرہ مین نہ ڈالے کیونکہ بیشتر ایسے اقوال نقل ہوتے ہین جو خلاف مذہب وخلاف اصول ہین
فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر کلام اصل مسئلہ مین جبکہ غناء مذکور فحش ومعصیت نہو یعنے مثلاً اشعار مباح
ہون کہ اگر بلحن مستنکر پڑھے جاوین تو غناء ہو جاوین تو اسکی اجارہ کتابت کی صحت واجرت کے حلت مین کلام
نہین اور وہ بیشک جائز ہی اور رہا انکے گانے کے واسطے مزدوری کرنا تو بیشک بنا بر فقہی اصل کے
اجارہ منعقد اور اجرت لازم مگر حرام وخبیث ہوگی اور یہ باب اس اجارہ مین دشوار ہی یعنی ایک طرح سے
نظر حکم کا جواب اور ایک نظر دیانت اسکی حلت وحرمت کا جواب پس لازم ہی کہ باب مذکور مین محتاط رہے
اور ظاہری حکم کا جواب دیکھکر کہ صحیح ہی غرہ نہو جاوے تا وقتیکہ باب دیانت مین اسکا حکم نہ پاوے

اور اگر اس مغالطہ کی اصل تلاش کرنا منظور ہو تو باب اجارہ اور کتاب الکراہیۃ دونون پر غور نظر سے مطالعہ کرے
جبکہ اصول ایمانی یعنے کتاب اللہ تعالے والسنت سے اور اصول الفقہ سے اور اصول فقہی سے فی الجملہ بہرہ
رکھتا ہو اور مترجم کو اس مختصر مین پورے بیان کی بھی گنجایش نہین صرف اس سے اشارات پر اکتفا کرنا چاہیے
واللہ تعالے ہو الملہم للصدق والصواب وہو الہادی والیہ المرجع والمآب - اسی باب مین متفرقات سے
کچھ پہلے قولہ کذا فی التاتارخانیہ وان وصفوا لہ موضعا الی قولہ وان اسموا لہ لحد الاشقا - والصواب وان لم یسموا لہ
لحدا ولا اشقا یعنے فردورسے یہ نہین تبلایا کہ لحد کھودے یا شق کھودے الی آخرہ اور موجودہ عبارت مہمل
یا متغیر معنی ہی کما لایخفی - باب ہفتم مین قولہ وفی اجارہ الدار وعمارۃ الدار - اقول واو عاطفہ درمیان مین
خطا ہے اور صواب بدون واو کے ہے جیسا کہ ادنے تامل سے ظاہر ہو جاتا ہی اور اسی طرح قولہ وکذلک
کل سترۃ - مین لفظ سترۃ مہمل ہی ظاہر الفظ کل شیٔ یا اسکے مانند کوئی لفظ ہونا چاہیے جو عمارۃ الدار وغیرہ
کی مناسب ہو فافہم باب نوزدہم قولہ کذا فی المحیط واذا باعہ القاضی بیدا بدین المستاجر الخ مسئلہ غیاثیہ مین لکھا کہ
ولو علم المشتری ان الدار مستاجرۃ فلیس لہ ان یفسخ المشتری ویصبر حتے تنقضی مدۃ الاجارۃ الخ اقول اسی طرح جمیع
نسخ مین پایا جاتا ہی اور بظاہر یہ غلط ہی پھر اگر یہ معنی ہین کہ مشتری کو وقت خرید کے یہ علم تھا کہ مبیع کسی کے پاس
اجارہ مین ہی تو آیا مشتری کو خیار ہوگا یا نہین تو یہ مسئلہ کتاب البیوع مین مذکور ہی لیکن قولہ ان یفسخ المشتری
کی جگہ صواب ان یفسخ البیع ہی اور اگر یہ معنی ہین کہ مشتری کو بعد اسکے معلوم ہوا کہ مبیع مستاجرہ بصیغہ مجہول
ہی تو صواب یون ہی کہ ان الدار مستاجرۃ لہ ان یفسخ البیع او یصبر الی آخرہ یعنی فہو بالخیار ان شاء فسخ العقد و
استرد الثمن ان نقدہ وان شاء صبر حتی تنقضی مدۃ الاجارۃ وہذا ہو الاصوب واللہ تعالے اعلم اور اس سے
ایک ورق کے بعد مطبوعہ مطبع اصل مین جو وقت الترجمہ پیش نظر تھی یون لکھا کان لہ ان یترکہ الاجارۃ فان یترک
الاجارۃ فان حضر واجری - اور مترجم نے وقت ترجمہ کے اسکی تصحیح مین تکلف کیا اور سمجھا کہ یون ہو سکتا ہی فان
لم یترک الاجارۃ فان حضر الخ پھر اصل کلکتہ سے معلوم ہوا کہ لفظ فان یترک الاجارۃ - بالکل نہین ہی یعنے مطبوعہ
مطبع مین کاتب نے زائد کردیا اور مصحح نے فروگذاشت کی ہی - پھر اس سے کچھ بعد قولہ عن محمد رحمہ نے روایۃ کان
علیہ الاجر کاملا وعنہ فی روایۃ کان اقول یون ہی مسطور ہے اور صواب وعنہ فی روایۃ لا - یعنے لا اجر علیہ - پھر اس سے
ایک صفحہ کے بعد قولہ یجب ان یستقی الزرع فی الارض باجر المثل کذا فی الکبری - اقول یون ہی جمیع نسخ مین
یستقی از استقاء بمعنی پانی دینے و سینچنے کے مذکور ہی اور یہ غلط ہے اور صواب یستبقی از استبقاء یعنی باقی
رکھنا اور چھوڑ رکھنا وغیرہ ہی اور معنی یہ ہین کہ اجر المثل کے عوض پس زمین مین کھیتی باقی چھوڑنے کا حکم واجب ہی
اور محصول یہ ہی کہ اگر کھیتی اکھاڑنے کا حکم دیا جاوے تو اصلاح نہین بلکہ کاشتکار کا سخت نقصان ہوگا
اور اگر چھوڑنے کا حکم ہو تو مفت مالک زمین کا نقصان ہی لہذا واجب ہی کہ یون حکم دیا جاوے کہ ایسی زمین کا
جو کچھ کرایہ ہوتا ہی اُسکے عوض یہ زمین کھیتی تیار ہونے تک مستاجر پاس باجارہ از جانب قاضی لازم ہو اگر
مستاجر پسند کرے اور اگر اپنی کھیتی اکھاڑنے پر راضی ہو تو اُسنے خود اپنا نقصان گوارا کیا اور اس صورت
مین مالک زمین کو رضامندی اختیاری نہین ہی بلکہ وہ اس عوض پر مستاجر پاس چھوڑنے کے لیے مجبور

کیا جائیگا جیسے بیچ دریا مین کشتی کا اجارہ منقضی ہونے کی صورت مین مالک کشتی باجرۃ المثل سوار رکھنے پر مجبور کیا جاتا ہی پھر اس سے کچھ دور بعد مسائل محیط مین بعد الخلاصۃ قولہ وان کان فی موضع تکون الاجرۃ علی المستاجر الخ یون ہی تمام نسخون مین یکون الاجرۃ مذکور رہی اور صواب یکون الحفر بجائے حطی وفاو دراء مہملہ ہی اور یہ جملہ عطف ہی شروع مسئلہ کے قولہ استاجر طاخونتین بالماء فی موضع یکون الحفر علی المواجر عادۃ۔ پھر اس سے کچھ بعد قولہ استاجر من آخر حانوتا سنۃ فظہر الحانوت الی مسجد فمضت سنۃ وقد سرق الخ اقول مطبوعہ کلکتہ وغیرہ مین یون ہی محرف مسطور ہی اور صواب یون ہی استاجر من آخر حانوتا سنۃ وظہر الحانوت الی مسجد فمضت ستۃ اشہر وقد سرق۔ یعنی بجائے فظہر کے جو بصیغہ ماضی از ظہور ظاہر ہوتا ہی وظہر بواو وبفتح الظاء وسکون ہاء بمعنی پشت ہی اور بجائے فمضت سنۃ کے جسکے معنی ایک سال گذر گیا فمضت ستۃ اشہر ہی یعنی چھہ مہینے گذر چکے۔ اور بعد تامل مصیب کے واضح ہوجاتا ہی کہ یون ہی صواب ہی جسطرح مترجم نے زعم کیا واللہ تعالیٰ ہو الملہم للصواب ولہ الحمد فی المبدء والمآب پھر اس سے کچھ بعد مسئلہ ذخیرہ مین قولہ لاتفسخ العقد بموتہ واذا کان عاقدا یرید الوکیل الخ اقول صواب وان کان عاقدا یعنی بحرف واو وان وصلیہ ہی نہ بحرف شرط وظرف۔ پھر اس سے بعد مسئلہ ابو خیر مین قولہ سکن المستاجر بعد موت المواجر فالمختار للفتوی جواب الکتاب وہو عدم الاجر قبل طلب الاجر۔ قال المترجم یون ہی مسطور ہی اور اسقدر وجازت مخل مقصود ہی کیونکہ جواب مذکور کے یہ معنی ہوئے کہ طلب اجرت سے پہلے اجرت نہونا۔ حالانکہ مقصود یہ ہی کہ اگر مالک کے اجرت مانگنے سے پہلے اسنے سکونت کی ہو تو اسکی اجرت کچھ نہوگی پس صواب یہ ہی کہ وہو عدم الاجر ان سکن قبل طلب الاجر۔ یعنی اجرت طلب کیے جانے سے پہلے سکونت کی اجرت کچھ نہوگی۔ اور اشارہ ہی کہ اگر مستاجر سے اجرت طلب کی گئی پھر بھی وہ رہتا رہا تو اسپر واجب ہوتی رہیگی چنانچہ یہ مسئلہ مصرح مذکور رہی۔ پھر اس سے کچھ بعد قولہ ویترک فی یدورثتہ بالاجر المسمی الا باجر المثل۔ اقول یون ہی نسخ مین الا بحرف استثناء مسطور ہی اور صواب بحرف نفی ہی۔ اور واضح ہو کہ مطبوعہ کلکتہ مین بھی یہان بلکہ تمام کتاب مین بجائے ربع براء ویاء تحتیہ وعین مہملہ کے ربع بباء موحدہ مسطور ہی۔ وفی مطبوعۃ المطبع قبیل الرابع والعشرین قولہ فیعتبر فیہ لصاحب احکام الغصب اقول الصواب سائر احکام الغصب وفیما یتلوہ من مسئلۃ الوجیز قولہ ان بامر المواجر علی ان یرفع اول المعنی ان کان ہذا الفعل بامر المواجر الی آخرہ۔ باب بستم مین قولہ ولم ینصبہا مع المکان یجب الاجر کذا فی الغیاثیہ اقول ظاہر معنی یہ ہوسکتے ہین کہ جگہ ہوتے ہوئے اگر قائم نہ کیا تو کرایہ واجب ہوگا ولیکن صواب بجائے مکان کے امکان بزیادت الف یعنی لم ینصبہا مع الامکان۔ اور اسی کے بعد قولہ ان اوقد قبل ما اوقد الناس اقول قبل بقاف وموحدہ غلطی کاتب ہی اور معنی یہ ہو سکینگے کہ لوگون کی آگ روشن کرنے سے پہلے اسنے تنور مین آگ جلائی۔ اور صواب مثل بمیم ومثلثہ ہی یعنی ویسی آگ جلائی جیسی اور لوگ جلایا کرتے ہین یعنی اس سے زیادہ نہین کی اگرچہ کمی کی ہو کیونکہ کمی کی صورت مین بدرجہ اولے ضامن نہوگا فافہم۔ پس سے ڈیڑھ صفحے کے بعد قولہ وان ارتفعا الی القاضی قضی علیہ اقول یون ہی قضی علیہ از مصدر قضاء مذکور ہی اور معنی مین اہمال ظاہر ہی اور صواب میرے نزدیک از قص یقص بقاف وصاد مہملہ صیغہ تثنیہ ماضی معروف یعنی وقصا علیہ اور مراد یہ کہ دونون نے قاضی سے یہ تمام قصہ و واقعہ نقل کیا۔ باب بست وچہارم بعد

محیط کے مسئلہ ولو استاجر خیاطا لیخیط لہ ثوبا میں لفظ میں خفیف اور معنی میں فاحش تغیر کا فقرہ قولہ ان تحمل تسلیم نفس الخیاطۃ اسی طرح خیاطات بصیغہ مصدر مسطور ہے اور صواب خیاط اسم فاعل ہے۔ اور کتاب میں ایسے اغلاط کہ بجائے اغیر مجہول اغارد کے اعراز اعزار اور بجائے دوروز کے دہ روز بہت ہیں۔ باب بست وہشتم مسئلہ منتقی ولو کانت سفن کثیرۃ۔ میں قولہ وکذلک القصار اذا کان علیہا حمولۃ۔ اقول یون ہی قصار بقاف وصاد وراء مسطور ہے جسکے معنی دھوبی وکندی گر وغیرہ ہین ولیکن بالکل غیر مربوط ہے اور شاید صواب بجائے اسکے جمال کا لفظ ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ ومطبوعہ مطبع میں قبل بست وہفتم کے للاصل مجہول الاجل چاہیے ہے۔ پھر اسی باب بست وہشتم میں قولہ کذا فی الذخیرہ ولو استاجر من یجیئی بالنار فہو متبرع کذا فی محیط السرخسی اقول یون ہی تمام نسخ میں بالنار آخر راء مہملہ سے بمعنی آگ مذکور ہے اور مترجم کے نزدیک الناد آخر دال مہملہ سے اسم فاعل از ندّ بنون ودال مشددہ ہے من ندالبعیر اذا توحش لبعد الالف والانس فلیتامل واللہ اعلم۔ اور منجملہ پریشان کرنے والے اغلاط کے اس باب کے آخر میں قولہ لو قال الرجل للحمال ولو تشترط۔ اقول یون ہی بواو عاطفہ ولو مسطور ہے اور صواب بدل الف وواو یعنی واو بصیغہ امر از مداواۃ ہے فافہم۔ باب سی ام مطبوعہ مطبع میں باب الیس سے کچھ پہلے قولہ کذا فی الوجیز للکردری استاجر ارضا اجارۃ فلایترتب واشتری الاشجار الخ اقول لفظ فلایترتب قلم ناسخ کی نہایت خراب روانی زائدہ ہے اور بجائے اسکے ظاہر الفظ طویلہ ہے یعنی لفظا اجارۃ طویلہ۔ فافہم۔ باب سی ویکم قریب آخر کے قولہ ثم اختلفا قبل القبض فی مقدار الاجل کان القول قول الاسکاف ولا یتحالفان کذا فی الذخیرہ اقول یون ہی تمام نسخ میں لفظ مقدار الاجل مسطور ہے اور معنی یہ ہونگے کہ مقدار مدت میں دونون نے اختلاف کیا ولیکن مترجم کے نزدیک یہ غلط ہے اور صواب مقدار الاجر یعنی اجرت کی مقدار میں دونون نے قبل قبضہ کے اختلاف کیا فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اور بہت قریب الختم قولہ واذا دفع ثوبا الی الصباغ لیصبغہ لعصفر الی قولہ فی صفۃ ماتعین بہ۔ اقول اس لفظ ماتعین میں بھی تردد ہے اور معنی ظاہر ہین والظاہر مافی الترجمۃ واللہ تعالے اعلم۔ باب سی ودویم قولہ استاجر نجارا للعمل فقال لا ارید الاجر بل اعمل لی مقبضا للمساۃ من الخشب ثم طالب الاجر ان کان لما طلب لہ قیمۃ فیجب اجر المثل والا فلا کذا فی الوجیز للکردری اقول مترجم اس وجازت سے قاصر ازادراک ہوا اور ظاہر اقیمتہ مضاف بضمیر غائب غلط ہے صرف قیمۃ بلفظ نکرہ ہے اور مراد یہ ہے کہ مواجر نے مستاجر سے لکڑی کا بینٹ اسکے لیے چاہا تھا پس حکم یہ دیا ہے کہ جو چیز چاہی تھی اگر اسکی کچھ قیمت ہوتی ہو تو اجارہ فاسدہ منعقد ہوگا پس اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت نہو تو اجرت کے صریح نفی کرنے اور بے قیمت چیز مانگنے سے بدلالت معلوم ہوگیا کہ عاریت دیا ہے پس مستاجر کا باجارہ طلب کرنا مہمل ہوکر اسکو عاریت ملنا ثابت رہگیا تو اسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا کیونکہ اجارہ منعقد نہوا اور ضمان واجب نہوگی کیونکہ اجازت مالک کیوجہ سے غصب متحقق نہوا ہکذا ظہر للمترجم فاللہ تعالے اعلم۔ قولہ کذا فی جواہر الفتاوے اذا استقرض الوصی والمتولی لا الضیر۔ اقول الصواب للصغیر۔ پھر اس سے ایک صفحہ کے بعد قولہ ثم بدالہ ان ہنع من ذلک لانہ غیر لازم کذا فی النسفی اقول صواب میرے نزدیک یون ہے ثم بدالہ ان یمنع من ذلک فلہ ذلک لانہ غیر لازم اور اسکی تصویب تھوڑے تامل سے واضح ہوگی۔ پھر اس سے دور کے بعد قولہ ثم یخرجہا ویامرہا بتخلیط الدار وتسلیم الدار الی الثانی کذا فی الحاوی للفتاوے اقول الصواب بتخلیص الدار کما لایخفی قولہ کذا فی القنیہ وفی جامع الفتاوے ولو استاجر رجلا لیبنی لہ منارۃ الی قولہ ثم قال اقدر ان احفر لیقیہ اقول الصواب لا اقدر ان احفر البقیۃ کما لایخفے۔ اسی کے نیچے قولہ قال محمد فیضمن غصب اقول الصواب

فیمن تقصب فافہم۔ اور اس سے کچھ بعد قولہ فلو قال اردت المالک۔ اقول الصواب اردت الملک۔ پھر اس سے ڈیڑھ صفحہ بعد بجاے فان لم یفعل کے فان لم تفعل اور بجاے الصحتی فالزیادۃ کے الصحۃ فالزیادۃ چاہیے۔ پھر اس سے دو رکے بعد نسخہ مطبوعہ مین قولہ کذا فی المحیط رجل استاجر حجرۃ موقوفۃ الخ مین لکھا فان لم یتنع اخر بہ من الحجرۃ فی یدہ الا اذا خاف وان کان الخ بعد تامل کے واضح ہوا کہ یہان قولہ فی یدہ الا اذا خاف محض روانی قلم کاتب و غلط ہی پس اصل مطبوعہ کلکتہ سے تصدیق کرکے یقین ہوگیا۔ واضح ہو کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ وضع مسئلہ کسی شئی معین کین قرار دیکر دوسری تفریع مین سواے اسکے دوسری چیز موضوع قرار دیتے ہین اور یہ غلطی نہین ہی بلکہ اشارہ ہو کہ اصل مسئلہ مین خواہ یہ فرض کیا جاوے یا وہ موضوع مانا جاوے حکم مین تغیر نہین ہی اور ایک مین جو حکم مذکور رہوا ہی وہی دوسرے مین یکسان ہی اور ان دونون مین اتفاقی علت دریافت کرکے دوسری چیزون کو انھین پر قیاس کرسکتے ہین اور یہی تخریج کے معنی ہین مثال اسکی وہ مسئلہ ہی جو محیط مین نقل کیا بقولہ وفی الاصل اذا استاجر عشر من الابل الی مکۃ بعبد بعینہ او بغیر عینہ فان کان العبد بعینہ فالاجارۃ جائزۃ وان کان بغیر عینہ فالاجارۃ فاسدۃ ثم اذا کان العبد بعینہ حتی جازت الاجارۃ فہلک العبد قبل التسلیم بعد ما استوفی المعقود علیہ کان علی المستاجر اجر مثل الدار الی آخرہ اور یہ معلوم ہی کہ دار کا مسئلہ مین ذکر ہی نہین آیا ہی پس اشارہ ہو کہ ان دونون کے ایک دوسرے کی جگہ مفروض ہوئے مین حکم یکسان ہی فلیتامل فیہ فان ہذا غایۃ توجیہ المقام واللہ تعالے اعلم بحقیقۃ الحال

کتاب المکاتب باب اول فی قولہ واما الذی یرجع الی نفس الرکن الی قولہ الداخل فی صلب العقد من البدل۔ اقول لفظہ من البدل تختلج فتامل۔ باب پنجم قولہ کذا فی التاتارخانیہ ولو کاتب عبدین مکاتبۃ واحدۃ۔ اس مسئلہ طویلہ مین لکھا یسلم للمدبر من قیمتہ ویسعی فیما بقی وہو ثلثۃ وثلثون ثم الخ اقول الصواب ثلثۃ وثلثون وثلث درہم ثم الی آخرہا اور جسکو فن حساب مین ادنے مہارت ہو اسپر یہ غلطی پوشیدہ نہین ہوسکتی ہی۔ ایک صفحہ کے بعد کذا فی الہدایہ ولو کاتبہ فی صحتہ علے الف درہم مین لکھا وان کان المولی قد قبض ذلک منہ خمسمائۃ۔ اقول لعل الصواب ان یقال قبض ذلک منہ الا خمسمائۃ فلیتامل فیہ۔ باب ہفتم بعد کافی کے اذا کاتب الرجلان کے مسئلہ مین ہر ایک جگہ نصف مالبقی مذکور ہی اور شاید النصف بلام تعریف عہدی ہو اور مالبقی اسکا بدل ہو کیونکہ مقصود مالبقی کا وصول کرنا اور وہ نصف ہی اور ظاہر عبارت سے یہ نکلا کہ باقی نصف کا آدھا اسنے وصول کیا اور یہ چوتھائی ہوا فلیتامل فیہ۔ باب ہشتم کذا فی الکافی واذا قتل عبد المکاتب رجلا خطاء مین لکھا التسلیم لہ نفسہ۔ یعنی تسلیم بروزن تفعیل مصدر لکھا و لیکن صواب لتسلم بصیغہ مضارع ازسلامت ہی

کتاب الولاء باب اول کذا فی المبسوط رجل اشتری عبدا من رجل ثم ان المشتری الی قولہ اذا کان البائع یجحد اقول الصواب یجحد من الجحود جسکو اردو مین مکرجانا بولتے ہین۔ ومن المواضع التی ینبغی فیہا التامل قولہ فی الباب الثانی فی الفصل الاول ومنہا ان لایکون للعاقد وارث وہو ان لایکون من وارث اقول ہکذا وجد فی النسخ وقد طوینا الکشح عن البحث فیہا فلیبحث الرجل الصالح الذی یمشی بالصلاح دون الفساد ولیصلح المقام واللہ تعالے ولی الجود والانعام۔ اور کتاب الاکراہ سے کچھ پہلے قولہ یحلف علی المال مالیہ لم تعلمنی۔ اقول الصواب لم تعلمی علی صیغۃ المخاطبۃ الحاضرۃ فافہم

کتاب الاکراہ-کذا فی فتاوے قاضیخان قال محمد رح لو ان لصا غالبا اکرہ رجلا الی قولہ ولو اکرہ علی ان یطلقہا ثلثا ولم یدخل بہا فطلقہا وغرم لہا نصف المہر اقول یون ہی نسخون مین موجود ہی اور صواب میرے نزدیک یون ہی کہ فطلقہا واحدۃ وغرم لہا الی آخرہ کیونکہ مقصود یہ ہی کہ باوجود مخالفت کرنے مکرہ کے اس سے تاوان واپس لیگا جبکہ نتیجہ ایک ہی لازم آیا اور وہ نصف مہر تاوان بھرنا اگرچہ تطلیق واحدہ مین بینونت غلیظہ جو تین طلاق کے ساتھ ہوتی ہی لازم نہین آئی ولیکن یہ امر دیگر ہی فافہم-باب دوم تاتارخانیہ کے بعد ولو ان المرأۃ ہی التی اکرہت حتی تزوجہا الخ مسئلہ طویلہ عینی شرح ہدایہ کے آخر مین لکھا فکان کما لو رضیت بالمسمی نصا ولو رضیت نصا فعلی قول ابی حنیفۃ للاولیاء حق الاعتراض وان کان الزوج کفوا فللاولیاء حق الاعتراض عند ابی حنیفۃ لعدم الکفاءۃ ونقصان المہر الی آخرہا-اس مسئلہ مین دو جگہ کاتب کا سہو ہی ایک تو اس عبارت سے پہلے درصورتیکہ شوہر کفو نہو اور دخول واقع نہوا ہو لکھا عند ابی حنیفۃ لعدم الکفاءۃ لنقصان المہر-ان دونون توجیہ کے درمیان سے واو عاطفہ چھوڑ دیا اور یہ خفیف سہو ہی-اور دوم یہان البتہ مخلجہ شدیدہ ہی اور وجہ یہ ہی کہ درصورتیکہ شوہر نے اس عورت سے دخول کیا ہی دو صورتین ہین ایک یہ کہ عورت نے زبردستی سے دخول کرنے دیا اور دوم یہ کہ خوشی سے راضی ہوئی پس زبردستی کی صورت مین اگر شوہر کفو ہی تو لکھا کہ عورت یا اولیاء کسی کو اعتراض کی گنجایش نہین ہی اور اگر کفو نہو تو دونون کو اعتراض کی گنجایش ہی اور بخوشی ورضامندی کی صورت مین یہ تفصیل مذکور نہین ہی بلکہ یہ بیان ہی کہ عورت مذکورہ مہر مسمی پر بدلالت راضی ہوگئی تو ایسا ہوا کہ گویا صریح راضی ہوئی اور صریح رضامندی کی صورت مین اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہی اگرچہ شوہر اُسکا کفو ہو-پس اگر قولہ وان کان الزوج کفوا-بواو وان وصلیہ قرار دیا جاوے تو یہ معنی ہوئے جو مذکور ہوئے اور کلام بالا کے یہ معنی ہونگے کہ پس اولیاء کو امام اعظم رح کے نزدیک اعتراض کا حق دو وجہ سے حاصل ہوا ایک تو کفو نہونا اور دوسرے مہر کم ہونا اور صاحبین کے نزدیک فقط غیر کفو ہونے کی وجہ سے اولیاء کو اعتراض کا حق ہوگا-مترجم کہتا ہی کہ دخول رضامندی کی صورت مین کفو وغیر کفو کی تفصیل مذکور نہین ہی پھر یہ تفریع غیر مذکور پر لازم آویگی-اور اگر تفریع مذکورہ کے یہ معنی لیے جاوین کہ امام کے نزدیک اولیاء کو دو وجہ سے حق الاعتراض حاصل ہوا کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک فقط غیر کفو ہونے کی وجہ سے ہوتا ہی تو تفصیل کا ذکر نہونا کچھ مضر نہین ہی وہذا ہو الصواب ولیکن تفصیل ندارد ہونا دفع نہوا اور یہ توجیہ تو اس نسخہ کی عبارت کی ہی اور اگر قولہ وان کان الزوج کفوا جملہ مستقلہ لیا جاوے ولیکن بجاے اسکے وان لم یکن الزوج کفوا لیا جاوے تو سب خلجان سے نجات ہوجاتی ہی اور معنی یہ ہوتے ہین کہ درصورت برضامندی دخول کے بدلالت رضامندی مہر مسمی پر ثابت ہوئی اور اسکا وہی حکم ہی جو صریح رضامندی کی صورت مین جبکہ شوہر کفو ہو مذکور ہوا یعنی اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہی یعنی صاحبین کے نزدیک نہین چنانچہ معلوم ہوچکا اور اگر شوہر کفو نہو تو اولیاء کو حق الاعتراض عند الامام بدو وجہ حاصل ہی کیونکہ امام کے نزدیک قلت مہر کی صورت مین اولیاء کو اعتراض کا اختیار ہوتا ہی اور صاحبین کے نزدیک فقط عدم کفو سے اعتراض کا حق ہی کیونکہ اولیاء کو اسی قدر عار سے تعرض ہوتا ہی-اس تقریر سے تفصیل بھی موجود ہی اور استدلال بھی بموقع ہی اور تفریع بیموقع لازم نہین آتی ہی کیونکہ امام کے نزدیک اولیاء کو دو طرح کا حق اعتراض اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی طرح کا حق ہونا اس باب اکراہ سے متعلق نہین ہی

کیونکہ اسکے بیان کا موضع کتاب النکاح باب الکفو ہی اور یہان محض افادہ مکررہ سمجھا جائیگا اور تفصیل کا سقوط اس
مقام پر عجیب ہی فلیتامل فیہ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر اس سے ایک صفحہ کے بعد قولہ کذا فی المبسوط ولو اکرہ
الموصے والوکیل بالتقیید والمشتری بالقتل ضمن الوکیل لاغیر ہذا اذا کان المشتری مکرہا بالقتل ضمن علی الشراء الخ
اقول ضمن آخرہ کا غلط محض ہی اور صواب صرف اسی قدر ہو کہ مکرہا بالقتل علی الشراء کما لایخفی علی من لہ ادنی مسکة۔ پھر
اسکے بعد قولہ کذا فی المبسوط ولو اکرہہ علی ان یبیع مال المکرہ واشتری بمالہ۔ اقول الظاہر او یشتری بمالہ۔ پھر اس سے
ایک صفحہ کے بعد مسئلہ مبسوط امن ابعد محیط سرخسی کے ولو اکرہہ بوعید تلف الخ مین لکھا وان اقربہا کان علیہ الکفارة۔
والصواب وان قربہا یعنی عورت سے قربت وجماع کرلیا۔ پھر اس سے کچھ دور بعد المبسوط ولو اکرہہ علی کفارة یمین
قد حنث الخ مین قولہ فان کان قیمتہ ادنی العبید مثل ادنی الصدقة۔ اقول الصواب مثل ادنی النفقة یعنی بجاے
صدقہ کے نفقہ صحیح ہی۔ پھر اسکے بعد والے طویل مسئلہ مبسوط مین ایک فقرہ ساقط ہونے کا احتمال ہی چنانچہ لکھا
ولو قال للہ علی ان اتصدق بثوب ہروی او مروی بعینہ فتصدق بہ الخ اور مترجم کے نزدیک صواب یہ ہی
کہ ولو قال للہ علی ان اتصدق بثوب ہروی او مروی فاکرہہ علی ثوب ہروی او مروی بعینہ فتصدق بہ۔
یعنی نذر کرنے والے نے بطور منکرہ ایک ہروی یا مروی کے صدقہ کرنے کی نذر کی تھی اور مکرہ نے اسکو کسی
معین ہروی یا مروی صدقہ کرنے پر مجبور کیا فافہم واللہ تعالے اعلم۔ باب سوم کے اول مسئلہ طویل مین کئی جگہ
خطا ہی اول قولہ وان اتفقا علی ان البیع بینہما کان تلجیة ثم اجازہ احدہما لم یجز اجمیعا۔ اقول غلط ہی اور صواب یون
چاہیے ثم اجازہ احدہما لم یجز حتی یجیز اجمیعا۔ یعنی ایک کی اجازت دینے سے بیع جائز نہو جائیگی جب تک دونون
اجازت ندین یعنی دونون کی اجازت سے گویا جدید بیع ہو جائیگی۔ پھر اسکے دو سطر بعد لکھا ولو تواضعا علی
ان یجیزا انہما تبایعا۔ صواب یخبرا از اخبار ہی نہ از اجازت۔ پھر اس سے آٹھوین سطر مین لکھا لو تصادقا علی انہ
لم یحضر لہما بینة۔ اقول بینة بمعنی گواہی غلط ہی اور صواب نیت کا لفظ ہی۔ اسی طرح اس سے دس سطر بعد لکھا
ولو قال فی السر یرید ان یظہر ہبیا علانیة۔ اسی طرح یرید ویظہر بصیغہ غائب لکھا اور صحیح بصیغہ متکلم بنون ہی۔ باب چہارم
شروع مین قولہ فان دفع فی قلبہ ان ہذا القدر من الحبس والقید نعمة۔ یون بنون وعین لکھا ہی اور ظاہر انقمہ
بنون وقاف یا مانند اسکے کوئی لفظ ہووے اور ایسے اغلاط بہت ہین

کتاب الحجر۔ باب دوم فصل اول قولہ کانت قیمتہ علی عاقلتہ عندہما جمیعا کذا فی المحیط۔ اقول الاوفق بالاول
ان یقال عندہم جمیعا فاللہ تعالے اعلم۔ باب سوم۔ کذا فی التاتارخانیہ المحبوس بالدین اذا کان یسرق فی الخ
یسرق آخر قاف کے ساتھ غلط ہی اور صواب یسرف بفاء ہی اور کتاب الماذون سے کچھ پہلے بعد تمیین کے
مسئلہ واقعات مین قولہ لااجلس مع المدعی فلہ ذلک کذا فی العینی شرح الہدایة اقول غلط فاحش ہی اور صواب
یہ ہی کہ یہان عبارت ساقط ہو گئی یون چاہیے کہ فقال الغریم لا اجلس مع غلامہ واجلس مع المدعی الخ
کما لایخفی علی من لہ ذوق سلیم وطبع مستقیم

کتاب الماذون باب دوم قولہ کذا فی المبسوط ولو اشتری عبدا علی انہ بالخیار فراہ متصرف فلم ینہہ
فہو رضا بالبیع او لحقہ دین اولا قبضہ او لم یقبضہ لم یصر محجورا من وقت البیع۔ اقول یہانتک عبارت غیر محصل ہی

مترجم کو مہمل معلوم ہوئی ہان آگے جو عبارت مذکور ہی یعنی وفی نسخۃ اذا راہ الی آخرہا وہ البتہ صحیح ہی پھر اس سے ایک صفحہ
کے بعد یہ مسئلہ مسطور ہی کذا فی المبسوط واذا کان العبد کلہ لرجل فقال المولی لاہل السوق الخ اس مسئلہ کا ترجمہ اس مقام
سے درست کر لینا چاہیے اذا کان العبد کلہ لرجل - اگر کوئی غلام پورا کسی شخص کا ہو - فقال المولے لاہل السوق
پھر مولے نے بازار والون سے کہا کہ - اذا رایتم عبدی ہذا یتجر فسکت ولم انہہ فلا اذن لہ فی التجارۃ جب تم دیکھو کہ
مین نے اپنے اس غلام کو تجارت کرتے دیکھا اور اسپر مین خاموش رہا کچھ منع نہ کیا تو مین اسکو تجارت کی اجازت نہین
دونگا یعنی میرا یہ فعل اس غلام کے حق مین تجارت کی اجازت نہین ہی - ثم راہ یتجر فسکت ولم ینہہ لا یصیر ماذونا
فی التجارۃ کذا فی المغنی - پھر اس غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھا اور خاموش رہا اور اسکو منع نہ کیا تو غلام مذکور ماذون
التجارۃ نہو جائیگا یہ مغنی مین ہی - باب سوم سے کچھ پہلے قولہ فرق ابوحنیفۃ بین الحجر والاذن عندہ لا یثبت الحجر بخبر الواحد
اقول الظاہر ان یقال فان عندہ لا یثبت الی آخرہ - اسی باب مین باب چہارم سے ڈیڑھ ورق پہلے مسئلہ مبسوط مین جسکا
شروع یہ ہی کذا فی المغنی فاذا حل الاجل کان العبد بالخیار الی آخرہا - لکھا کان تسلیمہ جائزا عندہم حتی ینوی علم الغریم - اقول
صواب یہ ہی کہ کہا جاوے حتے یتوی مال الغریم - یعنی جو کچھ قرضدار پر ہی ڈوب جاوے - پھر باب چہارم سے ایک صفحہ
پہلے قولہ وان شاء رجع الی العبد بنقصان العیب الذی حدث عندہ من الثمن یعنی فی الجنایۃ فی الوطی - اقول الصواب
عندی فی الجنایۃ او فی الوطی فافہم - باب چہارم کذا فی المغنی ولو اقر بذلک بعد ما باعہ القاضی الی قولہ ولکن ان اعطوہ
ذلک وکاتب بہ انفسہم جاز - الصواب وطابت بہ انفسہم اور قولہ ثم یرجع بہ علی الکفیل الغرماء کذا فی المبسوط - والصواب ثم رجع
بہ الکفیل علی الغرماء فلیتامل - اور قولہ کذا فی المغنی ولو ان الغرماء لم یقدروا علی المشتری الی ان قال حتی لو کانوا اربعۃ
واختاروا اشد ضمان القیمۃ - اقول الصواب واختار واحد منہم اخذ ضمان القیمۃ - اور آخر مین قولہ اولی او لم یجز البیع
فی شیء من العبد کذا فی المحیط حرف او ظاہرا غلط ہی صرف واو عاطفہ چاہیے - اسی طرح ایک صفحہ کے بعد قولہ فضمنوہ قیمتہ
صحیحا او اعلم الخ صواب فالحکم ما ذکرنا الخ ہی - اسی طرح ایک ورق کے بعد قولہ کذا فی المحیط ولو لم یلتقہ المشتری ولکنہ
باعہ الخ مین قولہ سلم العبد لہ لو لم یکن لہ علی الرجل صواب ولم یکن لہ الخ ہی اور اس مسئلہ مین کچھ بعد قولہ فیرجع بنقصان القیمۃ
علی البائع ان لم یکن للبائع الخ اقول حرف ان شرطیہ غلط ہی اور صواب اسکا ترک ہی یعنی علی البائع لم یکن للبائع
الی آخرہ فافہم اور باب پنجم سے ایک صفحہ پہلے قولہ کذا فی المبسوط عبد ماذون علیہ دین باعہ المولے من رجل
واعلمہ بالدین - شاید صواب اعلمہ از اعلام بمعنی اخبار ہی واللہ تعالے اعلم - اور باب پنجم کے قریب قولہ ولو امر المولی
عبدہ الماذون فلفل الرجل صحیح لرجل بلام جارہ ہی اور اسکے بعد قولہ فیضع بہ مائدۃ لہ صحیح فیصنع بنون بعد صاد منقوطہ ہی
باب پنجم کذا فی فتاوے قاضیخان العبد الماذون اشتری عبدا الخ مین لکھا لا یصیر الثانی محجورا او لم یکن اقول الصواب
ولو لم یکن قال المترجم اس قسم کے اغلاط بہت کثرت سے ہین ان سب کے استقصاء مین تطویل مخل ہی - باب ششم
کذا فی المحیط واذا کان علی الماذون دین الخ مین لکھا ویستوفی ان کان علی الماذون دین - ظاہر الیستوی کا لیستوفی
لکھا ہی یا لیستوی فی ذلک - ہووے واللہ اعلم - اس سے ایک صفحہ کے بعد قولہ کذا فی العینی شرح الہدایہ ولو کان
العبد صغیرا او کان صغیرا حرا او معتوہا فاقر والعبد الاذن انہم قد اقروا لہ بذلک قبل الاذن کان القول قولہم کذا فی المبسوط
یعنی غلام صغیر یا طفل آزاد صغیر یا مرد معتوہ نے اجازت تجارت حاصل ہونے کے بعد اقرار کیا کہ ہم نے اس شخص کے

لیے اجازت حاصل ہونے سے پہلے اقرار کیا تھا تو قول انھین ہر ایک کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایضاً
باب ششم قولہ کذا فی المبسوط فان کان المولی اقر بالف درہم ثم اقر بالف درہم وکان لہ اقول ایک مرتبہ اور چاہیے ثم اقر بالف
درہم۔ یعنی تین مرتبہ پے درپے ہزار درم کا اقرار کیا۔ اور اس سے تھوڑا بعد قولہ والمسئلۃ بحالہا وبیع العبد بالف درہم
فانہ یبدا بدین البائع وما بقی بعد ذلک فہو مین غرماء العبد ویستوی ان کان العبد فی صحۃ المولی او فی مرضہ کذا فی المبسوط
اقول امین میرے نزدیک خطا ہے کہ بیع العبد بالف درہم۔ اور صواب یون ہے کہ بیع العبد بالفی درہم۔ یعنی دو ہزار درم
کو فروخت کیا گیا۔ باب ہشتم قولہ کذا فی المغنی ولو کان عبد المحجور اجرہ مولاہ الی قولہ قول المستاجر وفی المسئلۃ الظاہر ولو فی الخ
کذا فی التاتارخانیہ قال محمد رح العبد اذا باع واشتری الخ مسئلہ مغنی مین کئی جگہہ بجائے مشتری کے بائع کی تصویب مترجم
کا زعم ہے اور شاید کہ باعتبار وصف ما کان کے مشتری سے تعبیر کیا گیا اگرچہ فی الحال کے وصف سے بائع ہو وبالجملہ ففی
المقام تامل لانتسو دوجوہ الصفحات بذکر الوجوہ فتامل فیہ واللہ تعالے اعلم بحقیقۃ الحال۔ قریب باب نہم کے قولہ کذا فی المحیط
وان نقص کان النقصان فی رقبۃ المحجور لانہ اذا بیع الخ اقول والصواب عندی ثم اذا بیع الخ فافہم۔ باب نہم کذا فی
فتاوے قاضیخان واذا اذن المسلم لعبدہ الکافر الی قولہ وہو مولاہ۔ الصواب وہو ومولاہ۔ یعنی وہ اور اسکا
مولے دونون۔ اور اسی مسئلہ مین قولہ فان کان صاحب الدین الاول کافر فی الدینین الخ اقول اس مقام پر
عبارت ایسی طور سے ساقط ہے کہ مترجم سے اسکی تصحیح محل تامل ہے پس انتظار چاہیے یہانتک کہ کوئی دوسرا صحیح نسخہ
دستیاب ہو واللہ تعالے اعلم پھر اس سے تھوڑی دور بعد قولہ ولو کان احد الغرماء مسلما شہد لہ کافران والآخران
شہد اقول اما ان قلت والآخران کافران شہد الخ واما ان عنیت ہذا المعنی بنوع تکلف من دلالۃ المفہوم فافہم۔ پھر
اس سے تھوڑی دور بعد کذا فی المغنی واذا اذن المسلم لعبدہ الکافر الخ مین لکھا ثم ادعی علی العبد دین الف درہم۔ اقول
الصواب ان یقال ثم ادعی رجل آخر علی العبد الخ کما لایخفی علی المتامل۔ باب یازدہم کذا فی المغنی ولو کان للماذون
دار امن تجارۃ الخ مین لکھا وعلی ہذا لو شہد علی الماذون فی حائط الخ اقول لفظ شہد از شہادت تو صحیح نہین ہے بلکہ
صواب اشہد بمجہول از اشہاد ہے والفرق بینہما مما لایخفی علی الماہر فی الفن بحسب تعلق المقام۔ باب دوازدہم کذا فی المحیط
ولا یملک الصبی الماذون تزویج امتہ الخ مین قولہ لاابن المولی۔ کی جگہہ لاابن الولی چاہیے۔ اسی باب مین صفحہ ۱۷۵
کذا فی المغنی وفی ماذون شیخ الاسلام الخ مین قولہ اجر او استاجر یوقف ذلک۔ اقول الصواب یوقف ذلک۔ باب سیزدہم
کذا فی الکافی واذا باع الماذون من رجل عشرۃ اقفرۃ الخ مین لکھا ولو قال ابیعک ہذا الحنطۃ وہذا الشعیر ولم یسم کیلہما کل
قفیز بدرہم اقول ظاہر المحرف نے یہ معنی سمجھے کہ بائع نے دونون کے حق مین ہر قفیز بیک درم نہین بیان کیا ولیکن یہ غلط ہے اور تامل سے
تجھے ظاہر ہوگا کہ صحیح یون ہے ولم یسم کیلہما کل قفیز بدرہم لیس قولہ کل قفیز بدرہم متعلق بلفظ ابیعک ہے اور لم یسم کیلہما معترضہ ہے اسوجہ سے کہ ہذہ
الحنطۃ وہذا الشعیر تسمیہ کیل بھی ممکن ہے بالجملہ یہ مراد نہین ہے کہ ہر قفیز کا ایک درم کا حساب نہین بتایا بلکہ مراد یہ ہے یہ حساب تو بتلایا مگر ڈھیری کے
سب کیل نہین بتلائے۔ اسی باب مین کذا فی فتاوے قاضیخان ولو اشتری ثوبا من رجل بعشرۃ دراہم الخ صفحہ ۱۸۱ قولہ ولو اشترط کل
ذرع بدرہم۔ الصواب ولم اشترط بالصیغہ متکلم اور اسی باب کے صفحہ ۱۸۳ مین قولہ علی قول ابی حنیفۃ رح یجبر فی الوجہین جمیعا کذا فی المحیط
اقول وجدت بخطے علی حاشیہ انہ ہکذا وجدت النسخ بالاثبات وفیہ نظر علی اصل الامام فلینظر فیہ واللہ تعالے اعلم

کتاب الشفعۃ باب اول کذا فی محیط السرخسی واذا اشتری ارضا بسندورۃ الی قولہ لتقوم الارض بسندورۃ فیرجع

بحصتها کذا فی المحیط السرخسی اقول الصواب فتقوم الارض مبذورة وغیر مبذورة فیرجع الخ باب ہشتم صفحہ ۲۸۰ کذا فی المبسوط واذا اشتری ارضا فیہا نخل او شجر الخ قولہ یقسم الثمن علی قیمۃ الارض والنخل والثمر یوم العقد فما اصاب اقول الصواب ان یقال یقسم الثمن علی قیمۃ الارض والنخل والثمر وعلی قیمۃ الارض والنخل فما اصاب الخ۔ اور دوسری سطر میں قولہ فان اخذ ہا الشفیع احدہما اسی طرح دوسرے صفحہ میں وجزہا ثم جاء الشفیع۔ یعنی بواو عاطفہ وجزہا خطا ہے واو حذف کرنا چاہیے۔ باب نہم قولہ کذا فی التاتارخانیہ ولو قال المشتری او وکیلہا ہکذا۔ اقول الصواب انا وکیلہا یعنی بجاے او کے انا چاہیے باب دہم ابتداء باب میں قولہ فالقول قول المشتری والا یتحالفان الصحیح ولا یتحالفان اور آخر صفحہ میں وان اقاما جمیعًا البینۃ فالبینۃ بینۃ البائع عند ابی حنیفۃ رح ومحمد رح وہو قول ابی حنیفۃ رح۔ اقول الظاہر ان یقال عند ابی یوسف رح ومحمد رح وہو قول ابی حنیفۃ رح واللہ اعلم۔ دوسرے صفحہ میں کذا فی البدائع وفی المنتقی بن سماعہ عن محمد رجل اشتری من رجل دار او لہما شفیعان فابی الیہ احدہما بطلت شفعتہ الصحیح رجل اشتری من رجل دارا ولہا شفیعان فابی الیہ احدہما بطلب شفعتہ ایک ورق بعد قولہ کذا فی المحیط واذا اشہد البائع الخ میں لکھا ہے والشفیع مقرانہ منذ ایام الصواب مقرانہ علم منذ ایام اور باب یازدہم سے کچھ پہلے قولہ قضیت بالبیت بینہما لصاحب الشہادۃ قول میرے نزدیک لفظ بینہما خطاے فاحش ہے اور صواب یہ کہ لفظ ساقط کیا جاوے اور اسکے بعد قولہ لانہ یثبت سبق شراء احدہما اقول الصواب عندی لانہ لم یثبت الی آخرہ۔ اور اسکے بعد قولہ منذ شہرین کلما وقت شہودہ جعلت۔ الصواب منذ شہرین کما وقت شہودہ جعلت الی آخرہ باب یازدہم کذا فی المحیط واذا وکل رجل الشفیع الی قولہ حتی اخذہا ثم علم بذلک۔ اقول ہکذا فی النسخ علم من الثلاثی والصواب عندی اعلم من الاعلام والوجہ مما لا یخفی عند التامل۔ پھر اس سے کچھ بعد اغلاط فاحش میں سے قولہ واذا وکل رجلین بالشفعۃ فلاحدہما ان یخاصم الآخر۔ اقول والصواب فی المعنی ان یقال فلاحدہما ان یخاصم بدون الآخر الی آخرہ والحاصل ان احد الوکیلین ینفرد بالخصومۃ ولا ینفرد بالقبض فلو ان احدہما خاصم بدون الآخر جاز ولو اراد احدہما ان یاخذہا ممن فی یدہ من البائع او المشتری فلیس لہ ذلک۔ یعنی حاصل المقام یہ ہے کہ اگر ہر دو وکیل میں سے ایک نے مخاصمہ و نالش سے فیصلہ چاہا تو تنہا اس کام کو کرسکتا ہے یعنی حکم حاکم حاصل کرلے پھر اگر تنہا ایک نے چاہا کہ دار مشفوعہ پر قبضہ کرلے تو بدون دوسرے کے ایسا نہیں کرسکتا ہے پس ہر ایک وکیل خصومت میں منفرد ہوسکتا ہے اور قبضہ میں نہیں ہوسکتا ہے باب چہاردہم مسئلہ اولے میں قولہ وان کان الرد بالعیب قبل قبض الدار وان کان بقضاء اقول صاحب تصحیح یا ناسخ نے جملہ اول وان کان الرد۔ کو بواو وان وصلیہ قرار دیکر علامت ظاہر کی اور عبارت ماقبل سے متعلق کردیا اور جملہ دوم وان کان بقضاء کو عطف بواو قرار دیا مگر مترجم کے نزدیک اس عبارت میں بحسب المعنی غلطی ہے اور صواب یہ ہے کہ جملہ اول عطف ہے مضمون سابق پر اور جملہ دوم میں واو عاطفہ غلط ہے اس واو کو ترک کرنا واجب ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ دار مبیعہ میں اگر عیب پاکر واپس کیا تو دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قبضہ کرنے کے بعد واپس کیا اور دوم یہ کہ قبضہ سے پہلے واپس کیا پس اول صورت میں اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا تو دوبارہ شفیع کو شفعہ میں لینے کا اختیار ہوجائیگا اور اگر بحکم قاضی ہو تو نہیں۔ اور دوسری صورت میں اگر بحکم قاضی واپس کیا تو نہیں لے سکتا ہے وہذا المعنی قولہ وان کان الرد بالعیب قبل قبض الدار ان کان بقضاء فلا شفعۃ للشفیع الی آخرہ۔ بالجملہ جس صورت میں واپسی متعاقدین کے حق میں فسخ بمعنی اقالہ ہو اور دوسرون کے حق میں بیع جدید ہو تو شفیع کو اس جدید بیع کی راہ سے مگر شفعہ حاصل ہوگا فلیتامل اور واضح ہو کہ درصورت عدم القبض کے بغیر حکم قاضی واپس کرنے

کو امام محمد رحمہ کے نزدیک بیع جدید کے معنی مین نہین قرار دیا ولیکن شیخین کے قول پر مشائخ کا اختلاف نقل کیا کہ بعض
کے نزدیک تجدید شفعہ ہوگی اور بعض کے نزدیک نہوگی اُس تجدید شفعہ نہونے کا قول اس اصل پر ہوگا کہ قبل قبضہ کے واپسی
بسبب عیب کے شیخین کے نزدیک ہر طرح فسخ بیع ہی اور اقالہ کے معنی مین نہین ہی اور ظاہر ایہی قول اصح معلوم ہوتا ہی پس
ائمہ ثلثہ کا اجماع ہوجائیگا بدلیل مسئلہ ذخیرہ کے جو اس کے بعد مذکور ہی یعنی اذا اسلم الشفیع الشفعۃ ثم ان المشتری رد الدار
علی البائع الی آخرہ کیونکہ اسمین کوئی اختلاف نقل نہین کیا ہی پھر واضح ہو کہ ذخیرہ کی اس عبارت مین بھی کاتب نے دو جگہ
فاحش غلطی کی ہی اول قولہ ان کان الرد بسبب ہو فسخ جدید من کل وجہ۔ اقول جدید کا لفظ غلط مہمل ہی اور صواب یہ کہ اسکو ترک
کرکے یون کہا جاوے بسبب ہو فسخ من کل وجہ۔ اور فسخ قدیم نہ تھا جسکا جدید متصور ہو۔ دوم قولہ سواء کان الفسخ بسبب ہو
فسخ من کل وجہ او بسبب ہو فسخ من وجہ جدید من وجہ کذا فی الذخیرہ ظاہر عبارت یہ معلوم ہوتی ہی کہ او بسبب ہو فسخ من وجہ
و بیع جدید من وجہ الخ اگرچہ اس مقام پر ایجاز عبارت پر محمول کرکے موصوف مذکور کی تقدیر ممکن ہی۔ باب ہفتدہم
کذا فی الظہیریہ رجل اشتری دارا و قبضہا فاراد الشفیع اخذہا الی قولہ لا یصدق ولا یجعل خصما للشفیع۔ اقول لا یجعل بصیغہ نفی
غلط فاحش ہی اور صواب علی الاثبات یعنی لا یصدق و یجعل الخ ہی۔ یعنی مشتری کے قول کی تصدیق نہوگی اور جب نہوئی
تو وہ شفیع مقابلہ مین خصم قرار دیا جائیگا حتی کہ وہ اپنا حق ثابت کرکے مشتری سے لیگا اور اگر تصدیق ہوتی تو مشتری مستودع
ہو کر خصم نہو سکتا۔ اور واضح ہو کہ مشتری کا یہ قول۔ بعتہا من فلان وخرجت من یدی کما فی النسخہ او یقال بعتہا من فلان واخرجتہا
من یدی کما ہو عندی۔ یعنی مین نے اس دار کو فلان کے ہاتھ فروخت کیا اور اپنے ہاتھ سے نکال دیا پس یہ قول مشتری کا
اس امر کی توضیح ہی کہ خالی عقد بیع نہ تھا بلکہ عقد کے ساتھ مین نے اپنے قبضہ سے نکالکر اسکے قبضہ مین دیدیا پھر اسنے میرے قبضہ
مین بطور امانت و ودیعت کے دیا ہی پس میرا قبضہ اسوقت قبضہ امانت ہی فافہم۔ اس سے کچھ دور بعد قولہ لان صاحب الدار بما
اقر بالہبۃ۔ الصحیح لما اقر الخ۔ اور اسی باب مین کذا فی التاتارخانیہ رجل فی یدیہ دار الخ مین قولہ وان ابی ذلک اخذ الشفیع
الدار و دفع الثمن ویرد۔ اقول یون کہنا چاہیے و دفع الثمن علی البائع ویرد الی آخرہ کما لا یخفی علی المتامل۔ اور واضح
ہو کہ قولہ کذا فی الکافی الاستحقاق بحق سابق علی العقد یبطل العقد وبحق متاخر عنہ لا یبطلہ۔ پھر اسکے بعد لکھا ان الشفیع لما یتقدم
علی من قام مقام المشتری۔ قال المترجم یون ہی ان نسخون مین مسطور ہی اور اس عبارت کے مہمل ہونے مین شک
نہین اور مترجم زیادہ اسکے غور مین وقت نہین پاتا ہان سرسری میرے نزدیک صواب یہ ہی کہ ان الشفیع کما یتقدم علی
المشتری یتقدم علی من قام مقام المشتری۔ یعنی جیسے مشتری پر شفیع کو تقدم ہی ویسے ہی جو مشتری کی جگہ قائم ہوا اسپر بھی شفیع
کو تقدم ہی۔ وعلی ہذا عبارت مین سے ایک فقرہ ندارد ہی فافہم

کتاب القسمۃ باب دوم اسکے ظاہر فاحش اغلاط مین سے ہی کذا فی الکافی رجل مات و ترک ثلثۃ بنین و ترک خمسۃ
عشر خابیۃ خمس منہا مملوۃ خلا و خمس منہا خالیۃ والکل۔ اقول اسمین سے ایک فقرہ ندارد ہی اور وہ مطبوعہ کلکتہ سے بھی ساقط
ہی اور صواب یہ کہ و خمس منہا الی النصف منہا والکل الی آخرہ۔ اسی باب دوم مین قولہ وکان لصاحب الثلثۃ اربعۃ من خمسۃ دراہم
کذا فی فتاوے قاضیخان۔ بجاے وکان بواو عطف کے فکان بفاء تفریع واجب ہی۔ اور اس سے کچھ بعد ایک
جہالت کی غلطی یہ ہی کہ الاید۔ ایک سطر مین اور ان یقسم دوسری سطر مین لکھا ہی حالانکہ الابدان جمع البدن ہی قال المترجم
ظاہر صحت کی حالت مین نقوش اصل کے سوا معانی کتاب پر لحاظ کے ساتھ صحت کی توفیق عنایت نہین ہوئی اور ایسے

مقامات دیکھکر مترجم کو تعجب ہوا کہ بعضے صحیح مقامات اصل مین کس وجہ سے عبارت بدلی گئی چنانچہ کتاب السیر مجلد دوم
کے ایک مقام سے ظاہر ہوگا جسکے حاشیہ پر مترجم نے مفصل ذکر کیا ہی - باب سوم شروع مین وذکر الخصاف دار بین رجلین نصیب
کل واحد لا ینتفع بہ بعد القسمۃ وطلب القسمۃ الخ - اقول یون ہی طلب بصیغہ مفرد مذکور ہی ولیکن مترجم کے نزدیک غلط ہی بنا براینکہ
جب حصہ بعد تقسیم کے کسی کا اسقدر ہو کہ قبل تقسیم کے جو انتفاع ممکن تھا وہ حاصل نہو سکے تو قاضی ایسی تقسیم بدرخواست واحد
نہین کرسکتا ہی اور یہ اصل مذکور ہو چکی پھر باوجود اسکے یہ حکم کیونکر صحیح ہوگا اور علاوہ اسکے مابعد مین قولہ وان طلب
احدہما القسمۃ کے معنی نہونگے یا مناقض ہوگا پس صواب میرے نزدیک وطلبا القسمۃ بصیغہ تثنیہ ہی فافہم واللہ تعالے اعلم - اور
ایسے ہی ایک ورق بعد قولہ وشرط الترک مین صواب دونون کا باتفاق شرط لگانا چاہیے یعنی وشرطا الترک لا یجوز عندہما
ویجوز فی قول محمد کذا فی فتاوی قاضیخان اور ایسے ہی دو ورق بعد قولہ فان ذکر ان لکل واحد مین تثنیہ لازم ہی یعنی فان ذکرا ان لکل
واحد منہما نصیبہ بحقوقہ دخل الطریق ومسیل الماء فی القسمۃ الی آخرہ اور اس سے ایک ورق کے بعد مسئلہ باین عبارت مذکور ہی وان کان
بین رجلین دار اقتسما علی ان یاخذ احدہما الدار والآخر نصف الدار جاز وان کانت الدار افضل قیمۃ من نصف الدار کذا فی المحیط قال المترجم
اس عبارت مین تحریف ایسے طور پر واقع ہوئی کہ تصحیح مین سخت دقت ہی پس اگر بطریق باہمی صلح کے ہوتا تو دوسرے دار
پر محمول کیا جاتا جیسا مسائل مابعد مین مذکور ہی ولیکن مذکور باہمی اقتسام ہی اور شاید یہ معنی ہون کہ اقتسام بدین طریق
کیا کہ دونون کے حصص مین کامل دار اور نصف دار کی نسبت ہو ولیکن یہ بھی اقتسام نہین بلکہ نوع اصطلاح ہی پھر
دار واحدہ مین باوجود عدم اختلاف جنس کے جواز کی صورت کیونکر ہوگی کیونکہ نہ اختلاف جنس اور نہ معنی اختلاف جنسی
الا آنکہ قسمت مین معنی معاوضہ سے انفکاک نہین ہوتا اور تخصیص اس امر کا کہ دار از راہ قیمت کے چاہے اضعف سے افضل ہو اس غلطی
کو رفع نہین کرتا فلیتامل فانہ موضع تامل باب ہشتم اوائل مین قولہ والکیلی والموزون جمیعا لاحدہما - اقول الصواب لاحدہما
اور اسکے کچھ بعد قولہ الا ان یکون قسم الذی لم یرا المال سرہما اقول یون ہی سرہما مسطور ہی اور یہ تشحیذ الاذہان کے لیے
مترجم نے چھوڑا اگرچہ مطلب ظاہر ہی - پھر دوسرے صفحہ مین دو غلطیان لفظ مین یسیر اور معنی مین فاحش ہین اول قولہ فان
کان المقسوم شیئا واحدا حقیقۃ او حکما - اقول بجاے او کے واو چاہیے ہی اور دوم اسی مسئلہ کے حوالہ ختم کے قریب قولہ
لا یبطل الا باشارۃ السکنی - اقول حرف استثنا الا غلط ہی اور صواب فقط لا نافیہ ہی دیہ قطع المترجم وتامل فیہ باب ہشتم اوائل
مین قولہ وعلی المیت دین فجاء الغریم - اقول ظاہر افجاء الغرماء صحیح ہی بنظر عبارت مابعد کے فافہم - ایک ورق بعد
قولہ کان الغرماء المیت الثانی ان یطلبوا القسمۃ - اقول اسکے معنی تو بظاہر یہ ہین کہ میت دوم کے
قرضخواہون کو درخواست تقسیم کا اختیار حاصل ہی ولیکن مترجم کے نزدیک بحسب المقصود غلط ہی اور صواب ان یبطلوا ہی یعنی
قرضخواہان میت دوم کو تقسیم وبٹوارہ باطل کردینے کا اختیار ہی اور ملحق باب یازدہم قولہ ولا یجبر المستحق علیہ کذا فی المحیط
صواب لا یخیر ہی از باب تخییر اور باب جبر سے نہین ہی باب یازدہم شروع صفحہ ۹۴۳ قولہ لا یقع لہ فی القسمۃ الثالثۃ عشرۃ
اذرع - والصواب ان یقال القسمۃ الثانیۃ عشرۃ اذرع متصلا بدارہ فلا یفید اعادۃ القسمۃ کذا فی المحیط - باب سیزدہم قولہ
اذا اقر احدہما الاصل بیت - اقول لم یقع عندی من لفظ الاصل معنی ولعلہ الطبع بمنزلۃ قلم الناسخ فالصواب عندی اقر احدہما بیت انہ
بعینہ لرجل وانکر شریکہ الی قولہ کذا فی شرح الطحاوی
کتاب المزارعہ باب سوم صفحہ ۳۷ مین عبارت اسطرح مذکور ہی وکذلک اذا قال ما زرعت فیہا بکراب فبکذا وبغیر

کراب فبکذا فالمزارعۃ جائزۃ - اور اسکے بعد لکھا وکذلک اذا قال ما زرعت منہا بکراب فبکذا وما زرعت منہا بغیر کراب
فبکذا فالمزارعۃ جائزۃ - پس فرق دونون مین یہ ہی کہ اول مین لفظ فیہا سے ضمیر اس زمین کی طرف راجع کیے اور بدون استقلال
ذکر فعل کے قولہ وبغیر کراب فبکذا - کو اول جملہ پر عطف کر دیا اور توزیع الفاظ کے اسی سے سمجھی گئی اور دوسرے مسئلہ مین
بجاے فیہا کے منہا سے تبعیض اور قولہ ما زرعت منہا بغیر کراب عطف جملہ بر جملہ سے استقلال واضح کر دیا ورنہ فی المعنی بہت
کم فرق ہی کما لایخفی علی ان المسائل تر کہا لاحکام بجریان تلک الالفاظ - قال المترجم اللہ تعالے عزوجل کے واسطے تسبیح
وحمد ہی کہ جہانتک اپنے فضل سے اپنے بندہ عاجز کو توفیق عطا فرمائی اس کتاب احکام مین مسائل کے الفاظ اور وجوہ تعلق
حکم وغیرہ پر بخوبی لحاظ رکھا گیا اگرچہ اصل عربی کے بارہ جزو ماہواری ترجمہ کرنے کی صورت مین خالی کتابت کی مہلت مین
استعجاب کیا جاتا ہی کہان اسکا ترجمہ کرنا اور اغلاط الاصل وغیرہ کو دیکھنا اور الفاظ کی رعایت اور وجوہ تعلق الحکم بالالفاظ
کالحاظ اور سوائے اسکے بہت امور ہین جو بکمال نظر اس ترجمہ کو دیکھنے سے انشاء اللہ تعالے اہل السلم کو ظاہر ہونگے پس
اگر بہتری وخوبی پاوین تو سب حمد وثنا حضرت مولی حق سبحانہ وتعالے کے واسطے ہی جسنے اپنے عاجز بندہ کو توفیق عطا
فرمائی ورنہ وہ جیسا لغو ہی خود ہی خوب جانتا ہی بلکہ نہایت لغویت سے اپنے آپ کو نہین پہچانتا ہی ورنہ خوب ہوتا اگر
اپنے کو پہچانتا لہذا از صالحین است وبندگان نیکو کار سے امید ہی کہ مترجم کو دعاے مغفرت سے فراموش نفرماوین
کیونکہ اسکو کسی فضل کی خواستگاری نہین بلکہ مغفرت الہی وعفو جرائم ورحمت حق سبحانہ تعالے کی امیدواری ہی وان
ربی تبارک وتعالے عفو جواد ملک کریم غفور رحیم وصلے اللہ تعالے علے سیدنا ومولنا عبدہ ورسولہ محمد وآلہ واصحابہ
اجمعین باب چہارم اسی صفحہ کے آخر مین - دفع نخیلہ الی رجل معاملۃ بالنصف علی ان یلحقہ - الصواب علی ان یلقحہ - یعنی
من اللقح - باب نہم آخر باب مین متصل باب دہم کے قولہ ولو اراد المزارع القلع فلرب الارض ذلک من غیر رضاء المزارع
اقول محصل اس عبارت کا ظاہر الغلط ہی بظاہر کچھ عبارت ساقط ہو گئی ہی مثلاً یون کہنا چاہیے - ولو اراد المزارع
القلع واراد رب الارض ان یتملک حصتہ بالقیمۃ فلرب الارض ذلک الی آخرہا - اور مترجم نے اسی عبارت کے معنی کو ترجمہ
مین ذکر کیا ہی فتدبر فیہ باب سیزدہم اول مسئلہ مین قولہ انہ سرق الزرع وہذا الان - اقول صواب میرے نزدیک
ہذا الان - بلام تعلیل ہی باب نوزدہم کذا فی الخلاصۃ قال محمد فی الاصل اذا دفع الرجل ارضہ الی آخرہ اس مسئلہ مین لکھا
استہلاک المزارع الکری الذی - ظاہر اصواب الکر الذی الخ ہی - باب بستم بیان کفالت در مزارعت اسمین یہ عبارت
مذکور ہی وان کان البذر من جہتہ رب الارض فلا یخلو اما ان شرط فی المزارعۃ عمل المزارع بنفسہ ولم یشترط فان شرط تصح الکفالۃ
والمزارعۃ جمیعا کانت مشروطۃ فی العقد ام بعدہ لانہ کفل بمضمون امکنہ استیفاؤہ من الکفیل الی آخرہا - اقول اس عبارت مین
ظاہر تامل ہی کیونکہ جب عقد مزارعت مین کفالت مشروط ہی اور مزارعت اس شرط سے ہی کہ کاشتکار بذات خود کام کرے
تو کفالت اگرچہ امر مضمون کے واقع ہوئی لیکن کفیل سے بعینہ عمل کاشتکار کا استیفا ممکن نہین ہی پس قولہ فان شرط تصح
الکفالۃ والمزارعۃ جمیعا کانت مشروطۃ فی العقد ام بعدہ منظور فیہ ہی چنانچہ خود آگے لکھا کہ فاما اذا شرط فی المزارعۃ
عمل المزارع بنفسہ فان کانت الکفالۃ مشروطۃ فی العقد فسدتا وان لم تکن صحت المزارعۃ وبطلت الکفالۃ لانہ کفل بما لا
یمکن استیفاؤہ من الکفیل لان عمل المزارع لا یمکن استیفاؤہ من غیرہ - پس صواب میرے نزدیک یہ ہی کہ بجاے
فان شرط کے فان لم یشترط ہو - اور اسکی توضیح یہ ہی کہ یہان دو باتین ہین ایک تو عقد مزارعت جسمین کبھی

یہ شرط ہوتی ہی کہ کاشتکار خود کام کرے اور کبھی نہین ہوتی ہی- دوم عقد کفالت اور وہ کبھی عقد مزارعت کے اندر شرط
ہوتا ہی بدین معنی کہ مزارعت اس شرط سے قرار پائی کہ مزارع مثلاً کفیل دیگا اور کبھی عقد مزارعت مین مشروط نہین ہوتا ہی جب
یہ ظاہر ہو گیا تو جس صورت مین بیج ازجانب مالک زمین ٹھہرے ہین تو کاشتکار پر کار زراعت واجب ہی مگر نہ خاصکر بذات خود
بلکہ یہ فعل زراعت کا اسکی طرف سے پورا ہونا چاہیے پس اسکی کفالت صحیح ہی- پس کتاب مین اگر موافق زعم مترجم کے ہو تو
اسکے معنی مع الشرح یون ہونگے- وان کان البذر من جہة رب الارض- اگر عقد مزارعت مین بیج مالک زمین کی طرف سے
ٹھہرے ہین حتی کہ کاشتکار کے ذمہ کام امر لازم ہوگا- فلا یخلو اما ان شرط فی المزارعة عمل المزارع بنفسہ او لم یشترط- تو کفالت
کا حکم بیان کرنے کے واسطے اس تفصیل کا معلوم ہونا ضرور ہوگا کہ عقد مزارعت مین کاشتکار کے ذمہ بذات خود کام کرنا مشروط کیا گیا ہی
یا نہین کیا گیا (فان شرط) اقول غلط والصواب ان یقال (فان لم یشترط) تصح الکفالة والمزارعة جمیعا- پس اگر عقد مزارعت مین کاشتکار کے ذمہ
بذات خود کام کرنا مشروط نہو تو ایسی صورت مین کفالت انجام دہی فعل کاشتکاری کی صحیح ہو گی پس کفالت و مزارعت دونون
عقد ہر حال مین صحیح ہونگے خواہ- کانت مشروطة فی العقد ام بعدہ- عقد کفالت اسی عقد مزارعت کے اندر شرط ہو یا بعد عقد
مزارعت کے بصورت عقد کفالت واقع ہوا ہو- اسلیے کہ عقد مزارعت مین جب کاشتکار پر بذات خود کام مشروط نہین ہی تو اسپر
خالی یہ واجب ہی کہ کار زراعت کو پورا کر دے خواہ بذات خود یا کسی اپنے نوکر یا مددگار وغیرہ سے اور جب کفیل نے اسکی
طرف سے کفالت کی تو ایسے امر کی کفالت کی جو کاشتکار پر لازم تھا اور اسطرح لازم تھا کہ کفیل بھی اسمین نیابت کر سکتا ہی
پس کفالت صحیح ہو گی- لانہ کفل بمضمون امکنہ استیفاؤہ من الکفیل- کیونکہ کفیل نے ایسے فعل مضمون کی کفالت کی جسکا
پورا کرا لینا کفیل کے ذات سے ممکن ہی- یعنی مکفول بہ مین دونون صفت ہین ایک تو یہ کہ جس فعل کی کفالت کی وہ
مکفول عنہ پر لازم و مضمون تھا اور دوم یہ کہ اسکا پورا ہونا کفیل سے بھی ممکن ہی پس دونون باتون کو بیان کیا اول
بقولہ لان الفعل مضمون علی المزارع یجبر علی اقامتہ وقد لزمہ ہذا العمل بحکم المزارعة- کیونکہ یہ کام مکفول عنہ یعنی کاشتکار پر مضمون
ہی بدین معنی کہ اسکو پورا کرنے کے لیے اسپر جبر کیا جائیگا اور یہ اسپر عقد مزارعت قبول کرنے کی وجہ سے لازم آیا ہی
و دوم بقولہ- والکن استیفاؤہ من الکفیل- اور اسکو کفیل سے بحکم کفالت پورا کرا لینا ممکن ہی اور واضح ہو کہ اسکے بعد
یہ عبارت مسطور ہی فان اخذ المکفول لہ والکفیل الخ- اقول واو غلط ہی اور لفظ مکفول لہ فاعل اور کفیل مفعول بہ واقع ہوا
ہی اور اس تفریع مین یہ بیان ہی کہ کفیل نے اگر بحکم کفالت کام انجام دیا تو اسکو کیا ملیگا یا مفت تبرع ہوگا- پس بیان
مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ اگر عقد مزارعت مین مزارع کا بذات خود کام مشروط نہو تو کفالت کی دو صورتین ہین یا تو کفالت
عقد مزارعت مین مشروط ہوئی یا بعد کو واقع ہو گی پس یہ دونون صورتین کفالت کی اس تقدیر پر جائز ہین- اب رہا
بیان اس امر کا کہ جب مزارعت مین مزارع کا بذات خود کام کرنا شرط ہو تو اسمین بھی کفالت کی دو صورتین ہین یا تو
عقد مزارعت مین مشروط ہو گی یا بعد کو واقع ہو گی پس اس تقدیر پر اگر کفالت عقد مزارعت مین شرط ہو تو مزارعت و کفالت
دونون باطل ہین اور اگر بعد کو واقع ہوئی تو مزارعت صحیح و کفالت باطل ہی اور اسی کو بیان کیا بقولہ فاما اذا شرط فی المزارعة
عمل المزارع بنفسہ الی آخرہ- بالجملہ مترجم کے نزدیک اس مسئلہ مین دو جگہ غلطی ہی اول تو فاحش غلطی قولہ فان شرط
تصح الکفالة الخ ہی اور صواب فان لم یشترط الخ ہی اور دوم قولہ اخذ المکفول لہ والکفیل الخ مین واو عاطفہ درمیان فاعل
و مفعول بہ کے غلط ہی اور صواب اسکا ترک ہی- قال المترجم حمد و ثنا خالص اللہ تعالے عز و جل کو ہی جسنے اس ضعیف

کو باوجود اسقدر عجلت وکثرت ترجمہ کے ایسے اغلاط کی توفیق تصحیح عطا فرمائی فلہ الحمد فی الاولی والآخرۃ و الحمد للہ رب العالمین

کتاب المعاملہ باب دوم کذا فی التاتارخانیہ واذا دفع الرجل نخیلا اسامۃ الی رجلین علی ان یلقحاہ الی آخر المحیط اس مسئلہ مین فان کان یعلم ان السقی لا یوثر الی قولہ وان شرط عمل رب الارض۔ ایک سطر عبارت مکرر واقع ہوئی ہی متقنبہ ہونا چاہیے۔ اوراس سے چار ورق کے بعد اسی باب مین کذا فی التاتارخانیہ تا قلا عن التتابیہ رجل لہ شجرۃ تعرف فی ملک الغیر ونبتت العروق اقول ایک شخص کا ایک درخت ہی جسکی جڑین دوسرے کی زمین تک پھیلین اور وہان ان جڑون سے پودے پھوٹے۔ فوہب صاحب الشجرۃ ملک التالات لامن صاحب الارض۔ پس مالک درخت نے یہ پودے کسی غیر کو نہ مالک زمین کو ہبہ کردیے فان کانت التالات یتلبس اذا قطعت الشجرۃ لم یجز الہبۃ وان کانت لاتتلبس فالہبۃ جائزۃ کذا فی الفتاوی الکبری۔ اقول یہ قید کہ مالک درخت نے یہ پودے مالک زمین کو نہین بلکہ کسی دوسرے کو ہبہ کیے اگر اسوجہ سے ہی کہ امام کے نزدیک ہبہ مشاع اپنے شریک کو جائز ہی اس سے احتراز کے لیے وضع مین کہ غیر کیا تو مالک زمین کی شرکت منظور فیہ ہی حتی کہ اسکے حق مین ہر طرح جائز ہونا۔ یا مفہوم یہ کہ اسکے حق مین نہین جائز ہی جس وجہ سے کہ غیر کے حق مین جواز کا حکم دیا گیا مثلاً تو بھی منظور فیہ ہی کیونکہ ان مسائل مین مفہوم معتبر ہی۔ خیر اس بیان استطرادی سے قطع نظر کرکے مترجم کہتا ہی کہ قولہ تتلبس بلام از تلبس خواہ مثبت جیسے شق اول مین ہی خواہ منفی جیسے شق دوم مین مسطور ہی میرے نزدیک اغلاط ہی بلکہ مہمل ہی اور صواب میرے نزدیک بتاء تانیث حرف مضارعہ ویاء تحتیہ وباء موحدہ وسین مہملہ تیبس از یبس ہی والمعنی پس اگر یہ پودے ایسے ہون کہ درخت کاٹے جانے پر خشک ہوجاوین تو ہبہ جائز نہو گا اور اگر ایسے ہون کہ اس حالت پر خشک نہو جاوینگے یعنی بطور مستقل خود درخت ہوگئے ہین تو ہبہ جائز ہی فافہم

کتاب الذبائح باب اول دو ورق بعد کذا فی القنیہ ولو قال بسم اللہ وصلے اللہ علی محمد الی المحیط مین قولہ وان اراد التبرک یذکر الصواب وان اراد التبرک لخ یعنی تفعل از برکت صحیح ہی۔ باب دوم درندگان وحشی مین سے ذوناب کی تعداد بیان کرنے مین لکھا والسمور والدلق والذب والقرد والقمل ونحوہ فلا خلاف فی ہذہ الجملۃ الا فی الضبع فانہ حلال عند الشافعی اقول مترجم اس کتاب الذبائح مین بسبب ضیق فرصت واتفاقیہ ہجوم علالت کے بہت پریشان رہا لہذا اہل کرم معذور فرماوینگے جہان تک توفیق حاصل ہوئی کوشش کی گئی بعد اعتذار کے مترجم کہتا ہی کہ اس عبارت مین کسی جگہ خلل و مزلقہ شدید ہی اول دلق بدال مہملہ ولام وقاف یہ لفظ معرب دلہ ہی اور اسکے معنی مین سے گربہ صحرائی یعنی جنگلی بلی یہان مراد نہین کیونکہ سنور بری کو پہلے ذکر کردیا ہی بلکہ قاقم مراد ہی جسکی پوستین واون وغیرہ بیش قیمت گنی جاتی ہی اور اسکو بھی قاقم کہتے ہین پوستین قاقم نہین کہتے جیسے سمور وسنجاب کا حال ہی حالانکہ یہ بھی دونون جانور صحرائی درندہ ہین اور اسی طرح پوستین وغیرہ کا انتفاع انسے گران بہا شمار کیا جاتا ہی۔ دوم الذب نسخہ مین بدال منقوطہ وباء موحدہ مسطور ہی اور یہ گاو وحشی بارہ سنگا ہی جسکا چنور مشہور ہی لیکن بالاتفاق اسکی حرمت واسکا درندہ ہونا دونون ٹھیک نہین ہی لہذا صواب بدال مہملہ بمعنی خرس یعنی ریچھ ہی اور وہ بالاتفاق حرام ہی۔ سوم القرد والقمل۔ اول لفظ بقاف وراء و دال ہر دو بے نقطہ مسطور ہی اور صحیح ہی لیکن ظاہر التصحیح کرنے والے نے یا کاتب نے اسکو قراد بالضم بمعنی کنہ سمجھکر

دوسرے لفظ کو قمل بقاف و میم ولام لکھدیا لیکن بحث کرنے والے سے عجب ہو کہ اُسنے درست رکھا۔ واضح ہو کہ قراد بالضم بروزن غراب کلنی یا چچڑی سکے اقسام مین سے ہو مگر بڑی کلنی کو حلمہ کہتے ہین اور اسی لفظ کا ترجمہ مترجم جلد اول نے اپنے محاورہ سے بڑی کلی لکھا اور کلی بکاف عربی وہان کی زبان مین کلنی یا چچڑی کو کہتے ہین مگر بعض اعاظم سہارنپور نے اُسکو شاید گلی بکاف فارسی پڑھا اور اسی بناپر علیحدہ ترجمہ بڑی گلی غلط قرار دیکر رد کیا تھا اور یہ تردید براہ نفسانیت نہین ہوتی ہو بلکہ ہم سب اسوجہ سے معذور ہین کہ شرع والا ہمپر حاکم ہو ناجایز امور روا نہین کہ اسکے پاکیزہ مسفا احاطہ مین کوئی تنکا باقی چھوڑین پس خالص مقصود یہ کہ اگر ہم مین سے کوئی اپنی غلطکاری مین کہین چوک جاوے تو دوسرا شفقت سے بواجبی حکم شرعی اُسکی اصلاح کردے اور سہو مین کچھ عیب نہین ہو کیونکہ اس سے بشریت خالی نہین ہوسکتی الامن عصمہ اللہ تعالے عزوجل۔ چنانچہ فاضل لکھنوی نے اغرقہ اللہ تعالے بفضلہ فی بحار رحمتہ سبحانہ عزوجل اپنے حاشیہ عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ جنایات کتاب الحج مین قراد کا بوزنہ ترجمہ کر دیا۔ لہذا متنبہ کردینا واجب ہو کہ کوئی شخص اس حکم کو جو وہان مذکور ہو بوزنہ یعنی بندر کے واقعہ پر محمول نہ کرے بلکہ جو معنی مذکور ہوئے یہی مراد مین واللہ اعلم اور رباقرد بالکسر بدون الف بمعنی بندر اور یہی یہان مراد ہو اور دوسرا لفظ قمل جسکو فارسی مین شپش وہندی مین جون یا چیلہ کہتے مین یہان صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ وہ درندہ صحرائی و ذوتاب یا ذومخلب نہین ہو اور صواب میرے نزدیک لفظ الفیل بتا دو یاتحتیہ و لام ہو یعنی ہاتھی اور وہ بے شک موذی درندہ ہو خواہ گوشت ہی اُسکی غذا ہو یا نہو اور اسکے درندہ ہونے پر اتفاق ہو اور عوام کے قول سے کہ اسمین بہتا ہوا خون نہین ہوتا ہو بحث کرنا مہمل ہو۔ حاصل یہ کہ عبارت مذکورہ مین مترجم کے نزدیک بجائے ذب بذال منقوطہ کے صواب دب بدال مہملہ ہو اور بجائے قمل کے صواب فیل ہو واللہ تعالے اعلم بالصواب اور اس صفحہ کے آخر مین قولہ واذا اخذ قرحۃ لقیا کذا فی الظہیریہ۔ غور نظر سے تصحیح کرنا چاہیے اور باب سوم سے دوسطر پہلے قولہ ان امتنعت ایاما فلا بأس اقول الصواب اعتلفت باب سوم مین دجینر کردی سے بعد فتاوی کبری کے مذکور ہو ولو انتزع الذئب رأس الشاۃ وہی حیۃ تحل بالذبح بین اللبۃ واللحیین اور معنی یہ ہوئے کہ اگر بکری کے زندہ ہونے کی حالت مین بھیڑیے نے اُسکی سری کو جدا کرلیا تو دونوں جبڑوں ولبہ کے بیچ مین ذبح کرنے سے حلال ہوجائیگی اقول ظاہر امراد یہ ہو کہ جیسے انسان کے سر مین کاسہ کی ہڈی ہوتی ہو ویسے اوپر کی ہڈی اسنے نوچ کر جدا کرلی اور قولہ وہی حیۃ سے یہ مراد ہو کہ اس زخم سے اسکی حیات باقی رہی تو دونوں جبڑوں ولبہ کے بیچ کا جو مقام باقی اسکے ذبح کرنے سے حلال ہوجائیگی اور اگر یہ مراد نہو تو سری پوری الگ کر ڈالنے سے جبڑے ولبہ باقی نہین جسکے بیچ سے ذبح کیا جاوے اور اگر یہ مراد لیجاوے کہ لحیین ولبہ کے بیچ کا مقام اگرچہ جبڑا نہو تو بھی اس امر دیگر سے مخلص نہین کہ ہلاکت اسکی اسی زخم سے ہوگی نہ ذبح سے اللہم الا ان یقال ان العبرۃ لتقدم الجروح المہلکۃ علی الذبح فی الصید ولیس ہذا عندی بشئ۔ اور اگر اصل نسخہ مین بجائے تحل کے لاتحل ہو تو کچھ اشکال نہین ہو یا شاید بجائے قولہ ولو انتزع الذئب کے ولو نتر الذئب یا۔ ولو انتر الذئب ہوا ور نتر سختی سے کھینچنا یا تباہ وکوفتہ کرنا مراد ہو مگر نہ اسقدر کہ جس سے حکم ہلاکت مین ہوجاوے چنانچہ قولہ وہی حیۃ سے اس وہم کو دفع کردیا بالجملہ مقام محل تامل ہو اور مترجم کو غور کرنے کا وقت نہین ملتا ہو

واللہ تعالے ہو الموفق لمن اراد حسن السلوک فی طریق الآخرۃ نعم المولی ونعم النصیر

کتاب الاضحیۃ باب اول کے صفات اضحیہ مین قولہ ولو کان فلک انسان شاۃ۔ الصواب فی ملک انسان باب ششم صفحہ ۲۴۴ وکذلک ان اراد بعضہم العقیقۃ عن ولد وولد لہ من قبل۔ اقول الصواب ان یقال عن ولد ولد لہ یعنی ایسے فرزند سے

جو اسکا محل ازین پیدا ہوا ہی

کتاب الکراہتہ باب یازدہم کذا فی الحاوی للفتاوے اذا اکل الرجل اکثر من حاجتہ لیتقیأ قال الحسن رح لا باس بہ وقال رائیت انس بن مالک رضہ یاکل الخ قال المترجم ابتداءً مین سرسری نظر سے بلحاظ اس اصل کے کہ ہماری کتابون مین جہان حسن مطلقاً آوے تو مراد حسن بن زیاد ہین مترجم کو یہان بھی زعم ہوا کہ حسن بن زیاد مراد ہین اور یہ اوفق بمقام معلوم ہوتا تھا لہذا مین نے قولہ رائیت انس بن مالک کی جگہ مالک بن انس امام مدینہ یکے از ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالے صحیح جانا اگرچہ ترجمہ مین اصل کے موافق رکھا ولیکن حاشیہ پر کچھ لکھا تھا اور بنا بر اس طریقہ کے کہ جہانتک ممکن ہوا ہی اصل سے مخالفت نہین کی گئی ہی چنانچہ مقدمہ مین یہ انتخاب بھی اسی احتیاط کی وجہ سے ہی مگر اسکی تصحیح اسطرح کی گئی کہ مراد حضرت حسن بصری امام تابعی معروف ہین اور اصل مذکورۂ بالا سے بھی مخالفت اس توجیہ سے مرتفع ہی کہ قولہ وقال رائیت انس رض گویا تقیید ہی کہ حسن رض سے وہ مراد ہین جنھون نے حضرت انس کو دیکھا پس بمنزلہ حسن البصری صریح ذکر کے ہوا فافہم اور شاید یہ توجیہ بھی حاشیہ پر ذکر ہو۔ پھر دوسرے صفحہ مین قولہ ومن السنۃ ان یاکل الطعام من وسطہ فی ابتداء الاکل کذا فی الخلاصہ اقول میرے نزدیک مسئلہ جو بیان طریقہ سنت کے واسطے تھا وہ بیان خلاف سنت ہو گیا کیونکہ صحابہ مین صریح ممانعت ابتداء مین درمیان طعام سے کھانا کھانے سے آئی ہی اور روا نہین ہی کہ آئمہ رحمہم اللہ تعالے کی طرف اسکو منسوب کیا جاوے پس صواب یہ کہ کاتب نے غلطی کی اور صحیح ومن السنۃ ان لا یاکل بصیغۂ نفی ہی فاحفظہ وایضا باب یازدہم صفحہ ۳۱۸۔ کذا فی الراجیہ وذکر محمد رحمہ اللہ او حمل الی قولہ وکذا الماء اذا غلب وصار یستقذر طبعا کذا فی القنیہ اقول یہ روایت قنیہ کے منقولات مین سے ہی اور ظاہرا معنی یہ ہین کہ ایسے ہی پانی کا حکم ہی کہ جب اسمین آدمی کا پسینا یا ناک کے ریزش یا آنسو گرین اور پانی غالب رہے تو اسکا پینا روا ہی اور وہ از راہ طبیعت کے پلید ہو گیا کذا فی القنیہ اور مترجم کہتا ہی کہ شاید قولہ وکذا المرقۃ پر عطف ہو یعنی نہ پیا جائیگا ولیکن قولہ اذا غلب کا فائدہ کمتر ظاہر ہوتا ہی ہان یہ کہا جاسکتا ہی کہ یہ اسواسطے کہا کہ باوجود پانی غالب ہونے کے بھی جبکہ طبعا مستقذر رہی تو پیا نجائیگا اور مترجم کہتا ہی کہ طیبات حلال ہونے کا حکم جو کلام مجید مین مذکور ہی اس آیت کی تفسیر اردو مین مترجم نے تفصیل کافی جمع کی ہی وہان سے پوری نظر حاصل کرکے تب اس روایت پر غور کرنا واجب ہی ورنہ اعتبار نہین چاہیئے واللہ تعالے اعلم باب دوازدہم سے ملحق اس باب کے مسئلہ خمیر کو جواہر الفتاوے سے نقل کیا اور حکم یہ دیا کہ اٹکل سے معاوضہ دینا جائز ہی و اقول یہ بنا بر اس روایت کے کہ ایک لپ یا دو لپ بھر مین ربوا کا حکم جاری نہین جیسا کہ بیوع مین معلوم ہوا پس مراد خمیر سے اسقدر کہ اسکا وزن یا کیل مین لانا مقصود نہین ہی جیسے ایک لوئی برابر مثلاً ورنہ اگر مقدار عفو سے زائد ہو تو اسطرح اٹکل روا نہین ہی اور واضح ہو کہ روٹی کا قرض و آٹے کا قرض وغیرہ سابق مین مذکور ہو چکا ہی پس مفتی بتامل فتوے دیوے واللہ تعالے ہو الموفق باب دوازدہم کذا فی فتاوے قاضیخان والصحیح فی ہذا انہ ینظر الی العرف والعادۃ دون التردد کذا فی الینابیع اقول کذا فی النسخ التردد بالراء ولعل الصحیح التودد بالواو باب ہفدہم مسئلہ سماع و رقص ہمارے صوفیہ وغیرہ مین لکھا قبہ معنی یوافق احوالہم فیوقفہ نسخہ مین بتقدیم فا بر قاف مسطور ہی پس شاید مراد توفیق امور خیر و طاعات ہو۔ اور ممکن ہی کہ بتقدیم قاف بر فاء از ایقاف ہو اور معنی یہ کہ اس متوافق معنی سے ایسا اثر واقع ہوتا کہ جسکو بیٹھے سے کھڑا کر دیتا ولیکن زبان عربیت سے بعید و اعجمی ہی اور شاید کہ لفظ فیرققہ براء و دو قاف از ترقیق بمعنی نرم و رقیق کرنے کے ہو یعنی جس سے دل رقیق ہوتا اور یہی مترجم کے نزدیک اصوب ہی

واللہ اعلم باب بستم کذا فی الغیاثیہ قال اذا لم یکن للعبد شعر فی الجبہۃ فلا باس للتجار ان یعلقوا علی جبہتہ شعرا لانہ یوجب زیادۃ
فی الثمن وہذا دلیل علی انہ اذا کان للخدمۃ ولا یہ یٔ معہ انہ لا یفعل ذلک کذا فی المحیط۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ عجیب ہے اور کسی
نسخہ کی بھی غلطی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ عبارت ظاہر اسیٰ اصل یعنی محیط کے ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ تو اصل الشعر عورتوں میں
باوجود تزیین جائز ہونے کے بالاتفاق حرام ہے اور غش ایسی صورت میں ظاہر ہے علاوہ ازین جبہۃ غلام کے بال سے ثمن میں
گرانی عموماً خلاف معہود ہے بلکہ یہ عیب ہے جس سے ثمن میں نقصان ہوگا پس مترجم کا گمان یہ ہے کہ یہ مسئلہ دراصل محرف و مصحف
واقع ہوا ہے اور صواب وہ ہے جو فتاوے قاضیخان سے اسکے بعد مذکور ہے یعنی ولا باس للتاجر حلق شعر جبہۃ الغلام لانہ یزید
فی الثمن الی آخرہ پس محیط کا منشا سہو لفظ یحلقوا واقع ہوا جسکو قلت تامل سے یعلقوا بالعین پڑھا گیا اور تعلیق شعر کی تصویر
کے لیے ابتدائی فقرہ بڑھایا گیا یعنی جبھی اسکو ضرورت ہوگی کہ مال خود نہوں تو لکھا واذا لم یکن للعبد شعر فی الجبہۃ الی
آخرہ بالجملہ مترجم کے نزدیک صواب وہی ہے جو قاضیخان میں ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب اور واضح ہو کہ منجملہ غیر معتبر
کتابوں کے فتاوے غرائب ہے اگرچہ مولف رحمہ اللہ نے خود اسکا نام غرائب فتاوے رکھکر اعلان کر دیا کہ اسمین متاخرین
کے وہ فتاوے نقل کیے جاتے ہیں جو غریب ہیں اور غریب وہ اقوال کہلاتے ہیں جو اس جنس و اصل سے تنہا واقع ہوئے
جیسے پردیسی مسافر اپنے وطن والوں سے آوارہ تنہا ہوتا ہے پس غیر معتبر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جب اسکی روایت
کی تائید حاصل نہو کسی دوسری معتبر کتاب سے یا اصل سے تب تک توقف چاہیے اور اگر بجاے موافقت و تائید کے
مخالفت ظاہر ہو تو اسکا ترک کرنا ضروری ہے فاللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم واحکم باب بست و دوم سے دو سطر پہلے قولہ
قال محمد رح اذا وقت الفتنۃ الصواب اذا وقعت الفتنۃ۔ باب سی ام۔ کذا فی القنیہ سئل محمد بن مقاتل الی ان قال ولکن لو تصدق
بمنزلہ کان حسنا اقول الظاہر ان یقال بانزالہ کان حسنا الی المحیط۔ اور قولہ کذا فی الغرائب وفی التصیہ سئل علی بن احمد الی قولہ
وہو لا یقدر علی ادا ادا اقول الصواب وہو لا یقدر علی ادا ارہذا القدر بنفسہ الی آخرہ التاتارخانیہ

کتاب الرہن باب اول فصل چہارم صفحہ ۶۳۵ قولہ والتمر والزرع فی النیار کذا فی التہذیب الصواب والنیار بالعطف
اور اس سے چار سطر بعد باذابہا بذال منقوطہ مسطور ہے اور اصح بزاء منقوطہ ہے اور اس سے دو سطر بعد قولہ فرہنہا الوصی
الکبار اقول ظاہر معنی یہ ہیں کہ وصی نے بالغوں کے پاس اسکو رہن کیا ولیکن صواب میرے نزدیک الوصی والکبار
بواو عطف ہے اور اسی سے قولہ صفقہ واحدۃ زیادہ موافق ہے اور اس سے چار سطر بعد قولہ ورہن المریض یصح ان کانت
قیمتہ اکثر الخ بظاہر جملہ شرطیہ قید صحت ہے ولیکن یہ غلط ہے اور صواب میرے نزدیک وان کانت بواو وان متصلہ ہے فافہم
فصل پنجم بعد ایک صفحہ کے کذا فی الکافی ولو استدان الوصی علی الورثۃ الخ میں قولہ لا یخلو اما ان کانت الورثۃ کلہم کبارا
او صغارا فان استدان اقول اسمین سے ایک شق ساقط ہے اور صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے الورثۃ کلہم کبارا او
صغارا او کبارا وصغارا فان استدان الی آخرہ وہذا ظاہر باوفی تامل لمن لہ ادنی مہارۃ باب سوم شروع مسئلہ میں بجاے قولہ لینظر الی
قیمتہ یوم القبض الی الدین کے والی الدین بواو عاطفہ چاہیے اور قریب باب چہارم کے قولہ ولو تزوجہا علی مہر مسمی و اعطاہا
بمہر المثل رہنا اقول یوں ہی سب نسخوں میں علی مہر مسمی مسطور ہے اور یہ ظاہر و قطعی غلط ہے اور میرے نزدیک صواب
یہ ہے کہ بمانند علی غیر مہر مسمی وغیرہ کے یہاں اس معنی میں کوئی لفظ کہا جاوے کیونکہ جب مہر مسمی ہو تو اسکا مسئلہ اوپر
مذکور ہوا اور نیز آیندہ عبارت بالکل غیر مربوط ہے۔ لہذا غیر مسمے چاہیے کہ ہمارے نزدیک ایسی صورت میں نکاح صحیح اور

مہر المثل واجب ہوتا ہی بدین معنی کہ گویا مقدار مہر المثل اس نکاح مین مسمی ہی اور یہ نہین کہ نکاح بدون مہر کے ہوکر پھر
مہر المثل واجب ہوتا ہی جیسا کہ بعض اکابر کا زعم ہی وہذہ فائدۃ جدیدۃ من المترجم پھر واضح ہو کہ اسی مسئلہ مین آگے لکھا سقط
جمیع مہر المثل ولہ المتعہ یعنی ضمیر مجرور مذکر مسطور ہی اور یہ بھی مترجم کے نزدیک محض غلط ہی اور صواب لہا بضمیر تانیث چاہیے
اگر کہا جاوے کہ شاید مراد یہ ہو کہ رہن اس صورت مین عورت کے پاس تلف ہو کر اسپر ضمان واجب ہوئی جبکہ اسکے
لیے مہر کچھ بھی نہین رہا بلکہ ساقط ہوچکا بعد وجوب کے کیونکہ طلاق قبل الدخول واقع ہوئی تو شاید اسپر متعہ کی قیمت بعوض
رہن کے واجب ہو اور وہ شوہر کے واسطے ہوگی تو جواب یہ ہی کہ مسئلہ موضوع بتلف الرہن نہین ہی اور بعد سقوط مہر المثل
کے رہن تلف ہونے سے اسپر ضمان واجب نہوگی کیونکہ طلاق قبل الدخول سے مہر مطلقا واجب نرہا تو رہن ودیعت کے حکم
مین ہوگیا پس ضمان واجب نہوگی اور مین کہتا ہون کہ اس سب سے علاوہ قول مابعد اسکے منافی ظاہر ہی یعنی ثم فی القیاس
لیس لہا ان تحبس الرہن بالمتعہ پس تلف رہن کی صورت متصور نہین ہی اور جسکو فقہ مین ادنی مہارت ہو وہ ان دونون
مقام کے فاحش غلط ہونے کو قطعی یقین کریگا کما زعم المترجم واللہ تعالے اعلم۔ باب چہارم اس باب مین بھی افحش اغلاط
مین سے ہی قولہ فی الاصل ومن ہذا الجنس کسوۃ الرقیق واجرۃ ظئر ولد الراہن اقول یون ہی الراہن بصیغہ اسم فاعل مسطور ہی
اور معنی یہ ہین کہ ایسے ہی راہن کے فرزند کی دائی کی مزدوری بھی راہن پر ہی اور مترجم کے نزدیک یہ ایسی غلطی ہی
کہ سرسری ذہن لغزش کھاتے ہین اسلیے کہ راہن کے بچہ کا رہن ہونا مشکل ہی اور اگر یہ کہا جاوے کہ حاملہ باندی
اسنے رہن کی اور بچہ اسکا راہن کا نطفہ ہی تو جواب یہ ہی کہ وہ باندی ام ولد ہی اور وہ مالیت مطلقہ نہین ہی تو مرہون
نہین ہوسکتی کیونکہ بیع نہین ہوسکتی ہی اور راہن اپنے فرزند کو رہن و بیع وغیرہ مالکانہ تصرف مین نہین لاسکتا کیونکہ
مالک کا خود نطفہ اسکی مملوکہ سے اصلی آزاد ہوتا ہی اگرچہ مملوکہ آزاد نہو وہذا لا اختلاف فیہ بین المسلمین۔ بالجملہ صحیح وصواب
میرے نزدیک لفظ رہن بصیغہ مصدر ہی اور مراد اس سے مرہون بصیغہ اسم مفعول ہی والحاصل اجرۃ ظئر ولد المرہون
مثلاً راہن نے اپنی مملوکہ قنہ باندی رہن کی جسکے مرتہن پاس بچہ ہوا اور وہ مملوکہ کے شوہر کا نطفہ ہی اور راہن کا
غلام ہی تو اسکی پرورش کی مزدوری راہن پر ہوگی فافہم۔ اسی طرح فاحش غلطی ہی قولہ وما یجب علے الراہن اذا اداہ المرتہن
بغیر اذنہ الخ اقول غلط ہی اور صواب میرے نزدیک یون ہی اذا اداہ المرتہن بغیر اذنہ۔ ای بغیر اذن الراہن یعنی جو
خرچہ راہن پر مرہون کے لیے واجب تھا اسکو مرتہن نے پورا کر دیا تو دو صورتین ہین ایک یہ کہ راہن کے
حکم سے پورا کیا تو اسکو بھی بمانند قرضہ کے راہن سے لیگا اور دوم یہ کہ راہن کے بغیر حکم کیا تو احسان و
عنایت ہی اسکے واپس لینے کا استحقاق نہین رکھتا ہی وہذا معنی قولہ اذا اداہ المرتہن بغیر اذن الراہن فہو متطوع
فافہم باب ششم کذا فی الکافی ولو قضی الراہن للمرتہن من الدین الی ان قال ولو ہلکت الجاریۃ تہلک بالثلث
وذلک مائۃ وستۃ وثلثان اقول یہ بھی غلط ہی اور صحیح یون ہی وذلک مائۃ وستۃ وستون وثلثا درہم۔ اور یہ اظہر ہی
واضح ہو کہ اعور وعوراء کا ترجمہ کہین مین نے کانا و یک چشم لکھا اور یہ ہماری زبان مین کسی ایک آنکھ کا دیدہ
جاتے رہے ہوئے آدمی کو کہتے ہین اور کہین لکھا کہ ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی اور یہ اسوجہ سے دفع
ہوا کہ مثلاً عیوب بیوع مین بعض صورتون مین بدون خیار رویت حاصل ہونے کے صرف خیار عیب کی وجہ سے
مشتری کو واپسی کا اختیار دیا حالانکہ اصل کی راہ سے اسکو واپسی کا اختیار نہونا چاہیے اس جہت سے کہ کانا ہونا

ایسا عیب نہین کہ کسی پر مخفی رہے اور نقاب کی وجہ سے نہ دیکھنا سو جب خیار رویت ہی نہ خیار عیب پس مراد وہان دوسرا ترجمہ
یعنی خالی بینائی کا زوال ہی اور یہ عموماً مخفی ہوسکتا ہی فلیحفظ فان ینفعک فی کتب الفقہ جیداً باب یازدہم کذا فی خزانۃ الاکمل

واذا ارتہن المتفاوض رہنا فوضعہ عند شریکہ الی ان قال ویرد المطلوب علی المرتہن نصف قیمۃ الرہن۔ اقول یہ بھی غلط ہی والصواب
ان یقال ویرجع المطلوب الی آخرہا کیونکہ جب کل قرضہ بمقابلہ رہن کے ساقط ہوا بلکہ شریک غیر مرتہن نے اپنا حصہ وصول کر لیا اور
رہن فاسد تھا تو مرتہن ضامن ہوا پس اپنے حصہ کے قدر نہین بلکہ بقدر حصہ شریک کے ضامن ہوگا لہذا نصف قیمت ضمان دے
اور مترجم کے بیان سے ظاہر ہوا کہ کتاب مین جو لکھا ہی کہ نصف قیمت واپس لیگا وہ اس تقدیر پر ہی کہ دونون شریک کا قرضہ
ساوی تھا اور مراد یہ ہی کہ جسقدر حصہ شریک کو قرضہ مرتہن سے نسبت ہو وہی حصہ قیمت واپس لیگا حتے کہ اگر مثلاً ایک تہائی
دو تہائی کے نسبت ہو تو دو تہائی یا ایک تہائی واپس لیگا ولیکن اختلاف اسمین اوپر مذکور ہو چکا ہی فلیتدبر۔ اور باب دوازدہم
سے متصل قولہ فصار بالتضعیف اربعۃ واربعین سہما اثنان وعشرون فی الولد الثانی وسہمان فی القاتلہ الخ۔ اقول اسمین بھی

میرے نزدیک غلطی ہی بلکہ اس سے اوپر کی عبارت بھی غلط ہی یعنی قولہ فصار کلہ اثنین وعشرین سہما فی القاتلہ وقد ذہب
بالعور نصفہ الخ۔ قال المترجم صواب وصحیح میرے نزدیک یون ہی کہ فصار کلہ اثنین وعشرین۔ پس پورے قرضہ کے بائیس
سہام ہوئے۔ ومنہا سہم فی القاتلہ۔ از انجملہ ایک سہم بمقابلہ قاتلہ باندی کے ہی۔ وقد ذہب بالعور نصفہ حالانکہ ایک چشم
ہونے سے اسکا نصف جاتا رہا یعنی ایک سہم کا آدھا جاتا رہا۔ فانکسر فصار بالتضعیف اربعۃ واربعین سہما۔ پس کسر واقع ہوئی
تو جملہ سہام کو دوچند کرنے سے چوالیس ہوئے۔ اثنان وعشرون فی الولد الاول۔ از انجملہ بائیس تو ولد اول کے مقابلہ
مین ہین۔ وعشرون فی الولد الثانی۔ اور بیس حصہ بمقابلہ ولد دوم کے ہین وسہمان فی القاتلہ ذہب بالعور سہم۔ اور
دو سہم بمقابلہ قاتلہ کے جسمین سے ایک سہم بسبب کانی ہونے کے گیا یعنی ایک باقی رہا پس چوالیس مین سے تینتالیس رہے
اور ایک جاتا رہا اور یہی امام محمد رحمہ کے قول کے معنی ہین کہ چوالیس سہام مین سے ایک جزو قرضہ جاتا رہا کذا فی الکافی۔ مترجم
کہتا ہو کہ اس وضاحت سے ترجمہ کرنے کے بعد خود توجیہ بیکار ہوگئی اور حاصل یہ ہی کہ قولہ فصار کلہ اثنین وعشرین سہما فی القاتلہ۔
غلط ہی بجاے اسکے صواب یون ہی فصار کلہ اثنین وعشرین ومنہا سہم فی القاتلہ۔ اور قولہ اثنان وعشرون فی الولد الثانی
محض غلط ہی صواب یہ ہی اثنان وعشرون فی الولد الاول وعشرون فی الولد الثانی۔ کیونکہ ولد ثانی کے مقابلہ مین بائیس
نہین ہین اسلیے کہ یہی نصف قرضہ کے سہام ہین اور وہ تنہا فرزند اول کے مقابلہ مین مسلم ہین اور سواے اسکے باقی
نصف قرضہ کے بائیس سہام قاتلہ و اسکے فرزند پر متوزع ہین ایک اور دس کی نسبت سے چنانچہ بائیس مین سے دو سہام
بمقابلہ قاتلہ کے اور بیس بمقابلہ اسکے بچہ کے ہین۔ قال المترجم یہ سب اس صورت مین ہی کہ اسی حال پر راہن نے
فک رہن کرالیا ہو اور اگر کسی فرزند کی قیمت بڑھ جانے کے بعد اسنے انفکاک کیا تو حکم بدل جائیگا مثلاً قاتلہ کے کانی
ہونے کے بعد فرزند اول کی قیمت دو ہزار درم ہوگئی پھر اسنے فک رہن کیا تو قاتلہ کے مقابلہ مین قرضہ کا ایک تہائی اور
فرزند اول کے مقابلہ مین دو تہائی ہوگا پھر قاتلہ و اسکے فرزند کے درمیان تہائی کے گیارہ جزو ہونگے اور نصف قاتلہ بسبب
ایک چشم ہونے کے زائل ہوئی تو بائیس کیے گئے پس فرزند اول کے حصص چوالیس ہوئے اور مجموعہ چھیاسٹھ ہوا جنمین
سے ایک سہم گیا اور قرضہ کے چھیاسٹھ جزو مین سے ایک جزو کم کرکے باقی ادا کرے اور اگر اول بچہ کے نرخ مین
زیادتی نہوئی بلکہ قاتلہ کانی ہونے کے بعد اسکے فرزند کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اسنے فک رہن کیا

تو تخریج مین فرق ہوگا اور حساب اسطرح ہوجائیگا کہ نصف قرضہ بمقابلہ اول کے اور نصف بمقابلہ قاتلہ دوم کے
ہوگا پھر قاتلہ کے نصف کو اکیس سہام پہ اسطرح پھیلایا جائیگا کہ ایک بمقابلہ قاتلہ کے اور بیس بمقابلہ اسکے فرزند کے
ہونگے اور بسبب نصف قاتلہ زائل ہونے اور کسر واقع ہونے کے دوچند کرکے بیالیس ہوئے اور اسی قدر سہام
فرزند اول کے مقابلہ مین ہوئے تو جملہ چوراسی سہام ہوئے لہذا تمام قرضہ کے چوراسی سہام سے ایک سہم کم کرکے باقی ادا کرے
اسی طریقہ سے قیمت کی تفاوت سے مسئلہ کی تخریج اسی نسبت مذکورہ بالا پر لگانا چاہیئے فلیتامل فیہ اور واضح ہو کہ اگر قاتلہ کے کانی
ہوجانے کے بعد فرزند اول کی قیمت مین کمی آگئی مثلاً ہزار درم سے پانچسو رہگئے تو ابتداء مین جو قرضہ منقولہ و فرزند اول پر نصفا نصف
تھا وہ تین تہائی ہوکر بمقابلہ فرزند کے صرف تہائی رہجائیگا پھر قاتلہ و اسکے فرزند پہ دو تہائی ہوگا اور وہ دونون مین گیارہ
حصص پر ہوا اور یہ دو تہائی ہے تو تہائی مین کسر واقع ہوگی لہذا بائیس کرکے اسمین مقابلہ اول کے گیارہ سہام ملاکر مجموعہ تینتیس ۳۳
کیا جاوے پس جملہ قرضہ کے تینتیس سہام مین سے ایک سہم وضع کرکے باقی تینتیس سہام اداکرکے فکر رہن کرلے اور اسی طور پر ہمہ
اس جنس کے مسائل کا استخراج کرنا چاہیے اور مترجم کے لیے اپنے کریم النفسی اور پاک باطنی کے ساتھ دعاے مغفرت فرمانی چاہیے
وان ربی ہو الغفور الرحیم ولہ الحمد فی الاولے والآخرہ وہو ارحم الراحمین باب دوازدہم ابتدا مین قولہ الوجہ الثالث اذا کان الرہن
فی ید المرتہن۔ اقول والصواب عندی ان یقال فی ید الراہن کیونکہ اگر مرتہن معترف ہے تو مخاصمت موضوعہ بالکل باطل ہوگی و ہذا
ظاہر جداً اور اگر کہا جاوے کہ مرہون تو مقبوض ہوتا ہے اور قبضہ راہن کا اعتبار نہین ہے کما قال محمد رح من ان الرہن لا یکون
الا مقبوضا پھر قبضہ راہن مین ہونے کو کیونکر صحیح کیا گیا تو جواب اسی قدر کافی ہے کہ آیندہ قولہ فیما اذا کان الرہن فی ایدیہما او
فی ید الراہن خود موجود ہے بلکہ میری تصحیح و تصویب کے واسطے شاہد عدل ہے اور حل یہ ہے کہ لزوم رہن غیری قبضہ مرتہن یا
اسکے قائم مقام مانند وکیل یا عادل کے شرط ہے اور وہ بوقت عقد کے ہے اور یہان کلام بروز خصومت ہے اور جائز ہے کہ بروز
خصومت راہن کے قبضہ مین ہو بعد ازانکہ رہن لازم ہوگیا ہے پھر واضح ہو کہ یہان ایک چوتھی صورت بھی نکلتی ہے اور وہ یہ ہے کہ
مرہون ایک مدعی اور راہن کے قبضہ مین ہو۔ اور جواب یہ ہے کہ سابق التاریخ کے لیے حکم ہوگا اور اگر تاریخ نہو یا ساوی
ہو تو قابض کے لیے حکم ہوگا واللہ تعالے اعلم

کتاب الجنایات یہان سے آخر تک اس نسخہ مین جس سے ترجمہ ہوا ہے بہت کثرت سے فاحش اغلاط ہین خصوص جبکہ
مترجم نے اسکو بارہ جزو ماہواری کے حساب سے ترجمہ کیا تو اہل ایمان اسکو خود معذور فرماوینگے کہ ایسی غلطیون پر ہر جگہ متنبہ
ہونا مشکل ہے اور اکثر یہ مقامات مطبوعہ کلکتہ مین بھی یون ہی غلط ہین واللہ اعلم اور مین معدودے چند اغلاط اس کثیر مجموعہ سے
بلا تفریق نسخ لکھے دیتا ہون واللہ تعالے الموفق۔ باب نہم ۹۰۴۔ قولہ والخلاف فی الصبی العاقل فی الصحیح حتی یضمن غیر العاقل میرے
نزدیک صواب یہ ہے کہ حتے لا یضمن یعنے بجاے (ضامن ہوگا) کے (ضامن نہین ہوگا) چاہیے۔ باب یازدہم ۲۹۴ قولہ
فیضرب فی ہاتین القیمتین ورثۃ الحر و ورثۃ المکاتب بنصف قیمۃ المکاتب۔ اقول یہ غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ ورثۃ الحر بالدیۃ و ورثۃ
المکاتب الخ یعنی یہ صحیح نہین ہے کہ آزاد اور مکاتب دونون کے ورثہ ان دونون قیمتون مین مکاتب کی آدھی قیمت کے
حساب سے شریک کیے جاوینگے بلکہ صحیح یہ ہے کہ آزاد کے ورثہ تو مقدار دیت کے حساب سے اور مکاتب کے ورثہ اسکی نصف
قیمت کے حساب سے شریک قرار دیے جاوینگے مثلاً دیت دس ہزار اور مکاتب کی نصف قیمت ایک ہزار ہے تو دونون
کا استحقاق اسطرح ہوا کہ گیارہ مین سے دس تو ورثۃ الحر کے اور ایک ورثہ مکاتب کا پس دونون قیمت کو جمع کرکے

اسی حساب سے بانٹ لین حتی کہ اگر مثلاً دو نون قیمت کا مجموعہ بائیس ہزار ہو تو بیس ورثۂ الحر کے اور دو مکاتب کے وارثون کے ہوئے اور جہان کہین کتاب مین یہ عبارت مذکور ہی اسکا حساب اسی طریقہ سے ہوگا۔ باب سیزدہم صفحہ ۴۳۸ قولہ ولو کان ہذا العبد فقأ عین الآمۃ فدفع بہا۔ شاید عبارت یون ہو۔ فقأ عین الامۃ والامۃ فقأت عینہ فدفع بہا یا یہی مراد ہی واللہ اعلم تصحیف الفاظ کے اغلاط بہت ہین انکو مین نہین لکھتا مثال کے طور پہ ایک لطیفہ لکھے دیتا ہون یہی باب صفحہ ۴۰۴ کذا فی محیط السرخسی ولو کان الجانی جاریۃ فوطئہا لا بصیر مختارا للفداء الا اذا احبلہا۔ یون ہی نسخون مین ہی ظاہرا پڑھا نہین گیا اور بکر طبیعت مین قطرہ فیض الہامی پہونچا مگر موتی نہین بنا اگر جیم کا پیٹ خالی کرکے تشدید لام دور کیجاتی اور بیچ مین بائے موحدہ داخل کیجاتی

تو حبل ہو جاتا

کتاب الوصایا باب سوم صفحہ ۵۰۰ قولہ وہو سہمان من ستۃ الصحیح من تسعۃ صفحہ ۵۱۳ قولہ وہو یخرج من الثلث لم یعتق لقرابتہ من الوارث الخ لا بد فیما بہنا من التامل والرجوع الی نسخۃ معتمدۃ حتی تطمئن النفوس باب ہفتم صفحہ ۵۳۲ کذا فی المبسوط ہشام سالت محمدا الی قولہ قال یوقف الثلث لہما تم ان الورثۃ ولا یرجع حقہ۔ صواب یہ ہی کہ یوقف الثلث لہما ولا یرجع حصتہ الخ باب نہم صفحہ ۵۴۵ قولہ وقال ابو القاسم رح یکون وصیا وقول محمد آقول بجائے ابو القاسم کے ابو یوسف صحیح ہی اور شروع صفحہ ۵۶۶ مین قولہ قبل قبولہ

صحیح قبل قولہ ہی

کتاب المحاضر والسجلات اسمین بھی کثرت ہی مثلاً صفحہ ۶۵۸ محضر دعوی ثمن الدہن مین قولہ کذا من دہن سے منّ کا لفظ رہگیا اور قولہ احدہما ان دعوی الاقرار لیس بصحیح بدعوی الحق مین بصحیح کا لفظ زائد و غلط ہی اور آخر مین قولہ لصحۃ البیع وجوب

مین وجوب ۔ بواو عاطفہ چاہیے اور قولہ احدہما مین صحیح لوجہین احدہما ہی یہ ایک صفحہ کا حال ہی

کتاب الشروط واضح ہو کہ فقیہ کے امتحان و وسعت نظر و غزارۂ علم کے لیے یہی کتاب متعین ہی اور فقہ مین نہایت انفع وادق ہی چنانچہ ماہر الفقہ میرے بیان سے اتفاق کریگا اسکے اغلاط کی تصحیح مین ایسی وقت نظر درکار ہی اور الحمد للہ تعالے کہ اسمین بھی کوشش کی گئی اور اغلاط بہت ہین۔ مثلاً ایک جگہ کتاب خرید و فروخت مین لکھا۔ من عداین ہوذہ۔ اور صحیح بخاری وغیرہ

کی روایت مین عداء بن خالد بن ہوذہ ہی۔ اور خود اس کتاب مین دوسرے مقام پہ یون ہی لکھا ہی

کتاب الحیل فصل ہفتم شروع مسئلہ میت قولہ قیل ان یتزوجہا قیل ان تزوجتک الخ الصواب قل ان تزوجتک یعنی بصیغہ امر صحیح ہی فصل چہاردہم آخر قولہ فردہ بخیار الشرط و لیعود المہر۔ یون ہی ان نسخون مین ہی اور صواب یون ہی کہ فردہ بخیار الرویۃ۔ کیونکہ خیار شرط اتنی مدت تک اتفاقی نہین اور سیاق سے مباینت ہی بالجملہ اسکی غلطی ادنے التفات سے ظاہر ہی اور صفحہ ۸۴۵ آخر مین قولہ صار المامور قابضا دین الامر صحیح میرے نزدیک بجائے قابضاً کے قاضیاً ہی یعنی ادا کرنے والا۔ اور صفحہ ۸۵۱ کے آخر مین قولہ فاذا دخل من الشہر الاول ۔ میرے نزدیک غلط ہی اور صحیح بجائے اول کے آخر ہی یعنی دوسرا مہینہ چنانچہ تامل ست پوشیدہ نہوگا **مسائل شتی** بعد کتاب الخنثی صفحہ ۸۷۲ وان اکرہہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال ۔ یون ہی ان نسخون مین ہی اور یہ صحیح نہین ہی صواب میرے نزدیک بجائے لا یسقط کے لا یجب ہی یعنی عوض خلع کا مال عورت پر واجب نہوگا اور خلع چونکہ ہمارے نزدیک طلاق بائن ہی اور وہ مرد کا فعل ہی اور اسپر اکراہ نہین ہی تو گویا اُسنے طلاق دی حالانکہ طلاق مکرہ بھی ہمارے نزدیک واقع ہو جاتی ہی لہذا طلاق واقع ہو جائیگی اور عورت جسپر اکراہ کیا گیا ہی اسپر مال واجب نہوگا ۔ اور یا اسکی تصحیح مین بجائے مال کے مہر کہا جاوے یعنی عورت کا مہر اسکے ذمہ سے ساقط نہوگا اگر دین ہو۔ اگر کہا جاوے کہ بدل الخلع

کا مہر ہونا واجب نہین ہے تو توجیہ اسکی دو طرح ہے ایک یہ کہ اطلاق خلع مین بدل قدیم مہر ہے پس گویا یون کہا کہ عورت کو بعوض اپنے مہر کے خلع کرا لینے پر مجبور کیا اور دوم یہ کہ لا لیسقط المہر کی دلالت سے یہی وجہ مذکور ظاہر ہے اور یہی مراد ہے اور اصح توجیہ میرے نزدیک یہی ہے کہ المال کی جگہ المہر چاہیے اور یہ مسئلہ سابق مین بعض کتب مین مذکور ہو چکا ہے فتذکر

کتاب الفرائض- ذوی الارحام کے صنف دوم کے خاتمہ پر قولہ وہو ابواب الام کی جگہ صواب ابواب الام ہے باب دہم عول مین قولہ بان کان ہناک ثلثین ونصفا کالزوج مع الاختین لاب وام ومع الام- یہان لفظ مع الام یا تو سہو کاتب سے واقع ہوا یا یون ہووے کہ الزوج مع الاختین لاب وام او ثنتین لام مع الام- یعنی نصف و دو تہائی جمع ہونے کی مثال یہ ہے کہ شوہر ہو جسکا نصف ہے اسکے ساتھ ایک مان و باپ سے میت کی دو بہنین ہون جنکا دو تہائی ہے یا شوہر کے ساتھ مادری دو بہنین جنکا تہائی ہے وامع مان کے ہون فلیتامل فیہ باب دوازدہم مناسخہ صفحہ ۹۰۳ مین مسئلہ اما عند وجود الموافقۃ الخ مین قولہ وللاخت لام السدس یہان - مین صحیح میرے نزدیک سقوط ہے یعنی وللاخت لاب سہمان بھی چاہیے ہے فلیتدبر باب چہاردہم متشابہ الفرائض مین قولہ اخوان لاب وام وورث احد ہما عن المیت ثلثہ ارباع المال والآخر ربعہ الخ مین صواب مسئلہ میرے نزدیک فقط اخوان لاب وام پر مقصور ہے اور علف وام یا تو سہو کاتب ہے اسلیے کہ چچازاد بھائیون مین سے ایک نے میت کی دختر سے نکاح کیا تو نصف جورو کا اور باقی نصف کا چوتھائی اپنے عصوبت رحم سے اسکے شوہر کا مجموعہ تین چوتھائی پایا پھر یہین ان کے ہوتے نہوتے کو کچھ دخل نہین ہے اور اگر میت کی مان مراد ہے تو مان کے ہوتے ہوئے انکو اسطرح مل ہی نہین سکتا کیونکہ مان ذوی الفروض مین سے ہے اور چچازاد بھائی ذوی الارحام مین سے پس سوا اسکے مجھے کچھ نہین سوجھتا کہ مان انھین دونون بھائیون کی ہے اور مان کا ذکر کرنا فقط استعجاب کے صورت ظاہر کرنے کو ہے یعنی دونون سگے بھائیون نے میت کا ورثہ پایا اور انکی مان محروم رہی پھر مسئلہ مین یہ تشویش ہنوز باقی رہیگی کہ دونون بھائیون کی مان یہ کیا ضرور ہے کہ میراث سے محروم ہو جائز ہے کہ وہ میت کی جورو ہو فکر کرنا چاہیے اور علاوہ اسکے میت کے داماد کی جورو کا حق میراث شرعا اپنے شوہر کی ملک نہونے سے جواب عرفی ہو جاوے فافہم اسی طرح اسکے مابعد کا مسئلہ بھی ہے اور مجھے زیادہ گنجایش نہین ہے فلیحرر واللہ تعالے الموفق

باب مشکلات و مشتبہات یہ باب وسیع ہے اسکا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے لیکن بقول مشہور کہ جب کا سب ملنا ممکن نہو اسکا تھوڑا ملتا ہوا چھوڑنا چاہیے مناسب نہین ہے کہ اسکو بالکل ترک کیا جاوے لہذا مین بقدر مستحضر انواع مختلفہ سے لاتا ہون والتوفیق من اللہ عز وجل امین مجمل قول یہ ہے کہ کسی زبان کو جب دوسری زبان مین ترجمہ کیا جاوے تو اکثر یہ فرق ہوتا ہے کہ لفظ ظاہر اس زبان مین خود معنی مراد نہین دیتا مگر محاورہ البتہ شائع ہے مثلاً قولہم ترک الی کذا لفظی معنی یہ کہ چھوڑا اسکے جانب حالانکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ چھوڑ کر وہ اختیار کیا تو جب تک اسی محاورہ پر ترجمہ نہو بالکل غلط ہو جائیگا- اور کبھی اسوقت کے عرف و عادت سمجھانے سے زمانہ موجودہ کے عرف و عادت پر محمول کرنے مین غلطی ہوتی ہے اور کبھی احکام کے تعلق مین تفاوت ہوتا ہے دونون کی مثال اسطرح ہے کہ اگر سیاہ رنگ دیا تو رنگریز نے کپڑا عیبدار کر دیا مگر وجہ یہ تھی کہ اسوقت بادشاہ نے اس رنگ کو عموماً معیوب کر دیا تھا کہ تمام ملک مین اسکا اثر پھیل گیا اور لوگ اسی پر جم گئے تو ظاہر ہے کہ کپڑے کے مالک نے کاریگر کے نسبت خلاف کا زعم کر لیا اور شرعی احکام باہمی نفاق و اختلاف دور کرنے کے لیے ہین اسی واسطے بیع ایسے تمام شرائط سے فاسد ہوتی ہے جنسے منازعت و مخالفت پیدا ہو اور اب یہ رنگ ایسا نہین ہے جس سے یہ خیال ہو کہ کپڑا بگاڑ دیا اگرچہ مالک کی غرض حاصل نہو- چنانچہ اس زمانہ کے تھوڑے دنون بعد ہی جو بادشاہ ہوئے انھون نے عمداً پہلون سے مخالفت کے لیے

اسی رنگ کو پسندیدہ کردیا۔ اور حکم کا تعلق عرف مین بسبب فعل مقدم ہونے کے پہلے ہی ہو جاتا ہی قبل جملہ تمام ہونے کے اگرچہ
بدون توقف کے باقی الفاظ بولنے سے انکا اعتبار مثل ارکان جملہ کے ہر حتے کہ طلقتک انشاء اللہ تعالے مین یعنی زید اپنی
جورو سے بولا کہ طلاق دیدی مین نے تجھکو انشاء اللہ تعالے تو طلاق واقع نہوگی۔ اور اگر کہا کہ طلقتک۔ طلاق دیدی
مین نے تجھکو پھر رک کر کہا کہ انشاء اللہ تعالے۔ تو طلاق پڑجائیگی بخلاف اردو کے کہ اسمین پہلے فضلات مذکور ہوکر آخر مین
فعل آتا ہی چنانچہ محاورہ یہ ہو کہ انشاء اللہ تعالے مین نے تجھے طلاق دی یا مین نے تجھے انشاء اللہ تعالے طلاق دی دونون
صورتون مین طلاق واقع نہوگی لہذا جب کہا کہ انشاء اللہ تعالے پھر خاموش ہوکر کہا کہ مین نے تجھے طلاق دی تو طلاق
پڑجائیگی پس جہان کتاب مین یون مذکور ہو کہ طلاق دینے کے بعد اگر خاموش ہوکر یا جدا کرکے انشاء اللہ تعالے
کہے تو طلاق پڑجاتی ہی اسکو اپنی زبان مین اسطرح سمجھو کہ اگر انشاء اللہ تعالے کہکر خاموش ہونے کے بعد طلاق دی تو
طلاق پڑجائیگی سہگئی یہان ایک صورت کہ اگر اسنے یون کہا مین نے تجھے۔ خاموش ہوکر کہا۔ انشاء اللہ تعالے۔ خاموش ہوکر کہا
طلاق دی تو اس صورت مین کیا حکم ہی کیونکہ اصل مین یہ صورت خاص اس فقرہ مین نہین ہوسکتی ہی پس طلاق واقع نہوگی
اور غرض یہان بیان تفارق ہی نہ استخراج مسائل اسی قبیل سے مسئلہ اجارات ہی کہ آجرتک الیوم لکذا درہم یعنی اجارہ کیا
مین نے تجھکو آج کے روز اس کام کے لیے بعوض ایک درم کے اور کہا کہ دن بھر یہ کام کردینے پر پوری مزدوری ہوگی اور آج تک
لکذا الیوم بدرہم یہ کام پورا ہونے پر مزدوری ہوگی یعنی دونون صورتون مین تقدیم عمل و تاخیر مدت اور تقدیم مدت و تاخیر
عمل کی راہ سے فرق ہی حالانکہ اردو مین وجہ فرق اسوجہ سے ظاہر نہوگی کہ تعلق حکم دونون کے ساتھ بعد دونون کے
ذکر کے ہوگا اسلیے کہ فعل ہمیشہ متاخر ہوتا ہی پس یہ زبان کا فرق ہی اور کبھی تفاوت بوجہ وضع و معاش کے ہوتا ہی اور
اسی طرح اسباب متعدد ہین تو ضرور ہی کہ ترجمہ مین ان امور کا لحاظ رہے ورنہ غلطی ہوگی اور مین نے بحث اصطلاحات مین
ذکر کردیا ہی کہ قولہم للہ علی صوم جمع و صوم الجمع دونون کا ترجمہ اردو مین فقط یہی ہوگا کہ اللہ تعالے کے واسطے مجھپر جمعون کے روزہ
ہین حالانکہ دونون کا حکم عربی مین مختلف ہی اور ایسے ہی قولہ للہ علی کذا کذا اور للہ علی کذا و کذا دونون مین فرق ہی باوجودیکہ
نفس ترجمہ کے لیے لفظ مناسب نہین عطف کا کیا ذکر ہی اب مین چند مقامات دیگر بتوفیق الہی عزوجل ذکر کرتا ہون ازانجملہ
اگر عاریت لینے والے نے چوپایہ کو مالک کے اصطبل مین واپس کردیا تو ضامن نہوگا (زیادہ تطویل منظور نہین ہی اور
نہ تحقیق مسئلہ بلکہ مثال منظور ہی تو احکام پر بھی نظر نہین ہی) یہان دو طرح سے لحاظ چاہیے اول یہ کہ یہان اصطبل
گھوڑے کے لیے معروف ہی تو وہم ہوگا کہ شاید یہ حکم اس صورت مین ہی کہ چوپایہ گھوڑا ہو حالانکہ انکا عرف عام تھا
چنانچہ شراح نے لکھا کہ اصطبل وہ جگہ جو چارپایون کے لیے ہو تو گاؤخانہ بھی اصطبل ہی اور دوم یہ کہ انکی عرف مین اصطبل
مکان کے احاطہ کے اندر ہوتا تھا اور باہر خلاف دستور تھا اسی لیے حکم مطلقاً مذکور ہی اور یہان اکثر باہر ہوتا ہی اور اکثر احاطہ
کے اندر خصوص جبکہ مکان وسیع نہو تو ایسی صورت مین اصطبل کے اندر واپس کرجانے سے ضمانت سے خارج نہوگا اگر
ضائع ہوجاوے تو ضامن ہوگا چنانچہ شارحین نے صاف لکھدیا ہی وقالوا فیہ اشارۃ بان الاصطبل لو کان خارج الدار
ضمن بہ اور یہ بھی وہم نہو کہ اصطبل وہ ایک مکان خاص وضع کا جو معروف ہی کہ چہار دیواری کے اندر کھلے در متعدد بنے
ہوتے ہین کیونکہ چارپایہ کے لیے جو جگہ مقرر ہو وہ اصطبل ہی پس تھان کو بھی شامل ہی فافہم۔ ازانجملہ باب اجارات
مین ہی کہ لا تصح الاجارۃ للمعاصی کا تغناء یعنی جو چیز معصیت ہی اسکے لیے اجارہ کرنا صحیح نہین جیسے گانے کا عقد

اجارہ سے پس یہان عدم صحت راجع بجانب عقد ہو اور جامع الرموز مین ہو کہ والاجر لطیب وانکان السبب حراما یعنی مزدوری حلال
ہوتی ہو اگرچہ سبب حرام ہو۔ اور چلپی کے حواشی مین بھی اجرۃ المزینۃ کے نسبت ایسا ہی لکھا اور وہ مشہور ہو پس یہی جواز کا
کا حکم حلت اجرت کی راہ سے دیا گیا ہو اور قاعدہ مذکورۂ آخر مین اگرچہ اختلاف معروف ہو اور اس فتاوے مین بھی منقول
اور صحیح یہی ہو کہ جہان عقد صحیح نہین ہو وہان اجرت بھی حلال نہین ہو کیونکہ خبیث سبب سے اسکا حصول ہو جیسے اجر عسب التیس
وحلوان الکاہن صریح منصوص ہو لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر جگہ فساد عقد سے حرمت اجرت کا حکم صحیح نہین ہو مثلاً کسی
شرط سے اجارہ فاسد ہوا تو اجر المثل حلال ہو پس باب اجارات مین کہین بوجہ حلت اجرت کے جواز کا حکم ہو اور کہین
براہ صحت عقد کے تو ہر جگہ جہان جواز مذکور ہو یہ استدلال نہین ہو سکتا کہ فعل مذکور جائز ہو جیسے کہ اس زمانہ مین جو یہ
طریقہ جاری ہو کہ کسی شخص کو ایک مدت تک کے لیے اس غرض سے اجارہ لیتے ہین کہ اسکے ثواب سب مستاجر کے لیے
اور مستاجر کے سب گناہ اسپر ہین محض ناجائز ہو اور علی ہذا بیع بھی جائز نہین ہو اور شاید کہ جو مال عوض لیا ہو وہ اجیر کو
حلال ہو واللہ تعالے اعلم از انجملہ اغماء کا ترجمہ بیہوشی خالی از خلل نہین ہو کیونکہ بیہوشی کے اسباب مختلف واحکام مختلفہ ہین
اسی طرح اسکا مقابل بھی جسکو افاقہ ہو ولیکن مجنون کا مقابل عاقل ہو مگر بجاے اسکے کبھی کہتے ہین کہ جنون سے اسکو افاقہ
ہوا اور یہ مرض کے افاقہ کے مثل ہو اور علی ہذا صاحی کا ترجمہ ہوشیار جو مقابل سکران ہو اسوقت سب طرح مناسب ہو کہ سکران
کا ترجمہ بیہوش ہو اور پہلے گذرا کہ اردو مین اسکا ابہام ظاہر ہو از انجملہ حجامت بمعنی پچھنے دینا اور احتجام پچھنے دلوانا اور
روزہ مین یہ فعل مباح ہو کہ پچھنے دلوادے لیکن اس سے پچھنے لگانا ناجائز نہین ثابت ہوتا پس اگر ترجمہ مین کہا کہ پچھنے
لگائے تو غلط کیا اور صحیح یون کہنا چاہیے کہ پچھنے لگوائے یا پچھنے دلوائے کیونکہ جائز احتجام ہو نہ حجامت قال فی المحیط
وغیرہ علے ما نقل غیر واحد فمن احتجم فاستفتی ممن یوخذ عنہ الفقہ فافتی لفساد صومہ فاکل لم یکفر لان علے العامی العمل بفتوی
المفتی فہو معذور فے ذلک وان اخطاء المفتی انتہی وقال ایضا ولو بلغہ حدیث افطر من احتجم فاکل لم یکفر لانہ اعتمد علے ماہو
الاصل یعنی محیط مین لکھا کہ اگر ایک عامی یعنے فقہ کے مسائل نجاننے والے آدمی نے پچھنے دلوائے اور وہ روزہ
سے تھا اسکو شبہہ ہوا تو اسنے ایک ایسے عالم سے حکم پوچھا جس سے فقہ کا حکم لیا جاتا تھا اسنے فتوی دیا کہ تیرا روزہ
فاسد ہو گیا پس اسنے عمداً کچھ کھا لیا تو اب روزہ جاتا رہا لیکن اسپر کفارہ لازم نہ آویگا کیونکہ عامی آدمی پر یہی واجب ہو
کہ مفتی جو فتوے دے اسپر عمل کرے تو یہ بیچارہ اسمین معذور رہا اگرچہ اسکے مفتی نے یہان غلطی کی ہو اور یہ بھی
محیط مین لکھا کہ اگر پچھنے دلوانے والے کو یہ حدیث پہونچی جسکے معنی یہ ہین کہ جسنے پچھنے دلوائے اسکا روزہ افطار
ہو گیا پس اسنے اس حدیث سے آگاہ ہو کر عمداً کھا لیا تو بھی اسپر کفارہ لازم نہ آویگا کیونکہ اسنے ایسی چیز پر اعتماد کیا
جو اصلی حجت ہو یعنی حدیث پر اعتماد کرکے روزہ توڑا ہو قال المترجم اس بیان سے بہت فوائد نکلتے ہین اور اگر اہل اسلام آخرت
پر اپنا دل جما دین اور ہواے نفس سے مخالفت کرکے موت ہاذم اللذات کو یاد کرین تو باہم انمین نفاق وحسد وبغض
ورد وقدح وغیرہ کبائر فواحش نہ رہین اور آپسمین شیر وشکر ہو جاوین اللہم وفقنا وانت الہادی واغفر لنا فقد اعترفنا بذنوبنا
از انجملہ قولہم لایزاد علے المسمی مثلاً ایک عقد اجارہ پانچ درم پر ٹھہرا مگر عقد فاسد ظاہر ہوا اور کام ہو گیا اور حکم یہ ہوا کہ اجر المثل
دیا جاوے مگر مسمی سے زیادہ نہ دیا جاوے پس یہ ایک حرف گویا اصطلاحی ہو اسکے معنی سے واقف ہونا ضرور ہو پس
فرض کرو کہ اجر المثل یہان پانچ یا سات درم ہو اور فرض کرو کہ چار درم ہو تو کرمانی یعنی فتاوی ابو الفضل مین لکھا ہو

لہذا کے معنی یہ ہین کہ جو مقدار مسمی ہوئی وہ ٹھہر گئی تھی مثلاً مثال مین پانچ درم تو اگر یہ اجر المثل کے برابر ہو پس اجر المثل بھی پانچ درم ہو یا اجر المثل سے زیادہ ہو مثلاً چار ہی درم تھا تو اس صورت مین اجر المثل یعنی پانچ یا چار درم دیے جاوین اور اگر اجر المثل سے کم ہو مثلاً وہ سات درم ہو تو اس صورت مین مقدار مسمی یعنی پانچ ہی درم دیے جاوینگے پس اس کلمہ کے یہ معنی ہین جو مذکور ہوئے کہ اجر المثل دیا جاوے مگر مسمی سے زائد نہ کیا جائیگا اور خلاصہ حکم مسئلہ کا یہ نکلا کہ جب ایسی صورت واقع ہو تو اجر المثل دیا جاوے اگر مقدار مسمے کے برابر ہو ورنہ مقدار مسمی دیجاوے از انجملہ قولہم زیادۃ یتغابن الناس فیہا و زیادۃ لایتغابن الناس فیہا۔ یہ کلام بھی بمنزلہ اصطلاح کے ہے اور توضیح یہ ہے کہ تغابن در اصل خسارت ہے پس زیادۃ یتغابن الناس فیہا کے یہ معنی ہوئے کہ ایسی زیادتی جہین لوگ خسارت اٹھاتے ہین اور لایتغابن فیہا وہ زیادتی جسمین خسارت نہین اٹھاتے ہین اور مراد یہ ہے کہ اتنی کمی بیشی جسکو لوگ برداشت کر لیتے ہین کما صرح بہ بعض الشارحین — جامع الرموز مین ہے کہ زیادۃ یتغابن الناس فیہا ای یتحمل الناس بہا۔ اور مترجم کے نزدیک شاید یتحامل الناس ہو یعنی لوگ اسقدر زیادتی برداشت کر لیتے ہین یا رسم مین انپر یہ بار ڈال دیا جاتا ہے یا وے اسقدر سے چشم پوشی کرتے ہین بہرحال کچھ ہو اسکا مدار عرف پر نہین ہے بلکہ اسکا بیان یہ ہے کہ وہی ما قوم بہ مقوم واحد دون الکل ای یدخل تحت تقویم بذالک القدر واحد من المقومین یعنی جو زیادتی برداشت ہو سکتی ہے اسقدر ہے کہ چند اندازہ کرنے والون مین سے ایک اتنے دامون کو اندازہ کرے یعنی اگر اسکو رغبت ہو تو اتنے کو خریدنے پر اندازہ کرے اور باقی لوگ تو یہ زیادتی برداشت ہے اور کہا کہ غبن یسیر یہ ہے کہ دو اندازہ کرنے والون مین سے ایک مثلاً نو درم کو دوسرا دس درم کو اندازہ کرے اور اگر کسی نے دس درم کو اندازہ نہ کیا تو دس مین غبن فاحش ہے اور یہی ایک درم وہ زیادتی ہوگی جو برداشت نہین کیجاتی ہے قال وبہ یفتی کذا فی الصغری اور فتاوی صغری مین لکھا کہ غبن متحمل و غیر متحمل یا غبن یسیر و غبن فاحش کی یہ تفسیر ایسی ہے کہ اسی پر فتوی دیا جاوے اور محیط مین لکھا کہ یہی صحیح ہے اور اندازہ کرنے والون کا اندازہ فقط انھین چیزون مین معتبر ہے جنکے دام شہر مین کٹے نہون اور اگر ایسی چیز ہو جسکے دام شہر مین کٹے ہین تو ایک پیسہ بڑھانا بھی غبن فاحش ہے انتہے ما فی المحیط مترجم کہتا ہے کہ صغری کا قول کہ اسی پر فتوی دیا جاوے اور محیط کا کہ یہی صحیح ہے اشارہ ہے کہ اسکی تفسیر مین اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ دس مین نصف درم غبن فاحش ہے اور بعض نے کہا کہ نہین ایک درم فی ڈھائی غبن فاحش ہے اور یہ اقوال کسی اصل کی جانب مستند نہین ہین بخلاف تقویم کے پس وہی صحیح ہے فتامل فیہ از انجملہ قولہم جاز تصرف الاب فی امر ابنہ الکبیر المجنون اذا کان جنونہ مطبقاً۔ اطباق ڈھانپ لینے کے معنی مین مستعمل ہے اور سب کا اتفاق بھی اسی معنی مین اطباق ہے کما فی قولہم اطبق الناس علے ذلک پس بعض مترجمین نے جنون دائمی ترجمہ کیا اور یہ غلط ہے کیونکہ آیندہ افاقہ کی تفریع بے معنی ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ اسکی مقدار مین اختلاف ائمہ ہے کہ وہ ایک مہینہ ہے یا ایک سال ہے اور بعض مشائخ نے کہ تو دو احوال کے اختلاف پر مبنی کیا ہے کسی مین ایک مہینہ اور کہین ایک سال مقرر کی پس اختلاف نہوگا اور نظیر اسکی شہادت ہے کہ کہین دو گواہ کافی ہین اور کہین چار اور اسی سے امام شافعی رحمہ نے فرمایا کہ رضاعت مین ایک عورت گواہ کیون نہ معتبر ہو جیسا کہ حدیث سے استنباط ہوتا ہے اور جواب یہ کہ تنہا عورت کی شہادت بدون مرد کے شرع مین معہود نہین ہے و تمام الکلام فی الاصول۔ پھر واضح ہو کہ جنون و اغما مین فرق ہے کہ مجنون بالکل مسلوب العقل ہوتا ہے یعنی جب تک وہ مجنون رہے اور متکلمین وغیرہ کے نزدیک اسمین مناقشہ ہوگا کہ افاقہ

کے وقت اعادہ عقل معدوم لازم آتا ہی والدفع سہل اور اغماء مین عقل بالکل سلب نہین ہوتی بلکہ مسلوب ہوجاتی ہی اور اغماء بھول مستعمل ہی مغمی علیہ جسپر اغماء طاری ہوا اور اہل لغت اسکو بیہوش لکھتے ہین حالانکہ جنون کی بھی یہی تفسیر ہی اور زیادہ نشہ مین بھی بیہوشی ہوتی ہی تو جسنے مغمی علیہ کا ترجمہ فقط بیہوش لکھا اسنے رعایت سے انحراف کیا فافہم ازانجملہ برذون۔ اگرچہ لغت مین مختلف معانی مین مستعمل ہی لیکن فقہاء اسکو خالص عربی گھوڑے کے سواے دوغلے گھوڑے مین استعمال کرتے ہین ازانجملہ لفظ خمر ہی جسکا ترجمہ شراب لکھا جاتا ہی اور مترجم کے نزدیک یہ سہو اکثر خواص سے سرزد ہوتا ہی عوام کا کیا ذکر ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ امام ابوحنیفہ رح سے قوی روایت ہی کہ منصوص حرمت فقط خمر کی ہی اور وہ شراب انگوری ہی حتی کہ اسنے روایت کیجاتی ہی کہ ماسواے اسکے حرام نہین ہی اور مترجم نے اگرچہ بنظر وفاق وتحقیق کے یہان یہ تاویل سمجھ لی کہ نزول تحریم خمر کا شراب انگوری پر ابتداءً تھا اور دیگر اشربہ اسمین ثانیاً داخل نہین اور عدم حرمت کے معنی بنا بر اصطلاح کے ہین کہ بدلیل قطعی بلا معارض ہو حالانکہ کراہت تحریمی یہان وہی حرام ہی جیسے نکاح مین فساد اور بطلان یکسان ہی اور نظیر اسکی خطاب صلوۃ وزکوۃ مثلاً بکلام یاایہا الذین آمنوا۔ مخاطبین موجودین کے ساتھ اولاً متعلق ہی اور قیامت تک مومنون کے ساتھ ثانیاً اور یہ بحث اصول مین مشرح ہی ولیکن مترجم کے زعم سے یہان بحث نہین ہی یہان تو اختلافی مشارب پر نظر ہی پس باذق وکبنی ومثلث وغیرہ بھی شراب ہین حالانکہ حکم مین اختلاف ہی لہذا ترجمہ کے ساتھ تنبیہ شرط ہی کہ حکم مذکور شراب خمر کے ساتھ ہی یا کسی دوسری شراب سے ورنہ مطلقاً ترجمہ شراب مین بھی تشویش بنا بر قول امام اعظم رح کے موجود ہی تنبیہ مترجم نے عام کتاب مین سواے کتاب الاشربہ کے جہان شراب ترجمہ کیا وہ خمر کا ترجمہ ہی اور کہین لفظ بلا ترجمہ چھوڑ دیا اور کتاب الاشربہ مین خمر کو ترجمہ نہین کیا اور دیگر اشربہ کو شراب باذق وشراب مثلث یا فقط کبنی وسیکی کے لفظ سے لکھا ہی فاحفظہ ازانجملہ لفظ بسر ورطب وغیرہ ہین اور کتاب الایمان مین انکی تحقیق کی زیادہ ضرورت ہی مثلاً قسم کھائی کہ بسر نہ کھاؤنگا تو جاننا چاہیے کہ شروع مین جو نکلتا ہی وہ طلع ہی پھر جب بندھا تو سیاب ہی پھر جب سبز ہوگیا تو استیداد ہی پھر خلال ہوتا ہی پھر جب بڑا ہوجاتا ہی تب بسر کہلاتا ہی فارسی مین غورہ خرما بولتے ہین لہذا البسر کا ترجمہ کیری مشتبہ ہی کیونکہ ہمارے عرف مین مثلاً آم کی کیری ابتداء سے کیری ہی ازانجملہ شحم چربی واضح ہو کہ ائمہ رحمہم اللہ تعالے کے عرف کے موافق مذکور ہی کہ شحم البطن نہ کھاؤنگا تو شارح نے کہا کہ کلیہ کی چربی پر قسم ہوگی تو آنتون کی چربی اور ہڈی سے مختلط چربی کھانے سے حانث نہوگا اور جو چربی پشت پر ہی جسکو گوشت چربیلا اور قریبی کہتے ہین اس سے بھی حانث نہوگا اور اختیار شرح مختار مین فرمایا کہ ہمارے عرف مین چربی کا لفظ پشت کے ایسے گوشت پر کبھی واقع نہین ہوتا انتہے مترجماً ازانجملہ بیت۔ منزل۔ دار۔ ان الفاظ کا ترجمہ جن لوگون نے گھر وحویلی وغیرہ لکھا ہی انھون نے اپنے اوپر سخت ذمہ داری اس امر کی لازم کرلی کہ ان الفاظ سے مختلف احکام کا تعلق انکے ترجمہ مین ویسا ہی باقی رہیگا آیا تو نہین دیکھتا کہ بلفظ خانہ بزبان فارسی کا حکم بدل جاتا ہی چنانچہ بیوع وغیرہ مین خود مصرح ہی تو مجھے نہین معلوم کہ خانہ کا ترجمہ گھر نہین دوسرا ہوگا واضح ہو کہ بیت فقہاء کے استعمال مین چار دیواری وچھت ہو اور دروازہ علحدہ خاص ہو تو ہمارے عرف مین یہ کوٹھری پر صادق ہی اور لائق بیتوتہ یعنی رات بسر کرنے کے لائق ہونا بنظر اصل معتبر ہی۔ منزل جو بیوت کو شامل ہو اور دار ان سب کو محیط ہی اور اسمین اختلاف عبارات ہی کہ دار فقط ساحت کو بدون عمارت کے کہتے ہین یا نہین تو بعض نے کہا کہ ہان اور اسی

قبیل سے قول شاعر ہے ؎ الدار دار وان زالت حوائطها ٭ والبیت لیس ببیت بعد تهدیم - یعنی دار تو دار رہتا ہے اگرچہ اسکی چہار دیواری زائل ہو جاوے مگر بیت بعد منہدم کر دینے کے بیت نہین رہتا - وعلی ہذا دار کے لیے عمارت شرط نہین ہے - اور بعض نے کہا کہ نہین اور اس فتاوی مین بعض مقام پر اسکو مصرح بیان کیا ہے - وفی الجامع الرموز الدار المنزل باعتبار دوران حوائطها ثم سمی به البلدة لاحاطتها باهلها - یعنی دار کہتے ہین منزل کو اس اعتبار سے کہ دیوارین اسکی دائر ہوتی ہین پھر بلد کو دار کہنے لگے کہ وہ اپنے رہنے والون کو محیط ہوتا ہے - اقول اسمین دار کی تفسیر خاص سے کی گئی وہ منزل ہے - ولیکن احاطہ کا اعتبار کیا - وذکر غیر واحد ان الدار اسم المجموع العرصة والبناء کذا فی المغرب - الا انهم قالوا انها اسم للعرصة عند العرب والعجم - یعنی لغت مغرب مین لکھا کہ دار نام ہے میدان مع عمارت دونون کا اور شارح مختصر نے کہا کہ فقہا نے زعم کیا کہ عرب و عجم کے نزدیک دار خالی میدان کا نام ہے - صاحب کافی رحمہ نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے بدلیل اس مسئلہ کے کہ قسم کھائی کہ دار مین نہ جاونگا پھر کھنڈل ہو جاے اور دیوارین گرجانے کے بعد داخل ہوا تو حانث نہوگا - یہان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جسنے یہ زعم کیا کہ اسمین اختلاف نہین کہ اول مین دیوار احاطہ شرط ہے اور اختلاف اسمین ہے کہ بعد اسکے منہدم ہونے کے دار رہا یا نہین تو یہ زعم ضعیف ہے کیونکہ مسئلہ کافی مین خرابہ کو دار نہین مانا گیا - پھر واضح ہو کہ باب قسم مین اکثر عرف و مقصود کا بھی لحاظ ہوتا ہے بالاتفاق اگرچہ حقیقت مہجورہ اولی ہے یا عرف مروجہ اسمین اختلاف اصول معروف ہو شاید فوات مقصود کی وجہ سے حنث نہوا ہو اگرچہ باعتبار زبان کے خرابہ مذکورہ دار ہو وے فلیتامل فیه اور بعض شروح مختصر الوقایہ مین ہے کہ ہمارے عرف مین سراے کا لفظ مرادف دار ہے اور کفایہ مین ہے کہ وہ سلطان کے دار کا نام ہے اقول بیوع فتاوی مین بھی اسی طرح مصرح ہے - جامع الرموز مین ہے کہ خانہ کا لفظ دار و منزل دونون کو شامل ہے اور یہی بیوع الفتاوے مین مصرح ہے اور لکھا کہ حجرہ نظیر بیت ہے - پھر مین کہتا ہون کہ ہمارے عرف مین گھر و خانہ ایک معنی مین ہین و بیت و کوٹھری و حجرہ نظائر ہین اور احاطہ مین منزل و حویلیان ہوتی ہین اور دو منزلہ وچار منزلہ اطلاقات معروف ہین تو مفتی کو مسائل بیوع و اجارہ و وکالت وغیرہا مین تامل سے فتوی دینا ضرور ہے - ازانجملہ قریہ و بلد ہین اور سواد بھی اسی ذیل مین ہے اور تو جانتا ہے کہ مکہ مدینہ زادهما الله شرفا و تعظیما شہر ہین وقد قال تعالی رجل من القریتین عظیم - تو انپر قریہ کا اطلاق فرمایا اور علی ہذا بلد اگر شہر ہے تو وار دہوتا ہے قولہ تعالے والبلد الطیب یخرج نباته الآیة اور مترجم نے آیۃ کی تفسیر مین بقدر توفیق اسکی تفصیل ذکر کر دی ہے وہان سے دیکھنا چاہیے اور قصبہ کے لیے لفظ ظاہر نہین ہے پس عمران و آبادی و بستی نظائر اور گانون و قصبہ و قریہ نظائر اور شہر و بلد نظائر ظاہر ہوتے ہین والله تعالے اعلم جامع الرموز وغیرہ مین ہے کہ بلد تک نام ایسی آبادی کا ہے کہ دارہا و عمارتہا مع ربضه کو محیط ہو - صحرا، وہ کشادہ میدان کہ اسمین نباتات نہو اور واضح ہو کہ دار الحرب و دار الکفر نقل بمناسبت ہے اور علماء مین دار الحرب کی تفسیر مین اختلاف معروف ہے اور میرے نزدیک اسی کو ہجرت سے ملحق کرنا چاہیے خصوص احکام ربوا و جمعہ و جماعات وغیرہ مین پس جہان اسلام مغلوب و حدود و شرع و شعائر اسلام جاری نہون اور مسلمین کے لیے قاضی وغیرہ نہو مگر ہر آدمی اپنے ذاتی فرائض ادا کر سکتا ہو تو وہان سے ہجرت کرنا واجب نہین ہے ولیکن مستحب و مندوب ہے اور کبھی قریب بوجوب ظاہر ہوتا ہے لقوله علیه السلام انا بری من مسلم بین ظهرانی المشرکین مین ایسے مسلم سے بری ہون جو مشرکون کے ساتھ انکے روبرو آباد ہو ولیکن میرے نزدیک یہ ماول اسطرح ہے کہ وے مشرک اسکو ادائے فرائض سے مانع و مزاحم ہون اور تحقیق اسمین یہ تھا والله تعالے اعلم کہ دیانت و استمداد و استقصار کے لیے اسوقت جو شر دہاتھے انہین سے معلوم ہے

یہ واجب کر دیا گیا کہ وہ ایسی جگہ آباد نہو ورنہ مقتول ہونے پر دیت کا یا استنصار پر تصرف کا مستحق نہو گا فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اور ہندوستان مین ابھی تک یہ فتوی دیا نجاوے کہ مثلاً سود کا معاملہ مثل دار الحرب کے جائز ہے کیونکہ یہ اصل خود ضعیف ہے تو صریح نص کے خلاف نہین ہوسکتا تم نہین دیکھتے کہ شرع مین اگر کفار عہد شکنی وغدر کرین یا ہمارے ساتھ خیانت کرین تو بھی ہم کو انکے ساتھ غدر کرنا یا خیانت کرنا جائز نہین ہے اور علے ہذا جمعہ قائم رکھا جاوے اور اسمین فضل عظیم وفقیہ کے فقاہت کی دلیل ہے اور جو کوئی فساد کرے اور خلق اللہ تعالے کو ذخیرہ آخرت سے باز رکھے وہ ظالم تبہ کار ہے نعوذ باللہ منہ۔ ازانجملہ بستان وکرم پس جسنے کرم کا ترجمہ باغ انگور لکھا یا بستان کا باغ تو یہ خلاف فقہ بدین معنی ہے کہ ہمارے یہان باغات مین چہار دیواری نہین ہوتی اور چار دیواری کے باغ کو اکثر پھلواری بولتے ہین اگرچہ اسمین انگور ہون لہذا خیال رکھنا چاہیے کہ کرم باغ انگور جسمین چہار دیواری ہو اور درمیان مین زمین قابل زراعت نہو بخلاف بستان کے کہ اسمین متفرق اشجار سے درمیانی زمین قابل زراعت ہوتی ہے یہی فرق ہے مترجم کہتا ہے کہ جہان اسنے کرم لکھا یا بستان لکھا اس سے تو یہ معنی سمجھنا چاہیے اور جہان کہین باغ انگور ترجمہ کر دیا اور حاشیہ وغیرہ پر تنبیہ نہین کی وہان احاطہ دار سمجھنا چاہیے ورنہ چہار دیواری کا باغ انگور لکھا ہے پھر سمجھے یہ وہم نہو کہ اس سے کیا نقصان ہے کہ باغ انگور کہو یا احاطہ دار کہو کیونکہ اسمین بعض احکام مین تفاوت ہو گا مثلاً عقد اجارہ بلفظ باغ انگور لازم ہونے کے بعد مستاجر نے دیکھا تو بغیر چار دیواری پایا اور اسنے دیکھا کہ بغیر دیوار کے مجھسے حفاظت نہین ہوسکتی تو وہ عقد کو فسخ نہین کرسکتا بخلاف اسکے اگر اجارہ بلفظ کرم واقع ہو اتو رد کرسکتا ہے اور یہان سے یہ بھی سمجھا گیا کہ مسائل مین ہر جگہ چہار دیواری کا لفظ لانے کی ضرورت نہین ہے اگرچہ اصل سے ایک گونہ تحریف باغ ترجمہ کرنے مین ہو لیکن مقصود مین فرق نہو گا مگر جہان چہار دیواری کو حکم مین دخل ہے وہان ضرور ہے اور ایسی حالت انواع احکام مین ہر باب کے مسائل مین ہوتی ہے لیکن یہ جرأت تغیر کی نچاہیے اور علی ہذا محصل مرام کو اپنی عبارت مین بتقدیم وتاخیر منضبط کرنا بھی سخت خطر ہے کیونکہ قیود کے مسائل پر رسائی ایک متبحر کا کام ہے نسال اللہ تعالے العصمۃ والسداد وہو ولی الانعام ازانجملہ بنت لبون اسکے لفظی معنی تو دودھ والی اونٹنی کا مادہ بچہ اور لغت مین وہ بچہ مادہ جسپر تین سال گذرے ہون۔ پس اگر کوئی شخص اسطرح ترجمہ کرے تو غلط ہو گا اسلیے کہ فقہاء کا استعمال موافق شرع کے ہے اور شرع مین بنت لبون وہ ہے جسپر دو سال ہو کر تیسرے مین ہو اور اسی طرح حقہ مین لغت کے چوسالہ کی جگہ شرع مین سہ سالہ معتبر ہے اور یون ہی جذعہ مین لغوی پنجسالہ کی جگہ شرع مین چہار سالہ معتبر ہے لہذا ترجمہ مین ہوشیاری چاہیے ازانجملہ بکری کا لفظ ہماری زبان مین بھیڑی سے متمیز ہے اور بضرورت مترجم نے جہان بکری لکھا ہے وہ شاۃ کا ترجمہ ہے اگرچہ نقص کے ساتھ ہے ولیکن جہان غنم کا ترجمہ بکری ہے وہ مطابق ہے مگر جہان مسئلہ کا حکم بکری وبھیڑی سے بدلتا ہے وہان بدون ترجمہ کے عین لفظ لکھا گیا ہے اور تفصیل بیان اسکا یہ ہے کہ قاموس ومحیط سے بشہادت جامع الرموز ظاہر ہوتا ہے کہ جسپر صوف واون ہو اسکو ضان کہتے ہین جیسے ہمارے یہان تبت کی بکریان اور کشمیر مین بھی پائی جاتی ہین اور جسپر بال ہوتے ہین جیسے عموماً ہندوستان مین ہوتی ہین اسکو معز کہتے ہین اور غنم کا لفظ ان دونون کو شامل ہے اور یہی حال لفظ شاۃ کا ہے (ش ات) اور یہ واحد پر بولتے ہین یعنی شاۃ کے لفظ مین وحدت فردی معتبر ہے بخلاف غنم کے اور جمع شاۃ کی شیاۃ بشین وی والف وہا۔ اور شیخ ابو المکارم نے شرح نقایہ کتاب الزکوۃ مین لکھا کہ قسم ضان مین مذکر کو کبش کہتے ہین اور مترجم نے کہین کہین مینڈھا اسکا ترجمہ کیا ہے اور مادہ کو نعجہ کہتے ہین۔ جسکے ترجمہ مین بھیڑی لکھا ہے اور معز کے نر کو تیس بولتے ہین اور مادہ کو عنز کہتے ہین اور مترجم نے

کہین بکرا و بکری لکھا ہی اور شاۃ عام ہی کہ ضان معز کے مذکر و مونث سب کو شامل ہی اس سے ظاہر ہوا کہ شاۃ مین تاء تانیث نہین بلکہ تاء وحدت ہی فافہم۔ ازانجملہ بیاع جامع الرموز مین نقل کیا کہ بیاع جو لوگون کا مال کچھ اجرت لیکر فروخت کردے کذا فی وکالۃ الذخیرہ و سیاتے لک زیادۃ تفصیل اور مترجم کہتا ہی کہ اگر مال نہ بکا تو اجرت کا مستحق نہو گا کذا فی الاجارات۔ دلیکن اگر وقت کے لیے مزدور ہو تو چاہیے جسقدر اموال اسوقت مین فروخت کرے مقرری مزدوری پاویگا اور چاہے کچھ فروخت نہو تب بھی مزدوری کا مستحق ہوگا و لیکن اس صورت مین بیاع نہو گا واللہ اعلم ازانجملہ تخلیہ خالی کرنا۔ پس اگر کسی نے دار فروخت کیا تو اسکو ذاتی اسباب سے خالی کر کے قفل کی کنجی دیدینا بحضور مشتری کے یا جبکہ وہ آنکھون سے دیکھتا ہو اور اگر اجارہ پر ہو تو حق مستاجر سے خلاص کر دینا وغیرہ اور ایسے ہی اجارہ دینے مین تخلیہ اسکی ضرورت سے ہوگا اور مترجم نے اکثر مقام پر روک ٹوک دور کر دینا لکھا ہی وقال فی الرہن التخلیۃ یعنی رہن کو مرتہن کے سپرد کر دینا اور یہ درحقیقت عام لفظ وادا سے مقصود ہی اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ منقولات مین تخلیہ سے سپردگی نہین ہوتی ہی جب تک انگلیون سے گرفت نہو کما فی فتاوے ابی الفضل الکرمانی اور توضیح تجھکو کتاب البیوع کے ملاحظہ سے معلوم ہوگی حاصل یہ کہ تخلیہ ایک طریقہ تسلیم کا ہی اور بیشک غیر منقول مین تخلیہ سے سپرد کرنا قبضہ ہوتا ہی ازانجملہ تزوج بروزن تصرف۔ بیہقی نے کہا کہ زن کردن و شوی کردن یعنی مرد نے تزوج کیا تو معنی یہ کہ جورو کی اور عورت نے خاوند کیا و جامع الرموز مین کہا کہ اساس و دیوان وغیرہما مین ہی کہ متعدی بخود ہوتا ہی اور بحرف باء بھی ہوتا ہی اور حرف من سے متعدی نہین ہوتا اگرچہ انکے کلامون مین کثرت سے موجود ہی مترجم کہتا ہی کہ مراد یہ کہ عربی زبان مین تزوجہا و تزوج بہا۔ بولتے ہین اور تزوج منہا۔ نہین بولتے ہین پھر واضح ہو کہ فقہاء نے جہان لکھا کہ تزوج بہا۔ یا منہا تو انکی یہ مراد ہی کہ اسنے اپنے نکاح مین اس عورت کو لے لیا اور یہ معنی نہین ہین کہ کسی اور سے اسکا نکاح کر دیا۔ بخلاف تزویج بروزن تصریف کے کہ لغت مین بقول بیہقی (مرد کو جورو اور عورت کو خاوند دینا) اور فقہاء نے جب کہا کہ زوجہا۔ یا۔ زوج بہا۔ یا زوج منہا۔ تو یہ مراد ہوتی ہی کہ کسی اور کے نکاح مین اسکو دیدیا۔ چونکہ تزوج و تزویج دونون کا تعدیہ بخود و بحرف باء ہوتا ہی لہذا فقہاء نے من کے صلہ سے دونون مطلب مین فرق کر دیا پس اگر مرد نے وکیل نکاح سے کہا کہ زوجنیہا۔ میرے نکاح مین اسکو دیدے اور اسنے کہا کہ زوجتکہا۔ تو نکاح منعقد ہوگا اور جب کہا کہ تزوجت منہا۔ مین نے عورت کو اپنے نکاح کر لیا حالانکہ تزوجت بہا کے معنی زوجتہا کے ہو سکتے ہین کیونکہ دونون مین سے ہر ایک بخود و بحرف باء متعدی ہوتا ہی۔ بعض مترجمین نے ناسمجھی سے اس فرق کو ضائع کر دیا چنانچہ بیوع کے مسئلہ مین اشتری جاریۃ و زوج بہا الی آخرہ جو اس غرض سے موضوع ہی کہ خرید کردہ باندی پر مشتری کے خالی نکاح کر دینے سے قبضہ ہو جاتا ہی یا نہین۔ اس شخص نے یون ترجمہ کیا کہ باندی خریدی اور اس سے نکاح کر لیا حالانکہ قطع نظر الفاظ کے یہ سخت غفلت ہی اسلیے کہ خریدنے کے بعد ملک یمین حاصل ہونے سے نکاح کی صورت کیونکر ہوگی۔ فافہم۔ یہان مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ روافض مین سے ایک غالی فرقہ ہی جو حضرت صدیق اکبر خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کافر اور حضرت فاروق خلیفہ دوم کو کافر کہتا ہی حالانکہ یہ فرقہ خود کافر ہی کیونکہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ جو کوئی دوسرے کو کافر کہے تو دونون مین سے ایک ایسا ہو جاتا ہی یعنی اگر کہنے والا سچا ہی تو دوسرا کافر ہی اور اگر جھوٹا ہی تو کہنے والا خود کافر ہی اور غالی رافضی کے قول مین ہم بالیقین جانتے ہین کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اکبر بنصوص آیات و شہادت الٰہی و کثرت احادیث و شہادت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلے درجہ کے مومنین تھے اور اللہ تعالے سے بڑھکر کس کی

شہادت ہوگی پس بالیقین معلوم ہوا کہ یہ فرقہ خود کافر ہے۔ اب سنیئے کہ بعض واعظین نے کہا کہ حضرت شہربانو جو بادشاہ یزدگرد کی بیٹی تھین جب حضرت فاروق اعظم نے فارس پر جہاد کیا تو یہ بھی فتح کے بعد گرفتار ہو کر آئین اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیدین چنانچہ حضرت علی اکبر وغیرہ شہدائے کربلا انھین کے بطن پاک سے ہین پس اگر غالی رافضہ کا قول صحیح ہوتا تو جہاد صحیح نہوتا تو حلت کی کیا صورت تھی باوجودیکہ اہل بیت مین سے یہ حضرات بھی ہین جنکے واسطے تطہیر ثابت بنص قرآنی ہے پس فرقہ رافضی مذکور کذاب ہے۔ قال المترجم ہذا علی قول من قال بعدم العتق ثم التزوج وہناک من قال بذلک وقیل الاول اثبت واللہ تعالے اعلم۔ پھر واضح ہو کہ جامع الرموز مین لایا کہ لایجوز المناکحۃ بین بنی آدم وانسان الماء والجن کما فی السراجیہ یعنی آدم زادے اور آبی انسان یا جنسے باہم نکاح کا عقد نہین جائز ہے جیسا کہ فتاوے سراجیہ مین ہے ولیکن قنیہ مین حسن بصری رح سے نقل کیا کہ دو مردون کی گواہی پر جنیہ عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے [مردم آبی ۱۲]

اور جامع الرموز مین لایا کہ لایصح نکاح الشافعیہ لانہا صارت کافرۃ بالاستثناء علی ما روی عن الفضلی ومنہم من قال تتزوج بنا بہم کذا فی المحیط۔ یعنی لکھا کہ جو عورت کہ شافعیہ سلک پر ہو اسکے ساتھ نکاح صحیح نہین ہے کیونکہ استثناء سے وہ کافرہ ہو گئی یعنی موافق قول شافعی رح کے جب اس سے پوچھا جاوے کہ تو مومنہ ہے وہ کہیگی کہ ہان انشاء اللہ تعالے پس انشاء اللہ تعالے کہنے سے وہ بوجہ شک کے کافرہ ہوئی اور یہ حکم امام فضلی سے روایت کیا گیا ہے اور ان مشائخ مین سے بعض نے کہا کہ شافعیون کی دخترون سے نکاح کر لینا جائز ہے کذا فی المحیط۔ مترجم کہتا ہے کہ امام فضلی و اس طبقہ کے مشائخ سب فقہاء تھے لہذا انکی طرف کسی مجہول راوی کا بلکہ بغیر رواۃ کے خالی خیالی قول کا منسوب کر دینا خود غیر معتمد ہے خصوص ایسا قول کہ فقیہ کی شان سے نہین بلکہ محض خلاف شان ہو آیا کسی شخص کو روا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ و انکے اتباع کو کافر کہے نعوذ باللہ من ذلک کیونکہ شافعیہ عورت کی کیا خصوصیت ہے پس تو دیکھتا ہے کہ یہ لوگ کیسے رطب یابس روایات جمع کرتے ہین اور اسلام مین فتنہ پھیلاتے ہین۔ جاہل متعصب خود اپنی جہالت سے فتنہ مین پڑتا ہے لسنے تعصب کا نام اسلام سمجھا ہے حالانکہ ائمہ علماء متفق ہین کہ امام شافعی رحمہ اللہ اسلام کے امامون مین سے ایک عالم امام ہین ارے انکو کافر کہنا خود کفر ہوگا جیسا کہ ائمہ علماء کا زعم ہے فاتقوا اللہ واللہ شدید العقاب ازانجملہ تنجیز۔ ت ن ج ی ز۔ فی الحال واقع کرنا بمقابل تعلیق کا ہے جو کسی چیز کے ساتھ لٹکا ہوتا ہے پس طلاق وعتاق معلق یہ ہے کہ اگر تونے پیاز کھایا تو تجھکو طلاق ہے یا تو آزاد ہے اور منجز یہ ہے کہ تجھکو مین نے طلاق دی یا آزاد کیا۔ اور تنجیز دراصل تعجیل ہے من قولہم تاجز بناجز یعنے تعد بتعد۔ ازانجملہ تبر۔ ت ب ر جامع الرموز مین ہے کہ سونا و چاندی سکہ سے پہلے تبر ہین اور کبھی تانبا و پیتل لوہا بھی تبر کہلاتا ہے ولیکن سونے کے ساتھ مخصوص بولتے ہین مترجم کہتا ہے کہ مین نے پتر کے ساتھ ترجمہ کیا ہے پ ت ر اور جہان جس قسم کا ہو وہ بھی مصرح کر دیا ہے اور نقرہ کہدا چاندی ہے ازانجملہ ثمر۔ ہمارے عرف مین قریب ہے کہ سوائے پھل کے اور کسی چیز پر نہ بولا جاوے البتہ مجازاً جب کہین کہ تمنے کیا پھل پایا تو مطلق فائدہ خواہ آدمی سے ہو یا درخت سے حتے کہ فعل سے بھی اور عرب کی زبان مین مطلقاً جو چیز کہ درخت سے بلا کسی کے صنعت کے حاصل ہو اور یہ محفوظ رکھنا چاہیئے دو وجہ سے ایک وجہ یہ کہ جو حکم وہان مذکور ہے اسمین عربی عرف پر محمول کرنے سے اشکال نہو۔ مثلاً لایاکل من ثمر ہذہ النخلۃ۔ اس کھجور کے ثمر سے نہ کھاؤنگا اسطرح قسم کھائی تو ہر اس چیز پر واقع ہوگی جو اس درخت سے پیدا ہو بلا کسی کی صنعت کے اور کھائی جاوے حتے کہ پتی چھال وشاخ پر نہین بلکہ طلع وخلال وبلح وبسر ورطب وتمر وجمار پر واقع ہوگی اور جمار شحم النخل یعنے گوند ہے اور دبس پر بھی

ہونا ہی مگر جب پیدا ہو جاوے تو نہیں آور وجہ دوم یہ ہی کہ جو حکم وہان مذکور ہی اگرچہ بعبارت اردو مذکور ہی اسکو
بعبارت عربی سمجھکر حنث کو متعلق کرنا چاہیے اور ہماری زبان مین اگر قسم کھائی کہ اس درخت کے ثمر سے نکھاؤنگا تو میرے
نزدیک شرح سول سے آخر پہل تک واقع ہوگی اور گوند وغیرہ حتے کہ تاڑی پر واقع نہونا چاہیے واللہ تعالے اعلم
فان قیل التمر حرفی یراعی فیہ اہل معناہ قلت لا بل ما استعمل فیہ عندنا بعد النقل کما لا یراعی فی الالفاظ العجمیۃ عند العرب الا ما
استعملوا فیہ بعد النقل فافہم ازانجملہ جداول جمع جدول پتلی سی نالی جس سے چرس کا پانی کنوئین سے نکالکر بہتا ہوا کیاری مین جاتا ہی
اور باغ میں اس سے جو راہ ہو تو ساقیہ ہی جمع اسکی سواقی گویا نالہ ہوا اگرچہ اتنا گہرا نہوا اور اس سے چوڑا نہر ہے ذکرہ العینی
فی شرح الکنز وغیرہ - ازانجملہ الحرمۃ باب نکاح مین چاہو کہو کہ نکاح فاسد ہوگا یا باطل ہوگا یا حرام ہوگا سب یکسان ہین کیونکہ
فاسد بھی حرام ہوا جیسا کہ قاضیخان وکرمانی ونہایۃ ومستصفی وغیرہ مین ہی کذا فی جامع الرموز ازانجملہ حشیش کہ معروف ترجمہ گھاس کی
اور در اصل نباتات جو ساقدار نہون اور عامہ لغات مین سوکھی گھانس کو حشیش کہا ہی اور کماۃ گھاس نہین بلکہ زمین کے
اندر رکھی ہوئی چیز کے مثل ہی ازانجملہ تولہم خیاط استاجر عبد التخیط معہ فترک الخیاط عملہ - یعنی اور زی نے کسی کا غلام مزدوری
پر اجارہ لیا پھر خیاط نے اپنا کام چھوڑ دیا - تو بعض شراح نے بیان کیا کہ خود کرتا رہا ہو یا یہ پیشہ چھوڑے تب اجارہ ٹوٹیگا
اور ظاہر یہ ہی کہ فقط تنہا کرنا اختیار کیا - وقد فصلہ المترجم ازانجملہ الخص بالضم نہایہ مین وہ بیت کہ نرکل وبھوس ولکڑی وغیرہ
سے بنائین مگر فقہاء اسکو چھت کی چار دیواری پردہ کو کہتے ہین جو نرکل وغیرہ سے بنا لیا جاتا ہی - ازانجملہ الخراج جو زمین وباغ
پر لگان ہو ولیکن دو قسم کا ہوتا ہی اول خراج مقاسمہ یعنی بٹائی اور وہ پیداوار مین سے کوئی جزو معین ہی جسکو بادشاہ سب
لوگون کی طرف سے انکے بیت المال کے لیے پیداوار پر مقرر کرتا ہی جیسے چہارم پیداوار وغیرہ اور زراعت کا خرچہ نکال
دینے کے بعد باقی کا چہارم وغیرہ لیا جاتا ہی اور ہر زمین وباغ کی طاقت پر مقرر ہوتا ہی ولیکن نصف سے زیادہ نہین ہوسکتا
ورنہ ظلم ہوگا اور ایسے ہی اسکا ادا ہونا پیداوار پر ہی حتے کہ اگر زمین مین کسی وجہ سے کچھ پیدا نہوا تو یہ خراج بھی واجب
نہوگا اور اگر کسی نے سال دو سال کا خراج پیشگی دیدیا تو جائز ہی کیونکہ سبب یعنی زمین لائق پیداوار موجود ہی کذا ذکرہ بعضہم
اور مترجم کہتا ہی کہ یہ غلط ہی بلکہ خراج موظف مین البتہ ایسا جائز ہی اور خراج مقاسمہ مین گیہون وغیرہ اموال ربویہ کی صورت
مین سود ہو جائیگا فافہم قسم دوم خراج موظف جو بنام لگان ہمارے یہان معروف ہی اور اسکو خراج وظیفہ ومقاطعہ بھی کہتے
ہین اور وہ کچھ نقد یا اناج غیر جنس پیداوار جو امام کسی زمین باغ پر مقرر کرے لیکن اندازہ اسکا بقدر وظیفہ عدل
ہوگا چنانچہ جس زمین کو خراجی پانی پہونچے اسپر حضرت فاروق اعظم رضنے اہل السواد کے ہر جریب گیہون یا جو پر ایک
صاع مقرر کیا تھا اور رطبہ کے ہر جریب پر پانچ درہم یعنی سوا روپیہ سے کچھ زیادہ مقرر فرمایا تھا علے ہذا پس کہا گیا ہی کہ
اس سے زیادہ کرنا ظلم ہی اور نوشیروان عادل نے بھی گزیہ جسکا معرب جزیہ ہی اسی قدر مقرر کیا تھا اور یہ جزیہ اسلام
مین تذلیل کرنے کے لیے نہین تھا جیسا کہ قولہ تعالے لیعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون سے سمجھا گیا بلکہ آیت کے معنی
یہ ہین کہ اسلام چھوڑکر انھون نے ایسا اختیار کیا پس انکو راہ حق پر آمادہ کیا تھا کیونکہ اسلام سے انکو نعمت ایمان ملتی تھی
اور سب کے برابر درجہ ملتا تھا اور جزیہ کی مقدار جسکو نوشیروان عادل نے مقرر کیا تھا اس سے بھی کم یعنی آدھا اسکا
مومن سے لیا جائیگا تاکہ وہ تھوڑے کام سے فراغت پاکر اللہ تعالے کی توحید وعبادت کرے اور اللہ تعالے
کو اسی بندہ عارف کی تسبیح وعبادت پسند ہی۔ اہ رجامع الرموز مین ہی کہ خراج خواہ موظف ہو یا مقاسمہ ہو اسکی ضمانت

کر لینا صحیح ہی کیونکہ وہ جنگی فوج کا حق انکی حفاظت وغیرہ کے عوض مین واجبی ہی اور بعض نے کہا کہ مراد فقط موظف ہی جو ہر سال مقرری ہوتا ہی اور مقاسمہ مراد نہین جو پیداوار پر ہوتا ہی کیونکہ وہ ہنوز ذمہ واجب نہین ہوا ہی ازانجملہ خارج - کہ بحسب اللغۃ خروج کا اسم فاعل ہی اور اصطلاح الدعوی مین جو شخص کہ غیر قابض مدعی ہی ومن ذلک قولہم ولو ادعی خارجان عینا فی ید ثالث اور معنی یہ کہ دو غیر قابض نے تیسرے کی مقبوضہ مال عین کا دعوی کیا یعنی ہر ایک نے یہ دعوی کیا کہ یہ مال عین ہماری ملک ہی اور تیرے قبضہ مین ناحق ہی - ازانجملہ الدابۃ - اصل لغت مین جو زمین پر چلنے یا رینگنے اور یہان یعنی حشرات الارض چیونٹی وغیرہ کو بھی شامل ہی اور وضع ثانی مین چارپایہ سے اور کہا گیا کہ وضع ثالثہ مین گھوڑے سے مخصوص ہو اور مراد وضع سے نقل عرفی ہی اور فقہاء کے اطلاق مین اختلاف ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین از راہ عرف کے دابہ کا لفظ گھوڑے و گدہے و خچر کو شامل لیا اور اسی وجہ سے حسب موقع مترجم نے کہین سواری کا جانور چوپایہ ترجمہ کر دیا ہی اور عزیمہ مین اسکو ہر چہار پایہ کے واسطے مطلقا لیا اسی سے مترجم نے حسب موقع چوپایہ ترجمہ کیا اور مفردات مین کہا کہ گھوڑے کے لیے مخصوص ہی لہذا جہان موقع یہی ہوا وہان گھوڑا ترجمہ کیا ہی ازانجملہ دیوان اور فقہ مین دیوان القاضی سے وہ خریطہ مراد ہی جسمین چلین و دستاویز و محضر و نقل پروانہ متولی اوقاف و تقدیر نفقات وغیرہ کا غذات ہون - ازانجملہ قولہم ما ذاب لک علیہ مراد یہ ہی کہ بے دیگر جو تیرا فلان پر ثابت ٹھہرے یا واجب نکلے لہذا کفالت مین جہان اسطرح مذکور ہی یہی مراد ہی ازانجملہ روایت کا لفظ ہی جامع الرموز وغیرہ مین کہا کہ لغت مین نقل کو کہتے ہین اور عرف فقہاء مین کسی فقیہ سے کوئی فرعی مسئلہ نقل ہونا خواہ فقیہ مذکور سلف مین سے ہو یا خلف مین سے اور جب کبھی خلف کے قول سے مقابلہ ہو تو روایت مخصوص بسلف ہوتی ہی واضح ہو کہ قولہ روایۃ عنہ اسکے یہ معنی کہ اس امام سے ایسا روایت کیا جاتا ہی جائز ہی کہ اسکا مذہب یہ ہو یا نہو بخلاف عندہ کے کہ جب کہا جاوے کہ فلان کے نزدیک تو ظاہر یہ کہ اسکا مذہب ہی ازانجملہ رباط بمعنی رسی و بندش ومنہ قولہم من حل رباط سفینۃ فغرقت اور رباط قیام سرحد کفار پر بغرض جہاد یا حفظ حدود و ثغور ومنہ قولہ علیہ السلام رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما فیہا ازانجملہ رقبی بمانند قول فقہاء ولا تصح الرقبی اور امام ابو یوسف رہ کے نزدیک رقبی یہ ہی کہ دوسرے سے کہے کہ میرا گھر تیرے لیے رقبی ہی اگر مین تجھسے پہلے مرا تو وہ تیرے لیے ہی اور اسی کے قریب عمری ہی قاضیخان نے ذکر کیا کہ عمری یہ کہنا کہ اگر مین تجھسے پہلے مرا تو یہ گھر تیرے لیے ہی اور اگر تو مجھسے پہلے مرا تو میرے لیے ہی اور دوسری تفسیر یہ ہی کہ اپنا گھر دوسرے کے لیے اسکی مدۃ العمر تک کر دینا اس شرط سے کہ جب مرے تو واپس ہی یعنی عمری دینے والے کو یا اسکے وارث کو واپس ہی قال وتصح العمری اور یہان صحت سے یہ مراد ہی کہ اسطرح دیدینا صحیح ہی اور شرط مذکور باطل ہی حتے کہ وہ گھر جسکو دیا ہی اسی کے وارثون کو ملیگا تنبیہ منجملہ متشابہات احکام کے ہمارے بولی مین یہ کہنا کہ یہ گھر تیرا ہی اور یہ گھر تیرے لیے ہی اور یہ گھر تیری ملک ہی - تو اول محتمل اقرار ہی اور جھگڑے کے وقت ہبہ کا دعوی کرنے والا باطل قرار دیا جاویگا کیونکہ اقرار اسپر تو حجت قوی ہی اگرچہ دوسرے کے حق مین حجت نہو تو اسی نے گویا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ مین نے ہبہ کیا تھا تو اول اقوی ہوگا اور بدون گواہون کے تصدیق نہو گی - اور قول دوم ہبہ ہی اور تیسرا صریح اقرار ملک ہی اسی واسطے مترجم نے رقبی و عمری کی تفسیر مین تیرے لیے کہا اور تیرا ہی نہین کہا فاحفظہ فان ذلک لمہم ازانجملہ لفظ ریحان نباتات مین سے خوشبودار کذا فی الاختیار شرح المختار و کذا فی المغرب اور فقہاء کے نزدیک

جسکی ڈنڈی مثل اسکی پتیون کے خوشبودار ہو جیسے آس ورد یا فقط پتیان خوشبودار ہون جیسے یاسمین۔ اسیطرح جامع الرموز
مین مذکور ہی اور اسمین تامل سے دیکھنا چاہیے اور لکھا کہ جامع ابن بیطار مین ہی کہ وہ ہر درخت کے کلیان ہین اور اطلاق
مخصوص جس سے عرق کھینچا جاوے مشتہر ہوگیا ہی ازانجملہ رق رقت پتلاپن اور رقیق جسمین کوئی جزو آزادی کا نہو اور واضح
ہو کہ عبارات فقہاء مختلف ہین صدر الشریعۃ کی بعض عبارات سے نکلتا ہی کہ رق بدون ملک کے نہین پایا جاتا ہی اور
مستصفی وغیرہ مین ہی کہ کفار جو دار الحرب مین ہین سب کے سب رقیق ہین مگر کسی کے مملوک نہین ہین قال المترجم اس مقام
کی تحقیق مین کلام طویل ہی یہان گنجایش نہین ہی میرا مقصود صرف یہ ہی کہ مترجم نے رقیق کا اگر ترجمہ کیا ہی تو محض مملوک لکھا ہی
اور کثرت سے فقہاء رقیق کو مقابلہ آزاد و مدبر و مکاتب وام الولد ومعتق البعض وما انعقد فیہ سبب الحریۃ۔ استعمال کرتے ہین کما
لا یخفی علی من مارس الفن ازانجملہ روث متشابہ ہی کہ لغت مین ذی حافر جانور کے گوبر کو کہتے ہین مگر فقہاء اسکو فقط سرگین
یعنی گوبر کے معنی مین بولتے ہین تو لید و مینگنیان داخل نہین ہونگی اور یہ جامع الرموز مین لکھا ہی اور عذرہ پلیدی ہی کہ آدمی
ومرغی وکتا وغیرہ کے پیخانہ کو شامل ہی اور غائط آدمی مین زیادہ مستعمل ہی اور مقصود تحقیق لغت نہین بلکہ تنبیہ ہی اور خرء و
خراءۃ کبوتر وغیرہ کی بیٹ ہی اور کبھی آدمی کے ساتھ کنایہ ہوتا ہی ومنہ قولہ علمکم نبیکم کل شیء حتے الخراءۃ الحدیث۔ سرقین معرب
سرگین ہی ازانجملہ رصاص کہ لغت مین رانگ قلعی کے معنی مین ہی پس درم کی صفت مین ملتبس ہوتا ہی کہ رانگے کے ہون حالانکہ
رصاص درم وہ ہین جنپر ملمع ہو صرح بہ جامع الرموز تنبیہ اقسام درم مین بہت ان کتب فقہ مین مذکور ہین اور متفرق مین نے
ذکر کیے ہین اور یہان مختصر طور پر رکھتا ہون کہ منجملہ اقسام کے زیوف درم بالضم مصدر زافت الدراہم زیفا یعنی میل کی وجہ سے
مردود ہو گئی کما فی القاموس یا جمع زیف ہی جسمین تانبا وغیرہ ملا کر کھراپن کھو دیا گیا ہو کما فی طلبۃ الطلبۃ اور قاموس نے جو انکو
مردود کہا تو معنی یہ ہین کہ وے رد کر دیے جاتے ہین لیکن پوشیدہ نہین کہ خالی بیت المال انکو پھیرتا ہی کہ وہ کھرے
کے سوا نہین لیتا اور باہمی معاملات مین مردود نہین ہین پس اظہر قول دوم ہی۔ دوم نبہرج بتقدیم با بر نون معرب
نبہرہ بمعنی ناسرہ جسمین کھونٹ ہو اور واضح ہو کہ زیوف و نبہرہ دونون قسم مین میل سے چاندی زیادہ ہوتی ہی لیکن
فرق یہ ہی کہ زیوف کو تاجر نہین پھیرتے اور نبہرہ کو تاجر بھی نہین لیتے ہین اور بعض نے کہا کہ نبہرہ جسکا سکہ مٹ گیا ہو
ذکرہ صدر الشریعۃ فی القضاء پس اس صورت مین زیوف نبہرہ واحد ہین صرف سکہ موجود و معدوم ہونے کا فرق ہی سوم
ستوقہ وہ درم جسمین تانبا و پیتل یا جستہ غالب ہو اور چاندی کم ہو وقد قیل انہا تغیر بالعرض۔ چہارم رصاص یہ فقط درم کی
صورت ہوتے ہین انپر چاندی کا ملمع رہتا ہی اور یہ درحقیقت درم نہین ہین کما صرح بہ غیر واحد۔ واضح ہو کہ اقسام یہان
بحسب العین کبھی تبیین اسطور سے بیان ہو سکتے ہین کہ درم یعنی صورت مخصوص یا چاندی مین ہی یا نہین۔ قسم دوم بطریق ملمع نہو
تو موجود نہین اور اگر ہو تو رصاص ہی اور قسم اول مین خالص ہو یعنی ادنی میل جو بمنزلہ مستہلک ہی تو دو قسم معروف ہین دودھیا
چاندی ہو تو دراہم بیض سپید درم ہین اور کبھی وضح بولتے ہین لیکن زیادہ مکسور و غلہ کے مقابلہ مین آتا ہی اور اگر سیاہ چاندی
ہی تو دراہم سود یعنی سیاہ درم ہین اور اگر غیر خالص ہو پس اگر میل زیادہ ہو تو ستوقہ ہین اور اگر چاندی غالب ہو تو زیوف
و نبہرہ ہین اور دودھیا و سیاہ درحقیقت صفت جودت ورداءت کے اعتبار سے ہین نہ باعتبار عین کے کیونکہ شرعًا اس صفت
سے نفس چاندی کا تفاوت معتبر نہین ہی جیسا کہ باب الربوا مین معلوم ہو چکا۔ اور صحاح پورے درم اور مکسورہ شکستہ
اور نظیر اسکی پورا روپیہ اور دو اٹھنیان یا چار چونیان مثلاً اور دراہم غلہ بتخمیل کہ خالص و زیوف و نبہرہ و ستوقہ ملا کر

ہوں بخلاف رصاص کے کہ وہ درحقیقت غیر جنس ہے اور ثنائی و ثلاثی وغیرہ جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے اس سے یہ غرض ہے کہ دو
ملکر ایک درم ہوا جیسے مثلاً اٹھنیاں کہ دو ملکر ایک روپیہ ہوا اور ثلاثی میں ملکر اور رباعی علی ہذا القیاس وقولہ کالعدالی الیوم اقول غالباً
جیسے فی زماننا فرغانہ میں عدالی رائج ہیں تو دراہم کے اقسام ذاتی سے انکا خروج نہوگا صرف فرق سکہ سے نام میں ہوگا تو
عدالی جس بادشاہ نے سکہ رائج کیا نام رکھا گیا ہے اور نظیر اسکی چہرہ شاہی و بیٹوری و کلدار وغیرہ انگریزی میں اور بغیر سکے کے
خالی چاندی گداختہ مانند طمغاجی وہ دہی وہ تھی اور زنجدار وغیرہ اقسام ہیں اور زنجدار کے معنی قریب اسکے ہیں جیسے ہمارے
یہاں کٹاؤ کی چاندی و اینٹ کا سونا وغیرہ بولتے ہیں فاحفظ المقام واللہ اعلم بالصواب ازانجملہ لفظ رہن بمعنی گرو مفردات
میں ہے کہ جو ادھار و قرض کی مضبوطی کے لیے رکھا جاوے۔ اور اکثر کتب میں ہے کہ لغت میں رہن کے معنی مال کو روک رکھنا خواہ
کیسا ہی مال ہو۔ اور شرع میں ادھار و قرض کی وجہ سے ایسا مال جو قیمت دار ہے روک لینا جس سے قرضہ لینا ممکن ہو
اور جامع الرموز میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ قرضہ اس مال کی قیمت دوام سے بھر پانا ممکن ہو۔ میں کہتا ہوں کہ بھر پانے کی
قید محض سہو ہے اور صحیح وہ ہے جو برجندی نے کہا کہ بھرپور قرضہ اس سے وصول ہوجانا شرط نہیں ہے بلکہ تھوڑا یا سب اس سے
وصول ہوجانا ممکن ہو **تنبیہ**۔ ادھار یا قرض۔ اس سے مترجم کی یہ غرض ہے کہ مثلاً زید نے عمرو کے ہاتھ دس روپیہ
کو ادھار ایک چیز بیچی تو دس روپیہ عمرو پر ادھار کہلاوینگے اور عموماً مترجم اسکی جگہ قرضہ لکھتا ہے اور قرض نہیں کہلاوینگے
کیونکہ وہ عین شی پر مخصوص ہے حتے کہ اگر دس روپیہ اس سے نقد لیے تو قرض ہیں اور اسکو مترجم قرض بدون زیادت
لاتا ہے اور اگر ایک پیمانہ گیہوں قرض لیے تو یہ بھی قرض ہیں اور احکام میں بعض صورتوں میں تفاوت ہے اور عوام یہ
فرق نہیں کرتے ہیں قرضہ ادھار کی جگہ قرض و برعکس بولتے ہیں لہذا مفتی جب فتوی دیگا اور ایسی صورت میں تو بعض
جگہ غلط و خطا ہوگا اور مثال اسکی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک من گیہوں قرض لیکر گھر میں بھر رکھے ہنوز خرچ نہ کیے تھے کہ عمرو
نے اپنا ادھار مانگا اور زید نے بازار سے یا کسی سے ایک من گیہوں دلوا دیے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ادا نہوا کیونکہ
عین مال کا واپس کرنا لازم تھا جبکہ بعینہ موجود ہے۔ اسی طرح ایک من قرض کا دعوی کیا اور معاوضہ دس روپیہ سے لیے
اور مفتی نے جواز کا فتوی دیا حالانکہ ایک من قرض نہ تھے بلکہ قرضہ ادھار بیع سلم کے تھے مثلاً اسنے سلم ایک من کی
ٹھہرائی تھی تو اس صورت میں صحیح نہیں ہے کیونکہ استبدال دین بدین ہے و بس اگر وہ ادھار کہتا تو مفتی صحیح جواب دیتا ولیکن
اسنے قرض کہا جس سے دھوکا ہوگا لہذا ایسے مقامات میں مفتی کو متنبہ رہنا چاہیے تاکہ عوام جہال کو غلط فتوی نہ دیوے
تنبیہ عوام لوگ رہن کو اپنے قرضہ کا عوض بطریق منفعت سمجھتے ہیں اور یہ بالکل جہل و ظلم ہے حتے کہ مال مرہون سے
طرح طرح کے نفع اٹھاتے ہیں اور یہ بالکل حرام ہے اور رہن تو پرایا مال اپنی نگہبانی میں رکھتا ہوتا ہے اور جو کچھ اسکا
منافع ہو وہ سب راہن کا ہے صرف اسکا قبضہ البتہ سردست تا ادای قرضہ ہے اگر وہم ہو کہ ایک تو ادھار دے
اور دوسرے یہ بیگار اٹھاوے تو جواب یہ کہ اسمیں دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اگر راہن نے قرضہ نہ دیا تو حسب شرائط
اسکے داموں سے وصول کرلے اور دوم یہ کہ اگر راہن مرا اور اسپر بہتوں کا قرضہ ہے تو ترکہ جو کچھ ہاتھ آوے اسمیں سب
قرضخواہ حصہ رسد شریک ہونگے بخلاف مرتہن کے کہ وہ اس رہن کا حقدار ہے اس سے سب قرضہ بھرپور لیگا جو بچے
وہ وارثوں کو پھیر دیگا۔ بعض فقہا نے جائز جانا کہ مرہونہ گائے کو مرتہن اپنے پاس سے دانہ چارہ دے تو اسکا دودھ کھاوے
میں کہتا ہوں کہ یہ اس زعم پر کہ وہ دودھ اسکی کھلائی کے سوائے نہیں کھانا چاہیے مگر میرے نزدیک یہ بھی حلال نہیں ہے

اور واجب ہو کہ اسمین اختلاف ہو جیسے ودیعت کے روپیہ سے تجارت کا نفع مستودع کو حلال ہو یا نہین تو صنیعت ہو کہ ہان
او رصواب ہو کہ نہین کیونکہ مرتہن نے اپنا چارہ غیر کی ملک مین ڈالکر اس سے دودھ حاصل کیا ولہذا بعضون نے راہن سے
اجازت لینا شرط کر لیا ہو اور یہ صورت البتہ براہ حکم جواز کے ہو سکتی ہو جبکہ وہ قرضہ سے نفع کھینچنا نچاہتا ہو - اور بعض نے
یہان اس زمانہ والون کے کاروبار چلنے کے لیے غیبتہ کی تدبیر نکالی اور اسمین بھی سخت اختلاف ہو والمسئلۃ فی الفتاوے
ازانجملہ الرب - بالضم انگور وبہی وسیب وغیرہ کا شیرہ جو خفیف جوش دیکر گاڑھا کیا گیا ہو اور صراح مین کہا کہ آب ہر چیز کہ خاثر باشد
یعنی بیٹھا یا گاڑھا ہوا اور لکھا کہ طلا کو کہتے ہین اور مراد اس سے وہی شیرہ انگور خفیف جوش دیا ہوا ہو اور یہ قسم شراب ہو جیسا کہ
کتاب الاشربہ مین ہو وقال الشاعر ؎ البق والبرغوث قد شربا دمی ٭ شرب الطلا من الف الی اغید ٭ اور طحطاوی سے کے
بعض عبارات حاشیہ در المختار سے فقط شیرہ کے معنی ظاہر ہوتے ہین پس شاید آب خاثر مراد ہو جیسا کہ بعض جگہ خود مصرح لکھا ہو
اور شاید کہ استعمال فقہا مین عام ہو اور یہ اقرب ہو واللہ اعلم اور قول فاضل سہارنپوری کہ رب بمعنی مربی ہو سہو ہو فلیتدبر
ازانجملہ زیوف اور یہ قسم درم ہو اوپر مفصل ذکر ہو چکا ہو ازانجملہ زطی - قال فی الصراح زط گروہے از مردم زطی یکے از ایشان
وقال صدر الشریعۃ الزط جیل من الناس بالعراق ینسب الیہم الثوب الزطی - قلت الجیل بالجیم علی وزن قیل - یعنے زط ایک
قوم کے لوگ عراق مین رہتے ہین وے ایک قسم کا کپڑا بنتے ہین جو زطی کہلاتا ہو - ازانجملہ قولہم زیادۃ یتغابن الناس
فیہ - ایسی زیادتی کہ لوگ اتنے مین مغبون ہو جاتے ہین - اور معنی یہ ہین کہ جس چیز کے دام شہر مین کئے نہون کہ
ہر کوئی جانتا ہو بلکہ اندازہ کر لے سے جتنے کو ٹھہرے تو جب کوئی ایک اندازہ کرنے والا بھی مثلا دس سے دو آنہ اوپر کو
اندازے تو یہ دو آنہ ایسی زیادتی ہو کہ اتنا خسارہ لوگ اٹھا لیتے ہین - وقد مر مفصلا - ازانجملہ زفاق وزائغہ مربع ومستطیل و
مستدیر وعطف وغیرہ الفاظ جو کتاب الشفعہ مین مذکور ہین پس زفاق کوچہ پس اگر سیدھا چلا گیا ہو اور دونون طرف محلہ آباد
ہو اور انتہائی کوچہ بند نہو بلکہ نافذ ہو تو بمنزلہ ممر عام کے ہو اگرچہ بہت سے مسائل مین فرق ہو اور یہ کوچہ نافذہ ہو اور
اگر وہان بند ہو تو غیر نافذہ ہو اور ممکن ہو کہ محلہ چہار دیواری سے گھرا ہو اور انتہائے کوچہ پر باب برانی ہو - یعنے
دروازہ ایسے مقام پر ہو کہ باہر جنگل و بیابان غیر آباد ہو اور اگر کوچہ تھوڑی دور سیدھا جا کر مڑا ہو تو زائغہ ہوا
پس اگر موڑ کئی طرف سے بشکل مستطیل ہو کہ ▭ چارون خطوط مین سے ہر دو متوازی برابر مگر چارون
برابر نہون اور سب زاویہ قائمہ ہون اسطرح حادہ ومنفرجہ نہون تو زائغہ مستطیلہ ہو اور غالبا زائغہ حادہ
ومنفرجہ بھی بحسب اکثر حکم مثل مستطیلہ کے ہو اور اگر مربع ہو کہ مثل مستطیلہ کے ہوتا ہو صرف اسکے چارون اضلاع مساوی
ہوتے ہین تو مربعہ ہو اور اگر کوچہ سے بعد زائغ ہونے کے کوچہ در کوچہ ہو تو عطف وغیرہ ہین اور انھین مین مقام
اتصال پر دیبہ زمین کے ہیأت سے پیدا ہو جاتے ہین اور اکثر لوگ اس شان کے ان اصطلاحات کے تراتف
مین ویکین نمونہ کے طور پر بعض صورتین درج کیجاتی ہین - اول کوچہ غیر نافذہ طویلہ جسکے جانبین مین اسکے
مثل کوچہ ہون پس ہدایہ وعنایہ سے اسکی صورت یہ ہو جو ذیل مین درج ہو

پس کوچہ طویلہ والے چھوٹے کوچون مین شفعہ کے مستحق نہین کیونکہ غیر نافذہ ہونے
سے خود اہل کوچہ مین استحقاق مقصود ہو اور اگر نافذ ہوتے تو البتہ سب کا استحقاق
اس شان سے ہوتا جو باب شفعہ مین مذکور ہوئی - اور معنی اسکے کہ کوچہ خرد کی راہ نہین ہو یہ ہین کہ بڑے کوچہ

کے سوار وار پار نہین ہی بلکہ انتہا پر مکان سے بند ہی اور زائغہ وہ کبھی ہی جو شکل پارہ دائرہ کے مستدیر ہو یا مستطیل خواہ اس سے کوئی کوچہ نکلا ہو یا نہین پس کبھی نصف دائرہ سے زائد کبھی برابر اور کبھی کم ہوتا ہی خواہ کوچہ نافذہ مین یا غیر نافذہ مین ہوا ور کبھی زائغہ کے اندر زائغہ ہوتی ہی اور کبھی نافذہ اور کبھی غیر نافذہ ہوتی ہی اور محلہ کبھی مربع اور کبھی مستطیل ہوتا ہی صورتین درج ذیل ہین۔
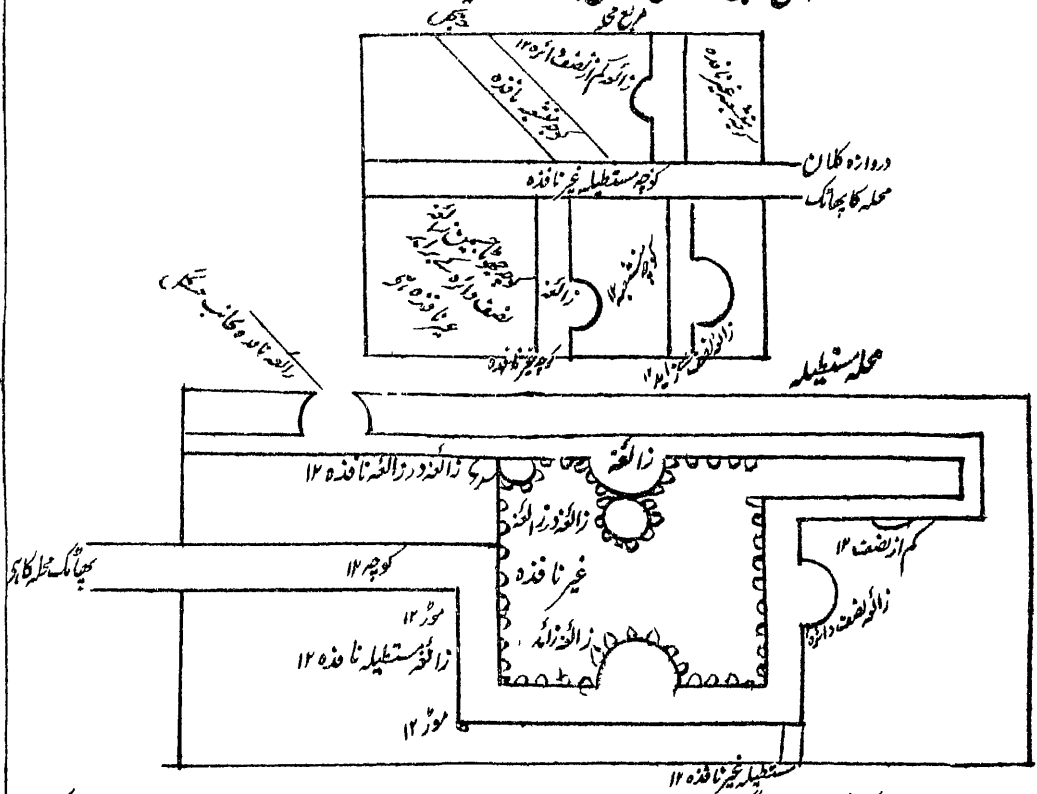
اور رہے دریبہ وغیرہ تو انکی شکل دہلی و آگرہ مین معروف و ہر شہر مین مشہور رہی فافہم - ازانجملہ لفظ سائر - سب اور باقی ولیکن استعمال فقہاء اخیر معنی مین بدون تعمیم اس امر کے کہ بقیہ داخل ہین یا نہین جو عامہ کے لفظ مین معتبر ہی اور اوپر مذکور ہوا سبکی مخفف سہ یکے یعنی مثلث اور صراح مین کہا کہ منتجج یعنی می پختہ - اور باذق بذال منقوطہ معرب بادہ لفظ فارسی کہ شیرہ انگور اندک پختہ ہو پستوفہ سابق مین مذکور ہوا سکر قسم شراب وسکر النہر - نہر کو بند کر دیا - سکران مقابل صاحی یعنی جو نشہ مین چور ہو اور بیہوش کا ترجمہ اور مغمی علیہ کا ترجمہ التباس سخت ہی - سائق ہانکنے والا مگر جو پیچھے سے ہانکے اور جو آگے سے مہار پکڑ کر لے چلے وہ قائد ہی اور قائد تو اندھے آدمی کا بھی ہوتا ہی ومنہ الحدیث وکان قائد کعب رضی اللہ عنہ اور سائق بھی ومنہ الحدیث یسوق الناس بعصاہ - ولیکن سائق مشتق مین تامل چاہیے - سہو - جو آدمی سے اسطرح غلطی ہو جاوے کہ اگر دیکھ لیتا تو ٹھیک کر سکتا تھا ولیکن نظر چوک گئی - اور یہ سہو انسان کے واسطے گویا عرض لازم سمجھا گیا ہی اور یہی سہو صاحب ہدایہ سے دربارہ متعہ ہوا کہ امام مالک رح کے نزدیک جائز لکھدیا حالانکہ بالاتفاق حرام ہی اور انسے متاخرین نے بغیر تحقیق کیے انکی اتباع کی - اور صاحب شرح وقایہ سے کئی مقام پر ایسا سہو ہوا ہی وقیل انہ لاعیب فی السہو یل فی الخطاء خطاء قصور نظر وکمی استعداد ہی - سکنی رہنے کا ٹھکانا خواہ کرایہ پر ہو یا ذاتی مکان ہو - سجل وہ نوشتہ جو قاضی اپنی مہر و دستخط سے اور پوری تحقیقات مقدمہ کے ساتھ اس شخص کو دیوے جو نالش مین سچا ثابت ہوا ہی اور شاید کہ نقل کری

اس زمانہ مین ایسے ہی ہوتی ہو۔ سریہ چھوٹا لشکر جسکے ساتھ خود سلطان یا خلیفہ اسلام نہ جاوے۔ سیبہ اونٹ بیل وغیرہ
جو کسی فاسد اعتقاد پر یا بت کے نام چھوڑا گیا ہو و التحقیق فی تفسیر المترجم۔ سنجاب ایک جانور ہی ساتھ لگا دینا ترجمہ
ملازمت کا ہی۔ شجہ زخم سر و چہرہ کذا فسرہ بعض شراح الحدیث و شائع بمعنی اول ہی۔ شجہ موضحہ جسمین ہڈی کھلجاوے۔ شبکہ جال
و جالیدار۔ شحم چربی جو رواج نہو کہ وہ سمن ہو اور شحم النخل یعنی جمار اور شحم البطن پیٹ کی چربی اس سے مراد کلیہ کی چربی ہی اور
اختیار شرح مختار مین کہا کہ ہمارے عرف مین پٹھہ کی چربی پر شحم کا اطلاق کبھی نہین آتا۔ یہ جو مذکور ہو العنت کی تحقیق ست سمجھو
بلکہ قسم کھانے کی صورت مین اسکے موافق حکم ہوگا۔ شیراز دودھ کو آگ دیکر پانی نکال دیتے ہین۔ شرکت۔ دو قسم شرکت
ملک یعنی کسی چیز کا مالک ہونا شرکت مین واقع ہو جیسے باپ سے دو بیٹون نے ایک مکان میراث پایا اور حکم مین دونون
مانند اجنبی کے ہین اور اگر دونون شرکت مین خریدین تو بھی یون ہی ہی۔ اور دوم شرکت بعقد ہو یعنے دونون عقد شراکت
قرار دین پس وہ شرکت مفاوضہ و عنان و صنائع و تقبل چار قسم ہی شرب پانی کا کوئی معلوم حصہ و مقدار خواہ جایداد
کے لیے یا زمین وغیرہ کے لیے ہو۔ صہر۔ اسکی مشہور معنی تو خسر کے ہین ولیکن یہ عوام ہندوستان مین ہی اور اطلاق
عرب مین داماد کو بھی کہتے ہین اور سمدھیانے کے لوگ شامل ہوتے ہین پس مدار اسکا رشتہ خسر داماد ی پر ہی اور
تحقیق اسکی فتاوے کے بعض مقام پر خود موجود ہی۔ صحن الدار احاطہ کے بیچ کا چک یا چوک صفہ کا شانہ جو مغربی شہرون
مین معروف ہی صولجان چوگان۔ صحرا کا ترجمہ جنگل سہو ہی اور اطلاق فقہاء ایسے میدان وسیع پر ہی جسمین نبات نہو صاحب الشرط
پس صاحب ہر ایک ایسے شخص و چیز کو بولتے ہین جو دوسرے سے کسی خاص ذریعہ سے متعلق ہو جیسے صاحب خانہ و صاحب قلم
و صاحب من و صاحب ایمان و صاحب دعوی و مدعی علیہ پس صاحب الشرط فارسی مین داروغہ ہی اور یہان کے عرف مین
کوتوال کہنا چاہیے اور اسلام مین یہ شخص نہایت متدین عالم منصف ہوتا تھا۔ صاحب ہوئے جو بلا دلیل شرعی اپنے نفس کے
خوش معلوم ہونے اور پسندیدگی سے ایک کام اختیار کرے اگرچہ ظاہر مین وہ روزہ نماز و ذکر و تسبیح معلوم ہوتا تھا مگر مذموم ہی
کیونکہ اس جاہل نے گویا دعوی کیا کہ ثواب و رضاے الٰہی عز و جل کا طریقہ میری عقل خود سمجھ سکتی ہی اور یہ شیطان کا فریب
و اسکے نفس کا دھوکہ ہی عقل کو یہ قدرت نہین ورنہ پیغمبر نہ بھیجے جاتے اور بھیجے گئے تھے تو بدعت سے نہ ڈراتے علماء نے
کہا کہ عرفہ کے روز میدان مین کھڑے ہونا جو بعضے جاہلون نے عوام کو بتلایا تھا کہ حاجیون کے طریقہ پر ثواب ملتا ہی
تو یہ بدعت و گناہ سخت ہی کیونکہ صحابہ و تابعین سے منقول نہین اور شرع مین کوئی دلیل نہین تو بدعت ہوا اور بدعت کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے سب افعال سے بدتر قرار دیا ہی۔ ضان اون والی بکری و معز بالون والی اور غنم دونون کو شامل ہی
اور یون ہی شاۃ بھی کسی قسم کی ہو۔ ولیکن شاۃ واحدہ و شیاہ جمع اور غنم جنس ہی قاموس و محیط۔ واضح ہو کہ یہ نام اقسام
کے ہین اور قسم ضان کے مادہ کو نعجہ اور نر کو کبش کہتے ہین اور قسم معز کے مادہ کو معز و نر کو تیس بولتے ہین کذا قال ابو المکارم۔
طین گیلی مٹی خواہ کہگل۔ ظلہ۔ بر و ٹھا جس سے باہر جانے کا راستہ ہو اور عینی نے کہا کہ ظلۃ الدار دروازہ سے اوپر مثل صفہ
کے ہوتا ہی اور یہی صحیح ہی اور بر و ٹھا دہلیز ہی۔ اور ظلہ مین عمارت شرط نہین اسکا راستہ شاہراہ کو ہوتا ہی اور بیوع
کے حاشیہ مین مترجم کی توضیح کر دی ہی عصیدہ۔ ایک قسم کا مالیدہ و حلوا او مسکہ و خرما وغیرہ سے ملا کر بنتا ہی۔ عمری سابق مین
گذرا۔ عصارہ سولے درم و دینار کے جملہ اموال ولیکن فقہاء کے نزدیک زمین و باغ و مکان غیر منقولات پر بولتے ہین
عاریہ نفع کا بغیر عوض مالک کر دینا۔ عدل بمصدر انصاف اور مرد عدل رہن مین درمیانی عادل جسپر دونون اتفاق

کرین اور شرط نہین کہ فی الواقع عادل ہو اور شہادت وغیرہ مین عادل وہ کہ کبیرہ گناہون کا مرتکب نہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے
اور صواب اسکا خطاء پر غالب ہو۔ عود۔ لوٹ آنا اور پہلی حالت پر ہوجانا اور اعادہ معلوم اگرچہ محال ہی یا بسبب رفع موانع کے سابق
حالت موجودہ کا ظہور ہوا ہی بہرحال پہلے وہ حالت ہوجاوے جسکا حکم یکسان ہی۔ عہدہ۔ ذمہ و قدیمی نوشتہ وعقد و اسکے
ثمرات وغیرہ۔ بالجملہ اسمین اتفاق ہی کہ عہدہ کا لفظ ان معانی کے واسطے آتا ہی اور بوجہ عدم رجحان کے اشتراک تسلیم کیا گیا ہی
اور جب اشتراک ہی تو مسئلہ کفالت مین کفالت بالعہدہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک نہین صحیح ہی اور دلیل انکی خود ظاہر ہی
کہ بوجہ اشتراک مذکور کے مراد متعین نہین ہوسکتی لہذا کفالت باطل ہوئی اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک
کفالت بالعہدہ صحیح ہی اور مراد اس سے ضمانت درک ہوگی۔ اور تمام بحث کتب مین ہی اور ضمان درک سے یہ مراد ہی
کہ مثلاً مشتری نے کسی بائع سے ایک غلام خریدا اگر اسکو احتمال ہوا کہ شاید کسی غیر کا غلام ہو جو استحقاق ثابت کرکے
مجھسے لے لے تو میرا ثمن ڈوب جاوے پس اپنے بائع سے ضمانت طلب کی کہ اگر ایسی صورت واقع ہو تو وہ کسی شخص
کو ضامن دیوے کہ میرے ثمن کا تلف محفوظ رہے پس جو شخص ضامن ہو وہ درک کا ضامن ہوگا اور جو بیعنامہ لکھا جاوے
اسمین بیع کا عقد اور مبیع کا حلیہ اور ثمن کی نوع وصفت ووزن لکھنے اور پورے ہونے کے بعد لکھے کہ فلان شخص
بن فلان جو فلان قوم کا ہی وہ مشتری کے لیے ضامن ہوا کہ ہر طرح کا درک جو مشتری کو بعد بیع کے اس مبیع مین
پیش آوے تو مجھپر خلاص اسکا واجب ہی اور اسپر اعتراض ہوا کہ کفیل پر بعینہ اس غلام کا مستحق سے لیکر مشتری
کو دینا واجب نہین ہی اور یہ ایسی شرط ہی جو کفیل کے امکان سے خارج ہی لہذا کفالت باطل ہوگی لہذا کہا گیا کہ یون
لکھے تو کفیل پر یا تو مبیع کا خلاص کرکے سپرد کرنا واجب ہی یا اسکا ثمن واپس دینا واجب ہی اور چونکہ اسطرح کفالت
سے ایک نوع جہالت ایسی ہی جو بعض علماء کے نزدیک کفالت کو باطل کرتی ہی لہذا لبعض اہل شروط نے
یون لکھا تو کفیل پر وہ بات واجب ہوگی جو شرع واجب کرے وعلی ہذا یہ دقت رفع ہوجائیگی حتے کہ اگر
مستحق نے اجازت دی تو مبیع یا نہین تو ثمن سپرد کریگا اور تمام یہ بحث کتاب الشروط مین مفصل مذکور ہی وہان
سے رجوع کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ مین نے شروط ونوشتہ جات کا تعلق ظاہر کرنے کے لیے اس مقام
پر یہ توضیح کردی ہی فافہم واللہ تعالے اعلم۔ ازانجملہ عجلہ۔ ا لبقتین گردون جسپر بوجھ کھینچتے لاتے ہین اور دولاب
یعنی چرخ جس سے پانی کھینچتے ہین اور کنوئین کے منھہ پر ایک لکڑی رکھتے ہین اور بالکسر مشک اور ایک قسم گھاس کی ہی
اور بعض شراح نے تصریح کردی کہ مسئلہ فتاوے مین عجلہ اول معنی مین ہی۔ ولیکن ترجمہ مین جھگڑا ہو یا باعتبار حکم مسئلہ کے
ٹھیل وغیرہ کو بھی شامل ہو۔ عقد در اصل اطراف جسم مین جمع کرنا اور شرعاً عبارت از ایجاب وقبول لیکن مع اس ارتباط
کے جسکو شرع معتبر رکھتی ہی اور اشارہ سے اسکا تعین جائز نہین ہی کیونکہ وہ امر اعتباری ہی اور عقد نافذ لازم ہی
اور لازم اخص ہی کیونکہ نافذ ایسا عقد ہوتا ہی جسکا رفع کرنا ممکن ہی اور لازم وہ ہی جسکا رفع ممکن نہو اور نافذ سے منعقد اعم ہی چنانچہ
نکاح فضولی منعقد ہو صحیح ہی مگر نافذ نہو گا پس جہان جہان ان الفاظ کا استعمال ہو ترجمہ مین انھین الفاظ سے لایا جانا ضرور ہی
اور واضح ہو کہ ہدایہ بیوع مین فرمایا۔ البیع ینعقد بالایجاب والقبول اذا کانا بلفظ الماضی۔ اور محشی نے ایجاب و
قبول کے رکن ہونے کے وجہ سے اعتراض کیا کہ جب وہ نفس ایجاب وقبول ہی تو ینعقد سے اسکا خارج ہونا لازم
آتا ہی لہذا ینعقد بمعنی یلزم لیکر تفسیر کی کہ ای البیع یلزم بالایجاب الخ۔ اور یہ غلط ہی بدو وجہ اول آنکہ انعقاد اعم از

نافذ ہی جو عسم از لازم ہی لبس اعم الاعم سے تفسیر لازم آئی جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا اور دوم آنکہ آئندہ و قول صاحب ہدایہ
فاذا تم الایجاب والقبول لزم البیع ۔ مستدرک ہوگا کیونکہ محشی کے نزدیک انعقاد عین لزوم ہی فافہم فانہ سانح نافع عصفر
بالضم فارسی مین بکم ہی یہان معروف کسم ہی اور ایسے الفاظ باعتبار زبان و محاورہ کے مشتبہ ہین ۔ رطبہ عینی نے کہا کہ مصر
کی زبان مین برسیم و قرطم ہی اور غایۃ البیان مین لکھا کہ رطبہ نام قضیب کا ہی جب تک رطب ہو یعنی نباتات کی ڈنڈھی
جب تک تازہ رہے اور مترجم کہتا ہی کہ رطبہ گندنا ہی چنانچہ خود فتاوے مین بعض مقام پر تصریح کی کہ وہ کئی سال تک زمین
مین رہتا ہی اور برسیم و قرطم شاید صحیح ہو جسکی کیفیت معلوم نہین ہی اور علی ہذا علک اور علک البطم عینی نے کہا کہ بعض
کا قول ہی کہ علک اسود چبانے مین روزہ ٹوٹ جائیگا اگرچہ ضرورت کے وجہ سے لاچار ہو اور علاوہ روزے کے
عورت کے لیے مکروہ نہین ہی اور مرد کے لیے مکروہ ہی اور کفایہ مین لکھا کہ سوائے حالت روزہ کے عورتون کے لیے
علک البطم مکروہ نہین ہی کیونکہ انکے حق مین یہ بجائے درک کے ہی اور مردون کے لیے اسوجہ سے مکروہ ہی کہ اسمین
عورتون کی مشابہت ہی ۔ اور عینی نے اسبعد یہ وعدائی وغیرہ اقسام ورم مین کسی قدر توضیح لکھی جسکا ذکر کرنا چندان مفید
نہین ہی ۔ اور لکھا کہ آمہ وہ زخم سر ہی جو ام الراس تک پہونچ گیا ہی اور تیسیر الوصول مین ذکر کیا کہ منقلہ وہ زخم ہی جس سے
چھوٹی ہڈیان ظاہر ہو جاوین وحوارے بعض نے کہا کہ سپید گندم اور شرح سنن ترمذی مین نقی گیہون وقاف بمعنی
جوا سے لکھا اور یہ میدہ ہی ولیکن اصل فتاوی مین وروی وحواری وخشکا تین قسم گیہون کے لکھے ہین پس صواب وہی
مذکور اول ہی یعنی گندم سپیدہ اور دردی گندم سرخ ہی اور جسنے ممارست فقہ سے بہرہ پایا ہی وہ جانتا ہی کہ یہی صحیح ہی اور
جانتا ہی کہ یہی فقہار کی مراد ہی واللہ اعلم اور صراح مین لکھا کہ ملاءت چادر ۔ وقال العینی عصفر وہو زہر القرطم ۔ یعنی کسم کے پھول
ہین جیسا ترجمہ ہی اور لکھا کہ جنایت فقہار کے اصطلاح مین ایسے جرم پر بولتے ہین جو نفوس و اطراف مین واقع ہو ۔ اقول یعنی
اگر قتل نفس ہو تو جنایت ہی اور اگر کسی عضو مین اسنے زخم وغیرہ پہونچایا تو یہ بھی جنایت ہی ۔ مین کہتا ہون کہ اخص اصطلاح
انکی قتل و جنایت ہی اور مجازا اموال و حیوانات پر بھی تعدی کو جنایت مالک پر بولتے ہین وقال العینی قول الفقہار ظلۃ
الدار یریدون بہا السدۃ التی فوق الباب ۔ اور لکھا کہ تبرت بروہ ٹکڑا جو کان سے نکالا گیا ہو ۔ اقول اولفرہ جب وہ
گلایا گیا ہو اور مصوغ جب ڈھالا گیا ہو ۔ ازانجملہ عطب فی قولہم عطبت الدارۃ قال العینی وغیرہ ای ہلکت ۔ اور ضمان اسمین
جیسی ہی کہ سواری کے وجہ سے یا لادنے کے وجہ سے ہلاک ہوا ہو ۔ اور قہستانی نے نقل کیا کہ تبر سونا و چاندی جب
تک سکہ نہون اور بعد سکہ کے عین ہین اور کبھی پیتل تانبے لوہے پر بھی بولتے ہین ولیکن زیادہ خصوصیت اسکو سونے
سے ہی ۔ اقول صواب وہی ہی جو عینی رحمۃ نے بموافقت اہل اللغۃ ذکر کیا ہی مگر آنکہ کوئی تصریح اصطلاح فقہار کی معلوم ہو
ازانجملہ عرض کا لفظ لغت مین سوائے روپیہ و اشرفی کے باقی ہر طرح کے اسباب و مال کو کہتے ہین جیسا کہ صراح و مغرب وغیرہ
مین ہی اور فقہار کے اصطلاح مین روپیہ و اشرفی و اشیائے ماکول و ملبوس کے علاوہ صرف اسباب و اموال منقولہ کے
ساتھ خاص ہی اور اسی وجہ سے مترجم نے ہر جگہ عرض یا عروض لکھدیا ۔ تنبیہ ۔ جہان مترجم نے اسباب لکھا ہی وہ ایک خاص
اصطلاح پر عروض کا ترجمہ ہی اسکو یاد رکھنا چاہیے ۔ ازانجملہ عقار کہ اصل لغت مین زمین و درخت و متاع پر بولتے ہین
کما فی الصحاح وغیرہ اور شرع مین زمین جسپر عمارت ہو یا نہو اور عمادی مین ہی کہ عقار فقط اسی زمین کو کہتے ہین جسپر عمارت
ہو اور بعض نے اسکو قبول نہین کیا کیونکہ عمارت کی شرط عقار مین نہین ہی ۔ اقول صحیح ہی اس لیے کہ عقار و دار کو معطوف

لاتے ہین اور کبھی زمین کھیت وغیرہ کو عقار بولتے ہین پس ضرور ہوا کہ دار کو عمارت کے ساتھ مخصوص لیا جاوے سواد عراق جیسا کہ مزاج وغیرہ مین آیا ہو وہ حدیثہ الموصل سے عبادان تک اور عذیب سے حلوان تک ہو اور سواد البلد اسکے قریہ کہلاتے ہین کما فی القاموس عتق لذاوی اور فروع عتق سے مراد مدبر کرنا مکاتب کرنا۔ اور ام ولد بنانا عطن و دکنوان جس سے ہاتھون کھینچکر پانی لیتے ہین اور ناضح وہ ہو جس سے بیل و اونٹ وغیرہ سے بھرتے ہین۔ اور بعض نے کہا کہ بیر عطن وہ ہو جسکے گرد جانورون کو سیراب کرکے آسایش دیتے ہین اور مراد ایک ہی ہو غزل بعین منقوطہ کاتنا اور سوت۔ اور اگر کہا کہ تیرا غزل نظر آوے تو غلام آزاد ہو یا تجھپر طلاق ہو مقام تردد ہوگا بخلاف اسکے تیرے غزل سے نفع لون تو غلام آزاد ہو کہ یہان سوت متعین ہو۔ غیضہ صراح وغیرہ مین معانی مذکور ہین اور صواب وہ ہو جو ترجمہ مین لکھا گیا کہ گنجان درختون کا جنگل مراد ہو اور حاشیہ احیاء مین بعض لغات سے اسکی تصریح کردی ہو۔ عضب فقہاء نے لکھا کہ حکم اسکا اثم ہو یعنی دوزخ کا استحقاق اگر جان بوجھکر غیر کا مال ہی لیا ہو و علی ہذا تاوان دیکر اسکو چھٹکارا نہوگا جب تک توبہ نہ کرے غیبت غائب ہونا اور بیوع مین اگر دام یا چیز دونون کے قریب موجود ہو مگر دونون اسکو نہ دیکھتے ہون تو غائب ہو اور اسی طرح جو چیز معین کرنے سے متعین ہوسکتی ہو جیسے اناج مثلاً تو اسکو جب تک متعین یا مشار نہ کرین وہ دین ہو عین نہین ہو اگرچہ قریب موجود ہو اور غیبت منقطعہ کا ترجمہ اسی لفظ سے لازم ہو کیونکہ صحیح یہ ہو کہ یہ اصطلاح جیسے لغت سے بحسب المعنی مختلف ہو ویسے ہی بحسب مقام مختلف ہو چنانچہ باب نکاح مین اقرب ولی کی غیبت منقطعہ کے وقت اس سے نیچے والے درجہ کا ولی مختار ہوجاتا ہو تو غیبت منقطعہ سے اس مقام پر اصح یہ ہو کہ اتنی مدت کے آمد و رفت کی دوری مراد ہو کہ عقد کی خواہش کرنے والا اتنے دنون انتظار نہ کرے اور بعض نے کہا کہ تین روز کی مدت سفر جس سے قصر جائز ہوتا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ قصر کے واسطے تو مسافت معتبر ہو حتے کہ ریل جو اس زمانہ مین بہت تیز رفتار ہو بلحاظ مسافت کے قصر کا جواز ہو اگرچہ تین روز نہ لگین اسوجہ سے کہ مسافت مذکورہ جواز کے لیے اوسط رفتار سے معتبر تھی اگرچہ تیز رفتار سے یا شب و روز چلنے سے اتنے روز کی راہ نہوتی تو جیسے تیز رو اور شب و روز رفتار کا اعتبار جانور مین نہ رہا ویسے ہی ریل مین نہوگا۔ بخلاف مسئلہ نکاح کے کہ یہان وقت کے لحاظ سے ہو پس جب تک یہ معلوم نہو حق کا منتقل ہونا نہ چاہیے۔ واکثر فقہاء نے کہا کہ ایک مہینہ کے راہ غیبت منقطعہ ہو اقول اس زمانہ مین ریل کے سفر سے تین روز مین طی ہوتا ہو پس باب نکاح مین تامل سے فتوی دینا واجب ہو اور شرح طحاوی مین امام محمد سے پچیس مرحلہ مذکور ہو اور دوسری روایت مین بیس^{۲۰} مرحلہ اور ظاہر ہو کہ ہر مرحلہ کے سہل و دشوار گزار ہونے سے تفاوت ہوگا اور بعض نے کہا کہ غیبت منقطعہ یہ کہ سال مین آمد و رفت قافلہ کی وہان سے صرف ایکبار ممکن ہو اور اسی کو قدوری رحمہ نے اختیار کیا ہو۔ اقول اس قول کا آمد و رفت کا اعتبار کیا اور اس زمانہ مین ریل پر آمد و رفت باوجود بہت دوری کے جلدی ممکن ہوگی۔ اور بعض نے کہا کہ غیبت منقطعہ سے غائب وہ شخص ہوگا جسکا پتہ ٹھیک نہو اسطرح کہ شہرون مین مارا پھرتا ہو کہین قیام نہ رکھتا ہو یا بالکل پتہ معلوم نہو اور اسی کو سغدی رحمہ نے اختیار کیا ہو از انجملہ غش یعنی میل بالکسر ہو اور غش بالفتح لغت مصدر ہو اور مراد اس سے پیتل یا تانبے وغیرہ کا میل درم و دینار مین اور اناج کے ساتھ پانی وغیرہ کا میل کیونکہ حدیث مین غش فلیس منا۔ کا سبب اناج کے اندر پانی وغیرہ کا میل تھا اور فقہاء جہان غلبہ غش وغیرہ بولتے ہین وہان کوئی جرم عین کے آمیزش کا غلبہ مراد لیتے ہین فافہم۔ غلہ جب درمون کے

ساتھ بستے ہین تو مراد ہر قسم کے کھوٹے کھرے ومیل وبے میل کے درم ہین اور اکثر انکے ساتھ مخصوص ہی جنمین میل ہو
بدون خالص کے اور جب کہتے ہین کہ غلۃ الدار یا غلۃ الوقف تو منافع وقف وکرایہ مکان وغیرہ مراد ہوتی ہی پس معنی غلّہ سے
اسی طرح ہین۔ غبن فاحش وغبن یسیر وقولہم یتغابن الناس یعنی تحمیل الناس۔ لوگ اسکو اٹھا لیتے ہین اور یہ اسقدر کہ
کہ سب اندازہ کرنے والے نہین بلکہ بعض اتنے کو اندازہ کرین اور مراد اندازہ کرنے والون سے وہ لوگ جنکو اسمین
بصیرت ہو اور یہ نہین کہ مثل خریدار کے ہون اور یہ عینی وغیرہ نے کہا کہ غبن یسیرہ ہی کہ ایک آدمی مثلاً نو درم کو
اور ایک دس کو اندازہ کرے اور اگر کوئی دس کو اندازہ نہ کرے تو غبن فاحش ہی اور اسی پر فتوے
دیا جاوے کذا فی فتاوے الصغری اور یہی صحیح ہی اور یہ ایسی چیزمین ہی جسکے دام شہر مین معروف نہون ورنہ
ایک پیسہ بھی غبن فاحش ہوگا کذا فی المحیط۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کے ترجمہ مین اشکال ہی۔ غلو۔ ایک چیزمین
حد سے تجاوز کرنا پس مبتدع غالی وہ ہی کہ توحید کے حد سے تجاوز کرکے شرک مین چلا جاوے۔ مجموع النوازل مین ہی
کہ اگر کسی مومن نے ایسے شخص کو قتل کر ڈالا جو حضرت خلیفہ اول وخلیفہ دوم رضی اللہ عنہما کو برا کہتا تھا ایسے لفظ سے
جو عرف مین توہین ہی یا انپر لعنت کرتا تھا تو قاتل پر قصاص نہوگا کیونکہ قاتل نے ایسے شخص کو قتل کیا جو کافر
تھا کیونکہ حضرات شیخین کو برا کہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف عائد ہوتا ہی اور لعنت کرنا اور برا کہنا ایسے
کلام کو کہتے ہین جس سے کسی آدمی کی آبرو مین عیب لگے اور اسمین اختلاف ہی کما فی الخلاصہ۔ فیٔ الزوال سایہ چیز کا
جو وقت آفتاب ڈھلنے کے شروع ہوا اور فیٔ الغنیمہ مما افاء اللہ علی رسولہ جو بغیر قتال حاصل ہوا اور تمام تفصیل فتاوے
مین ہی۔ فنک وفنیکتین دونون اُن بالون کے جو نیچے کے ہونٹھ کے بیچ سے ڈاڑھی تک ہوتے ہین جسکو عنفقہ کہتے
ہین۔ فار موش چوہا اور بتشدید الراء بھاگنے والا اور اصطلاح فقہاء مین جو شخص مرض الموت مین جورو کے ساتھ ایسا
فعل کرے جس سے لازم آوے کہ وہ عورت کی میراث سے بھاگتا ہی۔ فرس گھوڑا لیکن عربی زبان مین یہ اسم جنس ہی
کہ مادہ گھوڑی پر بھی بولا جاتا ہی خواہ عربی ہو یا نہو اور امام محمد رہ سے ایک روایت ہی کہ وہ عربی مخصوص ہی کما فی
المغرب ولیکن فتاوے ذخیرہ وشروط فتاوے ظہیریہ وغیرہ سے ظاہر ہی کہ وہ عربی سے مخصوص نہین ہی اور خیل کا
لفظ بلا خلاف سب قسم کو شامل ہی۔ فقیر۔ اصطلاح فقہاء مین وہ شخص جسکے پاس مال ہو مگر اتنا نہو کہ نصاب زکوۃ پورا
ہوجاوے یعنی فقیر وہ ہی جسکے پاس زکوۃ واجب ہونے کے لائق مال نہو اور مسکین وہ ہی جسکے پاس کچھ مال نہو
یہ ہمارے فقہاء حنفیہ کے نزدیک ہی اور بعض فقہاء نے کہا کہ مسکین کے پاس مال نہونا شرط نہین ہی کقولہ تعالے
واما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر۔ پس مساکین انکو فرمایا جنکے پاس کشتی موجود تھی اور تحقیق اسکی مترجم کی
تفسیر مین ہی واللہ الملہم والموفق والمعین۔ فتوے۔ مقدمہ باب افتاء مین گذرا۔ فور علی الفور فی الفور جیسے مسئلہ وجوب الحج
علے الفور مین ہی۔ ابن الاثیر رہ نے نہایہ مین کہا کہ فور ہر چیز کا اسکا اول ہی اور شریعت مین کسی فعل کو اسکے اول
اوقات امکان مین جلد ادا کرنا اور مترجم کہتا ہی کہ علی ہذا جسکے پاس محرم مین حج واجب ہونے کا سب سامان جمع ہوگیا
تو اسپر اسی مہینہ مین حج ادا کرنا فرض نہین کیونکہ یہ اوقات حج نہین ہین بلکہ فوراً اسکے حق مین اسی سال کے ختم ذی الحجہ ہی
فواکہ جمع فاکہہ ایسی چیزین بطور مزہ اُٹھانے وذائقہ لینے کے کھانا جنسے غذاء یا دواء کرنا مقصود نہو اور سرخسی رہ نے
کہا کہ بطیخ یعنی خربزہ فواکہ مین سے نہین ہی حتے کہ جس نے قسم کھائی کہ فواکہ نہ کھاؤنگا پھر اسنے خربزہ کھایا

تو قسم ٹوٹیگی علے قول السرخسی رحمہ اللہ۔ فراش دراصل بچھونا اور کنایہ عورت سے جو اولاد کی خواہش سے مرد کا بچھونا
ہوتی ہے اور اصطلاح فقہاء میں جو کپڑا ہے یا ہوا ہو یا بوریا وغیرہ ہو۔ قرام لفافت پردہ رقیق باریک اور اکثر لٹکایا جاتا ہے
قرنا سنگھ و ہر چیز جو تُرہی کے طور پر پھونکتے ہیں قریہ کبھی مقابل بدو کے آتا ہے کما فی قولہ تعالے وما ارسلنا من قبلک
الا رجالا من اہل القری الآیہ۔ اور کبھی شہر کے مقابل آتا ہے جیسے یہ مدینہ ہے قریہ نہیں یا یہ مصر ہے قریہ نہیں ہے اور کبھی
شہر کو کہتے ہیں کما فی قولہ علی رجل من القریتین عظیم یعنی مکہ و مدینہ اگر کہا جاوے کہ ہندوستان میں ایک چیز قصبہ
کہلاتی ہے تو مترجم کہتا ہے کہ فقہی احکام میں اگر وہان کے ضرورت سے قاضی و نائب ہو و حدود شرع جاری ہوں تو وہ
شہر کے حکم میں ہے اور اگر ایسا نہو تو قریہ ہے اور اس زمانہ میں صواب یہ ہے کہ لوگ قصبات میں جمعہ و جماعات قائم کریں۔
قول کہنا و گفتگو اور بعضے شراح نے لکھا کہ لفظ جہر پر دلالت کرتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ نہیں بلکہ قول کبھی دل ہی
دل کی بات کو کہتے ہیں کما فی قولہ تعالے قال انتم شر مکانا واللہ اعلم بما تصفون۔ بدلیل قولہ تعالے لم یبدہا لہم۔
اور چونکہ قراءۃ یہی قول ہے لہذا قراءۃ نفسی مترجم کے نزدیک دل ہی دل میں ہے اور اسی سے اسکے نزدیک نماز
جہریہ میں قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے احادیث اسی قراءۃ نفسی پر بلا تکلف محمول ہیں اور اسی طرح التحیات کے بارہ
میں تعلیم فرمایا کہ قل التحیات للہ والصلوۃ الخ باوجودیکہ اسمیں قراءۃ جہر سے نہیں ہوتی ہے فافہم فانہ سائغ عزیز۔
قیمت کسی چیز کی مالیت بدرم و دینار کسی اندازہ کرنے والے کا اندازہ ہے جو اس چیز کے مساوی ہوتی ہے بخلاف
ثمن کے کہ وہ کبھی زائد کبھی کم ہوتا ہے ذکرہ غیر واحد من الشراح پس ثمن کا ترجمہ قیمت سے غلط ہے اور اس سے اصلی حکم میں بڑا
فرق پڑ جائیگا فافہم۔ قصب نرکل اور قصب معمولی نرکل کی چٹائی ہوتی ہے نہ اور چیز۔ قرطالہ ٹوکرا وقد ذکرت فی الترجمۃ
ما فیہ کفایۃ اور عرجون کے نسبت بعض نے لکھا کہ شاخوں کی ٹوکری ہوئی ہے والصواب ما فی الترجمۃ۔ قطعی قسم
مترجم نے اسکو علی الثبات کا ترجمہ لکھا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ علم پر قسم ہو کیونکہ جسنے مثلاً کوئی کام خود کیا وہ قطعی
جانتا ہے اور دوسرے نے اس سے جانا ہے تو وہ علم پر قسم کھاوے۔ قوم۔ واضح ہے کہ قوم کا لفظ فقط مردوں کے
ساتھ مخصوص ہے اور اگر وہ سب کو شامل ہوگا یہ یا ور کہنا چاہیے قنا پردہ۔ خوشہ خرما و احمر قانی سخت سرخ۔ اور
یہ مختلف مقامات میں اپنے اپنے موقع پر آیا ہے شاۃ قنیہ جو بکری پالنے کے لیے ہو وقد جاءت فی البیوع۔ کتم۔
جسکو ہم لوگ کٹنب کہتے ہیں کفالت لغت میں ضم و ضمان ہے کما فی القاموس اور تعدیہ بباء ہے پس مکفول بہ قرضہ ہے اور
عن سے تعدیہ مدیون کے لیے یعنی مکفول عنہ قرضدار ہے اور علامہ نسفی نے کہا کہ کفالت بالنفس میں بھی یہی کہتے ہیں
ولیکن امام اسبیجابی رحمہ نے کہا کہ اسپر مکفول بہ فقط بولتے ہیں اور قرضخواہ کے لیے لام سے پس مکفول لہ وہ قرضخواہ ہے
جسکے واسطے کفالت کی گئی اور اسی کو طلب بھی کہتے ہیں اور جو ضامن ہوا وہ کفیل ہے اگرچہ عورت ہو یعنے کفیلہ نہ بولینگے جیسا
مغرب وغیرہ میں مصرح ہے یہ تو لغت ہے اور شرع کی اصطلاح میں اپنا ذمہ دوسرے کے ذمہ کے ساتھ ملانا براہ مطالبہ
یعنی کفالت سے غرض اصلی یہ کہ مطالبہ جیسا اصیل سے ہوگا ویسا کفیل سے ہوگا اور براہ قرضہ نہیں ہوتا یعنی یہ غرض نہیں ہوتی
کہ جیسے اصیل پر قرضہ ہے ویسے ہی کفیل پر ہو گیا کیونکہ قرضہ متعدد نہوگا اور ذمہ لغت میں عہدہ ہے پھر مجازاً اسکو نفس و ذات کے
لیے استعارہ کیا پس یہ جو کہتے ہیں کہ اسکے ذمہ واجب ہوا تو مراد یہ کہ اسکی ذات پر واجب ہوا اور یہ پوری بحث
اصول میں ہے اور مسئلہ فلان میرا آشنا ہے یا فلان آشنا ہے براہ لغت فلان کفیل نہوگا مگر عرف سے کفیل ہو جائیگا اور

اور اسی پر فتوے دیا جاوے کذا فی المضمرات اور مترجم کہتا ہی کہ ہمارے عرف مین بالکل کفیل نہوگا اور اسی پر فتوے
دیا جاوے کیونکہ اس سے اطمینان ہو نہ ذمہ داری مسئلہ ما ذاب لک علیہ یعنی جو تیرا اسپر ثابت ہوا ور مترجم کہتا ہی کہ جو تیرا
اسپر نکلے۔ یہ بھی اسی کے مثل صحیح ہی۔ مسئلہ پیچھا پکڑا گیا کفیل۔ قرضخواہ نے اسکی ملازمت اختیار کی سلازمت اصل مین شدت
سے مطالبہ ہی کہ اس سے جدا نہین ہوتا ہی اسکے ساتھ لازم ہوگیا اورصورت اسکی یہ ہوتی ہی طالب اسکے ساتھ ہوگیا
جہان جاوے ساتھ جاتا ہی مفلس وہ ہی جو فلس والا ہوگیا یعنی پہلے روپیہ واشرفی والا تھا اب کوڑیون و پیسے والا ہوگیا
پھر مطلق محتاج فقیر کو کہنے لگے اور مفلس مشتہر بنام وہ شخص ہو جسکے واسطے قاضی نے یہ حکم دیا ہو کہ یہ مفلس ہی تاکہ کوئی اسکے ساتھ
معاملہ نہ کرے اور کوئی اسکو قید کے لیے نہ لاوے۔ کفو برابری ومساوات اور شرع مین خصوص امور مین ساوات ہی
اور قریش کے ساتھ دیگر عرب وعجم والے کفو نہین ہین تو سلطان بھی ایسی عورت کا کفو نہین جو سید ہی ولیکن فتاوے محیط وغیرہ
مین ہی کہ عالم مرد عورت علویہ کا کفو ہی کیونکہ شرف علم نسب سے زیادہ ہی۔ کاریز۔ فقہاء کے نزدیک پانی کا راستہ جو
زمین کے نیچے نیچے ہو اور جب کھلا ظاہر ہو تو عین وچشمہ ونہر ہی اور جدول پتلی نالی پھر اس سے بڑی ساقیہ
پھر نہر ہی فافہم فانہ نافع جداً از انجملہ کرباس کہ بعضون نے ٹاٹ ترجمہ کیا اور یہ سہو ہی بلکہ وہ سوتی کپڑا ہی اور اس سے
بڑھکر ریشمی قز ہوتا ہی مگر میلا اور اس سے اعلی ریشمی ہو صاف کیا ہوا اور دیباج بہت گران بہا ہوتا ہی صرح بہ بعض
الشراح۔ کراع۔ اسم جماعت خیل کا اور کراع پایہ گوسپند ومعانی دیگر۔ وقولہم الکراع والسلاح گھوڑے وہتھیار۔ کماۃ
شروح وقایہ مین ہی کہ حشیش ایسی گھاس جسکی ساق وڈنڈی نہو اور عامہ لغات مین خشک ہونا لکھا ہی اور ترکو کلا
کہتے ہین اور کماۃ کو لکھا کہ وہ نبات نہین ہی بلکہ زمین مین ایک چیز رکھی ہوئی ہی اقول غالبا وہ ہی جسکو چھتری
بولتے ہین اور اس سے علاج بعض روایات مین مذکور ہی کہ شش سابق مین تفصیل گذری۔ کتابت مصدر کاتب عبدہ یعنی
مکاتبت کے معنی ہین ہی جیسا کہ اساس مقدمہ مین ہی اور امام راغب نے کہا کہ کتابت خرید نا غلام کا اپنی جان
کو اپنے مولے سے بعوض اس مال کے جو اپنی کمائی سے اداکریگا اور شرع مین آزاد کرنا مملوک کو باعتبار ہاتھ
کی کمائی کے فی الحال اور باعتبار رقبہ کے وقت ادائے مال کے۔ کراہت جو مکروہ ہی امام محمد رح کے نزدیک
حرام ہی اور بدعت اسکا مرادف ہی اور شیخین کے نزدیک اقرب بحرام ہی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ جسکے جواز
کی دلیل ارجح ہو تو اسکو لاباس بہ بولتے ہین یعنی اسمین مضائقہ نہین ہی اور اسی سے کہا گیا کہ لاباس مین باس ہی
اور نتائج الہدایہ مین ہی کہ جو حلال ہو اسکو لاباس بولتے ہین اور جو حرام ہو اسپر مکروہ بولتے ہین اور یہ اس
مکروہ کا حکم ہی جسکو تحریمی کہتے ہین اور تنزیہی اقرب بحلال ہی اور واضح ہو کہ شاید مراد امام محمد رح کی فعلی تفسیر ہی
کیونکہ فعل مین حرام ومکروہ تحریمی یکسان ہین اور فرق معنوی ہی اور یہی جاننا چاہیے کہ بعض ابواب مین حرام ومکروہ
تحریمی مین کچھ فرق نہین جیسے نکاح نہا ملتقط من الشرح مسئلہ سیری تک کھانا سباح ہی اور اس سے زیادہ حرام
اور طفل مذکر کو حریر ودیباج پہنانا مکروہ ہی اور معصفر ومذہب کا استعمال جائز ہی وفیہ نظر الاحرف کلما۔ اقوال ہین قیل ہرگاہ
قیل ہروقت وقیل ہرزمان۔ اور مترجم نے کہا کہ ہربار۔ اور قہستانی نے لکھا کہ یہی مختار ہی اقول شرح رضی وغیرہ
سے تائید پائی جاتی ہی۔ پھر مترجم کہتا ہی کہ اصل مین ایک وضع کا واقع ہونا مقصود ہی تو معنی قولہم کلما کان کذا کان
کذا۔ ہربار جب ایسا واقع ہو تو ایسا ہوگا جیسے ہربار کہ سورج نکلے تو دن ہوگا اور ہرگاہ وہرزمان اسکو لازم نہین

لیکن اصلی مقصود جگہ و زمانہ نہین ہی بلکہ یہ وضع ہی۔ کرم باغ انگور اور فقہاء کے استعمال مین کبھی عام باغ انگور کو کہتے
ہین اور کبھی ایسی زمین کو جسکے گرد چار دیواری ہو اور اسمین فقط انگور کے درخت ہون اور یہی معروف ہی اور کرم اور بستان
مین فرق یہ ہی کہ بستان کے گرد چار دیواری تو ہوتی ہی مگر اسمین متفرق اقسام کے درخت ہوتے ہین اور زمین قابل
زراعت ہوتی ہی اور حائط عرب مین نخلستان خرما ہی کہ رواج کے موافق اسکے گرد چار دیواری کر دیتے تھے۔ کنیسہ کلیسا
یا معبد یہود یا عموماً کفار یعنی بتھ وغیرہ کما فی القاموس بالکنشت معبد یہود۔ کوہ۔ واضح ہو کہ سینچنے کے لیے نہرین دریاؤن
سے نکالکر جاری کیجاتی ہین اور اک نہر مین جا بجا بیچدار دہانہ ہوتے تھے پس جس شخص کو پانی کی ضرورت ہوئی اُسنے اپنی
زمین و باغ کا دہانہ کھول لیا کہ پانی جاری ہو گیا اور اگر نہر صغیر ہی تو ہر ایک باری باری کے مقرری ایام مین پانی لیتا تھا
پس اس دہانہ کو کوہ کہتے ہین اور انہار کئی قسم کے ہین ایک قدرتی جیسے گنگا جمنا وغیرہ اور دوم سلطانی جو بادشاہ و
امام وقت کے مصلحت سے کھودی گئی اور اسمین تمام مسلمانون کا حق ہی اور انھین کی رائے سے اسکا پانی بطور
خراج ہوگا یا مقاسمہ اور بادشاہان کفر کے انہار اسی خراج مین شامل ہین اور سوم جو کسی عام نے کھودی اور یہ قریب
بنہر اعم و سلطانی ہی اور چہارم نہر خاص ایک قوم کی مگر اسقدر کثیر ہین کہ داخل شمار نہین اور بعض مقامات پر مذکور ہو چکا
کہ غیر داخل شمار جب ستو سے زیادہ ہون اور بعض نے اسکے سوائے تفسیر کی پنجم نہر خاص جو قوم داخل شمار رہے مثلاً
بقول مذکور صد یا کم ہون ششم نہر اخص جو ایک شخص کی ہو اور یہان ہر ایک کے احکام و تفصیل ہی۔ گوبر ترجمہ سرگین
داو پر تفصیل گذری۔ لوزبادام و لوزینہ قسم حلوا جسمین لوز مع میوہ جات ہون۔ لبنة القمیص خشک پیراہن کو گھر
گھنڈی۔ لیط چادر۔ حرف لو کلام فقہاء مین اکثر ایسے پیرایہ سے آتا ہی کہ تصریحات نحو کے موافق حکم مین تغیر ہوتا ہی
حالانکہ حکم شرط و جزا کا ہی پس معنی وغیرہ کے اشارات سے لو کبھی بمعنی ان ہوتا ہی جیسے جواب جملہ اسمیہ مصدر لفاء ہوتا ہی
اگرچہ فی الاصل ماضی بلام ہونا چاہیے فعلی ہذا ایسے مقامات پر اسکا ترجمہ حرف شرط سے کرنا چاہیے فافہم فانہ نافع

ایسے ہی حرف علی۔ کبھی شرط کے لیے آتا ہی اور کلام فقہاء مین بکثرت شائع ہی مثلاً تزوجہا علے ان لا یخرجہا
اور کبھی اُردو مین بھی بولتے ہین کہ اسپر اس سے نکاح کیا کہ اسکو اسکے وطن سے باہر نہ لیجائیگا اور مراد شرط ہی یعنے
اس شرط پر کہ الی آخرہ پس عینی و چلپی وغیرہ نے تصریح کر دی کہ فقہاء اسکو ایسے معنی مین استعمال کرتے ہین کہ
جس سے سمجھا جاوے کہ مابعد شرط ماقبل ہی پس حاصل معنی کے راہ سے اسمین اور ان حرف شرط مین کچھ فرق نہین ہی
کہ وہ شرط پر داخل ہوتا ہی اب مین کہتا ہون کہ یہ زبان عربی کے لیے ہی اور اُردو مین جو مثال مذکور ہوئی اس سے
اُردو زبان کے حرف پر یا اسپر کا قاعدہ مستخرج ہو سکتا ہی۔ ولیکن میری غرض یہ تنبیہ ہی کہ اکثر ایسے مقام پر مین نے
تصریح کر دی ہی کہ اس شرط پر کہ الی آخرہ۔ مجوس معرب میرگوش مدعی نبوت اور روایات و آثار مین مجوس ان
مشرکون مین ہین جو بدتر مشرک ہین اور آثار مین ہی کہ معتزلہ وغیرہ جو لوگ اسلام کا نام لیکر اس امر کے قائل ہین
کہ ہم لوگ اپنے افعال کے خود مختار ہین وے اس امت کے مجوسی ہین اور صحیح ثابت و متفق علیہ ہی کہ مجوس کے
ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے جو بت پرستون سے ہوتا ہی حتے کہ انکا ذبیحہ جائز نہین ہی اور شہرستانی نے ملل و نحل
مین لکھا کہ یہ ایک قوم تھی جنکو آسمانی کتاب دی گئی تھی مگر انھون نے بعد زمانہ کے اسمین تبدیل و تحریف کی پس
اللہ تعالے نے اسکو سب قوم سے اٹھا لیا اور صبح کو یہ لوگ ویسے ہی رہگئے اور شیطان نے انکی محرف کتابون مین

ناپاک مسائل لکھدیے جیسے مان سے نکاح کر لینا اور بیٹی سے نکاح کرنا اور صواب یہ ہی کہ مجوس بھی قوم زردشت
آتش پرست ہی جنکے یہان یہ سب باتین جائز ہین اور وے دو خدا کے صاف صاف قائل ہین نیک کامون کا پیدا
کرنے والا ایزد کہتے ہین اور بد کامون کا پیدا کرنے والا شیطان یا دیو کہتے ہین اور مطلب انکا یہ ہی کہ آدمی کے اندر
اسی کے ہاتھون سے گویا بواسطہ اسباب ظاہری کے نیک افعال ایزد پیدا کرتا ہی جیسے زمین کے اندر سے بواسطہ
مینہ و تخم کے کھیتی وغیرہ اور اسی طرح شیطان کے پیدا کرنے کے قائل ہین پس اکابر سلف صالحین نے اسپر تشنیع کی ہی
اور عجب کہ ہمارے زمانہ مین معتزلہ رافضہ و خارجی فرقے تو خود اپنے آپ پیدا کرنے کے قائل ہین بلکہ عموماً مسلمان بھی
نظر رکھتے ہین اللہم غفرانک اعوذ بک من الشرک - مبارأۃ - یہ کہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کو بری کرے
یعنی دو آدمیون مین معاملہ تھا ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حقوق کا سمجھوتا کر لیا پھر ہر ایک نے دوسرے کو کہدیا
کہ تو میرے تمام حقوق سے جو کچھ اسوقت تک بھول چوک کے ہون بری ہی یا جان بوجھ کر بری کر دیا اور اسی طرح عورت
سے مبارأۃ کرنا اسی معنی مین ہی - کہا گیا کہ مبارأۃ بالف بعد را ہی اور مطرزی نے کہا کہ برارت سے مشتق ہی تو ہمزہ چھوڑنا
خطا ہی - ماجن جیسے مفتی ماجن وہ شخص کہ جسکو یہ پروا نہو کہ اسکے ساتھ کیا گیا اور کیا کہا گیا کذا فی المغرب
مشمش زرد آلو - مجنون مقابل عاقل - سکران مقابل صاحی - مغمی علیہ مقابل مفیق - معز مقابل ضان - قباے محشو
جسکے تہ مین بھرا ہو - مقنعہ زیور معروف - ملحفہ چادر از لحف پیچیدن - ملازمت و مفلس کا بیان ہو چکا - ملاعبت جورو
سے خوش باشی کرنا - محوز جو منقسم و متقرر ہو - مشجوج جسکو زخم شجہ پہونچا ہو - فاعل شاج کہلاویگا - مثلث سہ گوشہ و
قسم شراب معروف - مصلیہ بھونی ہوئی گوشت کی بوٹی ہو یا اور چیز - مقلیہ بھونے ہوئے گیہون کے دانہ ہون اور اناج
وغیرہ - مذنب م ذ ن ب - کیری جو دم کی طرف سے گدرانا شروع ہوئی ہو - مفہوم مخالف بیان حکم جن شرائط
پر ہو اگر شرائط بغرض تقیید ہون تو انکے خلاف شرائط پر خلاف حکم ہوگا - پس ہمارے نزدیک اصول مین اسکا اعتبار
نہین ہی اور فروع مین شارح وقایہ وغیرہ نے لکھا کہ معتبر ہی بلا خلاف ولیکن صاحب قنیہ نے اجارات مین لکھا کہ معتبر نہین ہی
اور صحیح یہ ہی کہ معتبر ہی مگر اکثری نہ کلی جیسا کہ صاحب نہایہ نے حدود مین تصریح کر دی ہی - مکعب ایک قسم کا چمڑے
کا ہوتا ہی پانون و ساق کے بیچ کی ہڈی تک یعنی ٹخنہ تک اور مکعب کھیل بھی ہوتا ہی مراد اول ہی - مفضض اور مذہب
جس چیز مین عین چاندی و سونے سے پتھر وغیرہ جڑ کر خوبصورت کیا جاوے اور سیف مفضض جسکے قبضہ پر چاندی پتھر
جڑھی ہو اور پانی سے ملمع نہووے اور قدح مفضض جسکے کنارے پر حلقہ یا جوڑ چاندی سے ہو اور اصح یہ ہی کہ مقام
چاندی کو منھہ سے نہ لگاوے اور سابق مین قنیہ وغیرہ سے مذکور ہوا کہ جائز ہی مگر روایت معتبر نہین ہی - مضامین
وہ نطفہ ہین جو نرون کے پشت مین ہین پس اگر کسی نے فلان شخص کے چوپاؤن کے مضامین خریدے تو باطل ہی
اور اگر جفتی کہائی نر و مادہ نے تو اسکا فروخت و خرید کرنا بھی باطل ہی اور یہ ملاقیح ہین کہ باردار جفتی سے اسکو
موجود جانور قرار دیا - مفضت قسم شراب - معازف بعین مہملہ و زای منقوطہ جمع معزف قسم طنبور جسکو اہل یمن بناتے ہین
ذکرہ فی المغرب اور قہستانی نے کہا کہ جسنے یہ گمان کیا کہ وہ آلہ لہو ہی جیسے فرمار وغیرہ تو غلط کیا اور اصوب یہ ہی
کہ فقہاء کے کلام مین جہان فقط معازف بلفظ جمع مذکور رہی وہان معزف کو غلبہ دیکر آلات لہو و لعب کو اسمین شامل کر کے
معازف جمع کر دیا پس مراد معزف و بربط و طنبور و مزمار و صنج یعنی چنگ و عود و طبل و دف وغیرہ سب ہین پس سب

کی بیع حرام ہو اور جسنے انین سے کسی کو توڑ ڈالا اسپر ضمان نہوگی اگر بحکم امام ہو ورنہ حکم اختلافی ہو - ملازق وملاصق
چسپان وملا ہوا اور گھر ایک دوسرے سے ملا ہوا منعت ایسے لوگون کا جتھا جو روک سکین ومانع ہون مبتوتہ
عورت جسکو بالکل تین طلاق سے علیحدہ کر دیا گیا ہو یا بائن دی گئی ہو متعصم پہونچے کا جوڑ - مسح بھیگا ہاتھ پھیرنا
مینہ مین لکھا کہ عورت کو اُسکے شوہر نے چاہا اور عورت کو سر دھونا مضر ہو تو کہا گیا کہ سر دھونا چھوڑ دے اور
انکار نہ کرے اور بعض نے کہا کہ مسح کرلے - مہنہ ثوب خوار کم قیمت ہر وقت کے استعمال کے لیے - مقلمہ - نہنی متفرامن
کھینچی مستنقع جہان پانی جمع ہو جاوے - مشائخ - واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ رح وانکے تلامذہ متقدمین مین اور انکے بعد
متاخرین کہلاتے ہین پھر قریب زمانہ امام کے مشائخ ہین جنکا علم وسیع وارتباض زیادہ ہو - مصاورہ - کسی کو
شکنجہ کرنا ذکرہ البیہقی فی المصادر - ملک مطلق - مثلاً مطلق ملک کا دعوی کیا یعنی کسی سبب سے مقید نہین کیا - ابوالمکارم
نے کہا کہ مراد ملک مطلق سے وہ کہ ایسے اسباب سے ہو جو مقید تملیک ہین جیسے خرید وہبہ وغیرہ - نتاج بھی اسی
قسم سے ہوگا اور شہادت نتاج کے یہ معنی ہین کہ گواہ نے بچے کو اسکی مان کے پیچھے دیکھا تھا اور یہ شرط نہین کہ مان
کے پیٹ سے جدا ہوتے معائنہ کیا تھا - مسرحی فیل نل کھانے پانی پیٹ مین جانے کا ستلیب جس تیل مین بنفشہ وگلاب
وغیرہ کے تازہ پھول ڈالکر خوشبودار کیا ہو - مشعوذ بازیگر - اور یہ کتاب الشہادات مین آیا ہو کہ مشعوذ کی گواہی
قبول نہوگی - مسلمہ سوجا - مبتدع جو کوئی دین مین بلا دلیل شرعی کوئی بات نکالے وہ دو قسم ہین اول اعتقاد مین جیسے
معتزلہ وروافض وخوارج وغیرہ ہین لیکن روافض مین سے جو فرقہ کہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتا ہو وہ
مبتدع ہو اور جو خلفاے راشدین سے منکر ہو وہ کافر ہو کذا فی الخلاصہ مجلس ایک نشست مین کسی کام مین مشغول
ہونا جب تک وہی کام رہے مجلس واحد ہو اور اگر دوسرا کام شروع کر دیا تو مجلس بدل گئی - عورتون کا مجلس وعظ
مین حاضر ہونا مکروہ ہو ذکرہ فخرالاسلام کذا فی الکافی متکلم ایک فریق اسلام مین ہو جو عقائد اسلامیہ کو دلائل عقلیہ سے
ثابت کرتے ہین اور مبتدعین سے بحث کرتے ہین پس اگر انکی مراد یہ ہو کہ ہمارے واسطے اعتقاد قرآن وحدیث
ہو لیکن انکے طور پر ثابت کر دینا چاہیے کہ اسلامی عقائد کسی عقل سے خلاف نہین بلکہ عقل انسے منور ہوتی ہو اور
عقل کو خود یہ سمجھ آتی ہو کہ مخلوق عقل کو یہ تاب نہین کہ خالق عزوجل کو احاطہ کرے تو ایسے لوگ خالص قرآن و
حدیث کے پابند ہین اور غزالی رح وغیرہ کے نزدیک اسمین ثواب ہو اور یہ بات فقط عالم حکیم ربانی مین ہوگی ولیکن
ہمارے علما سے روایت ہو کہ متکلم مبتدع ہو امام ابویوسف رح سے روایت ہو کہ متکلم کے پیچھے نماز جائز نہین
اگرچہ وہ حق ہی تکلم کرے کذا فی الظہیریہ - میتنہ عمارت بنا ہوا الدار اسم للعرصۃ المبنیۃ فی العرف کذا فی الشروط
مسلم سپرد کیا ہوا وقولہم لقد باعہ وسلمہ وما ابق قط یعنے مین نے غلام مشتری اس بیع مین سپرد کیا حالانکہ میرے
پاس تا وقت تسلیم وسپرد کرنے کے نہین بھاگا تھا کذا اشیر الیہ فی المحیط والذخیرۃ والتحفۃ والکافی والنہایۃ وغیرہا اور
بعض نے گمان کیا کہ وہ زمانہ ماضی مین کبھی نہین بھاگا تھا نہ بائع کے پاس سے اور نہ اور کسی کے پاس سے مگر
یہ گمان غلط ہو - مجازفہ فی القاموس وغیرہ جزاف معرب گزاف اٹکل سے بلا وزن وپیمانہ کے فروخت کرنا ولینا
ذکرہ المطرزی مذروع گزون سے ناپا ہوا وفی المذروع الذی لم یبین حصہ کل ووجد المشتری اکثر فالزیادۃ لہ -
کذا فی الفتاوے اور قاضی خان نے کہا کہ یہ حکم قضاءً ہو نہ دیانۃ - محفظہ مساوقہ - خریدنے کو جھکانا اور شرع

تبرع الا متاع کو بیچ کے بیلیہ بخش کرنا نہ دام ذکر کرنے کے فافہم - ومن باع صبرۃ طعام - ڈھیری اناج بلا وزن و
پیمانہ کے - موٴنۃ فی قولہم لہ حمل وموٴنۃ - یعنی بوجھ ہو جسکے اٹھانے میں لادنے یا حمال کی ضرورت ہو اور بعض نے کہا کہ
جو مجلس قضا تک بلا کرایہ مفت نہ اٹھایا جاوے - اور بعض نے کہا کہ جو ایک ہاتھ سے نہ اٹھ سکے کذا فی الکرمانی
نقض - لغت میں نقض اور شرع میں عقد کا دور کرنا بلا زیادت ونقصان کے سابق حال پر ہو جاوے -
ظلۃ - اندر بالا خانہ جسکے ایک طرف اس دار کی دیوار پر ہو اور دوسری طرف دوسری دار پر یا ستونوں پر خارج دار
ہو - مغرافی بعض نے کہا کہ حقوق میں اور یہ ظاہر الروایۃ ہے - اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں وہ بیخ وغیرہ
کو بھی شامل ہو - منزل - لغت میں موضع نزول اور اصطلاح میں دار سے کم اور بیت سے زیادہ اور بعض نے کہا کم
دو بیت ہوں ذکرہ المطرزی - ولیکن نہایہ میں کہا کہ منزل جسمین بیوت وصحن چھت ہو اور باورچی خانہ ہو جسمیں آدمی
مع عیال رہے اور دار جسمین بیوت ومنازل وصحن غیر مسقف ہو - وقیل یوم بالقاع [illegible] البناء و
والفرش مخلیٰ علیہ - ومر تفسیرہ - نبہرہ تا سرہ درصاص اے موہ جسپر چاندی کا پانی ہو - نفقہ فقط طعام یا مع
کپڑا یا مع سکنی اختلاف اقوال اور یہ اسوقت ہے کہ نفقہ وسکنی یا نفقہ وکسوہ لکھا ہو - نادق معرب ناد و نادہ
چوپایک بیان خالی مثل نل کے موید الفضلا و مستودہ - در شرع جسکی بعض باتیں مثل دیوانہ و بعض مثل ہوشیار
[illegible] نفر از ستہ تا دہ یا از یک - نوائب جمع نائبہ حادثہ وشرعاً جو سلطان اپنی رعیت پر انکی مصلحت وبہتری
[illegible] جیسے حفاظت راہ وکوچوں کے پھاٹک وغیرہ اور بعض نے کہا کہ جو سلطان کی طرف سے
[illegible] ناحق ہو وقال واصح ضمان النوائب والصواب انہ لایفتی بہ لان اکثرہا ظلم - اقول ٹکس
[illegible] اسی مسئلہ سے ہو - نجاست غلیظہ جو بدلیل قطعی ثابت ہو اور خفیفہ جسکی دلیل ظنی ہو -
[illegible] بعضے فقہا نزاہت کے راہ سے مکروہ کو ناجائز کہتے ہیں - نقد ہو گیا یہ مترجم لاتا ہے کہ تجارت
کے متاع فروخت ہو کر نقد حاصل ہوا - ناضح کنہ ان جس سے اونٹ بیل وغیرہ سے سینچا جاوے - وصیف
خادم خواہ غلام ہو یا باندی ہو اور کہا گیا کہ طفل ہو وے ولیکن ظاہر یہ ہے کہ طفلیت کی قید ملحوظ
نہیں رہی ہے - ودیعت جو چیز امانت رکھی گئی تاکہ مستودع اسکی حفاظت کرے - اور تجہیل ودیعت یہ کہ [illegible]
سے اسکو بیان نہ کیا اور بغیر پہچنوائے مرگیا ودجین بروزن گھاے گردن جنکے کاٹنے سے ذبح ہو جاتا ہے
وجاہت لوگوں میں آبرو ہوتا اور باب شہادت میں ایسی حالت معتبر ہے کہ اسکے جھوٹ بولنے سے [illegible]
شرم وعار ایسا دامنگیر نظر آوے کہ عام کے خیالات سے جو اسکے جانب ہوں مناقض ہو - واقف وقف
کرنے والا اور موقوف علیہم جنپر وقف کیا اور سبیل وقف عام ہے کہ لوگوں پر ہو یا عمارات مساجد وغیرہ پر ہو -
ورس [illegible] نباتات میں سے خوشبو معروف ہے - ولی - ماخوذ از ولایت بالکسر جیسے مولیہم علی مریہ
دنی المقدمۃ دلی الامر خداوندگاری کردگار اپنے کام کا سرپرست ہوا اور جائز ہے کہ ولیہ سے [illegible] کسی شخص
کو والی ومالک کرنا - اور باب نکاح میں ولی کے حقوق اپنے ذاتی بھی ہوتے ہیں مثلاً بعض وجوہ سے
عورت کے حق میں بہتر ہو مگر ولی کو نسب کی راہ سے ناگوار ہو [illegible] اسکا حق ملحوظ ہونا دکھایا جسکی طرح کام سپرد
کرکے بجائے اپنے ہر طرح یا تخصیص سے قرار دیا گیا اور اسکا اطلاق مذکر وموٴنث ومفرد وجمع سب پر یکساں ہے

كما فى القاموس تم بحمد الله الذى لا اله الا هو سبحانه العزيز العليم وارجو منه ان يجعله خالصا لوجهه الكريم ويغفر لى وللمؤمنين بفضله العميم وهو حسبى نعم المولى ونعم الوكيل

خاتمہ کتاب از مترجم

ذکر فتاویٰ عالمگیریہ و اسکے متعلقات۔ واضح ہو کہ بحث افتاء و استفتاء سے باونیٰ توجہ یہ امر ظاہر ہے کہ وقائع و سوانح کسی حد تک محدود نہین تو اصول مذہب کے جوابات قیامت تک کے واقعات و نوازل کو کافی نہین اور خود مشاہدہ ہے کہ مثلاً ریل پر نماز پڑھنا اور نیلام کی چیز خریدنا سابق مین اسکے وجود نہ تھے متاخرین کے فتاویٰ تک مین انکا حکم مذکور نہین ہے غرضکہ یہ بات قطعی ہے کہ اصول کتب مذہب کے ساتھ فتاویٰ مشائخ کی ضرورت ہے اور ایک جماعت متاخرین مشائخ نے جنمین صاحب ہدایہ بھی ہین واقعات و نوازل کو جداگانہ تالیف فرمایا اور شیخ سرخسی مولف مبسوط نے جوامام سرخسی کبیر سے متاخر ہین بہت کچھ مجموعہ کیا تاہم احتیاج کا ہاتھ ہنوز پھیلا ہوا تھا اور فتاویٰ در المختار وغیرہ اگرچہ تلخیص و تدقیق مین مختصر نفیس ہے ولیکن علامہ بعلبکی و ایک جماعت علماء نے تصریح کردی ہے کہ اس سے فتوی دینا مستحسن نہین اور وجہ اسکی فقط تنگی و تدقیق ہے علاوہ اسکے بہت سے جزئیات اسمین مذکور نہین الا باشارات خفیہ جو قیود کے ماہر کی سمجھ مین آسکتے ہین اور پھر بھی قیود کے استنباط سے مفتی کو فتوے دینا جائز نہین ہے پس ظاہر ہوا کہ مانند در المختار کا وجود و عدم اس مقصد کے حق مین برابر ہے اور حاجت کا ہاتھ ویسا ہی خالی ہے عین اس حالت مین اللہ تعالے نے اپنے بندون پر اپنے سایہ عاطفت سے رحم فرمایا یعنی ہندوستان مین حامی اسلام متبع سنت متمسک شریعت مقتدی ہادی حامل لوار المومنین خلیفۃ اللہ فی العالمین ناصر الدین المتین السلطان ظل اللہ فی الارض علی المیدین الامام العادل الکبیر اورنگ زیب محمد عالمگیر انار اللہ تعالے برہانہ وافاض علیہ شآبیب غفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ کو پیدا فرمایا جسنے حفظ شریعت پر قدم جمایا اور علماء و مشائخ وقت کو اکرام کے ساتھ اپنے سایہ دولت مین جمع فرمایا اور شیخ الوقت عمدۃ العلماء والعلامۃ الامام الشیخ النظام رحمہ اللہ تعالی کی امامت مین اس انعام کی درخواست کی کہ اصول مذہب یعنی ہر دو کتب ستہ امام محمد بن الحسن الشیبانی و فتاویٰ مشائخ مجتہدین متقدمین او ترتیب وار جوابات مشائخ متاخرین مع نوادر و واقعات جمع ہوجاوین کہ بندگان الٰہی جل شانہ کے افعال و اعمال حسن نظام باقی رہین اور اس دیار جہالت مین اتباع شریعت و تمسک بسنت کا قیام ہو اور چونکہ خود بادشاہ کا رزق خفیہ اپنے ہاتھ کی مشقت سے تھا و بیت المال خزانہ عباد معمور ہو رہا تھا حالانکہ ہر قوم و ملت رعایا و برایا آسودہ حال و فارغ البال تھے پس سلطنت کی سرپرستی مین خزانہ واقی جسکی تعداد کثیر کا احاطہ علم الٰہی مین ہے اس کار خیر مین صرف کر کے متعدد نسخ و صحاح اصول اور بیشمار معتمد کتب و شروح ائمہ و فتاویٰ مشائخ و تالیفات علماء کو کمال احتیاط و وثوق کے ساتھ جمع فرما کر ان علماء کی جماعت عظیم کو جنکی تعداد کثیر ایک سو کی پانچ گونہ یعنی پانسو مشتہر ہے یہ نوادر جواہر یعنی کتب فقہ و شریعت تفویض فرمائین۔ ان مشائخ متبحر و علمائے کبار و فضلائے نامدار نے کمال حزم و احتیاط سے اصول و فتاوے واقعات و نوازل و شروح و تخریجات و نوادر کو بعینہ انتخاب و بلفظ التقاط سے بدون اختصار و تنگی کے کامل بایک مبنی وحدہ تحریر علی سے ابواب و فصول فقہیہ

معروف ترتیب سے مطابق اور قواعد استفادہ کے موافق جمع فرمایا وللہ دریم ثم للہ دریم کہ جس خوبی وخوش اسلوبی سے
رعایات وشرائط مرعی فرمائے ہین ایک عارف اصول وماہر شریعت اسکی قدر کرسکتا ہے وبحمد اللہ سبحانہ تعالے ایک
ایسا نفیس مجموعہ ظاہر ہوا کہ جسقدر فروع واحکام وفتاوے بحسن نظام آئین مندرج ومندمج ہین اُنہین اپنے ماخذ و
مخرج سے واقف ہونے کے لیے ایک محقق علامہ کو اپنی عمر تباہ کرنی پڑتی شاید اُسوقت بھی وقوف نہوتا کیونکہ ان نفائس
جواہر کو وہ کہان پاتا اور ایسا عجیب شگرف مجموعہ ہاتھ آتا کہ کتب اصول جنکے دیکھنے کو مدت سے بہت سی آنکھین
مشتاق تھین اور جنکے فیض علمی کے مطالعہ پہ ہزارون دل اپنی جانین فدیہ دیتے تھے آخر محروم ومایوس اس جہان
سے گذر گئے اب اس مجموعہ کی بدولت ہم کو یہ دولت عظمی بلا مشقت مفت ملتی ہے جزاہم اللہ تعالے خیر الجزاء اور
نہایت لطف یہ ہے کہ اصول کی روایات کے ساتھ نوادر وامالات کا التقاط وشروح کے قواعد واستنباطات وفتاوے
کے متفق ومختلف جوابات اور متقدمین ومتاخرین کے ترتیب بدیع کے ساتھ افادات و نوادر اجتہادات و
نفائس اصول الفقہ کے موافق اصول فقہیات اور کثرت سے اوضاع وفروعات بالجملہ بیان کے طاقت سے بالاتر
خوبیان اس مجموعۂ نادر مین یکجا ہین حق بجانب ہے کہ آنکھین اس سے منور اور دل اسیر والہ وشیدا ہین پھر یہی نہین کہ
خالی تہ خشک کی طرح معاملات کے مسائل وتصویرات ہون بلکہ آداب ولباس وطریق سنت کے اتباع کے حرکات
وسکنات اور فرائض وواجبات ومستحبات ومکروہات اور عبادات ومعاملات اور اخلاق وعادات سب کو جمع فرمایا ہے
بالحمد للہ حمداً کثیراً وجزاہم اللہ کبیراً سے تمام مومنین ومسلمین پر تا قیامت اس نعمت عظمی کا شکریہ واجب ہے اور سلطان عادل
انار اللہ برہانہ اور علمائے اعلام قدس اللہ اسرارہم کے لیے حضرت ملک منعام کبیر متعال سے وفور رحمت اور ترقی منزلت
کی استدعا بصدق دلی بنتیجہ اللہم رب اجعلہم من عبادک الصالحین واجعلہم من الفائزین واجعل سعیہم مشکورا واعطہم
جزیل جزاہم موفور الفضلک وانت الغفور الشکور وادخلنا برحمتک فی عبادک الفائزین وانت ارحم الراحمین یا اخین کی
سعی مشکور ہے جس سے بکمال اطمینان قاضی کا حکم قضاء اور مفتی کا فتوے مستند ہوتا ہے اور یہ انہین کا فیض موفور
ہے جس سے تحقیقات علامہ فقیہ متون کے شروح مین اسکے حوالہ سے معتمد ہے۔ یہی وہ مجموعہ ہے جو تمام کو تو فتاوے اور
حقیقت مین اصول ومتون وتخریجات وفتاوے وشروح نوادر کا ذخیرہ جامع کبیر مبسوط زیادات شافی کافی ہدایہ
فقیہ ہے وہ یہی محیط البسیط ہے جو شرط استفتاء کے جامع اور علماء کا گھٹنے ٹیک کر اسپر جھکنا اسکے اعتماد کی برہان لامع اور اوہام موہم
کی قامع ہے آج اسی پر مدار ہے اور مفتی مستند عالم معتمد کا اسی پر اعتبار ہے کیونکہ کنز اور در المختار سے مختصرات سے مفتی کا فتوے دینا
غیر مختار خلاف تصریح علمائے کبار ہے جس سے مفتی ساقط الاعتبار ہے یہ نعمت عظمی اور دولت کبرے اگرچہ ایسی ہی بے شمار
اوصاف رکھتی ہے جسکا شکریہ اہل اسلام سے ادا نہین ہو سکتا اور جس حد تک اسکی قدر کرین اسکا شمار تھوڑا ہے لیکن صد افسوس
کہ دور زمانہ وتقضائے مقدر سے اسوقت اہل علم کمتر بلکہ شاذ ونادر کے حکم مین ہو گئے اور جو باقی ہین تنگی معیشت سے
پریشان اور اتفاقی اسباب کی کشمکش مین حیران ہین اور جو لوگ دولتمند وفارغ البال ہین وہ علم سے بے بہرہ بلکہ
متوحش ومتنفر اور نادل وافسانہائے خیالی ولہو ولعب مین خوش گزران اور موت سے غافل ومعرفت خالق عزوجل
سے جاہل اور باوجود کمال بے عقلی کے دعوے عقل مین زبان دراز ہین ہان یہ معجزہ مخبر صادق علیہ السلام قابل شنید ہے
کہ اہل اسلام کے بگڑنے کے وقت غریب لوگ دین اسلام پر ثابت قدم ہونگے وہ خوشنید ہے ایسے وقت مین جہان تک

یہ علوم بجاے زبان عربی کے اُردو مین جلوہ گر ہون عین صواب ہی اسی دن کے لیے عارفان صاحب بصیرت نے قرآن پاک
کا ترجمہ بھی اُردو مین کر رکھا تھا جو کام آیا مگر ہنوز تفسیر و حدیث و فقہ کی بہت بڑی حاجت باقی ہی - کہان ہین
امراء ذوی دولت و رؤساء ذوالمنزلت کہان ہین صاحبان ملک و عزت کچھ اسطرف توجہ فرمائین - کیا انھون نے
صرف دنیاے ناپایدار ہی کی شان و شوکت پر بھروسا کر لیا ہی کیا آخرت مین خالی ہاتھ جانا پسند کیا ہی کیا مال کثیر لہو و لعب
مین برباد کرنے سے ایسے کامون مین صرف کرنا بہتر اور باعث ناموری و عزت نہین ہی - دیکھیے کب اسکا جواب ملتا ہی
بقول شخصے نقارخانہ مین طوطی کی آواز کون سنتا ہی مگر حسب الحال تو پردۂ غیب سے ایک عجیب سامان نظر آیا اور حق
عز و جل کی کارسازی نے کہان سے ابر رحمت برسایا جس سے غریب اہل اسلام کی خشک کھیتی ہری ہو گئی اور ہر طرف سے
صداے تحسین و آفرین بلند ہی واہ کیسی نام آوری ہی جسکو خدا اسے عز و جل عطا کرے یہ کسی کا حصہ مخصوص نہین یعنی اس فتاوے
بےمثال کے ترجمہ و عام فیض کی جانب ایک رئیس دریادل با مروت سنجیدہ خصلت عالی ہمت امیر کبیر ذی ہوش صاحب شعور
والاخطاب مشہور نزدیک و دور جناب منشی نول کشور صاحب سی - آئی - ای - دام اقبالہ نے توجہ فرمائی اور کیسی
عالی ہمتی و دلجوئی سے راقم مترجم کو اپنا مشکور بنایا اور بکمال شوق سے پوری عالی ہمتی سے جود و سخا کے لیے نظیر
ہونی چاہیے اسکا ترجمہ کرایا - الٰہی تیری ذات پاک ہی تو ہر چیز پر قادر مختار ہی جیسے تیری مخلوق مین سے سلطان
عادل عالمگیر کا نام نامی اس فتاوے عالی سے صفحۂ ہستی پر برقرار ہی - اسی طرح تیرے فضل و کرم سے امید ہی کہ اس ترجمہ
عظیم الشان سے اس رئیس والاشان کا نام گرامی تاقیامت ناموری کے ساتھ پایدار ہی جسکے سایۂ دولت مین ایسا
یادگار کام انجام ہوا جسکی نظیر خود وہی سلطان اورنگ زیب انار اللہ برہانہ کا اہتمام ہی اللہ تعالے اپنے فضل و کرم سے
اصل سے دس گونہ زائد اس ترجمہ سے عموماً اہل اسلام کو مستفیض فرماوے آپ رئیس والاہمت عالی نہمت کا شکریہ صدق
و راستی و خلوص اخلاقی کے ساتھ تمام اہل اسلام پر واجب ہی کیونکہ وہ بےمثال فتاوے جسکا حال ابھی بیان ہوا اب
ایسے ہر دل عزیز و عام پسند خوبصورت لباس مین جلوہ گر ہی کہ ہر شخص جسکو علم اگرچہ تھوڑا ہو تھے کہ اردو پڑھ سکتا ہو ادنی
توجہ کے ساتھ بخوبی اس سے مستفید ہو سکتا ہی ترجمہ بہت سلیس اُردو زبان مین عام فہم ہی - اصل کتاب مین خود
یہ التزام ملتبس مرعی ہی کہ مسئلہ علحدہ شروع کیا پھر جسقدر صورتین اس صنف مین ممکن ہین جہان تک جہان سے ہم پہونچین
بحوالہ کتاب نقل فرمائین - مترجم ضعیف نے اصل کی خوبیون کو بحال خود باقی رکھا کچھ کمی بیشی نہین کی - اور علماے ماہرین
و فقہاے کاملین فقہ کے مسائل و انکے قیود و اشارات سے خوب واقف ہین وہ میرے التماس کی قدر فرماوینگے کہ فقہی مسئلہ
کو عربی زبان سے کسی دوسری زبان مین ترجمہ کرنا اسوجہ سے بہت سخت مشکل ہو گیا کہ الفاظ مین قیود سے مفہوم معتبر ہی پس
ضرور ہوا کہ ہر لفظ کی جگہ دوسری زبان کا ایسا لفظ لانا چاہیے جس سے اصل کے موافق مفہوم و اشارہ و کنایہ بحال خود باقی رہے
اور بسا اوقات وضع و تقدیم و تاخیر کو اصل حکم مین دخل ہوتا ہی پس اسکا لحاظ فرض ہی اور اصل مسئلہ و صورت و اسکے قیود
و اشارت کو بخوبی سمجھ لینے کے بعد ترجمہ کی عبارت کو مستقل نظر سے اسی اندازہ پر دیکھا جاوے اگر متوافق ہین
تو بہتر ورنہ تا امکان متوافق کرنا چاہیے - اب مترجم بہ تفصیل مختصر حال ترجمہ و مترجم عرض کرتا ہی کہ جب رئیس والاخطاب موصوف الذکر
نے اس ضعیف امیر علی بن السید الاعظم معظم علی غفر اللہ لہما کو باعزاز اس خدمت پر مامور فرمایا تو مین نے ایک نظر حقارت
اپنی بےبضاعتی پر ڈالی اور ایک نگاہ تجمیل اس فتاوے عظیم الشان پر دوڑائی ایک حالت عجیب نظر آئی لیکن آخر

فضل حق سبحانہ تعالے پر بھروسا کیا جسنے اس رئیس اعظم کو اس کار اہم کی جانب مائل فرمایا اور مجھسے ہیچکارہ کو اس کام پر
لگایا کیونکہ افعال عباد کا مثل انکی ذات کے وہی خلاق علیم ہی اور ابتدائی اضطراب سے آخری اطمینان بھی ظہور قدرت الٰہیہ
مین موجب سرور تھا کہ مترجم کو بد و شعور مین جن علوم ریاضیہ مانند حساب و جبر و مقابلہ و اقلیدس و علم مثلث و جر ثقیل وغیرہ مین توغل و
استفادہ کامل ہوا تھا بحمد اللہ تعالے کہ سن تمیز کے علوم معقولات و اصولین و فقہ و حدیث و تفسیر کی طرح نیک کام مین
ممد ہوئے اگرچہ آمین علوم الدین اصل ہین اور یہ التماس اسوقت باطمینان پیرایہ قبول سے مشرف ہوگا کہ ترجمہ کے وہ مقامات
نظر سے گذرین جہان بسبب نادانی حساب کے ناسخین سے صحیح و غلط نسخہ کا امتیاز مرتفع ہوا ہی اور نمونہ اسکا مقدمہ کے
باب اغلاط نسخ الاصل سے ظاہر ہی جسکو مین نے بہ نظر مزید احتیاط مقدمہ مین درج کردیا اسکے سوائے ترجمہ مین بعینہ اصل
کتاب کو بدون کسی تغیر و تبدیل وضع کے باقی رکھنے مین کوشش بلیغ کی اور آداب ترجمہ کو حتے الوسع ملحوظ رکھا اور تمام
حمد و ثناء اللہ تعالے ہی کو سزاوار ہی کہ جسنے یہ اہم کام اس حسن توفیق کے ساتھ مجھسے ضعیف بندے سے انجام
کو پہونچایا کہ ترجمہ مین اصل کے قیود و اشارات کو مع ترکیب کی مداخلت کے اور سلیس عبارت کی رعایت اور غلط نسخہ
کی تصحیح اور توافق با اصول کا لحاظ رکھا گیا حالانکہ مین نے تنگی ترتیب مخمصہ و پریشانی مین اسکو اصل کتاب کے بارہ جزء و
ماہواری کے حساب سے ترجمہ کیا کیونکہ مہینے مین بارہ جزء و اصل عربی کا لکھنا ہی اکثر احباب کی نظر مین سخت دشوار ہی
ترجمہ کرنا اور ان امور مذکورہ کا لحاظ رکھنا درکنار۔ اور یہ صریح توفیق و قدرت الٰہی جل شانہ ہی فلہ الحمد فی الاولی و الآخرۃ
اور واضح ہو کہ اس کتاب کی جلدین اولین آخر کتاب السیر تک اول مین ایک صاحب نے سہل انکاری سے
بغیر معنی ترجمہ سمجھے ہوئے ترجمہ فرمایا ہین کہ بہ کثرت مقامات مہمل عبارت ہوگئی شاید انکے نزدیک ترجمہ بہ نسبت تصنیف
کے مشکل نہ تھا اور مزید بران یہ کہ اصل کا بخوبی سمجھ لینا ترجمہ کے لیے شرط نہین جیسا کہ اکثر عوام کا خیال ہی لہذا
والا خطاب رئیس عالی ہمت دام اقبالہ نے دونون جلدون کو مکرر ترجمہ کرایا جسمین سے جلد اول آخر کتاب الحج تک
جناب مولوی احتشام الدین صاحب نے ترجمہ فرمائی اور دوسری جلد کتاب النکاح سے آخر تک مع جلد سوم و چہارم
یعنے ختم کتاب تک اسی راقم کا ترجمہ ہی اور مجھے افسوس ہوا کہ خفیف حصہ جو زیادہ توضیح سے ترجمہ کے لائق تھا
مجھسے علیحدہ رہا ولیکن اللہ تعالے کے فضل و کرم سے بعید نہین ہی کہ وہ بھی میرے ترجمہ سے چھپ جاوے
وہو بالی علی کل شئی قدیر۔ اور جاننا چاہیے کہ بعضی ریاست مین اسی کتاب کا ترجمہ ہوا جسمین اول تو یہ تصرف و تغیر کیا گیا
کہ اسکے مسائل کے ہر جزئیہ و ہر صورت کو مترجم نے اپنی رائے سے علیحدہ کرکے مثل مالا بد منہ کے مسئلہ مسئلہ علیحدہ
کیا اور یہ تغیر نامرغوب ہی اور دوم سب سے زیادہ خرابی یہ ہی کہ مترجم نے عبارات حتے کہ آیات کے ترجمہ مین ایسی
تقدیم و تاخیر کی کہ جس سے احکام مین سخت غلطی واقع ہوگئی چنانچہ اول کتاب الطہارت کی آیت قولہ تعالی یا ایہا الذین
آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الآیۃ کا ترجمہ یون لکھا کہ اے ایمان والو جب تم ارادہ کرو نماز کا تو دھوؤ اپنے منھ اور ہاتھون
و پیرون کو کہنیون و گٹھون سمیت اور مسح کرو اپنے سر کا۔ راقم کو اس ترجمہ پر بلحاظ صیانت شریعت کے افسوس ہوا
کیونکہ اس سے امام زفر کا مذہب باطل و ترتیب امام مالک و شافعی کے نزدیک فرض و امام ابوحنیفہ کے نزدیک سنت
ہی وہ باطل بلکہ اس ترجمہ پر یہ ترتیب غلط فرض ہوئی جاتی ہی اور ما تند اسکے ترجمہ مین سخت نقص تھے جس سے راقم
نے براہ محبت و صیانت شریعت آگاہ کیا اور جواب مین راقم کا ترجمہ طلب کیا گیا کہ اس سے اصلاح کر لیجاوے

چونکہ اسوقت تک یہ طبع تھا اب طبع سے فارغ ہوکر پیش ہی - والحمد للہ علی ذلک مترجم ضعیف ارباب علم وفضل و اصحاب اسلام و توحید کی خدمت مین التماس رکھتا ہی کہ وہ اپنی نفس کو خطا سے معصوم نہین بتاتا ہی بلکہ وہ بشر سراسر خطا و سہو ہی اور ایسے ایسے کام مین حتی الوسع سعی وکوشش کی جس سے شریعت الٓہیہ و سنت حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عام اہل اسلام وایمان کو آگاہی ہو لہذا جہان اسکی خطا پر آگاہ ہون اسکو مطلع فرماوین یا خود اصلاح فرماوین اور اگر ایک حرف قبول ہو تو حضرت باری تعالے مین اسکے لیے مغفرت کی دعا فرماوین کیونکہ حبیب مخلوق کے افعال بھی مثل اسکی ذات کے خالق عزوجل کی مخلوق ہین تو سب حمد وثنا اللہ تعالی ہی کو سزا وار ہی اور مترجم کو کچھ افتخار نہین مگر حسن توفیق الٓہی جل شانہ پر اعتماد و اعتبار ہی بلکہ اس تہیدستی کے ساتھ اسکو یکہ و تنہا سفر آخرت کے اندیشہ سے تمنا بقول سعدی علیہ الرحمۃ یہ ہی ع غرض نقشیست کز ما یاد ماند ✤ کہ ہستی را نمی بینم بقائے ✤ مگر صاحبدلے روزے برحمت ✤ کند بر حال این مسکین دعائے ✤ اللہم تقبل منا وکف عنا لسان المجادلین واغفرلی بفضلک الجلیل سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین -

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ مقدمہ فتاوے ہندیہ ترجمہ فتاوے عالمگیر بساعت سعید وآوان حمید ماہ رجب سنہ ۱۳۱۳ ہجری سے مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۸۹۶ عیسوی مین حلیہ طبع سے پیراستہ ہوا اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے اہل عالم کو اس سے مستفید ومستفیض فرماوے بمنہ وکرمہ
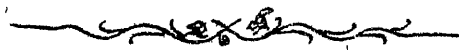
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین اجمعین اما بعد جب بفضل و توفیق الٰہی سبحانہ تعالے پورا ترجمہ ہوا تو جن الفاظ کا ترجمہ اپنے مقام پر غیر مناسب یا غیر ممکن یا میرے نزدیک ناگوار یا موہم تھا انکو بطور فرہنگ کے آخر کتاب ہذا مین لاحق کیا تاکہ وقت نفع و اسأل اللہ تعالے النصر والعصمۃ عن الخطاء وانہ ولی التوفیق

ونعم المولے ونعم النصیر

الالف

اللفظ	المعنی
اجارہ	لغت مین منفعتون کا بیچنا۔ اور شرع مین خالی منافع کی بیع بالقصد جائز نہین ہے اسواسطے شرعاً حق حکم مین بیع منافع ہے اور حق عقد مین نہین ہے لیکن کتاب الحیل مین اسپر ایک سخت اشکال مذکور ہے وہان سے معلوم کرنا چاہیے۔ موجر وہ شخص جو اجارہ دیوے کسی چیز کو۔ اسکو آجر بمد الف بھی کہتے ہین اور فقہاء اسکو مواجر بھی کہتے ہین اور یہ بھی صحیح ہے کما حققہ العینی۔ اور اجیر بوزن امیر جو اپنی ذات کو اجارہ دیوے یعنی نوکر و مزدور۔ مستاجر جو اجارہ لیوے بکسر الجیم اور مستاجر بفتح جیم وہ چیز جو اجارہ لی جسکو مترجم اجارہ کی چیز لکھتا ہے۔ اَجر بالفتح و اُجرۃ بالضم مزدوری۔
اصطبل	وہ جگہ جو چوپایہ کے لیے مہیا کی گئی ہو۔ تھان۔ اور دیار مغرب مین یہ احاطہ کے اندر ہوتا ہے ... اور ... کے اصطبل کو مبارک اور بکریون کے مقام کو مرابض کہتے ہین۔
اقط	پنیر و جغرات۔
اغماء	ایسی بیہوشی جو بغیر نشہ و صدمہ کے ہو اور اہل لغت مطلق بیہوشی کہتے ہین اسمین عقل مغلوب ہو جاتی ہے بخلاف جنون کے کہ اسمین عقل سلب ہوتی ہے اور مغمیٰ علیہ جسپر بیہوشی طاری ہو اسکا مقابل مفیق ہے جیسے مجنون کا مقابل عاقل۔
انزال	بکسر اول اُتارنا اور کنایہ ہے مرد یا عورت کے بلذت جماع منی نکل جانے سے وفی جامع الرموز مردہ عورت یا چوپایہ کے وطی سے بلا انزال وضو نہین ٹوٹتا بلکہ آلہ تناسل دھونا واجب ہے کما فی صوم النظم مین کہتا ہون کہ متون مین غسل واجب نہونا البتہ مذکور ہے۔ اور بالفتح جمع نزل جو مسافر مہمان کے لیے دعوت دین ... انکو

الفاظ	معنے
	وغیرہ کے جو خوشہ اترین -
احبال	باب افعال حاملہ کر دینا - بالفتح جمع حبل بمعنی حمل و بمعنی رسی -
انذار	ڈرسانا - جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نافرمانون کو عذاب دوزخ سے منذر تھے
اساءہ	بدی کرنا - برا کرنا - و قالوا - دوزخ سے کم سزا کا کام - اور مترجم جلد اول اکثر اسکا ترجمہ بمعنی لغوی لکھ دیتا ہی -
انتقال	ایک جگہ سے دوسری جگہ ہو جانا - اسی سے موت کو کہتے ہین - اور نماز مین ایک رکن سے دوسرے رکن پر انتقال - قہستانی نے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک فرض ہی اور رکوع و سجدہ سے سر اٹھانا امام محمد رح کے نزدیک فرض ہی مگر متون مشہورہ مین اسکا ذکر نہین ہی اقول شاید اقامۃ الصلوۃ سے نکالا ہو ورنہ فرض کا اطلاق خلاف اصطلاح ہی اور شاید وجوب مراد ہو -
استبراء	فقہ مین باندی کا رحم حمل سے پاک دریافت کرنا بذریعہ حیض کے اور یہان تین حیض کا نصف نہین بلکہ ایک ہی حیض سے برارۃ ثابت ہو جاتی ہی -
ارش	وہ عوض مالی جو کسی زخمی کرنے یا عضو تلف کرنے والے پر زخمی کے لیے واجب ہو -
استیلاد	باندی کو جسکی ملکیت حقیقۃً یا حکماً ثابت ہو اسطرح اپنے تصرف مین لانا کہ اسکو حمل رہے پھر اگر بچہ ہوا یا ایسا پیٹ گرا کہ خلقت پوری ظاہر ہو گئی تھی تو باندی ام الولد ہو گئی کہ اسکی بیع وغیرہ ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور بعد الموت وہ خود آزاد ہو جائیگی -
استخفاف	کسی چیز کو ہلکا و خفیف جاننا ہی اسکے ساتھ برتاؤ ایسا کرنا جس سے یہ ثابت ہو -
استہزاء	ٹھٹھا کرنا خواہ باتون سے یا کسی فعل سے اور اول اصل ہی -
اسراف	جسقدر حکم شرع ہی اس سے زیادہ خرچ کرنا اور یہ احوال و اشخاص کے راہ سے مختلف ہی چنانچہ دو آنہ کے مزدور کو شریب کا انگرکھا اسراف ہی -
اتجار	تجارت اختیار کرنا - تاجر سوداگر و شراب فروش -
اضطجاع	کروٹ سے لیٹ جانا اور کبھی مطلقاً لیٹ کر آرام لینے کو کہتے ہین - اصل بالتاء ہی -
ازار	لنگی - تہ بند - اور جب [illegible] دو ہفتہ قطع خاص ہو تو پائجامہ کہتے ہین -
اعمے	اندھا اور اگر ایک آنکھ ہو تو اعور ہی اور داخل [illegible] ایسے شخص کو بھی اعمی کہتے ہین کہ جسکے خالی بینائی نہو جیسے موتیا بند مین ہوتا ہی
اقالہ	بیع پھیر لینا باہمی رضامندی سے اور وہ غیرون کے حق مین بیع ہی گویا مشتری نے پھر بائع کے ہاتھ بیچ ڈالی - اور اسکا فائدہ باب الاقالہ مین ظاہر ہوگا -
ادوات	دوکاندار کے کام کی چیزین جیسے پالودہ والے کے برتن اور الا [illegible] کہ اوزار [illegible]

المعنی	اللفظ
جیسے بڑھئی کی آری وغیرہ۔	
جامع الرموز مین لکھا کہ نجاست کھانے والا کوا اور اسود کالا کوا او رصراح مین زاغ پیر لکھا۔ اور مین نے ہر سہ اقسام زاغ کو ذبائح وبعض مقامات مقدسہ مین لکھدیا ہو۔	ابقع
لغت مین بمعنی منع وباز رکھنا۔ قالہ ابن الاثیر اور شرع مین چند چیزون کا واجب کرنا اور چند چیزون سے روکنا جیسا کہ ہدایہ کے باب التمتع مین ہی۔	احرام
پچھنے دلوانا۔ حجامت۔ پچھنے دینا۔	احتجام
ایسے کام کے مثل کام کی جو کچھ اجرت ہوتی ہو۔ مہر المثل۔ ایسی عورت کے مثل عورت کا جسقدر مہر ہوتا ہو۔	اجر المثل
ایک قسم کی عمارت ہی کہ مثل طاق کی طرح خمیدہ بناتے ہین۔	ازج
وہ اجرت جو عقد کے وقت موجر ومستاجر مین ٹھہری ہو۔	اجر مسمی
بھینگا۔ جو ایک کو دو دیکھتا ہو۔ جسکو حول کی بیماری ہو۔	احول
فرمانبرداری کرنا۔ حکم کرنا۔	انقیاد
مرد وعورت مین گلے لگانے و بوسہ لینے وغیرہ کی بے تکلفی سے ظاہر ہو کہ جورو مرد ہین۔	انبساط الازدواج
اپنے اوپر یا دوسرے پر کسی غیر کے حق کا اقرار کرنا۔	اقرار
متعدد چیزون مین سے بعض کو نکالنا اور عالمانہ طور پر اسکی تعریف اصول مین ہی۔ قسم وطلاق وغیرہ کے ساتھ انشاء اللہ تعالے کہنا۔	استثناء
جو لوگ دین مین خواہ اصول مین ہو یا فروع مین ہو بدون دلیل شرعی کے کوئی بات نئی پیدا کرین اکثر اعتقاد کے بدعتی کو اہل ہوا کہتے ہین۔ مبتدع جمع مبتدعین۔	اہل بدعت
وہ کہ جسپر دراصل حق لازم تھا اسکی کفالت سے کفیل پر آیا۔	اصیل
سب لے لینا۔ بھرپور وصول پایا۔	استیفاء
خانہ کعبہ تک پہونچنے مین روک حائل ہوتا خواہ مرض ہو یا دشمن وغیرہ۔	احصار
جمع عین جو بمقابلہ دین ہو اور کبھی معانی کے مقابلہ مین بولتے ہین۔	اعیان
تلف کردینا۔	اتلاف

الباء

المعنی	اللفظ
بنون وجیم معرب بنگ جسکو لغت مین اجوائن خراسانی لکھا۔ بھنگ۔ مکروہ تحریمی ہی۔	بنج
فرش۔ بچھونا۔	بساط

اللفظ	المعنے
بطریق	رومی سردار وحاکم صوبہ وشہر۔ جمع بطارقہ۔
بروی	عمدہ اقسام خرما مین سے ایک قسم ہی۔
برذون	بالکسر جامع الرموز مین لایا کہ ترکی گھوڑا یا خچر یا گدھا۔ اور منتخب وغیرہ مین تفصیل طویل ہی اور اکثر استعمال کتب وفقہ مین عربی گھوڑے کے مقابل ہی یعنی دوغلا گھوڑا
بُر	بالضم وراء مہملہ۔ گیہون۔
بز	بالفتح وزاء منقوطہ سوتی کپڑے۔ بزاز۔ انکا بیچنے والا۔ اور ہمارے استعمال مین سوتی و اُونی وریشمی کپڑا بیچنے والا بزاز ہی۔
بیطار	جو چوپایہ وغیرہ جانورون کا علاج کرتا ہے اور بزغ اسکے نشتر دینے کو کہتے ہین۔ جیسے آدمی مین فصد ہی۔
بجر	بفتحتین ناف نکل آنا اور اسکی جڑ بھاری پڑ جانا۔
بگنی	بالفتح وکاف فارسی شراب کہ جو جوار وچانول وغیرہ سے بناتے ہین۔
بلابہ	بدکارہ وفاسق ونابکار وفاحشہ۔ اور بلابچہ۔ حرامزادہ ظاہرا مخفف بلانہ بچہ۔
باذق	انگور چھوارے کا پانی پکاکر تھوڑا سا اُڑانے کے بعد باذق شراب کہلاتا ہی۔
بُسر	غورہ خرما۔ کچی جو بڑی ہو چکی ہو۔ اور کیاسۃ البُسر عنقود النخل ہی۔
بیت	جسجگہ رات گذاری جاوے لیکن عرف مین اس مطلب کے لایق چہار دیواری وچھت ودروازہ دار ہو۔ یعنی جیسے ہمارے یہان کوٹھری ہوتی ہی جامع الرموز وغیرہ مین لکھا کہ ماوای آدمی خواہ مٹی وپتھر کا ہو خواہ بالون کا۔
بلد	آبادی کا نام ہی کہ عمارات ومکانات در ایشان کو محیط ہو۔ مین کہتا ہون کہ قریہ سے بڑا ہونا بھی معروف ہی۔
بستان	باغ چہار دیواری کا جسمین متفرق درخت اسطرح ہون کہ زراعت کرنا بھی ممکن ہو بخلاف کرم کے۔
بغاث	بغین معجمہ قسم پرندہ کہ مردار خوار ہی۔ کہا گیا کہ گدھ یا گدھہ ہی اور اوس وخزرج کی سخت لڑائی والا دن یوم البعاث بعین مہملہ ہی۔
بذر کتان	السی کے بیج کہ وہ بھی السی مشہور ہین۔
بنت لبون	لغت مین وہ مادہ بچہ جسپر تین سال گذرے ہون مگر شرع مین دو سال معتبر ہین اور یہی کئی جگہ دیۃ وغیرہ مین معتبر ہی۔
بیعہ	عبادت خانہ یہود جیسے کلیسا عبادتخانہ نصاری اور کبھی مجازا ایک دوسرے کے لیے مستعمل ہی۔
بینہ وبرہان	فقہاء کے عرف مین گواہون کے لیے ہی گویا گواہ کا ہونا دعوی کے لیے برہان وبینہ ہین۔ اسی واسطے ایک گواہ کو بینہ نہین کہتے الا مجازا۔
بیّاع	وہ شخص جو اجرت پر لیکر لوگون کا مال فروخت کرے کذا فی وکالۃ الذخیرہ۔

اللفظ	المعنے
بکری	شاة کا ترجمہ ہو اگر شاة کا لفظ بھیڑی وغیرہ کو بھی شامل ہو۔
	حرف پ
پیداوار	اکثر کھیتی وغیرہ مین مستعمل ہوا اور ثمر کا ترجمہ جہان ہو پھل لکھا گیا ہو اور حرف ث مین دیکھو۔
پلیدی	عذرہ کا ترجمہ ہو جسکے معنی آدمی کا پیخانہ۔
پیچھا پکڑنا	ملازمت کا ترجمہ ہو اور تحقیق اسکی باب مشکلات ومتشابہات مین دیکھو۔
	حرف ت
تخلیہ	خالی کردینا۔ تنہائی کر دینا۔
تافہ	تھوڑی حقیر چیز۔ بے مزہ۔ جسمین کچھ مزہ نہو۔
تزوج	نکاح مین لینا و تزویج نکاح مین دینا۔
تماثیل	جمع تمثال۔ آدمیون کی مورتین و بت بقولہ تعالے ما ہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون۔ اور کبھی مجازاً پھول پتی وغیرہ کی تصویر کو کہتے ہین۔
ترویج	برادھلا رواج دینا چلن چلانا۔
تبر	سکے سے پہلے سونا و چاندی تبر ہین اور سکے کے بعد عین ہین اور کبھی تانبے و پیتل و لوہے کو بھی کہتے ہین لیکن سونے کے ساتھ اسکا زیادہ مخصوص استعمال ہو جامع الرموز تبر تبارو بار کا ترجمہ پتر پ ت کیا گیا ہو۔
تلجیۂ	ظاہر مین بیع وغیرہ کا عقد کرنا حقیقت مین نہین۔
تدبیر	شرع مین مملوک کا لبعد موت آزاد قرار دینا بدون تفصیل کے جامع الرموز
تہایو	مشترک چیز مین باہمی رضامندی سے منفعت حاصل کرکے باری مقرر کرنا۔
تابہ	توا۔ معرب اسکا طابق۔ اور بمعنی جھابہ بھی مستعمل ہو۔
تابخانہ	حمام اور باورچی خانہ جسمین تنور ہو۔
تنور	معروف جسمین روٹی لگاتے ہین۔
تمغاجی	جو کوتوال کی طرف سے اجناس پر مہر کرکے محصول لیتا ہو۔ اور نقرہ طمغاجی کھری ہو۔
تکہ	ازار بند کذا فی الغیاث
تفکہ	میوہ کھانا۔ اور فقہ مین جس سے غذا و دوا مقصود نہو بلکہ مزے وعیش کے لیے کھاوین۔
تالہ	پودا۔
تمویہ	ستھرا اور دوپہلا کرنا و بمعنی کر و فریب و تملق منتخب
تشذیب	ہڑال مشقوطہ درخت انگور وغیرہ کو پیراستہ کرنا۔

اللفظ	المعنیٰ
ترجیع	آواز دوہری کرکے باریک سے بلند کرکے قراءت کرنا ۔ اور مصیبت مین انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا

حرف ث

ثمر	پھل ۔ جو کچھ درخت مین لگے بدون کسی کے ساخت کے مثل طلع وخلال وبلح وبسر و رطب و ثمر و جمار وخام ولیس سکے ۔
ثرید	گوشت مع شوربا مین روٹی ڈال کر ملدیتے ہین اور کبھی خفیف پکاتے بھی ہین جیسے ہندوستان مین ٹکڑے ہوتے ہین ۔

حرف ج

جبن	پنیر
جزاف	معرب گزاف ۔ مثلاً گیہون کی ڈھیری جسکی ناپ و تول کچھ معلوم نہتھی اسکو کسی قدر دام کو بیچا تو اسنے گیہون کو بطور جزاف بیچا ۔ اور کام کو بغیر سوچے سمجھے آسان کرلینا ۔
جزور	بالفتح ذبح کرنے کے اونٹ خواہ نر ہو یا مادہ ہو ۔ جمع جزر بضمتین آتی ہے ۔
جوشیدہ	جوش دیا ہوا ۔
جوزینۃ	حلوا جسمین جوز پڑکر بنتا ہو بمانند لوزینہ جیسے ہندوستان مین اخروٹ کا حلوا سوہن ۔
جمد	برف ۔ جم جانا ۔ عین جمود چشمہ بے آب ۔ جامد بستہ ۔
جدع	بدال بے نقطہ ۔ ناک ۔ کان ۔ ہاتھ ۔ ہونٹھ ۔ کاٹنا ۔ مجدوع جو ایسا کیا ہوا ہو ۔
جذع	بذال نقطہ دار ۔ اونٹ کا بچہ کتاب الزکوٰۃ دیکھو او فصل مشکلات وتشابہات ۔ جذع درخت کی پالو شہتیر خواہ تراشیدہ ہو یا نہو ۔ وصفیان ۔
جوزجانیات	بعضے مسائل نوادر جو امام محمد رحمہ سے علاوہ اصول کے مروی ہین تمام کیسانیات وجوزجانیات وغیرہ نسبتی نامون سے معروف ہین وہذا القدر یکفی ۔
جانی	جنایت کنندہ ۔ جنایت جرم قتل یا جرح وزخم وغیرہ ۔ اکثر اطلاق ظلم وتعدی کے جرم پہ ہے
جوال	معرب گوال ۔ تھیلا ۔ گون ۔
جفن	پلک ۔ تلوار کا میان ۔ بڑا پیالہ
جل	جھول مگر گھوڑے کے لیے مخصوص ہے اور ون کے لیے مجازاً ۔ اکاف پالان خر ۔
جعل	وہ مزدوری جو بھاگے غلام پکڑ لانے والے کے لیے شرعاً مقرر ہے ۔ مجازاً مزدوری
جناح	گناہ یا اسی کا معرب ہو ۔ بال ۔ جناح الدار معروف ۔

اللفظ	المعنی
جدی	بزغالہ
	حرف چ
چکتی	عربی الیہ فارسی دنبہ
چوپایہ	ترجمہ دابہ ہو
حرہ	عورت آزادہ خواہ اصلی یا آزاد ہوگئی ہو اور باندی و مملوکہ و لونڈی اسکے مقابلہ مین ہو۔
حرمت رضاع	جو دودھ کے وجہ سے حرمت ہو۔
حق حضانت	پرورش طفل صغیر کا حق۔
حسنہ	جو کام شرع سے ثواب ملنے کا ثابت ہو
حجام	پچھنے لگانے والا۔ اور نائی کو حلاق کہتے ہین۔ اور مجازا ایک دوسرے پر بھی آتا ہو۔
حریم	گرداگرد چشمہ و کنوان و نہر کا ہر ایک کی ضرورت سے شرع مین حد مقرر ہو۔
حظیرہ	جو جانورون کے رہنے کے لیے جنگل مین لکڑیون و کانٹون سے روندھکر بنا دیتے ہین اور کبھی مچھلیون کے لیے بناتے ہین۔
حفید	ناتی پوتے۔
حشو	بھرتی جو قبا وغیرہ کے تہ مین بھری جاتی ہو۔ اور حشو خرما ناکارہ۔
حدید	لوہا اور تیز دھاردار ہتھیار و ہر چیز۔
حنای زمین	لکڑی یا کوہان زمین مین نکلا ہوا اور معروف۔
حرز	جای محفوظ جسطرح کہ اپنے پاس رہنے کے لیے محفوظ ہو سکے مثلاً انگوٹھی کو انگلی مین ڈال لینا اور یہ معتبر نہین ہو کہ ایسی طرح ہو کہ کوئی ڈاکہ ڈالنے والا اور زبردستی لینے والا اسکو نہ لے سکے مثلاً لوہے کے صندوق مین مقفل کرنا ضرور نہین ہو بلکہ جسطور پر یہ چیز محفوظ رہ سکتی ہو ضائع نچھوڑے۔
حریر	ریشمی کپڑا۔
حاصلات	پیداوار ہر چیز کی و منافع۔
حقیبہ	باردان۔
حصن	قلعہ و گڑھی واستوار
حیلولہ	درمیان مین حائل ہونا۔
	حرف خ
خمار	اوڑھنی
خلع	رسی سے گردن نکال دینا عورت کا اپنے شوہر سے کسی مال پر طلاق بائن لے لینا عند الحنفیہ۔

اللفظ	المعنے
خلخال	پازیب وا سکے مانند۔
خز	میلا ریشم یا پیل کا کپڑا۔
خشمرانی	قسم گیہون کے ملک ماوراء النہر مین معروف ہی۔
خان	کاروان سرائے۔
	حرف د
دملج	بازوبند
دروی	تلچھٹ
درب	دریبہ اور سرحد کا راستہ۔
دعائم	جمع دعامہ۔ ستون۔
دلب	چنار۔ کچنار و قسم جانور دیکھو مقدمہ
دودھیا درم	سپید چاندی کے درم۔
دکان	چبوترہ۔ جہان متاع و اسباب تلے اوپر رکھا ہو معروف۔
	حرف ذ
ذوات القیم	وہ چیزین جنکے بجائے انکی قیمت ہوسکتی ہی اور مثل نہین جھپک پڑتا۔
ذی رحم	جس سے پیٹ کا ناتا ملا ہو بخلاف محارمی رشتہ دار کے۔
	حرف ر
رداء	چادر۔ جو چادر کی طرح اوڑھی جاوے۔
رقعہ	عینی نے کہا کہ رقعۃ الثوب غلظ یعنی کپڑے کی گندگی۔
رقبہ	گردن۔ اور تمام جسم سے تعبیر ہوتی ہی۔
رصاص	قلعی ایک قسم کا رانگ ہی اور درم رصاص یعنی ملمع کیا ہوا۔
رتقاء	وہ عورت جسکو رتق کا مرض ہو اور عیوب البیوع مین مذکور ہی۔
رہص	پشتہ کنگرون و پتھرون کا۔
رضخ	جو جہاد مین عورتون وغیرہ ایسے خدمت کرنے والون کو دیا جاتا ہو جنکے لیے کوئی حصہ شرع مین مقرر نہین ہی۔
رساتیق	جمع رستاق پرگنہ۔
یجی السبیل	آنکھ مین ایک قسم کی بیماری ہی اور بیوع کے عیوب مین مذکور رہی۔
رحم	بچہ دان جس سے اولاد ہوتی ہی پھر اولاد کی اولاد جہانتک ہون رحم مین تاتا رکھتی ہین

اللفظ	المعنے
	حرف ز
زرنیخ	ہڑتال۔
زمزمہ	باریک آواز سے خوش الحان کرنا۔
	حرف س
سہوکت	ایسا پند جھلی کسا و وزناسکی
سفوَد بنا	ایک قسم کی دو امردت جو چوپٹ کے لیئے دیتے ہین۔
سابکہ	ڈلا جسکو عورتین سلنگ کہتے ہین
سجل	فیصلہ قاضی مہری و دستخطی جسکی نقلیں ڈگری ہو۔
سلعہ	اسباب جو فروخت کے لیئے ہو۔
سفتجہ	روپیہ ایک شہر مین دیا کہ دوسرے شہر مین وصول کریگا تاکہ راہ کے خطرے سے بچے۔
سقی	قسم گیہون جو سینچی زمین سے پیدا ہوا اور نخبی اسکا مقابل ہو کہ فقط مینہ کے پانی سے پیدا ہو۔
ساتھ لگا دینا	ملازم ہونا ہر وقت قرضدار کے ساتھ رہنا تاکہ اسکے کسب سے قرضہ وصول کرے۔
	حرف ش
شقہ	پارچہ ٹکڑا
شبکہ	جال۔ دام۔ خانہ دار۔
شرج اللبن	کچی اینٹون کا سنوار
شقراق	جانور ہو مقدمہ دیکھو۔
	حرف ص
صنج	درگذرنا جیت بازی کرنا بطور کھیل کے۔
صعلوک	مفلس نادار۔ محتاج۔
صولجان	معرب چوگان۔
صَکوک	جمع صک کا معرب چک دیکھو مقدمہ دیکھو۔
صعرار	خبگل بے نبات۔
	حرف ع
عقر	وطی شبہ وغیرہ مین کہ بلا نکاح صحیح جو تاوان دینا پڑے۔
عزاوار	جسکے قریب کا انتقال ہوگیا اور لوگ اس سے ماتم پرسی کرین۔
عنار	جو گھوڑے وغیرہ کے سانہ مین معروف ہو۔

المعنٰی	اللفظ
جو طلاق دی ہوئی عورت غیر مدخولہ و غیر مہر مسمی کو دیا جاوے اور متعہ شیعہ حرام ہے۔	متعہ
نرخرہ پانی و اناج کا راستہ۔	مری
بٹائی پر درخت دینا جیسے معاملہ۔	مساقات
ادلا بدلا کر دینا۔	مقاصہ
آزاد کرنے سے جو ولایت باقی رہتی ہے	مولی العتاقہ

حرف ن

المعنٰی	اللفظ
تل	ناذق
قسم تیر اور کشاب بھی	نبل
جمع نائبہ ٹکس۔	نوائب
پیدائش	نتاج

حرف و

المعنٰی	اللفظ
خوشبودار گھاس کی قسم ہے	ورس
چھوکرا یا چھوکری۔	وصیف
حفاظت کے لیے امانت رکھنا۔	ودیعت
رگہائے گردن	وداجین

حرف ہ

المعنٰی	اللفظ
دوغلا گھوڑا	ہجین
بھاگ جانا۔	ہزیمت
ہمیانی معروف۔	ہمیان
ٹھٹھول کے طور پر ایسا کام جو کبھی قصد سے کیا۔	ہزل

حرف ے

المعنٰی	اللفظ
قسم	یمین

فہرست مضامین

خطبات احمدیہ ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے لئے سر سید نے ولایت کا سفر کیا۔ سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس کے ایک ایک حرف کا جواب ہے نہایت محققانہ جواب ہیں۔ شرط یہ ہے کہ کسی شخص کے آگے ڈال دو۔ وہ کیسا ہی بے دین کیوں نہ ہو اسکو تسلیم کریگا۔ غرضکہ بے نظیر کتاب ہے جسمیں حقیقت اسلام کو روز روشن کی طرح ظاہر کردیا ہے۔ اس میں بارہ خطبے ہیں جنمیں جاہلیت عرب۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے حالات۔ حضرت ہاجرہ کی حریت۔ ادیان وغیرہ پر بحثیں کی ہیں۔ دیگر الہامی مذاہب سے اسلام کی مناسبت کو دکھایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام انسان کے لئے رحمت اور تمام انبیاء کے مذاہب کی پشت و پناہ ہے۔ اسلام تمدن کے موافق ہے۔ کثرت ازدواج۔ طلاق اور غلامی پر محققانہ بحثیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہب کو اسلام سے فائدہ پہنچا۔ قرآن مجید کی جمع و ترتیب اور نزول پر بحثیں۔ خانہ کعبہ کی مفصل تاریخ۔ آنحضرت صلعم کا نسب نامہ اور بشارات نسبت آنحضرت صلعم پر جو توریت و انجیل میں ہیں محققانہ بحث کی ہے۔ روایت شق صدر اور معراج کی تحقیق اور ولادت سے بارہ برس تک کے حالات قیمت مجلد عما بلا جلد عیم

اشاعت اسلام ۔ اسلام کے مخالف کہتے ہیں کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے" اس رسالہ میں اصول روایت و درایت سے اس الزام کو ابتدائے اسلام کے واقعات دکھلاکر بکامیابی تمام اٹھایا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ اسلام میں ایک خاص خوبی عالمگیر ہونے کی موجود ہے اور یہی وجہ اسکی اشاعت کی اصلی وجہ ہے۔ ضمناً بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں اور یوروپین مورخین کی غلط فہمیوں اور متعصبانہ چالوں کی خوب قلعی کھولی گئی ہے یہ کتاب ہر شخص کے مطالعہ کے قابل ہے خصوصاً ہر ایک مسلمان پر اس کا مطالعہ فرض ہے اور اس قابل ہے کہ مسلمان امرا اسکی بہت سی کاپیاں خرید کر نادار مسلمانوں میں تقسیم کرکے ثواب حاصل کریں باوجود دوسو صفحات ہونے کے اسکی قیمت صرف مہر رکھی گئی ہے۔

حیات صالح ۔ یعنے نواب سعد اللہ خانصاحب مرحوم مغفور وزیر اعظم شاہ جہان بادشاہ ہند کے حیرت انگیز سوانح اور کارنامے ۔ جسمیں نظر آتا ہے کہ ایک معمولی حیثیت کا شخص اپنی قسمت اور قابلیت کی وجہ سے شاہی دربار تک رسائی کرتا اور آخر ہندوستان کے وزیر اعظم کے مرتبہ تک پہنچا ہے۔ ہر ایک شخص کے مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت ۱۲ر

المشتہر

منیجر وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

لیکن مفسر
یہودیہ اور
بیان کرتے
نہیں۔ بہر
ہی پُرانا ش
حالات کو
شام اور
قبل از پیدا
سنہ ۳۴
۱۸۹۶ — ۱
۱۰۴۰ — ۵۵
۱۰۱۱ — ۱۵

سنین دمشق

سنین دمشق قبل از مسیح کتب مقدس توریت و زبور اور دیگر صحف انبیا سے اخذ کیے گیے ہیں لیکن مفسرین بائبل اعتراف کرتے ہیں کہ سنین کتب مقدس صحیح تواریخ واقعات نہیں ہیں: چنانچہ سلطنت یہودیہ اور اسرائیلیہ کے سنین جو کتاب "شاہان" اور "تواریخ" میں ہر ایک حکمران کی مدت سلطنت بیان کرتے ہیں مختلف ہیں۔ اس اختلاف کے وجوہات بیان کرنا اور ان مشکلات کو حل کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں اس اختلاف کو رفع کرنا ناممکن ہے۔ دمشق نہایت ہی پرانا شہر ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ کب آباد ہوا اور کس نے آباد کیا۔ ذیل کے نقشے سے دمشق کے حالات کا تذکرہ مقصود ہے۔ کتب مقدس کے علاوہ پرانے کتبے جو بابل اور نینوا کے کھنڈرات اور شام اور ارض فلسطین میں دستیاب ہوئے سنین دمشق کے قدیم ماخذ ہیں۔

سنہ	شاہان	مشہور واقعات
قبل از پیدایش مسیح ۔ ۲۲۲۴		اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ دنیا کی پیدایش چار ہزار برس قبل از مسیح صحیح ہے تو دو ہزار دو سو چوبیس برس قبل مسیح دمشق آباد ہوا۔ العدامیو نے جو حضرت نوح کی نسل سے تھے اس کا بنیادی پتھر رکھا۔ چون کہ اس خاندان کے قبضہ میں شام اور عراق کی زمینیں تھیں اور موخر الذکر کو "ارم نہریم" کہتے تھے۔ اس لیے دمشق کا امتیازی نام ارم دمشق تھا۔ (۲ سموئیل باب ۸۔ آیت ۶)۔
۱۸۹۶ - ۱۹۲۱		حضرت ابراہیم خلیل اللہ شام میں آکر آباد ہوئے۔ آپ کا غلام "الیعاذر" دمشق کا باشندہ تھا۔
۱۰۴۰ - ۱۰۵۵	حضرت داؤد	حضرت داؤد بنی اسرائیل کے بادشاہ منتخب کیے گیے۔ ۱۰۴۰ قبل از مسیح دمشق کو فتح کیا اور اس جگہ اسرائیلی چھاونی ڈالی۔
۱۰۱۱ - ۱۰۱۵	حضرت سلیمان ع	حضرت داؤد کے انتقال پر حضرت سلیمان جانشین ہوئے۔

سنہ	شاہان	مشہور واقعات
		بیت المقدس کو سات سال میں تعمیر کیا۔
۹۷۵	بن ہدو شاہ دمشق	حضرت سلیمانؑ کا انتقال ہوگیا۔ اور سلطنت میں ابتری پھیل گئی؛ بنی اسرائیل کے دس قبیلوں نے بغاوت کی۔ اور سلطنت اسرائیلیہ جس کا دارالحکومت سامریہ قرار پایا قائم کی۔ اور دوسری سلطنت یہودیہ کا پایۂ تخت یروشلم برقرار رہا۔ ابتدا میں دونوں حریف سلطنتیں ایک دوسرے کے مقابل معرکہ آرا رہیں۔ اسکے بعد شاہان دمشق کے ساتھ ایک دوسرے کے برخلاف رابطۂ اتحاد قائم کرتے رہے۔ شاہان دمشق کبھی اسرائیلیہ اور کبھی یہودیہ کی امداد دیتے۔ مگر بعض اوقات دونوں حریف سلطنتیں متفقہ طاقت سے شاہان دمشق سے جنگ کرتی تھیں۔ یربعام (سترہ[۱۷] سال) ابی جاہ (تین[۳] سال)، آسا (چالیس[۴۰] سال)، یہویافث (پچیس[۲۵] سال)، جیرام (چھبیس[۲۶] سال)، اخریاہ (ایک[۱] سال)، اتلیاہ (چھ[۶] سال)، یواس (چالیس[۴۰] سال)، رمصیاہ (اونتیس[۲۹] سال) اوزیاہ (باون[۵۲] سال)، جوتم (سولہ[۱۶] سال)، احاز (سولہ[۱۶] سال)، حزقیاہ (اونتیس[۲۹] سال)، منساہ (پچپن[۵۵] سال)، آمون (دو[۲] سال)، جوسیاہ (اکتیس[۳۱] سال)، جوآحاز (تین[۳] ماہ) جوقیم (گیارہ[۱۱] سال)، زوقیاہ (گیارہ سال)، سلسلہ وار شاہان یہودیہ ہیں؛ اور ان کے ہمعصر جروبام۔ نداب۔ باشا۔ ذمری۔ عمری۔ احاب۔ اخریاہ۔ یہورام۔ یاہو۔ یہواخز۔ یوآس۔ یربعام ثانی۔ ذکریا۔ شالم۔ میناحم۔ یقح۔ ہوشیاہ۔ شاہان اسرائیلیہ ہیں۔ اول الذکر کا خاتمہ ۵۸۸ برس قبل مسیحؑ۔ آخرالذکر ۷۲۲ برس قبل از مسیحؑ ہوا؛
۹۵۰	"	آسا شاہ یہودیہ نے شاہ دمشق بن ہدو سے اسرائیلیہ کے برخلاف

سنہ	شاہان	مشہور واقعات
		سازش کی۔ شاہ دمشق نے اسرائیلیہ کو متواتر شکستیں دیکر ایک حصہ ملک پر قبضہ کرلیا۔
۹۰۱	بن ہدد ثانی	بن ہدد شاہ دمشق اور شاہ اسرائیلیہ کی لڑائی سامریہ پر ہوئی۔ شاہ دمشق نے شکست فاش کھائی۔ (۱ شاہان ۲۰) بن ہدد نے سامریہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ مگر انجام کار خود شکست کھائی۔ موسم بہار میں دوبارہ حملہ کیا۔ اس دفعہ بھی شکست کھائی اور مفتوحہ ممالک واپس دیئے۔ اس وقت شاہ اسرائیل اخاب تھا سنہ ۸۹۰ قبل مسیح دونوں حریف سلطنتوں نے شاہ دمشق کے برخلاف متفقہ طاقت سے فوج کشی کی۔ اخاب شاہ اسرائیل اس جنگ میں کام آیا۔ اور شاہ دمشق کو نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ بسنہ ۸۹۲ حضرت الیشع نے نعمان سپہ سالار کو مرض جذام سے شفا بخشی۔
۸۸۵	حزائیل	سنہ ۸۸۵ حضرت الیشع دمشق میں وارد ہوئے۔ شاہ دمشق بیمار تھا۔ حضرت الیشع کے پاس اپنے سردار حزائیل کو روانہ کیا کہ دریافت کرے کہ اس بیماری سے شفا ہوگی یا نہیں۔ جواب ملا کہ نہیں۔ حزائیل نے ایک موٹا کپڑا پانی میں بھگو کر بادشاہ کے موںھ پر رکھا جس سے اس کا دم بند ہوگیا اور مرگیا۔ اس کے ساتھ خاندان ہدد کا خاتمہ ہوا۔ اور حزائیل نئے خاندان کا پہلا بادشاہ ہوا۔
۸۴۰ قبل مسیح	بن ہدد ثالث	حزائیل کی وفات پر اس کا بیٹا بن ہدد تخت نشین ہوا۔ شاہ اسرائیل یوآس اور بن ہدد کے درمیان تین دفعہ جنگ ہوا۔ اور جس قدر ممالک حزائیل نے اسرائیل کے فتح کیے تھے یوآس نے ان پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ (۲ سلاطین ۱۳-۲۲)
۸۲۵		شاہ اسرائیل یربعام نے شاہ دمشق کو شکست دیکر دمشق کو مسخر کیا

سنہ	شاہان	مشہور واقعات
		اور حماۃ سے بحیرہ مردار تک تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت دمشق اسرائیلوں کی ایک ریاست ہوگئی۔ اور شاہ دمشق خراج ادا کرنے پر بحال کیا گیا۔
۷۳۰ ، قبل مسیح۔	رضین	شاہ اسرائیل یقیح اور شاہ دمشق رضین نے متفقہ طاقت سے یروشلم کا محاصرہ کیا۔ شاہ یہوداہ آخز نے "تلغات پلاسر" شاہ عصاریہ سے امداد طلب کی جس نے دمشق پر لشکر کشی کی۔ اور اسے بجبر و قہر سخر کیا۔ رضین مارا گیا۔ اس جگہ شاہ عصاریہ نے ایک دربار منعقد کیا۔ تمام بادشاہوں نے جو اس وقت شام اور دیگر ممالک گردونواح میں حکمران تھے اس کی اطاعت کی۔ اس واقعہ کے ساتھ آرامی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

دور دوم

اس دور میں سلطنت عصاریہ کے ماتحت دمشق بلکہ تمام سرزمین شام تھی۔ اس عظیم الشان سلطنت کا پایہ تخت دجلہ کے کنارے پر شہر نینوا تھا۔ اس کی مفصل تاریخ کے لیے دفتر چاہیے۔ جہاں تک دمشق کا تعلق ہے وہ بہت مختصر ہے۔ دمشق کی آزادی اور عروج کا زمانہ دور اول ہی تھا۔ سنہ ۸۶۰—۸۸۶ قبل مسیح "اشور ناصر پال" شاہ عصاریہ کی زیر حکومت شام اور آرمینیہ سے خلیج فارس تک ملک تھا۔ سنہ ۸۲۵—۸۶۰ قبل مسیح شلنصر ثانی شاہ دمشق کے ساتھ معرکہ آرائیاں جاری رکھیں۔ سنہ ۷۸۲—۸۱۱ "رمّان نراری" نے شام کی ریاستوں سے خراج وصول کیا۔ پل جس کا دوسرا نام تلغات پلاسر ہے سنہ ۷۲۷—۷۴۵ تک حکمران رہا۔ رضین شاہ دمشق اس کا

سنہ	شاہان	مشہور واقعات
		ہمعصر تھا۔ اس کے عہد میں آرامی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد دمشق سلطنت عصاریہ کا صوبہ تھا۔
۷۰۵ - ۷۲۲	سرجون	حضرت الیشعاہ نبی کا ہمعصر تھا۔ (الیشعاہ باب ۲۰) اور غاصب تھا۔
۶۸۱ - ۷۰۵	سنحریب	سرجون کی وفات پر اسکا بیٹا سنحریب تخت نشین ہوا۔ شاہ یہودا حزقیاہ کا ہمعصر تھا۔
۶۶۸ - ۶۸۱	آسرحدون	منسی شاہ یہودا کا ہمعصر تھا۔
۶۲۵ - ۶۶۸	آمور بنی پال	اس بادشاہ کی وفات پر سلطنت عصاریہ کا خاتمہ ہوگیا۔ اور بابل اس وقت عروج پر تھا۔

دور سوم وچہارم

سنہ	شاہان	مشہور واقعات
۵۴۴	بخت نصر	اس دور میں شاہان بابل اور فارس کا دور دورہ رہا۔ شاہ بابل بخت نصر کے برخلاف اہل شام اور فلسطین نے بغاوت کی۔ بخت نصر نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ کئی دن تک میدان کارزار گرم رہا۔ آخر شہر فتح ہوا۔ بخت نصر نے تمام فصلوں کو برباد اور لوگوں کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ اس سلطنت کا خاتمہ شاہان فارس کے ہاتھ سے ہوا۔

دور پنجم

سنہ	شاہان	مشہور واقعات
۳۳۱	سکندر اعظم شاہ سلوکس	سکندر اعظم نے دارا شاہ فارس کو شکست فاش دیکر دمشق کا محاصرہ کیا۔ اور بجبر وقہر مسخر کرلیا۔ ۳۲۳ قبل از مسیح سکندر اعظم کی وفات پر اس فہمند کی وسیع سلطنت اس کے سپہ سالاروں کے

مشہور واقعات	شاہان	سنہ
درمیان تقسیم ہوگئی۔ چنانچہ شام شاہ سلوکس کے حصہ میں آیا۔ اٹھارہ بادشاہوں نے سنہ ۶۵ تک حکومت کی اس سال پمپی اعظم نے دمشق فتح کیا۔ جو لبعد ازاں رومی سلطنت کا ایک صوبہ بن گیا۔		۶۵
دور ششم و ہفتم		
رومی دور دورہ میں دمشق پر رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان مختلف اوقات میں لڑائیاں ہوئیں۔ اور کبھی ایرانی اور کبھی رومی غالب آتے۔ آخری تاجدار ہرقل تھا سنہ ۶۳۴ میں عربوں نے دمشق کا محاصرہ کیا جو دو ماہ بعد فتح ہوا۔	صدیق اکبرؓ	سنہ ۶۳۴ء
سنہ ۶۶۱ء تک خلفاء راشدین کی حکومت رہی۔ مگر خلیفہ چہارم کی اطاعت اہل شام نے قبول نہیں کی۔ اس وقت سے یہ ملک بالکل آزاد تھا۔ سنہ ۶۶۱ء میں دمشق مستقل پایۂ خلافت ہوگیا۔	فاروق اعظمؓ ذی النورینؓ	سنہ ۶۶۱ء
دور ہشتم		
سنہ ۷۴۵ء تک چودہ تاجدار بنو امیہ حکمران رہے۔ اس خاندان کے حالات مفصل لکھے گیے ہیں۔	خلفاء بنو امیہ	سنہ ۷۴۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دمشق کے ماخذ

بغداد کے بعد ہم دمشق کی تاریخ لکھنے لگے تو کئی ایک مشکلات کا سامنا ہوا، جس کا وہم و گمان ہمیں اس وقت نہ تھا جب ہم نے "بغداد" میں بے تامل وعدہ کیا تھا کہ دمشق کی تاریخ لکھیں گے، لیکن اس وقت جب ایفاء وعدہ کا وقت آیا تو ہم نے سمجھ لیا، یہ کام ہمارے حوصلہ اور قابلیت سے بڑھ کر ہے، اس وقت ہمیں اس قول کے حقیقی معنی معلوم ہوئے کہ وعدہ آسان ہے وعدہ کی وفا مشکل ہے، اس امر کا اظہار ہم نے چند احباب کے سامنے کیا، اور افسوس کے ساتھ کہا کہ "دمشق" کی تاریخ لکھنے کا وعدہ جو ہم نے بغداد میں کیا تھا، ایفا ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ دوستوں نے پست ہمتی پر ملامت کرتے ہوئے افسردہ طبیعت میں ایک ولولہ پیدا کر دیا۔ اور ہم نے پھر مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ ہم ناظرین کو ایک دفعہ "دمشق" کی سیر ضرور کرائیں گے۔ اگرچہ اس سیر میں وہ لطف نہ ہو جو بغداد کے عالی شان قصروں اور دریائے دجلہ کی روانی اور دلکش مناظر میں تھا۔ اور شاید بعض اشخاص یہ بھی کہیں کہ سیر بدمزہ تھی۔ مگر ہماری دلی تشفی کے لئے اتنا کافی ہے کہ ہم نے ایفاء وعدہ کے ساتھ ایک فرض ادا کیا ہے۔

ان مشکلات سے ہماری مراد دمشق کے ماخذ ہیں، جن کی جستجو میں دو سال کا عرصہ گذر گیا۔ مگر بہت کم دستیاب ہوئے۔ بغداد کی عمارتوں کا مصالح ہمیں بغیر کسی ذاتی کوشش کے مل گیا تھا۔

"لی سٹرینج" نے وہ سب کچھ مہیا کر دیا جس کے ہم خواہاں تھے۔ چند سیاحوں اور مؤرخین نے بغداد کی تاریخ کو مکمل کر دیا، اس کے بعد جس دل و دماغ و نظر سے ہم نے بغداد کو دیکھا ناظرین کے سامنے پیش کر دیا۔ دمشق کی صورت ہی کچھ اور ہے، اگرچہ قریب قریب دونوں کے ماخذ ایک ہی ہیں۔ مگر جو کچھ فرق دونوں صورتوں میں ہے۔ وہ دمشق کے مطالعہ سے ظاہر ہو جائے گا۔ دمشق کے ماخذوں کا ذکر

کرتے ہوئے ہم اپنے احباب کو اُن بزرگوں سے تعارف کا موقع دیتے ہیں، جن سے ہم نے براہِ راست ملاقات کی یا بذریعہ ترجمان گفتگو کا فخر حاصل کیا۔ یا جنکا تذکرہ ضمناً ہمارے روبرو کیا گیا۔

کتب مقدس توریت۔ انجیل قرآن اور دیگر صحف انبیاء

دمشق کی قدیم تاریخ کے ماخذ صرف کتب مقدس ہی ہیں، توریت اور دیگر صحف انبیاء میں دمشق کا تذکرہ مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔ بالخصوص کتاب پیدائش، شاہان، تواریخ، اور صحف سموئیل۔ اشعیا نبی، میں کسی قدر مفصل تذکرہ ہے، انجیل کے ضمیموں یعنی رسولوں کے اعمال اور دیگر خطوط میں بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں اگرچہ دمشق کا جغرافیہ نہیں، مگر اُن سوالات کا جو دمشق کے متعلق بحیثیت دارالخلافت پیدا ہوتے ہیں مفصل جواب ہے۔ اور فلسفۂ تاریخ کے لئے قرآن شریف کی آیات بیّنات کا اصولاً حوالہ دیا گیا ہے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ اس بحث میں نہ پڑیں جس میں دنیاء اسلام ایک عرصہ سے مبتلا ہے۔ اور فی الحقیقت یہ ایک ایسی مشکل تھی جسے سلجھانا اگر ناممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور تھا۔ یہ امر نہایت آسان تھا کہ مؤرخانہ حیثیت کو پیش نظر رکھ کر ایسے پیچیدہ سوالات کو خاموشی کے ساتھ نظرانداز کر دیا جاتا۔ مگر تاریخ دمشق اس کے بغیر نامکمل ہے اس لئے جو کچھ قرآن شریف نے (ہماری رائے میں) خلافت کی نسبت فیصلہ کیا ہے۔ اُسے ظاہر کرتے ہوئے ہم نے ایک ناگوار مگر ایک مشکل عقدہ کو حل کر دیا ہے۔ اور ضمناً ہم نے ان اُمور کا تذکرہ بھی کر دیا ہے جو خلافت کے متعلق سمجھے جاتے ہیں۔

ہماری رائے کی تائید میں ہر ایک زمانہ ہے جو اسلام اور اس سے پیشتر دنیا پر گذرا ہے۔ اسکے ثبوت میں ہم قرآن شریف کو پیش کرتے ہیں جسکی آیات کا حوالہ ہم نے مختلف مقامات پر دیا ہے۔ اور تاریخی واقعات سے ظاہر کیا گیا ہے کہ "خلافت حفاظت اور تقویت مذہب کے لئے لازمی ہے۔ اور ایسی حکومت جس سے تقویت مذہب ہو خلافت ہے"۔ اس لئے ہماری رائے کا علمی و عملی ثبوت کتب مقدس اور تواریخ سے ہی ملیگا۔

کتب مقدس کا سمجھنا کچھ آسان کام نہیں۔ اور ایسی حالت میں جبکہ مفسرین نے انکی آیات کو معمّا بنا دیا ہے سخت مشکل ہے۔ اس لئے ہم نے بیشمار ضخیم تفسیروں اور تاریخوں کے مطالعہ کے بعد اور کسی قدر ملول برداشتہ ہو کر ان کتب مقدس ہی سے دمشق کے متعلق معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچایا۔ اور اس طرح یہ مشکل آسان ہو گئی۔ مگر ضمناً جو کچھ ان تفسیروں سے فائدہ حاصل ہوا اُس کا تذکرہ بھی کر دیا ہے۔ مفسرین میں سے توریت کے

مشہور پادری صاحبان ہیں جنہوں نے مختصر کتب مقدس یعنی بائبل کو بے شمار جلدوں میں لکھا ہے، اور ان میں سے بعض اشخاص نے شام اور ارض فلسطین کا سفر صرف اس لئے کیا کہ بائبل کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ کیونکہ بائبل کی زمین ملک شام اور مصر ہی ہے، قرآن شریف کے مفسروں میں سے محی الدین ابن العربی اور امام رازی قابل ذکر ہیں،

محی الدین محمد بن علی ابن العربی کی پیدائش مرسیہ، واقعہ ہسپانیہ میں بتاریخ ۱۷۔ ماہ رمضان ۵۶۰ھ / ۲۹ جولائی ۱۱۶۵ء میں ہوئی، ۱۱۷۳ء سے ۱۲۰۲ء تک ہسپانیہ میں ہی قیام رہا، اس کے بعد مشرق کا سفر کیا۔ اور مصر سے ہوتے ہوئے حجاز میں ایک عرصہ تک مقیم رہے اور اس جگہ فتوحات مکیہ لکھی۔ اس ضخیم کتاب کی پانچسو ساٹھ ۵۶۰ فصلیں ہیں، عالم مثال کے کرشمے اور کشف کی کیفیت اسی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے، اور اندازہ ہو سکتا ہے کہ طاقت خیال یا قلب انسانی کہاں تک پہنچ سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انسانی وجود میں کیا عجائبات رکھے ہیں، ابن العربی کی دوسری مشہور کتاب فصوص الحکم ہے، یہ کتاب مصنف نے محروسہ دمشق میں ۱۰ محرم ۶۲۷ھ میں لکھی۔ شیخ اکبر خود لکھتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خواب میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ یہ کتاب مجھے عنایت کی، اور فرمایا کہ اسے لوگوں کے پاس لے جاؤ اور شائع کرو، دنیا اس سے فائدہ اٹھائے گی چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی، یہی کتاب فصوص الحکم ہے، اس کی ستائیس فصلیں ہیں، اور ہر ایک فصل ایک ایک پیغمبر کے نام پر ہے، مثلاً حکمۃ الٰہیۃ فی کلمۃ آدمیہ، فص حکمۃ حقیقیۃ فی کلمۃ اسحاقیہ، فص حکمۃ علویہ فی کلمۃ موسویہ، فص حکمۃ فردیہ فی کلمۃ محمدیہ، شیخ اکبر نے حکمۃ سے مراد علم ہر نبی کی لی ہے، یعنی عالم ایک کتاب ہے اور اس میں اسما و صفات الٰہی کلمات ہیں، اور چونکہ پیغمبر انسان کامل ہیں اور انسان انہی اسماء و صفات کا مظہر ہے، اس لئے ہر ایک نبی میں جس اسم یا صفت کا ظہور بدرجہ اتم ہوا ہے وہ ایک کلمہ ہے، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کو اسم نور کا مظہر سمجھ کر ان تمام واقعات سے جو حضرت یوسف کو پیش آئے، اس اسم کی تحقیق کی گئی ہے،

اس کتاب میں شیخ اکبر نے مدارو قابلیت کا اظہار کیا ہے، اگرچہ اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر عین القضات ہمدانی فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا عالم مثال میں دیکھا اور ملاقات اور گفتگو سے استفادہ حاصل کیا۔ بالآخر مجھے معلوم ہوا کہ یہ میرا اپنا ہی خیال تھا اس لئے اس کتاب کو بھی شیخ اکبر کے خیال سے منسوب کرنا چاہئے، مگر اس میں کچھ شک نہیں یہ خیال

ایسا اعلیٰ درجہ کا تھا کہ بہت کم آدمیوں کے دماغ نے یہاں تک پرواز کی ہے۔ "فص آدمیہ" میں جو کچھ شیخ اکبر نے عالم کبیر و صغیر سے بحث کی ہے وہ نہایت لطیف ہے۔ ہم نے "خلافت" میں اسی بناء پر اصول وضع کئے ہیں۔

شیخ اکبر کی بے شمار تصنیفات میں سے قرآن شریف کی تفسیر بھی ہے جو ہماری نظر سے نہیں گذری۔ ایک تفسیر ساٹھ ۶۰ اور دوسری تفسیر پچانوے ۹۵ جلدوں میں ہے۔ "عرائس البیان" مشہور تفسیر ہے۔ اور بہت مختصر ہے۔ شیخ اکبر کی تصنیفات میں ابتدائی خیالات پائے جاتے ہیں۔ فصوص الحکم میں جہاں مختلف امور پر بحث کی ہے۔ فص موسوی میں فرعون کو مومن ثابت کیا ہے۔ اور اسکی مغفرت اور نجات کے مقر ہیں دلایل نہایت مضبوط ہیں۔ جو قرآن شریف کے آیات ہیں۔ صوفیہ کرام میں شیخ اکبر کا رتبہ مسلّمہ ہے۔ وحدت وجود کو رواج کھلے کھلے الفاظ میں سب سے پیشتر شیخ اکبر نے دیا۔ علماء اسلام نے ان کے مذہب پر حملہ کیا ہے۔ جس پر ہم بحث کرنا نہیں چاہتے۔ شیخ اکبر کی تصنیفات صوفیوں کے درس میں رہی ہیں۔ اور بالخصوص فصوص کی شرح مختلف زبانوں میں کی گئی ہے۔ ان میں سے مولانا جامی اور محب اللہ شاہ بہاری۔ اور حکیم سید محمد حسن امروہی کی شرح میں ہماری نظر سے بھی گذری ہیں۔ شیخ اکبر کا مذہب یہ ہے :۔

فلولاہ ولولانا — لما کان الذی کانا

فانا اعبد حقا — وان اللہ مولینا

وانا عینہ فاعلم — اذا ما قلت انسانا

اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔ اہل دوزخ بھی عذاب سے ایک خوشگوار ذائقہ میں ہوں گے۔"

خوارج | کتب مقدس کے ضمن میں اسلام میں مختلف فرقوں کا تذکرہ جو خلافت اور باہمی جھگڑوں کی وجہ سے پیدا ہو گئے۔ بیفائدہ نہ ہوگا۔ اور سچ پوچھئے تو یہ مضمون نہایت اہم تھا۔ اور ہمیں ڈر ہے کہ جو کچھ ہم نے ان فرقوں کے اصول و ابتدائی حالات کے متعلق لکھا ہے وہ ایک ناگوار بحث خیال کیجائیگی۔ اور ممکن ہے کہ اہل سنت ہمیں شیعہ اور شیعہ ہمیں خارجی اور خارجی ہمیں کافر سمجھیں۔ مگر جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ نہایت غور و فکر کے بعد لکھا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہماری رائے قابل وقعت ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے دل سے نکلی ہے۔ جس آزادی اور دلیری سے ہم نے اس امر کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ قابل تعریف نہیں مگر جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ اہل بصیرت کے لئے نظر انداز کرنے کے لائق نہیں۔"

خوارج کی وجہ تسمیہ عموماً مورخین نے یہی بیان کی ہے کہ اس جماعت نے اپنے آپ کو حضرت علیؓ کے لشکر سے علیحدہ کرلیا، اس لئے خوارج کے نام سے موسوم ہوئے، دیگر وجہ قرآن شریف کی متعدد آیات ہیں جو خروج فی سبیل اللہ کو قابل تعریف و اجر ثابت کرتی ہیں۔ *

بہرحال خواہ اس جماعت نے فی سبیل اللہ خروج کیا، یا سپاہ علیؓ سے خارج ہو گئے، مسلمانوں میں ایک مستقل فرقہ ہے اور ابتدائی زمانہ میں حضرت علیؓ کی خلافت اور بنو امیہ کی حکومت میں انکا آغاز ہوا۔ جنگ صفین میں اس فرقہ کی بنیاد پڑی، جس وقت امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کے درمیان خلافت کا فیصلہ بذریعہ حکمین ہوا۔ خوارج جو اس سے پیشتر حضرت علیؓ کے سرگرم معاون تھے ناراض ہو گئے اور کہا کہ علیؓ نے گناہ کیا ہے کہ خلافت کا فیصلہ دو شخصوں کے سپرد کر دیا ہے، لا الحکم الا اللہ، حضرت علیؓ نے نرمی اور ملاطفت سے سمجھایا مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور ان لوگوں نے اپنا ایک سردار انتخاب کیا، اور نہروان پایہ خلافت مقرر کیا، اس وقت ایک طرف تو حضرت علیؓ کوفہ میں اور دوسری طرف امیر معاویہ دمشق میں اور خوارج نہروان میں خلافت کی مشکلات کو سلجھانے کی کوشش کر رہے تھے، اول الذکر دونوں مدعی خلافت تھے، اور خوارج دونوں کا انکار کرتے تھے، ان کا منشاء یہ تھا کہ دونوں کو برطرف کر کے کسی اور شخص کو خلیفہ مقرر کیا جائے، اس لئے اس وقت دنیاء اسلام میں چار فریق تھے، ایک تو حضرت علیؓ کے معاون تھے، دوسرے امیر معاویہ کے مددگار تھے، تیسرے دونوں کے مخالف تھے، چوتھے سب سے الگ تھے، اور نتیجہ کے منتظر تھے کہ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، خوارج کے لئے نہایت مشکل کا سامنا تھا، کیونکہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونوں انکی بیخ کنی کے درپئے تھے، یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ایک گروہ جسکی تعداد ہزاروں تک تھی اور جس میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے، ایک ایسی بات پر اڑا ہوا تھا

حاشیہ نمبر ۱ :- خوارج اپنے آپ کو "شراۃ" بھی کہتے تھے۔ انکا قول تھا، انا شرینا انفسنا فی طاعۃ اللہ ای بعناھا بالجنۃ حین فارقنا الائمۃ الجائرۃ" (ہم نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں فروخت کر دیا ہے۔ یعنی بعوض جنت بیچ ڈالا اس وقت جبکہ ہم ظالم اماموں سے مفارقت کرینگے)۔ آیۃ "ومن الناس من یشری نفسہ الخ" میں بھی بیچنے کے معنی ہی ہیں۔

"خارجی" کے معنی یہ بھی ہیں کہ جو کسی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا اور بذات خود مختار اور سردار ہو، غالباً اس اصطلاح کا اطلاق انہی معنوں میں اس جماعت پر صحیح ہوگا، ہمیں اسکا علم نہیں کہ "خوارج" اپنے آپ کو دیگر فرقوں سے اسی نام سے ممیز کرتے تھے۔

جو بادی النظر میں سیدھی سادھی معلوم ہوتی ہے، مگر رفتہ رفتہ اس میں پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ اور اس درجہ مخالفت بڑھ گئی، کہ انکی نظر میں کل انصار بنو امیہ اور شیعان علی کافر تھے، خوارج کی ابتدا اور ان کے ابتدائی اصولوں پر جتنا غور کیا جائے خلافت اور امامت کا راز افشا ہوتا جائے گا اور اسکی حقیقت کھل جائے گی۔

اس امر سے انکار نہیں ہوسکتا کہ خوارج صوم و صلوٰۃ کے سخت پابند تھے، اور قرآن شریف کی تلاوت ان کا کام تھا، اور اس جماعت میں وہ لوگ بکثرت تھے جو بصرہ اور کوفہ میں ابتداءً آباد ہوئے، اور غالباً قراء تھے، ایک مومن مسلمان میں جو اوصاف ضروری ہیں وہ خوارج میں بدرجہ اولیٰ موجود تھے، ان کے شعار یعنی "لا الحکم الا اللہ" سے انکار نہیں ہوسکتا اور حضرت علیؓ نے بھی تسلیم کیا تھا، کہ یہ لوگ "اہل الصیام والصلوٰۃ" ہیں۔ قرآن شریف اس جماعت کے دل و دماغ پر نقش تھا۔ اور سنت رسول اللہ پر چلتے تھے، اور سچ تو یہ ہے کہ زاہد خشک تھے، حضرت علیؓ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم دنیا اسلام میں ایک مشہور خارجی گذرا ہے، اس شخص کی نسبت ابن اثیر لکھتا ہے کہ ابن ملجم اسی وقت گرفتار ہو گیا تھا حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حسنؓ نے اُسے باہر نکلوایا اور لوگ روغن، چٹائیاں، اور آگ لے کر جمع ہو گئے کہ زندہ جلا دیا جائے، عبداللہ بن جعفرؓ اور حسینؓ اور محمد بن حنیفہ نے کہا کہ اس کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ اُسے نہایت عذاب دردناک سے ماریں اور اپنا دل ٹھنڈا کریں، چنانچہ عبداللہ بن جعفر نے اسکے پہلے دونوں ہاتھ کاٹے، پھر پاؤں کاٹے، ابن ملجم نے اُف تک نہ کی۔ اور سورہ اقرا باسم ربک آخر تک پڑھتا رہا، اس کے بعد عبداللہ نے اسکی زبان پکڑ لی تاکہ اسے کاٹا جائے، ابن ملجم چلایا، اس سے سبب دریافت کیا گیا تو کہا "میں اس بات کو بُرا سمجھتا ہوں کہ دنیا میں زندہ رہوں اور اللہ کو یاد نہ کروں، جبتک میرے دم میں دم ہے میری زبان پر اللہ کا ذکر ہونا چاہیئے"

لوگوں نے زبان بھی کاٹ دی اور پھر آگ میں زندہ جلا دیا۔

ابن ملجم کا رنگ گندمی تھا اور اسکی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا جس وقت حضرت علیؓ کو مارا تو چلا کر کہا کہ "برب کعبہ میں اپنی مراد کو پہونچا"

مردوں کا تو کیا ذکر ہے۔ خوارج کی عورتیں بھی زہد و تقویٰ میں کم نہ تھیں، اور غیر خوارج کو جس نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں ذیل کی مثالوں سے واضح ہو جائیگا:۔

ایک دفعہ ایک خارجی عورت حجاج بن یوسف کے حضور گرفتار ہوکر آئی۔ حجاج نے اپنے اصحاب سے اس کے متعلق مشورہ کیا، سب نے کہا کہ اسے فوراً قتل کردو۔ عورت نے حجاج کو مخاطب کرکے کہا کہ "اے حجاج تیرے دوست کے وزرا تیرے اصحاب سے بہتر تھے" حجاج نے پوچھا "میرا دوست کون ہے" جواب دیا "فرعون" کہ اس نے اپنے وزرا سے حضرت موسیٰ کی نسبت پوچھا تو سب نے جواب دیا کہ "موسیٰ اور اس کے بھائی کو مہلت دینی چاہیئے"

اسی طرح ایک خارجی عورت کو حجاج کے پاس لائے۔ حجاج اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا اور وہ آنکھ اُٹھاکر بھی نہ دیکھتی تھی۔ ایک شخص نے اُسے کہا کہ "امیر تو تجھ سے کلام کرتا ہے اور تو اسکی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی" جواب دیا کہ "میں اس شخص کیطرف کس طرح دیکھوں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نگاہ نہیں کرتا" حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ نہایت استقلال اور صبر سے جان دی۔

عبیداللہ بن زیاد عراق کا عامل تھا۔ بصرہ میں ابوبلال مرداس بن ادیہ خوارج کا امام تھا۔ عبیداللہ کے جور وستم سے بصرہ میں پناہ ملنی مشکل تھی، اس لئے چالیس رفقاء کے ساتھ شہر کو چھوڑ کر بمقام "آسک" رہائش اختیار کی۔ عبیداللہ نے معبد بن اسلم الکلابی کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اس لڑائی کا نقشہ عیسی بن فاتک الخطی اس طرح کھینچتا ہے:-

فلما اصبحوا صلوا وقاموا ۔۔۔ الی الجرد العتاق مسومینا

فلما استجمعوا حملوا علیهم ۔۔۔ فظل ذوو الجعائل یقتلونا

بقیتہ یومهم حتی اتاهم ۔۔۔ سواد اللیل فیہ یراوغونا

یقول بصیرهم لما اتاهم ۔۔۔ بان القوم ولوا هاربینا

أالفا مسلم فیما زعمتم ۔۔۔ ویقتلهم بآسك اربعونا

کذبتم لیس ذاك کما زعمتم ۔۔۔ ولکن الخوارج مومنونا

هم الفئة القلیلة غیر شك ۔۔۔ علی الفئة الکثیرة ینصرونا

بیشمار تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ "خوارج" کی بغاوت کا محرک پاکیزہ خیالات تھے، اور وہ خود پرہیزگار لوگ تھے، اور جنگ وجدل میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مدنظر تھی۔ دنیوی اغراض جیسے دیگر فریق کم وبیش لڑ رہے تھے ان کے عقائد میں شامل نہ تھے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ خوارج ایسے لوگ تھے جو

اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے، اور یہ اس لئے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے سر برآوردہ ارکان کے خون کے پیاسے تھے۔ تعجب ہے کہ فی زمانہ یہ صورت نہیں لیکن اس وقت جبکہ ہجرت نے نصف صدی کا عرصہ بھی طے نہ کیا تھا، اس وقت جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب موجود تھے۔ اس وقت جبکہ لوگوں کے دلوں پر نبوت اور رسالت کا ادب تازہ تھا، اس وقت جبکہ لوگ جانتے تھے کہ اسلام کیا ہے۔ ہاں اس وقت جبکہ لوگ عملاً اسلام کے پابند تھے، تعجب ہے کہ اس وقت لوگوں کے خیالات ہمارے عقائد کے مخالف تھے، اگر ہم ٹھنڈے دل سے اپنے اور ان لوگوں کے اسلام، ایمان، افعال کا مقابلہ کریں، تو بین فرق نظر آئے گا، ان کا ایمان، ان کا قول ان کا فعل حقیقی اسلام تھا، وہ پکے موحد تھے۔ سچے خدا پرست تھے۔ اور ہم انسان پرست ہیں ہم گزشتہ زمانہ کے بزرگان دین کو ایک ایسے عالی مرتبہ پر دیکھتے ہیں یہاں ہم نہیں پہونچ سکتے۔ لیکن اس زمانہ میں یہ بزرگ ایک دوسرے کو ایسے درجہ پر دیکھتے تھے، جس میں ساوات تھی۔ اور اپنی ذات سے بالاتر صرف ایک ذات اللہ واحد القہار کو دیکھتے تھے۔ یہی اسلام تھا جسے وہ بخوبی سمجھتے تھے اور یہی بُت پرستی ہے جس میں ہم مبتلا ہیں،

خوارج نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور امیر معاویہؓ کو ظالم قرار دیا، اور ان کے برخلاف جنگ کرنا جہاد اور ثواب عظیم تھا، کیونکہ دنیا کو ظلم سے پاک کرنا ہر ایک شخص کا اعلیٰ فرض ہے، اس لئے ان کے عقائد میں خلافت ایک جزو مذہب ہے جس کا ہر ایک مسلمان مومن صالح مستحق ہے، اور خلیفہ اگر وہ کسی وقت خلاف احکام الٰہی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کام کرے برطرفی کے قابل ہے بلکہ واجب القتل ہے۔ طبری نے خوارج کی ابتدائی تاریخ مفصل لکھی ہے، وہ لکھتا ہے کہ خوارج کا یہ خیال تھا کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے قرآن شریف کے برخلاف کام کیا، اور ظلم اور خود پرستی کو روا رکھا، اس لئے وہ مستحق خلافت نہ تھے، ابو بکرؓ اور عمرؓ ہی ایسے شخص تھے جو خلیفہ برحق تھے کیونکہ وہ اللہ اور رسولؐ کے احکام کے پابند تھے اور تقویٰ پر ان کی بنیاد خلافت تھی، یہی مضمون اُس خط کا ہے، جو سماک بن عبید عامل مداین کو خارجی سرداروں نے لکھا تھا،

شبیب نے عبدالملک کے عہد میں خروج کیا، حجاج اس وقت عراق میں خوارج کی بیخکنی میں مصروف تھا، مطرف بن مغیرہ بن شعبہ مدائن کا عامل تھا، ایک دفعہ شبیب اپنے رفقاء کو ساتھ لئے ہوئے مدائن کے قریب اترا، مطرف نے شبیب کو کہلا بھیجا کہ کسی شخص کو ہمارے پاس بھیجو کہ ہم تمہارے خیالات پر غور کریں،

شبیب نے اپنے رفقاء میں سے بغیث بن بوید کو بھیجدیا، منطرف کے استفسار پر کہا کہ "ہم مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور جس چیز نے ہمکو ہماری قوم سے بدلہ لینے پر آمادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے حدود شرعی کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، مال غنیمت کو زور بازو کی کمائی سمجھ کر تصرف کرتے ہیں۔ اور خلافت بجبر وقہر حاصل کرتے ہیں مطرف نے کہا "چونکہ تم حق کی دعوت کرتے ہو، اور علی الاعلان ظلم کی بیخ کنی پر آمادہ ہو، اس لئے ہم تمہاری تقلید پسند کرتے ہیں۔ ان ظالموں، بیدینوں، اور بدعتیوں سے لڑنے پر ہم سے بیعت لے لو، کہ لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے اور شوریٰ سے کام کرنے کی دعوت کریں گے، جیساکہ عمر بن الخطاب نے کیا تھا، یہاں تک کہ کافہ اسلام جس سے راضی ہوں اسکو اپنا امیر بنائیں، کیونکہ عرب کو جب معلوم ہوجائیگا کہ شوریٰ سے مراد قریش کی رضامندی حاصل کرنا ہے تو خواہ مخواہ وہ کسی کی بیعت پر اتفاق کرینگے "

اگرچہ اس وقت شبیب مطرب کی بیعت پر راضی نہ ہوا، مگر شبیب کی وفات کے بعد مطرف نے بھی خروج کیا، اور جو کچھ ان لوگوں کی قسمت میں لکھا ہوا تھا اسکے بھی پیش آیا،

ایک دفعہ عبدالملک کے حضور دس خارجی پکڑے آئے، حکم دیا کہ قتل کردو، اس وقت آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا۔ اور ترشح ہورہا تھا۔ رعد گرجتا تھا اور بجلی چمکتی تھی، نو آدمی قتل ہوچکے تو دسویں کی باری آئی، اسکی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور کہا :-

فالق البرق بنجدیا فقلت له ... یا ایھا البرق انی عنک مشغول

یذ له العقل حیران بمعتکف ... فی کفه کحباب الماء مسلول

عبدالملک نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ اپنے وطن اور اہل کی محبت بیقرار کرتی ہے اور تو کسی پر عاشق ہے۔ کہا ہاں ؛

عبدالملک نے کہا اگر یہی اشعار پہلے پڑھتا تو تیرے رفقاء کو بھی آزاد کردیتا۔ اسکے بعد حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو،

خوارج نرے زاہد خشک ہی نہ تھے بلکہ شاعری اور شعراء سے بھی واقف تھے، عبدالملک نے دو شعروں کے صلہ میں ایک خارجی کو رہا کردیا، مگر بات یہ ہے کہ اس شخص کی قابلیت اور دلی درد کو محسوس کیا، اور ایسے شخص کا قتل نہایت سنگدلی کی دلیل تھی، مہلب عامل خراسان خوارج ازارقہ کی سرکوبی کے لئے ایک

لشکر جرار کے ہمراہ کوچ کر رہا تھا؛ ایک دن کمپ میں شور وغل کی آواز سنائی دی ؛ گھبرا کر خیمہ سے باہر نکل آیا۔ دیکھا کہ ایک خیمہ میں کچھ سپاہی آپس میں جھگڑ رہے ہیں معلوم ہوا کہ فرزدق اور جریر دو شعراء وقت کے اشعار کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک فریق فرزدق اور دوسرا جریر کو ترجیح دیتا ہے ؛ آخر مہلب کی آمد پر اسی کو حکم مقرر کیا گیا۔ مہلب نے کہا؛ استغفر اللہ۔ تمہارا یہ منشاء ہے کہ یہ دو کتے مجھے پھاڑیں، میں ان میں فیصلہ نہیں کر سکتا؛ ہاں خوارج ازارقیہ میں اکثر عربی بدو ہیں اور زباندانی میں کمال رکھتے ہیں انسے پوچھو وہ صحیح فیصلہ دیں گے ؛ اور ان کو ان کے بھونکنے کی پرواہ بھی نہیں ؛ دوسرے دن ایک خارجی عبیدہ بن ہلال اپنی صفوں سے باہر نکل کر مبارزطلب کرنے لگا۔ اس طرف سے ایک سپاہی مقابلہ کے لئے نکلا۔ لیکن لڑائی کے آغاز سے پیشتر مہلبی سپاہی نے پوچھا کہ " اتنا بتا دو۔ ان دونوں میں سے کون بہتر شاعر ہے ؛ فرزدق یا جریر ؛ عبیدہ نے کہا کہ " خدا تجھے غارت کرے ؛ بجائے اسکے کہ تو مجھسے قرآن شریف کی کسی آیت کی تفسیر یا فقہ کا کوئی مسئلہ دریافت کرتا ؛ شاعروں کی یاوہ گوئی کی نسبت سوال کرتا ہے ؛ آخر سپاہی کے اصرار پر جریر کا ایک شعر پڑھ کر جریر کے حق میں فیصلہ دیا ؛

خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں شوذب خارجی نے خروج کیا۔ اس وقت عبد الحمید بن عبد الرحمن بن زید بن خطاب والی کوفہ تھا ؛ آپ نے اس کے نام فرمان لکھا کہ جبتک خوارج فتنہ و فساد اور خونریزی کی ابتدا نہ کریں اس وقت تک اُن سے تعرض نہ ہونا۔ بصورت دیگر کسی بہادر مستقل مزاج جوانمرد کو سرکوبی کے واسطے روانہ کرنا ؛ محمد بن جریر بن عبد اللہ بجلی اس مہم کے افسر مقرر ہوئے ؛ عمر بن عبد العزیز نے ایک نامہ خارجی سردار کو لکھا کہ " اللہ اور اُس کا رسول تمہارے خروج سے خوش نہیں ہو سکتا کہ اس کے احکام مخالف ہے ؛ آؤ ہم باہم مناظرہ کریں۔ اگر ہم حق پر ہوں۔ تو تم اوس جماعت میں داخل ہو جاؤ جس میں کل مسلمان شامل ہیں ؛ اگر تم حق پر ہو تو ہم تمہارے عقائد پر غور کرینگے ؛ خارجی سردار نے عاصم کو معہ دیگر اشخاص کے مناظرہ کے واسطے بھیجدیا۔ یہ دلچسپ مناظرہ نہ صرف خوارج کے عقاید پر روشنی ڈالتا ہے بلکہ بنو امیہ پر لعنت ملامت کرنے والوں کے لئے بھی ایک معقول جواب ہے ؛ عمر بن عبد العزیزؓ نے عاصم کو پہلے سوال کا حق دیا ؛

عاصم نے کہا کہ " آپکے اوصاف حسنہ اور خصائل حمیدہ نے ہماری مشتعل طبائع کو سرد کر دیا ہے اور ابھی تک ہمارے دل و دماغ میں آپ کی امارت کے برخلاف کسی قسم کی کوشش ظہور میں نہیں آئی لیکن یہ بتاؤ کہ تمہیں خلافت کا استحقاق کس طرح پیدا ہوا۔ لوگوں کی رضامندی سے یا بزور غلبہ ؛ عمر بن عبد العزیز نے جواب دیا کہ

نہ تو مجھے اس کی خواہش ہوئی اور نہ میں نے اسے غلبہ سے حاصل کیا، ایک شخص نے میرے حق میں وصیت کی اور کسی شخص نے میری بیعت سے اختلاف نہیں کیا، چونکہ تمہارا یہی عقیدہ ہے کہ ہر ایک مومن مسلمان خلافت کا مستحق ہے۔ اور جس شخص کی خلافت پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے وہی خلیفہ برحق ہے؛ مگر عدالت کے لئے عدل شرط ہے؛ اس لئے اگر میں حق کا مخالف ہوں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں۔"
عاصم نے کہا کہ بیشک تم امیر عادل ہو، اور عوام الناس نے تمہاری بیعت پر اتفاق کیا، لیکن تمہارے رشتہ دار جن کے افعال و حرکات سے تم نے مخالفت کی ہے اور انہیں ظلم سے تعبیر کرتے ہو، اس قابل ہیں کہ تم ان سے بیزاری ظاہر کرو اور ان پر لعنت بھیجو۔ کیونکہ تم ہدایت پر ہو اور وہ ضلالت پر قائم رہے۔"
عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ "افسوس کہ تمہارے خروج کا مدعا تو صرف اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنا ہے مگر تم شارع حقیقت سے دور جا پڑے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کسی پر لعن کرنا شروع نہیں کیا۔ اور نہ رسول اللہ کو لاعن مبعوث کیا، ابراہیم خلیل اللہ نے کہا و من عصانی فانک غفور الرحیم؛ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ۔ میں نے ان کے اعمال کو مظالم سے تعبیر کیا ہے پس اس قدر ان کی مذمت کافی ہے؛ اگر گنہگاروں پر لعنت کرنا واجب ہے تو تم حق بجانب ہو کہ فرعون پر لعنت کرو، لیکن تم ایسا نہیں کرتے؛ اور وہ بدترین خلائق تھا۔ میں اپنے خاندان والوں پر کس طرح لعنت کر سکتا ہوں، کہ وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے؛ بیشک ظلم کرنے سے وہ کافر نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ رسول اللہ نے لوگوں کو ایمان و شریعت کی طرف دعوت دی۔ جو اس پر عمل کرے گا اس سے وہ فعل قبول کیا جائے گا۔ اور جو شخص کسی امر کا احداث کرے گا اس پر حد جاری کی جائے گی۔" عاصم نے کہا کہ یہ سب کچھ سہی۔ مگر رسول اللہ نے لوگوں کو توحید اور اقرار بما نزل علیہ کی بھی دعوت دی ہے۔" عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے توحید کا کبھی انکار نہیں کیا اور کبھی نہیں کہا کہ سنت رسول اللہ پر عمل نہیں کرینگے۔" اس لئے وہ کس طرح مورد لعن و طعن ہو سکتے ہیں۔" عاصم نے کہا کہ "بہر حال تم ان کے افعال کو مظالم سمجھتے ہو، اس لئے ان لوگوں سے بیزاری ظاہر کرو اور ان کے احکام کو رد کرو۔" عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ "تم ابوبکرؓ اور عمرؓ کو خلیفہ برحق سمجھتے ہو، صدیق اکبرؓ نے اہل ردت سے جنگ کی اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا، عمرؓ نے ان کو فدیہ کے ساتھ واپس کر دیا۔" اور ابوبکرؓ سے بیزاری ظاہر نہیں کی۔ اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے اور مثالیں پیش کیں اور خود خوارج کے باہمی اختلاف پر بحث کرتے ہوئے

کہا کہ " تم ایک دوسرے سے بیزاری ظاہر نہیں کرتے اور تم مجھے کہتے ہو کہ اپنے خاندان والوں سے تبرا کروں، حالانکہ مذہب و دین ایک ہی ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مردود کو مقبول اور مقبول کو مرجع نہ بناؤ، بیشک رسول اللہ نے اس شخص کو امن دی ہے، جس نے کلمہ شہادت پڑھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور اس کا مال و خون حرام فرمایا ہے، تم انہی کلمہ گویوں کو قتل کرتے ہو، اور غیر مذاہب والوں کو امن دیتے ہو اور ان کے مال و خون کو ناروا سمجھتے ہو "

اس مباحثہ کا اثر جو ہم نے ترجمہ ابن خلدون سے نقل کیا ہے یہ ہوا کہ عاصم نے خوارج کے عقاید سے توبہ کر لی۔ اور پھر لوٹ کر اپنے رفقا کے پاس نہیں گیا، کیونکہ اس واقعہ کے چند دن بعد عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا، اور عبدالحمید نے محمد بن جریر کو شوذب سے جنگ چھیڑنے کا حکم دیدیا، اگرچہ خوارج عاصم کی واپسی کے منتظر تھے، اور ابھی تک طرفین ایک دوسرے کے مقابلہ میں خاموش تھے، لیکن جب عبداللہ بن جریر کو آمادہ پیکار دیکھا تو سمجھ لیا کہ اس مرد صالح یعنی عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے یہ لوگ وعدہ کے خلاف جنگ کرنا چاہتے ہیں،

یہ خیال کہ اسلام نے ذاتوں کا امتیاز اٹھادیا ہے، اور "انما المومنون اخوۃ" اور مومنین میں مساوات ہے، بصورت علم تو ہر ایک شخص کے دماغ میں ہے۔ مگر خوارج نے اس کا عملی ثبوت دیا۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ زمانہ کی رفتار کو نہ سمجھے۔ اس لئے بقول حضرت علیؓ ان کے عقائد کا مدعا یہ تھا کہ لا امارۃ انتظام مملکت کے لئے حکومت ضروری ہے خواہ وہ حکومت اچھی ہو یا بری، لیکن امارت کی عدم موجودگی میں بدنظمی بری حکومت سے بھی بدتر ہے، ان لوگوں نے نیک نیتی سے بدنظمی کو رواج دیا، بہرحال اختلاف امت رحمت ثابت ہوا، کیونکہ خوارج نے اگر خلافت اور امارت کے معنی سمجھنے میں غلطی کی تو کم از کم اسلام کو ہمیشہ کے لئے کفر اور شرک کی آمیزش سے بچالیا، آجتک جس قدر بلند عمارتیں معماران قوم نے دنیا اسلام میں تعمیر کیں وہ اسی اصلاح کے بنیادی پتھر پر قائم ہیں جس کو خوارج نے پہلی نصف صدی ہجری میں خلافت کے پہلو میں رکھا۔ #

شعرا خلافت
جریر۔ فرزوق، اخطل

کتب مقدس اور مختلف تفسیروں۔ اور فرقوں۔ کے بعد شعرا دربار اموی کا تذکرہ نہایت دلچسپ ہے، ان میں سے جریر، فرزوق، اور اخطل، تین سر برآوردہ ہیں۔ ان کے اشعار میں، ایک خاص بات ہے جو دیگر شعرا کے کلام سے متمیز ہے، تینوں عراقی تھے،

حاشیہ نمبر ۲ بقول ابن خلکان اکثر اہل علم کا اجتماع اس بات پر ہے کہ جریر کا پایہ فرزوق سے بلند ہے،

لیکن فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے زبان عربی ہے، جریر اور فرزدق اور اخطل ہمعصر تھے، اوّل الذکر دونو حریف تھے، ان کے نقائض نے ملک شعر میں ایک عرصہ تک خوشگوار شورش برپا رکھی۔ لوگ اُٹھتے بیٹھتے مجلسوں میں، سپاہی کیمپ میں، جریر اور فرزدق کے شعر پڑھتے۔ اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے۔

بلکہ جریر کا رتبہ ہر ایک امر میں فرزدق سے بالا ہے، فخر۔ مدح۔ ہجا۔ نسیب میں فرزدق اسے نہیں پہونچتا۔ فخر یہ کہتا ہے:۔

اذا غضبت علیك بنو تمیم   حسبت الناس کلهم غضبانا

عبدالملک کی مدح میں لکھتا ہے:۔

ألستم خیر من رکب المطایا   وأندی العالمین بطون راح

راعی کی ہجو میں کہتا ہے:۔

فغض الطرف انك من نمیر   فلا کعبا بلغت ولا کلابا

نسیب میں کہتا ہے:۔

ان العیون التی فی طرفها حور   قتلتنا ثم لم یحیین قتلانا

یصرعن ذا اللب حتی لا حراك به   وهن اضعف خلق الله ارکانا

اس زمانہ میں جریر کے پایہ کا کوئی شاعر نہ تھا، مسعود ابن بشر نے اس کے اشعار مفصلۂ ذیل پڑھ کر جریر کو کل شعرا وقت پر ترجیح دی تھی:

ان الذین غدوا بلبك غادروا   وشلا بعینك لا یزال معینا

غیض من عبراتهن وقلن لی   ماذا لقیت من الهوی ولقینا

ان الذی حرم المکارم تغلبا   جعل النبوة والخلافة فینا

مضر أبی وأبو الملوك فهل لکم   یا خزر تغلب من أب کأبینا

هذا ابن عمی فی دمشق خلیفة   لو شئت ساقکم الی قطینا

ایک دفعہ جریر عبدالملک بن مروان کے پاس آیا اور اسکی مدح میں قصیدہ پڑھنا شروع کیا جس کے ابتدائی شعر یہ ہیں:۔

اتصحو ام فؤادك غیر صاح   عشیة هم صحبك بالرواح

اخطل، فرزدق، کا طرفدار تھا۔ ایک اور مشہور شاعر "راعی الابل" نامی تھا اگرچہ فرزدق نے ان کے خاندان بنونمیر کی ہجو اور جریر نے مدح کی تھی، مگر "راعی" نے فرزدق کو ترجیح دی، جریر کو برا معلوم ہوا۔ اور راعی کے پاس شکوہ کیا۔ راعی کا لڑکا خیدل بھی اس وقت موجود تھا، باپ کو کہا کہ اس سگ بنو کلاب (جریر) کو کیا منہ لگاتے ہو؟ جریر غضب میں آگیا، اور ایک ہجو کہی، راعی کے ساتھ بنونمیر کی بھی مذمت کی،

تقول العاذلات علاک شیب　　اھذا الشیب یمنعنی مزاحی

تعزت ام خیراۃ ثم قالت　　رایت الموردین ذوی لقاح

ثقتی باللہ لیس لہ شریک　　ومن عند الخلیفۃ بالنجاح

ساشکران رددت الی ریشی　　وانبت القوادم فی جناحی

الستم خیر من رکب المطایا　　واندی العالمین بطون راح

عبد الملک اس وقت تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ جریر نے جس وقت اس شعر الستم خیر من الخ کو ختم کیا۔ عبد الملک سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہا کہ اگر کوئی ہماری مدح کرنا چاہے تو اس طرح کرے،

ابو فراس ہمام الفرزدق اور جریر میں ہمیشہ ملک شعر میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے رہے، ایک دفعہ فرزدق نے چند شعر لکھے۔ جریر نے اس پر فرزدق کی ہجو لکھی،

لقد ولدت ام الفرزدق فاجرا　　فجاءت بوزار قصیر القوادم

یوصل حبلیہ اذا جن لیلہ　　لیرقی الی جاراتہ بالسلالم

تدلیت ترنی من ثمانین قامۃ　　وقصرت عن باع العلا والمکارم

ھو الرجس یا اھل المدینۃ فاحذروا　　مداخل رجس بالخبیثات عالم

لقد کان اخراج الفرزدق عنکم　　طھورا لما بین المصلی دوا قم

فرزدق نے جب یہ شعر سنے تو ایک طویل قصیدہ لکھا۔ چند شعر یہ ہیں:-

وان حراما ان اسب مقاعسا　　بابای الشم الکرام الخضارم

ولکن نصفا لو سببت وسبنی　　بنو عبد شمس من مناف وھاشم

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم　　واعتد ان اھجوا کلیبا بدارم

اس وقت فرزدق کی رہائش مدینہ میں تھی، مروان ابن الحکم والی مدینہ تھا۔ اہل مدینہ نے جب فرزدق کے اشعار

اور راعی کو منہ پر سناتا رہا۔ راعی نے شرمندہ ہوکر سر جھکالیا۔ جریر نے کہا۔"

فغض الطرف انک من نمیر　　فلا کعبا بلغت ولا کلابا

"شرم سے اپنی آنکھیں نیچے کرلے کیونکہ تو بنو نمیر سے ایک ہے یعنی کعب کا ہمسر نہیں۔ اور نہ کلاب میں سے ہے)۔ یہ ہجو ایسی زبان زد خلایق ہوئی کہ بے چارہ راعی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔

سُنتے تو مروان کے پاس جمع ہو کر کہا کہ اس شخص پر جو اس قسم کے اشعار ایسی جگہ جہاں ازواج رسول اللہ ہوں کہے حد شرع واجب ہے۔ مروان نے فرزدق کو حکم دیا کہ مدینہ منورہ سے تین دن کے اندر نکل جائے۔ فرزدق اس شعر میں اسی قضیہ کی نسبت کہتا ہے :-

توعدنی واجلنی ثلاثا　　کما وعدت لمهلكها ثمود

مروان نے ایک عامل کو لکھا کہ فرزدق کو گرفتار کرکے قید کیا جائے۔ اس کے بعد اپنے کئے پر پشیمان ہوا۔ تو ایک آدمی فرزدق کی طرف روانہ کیا۔ اس نے فرزدق کو یہ شعر مروان کی طرف سے سُنائے۔

قل الفرزدق والسفاهة کاسمها　　ان کنت تارك ما امرتك فاجلس

ودع المدینة انها مرهوبة　　واقصد لمكة اولبیت المقدس

واذا اجتنیت من الامور عظیمة　　فخذن لنفسك بالدفاع الاكیس

فرزدق نے یہ شعر سُنکر جواب میں لکھا کہ :-

أمروان ان مطیتی محبوسة　　ترجو الحباء وربها لم ییاس

وحبوتنی بصحیفة مختومة　　یخشی علی بها حباء النقرس

الق الصحیفة یا فرزدق لاتكن　　نكدا كمثل صحیفة المتلمس

ایک دفعہ سلیمان بن عبدالملک کے حضور میں ایک قصیدہ پڑھا جسکے آخری شعر یہ ہیں :-

ثلاث واثنتان فهن خمس　　وسادسة تمیل الی شمام

فبتن بجانبی مصرعات　　وبت افض اغلاق الختام

کأن مغالق الرمان فیه　　وجمر غضی قعدن علیه حام

سلیمان نے یہ شعر سُنکر کہا کہ تو نے خود زنا کا اقرار میرے سامنے کیا ہے۔ اور میں امام وقت ہوں۔ تجھ پر حد شرع واجب ہو چکی ہے۔ فرزدق نے سبب پوچھا تو سلیمان نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

بصرہ کو چھوڑا، مگر داغ بدنامی بنونمیر کے دامن پر سالہا سال تک رہا۔ بلکہ بنونمیر کی ہجو تو ضرب المثل ہو گئی،

جبیب کہتا ہے :-

فسوف یزید کو صنعتہ ھجائی　　　کما وضع الھجاء بنی نمیر

ایسے منہ پھٹ شاعروں کی قابلیتوں کا موازنہ اور ان کا محاکمہ اور فیصلہ کون کرتا۔ ہر ایک شخص ڈرتا تھا کہ اگر ایک کو ترجیح دیتا ہوں، تو دوسرا پیچھا نہ چھوڑے گا، جریر اور فرزدق نے ایک دوسرے کے برخلاف ہجو میں ایسے نامہذب اشعار کہے ہیں کہ صرف فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قابل تحسین ہیں، ورنہ بے نقط گالیاں فحش کلمات کا مجموعہ ہے، ہجو اور مدح میں دونوں اس پایہ کے شاعر ہیں، کہ ان کا نظیر اس زمانہ میں نہیں ملتا۔

"الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ" فرزدق نے کہا کہ "کتاب اللہ میں یہ ارشاد خداوندی آپ کی نظر سے نہیں گذرا۔ کہ "والشعراء یتبعھم الغاوون الم تر انھم فی کل وادٍ یھیمون۔ وانھم یقولون مالا یفعلون" میرا بھی یہی حال ہے۔ میرا قول و فعل یکساں نہیں، جو کچھ کہتا ہوں وہ نہیں کرتا" سلیمان مسکرایا اور انعام و اکرام سے کلام کی داد دی"

ایک دفعہ ایک بوڑھیا عورت فرزدق کے پاس آکر فریاد کرنے لگی کہ حجاج بن یوسف الثقفی نے تمیم بن زید کو بلاد سندھ کا والی مقرر کیا ہے اور اس نے اہل بصرہ میں سے لوگ منتخب کر کے ایک فوج مرتب کی ہے اس میں میرا بیٹا بھی ہے، اسکے سوائے میرا اور کوئی بیٹا نہیں اور وہی میرا نگراں حال تھا۔ اور زندگی کا سہارا تھا

فرزدق نے اس کے بیٹے کا نام دریافت کیا، کہا "خنیس"

فرزدق نے تمیم کو ایک منظوم خط لکھا،

تمیم بن زید لا تکونن حاجتی　　　بظھر فلا یعیا علی جوابھا

فھب لی خنیسا واحتسب فیہ منۃ　　　لعبرۃ ام مایسوغ شرابھا

اتتنی فعاذت یا تمیم بغالب　　　وبالحفرۃ الساقی علیھا ترابھا

وقد علم الاقوام انک ماجد　　　ولیث اذا ما الحرب شبت شھابھا

تمیم نے خط دیکھا تو بوڑھیا کے بیٹے کا نام صحیح نہ پڑھا گیا، چونکہ "خنیس" اور "جیش" میں تجنیس خطی ہے۔ اس لئے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ اسم خنیس ہے یا جیش ہے، حکم دیا کہ لشکر میں جو شخص ان ناموں کے ہوں تلاش کئے جائیں چھ آدمی ان دونوں اسموں کے ملے، سب کو فرزدق کے پاس روانہ کر دیا"

اس کے ساتھ اس درجہ دلیر تھے کہ خلفاء اور امراء سے بھی نہ چوکتے تھے۔ فرزدق اور جریر میں صرف شاعرانہ عداوت تھی، فی الحقیقت دونوں دلی دوست تھے۔ ایک دفعہ فرزدق نے ہشام بن عبدالملک کو اس طرح مخاطب کیا:۔

یقلب عیناکم تکن بخلیفۃ مشوھۃ حولاء جما عیوبھا

ہشام نے عامل عراق خالد بن عبداللہ القسری کو فرزدق کی گرفتاری کی نسبت لکھا، عامل مذکور نے گرفتار کر کے قید خانہ میں رکھا۔ آخر جریر کی سفارش سے رہائی ہوئی۔

جب جریر نے فرزدق کے مرنے کی خبر سنی تو زار زار رویا اور کہا۔ واللہ اب لطف زندگی باقی نہیں رہا۔ ایک دوست دنیا میں تھا وہ بھی چل بسا، وہ مجھ سے اور میں اس سے مشغول تھا، یہ نہیں تو جینے کا مزہ گیا۔

اخطل عیسائی تھا بظاہر قیود و تکالیف مذہب سے آزاد تھا، مگر اس پر بھی پاس مذہب تھا۔ ایک دفعہ گرجا میں گیا، پادری صاحب کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، اور معافی کا خواستگار ہوا۔ پادری صاحب نہایت سخت و سست کلمات کہے، اور آخر میں کہا "اے دشمن خدا کیا آیندہ تو لوگوں کی مذمت اور ہجا اور عورتوں کو بے عزت کرے گا"، اخطل نے توبہ کی، ایک شخص یہ باتیں سن رہا تھا۔ اخطل سے پوچھا کہ "تم تو خلیفہ کے دربار میں آتے جاتے ہو۔ اور لوگ تم سے خائف ہیں۔ اس پادری کے سامنے ہاتھ باندھے کیوں کھڑے تھے"، جواب دیا، یہ مذہب ہے جس کا پاس ہمارا ایمان ہے۔ مگر اخطل کی توبہ بھی توبہ ناصواب تھی۔

دی روز بہ توبہ شکستم ساغر
امروز بہ ساغرے شکستم توبہ

ایک دفعہ پادری صاحب کو گدھے پر سوار دیکھا، اپنی عورت کو مقدس بزرگ کا دامن چھونے کے لئے کہا، بیچاری حاملہ تھی، تیز قدمی سے بڑھی مگر گدھے کی دم تک ہاتھ پہونچا تھا کہ سواری آگے نکل گئی۔ اخطل نے تسلی دی کہ کچھ فکر نہیں سعادت دارین حاصل ہوگئی، پادری صاحب اور گدھے کی دم میں کچھ فرق نہیں"۔

ایک دن جریر عبدالملک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اخطل بھی آنکلا۔ عبدالملک نے جریر کی طرف اشارہ کر کے اخطل سے کہا کہ "اسے جانتے ہو" کہا "نہیں"۔ عبدالملک نے کہا کہ "یہی جریر ہے"۔ اخطل نے کہا "والذی عرفنی اعیا مراہ لک یا جریر ما عرفتک"، جریر نے کہا "والذی اعمی بصیرتک وادام خزیتک اقذ

عرفناك سيماك سيما اهل المنار"

ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت نے یزید کی بہن رملہ کی تعریف میں اشعار لکھے، شاعر و نکا کلام نقارہ خدا تھا۔ شہرت ہوئی تو یزید غصہ میں امیر معاویہ کے پاس گیا۔ اور کہا کہ عبدالرحمٰن نے آپ کی لڑکی کو رسوا کیا ہے، آپ کس طرح یہ گوارا کریں گے، امیر معاویہ نے کہا آخر اس نے کیا کہا ہے۔ وہ شعر میں بھی تو سنوں" یزید نے کہا ایک شعر یہ ہے :۔

هی بیضاء مثل لؤلؤة الغواص　　صبغت من لؤلؤ مكنون ؛

امیر معاویہ نے سن کر کہا کہ اس میں کونسی بری بات ہے، جو کچھ کہا ہے صحیح ہے" یزید نے کہا ایک اور شعر اس طرح ہے :۔

حاشیہ نمبر ۳۳ عبدالرحمٰن بن حسانؓ نے رملہ کے عشق میں چند شعر یہ بھی کہے تھے :۔

رمل هل تذكرين يوم عزال　　اذ قطعنا مسيرنا بالتمنی

اے رملہ تمہیں چشمہ والا دن یاد ہے، کہ جب میں نے بڑے شوق سے قطع مسافت کی تھی،

اذ تقولين عمرك الله هل شئ　　وان جل سوف يسليك عنی

جب تم مجھ سے یہ کہہ رہی تھیں کہ اللہ تمہیں زندہ رکھے کیا کوئی ایسی تدبیر ہے جو تمکو مجھ سے خوش کر دے۔ گو وہ تدبیر دشوار ہو، مگر مجھے بتا دو،

ام هل اطمعت منكم یا ابن حسان　　كما قد اراك اطمعت منی

اے ابن حسان کبھی میں نے بھی تم سے کسی بات کی خواہش کی ہے، جس طرح سے میں تمہیں اپنے لئے خواہش کرتا ہوا دیکھ رہی ہوں،

ایک دفعہ انصار کا وفد امیر معاویہ کے پاس آیا، عبدالرحمٰن بن حسان بھی ہمراہ تھے، امیر معاویہ نے عبدالرحمٰن کو کہا کیا یہ درست ہے کہ تم نے رملہ کو مخاطب کر کے کچھ عاشقانہ شعر کہے ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہے تو ہیں، لیکن میں نے اپنا مخاطب اسی کو بنایا ہے، جو حسن و جمال میں سب سے زیادہ فائق ہے، اس میں سے کونسی بری بات ہے۔ اور علاوہ ازیں ایک شاعرانہ خیال ہے،

عبدالرحمٰن کا باپ حسانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مداح تھا، شاعری ورثہ میں ملی تھی۔ ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن ام حکم نے فخریہ کہا، کہ ہم قریش ہیں اور خلفاء ہم سے ہیں، عبدالرحمٰن بن حسانؓ نے کہا :۔

واذا ما مستها لم تجدها　　فی نساء من المکارم دون

امیر معاویہ نے کہا بالکل صحیح ہے۔ یزید نے کہا ایک شعر اور بھی سنیں:۔

ثم حاضرتها الی القبة الحمراء　　تمشی فی مرمر مسنون

امیر معاویہ نے کہا، یہ تو سراسر کذب ہے، مگر شاعرانہ کلام ہے، تمہارا مدعا کیا ہے؟ یزید نے کہا: بس اس جھوٹ کی سزا دیں، وہ واجب القتل ہے، کہ خلیفہ کی لڑکی سے تعشق کا اظہار کرتا ہے۔ امیر معاویہ نے کہا: بیٹا، ایک شعر پر اگر یہ سزا تجویز کرتے ہو تو یاد رکھو کہ تمام دنیا میں بدنامی ہوگی، اور جو رسوائی اس وقت خیال کرتی ہو، اس سے بڑھ کر ہوگی، گھر گھر چرچا ہوگا۔ اور لوگ سمجھیں گے کہ جو کچھ عبدالرحمٰن نے لکھا ہے، صحیح واقعہ ہے۔ یزید چپکا ہو رہا، مگر جوش کم نہ ہوا، کعب بن جعیل کو کہا کہ دوست ہمارا بدلہ لو اور انصار کی ہجو لکھو۔[۴۴] کعب نے

واما قولک الخلفاء منا　　فهم منعوا وریدک من وداج

ولولاهم لکنت کحوت بحر　　هوی فی مظلم الغمرات داج

وهم وعج وولد ابیک ازرق　　کان عیونهم قطع الزجاج

حاشیہ نمبر ۴۴۔ کعب بن جعیل اچھا شاعر تھا، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید فاتح شام کی وفات پر مرثیہ لکھا:۔

الا تبکی وما ظلمت قریش　　باعوال البکاء علی فتاها

اے مخاطب تو نہیں روتا، قریش تو اپنے نوجوانوں کی موت پر بلند آواز میں رونے سے کوتاہی نہیں کرتے۔

ولو سئلت دمشق لاخبرتکم　　وبصری من ربا حر لکم حماها

اگر دمشق سے پوچھا جائے تو وہ تم سے بیان کرے گا۔ اور شہر بصرہ بھی بتا دیگا کہ کس نے وہاں کی چراگاہ تمہارے واسطے عام کر دی۔

وسیف الله اوردها المنایا　　وهدم حصنها وحمی حماها

اور کس نے سیف اللہ کو موت کی گھاٹ اُتارا۔ اور کس نے قلعے منہدم کئے۔ اور چراگاہیں محفوظ رکھیں۔

کہا کہ "مجھے تو معذور رکھو، میں ایمان لانے کے بعد شرک سے دور رہا ہوں، اور جن لوگوں نے رسول اللہ کی امداد کی بھلا ان کی ہجو میں کس طرح کرسکتا ہوں، البتہ ایک شخص کا پتہ دیتا ہوں، چونکہ وہ مشرک ہے۔ اس لئے اُسے نہ انصار کی پرواہ ہے نہ مہاجرین کی، اس کے بعد اخطل کا نام لیا۔ اخطل نے بھی انکار کیا اور کہا کہ "ہجو تو میں ضرور لکھتا، مگر امیر معاویہ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے"۔ یزید نے کہا "اسکا میں ذمہ لیتا ہوں"، آخر اخطل نے انصار کی ہجو لکھی:۔

ذهبت قريش بالمكارم كلها — سب بزرگیاں تو قریش لے گئے،

واللؤم تحت عمائم الانصار — اور انصار کے عماموں کے نیچے ملامت ہے،

قوم اذا حضر العصير رايتهم — جب ان لوگوں کے پاس دخت رز آئے۔

حمرا عيونهم من المسطار — تو تو انہیں شراب ترش کے نشہ میں متوالا دیکھے گا،

لعن الاله من اليهود عصابة — اللہ تعالیٰ یہودیوں کے گروہ کو لعنت کرے۔

بالجزع بين صليصل وحرار — جو اونٹ اور گھوڑوں کے درمیان شور مچاتے ہیں،

واذا نسبت ابن الفريعة خلته — جب فریعہ (قبیلہ انصار کی ماں کا نام ہے) کا بیٹا اپنا نسب بیان کرتا

كالجحش بين حمارة وحمار — ہے جس طرح گدھے کا بچہ گدھی اور گدھے سے پیدا ہوتا ہے،

فدعوا المكارم لستم من اهلها — تم بزرگیوں کو چھوڑ دو تم اسکے اہل نہیں ہو،

وخذوا مساحيكم بني النجار — اے بنی نجار تم اپنے پھاوڑے لیکر کام کرو،

ان اشعار کی شہرت ہوئی، نعمان بن بشیر الانصاری غصہ میں امیر معاویہ کے پاس گئے۔ اور سر سے عمامہ اُتار کر کہا۔ "کیا آپ کو کوئی ملامت نظر آتی ہے"؟ امیر معاویہ نے حیران ہوکر کہا "نہیں ملامت تو نظر نہیں آتی بلکہ خیر ہے"، نعمان نے کہا کہ عبد الاراقم نے پھر کیوں کہا ہے:۔

ذهبت قريش بالمكارم كلها — واللؤم تحت عمائم الانصار

امیر معاویہ سخت برافروختہ ہوئے اور کہا "تجھے اختیار ہے جو چاہو اس سے سلوک کرو"، نعمان نے کہا واللہ اسکی زبان قطع کردوں گا، پھر کہا:۔

معاوى الا تعطنا الحق تعترف — لحي الاسد مشدود اعليها العمائم

ايشتمنا عبد الاراقم ظلمه — وما ذا الذي تجري عليك الاراقم

فمالی ثاروون قطع لسانہ   فدوالک من ترضیہ منک الدراہم

اخطل نے سمجھا کہ اب خیر نہیں، یزید کے پاس گیا، یزید نے نعمان کو راضی کر لیا۔ اور ادھر اس سے کہا کہ پہلے یہ تو تحقیق کریں یہ ہجو اخطل نے کی ہے، چنانچہ گواہ طلب ہوئے، کسی نے گواہی نہ دی۔ اس طرح اخطل کی جان بچی۔

ایک دفعہ فرزدق۔ اخطل۔ اور جریر۔ سلمان بن عبدالملک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ سلمان اونگھنے لگا۔ اُٹھنے لگے تو سلمان نے کہا جب تک ہر ایک ایک شعر نہ کہو، بیٹھے رہو۔ اخطل نے کہا:۔

رماہ السکری فی رأسہ فکانہ   صریع سقی ما بین اصحابہ خمرا۔

سلیمان نے کہا۔ افسوس ہے تو نے مجھے شرابی بنا دیا۔

جریر نے کہا۔

رماہ السکری فی رأسہ فکانما   یری فی سواد اللیل قنبرۃ حمراء

سلیمان نے کہا افسوس ہے تو نے مجھے اندھا بنا دیا۔

فرزدق نے کہا:۔

رماہ السکری فی رأسہ فکانما   أمیم جلامید ترکن بہ وقرا۔

ہشام، عبدالملک، سلیمان، کے دربار میں تو شعرا رونق بزم تھے، عمر بن عبدالعزیز سے زاہد بھی اسکے مذاق سے خالی نہ تھے، مگر شعرا کی یہاں دال نہ گلتی تھی۔ نصیب بن رباح ایک دفعہ آیا۔ اجازت شعر گوئی نہ ہوئی۔ کہا " امیر المومنین میں نے شعر کہے ہیں۔ مگر الحمد للہ سے شروع کیا ہے۔ کہا۔ اچھا کہو۔

نصیب نے کہا:۔

الحمد للہ اما بعد یا عمر   فقد اتتنا بک الحاجات والقدر

فأنت رأس قریش وابن سیدھا   والراس فیہ یکون السمع والبصر

خلعت فاخرہ انعام میں دیا۔

ان شعرا کے علاوہ عہد بنو امیہ میں عتبہ بن شماس، جمیل، عمر بن ابی ربیعہ، قیس المعروف مجنون، مشہور شاعر ہیں۔

الف لیلہ

دمشق کے ماخذوں میں سے الف لیلہ بھی ایک ہے۔ دنیا کی کل زبانوں میں اس کا ترجمہ عربی سے ہوا، اور شاید اس قسم کی کوئی کتاب نہیں جسے ایسی عالمگیر شہرت حاصل ہوئی ہو۔ جسے ہر ایک شخص ہر ایک زمانہ اور ملک میں شوق سے پڑھتا ہو، اس کتاب کی خوبیوں میں ایک یہ بھی ہے۔ کہ اسکے قصے اگرچہ عموماً افسانے ہیں، مگر عربی زبان، عربی عادات، عربی اوضاع و اطوار، اور المختصر عربی زندگی کا نمونہ ہے، اور بعض قصے تو تاریخی واقعات ہیں۔ جن میں سے شعرا کا کلام اور خلفاء بنو امیہ اور عباسیہ کے دلچسپ حالات، مختلف شہروں بالخصوص بغداد، دمشق، مصر وغیرہ کے نظارے الف لیلہ کی وقعت کو بہ نسبت دوسرے قصص اور بعض حالات میں تاریخ سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں"۔

کہتے ہیں کہ ابتدا الف لیلہ ہزار افسانہ ہے جو فارسی زبان میں تھا۔ اور کسی ساسانی بادشاہ کے عہد میں لکھا گیا تھا۔ کتاب الفہرست اور مسعودی اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں۔ الندیم تو لکھتا ہے کہ میں نے اس کتاب کو دیکھا ہے، غالباً ۹۸۷ء میں دیکھا ہوگا۔ مگر اسکی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب بیہودہ کہانیوں اور بدمزہ قصوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کتاب کا موجودہ زمانہ میں تو کچھ پتہ نہیں ملتا، اگر کوئی ایسی کتاب الندیم کے وقت ہو تو بظاہر الف لیلہ کا نام ہزار افسانہ سے اخذ کیا گیا ہوگا۔ حکایات جو اکثر عربی شہروں اور عربی سلطنتوں اور خلفاء کے متعلق ہیں ہزار افسانہ سے کس طرح ترجمہ ہو سکتی تھیں، اور اگر ہزار افسانہ بقول الندیم ایسی ہی بدمزہ اور پھیکی کتاب ہی ہے تو الف لیلہ سے اسے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں دنیازاد اور شہرزاد فارسی نام ہیں۔ مگر یہ کوئی دلیل اس امر کی نہیں کہ الف لیلہ ابتدا میں فارسی زبان میں تھی، الندیم تو یہ بھی لکھتا ہے کہ سکندر اعظم کو کہانیاں سننے کا شوق تھا۔ اور اسکے ہمراہ قصہ خواں رہتے تھے، مگر اس وقت یہ کہانیاں جو سکندر اعظم کے روبرو بیان کی جاتی تھیں جمع نہ کی گئیں۔ بعد ازاں ہزار افسانہ کی صورت میں دختر بہمن کے واسطے لکھی گئیں۔ اگر الف لیلہ یونانی الاصل ہوتی تو کچھ قابل اعتبار تھا۔ مگر یونانی لٹریچر میں اس قسم کی کہانیوں اور حکایتوں کا پتہ نہیں ملتا، اور ہماری رائے ہے کہ الف لیلہ کسی غیر زبان کی ممنون نہیں"۔

دمشق میں ہم نے الف لیلہ سے بعض دلچسپ نظاروں کا عکس لیا ہے، بالخصوص بدرالدین حسن اور عمر النعمان اور دیگر ایسی حکایات سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے سین دمشق میں ہیں، ان حکایات سے کم از کم دمشق کی مختلف راہوں کا پتہ ملتا ہے۔

ابن جبیر
اور
ابن بطوطہ
اور
دیگر سیاح

سیاحوں میں سے ابن جبیر کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے، دمشق اور دیگر مقامات کے چشم دید حالات اس نے اس طرح بیان کئے ہیں کہ خود بخود تصور میں نقشہ کھنچتا چلا جاتا ہے۔ ابن جبیر اور ابن بطوطہ کا تذکرہ ہم بغداد میں کر چکے ہیں۔ اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں، اس جگہ سیاحان مغرب قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے اطالی سیاح "لوڈو۔ وی۔ کو۔ ڈی۔ ورتھمہ" Ludovico Di Varthema) دمشق میں ۱۵۰۳ء میں آیا۔ تعجب ہے کہ اس سیاح کی ذاتی حالات سے کسی شخص کو آگاہی نہیں، اگرچہ اسکے سفر نامہ کا ترجمہ یورپ کی کل زبانوں میں ہوا ہے، ہمارے مطالع میں انگریزی ترجمہ رہا ہے۔ "جون۔ونٹر۔جونس" نے اسکا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور "جارج۔پرسی۔ بیجر" نے اسپر حاشیہ چڑھایا ہے۔ اور چونکہ اکثر مقامات پر غلطیاں کی ہیں اس لئے اڈیٹر نے اسکی اصلاح بھی کی ہے، سیاح مذکور نے مصر، شام، عرب، فارس اور ہندوستان کا سفر کیا، شوق سیاحت ہی اسے یورپ سے ان مقامات پر کھینچ لایا۔ دمشق میں کچھ عرصہ مقیم رہا اسکے بعد قافلہ حاج کے ساتھ مکہ اور مدینہ منورہ میں گیا، اڈیٹر کا خیال ہے کہ اگرچہ سیاح مذکور نے اس امر کا اظہار مناسب نہیں سمجھا۔ مگر دمشق میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا، کیونکہ کسی غیر مسلمان کا ان ممالک میں جانا ممکن نہ تھا۔ ہماری رائے میں سیاح مذکور نے "جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ" پر عمل کیا، چونکہ اہل یورپ کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے دیکھنے کا بہت اشتیاق رہا ہے۔ اس لئے اسنے اپنی قدر افزائی کے لئے اپنے سفر نامہ میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات جو لوگوں سے دمشق میں سُنے لکھ دیئے، ان حالات کی تصدیق اہل یورپ کس طرح کر سکتے تھے۔ اس سے زیادہ انہیں بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ مدینہ منورہ کا ذکر کرتے ہوئے یہودیوں کی ایک بستی کی نسبت عجیب بے تکی ہانکتا ہے، اور اسی قسم کے اور حالات بھی لکھے ہیں جو بالکل غلط ہیں۔

دمشق کے متعلق سیاح مذکور لکھتا ہے کہ اس شہر کی خوبصورتی اور آبادی کا تذکرہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا ہے، میں چند ماہ اس جگہ رہا، اسی جگہ عربی سیکھی، اس کے بعد باشندگان شہر کی نسبت لکھتا ہے کہ "اسجگہ مور۔ مملوک، یونانی عیسائی، بود و باش رکھتے ہیں"۔ اسکے بعد قلعہ دمشق کا ذکر کرتا ہے کہ "اسے ایک فلورنٹائن مملوک نے بنایا تھا، یہ مملوک شاہ مصر کے ماتحت ہے، اور اس وقت یہی حاکم دمشق ہے"۔ یہ بیان صریحاً غلط ہے، اڈیٹر بھی اس غلطی کو تسلیم کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ قلعہ کی عمارت عربی وضع کی ہے"۔

لیکن سیاح مذکور یہ بھی لکھتا ہے کہ قلعہ کے ہر ایک گوشہ میں "فلورنس" کے آلات کا نقشہ بنا یا ہوا ہے"
یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ "فلورنٹائن مملوک نے ہی اسکی تعمیر کی ہے"، اسکے بعد شہر دمشق کی نسبت لکھتا ہے کہ
اسکی دولت وثروت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک قسم کے میوے اس جگہ دستیاب ہوتے ہیں۔ مگر پانی کی اس قدر
کثرت ہے کہ سیب اور ناسپاتی اچھی نہیں ہوتی گلاب کے پھول سرخ اور سفید بے نظیر ہیں۔ ایک نہر شہر میں بہتی ہے
مکانات کی بیرونی حالت خراب ہے۔ مگر اندرونی نقشہ حیرت افزا ہے، مختلف پتھر۔ سنگ مرمر۔ سنگ موسیٰ و
سنگ خارا وغیرہ سے مکانوں کو خوبصورت اور مضبوط بنا رکھا ہے۔ اور صحن میں فوارے تو عجیب دلکش نظارہ
ہے، مساجد بے شمار ہیں" اس کے بعد جامع اموی کا بالخصوص ذکر کرتا ہے کہ روم کے گنبد پطرس کے برابر ہے
اور اس جگہ حضرت ذکریا علیہ السلام کی قبر ہے" غالباً اسکی مراد حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ہے" اس کے
بعد شہر کے چار آہنی دروازوں کا ذکر کرتا ہے، حضرت عیسیٰ اور پولوس رسول کی روایتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے
خوش اعتقادی کی جھلک دکھاتا ہے، اڈیٹر نے اس موقع پر ایک پر معنی نوٹ دیا ہے کہ یہ سب غلط روایتیں
ہیں جسے دمشق کے عیسائی اب بھی خوش اعتقادی سے بیان کرتے ہیں،

"دار السلام" کے مصنف نے دمشق کے بہت مختصر حالات لکھے ہیں جو قابل ذکر نہیں،

"مارکوپولو" کا ضخیم سفرنامہ دمشق کی تاریخ سے معرا ہے، مگر دیگر شہروں کے حالات سے جو کچھ اس نے
لکھے ہیں کچھ تاریخ دمشق کے ماخذوں کا پتہ ملتا ہے،

ان یورپی سیاحوں کو ابن جبیر اور ابن بطوطہ سے کچھ نسبت نہیں، موخر الذکر سیاحوں کی علمیت اور
قابلیت کا اندازہ ان یورپی سیاحوں کے مقابلہ میں بخوبی ہو سکتا ہے، مگر اس امر کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے
کہ اس زمانہ میں جو کچھ سہولتیں مسلمان سیاحوں کو میسر ہو سکتی تھیں وہ عیسائی سیاحوں کو حاصل نہیں ہو سکتی ہیں
دنیاء اسلام میں ایک مسلمان سیاح اپنی ذاتی واقفیت کی وجہ سے ان امور پر بآسانی مطلع ہو سکتا ہے جو
غیر مذاہب کے معتقدین کے لئے مشکل اور بسا اوقات غلط فہمی کا موجب ہیں، اسلئے موجودہ زمانہ میں بھی
یورپی سیاحوں نے جو کچھ دمشق یا دیگر اسلامی ممالک کی نسبت لکھا ہے، ہمارے کسی مصرف کا نہیں، انکی
واقفیت محدود۔ اور ان کے معلومات کا دائرہ نہایت تنگ ہے، اور کسی قدر تعصب مذہب کا رنگ، بہت نمودار
ہے، مگر ان لوگوں کی ہمت قابل رشک ہے، کہ مردوں کا تو کیا ذکر ہے انکی عورتیں بھی سیاح ہیں، اور انکی
تصنیف میں ایک خاص بات ہے جو ان کے مردوں کی تحریروں میں نہیں۔ ان میں سے "اذسلے بیلا" برٹن

قابل ذکر ہے ؛"

سنہ ۱۸۳۲ء میں محمد علی پاشا والیٔ مصر کے بیٹے ابراہیم پاشا نے دمشق کو ترکوں کے مقابلہ میں فتح کیا، اگرچہ اس فتح کی خوشی چند روزہ تھی کیونکہ پھر ترکوں کا تسلط ہو گیا؛ لیکن اس باہمی جنگ و جدل کا ایک اہم نتیجہ یہ ہوا کہ دول یورپ کو شام میں مداخلت کا موقع مل گیا۔ اور عیسائی طاقتوں کے کونسل دمشق میں رہنے لگے؛ چنانچہ سنہ ۱۸۶۰ء میں انگریزی کونسل کپتان برٹن دمشق میں آیا؛ اس کے ہمراہ اس کی عورت ازابیلا برٹن بھی تھی۔ اس نے شام کے متعلق کچھ حالات لکھے ہیں، مگر دلچسپ ہیں۔ قافلہ حاج؛ اور دمشق کا عام نظارہ اور دمشق کے بازار اور دکانیں اور عمارتیں، دمشق کی آبادی اور مسلمانوں، عیسائیوں، اور یہودیوں کی معاشرت اور دیگر حالات عمدہ پیرایہ میں بیان کیے ہیں۔ ایک بات جو ازابیلا برٹن نے لکھی ہے وہ اسی کا حصہ ہے یعنی دمشق کی عورتوں کے حالات، ان کی روزانہ زندگی، اور شغل کا نقشہ اگرچہ سچا ہے۔ مگر مصنفہ کے طبعی رنگ کی نمائش بھی ہے ؛

دمشق کے بازاروں اور دکانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ازابیلا برٹن، ایک دکاندار کے حالات اور خوش طبعی کی باتیں، دلچسپ پیرایہ میں کرتی ہے۔ اس کا نام شیخ "ابو عتیقہ" ہے۔ یہ اصلی نام نہیں مگر چونکہ اس کے پاس قدیم زمانہ کی اشیاء اکثر موجود ہیں۔ اس لئے اسی نام سے مشہور ہے؛ اس کی دوکان میں ایک سوراخ ہے جو دروازہ کا کام دیتا ہے۔ اور بیرونی صورت نہایت بری ہے؛ اس دروازہ کے آگے ایک صحن ہے جو ایسی خراب حالت میں پڑا ہے کہ شیخ "ابو عتیقہ" کی مفلسی اور ناداری قابل رحم معلوم ہوتی ہے شیخ ترک ہے، لمبی سفید داڑھی، اور سر پر عمامہ آنکھوں میں عیاری؛ اور اوضاع و اطوار شریفانہ ہیں۔ روپیہ پیسہ کے معاملہ میں اس قدر حریص اور کوڑی کے فائدہ پر اس قدر جدوجہد کرتا ہے کہ میں نے مدت العمر میں صرف اسی ایک مسلمان کو ایسا تنگدل دیکھا ہے؛ کیا تعجب ہے کہ اس کی ماں یہودی الاصل ہو؛ اگر قیمت کسی شئے کی کم لگاؤ تو اس قدر ترش رو اور چیں بجبیں ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ خیال پیدا ہوتا ہے؛ کہ ناراض ہو گیا؛ غصّہ میں ایک دفعہ دو تین مٹی کے برتن پھوڑ دیئے؛ داڑھی نوچ لی؛ عمامہ سر سے پھینک دیا؛ اور ایک کوٹھری میں چلا گیا؛ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں نے بوڑھے شریف آدمی کو بیٹھے بیٹھے ناراض کر دیا؛ اس لئے تلافی مافات کے لئے اس کے پیچھے گئی؛ بیرونی صحن سے گذر کر ایک دروازہ میں داخل ہوئی تو تصویر حیرت بن گئی؛ ایک وسیع پختہ صحن جس میں سنگ مرمر کا فوّارہ صاف شفاف پانی کا اچھلنا، سرخ مچھلیوں کا کھیلنا۔

سنگترہ اور لیموں کے درختوں کی قطار اور نہایت نادر اور بیش قیمت اشیا کا انبار۔ ایک کیفیت تھی جو بیان نہیں ہوسکتی۔ شیخ "ابو عتیقہ" کے ظاہر اور باطن میں کس قدر فرق ہے، جب میں اسے طمع دنیاوی پر ملامت کر کے کہتی ہوں، کہ مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہوگا۔ اور تیرے اعتقاد کے مطابق سود خواری تجھے جہنم کے کس درجہ میں پہنچائے گی۔ اور تیرے بعد اس دولت کے کون وارث ہوں گے، تو اسکے چہرہ پر پژمردگی چھا جاتی ہے۔

کافی سے تو ہر ایک شخص تواضع کرتا ہے۔ لیکن شیخ "ابو عتیقہ" مٹھائی بھی کھلاتا ہے، جو خوش ذائقہ ہے۔ شیخ غلط فہمی سے یہ سمجھتا ہے کہ اس میں کچھ نشہ ہے، اور جب خریدار اسے کھاتے ہیں تو زیادہ قیمت دیتے ہیں، اور بہت چیزیں خریدتے ہیں۔ میںنے کچھ اشیا طلب کیں اور پوچھا "کیوں شیخ! اسکے دام کتنے ہیں؟"

شیخ — "اللہ شاہد ہے، کہ اگر میں ایک ہزار فرانک کے عوض بھی دوں تو تحفتہً دیتا ہوں نفع تو کچھ نہیں، مدعا یہ ہے کہ آپ خوش ہوں، اور اپنی تشریف آوری سے کلبۂ احزان کو منور فرمایا کریں۔"

میں — "شیخ! تم تو بھکی باتیں کرتے ہو، ایک سو فرانک اگر منظور ہو تو معقول قیمت ہے، (اتنا مجھے معلوم ہے کہ اسکی قیمت تین اور چار سو فرانک کے درمیان ہے)۔ شیخ کا چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے، مگر وہ اس غصہ کو ضبط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور بے اعتنائی سے ایک طرف چلا جاتا ہے، گویا مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اور پھر اور مٹھائی لاتا اور پیش کرتا ہے۔ ہر ایک لقمہ پر پچاس فرانک بڑھا کر پانچسو فرانک پر فیصلہ ہو جاتا ہے اگرچہ شیخ کو اس میں بہت فائدہ ہے۔ مگر یورپ میں ان اشیا کی اس سے بہت زیادہ قیمت ہے، شیخ دروازہ تک آتا ہے اور بار بار کہتا ہے۔ "واللہ تم نے تو مجھے لوٹ لیا"

"اُزبے بلا برٹن" کو ابتدا ہی سے سیاحت مشرق کا شوق تھا۔ اور اس لئے اسنے جو کچھ دیکھا شوق سے دیکھا۔ اور ان کے متعلق جو کچھ لکھا، اچھا لکھا۔ افسوس ہے کہ اسکے خاوند کپتان برٹن نے پولیٹکل معاملات میں کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا کردیں اور لوگوں کی نظروں میں اس طرح کھٹکنے لگا کہ دمشق میں رہنا دشوار ہوگیا۔ اس لئے انگریزی حکومت نے اسے واپس بلالیا۔ اُزبے بلا کو بھی ہمراہ جانا پڑا۔

کپتان برٹن پہلا عیسائی شخص ہے جس نے مسلمانوں کے مقدس شہروں کو دیکھا۔ اسکے متعلق اسکی ایک مشہور تصنیف ہے۔ پورٹر کی ہینڈبک شام اور ارض فلسطین کے سیاحوں کی رہنما ہے۔ یہ کتاب بھی

انگریزی میں ہے، دمشق کے مختلف راستوں اور منزلوں، اور دمشق کی مشہور عمارتوں اور بازاروں اور مختصر تواریخ شہر اور دیگر حالات بیان کئے گئے ہیں، مگر اس میں وہ بات نہیں، جو ازسے بلا کی تحریر میں ہے، دمشق کے متعلق چند نقشے بھی ہیں جو "فرگوسن" کی کتاب فن عمارات سے نقل کئے گئے ہیں۔"

ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی شہاب الدین خاص شکریہ اور تذکرہ کا مستحق ہے۔ بچپن میں ایک تاجر عسکر بن ابی نصر ابراہیم الحموی کے ہاتھ پڑا۔ تاجر مذکور بغداد میں کاروبار کرتا تھا۔ اور دیگر ممالک میں اسکی تجارتی کوٹھیاں تھیں، یاقوت بحالت غلامی اس کے ہاتھ بکا، عسکر لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا، البتہ تجارت کے اصولوں سے خوب واقف تھا۔ یاقوت کو کتابت کی تعلیم دلوائی۔ اور تجارت سکھائی اس کے علاوہ یاقوت نے نحو اور لغت میں بھی مہارت حاصل کی، عسکر نے یاقوت کو اپنے کام میں لگایا اور بہت فائدہ اٹھایا، اس کے بعد یاقوت کو اپنا بیٹا بنالیا، اور قید غلامی سے آزاد کردیا، عسکر نے مال تجارت کے ساتھ یاقوت کو دیگر ممالک کیطرف روانہ کیا۔ تجارت کی بدولت مختلف ملکوں اور شہروں میں سفر کیا، اور اس طرح کتاب "معجم البلدان" کا مصالح بہم پہونچاتا رہا۔ یاقوت نے ابتدائی عمر میں خوارج کی چند کتابوں کا مطالعہ کیا، اس کا اثر اس کے دل ودماغ پر ایسا ہوا کہ متعصب خارجی ہوگیا۔ ۵۹۶ھ میں دمشق میں آیا، دمشق کے بازاروں کی سیر کررہا تھا کہ اس کی نظر ایک آدمی پر پڑی کہ ایک دکان پر بیٹھا حضرت علیؓ کے مناقب بیان کررہا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص یاقوت کا شناسا تھا اور بغداد کا رہنے والا تھا یاقوت سے اس وقت رہا نہ گیا۔ اور شخص مذکور سے بحث شروع کردی۔ باتوں باتوں میں چند سخت متعصبانہ کلمات حضرت علیؓ کی شان کے برخلاف یاقوت کے منہ سے نکلے۔ اس وقت لوگوں کا ہجوم ہورہا تھا، سخت برافروختہ ہوئے، اور یاقوت نے دیکھا۔ کہ اب خیر نہیں اور چپکے سے کھسک گیا۔ اہل دمشق نے والی کو اطلاع دی۔ یاقوت کی گرفتاری کا حکم صادر ہوگیا، یاقوت حیران و پریشان دمشق سے بھاگا اور حلب کا راستہ لیا۔ یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اب دھرے گئے، مگر خیر گذری، حلب سے موصل اور موصل سے اربل اور اربل سے خراسان کی طرف گیا۔ بغداد میں داخل نہ ہوا، یہی ڈر تھا کہ مبادا دمشق کے مناظرہ کی کیفیت روایتاً اس جگہ بھی پہونچ گئی ہو اور اس کے پاداش میں قتل نہ کیا جاؤں، خراسان میں رہ کر مختلف بلاد کی سیر کرتا رہا، اور آخر خوارزم میں آیا۔ ۶۱۶ھ ہجری کا واقعہ ہے کہ تاتاریوں اور سلطان محمد بن تکش خوارزم شاہ کے مابین جنگ ہوا اور تاتاریوں کی ترکتازی کے باعث یاقوت کو اس جگہ بھی امن نہ ملا، بحالت خستہ موصل میں آیا اور پھر سنبھار۔

اور بعد ازاں حلب میں آیا، اور اسی جگہ وفات پائی۔ اس کی بیشمار تصانیف اور تالیفیں، معجم البلدان، دمشق کے ماخذوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب میں یاقوت نے مختلف ممالک اور بلاد وغیرہ کا تذکرہ نظم و نثر میں کیا ہے۔ فی الحقیقت یہ کتاب لغات جغرافیہ ہے۔ یاقوت نے اسے آٹھ جلدوں میں ختم کیا ہے اور مضمون کو اپنی قابلیت کی وجہ سے نہایت دلچسپ بنا دیا ہے۔

یاقوت کا انتقال ۶۲۶ھ میں ہوا۔ محمد امین خانجی نے اس کے ساتھ دو اور جلدیں منجم العمران بھی ملحق کر دی ہیں۔ جو بطور تتمہ معجم البلدان کی شرح ہے۔ اور علاوہ ان ممالک کا بھی تذکرہ ہے جو یاقوت نے نہیں لکھا۔

تواریخ ابن خلدون، ابن خلکان وغیرہما: مؤرخین میں سے ابن خلدون، ابن خلکان، طبری، اور ابن اثیر، ابن عبدربہ، گبن، وغیرہ کی تصانیف دمشق کے ماخذوں میں سے ہیں۔

ابو عمر احمد بن محمد بن عبدربہ بن حبیب بن حدیر بن سالم القرطبی کے معلومات کا خزانہ اس کی کتاب "عقد الفرید" ہے۔ تین جلدوں میں لکھی ہے۔ درحقیقت بیش قیمت موتیوں کا ذخیرہ ہے۔

ابن عبدربہ نے اس کتاب میں تاریخ کے معنوں کو بہت وسعت دی اور اسکے ہر ایک پہلو پر نظر کی ہے۔ اگرچہ عقد الفرید ایک ادب کی کتاب ہے۔ مگر ہم اس کو تاریخی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔

ابن عبدربہ شاعر بھی تھا۔ اور صاحب دیوان ہے۔ لکھتا ہے :-

یا ذا الذی خط العذار بوجہہ	خطین ھاجر جالوعۃ وبلابلا
ما صح عندی ان لحظک صارم	حتی لبست بعارضیک حمائلا

قرطبہ میں اموی خلفاء کے زیر سایہ پرورش پائی۔ اس لئے ان کی مدح میں رطب اللسان ہے۔ منذر بن محمد بن عبدالرحمن بن الحکم بن ہشام ابن عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان الحکم کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جس میں دو شعر یہ ہیں :-

بالمنذر بن محمد	شرفت بلاد اندلس
فالطیر فیھا ساکن	والوحش فیھا قد انس

ان اشعار نے شہرت حاصل کی، تو ابو الحسن علی بن محمد الایادی التونسی نے ابی تمیم معد المعز لدین اللہ کے اشارے سے اس کا جواب لکھا مطلع یہ ہے :-

ربع لزینب قد درس	واعتاض من نطق خرس

ابن عبد ربہ نے لکھا:-

نعق الغراب فقلت اکذب طائر ان لم یصدقہ رغاء بعیر

لھن الوجی ماکن عونا علی النوی ولا زال منھا طالع وحسیر

وما الشؤم فی نعق الغراب ولعبہ وما الشوم الا ناقتہ وبعیر

پیدائش ۲۴۶ھ اور وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی، قرطبہ میں بنی عباس کے مقبرہ میں دفن ہوا۔ ابن خلدون، ابن خلکان، طبری۔ ابن اثیر، ابو الفدار، الواقدی کی شہرت کسی تذکرہ کی محتاج نہیں، مسعودی کا پایہ بلحاظ سیاح کسی سے کم نہیں۔ مروج الذہب جو اسکی کتاب اخبار الزمان کا خلاصہ ہے جو ساٹھ جلدوں میں ختم ہوئی۔ اسکی علمی قابلیت، فضیلت اور تحقیق کا بیّن ثبوت ہے۔ علم ہیئت۔ تواریخ۔ جغرافیہ۔ ہندسہ وغیرہ وغیرہ پر اسے کامل عبور تھا۔ سواحل جنوبی ہند۔ افریقہ۔ اور تمام بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد مسعودی نے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کو مروج الذہب میں بالاختصار لکھا۔ اخبار الزمان غالباً زمانہ کے ہاتھوں غارت ہوگیا، مروج الذہب میں مسعودی اس کا حوالہ دیتا ہے۔ افسوس یہ مفصل تذکرہ اب کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔

گبن کی کتاب جو اس نے رومن امپائر کے تنزل و بربادی کے اسباب پر لکھی ہے، تاریخ میں مسلمہ شہرت اور عزت حاصل کر چکی ہے، ہماری رائے ہے کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے اس میں تعصب کو دخل نہیں، جو کچھ مسلمان مؤرخین کی تحریروں سے رطب و یابس دستیاب ہوا اس پر کسی قدر بلا تحقیق حاشیہ چڑھا کر بعض متعصب عیسائی مؤرخین کی تائید کی جو صرف اسکی عدم واقفیت کی وجہ سے ہمارے کسی مصرف کی نہیں،

سید علی الحریری کی کتاب الاخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ، ابن عرب شاہ کی کتاب عجائب المقدور فی اخبار تیمور، سٹینلی لین پول کی، سیر سنک ارٹ، آر بتھنوٹ کی اربک اوتھرز، نکلسن کی لٹریری ہسٹری آف دی عرب، اوکلی کی ہسٹری آف دی سیرسین، گلمین کی "دی سیرسین"، جرجی زیدان کی تاریخ التمدن الاسلامی۔ اور علاوہ ازیں انسکلوپیڈیا برٹینیکا، ناسخ التواریخ، روضتہ الصفا، تمدن عرب، ایسی کتابیں ہیں جو دمشق کے حالات پر مزید روشنی ڈالتی ہیں،

دمشق کے ماخذوں کا تذکرہ بالتفصیل کر کے ہم طول دینا نہیں چاہتے۔ ان کتابوں کے علاوہ جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے ایسی کتابیں اور مضامین بھی ہیں جو گذشتہ سالوں میں ہمارے مطالع میں رہے ہیں۔ ان کا تذکرہ بخوف طوالت ترک کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی تعداد بیشمار ہے "+

دمشق کے تذکرہ میں ضمناً ہم نے مختلف شہروں کے حالات بالاختصار لکھ دیئے ہیں۔ اگرچہ یہ شہر اسلامی دار الخلافت کا فخر حاصل نہیں کر سکے۔ مگر بہ لحاظ آبادی اور دیگر تواریخی واقعات اسلامی شہر ہیں ہم امید نہیں کرتے کہ دنیاوی مشاغل اور زندگی کے گنتی کے ایام سے ہمیں اتنی فرصت ملے کہ ان شہروں کے مفصل حالات لکھیں۔ اس لئے دمشق کے حاشیہ میں انہیں بھی جگہ دی گئی۔

بعض کتابیں جن کا حوالہ دیا گیا ہے ہماری نظر سے نہیں گزریں، دیگر مؤرخین کے ذریعہ ان کی تحریروں کا اقتباس ملا ہے، مثلاً ابن عساکر کی تاریخ دمشق، یاقوت اور علامہ جلال الدین سیوطی اور دیگر مؤرخین نے اپنی کتابوں میں اس کا جابجا حوالہ دیا ہے، افسوس ہے کہ یہ کتاب جو علامہ موصوف نے اسی جلدوں میں لکھی ہے ابھی تک ابتدائی حالت میں پڑی ہے۔ مسلمانوں کے علمی مذاق کا قیاس اسی سے ہو سکتا ہے کہ یہ قلمی نسخہ جو حافظ ابو القاسم ابن عساکر نے نصف صدی میں لکھا اور چھٹی صدی ہجری کی بہترین یادگار ہے ابھی تک دمشق کے کتب خانہ میں بیکسی کی حالت میں پڑی ہے، شکر کا مقام ہے کہ یہ بیش قیمت اور نادر تحفہ جو زمانہ سلف میں ایک بزرگ کی اسلامی علمی خدمت کا نمونہ ہے زمانہ کی دستبرد سے بچ رہا ورنہ اسکے ساتھ مشاہیر اسلام کی ایک طویل فہرست بھی ضائع ہو جاتی۔"

اکثر اصحاب کے مطالعہ میں عیسائی یورپی مؤرخین کی تحریریں رہی ہونگی، اور وہ غالباً اس نتیجہ پر پہونچے ہوں گے، کہ ان میں سے اکثر جو کچھ لکھتے ہیں نیک نیتی سے لکھتے ہیں، مگر چونکہ ان لوگوں کو اسلام کے مطالعہ کرنے کا موقع ہمارے اسلامیوں کی طرح نہیں ملا، اس عدم واقفیت کے باعث وہ ایسے امور کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جو عموماً حاسد بدبیں کا کام ہے، اور بعض اوقات ایسے حملے بھی کرتے ہیں جو تعصب مذہبی کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے، ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں، اور اس قابل نہیں سمجھتے کہ تردید کی تکلیف گوارا کریں، الحمد للہ کہ ہم عیسائیت سے بخوبی واقف ہیں، جو کچھ ہم نے اس پر لکھا ہے اسکی سند ہمارے پاس موجود ہے اور کسی عیسائی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا،

ہم نے بعض تواریخی واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن اثیر، طبری اور دیگر مؤرخین سے اختلاف رائے کیا ہے۔ اور فلسفۂ تاریخ کو مدنظر رکھکر بحث بھی کی ہے، منقولی اور معقولی دلائل کو اگر شرح و بسط کے ساتھ لکھا جاتا تو اصل مدعا فوت ہو جاتا، اس لئے ہم نے روایتوں کے ضعف ظاہر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ اور اس سے ہمارا مدعا صرف یہی ہے کہ ان روایتوں کو غیر معتبر ثابت کیا جائے، اور واقعات کی اصلیت

کو ظاہر کیا جائے؛ ممکن ہے کہ ہماری رائے غلط ہو اور کسی آئندہ زمانہ میں زیادہ تحقیق یا کسی اور ذریعہ سے ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑے؛ اس امر کے لئے ہم ہر وقت تیار ہیں؛ جیسا کہ ہم نے "دمشق" میں بغداد کی غلطیوں کی صحت کر دی ہے؛

الشام

براعظم ایشیا کا وہ غربی گوشہ جہاں دودھ اور شہد موج مارتے ہیں جسکے ساحلوں کی بحیرۂ روم پا بوسی کرتا ہے اور فی الحقیقت یورپ اور افریقہ کے مُنہ میں بہ تمنا وصل پانی بھرا ہوا ہے؛ جس کے مشرق میں دریائے فرات بہتا ہے جو صبح آفرینش سے باغ عدن کو سیراب کرتا ہے؛ "شام" کے نام سے مشہور ہے؛ یہ قطعہ زمین جسے قدرت نے پہاڑوں۔ دریاؤں اور سمندروں اور ریگستانوں کی آغوش میں پرورش کیا ہے خلاصہ دنیا ہے؛ اور بہ لحاظ موقع اور پیداوار اور آب و ہوا "ارض موعود" کا فخر تمام کرۂ ارض میں اسکے سوا کسے ہو سکتا تھا؟

حاشیہ نمبر ۵ و ۷ - اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ فرمایا کہ شام کا ملک آنحضرتؐ کی اولاد کو دونگا؛ اور یہی وعدہ حضرت موسیٰ سے بھی کیا گیا؛ اور اسی لئے ملک شام "ارض موعود" کے نام سے موسوم ہے۔ "ارض موعود" کے حدود پیدایش باب ۱۵- آیت ۱۸ میں دریائے مصر اور دریائے اعظم فرات لکھے ہیں؛ دریائے مصر سے مراد نیل کی مشرقی شاخ ہے۔ آیت ۱۹ میں اُن اقوام کا نام بتایا ہے جو اس وقت شام میں آباد تھیں؛ اسی باب کی دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی رہائش "حوران" کے دامن میں تھی جو ارض موعود میں شامل ہے۔ حضرت داؤدؑ کے زمانہ تک بنی اسرائیل اس تمام زمین پر قابض نہیں ہوئے جس کا وعدہ ان کے باپ دادا سے ہو چکا تھا۔ اگر کبھی ان کا قبضہ ہوا تو چند روزہ تھا؛ ملاحظہ ہو ۲ سموئیل ۸-۳-۲ تواریخ ۹-۲۶- توریت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اس نعمت عظمیٰ کے قابل اور مستحق نہ تھے؛ احکام الٰہی کو باوجود تہدید اور غضب و قہر خداوندی بار بار توڑا- اور جادۂ اعتدال سے ہمیشہ قدم آگے رکھا؛ اور شارع ہدایت سے گمراہ ہو کر علی الاعلان بت پرستی کو رواج دیا؛ "قرآن شریف" میں بنی اسرائیل کی کفران نعمت کا مفصل تذکرہ ہے؛ اس لئے خدا کا غضب اُنپر بھڑکا اور جیسا کہ قانون قدرت ہے اللہ تعالیٰ نے اور قومیں ان پر غالب کر دیں حتیٰ کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل رومیوں کے محکوم تھے؛ اگرچہ "روح اللہ" نے بہت

باتحقیق معلوم نہیں کہ لفظ "شام" کی وجہ تسمیہ کیا ہے، مختلف وجوہ جو مؤرخین نے لکھے ہیں اگر صحیح نہیں تو دلچسپ اور معنی خیز ضرور ہیں۔

کوشش کی کسی طرح بنی اسرائیل کو "مرغی کی طرح اپنے پروں کے نیچے لے لیں" لیکن "یروشلم جو نبیوں کو قتل کرتا تھا" اور جس پر خدا کا غضب نازل ہو رہا تھا اس قابل ہی نہ رہا تھا کہ آپ کی تعلیم سے متاثر ہوتا۔ بلکہ کفر اور شرک اور بدعت کی طغیانی اس قدر زور پر تھی کہ حضرت مسیح کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ آخر اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا تھا۔ حضرت ابراہیم کی اولاد نے "ارض موعود" کو فتح کیا۔ اور آج تک اہل اسلام اسپر قابض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی خوشخبری پیش از وقت اور ایک عرصہ پہلے بذریعہ مخبر صادق مسلمانوں کو دی تھی جو اس وعدہ کے ہم معنی ہے۔ "وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم الآیۃ" یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ اور جسکی نسبت ارشاد فرمایا کہ یہ ملت ابراہیم ہے۔ اور اسی مذہب کی تعلیم آپ کی اولاد حضرت اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب و دیگر انبیا کرتے رہے۔ اسلئے "ارض موعود" کے مستحق اہل اسلام ہی تھے۔ جو آجتک سنت ابراہیمی یعنی اُس نشان کو قائم رکھتے ہیں جو "ختنہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کی حقانیت ظاہر کرنیکے لئے حضرت ابراہیم کے ساتھ باندھا اور حکم فرمایا کہ جو شخص اسے توڑے گا قوم سے کٹ جائے گا۔ اگرچہ بظاہر اور انصافاً ارض موعود کا استحقاق اہل اسلام کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے اور "اولاد" کے معنوں کو اولاد صلبی تک محدود رکھنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تنگدلی سے منسوب کرنا ہے۔ توریت کے لفظوں سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اولاد کے معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرح وسیع ہیں کسی خاص قوم یا شخص تک محدود نہیں۔ بلکہ جس طرح "نشان الٰہی" کو توڑنے والا افراد قوم میں شمار نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح جو شخص اس نشان کو قائم رکھے اور ملت ابراہیم کا پیرو ہو مستحق ہے کہ اُس قوم میں داخل سمجھا جائے جسپر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت کا نزول ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے نہ صرف اپنی اولاد کا ختنہ کیا بلکہ اپنے غلاموں اور نوکروں کا بھی ختنہ کیا۔ اور اس طرح انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں لے لیا۔ توریت کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے دیگر اقوام سے اپنے آپ کو صرف ختنہ کی وجہ سے غیر سمجھا ہوا تھا۔ "شہزادہ "شہیم" اور "دینا" دختر یعقوب" کے قصہ میں اس خیال کی بخوبی توضیح ہوتی ہے۔ ہماری رائے میں اگر "اولاد" کا لفظ صرف بنی اسرائیل یا اسمٰعیل پر عاید ہو سکتا ہے تو یہ اسلام کے معنوں کے برخلاف ہے۔ اسلام نے ذاتوں کا امتیاز ان معنوں میں جایز نہیں رکھا۔ اس لئے "ارض موعود" کے وارث اہل اسلام ہی ہیں اور

بقول بعض محققین اس کا پرانا نام "سوریہ" ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو یہ لفظ "اسوریہ" کا مخفف ہوگا؛
ان معنوں میں "سوریہ" سے وہ قطعہ زمین مراد ہے جو سلطنت "اسوریہ" کے حدود میں تھی یا پادشاہان
"اسوریہ" کے ماتحت تھی۔ اور ممکن ہے کہ "صور" "سوریہ" کا مشتق ہو۔ صور شام کا ایک شہر ہے؛
اور شاید سب سے پرانا نام "شام" ہی ہو جو حضرت نوحؑ کے ایک بیٹے کا تھا۔ +

چونکہ یہ وعدہ ابدی ہے۔ اس لئے ملک شام قیامت تک ان کے قبضہ میں رہے گا۔ اس سے بڑھکر اسکی صداقت
کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ مقامات جو یہود و نصاریٰ کے مسلمہ متقدس ہیں اہل اسلام کے قبضہ میں ہیں اور
اہل اسلام کا کوئی ایسا مقام غیر مذاہب کے قبضہ میں نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔" +

حاشیہ نمبر ۶ - پیدائش باب ۲ میں باغ عدن اور حضرت آدمؑ کی رہائش کا تذکرہ لکھا ہے۔ اس باغ کی وسعت
ایک ملک کے برابر معلوم ہوتی ہے۔ اسے چار دریا سیراب کرتے تھے۔ اور چوتھا دریا فرات تھا۔" +

حاشیہ نمبر ۸ - "اسیریا" یا "اسوریہ" وہ عظیم الشان سلطنت ہے جس کا پایہ تخت شہر "نینوا" تھا۔ اور جس کی
وسعت اور دولت و ثروت کی نسبت ایسی روائتیں مشہور ہیں جو بظاہر ناقابل قیاس ہیں لیکن جو کچھ موجودہ زمانہ
میں قدیم تواریخی آثار شہر "موصل" کے قریب پائے گئے ہیں اون سے ان روایتوں کی تصدیق ہوتی ہے کہ شہر
نمو و شان میں اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ تواریخی زمانہ میں اس کا نظیر روئے زمین پر نہیں ملتا۔ مورخین نے بہت کچھ
تحقیق اس سلطنت اور دار السلطنت کی نسبت کی ہے اور ضخیم کتابیں ان کے حالات پر لکھی ہیں نتیجہ یہ ہے
کہ یہ لوگ نہایت سرکش اور گمراہ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی بستیوں
کو صفحہ ہستی سے اس طرح محو کر دیا کہ آج کوئی شخص تیقن کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ "نینوا" کہاں آباد تھا۔ اور وہ بدکار
اور گمراہ لوگ کیا ہوئے۔ شاہان اسوریہ جن کا تذکرہ کتاب مقدس یعنی بائیبل میں بھی ہے اور جن کے لشکر شام
کو ہر ایک عرصہ تک پامال کرتے رہتے۔ جو بنی اسرائیل کو بحالت غلامی اسیر کر کے لے گئے۔ اور ان کے
شہروں کو خاک میں ملا دیا۔ اگرچہ ایک وقت تکبر اور نخوت سے اُن کے سر اونچے تھے مگر بالآخر رب الافواج
نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ اور ان کی جگہ اور قوموں کو کھڑا کر دیا۔ چوں کہ اس سلطنت کا تعلق "دمشق"
سے بھی ہے اس لئے اس کا تذکرہ بالاختصار کیا گیا۔" +

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمین انتہا درجہ کی "سرسبز و شاداب" ہے اور ممکن ہے کہ ان معنوں میں "شام" سُریانی زبان کا لفظ ہو۔ اگر یونانی لفظ ہے تو اس کا مشتق "صور" ہے جس سے یونانی سب سے پہلے آشنا ہوئے اور بعد ازاں تمام ملک کو سوریہ کہنے لگے۔"

اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ یہ لفظ عربی ہو اور اہل عرب "الشام" اور "الیمن" سے صرف سمتوں میں تمیز کرتے تھے یعنی یمن سے وہ زمین مراد ہے جو "حجاز" کے جانب راست اور "الشام" وہ ملک جو "طرف چپ" واقع ہے۔

شام قدیم الایام سے مختلف اقوام عالم کا جولانگاہ اور شارع تجارت رہا ہے۔ اور مشرق اور مغرب میں رابطہ اتحاد اور اشاعت تہذیب و تمدن کا وسیلہ تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل شام میں ایک خالص قوم کے اجزا کبھی نہیں پائے گئے لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اس ملک کی تواریخ میں ایسے عظیم الشان واقعات کا تذکرہ ہے جس کا کسی دوسرے ملک کی تواریخ میں نظیر نہیں ملتا۔ یہ ملک ایسے موزون موقع پر واقع ہے اور قدرت نے اسکی آب و ہوا کو وہ خوبیاں عطا کی ہیں کہ ہر ایک زمانہ میں آبادی کا محرک رہا ہے۔ اس کے سرسبز پہاڑ جن پر انگور کی بیلیں پیچ و خم کھاتی ہوئی چڑھتی ہیں، شمال سے جنوب کی طرف ایک دوسرے کے متوازی چلے گئے ہیں۔ ان کی بلندی سمندر اور دریا کی طرف بتدریج کم ہوتی جاتی ہے۔ سرسبز وادیاں اور دلکشا میدان جو دریاؤں اور ندی نالوں سے ہمیشہ سیراب ہوتے ہیں، کثرت سے ہیں۔ کوہ لبنان جہاں سے مختلف اقسام کی لکڑی "بیت المقدس" کی تعمیر کے لئے حضرت سلیمانؑ نے بہم پہنچائی وہ پہاڑی سلسلے ہیں جو شام کے انتہائے شمال میں واقع ہیں۔ اس کی چوٹیاں برف سے ہمیشہ مستور رہتی ہیں۔ لیکن اکثر جگہ ہموار ہیں۔ ان پہاڑیوں سے قدرتی چشمے اور ندی نالے بہتے ہیں جن کا خوشگوار پانی ان میدانوں کو سیراب کرتا ہے جو "لبنان" کے دامن پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کوہ "زیتون" جو اس امر کی شہادت ہے کہ انسان "احسن تقویم" میں پیدا ہوا یروشلم کے مشرق میں واقع ہے۔ دریائے "العاصی" لبنان سے نکل کر شمال کی طرف بہتا ہوا انطاکیہ کے قریب بمعہ ایک معاون مغرب کی جانب رخ کرتا ہے اور سمندر میں گرتا ہے۔ توریت اور انجیل کا مقدس دریا "یردن" جس میں غوطے لگانے سے افواج شام کے سپہ سالار نعمان کی جسمانی مرض جذام کا ازالہ حضرت الیشع کے وقت ہوا اور روحانی امراض کا علاج حضرت یحییٰؑ نے اس کے پانیوں سے کیا شمال سے آتا ہوا جھیل "جلیل" سے گذر کر بحیرۂ "مردار" میں گرتا ہے۔

جھیل جلیل یا بحر "تبریہ" کے کنارے " روح اللہ" کے قدموں نے مقدس بنا دیئے۔ اس جگہ حضرت عیسیٰ نے شمعون پطرس اور اس کے بھائی کو جھیل میں جال ڈال کر مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھا۔ آپ کی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ یہ "جلیل" کے مچھوے جلیل القدر حواری بن گئے۔ یہ جھیل جس کا تذکرہ اناجیل اربعہ میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے اس وجہ سے متبرک مقام ہے کہ مسیح کی روحانی تعلیم کا آغاز اسی جگہ سے ہوا۔

بحیرہ "لوط" یا بحیرہ "مردار" جسکے پانیوں میں کوئی مچھلی زندہ نہیں رہ سکتی اور کوئی پیراک ڈوب نہیں سکتا۔ "سدوم" اور "عمورہ" کی تباہی کا آثار ہے جو موجودہ زمانہ میں اس دردانگیز اور عبرت خیز داستان کو زبانِ حال سے بیان کر رہا ہے کہ بدکرداروں کا انجام جو قانون قدرت کو توڑتے ہیں، جو حد سے عمداً قدم آگے رکھتے ہیں، ایسا ہوتا ہے۔

شام عجائبات کا گھر ہے، عبرت کی جگہ ہے۔ ادب کا مقام ہے۔ اولی الابصار اسکے قدرتی منظروں اور برباد شدہ شہروں کے آثاروں سے وہ سبق حاصل کر سکتے ہیں جو تاریخ عالم کے مطالعے سے نہ ہوگا۔ شام قدیم الایام سے قوموں کی ترقی اور تنزل کا مقام رہا ہے۔ اور اگر حضرت آدم علیہ السلام کی جائے پیدائش نہیں تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ ابتدائی عظیم الشان سلطنتوں کی حدود اور پایہ تخت اسی ملک میں تھا۔ مصر اور عراق کچھ شک نہیں کہ ایسے ملک ہیں جو ہر ایک حیثیت سے ممالک دنیا سے ممتاز ہیں۔ لیکن یہ ملک جو مصر اور عراق کے درمیان واقع ہے دونوں ملکوں کے درمیان قدرتی رابطہ ہے اور اس لئے ہر دو ممالک کی تہذیب و تمدن کی تکمیل اسی ملک کے حدود میں ہو سکتی تھی اور ہوئی۔

حسان العجم حکیم خاقانی شروانی "تحفۃ العراقین" میں آفتاب کو مخاطب کرتے ہوئے "شام" کا عراق اور "مصر" سے مقابلہ کرتا ہے کہ:۔

اے در حرکات وصل و ہجران	گہ بابل جوئی و گہ خراسان
اے زآب و ہوا خاک بابل	تپ لرزہ و صرع کردہ حاصل
صحت گہ تو قصور شام است	جاندار وئے تو قبور شام است
آخر چہ فسردہ جزو بالت	زین گردش صد ہزار سالت
برکن زدو میخ و ہفت پردہ	این قطب و سپہر سال خوردہ

اینک خطِ موصلِ و حدِ شام — قطب ہُدیٰ و سپہر اسلام
قطبے کہ ترا زوال ندھد — چرخے کہ ترا وبال ندھد
آن چرخ محیط بر دو گیتی است — وان قطب توام ہر دو گیتی است
چنداز فلک و نہاد خامش — ویں بوقلموں صبح و شامش
بے آنکہ سپاس ہیچ خام است — در کشور شام صبح و شام است
دو جہان بسہ حرف شام برخاست — بل ہر دو ازاں سہ حرف برخاست
خاصہ "الفے" ست درمیان جائے — "سین" بر سرش است و میم بر پائے
ہمچون شہ رنگ بستہ زیور — خلخال بپائے و تاج بر سر
شام از الفے کہ درمیان داشت — بر چرخ عمود صبح بفراشت
خود صبح دوم کہ نور عام است — دندانہ تاج سین شام است
فرزند سعادتی زمین اوست — بل مادر احتشام دین اوست
زین قرہ عین بحر دین را — فخر است مشیمہ زمین را
بہ زو خلفے نزاد ما ناک — از پشت فلک مشیمہ خاک
جسمے ست زمین بہفت اندام — نافش عربست و پشت او شام
شام از پے رہرواں چنانست — چون چرخ ز راہ کہکشانست
در خدمت شاہ شام پیوست — چرخ از رہ کہکشان کمر بست
چہ چرخ و چہ راہ کہکشانش — چہ خوشہ و دانہ درمیانش
آن خوشہ و دانہ ہست بادام — داسے و گہے زخرمن شام

ملک الشعرا خاقانی عراق اور دیگر ممالک دنیا سے مقابلہ اور لفظ "شام" کے حروف کی بندش اور اس کے معانی اور زمین شام کی تعریف کے بعد "مصر" سے مقابلہ کرتا ہے:—

"مصر" ارچہ لطیف جایگاہ است — از دانہ کشت شام گاہ است
گاہے کہ چو دانہ جنانست — نہ قوت جسم دام جانست
گاہے کہ چو خوشہ داس دارد — داسیکہ خلندہ تر ز خار است

آن داس بچشم دین درفشا د — خونانہ ز چشم دین بردن داد

خورشید بجنگ مصریان است — چون خوشہ سنان کشیدہ رفت

مصر بکہ شکستہ اند نامش — حرفے شمراز شمار شامش

کان حرف کہ انتہائی شام است — خود اول مصرا زو تمام است

از دفتر شام دراقالیم — مصرست سقط چو حرف ترخیم

شام از دو جہاں مثال دارد — با مصر چہ اتصال دارد

خالِ رخ مصر گشت پنہان — در نقطہ خال خائے خذلان

زین خالِ سیہ کہ چہرہ بگرفت — گر شرع زبان کشید نشگفت

بر مصر نقطہ نہی مضر است — زیر نقطہ ہزار سر است

شام است سفرگہِ ملایک — بیت گہِ صاد قانِ سالک

ہم مکتبِ علمِ انبیا دست — ہم مشربِ جانِ اصفیا اوست

مسیح کی پیدائش سے غالباً پندرہ سو برس پیشتر ملک شام میں مصری اور عراقی آبادی اور تہذیب وتمدن کا اختلاط شروع ہوا۔ توریت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شام قدیم الایام سے ہر دو ممالک میں شارع تجارت تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکا اثر ابتدا میں مصر اور بابل اور نینوا پر پڑا ہو۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ شام کی ہمسایہ زبردست طاقتوں کا اثر شام کی صنعت وحرفت اور تجارت وغیرہ پر ضرور ہوا غیر ممالک میں قدیمی شامی اشیا اب بھی پائی جاتی ہیں۔ غالباً یہ یا تو بذریعہ تجارت یا مال غنیمت میں سوداگروں یا فاتحان دنیا نے ان ملکوں میں پہونچائی ہیں۔ شام میں کپڑے کے عام کارخانے تھے اور شیشہ کی صنعت میں تو اہل شام کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ تواریخ شاہد ہے کہ تجارتی قافلے شام سے مصر اور عراق میں اور ان ممالک سے دور دور شہروں میں جاتے۔ لیکن شام کا اثر اور احسان دنیا پر مذہبی حیثیت سے بہ نسبت دیگر امور بہت بڑھا ہوا ہے۔ شام نے دنیا کو مذہب کی تعلیم دی۔ اگرچہ اس کے کھنڈرات میں بت پرستی کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں، مگر محققین کی صائب رائے میں یہ اثر مصر کی توہم پرستی کا ہے، توحید کا آغاز شام سے ہوا اور اسکی اشاعت کا باعث ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہوئے اگرچہ اس کی پیدایش کا فخر عراق اور شام کے حدود کو یکساں ہے لیکن وہ زمین

جہاں آنحضرت نے مستقل رہائش اختیار کی اور جہاں اُن کی اولاد آسمان کے ستاروں کی طرح بڑھی اور برومند ہوئی۔ وہ شام ہے، یہی زمین ہے جو بالاستقلال اور تا ابد آنحضرت کی نسل اور پیروانِ مذہب کے قبضہ میں رہی اور رہے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ جبتک اس عہد کا نشان ختنہ قوم میں قائم ہے ارض موعود کے وہی وارث ہیں اور جس شخص نے اس نشان کو توڑا قوم سے علیحدہ کیا جاویگا، او خسر الدنیا والآخرہ کچھ شک نہیں کہ وہ زمانہ بہت نزدیک ہے جب اسلام یعنی ملت ابراہیمؑ تمام دنیا کا مذہب ہوگا۔ اسکے ابتدائی آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ مہذب ممالک دنیا کا رجوع توحید کی طرف ہو رہا ہے اور علی العموم کفر و شرک کی مضرتوں سے واقف ہو گئے ہیں، موجودہ زمانہ میں بھی دنیا کے اکثر حصہ کا مذہب ان پیغمبروں کی ملت ہے جن کی پیدائش یا وفات شام میں واقع ہوئی، اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ شام نے تمام ممالک دنیا کے مذہب پر بہت بڑا اثر کیا ہے، ملک الشعراء خاقانی نے بالکل سچ لکھا ہے کہ:-

شام است سفرگہ ملایک — بیت گہ صادقانِ سالک

ہم مکتب علم انبیا اوست — ہم مشرب جان اصفیا اوست

المختصر شام وہ ملک ہے جو اکثر انبیا و رسل اور بزرگان یہود و نصاریٰ اور اسلام کی جائے ولادت اور وفات ہے، اس کا تذکرہ تواریخ کے صفحات اور مقدس کتب اور سیاحوں کے سفرناموں اور شعراء کے اشعار میں کیا گیا ہے، اسکی آب و ہوا اور اسکی زمین کی زرخیزی، اور اسکی تہذیب تمدن و معاشرت، مصری، عراقی اور یونانی اور رومی حکومت کا اثر اور شان و شوکت اور اسکے مشہور شہروں کے حالات اگر بالاختصار بھی بیان کئے جائیں تو ایک دفتر بن جائے، "دمشق" جسکے تواریخی حالات، اور وہ بھی خلافت اموی کا تذکرہ ہم بیان کرنا چاہتے ہیں شام کا ایک شہر ہے؛

"دمشق الشام"

دمشق کی قدیم تواریخ کے ماخذ کتب مقدس توریت و زبور و انجیل ہیں، فی الحقیقت دمشق کے ابتدائی حالات تاریکی میں ہیں، کتب مقدس اور دیگر روایتیں جو مؤرخین نے نقل کی ہیں دمشق کی وجہ تسمیہ اور باقی شہر کے حالات پر کچھ روشنی نہیں ڈالتی، ہماری رائے میں جس قدر روایتیں وجہ تسمیہ کے ضمن

میں بیان کی جاتی ہیں غلط ہیں، اور اس لئے اس شہر کے بانی کے حالات بھی کسی کو معلوم نہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے غلام "الیعاذر" نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ یہ روایت صریحاً غلط ہے۔ "پیدائش باب ۱۵ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت ابراہیم کی کوئی اولاد نہ تھی اور آپ مغموم تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔ اور آپ کو تسلی دی گئی تھی۔ حضرت ابراہیم نے درگاہ رب العالمین میں عرض کی "اے خدا، میں دنیا سے لاولد جاتا ہوں، میرے بعد میرا کوئی وارث جو میری نسل سے ہو نہیں ہے، میرا خانہ زاد "الیعاذر" دمشقی جو میرے گھر کا مختار ہے میرا وارث ہوگا" قرین عقل نہیں کہ ایک نوکر یا غلام نے جو دمشقی کہلاتا تھا دمشق کو آباد کیا ہو، دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ "الیعاذر" کی زاد بوم دمشق تھی، اور حضرت ابراہیم کے وقت میں دمشق ایک مشہور شہر تھا"

ایک اور روایت اس طرح ہے کہ سکندر اعظم کے غلام یا جرنیل نے جس کا نام دمشق تھا۔ اس شہر کو آباد کیا۔ یہ بھی غلط ہے، سکندر کے زمانہ میں دمشق آباد اور مشہور شہر تھا۔ اس اُولوالعزم فاتح دنیا کی مفتوحہ ممالک کی فہرست میں دمشق کا نام بھی ہے، خود سکندر یا اسکا غلام اسکا بانی کس طرح ہو سکتا ہے جو مسیح سے قریباً ساڑھے چار سو برس پیشتر دنیا میں گذرا ہے۔ حالانکہ دمشق حضرت ابراہیم کے وقت بھی موجود تھا۔

بعض اقوال کے مطابق اسکا بانی دمشق بن نمرود حضرت ابراہیم کا ہمعصر تھا، اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ "دمشاق" بن کنعان نے آباد کیا، اور بعض کا اتفاق اس امر پر ہے کہ جیرون بن عاد بن ارم نے بسایا۔ مؤخر الذکر دو اقوال میں سے اگر ایک صحیح ہو تو تعجب نہیں، بہرحال ان روایتوں اور مختلف حکایتوں سے اتنا پتہ ملتا ہے کہ دمشق قدیم الایام سے آباد اور سرسبز شہر مشہور رہا ہے۔ اور چونکہ قدیم زمانہ کے صحیح صحیح حالات تاریکی میں ہیں، اس لئے معلوم نہیں کہ کس شخص نے اسے بسایا۔

دمشق شام کے شہروں میں سب سے مشہور ہے۔ اور قدرت نے اس کے لئے جس جگہ کو انتخاب کیا ہے وہ انسانی آبادی اور تمدن کو ہر ایک زمانہ میں ترقی دیتی رہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی تمدن کی بنیاد غالباً شام میں دمشق سے شروع ہوئی ہے، اور دمشق شام کے ابتدائی شہروں میں سے ہے اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے کوئی اس کا بانی ہو۔ ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد "آرامی" کہلاتی ہے۔ اس لئے وہ ممالک جو ارم کی اولاد نے آباد کئے "ارم" کی یادگار ہیں، مثلاً "ارم نہریم" وہ قطعہ زمین یا وہ ملک جو دو نہروں کے درمیان ہے جسے ہم دوآبہ کہتے ہیں، "ارم نہریم" عراق کا قدیم نام ہے

(پیدائش باب ۲۲ آیت ۲۱) اور اسی طرح "ارم دمشق"۔ توریت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ "ارامیوں" نے اس سرزمین کو آباد کیا تھا جو کوہ طورس کے جنوب سے شروع ہو کر دمشق اور بحیرۂ روم تک مشرقی جانب دریاۓ دجلہ کے پار عصاریہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں مختلف قطعات مختلف ناموں سے مشہور ہیں، جو نہایت سرسبز اور شاداب ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دمشق اگر کسی شخص کا نام تھا تو وہ "ارم بن سام" کی اولاد میں سے تھا اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ دمشق کی بُنیاد ارم کی اولاد نے رکھی، اور غالباً اس کے بانی کا نام "دمشق" ہے جو ارم کی نسل سے تھا،

دنیا میں کوئی شہر دمشق کی قدامت کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اور کسی شہر کی تواریخ ایسے عظیم الشان واقعات کو نظیراً پیش نہیں کر سکتی جیسا کہ دمشق کر سکتا ہے، معلوم نہیں کتنی دفعہ یہ شہر دارالسلطنت رہا اور کس قدر وسیع علاقوں پر حکومت کرتا رہا۔ کیونکہ اسکی بُنیاد اور عروج تواریخی زمانہ سے بھی کئی سو برس پیشتر ہوا، چودہ سو پچاس برس تک تو اسپر آرامیوں کا دور دورہ تھا۔ معلوم نہیں کہ اس سے پیشتر اسکی کیا کیفیت تھی، بابل اور فارس کا قبضہ چار سو ستر برس تک رہا، دو سو اڑتالیس برس تک یونانی قابض رہے، سات سو برس تک رومی شہنشاہت کا ایک صوبہ تھا، سو سال تک بنو امیہ اور پانچ سو برس تک عباسیہ کا دور دورہ رہا، اس تغیر و تبدل کے ساتھ کئی ایک دفعہ اسپر ارضی و سماوی بلائیں نازل ہوتی رہیں، بہت دفعہ دمشق تباہ ہوا۔ مگر اب بھی موجود ہے جیسا کہ شروع میں تھا، ابتدائی حالات تو تاریکی میں تھے۔ لیکن اگر پُرانے عہدنامہ کے گیارہ باب جو پیدائش کے متعلق ہیں، چھوڑ دیئے جائیں تو دنیا میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جسکی خبر دمشق کو نہ ہو، دمشق ہر ایک زمانہ میں سرسبز آباد شہر موجود تھا، اور اب بھی ویسا ہی ہے، ہر ایک مؤرخ جو عالیشان سلطنتوں کی تاریخ لکھتا ہے دمشق کا ضرور تذکرہ کرتا ہے، دنوں، مہینوں اور سالوں کا کیا ذکر ہے، دمشق کی قدامت کا شمار سلطنتوں کی عمر اور مختلف زمانوں کی ابتدا اور انتہا کے ساتھ کرنا چاہئے، سلطنتیں جو اس کے سامنے عروج و نزول کے تمام مراتب طے کر چکیں۔ اور زمانے جو قدیم الایام سے اس پر گذر رہے ہیں، بعلبک، تھیبز، افینس، بابل، نینوا، تدمر، یروسلم، روم کی بنیادیں اس کے سامنے رکھی گئیں، ان کی شان و شوکت اور تباہی اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی، یہ تمام عظیم الشان سلطنتیں اس کے مقابلہ میں کل کے بچے ہیں۔ اس نے ان مواضعات کو شہر اور شہر سے دارالسلطنت بنتے دیکھا اور آخر جغد و بوم کا آشیانہ انہیں مقامات میں پایا، اسرائیلیوں کو شام میں داخل ہوتے اور نعمتمند قوم کی طرح ملکوں کو مسخر کرتے ہوئے

دیکھا، اور دیکھتے دیکھتے اسرائیلی تباہ ہوگئے۔ اہل بابل نینوا اور فارس نے لشکر کشی کی، اور یکے بعد دیگرے برباد ہوتے گئے، یونانی اور رومیوں نے عظیم الشان شہنشاہتیں قائم کیں جو رفتہ رفتہ معدوم ہوگئیں مگر دمشق اسی طرح موجود ہے۔ اور خدا جانے اسکی عمر کی کتنی سلطنتیں باقی ہیں، المختصر دنیا میں ایک یہی شہر ہے جو ابتدا سے آج تک تمام واقعات کا شاہد ہے ؛

قدیم زمانہ میں دمشق آرامی سلطنت کی ایک شاخ کا پایۂ تخت تھا اور ابتدا سے شام میں سب سے بڑا شہر تھا، کوہ لبنان کے دامن میں واقع ہے اور پہاڑوں نے اُسے ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ دمشق ایک محفوظ مقام پر سرسبز اور زرخیز میدان میں آباد ہے۔ ایک دریا جسے قدیم زمانہ میں "نہر الذہب" کہتے تھے دو شاخوں میں دمشق کو سیراب کرتا ہے، ان کا نام "آبانہ" اور "فرفر" ہے، جو توریت میں دو دمشقی نہروں کے نام سے مشہور ہیں، اس دریا سے کئی ایک چھوٹی بڑی نہریں کاٹ کر شہر کے مختلف حصوں میں پانی جاتا تھا۔ اس کا سرچشمہ کوہ لبنان تھا، حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے داؤدؑ کے عہد تک توریت میں دمشق کا کچھ ذکر نہیں، حضرت داؤدؑ نے اسے سخر کیا اور اس جگہ بنی اسرائیل کی ایک چھاونی قائم کی (تواریخ باب ۱۸) حضرت سلیمانؑ کے عہد میں دمشق اسرائیلی مفتوحہ ممالک میں شمار ہوتا تھا، لیکن آپ کے آخری ایام سلطنت میں بغاوتوں اور شورشوں نے اسرائیلی بادشاہت کے اجزا کو پریشان کر دیا۔ دمشق کو پھر گذشتہ اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ اور ایک شخص "رزون" نامی نے دمشق میں بغاوت کی اور باسانی اسرائیلی حکومت سے آزادی حاصل کر لی، "رزون" دمشق کا پہلا خود مختار بادشاہ ہوا، دراصل "رزون" ابتداً ادومی بادشاہ کے ہاں ملازم تھا، جب داؤدؑ نے ادوم پر حملہ کیا تو "رزون" اسرائیلیوں کے ساتھ آملا، اس وقت ادومی بادشاہ کا لڑکا "ہددعزر" کچھ جانثاروں کو ساتھ لے کر مصر کی طرف بھاگ گیا، مصر والوں نے اسکی تعلیم اور تربیت میں دریغ نہ کیا جب داؤدؑ وفات پاگئے تو "ہددعزر" نے اسرائیلی سلطنت کی بدنظمی سے فائدہ اُٹھایا اور مصری فوج کے ساتھ اپنے آبائی ممالک پر قابض ہوگیا، "رزون" کو داؤدؑ نے دمشق میں ایک دستہ فوج کا سردار مقرر کر دیا تھا، اس پرآشوب زمانہ میں وہ بھی خاموش نہ رہا اور ادھر اُدھر سے فوج فراہم کر کے دمشق کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا، (۱ سلاطین باب ۱۱ آیت ۲۳) حضرت سلیمانؑ کی وفات پر کئی ایک دعویدار سلطنت کھڑے ہوگئے، اور سلطنت میں بدامنی اور بدنظمی کو رواج دیتے رہے، آخر یہ عالیشان سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، جو "یہوداہ" اور "اسرائیل" کے نام سے مشہور ہے۔ سلطنت یہوداہ کا پایۂ تخت یروشلم

اور اسرائیل کا دارالسلطنت سامریہ قرار پایا۔ دونوں حریف سلطنتیں ایک دوسرے کے مقابل کئی ایک دفعہ معرکہ آرا ہوئیں۔ اور ان لڑائیوں میں دمشق نے بہت کچھ حصہ لیا۔ اور اس طرح اپنی طاقت کو روزافزوں ترقی دیتا رہا۔ آخر شاہ اسرائیل یربعام نے اسے سخر کر لیا۔ (۲ سلاطین باب ۱۴ آیت ۲۵)۔ لیکن یربعام کی وفات پر دمشق پھر آزاد ہو گیا۔

اس وقت شام میں یہوداہ اسرائیل کی خانہ جنگیوں سے بنی اسرائیل روبہ زوال تھے۔ اور ہمسایہ قوموں اور طاقتوں کو عروج ہو رہا تھا۔ دمشق میں اس وقت "رضین" حکمران تھا۔ اور شاہ ارام کہلاتا تھا۔ اور شاہ یہوداہ آخز بن یوتام تھا۔ اور شاہ اسرائیل فقح بن رملیاہ تھا۔ فقح اور رضین نے آخز کے برخلاف سازش کی۔ اور متفقہ طاقت کے ساتھ یروشلم پایہ تخت یہوداہ پر فوج کشی کی۔ شاہ یہوداہ پے در پے شکستوں کے بعد سخت گھبرا گیا۔ دشمن نے ہر طرف سے قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہوا تھا۔ رضین نے ایلت کو بجبر و قہر سخر کر کے ارامی حدود میں شامل کر دیا۔ اس وقت اگرچہ یسعیاہ نبی نے شاہ یہوداہ کو بہت کچھ تسلی دی مگر بادشاہ کو مخلصی کی کوئی راہ نظر نہ آئی۔ آخر اسور کے بادشاہ "تلغات پلاسر" سے امداد طلب کی۔ اور کہلا بھیجا کہ میں تیرا خادم اور تیرا بیٹا ہوں۔ شاہ ارام اور شاہ اسرائیل کے ہاتھ سے جو مجھ پر چڑھ آئے ہیں رہائی دے" (۲ سلاطین باب ۱۶) اور شاہ اسور کی خدمت میں سونا چاندی جو عبادت گاہوں اور شاہی خزانہ میں جمع تھا بطور نذر بھیجا۔ تلغات پلاسر شاہ یہوداہ کی امداد کو اٹھا اور دمشق کا محاصرہ ڈالا۔ رضین مقابلہ میں مارا گیا اور دمشق فتح ہو گیا۔ تلغات پلاسر نے لوگوں کو اسیر کر کے قیر کی طرف بھیج دیا اور اس جگہ یعنی دمشق میں ایک دربار منعقد کیا۔ شاہ یہوداہ بھی دمشق میں حاضر ہوا۔ اور اطاعت کا اظہار کیا۔ اس وقت جو کچھ شہر دمشق کا نقشہ تھا۔ قابل ذکر ہے۔ شاہ یہوداہ ایک دن شہر کی سیر کر رہا تھا کہ اس کا گذر ایک معبد پر ہوا۔ وضع عمارت اور نقش و نگار کی خوبیوں نے ایسا گرویدہ کر لیا۔ اندر داخل ہوا تو مذبح پر نظر پڑی۔ ایک نقشہ تیار کروایا۔ اور اوریا کاہن کے پاس بھیجا کہ اسی قسم کا مذبح یروشلم میں تعمیر کیا جاوے۔

یسعیاہ نبی کی کتاب میں دمشق اور اسکی تباہی کا تذکرہ ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یسعیاہ نبی شاہ یہوداہ آخز کے عہد میں تبلیغ کا کام کر رہے تھے۔ دمشق کے متعلق جو کچھ ان کی کتاب میں لکھا ہے۔ اسے دمشق کی بربادی کے متعلق پیش گوئی کہو یا اسکی تباہی پر نوحہ سمجھو۔ بہرحال دمشق کے عام حالات کا نقشہ ہے۔ اس وقت جو کچھ اس شہر کی صورت تھی وہ یسعیاہ نبی نے اس طرح بیان کی ہے۔

"دیکھو دمشق یوں خراب ہو جائے گا کہ شہر نہ رہے گا۔ وہ ایسا لوٹ جائے گا کہ ڈھیر بنے گا۔
عرائر کی بستیاں خالی ہو جائیں گی۔ اور گلّوں کی چراگاہیں ہونگی۔ گلّے وہاں بیٹھینگے اور کوئی ان کے
ڈرانے کو بھی وہاں نہ ہوگا۔ اور افرائیم کا مضبوط شہر نابود ہوگا۔ دمشق اور باقی ارام سے سلطنت جاتی
رہے گی۔ رب الافواج فرماتا ہے کہ جو حال بنی اسرائیل کی شوکت کا ہوا ہے۔ وہی ان کا حال ہوگا۔ اور
اس روز ایسا ہوگا کہ یعقوب کی حشمت گھٹ جائے گی۔ اور اس کا موٹا تازہ بدن دُبلا ہوگا۔ یہ ایسا ہوگا
جیسا کوئی کھیت کاٹنے والا کھڑے کھیت کاٹ کر غلہ جمع کرے۔ اور اپنے ہاتھ سے خوشوں کو لوٹے۔
اور ایسا ہوگا جیسا کوئی رفائیوں کی وادی میں خوشہ چینی کرے۔ کیونکہ اس میں چُننے کے لئے تھوڑے
پھل باقی رہیں گے۔ جیسا کہ زیتون کے درخت میں ہوتے ہیں۔ جب وہ ہلایا جاوے تو تین دانے پھنگی
پر چار پانچ اسکی پھلدار پھیلی ہوئی شاخ پر گرتے ہیں۔ خداوند اسرائیل کا خدا فرماتا ہے۔ اُس روز انسان اپنے
خالق کی طرف نظر کرے گا۔ اور اسکی آنکھیں اسرائیل کے قدوس کی طرف توجہ کرینگی۔ اور وہ مذبحوں پر اپنے
ہاتھ کے کام پر نظر نہ کریگا۔ اسے ہرگز اس پر جسے اسکی انگلیوں نے بنایا۔ کیا یسیرت اور کیا بت کسی پر توجہ
نہ ہوگی اور اس دن اس کے مضبوط شہر اجاڑے ہوئے بن کی مانند ہوں گے۔ اور اس شاخ کی مانند جو سب سے
اوپر ہے جسے اسرائیل کے سامنے سے انھوں نے چھوڑا ہے۔ اور وہاں ویرانی ہوگی۔ اس لئے کہ تو نے
اپنے نجات دینے والے خدا کو فراموش کیا۔ اور اپنی توانائی کی چٹان کو یاد نہ کیا۔ تو خوب صورت پودے لگائیگا۔
اور اجنبی اس میں پنیری جمائے گا جس دن تو اسے لگائے تو اسکے گرد احاطہ بھی باندھے۔ سو صبح کو پھولے پر
اس کا حاصل دکھ اور مصیبت کے دن جاتا رہے گا۔

"آہ! بیشمار قوموں کا ہنگامہ برپا ہو رہا ہے۔ اور وہ سمندر کے طلاطم کی مانند شور مچاتی ہیں۔ اور امتوں
کا غوغا ہو رہا ہے۔ وہ بڑے پانیوں کی مانند غوغا کرتی ہیں۔ امتیں زور کے پانیوں کے ریلے کی مانند شور
کرینگی۔ پر وہ انہیں ڈانٹیگا۔ اور وہ دور بھاگ جائے گی۔ اور خس و خاشاک کی طرح جو ٹیلوں کے اوپر
آندھی سے اُڑتا پھرتا ہے۔ یا اس پتہ کی طرح جو بگولہ میں گھومتا ہے۔ ماری ماری پھرینگی۔ اور دیکھو شام کے
وقت تک تو ہیبت ہے اور صبح ہونے سے پیشتر وہ نابود ہیں۔ وہ جو ہمکو غارت کرتے ہیں یہ اس کا
حصہ ہے۔ اور وہ جو ہم کو لوٹتے ہیں یہ ان کا بخرہ ہے۔

آہ! اے او پھر پھڑاتے ہوئے پنکھوں کی سرزمین جو کوش کی ندیوں کے پرے ہے۔ جو دریا کی راہ سے

بروی کے ناؤں میں پانیوں پر ایلچیوں کو بھیجتی ہے اور کہتی ہے کہ "اے تیز رفتار ایلچیو اس گروہ کے پاس جاؤ جو زورآور اور صاحب ہمّت ہے۔ اور اس قوم کے پاس جو ابتک مہیب ہے۔ ایسی قوم جو زبردست اور فتحیاب ہے جسکی زمین ندیوں سے منقسم ہوئی۔ اے جہان کے سارے باشندو اور زمین کے رہنے والو جس وقت کہ پہاڑوں پر جھنڈا کھڑا کیا جائے۔ تم دیکھو۔ اور جس وقت کہ نرسنگا پھونکا جائے تم سنو کہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا ہے کہ میں مقررہ مسکن میں چپ چاپ بیٹھوں گا۔ اور نگاہ کرتا رہوں گا۔ اس شدید گرمی کی مانند جو کڑی دھوپ کے وقت پڑتی ہے۔ اور اس شبنم ریز بادل کیطرح جو دروکی گرمی میں ہوتا ہے کہ فصل سے پیشتر جس وقت کلی کھل چکی اور پھول کی جگہ انگور لگے۔ جو پکنے پر ہیں اس وقت وہ ٹہنیوں کو ہنسوے سے کاٹ ڈالیگا۔ اور کونپلوں کو کاٹ کر جدا کرے گا۔ اور وہ پہاڑ کتے سکاری پرندوں اور میدان کے وحشی درندوں کے لیئے پڑی رہنگی۔ اور شکاری پرندے گرمی کے موسم میں ان پر لیٹیں گے۔

اُس وقت اس قوم کی طرف جو زورآور اور صاحب ہمّت ہے اس گروہ کی طرف جو ابتدا سے آجتک مہیب ہے اُس قوم کی جانب جو زبردست اور ظفریاب ہے جسکی زمین ندیوں سے منقسم ہوئی ایک ہدیہ رب الافواج کو رب الافواج کے نام کے مکان پر جو کوہ صیہوں ہے پہنچایا جائے گا۔"

پیش گوئی کے رنگ اور تشبیہ اور استعارات کے پیرایہ میں دمشق پر جو کچھ نوحہ خوانی کی گئی ہے اس سے کم از کم اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ یسعیاہ نبی کے زمانہ میں یعنی آج سے قریباً تین ھزار برس پیشتر یہ ایک مضبوط شہر تھا جسکی سنگین دیواریں اہل شہر کی حملہ آوروں کے برخلاف حفاظت کرتی تھیں۔ اسکی سرسبز اور شاداب زمینوں میں نہریں بہتی تھیں۔ اسکی خوشحالی اور فارغ البالی ضرب المثل تھی۔ اسکی طاقت زبردست تھی۔ اور اسکے تعلقات مختلف سلطنتوں سے تھے۔ لیکن انقلاب زمانہ کا اثر ان پر بھی ہوا۔ اور چشم بد روزگار اسے بھی لگ گئی۔ اور ایک زمانہ میں یہ ایک اُجڑا ہوا شہر تھا۔ جہاں حضرت انسان نے عالیشان اور مضبوط۔ خوبصورت عمارتیں بنائی تھیں۔ وہاں چرندوں اور پرندوں نے بسیرا کیا۔

غالباً یہ خرابی شاہ عصار یر نے دمشق میں پیدا کی۔ لیکن قدرت نے دمشق کو ایسا شہر نہ بنایا تھا کہ اس کا نشان صفحہ ہستی سے مٹ جاتا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پُرانے اور بوسیدہ درختوں کو کاٹ کر نئی پود لگانے کے لئے باغبان قدرت نے اسباب فراہم کئے تھے۔ کیونکہ دمشق پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اگرچہ شاہ ارم رضین مارا گیا۔ اور اہل دمشق بحالت اسیر آوارہ وطن ہوئے۔ اگرچہ محاصرہ کے وقت شہر کو بہت نقصان پہنچا۔ مگر

دمشق اسی طرح آج بھی ہے جس طرح ابتدا میں تھا۔ اور اس کے دشمن یکے بعد دیگرے تباہ و برباد ہو گئے"۔
نہ یہوداہ کی سلطنت رہی اور نہ اسرائیل کی نہ نینوا کا نشان باقی ہے اور نہ بابل کے آثار ملتے ہیں۔
لیکن دمشق اسی طرح قائم ہے۔

دمشق کیسا معزز شہر ہے۔ کس قدر عالیشان سلطنتوں کے عروج اور زوال کا شاہد ہے کوئی شہر اسکی قدامت۔ اسکی شہرت۔ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آرامیوں نے اسے بسایا۔ اسرائیلیوں نے اسپر حملے کئے عراقیوں یعنی اہل نینوا۔ اور بابل نے اسکی تباہی پر کمر باندھی۔ مسیح سے قریباً ساڑھے چار سو برس پیشتر سکندر اعظم نے اسے مسخر کیا۔ کچھ عرصہ یونانیوں اور کچھ مدت ایرانیوں کا دور دورہ رہا۔ ساٹھ برس قبل از مسیح پمپی اعظم نے اسے فتح کیا۔ اور خلافت اسلامی کے آغاز تک رومیوں کے قبضہ میں رہا۔

دنیا کی پرانی عظیم الشان سلطنتوں کی تواریخ میں دمشق کا تذکرہ موجود ہے۔ اور ہر ایک زمانہ میں دمشق کی شہرت اور اسکی ثروت فاتحان عالم کو اپنی طرف کشش کرتی رہی ہیں۔

پیشتر اسکے کہ ہم دمشق کے متعلق حرف مدعا کا اظہار کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب مقدس میں جو کچھ اسکی نسبت لکھا ہے بیان کر دیں۔

حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں بنی اسرائیل اور دیگر شامی اقوام رومیوں کے محکوم تھے۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ نے دمشق میں اقامت اختیار نہیں کی۔ مگر وہ بزرگ جس نے مسیح کو دریا یردن میں غوطہ دیا اور جس کے ہاتھ سے آنحضرت نے اصطباغ پایا یعنی یحییٰ دمشق میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔ اور وہ شخص جو درحقیقت موجودہ کلیسائے مسیحی کا بانی ہے یعنی پولوس رسول نے اسی شہر میں کارہائے نمایاں کئے۔

ساؤل جس کا دوسرا نام پولوس ہے رومی تھا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ یہودیوں کا سخت دشمن تھا۔ اور عیسائیوں سے اسے طبعی نفرت تھی۔ مفسرین اناجیل نے غلط فہمی یا بعض وجوہات کے باعث پولوس کو خالص یہودی نسل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر خود "رسولوں کے اعمال" اسکے برخلاف شہادت دیتے ہیں۔ پولوس یہودی تھا یا رومی وہ عیسائیوں کا دشمن تھا اور یروشلم میں غریب حواریوں اور بے کس عیسائیوں کو ستایا کرتا تھا۔ آخر دمشق میں اس ارادہ سے آیا کہ اس جگہ عیسائیوں کے جتھے کو توڑ دے مگر بقول مصنف "اعمال" خداوند کا نور اسپر چمکا اور وہ راہ راست پر آگیا۔ اور مرنے دم تک مسیح کا دم بھرتا رہا۔

حاشیہ نمبرے۔ پولوس رسول کا مذکور اصل چار اناجیل میں کچھ بھی نہیں۔ اعمال میں اسکی سرگزشت

دمشق میں یہودی عبادت خانوں کا تذکرہ بالخصوص کیا گیا ہے۔ پولوس اس امر کا خواہاں تھا کہ عیسائیوں کو ستانے کے لئے ان عبادت خانوں سے سند ہاتھ لگ جائے۔ چنانچہ یروسلم سے دمشق تک سرگرمی سے سفر کیا۔ آفتاب غضب آلود نگاہوں سے اسکی دوڑ دھوپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "جب وہ دمشق کے نزدیک پہنچا تو زمین پر گر پڑا۔ لوگ اس کا ہاتھ پکڑ کر دمشق میں لائے۔ اور وہ تین دن تک نہ دیکھ سکا اور کھایا اور نہ پیا۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ "سرسام" میں مبتلا تھا۔ اگر خدا کا نور آسمان سے اسپر چمکا ہو تو تعجب نہیں۔ کیونکہ آفتاب کی حرارت اور روشنی کا اثر کچھ کم نہیں ہوتا۔

مفصل لکھی ہے۔ مگر مصنف خود پولوس رسول نہیں۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اعمال کا مصنف کون ہے۔ مفسرین اناجیل نے بعض قرائن سے قیاس کیا ہے کہ یہ بھی حضرت لوقا کی تصنیف ہے۔ پولوس دراصل رومی تھا۔ اعمال باب ۲۲ آیت ۲۲ میں پولوس کی گرفتاری کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔ کہ پولوس لوگوں کو اپنے تبدیل مذہب کے متعلق اپنی سرگذشت سنا رہا تھا۔ کہ کس طرح ابتدا میں مسیحی طریق والوں کو میں نے ستایا۔ قید کیا۔ مروا ڈالا۔ اور ستیفن حواری کو قتل کروایا۔ اور کس طرح دمشق کے قریب مجھ پر خدا کا نور چمکا اور راہ راست پر آیا۔ اور حننیاہ کے ہاتھ سے اصطباغ پایا۔ اور کس طرح یسوع مسیح یروسلم میں مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور کہا کہ "لوگ میرے حق میں تیری گواہی قبول نہ کرینگے۔" پولوس اس طرح مسیحی معجزات کا تذکرہ کر رہا تھا کہ لوگوں نے بآواز بلند کہا کہ "ایسے شخص کو زمین پر سے فنا کر دے۔ کہ اسکا زندہ رہنا مناسب نہیں۔" پلٹن کے سردار نے پولوس کو پکڑ کر حکم دیا کہ "اسے قلعہ میں لے جاؤ اور کوڑے مار کر اس کا اظہار لو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ وہ کس سبب سے اس کی مخالفت میں یوں چلاتے ہیں۔" پولوس نے صوبہ دار کو کہا کہ "کیا تمہیں روا ہے کہ ایک رومی آدمی کو کوڑے مارو اور وہ بھی قصور ثابت کئے بغیر۔" صوبہ دار یہ سن کر پلٹن کے سردار کے پاس گیا۔ اور کہا "تو کیا کرتا ہے یہ تو رومی آدمی ہے۔" پلٹن کے سردار نے پولوس سے پوچھا "کیا تو رومی ہے"۔؟

پولوس۔ "ہاں"۔

سردار۔ "میں نے تو بڑی رقم دیکر رومی ہونے کا رتبہ حاصل کیا ہے۔"

پولوس۔ "میں تو پیدائشی رومی ہوں۔"

پلٹن کا سردار ڈر گیا کہ جس کو میں نے باندھا ہے وہ رومی ہے۔ اس بیان سے تو یہی کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پولوس رومی تھا۔ مگر پولوس نے مختلف مقامات پر مختلف حسب نسب ظاہر کیا ہے۔ کوئی تو اسے مصری سمجھتا تھا

پولوس تو اس مصیبت میں مبتلا تھا مگر دمشق میں ایک مرد خدا "حننیاہ" نامی "شارع مستقیم" میں رہتا تھا، اس کے ہاتھ سے آخر شفا پائی، اس کے بعد پولوس عیسائی ہوگیا۔ اور یہودیوں نے اس کے مار ڈالنے کی صلاح کی۔" مگر اس سازش کا حال کھل گیا۔ اگرچہ یہودی جو پولوس کو قتل کرنا چاہتے تھے رات دن دروازوں پر لگے رہتے تھے مگر عیسائیوں نے اسے ایک ٹوکرہ میں بٹھایا اور دیوار شہر سے لٹکا کر اتار دیا۔

(اعمال باب ۲۱ آیت ۳۸) اور وہ خود ایک جگہ اپنے آپ کو یہودی کہتا ہے۔ (باب ۲۲ آیت ۳) ہماری رائے میں مصری تو اسے غلط فہمی سے سمجھتے تھے۔ اور چونکہ اس نے یہودیوں کا مذہب اختیار کر لیا تھا، اس لئے یہودی قوم کے حقوق بھی حاصل کر لئے تھے۔ مگر وہ رومی نژاد تھا مفسرین بائیبل غالباً اس وجہ سے پولوس کو یہودی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ اس کے ایمان میں کوئی شک و شبہ نہ رہے، ورنہ ایک ایسے شخص کے "اعمال" کی نسبت بہت کچھ کہا جا سکتا ہے جو حکمران قوم کا ایک فرد تھا، مسیح اور ان کے حواریوں پر بغاوت کا الزام تھا اور حکمران قوم یقین کرتی تھی کہ مسیح یہودیوں کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ اور یہودیوں کو رومی قید حکومت سے آزاد کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس جماعت کو تفرقہ پردازی کے ذریعہ کمزور کرنے کے لئے یہ تجویز عمل میں لائی گئی، یہ امر قابل غور ہے کہ پولوس کبھی مسیح کو زندگی میں نہیں ملا۔ اور کبھی آپ کے فیض صحبت سے مستفید نہیں ہوا۔ اور اس لئے پہلی چار انجیلوں میں اس کا کچھ مذکور نہیں، صرف "اعمال" میں جس کے مصنف کا نام بھی معلوم نہیں اس کے کارنامے مندرج ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ پولوس کسی حواری سے بھی نہیں ملا، یا ارادتاً ان سے کنارہ کش رہا چونکہ اس کے ابتدائی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسائیت اور عیسائیوں کی بیخ کنی کے درپے تھا اس لئے اس کے "اعمال" مابعد پر جو کچھ شک ہو سکتا ہے اسکی مزید تائید مذکورہ بالا واقعات سے بھی ہوتی ہے۔ اس نے عیسائیت میں ایسی باتوں کو رواج دیا جو صریحاً مسیح کے قول و فعل کے مخالف ہے، مثلاً ختنہ کی رسم کو منسوخ کیا، حالانکہ خود مسیح مختون تھے اور ختنہ کے برخلاف آنحضرت نے کبھی تعلیم نہیں دی، غیر اقوام کو دعوت مذہب دی۔ اگرچہ مسیح نے اپنے حواریوں کو اس سے منع کر دیا تھا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ موجودہ عیسائیت کی بنیاد پولوس رسول نے رکھی۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ اسکی کارروائیوں میں مسیح کے حواری شامل نہ تھے، یہ بھی ممکن ہے کہ پولوس ایک مذہبی پیشوا بننا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے بہت کچھ شریعت میں اختراع سے کام لیا، بہرحال پولوس نے گوشۂ گمنامی سے نکل کر ایسی شہرت حاصل کی جو خاص خاص آدمیوں کو نصیب ہوتی ہے" +

اعمال میں دمشق کے عبادت خانوں اور شارع مستقیم، اور شہر کے دروازوں اور دیوار کا تذکرہ مجملاً کیا گیا ہے، جن کے متعلق ہم آئندہ فصلوں میں مفصل حالات لکھیں گے؛

کتب مقدس میں جو کچھ دمشق کے متعلق لکھا ہے ہم نے بالاختصار بیان کر دیا، اب ہم اس زمانہ میں آ گئے ہیں جو "موجودہ زمانہ" کا آغاز ہے، یعنی تاریکی کے زمانہ کے اختتام پر پہونچ گئے ہیں۔ اس وقت عرب میں "زمانہ جاہلیت" کے بعد بعثت کا دور دورہ تھا، اور ہجرت نے تواریخ اسلام کو شروع کر دیا تھا، اس وقت سے دمشق کے مفصل حالات کا پتہ ملتا ہے، اس سے پیشتر دمشق کی سرگزشت، دمشق کی تواریخ کا دیباچہ سمجھنا چاہیئے۔

دور اول

"دمشق کا پہلا محاصرہ"

رومی سلطنت جسکی حکومت کا آغاز اٹلی سے ہوا۔ اور جسکی ایشیائی عالیشان عمارت سکندر اعظم کی فتوحات پر تعمیر ہوئی۔ اس وقت دو حصوں میں منقسم تھی۔ یورپ پر وہی پرانا دارالسلطنت روم حکومت کرتا تھا، مگر سچ تو یہ ہے کہ اسکی شان و شوکت کا زمانہ ہو چکا تھا، یہ چراغ سحری کوئی دم کا مہمان تھا، اور تھوڑے عرصہ کے بعد گل ہو گیا۔ ایشیا اور افریقہ پر قسطنطنیہ حکمران تھا، اسکی مفصل تواریخ اور عروج و زوال کی داستان بہت طویل ہے، اس وقت قسطنطنیہ کے تخت پر "ہرقلیاس" جسے عربی مؤرخ "ہرقل" کہتے ہیں متمکن تھا۔ اس سے پیشتر "فوکس" شہنشاہ تھا، ہرقل نے "فوکس" کو تخت و تاج سے برطرف کر کے قتل کیا، اور وسیع شہنشاہت کا مالک بن بیٹھا، اس کا باپ افریقہ کا گورنر تھا۔ لوگ فوکس سے ناراض تھے۔ اور ہرقل کے باپ کو مدعو کیا تھا۔ مگر بوجہ ضعف العمری معذور تھا، اس لئے یہ کام جو باپ سے نہ ہو سکا بیٹے نے کیا، اور عوام الناس نے ہرقل کی حکومت کو خوشی خوشی قبول کیا، ہرقل جوانمرد سپاہی تھا، نہایت آسانی سے تخت و تاج غصب کر لیا؛

کسریٰ فوکس مقتول کا دوست تھا، کب گوارا کر سکتا تھا، کہ ایک دوست قتل ہو اور وہ چپکا بیٹھا رہے، انتقام کے جوش سے اٹھا، اور دریا فرات کو عبور کر کے شام میں داخل ہوا، تمام مشہور شہر یکے بعد دیگرے بجبر و قہر مسخر کر لئے، اس وقت ایرانی بادشاہ کا کیمپ غوطہ دمشق تھا، جسکی نسبت گبن لکھتا ہے۔ کہ

یہ روح فزا وادی دمشق میں ہر ایک زمانہ میں شاہی شہر رونق کا باعث رہا ہے، یہ گوشہ عافیت ابھی تک وادی موزخین کی نظر نہیں پڑا تھا، لیکن خسرو نے کوہ لبنان پر چڑھنے سے پیشتر اور شام کے ساحلوں پر حملہ کرنے سے پہلے اسی جنت نظیر مقام پر قیام کیا ہوا تھا"

اس وقت ہرقل کو سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ کسریٰ نے تمام شام اور ارض فلسطین پر قبضہ کر لیا، اور اس کے بعد افریقہ کا رخ کیا۔ اہل کتاب کی عبادت گاہوں کو آتشکدہ بنا دیا، نوہزار عیسائی اس جنگ میں تہ تیغ بیدریغ ہوئے۔ اور شام کی تمام دولت و ثروت ایران میں جمع کر دی، سونا چاندی، صنعت و حرفت کے بیش قیمت نمونے اور خود اہل صنعت اور حرفت کو ایران میں لے گیا۔ اس وقت کسریٰ کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ نوسو ساٹھ ہاتھی شہنشاہ کی سواری کے واسطے موجود تھے، خیمہ و خرگاہ اور بار برداری کے لئے بارہ ہزار بڑے اور آٹھ ہزار چھوٹے اونٹ اور شاہی اصطبل میں چھ ہزار گھوڑے صبا رفتار اور ہوا پا تھے۔ چھ ہزار محافظ فوج در دولت پر کھڑی رہتی۔ اور بارہ ہزار غلام ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے۔ تین ہزار عورتیں جو ایشیا کی خوبصورتی کا انتخاب تھا کسریٰ کے عیش و عشرت کو مکمل کرتی تھیں۔ "گنج شایگان" اور "باد آورد" میں زر و جواہر کے انبار لگے ہوئے تھے، شاہی محل جس کی سقف کو چالیس نقرئی ستون سہارا دیئے تھے، اور جس پر تیس ہزار ریشمی اور زربفت کے منقش پردے لٹک رہے تھے۔ اور جس کے گنبد میں ہزار طلائی قمقمے آویزاں تھے سپہر کا نقشہ تھا جس کے گنبد نیلو فام میں آفتاب و مہتاب اور بیشمار روشن ستارے زینت کا باعث ہیں، یہی کسریٰ کا قصر ابیض تھا"

بقول گبن اس وقت جب کہ ایرانی شہنشاہت انتہائے عروج پر تھی، اور کسریٰ اپنے شاہی محل میں عیش و عشرت میں منہمک تھا۔ اور ان اسباب عشرت پر جن کا تذکرہ کیا گیا ہے نظر کر رہا تھا، کہ عرب کے ایک شہر سے قاصد پیغام اسلام لیکر آیا، آتش پرست بادشاہ بھڑک اٹھا اور نامہ کو اپنے ہاتھ سے پرزہ پرزہ کر دیا۔ جب رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسریٰ کی گستاخانہ حرکت کی اطلاع ہوئی، تو فرمایا کہ اسی طرح اسکی سلطنت اور اس کا حال ہوگا۔

اس خونریز جنگ کے حالات میں جو رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان ہوا، اور جس میں رومیوں کو نیچا دیکھنا پڑا گبن لکھتا ہے کہ "محمد عرب میں بیٹھ کر جو دونوں حریف عظیم الشان سلطنتوں کے کنارہ پر واقع ہے رومیوں اور ایرانیوں کی باہمی خونریز جنگوں اور تباہی دیکھ کر دل ہی دل میں خوش ہوتا تھا۔ اور ایرانی

فتح کی خبر سُنکر اس نے پیشگوئی کی کہ چند سال کے بعد فتح رومی علم کیطرف رجوع کرے گی"۔
گبن معذور ہے کیونکہ جو کچھ ہمیں معلوم ہے وہ نہیں جانتا۔ "غُلبۃ الرّوم" شاہد ہے کہ اہل کتاب کی تباہی اور آتش پرست کسریٰ کی فتوحات نے رسولؐ خدا اور عام مسلمانوں کو سخت غمگین بنا رکھا تھا، کیونکہ کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں اہل توحید کو اہل کتاب سے دلی ہمدردی تھی، اور کفار عرب خوش تھے کہ وہ لوگ جو محمدؐ کے اکثر عقائد میں ہم خیال ہیں تباہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے گبن کا یہ لکھنا کہ "محمدؐ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا" حقیقت حال کے بالکل مخالف ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآنی پیشگوئی نے اس وقت مسلمانوں کو اس خوشی کا منتظر بنا دیا، جس کا وعدہ "غلبہ روم" کے ساتھ کیا گیا تھا۔

سنہ ۶۱۷ء میں خسرو پرویز شام اور دیگر ممالک کی فتوحات سے فارغ ہوا۔ سنہ ۶۲۵ء میں رومیوں نے از سر نو ان ممالک پر قبضہ کیا، یعنی "بضع سنین" میں فتح رومی علم پر لہرائی۔ یہ ایّام جو اہل کتاب کی خوشی کے تھے مسلمانوں کے واسطے بھی دوہری خوشی کا موجب تھے۔ کیونکہ ایک تو کفار کو رومیوں نے شکست دی۔ اور دوسرے خود مسلمانوں نے بدر کے میدان میں نمایاں فتح حاصل کی، اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا وعدہ بلفظہ پورا ہوا"۔

"ہرقل" نے تین مہموں کے بعد ایرانیوں کو نیچا دکھایا۔ اور پھر وہی طاقت اور شوکت حاصل کر لی جو اس سے پیشتر تھی، اور تھوڑے عرصہ میں تمام اندرونی اور بیرونی خرخشوں اور حملوں سے بیفکر ہو گیا۔
"ہرقل" ایرانی مہم سے فارغ ہو کر یروسلم میں مقدس مقامات کی زیارت کے لیے آیا۔ اور اس جگہ بطریق سے دریافت کیا کہ "کیا مسیح کا جسکی میں پرستش کرتا ہوں اور جس کا جسم تو بظاہر ایک تھا مگر دو فطرتیں تھیں، ارادہ بھی ایک تھا یا دو تھے"۔ جواب ملا کہ ارادہ ایک ہی تھا۔ اگرچہ یہ عجیب فلسفیانہ سوال شہنشاہ کی طبیعت کی جودت کا نتیجہ تھا، مگر حق تو یہ ہے کہ بقول گبن اس وقت عیسائی دنیا مذہبی مباحثہ میں اس قدر اُلجھی ہوئی تھی، کہ کلیسائے مسیحی کی تاریخ نے دیگر واقعات کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ مذہب عیسوی مسیحؑ کی ذات سے اس قدر وابستہ ہے کہ اگر نصاریٰ یقین کر لیں کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں تو یہ مذہب بھی مردہ ہے، گویا اس مذہب کی بنیاد حضرت مسیحؑ کی ذات پر ہے، اس لئے اعمال اور پابندیٔ احکام شریعت کی طرف ان کی توجہ کبھی مبذول نہیں ہوئی، صرف مسیحؑ کی ذات پر ایمان لانا نجات کا باعث ہے، کفارہ نے انہیں اعمال سے مستغنی کر دیا ہے، اور اس لئے عیسائی دنیا کی مذہبی تحقیقات تثلیث یا حلول و اتحاد میں

محدود رہی ہے، ابتدا میں اگرچہ حواریوں اور ان کے تابعین کی سادہ زندگی تقویٰ اور اطمینان قلبی
میں بسر ہوئی، لیکن غیر اقوام میں اشاعت مذہب کے باعث عیسائی مشنریوں کو بت پرست اور مختلف
عقاید کے لوگوں سے سابقہ پڑا، اور مشرکین کے اوتاروں اور دیوتاؤں پر مسیح کو ترجیح دینے کے لئے
آنحضرت کی ذات میں ایسے اوصاف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، جنہوں نے خود یسوع مسیح کو دیوتا
اوتار، خدا کا بیٹا، بلکہ خود خدا بنا دیا، اور آیندہ عیسائی نسلیں شرک کی مضرتوں سے محفوظ نہ رہیں۔ جس وقت
عیسائیت شاہی مذہب ہوا، رومی اور یونانی فلاسفروں نے تثلیث کے مسئلہ میں وہ موشگافیاں کیں
کہ عوام الناس نے مسیحی الوہیت کو تسلیم کر لیا، لیکن طبائع وخیالات اور ملکی آب ہوا در سم ورواج کے
اختلاف نے اس شرک وحدت نما میں نزاع لفظی ومعنوی پیدا کر دیا، اور رومی دور دورہ کے آخری دو سو
پچاس برس مختلف عیسائی فرقوں کے عروج و نزول اور باہمی مقدس مذہبی جنگ میں بسر ہوئے
جو خونریز تو نہ تھے، مگر بنیاد مذہب اور عوام الناس کے عقاید کو متزلزل کر دیا۔ یورپ اور ایشیا اور افریقہ
میں پیشوایان دین مسیحی نے ایک دوسرے کے برخلاف کفر کے فتوے صادر کئے۔ اور اس عرصہ
میں مختلف عیسائی ممالک میں اپنے اپنے کلیسا قائم کئے جن کے عقائد ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے
ابتدا میں عیسائیت کی اشاعت بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں ہوئی، یہودی
جو موسوی شریعت سے بخوبی واقف تھے کسی ایسے مسیح کے منتظر نہ تھے جس کا مرتبہ انسانی درجہ سے بلند ہوتا،
اور نہ ان لوگوں نے مسیح کی پیروی ایسے کچھ اور سمجھ کر اختیار کی، مسیح کے حواری جو آنحضرت کو اپنا
دوست، ہم وطن، پیر ومرشد سمجھ کر بے تکلف گفتگو کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات مشورہ میں شریک
ہوتے تھے۔ اور بعض اوقات اعتراض بھی جما دیتے تھے، آنحضرت کو ابن آدم ہی سمجھتے تھے، اور مسیح
بھی ان کی نظروں میں اس سے زیادہ نہ جچتے تھے، مسیح کا بچپن، لڑکپن، جوانی اور بتدریج قد وقامت اور
عقل کا بڑھنا انہیں اچھی طرح معلوم تھا، صلیب پر جسمانی اور روحانی تکالیف برداشت کرتے ہوئے اپنی
آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، آنحضرت ان کے درمیان زندہ رہے اور فوت ہوئے۔ ان باتوں سے
وہ انہیں صرف ایک فانی انسان ہی سمجھ سکتے تھے، وہ مصلح قوم تھے، اور انکی ذات سے کارہائے نمایاں
ظہور میں آئے، نوع انسان بالخصوص یہودیوں سے دلی ہمدردی تھی اور نیک آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں
مسیح سے پیشتر بہت ایسے شخص ہو گذرے ہوئے اور ہونگے، یہودیوں کی سنگدلی، فریبیوں

اور کاہنوں کی ایمان فروشی، پر ایک انسان کی طرح زبان طعن و ملامت کھولی، اور یروشلم کی آیندہ بربادی پر پیش از وقت آنسو بہائے، یہ تمام شہادتیں انسانیت کی دلیل ہیں۔ اعجاز عیسوی بھی کچھ ایسی بڑی بات نہ تھی، آنحضرت سے پیشتر پیغمبروں، حکیموں نے سخت سے سخت امراض کا علاج کیا، مایوس مریضوں کو شفا بخشی، مردوں کو زندہ کیا، بحر کو پھاڑا، آفتاب کو ٹھہرا دیا، آتشی گاڑی میں آسمان پر چڑھ گئے۔ استعارہ کے رنگ میں تمام یہودی اپنے آپ کو "خدا کا بیٹا بلکہ پلوٹھا" سمجھتے تھے، ان کے بزرگ، متقی پرہیزگار لوگ، شہید تو بدرجہ اولیٰ اس خطاب کے مستحق تھے، اگر حضرت عیسیٰ کو یہودی عیسائی "خدا کا بیٹا" کہتے تھے تو فی الحقیقت وہ معنوی لحاظ سے ایسا نہ سمجھتے تھے اور نہ مسیح ایسے تھے۔ "ابیانیتی" اور "ناصری" فرقہ کے عیسائی جو ابتدا میں تھے مسیح کو انسان ہی سمجھتے رہے، اور پیغمبر سے زیادہ رتبہ نہ دیتے تھے۔

حاشیہ نمبر ۴۔ مسیح کی پیدائش کے واقعات اور وفات کے حالات عموماً ان کی الوہیت کی شہادت میں پیش کیے جاتے ہیں، مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ پیدا ضرور ہوئے اور ماں کے پیٹ سے متولد ہوئے اور عام انسانوں کی طرح ان کی ولادت ہوئی جو سرے سے منافی الوہیت ہے۔ ایسی پیدائش جو باپ کی وساطت کے بغیر ہو خلاف قانون قدرت تو نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس سے پیشتر آدم علیہ السلام کا ظہور بھی اسی طرح سے ہوا تھا بلکہ اس حیثیت سے وہ ممتاز ہیں، کیونکہ ان کی ماں بھی نہ تھی، اور تمام حشرات الارض اور برساتی کیڑے مکوڑے اور ادنیٰ درجہ کی مخلوق اسی طرح پیدا ہوا کرتی ہے، اور ہماری رائے میں یہ شہادت الوہیت انہیں مرتبۂ انسانیت سے بھی گرا دیتی ہے۔ ہمارا عقیدہ حضرت عیسیٰ کی نسبت ایسا نہیں، ہم انہیں عالیشان پیغمبر سمجھتے ہیں نہ کہ ایسا مخلوق جو خود بخود پیدا ہو جاتا ہے، یہ نہایت ہی فاسد عقیدہ ہے جو ہمارے عیسائی بھائیوں نے اختراع کیا ہے فی الحقیقت یہ خیال زمانہ جاہلیت کا ہے جسے یورپی مورخین "ڈارک ایجز" یعنی "زمانہ تاریک کہتے ہیں"، مگر افسوس ہے کہ فی زمانہ بھی اسی خام خیال کو پختہ کیا جاتا ہے۔ دراصل ان لوگوں نے انسانی شرافت کو سمجھا ہی نہیں، انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اور جو کچھ مرتبہ اسے حاصل ہے وہ فرشتوں کو بھی نصیب نہیں ہوا، یہ بدیہی دلیل ہے کہ انسان دنیا کی ہر ایک چیز پر حکومت کرتا ہے اور ہر ایک چیز اس کے تابع فرمان ہے۔ عجائبات قلب انسانی اور درجات روحانی کا اگر عیسائیوں کو علم ہوتا تو وہ کبھی حضرت مسیح کے لیے "انسان کامل" کے بغیر کوئی اور لقب یا خطاب انتخاب نہ کرتے، ہم کہتے ہیں کہ پیشوایانِ مذہب کی پیدائش اس رنگ میں ظاہر کرنا صرف تاریک زمانہ کا خاصہ تھا۔ اور یہ عقیدہ فاسد صرف

مگر زمانہ اپنا رنگ بدلتا گیا، وہ لوگ معدوم ہوتے گئے اور بدعت اور شرک نے مذہب میں مستقل دخل پالیا، مقدس کتابیں نایاب تھیں۔ وہ بھی برباد ہوگئیں۔ یونانی ترجمے یا ترجموں کے ترجمے اور وہ بھی نقلوں کی نقل سے کیے گئے، اصلی محاورات اور فقرات کی لفظی بندش اور ان کے معانی غیر زبانوں کے ترجموں میں بدل گئے، افسوس ہے کہ عبرانی جو انجیل کی اصلی اور یہودیوں کی مادری زبان تھی، مسیح سے چند سال بعد مردہ ہوگئی، اور کچھ صدیوں کے بعد مردہ صد سالہ، جو مبصر زندہ اور مردہ زبان میں فرق سمجھتے ہیں بآسانی سمجھ لیں گے کہ ایسے مذہب کا اثر کیا کچھ ہوسکتا ہے جس کی کتب مقدس مردہ زبان میں ہوں، وہ کہاں تک عام فہم ہوسکتی ہیں، اور لفظوں اور روزمرّہ محاوروں کے معانی کی صحت کہاں تک درست ہوسکتی ہے،

عیسائیوں کے حصہ میں نہیں آیا۔ بلکہ دنیا کی تمام بت پرست قومیں اسی گمراہی میں بھٹکتی ہیں، مسیح کی پیدائش سے سینکڑوں بلکہ ہزارہا برس پیشتر دنیا کے مختلف حصوں میں ایسے اوتار اور دیوتا بیشمار گذرے ہیں، جو برساتی کیڑوں کی طرح پیدا ہوئے، اور انہیں سے بعض بدقسمت اب تک زندہ ہیں۔ ہندوستان، چین، مصر، یونان روم کی "مائی تھولوجی" نے عیسائیوں کو بھی انکا مقلد بنا دیا، اور سچ تو یہ ہے کہ وہ اس وقت معذور تھے، اس وقت اہل دنیا کا فہم حد بلوغت کو نہ پہونچا تھا، معقولی دلائل سے ان لوگوں کو سمجھانا بے سود تھا، اسی قسم کے کرشموں اور شعبدوں کے وہ معتقد تھے، یہ زمانہ ہی ایسا تھا اور عیسائیوں کو ان ہی لوگوں سے سابقہ پڑا، اور خود عیسائی بھی ایسے ہی دماغ کے آدمی تھے۔ اسی لئے تو مسیح تمام عمر ان سے پہیلیاں بجھواتے رہے، اور تمثیلوں میں گفتگو کرتے رہے، اور وہ پھر بھی نہ سمجھ سکے۔ اگر بت پرست اقوام کو ایسی ایسی باتیں بناکر نہ پھسلاتے تو وہ مسیح کی ذات پر کیوں ایمان لانے لگے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی پیدائش کی کہانی کسی نیک نیت عیسائی کا کام ہے جس نے نہایت دلیری سے ہندوؤں کے پرانوں، یا چینیوں کے افسانوں یا غالباً مصر اور یونان کے بت خانوں سے یہ عقیدہ فاسد سرقہ کیا ہے، متی کے پہلے دو باب ہی ایک ایسی شہادت ہے جو عیسائی الوہیت کی دلیل میں بطور تحریری شہادت پیش کر سکتے ہیں اور یہ دونوں باب اصل کتاب کا جزو نہیں بلکہ زمانہ مابعد کی ایزاد ہے، (گبن جلد پنجم) ہماری رائے میں انجیل محفوظ کتاب نہیں، موجودہ زمانہ میں "پریس" نے کتب کو محفوظ کر دیا ہے گزشتہ زمانہ میں یہ صورت نہ تھی، اور انجیل کی حفاظت کا کسی زمانہ میں بندوبست نہیں کیا گیا، چند قلمی نسخے سخت نایاب تھے، ان کی نقلیں خاص خاص ہاتھوں میں تھیں، جو بہت جلد معدوم ہوگئیں۔ اصل زبان کے نسخے موجود نہیں، ترجموں نے بہت کچھ تحریف کو مداخلت کا موقع دیدیا، متی کے ابتدائی دو باب جو صریح دلیل مسلمہ

ہماری رائے میں جس مذہب کی بنیاد کسی مردہ زبان پر ہے وہ خود مردہ ہے، خواہ یہ زبان عبرانی ہو،
پہلوی ہو، یا سنسکرت ہو، توریت وانجیل، ژند اور ویدکی زندگی کا خاتمہ ان زبانوں کے ساتھ ہی ہو چکا، اور
قانون قدرت کے مخالف ہے کہ اس دنیا میں مردہ زندہ ہو! اور بالخصوص جن مذاہب کی ہستی کسی خاص شخص کی
ذات سے وابستہ ہے، اسکا انجام مردہ زبان سے بھی بدتر ہے، مسیح ابھی تک زندہ ہوں یا عرصہ دراز سے
فوت ہو چکے ہوں اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کی زندگی انیس سو برس سے اس دنیا کی زندگی نہیں ہے،

المختصر اس وقت عیسائی دنیا مسیح کی الوہیت اور تثلیث اور حلول و اتحاد کے مسائل کو معقولی دلائل سے،
حل کر رہی تھی کہ "ہرقل" کے پاس بھی دعوت اسلام کا پیغام پہنچا، عربی مورخ لکھتے ہیں کہ "ہرقل" کو اسلام کی
حقانیت کا یقین ہو گیا تھا، مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا، ورنہ تخت و تاج کو
خیرباد کہنا پڑتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ تک رومی سلطنت کے ساتھ عربوں کے تعلقات خوشگوار
رہے اور اس عرصہ میں کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ ہوئی لیکن اسلام کی روز افزوں ترقی نے عیسائی پادریوں کو حاسد
بنا دیا تھا، اور مسلمانوں کی طاقت نے رومی سلطنت کو خائف کر دیا، اور باہمی تعلقات کشیدہ ہوتے گئے،
۸ھ میں رسول خدا کے قاصد سرحد شام پر مارے گئے، اور عام مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہو گیا، اس لئے

پیدائش مسیح کی نہیں، صرف ایک دو لفظوں کے تغیر و تبدل سے تمام پیدائشی کہانی کو خاک میں ملا دیتے ہیں،
یہ ہے مسیح کی پیدائش کی حقیقت، آنحضرت کی وفات ایک پامال شدہ مسئلہ ہے، اس پر ہم اس سے زیادہ
کچھ کہنا نہیں چاہتے کہ مسیح صلیب پر ضرور لٹکائے گئے، مگر صلیب پر وفات نہیں پائی، اور نہ اس قدر عرصہ میں
کوئی شخص صلیب پر مر سکتا تھا، البتہ ان پر ایسی غشی طاری ہو گئی تھی کہ لوگوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں،
بیہوشی کے عالم میں انہیں صلیب سے اتار لیا گیا، اور مردہ سمجھ کر ایک قبر میں رکھا گیا، جس کا نقشہ اس کتاب میں ہم
لکھ چکے ہیں، جس وقت وہ ہوش میں آئے، خود بخود قبر سے نکل آئے، غالباً یہ واقعہ رات کے کسی حصہ میں ہوا،
اگر بالفرض محال یہ تسلیم کیا جائے کہ مسیح مصلوب ہوئے یعنی صلیب پر جان دی اور فی الحقیقت مر گئے تھے تو
ہماری رائے میں یہ کوئی زبردست دلیل الوہیت نہیں، البتہ مر کر زندہ ہونا کچھ بات ہے، اگر آنحضرت قبر میں
اسی طرح رہے جس طرح یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں جیسا کہ انجیل سے ظاہر ہوتا ہے تو یونسؑ تو انسان تھے اور وہ
مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ تھے، لیکن عیسائیوں کا خیال ہے کہ یسوع مسیح ضرور صلیب پر مر گئے، کیونکہ کفارہ
کا ایک بغیر خون ہوا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ آنحضرت زندہ ہو کر دنیا میں تھوڑا عرصہ رہے، کچھ دنیا کی آب و ہوا

آنحضرتؐ نے زیدؓ بن حارثہ کے ماتحت تین ہزار فوج شام پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کی۔ زید آپ کے غلام تھے۔ لیکن اون مسلمانوں میں سے تھے جو سب سے پہلے آپ کی رسالت پر ایمان لائے تھے۔ اس وقت ان کے ماتحت قبیلہ قریش کے شرفاء اور آنحضرتؐ کے نامی صحابہ اور آپ کے چچازاد بھائی جعفرؓ بن ابی طالب بھی تھے۔ اسلامی اخوت نے فخر حسب و نسب اور ذاتی حیثیتوں کو مٹا دیا تھا۔ رسول خدا نے حکم دیا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو ان کے بعد جعفر اور اگر وہ بھی کام آئیں تو عبداللہ بن رواح اور اگر وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان جس شخص کو منتخب کریں اپنا سپہ سالار بنالیں۔ مسلمان کوچ کرتے ہوئے شام کی سرحد پر آئے۔ ایک رات زید بن حارث نے عبداللہ بن رواحہ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔ جو خود ان کے تصنیف کردہ تھے :-

اذا ادنیتنی وحملت رحلی	جب تو نے مجھے نزدیک کیا اور میرے کجاوہ کو کسا چار ماہ کی
مسیرة اربع بعد الحساء	مسافت کے لئے مقام حسا کے بعد بھی آگئے۔
فشانك فانعمی وخلاك ذم	اے دل اپنی شان کو دیکھ اور خوش ہو مذمت تجھ سے دور رہے۔
ولا ارجع الی اهلی ورائی	میں اس کے بعد اپنے اہل کی طرف نہ لوٹونگا۔
وجاء المومنون وغادرونی	مسلمان آئے اور مجھے شام کی مشہور خواب گاہ میں
بارض شام مشهور الثواء	چھوڑ دیا۔
وردك كل ذی نسب قریب	اور عزیز و اقارب نے رشتہ توڑ کر خدا کے سپرد
الی الرحمن منقطع الاخاء	کر دیا۔
هنالك لا ابالی طلع بعل	اس وقت نہ مجھے کسی بیوی سے شادی کی خواہش ہے اور نہ
ولا نخل اسافلها رواء	ان کھجوروں کے باغ کی جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

زیدؓ ان اشعار سے بہت متاثر ہوئے۔

کی ناموافقت یا مردود یہودیوں کے خوف کے باعث یا کسی اور وجہ سے اس جگہ رہنا پسند نہ فرمایا۔ اور آسمان پر چڑھ گئے۔ یعنی دنیا میں ان کا عدم وجود یکساں ہے۔

یہ ہے اس مذہب کی حقیقت جسکا انحصار ایک فانی انسان کے وجود پر ہے۔ ایسی عمارت جو ریت پر تعمیر ہوئی ہے کب قائم رہ سکتی ہے۔ طوفان برپا ہوئے اور آندھیاں چلیں اور اس کے اجزاء کو پریشان کر دیا۔ یہ وہ تمثیل ہے جسکی نسبت مسیح نے فرمایا تھا کہ "جسکے کان سننے کے ہوں سنے" +

مقام "معان" پر مسلمانوں کو پتہ چلا کہ "ہرقل" نے ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عربی عیسائیوں کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا ہے، جو اس وقت مقام "مآب" میں اس کا انتظار کر رہے ہیں، معان پر مسلمانوں نے دو دن مقام کیا، اور آپس میں مشورہ کیا کہ رسول اللہ کو دشمن کی کثرت کی خبر دیکر کمک طلب کرنی چاہئے لیکن عبداللہ بن رواحہ نے مسلمانوں کو جوش دلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان آگے بڑھے، اور شہر بلقاء کے نواح میں بمقام شراف رومیوں سے مٹھ بھیڑ ہو گئی، لیکن مسلمانوں کو اس جگہ سے ہٹنا پڑا، اور "موتہ" پر کیمپ قائم کیا، اس جگہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان سخت خونریز جنگ ہوا، زید بن حارث[9] سب سے آگے تھے، نہایت بہادری سے لڑے اور شہید ہو گئے، جعفر بن ابی طالب نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے، داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیا، وہ بھی کٹ گیا تو علم کو سینے سے لگا لیا، ستر زخم سینے پر کھائے اور گر پڑے، عبداللہ بن رواحہ نے علم کو تھاما، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے:-

یا نفس الا تقتلی تموتی	اے دل اگر تو قتل نہ ہوگا تو مرنا ایک دن ضرور ہے
ھذا حیاض الموت قد حیلت	موت کے حوض لبریز ہیں اور تو نے بھی اسمیں ڈوبنا ہے
وما تمنیت فقد لقیت	تیری آرزوئے شہادت پوری ہوئی، اگر تو زید
وان تفعلی فعلہما ھدیت	اور جعفر کی طرح کام کرے گا تو مقصود پر پہونچ جائیگا،
وان تاخرت فقد شقیت	اور اگر ان سے پیچھے رہا تو نامراد رہے گا۔

عبداللہ بن رواحہ علم ہاتھ میں لئے ہوئے رومی صفوں میں گھسے اور ان کے پیچھے مسلمانوں نے بھی حملہ کیا، عبداللہ لڑتے ہوئے کام آئے، اس وقت خالد بن ولید نے مسلمانوں کو للکارا کہ اے مسلمانو!

حاشیہ نمبر ۹- زید بن حارث آٹھ برس کی تھے کہ ایک دفعہ ان کی والدہ انکو ساتھ لے کر اپنے خاندان بنی معن سے ملنے گئی، راستے میں بنی تین بن جبر کے سواروں نے انپر ڈاکہ مارا، زید گرفتار ہو کر بطور غلام بازار عکاظ میں بکے، رسول خدا نے نبوت سے پیشتر خدیجہؓ کے مال سے خرید کیا، خدیجہ نے آپ کو ہبہ کر دیا، آنحضرت نے زید کو اپنا متبنّی بنا لیا، لوگ انہیں ابن محمد کہتے تھے، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "ادعوھم لآبائھم" تو ابن حارث کہنے لگے، رسول خدا نے حضرت حمزہ اور زید میں مواخاۃ کرا دی تھی، زید اور ان کے والد کا قصہ حضرت یوسف اور یعقوب کے مشابہ ہے۔

آگے بڑھو، اس دن سیف اللہ کے ہاتھ میں نو تلواریں رومیوں کے خود پر ٹوٹیں، مسلمان ایسے جی توڑ کر لڑے کہ رومی پسپا ہو گئے، مگر اسلامی فوج کی قلت نے مسلمانوں کی پیشقدمی کو روک دیا، رات کی تاریکی نے پردہ داری کی، اور خالدؓ مسلمانوں کی پسماندہ فوج کو مدینہ منورہ کی طرف بچا کر لے آئے رسولؐ خدا اور مسلمانوں نے اگر شہدا موتہ پر آنسو بہائے تو قدرتی امر تھا، لیکن اس واقعہ نے مسلمانوں میں ایک ایسا جوش پیدا کر دیا تھا کہ ایک اور مہم تیار ہو گئی جس کے سپہ سالار رسولؐ خدا بذات خود تھے۔ دس دن کے بعد چشمہ "تبوک" پر پہونچے، جو مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے، اس جگہ کوئی لڑائی نہ ہوئی کیونکہ سرحدی قبائل نے جزیہ دینا پسند کیا، اور صلح و امن کا عہد باندھا۔

زید بچپن میں قید غلامی میں پڑے، آپ کے والدان کی جدائی میں روتے پیٹتے معلوم نہیں تھا کہ بچہ زندہ ہے یا مرگیا، اور اگر زندہ ہے تو کہاں اور کس حال میں ہے؟

بکیت علی زید ولم ادر ما فعل	زید کے لئے رو رہا ہوں، مجھے معلوم نہیں کہ زید کو کیا ہوا، آیا
احی یرجی ام اتی دونہ الاجل	وہ زندہ ہے کہ پھر ملنے کی امید ہو یا اسے موت آگئی،
فواللہ ما ادری وان کنت سائلاً	خدا کی قسم میں نے تیری نسبت بہت دریافت کیا مگر کچھ پتہ نہ لگا، معلوم
اغالک سھل الارض ام غالک الجبل	نہیں کہ تجھے زمین ہموار غائب کر گئی یا پہاڑ نے چھپا لیا،
فیالیت شعری ھل لک الدھر رجعۃ	اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو کبھی کبھی واپس آئیگا۔ دنیا میں میرا دل
فحسبی من الدنیا رجوعک لی علل	بہلانے کے لئے تیرے واپس لوٹنے کی امید کافی ہے،
تذکرنیہ الشمس عند طلوعھا	آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید کی یاد آتی ہے، اور جب غروب ہوتا
ویعرض ذکراہ اذا قارب الطفل	ہے تب بھی اسی کی یاد ہوتی ہے، (یعنی تمام دن اسی کی یاد میں گذرتا ہے)
وان ھبت الارواح ھیجن ذکرہ	جب ہوائیں چلتی ہیں تو اسکی یاد تازہ ہوتی ہے، میرا رنج و غم اسکی یاد
فیا طول ما حزنی علیہ ویا وجل	میں بہت بڑھ گیا ہے،
ساعمل نص العیش فی الارض جاھداً	میں اسی رنج و غم میں گھل گھل کر مرجاؤنگا اور گو اونٹ تھک جائے
ولا اسام التطواف او تسام الابل	مگر میں طواف کرنے سے نہ تھکونگا،
حیاتی او تاتی علی منیتی	یہاں تک کہ مجھے موت آجائے،
وکل امرئ فان وان غرہ الامل	اور ہر آدمی مرنے والا ہے گو آرزوئیں اس کو دھوکہ دیں،

رسُول خدا اسجگہ سے واپس ہو گئے، جس وقت آنحضرتؐ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ "ہرقل" عرب پر حملہ کرنے کے لیئے سرحد شام پر فوج جمع کر رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے ایک لشکر

مما وصی بہ قیسا وعمرا کلاھما — میں زید کی تلاش کی وصیت قیس، عمرو، اور یزید اور جبل کو کر جاؤنگا

داوصی یزید اثم من بعدہ جبل — (جبلہ اور یزید زید کے اخیافی بھائی تھے)۔

کچھ آدمی قبیلہ کلب کے حج بیت اللہ کے لیئے مکہ معظمہ میں آئے اور زید کو دیکھ کر پہچان لیا، زید نے بھی انکو شناخت کرلیا، اور کہا کہ میرے گھر والوں کو میری طرف سے یہ اشعار پہنچا دینا کیونکہ میں نے سُنا ہے کہ میرے واسطے بہت غم کھاتے ہیں،

احن الی قومی وان کنت نائیا — میں اپنی قوم کے لیئے بہت رویا کرتا ہوں اگرچہ دور پڑا ہوں، اب

فانی قعید البیت عند المشاعر — میں کعبہ کے قریب ایک گھر میں رہتا ہوں،

فکفوا من الوجد الذی قد شجاکم — لہذا تم اس غم سے جس نے تمہیں زخمی کر دیا ہے باز آؤ، اور

ولا تعملوا فی الارض اخس الاباعر — اونٹ کی طرح محنت و تکالیف نہ اٹھاؤ،

فانی بحمد اللہ فی خیر اسرۃ — الحمد للہ کہ میں قید ہو کر ایک عمدہ گھرانے کے ہاتھ پڑا یعنی معد کے

کرام معد کا برا بعد کا بر — گھرانے میں آیا جہاں عظمت و کرم موروثی ہے۔

یہ لوگ جب واپس ہوئے تو زید کے والد کو خبر دی اور مقام اور مالک کا پتہ دیا، زید کے والد اور چچا آپ کا فدیہ لے کر رسُول کریم کے پاس آئے، اور کہا کہ "اے عبدالمطلب کے صاحبزادے، اے ہاشم کے بیٹے! اے قوم کے سردار کے لڑکے" ہم آپکے پاس اپنے لڑکے کے واسطے آئے ہیں، جو آپکے پاس ہے۔ پس اس کا فدیہ لیکر ہم پر احسان کیجیئے اور ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیجیئے، آپنے فرمایا کہ زید کو بلاؤ۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانے پر راضی ہو تو وہ آزاد ہے اور اسکو اختیار ہے، اور اگر مجھے پسند کرے تو بخدا میں ایسا شخص نہیں ہوں، کہ جب مجھے پسند کرے اسکی مرضی کے خلاف میں کسی کو اختیار دوں، مگر زید نے آنحضرتؐ کی مفارقت گوارا نکی، اس کے باپ نے کہا "زید تیرا برا ہو کیا تو غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے اور اپنے لواحقین پر غیروں کو پسند کرتا ہے"۔ زید نے کہا کہ میں نے اس آدمی میں وہ خوبیاں دیکھی ہیں کہ ان کو چھوڑ نہیں سکتا، جس وقت زید کے والد اور چچا کو یہ تمام حالات معلوم ہوئے تو ان کے دل خوش ہو گئے،

زید کی نسبت بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سب سے پہلے وہ اسلام لائے۔ اگر یہ غلط ہو تو اس میں کچھ شک نہیں کہ

بسر کردگی اسامہ بن زیدؓ شہید موتہ اس طرف روانہ کیا، اس لشکر میں حضرت عمرؓ بھی بطور ایک سپاہی اسامہ کے ماتحت تھے، یہ لشکر ابھی نواح مدینہ ہی میں تھا کہ رسول اللہ نے اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔

زیدؓ تیسرے یا چوتھے مسلمان ہیں، اور اس لئے رسول خدا کو بہت عزیز تھے، غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور فتح کا مژدہ مدینہ میں لیکر گئے، رسول خدا نے ان کا نکاح اپنی لونڈی ام ایمن سے کر دیا۔ اور انہی سے اسامہؓ پیدا ہوئے۔ زید کا دوسرا نکاح زینب بنت جحش سے ہوا جو رسول خدا کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ اس نکاح کے متعلق دشمنان دین نے بہت کچھ بیہودہ اعتراض کئے ہیں مگر زیادہ تر افسوس اس امر کا ہے کہ۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم

ہمارے خوش اعتقاد مفسرین نے جھوٹی سچی روایتوں اور حکایتوں کا ذخیرہ اس قدر بہم پہونچایا ہے کہ دشمنوں کو نکتہ چینی کی بہت گنجائش ہے۔

ہمارے سامنے سورۂ "الاحزاب" ہے جس میں اس واقعہ کی نسبت ان اعتراضوں کا شافی جواب دینے کے لئے کافی تحریری شہادت ہے، اعتراض یہ ہے کہ زید رسول خدا کے متبنّیٰ تھے اور زینب زید کی منکوحہ عورت تھی، زید نے رسول خدا کے ایما سے زینب کو طلاق دی اور خود آنحضرت نے زینب کے ساتھ نکاح کر لیا۔

نبوت سے پیشتر جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں رسول خدا نے زید کو متبنّیٰ بنایا تھا۔ ایام جاہلیت کی یہ ایک رائج رسم تھی، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ منہ بولے بیٹے کو لوگ بیٹا ہی سمجھتے تھے۔ اور اس لئے اسکی منکوحہ عورت ان پر حرام ہوتی تھی۔ یہ رسم تبنیت ہندوستان کی بت پرست قوموں اور دیگر ممالک میں قدیم الایام سے اب تک جاری ہے لیکن اسلام نے جس طرح دیگر مذموم رسوم کی جڑ کاٹ دی، اسی طرح تبنیت کی بھی ایک حد تک بیخ کنی کر دی۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ "الاحزاب" اس طرح شروع ہوتی ہے :-

"یا ایھا النبی اتق اللہ ولا تطع الکٰفرین والمنٰفقین ان اللہ کان علیما حکیما، واتبع ما یوحیٰ الیک من ربک، ان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔ وتوکل علی اللہ، وکفیٰ باللہ وکیلا۔ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ، وما جعل ازواجکم الّٰئی تظٰھرون منھن امھٰتکم، وما جعل ادعیاءکم ابناءکم، ذٰلکم قولکم بافواھکم، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ ادعوھم لاٰبآئھم ھو اقسط عند اللہ"

"اے نبی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں نہ آؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے،

اور آپ کے بعد آپ کے یار غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس وقت یمن اور دیگر مقامات کے لوگوں نے ارتداد اختیار کیا۔ اور زکاۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے خلیفہ اوّل کو یہ مشورہ دیا گیا کہ

اور جس طرح تمہیں کہا جاتا ہے اسی طرح عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ہر ایک عمل کی خبر ہے۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو اور وہی اللہ تمہارا کارساز بس ہے"۔ کفار اور منافق تو پرانی لکیر کے فقیر ہیں۔ اور جو کچھ مذموم رسوم رائج ہیں ان کی پابندی پر متعصّبانہ اصرار کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جسے ہر ایک چیز کا علم ہے۔ اور جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ان کافروں اور منافقوں کے ساتھ ان کی بری رسموں اور رواجوں کی بیخ کنی کر رہا تھا۔ اور رسول کریم کو بذریعہ وحی ان کی مضرتوں سے آگاہ کیا۔ اور ان کو ترک کرنے کے لئے حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپ نے احکام الٰہی کی تعمیل میں ان کو چھوڑ دیا۔ اور مسلمانوں کو بھی یہی تعلیم دی۔ کفار اور منافق چہ میگوئیاں کرتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ رائج الوقت رسم و رواج کو خواہ وہ کیسے ہی مذموم کیوں نہ ہوں۔ کوئی شخص یک لخت توڑنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ایسا شخص مورد طعن و تشنیع بن جاتا ہے۔ لیکن دنیاداروں کا ڈر اہل اللہ کو نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ ان لوگوں کی پرواہ کرتے ہیں کہ کیا کہتے ہیں۔ وہ مصلح ہوتے ہیں اور ان کا مقصود اصلاح ہوتا ہے۔ لوگ ان کو کتنا ہی برا کیوں نہ کہیں۔ زیبا نہیں کہ وہ ان کی باتوں میں آکر مفید کام کو ترک کر دیں۔ ایام جاہلیت کی رسوم کا مثلاً دختر کشی۔ بیواؤں کی شادی نہ کرنا۔ عورتوں کو ذلیل و حقیر مخلوق سمجھ کر ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو کر طلاق دینا وغیرہ وغیرہ۔ قلع قمع اسلام نے خاطر خواہ کیا۔ اسلام سے پیشتر یہ رسمیں دنیا کے ہر ایک حصہ میں رائج تھیں۔ لیکن اسلام کی اشاعت کے ساتھ مفقود ہوتی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں ستی کی نہایت بری رسم اس لئے جاری تھی کہ بیوہ عورت کسی آدمی سے نکاح نہیں کر سکتی تھی۔ اور فرقہ ذکور جو اضعاف رسم و رواج تھا فطرتی تقاضا سے خائف تھا۔ اس لئے عورت کو مردہ خاوند کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا۔ قرین انصاف تو یہ تھا کہ اگر تقاضاء محبت اس پروانہ کو شمع مردہ پر جلنے کے لئے مجبور کرتا تو مردہ عورت کے ساتھ اس کا زندہ خاوند بھی جلا کرتا۔ مگر مرد اپنی ذات کو مکلّف کیوں بناتے۔ اگر عورت ستی ہونا پسند نہ کرتی۔ تو اسے تمام عمر قدرتی خواہشات کا مقابلہ کرنا پڑتا۔ کسی زیور یا سامان حسن صورت کو استعمال نہ کر سکتی تھی۔ غرض زندگی اس تلخکامی سے بسر کرتی کہ جس سے زندہ درگور ہونا بدرجہا بہتر تھا۔ لیکن موجودہ زمانہ میں بیواؤں کی شادی کے متعلق عام تحریک ہندوان میں ہو رہی ہے۔ وہ اعتراف نہ کریں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ سب کچھ اصلاحی کارروائیاں اسلام کی برکتوں کی بدولت ہیں۔ اسی طرح اگر مرد کبھی زوجہ کو ماں کہہ بیٹھتا تو وہ فی الحقیقت ماں ہی سمجھی جاتی اور اسے

شامی مہم کو واپس بلانا چاہیے، جب گھر کا انتظام خاطر خواہ ہو جائیگا تو ان کی خبر لینا۔ صدیق اکبرؓ نے کہا کہ "جو کام رسول اللہ نے شروع کیا میں اسے کبھی ادھورا نہ چھوڑونگا" اور شام کی طرف

تعلقات زن و شو ٹوٹ کر والدہ و فرزند کے قائم ہو جاتے، اگر کسی کو بیٹا کہہ دیا تو وہ اصلی و صلبی بیٹے کی طرح تصور ہوتا۔ یہ باتیں صریحاً قانون قدرت کے مخالف ہیں، اصل اصل ہے اور نقل نقل ہے۔ ماں تو وہی ہے جس کے پیٹ سے پیدا ہوئے جو تعلقات ماں سے اسکے حقیقی بیٹے کو ہیں وہ کسی اور سے کبھی نہیں ہو سکتے، وہ ایک ایسا رشتہ ہے جو قدرت کے مضبوط ہاتھوں نے باندھا ہے۔ اور یہ صرف ہمارے منہ کی باتیں ہیں، کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے۔ اور قدرتی میلان طبع ایک اور بات ہے اور مصنوعی تعلقات کچھ اور، اسی طرح ایک لڑکا کبھی حقیقی بیٹے کی شکل نہیں ہو سکتا، اور وہ قدرتی محبت اور فطرتی تعلق جو باپ کو بیٹے سے ہے ایک منہ بولے بیٹے سے نہیں ہو سکتا"

اسلام جو نیچرل مذہب ہے اور جس کے احکام قانون قدرت کے مطابق ہیں، کب ایسی صنعت کو جائز رکھ سکتا ہے جو قدرت کے مخالف ہے، جب ایک غیر کا لڑکا حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا اور وہ دل جو قدرت نے سینے میں رکھا ہے کبھی اس سے اس حقیقی محبت سے پیش نہیں آتا، تو ایسے احکام کا جو ایک حقیقی بیٹے کے متعلق ہیں اس منہ بولے بیٹے یعنی متبنیٰ پر اطلاق کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ متبنیٰ کو اس کے اصلی باپ کا فرزند کہو۔ جیسا کہ وہ فی الحقیقت ہے اور جیسا کہ قدرت نے اسکو بنایا ہے، بیشک کسی غیر کے لڑکے کو بیٹا کہو اور اُس سے محبت کرو، اس کے ساتھ نیک سلوک کرو، لیکن قدرت ان جاہلوں پر ہنستی ہے جو اسکو اپنا اصلی بیٹا سمجھتے ہیں"

جب متبنیٰ حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا تو اسکی زوجہ کو وہ رتبہ کیسے مل سکتا ہے جو ایک صلبی بیٹے کی عورت کو حاصل ہے اس لئے یہ اعتراض کہ آنحضرتؐ نے اپنے متبنیٰ کی عورت سے شادی کی نہایت نامعقول ہے۔ دشمنانِ دین نے اس واقعہ پر وہ حاشیہ چڑھایا ہے جو ایسی روایتوں پر مبنی ہے جن کا کذب مفصلہ ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے۔

"وما کان لمؤمن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً۔ واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ۔ فلما قضی زیدٌ منھا وطراً زوجنٰکھا لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج

کوچ کا حکم دیدیا۔"
یہ مہمیں اس عظیم الشان جنگ کا پیش خیمہ تھیں جسکا آغاز خلافت کے پہلے سال میں ہوا۔ اس وقت مسلمانوں نے ایک ہی وقت میں فارس اور شام پر فوج کشی کی۔ ابو عبیدہؓ جراح کو دمشق اور شرحبیلؓ بن

ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا۔ وما کان امر اللہ مفعولا"

اللہ اور رسول اگر کسی شخص کو ایک کام کرنے کا حکم دیں تو خواہ وہ مومن مرد ہو یا مومنہ عورت ہو اس حکم کی تعمیل سے سر پھیرنا زیبا نہیں، کیونکہ اللہ اور رسول کبھی ایسا حکم نہیں دیں گے جو ان کی بہتری کے برخلاف ہو اس لئے ایسے حکم سے روگردانی صریحاً اپنے نفع کو ضرر پہونچانا ہے۔ اور اس لئے گمراہی کی دلیل ہے۔ ان آیات میں زید کے طریق عمل پر اللہ تعالیٰ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ اے نبیؐ تو اس شخص کو جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا کہ اسکی پرورش کی۔ راہ مستقیم پر چلایا۔ اور غلامی سے نکال کر آزاد آدمیوں کے برابر کر دیا بلکہ ان سے بھی ممتاز بنا دیا اس شخص کو تو کہتا تھا۔ امسک علیک زوجک واتق اللہ" کہ اپنی زوجہ کو مت چھوڑ اور خدا سے ڈر لیکن اس نے یعنی زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی۔ اب سوال یہ ہے کہ زید نے زینب کو کس لئے طلاق دی۔ طلاق کا باعث یہ بیان کیا جاتا ہے کہ زینب قبیلہ قریش سے تھی، اور رسول خدا کی رشتہ دار تھی۔ زید کو پسند نکرتی تھی جو غلام تھا اور جو کسی طرح اس کا ہمسر نہیں ہو سکتا تھا۔ چونکہ وہ زید کو حقیر سمجھتی تھی اس لئے زید نے تنگ آکر اسے طلاق دیدی، یہ حکایت بالکل غلط ہے۔ اگر زینب زید کو ایسا ہی حقیر سمجھتی تھی۔ تو ممکن نہیں کہ وہ ابتدا ہی سے نکاح پر رضامند ہوتی۔ اور علاوہ ازیں زید کی عزت ہر ایک معزز صحابی کرتا تھا۔ بلکہ مورخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو تعجب نہیں کہ رسول خدا کے بعد وہی خلیفہ ہوتا۔ معقولی دلائل اور اصول درایت سے قطع نظر آیات محولہ بالا پر غور کرو اگر زینب زید کو حقیر سمجھتی تو ایسا شخص جس سے رسول خدا محبت کرتے تھے۔ اور جسکی عزت ہر ایک کی نگاہ میں مسلمہ تھی کیوں عتاب الٰہی کا مخاطب ہوتا۔ قصور تو زینب کا تھا کہ وہ زید کو حقیر سمجھتی تھی اس لئے زجر کی وہ مستحق تھی نہ کہ زید۔ مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قصور سراسر زید کا تھا اور اس لئے رسول خدا نے اُسے کہا کہ "اللہ سے ڈر اور اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے" اگر زینب کی طرف سے ابتدا ہوتی تو رسول کریم اسے سمجھاتے بلکہ زید بھی یہی عذر پیش کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ زید نے زینب کو پسند نہ کیا، کیونکہ زینب حسن صورت نہیں رکھتی تھی۔ آیات محولہ بالا کی مقدم آیات پر غور کیا جائے اور ان آیات موقع و محل آیات مابعد کے ساتھ تعلق اس واقعہ پر مزید روشنی ڈالتا ہے۔

حسنہ کو اردن، اور عمرو بن العاص کو ارض فلسطین پر حملہ کا حکم تھا، مسلمان شام کے مختلف حصوں میں متفرق ہو گئے، ان کی کل جمعیت سات ہزار تھی، "ہرقل" نے ان کے مقابلہ میں پچاس ہزار سوار روانہ کئے، صدیق اکبرؓ کو دشمن کی کثرت کی اطلاع ملی۔ تو خالد بن ولید کو جو اس وقت عراق میں جنگ

؎ ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیما۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے وہ تمام اوصاف بیان فرمائے ہیں جو مغفرت اور اجر عظیم کے مستحق ہیں۔ ایسے مرد اور عورت جو اوصاف متذکرہ بالا سے متصف ہوں، ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعلقات زن شوئی قائم کریں تو نہایت موزوں ہے، اور فی الحقیقت وہی مرد یا عورت مستحق عزت ہے جس میں یہ اوصاف موجود ہوں، مرد کو عورت کی ذات میں یہی وصف دیکھنے چاہئیں، اور اگر عورت کو خاوند کی ضرورت ہو تو یہی وصف معیار پسندیدگی ہیں، ان اوصاف میں حسن صورت کا کہیں ذکر نہیں، زید نے جب زینب کو زیور حسن سے معرا دیکھا تو طلاق کا ارادہ کر لیا، اور اسی واسطے مورد عتاب الٰہی ہوا، اگر زینب میں وہ خوبی نہ ہوتی جس کا تذکرہ آیات مذکورہ بالا میں کیا گیا ہے اور زید طلاق دیتا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس پر ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے، مگر چونکہ اسکی نظر ظاہری حسن صورت پر تھی، اور اس نے ان خوبیوں کی طرف توجہ نہ کی جن کا ذکر کیا گیا ہے، اس لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا "اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ" یہ روایت کہ زینب خوبصورت تھی اور اپنے حسب و نسب پر فخر اور زید سے نفرت کرتی تھی، اس لئے غلط ہے کہ مذکورہ بالا اوصاف کے منافی ہے، اور اس صورت میں زید واتق اللہ کا مخاطب نہ ہوتا"

زینب کو زید کے حسب و نسب وغیرہ کا بخوبی علم تھا لیکن نکاح سے پیشتر زید نے زینب کی صورت نہیں دیکھی تھی، ممکن ہے کہ اگر اسے اسکا علم ہوتا تو وہ انکار کر دیتا، جیسا کہ نکاح کے بعد اس نے کیا، ہماری رائے یہ ہے کہ زینب

نہ صرف خوبصورت نہ تھی بلکہ کریہہ منظر تھی، اور طبعی نفرت کی وجہ سے زید بھی مجبور تھا"

رسول خدا نے متبنیٰ کی اصلی حیثیت کا اظہار لوگوں پر کر دیا تھا۔ اور اس جاہلانہ رسم کے برخلاف احکام الٰہی کی تبلیغ کر دی تھی، اس واقعہ نے اب عملی کارروائی کا موقع دیا، قدرتاً آنحضرتؐ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر زید نے زینب کو طلاق

کر رہے تھے، لکھا کہ اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے شام کی طرف جاؤ۔ خالدؓ نے تمنٰی بن حارثہ کو اپنے پیچھے چھوڑا اور خود شام کی حدود میں داخل ہو گئے۔ ہرقل نے بائیس ہزار سوار و پیادہ کو پہلی فوج کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ اور اس کے بعد متواتر کمک بھیجتا رہا۔ ادھر سے صدیق اکبرؓ نے

دی تو زینب کی آئندہ زندگی پر اسکا کیا اثر ہوگا؟ اگر کسی اور مومن مسلمان کو نکاح کرنے کے لئے کہیگا تو جن وجوہات پر زید نے طلاق دی ہے وہی دوبارہ پیش ہو سکتی ہیں اور علاوہ ازیں موجودہ صورت میں لوگ یہی کہیں گے کہ رسول زینب سے خود نکاح کرنے سے اس لئے جی چراتا ہے، کہ وہ اسکی متبنّٰی کی عورت ہے۔ اور اگرچہ "حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم" کی آیت نے متبنّٰی کی زوجہ کو حلال ٹھہرایا ہے، مگر رسول اپنی ذات کو اس کا پابند کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس وقت اس رسم جاہلیت کے برخلاف اگر کوئی شخص عملی ثبوت دے سکتا تھا تو وہ رسول خدا کی ذات تھی؛ اگر کوئی اور شخص زینب سے نکاح کر لیتا تو اس رسم جاہلیت کی بیخکنی عملاً نہیں ہو سکتی تھی" قیاس ہو سکتا ہے کہ رسول خدا نے سمجھ لیا تھا کہ ایک تو زینب کے ساتھ کوئی شخص بخوشی خاطر نکاح نہیں کریگا، اور ہر ایک شخص آپ کی ذات سے توقع کرے گا۔ کہ متبنّٰی کی زوجہ کے ساتھ خود بھی نکاح کر کے احکام الٰہی پر عمل کریں؛ اور اگر آپ نے زینب سے نکاح کر لیا۔ تو کفار اور منافقین کو چہ میگوئیوں کا کیا اچھا موقع ملیگا؟ فی الحقیقت مروجہ رسم کو توڑنا گو وہ نہایت مذموم اور خلاف قانون قدرت اور فطرت انسانی ہو آسان کام نہیں، اور رسول خدا کو جس بات کا ڈر تھا وہ یہ نہیں تھا کہ وہ متبنّٰی کی زوجہ کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ سمجھتے تھے اور اس لئے احکام الٰہی کی تعمیل سے پہلو تہی کرنا چاہتے تھے، ڈر تھا تو یہ تھا کہ اب موقع اسپر عمل کرنے کا ہے لیکن کفار اور منافقین کیا کچھ نہ کہیں گے" مگر اللہ تعالٰی کو منظور یہ تھا کہ ایک مثال قائم ہو جائے، اور اگر رسول نے باوجود موقع ہاتھ لگنے کے جرأت نہ کی تو آئندہ کون کریگا؟ اور اس طرح یہ رسم جاہلیت جاری رہیگی، اس لئے اللہ تعالٰی نے ایسے اسباب جمع کر دیئے کہ کوئی اور شخص زینب کے نکاح پر رضامند نہ ہو اور خود رسول اللہ نکاح کریں"

ایک اور سوال یہ ہے کہ کیا رسول خدا نے زینب کے ساتھ نکاح ایام عدت کے بعد کیا؟ آیات محولہ بالا کے بعد اور در اصل ساتھ ہی یہ آیت ہے:۔

"یا ایھا الذین امنوا اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔ فمتعوھن وسرحوھن سراحًا جمیلًا" یعنی اگر نکاح کے بعد عورت کو ہاتھ نہیں لگایا اور طلاق دیدی تو عدت کی ضرورت نہیں، قیاس غالب ہے کہ زید نے بوجہ کراہت نفس

بھی عرب کے مختلف شہروں میں نامے بھیجے کہ اپنے مذہب، قوم، اور ملک کو اغیار کے حملوں سے بچاؤ اور جہاد فی سبیل اللہ میں آگے بڑھو، خلیفہ کی آواز پر عرب کے مختلف شہروں سے مسلمان مدینہ منورہ میں جمع ہونے لگے اور صدیق اکبرؓ وقتاً فوقتاً انہیں فارس اور شام کی طرف روانہ کرتے رہے۔

شرجیل بن حسنہ "بصری" کے سامنے پڑے تھے جو دمشق سے چار منزل پر تھا، بصری حوران کے علاقہ میں ایک مضبوط شہر تھا، چونکہ شام، عراق، اور حجاز کے کارروان اس جگہ جمع ہوا کرتے تھے، اس لئے بارونق شہر تھا، تجارت نے اسے دولتمند اور آباد اور محفوظ شہر بنا رکھا تھا، یہ وہی شہر تھا جہاں "دیر بصری" کی عمارت تھی، اور جس جگہ رسول خدا ایک تاجر کی حیثیت سے وارد ہوئے تھے اور اس جگہ بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی، شعرا عرب نے اس شہر اور دیر کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ صمہ بن عبداللہ القشیری کہتا ہے :-

نظرت وطرف العين متبع الهوىٰ
بشرقي لبصري نظرة المتطاول
لأبصر نارًا اوقدت بعد هجعة
لريّا بذات الرمث من بطن حائل

رماح بن میادہ کہتا ہے :-

زینب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا، بصورت دیگر عدت ضروری تھی، اور ممکن نہیں کہ رسول خدا نے اسے اپنی ذات کے واسطے نظر انداز کر دیا ہو، کوئی ایسا مذہب نہیں جس نے "عدت" کو شرعاً واجب کر دیا ہو، اور کسی شارع نے "عدت" کی خوبیوں کو نہیں سمجھا اور نہ رواج دیا، یہ اسلام کی ابتدائی تعلیم ہے، رسول خدا کبھی ایسے مفید امر کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔

زید اور زینب کے تعلقات اور متعلقہ واقعات کا تذکرہ رسول خدا کی عظمت اور پرہیزگاری اور اعلےٰ صبر اور نفس کشی کو واضح بیان کرتا ہے۔ رسول خدا زینب کے قریبی رشتہ دار تھے اور آپ کے واسطے ابتدا میں اس سے شادی کرنا کچھ مشکل کام نہ تھا، اور اس لئے وہ تمام اعتراض جو آنحضرتؐ پر ان واقعات کے ضمن میں کئے جاتے ہیں بالکل بے بنیاد ہیں اور دشمنان دین کی افترا پردازی ہے، مصلحان قوم کے واسطے کیسا اچھا سبق ہے۔ جب وہ اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو کسی بدزبان کی باتوں اور متعصب رسم پرست لوگوں کے طعن سے نہیں بچ سکتے، لیکن ان باتوں کا

الا لا تلطی الستر یا ام جحدر

کفی بذری الاعلام من دوننا سترا

اذا ھبطت بصری تقطع وصلھا

واغلق ابواباً من دونھا قصرا

فلا وصل الا ان تقارب بیننا

قلائص یجسرن المطی بنا جسرا

فیالیت شعری ھل یحلن اھلھا

واھلی روضات ببطن اللوی خضرا

وھل تاتینی الریح قد دج موھنا

بریاک تسری بھا عقد اعضرا

اہل شہر نے کھلے میدان میں مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حریف کی زبردست طاقت کے سامنے شرجیلؓ ٹھہر نہیں سکتے تھے، مگر خالدؓ بن ولید عین اس وقت عراق سے شام میں آئے اور اس امداد سے مسلمانوں نے نہ صرف شہر فتح کرلیا، بلکہ "رومانس"۔ رومی گورنر نے اسلام قبول کرلیا۔ شام میں یہ پہلی فتح تھی جو مسلمانوں نے بصریٰ کی تسخیر میں حاصل کی۔ اس نمایاں فتح کے بعد خالدؓ نے شرجیلؓ کو ملامت کرتے ہوئے کہا کہ "یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا کہ ان گنتی کے آدمیوں کے ساتھ ایسے مضبوط شہر اور زبردست دشمن کے سامنے مقابلہ پر اڑے ہوئے تھے"۔ شرجیلؓ نے جواب دیا کہ "میں تو ابو عبیدہؓ کے حکم کی تعمیل میں مجبور تھا"۔

صدیق اکبرؓ نے سیف اللہ کو افواج شام کا سپہ سالار مقرر کردیا۔ اور اس دلاور سپاہی نے بصریٰ کی تسخیر کے بعد دمشق کا رخ کیا۔ اور اس کے ساتھ ابو عبیدہؓ، عمروؓ بن العاص، یزیدؓ بن ابو سفیان کو امداد کیلئے

خیال نہیں کرنا چاہئے۔ اور اخلاقی جرأت کو کبھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ ان کی نیک نیتی، اور اصلاح کی ذاتی خوبی آخر انہیں کامیاب کردے گی"۔

یہی واقعہ جو دشمنان اسلام اعتراض کی صورت میں بیان کرتے ہیں آنحضرتؐ کی صداقت اور عظمت کی بین دلیل ہے!

گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است"

طلب کیا، خالدؓ نے درحقیقت جنگ کا ابتدائی نقشہ بدل دیا۔ اور تمام طاقت کو ایک جگہ جمع کر دیا۔
دمشق کو حص الشام کہتے تھے، اور کچھ شک نہیں کہ یہ شہر تمام ملک میں نہایت مضبوط تھا۔ اور شام کی کلید تھا۔ اس وقت حوران کے علاقہ اور دمشق کی بیرونی آبادی اس شہر میں جمع ہو رہی تھی ہرقل کو بخوبی علم تھا کہ اگر دمشق ہاتھ سے گیا تو شام پر عربیوں کا بآسانی تسلط ہو جائیگا۔ اس لئے اس نے تجربہ کار چیدہ افسروں کے ماتحت دمشق کی حفاظت کے لئے لشکر جرار روانہ کیا۔ عربی اور یورپین مؤرخین نے اس محاصرہ اور خونریز لڑائیوں کے حالات مفصل لکھے ہیں۔ غوطہ دمشق میں عربی سپاہ پڑی ہوئی تھی۔ ۷ ماہ سے زیادہ عرصہ گذر گیا اور ابھی تک یہ مضبوط شہر مسخر نہ ہوا۔ مسلمانوں کو نہ صرف اہل شہر سے مختلف مقامات پر لڑنا پڑا بلکہ رومی جرنیلوں کا مقابلہ جو وقتاً فوقتاً انطاکیہ سے محاصرہ اُٹھانے کے لئے آتے کرنا پڑا اِدھر سے مسلمانوں کو عرب سے برابر امداد ملتی تھی اور اُدھر سے ہرقل متواتر کمک بھیجتا رہا۔ بقول گبن رومی سپاہ ستر ہزار کی تعداد میں حمص میں وردان کے ماتحت موجود تھی۔ یہ رومی سپاہ بادۂ نخوت میں سرشار دمشق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خالدؓ نے خیال کیا کہ اگر اہل شہر کو بیرونی امداد مل گئی تو محاصرہ طول پکڑ جائیگا اس لئے ضرارؓ بن ازور کو وردان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اور بعد ازاں بذات خود اس طرف کوچ کر دیا۔ اس طرح کچھ عرصہ کے لئے دمشق کا محاصرہ اٹھا دیا گیا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ "اجنادین" کے میدان میں ہوا۔ اور دو سخت خونریز لڑائیوں کے بعد رومی سپاہ انطاکیہ، قیصریہ۔ اور دمشق کی طرف ہزیمت خوردہ بھاگ نکلی۔ خالدؓ مظفر و منصور پھر دمشق کی طرف لوٹا۔ ان لڑائیوں میں جو محاصرہ دمشق کے ایام میں رومی اور عربی سپاہ کے درمیان واقع ہوئیں عربی عورتوں نے بھی کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ چنانچہ ان میں سے ضرار کی ہمشیرہ خولہ بنت الازور اور ابانؓ بن سعد بن العاص کی زوجہ سے کارہائے نمایاں ظہور میں آئے۔ ابانؓ بن سعد رومی گورنر توما کے تیر سے دمشق کی دیواروں کے نیچے شہید ہوئے۔ میدان اجنادین میں اپنی چچیری بہن سے شادی کی تھی۔ دلہن کو خاوند کی موت کا جو کچھ صدمہ ہوا۔ وہ انتقام کے جوش میں بدل گیا۔ اور اس دلاور عورت نے خاوند کا بدلہ خاطر خواہ لیا۔"

اب دمشق کا محاصرہ نہایت سرگرمی سے کیا گیا۔ اگرچہ اہل شہر بیرونی کمک سے مایوس ہو چکے تھے مگر ابھی تک وہ مقابلہ پر اڑے ہوئے تھے۔ دمشق کی مضبوط سنگین دیواروں پر آلات حرب اپنا کام کر رہے تھے شہر میں رسد اور لڑائی کا سامان بہت موجود تھا۔ اور گرد و نواح سے بیشمار سپاہ شہر میں جمع ہو گئی تھی

اس لئے امید تھی کہ شہر کی تسخیر میں ایک عرصہ دراز درکار ہوگا اور ممکن ہے کہ اس عرصہ میں ہرقل محاصرہ کے اٹھانے کا کچھ بندوبست کرے۔"

عربوں نے اپنی فوج کو شہر کے چاروں طرف پھیلادیا۔ اور آمدورفت کے تمام راستے بند کر دیئے۔ ابوعبیدہؓ "باب جابیہ" پر اور یزید ابن ابی سفیان "باب صغیر" پر اور شرحبیل بن حسنہ "باب توما" پر اور عمرو بن العاص "باب الفرادیس" پر اور عبس بن ہبیرہ "باب الفرج" پر اور خالدؓ "باب شرقی" پر متعین ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقام جسے "دیر خالد" کہتے ہیں۔ اس وقت عربی سپاہ کا ہیڈکوارٹر تھا۔ بقول یاقوت یہ مقام باب الفرادیس کے بالمقابل ہے۔ اور باب شرقی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسی جگہ عربی سپہ سالار کا خیمہ تھا۔ جس پر رایت العقاب لہرا رہا تھا۔ ضرار بن الازورؓ دو ہزار سواروں کے ساتھ طلایہ پر رہا۔

وقتاً فوقتاً طرفین میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں اور بعض اوقات محصورین شہر سے باہر نکل کر حملہ کی جرأت کرتے اور پسپا ہو کر شہر میں داخل ہو جاتے۔ عموماً شہر کی دیواروں سے پتھر اور تیر برساتے اور دیگر آلات حرب سے کام لیتے۔ اگرچہ سیف اللہؓ سے ہر ایک رومی افسر اور سپاہی اور اہل شہر خائف تھے مگر ابوعبیدہؓ کی رحمدلی سے بھی خوب واقف تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اس بزرگ صحابی کے ذریعہ نرم شرطوں پر صلح ہو سکتی ہے۔ مگر خالدؓ اطاعت کے ساتھ کسی شرط کو قبول نہیں کریگا۔

حاشیہ نمبر ۱۔ اگرچہ دمشق میں اس وقت ہر ایک شخص کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اور اپنی جان کا فکر لاحق ہو رہا تھا۔ مگر ایسے آدمی بھی تھے جو کسی اور ہی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ ایک رات ضرار بن الازور حسب معمول طلایہ پر تھا۔ اور دمشق کے گرد چکر لگا رہا تھا کہ وہ "باب کیسان" کے مقابل پہونچا۔ یہ دمشق کا آٹھواں دروازہ تھا۔ یکایک ضرار نے ایک گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ ضرار اور اسکے رفقا خاموش کھڑے رہے یہاں تک سوار ان کے نزدیک آگیا۔ اسے فوراً گرفتار کرلیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد کچھ فاصلہ پر ایک اور سوار دکھائی دیا جس نے باآواز بلند کہا "جوناز" یہ اس پہلے سوار کا نام تھا جو گرفتار ہو چکا تھا۔ ضرار نے گرفتار شدہ سوار کو جواب کے لئے کہا تاکہ وہ بھی آگے آئے اور گرفتار ہو سکے۔ اس سوار نے جواب دیا کہ "پرندہ جال میں پھنس گیا" دوسرا سوار فوراً واپس لوٹا اور پیشتر اسکے کہ ضرار یا کوئی اور شخص اسکا تعاقب کرتا وہ شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ ضرار سخت غصہ میں آیا لیکن مناسب یہی خیال کیا کہ سپہ سالار کے حضور اسے حاضر کیا جائے

محصورین کے پاس اگرچہ اس وقت بھی سامان رسد بہت کچھ تھا اور سپاہ کی بھی کمی نہ تھی، لیکن آئے دن کی شکستوں، اور شہنشاہ کے تغافل، اور جان و مال کے نقصان سے ہمت ہار بیٹھے تھے۔"

سوار سے خالدؓ نے استفسار کیا تو کہا "میں ایک شریف اور معزز آدمی ہوں، ایک نوجوان عورت کے عشق میں جان پر کھیل کر نکلا تھا، مگر آہ! مجھے ہر ایک موقع پر مایوسی کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ اس عورت کے والدین میرے ساتھ نکاح پر رضامند نہ تھے، میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میری سچی محبت بے اثر تھی، کیونکہ یہ عورت بھی میری خواہاں تھی، آخر جب کوئی تجویز نہ سوجھی تو ہم دونوں نے بالاتفاق یہ ٹھہرایا کہ آج رات شہر سے کسی طرف نکل چلیں، یہ کچھ آسان کام نہ تھا۔ شہر ہر ایک طرف سے محصور ہے، لیکن ہماری آنکھیں ایسی رکاوٹوں کو دیکھ نہیں سکتی تھیں، باب کیسان ہی ایک ایسا دروازہ تھا جو ہمیں راستہ دیتا، دربان کو اس کے حوصلہ سے زیادہ دیکر اپنے ساتھ گانٹھا، شہر سے تو سلامت نکل آئے لیکن تمہارے سپاہیوں کا ڈر کا باقی تھا، میں نے بھی مناسب خیال کیا کہ پہلے میں آگے بڑھوں، بلا سے اگر میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا، وہ تو بچ جائے گی۔ آخر وہی ہوا جو مجھ جیسے بدبخت عاشق کی قسمت میں عموماً لکھا ہے۔" خالدؓ نے کہا "خیر اب تو تم اسیرانِ جنگ کے زمرہ میں شمار ہوتے ہو، ہاں اگر اسلام قبول کرو تو مخلصی کی صورت ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب ہم شہر پر قابض ہوں تو وہ خوبصورت عورت تمہارے ہاتھ پڑے۔" جوناسؔ نے اسلام قبول کیا، اب ہم اسے اسکے اسلامی نام یونس سے یاد کریں گے۔"

یونسؔ خالدؓ کے ہمراہ اہل شہر کا مقابلہ کرتا رہا، کس بے صبری سے وہ اس وقت کا منتظر تھا جب شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو اور اس وقت کے لئے اور اس موقعہ کے لئے وہ کیا کچھ نہ کرتا ہوگا، آخر وہ وقت بھی آ گیا، اور یونسؔ خالدؓ کے ساتھ شہر میں داخل ہوا لیکن اسے جب یہ علم ہوا کہ شہر پر بذریعہ صلح قبضہ ہوا ہے تو مایوس ہو گیا، مگر جب خالدؓ اور ابو عبیدہؓ اس امر پر متفق ہو گئے کہ نصف شہر پر شمشیر اور نصف پر صلح کا عمل ہے تو یونس کی جان میں جان آئی، کیونکہ اس حصہ میں جو بزور شمشیر فتح ہوا تھا اسکی معشوقہ کا گھر تھا، رات تو جوں توں کر کے بسر کی صبح وہ چند مسلمان سواروں کے ہمراہ معشوقہ کے مکان پر پہنچا، اس جگہ اس نے ایسی وحشتناک خبر سنی کہ بیچارہ دل پر ہاتھ رکھکر رہ گیا، معشوقہ دلنواز نے جب اسے اپنی آنکھوں سے گرفتار ہوتا ہوا دیکھا تو اسکی زیست سے ناامید ہو گئی، لیکن اسکے بغیر زندگی کا بھی کچھ مزا نہ تھا، اس لئے ترک دنیا کیا اور ایک گرجا میں داخل ہو گئی، دستور یہ تھا اور اب بھی رومن کیتھولک چرچ میں اسکی پابندی ہے کہ گرجا کے خادم مرد ہوں یا عورت تمام عمر شادی

اور علاوہ ازیں اہل شہر کا ایک بڑا حصہ جو فنون حرب سے واقف نہ تھا اور جس میں زیادہ تر اہل حرفت و تجارت تھے، خونریزی سے متنفر؛ اور امن پسند تھا۔ یہ فریق ابتدا سے صلح کا خواہاں تھا۔ دوسرا فریق جو لڑائی پر تُلا ہوا تھا بحالت یاس صلح پر مجبور ہو گیا"۔

نہیں کر سکتے تھے۔ دنیا بامید قائم۔ یونس کا عشق تقاضا کرتا تھا کہ دلدار کا سراغ نکال لے؛ یار زندہ صحبت باقی۔ ممکن تھا بلکہ یونس کو امید تھی کہ غالباً وہ اس بیہودہ زندگی سے بیزار ہو گی، اور ضرور میرا ساتھ دیگی۔ لیکن اب ایک اور مشکل تھی۔ اس وسیع اور آباد اور بالخصوص موجودہ صورت میں جبکہ گرد و نواح کی آبادی کا ایک حصہ اسکی مضبوط دیواروں کی حفاظت میں آ گیا تھا شہر میں اس یوسف گم گشتہ کا پتہ لگانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ شہر میں ایک نہیں دو نہیں بیسیوں چھوٹے بڑے گرجے تھے۔ مگر حضرت عشق یونس کو مایوسی کی اس حد تک پہونچنے نہیں دیتے تھے، جسکے بعد تمام کوششیں بیکار ہوتی ہیں۔ تمام دن اسکی تلاش میں بازاروں اور گلی کوچوں کی خاک چھانتا رات صبح کی امید پر بسر کرتا۔ تین دن اسی سرگردانی میں گذر گئے۔ آخر اس گرجا میں جو یوحنا کے نام سے مشہور ہے اس نے اپنی معشوقہ کو رہبانیت کے لباس میں دیکھا۔ یہ ناممکن ہے کہ اس نے یونس کو پہلی نظر میں نہ پہچانا ہو؛ اور دل پر ایک خاص اثر محسوس نہ کیا ہو۔ مگر

شرع گوید منع لب کن عشق گوید نعرہ زن۔

یونس آگے بڑھا تو وہ کچھ گھبرا گئی۔ یونس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ گرجا کے قواعد کیسے سخت ہیں اور کس سختی سے ان کی پابندی ہوتی ہے؛ اس لیے اس نے مناسب خیال کیا۔ کہ اپنے تبدیل مذہب کا اظہار اپنی معشوقہ پر کر دے۔ تاکہ وہ سمجھ لے کہ یونس رہبانیت کی قید سے آزاد ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں کا قبضہ تمام شہر پر ہو چکا ہے، اس لئے وہ بھی بآسانی خانقاہ سے نکل سکتی ہے۔ مگر اس کا اثر امید کے خلاف اس نوجوان خوب صورت عورت پر الٹا پڑا؛ یک بخت اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اور اس نے نہایت نفرت انگیز لب و لہجہ میں کہا۔ "مردود! میری آنکھوں سے دُور ہو جا۔ تو نے خداوند یسوع مسیح کو چھوڑا، اب تیرا مجھ سے کچھ تعلق نہیں"۔ اتنا کہہ کر یہ شعلہ خو خانقاہ کے ایک کمرہ میں داخل ہو گئی؛ اور بیچارہ یونس ہکا بکا کھڑا رہا۔ اس نے اس کنواری کے بُت کو سیاہ لبادہ اوڑھے ہوئے جاتے دیکھا، لیکن اتنی جرأت نہ کر سکا کہ ایک قدم آگے بڑھے اور اسے روکے۔ رفتہ رفتہ حیرت مایوسی سے متبدل ہو گئی؛ اور غریب یونس خانقاہ سے باہر نکل آیا۔ وہ دمشق کے بازاروں سے گذر رہا تھا لیکن اسے علم نہ تھا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے۔ اور اس وقت اسکے چاروں طرف کیا ہو رہا ہے؛ یکایک اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جو کام منت

ایک رات کچھ سربرآوردہ فوجی افسر بطریق اور دیگر عمایدین شہر باب جابیہ سے نکل کر ابو عبیدہؓ کے پاس آئے۔ اور صلح کی درخواست کی۔ ابو عبیدہؓ نے معمولی شرطوں پر صلح منظور کر لی اور اہل شہر کے ساتھ معہ اپنے رفقا شہر میں داخل ہوئے۔ حسن اتفاق سے اسی وقت خالدؓ بن ولید باب شرقی کے راستہ بزور شمشیر شہر میں

وساطت سے نہیں نکل سکتا۔ وہ جیسے ہو سکتا ہے۔ اس خیال کو رفتہ رفتہ تقویت ہوتی گئی۔ وہ ایک مسلمان تھا۔ اور اسلامی فوج کا ایک سپاہی تھا۔ خالدؓ، یزیدؓ، شرحبیلؓ، ضرارؓ، عبدالرحمٰنؓ، عمروؓ، ربیعؓ سے افسر اسکے دوست تھے۔ اور ہر وقت اسکی امداد کے واسطے تیار رہتے۔ شہر اور اہل شہر پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ مگر افسوس ہے کہ یہ خیال بھی آخر مایوسی میں بدل گیا یہ حصہ شہر جسمیں خانقاہ واقع تھی بر بنائے صلح فتح ہوا تھا۔

یونس کے دل میں مختلف او متضاد خیالات کا ہجوم ہو رہا تھا۔ آخر وہ ایک پریشانی کے عالم میں باب جابیہ سے باہر نکلا۔ وہ چند قدم بڑھا ہوگا کہ اُسے ابو عبیدہؓ کا کمپ دکھائی دیا۔ اس نے رومی گورنر دمشق تھومس (توما) اور ہربیس بطریق کو ابو عبیدہؓ کے خیمہ سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ وہ خیمہ کے پاس آیا تو اُس نے خالدؓ اور دیگر فوجی افسروں کو آپسمیں بحث کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے معلوم کر لیا کہ تھومس اور ہربیس دمشق سے انطاکیہ کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ اور انکی درخواست منظور ہو چکی ہے۔ اور غالباً آج یا کل وہ روانہ ہو جائینگے۔

ہم ان واقعات کو جو تھومس کی درخواست اور ابو عبیدہؓ کی رضامندی اور خالدؓ کے انکار وغیرہ کے متعلق ہیں مفصل بیان کرنا نہیں چاہتے صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ تھومس جسکی نسبت عربی مؤرخ لکھتے ہیں کہ ہرقل شہنشاہ قسطنطنیہ کا داماد تھا۔ دمشق سے نکلنا چاہتا تھا۔ خالدؓ نے ابو عبیدہؓ کی سفارش پر منظور کر لیا۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ تھومس اور اس کے رفقا تین دن تک مسلمانوں کی ذمہ داری میں ہیں۔ ہر ایک شخص ایک ایک ہتھیار اور جس قدر سامان لے جانا چاہے لے جا سکتا ہے۔

یونس گھبرایا کہ اگر "ایڈوسیا" جو اسکی معشوقہ کا نام تھا۔ تھومس کے ہمراہ چلی گئی تو میری تمام امیدوں کا خون ہو جائیگا اس لئے خالدؓ کو تمام گذشتہ حالات سُنائے۔ اور یہ بھی کہا کہ اب سوائے اسکے کوئی اور تجویز نہیں کہ ایڈوسیا کو دمشق میں رہنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ اگر وہ اس جگہ رہ گئی تو ممکن ہے کہ ایک دن مجھ سے خوش ہو جائیگی۔ بہر حال میری آنکھوں کے سامنے تو رہے گی۔ خالدؓ نے یونس کو بہت تسلی اور تشفی آمیز الفاظ میں کہا کہ گھبراؤ نہیں دیکھو انجام کیا ہوتا ہے۔ میں تم سے پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں تمہاری امداد کروں گا۔ تمہیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ دمشق میں آج کل دوعملی ہو رہی ہے۔ اگر ایڈوسیا اس حصہ شہر میں رہتی جو جیتے

داخل ہوئے، ادھر سے ابو عبیدہؓ اور دوسری طرف خالدؓ آرہے تھے۔ دونوں کی ملاقات بمقام مقلاط یا دیر مریم کے سامنے ہوئی، خالدؓ کو جب معلوم ہوا کہ ابو عبیدہؓ نے اہل شہر سے صلح کر لی ہے تو کہا، "میں اس وقت سپہ سالار ہوں، میں نے شہر بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ اور اس لئے آپ کی صلح کا

بزور شمشیر فتح کیا ہے تو کچھ بڑی بات نہ تھی لیکن موجودہ صورت میں تمہیں صبر کرنا چاہئے۔"

یہ دن بھی گذر گیا، تھوما س نے رات کے وقت تمام رومی فوج کو جمع کیا، اور غلہ اور بار برداری کا سامان اور اہل شہر میں سے مرد و عورت اور ان لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جو دمشق سے نکلنا چاہتے تھے، علی الصباح یہ لوگ شہر سے نکلے، ابو عبیدہؓ اور خالدؓ اور دیگر افسران فوج اور یونس موقعہ پر موجود تھے، خالدؓ تو یہ دیکھتا تھا کہ شرائط مقررہ کی خلاف ورزی تو نہیں ہوئی، مگر یونس کی نگاہ ایڈرسیا کی جستجو میں ہر ایک شخص پر پڑتی تھی، آخر اسکی نظر ایک حسین عورت پر رک گئی، یہی ایڈرسیا تھی، اس نے فوراً خالدؓ کو اس طرف متوجہ کیا، اور نہایت منت سے کہا "خدا کے لئے اسے روکو" خالدؓ نے جواب دیا "صبر کرو مجھے ایک نہایت معقول تجویز سوجھی ہے، اس وقت یعنی تین دن تک ہم کچھ نہیں کر سکتے، اسکے بعد میں اس کا تعاقب کرونگا، اور پھر ایڈوسیا تمہاری ہے" یونس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

تین دن گذر گئے، یونس کا دل ہی جانتا تھا کہ یہ ایام اس نے کس طرح بسر کئے، غالباً حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں وہ تکلیف محسوس نہ ہوئی ہوگی جو آپکے ہمنام نے ان ایام میں برداشت کی، خدا خدا کر کے آخری دن کی شام ہوئی۔

قرص خورشید در سیاہی شد
یونس اندر دہان ماہی شد

چوتھے روز ایک اور حادثہ پیش آیا، یعنی ابو عبیدہؓ اور خالدؓ کے درمیان اس سامان رسد کے متعلق جھگڑا ہوا جو تھوما س نے دمشق میں پیچھے چھوڑا تھا، اور اہل شہر نے ایام محاصرہ میں جمع کر رکھا تھا، خالدؓ کہتے تھے کہ ہمارا حق ہے اور چونکہ مسلمانوں کو اس وقت اسکی سخت ضرورت ہے اس لئے ہم اہل شہر سے بزور لے سکتے ہیں، ابو عبیدہؓ اسکے برخلاف تھے، یونس نے خیال کیا کہ میں کس قدر بدقسمت آدمی ہوں کہ ایک نہ ایک حادثہ ایسا واقعہ ہو جاتا ہے جو میری تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیتا ہے، آخر خالدؓ سے کہا کہ تین دن کی بجائے چار روز ہو گئے۔ مگر آپنے اقرار کے مطابق ان لوگوں کا تعاقب نہ کیا، خالدؓ نے اس تضیہ کا فیصلہ واپسی پہ

پابند نہیں ہوسکتا "۔ اور اپنے رفقار کو حکم دیا کہ آگے بڑھو۔ ابوعبیدہؓ بہت برافروختہ ہوئے۔ اور کہا کہ
مجھے امید نہیں تھی کہ تم میرے عہد کا پاس نہ کروگے "۔ اس کے بعد فوج کو روکا اور کہا جب تک ہم دونوں
کسی امر کا فیصلہ کرکے متفق نہ ہوں کوئی شخص اہل شہر سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے، آخر یہ قرار پایا کہ چونکہ

موقوف رکھا اور چار ہزار آدمیوں کے ساتھ اپنے دوست یونس کی خاطر تھومس کے نقش قدم پر یلغار کرتا ہوا چلا"
خالدؓ کو یقین تھا کہ تھومس اور اسکے ہمراہی ابھی بہت دور نہ گئے ہوں گے، کیونکہ ان کے ساتھ عورتیں اور
بچے اور سامان اس قدر تھا کہ پہاڑی راستے معمولی رفتار سے طے کرنا ناممکن تھا، مگر حریف توقع سے زیادہ راستہ
طے کرچکا تھا، چار روز کا وقفہ پہلے مل چکا تھا، اب وہ ایام جو خالدؓ کو تعاقب میں گذرے اسپر زیادہ ہو رہے تھے،
اس وقت ان لوگوں نے عیسائی عربوں کا لباس پہنا ہوا تھا۔ کیونکہ دشمن کے ملک میں کوچ کر رہے تھے، ڈر تھا
کہ اگر کسی نے شناخت کرلیا تو اصل مدعا فوت ہوجائے گا، چونکہ اس وقت ہر ایک جگہ لڑائی کا بازار گرم تھا اس لئے
اس لباس میں انہیں کوئی شناخت نہ کرسکا۔ دشوار گذار راستہ کی تکلیفوں کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ مگر ہم اس کا
تذکرہ نہ کریں گے، جفاکش عربی گھوڑے، سواروں کے استقلال سے بخوبی واقف تھے، رومیوں کے نقش قدم
کا سراغ دور تک نمایاں تھا، اور علاوہ ازیں راستہ میں ان کی معمولی اشیاء پڑی ہوئی ملتی تھیں جس سے ظاہر ہوتا
تھا کہ وہ اسی راستہ سے گئے ہیں، یک لخت اس سراغ کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا، کیونکہ رومیوں نے کوہ لبنان کا راستہ
لیا تھا، خالدؓ اسطرح دن اور رات کوچ کرتا ہوا ایک سو پچاس میل کا فاصلہ طے کرگیا، راستہ میں وہ شہر پڑے جنکی
مضبوط دیواروں کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اگر ان لوگوں کو اس تعاقب کا علم ہوگیا تو سب محنت ضائع ہوجائے گی۔
لیکن خیر گذری، مگر پہاڑی راستہ کی خرابیوں کا اثر ظاہر ہو رہا تھا، پتھریلا راستہ سخت ناہموار تھا۔ قدم قدم پر
گھوڑوں کی نعلوں سے شعلے نکلتے تھے، اور جب نعلیں ٹھوکروں سے علیحدہ ہوجاتیں تو سم پھٹ جاتے، اس
صورت میں مجبوراً گھوڑوں سے اترنا پڑا، لیکن پیدل چلنا بھی دشوار تھا، اگرچہ عربی ایک جفاکش قوم تھی لیکن
اس وقت اکثر سپاہی نہ رہ سکے اور خالدؓ کے پاس اس خطرناک مہم کی شکایت کی، بیچارے یونس کا دل اندر
ہی اندر بیٹھتا جاتا تھا، آخر خالدؓ سے کہا کہ اب فاصلہ تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ غالباً ہم ان لوگوں کو چند قدموں پر
دیکھیں گے، اگرچہ ہر ایک شخص تھک کر چور ہو رہا تھا۔ مگر خدا جانے حضرت عشق کیا بلا ہیں کہ یونس کو ان تکالیف کی
مطلق پرواہ نہ تھی، خالدؓ بھی حیران تھا کہ کیا کرے، اس قدر دور منزلیں مارتے ہوئے آئے اب بے نیل مرام
واپس لوٹنا شرمندگی ہے، آخر یونس کو کہا کہ " اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست "

نصف شہر بزور شمشیر فتح ہوا، اس لئے اس حصّہ شہر کو اسی طرح تصور کرنا چاہئے، اور دیگر نصف حصّہ پر ابو عبیدہؓ کے عہد و پیمان کے مطابق عملدرآمد کیا جاوے"۔ مگر یہ فیصلہ قطعی اور ناطق نہ تھا؛ اس لئے امیر المومنینؓ کی خدمت میں تمام واقعات اور حالات کو ظاہر کیا گیا اور آخری حکم کی استدعا کی گئی کہ اس کے مطابق اہل دمشق سے سلوک کیا جائے"۔

اسکے بعد عبدالرحمٰن کو کہا کہ رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا عمامہ سر سے گر پڑا ہے، خدا جانے اس مہم کا کیا انجام ہوگا"۔

دوسری مصیبت یہ نازل ہوئی کہ بارش شروع ہوگئی، رات کا وقت تھا، اندھیرے میں ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا بجلی کی چمک اور رعد کی گرج اس خوفناک نظارہ کی دہشت کو دوبالا کر رہی تھی، ان مشکلات اور مصیبتوں کی داستان طویل ہے؛ آخر یہ گھڑی بھی ٹل گئی؛ لیکن خالدؓ کو ایک پہاڑی آدمی سے معلوم ہو چکا تھا کہ اسجگہ کے قریب شہنشاہ ہرقل بے شمار فوج کے ساتھ پڑا ہے؛ مگر یہ ارادہ کا پکا اپنی بات سے نہ پھرا اور اگرچہ رفقا شکایت کرتے تھے مگر اس نے ارادہ کر لیا کہ کل کا دن بھی دیکھ لیں"۔

علی الصباح عربی اس لمبے پہاڑی سلسلے سے نکل کر ایک سر سبز چراگاہ پر پہونچے؛ اس جگہ دیکھا کہ خودرو پہاڑی پھول شگفتہ ہو رہے ہیں، نہریں بہ رہی ہیں، اور بیش قیمت کپڑے جھاڑیوں پر پھیلے ہوئے ہیں یہ نہایت فرحت افزا مقام تھا؛ اسکے ساتھ ان کی نظر ان لوگوں پر پڑی جن کے تعاقب میں انہوں نے اس قدر فاصلہ طے کیا تھا؛ خالدؓ نے فوج کو چار حصّوں میں تقسیم کیا، ضرارؓ بن ازور، رافعؓ بن عمیرہ، عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کو تین ہزار کا افسر مقرر کیا، اور خود ایک ہزار کے ساتھ آگے بڑھا، رومیوں کی حیرت کا اندازہ کون کر سکتا ہے آخر وہ بھی مقابلہ کو بڑھے۔ لڑائی آناً فاناً خوفناک صورت اختیار کرتی جاتی تھی، خالدؓ تھوماس کو پہچان کر صفیں چیرتا ہوا شیر کی طرح حملہ آور ہوا، اور آخر ایک ایسا ہاتھ دیا کہ تھوماس کا سر قلم ہوگیا؛ جیسے عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے نیزہ پر آویزاں کر لیا؛ اب خالدؓ ہربیس کی تلاش میں تھا، لیکن عین اس وقت جبکہ وہ ادھر ادھر ہربیس کو ڈھونڈ رہا تھا؛ ہربیس نے پیچھے سے آکر اس زور سے تلوار ماری کہ خود کو کاٹتی ہوئی عمامہ تک پہونچی، مگر خوش قسمتی سے تلوار ہربیس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اور عمامہ کے ساتھ زمین پر آرہی، عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے آگے بڑھکر ہربیس پر وار کیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا"۔

ادھر تو یہ ہنگامہ برپا تھا، ادھر یونس کو اپنی معشوقہ کی تلاش تھی، رافعؓ بن عمیرہ نے دور سے دیکھا کہ وہ ایک عورت سے

جس دن دمشق فتح ہوا، حضرت صدیق اکبرؓ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ اور عمر فاروق اعظمؓ آپ کے جانشین ہوئے۔ ابو عبیدہ اور خالدؓ کے تنازعہ کا معاملہ آپؓ کے سامنے پیش ہوا۔ تو آپ نے خالدؓ کو معزول کر کے ابو عبیدہؓ کو افواج شام کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اور دمشق کے متعلق ابو عبیدہ کے حق میں فیصلہ کیا۔

دست و گریباں ہو رہا ہے، تھوڑی دیر میں اس نے اس عورت کو زمین پر گرا دیا۔ رفیعؓ سے نہ رہا گیا بے اختیار ہنس پڑا۔ عین اس وقت رفیعؓ پر پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی، عورتوں نے اسے اکیلا گھوڑے پر سوار دیکھ کر حملہ کیا۔ ان میں سے ایک عورت نے بڑھ کر رفیعؓ کے گھوڑے کی پیشانی پر خنجر مارا، رفیعؓ نے غصہ میں تلوار اونچی کی تھی کہ اس عورت نے "الامان" کہا رومی اس لفظ سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ اگر عربیوں کے مقابلہ میں یہ لفظ استعمال کیا جائے تو امان مل جاتی ہے، بات اصل میں یہ تھی کہ رفیعؓ کی امداد کو اور بہت سے سوار آگئے تھے اور عورتوں کو گرفتار کر لیا۔

ادھر سے فارغ ہو کر رفیعؓ آگے بڑھا کہ دیکھیں یونس کس حال میں ہے، دیکھا کہ کھڑا آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے اور اس کے پاؤں کے پاس ایک نازنین حسین عورت خون میں غلطان دبیجان پڑی ہے، رفیعؓ نے یونس سے استفسار کیا تو روتے ہوئے کہا:۔

"آہ! دنیا میں مجھ سے زیادہ بدبخت کون ہوگا! یہ عورت جسکی لاش تم اس وقت دیکھ رہے ہو، میرے دل کی مالک تھی، اور دنیا میں اس سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہ تھی، اس کے لئے میں نے کس قدر مصیبتیں برداشت کیں، اور اسی عورت کے واسطے تمہاری تکلیف کا باعث ہوا۔ ان سب باتوں کا انجام یہ ہوا جو تم اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو، میں نے اسکی منت کی کہ میرے ساتھ چلو، نہ مانا، آخر زبردستی اسکو گرفتار کیا، ظالم نے خنجر نکال کر اپنے جگر میں بھونک لیا، اے دوست میں اب جی کر کیا کرونگا"

رفیعؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہا کہ "دوست صبر کرو، دیکھو اگر یہ عورت تمہارے ہاتھ نہیں آئی تو میں اس سے ہزارہا درجہ بہتر ایک ایسی عورت تمہاری نذر کرتا ہوں، حسن صورت میں تمہاری معشوقہ سے بہتر ہے، اور علاوہ ازیں زر و جواہرات سے لدی ہوئی ہے" اتنا کہہ کر رفیعؓ نے اس عورت کو پیش کیا جس نے اسکے گھوڑے کو زخمی کیا تھا، یونس نے اسکو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ یہ شہنشاہ ہرقل کی بیٹی ہے، یونس کا عشق صادق تھا۔ اس نے تبسم کرتے ہوئے جس میں زہر کی تلخی ملی ہوئی تھی سر ہلا دیا، لڑائی کا خاتمہ ہو چکا تھا، خالدؓ کو بخوبی علم تھا کہ اس جگہ ٹھہرنا سخت خطرناک ہے۔ اس لئے فوراً واپس لوٹا،

ہماری رائے میں یہ فاروق اعظمؓ کی اعلیٰ قابلیت کی بیّن دلیل ہے کہ آپ نے خالدؓ کو ایک نہایت اہم اور ذمہ داری کے کام سے سبکدوش کر دیا۔ خالدؓ میں ایک دلاور جنگجو سپاہی کے جوہر موجود تھے۔ اور اسکا اظہار ان لڑائیوں میں خالدؓ کی تلوار سے بہتر کسی اور شخص نے نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ لڑائی کے موقعہ پر سب سے آگے ہوتا، اور جس جگہ دشمن کا زیادہ زور ہوتا خالدؓ وہاں موجود ہوتا۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ ممالک شام کی تسخیر سیف اللہؓ نے کی۔ اِس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ خالد نہایت سخت گیر سپاہی تھا۔ اور اس کے ساتھ فنون حرب سے بھی آگاہ تھا۔ لیکن جوش شجاعت میں اس سے ایسے اُمور سرزد ہو جاتے جو بے اعتدالی کی حد تک پہنچ جاتے۔ رسول اللہؐ کے زمانہ میں ایک مہم بسرکردگی خالدؓ قبیلہ بنی خدیمہ کی طرف روانہ کی گئی تھی۔ اس لڑائی میں خالدؓ نے ایسے لوگوں کو بھی قتل کر دیا جو کسی طرح جائز نہ تھا، رسول اللہؐ کو اطلاع ہوئی، تو فرمایا۔ "یا اللہ

ابھی وہ دمشق کی حدود میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ دیکھا کہ ان کے عقب میں طوفان گرد و غبار بلند ہے۔
خالدؓ سمجھ گیا کہ جس بات کا دھڑکا تھا وہی ظہور میں آیا۔ اس لئے فوج کو آراستہ کیا۔ لیکن یکایک یہ غبار ٹھہر گیا اور ایک شخص سفید جھنڈا لئے ہوئے باہر نکلا۔ معلوم ہوا کہ ہرقل نے ایک فوج اس غرض سے بھیجی کہ اپنی لڑکی کا فدیہ دے کر مسلمانوں سے واپس لے۔
خالدؓ نے ہرقل کی لڑکی کو نہایت عزت اور احترام سے واپس کر دیا۔ مگر ایلچی کو اتنا کہا کہ "شہنشاہ کو کہہ دو کہ اگرچہ اسکی لڑکی اس وقت سے آزاد ہے مگر وہ دن آتا ہے کہ خود ہرقل ہمارے قبضہ میں ہوگا۔"
ہم اس داستان کو جو فی الحقیقت نہایت دلخراش ہے ختم کرنا چاہتے ہیں۔ خالدؓ اور اس کے رفیق مع الخیر دمشق میں پہونچ گئے۔ فاروق اعظمؓ کو جب اس مہم کی اطلاع ہوئی تو خالدؓ کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا۔ یونس کے دل پر اگرچہ سخت صدمہ پہونچا تھا۔ مگر عربیوں کے ساتھ بھی اسے ایک قسم کا برادرانہ تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ اسکے دل پر ان کی عبادت کا طریقہ، راست گفتاری، پرہیزگاری، اور وفا نے بہت گہرا اثر کیا۔ وہ پکا مسلمان ہو گیا، اور مسلمانوں کے ہمراہ مخالفین سے لڑتا رہا۔ آخر یرموک کے جنگ میں شہید ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔" (گبن، اوکلی، الواقدی)۔
مذکورہ بالا قصہ کسی معتبر مسلمان مؤرخ نے نہیں لکھا۔ اور ہم کسی طرح اس روایت پر اعتبار نہیں کر سکتے جسکی تائید نہ تو طبری، اور نہ ابن اثیر، اور نہ کسی اور مؤرخ نے کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف عیسائی مؤرخین کی اختراع ہے۔ خود گبن تسلیم نہیں کرتا کہ یونس شہنشاہ ہرقل کا داماد تھا۔" +

میں خالدؓ کے فعل سے بری الذمہ ہوں"۔ پھر آپ نے ان مقتولین کی دیت ادا کی ۔ اور ان کا جس قدر مال ضائع ہوا تھا اسکی قیمت بھی دی ۔ اور ان لوگوں کے وارثوں کو اس سے زیادہ دیا۔ جتنا وہ طلب کرتے تھے صدیق اکبرؓ نے مرتدین عرب کے مقابلہ میں خالدؓ کو روانہ کیا تو ضرورت سے زیادہ سختی کی ۔ اور مالک بن نویرہ کو مرتد سمجھ کر قتل کر دیا ۔ اس پر بعض اصحاب جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے سخت برافروختہ ہوئے ۔ دمشق کی تسخیر میں رسول اللہ کے ایک معزز صحابی کے عہد کا پاس نہ کرنا ایسے اُمور ہیں جو دور اندیشی کے مخالف ہیں فاروق اعظمؓ انہیں کب نظر انداز کر سکتے تھے ۔ ابو عبیدہؓ ایک روشن دماغ ، دور اندیش ، اور نرم مزاج بزرگ تھے ۔ ان واقعات سے جو مؤرخین نے فتح شام کے ضمن میں لکھے ہیں بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسی ممتاز عہدے کے قابل تھے ۔ جو ابتدا میں صدیق اکبرؓ اور بالآخر فاروق اعظم نے انکی ذات کے واسطے تجویز کیا ۔ کچھ شک نہیں کہ ابتدا میں ضرورت اس امر کی تھی کہ خالدؓ سا سخت گیر آدمی دشمنوں کے مقابلہ میں بحیثیت سپہ سالار موجود ہو ۔ کیونکہ رومیوں کو قدر عافیت اسی صورت میں ہو سکتی تھی ۔ وہ خالدؓ کے نام سے کانپتے تھے ۔ مگر ابو عبیدہؓ کی موجودگی سے وہ خوش تھے ۔ اکثر شہر بروئے صلح فتح ہوئے اور یہ صرف ابو عبیدہؓ کے ذریعہ سے ۔ جس قدر مشہور لڑائیوں میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی ۔ وہ صرف خالدؓ کی تلوار سے ۔ درشتی و نرمی بہم در بہ است" ایسے مہیب دشمن کے مقابلہ میں جسکے زیر فرمان تمام مہذب دنیا تھی ۔ اور جس کے قبضہ میں وہ اسباب اور سامان حرب تھا جس سے عربی سپاہ بالکل ناواقف تھی ۔ جسکی تعداد عربیوں کے مقابلہ میں ایک اور دس کی نسبت رکھتی تھی ۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی ۔ ابو عبیدہؓ اور خالدؓ سے افسروں کا کام تھا ۔

خالدؓ کا تنزل سپہ سالاری سے معمولی حیثیت کے سپاہی پر معمولی بات نہیں ۔ جہاد فی سبیل اللہ کے معانی سمجھنے کے لیئے اسی ایک واقعہ پر غور کرو ۔ ابو عبیدہؓ اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں نے خالدؓ کو ایک سپاہی کی حیثیت میں کام کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ واللہ وہ سپہ سالار سے بڑھ کر کوشش کرتا ہے ۔ اور اس کے کسی فعل سے ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ موجودہ ذلت اور گذشتہ فخر کو محسوس کرتا ہے" ۔ اگر یہ دیکھنا مطلوب ہو کہ اسلام ہم سے کس امر کی خواہش کرتا ہے تو ان بزرگوں کے قول و فعل پر فکر کرو ۔ وہ ہر ایک کام نیک نیتی سے کرتے تھے اور اگر کبھی غلطی کی تو مورد طعن و تشنیع ہوتے ۔ اور اپنی اصلاح میں کوشش کرتے ! یہ کیسا نازک موقع تھا کہ مسلمان دشمنوں کے مقابل میں اور ایسے دشمن کے مقابل میں جسکی عظمت اور شان مسلّمہ تاریخی ثبوت ہے ۔ لڑ رہے تھے ۔ اور دوسر برآوردہ افسران فوج کی رائے میں اختلاف ہو گیا ۔ ابھی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تھا ، اور

تمام لڑائیاں جو مسلمانوں کو اجنادین اور دمشق کی دیواروں کے نیچے پیش آئیں آئندہ جنگوں کی خوفناک پیش گوئیاں تھیں، عین اس وقت ایک سپہ سالار کا بے عزتی سے سپاہی کی حیثیت پر تنزل فاروق اعظمؓ کے حکم کا محرک "حکمت" اور "مصلحت وقت" کے منافی ہے۔ لیکن نہیں یہ خیال غلط ہے۔ اور واقعات اسے غلط ثابت کرتے ہیں۔ اس وقت نہ صرف خالدؓ بلکہ ہر ایک شخص خلیفہ کے جائز حکم سے سر پھیرنے کا خیال نہیں کر سکتا تھا۔ اور خود خلیفہ کو مسلمانوں کی ذات اور ایمان پر پورا اعتماد تھا۔ وہ نیک نیتی سے ایک دوسرے کی مخالفت پر کھڑے ہو سکتے تھے لیکن ان سے کبھی توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ دیدہ دانستہ ایسا فعل کریں گے جو اسلام کے مخالف اور مسلمانوں کی خرابی کا موجب ہو۔ یہ اسلام تھا جو انکا دستور العمل تھا اور یہ لوگ مسلمان تھے آخر کار حضرت عمرؓ نے عاملوں کو نامے لکھے کہ "میں نے خالدؓ کو کسی اور وجہ سے معزول نہیں کیا۔ مدعا یہ تھا کہ خالدؓ کو معلوم ہو جائے ملک شام اسکے زور بازو سے فتح نہیں ہوا اور تمام مسلمانوں کو یقین ہو کہ صرف فضل ایزدی سے یہ نمایاں فتوحات حاصل ہوئی ہیں"۔ خالدؓ کی وفات پر بنی مغیرہ کی عورتیں ایک گھر میں جمع ہو کر رونے لگیں، حضرت عمرؓ نے سن کر کہا کہ "ابو سلیمان (خالدؓ) کا ماتم اگر عرب کی عورتیں کریں تو بجا ہے، لیکن نوحہ خوانی سے منع کر دیا"۔

مسلمانوں نے خلافت فاروقی میں ملک شام، مصر اور ایران پر بالاستقلال قبضہ کر لیا۔ اور یہ ممالک قیصر اور کسریٰ کی حکومت سے ہمیشہ کے لئے نکل گئے۔ اس وقت سے آج تک کوئی کسریٰ روئے زمین پر نہیں ہوا اور جب مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تو رومی شہنشاہیت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور ان ممالک پر آج تک مسلمانوں کا قبضہ ہے"۔

ابو عبیدہ نے فتح دمشق کے بعد یزید بن ابوسفیان کو اس شہر کا حاکم مقرر کیا۔ ۱۸ھ میں شام میں طاعون پھوٹ پڑا۔ اسے طاعون عمواس کہتے ہیں۔ فاتحان شام میں سے ابو عبیدہ، معاذ بن جبل، شرحبیل بن حسنہ، اور یزید بن ابوسفیان نے اس مہلک بیماری سے وفات پائی۔ حضرت عمرؓ بذات خود شام میں تشریف لائے اور دمشق کی حکومت یزید کے بھائی معاویہ بن ابوسفیان کو تفویض کی۔ فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں معاویہ کی حکومت دمشق کے علاقہ تک محدود تھی۔ حضرت عثمانؓ ذی النورین کے عہد میں معاویہؓ کل ملک شام کا عامل مقرر ہوا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت ایک مشہور واقعہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ عرب خانہ جنگی میں مبتلا ہو گیا۔ جسمیں بنو ہاشم اور بنو امیہ دو زبردست حریف طاقتوں نے خلافت کو وراثت میں تبدیل کرنیکے لئے

جان توڑ کوشش کی۔ بالآخر بنوامیہ کامیاب ہوئے، اور معاویہ بن ابوسفیان نے خاندان امیہ کی بنا ڈالی، اور دمشق اسلامی مقبوضات کا پایہ تخت قرار پایا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت، اور باہمی خانہ جنگی، بنوامیہ کے اقتدار کا باعث ایسے واقعات ہیں جو ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم نے حجاز میں اس مقام پر جہاں مکہ معظمہ آباد ہے، کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھی جس کی نسبت لکھا ہے کہ "ان اول بیتٍ وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدی للعالمین۔ فیہ اٰیاتٌ بیّنٰتٌ مقام ابراھیم، ومن دخلہ کان اٰمناً، وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العالمین"۔ (پ۴-ع۹) اور اپنے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو اس جگہ آباد کیا، تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ "ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتک المحرم، ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون" آپ کی دعا مقبول ہوئی، اور دور دور سے لوگ کعبۃ اللہ کی زیارت کے لئے مکہ میں آتے، ہر سال خاص خاص موسموں میں اس جگہ حجاج کا ہجوم ہوتا۔ اور خرید و فروخت کی کثرت کا یہ حال تھا کہ مکہ ان ایام میں تجارت کی منڈی بن جاتا۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ بذاتہ سرزمین حجاز "غیر ذی ذرع" ہے، اس جگہ انسانی آبادی کا محرک صرف کعبۃ اللہ کی عمارت کی حفاظت کے لئے قدرت کے زبردست ہاتھ کر رہے تھے، بیت المقدس جو ایک عرصہ دراز بعد تعمیر ہوا، کئی دفعہ برباد ہوا، لیکن اولوالعزم فاتحان دنیا کبھی کعبۃ اللہ کی طرف آنکھ اٹھاکر نہیں دیکھ سکتے تھے، اگر کبھی کسی کو اسکے خوفناک ریگستانوں میں قدم رکھنے کی جرأت ہوئی تو ہر ایک ذرہ کو دشمنی پیکر بستہ پایا، اور سموم اور صرصر نے وہ شمشیر ملے ہوئے کہ منہ کی کھاکر اپنا سا منہ لیکر لوٹ گئے۔ بنواسمٰعیل اس جگہ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے، انکی ہمسائیگی میں مصر، شام اور ایران متمدن دنیا تھی، لیکن وہ اس سے بے خبر تھے، مگر جس آزادی اور دلیری کے بیج انکے دل و دماغ میں نشوونما پارہے تھے، اس سے ہمسایہ متمدن زمینیں خالی تھیں، عربی غیور طبیعتیں ایک عرصہ دراز تک حکومت سے ناآشنا رہیں۔ بنواسمٰعیل کا ہاتھ ایک دوسرے کے برخلاف معمولی اختلاف پر ایسا دراز ہوتا کہ خانہ جنگی کی آگ برسوں تک مشتعل رہتی، ان کا زمانہ جاہلیت بھی ان کے لئے قابل فخر ہے، ان کی شمشیر اور تیغ زبان کے جوہر قیامت تک یادگار زمانہ رہیں گے۔

"وادٍ غیر ذی ذرع" نے ایسے انسان پیدا کئے جن کے مختصر حالات ہم لکھنا چاہتے ہیں، لیکن

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمین خشک اور بے آب و گیاہ ہے۔ اور اگر اس جگہ کعبۃ اللہ نہ ہوتا تو یہ جگہ کبھی آباد نہ ہوتی۔ چونکہ مکہ میں حج ہوتا تھا اس لئے لوگ دور دراز ممالک سے کعبہ کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور اس لئے عرب میں حجاز اور حجاز میں مکہ سب سے زیادہ مشہور اور ممتاز تھے۔ اور کعبۃ اللہ ہی عربوں کی دولت و ثروت اور عزت کا باعث تھا۔ اس لئے یہی ایک ایسی عمارت تھی جسکی حفاظت کے ساتھ عربی عظمت کا قیام تھا۔ اور قدرتاً ان کے دلوں میں "بکہ مبارکہ" کی عزت ہر ایک چیز سے زیادہ تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسکا متولی ہی قوم کا سردار ہوتا۔ اس لئے کچھ تعجب کی بات نہیں اگر حجابتہ کعبہ کے لئے عرب کے مختلف قبائل جان توڑ کوششیں کرتے رہے اور کعبۃ اللہ پر قبضہ رکھنے کے لئے اپنا خون پانی کی طرح بہا دیتے۔ اصحاب الفیل جس کا تذکرہ قرآن شریف میں بھی ہے یمن کی تاریخی قوم تھی۔ ان کے سردار ابرہہ نے جس کا مذہب عیسائیت تھا۔ مکہ معظمہ پر فوج کشی کی۔ کیونکہ شام کا متعصب پادری جس نے ابرہہ کو اس حملہ کے لئے اکسایا۔ کعبۃ اللہ کی روزافزوں ترقی کے ساتھ عوام الناس کے حسن عقیدت کو جو اسجگہ ہزاروں کی تعداد میں دور دراز ممالک سے حج کے لئے جمع ہوتے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ابرہہ کی مہم کا مدعا صرف کعبۃ اللہ کی بربادی تھی۔ عبدالمطلب جو اس وقت کعبۃ اللہ کے متولی تھے لوگوں کے کہنے سننے پر اور اس خیال سے کہ ابرہہ کے ایلچی نے علی الاعلان کہہ دیا تھا کہ والی یمن کو اہل مکہ سے کچھ غرض نہیں اور اس لئے وہ خونریزی کا خواہاں نہیں ہے۔ ابرہہ کی ملاقات کو گئے۔ آپ کے بلند قامت اور خوبصورت چہرے نے ابرہہ کے دل پر بڑا اثر کیا۔ بذریعہ ترجمان گفتگو ہوئی تو ابرہہ کو معلوم ہوا کہ آپ کعبہ کے متولی اور قوم کے سردار ہیں۔ قدرتی خوبیوں اور ذاتی امارت نے ابرہہ کو بالکل گرویدہ کر لیا۔ ارادہ کیا کہ اگر عبدالمطلب سفارش کرے تو کعبہ کی بربادی سے باز آ جائے۔ اور اس لئے پوچھا کہ کس غرض سے آنا ہوا۔ جواب دیا کہ تیری فوج نے میرے بائیس[۲۲] اونٹ گرفتار کئے ہیں۔ واپس دلا دو۔ ابرہہ نے کہا کہ میں نے تو خیال کیا تھا کہ تم دانا اور ہوشیار آدمی ہو لیکن معلوم ہوا سخت بیوقوف ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس جگہ صرف خانہ کعبہ کی بربادی کا عزم بالجزم کر کے آیا ہوں جو تمہارے اور تمام عرب کا مایۂ ناز اور فخر ہے اور تمہاری عظمت اور سرداری صرف اسی عمارت کی بنیاد پر منحصر ہے۔ عقلمندی کی دلیل تو یہ تھی کہ مجھ سے التجا کرتے اور میں تمہاری خاطر اپنا ارادہ فسخ کر دیتا۔ تمہاری قوم اور تمام عرب مدت العمر تمہارے ممنون احسان رہتے۔ نہ صرف یہی بلکہ ہمیشہ تمہاری اولاد فخریہ بیان کرتی کہ ہمارے جد نے خانہ کعبہ کو بربادی سے بچا کر عرب کی عزت رکھ لی۔ یہ کیا حماقت ہے

کہ اس وقت چند اونٹوں کا خیال پیدا ہوا" عبدالمطلب نے جواب دیا کہ "میں اونٹوں کا مالک ہوں، مجھے تو اپنی ملک کا فکر کرنا چاہیئے، خانہ کعبہ کا مالک آپ اپنے گھر کی فکر کرے گا۔"

اس میں کچھ شک نہیں کہ حجاز میں یہی عمارت تھی جو حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے مرجع خلائق تھی ورنہ عرب کی سنگلاخ اور ریگستانی زمین تو فی الحقیقت "وادٍ غیر ذی ذرعٍ" تھی۔ اسکے صحرا کف دست ریگستان ہیں جن میں کہیں کہیں ریت کے تودے اُٹھتے ہوئے نظر آتے رہیں منطقہ حارہ کے آفتاب کی حرارت اور صرصر اور سموم سی زہریلی ہوائیں جو اس جگہ ہمیشہ طوفان برپا کرتی ہیں ان سُرخ ریتلے صحراؤں کو ایک آگ کا سمندر بنا دیتی ہیں جو کرّہ نار میں لہریں لے رہا ہے، پانی جو مایۂ زندگی ہے اس جگہ کوسوں تک نظر نہیں آتا۔ کوئی دریا نہیں جو خشک زمین کو سیراب کرے۔ جھلسی ہوئی پہاڑیوں پر اگر کہیں کچھ سبزہ ہے تو صرف شبنم کے قطروں سے پیاس بجھاتا ہے۔ بارش کا پانی اس جگہ آب حیات ہے جسے تالابوں اور حوضوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ کنوئیں اور قدرتی چشمے اس جگہ پوشیدہ دفینے ہیں جن کی تلاش میں بادیہ نشین عربی مال مویشی لئے پھرتے ہیں۔"

مکہ میں اہل مکہ کا سردار کعبۃ اللہ کا متولی ہوتا۔ اس لئے ہر ایک قبیلہ کی یہی کوشش رہی کہ کعبۃ اللہ ان کے قبضہ میں ہو، دوسری صدی عیسوی میں بنو خزاعہ "یمن سے اس جگہ آکر آباد ہو گئے تھے سب قبیلوں پر غالب آئے۔ اور کعبۃ اللہ پر اونکا قبضہ ہوگیا، پانچویں صدی عیسوی تک ان کا دور دورہ رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ عدنانیوں نے غلبہ حاصل کرلیا۔ اور ان میں سے کنانہ اور کنانہ کا قبیلہ قریش سب قبیلوں میں ممتاز ہوگیا۔ قصی اس وقت قریش کا سردار تھا، ذاتی قابلیت اور دانائی کی وجہ سے رفتہ رفتہ اس قدر عروج حاصل کیا کہ متولی کعبہ کی لڑکی سے جو بنو خزاعہ سے تھا شادی کرلی اور خسر کی وفات پر کعبہ کی خدمت اسکے ہاتھ میں آگئی۔ گویا امارت بنو خزاعہ سے قریش میں منتقل ہوگئی۔ بنو خزاعہ نے جانیں لڑا دیں، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور کعبہ کی خدمت کے ساتھ امارت بالاستقلال قریش میں آگئی۔ اس وقت قصی نے نہایت ہوشیاری اور دانائی سے کام کیا۔ اپنے بھائی بندوں کو جو قریش ہی کے قبیلہ سے تھے خاص مکہ میں جمع کرلیا۔ اور مکہ کو چار حصوں میں تقسیم کرکے اپنے بھائیوں کو بانٹ دیا۔ قریش نے اس جگہ اپنے اپنی ملک میں مکانات تعمیر کرلئے۔ اور مستقل سکونت اختیار کرلی۔ نہ صرف قریش نے قصی کو اپنا سردار تسلیم کرلیا بلکہ حجاز میں اوسکی امارت کا ہر ایک قبیلہ معترف تھا۔"

قصی کے چار بیٹے تھے۔ ان میں سے سب سے چھوٹا عبد مناف اسکا جانشین ہوا عبد مناف کے بھی چار بیٹے تھے۔ ان میں سے عبد الشمس سب سے بڑا تھا اور دوسرا ہاشم اور تیسرا مطلب اور چوتھا نوفل تھا۔ عبد مناف کے بعد ہاشم باپ کا جانشین ہوا عبد شمس مر چکا تھا۔ اس کے بیٹے امیہ نے دعویٰ کیا کہ امارت کا حق اس کے باپ کا تھا اور اس کے بعد جانشینی کا مستحق میں ہوں۔ بقول طبری اس وقت امارت کے نشان چار تھے۔ اول "رفادۃ"۔ دوم "نیران"۔ سوم "لوا" اور چہارم "ندوہ"۔ یعنی محتاجوں اور مسافروں کو کھانا کھلانا "رفادۃ" کہلاتا تھا۔ اور عرفات سے واپسی کے وقت تاریکی شب میں روشنی کا انتظام "نیران" تھا۔ اور لوا جنگی پھریرا تھا۔ کعبۃ اللہ کے پہلو میں ایک جگہ کا نام "دار الندوہ" تھا۔ اس جگہ اہل قریش جمع ہوتے۔ اور ہر ایک قضیہ کا فیصلہ اور مہم کی نسبت مشورہ باتفاق رائے کرتے۔ ابتداء میں حجابۃ کعبہ کے ساتھ یہ چار نشان امارت بھی ایک ہی شخص قصیّ کی ذات میں ظاہر تھے۔ وہی کعبہ کا متولی تھا اور حجاج کے آرام و آسایش کے لئے ہر ایک انتظام اسکے ہاتھ میں تھا۔ جب کوئی مہم پیش آتی تو وہی اہل قریش میں سے کسی کو سپہ سالار مقرر کرتا اور اس کا امتیازی نشان لوا ہوتا جو قصیّ اپنے ہاتھ سے ایک نیزہ پر پھریرا باندھ کر بناتا۔

ندوہ یعنی مشورت میں سب لوگ اسی کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ نشان خدمات کی صورت میں مختلف قبائل میں تقسیم ہو گئے۔ لوا قریش کا جنگی نشان بن گیا جس کا نام رایت العقاب تھا۔ سپہ سالار اور امیر قافلہ قوم اور کارروان کا رہنما ہوتا۔ اور یہ خدمت عبد الشمس کے گھرانے میں بالاستقلال تھی۔

حاشیہ نمبر ۱۱۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اہل مکہ کا اس وادی میں رہنا جس میں نہ زراعت ہو سکتی تھی اور نہ پانی میسر تھا۔ ناممکن ہوتا اگر حضرت ابراہیم کی دعا مقبول نہ ہوتی۔ چونکہ خانہ کعبہ کو ان کے بسر اوقات کے اسباب سے بہت کچھ تعلق تھا اس لئے انہوں نے ہمیشہ اسکی حفاظت اور اسکی حالت درست رکھنے کی طرف پوری توجہ کی۔ اس جگہ لوگ دور دور سے زیارت کعبۃ اللہ کو آتے۔ اس لئے زائرین کے آرام و آسایش کے متعلق اہل مکہ نے حتی المقدور سب سامان مہیا کئے ہوئے تھے۔ اہل قریش نے خانہ کعبہ کے آس پاس پانی کی سبیلیں لگا رکھی تھیں اور مہمان سرائے اور دیگر خورد و نوش اور رہایش کے اسباب جمع کئے ہوئے تھے۔ خانہ کعبہ کے گرد زمین کا ایک بہت بڑا حصہ حرم کے نام سے موسوم تھا جس میں خون گرانا ممنوع تھا۔ مدعا یہ تھا کہ جو لوگ اس جگہ آئیں وہ امن و آسایش سے رہیں۔ یہ آرام و آسایش اور خورد و نوش اور رہایش کے اسباب جو اہل مکہ نے لوگوں کے لئے جمع کئے ہوئے تھے خدمات کی صورت میں ہر ایک قبیلہ کے متعلق ہو گئے۔ اور یہ خدمات جب

کوئی کام بنی امیہ کے مشورہ کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا یہ اور دیگر خدمات اگرچہ مختلف قبایل کے سپرد تھیں لیکن فی الحقیقت یہ سب کام متولی کعبہ کے زیرنگرانی سرانجام پاتے۔ اس لیئے حجابۃ کو جو امتیاز ان خدمات میں تھا وہی متولی کعبہ کو دیگر سرداران قبایل پر حاصل تھا۔ امیہ نے ہر دلعزیزی پیدا کرنیکے لیئے عام فیاضانہ

ضرورت روز بروز بڑھتی گئیں اور رسول کریم کی بعثت سے پیشتر تو اکثر خدمات معین ہو چکی تھیں جو مختلف قبایل بالاستحقاق سرانجام دیتے تھے۔ اور فی الحقیقت یہ خدمات تھیں جو کاروبار سلطنت اور حکومت کے معنی رکھتی تھیں جو صرف قبیلہ قریش میں محدود تھیں۔ ہاشم۔ امیہ۔ نوفل۔ عبدالدار۔ اسد تیم۔ مخزوم۔ عدی۔ جمح۔ اور سہم کے متعلق ایک ایک یا زائد خدمت یا خدمات تھیں۔:-

(۱) "سدانتہ" اس کا دوسرا نام "حجابتہ" بھی ہے۔ اس خدمت کا والی کعبہ کا حاجب اور فی الحقیقت متولی ہوتا تھا۔ خانہ کعبہ کی کنجی اسی کے پاس رہتی تھی۔ وہی لوگوں کے لئے کعبہ کا دروازہ کھولتا تھا۔ اور بعدازاں قفل لگا دیتا تھا۔ سب سے زیادہ معزز اور خدمت یہی منصب حجابتہ تھا جو بنو ہاشم میں بالاستقلال تھا۔ اور اسی منصب کے لیئے بنو ہاشم اور امیہ میں خاندانی عداوت کی بنیاد پڑی۔

(۲) "سقایتہ" اس خدمت کا والی مکہ میں پانی کے کمیاب ہونیکی وجہ سے حاجیوں کو پانی پلانے کی فکر رکھتا اور آب رسانی کا اہتمام کرتا۔ چمڑے کے حوض بنوا کر کعبہ کے آس پاس رکھتا اور کنوؤں سے میٹھا پانی مشکوں اور پکھالوں میں بھروا کر اونٹوں پر بار کر کے منگواتا اور ان حوضوں میں ڈلواتا۔ "زمزم" سے پیشتر یہی صورت رہی۔ اسکے بعد پانی "زمزم" سے ہی مہیا کیا جاتا۔ یہ خدمت بھی بنو ہاشم کے کنبہ میں تھی۔ خلیفہ ثانی کے عہد میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان خدمت سقایتہ کے متعلق جھگڑا ہوا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ عم رسول اکرمؐ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد یہ خدمت بالاستقلال بنو عباس میں منتقل ہو گئی۔ ضرورتاً یہ خدمت بھی اہم اور نہایت قابل وقعت تھی۔ قرآن شریف (پارہ ۱۰۔ سورہ التوبہ) میں عوام الناس کے خیال کی تردید کی گئی کہ سقایتہ الحاج اور عمارۃ مسجد الحرام ایسی خدمات ہیں جو ایمان باللہ والیوم الآخرۃ اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہیں۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیل اللہ۔ لایستون عند اللہ۔ واللہ لایھدی القوم الظالمین۔ الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ۔ واولئک ھم الفائزون۔

دعوتیں دیں اور بقول طبری تمام مال واسباب مسرفانہ ضیافتوں میں صرف کر دیا" کامیابی نہ ہوئی تو بزور شمشیر اپنے دعوے کی تائید کرنا چاہتا تھا" مگر پنچایت نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیدیا" آخر امیہ غم وغصہ میں وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر شام کی طرف چلا گیا" اور جبتک ہاشم زندہ رہا۔ واپس نہ آیا" اس عرصہ میں بذریعہ تجارت اس کے پاس دولت بہت کچھ جمع ہوگئی۔ اور وہ غربت میں بھی آسودہ حال اور فارغ البال تھا۔ اگرچہ وہ مکہ

(۳)۔ "رفادۃ" یہ رقم ہوتی تھی جسے اہل قریش ہر موسم میں اپنے مالوں سے نکال کر صاحب رفادۃ کے پاس جمع کر دیتے تھے۔ اسی آمدنی سے وہ کھانے پکوا کر محتاجوں کو کھلاتا تھا۔ سب سے پہلے جس نے رفادۃ کا حکم جاری کیا وہ قصی تھا۔ اسکے بعد بنی نوفل کے گھرانے میں یہ منصب رہا۔ کچھ عرصہ بعد بنی ہاشم کے خاندان میں منتقل ہوگیا"۔

(۴)۔ "لوا" رایت العقاب۔ اہل قریش کا جنگی نشان تھا۔ لڑائی کے موقع پر باہر نکالتے۔ بنو امیہ مستقل علم بردار تھے یعنی سپہ سالاری کی خدمت ان کے سپرد تھی"۔

(۵)۔ "ندوہ" یہ ایک عمارت تھی جسے قصی نے کعبہ کے پہلو میں تعمیر کیا تھا۔ اس میں اہل قریش کے سردار جمع ہوکر مشورہ کیا کرتے تھے۔ اس میں کوئی شخص جسکی عمر چالیس سال سے کم ہو شریک نہ ہوسکتا تھا۔ یہ بھی شرط تھی کہ کوئی عورت یا مرد اس گھر کے سوا اور کہیں شادی کی رسوم عقد ومناکحت ادا نہ کرسکتا تھا۔ بالغ لڑکیوں کو زنانہ لباس بھی اسی گھر میں پہنایا جاتا تھا۔ دارالندوہ بنی عبدالدار کے قبضہ میں تھا جنگی نشان بھی اسی جگہ مرتب کیا جاتا"۔

(۶)۔ "سپہ سالار" یا "سالار قافلہ" بنو امیہ تھے۔ اور اس لئے بلحاظ جنگی قوت اور بوجہ تجارت دولت وثروت اس خاندان میں نسبتاً زیادہ تھی"۔

(۷)۔ "مشورۃ" دارالندوہ مشورۃ کے لئے خاص تھا لیکن بنی اسد ایسا خاندان تھا جس کے سامنے ہر ایک معاملہ مشورہ کے لئے پیش کیا جاتا اور پھر اُن کے ذریعہ دیگر لوگوں پر ظاہر کیا جاتا"۔

(۸)۔ "اشناق" خون بہا اور تاوان کی وصولی بنی تیم کے سپرد تھی جسکی وجہ سے یہ خاندان بطور حکم بھی کام کرتا تھا۔

(۹)۔ "سفارۃ" جب اہل قریش کسی دوسرے عربی قبیلہ سے جنگ کرتے اور بضرورت صلح شرائط اور عہد وپیمان کی گفتگو سفیر کے ذریعہ طے ہوتی۔ اور خاندانی فخر اور مفاخرۃ سفیر ہی کے ذریعہ ہوتا۔ اس صورت میں سفیر کو حکم تسلیم کیا جاتا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سب سے پچھلے سفیر عمر بن الخطاب تھے۔ جو قبیلہ بنی عدی کے رکن تھے"۔

سے دور تھا لیکن وطن اور اپنے دعویٰ کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ ہاشم کی وفات کے بعد وہ مکہ میں آیا۔ اس وقت ہاشم کا بھائی اور اُمیہ کا چچا مطلب متولی کعبۃ اللہ تھا۔ تجربہ نے امیہ کو بہت کچھ دنیا کے نشیب و فراز کا علم سکھا دیا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ ابتک جو کچھ اُس نے اپنے دعویٰ کی تائید میں کوشش کی وہ صریحًا باطل تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس وقت وہ ابتدائی جوش و خروش اسمیں نہ تھا۔ اس لئے اُس نے گذشتہ تکالیف سے جو بوجہ جلا وطنی اوسے برداشت کرنی پڑیں دانائی کا سبق ہی سیکھا۔ لیکن قدرتًا جو کچھ اثر دونوں خاندانوں میں بزرگوں کی ذاتی عداوت سے پیدا ہو چکا تھا۔ وہ ایسا مٹانے سے نہ مٹ سکتا تھا۔ اور نہ خود امیہ اور نہ حریف قبیلہ بنو ہاشم نے اس کے مٹانے کی کوشش کی۔ اُمیہ تو صرف اس لئے خاموش تھا کہ بظاہر اوسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اور وہ مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ بنو امیہ کے دلوں میں انتقام کا جوش تھا۔ بنو ہاشم کی نگاہ اس قدر بلند تھی کہ وہ بنو اُمیہ سے بکشادہ پیشانی ملنا بھی عار سمجھتے تھے۔ غرض اسی طرح قریبًا دس سال کا عرصہ گذر گیا۔ اس عرصہ میں بنو امیہ کا اقتدار روز بروز بڑھتا گیا جسکی وجہ یہ تھی کہ تجارت اون کے ہاتھ میں تھی مکہ سے شام اور دیگر ممالک کو جس قدر تجارتی قافلے جاتے اون کے سالار بنو امیہ ہی ہوتے۔ تجارت نے اون کے گھر مال و دولت سے بھر دیئے اس کے ساتھ اکثر لڑائیوں میں بنو امیہ ہی سپہ سالار ہوتے۔ اُن کی تعداد بھی بہ نسبت

(۱۰) "ایسارہ" اہل قریش کو جب کبھی جنگ یا سفر درپیش ہوتا یا اور کوئی اہم معاملہ کی نسبت تشویش ہوتی تو تیروں پر فال ڈالتے۔ اور بصورت یا شگن لیتے۔ یہ کام بنی جمح کے گھرانے کے لوگ کرتے۔

(۱۱) "اموال محجرہ" دیوتاؤں اور بتوں کے نام پر نقد و زیور نذر کیا جاتا۔ یہ کام بنی سہم کے سپرد تھا۔

(۱۲) "عمارۃ" سے مراد یہ تھی کہ خانہ کعبہ میں کوئی شخص فحش یا خلاف تہذیب گفتگو نہ کرے۔ اور شور و غوغا نہ مچائے۔

مذکورہ بالا خدمات کے علاوہ اور بھی ایسی ضرورتیں تھیں جو بصورت خدمات قریش میں منقسم تھیں۔ اہل قریش نے ان خدمات میں انتظام ملک اور دین اور نظم حکومت اور جنگ وغیرہ سب امور کو جمع کر لیا تھا۔ اور اس میں کم و بیش ہر ایک قبیلہ قریش کا حصہ تھا۔ یعنی حکومت میں خواہ وہ کیسی ہی نرالی طرز کی تھی ہر ایک قبیلہ شریک تھا اور بلحاظ وقعت منصب اور خدمت ہر ایک قبیلہ کی عزت تھی۔ حجابۃ اور سقایۃ اور عمارۃ وغیرہ ایسی خدمتیں تھیں جن کا تعلق خانہ کعبہ سے تھا اور اس لئے ان کا متولی ایک خاص امتیازی اعزاز کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ ایسی ایسی خدمات یا مناصب حاصل کرنے کے لئے مختلف قبایل قریش اور بالخصوص بنو ہاشم اور بنو امیہ میں رشک و حسد

دیگر قبایل کے زیادہ تھی، اس لئے ان کی جاہ و حشمت نے ان کا اقتدار بڑھا دیا۔ ان کی جنگی طاقت سے حریف قبایل خائف تھے، اور بہ لحاظ کثرت نفوس ان کا غلبہ اور عزت تھی۔ امیہ کا بیٹا حرب چراغ خاندان پیدا ہوا اور ابوسفیان ابن حرب نے عبد الشمس کا نام روشن کر دیا"

مطلب کے بعد عبد المطلب ابن ہاشم متولی ہوا۔ اسکے عہد میں اصحاب الفیل کا واقعہ یعنی بنی بریدہ ابرہہ کا سانحہ پیش آیا۔ اور اسی سال عبد المطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبد اللہ کے گھر وہ نور ظاہر ہوا جس نے تمام دنیا کو منور کر دیا"

اگرچہ بہ لحاظ جاہ و حشمت اور کثرت نفوس بنو امیہ کا اقتدار بنو ہاشم سے زیادہ تھا لیکن حجابۃ کعبۃ اللہ جو نسلاً بعد نسلاً موخر الذکر خاندان میں بالوراثت چلی آتی تھی۔ بنو ہاشم کی بزرگی اور خاص امتیازی عزت کا سبب تھی جسے بنو امیہ باوجود متواتر کوششوں کے حاصل نہ کر سکے لیکن انکے پاس ایسے اسباب جمع ہو رہے تھے جو حصول امارت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ انہی اسباب کی بدولت جس قدر بنو امیہ زبردست بن گئے بنو ہاشم کمزور ہوتے گئے"

ایام جاہلیت یعنی پیغمبر کی بعثت سے پیشتر تواریخ عرب ان خانہ جنگیوں کے باعث جو عرب کے مختلف قبایل میں ذرا ذرا سی بات پر برسوں ابتدائی زور شور سے جاری رہتیں نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ ان واقعات کو جنہیں ہم "دمشق" کے حالات میں قلمبند کرنا چاہتے بخوبی واضح کرتی ہے۔ مذکورہ بالا واقعات سے اتنا تو ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں خاندانی کاوشوں کا کیا باعث تھا جو نہ صرف روز بروز بڑھتی گئیں بلکہ دونوں خاندانوں میں اس قدر مغایرت پیدا کر دی کہ ان کا اتفاق اجتماع ضدین ہو گیا۔ لیکن یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ اس قدر عداوت اور خصومت کے ہوتے دونوں خاندان ایک ہی جگہ بود و باش رکھتے تھے۔ انہیں

پیدا ہو گیا۔ لیکن باوجود ایسے دن کے جھگڑوں اور لڑائیوں کے وہ کبھی پسند نہیں کرتے تھے کہ غیر اقوام کا غلبہ ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں حکومت میں ان کا کوئی حصہ نہ رہتا۔ یہ خدمات فی الحقیقت حکومت ہی سمجھی جاتی تہیں، اور بالخصوص سقایۃ الحاج اور عمارۃ مسجد الحرام ایسی خدمات تھیں کہ ہر ایک قبیلہ اسکے لئے کوشش کرتا تھا، ایام جاہلیت کی تواریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف قبایل میں رشک و حسد انہی خدمات کی وجہ سے پیدا ہو جایا کرتا تھا، اسلام نے جاہلیت کے ساتھ اس عجیب و غریب حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا، اور تمام عرب کو جہاد فی سبیل اللہ کی طرف متوجہ کر دیا"

اکثر تلوار چلتی لیکن عام جلسوں اور ضیافتوں میں شریک ہوتے۔ اور کبھی پسند نہ کر سکتے تھے کہ اُنپر قریش کے سوائے کسی اور کا غلبہ ہو۔ وہ خود ایک دوسرے پر غالب آنا چاہتے تھے؛ لیکن آلِ غالب کو کوئی غیر قوم مغلوب نہیں کر سکتی تھی۔ دائمی مفارقت اور ایسی مغایرت جو دو مختلف قوموں میں پائی جاتی ہے ان میں موجود نہ تھی؛ اس کا باعث یہ ہے کہ دونوں خاندانوں کی رگوں میں ایک ہی تر و تازہ اور خالص خون تھا۔ اگرچہ اسباب ایسے جمع ہو رہے تھے کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کی ترقی کو رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھتے لیکن قومیت کے اس جزوِ اعظم کو کبھی علیحدہ نہیں کر سکتے تھے۔ جنگ حنین میں جبکہ ابتداءً مسلمانوں کو شکست ہوئی تو مخالفین میں سے کلاہ بن حنبل نے جو صفوان کا اخیافی بھائی تھا۔ کہا۔

"الا بطل السحر الیوم"

صفوان[۱۲] نے جواب دیا "اسکت فض اللہ فاک لان یربنی رجل من قریش احب الی عن یربنی رجل من ھوازن"۔ اس فقرہ سے ان غیور طبیعتوں کے اندرونی حالات کا بخوبی انکشاف ہوتا ہے

حاشیہ نمبر ۱۲ - صفوان بن امیہ بن حلف بن وہب بن خذافہ بن جمح قرشی جمحی رسول اللہؐ کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے والد غزوہ بدر میں بحالت کفر کام آئے؛ جب پیغمبرؐ نے مکہ فتح کیا تو صفوان اپنے دادا کے پاس بھاگ گئے؛ عمیر بن وہب جو ان کے چچا کے بیٹے تھے درمیان میں آئے؛ اور رسولؐ خدا نے دو ماہ بقدر مسافت امان دی اور اپنا عمامہ جسے پہنکر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے بطور نشان امان عطا فرمایا؛ صفوانؓ اونٹ پر سوار ہو کر عمیرؓ کے ہمراہ رسولؐ اللہ کے حضور آئے اور اسوقت جبکہ آپکے پاس لوگوں کا مجمع تھا پہونچے اور باآواز بلند کہا کہ "اے محمدؐ عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے دو ماہ تک امان عطا کی ہے"۔ آنحضرتؐ نے کہا کہ "نازل ہو اے ابو وہب سواری سے اترو" جواب دیا کہ صاف صاف فرمائیے؛ فرمایا کہ "اچھا بقدر مسافت چار ماہ امان دی جاتی ہے"؛ سواری سے اُترے اور حنین تک رسولؐ اللہ کے ہمراہ گئے؛ آنحضرتؐ نے آپ سے کچھ ہتھیار مانگے؛ آپنے کہا کہ خوشی سے مانگتے ہو یا جبراً طلب کرتے ہو؛ فرمایا خوشی سے عاریتاً مانگتا ہوں اگر ضائع ہو گئے تو قیمت دی جائیگی۔ غزوہ حنین میں یہ کفار کے ساتھ تھے۔ مگر مسلمانوں کو آخر میں فتح ہوئی تو غنیمت سے آپ کو بھی حصہ دیا گیا۔ رسولؐ اللہ کی فیاضی نے گرویدہ بنالیا؛ اور کہا اس قدر فیاضی نبوت کا خاصہ ہے مسلمان ہوئے تو پکے مسلمان بنے؛ مکہ میں مقیم رہتے تھے اون سے کہا گیا کہ جس نے ہجرت نہیں کی وہ ہلاک ہو جائے گا اور بغیر ہجرت کے اسلام قبول نہ ہوگا؛

الغرض یہی حالت تھی کہ قبائل قریش میں سے بنو امیہ اور بنو ہاشم اپنی اپنی حریفانہ کوششوں میں مشغول تھے کہ حضرت محمدؐ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ اہل مکہ کی توجہ اس طرف لگ گئی۔ اگرچہ اس وقت تمام دنیا آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئی۔ اور اگر بنو امیہ یا دیگر قبائل نے علی الاعلان دشمنی کا اظہار کیا تو بنو ہاشم نے بھی دعوت اسلام سے انکار کر دیا مگر ایک بات ضرور تھی، بنو ہاشم ہمیشہ آپ کی حمایت بوجہ قرابت کرتے رہے۔ اور یہ ایک قدرتی بات تھی۔ اور عربی طبیعت کا بالخصوص خاصہ تھا کہ وہ اپنے آدمی کو کسی حالت میں دشمن کے ہاتھ میں دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ایک روز حسب معمول پیغمبرؐ لوگوں کو دعوت اسلام دے رہے تھے کہ ابوجہل آپہونچا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے سخت نامناسب اور ناشائستہ کلمات کہے۔ رسول کریمؐ کی خاموشی نے اوسکی اور زبان دراز کر دی، گالیاں دینے لگا۔ عالی حوصلہ نبی نے اس یاوہ گو اور دریدہ دہن کی کسی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور سکوت اختیار کیا۔ اسپر ابوجہل نے پھر ایک پتھر مارا اور آپکے سر سے خون بہنے لگا۔ اب ابوجہل کے بھی حواس باختہ ہو گئے۔ اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ بنو ہاشم اسے زندہ نہ چھوڑینگے رسولؐ خدا بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ ابوجہل کے دل میں کیا خیال گذرا ہے مگر آپ خانہ جنگی کو پسند نہ فرماتے تھے اور اس لئے صبر کیا۔ اور چپکے گھر کی طرف چلے گئے۔ ابوجہل بھی لوٹ گیا اور قریش کی مجلس میں جو کعبہ کے پہلو میں ہر روز منعقد ہوتی آیا۔ حضرت حمزہؓ[۱۳] جو اس وقت بحالت کفر تھے حسب معمول شکار کھیل کر کعبہ کی طرف آرہے تھے۔ اون کی عادت تھی کہ ہر روز شکار کے لئے باہر جایا کرتے اور گھر جانے سے پہلے کعبہ کا طواف کرتے اور پھر مجلس قریش میں آتے۔ اس وقت عبداللہ بن جدعان تیمی کی لونڈی اون سے دوچار ہوئی، اور کہا

اسلئے مدینہ میں ہجرت کر آئے۔ رسول اللہؐ نے انکی کیفیت سنکر فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ضروری نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اشراف قریش تھے۔ اور فیاضانہ دعوتیں دیتے۔ لوگ انہیں "سداد البطحا" کہتے۔ نہایت فصیح زبان تھے۔ انکی خاندانی فیاضی مشہور تھی۔ انکی وفات حضرت عثمانؓ کے ہنگامہ میں ہوئی۔ اور بعض اقوال کے مطابق ۳۶ھ میں ہوئی۔ ان کے بیٹے عبداللہ جو باپ کی طرح فیاض تھے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہ مکہ میں شہید ہوئے۔"

حاشیہ نمبر ۱۳ — حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی رسول اللہؐ کے چچا تھے، انکی کنیت ابویعلی اور بعض لوگ ابوعمارہ کہتے ہیں جو آپکے صاحبزادوں کے نام ہیں۔ آپکی والدہ ہالہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ تھیں یعنی حضرت آمنہ بنت وہب والدہ رسول کریمؐ کی چچا کی بیٹی۔ صفیہ بنت عبدالمطلب والدہ حضرت زبیرؓ کے حقیقی بھائی تھے، رسول خدا کے چچا اور رضاعی بھائی بھی ہیں، کیونکہ پیغمبرؐ اور حضرت حمزہؓ کو "ثوبیہ" نے دودھ

"اے ابوعمارہ (عمارہ آپکے صاحبزادہ کا نام تھا) کاش تم اوس مصیبت کو دیکھتے جو تمہارے بھتیجے محمدؐ کو ابھی ابھی ابوالحکم (ابوجہل) کے ہاتھ سے پہونچی ہے۔ بخدا اس نے تمہارے بھتیجے کو گالیاں دیں اور مارا اور محمدؐ نے اوسے کچھ نہیں کہا" حضرت حمزہؓ کو سخت غصہ آیا اور کعبہ کا طواف بھی بھول گئے۔ سیدھا قریش کی مجلس میں ابوجہل کی تلاش میں آئے۔ دیکھا کہ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے۔ آپکے ہاتھ میں اس وقت کمان تھی۔ اس زور سے ابوجہل کے سر پر ماری کہ خون بہنے لگا۔ بنی مخزوم اپنے آدمی کو بچانے اور انتقام کے لئے کھڑے ہو گئے۔ لیکن دوراندیش ابوجہل نے خود انہیں روک دیا۔ اور کہا کہ "ابتدا میری طرف سے ہوئی ہے اور میں نے اون کے بھتیجے کو سخت گالیاں دی ہیں"۔

ابوطالب نے جو اس وقت متولی کعبہ تھے اگرچہ دعوت اسلام کو قبول نہیں کیا لیکن جب کفار مکہ نے اوسے کہلا بھیجا کہ اپنے بھتیجے کو منع کر دو کہ ہمارے خداؤں کی مذمت نہ کرے تو پیغمبرؐ کو سمجھایا کہ "قوم سچ کہتی ہے اگر تم ہمارے دیوتاؤں کو برا کہو گے تو وہ تمہیں تکلیف دینگے"۔ رسول خدا آبدیدہ ہو کر بولے کہ "میں نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میری زبان پر جاری ہے۔ اور اگر قوم آفتاب اور ماہتاب کو میرے داہنیں اور بائیں ہاتھ پر رکھدیں تو بھی میں احکام خداوندی سے ایک حرف کم نہ کرونگا" اتنا کہہ کر آپ باچشم پرآب باہر نکلے۔ ابوطالب کا دل بھی بھر آیا۔ اور واپس بلا کر بغل میں لے لیا۔ اور کہا کہ "بیفکر رہو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی شخص تکلیف نہیں دیسکتا"۔

آپکے دادا عبدالمطلب کے زمانہ میں اگرچہ مخالفت کی کوئی انتہا نہ تھی مگر کوئی شخص آپ کو جسمانی تکلیف اور اذیت پہنچانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ ابوطالب نے جہاں تک ہو سکا آپ کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچانے کی کوشش کی۔ مگر ادھر تو آنحضرتؐ کی دعوت کا اثر چند سر برآوردہ لوگوں کے دلوں پر ہو گیا۔ اور ادھر کفار و مشرکین نے مخالفت کے ساتھ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہونچائیں۔ ابوطالب کے بعد عباس بن عبدالمطلب سردار ہوا تو دشمنانِ دین نے آپکے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ آپ نے طائف کی طرف ہجرت کی۔ اس جگہ بھی آپکے ساتھ سخت بدسلوکی ہوئی۔ اور لوگوں نے آپ پر پتھر برسائے۔ آپ افسردہ خاطر ہو کر

پلایا تھا جو ابولہب کی لونڈی تھی حضرت حمزہؓ رسول اللہ سے دو سال یا کچھ زاید سال بڑے تھے۔ ابوجہل کی شرارت آپ کا باعث اسلام ہے"۔

طائف سے نکل کر ایک باغ کی طرف جو شہر کے قریب تھا اور شیبہ[14] بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کی ملکیت تھا آئے۔ شیبہ نے ایک غلام کے ہاتھ انگور طبق میں لگا کر بھیجے۔ اپنے حریف قبیلے کے ایک رکن مگر قریبی رشتہ دار کے ساتھ اہل طائف کی بدسلوکی اسے سخت ناگوار معلوم ہوئی۔ مگر دیگر وجوہات بھی تھیں اس لئے اپنے آپ کو آنحضرتؐ پر ظاہر نہ کیا۔

ان واقعات سے اس قدر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ قومیت کو اہل قریش کبھی کسی وقت اور کسی جگہ فراموش نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ وہ خود ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور باتوں باتوں میں پرانے زخموں کو آب شمشیر سے تازہ کر دیتے تھے حضرت حمزہ کی حمایت ابوجہل کے برخلاف اور شیبہ کی خاطر و تواضع اہل طائف کی بدسلوکی پر ایسی مثالیں ہیں جو اس وقت عرب کے قومی اور خاندانی اوصاف کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں۔"

پیغمبرؐ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو رفتہ رفتہ آپ کی جمعیت بڑھتی گئی اور آخر خود متولی کعبہ یعنی عباسؓ نے بھی بصدق دل اسلام قبول کیا اور مکہ سے مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ اس وقت جبکہ کل بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مکہ کو چھوڑ گئے۔ بنو امیہ کے لئے میدان خالی تھا۔ اس لئے یہی لوگ ریاست اور صدر اعزاز پر متمکن ہو گئے۔ مسلمانوں اور اہل مکہ کے درمیان خونریز جنگ ہوئے جن میں سے بدر اور احد کی لڑائیاں بہت مشہور ہیں۔ جنگ بدر میں سرداران بنی عبد شمس عتبہ و ربیعہ و ولید اور عقبہ وغیرہم کے مارے جانے سے ابوسفیان[15] بالاستقلال سردار تسلیم کئے گئے۔ اور حق تو یہ ہے کہ ابوسفیان نے ذاتی قابلیت سے اپنے آپ کو

حاشیہ نمبر ۱۴ :- شیبہ رسول اللہ کے صحابی ہیں۔ امیر معاویہ کے ماموں تھے۔ جنگ یرموک میں ایک آنکھ جاتی رہی۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔"

حاشیہ نمبر ۱۵ :- صخر نام ہے اور کنیت ابوسفیان ہے۔ اور نسب صخر ابن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی ہے۔ ابوسفیان کی والدہ صفیہ نبی کی زوجہ میمونہ کی پھوپھی تھیں۔ واقعہ فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے اور فتح مکہ کی شب اسلام لائے۔ ابتدا میں رسول اللہ کے سخت مخالف تھے۔ بالآخر مسلمان ہوئے تو خدمات اسلام بھی کیں۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ جب میرے مخالف تھے تو مخالفت بطریق احسن کرتے اور جب دوست ہوئے تو ایسے کہ آپ کا نظیر نہیں۔ ابوسفیان کی ایک آنکھ غزوہ طائف میں پھوٹ گئی تھی۔ اور دوسری آنکھ جنگ یرموک میں شہید ہوئی۔ اس جنگ میں

اس عہد کے بالکل موزون اور مستحق بنا دیا۔ جنگ اُحد میں جبکہ اہل مکہ گذشتہ شکست کا جو بدر میں کھا چکے تھے داغ مٹانے کے لیئے نکلے تو سپہ سالاری کا اعزاز اور فتح کا فخر ابوسفیان کی ذات سے وابستہ تھا۔ اس کے بعد غزوہ احزاب اور دیگر لڑائیوں میں بھی ابوسفیان ہی سپہ سالار تھے۔ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان بھی ایمان لے آئے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "من دخل دار ابی سفیان فھو امن"۔

اس وقت جبکہ عرب نور ہدایت سے معمور ہو گیا ایام جاہلیت کا خاتمہ ہو گیا۔ خانہ جنگی کی آگ بجھ گئی اور ہر ایک شخص ایک دوسرے سے حقیقی بھائی کی طرح ملتا۔ بیشک عرب پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا کہ اسلام نے ان کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔"

ان المومنون اخوۃ۔

ایام جاہلیت میں ان خاندانی خصومتوں اور نفسانی غرضوں کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا احسان ظاہر

وہ مسلمانوں کے واعظ تھے اور نہایت بہادری سے لڑتے۔ زمانہ جاہلیت میں ابوسفیان ان لوگوں میں سے تھے جن کی بات رد نہ کی جاتی تھی عہد اسلام میں ان کی رائے کی کچھ وقعت ہی نہ تھی۔ ۳۱ھ میں وفات پائی۔ اٹھاسی برس کی عمر تھی۔" +

حاشیہ نمبر ۱۶۔ پیغمبر نے مکہ میں اول مہاجرین کی اور بعد ازاں مدینہ منورہ میں مہاجرین اور انصار میں "مواخاۃ" کی رسم قائم کی۔ مدعا یہ تھا کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور ذاتوں کا امتیاز بالکل اُٹھ جائے۔ اس سے پیشتر اہل عرب کی جو کچھ حالت تھی وہ ہندوستان میں قدیم الایام سے اب بھی موجود ہے۔ ہر ایک قبیلہ وصف اضافی کو ہنر ذات سمجھتا تھا اور جو کچھ انہیں اسپر فخر تھا وہ دیگر قبائل سے مغایرت پیدا کرتا تھا۔ مواخاۃ کا اثر اسلامی سوسائٹی پر ایسا اچھا ہوا کہ ہر ایک شخص یہ سمجھتا تھا کہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ میری امداد کریں اور یہ کہ میں دنیا میں اکیلا نہیں ہوں۔ رسول اللہ نے عبدالرحمٰن بن عوف کا، جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اُن چھ آدمیوں میں سے تھے جنکی نسبت حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ ان میں سے ایک کو میرے بعد خلیفہ منتخب کرنا، بھائی چارا سعد بن ربیع سے قائم کر دیا تو سعد نے کہا "بھائی میرے پاس کچھ مال ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان نصف نصف تقسیم ہونا چاہیئے"۔ عبدالرحمٰن نے شکریہ کے ساتھ انکار کیا اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت دے۔ میں محنت سے روپیہ کماؤنگا۔ اسی طرح دیگر صحابہ کا خیال تھا کہ ان میں اخوۃ ایسی قائم ہو گئی تھی کہ بیدریغ ہر ایک چیز باہم تقسیم کرنے پر رضی تھے۔ فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا احسان

کرتی ہے کہ کس طرح اسلام نے یک لخت اُن کے دل کدورتوں سے صاف کر دیئے اور وہ اپنے آبائی جھگڑوں سے دست بردار ہوکر ایک دوسرے کو اپنا حقیقی بھائی سمجھتے ہیں۔ فی الحقیقت مذہب جو قومیت

تھا کہ وہ قوم جو سراسر نفاق اور نتیجتہً جنگ و جدل کی مجسم مثال تھی اسلام کی برکتوں سے مستفید ہوکر ایک ایسے اتحاد اور اتفاق کی نظیر ثابت ہوئی جسکا نظیر تواریخ عالم کے صفحات پر نہیں ملتا۔ یہ مبالغہ نہیں اسلام نے "اخوۃ" جزو مذہب قرار دیا۔ اور کسی دوسرے مذہب میں یہ بات نہیں ہے۔

قومیت جیسا کہ موجودہ زمانہ میں سمجھا گیا ہے بنی نوع انسان کے باہمی تعلقات ہیں جو یا تو قرابت یا ضرورتاً نفع و نقصان کے اشتراک یا مذہب کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ایک شخص کا تعلق بذریعہ قرابت کسی ملک کے تمام باشندوں سے ہو جائے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ مختلف اقوام کا فائدہ یا نقصان باہم مشترک ہو۔ اسلئے جہاں تک ان دو اجزار قومیت کا تعلق ہے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ ایسے ذریعہ نہیں جو دو ممالک یا دو اقوام یا سوسائٹی میں مضبوط رشتہ پیدا کرتے ہیں۔ البتہ مذہب ایک ایسا رشتہ ہے کہ اسکی موجودگی میں دونوں دوسرے رشتے بھی بودے ثابت ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب ہے جسکی تعلیم ایسا قوی رشتہ پیدا کرتی ہے جسکی دنیا کو ضرورت ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے دنیا میں کوئی مذہب سوائے اسلام کے نہیں جو اس ضرورت کو پورا کر سکے۔ ہندوستان میں ہندؤں کا کوئی مذہب نہیں جو موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق اور پسندیدہ ہو اسکے تمام فرقے رسم و رواج کے پابند ہیں اور ان کی بنیاد ذاتوں کے امتیاز پر ہے۔ جو سرے سے ایک عام اتحاد اور اس لئے قومیت کے مخالف ہے۔ عیسائیت میں اگرچہ ذاتوں کا امتیاز نہیں مگر اسنے قومیت کے اجزار میں مذہب کو تسلیم نہیں کیا۔ جیسا کہ عیسائی دنیا کی تواریخ سے واضح ہوتا ہے اور مذہب کو ذریعہ اتحاد و قومیت سمجھنا عیسائیت کی تعلیم نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ موسوی شریعت میں اسکی جھلک نظر آتی ہے لیکن یہ مذہب صرف ایک قوم کا مذہب ہے۔ جسکا تعلق بہ لحاظ قرابت باہم ایسا مضبوط ہے کہ مذہبی رشتہ اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ اور انہیں غیر اقوام سے ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ غرض دنیا میں کوئی مذہب سوائے اسلام کے ایسا نہیں ہے جو مذہب کو قومیت کا جزو اعظم قرار دیتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ تمام دنیا کے لئے موقع ہے کہ ایک قوم بن جائے۔

موجودہ زمانہ میں اور غالباً آیندہ زمانہ میں بھی "قومیت" ہی اتفاق و اتحاد کا ذریعہ ہے اور ہوگی لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس کے اجزار میں سے مذہب ایک ایسا جزو ہے جو مسلمانوں کی ترقی کا باعث ہوگا جیسا کہ

کا جزو اعظم ہے اس وقت تک قبایل عرب میں قابل لحاظ نہ تھا۔ اس وقت تک صرف قرابت کا رشتہ ایسا تھا جسنے مختلف قبایل کو ایک قوم کی صورت میں ظاہر کر رکھا تھا۔ مگر چونکہ غیر اقوام سے انھیں بہت کم

ابتدا میں ہوا۔ اسلام بذاتہٖ ایک مذہب ہے اور مسلمان اس حیثیت سے کہ وہ ایک مذہب کے پابند ہیں اسمیں اخوۃ قائم رکھتے ہیں۔ اور خواہ ان میں بعد المشرقین ہو خواہ وہ کسی نسل سے ہوں خواہ ان کے دیگر اغراض مشترک نہ ہوں وہ جب تک اسلام اپنا مذہب سمجھتے ہیں ایک دوسرے کے بھائی ہیں"

اسلام میں کیسے زبردست دلایل ہیں جو اسکی حقانیت کو ثابت کر رہے ہیں اور ہر ایک شخص جو دنیاوی ترقی اور اخروی سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہے کس آسانی اور یقین کے ساتھ صرف قبولیت اسلام کے ذریعہ کرسکتا ہے۔ یہ امر تو واضح ہے اور اسے دلایل سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ قرابت کا تعلق بلحاظ بُعد کے کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اور بسا اوقات ذاتی اغراض رشتہ قرابت کو نظرانداز کر دیتی ہیں۔ تواریخ عالم مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بیشمار قومیں کچھ عرصہ کے لئے ابھریں انکا عروج ہوا۔ اور زوال کے بعد خاک مذلت میں مل گئیں۔ رومیوں اور ایرانیوں اور یونانیوں اور مصریوں اور بیشمار قوموں کی تواریخ ہمارے سامنے ہے۔ یہ ایسی قومیں تھیں جنکی قومیت کی بنیاد ایک "خون" پر تھی۔ اور اس حیثیت سے ان کا نفع و نقصان بھی مشترک تھا۔ مگر جوں جوں قرابت میں بُعد ہوتا گیا اور گزشتہ تعلقات کی یاد ہمدردی کے ولولوں سے خالی ہوگئی۔ ذاتی اغراض نے قرابت کا کچھ پاس نہ کیا تو ایک قوم کے مختلف قبایل بن گئے۔ اور پھر علیحدہ رہایش اور دیگر وجوہات کے باعث تفرقہ پڑتا گیا۔ وہ اتحاد اور اتفاق جو ابتدا میں تھا رفتہ رفتہ کم ہوتے ہوتے مفقود ہوگیا۔ اسلام سے پیشتر کوئی ایسا مذہب جس نے مذہب کو جزو قومیت قرار دیکر اشاعت کی ہو دنیا کو نہیں ملا تھا۔ اس لئے یہ کہنا کچھ مبالغہ آمیز نہیں کہ اس سے پیشتر دنیا ایک ایسے اتحاد سے نا آشنا تھی جو مذہب کے ذریعہ پیدا ہوسکتا ہے۔ یوں تو مشنری مذہب بدھ بھی تھا اور عیسائیت کو بھی ایسا بنایا گیا ہے لیکن ان مذاہب کو قومیت میں کچھ [illegible] نہیں ملا۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اسلام نے ہمیشہ عملاً قومیت میں حصہ لیا ہے لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ اصول اس میں ابتدا ہی سے موجود تھے۔ اور عملاً ہر ایک قوم نے جس نے اسلام قبول کیا۔ خواہ وہ حاکم تھی یا محکوم بحیثیت مذہب اختلاط اور اتحاد کو جگہ دی۔ "بغداد" کے صفحات پر دیلمی سلجوقی اور ترکی اقوام کے عروج کا پتہ ملتا ہے لیکن یہ کس قدر تعجب انگیز امر ہے کہ عربوں سے اسکا اختلاط اسلام کے لئے مضر ثابت نہیں ہوا۔ اسلام میں جہاں اور خوبیاں ہیں ایک یہ وصف بھی ہے کہ قومیت میں اس کا تعلق کمزور نہیں ہوتا۔ [illegible]

سابقہ پڑا اس لئے اسی حد تک ان کے اغراض مشترک تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بہ حیثیت افراد قوم اون میں ایسی خوبیاں بہ کثرت تھیں جو صرف فیاض بہادر اور عالی حوصلہ لوگوں میں نظر آتی ہیں۔ مذہب نے انکی بالکل کایا پلٹ دی۔ ریگستان کے ذرّے جنمیں اتحاد ناممکن نظر آتا تھا جب کبھی متفقہ طاقت کے ساتھ طوفان کی صورت میں اُٹھے تو دنیا کو خس و خاشاک سے پاک کر دیا۔ ان واقعات کو جن کا تذکرہ ہم نے اشارتاً کیا ہے مؤرخین اور محققین بیان کرتے ہوئے اسلام کی برکتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام اور صرف اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے جو ہر ایک مسلمان کے دل پر حکومت کرتا ہے اور خواہ ان میں بعد المشرقین ہو اسی ایک رشتہ سے وہ ایک دوسرے کے قریب ہیں یہ رشتہ اخوّت جو اسلام نے مسلمانوں میں قایم کیا ہے کسی ذاتی امتیاز کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور دوش بدوش خواہ وہ شہنشاہ ہے یا گدا ایک ہی جگہ کھڑا کر دیتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اگرچہ مخالفین اسلام ایسے علمی اصول بتلاتے ہیں لیکن جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُس وقت اسکی صورت عملی تھی"۔

قومیت کا جب غلبہ ہو تو کسی قوم کا عروج ہو سکتا ہے لیکن آجتک کسی قوم کا عروج بالاستقلال نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے زوال ضرور ہوا ہے۔ بلکہ تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ جس قوم کا آج عروج ہے کل نزول بھی ہوگا۔ کیونکہ ضرور ہے کہ قرابت کو بُعد کے ساتھ اور ذاتی اغراض کو نفاق کی وجہ سے کسی وقت کمزوری لاحق ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ موجودہ زمانہ سے پیشتر مسلمانوں کو اس امر کی ضرورت نہیں تھی کہ قومیت کا فائدہ مذہبی حیثیت سے اُٹھائیں۔ اب تک جس قدر مسلمان قوموں کو عروج حاصل ہوا وہ انہی اصولوں پر ہوا جسپر دیگر اقوام کی ترقی مبنی تھی۔ اگرچہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ انکی ترقی کا ممد اسلام بھی تھا۔ مگر اب ہم ایک ایسے زمانہ میں موجود ہیں جو تقاضا کرتا ہے کہ قومیت کا غلبہ بقدر اوسکی طاقت کے ہو۔ اسلام میں یہ خوبی ہے اور اصولاً وہ جزو قومیت ہے اور مسلمان اب اس حیثیت سے مستفید ہو رہے ہیں اور یہ امید کی جاتی ہے کہ کچھ عرصہ تک اسلام تمام مسلمانوں کو ایک قوم بنا دیگا۔ اور اگر ہماری پیش گوئی جو واقعات کے نتائج پر مبنی ہے پوری ہو گئی اور ہمیں یقین ہے کہ ضرور پوری ہو گی تو یہ عروج بالاستقلال ہوگا۔ اس کے بعد کسی زوال کا ڈر نہیں کیونکہ دیگر اجزاء قومیّت کی طرح مذہب کا تعلق کمزور نہیں ہوتا۔ یہ صداقت اسلام کی زبردست دلیل ہے کہ کس طرح مختلف اقوام کے دلوں کو ملاتا ہے اور کس طرح ان میں ہمدردی پیدا کرتا ہے۔ یہ سب کچھ "انما المومنون اخوۃ" کی بدولت ہے"۔

پیغمبرِ خدا کا وہ خطبہ جو آپ نے فتح مکہ کے بعد پڑھا مسلمانوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ آپ نے سب لوگوں کو جو اس وقت موجود تھے مخاطب کر کے فرمایا اور ایسی باتیں بیان فرمائیں جو ہمیشہ مسلمانوں کا دستور العمل ہونی چاہئیں۔ اور بالخصوص یہ فقرات تو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں "ان اللہ اذھب عنکم غیبۃ الجاھلیۃ وفخرھا لا نھا واسم بنو آدم و آدم من تراب" فرمایا کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نیک پرہیزگار جس کی عزت اللہ تعالیٰ کے حضور مسلمہ ہے اور دوسرا بدکار بدبخت جو خدا کے سامنے ذلیل و خوار ہے۔ زمانہ جاہلیت کا تکبر اور باپ دادا پر فخر کرنا ممنوع ہے ہم سب بنی آدم ہیں اور آدم کی اصل مٹی ہے۔" پھر یہ آیت پڑھی "انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ وجعلنا کم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر"۔ یعنی ذاتی امتیاز تو صرف معرفت کا ذریعہ ہے نہ کہ کوئی قابلِ فخر امر۔ وصف اضافی کبھی ہنرِ ذات ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اس لئے اپنے حسب و نسب پر فخر کرنا جیسا کہ ایامِ جاہلیت میں عرب کا دستور تھا بالکل بیہودہ بات ہے۔ تقویٰ ہی صرف ایک ایسی عزت کا مستحق بناتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور تعجب ہے کہ ہر ایک قبیلہ اپنے حسب و نسب پر فخر اور تکبر کرتا ہے حالانکہ سب آدمی ایک ہی آدم کی اولاد ہیں اس لئے بحیثیت بنی آدم ان کا فخر بالکل بیجا ہے۔ اور کسی شخص کو نسبتاً کسی دوسرے شخص پر جو اس کا بھائی ہے کوئی امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اگر انسان حیوانات اور نباتات پر یہ فخر کرے کہ وہ اشرف المخلوقات ہے تو یہ کچھ بات ہے ایک انسان کا دوسرے انسان پر بہ لحاظ انسانیت و آدمیت فخر کرنا بالکل بے معنی ہے۔ اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ آدم کی اصل مٹی ہے اس لئے شیوۂ خاکساری ہونا چاہیئے۔ نہ کہ تکبر و فخر۔

ایک مرتبہ شاش بن قیس جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا اور جس طرح اس دنیا میں اندھا تھا اسی طرح "فی الآخرۃ اعمیٰ" تھا۔ ایک مقام پر جہاں اصحابِ رسول اللہ بیٹھے ہوئے تھے گذرا جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ ہیں تو ایک یہودی جوان کو جو اس کے ہمراہ تھا کہا کہ ان لوگوں کے پاس گذرتا ہوا وہ اشعار پڑھ جو "بعاث" کے واقعہ کے متعلق ہیں۔ "بعاث" اوس و خزرج کے ایک مشہور لڑائی کا نام ہے جو ایامِ جاہلیت میں دونوں قبائل میں واقع ہوئی تھی جس وقت یہودی نے ان اشعار کو پڑھا پرانا واقعہ یاد آ گیا۔ اور دونوں قبیلوں کی رگوں میں خون جوش

مارنے لگا۔ اور اپنے بزرگوں کی تعریف فخریہ بیان کرنے لگے جس سے حریف قبیلہ کی ذلت منظور تھی بات بڑھ گئی۔ ادھر سے اوس بن قبطی اُٹھے اور خزرج کی طرف سے جبار بن صخر طیش میں آکر کہنے لگے کہ "خدا کی قسم اگر تمہاری خواہش ہو تو ہم بعاث کے واقعہ کو آج پھر دکھا سکتے ہیں"۔ یہ گویا اعلان جنگ تھا دونوں فریق ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور مسلح ہو کر مقام ظاہرہ میں جمع ہو رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر مل گئی۔ آپ وہاں تشریف لائے۔ اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا "مسلمانو! خدا سے ڈرو۔ خدا سے ڈرو۔ کیا ایام جاہلیت کی مذموم رسوم کو تم پھر رواج دینے لگے ہو حالانکہ میں تم میں موجود ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام کی طرف ہدایت کر چکا ہے۔ تم اس سے مشرف ہوئے۔ اور امور جاہلیت سے کنارہ کیا۔ تمہیں کفر سے نجات ملی۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں رشتہ اخوت قائم کر دیا اب پھر تم اپنے آبائی کفر کی طرف رجوع کرتے ہو"۔ رسول خدا کے کلام نے ایسا اثر کیا کہ سب رونے لگے اور فوراً ہتھیار زمین پر رکھ دیئے۔ اسکے بعد باہم ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ آیات "قل اهل الكتاب لم تكفرون بايات الله والله شهيد على ما تعملون يا اهل الكتاب لم تصدون عن سبيل الله من آمن الخ" اور "يا ايها الذين آمنوا ان تطيعوا فريقاً من الذين اوتوا الكتاب يردوكم بعد ايمانكم كافرين الاية الخ" ان مذموم رسوم جاہلیت کی طرف اشارہ کر رہی ہیں جنکی طرف اہل کتاب لی الغبض اور کینہ کی وجہ سے جو انہیں اسلام کے ساتھ تھا مسلمانوں کو متوجہ کر رہے تھے۔ مدعا یہ تھا کہ موجودہ اتفاق و اتحاد جسکو اسلام نے مسلمانوں میں پیدا کر دیا تھا اور جو اُن کی اپنی خرابی کا باعث تھا دور کر دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا لیا۔ اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اگرچہ کفار و مشرکین کو بُرا معلوم ہو۔"

رسول اللہ کے زمانہ میں جبکہ لوگ جوق جوق آکر بطیب خاطر ایمان لاتے تھے اور رفتہ رفتہ تمام عرب مسلمان ہو گئے اور آیۃ "اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً" نازل ہوئی۔ عرب میں بالکل امن تھا۔ بت و بت خانہ کی جگہ مساجد قائم ہو گئیں اور صدائے ناقوس کی بجائے تکبیر کی آواز سنائی دیتی۔ تمام قبائل عرب جو اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اب ایک ایسی قوم تھی جو اتفاق و اتحاد کی مجسم مثال تھی۔ اسلام نے خاندانی خصومتوں کو بالکل مٹا دیا اور کوئی شخص آبائی فخر اور نسبی شرافت کا اظہار نہ کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب ایک ہی خاندان کے آدمی ہیں جیسا کہ وہ فی الحقیقت

تھے۔ اسلام نے اُنہیں مساوی حقوق عطا کئے۔ اور "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم"
نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول کریم کی اطاعت اور خلفاء کی فرمانبرداری سکھادی۔"

اس وقت مختلف قبایل عرب خواہ وہ ہاشمی تھے یا بنو امیہ صرف اُسی عزت کے مستحق تھے جو اُنکی
ذاتی قابلیتیں اور زہد تقویٰ وغیرہ تقاضا کرتے تھے حسب و نسب پر کچھ موقوف نہ تھا خلیفہ اول و دوم
کے عہد خلافت میں بھی یہی حال رہا۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ اور صدیق اکبرؓ
اور فاروق اعظمؓ نے کبھی کسی شخص کی عزت بہ لحاظ خاندانی وجاہت نہیں کی، حضرت عمرؓ کا تو قول تھا
کہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" فی الحقیقت اللہ اور رسول کریم اور آپکے اول دو جانشینوں کی نظروں
میں وہی زیادہ عزت کا مستحق تھا جو زیادہ متقی تھا جس نے اسلام کی زیادہ خدمت کی اور جسکی ذات سے
مسلمانوں کو زیادہ نفع پہونچتا۔ اس زمانہ میں معیار بزرگی یہی کچھ تھا لیکن زمانہ مابعد میں اگرچہ خلافت کا کام
انہی اصولوں پر چلتا رہا۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ قومیت کا خیال بھی عملاً اپنا اثر دکھانے لگا۔ مگر پیشتر
اس کے کہ ہم ان واقعات کو بیان کریں جو بنو امیہ اور بنو ہاشم کے کارنامے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اسجگہ یہ بھی بتادیں کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں ان دونوں قبیلوں کی کیا حالت تھی؟

یہ امر کہ رسول اللہ نے تمام ذاتی امتیاز قطعاً اٹھا دیا تھا اور مسلمانوں کو حسب نسب پر فخر اور تکبر
کرنے کی ممانعت کردی تھی۔ قرآن شریف اور احادیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے جسکا ثبوت ہم کسی قدر
دے چکے ہیں آپنے ہر ایک موقع پر اس کا عملی ثبوت دیا۔ اور اگرچہ خود ہاشمی تھے لیکن بنو ہاشم کو کبھی دوسرے
مسلمانوں پر ترجیح نہیں دی، جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے۔ جو نہ صرف ہاشمی تھے بلکہ آپکے
عم کرم بھی تھے اور بحالت کفر آپ کی حمایت کرتے تھے۔ اور جب مسلمان ہوئے تو اسلام کی خدمت میں
جان تک فدا کردی۔ آپ کی لاش کے ساتھ جو کچھ وحشیانہ سلوک کیا گیا تھا قدرتاً آپکے دل پر سخت صدمہ
ہوا۔ اور آپنے فرمایا کہ ستر کفار کے ساتھ جب مجھے قابو ملا یہی سلوک کرونگا، مگر اللہ تعالیٰ نے خبردار کردیا۔
"وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين واصبر وما صبرك
الا بالله" یعنی انتقام کی بھی ایک حد ہے۔ اگر کسی کو تکلیف دو تو اتنی ہی جتنی تمہیں اسکے ہاتھ سے پہونچی
ہے۔ اور اگر صبر کرو تو یہ سب سے بہتر ہے۔ مگر صبر بھی للہ باللہ ہو نہ کہ کسی اور خیال سے۔ اگر رسولؐ خدا اس
وقت حضرت حمزہؓ کے انتقام کے لئے تلوار نکالتے تو پرانی خاندانی کاوشوں کے ساتھ ایام جاہلیت

پھر عود کر آتے "۔ اگر اس واقعہ کے متعلق زیادہ غور و خوض کیا جائے تو ہمارے دعویٰ کی اور بھی تائید ہوگی۔ اس وقت اگرچہ مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو رہا تھا مگر فریقین کے سردار کون تھے؟ بنو امیہ اور بنو ہاشم! مگر یہ لڑائی اون لڑائیوں سے بالکل مختلف تھی جو ایام جاہلیت میں ان قبایل کے درمیان ہوتی تھیں "۔ اس جنگ میں ایک ہی قبیلہ کے آدمی ایک دوسرے کے برخلاف لڑ رہے تھے۔ حالانکہ جاہلیت میں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ کفار مسلمانوں کے قلع قمع کے واسطے درپے تھے کہ اسلام کی بیخکنی کریں "۔ اور مسلمان مدافعت کے اصولوں پر جنگ کرتے تھے۔ جنگ بدر اسکی ایک عمدہ اور واضح مثال ہے۔ اس جنگ میں نہ صرف بنو امیہ ایک دوسرے کے مقابل تھے بلکہ ہاشمی بھی رسول خدا کے خون کے پیاسے تھے "۔ ان لڑائیوں نے قرابت کو نظر انداز کر دیا تھا"

حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں بنو امیہ اور بنو ہاشم کو نہ ایک دوسرے پر اور نہ کسی اور مسلمان پر ترجیح تھی۔ ایک دفعہ رؤسا قریش نے صدیق اکبرؓ سے شکایت کی کہ "ان کا رتبہ مہاجرین اولین کے برابر نہیں سمجھا جاتا"۔ اور اسکے ساتھ یہ بھی شکایت تھی کہ انہیں مجلس شوریٰ میں شریک نہیں کیا جاتا" آپؓ نے فرمایا کہ "اپنے بھائیوں کیطرح جہاد کرو۔ اسلام کو مخالفین کی ایذا رسانی سے مستغنی بنا دو" مرتدین عرب کی سرکوبی کرو جس سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت ہو"۔ صدیق اکبرؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت معیار عزت و حرمت اسلام اور مسلمانوں کی خدمت تھی۔ حسب نسب پر فخر کرنے کا زمانہ ایام جاہلیت ہی تھے "۔ اسلام نے مسلمانوں کی ترقی اور عزت صرف ذاتی قابلیتوں پر منحصر رکھی۔ فتح مکہ سے پیشتر بنو امیہ کی ریاست اور امارت مسلّمہ تھی اور ان سے پیشتر بنو ہاشم کا اعزاز ہر ایک شخص کے دل پر چھایا لیکن اسلام نے جس طرح جاہلیت کے مذموم رسوم کا قلع قمع کیا اسکے ساتھ وہ اسباب بھی معدوم ہو گئے جو مختلف قبایل کے غلبہ و اقتدار اور عزت کا ذریعہ تھے۔ اس وقت مسلمانوں کے حقوق مساوی تھے۔ اور ہر ایک شخص کے لئے میدان ترقی کھلا تھا خواہ وہ کسی حیثیت کا تھا۔ مگر وہ یقیناً امید کر سکتا تھا کہ اپنی ذاتی قابلیت سے امارت کے درجہ پر پہونچ سکتا ہے۔ حضرت اسامہؓ آنحضرتؐ کے غلام تھے۔ آپنے انہیں آزاد کر دیا تھا نہ صرف یہی بلکہ عامل بھی مقرر فرمایا"۔ غزوہ موتہ میں جس کا ذکر ہم آیندہ فصلوں میں کریں گے۔ اسامہؓ اسلامی لشکر کے سردار تھے اور اس میں حضرت عمرؓ منجملہ دیگر صحابہ آپکے ماتحت کر دیئے گئے۔ اور کل اسلامی فوج پر جو اس وقت رومیوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو رہی تھی۔ اسامہؓ کے والد زید سپہ سالار تھے

اور اس لشکر میں جعفرؓ بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ ان کے ماتحت تھے۔ اسامہ کا رنگ سیاہ تھا اور ناک چپٹی تھی لیکن رسول اللہ کو اس درجہ محبوب تھے کہ انہیں "حب رسول" کہتے تھے"

بیشمار واقعات تواریخ اسلام میں اس دعوے کی تائید میں ملینگے کہ رسول خدا اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظم رضؓ کے زمانہ میں مسلمان ایک دوسرے کے بھائی تھے اور انکے حقوق مساوی تھے۔ اگر کسی شخص کو ترجیح تھی تو اوسکی ذاتی قابلیت کی وجہ تھی۔ جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کے وظیفے مقرر کئے تو حضرت اسامہؓ بن زید کا وظیفہ پانچہزار مقرر کیا۔ اور اپنے بیٹے عبداللہ کا دو ہزار۔ شکایت کی کہ اسامہ کو مجھ پر ترجیح دیجاتی ہے حالانکہ میں اُن کاموں میں شریک ہوا ہوں جن میں اسامہؓ نہیں ہوئے۔ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا کہ اسامہ رسول خدا کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے"

اس میں کچھ شک نہیں کہ بنوامیہ اور بنوہاشم کو جب کسی اسلامی خدمت کا موقعہ دیا گیا تو انہوں نے اپنی قابلیت کا اظہار بخوبی کیا۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ بنوہاشم کا جو کچھ اعزاز اول دو خلفاء کے عہد میں تھا وہ سوائے حضرت عثمانؓ بن عفان بنوامیہ کے کسی اور رکن کو حاصل نہیں ہوا۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ نہ تو رسول خدا نے اور نہ پہلے دو خلیفوں نے بنوہاشم اور بنوامیہ کو اس سے زیادہ اقتدار دیا جسکے وہ مستحق تھے۔

ہم نے بالاختصار دونوں خاندانوں کے ابتدائی حالات تنقیدی اصول کے مطابق بیان کر دیئے ہیں۔ چونکہ "دمشق" کا تعلق انہی دو خاندانوں سے ہے اس لئے ہم نے عمداً اُن واقعات کو جو تواریخ اسلام میں قابل ذکر ہیں مگر رسالت اور صدیقی اور فاروقی خلافت کے متعلق ہیں نظرانداز کر دیا ہے۔ حکومت امیہ کے اسباب اور ابتدائی حالت اور دیگر متعلقہ واقعات کا تذکرہ ہم دوسری فصل میں کرتے ہیں۔

دوسری فصل

پیغمبرؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے۔ رسول اللہ نے اپنے بعد کسی شخص کو خلافت کے لئے نامزد نہیں کیا۔ مہاجرین اور انصار نے بالاتفاق آپکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور

آپ کی خلافت ہر ایک شخص نے برضا و رغبت تسلیم کر لی۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ صدیق اکبرؓ نے آخری ایام خلافت میں اپنے جانشین کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا تو ہر ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو انتخاب کیا۔ اس لئے آپ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو بلا کر کہا کہ لکھو:-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم - ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافۃ فی اٰخر عھدہ بالدنیا خارجا منھا وعند اول عھدہ بالاخرۃ داخلا فیھا حیث یؤمن الکافر ویوقن الفاجر ویصدق الکاذب انی استخلف علیکم بعدی عمرؓ بن الخطاب فاسمعوا لہ واطیعوا وانی لم آل اللہ ورسولہ ودینہ ونفسی وایاکم خیرا فان عدل فذلک ظنی بہ وعلمی فیہ وان بدل فلکل امرء ما اکتسب والخیر اردت ولا اعلم الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

حضرت عمرؓ کا انتخاب صحابہ کے مشورہ اور خلیفہ کی وصیت سے ہوا۔ اور تمام صحابہؓ نے بالاتفاق برضا و رغبت آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اول دو خلفاء کا انتخاب ہر طرح موزون ثابت ہوا اور ان ایام میں مسلمانوں نے وہ ممالک فتح کئے جو آجتک اون کے قبضہ میں ہیں۔ اسلام کا سکہ فی الحقیقت اسی زمانہ میں بیٹھا۔ اور ایسے بیٹھا کہ اس کا اثر قیامت تک زائل نہ ہوگا۔"

جس وقت حضرت عمرؓ کو ایک مجوسی ابو لولو کے خنجر سے مہلک زخم لگے تو صحابہ نے آپ سے خلافت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ[۱]، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص کا نام لے کر کہا کہ بکثرت رائے انہیں سے ایک کو منتخب کر لو۔ پھر وصیت کی کہ میرے بعد جو شخص

حاشیہ نمبر ۱:- حضرت زبیرؓ ابن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی قرشی اسدی کنیت ابو عبد اللہ تھی ان کی والدہ صفیہ بن عبد المطلب ہیں جو رسول خدا کی پھوپھی تھیں۔ اس طرح آپ رسول اللہ کے پھوپھی کے بیٹے اور خدیجہ بنت خویلد کے بھتیجے تھے۔ آپ لڑکپن ہی میں مشرف باسلام ہوئے۔ اور غالباً اس وقت چار شخص مسلمان تھے۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا۔ حبش اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اور احد۔ خندق۔ حدیبیہ۔ خیبر۔ فتح مکہ اور طائف میں رسول اللہ کے ہمراہ رہے اور فخریہ بیان کرتے تھے کہ میرے جسم میں کوئی عضو ایسا نہیں ہے جو رسول اللہ کے ہمراہ زخمی نہ ہوا ہو۔ آپ کا فخر بالکل بجا تھا۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بعد

خلیفہ ہو خوف خدا اور مہاجرین و انصار کا خیال رکھے مسلمانوں کے ساتھ عدل کرے اور اسی قسم کی اور بھی باتیں کیں۔

آپ کو اُن چھ اشخاص میں شمار کیا جو مستحق خلافت تھے۔ اور کہا تھا یہ وہ لوگ ہیں جن سے رسول خدا تمام عمر خوش رہے۔ حضرت زبیرؓ کی بہادری اور سخاوت ضرب المثل تھی حسانؓ مداح رسول اللہ نے زبیرؓ کی تعریف میں یہ شعر کہے ہیں:۔

اقام علی عهد النبی وهدیه	رسول اللہ کے حواری (زبیرؓ) نبی کے عہد اور روش پر قایم رہے
حواریه والقول بالفعل یعدل	اور قول فعل سے سچا سمجھا جاتا ہے۔
اقام علی منهاجه وطریقه	وہ نبی کی راہ اور ان کے طریقہ پر قایم رہے۔ اہل حق سے
یوالی ولی الحق والحق اعدل	محبت کرتے رہے اور حق بہت عمدہ چیز ہے۔
هو الفارس المشهور والبطل الذی	وہ ایسے مشہور شہ سوار اور ایسے بہادر ہیں کہ اس دن وہ حملہ
یصول اذا ما کان یوم محجل	کرتے تھے جب لوگ چھپتے پھرتے تھے۔
وان امراء کانت صفیه امه	بیشک یہ وہ شخص ہے جس کی والدہ صفیہ تھی اور وہ شیر ہے
ومن اسد فی بیته لمرفل	جو اپنے گھر میں رہتا ہے۔
له من رسول الله قربی قریبة	رسول خدا سے انہیں قرابت قریبہ ہے اور اسلام کی مدد
ومن نصرة الاسلام مجد موثل	کر کے ایک بڑی عزت حاصل کی۔
فکم کربة ذهب الزبیر بسیفه	بہت ایسی مصیبتیں تھیں جن کو زبیرؓ نے اپنی تلوار سے مصطفیٰ سے
عن المصطفی والله یعطی ویجزل	دفع کیا، اور اللہ بڑا صاحب بخشش ہے۔
اذا کشفت عن ساقها الحرب حشها	جب نار حرب مشتعل ہوتی تھی تو وہ تلوار لیکر موت کی طرف
بابیض سباق الی الموت یرقل	دوڑتے تھے۔
فما مثله فیهم ولا کان قبله	پس ان کا مثل نہ ان میں اس وقت تھا اور نہ ان سے
ولیس یکون الدهر ما دام یذبل	پہلے ہوا۔ اور نہ اب قیامت تک ہوگا۔

ان اشعار میں شاعرانہ مبالغہ نہیں ہے۔ ہر ایک دعوٰی کا ثبوت موجود ہے۔ اور حسانؓ نے بھی واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ زبیرؓ نے فتح مصر میں بھی بہت حصہ لیا۔ خلیفہ دوم کے عہد میں عمروؓ بن العاص کے ماتحت

صحابہ میں سے یہ چھہ شخص جو حضرت عمرؓ نے انتخاب کئے نہایت ہی قابل آدمی تھے۔ انکی نسبت حضرت عمرؓ کی اپنی یہ رائے تھی کہ ان سے زیادہ صحابہ میں سے کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں۔

پہلا شخص جو سیڑھی لگا کر دیوار قلعہ پر چڑھا زبیرؓ تھا۔ خلیفہ سوم کے عہد میں جب عبداللہؓ بن سعد گورنر مصر تھا تو دریائے نیل سے بحیرہ اقیانوس تک کل ممالک کی تسخیر کا ارادہ کیا گیا۔ اس لئے بیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ زبیرؓ عبداللہ بن سعد کی کمک کو روانہ ہوئے۔ عبداللہ نے چالیس ہزار سوار و پیادہ کے ساتھ "ٹرپولی" کا محاصرہ ڈالا۔ محاصرہ طول پکڑ گیا اور اس اثنا میں بطریق "گریگری" ایک لاکھ رومی سپاہ اور شمالی افریقہ کے مور اور معاون لیکر محصورین کی امداد کے لئے آپہونچا۔ عبداللہ کو مجبوراً محاصرہ اُٹھانا پڑا۔ کھلے میدان میں بطریق پڑا تھا۔ صبح سے دوپہر تک جنگ وجدل کا بازار گرم رہا۔ تمازت آفتاب کا اثر فریقین پر یکساں ہوا۔ اور دونوں فوجیں کچھ دیر کے لئے جدا ہوئیں۔ لڑائی پھر شروع ہوئی۔ لیکن عبداللہ اپنے خیمہ میں تھا کہ زبیرؓ آپہونچے میدان جنگ میں سپہ سالار کو ادھر ادھر دیکھا نظر نہ آیا۔ آخر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خیمہ میں پڑا ہے۔ نہایت برافروختہ ہوئے اور سیدھے خیمہ میں آکر ملامت کی کہ مسلمانوں کے افسر کے لئے نہایت نازیبا امر ہے۔ کہ عورتوں کی طرح خیمہ میں بیٹھ رہے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ بطریق نے اعلان کر دیا ہے کہ جو شخص اسلامی سپہ سالار کا سر میرے پاس لائیگا میں اُسے اپنی لڑکی اور دس ہزار درہم سُرخ دونگا۔ اس لئے ہر ایک شخص کی نظر مجھ پر ہے۔ مینے خیال کیا کہ اگر میں مارا گیا تو مسلمان شکستہ دل ہو کر بھاگ جائینگے۔ اس لئے اپنی حفاظت کی یہی تجویز سوچی کہ خیمہ میں پڑا رہوں۔ زبیرؓ نے کہا کہ یہ نہایت نامعقول تجویز ہے۔ مرد خدا باہر نکلو اور اعلان کر دو کہ جو شخص بطریق کو قتل کرے گا۔ انعام میں بطریق کی لڑکی اور دس ہزار درہم سرخ دیا جائیگا۔" یہ نہایت معقول تجویز تھی چنانچہ اسپر عمل کیا گیا سخت خونریز لڑائی کے بعد مسلمان غالب آئے اور رومی سپاہ نے پیٹھ دکھائی۔ اور بطریق کی لڑکی بھی اسیران جنگ میں عبداللہ کے سامنے پیش ہوئی۔ یہ بہادر عورت اپنے باپ کے ہمراہ میدان جنگ میں تھی اور اسی جگہ گرفتار ہوئی۔ بحالت اسیری اسکی نظر زبیرؓ پر پڑی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ عبداللہ کو معلوم ہوا کہ زبیرؓ ہی اسکے باپ کا قاتل ہے۔ اس لئے مقررہ انعام زبیرؓ کو دینا چاہا۔ زبیرؓ نے کہا کہ میں فی سبیل اللہ جہاد کرتا ہوں۔ میری ذاتی اور نفسانی اغراض اسمیں مطلق نہیں اور یہ اعلان تو مینے اس لئے تجویز کیا تھا کہ مسلمانوں کے دل بڑھیں ورنہ میری کوئی خاص غرض نہ تھی۔"†

† ہمیں اس روایت کی صحت پر کامل یقین نہیں اگرچہ اسے گبن نے بحوالہ اوکلی لکھا ہے۔ اوکلی میں یہ واقعہ متن میں نہیں بلکہ حاشیہ میں لکھا ہو معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑائی میں زبیرؓ بذاتہ شریک تھے۔ بلکہ ان کے بیٹے عبداللہ شامل تھے ممکن ہے کہ یہ حکایت عبداللہ بن زبیرؓ کی ہو۔"

ان میں سے سوائے دو متوخر الذکر اصحاب نے خلافت میں بہت کچھ حصہ لیا جنکا تذکرہ ہم مناسب موقع پر کریں گے۔ فاروق اعظمؓ کی وفات کے بعد یہ بزرگ ایک جگہ جمع ہوئے اور پہلے بالاتفاق تین

زبیرؓ کے کارناموں کا تذکرہ ایک مستقل دفتر میں تحریر ہو سکتا ہے۔ اور وہ خوبیاں جو اس بہادر شخص کی ذات میں تھیں مسلّم الثبوت ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کا مقابلہ کیا۔ اور جب ابن جرموز نے وادی سباع میں آپ کو قتل کیا اور آپ کا سر حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوا تو اسد اللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور فرمایا کہ زبیرؓ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو۔ ابن جرموز نے کہا :-

اتیت علیا براس الزبیر	میں علیؓ کے پاس زبیرؓ کا سر لے گیا
ارجولدیہ بہ الزلفت	اسکے ذریعہ مجھے امید تقرب تھی۔
فبشر بالنار اذ جئتہ	مگر جب میں اُن کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے دوزخ
فبس البشارۃ والتحفہ	کی بشارت دی کیسی بُری بشارت اور کیسا بُرا تحفہ ہے؛
وسیان عندی قتل الزبیر	میرے نزدیک قتل زبیرؓ اور مقام ذوالجحفہ میں گوز شتر
وخرطۃ عتر بذی الجحفہ	دونوں برابر ہیں !

زبیرؓ کے صاحبزادہ مصعبؓ جس وقت بصرہ کے عامل مقرر ہوئے تو ابن جرموز چھپ رہا کہ مبادا والد کا انتقام مجھ سے نہ لے مصعبؓ نے سُن کر کہا کہ میں اسے قتل نہ کرونگا کیونکہ میرے باپ کا مرتبہ ابن جرموز کی حیثیت سے بہت زیادہ ہے۔ وہ دونوں برابر نہیں ؟

شخص منتخب کئے۔ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمنؓ اور حضرت طلحہؓ نے
حضرت عثمانؓ کی نسبت رائے دی۔ بعد ازاں ان تینوں نے آپس میں مشورہ کیا حضرت عبدالرحمنؓ خلافت سے
دست بردار ہو گئے۔ اور پھر حضرت علیؓ اور عثمانؓ نے انہی کی رائے پر خلافت کا فیصلہ چھوڑ دیا۔

حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے آخر میں حضرت عثمانؓ کے حق میں رائے دی۔ اور پھر بالاتفاق اکثر
صحابہ نے انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔ جنمیں حضرت علیؓ بھی تھے۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے کس طرح اور کیوں حضرت
عثمانؓ کو منتخب کیا؟ ایسے سوال ہیں جسکے جواب میں مؤرخین نے بہت کچھ لکھا ہے اور واقعات پر بحث
کی ہے لیکن افسوس ہے کہ جس قدر روائتیں ہمیں اس انتخاب کے متعلق معلوم ہیں وہ اس قدر متضاد ہیں
کہ مؤرخین نے مختلف زمانوں میں اپنے نتائج اخذ کرتے ہوئے سخت غلطی کھائی ہے۔ ہم نہیں چاہتے
کہ اسی غلطی میں پڑ کر خلافت[۱۸] و امامت پر بحث کریں لیکن چونکہ اسکا تعلق دمشق سے بہت گہرا ہے اسلئے
ہم اس مسئلہ کو کچھ رائے قائم کئے بغیر نہیں چھوڑ سکتے"۔

حاشیہ نمبر ۱۸ — خلافت اور امامت کے جھگڑے اسلامی تاریخ کے ابتدائی ایام سے چلے آتے ہیں اور
اگرچہ فی زمانہ خلافت اور امامت جزو مذہب بن گئے ہیں مگر ابتدا میں یہ صورت نہ تھی آہستہ آہستہ اسپر مذہبی رنگ
چڑھتا گیا اور انہی جھگڑوں کی بنیاد پر مختلف فرقے بن گئے۔ جو اس مسئلہ پر ایک عرصہ سے بحث کر رہے ہیں لاکھوں
مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہ گیا لیکن اس امر کا فیصلہ نہ ہوا کہ خلافت اور امامت کیا ہے اور اس کا کون مستحق ہے؟
اس منصب کے کیا فرائض ہیں اور کس طرح سرانجام ہوتے ہیں؟ ہم کیا اور ہماری بساط کیا کہ اس دقیق مسئلہ کی الجھنوں
کو سلجھائیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ "اسلام نے سب سے بہتر طرز حکومت کی تعلیم دی۔ اور دنیا نے تسلیم کر لیا ہے
اور تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ سب سے بہتر طرز حکومت وہی ہے جس میں ہر ایک شخص کے حقوق مساوی ہوں
جسمیں ہر ایک شخص کو اپنی قابلیت کے اظہار کا موقع ملے جسمیں ہر ایک شخص جس قدر چاہے ترقی کر سکتا ہے۔
جسمیں ترقی کے وسائل ذاتی کوشش اور خداداد قابلیت ہیں۔ خلافت جو حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا عہد
تھا سب سے بہتر حکومت ہے۔ اور اسی روش پر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا انتخاب ہوا؟
امیر معاویہؓ اگرچہ بذاتہ خلافت کے مستحق تھے۔ مگر آپنے اسلامی طرز حکومت کو بدل دیا اور آپکے جانشین آپکے رشتہ دار تھے
جس وقت آپنے اپنے بیٹے یزید کی نسبت بیعت لینے کی کوشش کی تو سخت مخالفت ہوئی۔ اور لوگوں نے صاف
صاف الفاظ میں کہا کہ "معاویہ خلافت کو حکومت ہرقلیہ بنانا چاہتا ہے۔ کہ ایک ہرقل مر جائے تو اسکا جانشین دوسرا

اسمیں کچھ شک نہیں کہ حضرت عثمانؓ کا انتخاب نیک نیتی سے ہوا۔ اور وہ مستحق خلافت بھی تھے۔ اور انھوں نے بارِ خلافت نیک نیتی سے اپنے سر پر لیا اور حتی المقدور اسے اس طرح چلایا کہ ہم سوائے تعریف کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ نادانستہ آپ سے ایسی لغزشیں وقوع میں آئیں جسکا اثر طرزِ حکومت پر بہت بُرا پڑا۔ اس مقام پر ہم انھی اُمور کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔

ہرقل ہو" یعنی خلافت کو شخصی حکومت بنا دیا ہے۔ اس کے بعد شخصی حکومت قائم رہی۔ خاندان امیہ کو زوال آیا تو عباسیہ کو عروج ہوا۔ المنصور عباسی کے عہد میں محمد المہدی ہاشمی نے خروج کیا تو منصور کو سخت فکر لاحق ہوا۔ ایک خط لکھا کہ اگر اطاعت کرو تو تمہیں اور تمہارے کل خاندان والوں اور تمہارے فرمانبرداروں کو امن دیتا ہوں اور تمہارے اور ان کے مال و اسباب کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔ ایک لاکھ درہم دونگا اور جہاں خواہش ہو رہو محمد المہدی نے جواب لکھا کہ تم فرعون ہو اور تمہارے مطیع فرعونی ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں جن کے ساتھ تم نے طرح طرح کے ظلم روا رکھے۔ حالانکہ فی الحقیقت سلطنت ہمارا حق ہے۔ اور تم ہمارے ہی سبب اس کے مدعی بنے۔ اور تمہاری کامیابی ہمارے ہی باعث ہوئی۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ تم ہماری امداد کر رہے ہو۔ اور اس لئے وہ تمہارے ساتھ ہو گئے۔ اب تم نے تقویت حاصل کر کے ہمارا حق غصب کر لیا ہے۔ تم ہمارے مطیع تھے۔ اب مختار بن بیٹھے ہو۔ ہمارا باپ علیؓ وصی اور امام تھا۔ ہم اُسکے وارث تھے۔ تم اسکے جانشین کس طرح ہو سکتے ہو حالانکہ اُس کے حقیقی وارث یعنی ہم زندہ ہیں۔ بنو ہاشم میں کسی شخص کا سلسلہ قرابت ایسا نہیں ہے جیسا کہ ہمارا سلسلہ قرابت سابقیت اور فضل کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم پر شرف دیا ہے اور برگزیدہ بنایا ہے نبیوں میں ہمارے والد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سب سے افضل ہیں اور سلف میں علیؓ ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور بیبیوں میں خدیجہؓ طاہرہ ہیں جنہوں نے سب سے اول قبلہ رو نماز پڑھی۔ اور لڑکیوں میں بہترین دختران رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور ان میں سے فاطمہؓ سیدۃ النساء عالمین اور مولود دین اسلام میں حسنؓ و حسینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں۔ میں باعتبار نسب بہترین بنی ہاشم ہوں۔ مجھ میں کسی عجمی کا میل نہیں اور نہ میں کنیزک زادہ ہوں۔ اور نہ میرے سلسلہ میں یہ عیب ہے۔ قدیم الایام سے میرے آباؤ اجداد و امہات ممتاز چلے آئے ہیں۔ میں اسکا بیٹا ہوں جس کا مرتبہ سب سے بڑا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس کا فرزند ہوں جسپر دوزخ میں کمتر عذاب ہوگا (ابو طالب) میں اللہ تعالیٰ کو ضامن دیکر تمہیں امان دیتا ہوں اگر اطاعت کرو۔ اور میں تم سے زیادہ مستحق خلافت ہوں۔ اور عہد کا پورا کرنے والا ہوں۔ تم نے مجھ سے پہلے بھی چند لوگوں کو امان دی تھی۔ ان لوگوں میں سے تم مجھے کس کی

حضرت عمرؓ کے بعد اگرچہ بنو امیہ اور بنو ہاشم دعویدار خلافت نہ تھے لیکن نظر انتخاب انہی دو بزرگوں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ پر پڑتی تھی جو شجر امیہ اور ہاشمیہ کے ثمر تھے۔ اگرچہ حضرت عثمانؓ کا انتخاب اسلامی اصول خلافت پر ہوا لیکن معناً بنو امیہ کے ہاتھ میں حکومت آگئی۔ اور یہی حال اس وقت بھی ہوتا اگر حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوتے جیسا کہ واقعات نے آخر ثابت کر دیا۔ ہم اس کا الزام ان نیک نیت خلفاء

امان دیتے ہو۔ ابن ہبیرہ یا عبداللہ بن علی یا ابومسلم کی۔"

اس خط میں محمد المہدی نے اپنا استحقاق خلافت خاندانی شرافت پر رکھا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت خلافت اور امامت کی دلیل خیال کی ہے اس خط میں منصور کی ذات اور اسکی بدعہدی پر سخت چوٹیں تھیں کہ وہ کنیزک زادہ ہے اور لوگوں کو امان دیکر فریباً قتل کیا منصور نے جو کچھ جواب لکھا وہ بھی قابل ملاحظہ ہے:۔

"تمہارے فخر کا دار و مدار عورتوں کی قرابت پر ہے جس میں صرف ابلہ فریب باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں۔ باپوں۔ عصبہ اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے بلکہ کتاب اللہ میں وہ قریب ترین ماں پر مقدم ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کی قرابت کا پاس کرتا تو آمنہ (مادر رسول اللہ) ان میں سے نہایت قریب اور عزیز اور بڑی حق والی ہوتیں۔ اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو گذر گئے ہیں اپنی مرضی سے پیدا کیا اور برگزیدہ کیا۔ اور تم نے فاطمہ ام ابی طالب اور اس سے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے اسکی تو یہ حالت ہے کہ اس کا کوئی لڑکا اور کوئی لڑکی اسلام سے بہرہ ور نہیں ہوئی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مردوں میں سے کسی کو بوجہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ اسلام میں داخل کرتا تو عبداللہ کو اور بیشک وہ ہر طرح سے دنیا و آخرت میں بہتر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لئے جسکو چاہا اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء وھو اعلم بالمہتدین" (بے شک تو (اے محمدؐ) جسکو چاہے ہدایت نہیں کر سکتا مگر اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو مبعوث کیا اور آپکے چار چچا اسوقت تھے۔ اللہ جل شانہ نے آیہ کریمہ "وانذر عشیرتک الاقربین" (اور ڈرا تو اپنے قریب ترین عزیزوں کو) نازل فرمائی۔ آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور دین حق کی طرف دعوت دی۔ ان میں سے دو نے (عباسؓ و حمزہؓ) نے اسلام قبول کیا۔ ان میں سے ایک (عباس) میرا باپ تھا

راشدین کو کسی طرح نہیں دیکھتے۔ بلکہ یہ کہنے کے لئے مجبور ہیں کہ اُن کی ذات ستودہ صفات اُن اتہامات اور الزامات سے بالکل پاک ہے جو اُن کے نادان دوست ناسمجھی سے اور متعصب دشمن دانستہ اُن پر لگاتے ہیں۔ بلکہ جو کچھ ہوا وہ نادان دوستوں کی ناسمجھی اور دشمنوں کے تعصب سے ہوا۔"

اور دو بیٹے (ابوطالب اور ابولہب) نے انکار کیا۔ ان میں سے ایک (ابوطالب) تمہارا باپ تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا سلسلہ ولدیت آپ سے منقطع کر دیا۔ اور آنحضرتؐ میں اور ان دونوں میں کوئی عزیزداری اور ذمہ و میراث قائم نہ کی۔ تمہارا یہ زعم ہے کہ تم ایسے شخص کے بیٹے ہو جو دوزخیوں میں سب سے کمتر عذاب میں ہوگا (ابوطالب) اور تم خیر الاشرار کے لڑکے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے میں کوئی صغیر نہیں ہوتا اور عذاب میں خفیف و آسان نہیں ہوتا۔ اور شر میں کوئی بہتر نہیں ہوتا۔ کسی مرد مومن کو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو یہ مناسب نہیں ہے کہ دوزخی ہونے پر فخر کرے۔ اور عنقریب تم خود دوزخ میں جاؤ گے۔ اور قریب ہے کہ ظالم جان لینگے کہ کس کروٹ وہ اُلٹے پلٹے کئے جائینگے۔ تم نے لکھا ہے کہ حسنؓ عبدالمطلب سے دوہرا سلسلہ قرابت رکھتے تھے۔ اور تمہیں رسول اللہ سے دوطرفہ تعلق قرابت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خیر الاولین و آخرین رسولؐ اللہ ہیں ان کو ہاشم اور عبدالمطلب سے صرف ایک پدری تعلق تھا اور تمہارا یہ زعم کہ تم بہترین بنوہاشم ہو اور یہ کہ تمہارے آبا و اجداد و امہات ان میں زیادہ مشہور تھے۔ اور یہ کہ تم میں کسی کنیزک کا لگاؤ نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کل بنوہاشم سے اپنے آپ کو مفتخر بنا دیا ہے۔ غور کرو توقف ہو تم پر کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔ تم حد اعتدال سے تجاوز کر گئے ہو۔ اور تم نے اس سے بڑھکر اپنا فخر جتایا ہے جو تم سے ذاتاً و صفاتاً بہتر ہے (ابراہیم بن رسولؐ اللہ جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے جسے نجاشی نے رسول کریمؐ کو تحفتہً بھیجا تھا) اور بالخصوص تمہارے باپ کی اولاد میں سے کوئی بہتر اور اہل فضل سوائے کنیزک زادوں کے نہیں ہے۔ بعد وفات رسولؐ اللہ تم میں علی بن حسین (امام زین العابدین) سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ کنیزک زادہ تھے۔ اور کچھ شک نہیں انکا مرتبہ حسنؓ بن حسینؓ تمہارے دادا سے بڑا ہے۔ اور ان کے بعد تم میں کوئی شخص محمدؓ بن علی کی طرح نہیں ہوا انکی دادی کنیزک تھیں اور کچھ شک نہیں کہ محمد بن علی تمہارے باپ سے بہتر ہیں۔ اور نہ کوئی انکے لڑکے جعفر کی مثل ہوا۔ اور انکی دادی بھی کنیزک تھیں۔ اور جعفر تم سے بہتر ہیں۔ تمہارا یہ کہنا کہ تم رسولؐ اللہ کے لڑکے ہو غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ما کان محمدؐ ابا احد من رجالکم" (محمد تم لوگوں

فی زمانہ ہم ٹھنڈے دل سے اون واقعات پر جو اس وقت ظہور میں آرہے تھے غور کرتے ہوئے
جو کچھ رائے قائم کریں کرسکتے ہیں اور اس لیئے نتیجتہً خلفاء کی قابلیتوں پر نسبتاً بحث کرسکتے ہیں
لیکن فی الحقیقت اس طرح رائے قائم کرنا اور واقعات پر بحث کرنا ایک ایسی غلطی ہے جس کے نتایج سے
کوئی مؤرخ جو تاریخ اسلام لکھتا ہے بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ ہم ایسے اصل موضوعہ کو مدنظر رکھکر بحث کرتے ہیں

میں سے کسی کے باپ نہیں) تم لوگ ان کی لڑکی کے لڑکے ہو جو بلاشک قرابت قریبہ ہے۔ مگر اسکو میراث
نہیں پہنچ سکتی۔ اور نہ یہ ولایت کی وارث ہوسکتی ہے اور نہ اسکو امامت جائز ہے پس تم اس قرابت کے
ذریعہ کس طرح وارث ہوسکتے ہو۔ تمہارے باپنے ہر طرح سے اسکی خواہش کی تھی۔ فاطمہ کو دن میں نکالا تھا
اور در پردہ ان کو بیمار کیا۔ اور رات کے وقت دفن کیا۔ بایں ہمہ لوگوں نے سوائے ابوبکرؓ اور عمرؓ کسی کو منظور
نہ کیا۔ اس طریقہ میں مسلمانوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ نانا۔ ماموں۔ اور خالہ مورث نہیں ہوتے۔
اور جو تم نے علیؓ اور ان کے سابق الاسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا ہے اسکا یہ جواب ہے کہ رسول اللہؐ نے
بوقت وفات دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے
(ابوبکرؓ و عمرؓ) اور ان کو (علیؓ) منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی ان چھ بزرگوں میں تھے لیکن سبنے ان کو
قابل نہ سمجھا اور چھوڑ دیا۔ اور ان کو مستحق خلافت نہ سمجھا اور عبدالرحمنؓ نے عثمانؓ کو ان پر مقدم کردیا۔ طلحہؓ
اور زبیرؓ ان سے لڑے (جنگ جمل) اور سعدؓ نے انکی بیعت سے انکار کیا اور معاویہؓ کی بیعت کرلی۔
تمہارے باپنے پھر خلافت کی تمنا کی اور لڑے (جنگ صفین) اور ان سے انکے مصاحب علیحدہ ہوگئے
اور حکم (عمرو بن العاص و ابوموسیٰ) مقرر کرنے سے پہلے اُن کے ہوا خواہ انکے استحقاق میں شک و شبہ
کرنے لگے۔ پھر انہوں نے دو شخصوں کو برضامندی حکم مقرر کیا۔ اور ان کو اللہ کا عہد و میثاق دیا۔ ان
دونوں نے ان کی معزولی پر اتفاق کرلیا۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے امامت و خلافت کو معاویہؓ
کے ہاتھ کپڑوں اور دراہم کے عوض فروخت کردیا۔ خود حجاز میں چلے آئے اور اپنے ہوا خواہوں کو معاویہؓ
کے سپرد کردیا۔ اور حکومت کو نااہل کے حوالہ کردیا۔ اور بلا استحقاق دیا ہوا مال لے لیا۔ پس اگر تمہارا اس میں
کچھ حق بھی تھا تو تم نے اُسکو فروخت کرڈالا۔ اور قیمت وصول کرلی۔ پھر تمہارے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ
(ابن زیاد) پر خروج کیا۔ ان لوگوں نے تمہیں قتل کیا۔ خرما کی ڈالیوں پر سولی دی۔ آگ میں جلایا۔ اور شہر بدر
کیا۔ ہم نے تمہارے خون کا بدلہ ان سے لیا۔ اور تمہیں ان کے ملک اور زمین کا مالک بنا دیا۔ اور تمہارے

جو کسی صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ امامت و خلافت کو مذہب اسلام کا ایک جزو لاینفک سمجھ رکھا ہے۔
ہماری رائے میں اسلام بحیثیت مذہب حکومت سے غنی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسکی بیشمار دنیوی
برکتوں میں سے اُن آئین و قوانین کی تعلیم بھی ہے جو حکومت سے متعلق ہیں۔ ایمان اور عمل صالح ایک مسلمان
خلیفہ کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں خلفاء راشدین میں بدرجہ اولیٰ موجود تھیں وہ
خلافت کے مستحق تھے اور خلیفہ مقرر ہوئے۔ ہم انہیں خلیفہ برحق ہی سمجھتے ہیں لیکن اُن کے عہد حکومت کو

باپ دادا کا نام بلند کیا۔ اور فضیلت دی۔ کیا تم اسکے ذریعہ ہمیں معقول کیا چاہتے ہو۔ تمہارا باپ جدال و قتال
میں مبتلا کیا گیا۔ اور بنو امیہ ان پر ایسے ہی لعنت کرتے تھے جیسا کہ کفار پر نماز فرائض میں۔ ہم نے جھگڑا کیا۔
ان کے فضائل بیان کئے۔ انپر سختی کی۔ اور ان کی حرکات ناشائستہ کی سزا دی۔ تم جانتے ہو کہ ہم لوگوں
کی بزرگی جاہلیت میں حجاج کے پانی پلانے اور ولایت زمزم پر منحصر تھی۔ اور یہ عباس کے بھائیوں میں سے
صرف عباس ہی کے لئے مخصوص تھی۔ تمہارے باپ نے اس معاملہ میں ہم سے جھگڑا کیا۔ عمرؓ نے ہمارے
حق میں فیصلہ کیا پس جاہلیت اور اسلام میں برابر اسکے مالک ہم ہی رہے ہے۔ اور یہ تمکو معلوم ہے کہ بعد
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بنی عبد المطلب میں سے کوئی شخص سوائے عباس کے باقی نہ تھا۔ پس وراثت
چچا کی طرف منتقل ہوگئی۔ پھر بنی ہاشم میں سے متعدد اشخاص نے خواہش خلافت کی۔ مگر ان کے لڑکے
کے سوائے کوئی کامیاب نہ ہوا۔ سقایہ تو انکا تھا ہی میراث نبی بھی ان کی طرف منتقل ہوگئی۔ اور خلافت
ان کے لڑکوں میں چلی آئی۔"

محمد المہدی نے خلافت کی بنیاد قرابت رسول اللہ اور آبا و اجداد کی خدمات پر رکھی ہے اور اسے وراثت
سمجھا ہے۔ المنصور نے بھی اس کے معنے یہی کچھ سمجھے اور قرابت ہی استحقاق خلافت قرار دیا ہے
دونوں فریق اپنے حقوق بہ لحاظ قرابت پیش کرتے ہیں۔ آخر جب دلایل سے قائل نہ ہوئے تو برہان
قاطع یعنی تلوار نے فیصلہ کر دیا۔

قرابت پر جو کچھ فخر بنو فاطمہ یا بنو عباس کو تھا وہ کسی حد تک بجا ہے لیکن ہماری رائے میں استحقاق
خلافت کا معیار یہ نہیں ہوسکتا۔ اس پر مزید بحث ہم اگلی فصلوں میں کریں گے۔

اوس نگاہ سے نہیں دیکھتے جس سے علمائے اسلام دیکھنے کے عادی ہیں بلکہ ایک مورخ کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ہماری آزادانہ اور کسی قدر دلیرانہ رائے یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے انتخاب نے بنوامیہ کو حاکم بنادیا۔یہ ممکن ہے کہ اگر اس وقت حضرت علی منتخب ہوتے تو یہی منصب ہاشم کے خاندان میں منتقل ہوجاتا۔کیونکہ جس وقت اسد اللہ رضؓ خلیفہ ہوئے تو بنوہاشم کی طرف سے خلافت کو موروثی بنانے کے لئے کچھ کم کوششیں ظہور میں نہیں آئیں ناکامیابی کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کا حریف خاندان قابض ہوچکا تھا اور وہ ایسا زبردست تھا کہ ان کی متفقہ طاقت بھی اس کے مقابلہ میں کمزور ثابت ہوئی۔

حضرت عثمانؓ کا عہد خلافت بارہ برس تک رہا۔آپ کی خلافت سے پہلے ایران اور شام اور مصر فتح ہوچکے تھے۔آپکے زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ شمالی افریقہ اور ہندوستان تک پھیل گیا۔فاروق اعظمؓ کے وقت مصر پر عمروبن العاص عامل تھے جو فاتح مصر بھی تھے۔حضرت عثمانؓ نے انہیں معزول کرکے عبداللہ بن ابی سرح[۱۹] کو مقرر کیا۔کوفہ پر سعد بن وقاص عامل تھے ان کو بھی معزول کردیا اور اپنے ایک قریبی رشتہ دار ولید بن عقبہ کو مقرر کیا۔شام کے ایک حصہ پر معاویہؓ بن ابی سفیان حکمران تھے آپ نے انھیں کل ممالک شام کی حکومت دیکر سیاہ وسپید کا مالک بنادیا۔مروان جو آپ کا بہت قریبی رشتہ دار تھا آپ کا مشیر اور فی الحقیقت

حاشیہ نمبر ۱۹ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حبیب بن خذیمہ ابن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قریشی ہیں حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے، عبداللہ بن سعد کی نسبت بعض روایتیں ایسی مشہور ہیں جن پر ہمیں اعتبار نہیں۔بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے کتابت کی خدمت ان کے سپرد کی ہوئی تھی۔یہ مرتد ہوکر مشرکین مکہ سے مل گئے۔اور کہتے تھے کہ محمدؐ تو میرے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح تھا۔میں نے دیدہ ودانستہ غلط لکھا۔اور جو کچھ چاہتا تھا غلط لکھتا تھا۔آنحضرتؐ مجھے عزیز حکیم لکھاتے تھے تو میں کہتا تھا کہ کیا علیم حکیم لکھوں تو کہتے کہ ہاں یہی لکھو یہ بھی درست ہے۔جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرتؐ نے عبداللہ بن سعد اور عبداللہ بن خطل اور مقیس بن صبابہ کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔اور فرمایا کہ یہ لوگ اگر خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے بھی ملیں پھر بھی قتل کرو۔حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعد کو پناہ دی اور پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔سفارش کی۔آنحضرتؐ دیر تک خاموش رہے۔آخر معاف کردیا۔جب عثمانؓ چلے گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ اس اثنا میں کوئی شخص تم میں سے اسے قتل کردیتا۔ایک انصاری نے کہا کہ آپ نے آنکھ سے اشارہ کردیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ نبی کی آنکھ کو خائن نہ ہونا چاہیئے۔

مدار الہام تھا۔ اسے ملک افریقہ کا خمس معاف کر دیا۔ اور اپنے عزیز و اقارب کو تھوڑے سے عرصہ میں مالا مال اور حکمران بنا دیا۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمان آپ کے برخلاف چہ میگوئیاں کرنے لگے اور آخر علانیہ مخالفت کی۔ آپ سے اگر اس بیجا رعایت کے متعلق سوال ہوتے تو جواب یہ ملتا کہ اگرچہ متقدم خلفاء نے ایسا نہیں کیا مگر میں حکم خدا کے مطابق صلہ رحم کرتا ہوں۔ ایک حد تک آپ کا جواب نہایت معقول ہے لیکن اس کا نتیجہ وہی ہوا جو قدرتاً ہونا چاہیئے۔

ہماری رائے میں عبداللہ بن سعد کا اسلام لانا فتح مکہ سے پیشتر ثابت نہیں ہوتا اور قرآن شریف کی بعض آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکے کاتب ایسے آدمی نہ تھے جو کسی وقت مرتد ہو سکتے تھے یہ انکی صفت تھی ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کی کتابت میں کبھی کسی قسم کی غلطی واقع نہیں ہوئی۔ وہ لوح محفوظ میں تھا اور اسکی حفاظت کے ایسے سامان مہیا کیئے گئے تھے کہ کسی مقدس کتاب کو نصیب نہیں ہوئے۔ جو کچھ اس زمانہ میں قرآن کریم کی حفاظت کی تدابیر کی گئیں تھیں ان کا بقیہ اب بھی ہم میں ہزاروں قرآن شریف کے حافظ موجود ہیں۔ ہماری رائے میں جو الزام عبداللہ بن سعد پر لگایا جاتا ہے قرآن شریف کی یہ آیت ان سب کا جواب ہے۔

"انّا لہٗ لحافظون"

گبن لکھتا ہے کہ "عبداللہ نے ابتدا میں اسلام کو قبول کیا اور بوجہ اس کے کہ کتابت میں ید طولیٰ رکھتا تھا کاتب وحی کے مہتم بالشان عہدہ پر ممتاز ہو گیا۔ مگر وہ مرتد ہو گیا اور دیدہ و دانستہ غلط لکھا۔ اور پھر ان غلطیوں پر مضحکہ اڑایا۔ مکہ کو بھاگ گیا۔ اور اس جگہ رسول خدا کی لاعلمی پر ہنسی اڑاتا رہا۔ فتح مکہ کے بعد رسولؐ خدا کے پاؤں پر گرا اس کے اشک ندامت اور عثمانؓ کی سفارش سے رسول اللہ نے طوعاً و کرہاً معاف کر دیا۔ مگر فرمایا اس قدر عرصہ خاموشی کا مدعا یہ تھا کہ کوئی ہوا خواہ اس نابکار کا خون گراتا۔ اس نے اسلام کی خدمت بظاہر وفاداری اور ذاتی قابلیت کے ساتھ کی اور حق تو یہ ہے کہ اسکی اپنی بہبودی کے برخلاف تھا اگر اب وہ اسلام سے کنارہ کشی کرتا۔"

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم۔ کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد۔ گبن نے جو کچھ لکھا ہے وہ مسلمان مؤرخین کی جھوٹی سچی روایتوں سے لیا ہے۔ اگر عبداللہ بن سعد عثمانؓ کے رضاعی بھائی نہ ہوتے اور مصر کا گورنر مقرر نہ کیا جاتا تو انپر یہ اتہام کبھی نہ لگایا جاتا۔ یہ ممکن ہے کہ وہ مسلمان ہونے سے پیشتر اسلام کے سخت مخالف تھے اور مسلمانوں کے درپے آزار بھی تھے اور اس لئے انکا خون مباح کر دیا گیا ہو لیکن ہمیں اس امر کے باور کرنے میں

عبداللہ بن ابو سرح مصر میں ایک ایسے شخص کا جانشین مقرر کیا گیا تھا جو ذہانت مجسم تھا اور اس زمانہ میں اسکے پایہ کے مدبر اور منتظم بہت کم تھے۔ عمرو بن العاص فاتح مصر تھا اور نہ صرف مصر اور مصریوں پر خوش اسلوبی سے حکومت کرنے کے قابل تھا بلکہ وہ اس لائق تھا کہ جہاں اور جس قوم پر عامل ہوتا اُس سے ہر ایک شخص خوش رہتا۔ مصر پر اُس نے جس طرح حکومت کی زیادہ تر اسی کا اثر تھا کہ عبداللہ بن ابو سرح کی حکومت سے لوگ بیزار ہو گئے۔ اور دار الخلافت میں اس کے برخلاف شکایت کرنیکے لئے آئے۔ یہ شکایتیں خواہ کسی قدر مبالغہ آمیز ہوں لیکن عبداللہ بن ابو سرح کی ناقابلیت کی کافی دلیل تھیں حضرت عثمانؓ نے اسے معزول کرنے سے انکار کیا طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ سے سختی کے ساتھ گفتگو کی اور حضرت عائشہؓ نے متنبہ کیا اور حضرت علیؓ نے اسکی معزولی پر زور دیا۔ آخر حضرت عثمانؓ نے اُسے معزول کر دیا۔ اور اُسکی جگہ لوگوں نے محمدؓ بن ابوبکرؓ کو منتخب کیا۔ عبداللہ کی معزولی اور محمدؓ کی تقرری کا فرمان لکھا گیا۔ مگر مروان کی شرارت سے بنا بنایا کام بگڑ گیا۔ محمدؓ بن ابوبکرؓ کے ہمراہ اس وقت مہاجرین اور انصار کی بھی ایک جماعت تھی مدینہ سے ابھی تیسری منزل پر پہونچے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ مدینہ کی طرف سے سانڈنی اُڑائے چلا آرہا ہے۔ صحابہ نے جو اس وقت محمدؓ کے ہمراہ تھے اسکو گرفتار کر لیا۔ بدحواس سوار ایسی پتے کی ہانکنے لگا کہ سب کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہو گئے۔ اوسکی تلاشی لی گئی تو مشکیزہ سے ایک خط بنام عبداللہ بن ابو سرح منجانب امیر المومنین عثمانؓ برآمد ہوا مضمون یہ تھا کہ محمدؓ اور اُس کے رفقا کو قتل کر دو۔ اور ان سے

قاتل ہے کہ رسولؐ اللہ نے یہ ایسا حکم دیا ہو کہ انہیں حرم کعبہ میں بھی قتل کر دو۔ یہ درست ہے کہ انکی باریابی کا باعث عثمانؓ تھے لیکن ہمیں یقین نہیں کہ رسول اللہ نے انکا قتل ایسی حالت میں جائز سمجھا ہو۔ ہمارے پاس بیشمار مثالیں ایسی موجود ہیں جو اس امر کو بخوبی ثابت کرتی ہیں کہ جو شخص صرف "لا الٰہ الا اللہ" کہہ دیتا رسول اللہ اسکا خون جائز نہیں سمجھتے تھے۔ بہرحال عبداللہ بن سعد پر ارتداد کا اتہام بے بنیاد ہے۔ وہ ایک نہایت قابل آدمی تھا۔ اس نے دریائے نیل سے لیکر تمام شمالی افریقہ فتح کیا۔ تواریخ اسلام میں جہاں خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کا نام لیا جاتا ہے عبداللہ بن سعد بھی اسی فہرست میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عمرو بن العاص ایک ایسا شخص تھا جو اس زمانہ میں فرد تھا۔ اور اگر واقعات عبداللہ بن سعد کے خاطر خواہ ہوتے تو وہ بھی کم پایہ کا شخص نہ تھا۔ افسوس ہے کہ اندرونی بدامنی اور بددلی کی وجہ سے وہ مصر کی حکومت سنبھال نہ سکا۔

فرمان تقرر کو باطل سمجھو۔ یہ خط اور سانڈنی سوار جو امیر المومنین کا غلام تھا مدینہ میں عام لوگوں کے سامنے پیش ہوئے۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ شرارت مروان کی ہے حضرت عثمانؓ بے قصور ہیں لیکن آپ نے مطالبہ پر مروان کو لوگوں کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اگرچہ بنو امیہ نے مقابلہ کیا اور کسی شخص کو دروازہ میں گھسنے نہ دیا۔ لیکن چند آدمی دیوار پھاند کر داخل ہو گئے۔ مروان تو بچکر نکل گیا لیکن خلیفہ سوم قتل کئے گئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کیا ہوا تھا حضرت علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ نے اپنے صاحبزادوں کو خلیفہ کی حفاظت کے واسطے بھیجدیا تھا۔ اگرچہ یہ لوگ زخمی ہوئے لیکن دروازہ میں کسی کو گھسنے نہ دیا۔ اس واقعہ کو ہر ایک مؤرخ نے بیان کیا ہے۔ اس لئے ہم اسی سر دست غلط نہیں کہہ سکتے۔ مگر بلا تامل اسکی صحت پر یقین بھی نہیں کر سکتے۔ اگر اس واقعہ کو اُن روایتوں پر رکھا جائے۔ جو ہر ایک مؤرخ نے حضرت علیؓ کی خلافت اور جنگ جمل کے ضمن میں بیان کی ہیں تو معلوم ہو جائیگا کہ یا تو یہ واقعہ یا یہ روایات مبینہ غلط ہیں کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔ ہم اسے کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت اور آپ کا قتل بنو امیہ کی حکومت کے اسباب ہیں اور فی الحقیقت مؤخر الذکر واقعہ خلافت سے بڑھکر وقعت رکھتا ہے۔ خلیفہ سوم خود اموی تھے اور ان کے عہد میں مختلف ممالک پر بنو امیہ کے تقرر سے اس خاندان کی طاقت بہت بڑھ گئی لیکن اگر خلیفہ سوم کے قتل کا واقعہ ظہور میں نہ آتا تو آپکے جانشین کے لئے اس طاقت کو توڑ دینا اگر آسان نہیں تو بہت مشکل بھی نہ تھا۔ صرف بنو امیہ عام مسلمانوں کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے۔ لیکن اس واقعہ نے بنو امیہ کی حمایت پر صحابہ کی ایک جماعت کھڑی کر دی۔ حضرت عثمانؓ کے قتل نے لوگوں کو آپکے قصاص کیطرف متوجہ کر دیا اور قدرتًا اُن لوگوں سے ہمدردی تھی جو نہایت زور سے اس کا مطالبہ کر رہے تھے۔

طلحہؓ اور زبیرؓ جنہوں نے ابتدا میں حضرت علیؓ کے ہاتھ طوعًا یا کرہًا بیعت کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ہمراہ لے کر بصرہ میں آئے اور اس جگہ حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کیا۔ جس وقت حضرت علیؓ کو اسکی

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد نہ تو حضرت علیؓ اور نہ امیر معاویہ کی بیعت کی۔ اس پر آشوب زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو بالکل علیحدہ رہے اور کسی فریق کا ساتھ نہ دیا۔ ان میں سے عبد اللہ بن سعد بھی تھا۔

اطلاع ملی تو سخت متفکر ہوئے اور فرمایا کہ "اس وقت مجھے چار آدمیوں کی مخالفت کی خبر سنائی گئی۔ سب سے زیادہ بارعب اور سخی طلحہؓ ہیں اور سب سے زیادہ بہادر زبیرؓ ہیں اور لوگ سب سے زیادہ حضرت عائشہؓ کی عزت وحرمت کرتے ہیں اور سب سے زیادہ مالدار یعلی بن منیہ ہیں۔ مگر واللہ انہوں نے مجھ میں کوئی عیب نہیں نکالا نہ مجھے حب جاہ ہے اور نہ ہوائے نفسانی کے تابع ہوں بلکہ وہ مجھ سے اس حق کو طلب کرتے ہیں جسکو انھوں نے خود چھوڑ دیا ہے اور اُس خون کا قصاص مانگتے ہیں جس کا باعث وہ خود ہوئے ہیں۔ بیشک ان کا یہ اپنا فعل ہے۔ میں اس کام میں ان کا شریک نہ تھا اگرچہ عثمانؓ پر اعتراض کرنے میں ان کے ساتھ تھا قتل عثمانؓ کا گناہ خود انہیں لوگوں پر ہے۔ ان لوگوں نے مجھ سے بیعت کی اور اب فسخ کر دی جس کی وجہ وہ کچھ بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کو میرے ظلم اور عدل میں موازنہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ میں اللہ تعالیٰ کی حجت پر جو ان کے اوپر ہے قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ کے علم پر جو ان کے متعلق ہے قناعت کرتا ہوں۔ باوجود ان سب باتوں کے میں انہیں بلاؤں گا ان سے معذرت کروں گا۔ اگر وہ قبول کرلیں تو بہتر کیونکہ توبہ قبول کی جاتی ہے اور حق تو اس امر کا زیادہ مستحق ہے کہ اسکی طرف رجوع کیا جائے اور اگر یہ لوگ میرا عذر قبول نہ کرینگے تو تلوار کی باڑھ کا مزہ چکھا دونگا۔ میری تلوار ہر باطل کو قطع کرنے اور اسپر فتح پانے کے لئے کافی ہے۔"

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت علیؓ کو اس وقت سخت مشکل کا سامنا تھا جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ طلحہؓ و زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اُن چھ اشخاص میں سے تھے جن میں سے ایک کو حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنیکے لئے وصیت کی تھی حضرت زبیرؓ رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار تھے اُن کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب آنحضرتؐ کی پھوپھی تھیں اور ام المومنین خدیجہؓ بنت خویلد کے بھتیجے تھے۔

جنگ احزاب میں جس وقت رسول اللہؐ نے تین دفعہ پوچھا کہ "کفار کی خبر میرے پاس کون لائے گا تو حضرت زبیرؓ نے تینوں مرتبہ جواب دیا کہ "میں" آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "زبیرؓ میرے حواری ہیں"

اسلامی خدمت میں آنحضرتؐ کے زمانہ میں جو کچھ انہوں نے کوشش کی حضرت علیؓ بھی اسکی تصدیق فرماتے ہیں۔ خود اُن کا قول تھا کہ "میرے جسم میں کوئی ایسا عضو نہیں ہے جو رسول اللہ کے ہمراہ نہ زخمی ہوا ہو"۔ حضرت حسانؓ بن ثابت جو رسول خدا کے مداح تھے حضرت زبیرؓ کی تعریف میں بھی رطب اللسان ہیں

ان کی بہادری کے حضرت علیؓ بھی معترف تھے؛

حضرت طلحہؓ وہ بزرگ صحابی ہیں جن کو آنحضرتؐ نے تین مختلف موقعوں پر تین مختلف القاب سے یاد فرمایا۔ احد کے روز "طلحۃ الخیر" کہہ کر پکارا۔ اور غزوۂ تبوک میں "طلحۃ الفیاض" فرمایا اور حنین کے دن "طلحۃ الجواد" فرمایا۔ جنگ احد میں رسول اللہ کے لئے سپر کا کام دیا۔ ایک تیر کو ہاتھ پر روکا جس سے آپ کی ایک انگلی بیکار ہوگئی تھی۔ اور ایک تلوار کا زخم سر پر لگا؛

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی موجودگی سے اس جنگ کی صورت جو جمل کے نام سے مشہور ہے کچھ اور ہوگئی۔ حضرت علیؓ کو اسی بات کا دھڑکا تھا۔ یہ جنگ اس قدر خونریز ہوئی کہ تیرہ ہزار آدمی طرفین کا قتل ہوا۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ مسلمانوں کے خون اس قدر سفید ہو گئے تھے کہ اس قدر خونریزی کو جائز سمجھا؛

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اگر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ جو اس وقت جبکہ طرفین میں آتش جنگ مشتعل ہو رہی تھی اور وہ محمل جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں تیروں سے خارپشت کی صورت بنگیا تھا اس وقت جبکہ ہر طرف خون کا دریا بہتا تھا۔ حضرت علیؓ کے کہنے سننے پر یا خود بخود میدان جنگ سے کنارہ نہ کرتے تو نتیجہ کیا ہوتا۔ فتح و شکست تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک خون کے عوض تیرہ ہزار بے گناہ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہ گیا؛

معلوم نہیں کہ یہ روایت کہ طلحہؓ و زبیرؓ صرف حضرت علیؓ کے کہنے پر اپنے رفقا سے علیحدہ ہو گئے کہاں تک صحیح ہے۔ راویان خوش گفتار یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے دونوں کو آواز بلند پکار کر اپنے پاس بلایا اور پھر ایک ایک حدیث جسکو وہ فراموش کر چکے تھے اور جو رسول خدا نے بطور پیشگوئی اس واقعہ جمل کے متعلق بیان کی تھی اونہیں سنائی۔ سنکر سخت نادم ہوئے۔ اور اگرچہ یہ فساد خود انہوں نے برپا کیا تھا اپنے رفقا او ان لوگوں کو جو انکے کہنے سننے پر نکل آئے تھے چھوڑ کر حضرت علیؓ کے ساتھ ہو گئے؛ مگر حضرت طلحہؓ تو اس جگہ مروان کے تیر سے شہید ہوئے اور حضرت زبیرؓ کو جبکہ وہ جنگ سے واپس ہو گئے اثناء راہ میں بمقام وادی سباع ابن جرموز نے قتل کیا۔ یہ ایسی روایتیں ہیں جنپر ہم یقین نہیں کر سکتے؛

اگرچہ فتح و ظفر حضرت علیؓ کو نصیب ہوئی مگر یہ بالکل سچ ہے کہ شکست سے زیادہ انکو غم لاحق ہو گیا؛

یہ خونریز لڑائی جس میں اس قدر عالی مرتبہ صحابہ اور جوان ہمت مسلمان خاک و خون میں مل گئے اُس عظیم الشان جنگ کا پیش خیمہ تھی جس کے استقبال کے لئے شام سے تجربہ کار فوجیں امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاص سے فیاض اور مدبر سپہ سالاروں کے ماتحت اس طرف بڑھ رہی تھیں اور اس کا علم حضرت علیؓ کو بخوبی تھا کہ یہ فیصلہ کن لڑائی ناگزیر ہے ؛

اس خونریز جنگ کا اثر جسکے مقتولوں کی اقل تعداد ہم نے تیرہ ہزار لکھی ہے (بعض مؤرخین اس سے زیادہ اور مختلف تعداد بیان کرتے ہیں) اس قدر ضرور ہوا کہ حضرت علیؓ نے مظفر و منصور میدان کارزار سے مراجعت کی لیکن "باب علم" کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اونکی خلافت کا جسکی ابتداء خانہ جنگی سے ہوئی ہے انجام کیا ہوگا۔ اب تک بنو امیہ میں سے ایک شخص نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ مقتولان جمل میں سے اکثر ایسے قبایل کے آدمی تھے جنہیں نہ تو بنو ہاشم اور نہ بنو امیہ سے کوئی ہمدردی تھی خود بانیان فساد میں سے طلحہؓ تو بنو تیم سے تھے اور زبیرؓ رسول اللہؐ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ بیان کیا جاتا ہے ان دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت بھی کی تھی۔ ان کے مخالف تو یہ کہتے ہیں کہ بطوع خاطر اور بموافق بکراہت کہتے ہیں۔ اور بقول حضرت علیؓ یہ بیعت اس وقت تک فسخ نہیں ہوسکتی تھی جبتک وہ ابو ترابؓ میں ایسے عیب نہ بتاتے جو عدل و انصاف کے برخلاف ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے خون عثمانؓ کا مطالبہ اُنکی عدالت میں نہیں کیا۔ اور نہ خلیفہ نے کوئی ایسا فیصلہ کیا جو ظلم پر مبنی ہوا سلئے وہ اسد اللہ کو ظالم نہیں کہہ سکتے اور نتیجتہً بیعت فسخ بھی نہیں ہوسکتی۔ یہ نہایت معقول دلایل ہیں مگر اسی صورت میں جب اُن کی بیعت بطوع خاطر تسلیم کیجائے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ بیعت بکراہت ہوئی ہو۔ کیونکہ اسکے بعد وہ فوراً مکہ معظمہ کیطرف چلے گئے۔ اور اس جگہ ام المؤمنین عایشہ صدیقہ کو کل حالات سے آگاہ کیا۔ اور پھر بصرہ کی طرف کوچ کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ کے خون کے مطالبہ کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا۔ اگر وہ خود خلافت کے خواہاں تھے یا حضرت علیؓ پر خون عثمانؓ کا شبہ کرتے تھے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ انہوں نے کبھی بخوشی خاطر بیعت نہیں کی۔ اون کے مخالف اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خودغرضی نے انہیں آمادہ فساد کیا۔ اور خون عثمانؓ کا مطالبہ صرف ایک بہانہ تھا جسکی آڑ میں اپنا مطلب نکالنا چاہتے تھے۔ اس صورت میں بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بیعت برضا و رغبت نہیں ہوئی۔ دوسری صورت کے متعلق یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فی الحقیقت حضرت علیؓ پر خون عثمانؓ کا شبہ تھا؟ اس کا جواب تو بجائے خود

اس پر زیادہ غور کرتے ہوئے ہمارے کمزور دل لرزتے ہیں۔ کیونکہ ہم اصحاب رسول اللہؐ کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی کفر سمجھتے ہیں۔

حضرت علیؓ خود مقر ہیں کہ مخالفین نے ان پر خون عثمانؓ کا شبہ کیا ہے۔ بنو امیہ نے اگر آبائی خصومت کی وجہ سے آپ کی بیعت نہیں کی تو سوائے اسکے اور کیا باعث ہو سکتا ہے کہ وہ آپ پر اس کا شبہ ضرور کرتے تھے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ بنو امیہ سے نہ تھے۔ اگر وہ خود غرض نہ تھے تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ خون عثمانؓ کا شبہ آپ کرتے تھے۔ لیکن ان صورتوں میں بنو امیہ کا ذاتی عناد اور موخر الذکر دو اصحاب رسولؐ کی نفسانی اغراض قابل غور شبہ پیدا کرتی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ اگرچہ طلحہؓ و زبیرؓ اور بنو امیہ کے اغراض مختلف ہوں لیکن خلافت کے جھگڑے میں حضرت علیؓ کو اپنا دشمن سمجھکر موافق ہو گئے ہوں۔ اگر حضرت علیؓ پر خون عثمانؓ کا (جسکے ہاتھ پر آپ نے طوعاً یا کرہاً بیعت کی تھی) شبہ اس واسطے نہیں ہو سکتا کہ آپ کے اوصاف حسنہ اور خصائل جمیلہ اسکے مقتضی نہیں اور ایسا فعل آپ سے صادر نہیں ہو سکتا تھا تو طلحہؓ اور زبیرؓ پر خود غرضی کا الزام اور اس لئے فسخ بیعت کا جرم بھی بیجا ہے۔ بنو امیہ یا وہ لوگ جو اس وقت آپ کے مخالف تھے حضرت علیؓ کو اس باغیانہ سازش کا شریک سمجھتے تھے جسکا شکار حضرت عثمانؓ ذوالنورین ہوئے۔ اگرچہ قاتلوں کا پتہ نہ چلا لیکن مخالفین کہتے تھے کہ قتل آپ کے ایماء سے ہوا ہے اور قاتلوں کا عدم پتہ صرف آپ کے اغماض اور چشم پوشی کا نتیجہ تھا۔

واقعات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ قتل سے پیشتر وہ ان لوگوں کے شریک تھے جو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر اعتراض کرتے تھے لیکن وہ اس سازش میں شریک نہ تھے جو خلیفہ سوم کے قتل کے بارہ میں یہی لوگ کر رہے تھے۔ اگرچہ ہمیں وجدانی یقین ہے کہ جو کچھ حضرت علیؓ نے اپنی نسبت ان واقعات کے متعلق فرمایا۔ سچ ہے۔ اور آپ کے دامن پر خلیفہ کے خون کا داغ نہ تھا لیکن واقعات کی رو سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مخالفین نے جو کچھ شبہ آپ پر کیا وہ بے بنیاد نہ تھا۔ ابو خلدہ الحنفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ بنو امیہ سمجھتے ہیں کہ مینے حضرت عثمانؓ کو قتل کروایا۔ واللہ نہ میں نے قتل کروایا اور نہ کسی طرح قتل میں امداد دی بلکہ لوگوں کو منع کیا۔ مگر انہوں نے میرا کہنا نہ مانا۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت عثمانؓ قتل کیئے گئے حضرت علیؓ مدینہ منورہ میں موجود بھی نہ تھے۔ اس وقت کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے خون میں شریک نہ تھے۔

لیکن یہ کہ آپ نے اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے اپنے بیٹوں کو خلیفہ کی حفاظت کے لئے بھیجدیا تھا بالکل جھوٹی کہانیاں ہیں۔ اگر واقعات کی صورت اس طرح ہوتی تو آپ پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ مگر آپ کے مخالفین یہ کہتے تھے کہ اگرچہ آپ اس وقت مدینہ منوّرہ میں موجود نہ تھے لیکن اُس شورش میں شریک تھے جو حضرت عثمانؓ کے برخلاف برانگیختہ کی گئی تھی اور عین وقت پر مدینہ سے کھسک جانا بھی بے معنی نہ تھا۔ یہ تو واقعات کی صورت تھی مخالف اور موافق دونوں جس طرح چاہتے اسپر حاشیہ چڑھاتے لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اگرچہ حضرت علیؓ خلیفہ سوم کے قتل کے خواہان نہ تھے لیکن چونکہ اُنھوں نے اون پر سختی سے اعتراض کیئے تھے اور اسکے تھوڑے عرصہ بعد واقعہ قتل ہوا۔ اس لئے اگر مخالفین نے آپ پر شبہ کیا تو نیک نیتی سے کیا۔

اِس وقت مسلمانوں کی جماعت میں ایک ایسا گروہ بھی تھا جو حضرت علیؓ کو خلیفہ برحق سمجھتا تھا۔ اور اگرچہ حضرت عثمانؓ کا قتل ایک مظلوم کی شہادت خیال کرتا تھا لیکن اون لوگوں کو معذور سمجھتا تھا۔ جنھوں نے خلیفہ سوم کا اس آڑے وقت میں ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ فی زمانہ ہماری بھی یہی رائے ہے کہ حضرت علیؓ معذور تھے۔ اور خلافت کے مستحق تھے لیکن جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ آپ کے مخالفین کا یہ دعوے کہ حضرت علیؓ ہی خلیفہ سوم کے قتل کا باعث ہوئے ہیں بے دلیل ثابت نہیں ہوتا۔ اگر حضرت علیؓ خلیفہ سوم کا ساتھ چھوڑنے میں معذور تھے تو مخالفین بھی آپ پر خون کا شبہ کرنے میں مجبور تھے۔

ابتدا میں حضرت علیؓ باغیوں کے ساتھ خلیفہ اور خلافت پر اعتراض کرنے میں شریک تھے۔ اور آخر میں جبکہ شورش کی صورت نہایت خوفناک بن گئی تھی آپ نے باغیوں اور خلیفہ دونوں سے کنارہ کیا جس کا نتیجہ جسکی شاید حضرت علیؓ کو توقع نہ تھی یہ ہوا کہ خلیفہ کے مکان واقع دار الخلافت مدینۃ النبیؐ اور روز روشن میں حضرت عثمانؓ قتل کئے گئے، اور اسپر طرہ یہ کہ باغیوں کا پتہ نہ چلا۔ اِس جرأت اور بیباکی کا کیا باعث تھا۔

دمشق میں امیر معاویہ کو اس واقعہ دلخراش کی خبریں بذریعہ انصار و مہاجرین جو کچھ موصول ہوئیں ان میں حضرت علیؓ کی نسبت صاف صاف الفاظ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ خلیفہ سوم صرف حضرت علیؓ کے اغماض اور کنارہ کشی کے باعث شہید ہوئے۔ اور اگر آپ حضرت عثمانؓ کی امداد پر کھڑے ہو جاتے تو ممکن نہ تھا کہ باغیوں کو اس قدر بیباکانہ جرأت ہوتی۔

ہم اسپر اس سے زیادہ بحث نہیں کرتے۔ ہماری رائے میں حضرت علیؓ بھی معذور تھے اور آپکے مخالفین

کا شبہ بھی بجا تھا۔ اگر حضرت علیؓ نے خلیفہ سوم کا ساتھ چھوڑ دیا تو طلحہؓ و زبیرؓ کا فسخ بیعت کرنا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

اس پرآشوب زمانہ میں جبکہ ایک فریق حضرت علیؓ سے خون عثمانؓ کا مطالبہ کر رہا تھا جس کا نتیجہ جنگ جمل ہوا مسلمانوں کی ایک جماعت خاموشی کے ساتھ اس طوفان کو اٹھتا ہوا اور فریقین کو برباد ہوتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ اگرچہ فریقین اونہیں اپنی امداد کے لئے بلا رہے تھے لیکن انہوں نے کسی کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت ان لوگوں میں سے تھے۔ حضرت علیؓ کی نہ تو بیعت کی اور نہ کسی جنگ میں ان کا ساتھ دیا حضرت علیؓ نے انہیں مدعو کیا تو جواب دیا کہ اگر آپ اپنا ہاتھ کسی اژدہے کے منہ میں ڈال دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ ڈالدوں گا۔ مگر اس معاملہ میں معذور ہوں۔ آپ کو یاد ہے کہ جب میں نے کفار میں سے ایک شخص کو جہاد میں گرفتار کیا تو اس نے کہا۔ اشہدان لاالٰہ الااللہ۔ مگر میں نے اسے قتل کر دیا اور یہ واقعہ رسول اللہ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ "اے اسامہ بروز قیامت لاالٰہ الااللہ کا کیا جواب دوگے"۔ میں نے عرض کی۔ یا رسولؐ اوس نے صرف جان بچانے کے لئے لاالٰہ الااللہ کہدیا تھا۔ آپ نے پھر فرمایا "اے اسامہ لاالٰہ الااللہ کا کیا جواب دوگے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اس واقعہ نے آپ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ آپ بار بار یہی فرماتے تھے کہ "اے اسامہ لاالٰہ الااللہ کا کیا جواب دوگے"۔ اور میری یہ حالت تھی کہ دل ہی دل میں کہتا تھا کاش میرا گذشتہ اسلام کالعدم ہو جاتا اور میں آج مسلمان ہوا ہوتا۔ اسکے بعد میں نے عرض کی کہ "میں عہد کرتا ہوں کہ آیندہ ایسے شخص کو جو لاالٰہ الااللہ کہتا ہو قتل نہ کروں گا"۔

حضرت علیؓ خود اہبان بن صیفی غفاری کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا "اے ابو مسلم تم میرا ہاتھ میرے مخالفوں کے برخلاف کس لئے نہیں بٹاتے۔ اور کیا چیز مانع ہے کہ اس کام میں کچھ حصہ نہیں لیتے"۔ جواب دیا کہ "میرے خلیلؐ اور آپ کے ابن عمؐ کی وصیت مانع ہے۔ مجھے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب فتنہ کا زمانہ ہو تو تم لکڑی کی تلوار بنا لینا۔ چنانچہ میں نے اسکی تعمیل میں فی الواقع لکڑی کی تلوار بنالی ہے۔ دیکھئے وہ لٹک رہی ہے"۔

اس جماعت کی علیحدگی نے حضرت علیؓ کو نتیجۃً اتنا ہی نقصان پہونچایا جتنا مخالفین کو فائدہ ہوا اگر واقعہ قتل عثمانؓ ظہور میں نہ آتا تو جنگ جمل بھی نہ ہوتا اور یہ لوگ بھی آپ کا ساتھ دیتے۔ اور پھر کوئی شخص

آپ کے سامنے دم نہ مار سکتا۔ بنوامیہ اگر برخلاف تھے تو آسانی سے اُن کی بغاوتیں فرو ہو سکتی تھیں کیونکہ وہ کبھی ایسی جمعیت بہم نہ پہونچا سکتے جو اس واقعہ نے اُن کے علم کے نیچے جمع کردی۔

بالفرض بنوامیہ آبائی خصومت کی باعث حضرت علیؓ کے برخلاف تھے۔ اور طلحہؓ اور زبیرؓ نے ہوائے خلافت میں آتش جنگ مشتعل کی لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ خون عثمانؓ ایک عمدہ بہانہ تھا اور اس کے مطالبہ نے عام لوگوں کو اُن کی تائید میں کھڑا کر دیا۔ اس لئے درحقیقت خون عثمانؓ ہی بنوہاشم کی کمزوری اور بنوامیہ کی حکومت کا باعث ہوا۔ جنگ جمل نے خلیفہ چہارم کی جنگی طاقت کو بہت کچھ صدمہ پہونچایا اور ابھی اس کا اثر زایل نہ ہوا تھا کہ امیر معاویہؓ افواج شام کے ساتھ صفین میں صف آرا ہوئے۔

جنگ جمل اور صفین کی لڑائیوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اگرچہ اس وقت عرب میں بچہ سے بوڑھے تک سپاہیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ لیکن بصرہ اور کوفہ کے لوگوں کو شامی تجربہ کار فوجوں سے کچھ نسبت نہ تھی۔

جنگ جمل میں طلحہؓ اور زبیرؓ کے اثر نے ان لوگوں کو جمع کرلیا تھا جن میں سے اکثر صرف ہوا خواہی کے جوش میں گھر سے نکلے تھے۔ درحقیقت اس وقت حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ایسا دشمن نہ تھا جو اسد اللہ پر غالب آسکتا۔ مگر خلیفہ چہارم کو طلحہؓ اور زبیرؓ اور ام المومنینؓ کے اثر کا ڈر ضرور تھا۔ اور اگر وہ سرعت کے ساتھ حریف کی پیش قدمی کو نہ روکتے تو تھوڑے عرصہ میں اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت علیؓ کے پُرزور ہاتھ بھی اس فتنہ کو فرو نہیں کرسکتے تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جمل جنگ صفین کا پیش خیمہ ہے۔

شام ان مسلمانوں کی چھاونی تھی جن کے ہاتھوں نے اس ملک کو فتح کیا تھا جنکی شمشیر آبدار کے سامنے قیصر دم بخود تھا۔ یہی مسلمان اس وقت تجربہ کار افسروں کے ماتحت عراق پر بڑھ رہے تھے۔ کچھ شک نہیں کہ اس وقت دونوں لشکر ایسے افسروں کے ماتحت کام کر رہے تھے جن کا نظیر تواریخ اسلام میں اسکے بعد نظر نہیں آتا۔ فریقین نے اپنی کل طاقت میدان کارزار میں جمع کردی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ جنگ جس میں بہت سی معرکہ آرائیاں ہوئیں ایسا خونریز ثابت نہیں ہوا جیسا کہ امید کی جاتی تھی ورنہ یقیناً مسلمانوں کی تباہی کے ساتھ اسلام کا بھی خاتمہ ہو جاتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوراندیش افسران فوج اس نتیجہ پر پہلے ہی سے پہنچ گئے تھے۔ اور اس لئے صلح

واتحاد کے لئے متواتر کوششیں کرتے رہے۔ طبریؔ نے اس جنگ کے واقعات مفصل بیان کئے ہیں اور بالخصوص ان امور کا بھی تذکرہ کیا ہے جو صلح کے متعلق تھے لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے اکثر واقعات بینہٖ قابل اعتبار نہیں۔ ایلچیوں کی گفتگو اموی دربار میں ایسے الفاظ سے شروع ہوتی ہے جو بایہ تہذیب اور ادب سے ساقط ہے۔ اور پند ونصایح کا دفتر جو درشتی اور سختی سے امیر معاویہؓ کے سامنے کھولا گیا اُسکی نسبت ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ یا تو یہ اختراعی روایت ہے یا حضرت علیؓ کے ایما اور ہدایت کے مطابق کارروائی نہ تھی۔ بلکہ اسکا محرک نادان دوستوں کا دلی جوش اور ناعاقبت اندیشی تھی۔ کیونکہ حضرت علیؓ کا علم وفضل اور علو مرتبہ کبھی اوس ناشائستہ گفتگو کو جائز نہیں رکھ سکتا تھا جو صریحًا ان کے مدعا کے مخالف تھا۔ تو تو اور میں میں کا نتیجہ کبھی صلح نہیں ہو سکتی۔ اور تعجب ہے کہ ایسے آدمی کس لئے ایلچی منتخب ہوئے جو اپنے فرائض کو انجام دینے کے بالکل ناقابل تھے۔ بجائے اسکے کہ ٹھنڈے دل سے مخالفوں کی گفتگو سنتے اور آشتی اور نرمی سے باتیں کرتے۔ اور جس غرض کے لئے اونہیں بھیجا گیا تھا۔ اوسے خوش اسلوبی سے انجام دیتے۔ یہ ایلچی جو حضرت علیؓ کی طرف سے امیر معاویہؓ کے پاس صلح کا پیغام لیکر گئے۔ جنگ کا اعلان دے کر آئے۔

دوسرے روز اس مشہور ومعروف جنگ کا آغاز ہو گیا۔ طرفین نے اپنی فوجوں کو سات حصوں میں تقسیم کیا اور میدان جنگ میں قائم کر دیا۔ ماہ ذی الحجہ میں متواتر چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں جنکا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ دریائے فرات پر اس وقت عربی طاقت بحالت سکون خیمہ زن تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فریق ایک دوسرے پر بہ ہیئت مجموعی حملہ کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ اور کسی کو ایک دفعہ ہجوم کر لڑنا منظور نہ تھا۔ ذالحجہ کے اختتام پر ماہ محرم کا چاند دکھائی دیا تو بوجہ حرمت جنگ موقوف ہو گیا۔ اس عرصہ میں پھر صلح واتحاد کی سلسلہ جنبانی ہوئی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ حضرت علیؓ شامیوں کو اپنی بیعت کے لئے کہتے تھے اور امیر معاویہؓ خون عثمانؓ کا مطالبہ کرتے تھے۔ اور قاتلان عثمانؓ کو طلب کرتے تھے۔ محرم کے اختتام پر پھر آتش جنگ بھڑک اُٹھی۔ لیکن ابھی تک کوئی خونریز لڑائی نہیں ہوئی اور اس لئے اس جنگ کا نتیجہ ابھی تک کسی فریق کے حق میں اچھا یا برا نہ تھا۔ درحقیقت فریقین لڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور انکے دل صلح کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ اور اگر ایلچی اپنی ذاتی اغراض اور خواہشات کو کچھ عرصہ کے لئے نظر انداز کر دیتے تو اس وقت تک جو کچھ خونریزی ہوئی کبھی نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ فریقین نے ایسے ایلچی

منتخب کئے جو کسی طرح اس خدمت کے لئے موزوں نہ تھے۔ اور اس لئے چند ماہ تک باہمی رسل و رسایل کا کچھ اثر ظہور میں نہ آیا۔

ہم نہیں چاہتے کہ اون مبالغہ آمیز روایتوں کو جنپر ہم کسی طرح اعتبار نہیں کر سکتے معرض تحریر میں لائیں۔ جو کچھ ایک فریق کی مدح اور دوسرے کی مذمت میں مؤرخین نے لکھا ہے وہ صرف راویوں کی خوش اعتقادی اور دلی بغض کا نتیجہ ہے۔ اور ہم پسند نہیں کرتے کہ یہ روایتیں ایسی دنیا کے سامنے پیش کریں جو واقعات کو تنقیدی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس جنگ کے حالات نہایت مبالغہ آمیز روایتیں ہیں جن میں خوش اعتقادی نے فضایل کے پیرایہ میں جھوٹ ملا دیا ہے لیکن غور و فکر سے صحیح صحیح واقعات کا پتہ آسانی سے مل سکتا ہے۔

تاریخ اسلام میں یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہر ایک شخص خلیفہ وقت کے ساتھ اکثر حیثیتوں میں ہمسری اور برابری کا دعوی کرتا تھا۔ اور باوجود احساس اطاعت و ادب خلافت خلیفہ کو کبھی حق سے تجاوز کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ وہ آزادی جسکا خاتمہ اموی شخصی حکومت نے کر دیا۔ اس وقت ہر ایک مسلمان کے قول و فعل سے ظاہر ہوتی تھی۔ وہ واقعات جو خلیفہ سوم کے قتل اور جنگ جمل و صفین سے متعلق ہیں اس دعوی کی زبردست تائیدی شہادت ہیں۔ فی زمانہ ہماری ذاتی رائے کسی خاص شخص یا فریق کی نسبت خواہ کچھ ہی ہو۔ انصاف تقاضا کرتا ہے کہ اوس زمانہ کے حالات اور واقعات کی بنا پر اُن لوگوں کے خصایل اور قول و فعل کی نسبت رائے قائم کرنی چاہیئے۔ مؤرخین نے بیشمار ایسے واقعات لکھے ہیں جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عرب نہایت آزاد منش اور دلیر اور بہادر قوم تھی۔ ہم ان واقعات کو اس جگہ مثالاً بیان نہیں کرتے صرف اسی قدر کہنا چاہتے ہیں کہ ان اوصاف کے قیصر و کسری بھی معترف تھے۔ اگر فی زمانہ مسلمان قبول نہ کریں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کوئی شخص جو آزاد اور دلیر ہو گا کبھی ضمیر فروش نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کسی فریق پر بزدلی کا الزام اور خود غرضی اور بے ایمانی کا اتہام واقعات کے مخالف ہے۔

اس وقت صفین میں دریائے فرات کے کناروں پر دو لاکھ کے قریب سوار و پیادہ کی جمعیت تھی اور اس میں کچھ شک نہیں شامی تعداد میں زیادہ تھے۔ اور نیز سامان حرب بہ نسبت عربیوں کے زیادہ تھا۔ اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ ان میں وہ بہادر سپاہی تھے۔ یا اون بہادروں کی اولاد تھی جنہوں نے

ایران وشام ومصر کو فتح کیا تھا۔ علاوہ ازیں ان میں ایسے مدبر موجود تھے جن کا نظیر تواریخ عالم میں مشکل سے ملیگا۔ ایک شخص انمیں ایسا تھا جسکی نسبت گبن لکھتا ہے کہ "عمرو بن العاص اکیلا ایک فوج کے برابر تھا"۔ باوجود اس قدر لاؤ لشکر اور سامان حرب اور جنگی طاقت کے کسی طرح یقین نہیں ہوسکتا کہ شامیوں نے جب بزور شمشیر حصول غلبہ ناممکن دیکھا نہیں بلکہ شکست کھائی تو "الحرب خدعۃ" پر عمل کیا۔ اور فریب سے کام لیا۔

واقعات جنگ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مسلمان عموماً مسلمانوں کا خون بہانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے آغاز جنگ سے پیشتر ہی صلح کے خواہاں تھے۔ اور اس لئے برابر ایلچیوں کی آمد و رفت اثناء جنگ میں بھی جاری رہی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے لکھا ہے۔ یہ ایلچی اس خدمت کے بالکل موزون نہ تھے۔ ان کے ذریعہ سے کچھ کام نہ نکلا۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ انکی معرفت بار بار صلح کا پیغام عام مسلمانوں کی تحریک کا نتیجہ تھا جس سے فریقین کی دلی کیفیت کا صحیح صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔

ماہ ذالحجہ میں جنگ کا آغاز ہوا اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے باہمی چھیڑ چھاڑ جاری رہی۔ لیکن ان لڑائیوں میں بھی صلح کی جھلک نظر آتی تھی۔ فریقین ایک دوسرے سے ملتے اور اس طرح اُن کے خیالات کا تبادلہ ہوتا رہتا۔ ماہ محرم کی حرمت نے دونوں فوجوں کے ہاتھ روک دیئے۔ اور اس عرصہ میں صلح واتحاد کی باتیں اپنا اثر کرتی ہیں۔ افسوس ہے کہ ہر ایک موقعہ پر ایسے شخص ایلچی منتخب ہوتے رہے ہیں جو جوش دل کے باعث کبھی کامیاب نہ ہوئے بلکہ یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ صرف یہی لوگ مسلمانوں میں خونریزی کا باعث ہوئے۔ اپنے فرائض منصبی ان لوگوں نے اپنے افسروں کی تعریف وتوصیف اور سخت کلامی کے ساتھ مطالبات کا تذکرہ کرنا ہی سمجھا۔ غیور طبائع پر اسکا اثر یہی کچھ ہوا کہ تین ماہ تک دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پڑی رہیں۔ کبھی کبھی اپنی تیغ آبدار کے جوہر دکھاتے۔ اور بعض دفعہ تو خونریز لڑائیاں بھی ہوئیں۔ عمار بن یاسر رسول اللہ کے مشہور صحابی حضرت علیؓ کے جان نثاروں میں سے تھے۔ رایت ان کے ہاتھ میں تھا اس لئے بذات خود داد شجاعت نہ دے سکتے تھے۔ ایک شخص کو کہا کہ تھوڑی دیر کے لئے اس رایت کی حفاظت کرنا تاکہ مجھے بھی اس جنگ میں کچھ حصہ لینے کا موقع ملے۔ اس نے جواب دیا کہ رایت کی حفاظت لڑنے مرنے سے بہتر ہے۔ مگر ان کے اصرار پر رایت ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ معزز صحابی شمشیر بکف شامیوں کی صفوں میں گھس آئے۔ اور اسی جگہ کام آئے۔ ان کے قتل کا افسوس

ہر ایک مخالف و موافق کو ہوا۔ امیر معاویہؓ نے عمروؓ بن العاص کو کہا کہ "دیکھتے ہو کیسے کیسے معزز لوگ ہماری وجہ سے جان پر کھیل رہے ہیں"۔ عمروؓ بن العاص نے آہ بھر کر کہا "کاش آج سے بیس برس پہلے میں قبر میں ہوتا"۔

ان واقعات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ فریقین کس بددلی سے لڑ رہے تھے۔ اور اگرچہ پُرجوش اصحاب دونوں جانب سے مرنے مارنے پر تلے ہوئے تھے لیکن فی الحقیقت ان کی تعداد بہت کم تھی اور یہ لوگ یا تو میدان جنگ میں کام آئے یا رفتہ رفتہ دیگر مسلمانوں کے ہمخیال طوعاً یا کرہاً ہو گئے۔ عام مسلمان اس وقت صلح پر جھکے ہوئے تھے لیکن میدان جنگ میں کوئی شخص اپنے خیالات کا اظہار کر کے بزدلی کا ملزم بننا نہیں چاہتا تھا۔ اور غالباً آخر دم تک یہ خواہش دل ہی دل میں رہتی۔ اگر ایک شخص اور صرف ایک شخص کا حزم و احتیاط اور دور اندیشی اسکے اظہار کا باعث نہ ہوتی۔ یہ شخص عمروؓ بن العاص فاتح مصر تھا۔ فریقین کے دلی خیالات کا علم اسے بخوبی تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ مسلمانوں کی خواہش صلح ایلچیوں کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس دانا شخص نے خود انہی لوگوں کو صلح کا موقعہ دیدیا جو دل سے سکے خواہاں تھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ابھی تک اسکا یہ خیال تھا کہ حسب معمول ایلچیوں کے ذریعے سے ان شرائط پر صلح ہو جائیگی جو طرفین انصافاً منظور کر سکتے تھے لیکن واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ ناممکن الوقوع امر تھا۔ اور چونکہ عمارؓ بن یاسر کے قتل سے جنگ کی صورت نہایت خوفناک ہو گئی تھی اس لئے دور اندیش مدبّر تاڑ گیا کہ اگر یہی صورت رہی تو خواہ کسی فریق کا غلبہ ہو مسلمانوں کی تباہی میں کچھ شک نہیں۔ دوسرے دن جب کہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف بستہ کھڑی تھیں اور تھوڑی دیر میں امید کی جاتی تھی کہ ایک سخت خونریز اور غالباً فیصلہ کن لڑائی واقع ہوگی۔ عمروؓ بن العاص کے حکم سے قرآن شریف نیزوں پر بلند کئے گئے۔ آناً فاناً اس بحر موجزن میں جو دریائے فرات کے ساتھ ایک اور خون کا دریا بہانے کے لئے تیار ہو رہا تھا سکون پیدا ہو گیا۔ ہر ایک شخص نے خوشی خوشی لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔ اور اس طرح جنگ صفین کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اس طرح ایک شخص کی عقل خداداد نے مسلمانوں کو تباہی سے بچا لیا۔

جنگ صفین جس کا خاتمہ صلح پر ہوا اگرچہ ہماری رائے میں جنگ جمل سے زیادہ خونریز نہیں تھا۔ لیکن تواریخ اسلام میں بہ لحاظ نتائج خاص وقعت کے قابل ہے۔ خون عثمانؓ اس جنگ کا بہانہ یا باعث تھا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر یہ باعث نہ ہوتا تو جنگ صفین بھی وقوع میں نہ آتا۔ یہ ممکن تھا کہ بنی امیہ

خلافت کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے تھے لیکن انہیں کبھی کامیابی نہ ہوتی۔ اس کے مطالبہ پر انکی حمایت
پر عام مسلمانوں کی ہمدردی تھی۔ اور اس سے بنی امیہ نے وہ فائدہ اُٹھایا جسکی غالباً ابتدا میں انہیں امید نہ تھی
اور جس کا عام مسلمانوں کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ خون عثمانؓ کا مطالبہ یعنی جنگ کا خاتمہ تو صفین پر ہوگیا۔
اور صلح کی شرائط حکمین (ابو موسیٰؓ اور عمرؓو بن العاص) کے فیصلہ پر جو انہوں نے آٹھ ماہ بعد "دومتہ
الجندل" پر دیا طے ہوگئیں۔ آٹھ مہینے کے عرصہ میں ابتدائی خیالات کی بالکل کایا پلٹ گئی تھی فریقین
کی پولیٹکل چالوں کا اثر حکمین کے فیصلہ پر ضرور ہوا۔ لیکن ہماری رائے میں جو کچھ اُس زمانہ کے حالات
تقاضا کر رہے تھے وہی کچھ فیصلہ کی صورت تھی۔ اس فیصلہ کے متعلق جس قدر روایتیں بیان کیجاتی
ہیں۔ انمیں اس قدر مبالغہ اور جھوٹ کی آمیزش ہے کہ ایک محقق بمشکل انپر اعتبار کرے گا۔ ان روایتوں
سے قطع نظر کر کے ہم اس واقعہ کی تصدیق پر تیار ہیں کہ ابو موسیٰؓ کی یہ رائے تھی کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ
دونوں کو خلافت سے برطرف کیا جائے اور پھر شوریٰ کے فیصلہ پر خلیفہ کا انتخاب ہو۔ عمرو بن العاصؓ
اس سے ایک حد تک متفق تھے، یعنی حضرت علیؓ کے عزل کا ان کے حکم کو اختیار تھا۔ لیکن امیر معاویہؓ
کی برطرفی انہیں منظور نہ تھی، حکمین نے اپنا اپنا فیصلہ سُنا دیا۔ اگر اسے منظور کیا جاتا تو امیر معاویہؓ بلا شرکت
غیرے دنیائے اسلام پر بحیثیت خلیفہ حکمران ہوتے، لیکن ابو موسیٰؓ کا فیصلہ اسی فریق نے رد کیا
جن کے وہ حکم تھے۔ اور عمرو بن العاصؓ کی رائے بحال رہی۔ لیکن حکمین کے فیصلہ کی ترمیم اس طرح
کی گئی کہ ممالک اسلام حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان اتفاقاً تقسیم ہو گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ[۲۰] اور
دمشق کو دار الخلافتین کا اعزاز حاصل ہوگیا۔ مدینہ منورہ سے انتقال خلافت ہمیشہ کے لئے ہوگیا۔ کوفہ

حاشیہ نمبر ۲۰ ۔ کوفہ کی بنا سنہ ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ کے عہد میں سعدؓ بن وقاص نے ڈالی تعمیر کی
کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سعدؓ نے ملک عراق کی فتح اور ایران کی تسخیر کے بعد پائے تخت مداین میں
قیام اختیار کیا۔ آب ہوا کی ناموافقت سے عربوں کے رنگ رو متغیر ہو گئے۔ اِس لئے حضرت عمرؓ کے حکم سے
سعدؓ نے سلیمانؓ اور حذیفہ کو اس غرض سے روانہ کیا کہ کوئی ایسی جگہ تلاش کریں جو دریا کے کنارہ اور خشکی سے
متصل اور مقر خلافت کے درمیان کوئی دریا یا پُل حایل نہ ہو۔ نہر فرات کے اُس کنارہ پر جو فرات اور حیرہ کے
مابین واقع ہے ایک قطعہ اراضی پسند کیا گیا۔ ابتدا میں بانسوں کے مکانات تعمیر کئے گئے۔ ایک دفعہ آگ لگ
گئی۔ تو عمرؓ نے خشت خام کی عمارتوں کی اجازت اس شرط پر دی کہ کوئی شخص تین گھروں سے زیادہ نہ بنائے،

حضرت علیؓ کی زندگی تک یعنی بہت تھوڑا عرصہ پایہ خلافت رہا۔ درحقیقت خلافت بالاستقلال دمشق میں منتقل ہو گئی۔

اِس فصل کو ہم انہی واقعات پر ختم کرتے ہیں۔ اگلی فصل میں اُن واقعات کا تذکرہ کریں گے جو دمشق کی قابل رشک عزت کا باعث ہوئے۔"

اور مکانات بہت بلند تعمیر نہ کئے جائیں۔

کوفہ ایک عربی چھاونی تھی خشت خام کے مکانات کے گرد عربی خیمہ تھے خلیفہ دوئم نے کبھی کسی شخص کو پختہ مکان بنانے کی اجازت نہ دی۔ مدعا یہ تھا کہ عرب اس جگہ مستقل رہائش کے اسباب جمع نہ کرسکیں اور ہر وقت سفر کے لئے طیار رہیں۔ بوقت ضرورت ایسے مکانوں کو چھوڑنا شاق نہ گذرے۔ رفتہ رفتہ کوفہ ایک شہر بن گیا۔ اور آخر حضرت علیؓ کے عہد میں دارالخلافت مدینہ سے کوفہ میں منتقل ہو گیا۔

حضرت علیؓ نے کوفہ کو کس لئے دارالخلافت کے لئے منتخب کیا؟ اور مدینۃ النبی سے کس لئے ہجرت کی؟ ان سوالوں کا جواب چند الفاظ میں یہ ہے کہ ان واقعات نے جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں حضرت علیؓ کو مجبور کیا کہ عرب سے نکل کر عراق میں اقامت اختیار کریں۔ بات یہ ہے کہ عرب کو ان پر اور ان کو عرب پر اعتماد نہ تھا خالص عربی نسلیں بنو امیہ کی معاون تھیں اس لئے قدرتاً آپ کو ایسے لوگوں سے امداد طلب کرنی پڑی جو اہلبیت کی محبت کا دم بھرتے تھے۔ کوفہ میں عربیوں اور عراقیوں اور ایرانیوں کی آبادی کے اختلاط نے ایک عجیب صورت پیدا کر رکھی تھی۔ ایک ہی جگہ مختلف اقوام کی موجودگی میں کسی شورش کا احتمال نہ تھا۔ عربیوں کے مقابل ایرانی اور ایرانیوں کے مقابل عراقی امداد مل سکتی تھی۔ اور ابتدائی خیال یہ تھا کہ اپنے ہوا خواہوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اس تفضا داتے سے جو مدینہ میں اپنا کام کر رہا تھا۔ بچنے کے لئے بظاہر انتقال دارالخلافت کے سوا کوئی اور بہتر تجویز نہ تھی۔ مگر افسوس ہے کہ اس وقت اس کا نتیجہ بھی مضر ثابت ہوا۔

انتقال دارالخلافت ان واقعات کی جو اس وقت اسلامی دنیا میں پیش آرہے تھے بخوبی تشریح کرتا ہے جس کا تذکرہ ہم مفصل کریں گے۔

فصل سوم

جنگ جمل اور صفین کا باعث خون عثمانؓ تھا اور دمشق جمل اور صفین کے سبب پایۂ خلافت بنگیا
اس لئے یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ خون عثمانؓ ہی ایک ایسا واقعہ ہے جس کا نتیجہ بنو امیہ کی حکومت ہے پیشتر اسکے
کہ ہم دمشق کی نسبت بہ حیثیت دارالخلافت کچھ لکھیں اون اسباب کا تذکرہ جو بنی امیہ کی حکومت کا باعث
ہوئے مفصّل کرتے ہیں۔ یہ اسباب جنگ صفین میں پیدا ہو گئے تھے۔ یہ بالکل صحیح رائے ہے کہ جنگ
صفین بہ لحاظ نتائج ایک نہایت ہی مہتم بالشان واقعہ ہے۔ اور اس سے زیادہ قابل رقعت خون عثمانؓ
کی دلخراش داستان ہے۔

جس وقت نیزوں پر مصحف بلند کیا گیا حضرت علیؓ کی فوج دو جماعتوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک فریق
جو تعداد اور اثر میں کم تھا لیکن لڑنے مرنے کے لئے دلیرانہ قدم آگے رکھتا تھا صلح کے برخلاف رائے
دیتا۔ دوسرا فریق جس میں اکثر عراقی تھے کہتا تھا کہ دعوت قرآن سے انکار کرنا کفر ہے اور چونکہ دل سے
صلح کا خواہان تھا اس لئے مخالف الرائے اصحاب سے بگڑ بیٹھا۔ اگرچہ جنگ کا خاتمہ ہو گیا لیکن جانثاروں
کی ایک بڑی تعداد حضرت علیؓ سے اسی وقت سے علیحدہ ہو گئی۔ یہ فریق بعد میں "خوارج" کے نام سے مشہور ہوا۔
اگرچہ ان لوگوں کو امیر معاویہؓ سے کوئی ہمدردی نہ تھی لیکن ان کی علیحدگی بنی ہاشم کی کمزوری کا باعث ہوئی
اور جس قدر ہاشمی طاقت کمزور ہوتی گئی امیہ زور پکڑتے گئے۔

۳۷ھ میں حضرت علیؓ انہی لوگوں کی سرکوبی کے لئے نہروان کی طرف کوچ کر رہے تھے خوارج دن
بدن زور پکڑتے جاتے تھے۔ اگرچہ حضرت علیؓ نے نہایت کوشش کی کہ ان لوگوں کو پھر اپنے ساتھ ملائیں
مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ نرمی و ملاطفت سے کام لیا اور اکثر اوقات بطریق حسن مناظرہ بھی کیا لیکن خوارج راہ راست
پر نہ آئے۔ ان لوگوں نے اپنا شعار لاحکم الا للہ مقرر کیا ہوا تھا۔ مدعا یہ تھا کہ چونکہ جنگ صفین کا
خاتمہ کلام اللہ پر ہوا تھا۔ اس لئے خلافت کا فیصلہ بھی کتاب خدائے عزوجل پر ہونا چاہئے تھا عمرو بن العاصؓ
اور ابو موسیٰؓ کو حکم مقرر کرنا شرک تھا۔ اور ان کی رائے پر خلافت کا فیصلہ کفر تھا۔ ان لوگوں نے امیر معاویہؓ
کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھی مطعون کیا۔ اور کفر و شرک کا فتویٰ ان کے برخلاف صادر کئے۔ عام مسلمان ان کی

باتوں میں آگئے۔ اور ان کی جمعیت روز بروز بڑھتی گئی۔ اور آخر ان لوگوں نے عبیداللہ بن وہب راسبی کو اپنا امیر مقرر کیا اور نہروان پر جمع ہونے لگے۔ یہ مقام "بغداد" اور "واسط" کے درمیان دریائے دجلہ سے چار میل جانب شرق واقع ہے۔ اس جگہ قریب پچیس ہزار خوارج جمع ہو گئے۔ اور عام مسلمانوں کو جوان کے عقائد سے مخالفت کرتے قتل کرتے۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی تو ان لوگوں کے راہ راست پر لانے کے لئے نہرواں پر آئے۔ اور اپنے لشکر کے باہر ایک جھنڈا نصب کر کے اعلان کر دیا کہ جو شخص اسکے نیچے آئیگا امان پائے گا۔ اسکے بعد اتمام حجت کی اور خوارج کو سمجھایا کہ اپنی حرکات ناشائستہ سے باز آئیں۔

بات اصل میں یہ ہے کہ حضرت امیرؓ خوارج سے جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اول تو آپ کا یہ خیال تھا کہ یہ لوگ جنگ صفین سے پیشتر میرے جان نثار ہوا خواہ تھے۔ ایک معمولی بات پر اختلاف ہو گیا اور ممکن ہے کہ نرمی اور ملاطفت سے باز آئیں۔ دوم حضرت علیؓ کو ان لوگوں کا اس قدر خوف نہ تھا جس قدر امیر معاویہ کا فکر لاحق ہو رہا تھا۔ آپ کا ارادہ تھا کہ پہلے شام کی مہم سے فراغت ہو تو پھر ان لوگوں کا بند وبست ہو جائیگا اس وقت حضرت علیؓ نے عبیداللہ امیر خوارج کو کہلا بھیجا کہ "تم میرے دوست تھے اور دوست بھی ایسے کہ پسینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار رہتے۔ اب بلاوجہ دشمنی پر کمربستہ ہو۔ آؤ پھر وہی رشتہ اخوت و مروت قائم کریں اور بالاتفاق شام کا قصد کریں"۔ جواب ملا کہ "تمہارا ارادہ ہے کہ پھر شامیوں سے جنگ ہو اور وقت پر پھر حکم مقرر کئے جائیں"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "حکم میں نے مقرر نہیں کئے تھے بلکہ تم نے مجھے مجبور کیا تھا۔ اب بجائے اسکے کہ تم اپنی غلطی پر نادم ہو تم الٹا مجھے شرمندہ کرتے ہو"۔ خوارج نے کہا کہ "ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور اس وقت بھی کیا تھا۔ اور حکمین کے تقرر کے برخلاف تھے لیکن تم اس پر قائم رہے ہم کہتے تھے کہ "لاحکم الا اللہ" لیکن تم عمرو بن العاصؓ اور ابو موسیٰؓ کے فیصلہ کے منتظر تھے۔ ہم کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میدان جنگ میں خلافت کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ مگر تم نے دو شخصوں کی رائے پر رضامندی ظاہر کی اور انہیں آٹھ ماہ کی مہلت دی۔ اے علیؓ! تم نے اللہ عزوجل کا ارشاد کہ "ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الکافرون ان الحکم الا للہ" فراموش کر دیا۔ اور دو آدمیوں کی ذاتی رائے کو اس پر مقدم کر دیا۔ اگر ہم سے غلطی ہوئی تو ہم نادم ہوئے اور توبہ کی۔ تم نے صریحاً کفر کیا اب توبہ کرو اور از سر نو مسلمان بنو۔ اگر تم نے ہماری نصیحت پر عمل کیا تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور شامیوں سے لڑینگے"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "معاذ اللہ۔ میں وہ شخص ہوں کہ سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہا۔ اور میں نے کبھی کوئی ایسا فعل نہیں کیا جو کفر کی حد تک پہونچتا ہو۔
جنگ صفین میں جب تم نے مصحف کو دیکھکر ہتھیار رکھدیئے اور میں نے چارو ناچار تمھارا کہا مانا۔ اور جو کچھ
عہد کیا اس پر قائم رہا۔ میں ہرگز اسے توڑ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اوفوا بالعھد اللہ
اذا عاھدتم'' اور حکم کا تقرر اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہوا تھا کہ ''یحکم بہ ذوی عدل منکم''
چونکہ حکم کا تقرر بحکم اللہ ہوا اس لئے کوئی کفر و شرک نہیں''۔ خوارج نے کہا کہ ''بیشک لا یحکم الا بحکم
اللہ ولا حکم الا اللہ''۔

حضرت علیؓ نے دیکھا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانینگے۔ اس لئے ارادہ کرلیا کہ پہلے گھر
کی خبر لینا چاہئے۔ پھر شام کا قصد کریں گے۔ حضرت علیؓ کے اعلان امن پر خوارج کا اکثر حصہ آپ سے آملا۔ لیکن
ابھی تک عبید اللہ بن وہب مخالفت پر اڑا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے ایک اور موقع دیا۔ اور اعلان
کردیا کہ جب تک خوارج حملہ آور نہ ہوں اس طرف سے پیش دستی نہ کی جاوے۔ آخر خوارج نے جنگ کی ابتدا
کی۔ اور ایک سخت خونریز جنگ کے بعد پیٹھ دکھائی۔ اور جدھر جس کا منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ انکا تعاقب نہایت
سرگرمی سے کیا گیا۔ انبار۔ مداین۔ اور شہر زور اور دیگر مقامات پر بقیۃ السیف سے مٹھ بھیڑ ہوئی اور سوائے
چند گنتی کے آدمیوں کے کوئی نہ بچا۔

خوارج کا قلع قمع خاطر خواہ ہوگیا لیکن اس عرصہ میں امیر معاویہؓ بیفکر نہ تھا۔ وہ برابر اپنے حریف کی
طاقت کم کرنیکے لئے جوڑ توڑ میں لگا ہوا تھا۔ ادھر حضرت علیؓ خوارج کی بیخکنی کر رہے تھے اور ادھر امیر معاویہؓ
مصر پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھا۔ اس وقت قیس بن سعد حضرت علیؓ کی طرف سے عامل مصر تھا۔ یہ شخص اعلیٰ
درجہ کا مدبر تھا۔ اور حضرت علیؓ کے دلی ہوا خواہوں میں سے تھا۔ مصر ایک ایسی جگہ تھی جہاں کسی معمولی
عقل و ہمت کے آدمی کا کام نہ تھا کہ حکومت کرسکے۔ ابتدا میں قیس کو سخت مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اکثر
اشخاص نے خراج ادا کرنے سے انکار کردیا اور عذر یہ کیا کہ ابھی تک خانہ جنگی کا خاتمہ نہیں ہوا ہے
قسمت جس شخص کے حق میں فیصلہ کرے گی وہی شخص اس ملک کا مالک ہوگا۔ اگرچہ یہ عذر نہیں نہایت
نامعقول تھا لیکن قیس نے مصلحتاً خاموشی اختیار کی۔ اور نرمی اور ملاطفت سے ان لوگوں کو راہ راست
پر لایا۔ ایک گروہ نے اگرچہ خراج قبول کیا لیکن بیعت سے صاف انکار کردیا کہ دو بادشاہ ایک اقلیم میں
نہیں رہ سکتے۔ ان میں سے غالب کی اطاعت کریں گے۔ قیس نے اس وقت ان لوگوں سے زور شمشیر

بیعت لینا صریحاً مصلحت کے خلاف سمجھا۔ اور اس لئے جو کچھ کسی نے خلاف کہا اغماض کیا۔ رفتہ رفتہ ملک میں امن ہوتا گیا اور قیس کے اخلاق حمیدہ کا ہر ایک شخص مداح بن گیا۔ امیر معاویہؓ نے قیس کو نامہ لکھا اور دعوت دی۔ قیس نے جواب لکھا کہ "دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ خانہ جنگی کا خرخشہ مٹ جائے تو پھر دیکھا جائیگا۔"

امیر معاویہؓ نے پھر لکھا کہ صاف صاف کہو کہ میرا ساتھ دوگے یا نہیں۔ اگر دوستی کا اظہار کرتے ہو تو صاف الفاظ میں کرو۔ اور اگر دشمنی پر کمربستہ ہو تو ویسے کہو۔" قیس درحقیقت امیر معاویہ کو باتوں میں ٹالنا چاہتا تھا۔ اور اس امر کا خواہاں تھا کہ کچھ عرصہ تک یعنی جبتک مصر میں اسکے قدم اچھی طرح جم جائیں اور اہل مصر حضرت علیؓ کی اطاعت پر ثابت قدم ہو جائیں مصر بیرونی اور اندرونی خرابیوں سے پاک ہو جائے امیر معاویہؓ کی توجہ اس طرف نہ ہو لیکن شام اور مصر میں کچھ ایسا قدرتی تعلق ہے کہ حاکم شام کو قدرتاً مصر کا خیال ہونا چاہئے۔ اور امیر معاویہؓ ایسا شخص نہ تھا کہ مصر کے بغیر آرام سے بیٹھتا۔ ابتدا میں امید بندھ گئی کہ مصر کی حکومت بغیر خونریزی کے ملتی ہے۔ کیونکہ قیس نے ان لوگوں کو جو بیعت سے انکار کرتے تھے مجبور نہ کیا تھا۔ لیکن آخر دانا امیر تاڑ گیا کہ قیس کا مدعا کیا ہے۔ اگرچہ امیر معاویہ کسی قدر مایوس ہو گیا۔ مگر ان باتوں کا نتیجہ خاطرخواہ ان کے حق میں مفید ثابت ہوا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ کے پاس شکایت کی قیس نے ان لوگوں کو بیعت پر مجبور نہیں کیا جو مصر میں معاویہؓ کے ہوا خواہ ہیں۔ اور معاویہؓ سے خط وکتابت کر رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے عبداللہؓ بن جعفر الطیار اور محمد بن ابو بکرؓ کے مشورہ سے قیس کو لکھا کہ جو لوگ بیعت سے انکار کرتے ہیں ان کے ساتھ جنگ کرو۔ قیس نے جواب میں لکھا کہ جنگ مصلحت کے سراسر خلاف ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دشمن کی طرف سے مطمئن ہو کر ان لوگوں کی خبر لوں۔ سردست ان لوگوں کو بیعت پر مجبور کرنا اور انکار پر جنگ کرنا اپنی طاقت کو کمزور کرنا ہے۔ تدبیر یہی ہے کہ جس وقت دشمن کی طرف سے اطمینان ہو جائیگا۔ یہ لوگ خود بخود بیعت پر رضی ہو جائینگے۔" اس نامہ کا اثر حضرت علیؓ پر یہ ہوا کہ قیس کی طرف سے شک و شبہ پیدا ہو گیا۔ قیس کو معزول کر کے محمدؓ بن ابو بکرؓ کو حاکم مصر مقرر کیا۔ محمدؓ بن ابی بکرؓ نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ان لوگوں سے جنگ شروع کر دیا جو بیعت علیؓ سے انکار کرتے تھے۔ دو دفعہ لشکر کشی کی۔ اور شکست فاش کھائی۔ حضرت علیؓ کو اطلاع دی تو آپ نے سمجھ لیا کہ یہ کام سوائے مالک بن اشتر اور قیس بن سعد کے اور کسی سے سرانجام نہ پائے گا۔

قیس نے تو انکار کر دیا۔ مگر مالک مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ قضا الٰہی سے سفر آخرت پیش آیا۔ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی کے ہوا خواہوں نے شہد میں زہر دے دیا تھا۔ امیر معاویہ نے سنا تو کہا۔

حضرت علی کو سخت قلق ہوا۔ محمد بن ابی بکر رضہ کو نامہ لکھا کہ دشمنوں پر سختی کرو جب تک اطاعت نہ کریں یہ لوگ جن سے محمد جنگ کر رہا تھا مصر میں فی الحقیقت بنی امیہ کے ہوا خواہ تھے۔ انکا سردار ایک شخص معاویہ بن خدیج تھا۔ اگرچہ اسکی حیثیت اس درجہ کی نہ تھی کہ محمد رضی کے مقابل صف آرا ہوتا۔ مگر اسے در پردہ شام سے برابر امداد مل رہی تھی۔ مالک بن اشتر کے انتقال پر محمد بن ابی بکر رضہ نے ارادہ کر لیا کہ باغیوں سے ایک دفعہ خوب جی کھول کر لڑوں۔ اس وقت اس کے ہمراہ چار ہزار کی جمعیت تھی۔ اور یہ عجب بات ہے کہ معاویہ بن خدیج کا لڑکا اسکی فوج میں تھا۔ اور باپ کی مخالفت پر اڑا ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ محمد رضہ کو کامیابی ہوتی۔ لیکن اس اثنا میں عمرو بن العاص سات ہزار کی جمعیت سے مصر پر اتر آیا۔ محمد رضہ کا بھائی عبدالرحمٰن اسکے ہمراہ تھا۔ شہر کے اندر اور باہر قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ آخر محمد بن ابی بکر رضہ تنہا رہ گیا۔ اور معاویہ بن خدیج کے ہاتھ پڑا۔ عبدالرحمٰن نے عمرو بن العاص سے سفارش کی۔ عمرو نے معاویہ بن خدیج کو کہلا بھیجا کہ محمد رضی کو عبدالرحمٰن کے حوالہ کر دو۔ مگر اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بیٹے کے خون سے دریغ نہیں کیا۔ محمد رضی کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ ایک گھوڑے کا پیٹ چاک کر کے محمد رضی کو زندہ بند کر کے آگ میں جلا دیا۔

اس واقعہ نے امیہ کو بالاستقلال مصر کا مالک بنا دیا۔ اور اس طرح حضرت علی کے ہاتھ سے ایک اور ملک نکل گیا۔ جو انکی کمزوری اور حریف کی طاقت بڑھانے کا باعث ہوا۔

اس وقت مطلع دنیا اسلام پر تیرہ و تار گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ خانہ جنگی کی آگ ایسی مشتعل ہو رہی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو کچھ شک نہیں عرب اور شام کو خاک سیاہ بنا دیتی۔ اسلام کی بنا کچھ ایسی مضبوط تھی کہ اسے جنبش نہ ہوئی مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب اسی زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ امیہ اور بنو ہاشم میں خلافت کے جھگڑے تو ایام جاہلیت سے چلے آتے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ اسلامی زمانہ میں اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت اور مسلمان دونوں تباہ ہو گئے۔ اس وقت ایک خاندان کے رکن اتفاق اور امن سے ایک گھر میں زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے۔ اگر باپ امیہ کا طرفدار ہے

تو بیٹا بنو ہاشم کا ہوا خواہ ہے۔ دو حقیقی بھائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ وہ اخوت جو اسلام نے قائم کی اس خانہ جنگی نے توڑ دی۔ یہ ممکن ہے کہ ہر ایک شخص نیک نیتی سے ہاشمیہ و امیہ کی کارروائی میں حصہ لیتا تھا لیکن اس کا انجام کیا ہوا۔ ایک شخص جو ٹھنڈے دل سے ان واقعات پر غور کرتا ہے اور اُس عالیشان زمانہ کو دیکھتا ہے جو صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی خلافت میں مسلمانوں کو نصیب ہوا تو کچھ شک نہیں کہ وہ ضرور اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ فاروق اعظمؓ کے بعد کوئی ایسا شخص خلیفہ ہونیکے قابل تھا۔ جو بنو امیہ اور بنو ہاشم سے نہ ہوتا۔ اگر ایسی صورت ہوتی تو قتل و غارت کی یہ دلخراش داستان جو ہم بیان کر رہے ہیں اور جو فی الحقیقت مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہوئی نہ سُنتے۔ عبیداللہ بن زیاد، مختار ثقفی حجاج بن یوسف اور ابو مسلم خراسانی جن کے مہیب نام سُنکر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں دنیا میں گمنام اشخاص ہوتے۔

فی زمانہ یہ آرزو کہ کاش حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے بجائے کوئی ایسا شخص خلیفہ ہوتا جیسا کہ پہلے دو اصحاب رسول کریم تھے صرف ہماری ہی دلوں میں نہیں ہے بلکہ "خوارج" کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خیال اس وقت بھی خاص خاص دماغوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ دلی مدعا پورا کرنے کے لئے خوارج نے ایسی کارروائیاں کیں جو انتہا درجہ تک پہونچ گئی تھیں۔ خانہ جنگی کی آگ چار سال سے مشتعل ہو رہی تھی اور ابھی تک اس کے فرو ہونیکی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ہزارہا بندگان خدا کا خون پانی کی طرح بہ چکا تھا مگر ابھی تک کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

سنہ ۴۰ھ میں مسجد کوفہ میں تین شخص جمع ہوئے۔ اور امیر معاویہؓ۔ عمرو بن العاصؓ اور حضرت علیؓ کے قتل پر آپس میں عہد کیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہی تین آدمی ایسے ہیں جن کی ذات سے دنیا، اسلام تباہ ہو رہی ہے اور اگر یہ موجود نہ ہوں تو امن ہے مسلمان جس طرح چاہیں اور جسکو چاہیں خلیفہ بنائیں۔

۱۷ ماہ رمضان اس تجویز پر عمل کرنے کی تاریخ مقرر ہوئی۔

ان میں سے "برک بن عبداللہ التیمی" تو شام کی طرف اور "عمرو بن بکیر التیمی" مصر کی جانب امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی کوفہ میں تاریخ مقررہ کا انتظار کرنے لگا۔ آخر یوم معہود آ گیا۔ علی الصباح جبکہ موذن لوگوں کو نماز کے لئے بلا رہا تھا۔ امیر معاویہؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ حاضرین تعظیم کے لئے اُٹھے۔ ان میں برک بن عبداللہ بھی تھا۔ موقع پاکر تلوار

نکالی کچھ آدمیوں نے بھانپ لیا۔ گرفتار کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ مگر اس نے نہایت سرعت سے امیر معاویہؓ پر وار کیا۔ تلوار شانہ پر پڑی۔ مگر مہلک زخم نہ آیا۔ اسکی پاداش میں برک قتل کیا گیا چند روز علاج کیا گیا۔ اور امیر معاویہؓ کا زخم بالکل بھر گیا۔ مصر میں اس روز عمرو بن العاصؓ بیمار پڑا تھا۔ انکی جگہ خارجہ بن حفتہ العامری امام تھا۔ عمرو بن بکیر نے موقع پاکر تلوار کا ایسا ہاتھ دیا کہ بیچارہ ناکردہ گناہ امام اسی جگہ سرد ہوگیا۔ قاتل گرفتار ہو کر عمرو بن العاصؓ کے سامنے آیا تو اسے اپنی غلطی کا علم ہوا۔ یہ شخص بھی کیفر کردار کو پہنچا کوفہ میں حضرت علیؓ نماز صبح کے لئے دارالامارۃ سے باہر نکلے۔ عبدالرحمن گھات میں بیٹھا ہوا تھا جس وقت اس کے قریب آئے ظالم نے اس زور سے وار کیا کہ تلوار دماغ سے کن پٹی تک اتر آئی۔ دو روز تک زندہ رہے اور بروز ہفتہ اس دار ناپایدار سے انتقال فرمایا۔

امیر معاویہؓ کے لئے میدان خالی پڑا تھا حضرت حسن ابن علیؓ[۲۱] خونریزی سے متنفر تھے۔ اہل عراق اور کوفہ نے جمع ہو کر بہت کچھ اکسایا کہ امیر معاویہؓ پر فوج کشی کی جائے۔ چاروناچار گھر سے نکلے۔ امیر معاویہؓ

حاشیہ نمبر ۲۱ امام حسنؓ حضرت علیؓ کے بڑے بیٹے فاطمہ زہراؓ دختر رسول اللہ کے بطن سے تھے۔ مؤرخین نے آپکے خصائل کا تذکرہ کرتے ہوئے ایسی بے تکی ہانکی ہے کہ درایتاً پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ روایتیں مشہور ہیں کہ امام حسنؓ کی طبیعت عیش پسند تھی اور اس لئے بیشمار عورتوں سے نکاح کیا۔ اور طلاق دی۔ یہاں تک ان لغو روایتوں میں مبالغہ کیا گیا ہے کہ خود حضرت علیؓ نے عوام الناس میں اعلان کر دیا تھا کہ کوئی شخص میرے بیٹے کو لڑکی نہ دے۔ ہم ان بیہودہ روایتوں کی تردید نہایت زور سے کرتے ہیں اور اپنے دعوے کی تائید میں انہی خصائل حسنہ کو پیش کرتے ہیں جو امام موصوف کی ذات ستودہ صفات میں بدرجہ اولیٰ بالاتفاق موجود تھے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ بزرگ جو رسول کریم کا نواسہ اور حضرت علیؓ کا بیٹا تھا۔ ایسی حرکات کا مرتکب ہوتا جو سراسر ان خصائل حسنہ کے مخالف اور متضاد ہیں؟ امیر معاویہؓ کے ساتھ امام حسنؓ کا معمولی شرائط پر صلح کرنا اور خویش و اقارب کی طعن اور تشنیع کا مورد بننا۔ مؤرخین کو ضرور مغالطہ میں ڈالتا ہے کہ امام طبعاً عیش پسند اور آرام طلب تھے۔ یہ تواریخی واقعات جنکی صحت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ ہماری رائے میں آنجناب کی وقعت کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں یہ دوراندیشی جس کا ثبوت امام حسنؓ نے دیا ان کی طبعی نیکی کی زبردست دلیل ہے۔ وہ ان واقعات سے جو حضرت علیؓ کو پیش آچکے تھے۔ اور ان نتائج سے جو ان سے پیدا ہوئے یا ہو سکتے تھے بخوبی واقف تھے وہ ناکامیابی اور وہ بے فائدہ خونریزی جو بنو ہاشم

بھی افواج شام کے ساتھ عراق کی سرحد پر آگئے۔ اور منتظر تھے کہ حضرت حسنؓ اس جگہ تک استقبال کے لئے آئیں۔ امام حسنؓ مداین میں کسریٰ کے کوشک سفید میں اُترے۔ لوگوں نے بہت کچھ کہا۔ مگر

کی کوششوں کا انجام تھا۔ ایسے اُمور تھے جنہیں امام حسنؓ سا دور اندیش آدمی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ بھی اس لئے کہ وہ خود غرض نہ تھے اور اخوتِ اسلامی نے انہیں صلح جو اور امن پسند بنا دیا تھا۔ آج ہم ٹھنڈے دل سے اوس پُر آشوب زمانہ کے واقعات پر غور کرتے ہوئے۔ امام حسنؓ کی دُور اندیشی اور صلح جو اور امن پسند طبیعت کی تعریف کرتے ہیں۔ اگر وہ بے وفا کوفیوں اور دیگر غدار عراقیوں کی باتوں میں آکر طرح جنگ دیتے تو کچھ شک نہیں کہ مزید خونریزی کے بعد ایسے نتیجہ پر پہونچتے جس کا علم انہیں بخوبی تھا۔ وہ صلح پر مجبور ہوتے لیکن ایسی صلح پر جس میں کچھ عزت نہ تھی اور جسکی شرائط مخالف فریق کی رائے وضع کرتی۔ ہماری رائے میں امام حسنؓ کو جیسی اسلام اور مسلمانوں سے ہمدردی تھی اور سچی ہمدردی تھی اس کا نظیر اوس زمانہ میں کیا اس کے بعد آج تک ایسا نظر نہیں آتا۔ یہ ممکن ہے کہ وہ سپاہی نہ تھے۔ لیکن عبداللہؓ بن زبیرؓ سے بڑھکر مدبر تھے ایک دور اندیش آدمی جسکی صائب رائے گذشتہ اور موجودہ واقعات سے نتائج اخذ کرتی ہے اور آیندہ حالات کا یقینی علم حاصل کرتی ہو ایک ایسا "مدبر" ہے جسکی وقعت سیاسی دنیا میں مسلّمہ ہو۔ ان لوگوں کی فہرست میں امام حسنؓ کا نام نامی بھی ہے اسکے ساتھ جب ہم ان اُمور پر غور کرتے ہیں کہ کس طرح آنجناب نے ذاتی خواہشات کو امن خلائق کی نذر کر دیا تو یہ وقعت اس درجہ بڑھ جاتی ہے۔ آل رسُول اور اولادِ علیؓ کے فخر کا باعث ہو۔

طبری نے ان واقعات کو جو امام حسنؓ کی بیعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ بالتفصیل بیان نہیں کیا لیکن جو کچھ لکھا ہے کافی ہے اور ان اُمور پر روشنی ڈالتے ہیں جو امام حسنؓ کے فضائل کے ضمن میں بیان کئے ہیں بقول طبری حضرت علیؓ کی تجہیز و تکفین کے بعد اہل کوفہ اور عراق نے ہجوم کیا اور امام حسنؓ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اور شام پر فوج کشی کی استدعا کی۔ امام حسنؓ نے صاف انکار کر دیا اور اہل عراق کو مخاطب کر کے کہا کہ "لوگو میرا دل تمہاری حرکتوں سے سرد ہو گیا ہے۔ جو کچھ تم نے میرے باپ سے سلوک کیا وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اور اب جس طرح مجھے خراب کرنا چاہتے ہو اسکا علم مجھے بخوبی ہے۔ وہ زخم جو تمہارے ہاتھ سے مجھے پہونچے ہیں ابھی ہرے ہیں اور ان کے اندمال کی توقع تمہاری تدبیروں سے نہیں ہو سکتی میں تمہاری بیعت سے بیزار ہوں۔ میرے لئے معاویہ کی بیعت کرنا بہ نسبت اسکے بہتر ہے کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو"۔ اس کے بعد امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے بیعت کی اور دیگر فرزندان امیر المومنین علیؓ نے بھی بیعت کی۔

ایک نہ سُنی۔ اور امیر معاویہؓ کو صلح کا پیغام دیا۔ معمولی شرائط پر صلح ہو گئی اور امیر معاویہؓ کل دنیائے اسلام پر بلا شرکت غیرے قابض ہو گیا۔

لیکن امام حسینؓ نے انکار کر دیا۔ امام حسنؓ نے سختی سے کہا کہ "بیعت کرو" چار و ناچار بیعت کی۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسنؓ نہایت دور اندیش تھے اور مسلمانوں کے لئے صلح اور امن پسند کرتے تھے۔

شرائط صلح میں ایک شرط یہ تھی کہ امیر معاویہ پانچہزار درہم جو اس وقت کوفہ کے بیت المال میں تھے امام حسنؓ اور اُن کے لواحقین کو دیگا۔ اور شہر واراب کا سالانہ خراج (ایک لاکھ درہم) ہر سال امام حسنؓ کو دیگا۔ طبری نے لکھا ہے کہ امام حسنؓ نے یہ شرط اس واسطے لگادی تھی کہ حضرت علیؓ نے وراثت میں صرف آٹھ سو درہم چھوڑا تھا جو امام حسنؓ اور دیگر مستحقین وراثت کے لئے کافی نہ تھا۔ امام حسنؓ نے اس خیال سے کہ مبادا فقر و فاقہ کی نوبت پہنچ جائے۔ سالانہ وظیفہ لینا منظور کر لیا۔ ہماری بھی یہی رائے ہے کہ اگر امام حسنؓ کو وراثت میں کافی روپیہ ملتا تو یہ جوانمرد سالانہ وظیفہ کی بھی پرواہ نہ کرتا۔ اگرچہ اس قسم کے وظائف عام مسلمانوں کو حسن خدمت یا کسی اور وجہ سے ہمیشہ ملا کرتے تھے۔

ایک اور شرط جو بعض مورخین نے اس عہدنامہ کا جزو اعظم قرار دی ہے اور جسے طبری اور بعض مورخین نے نہیں لکھا یہ ہے کہ امیر معاویہؓ اور امام حسنؓ کے مابین یہ عہد ہوا تھا کہ ان دونوں میں سے جو شخص دوسرے کی موت کے بعد زندہ رہے وہ بلا شرکت غیرے کل مقبوضات اسلام کا مالک ہوگا۔ یہ ایک ایسی شرط ہے جس پر ہم تنقیدی بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اس شرط کی صورت یہ ہے کہ:۔

(۱) امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت ان کے ہاتھ میں دیدی۔ (۲) امیر معاویہ تاحین حیات خلیفہ رہیں۔ (۳) اگر امام حسنؓ کی زندگی میں امیر معاویہ کا انتقال ہو جائے تو وارث خلافت امام حسن ہونگے۔

(۴) بصورت دیگر امیر معاویہؓ خلافت پر بحال رہیں گے۔

یہ چار شقیں اس شرط عہدنامہ کی ہیں۔ بلحاظ اُن واقعات کے جو اس زمانہ میں تواریخی حیثیت رکھتے ہیں ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ یہ اختراع ہے اور فی الحقیقت کوئی ایسی شرط عہدنامہ میں نہ تھی۔ امیر معاویہ کو حضرت علیؓ پر نمایاں کامیابی ہوئی تھی جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں اور بنی امیہ کا اقتدار اور طاقت تقاضا کرتی تھی کہ انہیں کامیابی ہو۔ اور اگر اس کامیابی کے بعد امیر معاویہؓ اس شرط پر بنو ہاشم سے صلح کی خواہش کرتے تو ہرگز توقع نہیں ہو سکتی کہ بنو امیہ رضامند ہوتے۔ جو دولت انہیں بزور شمشیر اور ذاتی غلبہ کے باعث نصیب ہوئی تھی وہ کبھی پسند نہ کرتے کہ اس طرح بغیر جد و جہد ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ امیر معاویہؓ عمر میں امام حسنؓ سے بڑے تھے اور نہ امید ہو سکتی

فصل چہارم

"خلافت"

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا تو ملایکہ سے ارشاد فرمایا کہ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" ملایک نے دریافت کیا کہ "اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ" ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" اسکے بعد لکھا ہی کہ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ" ۔

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو "ارض" میں اپنا خلیفہ یا نائب بنایا اور

تھی کہ قدرتاً ملک الموت کی نگاہ پہلے عمر رسیدہ پر پڑی ۔اس حالت میں کیا بنو امیہ پسند کرتے کہ امارت بنو ہاشم میں منتقل ہو اور امیر معاویہ اور امام حسنؓ ان حالات سے بے خبر تھے ۔امیر معاویہؓ سے کبھی توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی موت کو ایک سخت خونریزی کا باعث بنائے یا بنو امیہ کو انہیں مشکلات میں چھوڑ جائے جن کو رفع کرنے میں اس نے جان توڑ کوششیں کیں اور تمام عمر صرف کر دی ۔امام حسنؓ بھی ایسے بھولے بھالے سیدھے سادے آدمی نہ تھے کہ ان حالات کو نظر انداز کر کے صرف اس امید پر ادھار رکھا کر بیٹھے رہتے "کہ غالباً عنان خلافت ایک دن اُن کے ہاتھ میں ہوگی ۔انہیں بخوبی علم تھا کہ بنو امیہ کے اقتدار کے اسباب کیا ہیں ۔وہ اچھی طرح واقف تھے کہ نہ صرف شام بلکہ تقریباً کل خالص عرب امیہ کے پشت پناہ تھے ۔اور کوفی اور عراقی پرلے درجہ کے بے وفا اور بودے ہیں کبھی ممکن نہیں کہ بنو ہاشم کو اس صورت میں کامیابی ہو ۔اور اس وقت کچھ کام نہ بنا جب حضرت علیؓ کے عَلم کے نیچے صحابہ کرام کی ایک جماعت اور عراقی طاقت جمع تھی جبکہ بنو ہاشم کا اقتدار بنو امیہ کا حریف تھا ۔اس حالت میں جبکہ انکی اپنی طاقت بہت کمزور ہو گئی تھی اور بے وفا عراقیوں کی ہوا خواہی ناقابل اعتماد تھی کب امید ہو سکتی ہے کہ امام حسنؓ کے دل میں یہ خوش کن خیال باقی تھا کہ صلح و آشتی کے ذریعہ بنو ہاشم مالک خلافت ہو سکتے ہیں ۔ہماری رائے میں وہ خلافت سے اس وقت دست بردار ہوئے جب دور اندیشی نے آیندہ واقعات کا حال ان پر آئینہ کر دیا "

اسی لئے انسان اشرف المخلوقات ہے ۔ اس امر کے متعلق زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کہ انسانی وجود
اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسا مخلوق کیا ہے جو تمام دیگر ارضی مخلوقات سے اشرف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء
اور آدم کے اسماء صفاتی ایک ہی ہیں۔ خواہ یہ اسماء مشروطی ہوں یا ثابت لیکن دیگر مخلوقات ارضی میں

اس وقت تک امیر معاویہؓ کا قبضہ مصر و شام اور دخل عرب و عراق کے ایک حصہ پر ہو چکا تھا۔ اور اگر امام حسنؓ صلح کیطرف مایل نہ ہوتے تو یقیناً یہ حصہ ملک بھی ان کے ہاتھ سے نکل جاتا ہم یہ نہیں کہتے کہ امام حسنؓ نے مجبوراً صلح کی۔ لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ اگر وہ نہ کرتے تو مجبوراً کرنی پڑتی۔ ان واقعات اور حالات کے لحاظ سے یہ شرط جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں بالکل بے معنی ہے اور ایسے عہدنامہ کا جزو نہیں ہو سکتی جو امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ یا بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان ہوا۔ قیاس ہو سکتا ہے کہ یہ عہدنامہ فی الحقیقت دو قبیلوں میں نہیں ہوا بلکہ ایسے دو شخصوں میں ہوا ہے جو دعویدار خلافت تھے اور اس لئے ان میں سے ہر ایک کی اغراض اپنی ذات تک محدود تھیں۔ یہ غلط ہے۔ اور ان واقعات کے رو سے غلط ہے جو بالاتفاق صحیح ہیں اور جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ اور علاوہ ازیں استحقاق خلافت کا فیصلہ دو شخصوں کے عہد و پیمان پر نہیں ہو سکتا تھا جیسا کہ ہم آیندہ فصلوں میں ثابت کرینگے کیونکہ بنو امیہ بنو ہاشم کے غلبہ کو کبھی پسند نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت علیؓ کے بعد امام حسنؓ کا جانشین ہونا ایک واضح دلیل اس دعویٰ کی ہے کہ فریقین خلافت کو وراثت بنا رہے تھے۔

اور آپ کے بعد حضرت امام حسینؓ کا خروج مزید ثبوت اس دعویٰ کا ہے۔ اور اس میں تو کچھ کلام ہی نہیں کہ بنو امیہ نے خلافت کو وراثت بنا کر چھوڑا۔ اس لئے اگر کچھ جھگڑا تھا تو دونوں قبیلوں میں تھا۔

ایک اور واقعہ ہے تنقیدی نظر تک مشتبہ سی دکھیتی ہو۔ امام حسنؓ کی وفات کے متعلق ہے۔ روایت ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا اور زہر دینے والا آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس تھی۔ مورخین جو اس روایت کو نقل کرتے ہیں ابن اثیر اور علامہ جلال الدین سیوطی اور طبری وغیرہ ہیں۔ طبری لکھتا ہے کہ :۔

"جب حسنؓ معاویہؓ سے بیعت کر چکے تو موخر الذکر آپ کی ہلاکت کی فکر میں ہوا۔ اسماء بنت الاشعث بن قیس کو کہلا بھیجا کہ اگر حسنؓ کو زہر سے ہلاک کر دو تو تمہارا نکاح اپنے بیٹے یزید سے کر دونگا۔ اسماء راضی ہو گئی تو ایک کپڑا زہر آلود بھیجدیا۔ جس وقت حسنؓ غسل سے فارغ ہوئے تو اس کپڑے سے بدن صاف کیا۔ زہر جسم میں سرایت کر گیا۔ دو دفعہ پیشتر زہر دیا گیا تھا یہ تیسری دفعہ تھی مگر آپ جانبر نہ ہو سکے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے زہر آلود شربت

یہ بات نہیں پائی جاتی۔ آدم کا سمیع وبصیر، حکیم وعلیم وقدیر ومرید وغیرہ ہونا بدیہی ہے" نتیجہ یہ ہے کہ "آدم" اسی واسطے خلافت کا مستحق ٹھہرا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے صفات موجود ہیں۔ اس لئے ہم اسے ایک اصول خلافت قرار دیتے ہیں کہ نائب میں منیب کے اوصاف کی موجودگی نہایت ضروری ہے۔ اگلی

بھیجا تھا۔ حضرت امام حسنؓ کی وفات ۴۹ھ ماہ شعبان میں ہوئی۔" واللہ تعالیٰ اعلم"

ابن اثیر اس واقعہ کو اس طرح لکھتا ہے کہ :۔

"حضرت حسنؓ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۴۹ھ میں بعض ۵۰ھ میں اور بعض ۵۱ھ میں تاریخ وفات بیان کرتے ہیں۔ سبب یہ ہوا کہ ان کی بی بی جعدہ بنت اشعث نے زہر پلا دیا تھا۔ چالیس دن تک اسہال آتے رہے اور اسی سے وفات ہوگئی۔ جب ان کا مرض بڑھ گیا تو اپنے بھائی حسینؓ کو کہا کہ مجھے تین مرتبہ زہر پلایا گیا مگر ایک دفعہ ایسا ہلاہل ہے کہ جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہیں۔ حضرت حسینؓ نے پوچھا کہ کس نے زہر پلایا تو کہا کہ تم کیوں پوچھتے ہو۔ کیا تم ان لوگوں سے لڑنا چاہتے ہو۔ میں انہیں اللہ عزوجل کے حوالہ کرتا ہوں"

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ :۔

"آپکی شہادت ۴۹ھ میں اور بقول بعض راویان ۵ ربیع الاول ۵۰ھ میں واقع ہوئی۔ آپکی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے یزید کے وعدہ نکاح پر زہر دیدیا تھا۔ حضرت امام حسینؓ نے بہت دفعہ پوچھا کہ کسنے زہر دیا ہے مگر آپنے نہ بتایا اور فرمایا کہ جسپر میرا شبہ ہے اگر وہی شخص میرا قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے ورنہ میرے واسطے کوئی کیوں قتل کیا جائے"

ہم نے عبارت اس واسطے نقل کردی ہے کہ جو کچھ اختلاف ان مؤرخین میں ہے وہ ظاہر ہوجائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت امام حسنؓ کو زہر دیا گیا تھا تو یہ امر کہ کس شخص نے زہر دیا۔ ایک راز سربستہ ہی رہا۔ فی الحقیقت نہ امام حسنؓ کو اور نہ کسی اور شخص کو معلوم ہوا کہ یہ شرارت کس شخص کی ہے۔ آپ کی بیوی اور امیر معاویہ اور یزید پر محض تہمت یا شبہ ہے۔ طبری کی نسبت تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسکی تحریر بالکل غلط ہے۔ اور غالباً اس کا اپنا بیان نہیں بلکہ زمانہ مابعد کی ایزاد ہے۔ اور اگر اسکی ذاتی رائے بھی یہی ہو تو بھی ناقابل اعتبار ہے۔ معاویہ کو امام حسنؓ سے کچھ پرخاش نہ تھی وہ خود اسکے ہاتھ پر بیعت کرچکے تھے اور دوسرا ہوا خواہان کو بھی بیعت پر مجبور کیا تھا۔ اگر معاویہ کو کچھ خیال تھا تو اس صورت میں ہوسکتا تھا اگر اسکے بعد امام حسنؓ وارث تخت وتاج ہوتے

عدم موجودگی میں استحقاق خلافت ثابت نہیں ہوتا۔

قرآن شریف کی دوسری آیت جس سے ہم خلافت زیربحث کے متعلق استدلال کرنا چاہتے ہیں

یہ ہے کہ :-

"قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تھتدوا۔ وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا۔ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔"

مگر ہم ثابت کر چکے ہیں کہ طبری نے اس کا تذکرہ نہیں کیا اور عہدنامہ میں ایسی کوئی شرط نہیں تھی۔ یزید اگر قاتل تھا تو اسکو بھی اسی صورت میں امام حسنؓ کی ہلاکت مدنظر ہو سکتی تھی جب معاویہ کے انتقال کے بعد وہ تخت و تاج سے محروم رہتا۔ مگر یہ صورت ہی نہ تھی۔ اس لئے خواہ مخواہ معاویہ اور یزید کو قاتلان امام حسنؓ سمجھنا غلطی ہے۔ اور سب سے زیادہ شرمناک یہ امر ہے کہ آپ کی بیوی کو خائن اور قاتل قرار دیا جاتا ہے کچھ بعید نہیں ہے ان مؤرخین سے کہ بلا تامل ایسی ایسی بے سروپا روایتوں کو تاریخی واقعات کا رتبہ دیں جو امام حسنؓ کو شہوت پرست اور کیا کچھ کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ :-

"امام حسنؓ نے نوّے عورتوں سے نکاح کیا تھا۔ عورتیں آپ پر عاشق ہو جایا کرتی تھیں۔ آپکی اس عادت سے یہاں تک اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ قبائل کی آپس میں عداوت نہ پڑ جائے۔ اور آپ طلاق بہت دیا کرتے تھے۔ سوا اُس کے جسکو آپ سے محبت ہو جاتی۔ حضرت علیؓ کو اہل کوفہ سے کہنا پڑا کہ میرے بیٹے کو لڑکیاں نہ دو وہ طلاق بہت دیا کرتے ہیں۔ لیکن اہل ہمدان نے کہا خواہ کچھ ہو وہ طلاق دیں یا نہ دیں ہم سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں نہ دیں۔"

ان مؤرخین کو اتنا تو معلوم نہیں کہ حضرت امام حسنؓ کب فوت ہوئے۔ طبری ماہ شعبان ۴۱ھ اور ابن اثیر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۱ھ اور علامہ جلال الدین سیوطی ۴۹ھ یا ربیع الاول ۵۰ھ لکھتا ہے۔ اس واقعہ کی صحت اور ان مؤرخین کی رائے یا روایت کا موازنہ اسی سے ہو سکتا کہ صحیح تاریخ وفات کا علم نہیں۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ خود لکھتے ہیں کہ امام حسنؓ نے کسی شخص کا نام نہیں لیا۔ کہ وہ میرا قاتل ہے اور

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمدؐ کہدو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اگر لوگ اللہ اور اسکے رسولؐ سے روگردانی کرینگے تو ہر ایک شخص کی ذمّہ داری اپنی اپنی ذات تک محدود ہے۔ رسولؐ کا کام تو صرف تبلیغ ہے اور اسکی ذمہ داری کی حد بھی یہیں تک ہے کہ اس نے احکام الٰہی اور ارشاد خداوندی کو علی الاعلان لوگوں تک پہنچا دیا۔ اب اگر لوگ نہ مانیں اس کے جوابدہ وہ خود ہیں ان میں سے جو آدمی اللہ اور رسولؐ کے مطیع ہیں یعنی مومن اور ایسے صالح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جس طرح اون سے پہلے لوگ خلیفہ ہوئے اسی طرح ان کو بھی دنیا میں خلیفہ بنائے گا؛ اور جب ان کو خلافت ملیگی تو یہ دین (الاسلام) جو ان کے لئے پسند کیا گیا ہے اس طرح قایم کر دیا جائیگا کہ اسکی بنیاد مضبوط ہو جائیگی اور موجودہ خوف وخطر جو انہیں لاحق ہے وہ زائل ہو جائیگا وہ امن میں ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک نہ کرینگے۔ اسپر اگر کسی نے کفر کیا تو وہ فاسق ہے۔"

ہم نے ان آیات کا ترجمہ مشرح بیان کر دیا ہے۔ ان سے واضح ہوتا ہے خلافت سے پیشتر مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آیا تھا کہ وہ گنتی کے آدمی تھے اور کفار کا یہ غلبہ تھا کہ بیچارے مذہبی فرائض بحالت امن ادا نہیں کر سکتے تھے۔ مشرکین انہیں اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کریں اور شرک سے نفرت ظاہر کریں اس وقت جو کچھ مسلمانوں کی حالت تھی اسے یاس سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

یہ بھی معلوم نہیں کہ زہر کس طرح دیا گیا۔ ان حالات پر غور کرنے سے ایک منصف مزاج شخص کہہ سکتا ہے کہ اصل واقعہ پر کیا کچھ حاشیہ چڑھایا گیا ہے۔ اور اسے کس رنگ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں امام حسنؑ کو زہر نہیں دیا گیا اور نہ آپ مسموم ہوئے۔ مرض اسہال موت کا باعث ہوا۔

آپ نہایت حلیم اور منکسر المزاج متین اور کریم النفس اور خونریزی سے سخت متنفر تھے۔ آپ کی وہ تقریر جو خلع خلافت کے وقت آپنے فرمائی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا کہ:۔

"اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہدایت کی اور میرے ذریعہ تمہاری جانوں کی حفاظت کی۔ یاد رکھو سب سے زیادہ عقلمندی تقویٰ ہے اور نادانی بدکاری ہے۔ یہ معاملہ جو معاویہ اور ہمارے درمیان اختلاف کا باعث ہوا تھا ہمارے دونوں کے حقوق کے متعلق ہے اس لئے یا تو وہ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں یا میں ان سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔ اگر میرا حق ہے تو میں نے اللہ عزوجل اور امتِ محمدیؐ کی اصلاح اور تمہاری جانوں کی حفاظت کے لئے ترک کر دیا ہے۔"

اس وقت مسلمانوں کو تسلی دی کہ ہم تمہارے واسطے دین اسلام پسند فرما چکے ہیں اور اسے قائم کرکے رہینگے۔ گھبراؤ نہیں وہ وقت آتا ہے کہ کفر و شرک کا استیصال خاطر خواہ ہو جائیگا۔ اور تم امن و چین سے عبادت کروگے اور جس طرح تم سے پیشتر دنیا پر اقوام کا غلبہ رہا ہے اسی طرح تم بھی غالب آؤگے"۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ نظیرًا ان اقوام یا اشخاص کو پیش کیا گیا ہے جو مسلمانوں سے پیشتر حکمران تھیں اور نتیجہ یہ ہے کہ قانون قدرت یہ ہے کہ وہی قوم یا افراد قوم غلبہ حاصل کرتے ہیں جو ان اوصاف سے متصف ہوں جن کا تذکرہ جا بجا قرآن شریف میں کیا گیا ہے۔ مثلاً بنی اسرائیل کی ابتدائی حالت کیا تھی، کس طرح اُن کے ترقی کے اسباب جمع ہوئے۔ اور پھر اُن کا عروج کیسا ہوا۔ حضرت موسیٰ اور رسول اللہ کے حالات بہت مشابہ ہیں اس لیئے توریت اور قرآن شریف میں آپ کو مثیل موسیٰ لکھا ہے۔ غالبًا "کما استخلف الذین من قبلہم" سے مراد بنی اسرائیل ہی ہیں۔ اگر دیگر اقوام کی طرف اشارہ بھی ہو تو بعید نہیں۔ بہر حال مسلمانوں کو ان اقوام کی ابتدائی حالت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ بنی اسرائیل ابتداءً مصر میں قبطیوں کے غلام تھے اور نہایت ذلیل اور مسکین تھے۔ ان غریبوں پر جو کچھ ظلم و ستم حکمران قوم نے روا رکھا تھا وہ تواریخی واقعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی فریاد سنی اور ان میں سے حضرت موسیٰ کو پیدا کیا۔ اگر حضرت موسیٰ کی پرورش بنی اسرائیل کے ہاتھ میں ہوتی تو کچھ شک نہیں کہ قدرتًا وہ بھی پست خیال اور حوصلہ کے آدمی ہوتے اور وہی غلامی اور ذلت ان کے نصیب ہوتی جو ان کے بھائی بندوں کے حصہ میں آئی تھی، مگر اسباب کچھ ایسے جمع ہو گئے کہ انکی پرورش اور تعلیم کا کفیل شاہی خاندان ہو گیا۔ وہ تمام اوصاف جو ایک حکمران قوم میں پائے جاتے ہیں حضرت موسیٰ کی ذات میں موجود ہو گئے، اور قدرتًا جو کچھ ہمدردی انہیں بنی اسرائیل سے تھی تقاضا کرتی تھی کہ حضرت موسیٰ اپنے بھائی بندوں کو قید غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کریں بالآخر وہ کامیاب ہوئے اور بنی اسرائیل شام پر قابض ہو گئے۔ اسی طرح مسلمان جنکی ابتدائی حالت بنی اسرائیل سے بہت مشابہ ہے بلکہ بہت نہایت ذلت اور مسکنت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے آخر مثیل موسیٰ انہیں اس جگہ سے نکال لائے، اور یثرب کی طرف ہجرت کی۔ رفتہ رفتہ انہیں تقویت ہوتی گئی اور لوگ "دین اللہ" میں بکثرت داخل ہونے لگے۔ اسکا انجام یہ ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کا

کیسا عالی شان اور کیسا عالی ہمت یہ شخص تھا جس کا نظیر دنیا میں نہیں ملتا۔ آپ کی تقریر کیسا اچھا سبق ہے ان لوگوں کے لیئے جو ذاتی اغراض پر قوم کی بہبودی کو مقدم سمجھتے ہیں"۔

غلبہ کفر اور کفار پر غالب ہو گیا۔ اگرچہ ہم افسوس اور مشرکوں کو نیا معلوم ہو۔ لیکن حق کے سامنے باطل جاتا رہا اور اسلام عرب کا مذہب ہو گیا۔

جس طرح آدم اللہ تعالیٰ کا خلیفہ زمین پر ہے اور آدم کی ذات میں صفات الٰہی کا جلوہ نظر آتا ہے اسی طرح نبی کا خلیفہ ایک ایسا مسلمان ہونا چاہئیے جسکی ذات میں اوصاف نبوی پائے جائیں۔ آدم کو وہ رتبہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کے لیئے مخصوص ہے اور خلفا کو رسول اللہ کا درجہ نہیں مل سکتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ خلیفۃ اللہ میں صفات الٰہی اور خلیفہ نبی میں اوصاف نبوی ہوں۔ اگر صرف تسبیح و حمد تقدیس مقصود ہوتی تو ملائکہ سے بڑھکر خلافت کا مستحق کون ہو سکتا تھا۔ اور اگرچہ وہ ان اوصاف میں ممتاز بھی ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے واسطے حضرت انسان ہی کی ذات تھی۔

نہ صرف بہ حیثیت مذہب بلکہ ہر ایک پہلو سے خلافت کا مستحق اُسی شخص کو سمجھنا چاہئیے جو اپنے زمانہ میں بہترین خلائق ہو۔ استخلاف یا وصیت یا شوریٰ استحقاق خلافت نہیں ہیں اور نہ ان سے ایسا حق ثابت ہوتا ہے۔ یہ انتخاب کے ایسے طریقے ہیں جنہیں ضرورتاً مسلمانوں کو استعمال کرنا پڑا۔ فی الحقیقت کوئی شخص خلافت کا اس واسطے مستحق نہیں ٹھہرتا۔ کہ عام لوگوں نے اسکی خلافت پسند کی یا کسی خلیفہ نے وصیت کی کہ میرا جانشین فلاں شخص ہوگا یا چند آدمیوں نے مل کر ایک آدمی کو منتخب کر لیا خواہ وہ آدمی نہایت اعلیٰ پایہ کے ہوں اور انکی قدر و وقعت مسلمہ ہو۔ بلکہ یہ کلیہ اصول انتخاب بھی نہیں ہیں۔ انکا مدار صرف ضرورت وقت پر ہے اور چونکہ ضرورتیں بے شمار ہیں اس لئے ان میں بھی تغیر و تبدل ہو سکتا ہے اور ہونا چاہئیے۔ استخلاف اور وصیت اور شوریٰ میں بھی طرز انتخاب کے لحاظ سے اختلاف موجود ہے اس اختلاف کی وجہ صرف ضرورت ہی تھی۔ فی الحقیقت استحقاق خلافت کو اس سے کچھ تعلق نہیں اور اس لئے ہم اس امر کے قایل نہیں کہ خلافت کا استحقاق یا خلیفہ کا انتخاب ان تینوں میں سے کسی ایک پر منحصر ہے۔ ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ یہی یا انہیں سے ایک طرز انتخاب احسن ہے۔ سب سے بہتر وہی طرز و طریقہ انتخاب اصولاً ہو سکتا ہے جو بہ لحاظ ضرورت اختیار کیا جائے۔

ہماری رائے میں خلفائے کے انتخاب کی بنیاد اون کے استحقاق پر تھی۔ اگرچہ یہ انتخاب مختلف طرز کا تھا اور ضرورتاً اختلاف واقع ہوا۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ مستحق خلافت تھے۔ اور اپنے اپنے زمانہ میں بہ لحاظ اوصاف متذکرہ بالا اشرف اور سب سے بہتر تھے۔ صدیق اکبرؓ کا انتخاب اس لیے ہوا

کہ وہ سب سے بہتر شخص تھے۔ حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ لوگوں نے ابوبکرؓ کو اس واسطے خلیفہ منتخب کیا کہ اس وقت ان سے بہتر کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا تھا بالکل بجا ہے۔ ضرورت نہیں کہ ہم واقعات کو بالتفصیل بیان کریں۔ یہ دلیل کافی ہے کہ رسول اللہ کے بعد وہی شخص آنحضرتؐ کا نائب منتخب ہو سکتا تھا جو سب سے بہتر شخص تھا اور جس میں رسول کریمؐ کے اوصاف حسنہ پائے جاتے تھے، اور بہ نسبت دیگر اشخاص کے بہتر پائے جاتے تھے۔ لوگ کبھی ابوبکرؓ کی خلافت پر متفق نہ ہوتے اگر وہ اس کے مستحق نہ ہوتے۔ حسان بن ثابتؓ نے چند شعروں میں اس امر کو بخوبی واضح کیا ہے کہ ابوبکرؓ ہی سب سے زیادہ مستحق خلافت تھے:

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ	جب تم اپنے کسی پرہیزگار بھائی کی مصیبت یاد کرو تو چاہئے کہ
فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا	ابوبکرؓ کے حالات پیش نظر رکھو۔
خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا	وہ بعد نبیؐ تمام مخلوق سے بہتر اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ
بعد النبی واوفاھا بما حملا	عادل اور سب سے زیادہ اپنے فرائض کو پورا کرنے والے تھے۔
الثانی التالی المحمود مشھد	نبیؐ کے ہمراہ وہ دوسرے شخص تھے جن کا مشہد پسندیدہ تھا۔ اور سب سے
واول الناس منھم صدق الرسلا	پہلے انہوں نے رسولؐ کی تصدیق کی۔

حضرت عمرؓ کا انتخاب صدیق اکبرؓ کی وصیت کے موافق ہوا۔ مگر صدیق اکبرؓ کی وصیت کی بنا ہر اصحاب رسول اللہ کے مشورہ اور ان کی ذاتی رائے پر تھی۔ صدیق اکبرؓ نے جب اصحاب سے مشورہ کیا تو سب کی رائے یہی تھی کہ عمرؓ ہم میں افضل ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے کہ عمرؓ جیسے سخت گیر آدمی کو ہم پر خلیفہ کئے جاتے ہیں جواب دیا کہ "انی استخلف علیھم خیر اھلک" یعنی میں نے لوگوں پر سب سے بہتر آدمی کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ وصیت نامہ کے یہ فقرات کہ میں نے یہ وصیت دنیا فانی سے جاتے اور دنیا باقی میں داخل ہوتے وقت لکھائی ہے۔ زبردست دلیل صدیق اکبرؓ کی نیک نیتی کی ہے اور آپ کی دعا جو دم واپسین کی کہ "اللھم[1] انی لم ارد بذالک الا ... ھم وخفت علیھم الفتنۃ فعملت فیھم بما انت اعلم بہ واجتھدت لھم رایا فولیت علیھم خیرھم واقواھم علیھم واحرصھم علی ما ارشدھم الخ" حضرت عمرؓ کے استحقاق خلافت کی زبردست دلیلیں ہیں۔ آپکی وفات

[1] یا اللہ اس کام سے میرا مقصود صرف اصلاح ہے اور مجھے ڈر تھا کہ (اگر میں ایسی وصیت نہ کروں تو) وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائینگے اس لئے میں نے یہ کام کیا اور تو خوب جانتا ہے کہ نیک نیتی سے کیا ہے میں نے اس امر میں اپنی رائے سے کام لیا ہے اور ان پر ایک ایسا شخص حاکم بنایا ہے جو ان میں سب سے بہتر سب سے قوی تر اور سب سے زیادہ نیکی کا حریص ہے۔

کا ماتم تمام دنیا، اسلام نے کیا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:۔

لیبک علی الاسلام من کان باکیا	جو شخص رونے والا ہو اسلام پر روے۔ کیونکہ قریب ہے کہ وہ حواس
فقد اوشکوا صرعی وماتدم العھد	باختہ ہو جائے اور ان کا عہد ختم ہو گیا ہے۔
وادبرت الدنیا وادبر خیرھا	دنیا الٹ گئی اُسکا بہترین آدمی چل بسا۔ وہ شخص ملول ہو گا جو وعدہ
وقد ملھا من کان یوقن بالوعد	پر یقین کئے بیٹھا تھا۔

حضرت عثمانؓ کا انتخاب بذریعہ شوریٰ ہوا جس کا انعقاد حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق ہوا۔ آپ نے چھ ایسے اشخاص کو مسلمانوں سے منتخب کیا جو مستحق خلافت تھے۔ اور فرمایا کہ "میں کسی شخص کو علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے زیادہ مستحق خلافت نہیں سمجھتا۔ میرا بیٹا (عبد اللہ) ان کے پاس حاضر ہے گا۔ مگر خلافت سے اس کا کچھ تعلق نہ ہو گا اگر سعد کو خلافت ملے تو وہ اسکے قابل ہیں ورنہ جو شخص ان میں سے خلیفہ مقرر ہو وہ ان سے مدد لیتا رہے۔ میں نے سعد کو کسی خرابی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔"

شوریٰ نے حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا۔

حضرت عثمانؓ ایسی حالت میں شہید ہوئے کہ اپنے جانشین کے تقرر کی سنت کوئی وصیت نہ کر سکے اور مسلمان خانہ جنگی میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت حضرت علیؓ مسند خلافت پر بیٹھے اور لوگوں نے اور بالخصوص بنو ہاشم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی طلحہؓ و زبیرؓ نے مخالفت کی۔ مگر بذاتہ دعویدار خلافت نہ تھے امیر معاویہؓ اس وقت شام کے گورنر تھے۔ اور ابھی تک دعویٰ خلافت نہ کیا تھا۔ گذشتہ فصلوں میں ہم نے ان واقعات کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں میں خانہ جنگی کا باعث ہوئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عام مسلمانوں نے حضرت علیؓ کی خلافت کو قبول نہ کیا۔

یہ ایک ایسا زمانہ تھا جو مسلمانوں کے تنزل کے آغاز کا نشان ہے۔ انتخاب خلیفہ بحالت امن ہوتا ہے۔ اور یہ وقت ایسے انتخاب کے لئے کسی طرح موزوں نہ تھا۔ خون عثمانؓ کا مطالبہ صرف بنو امیہ ہی نے نہ کیا بلکہ عام مسلمان اسکی تائید میں تھے۔ تاریخ اسلام میں یہ ایسا واقعہ ہے جس نے انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حسان بن ثابت نے کہا:۔

من سرہ الموت صرفا لامزاج لہ — جسکو خالص موت کے دیکھنے کی آرزو ہو جس میں کسی اور چیز کی

فلیات مادبۃ فی دار عثمانا — امیزش نہ ہو تو اسکو چاہئے کہ عثمانؓ کے گھر جائے۔

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ — لوگوں نے ایسے شخص کو ذبح کر ڈالا جسکی پیشانی پر سجدہ کے نشان تھے

یقطع اللیل تسبیحا وقرانا — اور وہ تمام رات تسبیح اور تلاوت میں بسر کرتا تھا۔

صبرا فدا لکم امی وما ولدت — اے مسلمانو صبر کرو تمپر میرے والدین اور میں فدا ہو جائیں

قد ینفع الصبر فی المکروہ احیانا — مصیبت کے وقت صبر اکثر نفع دیتا ہے۔

لتسمعن وشیکا فی دیارھم — تم ضرور ان کے شہروں میں تاخت و تاراج کی خبر سنوگے

اللہ اکبر یا ثارات عثمانا — اللہ اکبر عثمانؓ کا انتقام لیا جائے گا۔

اہل شام نے ان اشعار پر بہت کچھ طبع آزمائی کی ایک شعر یہ ہے :۔

یالیت شعری ولیت الطیر تخبرنی — کاش مجھے معلوم ہو جاتا اور کوئی پرندہ مجھے خبر پہنچاتا کہ علیؓ اور

ماکان بین علیؓ وابن عفانا — عثمانؓ کے درمیان کیا واقعات پیش آئے۔

بہرحال جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں خون عثمانؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت کو چین لینے نہ دیا۔ اگر یہ واقعہ ظہور میں نہ آتا تو کچھ شک نہیں آپ سب سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔ اور لوگ آپ کو منتخب کرتے۔ بعض مفسرین نے آیت " ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا الخ " سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت علیؓ کا عہد اس قابل نہیں کہ اسے خلافت کہا جائے۔ کیونکہ فتنہ و فساد کا زمانہ تھا اور مسلمان امن میں نہ تھے۔ یہ صریحاً غلط فہمی ہے۔ آیات محولہ پر غور کیا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ اس وقت مسلمان عبادت امن اور چین سے نہیں کر سکتے تھے۔ ایسا امن اسی صورت میں میسر ہو سکتا تھا جب کفار اور مشرکین کا خوف نہ ہوتا۔ اور یہ خوف اس وقت تک زائل نہیں ہو سکتا تھا جبتک مسلمانوں کا غلبہ نہ ہوتا۔ جسے اصطلاح میں خلافت کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ استحکام اور قیام دین کے لئے خلافت ضروری امر ہے۔ اور اسی لئے اس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اگر قیام و استحکام و اشاعت اسلام کے ذرائع میں سے خلافت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ جو اس کا خود حافظ ہے وعدہ خلافت نہ فرماتا اور نہ اسکی ضرورت تھی۔ حضرت علیؓ کی خلافت میں اسلام کو کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ اور عرب میں بلکہ اس کے ملحقہ ممالک میں اسلام قائم ہو چکا تھا۔ اور کسی شخص کو یہ شکایت نہ تھی کہ وہ فرائض مذہبی بحالت امن ادا نہیں کر سکتا

اسلام امن میں تھا۔ اور جہاں تک فرائض مذہبی کا تعلق ہے مسلمانوں کو مشرکین اور کفار کا کچھ خوف نہ تھا بلکہ کسی امر میں ان کا ڈر نہ تھا۔ مسلمانوں کا اپنا غلبہ تھا۔ ہماری رائے میں حضرت علیؓ کا عہد خلافت حقہ تھا۔

جو کچھ استدلال ہم نے مذکورہ بالا آیات قرآن سے کیا ہے وہ یہی ہے کہ خلافت تقویت اسلام کے لئے ضروری ہے اور اگرچہ ہر ایک مسلمان جو با ایمان اور صالح ہے اسکا مستحق ہے۔ مگر سب سے زیادہ اسی مسلمان کا استحقاق ہے اور اسی مسلمان سے تائید اسلام ہو سکتی ہے جو سب سے بہتر ہو۔ قرآن شریف میں استحقاق خلافت صرف ایمان اور اعمال صالح پر موقوف ہیں۔ مگر یہ دونوں اصطلاحیں تشریح طلب ہیں۔

ماہیت "ایمان" میں فرق نہ سہی۔ مدارج اور مراتب میں تفاوت ضرور ہے۔ "اعمال صالح" اور "ایمان" کی تعریف قرآن شریف کی آیت "لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملئکۃ والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب" نے جامع و مانع کی ہے۔ کلام اللہ میں بشمار آیات ان دو اصطلاحات کی تشریح میں موجود ہیں۔ نماز و روزہ کچھ شک نہیں کہ آثار ایمان ہیں اور اعمال صالح میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان کا اثر ہر ایک شخص کی ذات تک محدود ہے۔ وہ نیکی جسے خیر و اثم کہتے ہیں۔ آیت متذکرہ بالا میں مفصل بیان کی گئی ہے۔ یہی اعمال تھے جو خلفا راشدین کے کارناموں میں نظر آتے ہیں اور انہی کی وجہ سے ایک شخص ممتاز ہو سکتا ہے۔ اور یہی اعمال صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔ ایمان اور عمل صالح لازم وملزوم ہیں۔ ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کا منکر ہے اور یوم الآخر کا یقین نہیں رکھتا۔ ملائکہ اور نبیوں کی ضرورت تسلیم نہیں کریگا ایسے شخص کے لئے صرف دنیا ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں اوسکی زندگی کی ابتدا و انتہا ہوتی ہے اُسکی خواہشات مجبوراً اسے خودغرض بناتی ہیں اور اس لئے وہ کبھی دل سے وہ کام نہیں کریگا جو خودغرضی کے سخت مخالف ہیں اور جنہیں اعمال صالح کہتے ہیں۔ ہم ایمان اور اعمال صالح کے تعلقات پر فلسفیانہ بحث نہیں کرتے۔ ہمارا خیال ہے کہ صلاحیت اُسی عمل سے پیدا ہو سکتی ہے جو ایمان اور خلوص نیت کے ساتھ کیا جائے اور ہر ایک ایسے عمل کا اجر و ثواب بہ لحاظ ضرورت وقت کم و بیش ہے۔"

ایک زمانہ تھا جب مکہ میں مسلمان کفار کے ہاتھوں سے تنگ آگئے تھے۔ وہ امن کے ساتھ آزادانہ عبادت الٰہی سے معذور تھے۔ ان کی ہستی معرض ہلاکت میں تھی اس وقت "ہجرت" ایک ایسا عمل تھا۔

جس کے برابر کوئی نیکی نہ تھی لیکن فتح مکہ کے بعد ہجرت کوئی نیک کام ہی نہ تھا جب صفوان بن امیہ نے اسلام قبول کیا اور مکہ میں مقیم رہتے تھے، ان سے کہا گیا کہ "جس شخص نے ہجرت نہیں کی وہ ہلاک ہو جائے گا اور اُس کا اسلام قبول ہی نہ ہوگا" مدینہ میں ہجرت کر کے آئے۔ عباسؓ بن عبد المطلب آپ کے دوست تھے۔ رسُول اللہ کی خدمت میں ان کی کیفیت بیان کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ضروری نہیں۔

ہجرت سے پیشتر مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی جمعیت ایک جگہ بالاستقلال قائم ہو گئی۔ اور اسی واقعہ نے مدینہ منورہ کو دار الخلافت بنا دیا اور اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ تمام اقوام پر خاطر خواہ ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا نیکی ہو سکتی تھی۔ یہ ایک ایسا عمل تھا جس نے مسلمانوں اور کفار کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔ یہ ایک ایسی آزمایش تھی جو صداقت ایمان کا معیار تھی۔ باپ نے بیٹے کو اور بھائی نے بھائی کو اور تمام عزیزوں اور خویش و اقارب اور دوستوں کو رسول مقبولؐ کی متابعت اور اسلام کی محبت میں چھوڑ دیا۔ حضرت اصیدؓ مسلمان ہوئے تو مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کی۔ آپ کے باپ نے ایک منظوم خط بھیجا:

من راکب نحو المدینۃ سالما	کیا کوئی سوار ہے جو مدینہ کی طرف جائے؛
حتیٰ یبلغ ما اقول الاصیدا	یہاں تک کہ میرا پیغام اصید کو پہونچا دے؛
ان البنین شرارھم امثالھم	کہ وہ بیٹے بہت بُرے ہوتے ہیں جو باپ کی نافرمانی کریں؛
من عق والدہ وبرالا بعدا	اور ایک دور کے رشتہ دار سے میل پیدا کریں؛
اترکت دین ابیک والشم العفیٰ	اے بیٹے کیا تو نے اپنے باپ کے عمدہ طریقوں کو چھوڑ دیا۔ وہ سب
اودوا وتابعت العداۃ محمدا	ہلاک ہو گئے اور کل سے تو نے محمدؐ کی پیروی کر لی؛
فلامریا نبی عقنتنی	تو نے مجھے کبر سنی اور کمزوری کی حالت میں چھوڑ دیا؛
وترکتنی شیخا کبیرا منفدا	اے میرے بیٹے تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے؛
اما النھار فدمع عینی ساکب	ان پر میری آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔
وابیت لیلی کالسلیم مسھدا	اور رات بھر مثل عقرب گزیدہ تڑپتا ہوں؛

فلعل ربا قد هداك لدينه	شاید پروردگار نے تجھے اپنے دین کی ہدایت کی ہو۔
فاشکر ایادیه علی ان ترشدا	تو تو اسکا شکر کر کہ تو نے ہدایت پائی۔
واکتب الی بما اصبت من الهدیٰ	اور جو کچھ تجھے ہدایت حاصل ہوئی ہے اس سے مجھے بھی اطلاع دے
وبدینه لا تترکنی موحدا	اور انکے دین سے مجھے بھی خبردار کر مگر مجھے تنہا نہ چھوڑ۔
واعلم بانك ان قطعت قرابتی	اور سمجھ لے اگر تو میری قرابت کو قطع کر دے گا۔ اور مجھے چھوڑ
وعققتنی لم الف الا للعدیٰ	دے گا تو میں سفر اختیار کر لوں گا۔

حضرت اصیفؓ نے جواب لکھا کہ :-

ان الذی سمك السماء بقدرة	بیشک جس نے اپنی قدرت سے آسمان کو بلند کیا۔
حتی علی فی ملکه فتوحدا	اور اپنی بادشاہت میں یکتا ہے۔
بعث الذی لا مثله فیما مضیٰ	اس نے ایک ایسے شخص کو نبی مبعوث کیا ہے جسکا نظیر اگلوں میں بھی نہیں
یدعو لرحمته النبی محمدا	وہ نبی محمدؐ ہے جو اللہ کی رحمت کیطرف بلاتا ہے۔
ضخم الدسیعة کالغزالة وجهه	وہ نہایت عالی حوصلہ ہیں اور صبح کیطرح انکا چہرہ چمکتا ہے وہ ایک بزرگ
قرنا تازر بالمکارم وارتدیٰ	ہیں جو پسندیدہ اخلاق سے قوی اور آراستہ ہیں۔
فدعا العباد لدینه فتتابعوا	انہوں نے اللہ کے بندوں کو دین کی طرف بلایا۔ اور طوعًا وکرہًا
طوعًا وکرهًا مقبلین علی الهدیٰ	سب ہدایت کی طرف آئے اور ان کی متابعت کی۔
وتخوفوا النار التی من اجلها	اس آگ سے ڈر گئے جس سے بدبخت نقصان والے
کان الشقی الخاسر استلددا	مارے مارے بھٹکتے ہیں۔
واعلم بانك میت ومحاسب	اے باپ تو یقین کرلے کہ تو مریگا اور تجھ سے حساب لیا جائے گا۔
فالی من هذی الضلالة والردیٰ	اس لئے تو مجھے اس گمراہی اور ہلاکت سے باز رکھ۔

یہی ہجرت تھی جو اصحاب رسول اللہؐ میں فضیلت کی وجہ سمجھی گئی تھی۔ اور استحقاق خلافت میں مہاجرین کا پایہ انصار سے بلند تھا۔ ہجرت کے علاوہ دیگر اعمال جنکی وجہ سے صحابہ کا مرتبہ اعلیٰ ہے اس آیت میں اس طرح مذکور ہیں :-

ﷺ محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعًا سجدًا

یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التوراۃ۔ الخ
رسول اللہ اور آپ کے اصحاب میں یہ اوصاف مشترک ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور رحم و مودت سے پیش آتے ہیں اور کفار کے لئے سخت ہیں جو اخوۃ کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور نماز پڑھتے ہیں ان کی پیشانیوں پر سجدہ کا اثر نمایاں ہے ان کے یہ اعمال ایسے ہیں جو منقطع نہ ہونگے بلکہ جس طرح ایک کھیت پکتا ہے تو اس کا فائدہ کاشتکار بھی اُٹھاتا ہے اور دوسری مخلوق بھی منتفع ہوتی ہے۔ اور پھر اس سے دوسرے کھیت میں بیج بویا جاتا ہے اور اسی طرح ترقی ہوگی۔ اسے خیر دائم کہتے ہیں۔

علاوہ ازیں اور بھی اوصاف ہیں جن کا ثبوت قرآن شریف اور کتب تواریخ میں موجود ہے کہ کس طرح اصحاب رسول اللہ نے اپنی ہستی کو رسول اللہ کی متابعت اور اسلام کی محبت میں فنا اور کس طرح عام ہمدردی نے خود غرضی کو محو کر دیا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اصحاب رسول اللہ میں وہ اوصاف موجود تھے جو آنحضرت کی ذات میں تھے۔ اسکی شہادت قرآن شریف کی یہ آیت ہے کہ "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ" اور یہ اوصاف خلفار راشدین میں بہ نسبت دیگر اصحاب بدرجہ اولیٰ موجود تھے۔ اور وہ ہر طرح نیابت یا خلافت کے مستحق تھے۔

آیت وعد اللہ الذین امنوا منکم الخ میں صریحاً ہر ایک مسلمان کا جو مومن اور صالح ہے حق خلافت ثابت کر دیا ہے۔

یہ امر کہ بہترین خلایق ہی خلیفہ ہو سکتا ہے اس آیت میں مذکور نہیں۔ ہم نے واقعات کی بنا پر اور ایک عام معقولی دلیل پر لکھ دیا ہے کہ استحقاق خلافت اوسی شخص کا سب سے زیادہ سمجھنا چاہئے جو سب سے بہتر ہو۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ایسا شخص جو مسلمان نہ ہو یا مومن نہ ہو یا باوجود ایمان صالح نہ ہو مستحق خلافت نہیں ہو سکتا لیکن یہ لازمی نتیجہ نہیں کہ ایک مسلمان جو مومن اور صالح ہے خلیفہ برحق اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ بہترین خلائق نہیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر ایک زمانہ میں بہ لحاظ ضرورت وقت بہترین خلائق کا انتخاب ہونا چاہئے۔ قرآن شریف میں "بہترین خلایق" کی نسبت فیصلہ کن آیات اس طرح ہیں:۔

"الم تر الی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ اذ قالوا لنبی لھم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ۔ قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا قالوا ومالنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا۔ فلما کتب علیھم القتال تولوا الا قلیلاً منھم۔ واللہ علیم

بالظالمین۔ وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا۔ قالوا انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال۔ قال ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔ واللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم۔" [۲۲]

حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے بار ایک دفعہ اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ انہیں ایک ایسا شخص حاکم مقرر ہونا چاہئے جسکی بدولت وہ کفار اور مشرکین پر غالب آئیں چنانچہ نبی وقت کے پاس جمع ہوکر استدعا کی کہ ہم پر ایک ملک مقرر کیا جائے جسکی ماتحت ہم کفار و مشرکین سے لڑیں نبی چونکہ ان کی خصلت اور انسانی طبیعت سے خوب واقف تھا جواب دیا کہ اب تو تم اس امر کی خواہش کرتے ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ فرض کردیا تو پھر جی چراؤ گے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم نے شہر و دیار چھوڑا۔ اولاد کی جدائی گوارا کی، اب جہاد فی سبیل اللہ میں کیا امر مانع ہوسکتا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ان پر جہاد فرض کردیا۔ اور نبی کی معرفت "طالوت" کو انکا بادشاہ منتخب فرمایا۔ لیکن بنی اسرائیل نے اس انتخاب پر یہ اعتراض کیا کہ طالوت سے زیادہ ہم حقدار ہیں اور وہ کچھ ایسا متمول بھی نہیں ہے کہ اسکی امارت کو تسلیم کیا جائے۔ نبی نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے منتخب فرمایا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ "زادہ بسطۃ فی العلم والجسم" یعنی وہ امور سلطنت کو سب سے بہتر سمجھنے والا اور زور بازو میں بھی سب سے بڑھکر ہے۔

اگرچہ اس وقت بنی اسرائیل میں نبی موجود تھا اور نبی کو دیگر اشخاص پر ایک خاص امتیاز حاصل ہے وہ بہ لحاظ زہد۔ تقویٰ، عبادت الٰہی، وغیرہ سب سے افضل ہوتا ہے۔ اور اگرچہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی موجود تھے، جو اپنے حسب و نسب پر بجا فخر کرسکتے تھے، انکی خاندانی شرافت و وجاہت مسلمہ تھی، اور بوجہ قرابت موسیٰ، ہارون، اور دیگر انبیا اپنے آپ کو حقدار سمجھتے تھے، اور اگرچہ ان میں ایسے اشخاص بھی تھے

حاشیہ نمبر ۲۲۔ سموئیل نبی کی کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ زمانہ جب بنی اسرائیل سموئیل نبی کے پاس جمع ہوئے اور استدعا کی کہ ہمارے واسطے ایک بادشاہ منتخب کیا جائے مسیح سے قریباً ۱۰۹۵ برس قبل کا ہے۔ اس سے پیشتر اور حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل پر "قاضی" حکمران تھے جو احکام شرعی نافذ کرتے اور بوقت جنگ سپہ سالار ہوتے۔ غرض ہر ایک کام سر انجام کرتے، جب قاضیوں کا دورہ ختم ہوا تو بادشاہت کرنے لگے۔ چنانچہ پہلا بادشاہ "طالوت" منتخب ہوا جسے بائیبل میں "ساؤل" لکھتے ہیں آپ کے بعد حضرت داؤدؑ اور ان کے بعد انکا بیٹا حضرت سلیمانؑ تخت نشین ہوئے"۔

جو دنیاوی دولت و ثروت پر ناز کرتے تھے، ان کی خدمت میں صدہا غلام اور لونڈیاں تھیں، ان کے کھیتوں پر کام کرتے تھے۔ ان کی گاڑیاں بیل اور گھوڑوں کی طرح کھینچتے تھے، اور ان کے حضور دست بستہ مؤدب کھڑے رہتے تھے، یہ سب کچھ تھا لیکن نظر انتخاب ایک ایسے شخص پر پڑی جو بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں سے سب سے چھوٹے فرقہ "بنیمین" کا ایک رکن تھا، اور اس فرقہ کے سب سے کمزور خاندان کا رکن تھا۔ طالوت نہ تو زہد و تقویٰ کے باعث نبی سے بڑھ کر ہو سکتا تھا۔ اور نہ خاندانی شرافت و وجاہت کے سبب ممتاز تھا، اور نہ مالدار تھا، البتہ اسکی ذات میں دو خوبیاں ایسی تھیں جنکی بدولت وہ اپنے زمانہ میں سب سے بہتر تھا وہ "علم اور جسم" میں سب سے بڑھ کر تھا، اور انتظام مملکت کیلئے انہی دو کی ضرورت ہے، یہ ایسی قابلیتیں ہیں جو خداداد ہیں، اور اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "واللہ یؤتی ملکہ من یشاء"

ہم نے "علم" کا ترجمہ "رموز مملکت کا فہم" کیا ہے، یعنی ایسا "علم" جس کا تعلق صرف مملکت سے ہے، اور "جسم" کا ترجمہ "زور بازو" نہایت موزوں ہے، اور زور بازو سے مراد "قابلیت عمل" ہے، فی الحقیقت کسی شخص کا جسیم و لحیم ہونا اسکی ذات میں کوئی قابلیت پیدا نہیں کرتا، جسمانی طاقت ایک ایسی قابلیت ہے، جو ہمکو ایسے کاموں اور عملوں پر قادر کر دیتی ہے، جن کی خواہش ہمارا "علم" کرتا ہے، اور اس لئے "جسم" سے مراد "طاقت عمل" ہی ہو سکتی ہے۔ طالوت نہ صرف رموز مملکت پر ہی آگاہ تھا۔ بلکہ علم مملکت کے ساتھ اسکی ذات میں یہ قدرت بھی تھی کہ سلطنت کی خرابیوں کو رفع کر سکے، اور ہر ایک اصلاح کو عملاً رواج دینے پر قادر تھا، الغرض اسے علم مملکت بھی حاصل تھا۔ اور انتظام سلطنت بھی عملاً کر سکتا تھا، اور اس طرح "علم" اور "عمل" اسکی ذات میں جمع تھے،

زہد و تقویٰ، خاندانی شرافت، دولت و ثروت، اور دیگر وصف اضافی کسی شخص کو حکمرانی کے قابل نہیں بنا سکتے،

شخصی حکومت مذموم خیال کی جاتی ہے، یہ غلط فہمی ہے، اگر یہ حکومت مذموم ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی برگزیدہ قوم بنی اسرائیل کے لئے کیوں ایک بادشاہ مطلق العنان کو منتخب فرماتا، بات اصل میں یہ ہے کہ حکومت انتظام دنیا کے لئے ضروری ہے، حکومت کی مختلف صورتیں ہیں اور ان میں سے ایک بھی مذموم نہیں، البتہ بتقاضائے حالات زمانہ ایک کو دوسرے پر ترجیح ہے، حکومت خواہ وہ

شخصی ہو یا جمہوری یا دستوری تقاضا کرتی ہے کہ عنان سلطنت ایسے زبردست ہاتھوں میں ہو جسکے متحرک روشن دماغ، مدبر، منتظم، عادل، بہادر، حلیم الطبع، کریم النفس حسب ضرورت وقت ہوں، خواہ یہ افسر کوئی مطلق العنان بادشاہ ہو یا کسی جمہوری سلطنت کا پریزیڈنٹ ہو، یا کسی دیگر آئینی حکومت کا کوئی اعلیٰ افسر ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ایسے اشخاص جو بہمہ صفت موصوف ہوں، دنیا میں مشکل سے ملتے ہیں۔ ایسے آدمی جن کی زمانہ کو ضرورت محسوس ہو قدرت بوقت ضرورت پیدا کر دیتی ہے انکی ہستی کا ظہور موافق اسباب کے جمع ہونے پر ہوتا ہے۔ اور ان سے کارہائے نمایاں ظاہر ہوتے ہیں ایسے لوگ جو خاص خاص اوصاف سے متصف ہوں اور ان اوصاف میں فرداً فرداً ممتاز بھی ہوں بہت ہیں۔ اور دنیا میں عام مل سکتے ہیں، موخر الذکر جمہوری یا کسی دیگر آئینی حکومت کے رکن ہوتے ہیں، اور اول الذکر کا تقرر بحیثیت شاہ مطلق العنان دنیا کے لئے رحمت ہے۔ قانون قدرت یہی ہے کہ کثرت ہمیشہ وحدت کے تابع رہے، اور اس لئے حکومت تقاضا کرتی ہے کہ ایک سب کا اعلیٰ افسر ہو، اپنے وجود پر غور کرو، کائینات میں فکر کرو، کس طرح "علم" اور "قدرت"، جسم میں کام کرتے ہیں اور کس لئے دماغ کی حکومت دیگر اعضاء نے تسلیم کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسکی ذات تمام صفات کی جامع ہے کس طرح عالموں پر حکومت کرتا ہے۔ اگر اس حکومت میں اسکے شریک اور خدا ہوتے تو تمام انتظام کائینات درہم برہم ہو جاتا، اگر دنیا میں ایسے مطلق العنان بادشاہ ہر ایک زمانہ میں پیدا ہوتے جو "علم" اور "جسم" میں یکتا ہوتے تو حکومت کبھی اپنی صورت کی تبدیلی پسند نہ کرتی اور کسی جمہوری یا آئینی سلطنت کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر ایک کام جب ایک شخص سے نہیں چل سکتا تو وہ امداد کا طالب ہوتا ہے اور دو یا دو سے زیادہ آدمی اس کام کو چلا سکتے ہیں، جمہوری سلطنت کے ارکان میں سے بعض "عقل" اور بعض "ہمت" سے کام لیتے ہیں، اور "عقل و ہمت" دونوں ایک جسم سلطنت میں جمع ہو کر اپنی اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ اگر عقل ہو اور ہمت نہ ہو یا ہمت ہو اور عقل نہ ہو تو کام نہیں چل سکتا، مطلق العنان بادشاہ کی ذات عقل و ہمت کی جامع ہوتی ہے اس لئے وہ بذات واحد وہ کام کر سکتا ہے جو آئینی حکومت کے ارکان بہیئت مجموعی کرتے ہیں، حکومت خواہ کوئی صورت اختیار کرلے بہر حال ایک واحد

شخص کی ذات دیگر اشخاص سے ممتاز نظر آئے گی۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے جسکی تعمیل میں انسانی طبائع مجبور ہیں، اس لئے حکومت جو صورت فطرتاً اختیار کرتی ہے وہ صرف شخصی ہے۔ اور اس حیثیت سے احسن ہے۔

ہم نے حکومت کی حسن صورت پر ہی نظر کی ہے، مگر اسکے قبیح خط و خال بھی ہیں، حکومت خواہ شخصی ہو یا آئینی اسی صورت میں اچھی ہے جب اس کا انتظام صاحب عقل و ہمت، علم و عمل، ایمان و صلاحیت کے ہاتھ میں ہو۔ لیکن ایسی صورت ہمیشہ قائم نہیں رہتی، شخصی حکومت بطور وراثت نسلاً بعد نسلاً ایک ہی خاندان کے اراکین میں منتقل ہوتی ہے، اور عموماً یہ لوگ صاحب عقل و ہمت نہیں ہوتے۔ اگر لائق باپ کے بعد بیٹا قابل حکومت ہو اور بہترین خلائق ہو تو اسکی جانشینی پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ایک دو پشتیں گذرنے پر عیاش، جاہل، ظالم شخص وارث تخت و تاج ہوتے ہیں، اس وقت انتظام مملکت درہم برہم ہو جاتا ہے، جس صورت میں ایک صحیح دماغ جسم پر حکومت نہیں کرتا، خواہشات نفسانی کا غلبہ قلب پر ہوتا ہے۔ اور ایسی بے اعتدالیاں ظہور میں آتی ہیں جن کا نتیجہ اظہر ہے۔ دیگر جمہوری اور آئینی حکومتوں کا بھی یہی حال ہے، جب لوگوں کی طبیعتیں عیش و عشرت کی طرف مایل ہوتی ہیں اور کارکنان سلطنت قدرتی خرابیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں، خود غرضی، خود رائی، خود بینی، رشک و حسد، نفاق، بنیاد سلطنت متزلزل کر دیتے ہیں، بات اصل میں یہ ہے کہ جب کوئی قوم میدان ترقی میں قدم رکھتی ہے تو اس قوم کے افراد میں ہر ایک خوبی جو غلبہ کا باعث ہے موجود ہوتی ہے۔ ان کے دلوں میں جوش شجاعت ان کے حوصلے بلند کرتا ہے، وہ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ اور ان کی طاقت ہر ایک رکاوٹ کا جو ان کی ترقی میں سد راہ ہو کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے لیکن جب یہ قوم منزل مقصود پر پہونچ جاتی ہے، تو تنزل اور بربادی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ میں وہ تمام خوبیاں جو ابتدا میں موجود تھیں محو ہو جاتی ہیں، قانون قدرت یہ ہے کہ جب تک مطلوب غائب ہے طلب حاضر ہے، اور اگر مطلوب موجود ہو طلب مفقود ہوتی ہے تشنہ لب پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں آوارہ و سرگردان پھرتا ہے، جب دوڑ دھوپ کے بعد پانی دستیاب ہوتا ہے تو آتش تشنگی کے ساتھ خواہش طلب بھی بجھ جاتی ہے، جب قومیں ترقی کے معراج پر جسکو مدارج بحالات وقت مختلف ہیں پہونچتی ہیں اور ان کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ طاقتیں

جو ابتدا میں گو مطلوب پر قبضہ حاصل کرنیکے لئے جد وجہد کرتی ہیں بیکار ہو جاتی ہیں اور وہ ابتدائی جوش اور عزم مفقود ہو جاتا ہے جو "طلب" کی وجہ سے پیدا ہوتا تھا، یہ وہ زمانہ ہے جب تمدن سامان عیش و عشرت کے ساتھ اسباب تنزل فراہم کرتا ہے اور قوم قعر پستی کی طرف گرتی ہے، ایسی حالت میں حکومت خواہ شخصی ہو یا آئینی ہر ایک صورت میں کمزور ہوتی ہے، اور یہ کمزوری جو اندرونی خرابیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے بیرونی حملوں کے زور کے سامنے عمارت سلطنت کو خستہ و شکستہ کر دیتی ہے جب وہ پر جوش طبیعتیں افسردہ ہو جاتی ہیں اور وہ ولولے اور عزم بالجزم مردہ ہوتے ہیں تو انتظام مملکت خواہ کسی ہاتھ میں ہو بدنظمی اور بدامنی کو رواج دیتا ہے۔ نہ تو جمہور کی طاقت اور نہ کسی شخص کی عقل و ہمت کام آتی ہے اور نہ قدرتی اثر مٹانے سے مٹ سکتے ہیں، تواریخ عالم کا مطالعہ کرو بیشمار واقعات ان امور کی تائید میں شاہد ہیں کہ ایک ہی قوم کی ابتدائی اور آخری حالتیں کیا کچھ تھیں ایک وقت شخصی اور پھر جمہوری غرض مختلف حکومتیں نظم ممالک کو قائم رکھنے کے لئے ظہور میں آئیں لیکن سلطنت بربادی سے نہ بچ سکی۔ آیات محولہ بالا پر غور کرو، حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل میں جمہوری سلطنت قائم ہوئی اور قاضیوں کا دور دورہ رہا، جب ان سے کام نہ چلا تو بنی اسرائیل کے سر برآوردہ ارکان نے شاہی کی ضرورت محسوس کی، اور اس کا اظہار حضرت سموئیل کی خدمت میں کیا، چونکہ زمانہ نے یہ ضرورت پیدا کی تھی، اور فطرتاً طبائع انسانی اس کا تقاضا کر رہی تھیں، اس لئے ان کی خواہشات کے مطابق شخصی حکومت جمہوری سلطنت کی جگہ قائم ہو گئی، اور اس تغیر و تبدل نے بنی اسرائیل میں بھی ایک نئی روح پھونک دی، اگر جمہوری سلطنت بہرحال بہتر ہوتی تو ایک مذموم یا اپنے سے بدتر صورت اختیار نہ کرتی لیکن جمہوری سلطنت کی خرابیاں جو قدرتاً پیدا ہوتی ہیں، اپنا کام کر چکی تھیں، جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے،

"قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا قالوا وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا، فلما کتب علیھم القتال تولوا الا قلیلاً منھم۔ واللہ علیم بالظالمین"۔

بنی اسرائیل کا یہ دعویٰ کہ ہم وہی ہیں جو دنیا میں غلبہ حاصل کرنے کے لئے شہر و دیار کو چھوڑ چکے ہیں اور اپنے اہل و عیال کی فرقت گوارا کی ہے، اس ابتدائی جوش اور بلند حوصلگی کی بنا پر تھا جسکی بدولت

وہ نہ صرف قید غلامی سے آزاد ہوئے بلکہ دنیا کی تاریخ میں دیگر کار ہائے نمایاں کئے، مگر موجودہ حالت میں وہ تمدن کے بعض مدارج طے کر چکے تھے۔ اور اب اس کے انتہائی درجہ پر جانا چاہتے تھے۔ یعنی ابھی تک ان میں ابتدائی خوبیوں کا احساس باقی تھا، ابتدا میں جوش شجاعت نے انہیں جہاد فی سبیل اللہ پر قدرتاً آمادہ کر دیا، وہ خوشی خوشی کفار اور مشرکین سے لڑتے رہے، مگر جب ان ملکوں میں جن میں وہ ابتداءً مسافر تھے مقیم ہو گئے، اور حضرت داؤدؑ نے بنی اسرائیل کی خواہشات کے مطابق سلطنت کو وسعت دی اور حضرت سلیمانؑ نے دنیاوی جاہ وحشمت اور دولت وثروت سی نمود وشان کو ضرب المثل بنا دیا، اُس وقت قدرت کا یہ فیصلہ کہ "قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا" بالکل صحیح ثابت ہوا۔ اور آخر کار "تولّوا الا قلیلا منہم" جسکی وجہ یہ ہے کہ "واللہ علیم بالظالمین" اس کا علم تو جمہوری سلطنت کی خرابیوں کے باعث پیشتر ہی ہو چکا تھا کہ بنی اسرائیل حد اعتدال سے تجاوز کر چکے ہیں، اور جو کچھ اس کے نتائج قدرتاً ہونگے۔ ان کے آثار نمایاں ہو چکے تھے، ابتدا میں بنی اسرائیل نے ترک وطن اختیار کیا، عزیزوں کی جدائی گوارا کی، وجہ یہ تھی کہ اس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا، قدرتاً ان کے دل میں امنگ پیدا ہوئی اور فطرتاً وہ مطلوب کی طلب میں گھر سے نکلے اور شہر و دیار کے ساتھ خویش واقارب سے جدا ہوئے، لیکن جب منزل مقصود پر پہونچ گئے، جب ان کے پاس سب کچھ جسکی وہ آرزو کرتے تھے موجود ہو گیا، وہ عیش وعشرت میں پڑ گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ کاہل اور آرام طلب بن گئے، اور اب شہر و دیار و اقربا سے جدا ہونا شاق گذرا، آخر دوسری قومیں اپر مسلط ہو گئیں،

قیاس ہو سکتا ہے کہ جمہوری حکومت کی خرابیوں نے شخصی سلطنت کی صورت اختیار کی تھی یہ غلط فہمی ہے، ہمارے پاس ایسی مثالیں موجود ہیں جو اس قیاس کی تردید کرتی ہیں ابتدا میں شخصی سلطنت قائم ہوئی، اسکی خرابیوں کی اصلاح کے لئے جمہوری سلطنت میں بھی وہی خرابیاں پیدا ہو گئیں نتیجہ یہ ہے کہ کوئی حکومت خواہ اسکی صورت کچھ ہی کیوں نہ ہو خرابیوں سی محفوظ نہیں،

اسلام نے دنیا کو ایک نئی طرز حکومت کی تعلیم دی جسے "خلافت" سے تعبیر کرتے ہیں، اسلام سے پیشتر دنیا کے مختلف مذاہب مختلف قوموں اور ملکوں میں محدود تھے، شریعت موسوی پر صرف بنی اسرائیل کا عمل تھا، اس قوم نے اپنے مذہب کی اشاعت کی طرف کبھی توجہ نہ کی اور نہ ان کا مذہب دوسری قوموں کے لئے تھا، حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے واسطے مبعوث ہوئے اور اپنے

شاگردوں اور حواریوں کو سامریوں اور دیگر غیر بنی اسرائیل کی بستیوں میں داخل ہونے سے منع کیا۔
تمام عمر ان کے مخاطب صرف بنی اسرائیل ہی رہے۔ اور آنحضرت نے کبھی رومیوں یا کسی غیر بنی اسرائیل
کو تعلیم نہیں دی، اور نہ اپنا شاگرد بنایا۔ اسلام "کافتہ النّاس" کے واسطے تھا، کل مذاہب کے معتقدین کو
ابتدا ہی سے دعوت دی۔ اور دنیا کی ہر ایک قوم نے اسے قبول کیا، بنی اسرائیل ہمیشہ غیر اقوام سے متنفر رہے
ہیں، اور برہمنوں کی طرح اپنی ذات کو سب سے برتر اور خدا کو اپنا باپ اور اپنے آپ کو خدا کے بیٹے بلکہ
اکلوتے سمجھتے تھے۔ اسلام نے ہر ایک مسلمان کے حقوق مساوی رکھے، خواہ وہ کسی قوم سے ہو
اور کسی حیثیت کا ہو۔ "اسلام اور خلافت" کا تعلق بہت مضبوط ہے، اسلام سے پیشتر جس طرح
مذاہب قوموں میں محدود تھے، اس طرح حکومت کے حقوق بھی انہی کی ذات کے لئے خاص تھے
لیکن اسلام جس طرح تمام قوموں کا مذہب ہے خلافت کا استحقاق بھی ہر ایک مسلمان قوم کو پہونچتا ہے،
کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں تقویت دین، اور اسکی حفاظت اور اشاعت اور مسلمانوں کے غلبہ کے لئے
خلافت کا وعدہ کیا گیا تھا، خلافت کا تصور اسلام کی تصدیق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اگر خلافت ایک قوم
میں محدود ہوتی تو عربوں اور بالخصوص قریش کے زوال کے ساتھ اسلام کا بھی خاتمہ تھا، کیونکہ قدرت
نے قوموں کا عروج و نزول لوح کائنات پر جلی حرفوں سے لکھدیا ہے، عربی تمدن کے اثر سے نہ بچ سکی
اور نہ اور کوئی قوم محفوظ ہے، اور نہ ہو سکتی ہے، وہ موضوع حدیثیں اور غلط روائتیں جو خلافت
کو قریش یا اہلبیت میں محدود کرتی ہیں اسی وقت تک قابل وقعت تھیں جب قریش حکومت کے
اہل تھے، اسلئے جو کچھ وہ اپنی نسبت کہتے تھے بجا تھا، جب اسلام سی عزیز چیز ہر ایک قوم کا حصّہ ہے
تو اسکی حفاظت، اشاعت، تقویت کے ذرائع یعنی خلافت کے استعمال میں کس طرح بخل ہو سکتا تھا
اس لئے ہر ایک قوم خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، ترک ہوں یا مغل، افغان ہوں یا پارسی، قبول اسلام
کے ساتھ خلافت کی بھی مستحق ہے،

"خلافت" نے حکومت کی خرابیوں کو اصولاً اور عملاً رفع کر دیا ہے، خلیفہ خواہ کسی قوم سے
ہو اگر مسلمان، مومن، صالح ہے تو خلافت کا مستحق ہے، شخصی اور جمہوری اور دیگر حکومتیں اس لئے قدرتاً
خرابی کو پرورش کرتی ہیں کہ صرف ایک ہی قوم میں محدود ہوتی ہیں اور یہ قوم ایک عرصہ بعد اُس بوسیدہ
شجر کی طرح بن جاتی ہے جسکی قسمت میں ایک دن آگ کا ایندھن بننا لکھا ہے، لیکن خلافت نے حکومت

کو کسی ایک قوم میں محدود نہیں رکھا، اور اس لئے اسے زوال کا بھی اندیشہ نہیں۔
المختصر حکومت کی احسن صورت "خلافت" ہی ہو سکتی ہے، قوموں کا عروج و نزول تو تا قیامت ہوتا رہیگا، لیکن جب ہمارے حقوق اسلامی ممالک میں مساوی ہیں تو اگر بہ تقاضا وقت بہترین خلائق برسر حکومت ہوں تو ہمیں کس بات کا غم ہو سکتا ہے۔
اب سوال یہ ہے کہ کیا امیر معاؓویہ خلافت کے مستحق تھے اور انکا عہد خلافت کہا جا سکتا ہے۔ اصول حکومت اور بالخصوص خلافت جو کچھ ہم نے بیان کئے ہیں اور جن کے استدلال کی بنا قرآن شریف کی آیات ہیں۔ ان کو مدنظر رکھکر ضرورت نہیں کہ اس سوال کا جواب زیادہ غور و فکر کے بعد دیا جائے ہم بلا تامل کہتے ہیں کہ وہ خلیفہ برحق تھے، اور ان کا عہد خلافت حقہ تھا، بلکہ ان کے جانشین بھی اس قابل تھے اور مستحق تھے کہ خلیفہ کہلائیں۔
مؤرخین نے بنو امیہ کی "خلافت" پر نہایت بیجا اعتراض کئے ہیں، جنکی وجہ یہ ہے کہ یا تو انہیں اہلبیت کی محبت کا دعوے ہے، اور جوش محبت میں جو کچھ لکھا وہ جھوٹی سچی روایتوں کی بناء پر اور اپنی طبیعت کے تقاضا سے مجبور ہو کر لکھا، یا "خلافت" کے معنی ہی نہیں سمجھے۔ مؤخر الذکر محققین میں سے ہمارے ہمعصر "جرجی زیدان" بھی ایک ہیں، جو مصر کے ایک عیسائی ہیں، اور "الہلال" کی اڈیٹری میں بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسے لوگوں سے توقع ہو سکتی ہے کہ کسی فریق کی بیجا اور متعصبانہ طرفداری نہ کریں۔ لیکن یہ بھی امید ہو سکتی ہے کہ خلافت کے معنی سمجھنے میں غلطی کریں خود مسلمان مؤرخین ایسی غلطیوں سے محفوظ نہیں تو ایک عیسائی فاضل معذور ہے۔ فاضل مذکور نے اپنی کتاب "التاریخ التمدن الاسلامی" میں لکھا ہے کہ "ابوسفیان اور اسکی اولاد نے مجبوری کی حالت میں اس وقت اسلام قبول کیا جب انہیں اپنے مقاصد کی کامیابی کی کوئی امید نہ رہی، اور اس لئے معاویہ کو خلافت کی آرزو محض دنیاوی اغراض کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی" اور ایک اور جگہ اسطرح لکھا ہے کہ۔ "حکومت امیہ کے بانی معاویہ نے خلافت کی ہوس طمع آخرت یا دینی خلافت کے لئے نہیں کی تھی" یہ اور اس قسم کے اعتراض جو ہماری رائے میں تعصب اور غلط فہمی پر مبنی ہیں بنو امیہ کی خلافت پر کم و بیش ہر ایک مؤرخ نے کئے ہیں، ہم نے خلافت اور اسکے اصولوں اور استحقاق کا مجمل ذکر کیا ہے اس لئے ضرورت نہیں کہ ان بیجا اعتراضوں کا مفصل جواب دیا جائے، ان لوگوں نے اسلام کا مطالع غور

وفکر سے نہیں کیا، اور نادانی سے مسلمانوں کے دین اور دنیا میں فرق کرتے رہے ہیں۔ بات اصل
میں یہ ہے کہ اسلام سے پیشتر دنیا کو ایسی کامل اور اکمل نعمت ہی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ خود حضرت عیسیٰؑ
نے گرفتاری کے وقت اعتراف کیا تھا کہ میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں اور اس طرح مذہب کو بادشاہت
سے علیحدہ کر لیا۔ اپنے شاگردوں کو تلوار چلانے سے منع کیا۔ لیکن جب معلوم کر لیا کہ محکومی اور ذلت کی
حالت میں دین کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ اور غلبۂ دین کے لئے دنیاوی بادشاہت کی ضرورت کو محسوس کیا
تو آئندہ زمانہ میں ابن آدم کے جلال کی خبر دی جو ہزار فرشتوں کی فوج کے ساتھ آئیگا، اور تائید ایزدی
اور غیبی امداد اسکی پشت پناہ ہوگی، پھر کسی کافر یا مشرک یا مردود کو نبی کے قتل کرنے کا حوصلہ نہ ہوگا، اور
دین اور دیندار امن میں ہوں گے، بلکہ غالب آئیں گے، اسے ایک پیشگوئی سمجھو یا ضرورت زمانہ کا احساس
بہرحال جو کچھ روح اللہ نے فرمایا تھا وہ پورا ہوا اور چونکہ ان کی اپنی ذات دنیا کی بادشاہت کی خواہاں نہ تھی،
اور ان کی اپنی تعلیم دنیا کی بادشاہت کے متعلق نہ تھی، اس لئے عیسائیت کا اس میں کچھ حصہ نہیں لیکن
ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین۔ لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون
اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین، وما جعلہ اللہ
الا بشری ولتطمئن بہ قلوبکم" اسلام کے متعلق تھا، اور اسی سورۃ "الانفال" کی دوسری آیت یہ ہے
" واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآواکم وایدکم
بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون" ایک اور آیت اس طرح ہے:۔
" وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ فان انتھوا فان اللہ بما یعملون بصیر،
وان تولوا فاعلموا ان اللہ مولکم نعم المولی ونعم النصیر" سورۃ "التوبہ" کو اگر "الانفال" کے ساتھ
پڑھا جائے، جو فی الحقیقت ایک ہی سورۃ ہے تو واضح ہو جائیگا کہ کس طرح مسلمانوں نے خوف وخطر
کی حالت میں شہر و دیار اور اہل وعیال کو چھوڑا، اور ان کی بادشاہت اس دنیا کی نہ ہوتی تو انکی تباہی میں کچھ
شک نہ تھا، اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ باطل پر حق کا غلبہ ہو، اور مسلمان خوشی خوشی اور امن و اطمینان
سے عبادت الٰہی بجا لائیں۔ اور کفر اور کفار کی بیخ کنی ہو، اس لئے " دنیا کی بادشاہت" کو دین کی بدولت
عطا فرمایا، کفار اور مشرکین کو نبیوں کی معرفت بہت دفعہ موقع دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سنیں۔ مگر
وہ نہ صرف کفر و شرک پر اڑے رہے، بلکہ نبیوں کو قتل کیا، اور طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں، اس لئے

وہ اسباب جوان کے ظلم وستم کا ذریعہ تھے ان سے چھینے گئے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ دست تعدی دراز نہ کرسکیں۔ ان لوگوں نے محمد رسول اللہ کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا اور "واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك اویقتلوك اویخرجوك" ارادہ کرلیا کہ ہر ایک تدبیر اور حیلہ سے رسول خدا کو قید کرلیں یا قتل یا جلاوطن کردیں۔ مظلوم مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے۔ اور شہر و دیار اور خویش و اقارب کو چھوڑا لیکن اس پر بھی باز نہ آئے۔ اور کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ آخر اسکا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ مسلمانوں نے تقویت حاصل کی اور کفار و مشرکین پر غالب آئے اور "خلافت" قائم ہوگئی۔

ہم نے "خلافت" کو تقویت، اشاعت، حفاظت دین کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اسلام خلافت کے ذریعہ سے شائع ہوا۔ دنیاوی بادشاہت کفار سے اس واسطے چھینی گئی کہ وہ اس ذریعہ سے مسلمانوں کو نہ ستائیں۔ اور اسلام اور مسلمان بحالت محکومی ذلیل نہ ہوں۔ لیکن اسلام نے دنیاوی بادشاہت کو کبھی اپنی اشاعت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بلکہ ہر حالت میں "لا اکراہ فی الدین" کا واجب العمل حکم نافذ کیا۔ جب دنیاوی بادشاہت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی اور کفار کے ہاتھ کوتاہ ہوگئے تو وہ رکاوٹیں جو اسلام کی اشاعت میں وہ پیدا کرتے تھے دور ہوگئیں۔ اس وقت مسلمان دنیاوی بادشاہت کے ذریعہ ان سے وہی سلوک کرسکتے تھے جو اس سے پیشتر خود مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا گیا تھا۔ مگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا۔ کفار اور مشرکین کو موقع دیا گیا کہ امن کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اپنی شرارت سے باز آئیں۔ لیکن ان کے سر پر تو شامت سوار تھی یہ کافر یہ مشرک "الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون"۔ یہ لوگ امن کے ساتھ بود و باش رکھنا سیکھے ہی نہ تھے بہت دفعہ صلح و امن کا عہد باندھا اور ہر دفعہ توڑا۔ آخر ان لوگوں کو چار ماہ کی مہلت دی گئی اور کہا گیا "فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم غیر معجزی اللہ" اس کا اثر بھی سنگدلوں پر نہ ہوا۔ اس لئے "کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا ولا ذمۃ"۔ ایسے آدمی جو بحالت غلبہ مسلمانوں سے کوئی رعایت نہیں کرتے تھے۔ اور نہ حق قرابت کو تسلیم کرتے تھے اور عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کی حرمت کو نہ سمجھتے تھے، "لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃ" "واولئك ھم المعتدون" اور حد اعتدال سے تجاوز کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کی سرکوبی فرض تھی، لیکن ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی تھے جو اسلام کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کرتے۔ "فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ

غفور رحیم" اور فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین" ایسے لوگوں کے واسطے راستے کھلے تھے۔ اور وہ دین میں مسلمانوں کے بھائی تھے۔ اور ان کے حقوق مساوی تھے۔ بعض ایسے لوگ بھی تھے جو بدعہدی کے بعد پھر صلح اور امن کے خواستگار ہوتے "وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ۔ انہ ھو السمیع العلیم۔ وان یریدوا ان یخدعوک فان اللہ حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین" اگر وہ صلح پر مائل ہوں تو صلح منظور ہے خواہ یہ صلح از راہ فریب ہی کیوں نہ ہو۔ اگر پھر فریب کا ارادہ کریں تو آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے پیشتر بھی غالب کیا۔ اور اب بھی وہی کارساز ہے۔ مگر وہ مشرک جو اپنے عہد پر قائم ہیں۔

"الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم۔ ان اللہ یحب المتقین" ایسے مشرکوں کے ساتھ عہد وپیمان کے موافق جس قدر مدت تک وہ اس عہد کو نبھا سکیں سلوک کرنا چاہیئے، تقویٰ اسی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے اور

"ان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر۔ انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون" یہ وہ لوگ ہیں قسمیں کھا کر عہد وپیمان باندھے اور پھر توڑ ڈالا۔ اور اسلام کو مورد طعن بنایا۔ ان لوگوں کی بدعہدی حد سے گذر گئی کئی بار قسمیں کھائیں، صلح اور امن کا عہد باندھا اور توڑا۔ ایسے لوگ تو فی الحقیقت کفر کے سرغنہ ہیں ان سے کبھی توقع نہیں ہو سکتی کہ امن سے زندگی بسر کریں گے اور دوسروں کو چین سے بیٹھنے دیں گے، قسمیں کھا کر بھی اپنی شرارت سے باز نہیں آتے۔ ان لوگوں کی قسموں کا کیا اعتبار ہے۔ ایسے لوگوں کا قلع قمع ہی دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے بہتر ہے جس کم جہان پاک۔ "الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدءوکم اول مرۃ" اور مسلمان ایسی قوم سے کیوں نہ لڑتے جو بار بار بدعہدی کرتے رہے رسول اللہ کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کیا اور اب مدینہ سے خارج کرنے پر آمادہ تھے اور کسی طرح پیچھا ہی نہ چھوڑتے تھے۔ اور خود بانی فساد تھے۔ ابتداء شر بھی ان کی طرف سے ہوتا رہا۔

مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ایک عرصہ تک کفار اور مشرکین کی سختیاں برداشت کیں۔ اور صبر کرتے رہے، لیکن جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا اور وہ رسولؐ کے قتل پر آمادہ ہوئے تو آپ نے مجبوراً ہجرت کی اور مسلمان بھی آوارہ خانماں ہوئے۔ کفار نے اس پر بھی اکتفا نہ کی بلکہ کسی طرح

اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ ادھر مسلمانوں کی جمعیت بھی بڑھ گئی اور تقویت پیدا ہوگئی۔ اور کفار کو رفتہ رفتہ مغلوب کر لیا۔ مگر اس غلبہ سے وہ فائدہ نہ اٹھایا جو کفار نے اٹھایا تھا۔ انہیں موقع دیا گیا کہ صلح اور امن سے رہیں۔ مگر کفار نے ہمیشہ نقض عہد کیا۔

بیشک خلافت نے ان تلواروں پر قبضہ کر لیا جو اس سے پیشتر کفار کے ہاتھ میں تھیں۔ لیکن ان تلواروں کو کبھی کفار کے برخلاف اس طرح استعمال نہیں کیا۔ جس طرح وہ کرتے تھے۔ اس سے صرف ان کا زور توڑنا مقصود تھا۔ تاکہ آئندہ وہ اس ذریعے سے مسلمانوں کو نہ ستائیں۔ خلافت نے ان تمام رکاوٹوں کو اسلام کے راستہ سے ہٹا دیا۔ جو کفار نے اپنے غلبہ کے باعث پیدا کی تھیں۔ مگر اسلام نے اپنی حقانیت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں گھر کیا۔ کبھی کسی کافر کو بزور شمشیر مسلمان نہیں کیا گیا۔ البتہ کافروں کی شمشیروں کو اس واسطے اپنے قبضہ میں کیا کہ وہ کسی مسلمان پر استعمال نہ کر سکیں۔ اور کوئی مسلمان ان کی شمشیر سے خوف زدہ نہ ہو۔ اور ان کی طرف سے مطمئن ہو کر توحید کا اقرار کرے۔

مسلمانوں کو اہل کتاب سے بہت ہمدردی رہی۔ رومیوں نے پارسیوں سے شکست کھائی تو مسلمان غمگین نظر آتے تھے۔ اور کفار خوش تھے۔ اس لئے توقع تو یہ تھی کہ اہل کتاب کو بھی مسلمانوں سے ہمدردی ہونی چاہئے۔ کیونکہ دونوں میں اس قدر بُعد نہ تھا جس قدر کفار اور اہل اسلام میں تھا۔ بلکہ اہل کتاب اور مسلمان اکثر حالات میں مذہبًا ہم خیال تھے۔ مگر معاملہ برعکس تھا۔ اہل کتاب نے منافقانہ کارروائی کو جاری رکھا اور اکثر کفار کو مسلمانوں کے برخلاف امداد دیتے رہے۔ آخر مسلمانوں کو ان لوگوں سے بھی لڑنا پڑا۔ مگر باوجود غلبہ اہل کتاب کے ساتھ خاص خاص رعائتیں بمقابلہ کفار و مشرکین ملحوظ رکھیں۔ یہ رعایت اس آیت سے واضح ہوتی ہے:۔

"قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله ولا يدينون دين الحق من الذين اوتوا الكتٰب حتى يعطوا الجزية عن يدٍ وهم صاغرون"

اہل کتاب سے صرف جزیہ لیا گیا۔ اور یہ بھی اس لئے کہ اس سے بطور گنجنٹ مسلمانوں کی ایک فوج ان کے سر پر رہے تاکہ انہیں کسی شرارت کا موقع نہ ملے۔ اگر ان کے دشمن ان پر حملہ آور ہوں تو مسلمان ان کی حفاظت کریں۔ اور بوجہ مسلمانوں کے دشمنوں سے براہ راست کسی قسم کا تعلق نہ رکھ سکیں۔ کفار سے یہ رعایت نہ تھی۔ کفار اگر بحالت امن ہیں تو مسلمانوں کی رعیت رہتے۔ لیکن اہل کتاب کی ریاست و حکومت صرف

جزیہ کی ادائیگی پر بحال رکھی گئی ۔

لفظ "جزیہ" خواہ "جزا" سے مشتق ہو یا "گزیت" سے مسلمانوں نے اسے رومیوں سے سیکھا ہو یا اہل فارس سے، یہ قدیم الایام سے رائج ہو یا اسلام کی محدثات سے ہو ہم ان اُمور پر بحث نہیں کرتے۔ مگر مولانا شبلی نعمانی اور جرجی زیدان سے اس امر میں متفق الرائے نہیں کہ "جزیہ کل غیر مسلم لوگوں سے وصول کیا جاتا تھا"

مسلمانوں کا طریق عمل مختلف زمانوں میں خواہ کچھ ہی رہا ہو اسمیں شک نہیں کہ یہ رعایت اسلام نے خاص اہل کتاب کو دی تھی۔ اسلام نے تو کفر کی جڑ ہی کاٹ دی۔ اس کے بعد دنیا میں کبھی کفر کا غلبہ نہیں ہوا۔ کفار کی حکومت حرف غلط کی طرح مٹ گئی "ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمٰتہ ویقطع دابر الکٰفرین" (الانفال)

ہم نے خلافت کے اصول استحقاق، ضرورت حکومت وغیرہ کا تذکرہ کر دیا ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ مسلمانوں کی دنیا دی بادشاہت کیا ہے"

فصل پنجم

دار الخلافت

رسول اللہ کی بعثت اور اس سے پیشتر "مکہ" عرب کی پولیٹکل طاقت کا مرکز تھا۔ ہم بیان کر آئے ہیں کعبۃ اللہ جس کا بنیادی پتھر حضرت ابراہیم نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا اس وقت عربوں کے اقتدار اور اعزاز کا باعث تھا۔ اور اسے برقرار رکھنے کے لئے اہل قریش نے وہ اسباب فراہم کر رکھے تھے جو ضرورتاً محسوس ہوئے۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم کے ابتدائی حالات میں ان اسباب کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن فی الحقیقت جسے تمدن کہتے ہیں اس سے اہل عرب نا آشنا تھے۔ اس وقت تک عربوں نے اسکے ابتدائی مراحل بھی طے نہ کئے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یمن میں عربوں نے تمدن میں نمایاں ترقی کی تھی لیکن اس وقت وہ تقویم پارینہ تھی۔ سرزمین حجاز میں جہاں مکہ واقعہ تک ابھی تک

خانہ بدوش بدو اپنے مال مویشی کے ساتھ چراگاہوں یا قدرتی چشموں کی تلاش میں پھرتے نظر آتے تھے۔ اگرچہ انسان مدنی الطبع ہے اور قدرتاً اسے متمدّن ہونا چاہئے۔ مگر اس قوم نے بیشمار صدیاں اسی خانہ بدوشی کی حالت میں بسر کیں۔ حجاز ایک ایسا قطعہ ملک تھا جسکا تعلق متمدّن دنیا سے قدرت کے زبردست ہاتھوں نے قطع کر دیا تھا۔ اس لئے نہ تو اہل حجاز اور نہ بیرونی متمدّن دنیا نے ایک عرصہ تک ایک دوسرے کی خبر لی۔ بنی اسرائیل جو بیت المقدس کی بربادی کے بعد اور رومی حکام کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر حجاز کے خشک صحراؤں میں پناہ گزین ہوئے۔ آخر مکہ و مدینہ اور طائف میں آباد ہو گئے بنو اسمٰعیل کو ان سے خاص تعلق تھا۔ اس لئے رفتہ رفتہ ان کی طبیعتیں بھی عربی وحشت سے مانوس ہوتی گئیں۔ ایّام جاہلیت اور بعثت کے وقت ان کے متعدد قبائل مذکورہ بالا شہروں میں آباد تھے۔ لیکن ان کے تمدّن نے عربیوں پر کچھ نمایاں اثر نہ کیا۔

ایّام جاہلیّت میں اہل عرب میں اسی تمدّن کے آثار پائے جاتے ہیں جو ہر ایک قوم کے تمدّن کے ابتدائی مرحلے ہیں۔ مختلف قبایل کے سردار خودمختار بادشاہ تھے۔ اور ہر ایک مہم کا سر انجام انکی ذات سے وابستہ تھا۔ مگر ایسا سردار وہی شخص ہو سکتا تھا جو اپنے قبیلہ میں ذاتی اوصاف کے باعث ممتاز ہو بسا اوقات ان قبایل میں خانہ جنگی کی آگ برسوں مشتعل رہتی اور بعض اوقات یہ قبیلے متفقہ طاقت کے ساتھ غیر حملہ آور کا مقابلہ کرتے۔ یہ امور ایسے تھے جو ان کے آئندہ تمدّن میں کام آئے۔

عرب جس سے ہماری مراد سرزمین حجاز ہے ایک عرصہ سے اس عظیم الشّان تمدّن کے لئے تیار ہو رہا تھا جسنے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔ مکہ انکی پولیٹیکل اور مذہبی طاقت کا مرکز تھا اور اس جگہ اہل قریش سب قبایل کا سردار تھا۔ محمد مصطفٰےؐ بھی اسی قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شمع اسلام کے سامنے تاریکیٔ جہالت کافور ہو رہی تھی۔

بعثت اور تبلیغ کے ایک عرصہ تک مکہ اسی طرح عرب کی طاقتوں کا سرچشمہ رہا لیکن جب رفتہ رفتہ اسلام نے فروغ پایا تو مسلمانوں کے لئے مکہ میں آزادانہ اور امن کے ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا اور کفار مکہ رسول اللہؐ کے قتل کا مصمم ارادہ کر چکے تھے۔ اور اس سازش میں ہر ایک قبیلہ کے ایک ایک آدمی نے اس لئے حصہ لیا تھا کہ بنو ہاشم کسی ایک قبیلہ سے انتقام نہ لے سکیں اس حالت میں رسول اللہؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ دشمن نقش قدم پر آ رہا تھا۔ اور آپ ایک غار میں چھپے بیٹھے تھے یارِ غارؓ

صدیق اکبرؓ ساتھ تھا۔ کہا کہ ہم دو ہیں اور دشمن بے شمار ہیں۔ "ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا"۔

ہجرت سے پیشتر اہل مدینہ سے عہد و پیمان ہو چکا تھا اور بہ شب جمعہ آنحضرتؐ نے مکہ کو الوداع کہا۔ یہ ہجرت کا پہلا سال ۱۵ ؍جولائی ۶۲۲ء کے مطابق ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک واقعہ جو بظاہر قابل التفات نہیں ہوتا عظیم الشان نتائج پیدا کرتا ہے۔ ہجرت کا پہلا سال اہل اسلام کی قومیت کا بنیادی پتھر سمجھنا چاہیئے۔ بروز جمعہ آنحضرتؐ یثرب میں داخل ہوئے۔ یثرب مکہ کی طرح "وادی غیر ذی زرع" نہ تھا۔ اس کے مضافات میں کھلے میدان اور سرسبز چراگاہیں تھیں لیکن اسکی حیثیت ایک آباد گاؤں سے بڑھ کر نہ تھی۔ آنحضرتؐ ایک اونٹنی پر سوار تھے ہر ایک شخص استدعا کرتا تھا کہ مہمانی کا فخر نصیب ہو۔ مگر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس گھر کے سامنے اونٹنی خود بخود بیٹھ جائیگی اسی جگہ میرا قیام ہوگا۔ یہ دولت سرمدی ابو ایوبؓ انصاری کے حصہ میں آئی۔

تھوڑے عرصہ میں یثرب مدینۃ النبی بن گیا۔ اور مدینۃ النبی تمام عرب اور بعد ازاں عراق۔ ایران اور شام اور مصر کا دار الخلافت ہوگیا۔ اگرچہ مدینہ مسلمانوں کی پولیٹکل طاقت کا مرکز تھا اور مکہ سے اس طاقت کا انتقال ہوگیا لیکن مذہبی طاقت کا مرکز مکہ ہی رہا۔ جہاں مکہ مبارک کعبۃ اللہ کی عمارت قدیم الایام سے موجود ہے اور جسکی طرف رسول اللہ اور آپکے اصحاب کا رُخ بوقت عبادت رہتا تھا۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت کا اختتام ہوگیا۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں ہی مستقل رہائش اختیار کی اور اسی جگہ وفات کے بعد مدفون ہوئے۔ صدیق اکبر۔ فاروق اعظم۔ اور ذوالنورین نے مدینۃ النبی کو دار الخلافت برقرار رکھا۔ لیکن مؤخر الذکر خلیفہ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو مقر خلافت قرار دیا۔ کوفہ کی بنا ۱۶ ھ میں حضرت عمرؓ کی خلافت میں ڈالی گئی تھی۔ فتح عراق اور تسخیر ایران کے بعد سعد بن وقاص نے مدائن دار السلطنت کسریٰ میں رہائش اختیار کی۔ اور کسریٰ کے کوشک سفید کو "دار الامارۃ" بنا دیا۔ عربی سپاہ کا ایرانی پایہ تخت میں قیام کرنا فاروق اعظم کو ناگوار گذرا۔ دور اندیش مدبر کو معلوم تھا کہ ایرانی تمدن کا اثر عربیوں پر ضرور ہوگا اور بہت جلد آرام طلب ہو جائینگے۔ آب و ہوا کی ناموافقت بھی ایک بہانہ تھا۔ ریگستان عرب کے باشندے ایسے شہروں میں طاقت و توانائی اور قدرتی ولولے برقرار نہ رکھ سکتے تھے۔ تھوڑے دنوں میں ان کا رنگ روپ متغیر ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے

سعد کو لکھا کہ چھاونی کے لئے کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جو دریا کے کنارہ اور خشکی سے متصل ہو یعنی مقر خلافت کے درمیان کوئی دریا یا پل حائل نہ ہو سلیمان بن ربیعۃ الباہلی اور حذیفہ بن محصن نے دریا فرات کے کنارہ پر وہ قطعہ زمین انتخاب کیا جو حیرہ اور فرات کے مابین واقع ہے۔

ابتدا میں کوفہ میں صرف بانسوں کی جھونپڑیاں بنائی گئیں جسکے چاروں طرف عربی سپاہ کے خیمہ استادہ نظر آتے تھے حضرت عمرؓ خشت خام یا پختہ عمارتوں کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اُن کے تاکیدی احکام کا مضمون یہی تھا کہ پختہ اور بلند عمارتیں عیش پسند طبائع کی اختراع ہے۔ اور آرام طلبی اور کاہلی کے سامان ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سخت رکاوٹیں ہیں۔ خبردار رومیوں اور ایرانیوں کی طرح تن آسانی اور دولت فراہم کرنے میں نہ پڑنا۔ ہر وقت سفر کے لئے تیار رہو۔ کاشتکاری سے بازآؤ وغیرہ وغیرہ۔ ایک دفعہ ان پھوس کی جھونپڑیوں میں آگ لگ گئی تو خشت خام کی عمارتوں کی اجازت مجبوراً دیدی۔ مگر اسپر بھی شرائط کی قید لگادی کہ بلند نہ ہوں اور کوئی شخص تین کمروں سے زیادہ نہ بنائے۔

یہ زمانہ گذر گیا مسلمانوں نے تھوڑے عرصہ میں متمدن دنیا کو مسخر کرلیا اور یہ ناممکن تھا کہ ان کی طبائع پر اس کا اثر نہ ہو حضرت عثمانؓ کی خلافت میں کوفہ ایک بارونق شہر بنگیا اور چونکہ ایک سرسبز ملک میں واقع تھا اس لئے اسکی آبادی میں روزافزوں ترقی ہوتی گئی۔ بہ لحاظ تمدن مدینہ کو مکہ پر اور کوفہ کو مدینہ پر ترجیح ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت علیؓ کو انتقال دار الخلافت کے وقت یہی امور مدنظر ہوں۔ مگر واقعات شاہد ہیں کہ اہل عرب پر جن سے ہماری مراد اہل حجاز ہیں خلیفہ چہارم کو اعتماد نہ تھا۔ اور ان لوگوں میں آپ کو بھی ہر دلعزیزی حاصل نہ تھی۔ کوفہ کو اس لئے انتخاب کیا گیا کہ نئی آبادی میں ہوا خواہ جمع ہو کر خلافت کو تقویت دیں گے۔ اور اہل کوفہ قدرتاً انتقال خلافت پر حضرت علیؓ کی امداد کریں گے ہجرت اور انتقال خلافت میں مشابہت ہے۔ مگر دونوں کا نتیجہ مختلف ہے۔ اور اختلاف کے وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ایسے جانثاروں کی جماعت بہم نہ کرسکے جو مدینہ میں آنحضرتؐ کے وقت جمع ہو گئے تھے۔ اور نیز یہ وقت انتقال دار الخلافت کے لئے موزون نہ تھا۔ مگر حضرت علیؓ مجبور تھے۔ مدینہ اور کوفہ ایک دوسرے کے حریف شہر بن گئے اور حضرت علیؓ اور اہل حجاز میں بُعد بڑھتا گیا۔ اس کا فائدہ دمشق کو ہوا۔

اگر کوفہ مستقل مقر خلافت بن جاتا اور حضرت علیؓ کو اپنے ارادوں میں کامیابی حاصل ہوتی تو کچھ شک نہیں کہ کوفہ عراق۔ ایران۔ شام پر حکومت کرنیکے لئے نہایت موزون جگہ تھی۔

عراق میں خوارج کی آبادی کا بہت بڑا حصہ تھا۔ حجاز میں عربی خود سر تھے، اس لئے حضرت علیؓ کے لئے انتقال دار الخلافت کچھ مفید ثابت نہ ہوا۔

دمشق ایک متمدن شہر تھا۔ اور امیر معاویہؓ بیس سال سے بحیثیت عامل اس جگہ کام کر رہے تھے۔ بنو امیہ ان کی پشت پناہ تھے۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ بذاتہ حکومت کے قابل تھے۔ ہمیں یقین ہے کہ حضرت علیؓ کا مرتبہ بنسبت امیر معاویہؓ بہت بلند ہے۔ اور انکی موجودگی میں امیر معاویہؓ دنیا اسلام میں بہتر آدمی نہ تھے لیکن ہر دو اصحاب کے فضائل میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جن کا موازنہ کرنے سے پلہ امیر معاویہؓ کا بھاری رہتا ہے۔ اس زمانہ کے تواریخی واقعات پر غور کرنے سے ایک محقق اس زمانہ کی خصوصیات اور ضروریات کو سمجھ سکتا ہے، اس لئے ان پر طویل بحث کی ضرورت نہیں، حضرت عثمانؓ کی شہادت اور اسکے نتائج پر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔ ان واقعات کو مد نظر رکھ کر حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کو حریفانہ کارناموں پر غور کرنا چاہیئے، پھر اس سوال کا جواب کہ کوفہ کس لئے مدینہ کی جگہ دار الخلافت قرار دیا گیا؟ آسان ہو جائیگا اور یہ امر کہ حضرت علیؓ کو عربیوں پر اعتماد نہ تھا یا دوسرے لفظوں میں عربی آپکے حامی نہ تھے واضح ہو جاتا ہے۔ ان سب حالات پر غور کرنے سے ان وجوہات کا پتہ ملتا ہے جن پر حضرت علیؓ کی ناکامیابی کا انحصار ہے۔ صاحب "ناسخ التواریخ" جو اہلبیت کی محبت کا دم بھرتا ہے اور بزمرہ شیعان علیؓ ہے۔ لکھتا ہے کہ "چار آدمیوں کو عقلائے عرب سے شمار کیا گیا ہے، یعنی معاویہؓ بن ابی سفیان وعمروؓ بن العاص ومغیرہؓ بن شعبہ اور زیاد جب حضرت علی علیہ السلام مسند خلافت پر بیٹھے۔ مغیرہ نے کہا۔ امیر المومنین ایک نصیحت کرتا ہوں، فرمایا، کہو، کہا۔ امارت کوفہ طلحہؓ بن عبداللہ اور بصرہ زبیرؓ بن العوام کو دو۔ اور حکومت شام پر معاویہ کو بحال رکھو، جب استقلال خاطر خواہ ہوگا۔ اس وقت جس طرح تغیر و تبدل کرو گے خلل واقع نہ ہوگا بات یہ ہے کہ مغیرہ کی نظر نظم مملکت و سلطنت پر تھی اور دقائق شریعت سے غافل تھا۔ اور حضرت علی علیہ السلام دقیقہ حکومت معاویہ را در شام حرام می دانست۔"

اور معصوم کبھی محرمات کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان کا نتیجہ منافع کثیرہ دنیا و آخرت ہی کیوں نہ ہو۔ بالجملہ علی علیہ السلام نے مغیرہ کی نصیحت قبول نہ کی۔ دوسرے دن پھر حاضر خدمت ہو کر کہا۔

"امیر المومنین کل جو کچھ عرض کیا تھا اسپر میں نے خود غور کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کی رائے صائب ہے اور میرا اندیشہ خطا پر تھا۔ اتنا کہکر چلا گیا اور یہ اشعار کہے:۔

"نصحت علیاً فی ابن ھند نصیحۃً — فردفلا یسمع لھا الدھر ثانیہ
وقلت لہ ارسل الیہ بعدہٖ — علی الشام حتی یستقر معاویہ
ویعلم اھل الشام ان قد ملکتہ — فام ابن ھند عند ذالک ھاویہ
وتحکم فیہ ما نرید فان حکم — فذا ھب فارفق بہ وابن راھیہ
فلم یقبل النصح الذی جئتہ بہ — وکانت لہ تلک النصیحۃ کافیہ

امیر معاویہؓ تو خود عقلائے عرب میں شمار ہوتا ہے۔ مگر دیگر عقلائے وقت بھی اسی کے حامی تھے۔ جہاں اس قدر عقول متفقہ طاقت کے ساتھ کام کر رہی ہوں قیاس ہو سکتا ہے کہ ان کی مخالفت میں کیا کچھ کامیابی ہو سکتی ہے۔ "تالیف قلوب"[۲۳] سنت نبوی ہے۔ کاش حضرت علیؓ اسے ترک نہ کرتے۔ مغیرہؓ بن شعبہ کی نصیحت بقول صاحب ناسخ التواریخ نظم مملکت و سلطنت پر تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ تالیف قلوب کی تعلیم کر رہا تھا۔ دقائق شریعت سے نہ وہ غافل تھا اور نہ اسکی نصیحت مخالف شریعت تھی۔ طلحہؓ و زبیرؓ ایسے آدمی تھے جو بذاتہٖ مستحق خلافت تھے۔ کوفہ اور بصرہ کی امارت کونسی بڑی بات تھی۔ اگر امیر معاویہؓ کو حکومت شام پر بحال رکھتے تو وہ خلافت کے ماتحت کام کرتا اور یہی سمجھا جاتا کہ مملکت حضرت علیؓ کی ہے۔

حاشیہ نمبر ۲۳ — تالیف قلوب، محبت، خلق، تواضع، حلم، اور فیاضی سے ہوا کرتی ہے۔ یہ ایسے اوصاف ہیں کہ جس وجود میں پائے جائیں، وہ بذاتہٖ نیک ہو۔ تقاضائے وقت اور مصلحت ملکی کے لحاظ سے اگر ان اوصاف کو کام میں لایا جائے تو اسے ظاہرداری اور منافقانہ کارروائی سمجھا گیا ہے۔ ہماری رائے میں ایسی ظاہرداری کی حقیقت ایک نہ ایک دن کھل جاتی ہے۔ اور اس سے تالیف قلوب نہیں ہوسکتی رسول اللہؐ نے تالیف قلوب اپنی ذاتی خوبیوں کے اثر سے کی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو شخص ایک دفعہ اسلام لایا وہ منحرف نہ ہوسکا۔ اور آپ کے اوصاف جمیلہ اور خصائل حسنہ نے اسے ایسا گرویدہ کیا کہ سینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کے اصحاب کی نظیر کسی دوسرے پیغمبر کے حواریوں یا پیروؤں میں نہیں ملتی اور یہی باعث اسلام کی تقویت کا ہے۔ تالیف قلوب اسی کا نام ہے کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش۔ امیر معاویہؓ نے جس طرح تالیف قلوب کی وہ اسی قبیل سے ہے۔ ان کا باپ اور دوسرے بھائی بند خود مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ اور وہ بھی پیغمبرؐ کے خلق عظیم سے متاثر ہو چکے تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ ان کے قلب پر ان اوصاف کا عکس نہ پڑتا جو رحمۃ اللعالمین کے وجود میں بدرجہ کمال پائے جاتے تھے۔

امیر معاویہ ایک مدبر اور قابل حکمران تھا۔ بیس سال تک شام میں عامل دمشق رہا۔ اس عرصہ میں تجربہ نے ان سب باتوں کی تعلیم دی جو حکومت کے لئے لازمی ہیں۔ طبری لکھتا ہے کہ ایک دفعہ عمرو بن العاص نے عماید مصر سے کہا کہ میں نے معاویہؓ سے قوی تر اور آہستہ تر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ وہ بالش پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا اور میں بھی سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ پرچہ لگا کہ قیصر ایک لشکر جرار کے ساتھ سرحد شام پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ نامہ پڑھ کر میری طرف پھینکدیا میں خاموش رہا کہ دیکھئے کیا کہتا ہے۔ اتنے میں ایک اور نامہ آیا کہ نائل بن قیس مہتر خوارج نے ایک جمعیت بہم پہونچا کر ارض فلسطین کو تاراج کیا ہے۔ اسی طرح نامہ پڑھکر میری طرف پھینکدیا اور چپکا ہو رہا۔ ایک اور نامہ اس مضمون کا آیا کہ خوارج موصل کے نزدیک ایک شہر کا زندان توڑ کر نکل گئے ہیں، یہ نامہ بھی مجھے پڑھنے کو لئے دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور نامہ آیا کہ علیؓ ابن ابی طالب بیشمار سپاہ کے ساتھ شام پر فوجکشی کرنا چاہتے ہیں۔ میں حیران تھا کہ چاروں طرف سے متوحش خبریں آرہی ہیں اور معاویہ اسی طرح تکیہ لگائے خاموش بیٹھا تھا اسکے چہرہ پر کسی قسم کے آثار ملال وحزن وتفکر نہ پائے جاتے تھے۔ میں نے اس کیفیت کا اظہار کیا تو کہا "اے عبداللہ یہ معمولی باتیں ہیں۔ قیصر کے ہمراہ خواہ کتنی ہی فوج کیوں نہ ہو وہ شام پر حملہ کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اور بآسانی صلح پر مائل ہوجائیگا، نائل بن قیس دین کے لئے جنگ نہیں کرتا اسی شہر کی خواہش رکھتا ہے جو اسکے قبضہ میں ہے، خوارج میرے زندان سے نکل گئے تو خداتعالیٰ کے زندان سے کہاں جاسکتے ہیں۔ البتہ علیؓ کے متعلق مناسب تدبیر کرنی چاہئے کیونکہ مجھے اس سے خون عثمانؓ کا مطالبہ کرنا ہے۔ اس کے بعد تکیہ لگا کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اور مذکورہ بالا مہمات کے متعلق نہایت عمدہ تدبیریں بتائیں، جن سے ان سب کا سرانجام خاطرخواہ ہوگیا۔ اس کے برخلاف جو کچھ تدبیر انتظام مملکت کے لئے حضرت علیؓ نے کی الٹی پڑی۔ ان کے اور امیر معاویہؓ کے مشیروں میں اتنا ہی فرق ہے جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی رائے میں تھا۔

تالیف قلوب جو نص قرآنی سے ثابت ہے اور سنت نبوی تھی حضرت علیؓ سے نہ ہوسکی۔ اس کے

قرآن شریف کی یہ آیت کہ "یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" اخوۃ، قومیت، اور تالیف قلوب کا بین ثبوت ہے۔

برخلاف آپ کا حریف ان باتوں سے خوب واقف تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے ایک کثیر تعداد تو "خوارج" کے نام سے موسوم ہوئی اور جو باقی رہے ان میں سے کچھ تو امیر معاویہ سے آملے اور بعض دونوں سے علیحدہ رہے لیکن امیر معاویہ کی جماعت سے کوئی شخص منحرف نہوا۔ علامہ ابن خلدون کی تو یہ رائے ہے کہ امیر معاویہ کی ریاست و حکومت کو یوماً فیوماً اس لئے استقلال ہوتا گیا کہ وہ ایسا فیاض شخص تھا کہ اُس زمانہ میں اُس کا نظیر نہ تھا۔ رؤسا عرب اور سرداران مصر کے ساتھ کریمانہ سلوک کرتا۔ اونکی سخت اور نا ملایم باتوں کی برداشت کرتا۔ ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتا۔ یہاں تک کہ اس کے تحمل اور بردباری کی کوئی حد نہ تھی۔ یہی سبب تھا کہ ان کی حکومت و ریاست کو کسی قسم کی لغزش نہ ہوئی۔ ایک دن عدیؓ بن حاتم [۲۴] امیر معاویہ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے

حاشیہ نمبر ۲۴ عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج بن امراءالقیس بن عدی بن اخزم بن ابی اخزم بن ربیعہ بن جرول بن ثعل ابن عمرو بن غوث بن طے طائی ہیں۔ ان کے والد حاتم کی بخشش ضرب المثل ہے اور نوشیرواں کے عدل سے کم مشہور نہیں۔ انکی ہمشیرہ سفانہ بنت حاتم باعث اسلام ہوئی۔ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو عدی صدیق اکبرؓ کے پاس راتکے وقت اپنی قوم کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے۔ اور اس وقت جب اکثر قبایل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا عدی ثابت قدم رہے۔ اور انکی قوم بھی ثابت قدم رہی۔ عدی اپنی قوم میں ہمیشہ معزز اور قابل تعظیم سمجھے جاتے تھے۔ دیگر قبایل کے لوگ بھی ان کی عزت اور ادب کیا کرتے۔ جب فاروق اعظم کا زمانہ آیا تو عدی حضرت عمرؓ کو ملنے گئے۔ بر وقت ملاقات کچھ بے التفاتی محسوس کی کہا۔ "امیر المومنین کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟" فاروق اعظم نے کہا۔ "ہاں خدا کی قسم پہچانتا ہوں۔ تمکو اللہ نے حسن معرفت کے ساتھ مشرف کیا۔ میں تمکو پہچانتا ہوں۔ واللہ تم اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا۔ تم نے اس وقت اقرار کیا۔ جب لوگوں نے انکار کیا۔ اور جب لوگوں نے بدعہدی کی تم نے وفا کی۔ تم آگے ہوئے جب لوگ پیچھے ہٹے میں تمکو پہچانتا ہوں۔" عدی نے کہا۔ "کافی ہے مجھکو اے امیر المومنین مجھکو کافی ہے۔" عدی فتح عراق اور واقعات قادسیہ، مہران، اور جسر میں ابو عبیدہ سپہ سالار افواج اسلام کے ساتھ شریک تھے اور خالدؓ بن ولید کے ہمراہ بھی اکثر فتوحات میں شامل ہوئے۔ عدی کی فیاضی کی روایتیں مشہور ہیں۔ حضرت عثمانؓ سے منحرف تھے جب حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تو کہا۔ "عثمانؓ کے قتل کے عوض ایک بکری کا بچہ بھی نہ مارا جائیگا۔ واقعہ جمل میں ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی اور ان کا ایک بیٹا محمد بھی کام آیا۔ اور دوسرا بیٹا خارجیوں کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ازراہ مذاق امیرالمومنین علیؑ کی مصاحبت کی چٹکی لی ؛ عدی بھڑک اٹھا اور کہا : واللہ وہ دل جو تمہاری عداوت کا جوش رکھتے تھے ابھی تک ہماری پہلو میں ہیں اور وہ تلواریں جن سے ہم تم سے لڑے ابھی تک ہمارے قبضہ میں ہیں۔ اگر تم ایک بالشت بھی بدعہدی سے ہماری طرف بڑھوگے تو ہم برائی سے تمہاری طرف پانچ ہاتھ بڑھیں گے۔ ہم موت کو ترجیح دیتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ علیؑ ابن ابی طالب کے حق میں کوئی نا ملایم کلمہ سنیں ۔ اے معاویہ تلوار کا جواب تلوار ہے اور

" بشر کا دل جہاں میں آئینہ ہے دوسرے دل کا
ملینگے ہم اسی دل سے کہ جو جس دل سے ملتا ہے "

امیر معاویہ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ " یہ باتیں نہایت صحیح ہیں ان کو لکھ لو" پھر عدی کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت نرمی اور ملاطفت سے گفتگو کرتے رہے ؛

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی ایک روایت اسی قسم کی جاریہ بن قدامہ کے متعلق لکھی ہے کہ ایک روز امیر معاویہ نے اُسے کہا کہ تم طرفداران علیؑ میں سے تھے اتنا نہ سمجھا کہ خانہ جنگی کی آگ تمام عرب کو جلا کر راکھ کر دے گی ؛ جاریہ نے ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ امیر معاویہ نے کہا " تجھ پر حیف ہے کہ تو اپنے خاندان پر بھی بھاری تھا تب ہی تو تیرا نام انہوں نے جاریہ (لونڈی) رکھ دیا" جاریہ نے کہا کہ اپنے خاندان پر

ابوطریف نے کہا کہ " عثمانؓ کی شہادت میں بکری کا بچہ مارا گیا " جواب دیا " ہاں خدا کی قسم فَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ " (ہم نے بڑی قربانی کو فدیہ دیا) جنگ صفین میں حضرت علیؑ کا ساتھ دیا۔ اور جنتک خلافت چہارم کا خاتمہ نہ ہوا۔ امیر معاویہ کے مقابلہ پر تُلے رہے۔ اور کوفہ میں رہایش رکھتے تھے۔ زیاد گورنر کوفہ تھا اور ابھی تک انتظام مملکت خاطرخواہ نہ ہوا تھا ؛ عدی کے چچازاد بھائی عبداللہ بن خلیفۃ الطائی ایک شورش کے سرغنہ تھے۔ زیاد نے انکی گرفتاری کا حکم دیا تو عدی نے پناہ دی۔ زیاد نے انکو طلب کیا اور کہا کہ " اپنے بھائی کو میرے حوالے کر دو تو بہتر ہے" جواب دیا کہ " تیرا مدعا یہ ہے کہ میں اسے تیرے حوالہ کر دوں کہ تو اسے قتل کرے ؛ واللہ اگر وہ میرے قدموں کے پیچھے ہوتا تو میں اس کو ہرگز نہ اٹھاتا " زیاد نے عدی کو قیدخانہ میں بھیجدیا۔ اس سے عوام الناس میں سخت ناراضی پیدا ہوئی اور آپسمیں صلاح و مشورہ کرکے زیاد کے پاس آئے اور کہا " بڑے غضب کی بات ہے کہ تو یہ فعل اصحاب رسول اللہ اور سردار قبیلہ طے سے کرتا ہے " زیاد نے مصلحتاً چھوڑ دیا۔ اسکے بعد عدی امیر معاویہ سے ملے اس جگہ آئے تو امیر معاویہ نے بہت عزت اور احترام [illegible] چند روز میں دوست بن گئے ؛

توہی بھاری ہوگا کہ تیرا نام معاویہ رکھدیا۔ اور تو تو ایک طرف امیہ تصغیر ہے امۃ (لونڈی) کی۔ خبردار جنگ صفین کا واقعہ یاد کرو۔ کیا ہماری تلواروں کی باڑھ تجھے بھول گئی ہے"۔ امیر معاویہؓ نے کہا "کیا تو مجھے دھمکاتا ہے"۔ جاریہ[۲۵] نے کہا اتنا سمجھ لے کہ تو نے ہمیں بزور شمشیر زیر نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے تجھے ملک بذریعہ عہد کے دیا ہے۔ اگر تو ایفا کریگا تو ہم بھی وفا کریں گے۔ اگر خلاف ورزی کریگا تو یاد رکھ کہ ہمارے مددگار ایسے لوگ ہیں جنکی زرہیں نہایت مضبوط ہیں اور ان کی زبانیں لوہے کی ہیں۔ اگر تو نے عہد شکنی کی تو ہم بھی تجھے بغاوت کا مزہ چکھا دیں گے"۔ امیر معاویہؓ نے ہنستے ہوئے کہا کہ "خدا کرے تیرے جیسے آدمی دنیا سے ناپید ہی ہو جائیں"۔

اِس سے بڑھکر امیر معاویہؓ کی ہر دلعزیزی کا کیا ثبوت ہوگا کہ خود علیؓ کے بھائی عقیلؓ[۲۶] بن ابی طالب امیر معاویہؓ سے آملے۔ دونوں ایسے دوست تھے کہ انکی گفتگو میں بے تکلفی کا مزہ آتا ہے۔ ایک روز امیر معاویہؓ

حاشیہ نمبر ۲۵۔ جاریہ ابن قدامہ طرفداران حضرت علیؓ سے تھے۔ امیر معاویہ نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس وقت زیاد حضرت علیؓ کیطرف سے عامل بصرہ تھا۔ کمک طلب کی حضرت علیؓ نے امینؓ ابن ضبیعہ بن ناجیہ کو کچھ سپاہ کے ساتھ بھیجا۔ اعین حضرت علیؓ کے جان نثاروں میں سے تھے۔ جنگ جمل میں اسی نے اُس اونٹ کے پیر کاٹے تھے جس پر عائشہ صدیقہؓ سوار تھیں اس وقت عبداللہ بن حضرمی سے مقابلہ ہوا تو کس مپرسی کی حالت میں مارا گیا"۔ حضرت علیؓ نے جاریہ بن قدامہ کو روانہ کیا۔ جاریہ نے عبداللہ کو ایک مکان میں محصور کرکے آگ لگا دی اور اس طرح زندہ ہی جلوا دیا"۔ اور اسکی جماعت کو متفرق کر دیا"۔ یہ واقعہ ۳۸ھ کا ہے۔ جاریہ ہمیشہ حضرت علیؓ کے ہمرکاب رہے اور آپکے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ آخر سال جماعت میں امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی"۔

حاشیہ نمبر ۲۶۔ عقیل ابن ابی طالب قریشی ہاشمی ہیں۔ رسول اللہ کے چچازاد اور علیؓ اور جعفرؓ کے علاتی بھائی تھے"۔ دونوں بھائیوں سے بڑے تھے۔ رسول اللہ فرمایا کرتے کہ "تمکو بسبب دو محبتوں کے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ ایک حب قرابت کی وجہ سے اور دوسرے یہ کہ تم سے اپنے چچا کی محبت کا میں زیادہ عالم ہوں"۔ غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ اسی روز گرفتار ہوئے"۔ مال کچھ پاس نہ تھا۔ ان کے چچا عباسؓ نے فدیہ دیا۔ واقعہ حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ قریش کے نسب اور وقائع سے بخوبی واقف تھے یہ اُن چار شخصوں میں سے تھے جن کو لوگ اپنا حکم بناتے۔ اور تو قریش کے محاسن بیان کیا کرتے اور عقیلؓ

کے پاس گئے۔ امیر نے دیکھکر حاضرین سے کہاکہ "یہ عقیلؓ ہیں ان کے چچا ابولہب تھے"۔ حضرت عقیلؓ نے کہا "یہ معاویہ ہیں ان کی خالہ حمالۃ الحطب تھی"۔

امیر معاویہؓ کا حلم ضرب المثل تھا۔ حجر بن عدیؓ امیر معاویہؓ کے حکم سے قتل کیا گیا جسکا افسوس کل دنیاء اسلام کو ہوا۔ ام المومنین عایشہ صدیقہؓ نے امیر معاویہؓ سے کہا "دین حلمك عن حجر"۔ امیر معاویہؓ نے جواب دیا "لم یحضرنی رشید"۔ مالک بن ہبیرہ مقتول کے دوست تھے۔ انکی سفارش نامنظور ہوئی تو اپنی قوم کو جمع کیا اور حجر کے چھوڑانے کے لئے روانہ ہوئے۔ اثنا راہ میں ایک شخص نے کہاکہ "وہ تو فرش خاک پر موت کی گہری نیند میں ہے۔ اب سب کوششیں بے فایدہ ہیں"۔ مجبوراً واپس ہوا۔ امیر معاویہؓ کو اطلاع ہوئی تو کہا "یہ ایک جوش تھا جو اس کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ مجھے امید ہے کہ اب وہ فرو ہو رہا ہوگا"۔ پھر ایک ہزار درہم مالک کے پاس بھیجے اور یہ کہلا بھیجا کہ میں نے تمہاری سفارش اس وقت اس وجہ سے منظور نہ کی کہ خوف تھا کہ از سر نو آتش جنگ مشتعل نہ ہو جائے اور یہ امر مسلمانوں کے حق میں قتل حجر سے اہم تر تھا۔

ان کے معائب بتلاتے تھے۔ اس لئے لوگ ان کی برائیاں بیان کرتے جو فی الحقیقت ان میں نہ تھیں۔ ایک دفعہ مقروض ہو گئے تو حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ کہا چالیس ہزار قرض ہے ادا کر دیجئے۔ حضرت علیؓ نے کہاکہ اتنا تو میرے پاس نہیں، لیکن تم صبر کرو مجھکو جو چار ہزار وظیفہ ملتا ہے وہ مل جائے تو نذر ہے"۔ عقیلؓ نے کہاکہ "تم بیت المال کے مالک ہو اور مجھکو اپنے وظیفہ کی بابت تاخیر میں ڈالتے ہو"۔ حضرت علیؓ نے کہاکہ "یہ تو مسلمانوں کی امانت ہے"۔ کہا پھر امیر معاویہؓ کے پاس جانے کی اجازت دو"۔ غرض اجازت لیکر امیر معاویہؓ کے پاس آئے، قرضہ بھی ادا کر دیا اور وظیفہ بھی مقرر ہو گیا۔ ایک روز امیر معاویہؓ نے کہاکہ "اگر ابو یزید (عقیلؓ) مجھے اپنے بھائی سے بہتر نہ جانتے تو میرے پاس نہ رہتے"۔ عقیلؓ نے کہا "میرا بھائی دین میں تم سے بہتر ہے اور تم دنیا میں میرے واسطے بہتر ہو۔ دنیا تو تمہارے ذریعہ سے بہتر ہو گئی۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ "خاتمہ بھی بخیر کریگا"۔

کچھ شک نہیں کہ حضرت علیؓ کا مرتبہ بلحاظ دین بڑھا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ نے خلافت کو بھی صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کے اصولوں پر چلایا اور کبھی ذاتی تصرف کو جائز نہ سمجھا۔ امیر معاویہؓ نے شخصی حکومت کو قایم کیا۔ اگرچہ اس سے خلافت کے معنوں میں فرق نہیں آتا۔ لیکن جو کچھ فرق دونوں اصولوں میں ہے وہی دونوں شخصوں کے مرتبہ میں

فہرست ابواب وفصول فتاوی ہندیہ ترجمہ فتاوی عالمگیریہ جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد یہ ترجمہ جلد اول فتاویٰ عالمگیری سلیس اردو زبان میں ہے

کتاب الطہارۃ

اسمین سات باب ہین

باب اول وضو کے بیان مین - اسمین پانچ فصلین ہین فصل اول فرائض وضو کے بیان مین

اصل اسمین یہ آیت کریمہ ہے یا ایہا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین یعنی اے ایمان والو جب ارادہ کرو تم نماز کا تو دھو منہ اپنے اور ہاتھ اپنے کہنیون تک اور مسح کرو اپنے سرون پر اور دھو پانون اپنے ٹخنون تک پس نص مین چار فرض ہین - پہلا **فرض** - چہرہ کا دھونا ہے دھونے سے مراد ہے پانی بہا دینا اور مسح سے مراد ہے تری پہونچانا یہ ہدایہ مین لکھا ہے شرح طحاوی مین ہے کہ ظاہر روایت کے بموجب وضو مین پانی کا بہانا شرط ہے پس جب تک پانی کے قطرے نہ بہینگے وضو جائز نہوگا - اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وضو مین پانی کے قطرون کا بہنا شرط نہین پس ان کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے وضو کرے پس اگر دو یا زیادہ قطرے ٹپکے تو بالاجماع وضو جائز ہے اور اگر نہ ٹپکے امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے صحیح امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا قول ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے - ظاہر روایت مین چہرہ کی حد مذکور نہین یہ بدائع مین لکھا ہے مغنی مین ہے کہ چہرہ سر کے بال جمنے کے مقام سے دونون جبڑون کے آثار اور ٹھوڑی کے نیچے تک سے کانون کی لو تک ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہے اگر سر کے اگلے حصے کے بال بیماری کی وجہ سے گر پڑے تو صحیح یہ ہے کہ وہان پانی پہونچانا واجب نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہے یہی صحیح ہے یہ تتارخانیہ مین لکھا ہے - اور جسکے سر کے بال اسقدر نیچے تک جمین کہ چہرہ کی حد مین آجا دین تو اسپر ان بالون کا دھونا واجب ہے جو اس مقام سے نیچے جمین جہان تک

غالباً بالون کے جمنے کی حد ہوتی ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہے- آنکھون کے اندر پانی پہونچانا نہ واجب ہے نہ سنت
اور پلکون کی جڑون اور آنکھون کے کنارون مین پانی پہونچانے کے لیے آنکھون کے کھولنے اور بند
کرنے کا تکلف نہ کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے- فقیہ احمد رح بن ابراہیم سے مروی ہے کہ چہرہ دھوتے وقت
آنکھون کو بہت زور سے بند کرنا جائز نہین یہ محیط مین لکھا ہے- آنکھ کے کویہ پر یعنے اُس گوشہ چشم پر جو ناک سے
ملا ہوا ہے پانی پہونچانا واجب ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے- اگر آنکھین دکھتی ہون اور چیپڑ ظاہر ہون تو اگر آنکھین بند
کرنے مین وہ چیپڑ باہر رہتے ہون تو اُنکے نیچے پانی پہونچانا واجب ہے ورنہ واجب نہین یہ زاہدی مین لکھا ہے
ہونٹھ بند کرتے وقت جسقدر کھلے رہین وہ چہرے مین شامل ہین اور جو چھپ جائین وہ مُنھ کے ساتھ ہین یہی صحیح ہے
یہ خلاصہ مین لکھا ہے رخسارون اور کانون کی دونون کدیون کے بیچ مین جو سپیدی ہے وضو مین اُسکا دھونا واجب ہے
طحاوی نے اپنی کتاب مین ایسا ہی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور اکثر مشایخ کا یہی مذہب ہے یہ ذخیرہ
مین لکھا ہے- مونچھون اور بھوؤن کے بال اور داڑھی کے بال جو ٹھوڑی کی جڑ پر ہین اُنکو دھووے اور
جس جگہ سے بال جمے ہین وہان پانی پہونچانا واجب نہین لیکن اگر بال تھوڑے ہون اور جہان سے وہ جمے
ہون وہ جگہ کھلی ہوئی ہو تو وہان پانی پہونچانا واجب ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے- نصاب مین ہے کہ اگر
وضو کرنے والے کی مونچھین بڑی ہون اور وضو کے وقت اُنکے نیچے پانی نہ پہونچے تو وضو جائز ہے اسی پر
فتوے ہے- غسل کا حکم اسکے برخلاف ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے داڑھی کا حکم یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک
چوتھائی داڑھی کا مسح فرض ہے یہ شرح وقایہ مین لکھا ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح سے
یہ مروی ہے کہ داڑھی کے اوپر پانی بہانا فرض ہے اور یہی اصح ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ اہی
مین لکھا ہے- اور جو بال ٹھوڑی سے نیچے لٹکتے ہین اُنکا دھونا واجب نہین یہ دونون محیطون مین لکھا ہے- اگر
ٹھوڑی کے بالون پر پانی بہایا پھر وہ بال منڈوائے تو ٹھوڑی کا دھونا واجب نہین- اور اسی طرح اگر
بھوین یا مونچھین منڈائین یا سر پر مسح کیا پھر سر منڈایا یا ناخن تراشے تو اعادہ لازم نہوگا یہ فتاوے
قاضی خان مین لکھا ہے **دوسرا فرض** وضو کا دونون ہاتھون کا دھونا ہے ہمارے تینون علما
کے نزدیک کہنیان بھی دھونے مین داخل ہین یہ محیط مین لکھا ہے اعضاء وضو پر اگر کچھ زیادہ مرکب ہو جیسے زائد
انگلی یا ہتھیلی تو اُسکا دھونا واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے- اگر کسی کے شانے پر دو ہاتھ پیدا ہون تو جو
ہاتھ پورا ہو وہی اصلی ہاتھ ہے اُسکا دھونا واجب ہے اور دوسرا زائد ہے اُس زائد مین سے اسقدر کا دھونا
واجب ہوگا جتنا اصلی ہاتھ کے ایسے مقام کے سامنے ہے جسکا دھونا فرض ہے اور جتنا ایسے مقام سے مقابل
نہین اُسکا دھونا واجب نہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے- بلکہ اُسکا دھونا مستحب ہے یہ بحرالرائق مین لکھا ہے فتاوی
ماوراء النہر مین ہے کہ اگر وضو مین دھونے کے مقامون مین سے سوئی کے سر کے برابر خشک باقی رہگیا یا ناخنون
کی جڑون مین خشک یا تر مٹی بھری ہو تو وضو جائز ہوگا اور اگر ہاتھ مین خمیر لگا ہو یا مہندی خشک ہو تو وضو جائز
ہوگا- دبوسی رح سے پوچھا گیا تھا کہ اگر آٹا گوندھنے مین گوندھا ہوا آٹا کسی کے ہاتھ مین لگ گیا پھر اُسنے وضو کیا تو
اُسکا کیا حکم ہے اُنھون نے کہا کہ اگر آٹا تھوڑا لگا ہے تو وضو جائز ہے یہ زاہدی مین لکھا ہے جو مقام ناخنون کے نیچے ہے

وہ بھی اعضاے وضو مین شامل ہی اگر اسمین گندھا ہوا آٹا بھرا ہوا ہو تو اسکے نیچے پانی پہونچانا واجب ہی یہ خلاصہ
مین اور اکثر معتبر کتابون مین لکھا ہی۔ شیخ امام زاہد ابو نصر صفار نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ اگر ناخن اسقدر
بڑے ہون کہ اُنکے نیچے انگلیون کے سرے چھپ جاوین تو اُنکے نیچے پانی پہونچانا واجب ہی اور اگر چھوٹے
ہون تو واجب نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر اسقدر بڑے ہون کہ انگلیون کے سرون سے بھی نکل جاوین
تو سب کا یہی قول ہی کہ اُنکے نیچے کے مقام کا دھونا واجب ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ جامع صغیر مین ہی کہ ابو القاسم
سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کسی کے ناخن ایسے وافر ہون کہ اُنمین میل جمارہے یا کوئی شخص مٹی کا کام کرتا ہو
یا کوئی عورت مہندی مین اپنی انگلیان رنگے یا وہ شخص جو چمڑے کو پکا کر صاف کرتا اور پھیلاتا ہی کہ اسکے ناخنون
مین میل جمارہے یا رنگریز ان سب کا وضو جائز ہی یا نہین تو انھون نے جواب دیا کہ ان سب کا ایک حال ہی
اور وضو سب کا جائز ہی اسلیے کہ انکو ان چیزون سے بچنے مین حرج ہی اور فتوی جواز پر ہی شہر والے یا گانون والے
مین کچھ فرق نہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اسی طرح اگر روٹی پکانے والے کے ناخن بڑھے ہوتے ہون تو اُسکا
بھی یہی حکم ہی یہ زاہدی مین جامع صغیر سے نقل کیا ہی۔ اور خضاب جب جم جاوے اور خشک ہو جاوے تو وضو
اور غسل پورا ادا نہین ہو گا یہ سراج الوہاج مین وجیز سے نقل کیا ہی اور مجموع النوازل مین ہی کہ اگر انگوٹھی
ڈھیلی ہو تو اُسکو حرکت دینا سنت ہی اور اگر ایسی تنگ ہو کہ اسکے نیچے پانی نہ پہونچتا ہو تو اُسکو حرکت دینا
فرض ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی ظاہر روایت ہی یہ محیط مین لکھا ہی تیسرا فرض وضو کا دونون پانون
دھونا ہی ہمارے تینون عالمون کے نزدیک دونون ٹخنے بھی پانون دھونے مین داخل ہین۔ اور ٹخنا وہ ابھری ہوئی
ہڈی پنڈلی کی ہی جو پانون کے اوپر ہوتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی کے ہاتھ اور پانون کٹ جاوین اور کہنی اور ٹخنے
مین سے کچھ باقی نہ رہے تو اُنکا دھونا ساقط ہو جائیگا اور اگر باقی رہین تو واجب ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور جس
مقام سے کاٹا ہی اُسکے دھونے کا بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی تتمہ مین ہی کہ خجندی سے پوچھا گیا کہ اگر کسی کا پانون پھٹ
اور ایسا ہو جاوے کہ اگر اُسکو کاٹو تو خبر نہو تو کیا اُس پر وضو مین پانون دھونا واجب ہو گا انھون نے جواب
دیا کہ واجب ہو گا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر پانون پر تیل ملا پھر وضو کرنے مین پانون دھوئے لیکن چکنائی
کی وجہ سے پانون پر پانی کا اثر نہوا تو وضو جائز ہو گا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ مجموع النوازل مین ہی کہ اگر کسی کے
پانون پھٹ گئے ہون اور اُنمین وہ چربی بھرے پھر پانون دھوئے اور اس چربی کے نیچے پانی نہ پہونچے تو
اس بات پر غور کرے کہ اگر اُسکے نیچے پانی پہونچانا نقصان کرتا ہی تو وضو جائز ہی اور اگر نقصان نہین کرتا تو وضو
جائز نہین یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکو سی لے تو ہر صورت مین جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی شمس الائمہ حلوائی نے
ذکر کیا ہی کہ اگر کسی کے اعضا مین شگاف ہو اور اُسکے دھونے سے عاجز ہو تو اُس شگاف کے دھونے کا فرض
اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جاویگا اور اُسکے اوپر پانی بہا لینا لازم ہو گا اب اگر اُسکے اوپر پانی بہانے سے بھی
عاجز ہو تو مسح کافی ہی اور اگر مسح سے بھی عاجز ہو تو مسح بھی اُسپر سے ساقط ہو جاویگا آس پاس دھولے اور اُس
جگہ کو چھوڑ دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے زخم ہوا اور اُس زخم کا چھلکا اوپر کو اٹھ گیا ہو اور اُس زخم کے سب
کنارے اُس چھلکے سے ملے ہوئے ہین مگر جسطرف سے پیپ نکلتی ہی وہ کنارہ چھلکے سے جدا ہو گیا تو اگر وضو مین وہ چھلکا اوپر

دُھل گیا اور اُس چھلکے کے نیچے پانی نہ پہونچا تو وضو جائز ہی اسلیے کہ جو کچھ چھلکے کے نیچے ہی وہ کھلا ہوا نہین
پس اُسکا غسل بھی فرض نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر وضو کے کسی عضو مین قرحہ ہو جیسے دُمل وغیرہ
اور اُسپر پتلا چھلکا ہو وضو کرتے مین اُس چھلکے پر پانی بہا لیا پھر اُس چھلکے کو اُتار ڈالا تو اب اُسپر اُس چھلکے کے نیچے کا
غسل واجب ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ جب وہ چھلکا اُتارا اگر اُسوقت وہ زخم بالکل اچھا ہو گیا تھا اور چھلکے کے اُترنے سے
کچھ ایذا نہ معلوم ہوئی تو اُس موضع کا دھونا اُسپر واجب ہی اور اگر وہ چھلکا زخم کے اچھا ہونے سے پہلے اُترا اور اُسکے اُترنے
مین ایذا ہوئی تو اگر اُسمین سے کچھ نکلا اور بہا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر کچھ نہ نکلا تو اُس موضع کا دھونا واجب نہین ہی
ٹھیک جواب یہ ہی کہ دونون صورتون مین دھونا واجب نہین فوائد قاضی امام رکن الاسلام علی السغدی مین
مذکور ہی کہ اگر بعض اعضاء وضو پر مکھیون یا پسوون کا گو لگا ہو اور وضو مین پانی اُسکے نیچے نہ پہونچے تو وضو جائز
ہوگا اسلیے کہ بچاؤ اُس سے ممکن نہین ہی۔ اور اگر مچھلی کے چھلکے یا جلی ہوئی روٹی لگ گئی ہو اور خشک ہو گئی ہو
اور وضو کرتے مین پانی اُسکے نیچے نہ پہونچے تو جائز نہین اسلیے کہ بچاؤ اُس سے ممکن ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر
کسی عضو کا ایک ٹکڑا خشک رہجاوے اور اُسی عضو کی تری اُس ٹکڑے پر پہونچا لی جائے تو جائز ہی یہ خلاصہ
مین لکھا ہی اور ایک عضو کی تری دوسرے عضو پر پہونچائی جاوے تو وضو مین جائز نہین غسل مین جائز ہی بشرطیکہ
وہ تری ٹپکتی ہوئی ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر بارش کا پانی پڑ گیا یا وہ بہتی ہوئی نہر مین داخل ہو گیا
تو وضو اُسکا ہو گیا اور اگر تمام بدن پر پانی پہونچ گیا تو غسل بھی ہو گیا مگر کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا اُسپر واجب
ہوگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی **چوتھا فرض وضو کا** مسح کرنا ہی اور وہ بقدر ناصیہ یعنی سوے پیشانی کے فرض ہی یہ
ہدایہ مین لکھا ہی مختار یہ ہی کہ مقدار ناصیہ کی بقدر چوتھائی سر کے ہی یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی۔ اصح قول کے
بموجب مسح مین ہاتھ کی تین اُنگلیان لگانا واجب ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی۔ پس اگر ایک اُنگلی یا دو اُنگلیون سے
مسح کیا تو ظاہر روایت کے بموجب جائز نہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر انگشت شہادت اور انگوٹھے سے
اس طرح مسح کرے کہ وہ کھلے ہوے ہون اور اُنکے بیچ مین جسقدر ہتیلی ہی وہ بھی سر کو لگاوے تو بھی مسح جائز
ہو جاویگا اسلیے کہ انگشت شہادت اور انگوٹھا دو اُنگلیان ہین اور اُنکے بیچ مین جسقدر ہتیلی ہی ایک اُنگلی کی
مقدار وہ ہی پس سب تین اُنگلیان ہو گئین یہ محیط مین اور فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر اُنگلیون کے
سرون سے سر کا مسح کرے اگر پانی اُنسے ٹپکتا ہوا ہی تو جائز ہوگا اور اگر ٹپکتا ہوا نہین تو جائز نہوگا یہ ذخیرہ مین
لکھا ہی۔ اگر کسی کے سر پر لمبے بال ہین اور تین اُنگلیون سے اُن بالون پر مسح کیا تو اگر وہ مسح اُن بالون
پر ہوا جنکے نیچے سر ہی تو وہ مسح سر کے مسح کے قائم مقام ہو جاویگا اور اگر ایسے بالون پر مسح کیا جنکے نیچے ماتھا یا گردن ہی
تو جائز نہوگا۔ اگر سر کے گرد دونون گیسو بندھے ہون جیسے عورتین باندھ لیا کرتی ہین تو اگر مسح گیسوون کے
سرے پر کیا تو ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اس شرط پر جائز ہی کہ اُن گیسوون کو نیچے نہ لٹکا دے اسلیے
کہ اُسنے ایسے بالون پر مسح کیا جنکے نیچے سر ہی اور عام مشائخ کا مذہب یہ ہی کہ وہ مسح جائز نہین خواہ اُن گیسوون
کو لٹکا دے یا نہ لٹکا دے یہ محیط مین لکھا ہی۔ کانون کا مسح سر کے مسح کے قائم مقام نہین ہو سکتا یہ سراجیہ
مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے ہاتھ مین تری ہو اور اُس سے مسح کرے تو جائز ہی خواہ وہ تری اُس پانی کی ہو جو اُسنے

برتن میں سے لیا ہو یا انہیں دھوئی ہوئی ... کی تری ہاتھ میں باقی ہو یہی صحیح ہے لیکن اگر سر کا یا موزہ کا مسح کیا اور
تری ہاتھ میں باقی رہی اُس سے پھر سر کا یا موزہ کا مسح جائز نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی عضو سے تری لے لی
تو اُس سے مسح جائز نہیں خواہ اُس عضو کو دھویا تھا یا اُس پر مسح کیا تھا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے - اگر برف سے مسح
کرے تو ہر صورت میں جائز ہے اور فقہا نے اس میں یہ فرق نہیں کیا ہے کہ اُس سے تری ٹپکتی ہو یا نہیں ہوا نہو یہ فتاوی قاضی خان
میں لکھا ہے - اور اگر سر کو نمی کے ساتھ دھو لیا تو مسح کے قائم مقام ہو جاویگا لیکن مکروہ ہے اسلیے کہ عبارت سے حکم کی
یہ صورت اُسکے خلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کچھ سر منڈا ہوا ہے کچھ نہیں منڈا اور جہاں سے نہیں منڈا ہے وہاں سے مسح
کیا تو جائز ہے یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے اور حجت میں ہے کہ اگر سر پر سامنے کی طرف مسح نہ کیا اور پیچھے کی طرف یا
داہنی بائیں طرف یا بیچ میں مسح کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے - ٹوپی پر اور عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے
اسی طرح عورت کو اپنی اوڑھنی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر پانی ایسا ٹپکتا ہوا ہو کہ بالوں تک پہنچ جاوے
تو بجائے مسح کے جائز ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہ اُس صورت میں ہے جب پانی میں رنگ نہ آجاوے یہ
حلیہ میں لکھا ہے - اور افضل یہ ہے کہ عورت مسح اوڑھنی کے نیچے کرے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے - اگر عورت کے
سر پر خضاب لگا ہوا اور وہ خضاب پر مسح کرے اگر اُسکے ہاتھ کی تری خضاب کے ساتھ مل کر خالص پانی کے
حکم سے نکل گئی تو مسح جائز نہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے

دوسری فصل وضو کی سنتوں کے بیان میں

وضو میں تیرہ سنتیں ہیں یہ متون میں مذکور ہے منجملہ اُنکے بسم اللہ پڑھنا ہے بسم اللہ پڑھنا ہمیشہ وضو میں سنت ہے یہ قید نہیں کہ
جب سو کے اُٹھ کر وضو کرے تب ہی بسم اللہ پڑھے - وضو میں ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا اعتبار ہے اور
اگر ابتدا میں بھول گیا اور جب بعض اعضا کو دھو چکا اُس وقت یاد ہوا اور تب بسم اللہ پڑھی تو سنت ادا نہو گی
مگر کھانا کھانے میں اور اسی طرح کے اور کاموں میں بسم اللہ کا یہ حکم نہیں ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر
ابتداء وضو میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو وضو تمام کرنے سے پہلے جب یاد آوے تب پڑھ لے یہ سراج وہاج میں
لکھا ہے اور استنجا کرنے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھے اور بعد کو بھی پڑھے یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے - جب ستر
کھلا ہوا ہو اور موضع نجاست میں ہو تو بسم اللہ نہ پڑھے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے - طحاوی اور مولانا فخر الدین [illegible] نے
یہ لکھا ہے کہ سلف سے یہ منقول ہے کہ وضو میں بسم اللہ یوں پڑھتے - بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام - عنایہ
میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اگر ابتدائے وضو میں
لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ یا اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھ لے تو سنت بسم اللہ پڑھنے کی ادا ہو جاویگی یہ قنیہ میں لکھا ہے - اور
منجملہ وضو کی سنتوں کے ابتداء وضو میں گٹوں تک تین بار دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے - کہا گیا ہے کہ یہ فرض ہے
اور مقدم کرنا اُسکا سنت ہے فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے - اور اصل میں امام محمد کے قول
میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے - اور ہاتھ دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر برتن چھوٹا ہو تو بائیں ہاتھ
میں برتن کو پکڑ کر داہنے ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے پھر داہنے ہاتھ میں برتن پکڑے اور اسی طرح بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور اگر برتن بڑا ہو جیسے
مٹکا تو اگر اُسکے ساتھ برتن چھوٹا بھی ہو تو اُسی طرح عمل کرے جو اول مذکور ہوا اور اگر چھوٹا برتن نہو تو بائیں ہاتھ
کی انگلیاں بند کر کے برتن میں داخل کرے اور اس سے داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور انگلیوں کو ایک دوسرے

پر مل کر ہاتھ کو پاک کرے پھر داہنا ہاتھ برتن مین ڈالے اور اُس سے بایان ہاتھ پاک کرے یہ مضمرات مین لکھا ہی
اور یہ اسی صورت مین ہے جب ہاتھ پر کوئی نجاست نہ لگی ہو اور اگر ہاتھ پر نجاست بھی لگی ہو تو اُس کے پاک
کرنے کی کوئی اور تدبیر کرے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ ہاتھ استنجا کرنے سے پہلے
دھووے یا بعد کو دھووے اور اصح یہ ہی کہ دونون بار دھووے ایک بار قبل استنجا کرنے کے اور ایک بار
بعد استنجا کرنے کے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منجملہ وضو کی سنتون کے کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا ہی
اور سنت یہ ہی کہ اول تین بار کلی کرے پھر تین بار ناک مین پانی ڈالے اور ان دونون مین سے ہر ایک کے
لیے ہر بار نیا پانی لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور کلی کرنے کی حد یہ ہی کہ تمام مُنھ کے اندر پانی بھر جاوے اور ناک
مین پانی ڈالنے کی حد یہ ہی کہ جہان تک ناک کا چمڑا نرم ہی یعنے نرمہ بینی تک پانی پہونچ جاوے
یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا ترک کریگا تو صحیح یہ ہی کہ گنہگار ہوگا اسلیے کہ وہ دونون منجملہ
سنتہاے مؤکدہ کے ہین اور سنت مؤکدہ کا چھوڑنا برائی ہی بخلاف سنن زوائد کے اسلیے کہ اُسکے
چھوڑنے مین برائی نہین آتی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر پانی ایک بار ہاتھ مین لے کر اُسی سے تین کلیان
کر لے تو جائز ہی اور اگر پانی ایک بار چلو مین لے کر اسی کو تین بار ناک مین ڈالے تو جائز نہین اسلیے کہ
ناک مین پانی ڈالنے مین مستعمل پانی اسی چلو مین لوٹ کر آجاویگا اور یہ صورت کلی کرنے مین نہین یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر
پانی چلو مین لے کر تھوڑے پانی سے کلی کرے پھر باقی پانی ناک مین ڈالے تو جائز ہی اور اسکا الٹا کرے تو
جائز نہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور منجملہ وضو کی سنتون کے مسواک کرنا ہی مسواک اسیسے درختون کی
لکڑی سے بنانا چاہیے جو تلخ ہوتے ہین اسلیے کہ اس سے بدبوئے مُنھ کی پاک ہوتی ہی اور دانت مضبوط ہوتے ہین
اور معدہ قوی ہوتا ہی اور چاہیے کہ مسواک کی لکڑی تر ہو اور بقدر چھوٹی اُنگلی کے موٹی ہو اور ایک بالشت
لمبی ہو مسواک کرنے کے لیے اُنگلی لکڑی کے قائم مقام نہین ہو سکتی البتہ اگر لکڑی نملے تو اُس صورت مین داہنے ہاتھ کی
اُنگلی لکڑی کے قائم مقام ہو سکتی ہی یہ محیط اور ظہیریہ مین لکھا ہی اور عورتون کے واسطے درخت بطم کا گوند چابنا
مسواک کے قائم مقام ہو جاتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی مستحب ہی مسواک داہنے ہاتھ مین اسطرح پکڑنا کہ چھوٹی اُنگلی
مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے رکھے اور باقی اُنگلیان مسواک کے اوپر یہی مذکور ہی
نہر الفائق مین ۔ وقت مسواک کرنے کا وہی ہی جو کلی کرنے کا وقت ہی یہ مذکور ہی نہایہ مین ۔ دانتون کی اوپر کی
جانب اور نیچے کی جانب مین مسواک کرے اور دانتون کی چوڑائی مین مسواک کرے اور ابتدا مسواک کی داہنی
جانب سے کرے یہی ہی جوہرۃ النیرہ مین ۔ جس شخص کو مسواک کرنے سے قے آنے کا خوف ہو وہ مسواک کرنا چھوڑ دے
لیٹ کر مسواک کرنا مکروہ ہی یہ مذکور ہی سراج الوہاج مین ۔ اور منجملہ وضو کی سنتون کے داڑھی کا خلال کرنا ہی
قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح مین لکھا ہی کہ تین بار مُنھ دھو لینے کے بعد داڑھی کا خلال کرنا ابو یوسف کے نزدیک
سنت ہی اور یہی قول لیا گیا ہی یہی لکھا ہی زاہدی مین اور مبسوط مین ہی کہ وہی اصح ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی
اور طریقہ داڑھی مین خلال کرنے کا یہ ہی کہ داڑھی مین اُنگلیان ڈال کر نیچے کی جانب سے اوپر کی جانب کو
خلال کرے شمس الائمہ کردری سے یہی منقول ہی یہ لکھا ہی مضمرات مین ۔ اور منجملہ وضو کی سنتون کے اُنگلیون مین

خلال کرنا ہی اور وہ یہ ہی کہ انگلیان انگلیون مین اسطرح ڈالے کہ اُنسے پانی ٹپکتا ہوا ہو یہ بالاتفاق سنت موکدہ ہی یہ
نہر الفائق مین مذکور ہی انگلیون مین خلال کرنا سنت اُس حالت مین ہی کہ پانی اُنکے بیچ مین پہونچ چکا ہو اور اگر
پانی نہ پہونچا ہو اس سبب سے کہ بند ہون تو خلال کرنا واجب ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور انگلیون کا پانی مین
داخل کردینا قائم مقام خلال کرنے کے ہوجاتا ہی اگرچہ پانی جاری نہو۔ اور ہاتھون کے خلال مین اولی یہ ہی کہ انگلیون
مین انگلیان ڈالے اور پانون کے خلال مین بائین ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی سے خلال کرے اور داہنے پانون کی چھوٹی انگلی سے
شروع کرکے بائین پانون کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور انگلی نیچے کی طرف سے ڈالے
یہ مضمرات مین لکھا ہی اور وضو کی سنتون مین سے تین بار دھونا ہی اُن اعضا کو جنکا دھونا فرض ہو جیسے دونون ہاتھ
اور منھ اور پانون یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک بار اچھی طرح دھونا فرض ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور دو بار دھونا سنت موکدہ ہی
موافق مذہب صحیح کے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ اچھی طرح دھونے کے معنی یہ ہین کہ پانی عضو پر پہونچے اور اُسپر
بہے اور اُس سے پانی کے قطرے ٹپکین یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ فتاوی حجہ مین لکھا ہی کہ اعضا کو ہر مرتبہ ایسا دھونا
چاہیے کہ اُس تمام عضو پر پانی پہونچ جاوے جسکا دھونا وضو مین واجب ہی اور اگر اول مرتبہ ایسا دھویا کہ تھوڑا سا
عضو خشک رہگیا پھر دوسرے مرتبہ کے دھونے مین تھوڑے سے خشک ٹکڑے پر پانی پہونچا پھر تیسرے مرتبہ مین
سارا عضو دھل گیا تو یہ تین مرتبہ کا دھونا نہوا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر صرف ایک ایک بار عضو دھویا اسوجہ سے
کہ پانی گران تھا یا سردی تھی یا کوئی اور حاجت تھی تو مکروہ نہین ہی اور گنہگار نہوگا اور اگر کوئی ایسا سبب نہین تو گنہگار ہوگا
یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر تین مرتبہ سے زیادہ دھویا واسطے طمانیت قلب کے ایسی حالت مین کہ اسکو شک
واقع ہوا تھا یا دوسرے وضو کی نیت کرلی تو اسمین مضائقہ نہین یہ نہایہ اور سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور منجملہ وضو کی
سنتون کے پورے سر کا مسح ہی ایک بار یہی متون مین لکھا ہی اور زیادہ طہارت اسمین ہی کہ دونون ہتھیلیان اور
انگلیان اپنی سر کے اگلے حصہ پر رکھکر پچھلے حصہ کی طرف کو اسطرح لیجاوے کہ سارے سر پر ہاتھ پھر جاوے
پھر دو انگلیون سے کانون کا مسح کرے اسطرح کہ پانی انکا مستعمل نہوا ہو یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص ہمیشہ
پورے سر کا مسح بغیر عذر چھوڑ دیا کرے تو گنہگار ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اور منجملہ وضو کی سنتون کے کانون کا مسح ہی۔
کانون کو آگے سے بھی مسح کرے اور پیچھے سے بھی مسح کرے اُسی پانی سے جس سے سر کا مسح کیا ہی یہ شرح
طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر کانون کے مسح کے واسطے نیا پانی لے ایسی حالت مین کہ پہلی تری بھی باقی تھی تو بہتر ہوگا
یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر کانون کو اگلی طرف سے منھ دھونے کے ساتھ مین مسح کرلے اور پچھلی طرف سے سر کے
مسح کے ساتھ مسح کرے تو بھی جائز ہوگا مگر افضل وہی صورت ہی جو اول مذکور ہوئی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ کانون کے
اوپر کی طرف انگوٹھون کے اندر کی طرف سے مسح کرے اور کانون کے اندر کی طرف دونون انگشت شہادت کی اندر کی طرف سے
مسح کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور منجملہ وضو کی سنتون کے نیت ہی۔ مذہب یہ ہی کہ وضو کرنے کے لیے ایسی
عبادت کی نیت کرے جو بغیر طہارت کے صحیح نہین ہوتی یا اُس ناپاکی کے رفع ہونے کی نیت کرے جو بے وضو ہونے کے
سبب سے ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ نیت کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ یون کہے کہ میری نیت یہ ہی کہ مین یہ وضو نماز کے لیے
کرتا ہون اللہ کے رضامند کرنے کے واسطے۔ یا میری نیت یہ ہی کہ بے وضو ہونے کی ناپاکی دور ہو جاوے

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ یعنی گواہی دیتا ہون مین کہ نہین ہے کوئی
معبود مگر اللہ اکیلا ہے وہ نہین ہے کوئی شریک واسطے اُسکے اور گواہی دیتا ہون مین کہ بیشک محمد اُسکے بندے
ہین اور رسول ہین۔ اور وضو کرتے مین ایسی باتین نکرے جو آدمیون سے کیا کرتے ہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر
کسی بات کہنے کی ضرورت ہو اور یہ خوف ہو کہ اسوقت بات نہ کہنے مین یہ ضرورت فوت ہو جائیگی تو ایسی
حالت مین بات کرنا ترک ادب نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور وضو کے سارے کام اپنی ذات سے کرے
اور جب وضو کر چکے تو یہ پڑھے سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک واشہد
ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ یعنی پاکی بیان کرتا ہون مین تیری ای اللہ اور حمد کرتا ہون مین
تیری گواہی دیتا ہون مین کہ نہین ہے کوئی معبود مگر تو مغفرت طلب کرتا ہون مین تجھسے اور توبہ کرتا ہون تیری طرف
اور گواہی دیتا ہون مین کہ نہین ہے کوئی معبود مگر اللہ اور گواہی دیتا ہون مین کہ محمد بندے اُسکے ہین اور رسول
اُسکے۔ اور جس کپڑے سے مقام استنجا کو پونچھے اُسی کپڑے سے اور سارے اعضاے وضو کو نہ پونچھے
اور استنجے سے فارغ ہونے کے بعد وضو مین قبلہ کی طرف مُنھ کرے اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد اور وضو
کرتے مین یہ پڑھے اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین یعنی ای اللہ بنا مجکو توبہ کرنے والون مین سے اور
بنا مجکو پاک ہونے والون مین سے۔ اور جب وضو کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور جب وضو کر چکے تو اپنے برتن
مین دوسری نماز کے وضو کے لیے پانی بھر رکھے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور جو پانی وضو سے بچے اُسمین سے ایک قطرہ
کھڑا ہو کر قبلہ کی طرف مُنھ کر کے پی لے۔ اور مٹی کے برتنون سے وضو کرے اور کپڑون پر وضو کا پانی نہ گرنے دے
یہ زاہدی مین لکھا ہے۔ اور اپنے ہاتھون کو جھاڑے نہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ کلی کے لیے داہنے ہاتھ سے پانی لے ناک مین بھی داہنے
ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائین ہاتھ سے ناک سنکے یہ خزانۃ الفقہ مین لکھا ہے جو ابو اللیث کی تصنیف ہے۔ اور خلف بن ایوب سے یہ منقول ہے کہ وضو کرنے
والے کو مناسب یہ ہے کہ جاڑون کے موسم مین اول اپنے اعضا کو پانی سے اسطرح تر کرے جیسے تیل سے ملتے ہین
پھر اُنپر پانی بہا دے اسلیے کہ جاڑون کے موسم مین پانی اعضا کے اندر اچھی طرح اثر نہین کرتا یہ بدائع مین لکھا ہے
اور آداب وضو مین یہ ہے کہ اعضا کو ملے اور کانون کے سوراخ مین چھوٹی انگلی ڈالے اور وقت سے پہلے وضو
کر لے۔ اور پانی ڈالنے مین مُنھ پر ہاتھ ایسے نہ مارے جیسے طمانچے مارتے ہین اور اونچی جگہ مین بیٹھے یہ تبیین مین لکھا ہے
برتن کی دستگی کو یعنی جہان سے برتن کو پکڑتے ہین اُس مقام کو تین بار دھولے اور نرمی کے ساتھ اعضا کو دھوئے
اور وضو مین جلدی نہ کرے اور دھونے اور خلال کرنے اور ملنے کو پورا پورا ادا کرے اور مُنھ اور ہاتھ اور پاؤن
کے دھونے کی جو حدین ہین اُنسے کچھ اور زیادتی کرے تاکہ اُن حدون تک دھل جانے کا یقین ہو جاوے یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہے۔ اور مُنھ دھونے مین اوپر کی طرف سے شروع کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور وضو پاک جگہ مین کرے
اسلیے کہ وضو کے پانی کی بھی تعظیم ہے یہ نہر الفائق مین مضمرات سے نقل کیا ہے۔ اور چھوٹا برتن ہو تو اُسکو بائین
طرف رکھے اور اگر بڑا برتن ہو جسمین ہاتھ ڈال کر چلو سے پانی لیتا ہو تو داہنے طرف رکھے اور نیت مین زبان و دل
دونون کو شریک کرے اور ہر عضو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھے اور کلی کرتے وقت یہ پڑھے اللہم اعنی علی
تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک یعنی ای اللہ مدد کر میری تلاوت قرآن پر اور اپنے ذکر پر اور اپنے شکر پر

اور اپنی عبادت کی خوبی پر اور ناک مین پانی ڈالتے وقت یہ پڑھے اللھم ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار یعنی اے اللہ سنگھا مجکو خوشبو جنت کی اور نہ سونگھا مجکو بو نار کی اور منھ دھوتے وقت یہ پڑھے اللھم بیض وجہی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ یعنی اے اللہ اجلا کر منھ میرا جس روز اجلے ہونگے بہت سے منھ اور سیاہ ہونگے بہت سے منھ اور جب داہنا ہاتھ دھووے تو یہ پڑھے اللھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا یعنی اے اللہ نامہ اعمال میرا میرے داہنے ہاتھ مین دیجیو اور حساب میرا آسانی سے کیجیو۔ اور جب بایان ہاتھ دھووے تو یہ پڑھے اللھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظہری یعنی اے اللہ نہ دیجیو نامہ اعمال میرا میرے بائین ہاتھ مین اور نہ میرے پیچھے کے پیچھے سے اور جب سر کا مسح کرے تو یہ پڑھے اللھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک یعنی اے اللہ سایہ دے مجکو اپنے عرش کے نیچے جس روز ہوگا کوئی سایہ مگر تیرے عرش کا سایہ اور کانون کے مسح کے وقت یہ پڑھے اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ یعنی اے اللہ کر تو مجکو اُن لوگون سے جو سنتے ہین قول کو اور مانتے ہین اسکو جو اچھا ہوتا ہے۔ اور جب گردن کا مسح کرے تو یہ پڑھے اللھم اعتق رقبتی من النار یعنی اے اللہ بچا گردن میری آگ سے اور جب داہنا پانون دھوئے تو یہ پڑھے اللھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام یعنی اے اللہ ثابت رکھ دونون پانون میرے صراط پر جس دن پھسلینگے پانون۔ اور جب بایان ہاتھ دھوئے تو یہ پڑھے اللھم اجعل ذنبی مغفورا وسعیی مشکورا وتجارتی لن تبور یعنی اے اللہ کر میرے گناہون کو بخشا ہوا اور میری کوشش کو مقبول اور میری تجارت نہ برباد ہونے والی اور ہر عضو کے دھونے کے بعد درود پڑھے اور ایک مد سے پانی کی مقدار کم نہ کرے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ وضو تین طرح کے ہوتے ہین اول فرض اور وہ وضو اُس شخص کا ہے جسکا وضو نہین نماز کے کھڑے ہوتے وقت۔ دوسرے واجب اور وہ وضو طواف کعبہ کے لیے اگر بے وضو طواف کریگا تو جائز ہوگا مگر واجب ترک ہوگا۔ تیسرے وضو مستحب اور اسکی کوئی گنتی نہین اسی کی قسمون مین سے ہے سوتے وقت وضو کرنا وضو کی محافظت کرنا یعنی جب وضو ٹوٹے اسی وقت وضو کرلے تاکہ ہر وقت باوضو رہے اور اسی قسم سے ہے وضو کرنا بعد غیبت کرنے کے اور بعد شعر پڑھنے کے اور اسی قسم سے ہے وضو پر وضو کرنا اور اسی قسم سے ہے قہقہہ سے ہنسنے کے بعد وضو کرنا اور اسی قسم سے ہے غسل میت کے واسطے وضو کرنا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے

چوتھی فصل مکروہات وضو کے بیان مین

مکروہات مین سے ہے سختی کے ساتھ پانی منھ پر مارنا اور بائین ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا اور داہنے ہاتھ سے ناک چھنکنا بغیر عذر کے یہ خزانة الفقہ مین لکھا ہے جو ابو اللیث کی تصنیف ہے اور مکروہات مین سے ہے تین بار مسح کرنا نیا پانی لے کر اور وضو کر لینے کے بعد رومال سے پونچھ لینے مین کچھ مضائقہ نہین یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور مکروہ ہے کہ کسی برتن کو اپنے وضو کے واسطے خاص کرلے کہ اُس برتن سے سوا اُسکے اور کوئی وضو نہ کرے جیسے یہ مکروہ ہے کہ مسجد مین کوئی جگہ اپنی نماز کے واسطے خاص کرلے یہ وجیز مین لکھا ہے جو کردری کی تصنیف ہے

پانچوین فصل وضو کی توڑنے والی چیزون کے بیان مین

وضو توڑنے والی چیزون مین سے جو چیز دونون راستون سے نکلے پاخانہ اور پیشاب اور ہوا جو پاخانہ کے مقام سے نکلے اور ودی اور مذی اور منی اور کیڑا اور پتھری۔ پاخانہ کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تھوڑا ہو یا بہت اور یہی حکم ہے پیشاب کا اور ہوا کا جو پاخانہ کے مقام سے نکلے یہ محیط مین لکھا ہے -

اور وہ ہوا جو مرد اور عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے موافق مذہب صحیح کے وضو کو نہین توڑتی لیکن اگر
کسی عورت کا پیشاب اور پاخانہ کا راستہ مل گیا ہی اُسکے لیے وضو کر لینا مستحب ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔
کسی شخص کے آر پار زخم ہوا اور اُسمین سے ہوا نکلے تو وضو نہین ٹوٹتا جسطرح ایسی ڈکار سے نہین ٹوٹتا جسمین بدبو
آتی ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی اگر پیشاب عضو تناسل کی ڈنڈی مین اتر آوے تو اُس سے وضو نہین ٹوٹتا اور اگر قلفہ مین
یعنی اُس کھال مین جسکو ختنہ کرتے ہین اُتر آوے تو وضو ٹوٹ جاویگا یہ لکھا ہی ذخیرہ مین۔ اور صحیح یہی ہی یہ لکھا ہی
بحر الرائق مین۔ اور اگر عورت کی اندر کی فرج سے پیشاب نکلا باہر کی فرج سے نہین نکلا تو وضو ٹوٹ جاویگا اور جس
مرد کا عضو تناسل کٹ گیا ہو اگر اُسکے پیشاب کے مقام سے کوئی ایسی چیز نکلے جو مشابہ پیشاب کے ہو پس اگر اُسکے بند کرنے
پر قادر ہو اسطرح کہ اگر چاہے روک لے اور جب چاہے نکال دے تب تو وہ پیشاب ہی وضو اُس سے ٹوٹ جاتا ہی اور جو وہ اُسکے
قادر نہین تو نہین ٹوٹتا جب تک خود نہ بہے یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی۔ فتاوی مین ہی کہ جب ظاہر ہو جاوے کہ خنثی
مردون مین شامل ہی تو اُسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہی اُسمین سے جو نکلیگا اُس سے وضو نہ ٹوٹیگا جب تک نہ بہے
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور یہی فتاوی قاضی خان اور ذخیرہ اور محیط سرخسی اور اکثر معتبرات مین لکھا ہی۔ اور اکثر کا
یہ مذہب ہی کہ اُسپر وضو واجب ہو جاتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اعتماد کے قابل وہی پہلا قول ہی یہ نہر الفائق مین
لکھا ہی۔ اگر کسی مرد کے عضو تناسل مین زخم ہوا اور اُسمین دو سوراخ ہون ایک ایسا ہو کہ اُسمین سے وہی چیز
نکلتی ہو جو پیشاب کے راستے مین بہتی ہو اور دوسرا ایسا ہو کہ اُس سے وہ نکلتا ہو جو پیشاب کے راستے مین نہ بہتا ہو تو
پہلا سوراخ بمنزلہ سوراخ ذکر کے ہی جب پیشاب اُسکے سر پر ظاہر ہوگا تو وضو ٹوٹ جائیگا اگرچہ نہ بہے اور دوسرے
سوراخ سے اگر کچھ ظاہر ہو تو جب تک وہ بہے نہین وضو نہین ٹوٹیگا اگر کسی شخص کو پیشاب نکل آنے کا خوف ہو اس
سبب سے وہ پیشاب کے سوراخ مین روئی رکھ لے اور اگر روئی نہ رکھے تو پیشاب نکل آوے تو اسمین کچھ مضائقہ
نہین اور جب تک پیشاب روئی مین ظاہر نہو جاوے تب تک اُسکا وضو نہین ٹوٹتا یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی۔
اگر کسی شخص کی کانچ باہر نکل آوے اور اُسکو ہاتھ سے یا کپڑے سے پکڑ کر اندر ڈالے تو اُسکا وضو ٹوٹ جائیگا اسلیے کہ
کچھ نجاست اُسکے ہاتھ کو لگیگی۔ اور شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے لکھا ہی کہ کانچ کے نکلنے ہی سے وضو ٹوٹ جاتا ہی یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی۔ مذی سے وضو ٹوٹ جاتا ہی اور ودی سے بھی ٹوٹ جاتا ہی اور جو منی بغیر شہوت کے نکلے اُس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہی مثلاً کوئی
بوجھ اُٹھایا یا بلند جگہ سے گرا اور منی نکل آئی تو وضو واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ مرد کی منی بستہ اور سپید رنگ ہوتی ہی
اور بو اُسکی ایسی ہوتی ہی جیسے درخت خرما کی کلی مین اور اُسمین چپکاہٹ ہوتی ہی اور اُسکے نکلنے سے عضو سست ہو جاتا ہی
اور عورت کی منی پتلی زرد رنگ ہوتی ہی۔ اور مذی پتلی مائل بہ سپیدی ہوتی ہی اور جب کوئی شخص حالت شہوت
مین اپنی عورت کے ساتھ اختلاط کرتا ہی اُسوقت ظاہر ہوتی ہی اور اُسکے مقابل مین عورت سے جو نکلتی ہی
اُسکو قذی کہتے ہین۔ اور ودی پیشاب ہوتا ہی گاڑھا اور بعض نے کہا ہی ودی وہ ہی جو جماع کے غسل کرنے کے
بعد نکلتی ہی اور پیشاب کے بعد نکلتی ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ کیڑا اگر پاخانہ کے مقام سے نکلے تو اُس سے وضو ٹوٹتا ہی
اور اگر عورت یا مرد کے پیشاب کے مقام سے نکلے تو بھی یہی حکم ہی اور یہی حکم ہی پتھری کا یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی
اگر کوئی اپنے عضو کے سپارے مین قطرہ ٹپکا لے پھر وہ نکل آوے تو وضو نہین ٹوٹتا جیسے کہ روزہ نہین ٹوٹتا

نہ دبانے تو نہ نکلتا مختار یہی ہی کہ وضو ٹوٹ جائیگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور یہی ٹھیک ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور یہی
اوجہ ہی یہ شرح منیہ مین لکھا ہی جو حلبی کی تصنیف ہی اگر کسی آبلہ کو چھیل ڈالا اور اُسمین سے پانی یا پیپ وغیرہ بہی اگر وہ زخم
کے سرے سے بہی تو وضو ٹوٹیگا ورنہ نہ ٹوٹیگا یہ حکم اُس صورت مین ہی جب وہ اپنے آپ نکلے اور اگر دبانے سے نکلا
تو وضو نہ ٹوٹیگا اسلیے کہ جو کچھ نکلا وہ نکالا گیا خود نہین نکلا یہ ہدایہ مین لکھا ہی ناک سنکنے مین جما ہوا خون مسور کے دانہ
کے برابر نکلا اُس سے وضو نہین ٹوٹتا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر چیچڑی کسی کے عضو کو لگ کر چوسے اور خون سے پر
ہوجاوے تو اگر چھوٹی ہی تو وضو نہ ٹوٹیگا جیسے مکھی اور مچھر کے چوسنے سے نہین ٹوٹتا اور بڑی ہی تو وضو ٹوٹ جاویگا
اسی طرح جونک اگر کسی کے عضو کو چوسے اور خون سے پر ہوجاوے تو بھی وضو ٹوٹ جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
اگر کسی کی آنکھ کی رگ مین سے ناسور کی طرح پانی بہا کرتا ہو تو وہ بمنزلہ زخم کے ہی جو اُسکے اندر سے بہیگا وضو توڑیگا
یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی کی آنکھ مین سے درد کی وجہ سے یا سبل اور بیماری کی وجہ سے ہمیشہ پانی
بہا کرتا ہو تو ہر وقت نماز کے واسطے تازہ وضو کا حکم ہوگا اسلیے کہ احتمال ہی کہ وہ پیپ یا کچلہو ہو یہ تبیین مین
لکھا ہی۔ کیڑا جو زخم کے سرے سے نکلے اُس سے وضو نہین ٹوٹتا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو نشتہ کی بیماری ہو تو
اُسکا حکم بھی مثل کیڑے کے ہی اگر اُس سے پانی بہے تو وضو ٹوٹیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور وضو توڑنے والی چیزون مین سے قی بھی ہی
اگر پت یا کھانا یا پانی مُنھ بھر کر حلق کے اندر سے نکلے تو وضو توڑیگا یہ محیط مین لکھا ہی اور منھ بھرنے کی حد صحیح یہ ہی کہ
بغیر دقت اور مشقت کے اُسکو روک نہ سکے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر پانی پیا پھر قی مین صاف پانی نکلا تو وضو
ٹوٹیگا یہ سراج الوہاج مین فتاوی سے نقل کیا ہی۔ قی مین بلغم آوے تو اگر سر کی طرف سے اترا ہی تو وضو نہ ٹوٹیگا اور جو معدہ
سے آیا ہی تو امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک نہ ٹوٹیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ٹوٹ جائیگا یہ حکم
اُس وقت ہی جب قی مین خالص بلغم ہو اور اگر کسی اور چیز کے ساتھ ملا ہو جیسے کھانا وغیرہ تو اگر کھانا منھ بھر ہوگا وضو ٹوٹیگا ورنہ
نہ ٹوٹیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر قی مین خون آوے اگر بہتا ہوا خون سر سے اترا ہی تو بالاتفاق وضو ٹوٹیگا اور اگر خون
بستہ ہی تو بالاتفاق نہ ٹوٹیگا اور اگر معدہ سے آیا ہی اگر خون بستہ ہی تو بالاتفاق وضو نہ ٹوٹیگا لیکن اگر منھ بھر کر ہوگا تو وضو ٹوٹیگا اور اگر
بہتا ہوا ہی تو امام ابوحنیفہ کے قول کے بموجب وضو ٹوٹیگا اگرچہ منھ بھر کر نہو یہ شرح منیہ مین لکھا ہی اور یہی مختار ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اسی کو عامہ مشایخ نے
صحیح کہا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اگر تھوڑی تھوڑی قی اسطرح آوے کہ سب جمع ہو تو منھ بھر کر ہوجاوے تو امام محمد کا یہ قول ہی
کہ اگر سبب اُن سب کا ایک ہی تھا تو وضو ٹوٹیگا ورنہ نہ ٹوٹیگا مضمرات مین لکھا ہی کہ یہی صحیح ہی اگر ایک مرتبہ جی متلا کر قی آئی
اور وہ متلی موقوف ہوئی اور اسی مین دوبارہ قی آئی تو سبب اُن دونون کا ایک ہی اور اگر ایک مرتبہ کی متلی موقوف ہونے
کے بعد دوبارہ قی آئی تو سبب مختلف ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ جو چیز آدمی کے بدن سے ایسی نکلی جس سے وضو نہین ٹوٹتا وہ
نجس بھی نہین ہوتی جیسے تھوڑی سی قی اور خون جو بہے نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور منجملہ وضو توڑنے
والون کے نیند ہی جو کروٹ سے لیٹنے مین ہو نماز مین ہو یا غیر نماز مین اس حکم مین علما مین سے کسی کا خلاف نہین اور یہی
حکم ہی اُسکا جو ایک سرین پر تکیہ کر کے سووے یہ بدائع مین لکھا ہی اور یہی حکم ہی اُسکا جو چت لیٹ کر سووے یہ بحرالرائق
مین لکھا ہی اگر بیٹھ کر اسطرح سووے کہ دونون سرین اپنی دونون ایڑیون پر رکھدے جیسے کوئی اوندھا ہو جاتا ہی
تو اُسپر وضو واجب نہین اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کسی ایسی چیز پر سہارا دیکر سووے کہ اگر وہ ہٹا

لیجائے تو گر پڑے تو اگر مقعد زمین سے جدا ہو تو بالاجماع وضو ٹوٹ جائیگا اور اگر جدا نہین تو صحیح یہ ہی کہ نہ ٹوٹیگا یہ تبیین
مین لکھا ہی اگر کھڑا ہوا سووے یا بیٹھا ہوا سووے اگرچہ زمین پر ہو یا عماری مین ہو اور رکوع کرتا ہوا سووے یا سجدہ
کرتا ہوا سووے تو اگر حالت نماز مین ہی تو کسی صورت مین وضو نہین ٹوٹتا اور اگر خارج نماز ہو تب بھی یہی حکم ہی مگر سجدہ کی صورت
مین یہ شرط ہی کہ ہیئت مسنون کے مطابق ہو اسطرح کہ پیٹ اُسکا زانون سے اوپر اُٹھا ہوا ہو اور بازو اُسکے پسلیون سے
جدا ہون اور اگر یہ ہیئت نہوگی تو وضو ٹوٹ جائیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی ظاہر روایت مین نیند کے غلبہ سے سو جانے اور
عمداً سونے مین کچھ فرق نہین اور امام ابو یوسف رح سے یہ منقول ہی کہ عمداً سونے مین وضو ٹوٹ جاتا ہی اور صحیح وہی ہی جو ظاہر
روایت مین ہی یہ محیط مین لکھا ہی مریض اگر کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھتا ہوا اور سو جاوے تو اُسکے حکم مین اختلاف ہی صحیح
یہ ہی کہ وضو اُسکا ٹوٹ جاتا ہی یہ محیط اور تبیین اور بحر الرائق مین لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اگر بیٹھا ہوا سویا
اور جھماک جاتا ہی اور بار بار مقعد زمین سے جدا ہو جاتی ہی تو شمس الائمہ حلوائی کا یہ قول ہی کہ ظاہر مذہب یہ ہی کہ
وضو نہین ٹوٹتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر بیٹھا ہوا سوتا تھا اور مُنھ کے بل گر پڑا یا پہلو کے بل گر پڑا تو اگر وہ گرنے
سے پہلے ہوشیار ہو گیا یا گرتے گرتے ہوشیار ہو گیا یا سوتا ہوا گرا مگر گرنیکے بعد فوراً ہوشیار ہو گیا تو وضو نہین ٹوٹتا اور اگر تھوڑی
دیر سوتا رہا پھر جاگا تو وضو ٹوٹتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر چار زانو بیٹھ کر سویا تو وضو نہین ٹوٹتا اور یہی حکم ہی اُس صورت کے
سونے مین کہ دونون پانون ایک طرف کو پھیل جاوین اور دونون سرین زمین سے ملے ہون یہ خلاصہ مین لکھا ہی
اور اگر کسی جانور کی سواری مین جسکی پیٹھ ننگی ہی سو گیا پس اگر چڑھاو پر جانے یا برابر جگہ جانیکی حالت مین ہو تو وضو نہ ٹوٹیگا
اور اگر اتار کی طرف چلنے کی حالت ہو تو نیند وضو ٹوٹنا شمار ہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر ایسے جانور کی پیٹھ پر سویا جیسا اکاف
کسی ہو تو اُسکا وضو نہ ٹوٹیگا اگر کوئی تنور کے سر پر بیٹھا ہوا سو گیا اور پانون لٹکا دیے تو وضو ٹوٹیگا یہ فتاوی قاضی خان مین
لکھا ہی اگر پہلو پر بیٹھا ہوا اونگھ جائے تو اگر زور کی اونگھ ہو تو وضو ٹوٹ جاویگا اور ضعیف ہو تو نہین ٹوٹیگا اور زور کی اونگھ اور ضعیف
اونگھ مین فرق یہ ہی جو اسکے قریب کی باتین سُنتا ہی تو ضعیف اونگھ ہی اور جو قریب کی اکثر باتون کی اُسکو خبر نہین ہوتی تو زور کی اونگھ ہی
یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی فتوی ہی منقول ہی شمس الائمہ سے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور وضو توڑنے والون مین سے بیہوشی اور جنون اور
غشی اور نشا ہی بیہوشی سے وضو ٹوٹ جاتا ہی تھوڑی ہو یا بہت اور جنون اور غشی اور نشے سے بھی ٹوٹ جاتا ہی اور اسی بیان مین بعض
مشایخ کے نزدیک نشے کی حد یہ ہی کہ عورت مرد مین تمیز نہ کرے اسی قول کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہی اور صحیح وہی ہی جو
شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہی اور وہ یہ ہی کہ اُسکے چال مین کچھ لغزش ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور وضو توڑنے والون مین سے قہقہہ ہی
اور حد قہقہہ کی یہ ہی کہ وہ بھی سنے اور اُسکے برابر والے بھی سنین اور ہنسی اُسکو کہتے ہین کہ وہ خود سُن لے برابر والے نہ سنین اور
تبسم وہ ہی کہ نہ وہ سنے اور نہ اُسکے برابر والے سنین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی ۔ قہقہہ مارنا ان سب نمازون کے اندر جن مین رکوع اور سجدہ کیا جاتا
ہی ہمارے نزدیک نماز اور وضو دونون کو توڑ دیتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی ۔ خواہ قہقہہ عمداً ہو یا بھول کر ہو یہ خلاصہ مین
لکھا ہی اور جو قہقہہ نماز سے خارج ہو اُس سے طہارت نہین جاتی اور ہنسی سے نماز جاتی رہتی ہی وضو نہین جاتا اور تبسم سے
نہ نماز جاتی ہی نہ وضو ۔ اگر سجدہ تلاوت مین یا نماز جنازہ مین قہقہہ مارا تو وہ سجدہ اور نماز باطل ہوگی وضو نہین ٹوٹیگا یہ
فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی ۔ لڑکا اگر نماز مین قہقہہ مارے تو وضو نہین ٹوٹتا یہ محیط مین لکھا ہی ۔ اگر نماز کے اندر
سوتے مین قہقہہ مارا تو صحیح یہ ہی کہ اُس سے وضو اور نماز دونون نہین ٹوٹینگے یہ تبیین مین لکھا ہی ۔ حاکم ابو محمد کرخی کا

یہ قول ہی کہ وضوا ور نماز دونون ٹوٹ جاوینگے اور عامہ متاخرین نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی- اگر نماز سلطنوہ مین قہقہہ مارا تو اصح یہ ہی کہ وضو ٹوٹ جائیگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر ایسی نماز مین قہقہہ مارا کہ عذر کی حالت سے اشارون سے نماز پڑھتا تھا یا سوار تھا اور نفل اشارون سے پڑھتا تھا یا فرض بسبب عذر کے اشارون سے پڑھتا تھا تو وضو ٹوٹیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی- قہقہہ جسطرح وضو کو توڑتا ہی اسی طرح تیمم کو بھی توڑتا ہی غسل کی طہارت کو نہین توڑتا اور بعض کا قول ہی کہ غسل کی طہارت کو بھی وضو کے چارون اعضا مین سے باطل کردیتا ہی پس غسل کرنے والے نے جب نماز مین قہقہہ لگایا تو نماز اُسکی باطل ہوگی اور جبتک تازہ وضو نہ کرلے نماز پڑھنا جائز نہین یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور وضو توڑنے والون مین سے ایک کھلی ہوئی مباشرت جب کھلی ہوئی مباشرت کرے عورت کے ساتھ اسطرح کہ ننگا ہو اور شہوت بھی ہو اور دونون کی شرمگاہین مل جاوین تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحساناً وضو ٹوٹ جائیگا اور امام محمد کے نزدیک وضو نہین ٹوٹیگا اور یہی قیاس ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور نصاب مین لکھا ہی کہ یہی صحیح ہی اور ینابیع مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر دونون کی شرمگاہین مل جاوین تو عورت کا وضو ٹوٹنے کے لیے مرد کو شہوت ہونا ضرور نہین یہ قنیہ مین لکھا ہی- مرد کے عورت کو مساس کرنے سے یا عورت کے مرد کو مساس کرنے سے وضو نہین ٹوٹتا یہ محیط مین لکھا ہی اپنے ذکر کو چھوے یا دوسرے کے ذکر کو چھوے تو ہمارے نزدیک وضو نہین ٹوٹتا یہ محیط مین لکھا ہی کھلی ہوئی مباشرت دو عورتون مین ہو یا مرد اور امرد لڑکے مین ہو تو بھی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور یہی حکم ہی اگر ایسی مباشرت دو مردون مین ہو یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی- شک کے مسائل بھی انھین مسائل سے میل رکھتے ہین اصل مین ہی کہ اگر کسی کو یہ شک ہوا کہ فلانے عضو کا وضو کیا ہی یا نہین اور یہ شک اُسکو اول بار ہوا تھا تو اُس عضو کو دھولے جسمین شک ہی اور اکثر یہی ہوتا ہی تو اس شک کا کچھ اعتبار نہین یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب شک وضو کرنے کی حالت مین ہو اور اگر وضو سے فارغ ہونے کے بعد شک ہو تو اُسکی طرف التفات نہ کرے اور جس شخص کو وضو تھا اور اب وضو ٹوٹنے مین شک ہوا تو وضو اُسکا باقی ہی- اور اگر پہلے وضو تھا اور طہارت مین شک ہوا تو بے وضو ہی- اس مسئلہ مین غالب گمان پر عمل نہ کرے یہ خلاصہ مین لکھا ہی-

دوسرا باب غسل کے بیان مین اور اسمین تین فصلین ہین پہلی فصل غسل کے فرضون مین

اور وہ تین ہین کلی کرنا ناک مین پانی ڈالنا سارے بدن کو دھونا یہی متون مین لکھا ہی کلی اور ناک مین پانی ڈالنے کی حد باب وضو مین خلاصہ سے بیان ہو چکی جنب نے اگر پانی پی لیا اور منھ مین سے پھینکا نہین تو وہی کلی کے بدلے کافی ہی اگر سارے منھ مین پہونچ جاوے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر اُسکا کوئی دانت کھوکھلا ہی اسمین کچھ باقی رہگیا یا اُسکے دانتون کے بیچ مین طعام باقی ہی یا اُسکی ناک مین رینٹھ ہی تر تو اصح یہ ہی کہ غسل پورا ہوگیا یہ زاہدی مین لکھا ہی احتیاط یہ ہی کہ کھانے کو دانت کے خلو مین سے نکال کر اُسپر پانی بہا لے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی خشک رینٹھ اگر ناک مین ہی تو غسل پورا نہوگا یہ زاہدی مین لکھا ہی- اور اگر گندھا ہوا آٹا ناخنون مین لگا ہی تو غسل پورا نہوگا اور میل ہی تو مانع غسل نہین اور گانون والے اور شہر والے اسمین برابر ہین اور خشک اور تر مٹی ناخنون مین ہی تو مانع غسل نہین اور چرم ساز اور رنگریز کے ناخنون مین جو لگا ہوتا ہی وہ مانع غسل ہی اور بعض کا قول ہی کہ بسبب حرج اور ضرورت کے

تا چہرہ نہ کرے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی - یہان کچھ اور بھی سنن اور آداب مشائخ نے بیان کیے ہین سنت ہی کہ
پہلے اپنے دل مین نیت کرے اور زبان سے یہ کہے کہ میری یہ نیت ہی کہ یہ غسل جنابت کے دور ہونے کے لیے
کرتا ہون یا یہ غسل جنابت کے لیے کرتا ہون - پھر دونون ہاتھ دھوتے وقت بسم اللہ پڑھے پھر استنجا کرے یہ جوہرۃ النیرہ
مین لکھا ہی - اور سنت ہی کہ پانی مین نہ اسراف کرے نہ کمی کرے اور غسل کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور تمام بدن
کو اول مرتبہ مل لے اور ایسے موقع پر نہاوے جہان اُسکو کوئی نہ دیکھے اور ہرگز کسی سے بات نہ کرے اور بعد غسل کے
موٹے کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالے یہ منیہ مین لکھا ہی **تیسری فصل** اُن چیزون کے بیان مین جنسے غسل واجب ہوتا ہی اور وہ تین ہین
منجملہ اُنکے جنابت ہی اور وہ دو سبب سے ہوتی ہی - ایک یہ کہ منی دفق و شہوت کے ساتھ خارج ہو بغیر دخول کے چھونے سے
یا دیکھنے سے یا احتلام ہو یا ہاتھ کے عمل سے منی نکلے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی مرد سے نکلے یا عورت سے سوتے مین یا
جاگتے مین یہ ہدایہ مین لکھا ہی - شہوت کا اعتبار منی کے اپنے مکان سے جدا ہونے کے وقت کیا جاتا ہی بیداری سے
نکلنے کے وقت نہین کیا جاتا یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر احتلام ہوا یا کسی عورت کی طرف دیکھا اور منی اپنی جگہ سے شہوت سے جدا ہوئی
پھر اُسنے اپنے ذکر کو دبا لیا یہان تک کہ شہوت اُسکی ساکن ہو گئی پھر منی بہی تو اُسپر امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے
نزدیک غسل واجب ہوگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک واجب نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر جنابت کے بعد بغیر
پیشاب اور بغیر سوئے نہایا اور نماز پڑھی پھر باقی منی نکلی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک غسل واجب ہوگا اور
امام ابویوسف کے نزدیک واجب نہوگا لیکن سب کے نزدیک یہ حکم ہی کہ اُس نماز کو نہ لوٹاویگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر پیشاب
کرنے یا سونے یا چلنے کے بعد منی نکلی تو بالاتفاق غسل واجب نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر کسی شخص کو احتلام ہوا اور
منی اپنی جگہ سے جدا ہوئی لیکن سپاری کے سرے پر نہ ظاہر ہوئی تو غسل واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور اسکے ذکر سے منی نکلی اگر اُسکے عضو مین تندی تھی تو غسل واجب ہوگا اور اگر سست
تھا تو وضو اُسپر لازم ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر کسی عورت سے اسکے شوہر نے مجامعت کی اور پھر وہ عورت نہائی
پھر اُسکے بدن سے اُسکے شوہر کی منی نکلی تو اُسپر وضو واجب ہوگا غسل واجب نہوگا - اگر کوئی شخص سوتے سے
جاگا اور اُسنے اپنے بچھونے پر یا اپنی ران پر تری پائی اور اُسکو احتلام بھی یاد ہی اگر یقین ہو کہ وہ منی ہی یا یقین
ہو کہ وہ مذی ہی یا شک ہو کہ وہ منی ہی یا مذی تو اُسپر غسل واجب ہی اور اگر یقین ہی کہ وہ ودی ہی تو غسل واجب
نہوگا - اور اگر تری پائے مگر احتلام یاد نہین اب اگر یقین ہی کہ وہ ودی ہی تو غسل واجب نہوگا - اور اگر یقین ہی کہ وہ منی ہی تو غسل واجب ہوگا - اور اگر
یقین ہو کہ مذی ہی تو غسل واجب نہوگا - اور اگر شک ہو کہ وہ منی ہی یا مذی تو امام ابویوسف کا یہ قول ہی کہ جب تک احتلام کا یقین نہو غسل واجب
نہوگا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہوگا - قاضی امام ابو علی نسفی نے کہا ہی کہ حسام نے اپنے نوادر مین امام محمد کا یہ قول
نقل کیا ہی کہ اگر کوئی شخص جاگے اور اپنی سپاری پر تری پاوے اور خواب اُسکو یاد نہو اگر سونے سے پہلے اُسکے
عضو مین تندی تھی تو اُسپر غسل واجب نہین لیکن اگر یہ یقین ہو جاوے کہ یہ منی ہی تو غسل واجب ہوگا اور اگر سونے سے
پہلے اُسکا عضو سست تھا تو اُسپر غسل واجب ہوگا - شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ یہ صورت اکثر واقع ہوا کرتی ہی اور
لوگ اس سے غافل ہین پس اسکو یاد کر لینا واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر احتلام اور انزال کی لذت اُسکو یاد
ہوا اور تری نہ پاوے تو غسل واجب نہین اور ظاہر روایت مین عورت کا بھی یہی حکم ہی اسلیے کہ عورت پر غسل واجب

ہونے مین یہ شرط ہی کہ منی اُسکی باہر فرج کی طرف سے نکلے اسی پر فتوی ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی - اگر کوئی شخص
بیٹھا ہوا سووے یا کھڑا ہوا سووے یا چلتا ہوا سووے پھر جاگے اور تری پاوے تو اُسکا حکم اور لیٹ کر سونے
والے کا برابر ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر بچھونے پر منی پائی جاوے اور مرد یہ کہے کہ عورت کی منی ہی اور عورت
کہے کہ مرد کی منی ہی تو اصح یہ ہی کہ احتیاطاً دونون پر غسل واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کسی شخص کو غش آیا اور
اور بعد افاقہ کے وہ اپنے زانو پر یا کپڑے پر مذی پاوے تو اُسپر غسل واجب نہین - اور یہی حکم نشے کا
اور اسکا حکم نیند کے مثل نہین یہ محیط مین لکھا ہی - کوئی شخص سوتے سے جاگا اور احتلام اُسکو یاد ہی لیکن کوئی تری ظاہر
نہین ہوئی اور تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد مذی نکلی تو اُسپر غسل واجب نہ ہوگا - رات مین احتلام ہوا پھر جاگا اور تری
نہ دیکھی پھر وضو کیا اور فجر کی نماز پڑھ لی پھر منی نکلی تو اُسپر غسل واجب ہوگا [illegible] مین لکھا ہی اور وہ اپنی نماز کا اعادہ
نہ کریگا اور اسی طرح اگر نماز مین احتلام ہوا اور انزال نہ تھا یہان تک کہ نماز پوری کر لی پھر انزال ہوا تو نہا دیگا مگر نماز
کا اعادہ نہ کریگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - دوسرا سبب جماعت کا دخول ہوتا ہی - دخول دونون راستون مین سے کسی
راستہ مین ہو جب سپارہ چھپ جاوے تو فاعل اور مفعول دونون پر غسل واجب ہوگا انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو یہی درست
مذہب ہی ہمارے علماء کا یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی کا سپارہ کٹا ہوا ہو
تو بقدر سپارہ کے ذکر داخل کرنے سے اُسپر غسل واجب ہو جاویگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر [illegible]
دخول کرے یا مردے کے یا ایسی چھوٹی لڑکی کے جیسے مثل کی لڑکیون سے جماعت نہین کیا کرتے تو بغیر انزال کے
غسل واجب نہین ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور صحیح یہ ہی کہ جسکی لڑکی [illegible] مین دخول [illegible]
ہو کہ اُسکے اندر کا پردہ پھٹ کر دونون راستے ایک ہو گئے ہون [illegible] یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
اگر کسی عورت کی فرج سے باہر بغیر جماعت کی [illegible] سے اور منی اُسکے [illegible] شاید وہ بکر ہو یا ثیبہ
ہو تو غسل اُسپر واجب نہوگا اسلیے کہ غسل کے دو سبب ہوتے ہین یا انزال یا سپارہ کا داخل ہونا اور ان مین
ایک بھی نہ پایا گیا لیکن اگر اُسکو حمل رہ جاوے تو غسل واجب ہوگا اسلیے کہ انزال پایا گیا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
اور اگر حمل رہ جاوے تو وقت جماعت کے اُسپر غسل واجب ہوگا اور اسی وقت سے ساری نمازین [illegible]
ملتقط مین لکھا ہی - اگر کوئی عورت یہ کہے کہ میرے پاس جن آیا کرتا ہی اور اُسکے ساتھ مین وہی کیفیت پاتی ہون جیسے اپنے
شوہر کی جماعت مین پاتی ہون تو اُسپر غسل واجب نہوگا یہ منیۃ المصلی کی شرح مین لکھا ہی اگر دس برس کا لڑکا عورت سے
جماعت کرے تو عورت پر غسل واجب ہوگا اور لڑکے پر واجب نہوگا لیکن اُس لڑکے کو بھی حکم غسل کا دیا جاویگا تاکہ
اُسکو عادت پڑے جیسے کہ اُسکو نماز کا حکم عادت ہونے کے لیے کیا جاتا ہی اگر مرد بالغ ہو اور لڑکی نابالغ ہو مگر جماعت کے
قابل ہو تو مرد پر غسل واجب ہوگا اور اُس لڑکی پر واجب نہوگا اور اگر کوئی خصی جماعت کرے تو فاعل اور مفعول
دونون پر غسل واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہو تو بعضون نے
کہا کہ غسل واجب ہوگا - اور بعضون کا قول اور وہی اصح بھی ہی کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت اور لذت
محسوس ہو تو غسل واجب ہوگا اور ایسا نہو تو واجب نہوگا - اور زیادہ احتیاط کا حکم یہی ہی کہ دونون صورتون مین غسل
واجب ہوگا - اگر خنثی مشکل اپنے ذکر کو کسی عورت کی فرج یا دبر مین داخل کرے تو دونون پر غسل واجب ہوگا

اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ اپنے مثل دوسرے خنثی کی فرج مین داخل کرے اور اگر کوئی مرد خنثیٰ مشکل کی فرج مین دخول کرے تو بھی غسل واجب نہوگا - اور یہ سب حکم اُس صورت مین ہی جو انزال نہو لیکن اگر انزال بھی ہو تو انزال کے سبب سے غسل واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور منجملہ غسل واجب کرنے والون کے حیض و نفاس ہی - جب حیض و نفاس کا خون نکل کر عورت کی باہر کی فرج تک پہنچ جاوے تو غسل واجب ہوگا اور جب تک نہ پہونچے تو وہ خون نکلا نہین اسلیے حیض نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی - عورت کے اگر بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہو کیا اُسپر بھی غسل واجب ہوتا ہی اصح یہ ہی کہ واجب ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - غسل نو طرح کا ہوتا ہی کہ ان مین سے تین طرح کا غسل فرض ہی جنابت کا اور حیض کا اور نفاس کا اور ایک واجب ہی اور وہ مردہ کا غسل ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - کافر اگر جنب ہوا پھر مسلمان ہوا تو اسپر غسل واجب ہوگا ظاہر روایت مین - اگر کافرہ عورت کا خون بند ہوا پھر مسلمان ہوئی تو اُسپر غسل واجب نہوگا - لڑکی جب حیض کے ساتھ بالغ ہو تو حیض بند ہونے کے بعد اسپر غسل واجب ہوگا اور لڑکا جب احتلام کے ساتھ بالغ ہو تو اصح یہ ہی کہ اُسوقت اُسپر غسل واجب ہو گا یہ زاہدی مین لکھا ہی اور زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ سب صورتون مین غسل واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی -

اور چار غسل سنت ہین جمعہ کے دن اور عیدین کے دن اور عرفہ کے دن اور احرام کے وقت اور ایک مستحب ہی اور وہ غسل کافر کا ہی جب وہ مسلمان ہوا اور جنب نہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - جمعہ کے دن کا غسل نماز کے واسطے ہوتا ہی یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اگر فجر کے بعد غسل کیا پھر وضو ٹوٹ گیا پھر وضو کرکے جمعہ کی نماز پڑھی یا نماز جمعہ کے بعد غسل کیا تو سنت ادا نہوگی - اگر جمعہ اور عید ایک دن مین جمع ہوگئے اور مجامعت بھی کی پھر غسل کیا تو تینون غسل ادا ہوجائینگے یہ زاہدی مین لکھا ہی - کافی مین ہی کہ اگر صبح سے پہلے غسل کیا اور اُسی سے جمعہ کی نماز پڑھی تو امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے غسل کی فضیلت مل گئی اور امام حسن کے نزدیک نہ ملی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - بعض مشائخ نے ان غسلون کو بھی مندوب لکھا ہی - غسل وصول مکہ کے واسطے اور مزدلفہ مین ٹھہرنے کے واسطے اور مدینہ مین داخل ہونے کے واسطے اور مجنون کا غسل جب اچھا ہوا اور لڑکے کا غسل جب اپنی عمر کے حساب سے بالغ ہو یہ تبیین مین لکھا ہی - اور اسی کے تتمہ مین جنب کے مسائل - اگر وقت نماز تک غسل مین تاخیر کرے تو گنہگار نہین ہوتا یہ محیط مین لکھا ہی - شیخ سراج الدین ہندی نے اجماع نقل کیا ہی اس بات پر کہ جسکا وضو نہو اُسپر وضو اور جنب اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر غسل اُسی وقت واجب ہوتا ہی جب نماز اُنپر واجب ہو یا کسی ایسے کام کا ارادہ کرین جو بغیر وضو اور غسل کے نہین ہو سکتا اور بغیر اسکے واجب نہین ہوتا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - مثلاً نماز اور سجدہ تلاوت اور قرآن کا چھونا اور مثل اسی کے اور کام یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - ظاہر الروایت مین کم سے کم پانی جو غسل کے واسطے کافی ہو ایک صاع ہوتا ہی اور وضو کے واسطے ایک مد - ہمارے بعض مشائخ کا یہ قول ہی کہ ایک صاع غسل کے واسطے اُسوقت کافی ہوتا ہی جبکہ غسل مین وضو کو ترک کرے اور اگر غسل کے ساتھ وضو بھی کرے تو ایک مد سے وضو کرے اور اُسکے علاوہ ایک صاع سے غسل کرے اور اکثر مشائخ کا مذہب یہ ہی کہ ایک صاع غسل اور وضو دونون کے واسطے کافی ہو اور یہی اصح ہی - بعض مشائخ نے یہ کہا ہی کہ یہ کم سے کم مقدار پانی کے کافی ہونے کی بیان کی گئی ہی لیکن یہی مقدار لازم نہین ہی بلکہ اگر کسی کو اس سے بھی کم کافی ہوجاوے تو

پاک ہی یہ محیط مین لکھا ہی عتابیہ مین ہی کہ یہ حکم جب ہی جب وہ پانی نجاست سے متغیر نہ ہوگیا ہو یہ تاتارخانیہ مین
لکھا ہی اور اگر منہ کے تھم جلنے کے بعد چھت کے سوراخ مین سے پانی ٹپکا تو وہ پانی نجس ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی
اور نوازل مین ہی کہ ہمارے متاخرین مشائخ نے کہا ہی کہ یہی مختار ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی نہر یا کاریز کے پانی مین اگر نجاست
پڑی ہوا ور نجاست کے قریب سے کوئی پانی لے تو جائز ہی اور وہ پانی پاک ہی بشرطیکہ اُسکا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلی
ہو نہر کا پانی اگر اوپر سے بند ہو جاوے تو اُسکے جاری ہونے کا حکم نہین بدلتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
اگر مسافر کے ساتھ ایک بڑا پرنالہ اور برتن پانی کا ہو اور پانی کی اُسکو حاجت بھی ہو اور پانی ملنے کی امید بھی ہو
مگر یقین نہو تو شیخ ابوالحسنؒ کا یہ قول منقول ہی کہ وہ اپنے کسی رفیق کو یہ حکم کرے کہ پرنالے کے ایک طرف سے
پانی ڈالے اور خود اُس پرنالے مین سے وضو کرے اور پرنالے کی دوسری طرف ایک پاک برتن رکھدے تاکہ وہ
پانی اُسمین جمع ہو جاوے تو وہ پانی جو اُس برتن مین جمع ہوا ہی پاک اور پاک کرنے والا ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ
ذخیرہ مین لکھا ہی ایک چھوٹے حوض مین سے کسی نے نہر نکالکر پانی جاری کیا اور اُس سے وضو لیا پھر یہ پانی کسی
جگہ مین جمع ہوگیا وہان سے ایک اور شخص نے نہر بنا کر پانی جاری کیا اور اُس سے وضو کیا تو سب کا وضو جائز ہوگا اگر
دونون مکانون مین کچھ مسافت ہوا اگرچہ کم ہو اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ جب ایک گڑھے مین سے
دوسرے گڑھے مین پانی جاتا ہو اور اُن دونون کے بیچ مین بیٹھ کر کوئی وضو کرے یہ محیط مین لکھا ہی اگر بہت
آدمی نہر کے کنارے صفین باندھ کر بیٹھین اور وضو کرین تو جائز ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ منیۃ المصلی مین لکھا ہی اگر
حوض چھوٹا ہو اور ایک طرف سے اُسمین پانی آتا ہو اور دوسری طرف سے نکلتا ہو تو اُسکے سب طرف وضو جائز ہی
اور اسی پر فتوی ہی کچھ اسکی تفصیل نہین کہ اگر وہ چار گز کا لمبا چار گز کا چوڑا ہو یا اُس سے کم ہو تو جائز ہو اور جو زیادہ
لمبا چوڑا ہو تو جائز نہو یہ شرح وقایہ مین لکھا ہی اور یہی زاہدی اور معراج الدرایہ مین لکھا ہی چھوٹے حوض کا پانی
نجس تھا اُسمین ایک طرف سے پاک پانی داخل ہوا اور دوسری طرف سے حوض کا پانی بہنے لگا تو فقیہ ابو جعفر
کا یہ قول ہی کہ جب دوسری طرف سے حوض کا پانی بہا اُسی وقت سے اُس حوض کی طہارت کا حکم ہوگا اور
اسی کو اختیار کیا ہی صدر الشہید علیہ الرحمۃ نے یہ محیط مین لکھا ہی اور نوازل مین لکھا ہی کہ اسی حکم کو ہم لیتے ہین
یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر دوسری طرف سے وہ حوض جاری نہین ہوا مگر بہا تو فقط لوگ اُسمین سے پانی
نکال رہے ہین تو بھی پاک ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور بہا تو فقط پانی نکالنے سے یہ مراد ہی کہ ایک مرتبہ پانی
لینے سے دوسری مرتبہ پانی لینے تک پانی کا ملنا موقوف نہو یہ زاہدی مین لکھا ہی حمام کے حوض کا پانی فقہا
کے نزدیک پاک ہی اگر اُسمین کسی نجاست کا گرنا معلوم نہو پس اگر کوئی شخص حوض مین ہاتھ ڈالے اور اُسکے
ہاتھ پر نجاست لگی ہو اگر پانی ٹھہرا ہوا ہو نل کے راستہ سے بھی اُسمین کچھ نہ داخل ہوتا ہو اور نہ اُسمین سے
کوئی برتن سے پانی نکالتا ہو تو نجس ہو جاویگا اور اگر اُسمین سے برتنون سے پانی نکالا جاتا ہو اور نل کے
راستہ سے اُس حوض مین کچھ نہ آتا ہو یا اسکا اُلٹا ہو تو اکثر کا یہ قول ہی کہ وہ نجس ہو جاویگا اور اگر لوگ اُسمین
سے پانی اپنے برتنون سے نکالتے ہون اور نل کے راستہ سے بھی اُس حوض مین پانی آتا ہو تو اکثر کے نزدیک نجس نہین ہوگا
یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط مین لکھا ہی جاری پانی کا وصف جب نجاست سے بدل جاوین

اسمین وضو جائز نہین ورنہ جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر پانی اُس سوراخ مین سے نکل کر اس برف کے
اوپر اسقدر پھیل گیا کہ اگر چلو سے پانی لو تو اُسکے نیچے کا برف کھل نہین جاتا تو اسمین وضو جائز ہی ورنہ جائز
نہین اور اگر پانی سوراخ مین اسطرح ہو جیسے طشت مین پانی ہوتا ہی تو بھی وضو اسمین جائز نہین لیکن اگر وہ سوراخ
دہ دردہ ہوگا تو اسمین وضو جائز ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر پانی جانے کی نالی بنی ہوئی ہو اور
اُسمین پانی جم جاوے تو اگر پانی نالی کے تختون سے جدا ہو اگرچہ کم ہو تو وہ حوض کے حکم مین ہی تو اُس سے جائز ہی
اور اگر پانی نالی کے تختون سے ملا ہوا ہو تو جائز نہین یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر اوپر سے حوض دہ دردہ سے
کم ہوا اور نیچے سے دہ دردہ سے کم ہو یا زیادہ ہو اور اوپر اُسکے نجاست پڑی ہو اور اُس حوض کے نجس ہونے کا حکم کیا
جاوے پھر اوپر سے پانی کم ہو کر وہان تک پہونچ جاوے کہ اب وہ حوض دہ دردہ ہو جاوے تو اصح
یہ ہی کہ اُسمین وضو اور غسل جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر حوض دہ دردہ سے کم ہی اگر وہ حوض گہرا ہو کہ جو اسمین
نجاست پڑ گئی اُسکے بعد وہ حوض پھیل کر دہ دردہ ہوگیا تو وہ نجس ہوگا اور اگر حوض مین نجاست پڑی اور
اُسوقت وہ دہ دردہ تھا پھر اُسکا پانی کم ہوا اور اب وہ حوض دہ دردہ سے کم ہوگیا تو وہ پاک ہی یہ خلاصہ
مین لکھا ہی ایک گڑھے مین پانی بھرا ہوا تھا اور اُسکی نجاست کا حکم کیا گیا تھا پھر اُسکا پانی جذب ہوگیا اور وہ اندر
سے خشک ہوگیا تو اُسکی طہارت کا حکم کیا جائیگا اب اگر پانی اُسمین دوبارہ آوے تو اسمین دو روایتین
مین اصح یہ ہی کہ اب اُسکی نجاست نہ لوٹیگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی تیسرا پانی جس سے وضو جائز ہی وہ
کنوون کا پانی ہی کنوین کا پانی جن چیزون کے گرنے سے نکالا جاتا ہی وہ دو قسم ہین اول وہ کہ جسکے گرنے سے
پانی نکالنا واجب ہو اگر کنوین مین نجاست گرے تو اُسکا پانی نکالنا چاہیے اور باجماع سلف وہ پانی نکالنا ہی اُس
کنوین کی طہارت ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اونٹ یا بکری کی مینگنیان اگر کنوین مین گرین تو جبتک وہ بہت نہون تب تک
کنوان نجس نہین ہوتا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور امام ابوحنیفہ رح کا قول یہ ہی کہ بہت وہ ہی
جسکو دیکھنے والا بہت سمجھے اور کم وہ ہی جسکو دیکھنے والا کم سمجھے اسی پر اعتماد ہی تبیین مین لکھا ہی بہت وہ ہین
کہ کوئی ڈول اُنسے خالی نہو اور جو ایسا نہو تو کم ہین یہی صحیح ہی یہ امام سرخسی کی شرح مبسوط اور نہایہ مین لکھا ہی
اور جامع صغیر مین ہی کہ صحیح یہ ہی کہ ثابت اور ٹوٹی اور تر اور خشک مین کچھ فرق نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اس
حکم مین لید اور گوبر اور مینگنی مین کچھ فرق نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور جنگل اور شہر کے کنوون مین کچھ فرق نہین
تبیین مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی اسلیے کہ ضرورت کبھی شہر مین پڑتی ہی جیسے حامون مین اور مسافر خانون مین یہ محیط
مین لکھا ہی اگر کنوین مین کوئی بکری یا کتا یا آدمی مرے یا کوئی جانور پھول جاوے یا پھٹے بڑا جانور ہو یا چھوٹا جانور
تو سارا پانی نکالا جاویگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر اُسکے بال گر جاوین تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر
بکری کے برابر کوئی جانور گر جائے اور زندہ نکال لیا جاوے تو صحیح یہ ہی کہ اگر وہ نجس العین نہین ہی اور اُسکے بدن
پر کوئی نجاست بھی نہین اور اُسکا منھ بھی پانی مین داخل نہین ہوا تو نجس نہین ہوگا اور اگر اُسکا منھ پانی مین داخل ہوا
تو اُسکے جھوٹے کا حکم جاری ہوگا پس اگر جھوٹا اُسکا پاک ہی تو پانی پاک ہی اور نجس ہی تو پانی نجس ہوگا اور کل نکالا جائیگا
اور اگر جھوٹا اسکا مشکوک ہی تو پانی بھی مشکوک ہوگا اور کل نکالا جائیگا اور اگر جھوٹا اُسکا مکروہ ہی تو پانی

کسی کنوے مین سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے اُسمین سے پہلا ڈول نکال کر ایک پاک کنوے مین ڈال دیا تو اُس کنوے مین سے بھی بیس ڈول نکالے جائینگے۔ اور اس مسئلہ مین اصل یہ ہی کہ دوسرا کنوان بھی اسی قدر ڈولون سے پاک ہوتا ہی جسقدر ڈولون سے پہلا کنوان پاک ہوگا جسوقت اُسمین سے وہ ڈول نکالا گیا تھا جو دوسرے کنوے مین ڈالا گیا۔ اگر دوسرا ڈول ڈالا جائیگا تو اُنیس ڈول نکالے جائینگے اگر دسوان ڈول ڈالا جائیگا تو اُس نقص کی دہئیکے بموجب گیارہ ڈول نکالے جائینگے اور یہی اصح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر ایک کنوے مین سے چوہا نکال کر دوسرے کنوے مین ڈالا گیا اور پہلے کنوے مین سے بیس ڈول بھی نکال کر دوسرے کنوے مین ڈال دیے گئے تو اب دوسرے کنوے مین سے اُس چوہے کو نکال کر بیس ڈول نکالنا واجب ہونگے جیسے پہلے کنوے کا حکم تھا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ دو کنوے ایسے تھے کہ جنمین دونون سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے اور ایک مین سے بیس ڈول نکالے گئے اور دوسرے مین ڈالے گئے تب بھی اُسمین سے وہی بیس ڈول نکالنا واجب ہونگے اور اگر ایک کنوے مین سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے اور دوسرے مین چالیس ڈول نکالنا واجب تھے بیس جسقدر ایک کنوے مین سے نکالنا واجب تھا وہ اُسمین سے نکال کر دوسرے کنوے مین ڈالا گیا تو دوسرے مین سے چالیس ڈول نکالے جاوینگے اور اصل اسمین یہ ہی کہ یہ دیکھینگے کہ جس کنوے مین سے پانی نکالا گیا اسمین کسقدر ڈول نکالنا واجب تھے اور جسمین وہ ڈالا گیا اُسمین سے کسقدر ڈول نکالنا واجب تھے اگر دونون مین سے برابر ڈول نکالنا واجب تھے تو اُسی قدر رہینگے اور اگر ایک کے زیادہ تھے تو کم اُس زیادہ مین داخل ہوجاوینگے اور اسی طرح ہی یہ کہ اگر تین کنوے ہون اور ہر ایک مین سے بیس ڈول نکالنا واجب ہون اور دو کنوون مین سے جسقدر پانی نکالنا واجب تھا وہ نکال کر تیسرے کنوے مین ڈال دیا تو تیسرے کنوے مین سے چالیس ڈول نکالے جاوینگے یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور اگر اسمین ایک کنوے مین سے نکال کر بیس ڈول ڈالین اور دوسرے مین نکال کر دس ڈول ڈالین تو تیس ڈول نکالے جاوینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایک مین سے بیس ڈول نکالنا واجب ہون اور دوسرے مین سے چالیس اور دونون مین سے جسقدر پانی نکالنا واجب تھا وہ نکال کر تیسرے پاک کنوے مین ڈال دیا تو تیسرے مین سے چالیس ڈول نکالے جاوینگے اُسی اصل کے بموجب جو ہم اول بیان کر چکے ہین اور اگر ایک کنوے مین سے چالیس ڈول نکالنا واجب تھے اُسمین ایک ڈول نکال کر اُس کنوے مین ڈال دیا جسمین سے بیس ڈول نکالنا واجب تھے تو چالیس ڈول نکالے جاوینگے یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور نوادر مین ہی کہ ایک چوہا ایک مشکے مین مر گیا اور اُس مشکے کا پانی ایک کنوے مین ڈال دیا گیا تو امام محمد کا یہ قول ہی کہ اُس کنوے سے اسقدر پانی نکالا جاویگا کہ اُس مشکے کے پانی سے جو اُسمین ڈالا گیا ہی اور بیس ڈول سے زیادہ ہو یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور فتاوی مین ہی کہ اگر ایک قطرہ اس مشکے کے پانی سے کنوے مین ڈالدیا جاوے تو اسمین سے بیس ڈول نکالے جائینگے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر چوہا مشکے مین پھٹ جاوے اور ایک قطرہ اُسکے پانی مین سے کنوے مین ڈال دیا جاوے تو اُس کنوے کا سارا پانی نکالا جاویگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر پانی کا کنوان نجاست کے گڈھے کے قریب ہو تو وہ پاک ہی جبتک اُسکا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اس صورت مین کچھ گزون کے فاصلہ کا اعتبار نہین اگر نجاست کا کنوان دس گز کے فاصلہ پر ہو اور وہان سے

اثر اس کا پانی کے کنوے مین آوے تو پانی کا کنوان نجس ہو جاویگا اور اگر ایک گز کے فاصلہ پر ہوا ور اثر نہ آوے تو
پانی کا کنوان پاک ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کنوے مین سے چوہا یا اور کوئی جانور
نکلا اور یہ معلوم نہین کہ کب گرا تھا اور پھولا بھی نہین تو اگر اُسکے پانی سے وضو کیا تھا تو ایک دن رات کی نماز لوٹا دینگے
اور جس چیز کو وہ پانی لگا تھا اُسکو دھووینگے اور اگر پھول گیا تھا یا پھٹ گیا تھا تو تین رات دن کی نمازین پھیرینگے یہ امام ابو حنیفہ
کا قول ہی اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا یہ قول ہی کہ کسی نماز کو نہ پھیرینگے جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کب گرا تھا یہ
ہدایہ مین لکھا ہی - اور اگر اُسکے گرنے کا وقت معلوم ہو جاوے تو اسپر اجماع ہی کہ اُسی وقت سے وضو اور
نمازین پھیرینگے اور اگر اُسی پانی سے آٹا گوندھا گیا تھا تو استحسان یہ ہی کہ اگر وہ جانور جو کنوے سے نکلا پھٹا ہوا تھا
تو تین دن سے جو آٹا اُس کنوے کے پانی سے گوندھا ہی وہ نہ کھاوینگے اور اگر نہ پھٹا تھا تو ایک دن سے جو آٹا اُس
کنوے کے پانی سے گوندھا ہی وہ نہ کھاوینگے یہی قول اختیار کیا ہی امام ابو حنیفہ نے یہ محیط مین لکھا ہی - دوسرے
وہ کہ جس مین پانی نکالنا مستحب ہی اگر کنوے مین چوہا گر جاوے تو بیس ڈول نکالنا مستحب ہی اور بلی اور مرغی مین
جو مچھلی پھرتی ہو چالیس ڈول نکالنا مستحب ہین اسلیے کہ ان جانورون کا جھوٹھا مکروہ ہی اور اکثر یہ ہوتا ہی کہ پانی
گرنے والے جانور کے منھ تک پہونچتا ہی یہان تک کہ اگر یقین ہو جاوے کہ پانی اُن حیوانات کے منھ تک
نہین پہونچا تو کچھ پانی نہ نکالا جاویگا - اور اگر مرغی چھوٹی نہ پھرتی تھی تو کچھ پانی نہ نکالا جاوے یہ سارے مسائل ظاہر الروایۃ
کے ہین جہان پانی نکالنا مستحب ہی وہ بیس ڈول سے کم نہین اور اُسی طرف کو اشارہ کیا ہی امام محمدؒ نے نوادر مین
جو ابراہیم نے اُنسے روایت کی ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اور مکروہ پانی سے دس ڈول نکالنا چاہیین یہ خلاصہ
اور بنایہ اور فتح القدیر مین لکھا ہی - اور بدائع مین فتاوی سے نقل کیا ہی کہ اگر بکری گرے اور زندہ نکلے تو
اطمینان قلب کے واسطے بیس ڈول نکالنا چاہیین نہ پاک کرنے کے واسطے یہان تک کہ اگر نہ نکالے اور وضو
کرے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی **دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین جنسے وضو
جائز نہین** خربوزہ اور ککڑی اور کھیرے اور گلاب کے پانی سے وضو جائز نہین اور نہ کسی شربت سے
اور نہ سوا اسکے اور بہتی چیزون سے جیسے سرکہ یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی اور نہ نمک کے پانی سے یہ خلاصہ
مین لکھا ہی - اور صابون کے پانی اور اشنان کے پانی سے بھی وضو جائز نہین اگر اُسکا پتلاپن جاتا رہے اور
بند ہو جاوے - اور اگر پتلاپن اور لطافت اُسکی باقی رہے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور
اُس پانی سے بھی وضو جائز نہین جو انگور کے درختون سے نکلے یہ کافی اور محیط اور فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
اور یہی اوجہ ہی یہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین لکھا ہی اور اسی مین زیادہ احتیاط ہی یہ شرح منیۃ المصلی مین لکھا ہی
جو ابراہیم حلبی کی تصنیف ہی - اگر پانی مین خزان کے موسم مین پتون کے گرنے سے اُسکا مزہ یا رنگ یا بو بدل جاوے
تو ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اُس سے وضو جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور زعفران اور زرد
اور کسم کے پانی سے وضو جائز ہی اگر پتلا ہو اور پانی غالب ہو - اور اگر سرخی غالب ہو اور گاڑھا ہو جاوے تو
اُس سے وضو جائز نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر ہینگ کی یا عفص پانی مین ڈالا جاوے تو اُس سے وضو
جائز ہی بشرطیکہ لکھنے مین اُسکے نقش ظاہر نہون اور اگر ظاہر ہونگے تو نہین جائز ہوگا یہ بحر الرائق مین تجنیس سے نقل کیا ہی -

اور اگر شرا پانی یا مٹی یا بالو یا کیچ یا چونے کے ملنے سے یا بہت دنون کا رہنے سے متغیر ہو جاوے تو اُس سے وضو جائز ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر سیل کے پانی سے وضو کرے تو جائز ہی اگرچہ اُسمین بالو ملا ہو جبکہ پانی غالب ہو اور تپلا ہو میٹھا پانی ہو یا کھاری پانی اور اگر پانی بندہ جاوے جیسے گیلی مٹی تو اُس سے وضو جائز نہین اور اسی طرح وضو اُس پانی سے جائز ہی جسمین چنے یا باقلا بھگوئے جاوین اور اُسکا رنگ اور مزہ بدل جاوے لیکن اُسکا تپلا پن نہ جاتا رہے اگر اسمین چنے یا باقلا بھگوئے جاوین اور باقلا کی بو آجاوے تو اُس سے وضو جائز نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر پانی مین ایسی چیز ملائی جاوے جس سے اُسکا ستھرا کرنا مقصود ہو جیسے اُشنان اور صابون تو بالاجماع اُس سے وضو جائز ہی لیکن جب وہ بستہ ہو جائیگا تو نہین جائز ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر روٹی پانی مین بھگوئی جاوے اور پانی کا تپلا پن باقی رہے تو اُس سے وضو جائز ہی اور بستہ ہو جاوے تو جائز نہین فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ نہر کے پانی مین جب اور پاک بہتی ہوئی چیزین ملین جیسے سرکا اور دودھ اور منقی کا زلال اور شل اُسکے اور کچھ اسطرح ملجاوین کہ اب اُسکا نام پانی نرہے تو اُس سے وضو جائز نہین پھر اس بات کو دیکھینگے کہ اگر جو چیز پانی مین ملی ہی اُسکا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہی جیسے دودھ اور کسم کا پانی اور زعفران وغیرہ تو غلبہ کا اعتبار رنگ سے کیا جاویگا اور اگر وہ رنگ مین مخالف نہین اور مزے مین مخالف ہی جیسے سپید انگور کا افشردہ اور اُسکا سرکہ تو مزے کا اعتبار کیا جائیگا اور اگر رنگ اور مزے دونون مین مخالفت نہین تو یہ دیکھا جائیگا کہ مقدار مین کون زیادہ ہی اور اگر مقدار مین بھی دونون برابر ہون تو اُسکا حکم ظاہر روایت مین مذکور نہین بعض نے کہا ہی کہ احتیاطًا اُس پانی کو بمقابلہ دوسری چیز کے مغلوب سمجھینگے یہ بدائع مین لکھا ہی امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہی کہ نبیذ تمر سے یعنی اُس پانی سے جسمین چھوارے بھگوئے گئے ہون وضو کرے اور تیمم نکرے یہ جامع صغیر مین ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اسی طرح اکثر متون مین اور کتاب الصلوۃ مین لکھا ہی کہ نبیذ تمر سے وضو کرے اور اُسکے ساتھ تیمم بھی کرے تو میرے نزدیک بہتر ہی اور امام ابویوسف کے نزدیک تیمم کرے اور نبیذ تمر سے کسی حالت مین وضو نہ کرے اور امام محمد کا یہ قول ہی کہ احتیاطًا وضو اور تیمم دونون کو جمع کرے ان دونون مین سے اگر ایک کو بھی چھوڑیگا تو جائز نہین اور دونون مین کسی کو مقدم کرے اور کسی کو موخر کرے تو جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اسد بن عمر اور نوح بن ابی مریم اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کی ہی کہ اُنھون نے امام ابویوسف رح کے قول کی طرف رجوع کیا اور صحیح بھی آخر قول امام ابوحنیفہ کا ہی موافق قول ابویوسف کے یہ شرح جامع صغیر مین لکھا ہی جو امام قاضی خان کی تصنیف ہی اور فتوی ابویوسف کے قول پر ہی یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی یہ حکم اُسوقت ہی جب وہ میٹھا ہو اور مائل بہ ترشی ہو لیکن جب اُسمین جوش آجاوے یا وہ سخت ہو جاوے یا اُسپر جھاگ آجاوین تو اُس سے بالاتفاق وضو جائز نہین اسلیے کہ اُسمین نشا ہوگا یہ بیان اُسکا ہی اگر وہ کچا ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر تھوڑا سا پکایا جاوے تو اُس سے وضو جائز ہی خواہ میٹھا ہو خواہ تلخ ہو خواہ نشا لانے والا ہو اور یہی اصح ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین منفیہ اور مزید سے نقل کیا ہی ابوطاہر دباس نے کہا ہی کہ اُس سے وضو جائز نہین اور یہی اصح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منفیہ اور مزید مین مذکور ہی کہ اگر پانی مین چند چھوارے ڈال دیے جاوین اور وہ میٹھا ہو جاوے لیکن پانی کا

یہ زاہدی مین لکھا ہی اور آمین مین دونون لغت ہین مد بھی اور قصر بھی اور اُسکے معنی ہین قبول کر اور تشدید میم سین کھلی ہوئی
خطا ہو آمین اگر مد اور تشدید سے کہا تو نماز فاسد نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اسلیے کہ وہ قرآن مین موجود ہی یہ تبیین مین لکھا ہی
اگر مقتدی امام سے آہستہ قرأت پڑھنے کی نماز مین جیسے ظہر اور عصر کی نماز مین ولا الضالین سن لے تو بعض مشائخ نے
کہا ہی کہ آمین نہ کہے اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا ہی کہ آمین کہے یہ محیط مین لکھا ہی جمعہ اور عیدین کی نمازین
اگر مقتدی دوسرے مقتدیون کی آمین سُن لے تو امام ظہیر الدین نے کہا ہی کہ آمین کہے یہ سراج الوہاج
مین فتاوے سے نقل کیا ہی۔ پھر الحمد کے ساتھ سورۃ یا تین آیتین ملا وے یہ شرح منیۃ المصلی مین لکھا ہی جو
امیر الحاج کی تصنیف ہی اور بڑی آیت بھی تین آیت کے قائم مقام ہو جاتی ہی یہ تبیین مین لکھا ہی جب قرأت
سے فارغ ہو جاوے تب رکوع کرے اور کھڑا ہوا ہو یہی صحیح مذہب ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور جامع صغیر
مین ہی کہ جھکنے کے ساتھ ہی تکبیر کہے یہ ہدایہ مین لکھا ہی طحاوی نے کہا ہی کہ یہی صحیح ہی یہ معراج الدرایہ
مین لکھا ہی ابتدا تکبیر کی جھکنے کے ساتھ ہو اور فراغت اُسوقت ہو جب پورا رکوع مین چلا جاوے یہ محیط
مین لکھا ہی امام رکوع وغیرہ کی تکبیرون مین جہر کرے یہی ظاہر روایت ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور
یہی اصح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اللہ اکبر کی رے کو جزم کرے یہ بنایہ مین لکھا ہی اور اپنے ہاتھون سے
دونون گھٹنون پر سہارا دے لے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور انگلیان کھول
لے انگلیون کا کھولنا سوا اسوقت کے اور انگلیون کا بند کرنا سوائے حالت سجدہ کے اور کسی وقت
مین مستحب نہین ہی اور ان دونون وقتون کے سوا اور سب وقتون مین اُن انگلیون کو اپنی حالت پر رکھے
یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور پیٹھ کو اسطرح بچھاوے کہ اگر پانی کا پیالہ پیٹھ پر رکھدین تو ٹھہر جاوے اور سر کو نہ جھکاوے
نہ اُٹھاوے یعنی سر اسکا سرین کی سیدھ مین ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور مکروہ ہی کہ اپنے گھٹنون کو کمان
کی طرح جھکاوے عورت رکوع مین تھوڑا جھکے اور اپنے ہاتھون پر سہارا نہ دے اور انگلیون کو نہ کھولے
بلکہ بند رکھے اور گھٹنون پر رکھ لے اور اپنے گھٹنون کو جھکا کے رکھے اور بازو جسم سے علیحدہ نہ کرے یہ زاہدی
مین لکھا ہی رکوع مین سبحان ربی العظیم تین بار پڑھے اور یہ کم سے کم ہی اگر تسبیح بالکل نہ پڑھے یا ایک بار پڑھے
تو جائز ہی مگر مکروہ ہی جب رکوع طمانیت سے ہولے تب سر اُٹھاوے اگر طمانیت نہوئی تو امام ابو حنیفہ
اور امام محمد رح کے نزدیک نماز ہو جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی پھر اگر امام ہی تو بالاجماع یہ قول ہی کہ
سمع اللہ لمن حمدہ پڑھے اور اگر مقتدی ہی تو بلا خلاف یہ قول ہی کہ ربنا لک الحمد پڑھے اور سمع اللہ نہ پڑھے
اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہی تو اصح یہ ہی کہ دونون کو پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی پر اعتماد ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی
اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اُس روایت کے بموجب جسمین ان دونون کو جمع کرنا ہی یہ حکم ہی کہ اُٹھتے
مین سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور جب سیدھا ہو جاوے تو ربنا لک الحمد کہے یہ زاہدی مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی
یہ قنیہ مین لکھا ہی یوسف ابن محمد سے کسی نے پوچھا کہ کسی شخص نے رکوع سے اُٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ
نہ کہا تو کیا کرے اُنھون نے جواب دیا کہ جب سیدھا کھڑا ہو گیا تو سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے اور اسی طرح ہر ذکر کا حکم ہی
جو حالت انتقال کے لیے ہی اُسکو اور محل مین ادا نکرے جیسے تکبیر جو قیام سے رکوع کی طرف جھکتے وقت کہتے ہین

یا رکوع سے سجدہ کی طرف جھکتے وقت کہتے ہین اور اسی طرح سجدہ مین جو تسبیح باقی رہجاوے وہ سر اُٹھانے کے بعد نہ کہے بلکہ واجب ہی کہ ہر چیز مین اسکی جگہ کی رعایت کرے یہ تاتارخانیہ مین حجۃ سے نقل کیا ہی سمع اللہ لمن حمدہ کی ہے کو جزم کرے اور حرکت ظاہر نہ کرے یہ تاتارخانیہ مین حجۃ سے نقل کیا ہی پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو تکبیر کہکر سجدہ مین جاوے یہ ہدایہ مین لکھا ہی تکبیر جھکتے مین کہے اور سجدہ مین سبحان ربی الاعلی تین بار پڑھے اور یہ کمسے کم ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح کو تین بار سے زیادہ کرنا مستحب ہی لیکن طاق پر ختم کرے یہ ہدایہ لکھا ہی کمسے کم تسبیح تین بار پڑھے اور اوسط پانچ بار اور اکمل سات بار یہ زاد مین لکھا ہی اگر امام ہو تو زیادہ نہ کرے تاکہ قوم ملول نہو یہ ہدایہ مین لکھا ہی فقہا نے کہا ہی کہ جب سجدہ کا ارادہ کرے تو اول زمین پر وہ اعضا رکھے جو زمین سے قریب ہین پس پہلے گھٹنے رکھے پھر دونون ہاتھ رکھے پھر ناک رکھے پھر پیشانی رکھے اور جب اُٹھنے کا ارادہ کرے تو اول پیشانی پھر ناک پھر دونون ہاتھ پھر گھٹنے اُٹھا دے فقہا نے کہا ہی یہ اُسوقت ہی جب ننگے پانون ہو لیکن جب موزہ پہنے ہوئے ہو تو اول گھٹنے نہین رکھ سکیگا تو دونون ہاتھ گھٹنون سے پہلے رکھے اور داہنے کو بائین پر مقدم کرے یہ تبیین مین لکھا ہی اور سجدہ مین دونون ہاتھ کانون کے مقابل مین رکھے اور انگلیون کو قبلہ کی طرف رکھے اور یہی حکم ہی پانون کی انگلیون کا اور ہتھیلیون پر سہارا دے اور اپنے بازوؤن کو پہلو سے جدا رکھے اور بانہون کو نہ بچھا دے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور پیٹ کو رانون سے جدا رکھے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ عورت اپنے اعضا کو رکوع اور سجود مین ملا ہوا رکھے جدا جدا نہ کرے اور سجدہ مین دونون بانہین بچھائے اور پیٹ کو رانون پر بچھا دے یہ خلاصہ مین لکھا ہی باندی کا حکم مثل آزاد عورت کے ہی لیکن تحریمہ کے وقت ہاتھ مثل مرد کے اُٹھا دے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی پھر سر اُٹھا کر تکبیر کہے اور سنت ہمین یہ ہی کہ سر اُٹھا کر سیدھا بیٹھ جاوے اور اس جلوس مین ہمارے نزدیک کوئی ذکر مسنون نہین یہ خزانۃ مین لکھا ہی۔ اگر سیدھا نہ بیٹھا اور دوسرا سجدہ کر لیا تو امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک کافی ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی سجدہ سے سر اُٹھانا رکن نہین ہی اور رکن انتقال یعنی سجدہ تمام کرکے اس سے باہر ہونا اسواسطے کہ دوسرا سجدہ بغیر انتقال کے نہین ہو سکتا لیکن انتقال دوسرے سجدہ کی طرف کو بغیر سر اُٹھانے کے ممکن نہین اسواسطے سر اُٹھانا لازم ہوا یہان تک کہ اگر انتقال بغیر سر اُٹھائے ممکن ہو مثلاً تکیہ پر سجدہ کرے پھر وہ تکیہ نکال لیا گیا اور اُسوقت پیشانی اُسکی زمین پر لگ گئی تو کافی ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی سر اُٹھانے کی مقدار مین اختلاف ہی امام ابوحنیفہ رح سے یہ مروی ہی کہ اگر قعود سے زیادہ قریب ہی تو جائز ہی اور زمین سے زیادہ قریب ہی تو جائز نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور امام ابو یوسف رح سے یہ مروی ہی کہ جب اتنا سر اُٹھا دے کہ جسکو سجدہ سے سر اُٹھانے والا کہ سکین تو جائز ہی محیط مین ہی کہ یہی اصح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی پھر تکبیر کہے اور دوسرے سجدہ کے لیے جھکے دوسرے سجدہ مین بھی پہلے سجدہ کی طرح تسبیح پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی پھر جب سجدہ سے فارغ ہو تو پنجون کے بل اُٹھے اور دونو ہاتھ ٹیک کر نہ کھڑا ہو گھٹنون پر سہارا دے یہ محیط مین لکھا ہی اور جسکو کوئی عذر نہو اسکو سہارا نہ دینا ہمارے نزدیک مستحب ہی بہت

مشہور کتابون سے یہی ظاہر ہوتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر بیٹھا اور دونون ہاتھ زمین پر ٹیکے جیسے کہ مذہب شافعی کا ہی تو مضائقہ نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور دوسری رکعت مین بھی وہی کرے جو پہلی رکعت مین کیا ہی مگر سبحانک اور اعوذ نہ پڑھے یہ قدوری مین لکھا ہی اور جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھا دے تو بایان پانون بچھا کر اسپر بیٹھے اور داہنا پانون کھڑا کرے اور انگلیان قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور دونون ہاتھ رانون پر رکھ کر انگلیان پھیلا دے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور گھٹنون کو نہ پکڑے یہی اصح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر عورت ہو تو بائین سرین پر بیٹھے اور دونون پانون داہنی طرف سے نکالدے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور ابن مسعود کا تشہد پڑھے یہ کافی مین لکھا ہی اور اسپر کچھ اور زیادہ نہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جب اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہونچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔ اشارہ کرنا ہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین کبری سے نقل کیا ہی اور بہت سے مشایخ نے اشارہ کو جائز نہین کیا اور منیۃ المفتی مین اسے مکروہ کہا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی جب تشہد سے فارغ ہو تو کھڑا ہو جاوے یہ محیط مین لکھا ہی۔ جلالی مین ہی کہ قعدہ سے بھی اسی طرح پنجون کے بل کھڑا ہو جسطرح سجدے سے کھڑا ہوتا ہی طحاوی نے کہا ہی اگر ہاتھ زمین پر ٹیک دے تو مضائقہ نہین یہ زاہدی مین لکھا ہی اور اگر کھڑا ہو کر پھر دوسرا دوگانہ اسی طرح ادا کرے جسطرح پہلا دوگانہ مین قیام اور رکوع و سجود کر چکا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور دوسرے دوگانہ مین صرف الحمد پڑھے یہ کافی مین لکھا ہی اور اسپر زیادتی کرنا مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین اختیار شرح مختار سے نقل کیا ہی اور اگر قرات و تسبیح چھوڑ دے تو کچھ حرج نہین اور اگر بھول جاوے تو سجدہ سہو کا بھی نہین ہی لیکن قرات افضل ہی یہی سب روایتون مین صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اسی پر اعتماد ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط کی فصل قرات مین لکھا ہی اور یہی صحیح اور ظاہر روایت ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور سکوت مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور قعدہ اخیر مین بھی اسی طرح بیٹھے جیسے پہلے قعدہ مین بیٹھ چکا ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور تشہد پڑھے پھر درود پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام محمد رحمہ سے درود کی کیفیت پوچھی تو انھون نے کہا یون کہے۔ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم و بارک علی محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اور بعضون نے اللہم ارحم محمدا کہنا مکروہ کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ مکروہ نہین ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور جب درود سے فارغ ہو تو اپنے واسطے اور مان باپ کے واسطے اور سب مسلمان مردون اور عورتون کے واسطے مغفرت کی دعا مانگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اپنے واسطے اور اپنے سوا اور مسلمانون کے واسطے دعا مانگے اور دعا مین صرف اپنی تخصیص نہ کرے اور یہی سنت ہی یہ تبیین مین لکھا ہی پھر یون کہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا ربنا عذاب النار یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اسطرح دعا نہ مانگے جیسے آدمیون سے باتین کرتے ہین اور جسکا مانگنا آدمیون سے محال نہین ہی جیسے یون کہنا کہ ای اللہ میرا فلانی عورت سے نکاح کرا دے یہ آدمیون سے کرنے کی باتین ہین اور جن چیزون کا مانگنا آدمیون سے محال ہی مثلاً یون کہنا کہ اللہم اغفر لی ای اللہ میری مغفرت کر یہ باتین آدمیون سے کرنے کی نہین ہین اور اللہم ارزقنی کہنا یعنی ای اللہ مجھکو رزق دے قسم اول مین داخل ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی

پس اس لفظ سے دعا جائز نہین یہی صحیح ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر اللہم ارزقنی مالا عظیما کہے یعنی
ای اللہ مجکو بہت سا مال دے تو نماز فاسد ہو جاویگی سا اور اگر اللہم ارزقنی العلم والحج اور اسکے ہی مثل اور دعا
مانگے تو نماز فاسد نہوگی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور ولوالجیہ مین ہی کہ چاہیے کہ ایسی دعا مانگے جو پہلے سے یاد ہو
اسلیے کہ اُسکی زبان پر ایسا کلام جاری نہو جائے کہ جو آدمیون سے کرنے کی باتین ہین تو نماز فاسد ہو جاویگی
یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور جن چیزون کو ہمنے مفسد صلوۃ کہا ہی وہ اُسی حالت مین مفسد ہین جب آخر صلوۃ
مین بقدر تشہد نہ بیٹھے اور جو بیٹھ گیا تو نماز اُسکی پوری ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور منجملہ اُن دعاؤن کے جو
حدیث سے ثابت ہوئی ہین یہ دعا ہی جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھاؤ جو نماز مین پڑھا کرون تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے کہ یون کہہ اللہم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا وانہ لا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک
وارحمنی انک انت الغفور الرحیم اور ابن مسعود جن کلمات سے دعا مانگتے تھے اُنمین سے یہ بھی ہی اللہم انی اسئلک
من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم یہ نہایہ مین لکھا ہی اور مستحب ہی
کہ نماز پڑھنے والا نماز کے اخیر مین جو دعائین ہین اُنکے بعد یہ پڑھے رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا
وتقبل دعا ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہی پھر دو سلام
پھیرے ایک داہنی طرف دوسرا بائین طرف پہلے سلام مین اسقدر داہنی طرف کو منھ پھیرے کہ اُسکے داہنے
رخسارہ کی سفیدی نظر آجاوے اور اسی قدر دوسری طرف کو منھ پھیرے قنیہ مین ہی کہ یہی اصح ہی یہ شرح نقایہ
مین لکھا ہی جو شیخ ابو المکارم کی تصنیف ہی اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے یہ محیط مین لکھا ہی مختار یہ ہی کہ سلام
الف اور لام کے ساتھ کہے اور اسی طرح تشہد مین الف لام کے ساتھ سلام کہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اس سلام مین ہمارے نزدیک
وبرکاتہ نہ کہے اور سنت ہمارے نزدیک یہ ہی کہ دوسرا سلام بہ نسبت پہلے سلام کے پست ہو یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی بہتر ہی یہ تبیین مین
لکھا ہی اور اگر صرف داہنی طرف کو سلام پھیر کر کھڑا ہو گیا تو اگر ابھی تک باتین نہین کین اور مسجد سے باہر نہین نکلا
تو بیٹھ کر دوسرا سلام پھیر دے یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ جب قبلہ
کی طرف کو پیٹھ پھیر چکے تو پھر دوسرا سلام نہ پھیرے یہ قنیہ مین لکھا ہی اور اگر بائین طرف کو
سلام پھیر دیا تو جب تک کلام نہین کیا تب تک داہنے طرف کا سلام پھیر دے اور بائین طرف کے سلام کا
اعادہ نہ کرے اور اگر منھ کے سامنے کو سلام پھیرا ہی تو بائین طرف کو سلام پھیر دے یہ تبیین مین لکھا ہی
مقتدی کے سلام مین اختلاف ہی فقیہ ابو جعفر نے کہا ہی کہ مختار یہ ہی کہ مقتدی منتظر رہے اور جب
امام داہنی طرف کو سلام پھیر چکے تب مقتدی داہنی طرف کو سلام پھیرے اور جب امام بائین طرف
کے طرف سلام دے فارغ ہو تب مقتدی بائین طرف کو سلام پھیرے یہ فتاوے قاضی خان مین
لکھا ہی اور جو معنے لفظ فرشتے اور مسلمان اُسکی دونون طرف ہین اُنکی سلام مین نیت کرے یہ زاہدی
مین لکھا ہی اور ہمارے زمانہ مین عورتون کی اور اُن لوگون کی جو نماز مین شریک نہین نیت نہ کرے یہی
صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور مقتدی اُن لوگون کے ساتھ امام کی بھی نیت کرے پس اگر امام داہنی طرف ہو تو

اسطرف کے لوگون مین اور اگر بائین طرف ہو تو بائین طرف کے لوگون مین اُسکی نیت کرے اور اگر امام سامنے
ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک داہنی جانب کے لوگون مین اُسکی نیت کرے اور امام محمد رح کے نزدیک دونون
طرف امام کی نیت کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی روایت ہی امام ابو حنیفہ رح سے یہ کافی مین لکھا ہی اور فتاوے
مین ہی کہ یہی صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور تنہا نماز پڑھتا ہو تو فرشتون کی نیت کرے اور کسی کی نیت نکرے
اور ملائکہ کی نیت مین کوئی عدد معین نہ کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور جب امام
ظہر اور مغرب اور عشا کا سلام پھیر چکے تو پھر وہان بیٹھکر توقف کرنا مکروہ ہی فوراً سنتون کے واسطے کھڑا ہو جاوے
اور جہان فرض پڑھے ہون وہان سنتین نہ پڑھے داہنے یا بائین یا پیچھے کو ہٹ جاوے اور اگر چاہے اپنے
گھر جا کر سنتین پڑھے اور اگر مقتدی ہو یا اکیلا نماز پڑھتا ہو تو اگر اپنی نماز کی جگہ بیٹھکر دعا مانگتا رہے تو جائز ہی
اور اسی طرح اگر سنتون کو اسی جگہ کھڑا ہو گیا یا پیچھے یا ادھر ادھر کو ہٹ گیا تو جائز ہی اور سب صورتین برابر ہین
اور جن نمازون کے بعد سنتین نہین ہین جیسے فجر اور عصر تو امام کو اسی جگہ قبلہ کی طرف منھ کیے ہوئے بیٹھکر توقف
کرنا مکروہ ہی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا نام بدعت رکھا ہی پھر اسکو اختیار ہی چاہے چلا جاوے اور
چاہے اپنی محراب مین طلوع شمس تک بیٹھا رہے اور یہی افضل ہی اور جماعت کی طرف منھ کر لے اگر اُسکے سامنے
کوئی مسبوق نہو اور اگر ہو تو داہنے یا بائین طرف کو پھر جاوے سردی اور گرمی کے موسم کا حکم ایک ہی ہی
یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور حجۃ مین ہی کہ جب امام ظہر اور مغرب اور عشا سے فارغ ہو تو سنتین شروع
کر دے اور بڑی بڑی دعاؤن مین مشغول نہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی

چوتھی فصل قرأت کے بیان مین

اگر سفر مین اضطرار ہو مثلاً کوئی خوف ہو یا چلنے کی جلدی ہو تو سنت یہ ہی کہ الحمد کے ساتھ جونسی صورت
چاہے پڑھ لے اور اگر حضر مین اضطرار ہو اور وہ یہ ہی کہ وقت تنگ ہو یا اپنی جان یا مال کا خوف ہو تو سنت
یہ ہی کہ اسقدر پڑھ لے کہ جس سے وقت اور امن فوت نہو جاوے یہ زاہدی مین لکھا ہی اور سفر مین حالت
اختیار ہو مثلاً وقت مین وسعت اور امن اور قرار ہی تو سنت یہ ہی کہ فجر کی نماز مین بروج یا مثل اسکے کوئی
اور صورت پڑھے تاکہ سنت قرأت کی رعایت اور رخصت سفر کی تخفیف دونون جمع ہو جاوین یہ شرح
منیۃ المصلی مین لکھا ہی جو امیر الحاج کی تصنیف ہی اور ظہر مین بھی اسی قدر پڑھے اور عصر اور عشا مین اس سے کم
اور مغرب مین بہت چھوٹی سورتین پڑھے یہ زاہدی مین لکھا ہی اور حضر مین سنت یہ ہی کہ فجر کی نماز کی دونون
رکعتون مین الحمد کے سوا چالیس یا پچاس آیتین پڑھے اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ ظہر مین بھی مثل فجر کے پڑھے
اصل مین ہی کہ یا اس سے کم پڑھے اور عصر اور عشا مین الحمد کے سوا بیس آیتین پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت مین چھوٹی
سورۃ پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی اور فقہا نے یہ مستحسن کہا ہی کہ حضر مین فجر کی نماز مین طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل
پڑھے اور مغرب مین چھوٹی سورتین پڑھے یہ وقایہ مین لکھا ہی طوال مفصل سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتین مین اور اوساط
سورہ بروج سے لم یکن تک اور چھوٹی سورتین لم یکن سے آخر تک یہ محیط اور وقایہ اور منیۃ المصلی مین لکھا ہی اور یتیمہ مین ہی کہ
اگر مکروہ وقت مین عصر پڑھتا ہو تو بھی ٹھیک یہ ہی کہ قرأت مسنون پوری پڑھے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی وتر کی نماز مین الحمد کے سوا کوئی
اور سورۃ معین نہین ہی جو کچھ پڑھ لے بہتر ہی یہ محیط مین لکھا ہی لیکن نبی صلعم سے روایت ہی کہ آپنے سبح اسم ربک الاعلی اور قل یا ایہا الکافرون

پڑھا ہی پس کبھی تو تبرکا یہ سورتین پڑھے اور کبھی انکے سوا اور سورتین پڑھے تاکہ باقی قرآن کے چھوٹ جانے سے بچ جاوے یہ تہذیب مین لکھا ہی اور قرأت مستحبہ پر زیادتی نہ کرے اور نماز کو جماعت پر بھاری نہ کردے لیکن پوری سنت اور مستحب قرأت ادا کرنے کے بعد تخفیف کا لحاظ چاہیے یہ مضمرات مین طحاوی سے نقل کیا ہی اور فجر کی نماز مین پہلی رکعت مین بہ نسبت دوسری رکعت کے قرأت طویل کرنا بالاجماع مسنون ہی امام محمد رح نے کہا ہی کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہی کہ سب نمازون مین پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری رکعت کے دراز کرے اور اسی پر فتوی ہی ہدایہ اور معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور حجہ مین ہی کہ فتوی کے واسطے یہی لیا گیا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اسی طرح خلاف جمعہ اور عیدین مین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور پھر مشائخ کا ایک اور بھی اختلاف ہی بعضون نے کہا ہی کہ دونون رکعتون مین فرق ایک ثلث اور دو ثلث کا ہو یعنی دو ثلث قرأت پہلی رکعت مین پڑھے اور ایک ثلث دوسری رکعت مین اور شرح طحاوی مین ہی کہ پہلی رکعت مین تیس آیتین پڑھے تو دوسری رکعت مین دس یا بیس آیتین پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی یہ بیان اولویت کا تھا اور حکم یہ ہی کہ فرق اگر بہت ہو مثلاً پہلی رکعت مین ایک یا دو سورہ پڑھے اور دوسری رکعت مین تین آیتین پڑھے تو مضائقہ نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور جامع صغیر کی بعض شروح مین مذکور ہی کہ بلا خلاف دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر بقدر تین آیتون کے یا اس سے زیادہ کے طویل کرنا مکروہ ہی اور اگر اس سے کم طویل کرے تو مکروہ نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی مرغینانی نے کہا ہی کہ تطویل کا آیتون سے اسوقت حساب ہوتا ہی جب آیتین برابر ہون اور اگر آیتین بڑی چھوٹی ہون تو کلمات اور حروف سے تطویل کا حساب کیا جائیگا یہ تبیین مین لکھا ہی اور مکروہ ہی کہ کسی نماز کے واسطے کوئی سورہ مقرر کرلے طحاوی اور اسبیجابی نے یہ کہا ہی کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ اس نماز مین اس سورہ کو اسطرح یقینی واجب سمجھے کہ اسکے سوا اور سورہ کو ناجائز یا مکروہ سمجھے لیکن اگر آسانی کے واسطے کوئی سورہ مقرر کرلے یا جو سورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہی اسکو تبرکا پڑھا کرے تو اسمین کراہت نہین لیکن اسمین بھی شرط یہ ہی کہ اسکے سوا کبھی کبھی اور سورہ بھی پڑھا کرے تاکہ کوئی جاہل یہ نہ سمجھ لے کہ اسکے سوا اور کوئی سورہ جائز نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور افضل یہ ہی کہ فرض کی ہر رکعت مین الحمد کے سوا ایک پوری سورہ پڑھے اور اگر عاجز ہو تو ایک سورۃ دو رکعتون مین تمام کرلے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر ایک سورہ مین سے کچھ ایک رکعت مین پڑھا اور کچھ دوسری رکعت مین تو بعضون نے کہا ہی مکروہ ہی اور بعضون نے کہا ہی مکروہ نہین اور یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی لیکن ایسا کرنا نہ چاہیے اور اگر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر ایک رکعت مین ایک سورہ کے بیچ مین سے یا اخیر مین سے پڑھے اور دوسری رکعت مین دوسرے سورہ کے درمیان یا اخیر سے پڑھے تو ظاہر روایت کے بموجب ایسا کرنا نہ چاہیے لیکن اگر کرے تو مضائقہ نہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور حجہ مین ہی کہ ایک رکعت مین کسی سورہ کا آخر پڑھا اور دوسری رکعت مین کوئی چھوٹی سورۃ پوری پڑھی مثلاً ایک رکعت مین آمن الرسول کا رکوع پڑھا اور دوسری رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھی تو مکروہ نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی دونون رکعتون مین آخر سورہ پڑھنا ایسی پوری چھوٹی سورہ سے افضل ہی جس کی بہ نسبت آخر سورہ کا ٹکڑا آیتون مین زیادہ ہو اور اگر چھوٹی پوری سورہ اس آخر سورہ سے آیتون مین زیادہ ہو تو سورہ قصیرہ کا پڑھنا افضل ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر ایک طویل آیت جیسے آیت المداینہ یا تین

چھوٹی آیتین پڑھنا چاہے تو اُسکی اولویت مین بھی اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اگر تین آیتین ایک چھوٹی سورہ کے
برابر ہوجاتی ہین تو انہین کا پڑھنا افضل ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر ایک رکعت مین ایسی دو سورتین پڑھے
کہ ان دونون کے درمیان ایک یا کئی سورہ کا فصل ہی تو مکروہ ہی اور اگر دو رکعتون مین دو سورتین پڑھے تو اگر
اُن دونون مین کئی سورہ کا فصل ہی تو مکروہ نہین اور اگر ایک سورہ کا فصل ہی تو بعضون نے کہا ہی مکروہ ہی اور
بعضون نے کہا ہی کہ اگر بڑی سورہ کا فصل ہی تو مکروہ نہین یہ محیط مین لکھا ہی جیسے کہ دو چھوٹی سورہ کے فصل مین مکروہ
نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور بعضون نے کہا ہی کسی بات مین مکروہ نہین اور اگر ایک رکعت مین ایک سورہ پڑھی
اور دوسری رکعت مین یا اُسی رکعت مین اُس سے اوپر کی سورہ پڑھی تو مکروہ ہی اسی طرح اگر ایک رکعت
مین ایک آیت پڑھی اور دوسری رکعت مین یا اُسی رکعت مین اُس سے اوپر کی آیت پڑھی تو مکروہ ہی اور
اگر ایک رکعت مین یا دو رکعتون مین دو آیتین ایسی پڑھین جنکے درمیان مین ایک یا کئی آیتون کا فصل ہی تو
اُنکا حکم وہی ہی جو سورتون کا حکم مذکور ہوچکا یہ محیط مین لکھا ہی یہ سارا بیان فرضون کا تھا سنتون مین مکروہ نہین
یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر ایک رکعت مین ایک سورہ پڑھی اور دوسری رکعت مین ایسی سورہ پڑھی کہ اُن دونون مین
ایک سورہ کا فصل ہی یا اُس سے اوپر کی سورہ پڑھی تو مختار یہ ہی کہ اُسی طرح پڑھتا رہے چھوڑ نہ دے یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی۔ اگر ایک سورہ شروع کی اور ایک یا دو آیتین پڑھنے کے بعد دوسری سورہ شروع کرنے کا
ارادہ کیا تو مکروہ ہی اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ ایک آیت سے کم پڑھ چکا ہی اگرچہ ایک ہی حرف کم ہو
اگر رکوع کے واسطے تکبیر کہی پھر اُسی قرأت مین اور زیادتی کرنا چاہی تو اگر رکوع مین کرلیا ہی تو مضائقہ نہین
یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر صرف الحمد پڑھی یا الحمد کے ساتھ ایک یا دو آیتین پڑھین تو یہ مکروہ ہی یہ محیط مین
لکھا ہی۔ جو شخص نماز مین سارا قرآن تمام کرے وہ جب معوذتین یعنی سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ
برب الناس ایک رکعت مین پڑھ چکے تو دوسری رکعت مین الحمد کے بعد کچھ سورہ بقر مین سے پڑھے یہ خلاصہ
مین لکھا ہی اور حجہ مین ہی کہ قرآن ساتون قرأت اور سب روایتون سے پڑھنا جائز ہی لیکن میرے نزدیک
ٹھیک یہ ہی کہ عجیب قرأتین امالون کے ساتھ اور جو غریب روایتون سے ثابت ہوئی ہین نہ پڑھے یہ
تاتارخانیہ مین لکھا ہی پانچوین **فصل قاری کی لغزش کے بیان مین** قاری کی لغزشون مین
سے ہی کہ ایک کلمہ کے ایک حرف کو دوسرے کلمہ کے حرف سے ملا دے اگر ایک کلمہ کا حرف دوسرے
کلمہ کے حرف سے ملایا مثلاً ایاک نعبد اسطرح پڑھا کہ کاف نون سے مل گیا یا غیر المغضوب علیہم اسطرح
پڑھا کہ بے میم سے مل گیا یا سمع اللہ لمن حمدہ اسطرح پڑھا کہ اللہ کی ہے لام سے مل گئی تو صحیح یہ ہی کہ
اگرچہ عمداً پڑھے نماز فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے ایک حرف کی جگہ دوسرے حرف کا ذکر کرنا ہی
ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ذکر کیا مثلاً ان المسلمین کی جگہ ان المسلمون اور ان الظالمین کی جگہ ان الظالمون
پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر معنی بدل گئے پس اگر وہ دونون ایسے حرف تھے کہ اُنمین آسانی سے
جدائی ممکن تھی جیسے کہ طا اور صاد پس اگر کسی نے طالحات کی جگہ صالحات پڑھ دیا تو سب کے نزدیک
نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر وہ دونون حرف ایسے تھے کہ اُنمین بغیر مشقت فرق نہین ہوسکتا تھا جیسے کہ ظا اور ضاد

اور صاد اور سین اور طا اور تا۔ تو اسمین مشایخ کا اختلاف ہی اکثر کا قول یہ ہی کہ نماز فاسد نہوگی یہ فتاویٰ
قاضی خان مین لکھا ہی اور اکثر مشایخ نے اسی پر فتوی دیا ہی۔ امام ابو الحسن اور قاضی امام ابو عاصم نے کہا ہی
کہ اگر عمدًا ایسا کریگا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر اتفاقًا اسکی زبان سے نکل گیا یا اُنمین تمیز نہین رہا تھا تو فاسد نہوگی
اور یہی سب قولون مین ٹھیک اور مختار ہی یہ وجیز مین لکھا ہی جو کردری کی تصنیف ہی۔ جو شخص بعض حرفون کو اچھی طرح ادا
نہین کر سکتا تو چاہیے کہ کوشش کرے اور اسمین معذور نہوگا پس اگر بعض حروف مین اسکی زبان جاری
نہین ہوتی تو اگر اسکو کوئی ایسی آیت نہ ملے جسمین وہ حرف نہون تو نماز اسکی سب کے نزدیک جائز ہوگی مگر اسکو
چاہیے کہ دوسرے کی امامت نہ کرے اور اگر اسکو کوئی ایسی آیت ملے کہ جسمین یہ حرف نہون اور اسکو پڑھے
تو سب کے نزدیک جائز ہوگی اور اگر وہی آیت پڑھے کہ جسمین یہ حروف ہین تو بعضون نے کہا ہی کہ نماز اسکی جائز
نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے حرف کا حذف کر دینا ہی اگر
حذف بطور ایجاز و ترخیم کے ہی تو اگر اسکی شرطین موجود ہین مثلًا یون پڑھا ونادوا یامال تو نماز فاسد نہوگی اور اگر
بطور ایجاز و ترخیم کے نہو لیکن اگر معنی نہین بدلے مثلًا لقد جاء ہم رسلنا بالبینات پڑھا اور تے چھوڑ دی تو نماز
فاسد نہوگی اور اگر معنی بدل جاوین مثلًا فما لہم لا یومنون کی جگہ فما لہم یومنون پڑھے تو عامہ مشایخ کے نزدیک نماز فاسد
ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی عتابیہ مین ہی کہ یہی اصح ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور مثلًا وہم لا یظلمون افرایت کو لا یظلمو
فرایت پڑھا اور افرایت کا الف حذف کر دیا اور یظلمون کے نون کو افرایت کی ف سے ملا دیا یا یحسبون انہم
یحسنون صنعا کو یحسبون نہم یحسنون صنعا پڑھا اور انہم کا الف حذف کرکے دونون نونون کو ملا دیا تو نماز
فاسد نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے زیادتی حرف کی ہی اگر کوئی حرف بڑھا دیا تو اگر معنی نہین بدلتے مثلًا وانہ
عن المنکر کو وانہی عن المنکر پڑھا تو عامہ مشایخ کے نزدیک نماز فاسد نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اسی طرح
اگر ہم الذین کفروا کو اسطرح پڑھا کہ ہم کے میم کو جزم کیا اور الذین کے الف محذوف کو ظاہر کیا تو نماز
فاسد نہوگی اور اسی طرح اگر ما خلق الذکر والانثی کو اسطرح پڑھا کہ الف محذوف کو اور لام مدغم کو ظاہر کیا
تو نماز فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر معنی بدل جاوین مثلًا زرابی کو زرابیب پڑھا یا مثانی کو مثانین
پڑھا یا الذکر والانثی ان سعیکم لشتی مین وان سعیکم پڑھا اور واو بڑھا دیا۔ یا والقران الحکیم انک لمن المرسلین مین
انک لمن المرسلین پڑھا اور واو بڑھا دیا تو نماز فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ ایک کلمہ
کو چھوڑ کر اسکی جگہ دوسرا کلمہ پڑھا دے اگر ایک کلمہ کو چھوڑ کر اسکی عوض دوسرا کلمہ ایسا پڑھ دیا کہ معنی
مین اُس سے قریب ہی اور وہ قرآن مین دوسری جگہ موجود ہی مثلًا علیم کی جگہ حکیم پڑھ دیا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر
یہ کلمہ قرآن مین نہین لیکن معنی مین اُس سے قریب ہی مثلًا التوابین کی جگہ التیابین پڑھ دیا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام
محمد رح سے یہ مروی ہی کہ نماز فاسد نہوگی اور امام ابو یوسف رح سے یہ روایت ہی کہ نماز فاسد ہوگی۔ اور
اگر یہ کلمہ قرآن مین نہوا ور نہ دونون کلمے معنی مین قریب ہون تو اگر وہ کلمہ تسبیح یا تحمید یا ذکر کی قسم سے نہین ہی
تو بلا خلاف نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن مین ہی لیکن وہ دونون کلمے معنی مین قریب نہین مثلًا انا کنا فاعلین مین
بجاے فاعلین کے غافلین پڑھا اور اسی طرح کوئی کلمہ بدل دیا جسکے اعتقاد سے کفر ہو جاتا ہی تو عامہ مشایخ

کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور امام ابو یوسف کا صحیح مذہب بھی یہی ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نسبت ایسی
طرف کو کر دی جسکی طرف کو وہ منسوب نہیں تو اگر وہ چیز جسکی طرف کو نسبت کی ہے قرآن مین نہین مثلاً مریم ابنت غیلان
پڑھا تو بلا خلاف نماز فاسد ہوگی اور اگر جسکی طرف کو نسبت کی ہے وہ قرآن مین ہے جیسے مریم ابنۃ لقمان یا موسیٰ ابن عیسےٰ
پڑھا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی مذہب ہے عامہ مشایخ کا اور اگر عیسیٰ ابن لقمان پڑھا تو نماز فاسد
ہوگی اور اگر موسیٰ ابن لقمان پڑھا تو نماز نہوگی اسلیے کہ عیسیٰ کے باپ نہین اور موسیٰ کے باپ ہے مگر اسنے نام مین
خطا کی یہ وجیز مین لکھا ہے جو کردری کی تصنیف ہے اور منجملہ انکے زیادتی ایسے کلمہ کی ہے جو کسی کلمہ کے عوض مین
نہو کلمہ زائد سے اگر معنی بدل جائین اور وہ کلمہ قرآن مین دوسری جگہ موجود ہو مثلاً الذین آمنوا باللہ ورسلہ کو
الذین آمنوا وکفروا باللہ ورسلہ پڑھے یا موجود نہو مثلاً انما نملی لہم لیزدادوا اثما کو انما نملی لہم لیزدادوا اثماً وجمالاً پڑھے
تو بلا خلاف نماز فاسد ہوگی اور اگر معنی نہ بدلے تو اگر وہ کلمہ قرآن مین اور جگہ ہو مثلاً ان اللہ کان بعبادہ خبیرا کو
ان اللہ کان بعبادہ خبیراً بصیراً پڑھے تو بالاجماع نماز فاسد نہوگی اور اگر وہ کلمہ قرآن مین موجود نہو مثلاً فیہما
فاکہۃ ونخل ورمان کو فیہما فاکہۃ ونخل وتفاح ورمان پڑھے تو عامہ مشایخ کے نزدیک فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اور منجملہ انکے
تکرار حرف یا کلمہ کی ہے اگر ایک حرف کو مکرر کیا پس اگر اسمین کسی ضعیف حرف کا اظہار ہو گیا مثلاً من یرتد کو من یرتدد پڑھ دیا
تو نماز فاسد نہوگی اور اگر زیادتی حرف کی ہوئی مثلاً الحمد للہ کو تین لاموں سے پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر
کلمہ کو مکرر کیا تو اگر معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہوگی اور اگر بدل گئے مثلاً رب رب العالمین یا مالک مالک یوم الدین
پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد ہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور منجملہ انکے آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے کر دینے
مین غلطی کرنا ہے اگر ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے آگے کر دیا یا پیچھے کر دیا تو اگر معنی نہ بدلے مثلاً لہم فیہا زفیر و
شہیق پڑھا اور شہیق کو مقدم کر دیا تو نماز فاسد نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر معنی بدل گئے مثلاً ان الابرار
لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم کو ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم پڑھا تو اکثر مشایخ کا یہ قول ہے کہ نماز فاسد
ہو جاویگی یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر دو کلمون کو دو کلمون پر مقدم کر دیا پس اگر معنی بدل جاوین مثلاً
انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاءہ فلا تخافوہم وخافون کو انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاءہ فخافوہم لا تخافون
پڑھا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر معنی نہ بدلین مثلاً یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ کو یوم تسود وجوہ وتبیض وجوہ پڑھا تو نماز فاسد
نہوگی اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف پر مقدم کر دیا تو اگر معنی بدل گئے مثلاً عفص کو بجاے عصف کے پڑھ دیا تو نماز فاسد
ہو جاویگی اور اگر معنی نہ بدلے مثلاً غثاءً احوی کو غثاءً اوحی پڑھ دیا تو نماز فاسد نہوگی یہی مختار ہے یہ خلاصہ
مین لکھا ہے اور منجملہ انکے ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ ذکر کر دینا ہے اگر آیت پر پورا وقف کر کے دوسری آیت پوری
یا تھوڑی سی پڑھی تو نماز فاسد نہوگی مثلاً والعصر ان الانسان پڑھ کر ان الابرار لفی نعیم پڑھ دیا۔ یا سورۃ التین
ہذا البلد الامین تک پڑھی پھر وقف کیا پھر لقد خلقنا الانسان فی کبد پڑھا یا ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات پڑھا
پھر وقف کیا پھر اولئک ہم شر البریۃ پڑھ دیا تو نماز فاسد نہوگی لیکن اگر وقف نہ کیا اور ملا دیا تو اگر معنی نہ بدلے
مثلاً ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات لہم جنات الفردوس کی جگہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلہم جزاء الحسنی
پڑھ دیا تو نماز فاسد نہوگی لیکن اگر معنی بدلے مثلاً ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم شر البریۃ پڑھ دیا

اور ان الذین کفروا من اہل الکتاب کو خالدین فیہا تک پڑھکر اولئک ہم خیر البریہ پڑھ دیا تو تمام علما کے نزدیک نماز فاسد
ہوگی اور یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے وقف اور وصل اور ابتدا ہی جہان اُنکا موقع نہو اگر ایسی جگہ
وقف کیا جہان موضع وقف کا نہین یا ایسی جگہ سے ابتدا کی جہان سے موقع ابتدا کا نہین تو اگر معنی مین بہت
کھلا ہوا تغیر نہین ہوا مثلاً ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات پڑھکر وقف کیا پھر اولئک ہم خیر البریہ سے ابتدا کی
تو ہمارے علما سب کا اجماع اس بات پر ہی کہ نماز فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر ایسی جگہ وصل کیا کہ جہان وصل
کا موقع نہ تھا مثلاً اصحاب النار پر وقف نہ کیا اور اُسکو الذین یحملون العرش سے ملا دیا تو نماز فاسد نہوگی لیکن
وہ بہت قبیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر معنی مین بہت تغیر ہو گیا مثلاً شہد اللہ انہ لا الہ پڑھا اور پھر وقف کیا پھر الا ہو پڑھا
تو اکثر علما کے نزدیک نماز فاسد نہوگی اور بعض کے نزدیک فاسد ہو جاویگی اور فتوی اسپر ہی کہ کسی صورت
مین نماز فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اور قاضی امام سعید نجیب ابو بکر نے کہا ہی کہ جب قرآت سے فارغ ہوا اور رکوع
کا ارادہ کرے تو اگر قرآت کا ختم اللہ کی تعریف پر ہوا ہی تو اللہ اکبر کا اُس سے ملانا اولی ہی اور اگر اللہ کی تعریف
پر ختم نہین ہوا مثلاً ان شانئک ہو الابتر پڑھا تو وہان اللہ اکبر اُس سے جدا کرنا اولی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی
اور منجملہ اُنکے غلطی اعراب کی ہی اگر اعراب مین ایسی غلطی کی جس سے معنی بدل نگئے مثلاً لاترفعوا اصواتکم مین
تے کو پیش سے پڑھا تو نماز بالاجماع فاسد نہوگی اور اگر معنی مین بہت تغیر ہوا مثلاً وعصی آدم ربہ پڑھا اور میم کو زبر
اور بے کو پیش سے پڑھا یا اسی قسم کی اور غلطی کی جسکے قصد کرنے مین کفر ہو جاتا ہی تو اگر بطور خطا کے پڑھا ہی
تو متقدمین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور متاخرین مین اختلاف ہی محمد ابن مقاتل اور ابو نصر محمد بن سلام اور
ابو بکر بن سعید بلخی اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی اور ابو بکر محمد ابن الفضل اور شیخ امام زاہد شمس الائمہ حلوانی کا یہ قول ہی
کہ نماز فاسد نہوگی۔ متقدمین کے قول مین احتیاط زیادہ ہی اسلیے کہ اسکے ارادہ مین کفر ہو جاتا ہی اور جسکے
ارادہ مین کفر ہو وہ منجملہ قرآن نہین اور متاخرین کے قول مین آسانی زیادہ ہی اسلیے کہ اکثر آدمی ایک اعراب کو
دوسرے اعراب سے تمیز نہین کر سکتے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور یہی اشبہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور
اسی پر فتوے ہی یہ عتابیہ مین لکھا ہی اور یہی ظہیریہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ تشدید اور مد کو اُنکے مقامون
سے چھوڑ دے اگر ایاک نعبد و ایاک نستعین مین تشدید چھوڑ دی یا الحمد للہ رب العالمین مین بے کو تشدید سے
نہ پڑھا تو مختار یہ ہی کہ نماز فاسد نہوگی اور ہر جگہ یہی حکم ہی مگر عامہ مشایخ کا مذہب یہ ہی کہ فاسد ہوگی اور مد چھوڑ
دینے مین اگر معنی نہین بدلتے مثلاً اولئک کو بغیر مد کے پڑھا یا انا اعطینک کا مد چھوڑ دیا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر معنے
بدل جاوین مثلاً سواء علیہم کو مد چھوڑ کر پڑھا یا دعاء اور نداء مین مد نہ کیا تو مختار یہ ہی کہ نماز فاسد نہوگی جسطرح تشدید
کے چھوڑنے مین فاسد نہوگی تھی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر ومن اظلم ممن کذب علی اللہ مین تشدید کی بعضون
نے کہا ہی نماز فاسد نہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ عتابیہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے ہی ادغام کو اُسکے موقع سے
چھوڑنا اور ایسی جگہ ادا کرنا جہان اُسکا موقع نہین اگر ایسے موقع پر ادغام کیا جہان کسی نے ادغام نہین کیا ہی
اور اس ادغام سے عبارت بگڑ جاتی ہی اور کلمہ کے معنی سمجھ مین نہین آتے مثلاً قل الذین کفروا ستغلبون
مین غین کو لام مین ادغام کیا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر ایسی جگہ ادغام کیا جہان کسی نے ادغام نہین کیا ہی

مگر اُس سے کلمہ کے معنی نہین بدلتے اور وہی سمجھ مین آتا ہی جو بغیر ادغام کے سمجھا جاتا تھا مثلاً قل سیروا پڑھا اور لام کو سین مین ادغام کر دیا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر ادغام اپنے موقع سے چھوڑ دیا مثلاً اینما تکونوا یدرککم الموت پڑھا اور را دغام چھوڑ دیا تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ عبارت گنبڑ جائیگی یہ محیط مین لکھا ہی اور منجملہ اُسکے امالہ کرنا ہی جہان اُسکا موقع نہین اگر بسم اللہ امالہ سے پڑھی یا مالک یوم الدین امالہ سے پڑھا اور اسی طرح بے موقع امالہ کیا تو نماز فاسد نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اور منجملہ اُسکے وہ قرأت پڑھنا ہی جو اُس قرآن مین نہین جسکو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہی بعض مشایخ نے کہا ہی کہ اگر ایسی قرأت پڑھی جو اس مشہور قرآن مین نہین اور اُسکے معنی بھی اس سے ادا نہین ہوتے تھا اگر وہ دعا یا ثنا نہین ہی تو بالاتفاق نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر اُس سے وہی معنی ادا ہوتے ہین تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے قول کے موافق نماز فاسد نہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہوجاویگی اور اس مسئلہ مین ٹھیک جواب یہ ہی کہ اگر مصحف ابن مسعود وغیرہ کی قرأت پڑھی تو وہ نماز کی قرأت مین شمار نہوگی لیکن اُس سے نماز فاسد نہوگی یہان تک کہ اگر اُسکے ساتھ مشہور قرآن مین سے بھی اسقدر پڑھ لیا جس سے نماز جائز ہوجاتی ہی تو اس سے نماز جائز ہوجاویگی یہ محیط مین لکھا ہی اور منجملہ اُسکے ہی کلمہ کو پورا نہ پڑھنا اگر ایک کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا اور پورا نہ کیا یا اس سبب سے کہ سانس ٹوٹ گئی یا اس سبب سے کہ باقی کلمہ بھول گیا اور پھر یاد آیا تو پڑھ دیا مثلاً الحمد للہ پڑھنے کا ارادہ کیا اور ال کہکر سانس ٹوٹ گئی یا باقی بھول گیا پھر یاد آیا اور پھر حمد للہ پڑھا یا باقی یاد نہ آیا مثلاً یہ قصد کیا تھا کہ الحمد اور سورہ پڑھے پھر اسکا پڑھنا بھول گیا اور پھر پڑھنے کا ارادہ کیا اور جب ال کہا تو اُسکو یہ خیال ہوا کہ مین پڑھ چکا ہون پس چھوڑ دیا اور رکوع کر دیا یا تھوڑا سا کلمہ پڑھا اسکو چھوڑ کر دوسرا کلمہ پڑھا پس ان سب اور ایسی ہی اور صورتون مین بعض مشایخ کے نزدیک نماز فاسد ہوجاویگی اور شمس الائمہ حلوائی اسی پر فتوی دیتے تھے اور بعض مشایخ کا یہ قول ہی کہ اگر ایسے کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا جسکے کل پڑھنے مین نماز فاسد ہوجاتی ہی تو اس تھوڑے پڑھنے مین بھی نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر ایسے کلمہ کو تھوڑا سا پڑھا جسکے کل پڑھنے مین نماز فاسد نہوتی تو تھوڑا سا پڑھنے مین بھی نماز فاسد نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی جزو کلمہ کو حکم کل کلمہ کا یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور بعض مشایخ کا یہ قول ہی کہ اگر اُس جزو کلمہ کے بھی از روے لغت کچھ معنی صحیح ہو سکتے ہون اور فضول نہین ہوتا اور قرآن کے معنی بھی نہین بدلتے تو چاہیے کہ نماز فاسد نہو اور اگر اُس جزو کلمہ کے کچھ معنی نہین اور فضول نہین ہی یا فضول ہی مگر اُس سے قرآن کے معنی بدل جاتے ہین تو نماز فاسد ہوجاویگی اور اکثر مشایخ کا مذہب یہ ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی اسلیے کہ یہ ایسی باتین ہین جنسے بچنا ممکن نہین پس انکا حکم اسی طرح ہوگا جیسے نماز مین کھنکارنے کا ہوتا ہی یہ ذخیرہ اور محیط مین لکھا ہی۔ اگر کلمہ کے بعض حروف کو پست پڑھا تو صحیح یہ ہی کہ نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ ایسی صورت اکثر واقع ہوجاتی ہی۔ یہ محیط مین لکھا ہی اگر قرآن کو نماز مین راگنی سے پڑھا تو اگر کلمہ بدل جاتا ہی تو نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر حرف مد ولین کے حرفون مین راگنی کی تو نماز فاسد نہوگی لیکن اگر بہت کھلی ہوئی راگنی ہوگی تو نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر نماز کے علاوہ قرآن کو راگنی سے پڑھا تو اسمین مشایخ کا اختلاف ہی اور اکثر مشایخ نے اُسکو مکروہ بتایا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی اور اُسکا سُننا بھی مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی ابو القاسم صفار

بخاری سے نقل کیا ہی کہ اگر نماز اسطرح کی ادا ہو کہ اسمین بعضے وجہ جواز کی ہو اور بعض وجہ فساد کی ہو تو احتیاطاً فساد کا حکم کرینگے لیکن قرأت کے مسئلون مین جواز کا حکم کرینگے اسلیے کہ اسکی غلطیون مین تمام لوگ مبتلا ہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور منجملہ انکے اللہ کے نامون مین تانیث داخل کرنا اگر کسی نے نماز مین ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام ست یاتیہم کو تاتیہم تے سے پڑھا تو محمد بن علی بن محمد الادیب نے کہا ہی کہ نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ اللہ کے نامون مین تانیث داخل کرنا جائز نہین جسطرح اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم اور لم یلد و لم یولد اور اسی طرح اور صفات الہی مین تانیث داخل کرنا جائز نہین اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے کہا ہی کہ نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہ فعل غیر اللہ کا ہی بعض مشایخ نے اسی کو صحیح کہا ہی یہ محیط اور ذخیرہ مین لکھا ہی فوائد مین ہی کہ اگر کسی نے نماز مین غلطی ہوئی خطا کی پھر لوٹا کر صحیح پڑھا تو میرے نزدیک نماز اسکی جائز ہی اور یہی حکم ہی اعراب کی غلطی کا اور اگر کسی نے پیش کی جگہ زیر پڑھا یا زیر کی جگہ پیش پڑھا یا پیش و زبر کی جگہ زیر پڑھا تو اسکی نماز فاسد نہوگی

پانچوان باب امامت کے بیان مین - اور اسمین سات فصلین ہین -

پہلی فصل جماعت کے بیان مین

جماعت سنت موکدہ ہی یہ متون مین اور خلاصہ اور محیط سرخسی مین لکھا ہی - غایۃ مین ہی کہ ہمارے مشایخ نے اسکو واجب بتایا ہی مفید مین ہی کہ سنت اسکا اسواسطے نام رکھا ہی کہ اسکا واجب ہونا سنت سے ثابت ہی بدائع مین ہی کہ ایسے مردون پر جو عاقل بالغ آزاد ہین اور بلا حرج جماعت پر قادر ہین انپر جماعت واجب ہی - اگر جماعت فوت ہوجاوے تو ہمارے اصحاب کا بلا خلاف یہ قول ہی کہ دوسری مسجد مین طلب اسکی واجب نہین لیکن اگر دوسری مسجد مین جماعت کے واسطے چلا جاوے تو بہتر ہی اور اگر اپنے محلہ کی مسجد مین پڑھ لے تو بھی بہتر ہی قدوری نے ذکر کیا ہی کہ اپنے گھر مین لوگون کو جمع کرکے انکے ساتھ نماز پڑھ لے اور شمس الائمہ نے کہا ہی کہ ہمارے زمانہ مین اولی یہ ہی کہ اگر اپنے محلہ کی مسجد کے اندر داخل نہین ہوا ہی تو کہین اور جماعت تلاش کرے اور جو داخل ہوگیا ہی تو وہین نماز پڑھ لے - جماعت بہت سے عذرون سے ساقط ہوجاتی ہی یہان تک کہ جماعت مریض اور لنگڑے اور اپاہج اور اس شخص پر جسکا داہنا ہاتھ اور بایان پانون یا اسکے برعکس کٹے ہوے ہون یا فقط پانون کٹے ہوئے ہون یا فالج کی بیماری کی وجہ سے چل نہ سکے یا بہت بڑھاپے کی وجہ سے عاجز ہو یا اندھا ہو تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اسپر جماعت واجب نہین اور صحیح یہ ہی کہ بارش اور کیچڑ اور بہت سردی اور بہت تاریکی مین بھی جماعت ساقط ہوجاتی ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اندھیری رات مین تیز ہوا سے بھی ساقط ہوجاتی ہی دن مین ہوا عذر نہین اسی طرح اگر پیشاب و پاخانہ یا ان مین سے ایک کی حاجت ہو تو جماعت ساقط ہوجاتی ہی یا اگر یہ خوف ہو کہ اگر نکلیگا تو اسکا قرضخواہ اسکو قید کرلیگا یا سفر کا ارادہ کرتا ہی اور جماعت کھڑی ہوگئی اور اسکو خوف ہی کہ اگر جماعت سے نماز پڑھیگا تو قافلہ چھوٹ جاویگا یا کسی بیمار کی خدمت کرتا ہی یا اپنے مال کے جاتے رہنے کا خوف ہی اور اسی طرح جب کھانا حاضر ہوا اور جماعت کھڑی ہو اور نفس اسکا کھانے کی طرف کو راغب ہو تو سب صورتون مین جماعت ساقط ہوجاتی ہی یہ سراج الوہاج

مین لکھا ہی اگر محلہ کی مسجد مین امام اور جماعت کے لوگ معمولی مقرر ہین اور اُن لوگون نے اُسمین جماعت سے
نماز پڑھ لی تو اذان کے ساتھ دوسری جماعت اسمین جائز نہین اور بغیر اذان کے پڑھین تو بالاجماع مباح ہی
اور یہی حکم ہی راستہ کی مسجد کا یہ شرح مجمع مین لکھا ہی جو حدیث مصنف کی لکھی ہی جمعہ کے سوا اور نمازون مین ایک
آدمی سے کچھ زیادہ ہو تو جماعت ہی اور اگرچہ اسکے ساتھ ایک سمجھ والا لڑکا ہی ہو یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ لوگون کو
بلا بلا کر نفل کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہی اور صدر الشہید کی اصل مین ہی کہ اگر بغیر اذان واقامت کے
گلی کوچون مین جماعت سے نماز پڑھ لین تو مکروہ نہین شمس الائمہ حلوائی نے لکھا ہی کہ اگر امام کے سوا تین
آدمی ہون تو بالاتفاق مکروہ ہی اور چار مین مشایخ کا اختلاف ہی **دوسری فصل اُس شخص کے بیان مین جسکو
امامت کا حق زیادہ ہی** امامت کے واسطے سب مین زیادہ اولی وہ شخص ہی جو احکام نماز کے زیادہ جانتا
ہو یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور یہی ظاہر ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب وہ قرأت
بھی اسقدر جانتا ہو جس سے قرأت کی سنت ادا ہو جاتی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اسکے دین مین بھی کچھ طعن نہو یہ
کفایہ اور نہایہ مین لکھا ہی اور ظاہر گناہون سے بچتا ہو تو وہی مستحق ہی اگرچہ سوا اسکے کوئی اور زیادہ پرہیزگار ہو یہ
محیط مین لکھا ہی اور یہی زاہدی مین لکھا ہی اور اگر کوئی شخص نماز کے علم مین کامل ہو لیکن سوا اسکے اور علوم نہ جانتا
ہو وہ اولی ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر دو شخص نماز کے احکام برابر جاننے والے ہون تو اُنمین سے جو شخص
زیادہ قاری ہو یعنی علم قرأت زیادہ جانتا ہو وقف کی جگہ وقف کرتا ہو اور وصل کی جگہ وصل اور تشدید کی
جگہ تشدید اور تخفیف کی جگہ تخفیف وہ زیادہ مستحق ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اور اگر اسمین بھی برابر ہون تو جو زیادہ
پرہیزگار ہو وہ اولی ہی اور جو اسمین بھی برابر ہون تو جو عمر مین زیادہ ہو وہ اولی ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر
سن مین بھی برابر ہون تو جو خلق مین احسن ہو وہ اولی ہی اور اگر اسمین بھی برابر ہون تو جو حسب مین زیادہ ہی وہ
اولی ہی اور اگر اسمین بھی برابر ہون تو جو زیادہ خوشرو ہی وہ اولی ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی پس جو شخص زیادہ
کامل ہوگا وہی افضل ہی اسواسطے کہ مقصود کثرت جماعت ہی اور رغبت لوگون کی ایسے شخص مین زیادہ ہوتی ہی
یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر یہ ساری خصلتین دو شخصون مین جمع ہو جاوین تو اُن دونون مین قرعہ ڈالین یا قوم کے
اختیار پر چھوڑ دین۔ اگر کسی گھر مین جماعت ہو اور مہمان ہون اور گھر والا ہو تو امامت کے واسطے اولی ہی لیکن
اگر اُنمین بادشاہ یا قاضی بھی ہو تو اگر گھر والا اُنمین سے کسی کو تعظیما پڑھا دے تو افضل ہی اور اگر اُنمین سے
کوئی خود ہی بڑھ جاوے تو جائز ہی۔ اور اگر کسی گھر مین کرایہ دار بھی ہو اور مالک بھی ہو تو جماعت کی اجازت
دینے کا حق کرایہ دار کو ہی اور اجازت اس سے طلب کرینگے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر کسی نے
مکان مستعار لیا ہو تو مستعار دینے والے سے مستعار لینے والا اولی ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ مسجد
مین کوئی ایسا شخص داخل ہوا جو امامت کی صفات مین بہ نسبت امام محلہ کے زیادہ کامل ہی تو امام محلہ کا
اولی ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ گونگا آدمی اگر گونگون کا امام ہو تو کل کی نماز جائز ہی۔ اور اگر ایسا شخص امام ہو جو اُمّی
یعنی اسکو قرآن نہین آتا تو بعض واضح مین یہ لکھا ہی کہ ہمارے علما کے نزدیک نماز جائز نہین اور شیخ الاسلام
نے کتاب الصلوۃ کی شرح مین لکھا ہی کہ گونگا اور امی اگر نماز پڑھنا چاہین تو امی امامت کے واسطے

اولی ہی اور امی اگر گونگے کی امامت کرے تو بلا خلاف دونون کی نماز جائز ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور قنیہ مین لکھا ہی کہ صرف جنابت سے تیمم کرنے والا اُس شخص سے اولی ہی جسنے حدث سے تیمم کیا ہو یہ نہر الفایق مین لکھا ہی مسجد مین کچھ لوگ اندر کے درجے مین ہین کچھ باہر اور موذن نے اقامت کہی اور باہر کے لوگون مین سے ایک شخص کھڑا ہو کر باہر والون کا امام بنگیا اور اندر کے شخصون مین سے ایک شخص کھڑا ہو کر اندر والون کا امام ہوگیا تو جسنے پہلے نماز شروع کر دی تم اُسکے اور اُسکے مقتدیون کے حق مین کراہت نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی دو شخص تقوے اور نیکی مین برابر ہین مگر ایک اُنمین کا قاری زیادہ ہی اور مسجد والون نے دوسرے کو امام بنا لیا تو بُرا کیا اور اگر بعضون نے زیادہ قاری کو پسند کیا اور بعضون نے اُسکے غیر کو تو اعتبار اکثر کا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر محلہ مین امامت کے لائق ایک ہی شخص ہو تو اُسپر امامت لازم نہین ہی اور وہ امامت کے چھوڑنے مین گنہگار نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی

تیسری فصل اُس شخص کے بیان مین جو امامت کے لائق ہو

مرغینانی نے لکھا ہی کہ صاحب ہوا اور صاحب بدعت کے پیچھے نماز جائز ہی اور رافضی اور قدری اور جہمی اور مشبہ اور ایسے شخص کے پیچھے جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہی نماز جائز نہین اور حاصل یہ ہی کہ اگر دین کی خرابی ایسی ہو کہ اُس سے کافر ہوتا ہو تو کراہت کے ساتھ نماز جائز ہی ورنہ جائز نہین یہ تبیین اور خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اور جو شخص معراج کا منکر ہی تو اگر وہ مکہ سے بیت المقدس تک جانے کا منکر ہی تو کافر ہی اور اگر بیت المقدس سے آگے معراج کا منکر ہی تو کافر نہین اور اگر مبتدع یا فاسق کے پیچھے نماز پڑھی تو جماعت کا ثواب مل جاویگا لیکن اُسقدر ثواب نہ ملیگا جو متقی کے پیچھے پڑھنے مین ملتا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر شافعی سے اقتدا کیا تو صحیح ہی اگر امام مقامات خلاف سے بچتا ہو مثلاً سبیلین کے سوا اور کسی مقام سے کوئی نجس چیز نکلے جیسے فصد کھلاوے تو وضو کرنے اور قبلہ سے بہت نہ پھرتا ہو یہ نہایہ اور کفایہ کے باب الوتر مین لکھا ہی اور اسمین شک نہین کہ اگر سورج کے چھپنے کے موقعون سے پھر گیا تو قبلہ سے بہت پھر گیا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور متعصب نہو اور اپنے ایمان مین شک نرکھتا ہو اور ایسے تھوڑے پانی مین جو تھوڑا ہو وضو نہ کرے اور منی لگ جاوے تو اپنے کپڑے دھوتا ہو اور خشک منی کو کھرچ ڈالتا ہو اور وتر کو قطع نہ کرتا ہو اور قضا نمازون مین ترتیب کی رعایت کرتا ہو اور چوتھائی سر کا مسح کرتا ہو یہ نہایہ اور کفایہ کے باب الوتر مین لکھا ہی اور تھوڑے پانی مین اگر نجاست گر جاوے تو اُس سے وضو نہ کرتا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور مستعمل پانی سے وضو نہ کرتا ہو یہ سراجیہ مین لکھا ہی امام تمرتاشی نے شیخ الاسلام معروف بہ خواہر زادہ سے نقل کیا ہی کہ اگر شافعی امام سے یہ چیزین یقینی معلوم ہون تو اُس سے اقتدا کرنا جائز ہی اور مکروہ ہی یہ کفایہ اور نہایہ مین لکھا ہی اگر مقتدی کو امام مین ایسی باتین معلوم ہون جن سے امام کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہی جیسے عورت یا ذکر کا چھونا اور امام کو اسکی خبر نہین تو اکثر فقہا کے بموجب نماز اسکی جائز ہوگی اور بعضون کے نزدیک جائز نہوگی پہلا قول جو اصح ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ مقتدی کی راے کے بموجب امام کی نماز جائز ہی اور اُسکے حق مین اپنی ہی راے معتبر ہی پس جواز کا قول معتبر ہوا یہ تبیین مین لکھا ہی فضلی نے کہا ہی کہ وتر مین حنفی کا اقتدا اُس شخص سے صحیح ہی جسکی راے بموجب مذہب امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح کے ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہی

تیمم کرنے والا اگر وضو کرنے والے کی امامت کرے تو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے
نزدیک جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی کہ یہ خلاف اُس صورت مین ہی جب وضو کرنے
والون کے پاس پانی نہو اور اگر اُنکے پاس پانی ہو تو تیمم کرنے والا وضو کرنے والے کی امامت نہ کرے یہ
نہایہ مین لکھا ہی جنازہ کی نماز مین وضو کرنے والون کو تیمم کرنے والے کی اقتدا کرنا بلاخلاف جائز ہی یہ خلاصہ
مین لکھا ہی۔ اگر وہ معذورون کا ایک ہی سا عذر ہو تو ایک کو دوسرے سے اقتدا جائز ہی اور اگر مختلف ہون تو
جائز نہین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ پس جس شخص مین ریح پھرنے کا عذر ہو اُسکا اقتدا اُس شخص سے جائز نہین
جسکو سلس البول کا مرض ہو یہ بحرالرائق مین لکھا ہی اور اسی طرح جس شخص کو سلس البول کا مرض ہو وہ اُس شخص
کے پیچھے نماز پڑھے جسکی ریح پھرتی ہو اور ایک زخم ہو جسکا خون نہ بند ہوتا ہو اسلیے کہ امام مین دو عذر ہین اور
مقتدی مین ایک عذر یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی پاک شخص اُسکے پیچھے جسکو سلس البول کا مرض ہو نماز نہ پڑھے
نہ پاک عورتین اُس عورت کے پیچھے نماز پڑھین جسکو استحاضہ کی بیماری ہو اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب
وضو کرتے ہین یا وضو کے بعد حدث ہو جاوے یہ زاہدی مین لکھا ہی اور جائز ہی اقتدا پانون دھونے والے کا
اُس شخص کے پیچھے جو موزہ پر مسح کرتا ہی یا جبیرہ پر مسح کرتا ہی فصد کھلانے والے کو اگر خون نکلنے کا خوف نہو
تو تندرستون کا امام ہونا جائز ہی جو شخص جانور پر سوار ہو اُسکو اُس شخص کا امام بننا جو اُسکے ساتھ
جانور پر سوار ہی اور اشارہ سے نماز پڑھنے والے کو اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا اور ننگے کو ننگون کا
امام بننا جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور افضل یہ ہی کہ ننگے الگ الگ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھین اور ایک
دوسرے سے دور ہو جاوے اگر جماعت سے نماز پڑھین تو امام عورتون کی جماعت کی طرح بیچ مین کھڑا ہو یہ
جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور امام اگر بڑھ جاوے تو جائز ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ جماعت سے اُنکی نماز مکروہ ہی یہ جوہرۃ النیرہ
اور سراج الوہاج مین لکھا ہی کھڑے ہونے والے کا اقتدا اُس شخص کے پیچھے صحیح ہی جو بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو اور رکوع
اور سجدہ کرتا ہو رکوع اور سجدہ کرنے والے کا اقتدا اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہین یہ فتاوی
قاضیخان مین لکھا ہی۔ کبڑا آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی امامت اُسی طرح کر سکتا ہی جیسے بیٹھ کر نماز
پڑھنے والے کی امامت کر سکتا ہی یہ ذخیرہ اور خانیہ مین لکھا ہی۔ اور نظم مین ہی کہ اگر اُسکے قیام اور رکوع مین فرق
ظاہر ہو تو بالاتفاق جائز ہی اور اگر ظاہر نہو تو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور
اسی کو اکثر علماء نے اختیار کیا ہی امام محمد رح کا خلاف ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اگر امام کا پانون ٹیڑھا ہو اور وہ
تھوڑے پانون پر کھڑا ہو پورے پانون پر کھڑا نہو تو امامت اُسکی جائز ہی اور اگر دوسرا شخص امام ہو تو اولی ہی یہ تبیین مین لکھا ہی
نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگرچہ وہ آخر کی دو رکعتون
مین قرائت نہ پڑھتا ہو یہ تاتارخانیہ مین جامع الجوامع سے نقل کیا ہی اگر ایک نفل پڑھنے والے نے ایک فرض
پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا کیا پھر نماز توڑ دی پھر اُسی فرض مین اُسکے پیچھے اقتدا کیا اور
اُس نفل کی نماز توڑنے مین جو قضا لازم آئی تھی اُسکی نیت کی تو ہمارے نزدیک وہ جائز ہو گی یہ
کافی مین لکھا ہی ہر وقت مجنون رہنے والے کے پیچھے اور اُس شخص کے پیچھے جو نشہ مین ہو اقتدا صحیح نہین اور اگر

اسکو کبھی جنون ہوتا ہو اور کبھی افاقہ ہوتا ہو تو افاقہ کے زمانہ مین اُسکے پیچھے اقتدا صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی فقیہ نے کہا ہی کہ ظاہر روایت کے بموجب اُسمین فرق نہین کہ اُسکے افاقہ کا وقت معلوم ہو یا نہو
پس وہ افاقہ کے زمانہ مین مثل صحیح کے ہی اور یہی قول ہمنے اختیار کیا ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی مقیم کا
مسافر کے پیچھے اقتدا کرنا وقت مین ہو یا خارج وقت مین صحیح ہی اسی طرح مسافر کا مقیم کے پیچھے اقتدا کرنا
وقت مین صحیح ہی مقیم نے اگر دو رکعتین عصر کی پڑھین پھر سورج چھپ گیا پھر کسی مسافر نے اسی عصر کا اُسکے
پیچھے اقتدا کیا تو صحیح ہی۔ اور جو شخص دو سنتین ظہر کی پڑھنا چاہتا ہو اُسکو اُس شخص کے پیچھے اقتدا
کرنا جو چار سنتین ظہر سے پہلے پڑھتا ہو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ گانون والے اور اندھے اور غلام اور
ولد الزنا اور فاسق کی امامت جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی مگر مکروہ ہی یہ متون مین لکھا ہی۔ مرد کی امامت
عورت کے واسطے جائز ہی بشرطیکہ امام اُسکی امامت کی نیت کرے اور خلوت نہو اور اگر امام خلوت مین ہی تو
اگر اُن سب کا یا بعض کا محرم ہی تو جائز ہی اور مکروہ ہی یہ نہایہ مین شرح طحاوی سے نقل کیا ہی۔ عورت کا
اقتدا مرد کے پیچھے جمعہ کی نماز مین جائز ہی اگرچہ مرد نے اُسکی نیت نہ کی ہو اور اسی طرح عیدین کی نماز مین جائز ہی
اور یہی اصح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ مرد کو عورت کے پیچھے اقتدا جائز نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ عورت کو
عورتون کا کل نمازون خواہ وہ فرض ہو یا نفل امام بننا مکروہ ہی مگر جنازہ کی نماز مین مکروہ نہین یہ نہایہ
مین لکھا ہی۔ اگر عورتین جماعت سے نماز پڑھین تو جو عورت امام ہو وہ درمیان مین کھڑی ہو لیکن اُسکے
درمیان مین کھڑے ہونے سے بھی کراہت زائل نہین ہوتی اور اگر امام آگے بڑھ جاوے تو نماز فاسد
نہین ہوتی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ عورتون کو علحدہ علحدہ نماز پڑھنا افضل ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی خنثی مشکل
کو عورتون کی امامت اگر وہ آگے بڑھ جاوے تو جائز ہی اور اگر وہ درمیان مین کھڑا ہو اور مرد کے
حکم مین ہو تو بسبب برابر ہو جانے کے نماز عورتون کی فاسد ہو جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی خنثی مشکل
کی امامت مردون کے واسطے اور اسی طرح خنثی مشکل کے لیے جائز نہین جو لڑکا قریب بلوغ ہو اُسکو اسی طرح
کے لڑکون کا امام بننا جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی لڑکون کے پیچھے تراویح اور سنتون مین ائمہ بلخ کے قول کے
بموجب اقتدا جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور مختار یہ ہی کہ کسی نماز مین جائز نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی
اور یہی اصح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر روایت ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
گونگا قاری کے پیچھے اقتدا کرنے پر قادر ہو اور علحدہ نماز پڑھے تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی امی کو امیون
کا امام بننا جائز ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اگر امی ایک امی اور ایک ایسے شخص کا جو قرآن پڑھ سکتا ہی امام بنا
تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوگی اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک
صرف قاری کی نماز فاسد ہوگی اور اگر وہ سب جدا جدا نماز پڑھین تو بعضون کا قول یہ ہی کہ اسمین بھی
خلاف ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ نماز صحیح ہوگی یہی صحیح ہی یہ شرح مجمع البحرین مین لکھا ہی جو اسی کے مصنف
کی ہی۔ اور اگر امی امام بنا اور اُسنے نماز شروع کر دی پھر قاری آیا تو بعض فقہا کا قول یہ ہی کہ نماز
فاسد ہو جاویگی اور کرخی نے کہا ہی کہ فاسد نہوگی اگر ایک قاری نماز پڑھتا تھا اور امی آیا اور اُسکے پیچھے

اقتدا نہ کیا اور علیحدہ نماز پڑھ لی تو اسمین فقہا کا اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ نماز اسکی فاسد ہوگی قاری مسجد
کے دروازہ پر ہو یا مسجد کے پڑوس مین ہو اور امی مسجد مین اکیلا نماز پڑھے تو بالاختلاف امی کی نماز جائز ہی
اگر قاری اور نماز پڑھتا ہو اور امی دوسری نماز پڑھنا چاہے تو امی کو جائز ہی کہ علیحدہ نماز پڑھ لے اور
قاری کے فارغ ہونے کا انتظار نہ کرے امام تمرتاشی نے لکھا ہی کہ امی پر واجب ہی کہ رات دن اس بات
کی کوشش کرتا رہے کہ اسقدر قرآن سیکھ لے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہی اگر وہ قصور کریگا تو عنداللہ معذور
نہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہی قاری کا اقتدا امی اور گونگے کے پیچھے صحیح نہین اور اسی طرح امی کا اقتدا گونگے کے پیچھے اور
کپڑا پہننے والے کا اقتدا ننگے کے پیچھے اور مسبوق کا اقتدا اپنی باقی نماز مین دوسرے مسبوق کے پیچھے صحیح
نہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی لاحق کا اقتدا لاحق کے پیچھے اور سواری سے اُتر کر نماز پڑھنے والے کا اقتدا سوار
کے پیچھے صحیح نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ظہر کی نماز پڑھنے والے کا اقتدا عصر کی نماز پڑھنے والے کے
پیچھے اور آج کی ظہر پڑھنے والے کا اقتدا کل کی ظہر پڑھنے والے یا نماز جمعہ پڑھنے والے کے پیچھے اور جمعہ پڑھنے والے کا اقتدا ظہر پڑھنے
والے کے پیچھے اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہین اور نذر کی نماز پڑھنے والے کا
اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہین لیکن اگر کسی نے دوسرے شخص کی نماز کی نذر کی ہو اور ایک
اُنمین سے دوسرے کا اقتدا کرلے تو صحیح ہی اور نفل کی نماز توڑکر پھر اُسکے پڑھنے والے کا اقتدا ایک اسی طرح کے
شخص کے پیچھے جسنے اپنی نفل توڑدی ہو اور دوبارہ پڑھتا ہو صحیح نہین لیکن اگر وہ دونون ایک نفل مین
شریک تھے اور دونون نے نماز توڑدی اور پھر ایک نے دوسرے کا اقتدا کیا تو صحیح ہی۔ اگر دو شخصون نے یہ
قسم کھائی کہ ہم نماز پڑھینگے اور پھر ایک نے دوسرے کا اقتدا کیا تو صحیح ہی۔ نذر کی نماز پڑھنے والے کا اقتدا
قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے صحیح نہین قسم کی نماز پڑھنے والے کا اقتدا نذر کی نماز والے کے پیچھے صحیح ہی
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ننگا کچھ ننگون اور کچھ کپڑے پہننے والون کا امام ہوا تو امام کی اور ننگون کی نماز
جائز ہوگی اور کپڑے پہننے والون کی بالاجماع جائز نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر کوئی شخص تندرست ہی اور
اُسکا کپڑا نجس ہی اور وہ دھو نہین سکتا اُسکا اقتدا ایسے شخص کے پیچھے جسکو ہر وقت حدث ہوتا رہتا ہی
صحیح نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ توتلا جو بعض حرفون کے ادا کرنے پر قادر نہین اُسکی امامت جائز نہین
مگر اپنی طرح کے توتلون کا اُسوقت امام بن سکتا ہی جب قوم مین کوئی ایسا شخص حاضر نہو جو اُن حرفون
کو ادا کر سکے اور اگر قوم مین ایسا شخص موجود ہو تو توتلے امام اور ساری قوم کی نماز فاسد ہوگی اور
جو شخص بے محل وقف کرتا ہو اور محل وقف مین وقف نہ کرتا ہو اُسکو امام بنانا نہ چاہیے اور اسی طرح
جو شخص قرآن پڑھنے مین بہت کھنکارتا ہو اور جس شخص کو تمتمہ کی عادت ہو یعنی تے بغیر چند بار کہے تے اُس سے
ادا نہوتی ہو یا جسمین فافاہ ہو یعنی فی بغیر چند بار کہنے کے اُس سے ادا نہوتی ہو اسکو بھی امام نبانا نہ چاہیے اور جو شخص ایسا ہو کہ
بغیر مشقت کے حرفون کو ادا نہین کرسکتا لیکن اُسکو تمتمہ یا فافا نہین اور جب حرفون کو نکالتا ہی تو صحیح نکالتا ہی تو اُسکی امامت مکروہ
نہین یہ محیط زلۃ القاری کے بیان مین لکھا ہی قاری نے اگر امی کے پیچھے اقتدا کیا تو اُسکی نماز شروع نہوگی یہانتک کہ اگر نفل نماز
شروع کی اور پھر توڑدی تو اُسکی قضا واجب نہوگی یہی صحیح ہی اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ اگر مرد عورت کے پیچھے

یا لڑکے کے پیچھے یا بے وضو یا جنب کے پیچھے اقتدا کرے اور توڑ دے اور اصل ان مسئلون مین یہ ہی کہ امام کا حال اگر مقتدیون کے حال کے برابر ہی یا زیادہ ہی تو کل کی نماز جائز ہی اور اگر امام کا حال مقتدیون کے حال سے کم ہی تو امام کی نماز جائز ہو جاویگی مقتدیون کی جائز نہو گی یہ محیط مین لکھا ہی لیکن اگر امام امی ہی اور مقتدی قاری یا امام گونگا ہی اور مقتدی امی تو امام کی نماز بھی جائز نہو گی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور فقیہ ابو عبد اللہ جرجانی نے کہا ہی کہ اگر امی اور گونگے کو معلوم ہو کہ انکے پیچھے قاری ہی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک انکی نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر معلوم نہو تو نماز فاسد نہو گی جیسے قول ہی صاحبین کا اور ظاہر روایت مین معلوم ہونے اور نہ معلوم ہونے کی حالت مین کچھ فرق نہین یہ نہایہ مین لکھا ہی دو شخصون نے ساتھ نماز شروع کی اور ہر ایک نے یہ نیت کی کہ مین دوسرے کا امام ہون تو دونون کی نماز پوری ہو جاویگی اور اگر ہر ایک نے یہ نیت کی کہ مین دوسرے کا مقتدی ہون تو دونون کی نماز نہو گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص امام بنے اور اسکے بدن پر جاندار کی تصویرین ہون تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ وہ تصویرین کپڑون مین چھپی ہین اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ اگر انگوٹھی پہنکر نماز پڑھی اور اُسمین چھوٹی سی تصویر ہی یا ایک ایسا درہم اُسکے پاس ہی جسمین تصویرین ہین تو نماز جائز ہوگی اسواسطے کہ وہ تصویرین چھوٹی ہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک شخص امامت کی صلاحیت رکھتا ہی اور اپنے محلہ کی مسجد مین امامت نہین کرتا اور رمضان مین دوسرے محلہ کی مسجد مین امامت کے واسطے جاتا ہی تو اُسکو چاہیے کہ اپنے محلہ سے عشا کا وقت داخل ہونے سے پہلے چلا جاوے اور اگر عشا کا وقت داخل ہونے کے بعد جاویگا تو اُسکے واسطے مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ فاسق اگر جمعہ کی نماز کی امامت کرتا ہو اور قوم اُسکے منع کرنے سے عاجز ہی تو بعضون کا یہ قول ہی کہ جمعہ مین اسی کا اقتدا کرین اور جمعہ اُسکی امامت کی وجہ سے نہ چھوڑین اور جمعہ کی نماز کے علاوہ اور نمازون مین اگر وہ امام بنتا ہو تو دوسری مسجد مین چلا جاتا اور اُسکے پیچھے اقتدا نہ کرنا جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص امامت کرتا ہو اور جماعت کے لوگ اُس سے کارہ ہون تو اگر اُن لوگون کی کراہت اسوجہ سے ہی کہ اُس شخص مین کوئی نقصان ہی یا اور شخصون مین امامت کا استحقاق اُس سے زیادہ ہی تو اُسکو امامت کرنا مکروہ ہی اور اگر وہی امامت کا زیادہ مستحق ہی تو مکروہ نہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور نماز کو بہت دراز کرنا مکروہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور امام کو چاہیے کہ بعد قدر مسنون کے تطویل نہ کرے اور اہل جماعت کے حال کی رعایت کرے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے ایک مہینہ تک امامت کی پھر اُسنے کہا مین مجوسی تھا تو وہ اسلام پر مجبور کیا جائیگا اور وہ قول اُسکا مقبول نہوگا اور وہ نماز جائز ہوگی اور اُسکو سخت مار مارینگے اور اسی طرح اگر اُسنے یہ کہا کہ مین نے مدت تک بے وضو نماز پڑھائی ہی اور وہ بے باک ہی تو اُسکا قول مقبول نہوگا اور اگر ایسا نہین ہی اور یہ احتمال ہی کہ وہ بطریق تورع اور احتیاط کے کہتا ہی تو نمازون کا اعادہ کرین اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ وہ کہے کہ میرے کپڑے مین نجاست تھی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی حکم ہی اُس صورت مین جب یہ ظاہر ہو کہ امام کافر یا مجنون یا عورت یا خنثی یا امی تھا یا بغیر تحریمہ کے یا حدث کی حالت مین یا جنابت کی حالت مین نماز پڑھائی یہ تبیین مین لکھا ہی چوتھی فصل

اُن چیزون کے بیان مین جو صحت اقتدا سے مانع ہین اور جو مانع نہین

ہمین چیزین اقتدا سے مانع ہین منجملہ اُنکے عام سڑک ہی جسپر گاڑیان اور لدے ہوئے اونٹ گذرین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اگر امام اور مقتدی کے درمیان مین تنگ راستہ ہو جسمین گاڑیان اور لدے ہوئے جانور نہ گذرتے ہون وہ اقتدا سے مانع نہین اور اگر چوڑا رستہ ہو جسمین گاڑیان اور لدے ہوئے جانور گذرتے ہون وہ اقتدا سے مانع ہی یہ فتاوی قاضی خان اور خلاصہ مین لکھا ہی۔ یہ اُسوقت ہی جب صفین راستہ پر ملی ہوئی نہون لیکن اگر صفین ملی ہوئی ہون تو اقتدا سے مانع نہین۔ سڑک پر ایک آدمی کے کھڑے ہونے سے صفین نہین ملجاتین تین سے بالاتفاق ملجاتی ہین دو مین اختلاف ہی امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب ملجاتی ہین اور امام محمد رح کے قول کے موافق نہین ملتی ہین یہ محیط مین لکھا ہی اگر امام راستہ مین کھڑا ہو اور راستہ کی لمبائی مین لوگ اُسکے پیچھے صفین باندھین تو اگر امام اور اُسکے پیچھے کی صف مین اسقدر فصل نہین کہ گاڑی گذرجائے تو نماز جائز ہوگی اور یہی حکم ہی پہلی صف اور دوسری صف کے درمیان مین اسی طرح آخر صفوف تک یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی جنگل کے میدان مین اسقدر فصل جسمین دو صفین آجاوین مانع اقتدا ہی اور عیدگاہ مین فاصلہ اگرچہ بقدر دو صفون یا زیادہ کے ہو مانع اقتدا نہین اور جنازہ گاہ مین مشایخ کا اختلاف ہی نوازل مین اُسکو بھی مسجد کے حکم مین بیان کیا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے بڑی نہر ہی جسپر بغیر کسی تدبیر یعنی پل وغیرہ کے عبور ممکن نہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی پس اگر مقتدی اور امام کے درمیان ایک بڑی نہر ہو جسمین کشتیان اور ڈونگے چلتے ہون تو اقتدا سے مانع ہی اور اگر چھوٹی ہی جسمین کشتیان نہین چلتین تو مانع اقتدا نہین یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ اگر نہر جامع مسجد کے اندر ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر نہر پر پل ہو اور اُسپر صفین ملی ہون تو جو شخص نہر کے اُس پار ہی اُسکو اقتدا منع نہین اور تین آدمیون کو بالاجماع حکم صف کا ہی ایک کو بالاجماع حکم صف کا نہین دو مین اختلاف ہی جیسے راستہ کے بیان مین مذکور ہوا اگر امام اور مقتدی کے درمیان مین پانی کا چشمہ یا حوض ہی اگر وہ اسقدر ہی کہ ایک طرف نجاست گرنے سے دوسری جانب کو نجس ہووے تو مانع اقتدا نہین اور اگر نجس نہین ہوتا تو مانع اقتدا ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے عورتون کی پوری صف ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر پوری صف عورتون کی امام کے پیچھے ہو اور اُنکے پیچھے مردون کی صفین ہون تو اُن سب صفون کی نماز استحساناً فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کچھ لوگ مسجد مین سائبان کی چھت پر نماز پڑھتے ہون ۔ نیچے اُنکے اُنکے آگے پیچھے عورتین ہین یا راستہ ہی تو اُنکی نماز جائز نہوگی پس اگر تین عورتین ہین تو ظاہر روایت کے بموجب ہر صف کے تین تین شخصون کی نماز آخر صفون تک فاسد ہوگی اور باقی لوگون کی نماز جائز ہوگی اور اگر عورتون کی پوری صف ہو تو سب کی نماز فاسد ہوگی اور اگر جو لوگ سائبان کے اوپر ہین اُنکے پیچھے اُنکے مقابل عورتین ہون تو جو لوگ اوپر ہین اُنکی نماز جائز ہوگی یہ فتاوی قاضی خان کے مسائل شک مین لکھا ہی فوائد شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی مین لکھا ہی کہ اگر مسجد مین بالاخانہ ہو اور بالاخانہ پر عورتون کی صفین ہون جنھون نے امام

اقتدا کیا ہو اور بالاخانہ کے نیچے مردون کی صفین ہون تو جو لوگ عورتون سے پیچھے ہونگے انکی نماز فاسد نہوگی
امام عورتون اور مردون کو نماز پڑھاتا ہی اور عورتون کی صف مردون کی صف کے برابر ہی تو ایک شخص جو عورتون
اور مردون کے درمیان مین ہی اُسکی نماز فاسد ہوجاویگی اور وہ شخص مردون اور عورتون کے درمیان مین
مثل سترہ کے ہوجاویگا اسی طرح اگر مردون اور عورتون کی صف کے درمیان مین سترہ بقدر اُس لکڑی کے
ہو جو اونٹ کے کجاوہ مین آخر پر لگی ہوتی ہی تو مردون کے واسطے حجاب ہوجاویگی اور کسی کی نماز فاسد نہوگی
اگر درمیان سترہ مین بقدر ایک ہاتھ کے دیوار ہو تو وہ بھی سترہ ہوجاویگی اور اگر اُس سے کم ہی تو سترہ نہوگی
لیکن اگر عورتین اُس دیوار سے اوپر ہون اور وہ دیوار بقدر ایک ذراع کے ہو تو سترہ نہوگی اور اگر وہ دیوار
بقدر قد آدم ہوگی تو جو مرد زمین پر ہین اُنکے واسطے سترہ ہوگی اور جو دیوار پر ہین اُنکے واسطے سترہ نہوگی یہ محیط
مین لکھا ہی - اگر امام اور مقتدی کے درمیان مین دیوار اسقدر ہو کہ مقتدی اگر امام تک پہونچنے کا قصد
کرے تو نہ پہونچے تو اقتدا صحیح نہوگا خواہ امام کا حال اُسپر مشتبہ ہو یا نہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر دیوار
چھوٹی ہو اور مقتدی کو امام تک پہونچنے کی مانع نہو یا بڑی ہو اور اُسمین روزن ہو کہ امام تک پہونچ جانیکا
مانع نہین تو اقتدا صحیح ہی اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ اگر سوراخ چھوٹا ہو اور امام تک پہونچنے کا
مانع ہو لیکن بسبب سننے کے یا دیکھنے کے امام کے حال مین شبہہ نہین ہوتا یہی صحیح ہی لیکن اگر دیوار چھوٹی ہو اور
امام تک پہونچنے کی مانع ہو لیکن امام کا حال چھپا نہ رہے تو بعضون نے کہا ہی اقتدا صحیح ہوگا اور یہی صحیح ہی
یہ محیط مین لکھا ہی اگر دیوار مین دروازہ بند ہو تو بعضون نے کہا ہی اقتدا صحیح نہوگا اسلیے کہ وہ امام تک
پہونچنے کے لیے مانع ہی اور بعضون نے کہا ہی صحیح ہی اسلیے کہ دروازہ پہونچنے کے لیے بنایا گیا ہی بس بند ہونیکی
حالت مین بھی کھلے ہوے ہونے کا حکم ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - مسجد کے درمیان مین کتنا ہی بڑا فاصلہ ہو
مانع اقتدا نہین یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - اگر مسجد کے کنارہ پر اقتدا کیا اور امام محراب مین ہی تو جائز ہی یہ
شرح طحاوی مین لکھا ہی - اگر کسی کے مکان کی چھت مسجد سے ملی ہوئی ہو تو اُسپر سے اقتدا جائز نہین اگرچہ امام کا
حال مشتبہ ہوتا ہو یہ فتاوی قاضی خان اور خلاصہ مین لکھا ہی - اور یہی صحیح ہی لیکن اگر مسجد کی دیوار پر سے اقتدا کرے
تو صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ایسی دیوار پر کھڑا ہو جو اُسکے گھر اور مسجد کے درمیان مین ہی اور امام
کا حال مشتبہ نہین ہوتا تو اقتدا صحیح ہی اور اگر ایسے چبوترہ پر کھڑا ہوا جو مسجد سے خارج ہی مگر مسجد سے
ملا ہوا ہی تو اگر صفین ملی ہوئی ہین تو اقتدا جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - مسجد کے پڑوس مین رہنے والا
اپنے گھر مین سے مسجد کے امام سے اقتدا کر سکتا ہی اگر اُسکے اور مسجد کے درمیان مین کوئی عام راستہ
نہو اور اگر راستہ ہو مگر صفون کی وجہ سے بند ہوگیا تب بھی جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین حجتہ سے نقل کیا ہی - اگر
مسجد کی چھت پر کھڑا ہوا اور امام مسجد مین ہو اگر چھت پر دروازہ مسجد کی طرف کو ہو اور امام کا حال مشتبہ
نہو تو اقتدا صحیح ہی اور اگر امام کا حال اُس سے مشتبہ ہو تو صحیح نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر چھت
مین دروازہ مسجد کی طرف کو نہو اور امام کا حال مشتبہ نہو تو بھی اقتدا صحیح ہی اور اسی طرح اگر سیڑھی پر کھڑا ہو کر
امام مسجد سے اقتدا کی تو بھی جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی

پانچوین فصل امام اور مقتدی کے

مقام کے بیان مین اگر امام کے ساتھ ایک شخص ہو یا ایک لڑکا ہو جو نماز کو سمجھتا ہو تو اسکے داہنی طرف
کھڑا ہو یہی مختار ہی اور ظاہر روایت کے موجب امام کے پیچھے نہ کھڑا ہو یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بائین طرف کھڑا
ہو تب بھی جائز ہی لیکن برائی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر پیچھے کھڑا ہو تو جائز ہی اور امام محمد رہ نے کراہت
کا ذکر صاف نہین کیا مشایخ فقہا کا اسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا ہی مکروہ ہو یہی صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر
امام کے ساتھ مین دو مقتدی ہون تو پیچھے کھڑے ہون اور اگر ایک مرد ایک لڑکا ہو تو بھی پیچھے کھڑے ہون اور
اگر ایک مرد اور ایک عورت ہو تو مرد داہنی طرف اور عورت پیچھے کھڑی ہو اور اگر امام کے ساتھ دو مرد اور
ایک عورت ہو تو دونون مرد امام کے پیچھے کھڑے ہون اور عورت ان دونون کے پیچھے کھڑی ہو اور اگر
امام کے ساتھ دو مرد ہون اور امام اُن دونون کے بیچ مین کھڑا ہو تو نماز جائز ہو گی اگر دو مرد جنگل مین نماز
پڑھتے ہون ایک مقتدی ہو اور امام کی داہنی طرف کھڑا ہو اور تیسرا شخص اگر مقتدی کو شروع کی تکبیر کہنے سے
پہلے اپنی طرف کو کھینچے تو شیخ امام ابو بکر طرخان سے منقول ہی کہ مقتدی کی نماز کسی شخص کے کھینچنے سے فاسد نہو گی
قبل تکبیر کے کھینچے یا بعد تکبیر کے یہ محیط مین لکھا ہی۔ فتاوی عتابیہ مین ہی کہ یہی صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر
دو شخص جنگل مین نماز پڑھتے ہون اور ایک اُنمین سے دوسرے شخص کا امام ہو پھر ایک تیسرا شخص آکر
اُنکی نماز مین داخل ہو گیا اور امام اپنے موقع سجود سے اسقدر آگے بڑھ گیا جسقدر فاصلہ صف اول اور امام
مین ہوتا ہی تو اُسکی نماز فاسد نہو گی یہ محیط مین لکھا ہی لڑکے اور خنثی اور عورتین اور قریب بلوغ لڑکیان
جمع ہون تو مرد امام کے قریب کھڑے ہون اور اُنکے پیچھے لڑکے اُنکے پیچھے خنثی اُنکے پیچھے عورتین پھر لڑکیان
یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ عورتون کو جماعت مین حاضر ہونا مکروہ ہی مگر بوڑھی عورت کو فجر اور مغرب اور عشا
مین آنا مکروہ نہین مگر اس زمانہ مین بسبب ظہور فساد کے فتوی اسپر ہی کہ کل نمازون مین آنا مکروہ ہی یہ کافی مین
لکھا ہی اور یہی مختار ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور جماعت والون کو چاہیے کہ جب نماز کو کھڑے ہون تو برابر کھڑے
ہون اور درمیان کے فاصلہ بند کرلین اور مونڈھے سے مونڈھے برابر کرین اگر امام اُنکو اسکا حکم کرے
تو مضایقہ نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور امام کو چاہیے کہ وسط صف کے مقابل مین کھڑا ہو اُسکے داہنے
اور بائین کھڑا ہونا بسبب مخالفت سنت کے بُرا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور امام کے مقابلہ مین وہ شخص ہونا چاہیے
جو جماعت مین سب سے افضل ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی پہلی صف مین کھڑا ہونا دوسری سے اور دوسری مین کھڑا ہونا
تیسری سے افضل ہی اگر پہلی صف مین ایک آدمی کی جگہ خالی ہو اور دوسری مین نہو تو دوسری صف کو چیر کر چلا جاوے یہ
قنیہ مین لکھا ہی اور مقتدی کے واسطے افضل وہ جگہ ہی جو امام سے قریب ہو اور اگر کئی مقام امام سے قرب
مین برابر ہون تو امام کے داہنی طرف کھڑا ہو یہی احسن ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ عورت کا مرد سے مقابل ہونا مرد کے
واسطے مفسد صلوۃ ہی اور اسکے لیے بہت سی شرطین ہین منجملہ اُنکے یہ ہی کہ مقابل ہونے والی عورت مشتہات
قابل جماع ہو عمر کا اعتبار نہین یہی اصح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر ایسی لڑکی ہو کہ جسکی طرف رغبت ہوتی ہو اور
وہ نماز کو سمجھتی ہو اسکے مقابل ہو جانے سے نماز فاسد نہین ہوتی یہ کافی مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ نماز
ایسی ہو جسمین رکوع اور سجدہ کرتے ہین اگرچہ وہ دونون اشارہ سے ہی نماز پڑھتے ہون اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ وہ

ہوشیار ہوا تو اول وہ نماز قضا کرے جسمین سو گیا تھا اور اُسمین قرآت نہ کرے اور امام کی متابعت کے لیے قعدہ مین بیٹھے پھر کھڑا ہوا اور ایک رکعت قرآت سے پڑھے پھر بیٹھے اور نماز تمام کرے اور اگر دو رکعتون مین سو گیا تھا اور ایک رکعت مین اُسکو شک ہو گیا کہ امام کے ساتھ ملی تھی یا نہین تو جس رکعت مین شک ہی اُسکو آخر نماز مین قضا کرے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اُسکے متصل **مسائل** یہ ہین کہ امام اور جماعت کے لوگون مین مخالفت ہو اگر امام مین اور جماعت والون مین مخالفت ہوئی جماعت والون نے کہا تو نے تین رکعتین پڑھین امام نے کہا مین نے چار رکعتین پڑھین اگر امام کو اپنے قول کا یقین ہو تو اُسکے قول سے نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر یقین نہو تو اعادہ کرے اور اگر قوم مین باہم اختلاف ہو بعضے کہین تین رکعتین پڑھین ہین اور بعضے کہین چار اور امام ایک فریق کے ساتھ ہو تو امام کا قول لیا جاویگا اگرچہ اُسکے ساتھ ایک ہی شخص ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر امام کے ساتھ ایک شخص بھی نہو اور امام نماز کا اعادہ کرے اور اُسکے پیچھے ساری جماعت اقتدا کرے تو اُنکا اقتدا صحیح ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر جماعت سے ایک شخص کو یقین ہو کہ تین رکعتین پڑھی ہین اور ایک شخص کو یقین ہوا کہ چار رکعتین پڑھی ہین اور امام اور قوم شک مین ہو تو امام اور قوم پر کچھ واجب نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور امام پر اعادہ بھی مستحب نہین اور اگر نقصان کا یقین ہو تو اعادہ ضرور ہی اگر امام کو یقین ہو کہ تین رکعتین پڑھی اور ایک شخص کو یقین ہو کہ پوری نماز پڑھ لی تو امام کو چاہیے کہ قوم کے ساتھ نماز کا اعادہ کرے اور جس شخص کو نماز پوری ہونے کا یقین ہو اُسپر اعادہ واجب نہین یہ محیط مین لکھا ہی اگر قوم مین سے ایک شخص کو نقصان کا یقین ہوا اور سوا اُسکے باقی قوم کو اور امام کو شک ہو تو اگر ابھی وقت نماز کا باقی ہی تو احتیاطاً نماز کا اعادہ کرین اور اگر اعادہ نہ کرین تو کچھ مضائقہ نہین لیکن اگر دو شخص عادل نماز کے نقصان کا یقین کرین اور اُسکی خبر دین تو اعادہ لازم ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی ایک امام جماعت سے نماز پڑھا کر چلا گیا پھر اختلاف ہوا بعضون نے کہا ظہر کی نماز تھی بعضون نے کہا عصر کی تھی پس اگر ظہر کا وقت ہی تو وہ نماز ظہر کی ہوگی اور اگر عصر کا وقت ہی تو عصر کی اور اگر وقت مین بھی شک ہی تو دونون فریقون کی نماز جائز ہو جاویگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی

چھٹا باب نماز مین حدث ہو جانے کے بیان مین

نماز مین جس شخص کو حدث ہو جاوے وہ وضو کرکے اُسی پر بنا کرے یہ کنز مین لکھا ہی عورت اور مرد نماز کے بنا کرنے کے حکم مین برابر ہین یہ محیط مین لکھا ہی جس رکن مین حدث ہوا ہی اُسکا اعتبار نہین اُسکا پھر اعادہ کرے یہ ہدایہ اور کافی مین لکھا ہی از سرنو نماز پڑھنا افضل ہی یہ متون مین لکھا ہی بعض مشایخ کے نزدیک سب کے واسطے یہی حکم ہی اور بعضون نے کہا ہی قطعاً یہ حکم منفرد کے لیے ہی اور امام اور مقتدی کے حق مین یہ حکم ہی کہ اگر دوسری جماعت انکو ملجاوے تو از سرنو نماز پڑھنا اُنکو بھی افضل ہی اور اگر دوسری جماعت نہ ملیگی تو اُسی نماز پر بنا کرنا افضل ہی تا کہ فضیلت جماعت باقی رہے فتاوے مین اسی کو صحیح لکھا ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی بنا کے جائز ہونے کے لیے بہت سی شرطین ہین منجملہ اُنکے یہ ہی

پڑھتا ہو یا ایسی صورت مین امامت کرتا ہو کہ اُسکی امامت جائز ہو لیکن اگر قاری کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اکثر
فقہاء کے نزدیک نماز اُسکی فاسد ہو جاویگی اور فقیہ ابو اللیث کے نزدیک فاسد نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہے اور
یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے یا ننگے کو ایسا کپڑا مل گیا جس سے نماز جائز ہے یعنی اُسمین ایسی نجاست نہین
لگی ہے جو مانع صلوٰۃ ہو یا اُسمین ایسی نجاست لگی ہے اور اُسکے پاس ایسی چیز موجود ہے جس سے نجاست کو دور
کر سکے یا اُسکے پاس نجاست دور کرنے والی کوئی چیز نہین ہے لیکن چوتھائی کپڑا یا اُس سے زیادہ پاک ہے
اور اُس سے ستر ڈھانک سکتا ہے یا تیمم سے نماز پڑھتا تھا اور پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا یا کسی نماز کا فوت
ہونا یاد آیا اور ابھی ترتیب ساقط نہین ہوئی ہے یا اگر وضو کر کے تیمم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور اُس
مقتدی نے پانی دیکھ لیا یا مقتدی تھا اور امام سے کوئی نماز فوت ہو گئی تھی اور امام صاحب ترتیب تھا
اور مقتدی کو امام کی نماز کا فوت ہونا یاد آیا تو فقط مقتدی کی نماز باطل ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہے ان سب صورتون مین جو
نماز باطل ہوتی ہے یہ نفل بھی نہین ہو سکتی مگر تین مسئلون مین ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہین کہ نماز کا فوت ہونا یاد آیا یا صبح
کی نماز مین طلوع ہو گیا یا جمعہ کی نماز مین ظہر کا وقت نکل گیا تو وہ نفل ہو جاوینگی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے
روایات مشہورہ کے بعد جب یہ بارہ مسئلے ہین اسپر بعض مسئلے اور بھی زیادہ کیے گئے ہین منجملہ اُنکے یہ ہے کہ جس
کپڑے سے نماز پڑھتا تھا اب کوئی ایسی چیز مل گئی جس سے نجاست دھو سکتا ہے اور منجملہ اُنکے یہ ہے کہ قضا نماز
پڑھتا تھا اور زوال کا وقت داخل ہو گیا یا سورج غروب کی وجہ سے متغیر ہو گیا یا طلوع ہو گیا اور منجملہ
اُنکے یہ ہے کہ باندی بغیر اوڑھنی کے نماز پڑھتی تھی اور اسی حالت مین آزاد ہو گئی اور اُسنے اُسی وقت اپنا
ستر نہین ڈھانک لیا یہ سب مسئلے ایسے ہین کہ اگر کسی کو ایک اُنمین سے ایسے وقت مین عارض ہو کہ بقدر
تشہد کے بیٹھ چکا ہے یا سہو کے سجدہ مین عارض ہو تو اُسکی نماز بھی باطل ہو جاویگی اور اگر وہ امام ہے تو اُسکے
مقتدیون کی نماز بھی باطل ہو جاویگی اور اگر سلام پھیر دیا اور اُسپر سہو کا سجدہ باقی ہے اُسوقت مین کوئی
صورت ان صورتون مین سے اُسپر عارض ہوئی تو اگر سجدہ کیا تو نماز باطل ہو گئی ورنہ باطل نہین اور اگر قوم
نے امام کے بقدر تشہد کے بیٹھنے کے بعد امام سے پہلے سلام پھیر دیا تھا پھر امام پر ان صورتون مین سے
کوئی صورت عارض ہوئی تو امام کی نماز باطل ہوگی قوم کی نماز باطل نہوگی اور اسی طرح اگر امام نے سہو
کا سجدہ کیا اور قوم نے سجدہ نہ کیا پھر امام پر اُنمین کی کوئی صورت عارض ہوئی تب بھی یہی حکم ہے یہ تبیین مین لکھا ہے

ساتوان باب اُن چیزون کے بیان مین جنسے نماز فاسد یا مکروہ ہوتی ہے

اور اسمین دو فصلین ہین **پہلی فصل** — نماز کی فاسد کرنے والی چیزون کے بیان مین نماز کی فاسد کرنے والی
دو قسم کی چیزین ہوتی ہین قول اور فعل **پہلی قسم اقوال مین** ہے اگر نماز مین بھول کر یا جانکر خطا سے یا ارادے
سے تھوڑا یا بہت کلام کیا خواہ وہ اپنی نماز کی اصلاح کے واسطے کیا مثلاً امام قعدہ کے موقع پر کھڑا ہو گیا اور
مقتدی نے کہا بیٹھ جا یا قیام کے وقت بیٹھ گیا اور مقتدی نے کہا کھڑا ہو جا یا وہ کلام نماز کی اصلاح کے واسطے
نہو اور جیسے لوگ آپسمین باتین کیا کرتے ہین ویسی باتین ہون تو ان سب صورتون مین ہمارے نزدیک
اُسکی نماز ٹوٹ جائیگی یہ تبیین مین لکھا ہے یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کلام کرے یہ فتاوی

قاضی خان مین لکھا ہی اور نیز یہی حکم اُس صورت مین ہی کہ اسطرح کلام کرے کہ سنا جاوے اور اگر ایسا کلام کیا
کہ سنا نہین جاتا پس اگر وہ خود اُسکو سنتا ہی تو نماز فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر خود نہین سنتا اور حروف
صحیح کہے تو نماز فاسد نہوگی یہ زاہدی مین لکھا ہی نوازل مین ہی کہ اگر نماز کے اندر سوتے مین کلام کیا تو نماز
فاسد ہوگی اور یہی مختار ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر عمداً نماز کا سلام پھیرا تو نماز فاسد ہو جاتی ہی اور اگر عمداً نہین
پھیرا اگر اُسکو یہ گمان ہوا تھا کہ نماز پوری ہو چکی تو نماز فاسد نہین ہوتی اور اگر نماز کو بھی بھول گیا
تھا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر کسی شخص کو سلام کیا تو ہر صورت مین نماز فاسد ہو جاویگی یہ شرح الاحکام
مین لکھا ہی مسبوق نے یہ جانکر سلام پھیرا کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہیے تو وہ عمداً سلام
ہوا اُسپر بنا جائز نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی مسبوق
نے اگر امام کے ساتھ سلام پھیرا تو اگر اُسکو یہ یاد تھا کہ میری نماز ابھی باقی ہی تو نماز اُسکی فاسد ہو جاویگی
اور اگر بھول گیا تھا تو فاسد نہوگی اسواسطے کہ بھول کر سلام کہنا تحریمہ صلوۃ سے خارج نہین کرتا یہ شرح
طحاوی کے باب سجود سہو مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے عشا کی نماز پڑھی اور دو رکعتون کے بعد اُسکو تراویح سمجھکر
سلام پھیر دیا یا ظہر کی نماز مین دو رکعتون کے بعد جمعہ کے گمان سے سلام پھیر دیا یا مقیم نے دو رکعتون کے بعد
اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر سلام پھیر دیا تو از سر نو نماز پڑھے اور اگر دو رکعتون کے بعد اس گمان سے سلام پھیرا
کہ یہ چوتھی رکعت ہی تو وہ اُسی طرح نماز پڑھتا رہے اور سہو کا سجدہ کر لے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
اور ان مسائل مین ضابطہ کلیہ یہ ہی کہ سلام مین جو سہو ہوا اگر اصل صلوۃ مین سہو ہوا ہی تو نماز فاسد
ہو جاویگی اور اگر وصف صلوۃ مین سہو ہوا ہی تو نماز فاسد نہوگی یہ محیط کی سترھوین فصل مین لکھا ہی جو سجود
سہو کے بیان مین ہی اگر بھول کر کسی کو سلام کرنے کا ارادہ کیا اور جب السلام کہا تو یہ یاد آیا کہ مجھکو
نماز کی حالت مین سلام کہنا جائز نہین پس خاموش ہو گیا تو نماز اُسکی فاسد ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر سلام
کی نیت سے مصافحہ کیا تو بھی نماز فاسد ہوگی کیونکہ حقیقت مین وہ بھی کلام ہی اشارہ سے بھی سلام کا
جواب نہ دے اور اگر اشارہ سے سلام کا جواب دیا یا نماز پڑھنے والے سے کسی نے کوئی چیز مانگی
اور اُسنے ہاتھ یا سر سے ہان یا نہین کا اشارہ کیا تو اُسکی نماز فاسد نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی مگر مکروہ ہوگی
یہ شرح منیۃ المصلی مین لکھا ہی جو امیر الحاج کی تصنیف ہی۔ کسی شخص نے چھینکا اور نماز پڑھنے والے نے
یرحمک اللہ کہا تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ دونون محیط مین لکھا ہی اور اگر خود نماز پڑھنے والے کو چھینک آئی
اور اُسنے خود اپنی طرف خطاب کرکے یرحمک اللہ کہا تو نماز فاسد نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر نماز پڑھنے
مین چھینکا اور دوسرے نے یرحمک اللہ کہا اور مصلی نے آمین کہا تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ منیۃ المصلی اور
محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص نے چھینکا اور مصلی نے الحمد للہ کہا تو نماز فاسد نہین ہوگی اسلیے کہ وہ جواب
نہین ہی اور جواب کا یا اُسکے سمجھانے کا ارادہ کیا تو صحیح یہ ہی کہ نماز فاسد ہو جاویگی یہ تمرتاشی مین لکھا ہی اور اگر
نماز پڑھنے مین چھینکا اور خود الحمد للہ کہا تو نماز فاسد نہوگی اور چاہیے کہ اپنے دل مین کہ لے اور بہتر یہ ہی کہ ساکت
رہے یہ خلاصہ مین لکھا ہی جب اُسوقت الحمد للہ نہ کہا تو کیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے

صحیح یہ ہی کہ کہے اور اگر مقتدی ہی تو فقہا کے قول کے بموجب الحمد للہ نہ کہے نہ آہستہ سے نہ آواز سے یہ مضمرات
مین لکھا ہی دو شخص نماز پڑھتے تھے اُنمین سے ایک نے چھینکا اور ایک شخص نے جو خارج نماز تھا
یرحمک اللہ کہا اور اُن دونون نے آمین کہا تو چھینکنے والے کی نماز فاسد ہوجاویگی اور دوسرے کی نماز
فاسد نہوگی اسواسطے کہ یرحمک اللہ کہنے والے نے اُسکے واسطے دعا نہین کی تھی یہ ظہیریہ اور فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی۔ فتاوی مین ہی کہ اگر ایک سے خطاب کرکے یرحمک اللہ کہا اور دوسرے شخص
نے آمین کہا تو آمین کہنے والے کی نماز فاسد نہوگی اسواسطے کہ اُسکے لیے دعا نہین کی تھی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی اگر قرآن پڑھا یا اللہ کا ذکر کیا اور اُس سے کسی آدمی کو حکم کرنے یا منع کرنے کا ارادہ کیا تو نماز فاسد
ہوجاویگی اور اگر کوئی شخص نماز مین خلل ڈالتا ہی اُسکی تنبیہ کا ارادہ کیا تو فاسد نہوگی یہ تہذیب مین لکھا ہی اگر امام
سے کچھ غلطی ہوتی اور مقتدی نے سبحان اللہ کہدیا تو کچھ مضایقہ نہین اسلیے کہ اُس سے اصلاح نماز کی مقصود
ہی اگر امام دو رکعتون کے بعد قعدہ کرے اور تیسری رکعت کو اُٹھے تو مقتدی کو سبحان اللہ نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ
جب امام قیام سے قریب ہوگیا تو پھر اُسکو لوٹنا جائز نہین پس اسکا سبحان اللہ کہنا کچھ مفید نہوگا یہ بحر الرائق
مین بدائع سے نقل کیا ہی اگر اپنے امام کے سواے غیر کو لقمہ دیا تو نماز فاسد ہوجاویگی لیکن اگر تعلیم کا
ارادہ نہین کیا تلاوت کا ارادہ کیا تھا تو فاسد نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ایک مرتبہ کے لقمہ دینے سے نماز
فاسد ہوجاتی ہی کئی بار ہونا شرط نہین یہی اصح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر نماز پڑھنے والے نے
کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دیا اور اُسنے اُسکا لقمہ قبول کرلیا تو نماز فاسد ہوجاویگی یہ منیۃ المصلی مین
لکھا ہی اگر اپنے امام کو لقمہ دیا تو نماز فاسد نہوگی بعض کا قول یہ ہی کہ اپنے امام کو لقمہ دے تو تلاوت
کا ارادہ کرے اور صحیح یہ ہی کہ اپنے امام کو لقمہ دینے کی نیت کرے قرات کی نیت نہ کرے فقہانے کہا ہی کہ
یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب امام ایسے وقت مین اٹک گیا کہ قرات بقدر جواز صلوۃ نہین کی ہی یا قرات کے
بعد اٹکا اور کوئی اور آیۃ نہین شروع کردی لیکن اگر اسقدر پڑھ لیا ہی جس سے نماز جائز ہوجاتی ہی یا دوسری
آیۃ شروع کردی ہی اُسوقت مین لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوجاویگی اور صحیح یہ ہی کہ لقمہ دینے والے
کی نماز کسی حالت مین فاسد نہوگی اور صحیح قول کے بموجب امام اگر لقمہ قبول کرلے تو اُسکی بھی نماز فاسد نہوگی یہ
کافی مین لکھا ہی۔ اور مقتدی کو فوراً لقمہ دینا مکروہ ہی اسلیے کہ شاید امام کو اُسی وقت یاد آجاوے پس مقتدی
کی بغیر حاجت کے امام کے پیچھے قرات ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور امام کو بھی چاہیے کہ مقتدی کو
لقمہ دینے کی حاجت نہ ڈالے اسلیے کہ وہ اس صورت مین گویا اُنکے اوپر قرات کی ضرورت ڈالتا ہی
اور مقتدی کی قرات مکروہ ہی بلکہ اسقدر پڑھ لیا ہی جس سے نماز جائز ہوجاتی ہی تو رکوع کردے اور
دوسری آیۃ کی طرف نہ جاوے یہ کافی مین لکھا ہی ضرورت ڈالنے سے مراد یہ ہی کہ بار بار ایک آیۃ کو پڑھے
یا چپکا کھڑا ہوجاوے یہ نہایہ مین لکھا ہی امام رک گیا اور اُسکو ایسے شخص نے لقمہ دیا جو اُسکے ساتھ نماز مین
نہین ہی اور اُسی وقت امام کو بھی یاد آگیا پس اگر امام نے اُسکے لقمہ کے تمام ہونے سے پہلے پڑھنا شروع
کردیا تو اُسکی نماز فاسد نہوگی ورنہ فاسد ہوجاویگی اسلیے کہ اُسکا یاد آنا اُسکے لقمہ دینے کی طرف منسوب ہوگا

اگر کوئی لڑکا قریب بلوغ لقمہ دیوے تو اسکا حکم وہی ہوگا جو بالغ کے لقمہ کا ہوتا ہی اگر مقتدی نے کسی ایسے
شخص سے سنا جو نماز مین نہین ہی اور سنکر اپنے امام کو لقمہ دیا تو ضرور ہی کہ سب کی نماز باطل ہوجاوے اسلیے کہ
خارج سے تلقین ہوئی یہ بحرالرائق مین قنیہ سے نقل کیا ہی اگر نماز پڑھنے مین کوئی خوشی کی خبر سنی اور الحمد للہ
کہا اور اسکے جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر جواب کا ارادہ نہین کیا یا اپنے نماز مین ہونے کی خبر
دینے کا ارادہ کیا تو بالاجماع نماز فاسد نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کوئی تعجب کی خبر سنی اور سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ
یا اللہ اکبر کہا تو اگر جواب کا ارادہ نہین کیا ہی تو سب کے نزدیک نماز فاسد نہوگی اور اگر جواب کا ارادہ کیا ہی تو امام ابو یوسف
اور امام محمد رح کے نزدیک نماز فاسد ہوجاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر اسکے بچھونے ڈنک مارا اور بسم اللہ کہا تو امام ابوحنیفہ
اور امام محمد رح کے نزدیک نماز فاسد ہوجاویگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور بعضون نے کہا ہی فاسد نہوگی اسلیے کہ
یہ اس قسم کی بات نہین ہی جسے آدمی آپسمین باتین کرتے ہین اور نصاب مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی یہ بحرالرائق
مین لکھا ہی اگر چاند دیکھکر ربی و ربک اللہ کہا تو امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک نماز فاسد
ہوجاویگی۔ اگر بخار یا کسی اور مرض کے دفع کرنے کے لیے کچھ قرآن اپنے اوپر پڑھا تو فقہا کے نزدیک نماز
فاسد ہوجاویگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی بیمار نے کھڑے ہوتے وقت یا جھکتے وقت مشقت یا درد کی وجہ سے بسم اللہ
کہا تو نماز فاسد نہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور صدر الشہید کی جامع صغیر مین ہی کہ انا للہ وانا
الیہ راجعون کہنے مین اگر جواب کا ارادہ کیا تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوجاویگی اگر اللہم صلی علی محمد
یا اللہ اکبر کہا اور جواب کا ارادہ نہین کیا تو بالاجماع نماز فاسد نہوگی اور اگر جواب کا ارادہ کیا تو بعضون
کے نزدیک نماز فاسد نہوگی اور بعض ... ہی سب کے نزدیک نماز فاسد ہوجاویگی اور یہی ظاہر ہی۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز مین درود پڑھا تو اگر
دوسرے کے جواب مین نہ تھا تو اسکی نماز فاسد نہوگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا اور اسکے جواب
مین درود پڑھا تو نماز اسکی فاسد ہوجاویگی اگر کسی شخص نے ماکان محمد ابا احد من رجالکم پڑھا اور دوسرے
شخص نے نماز مین سنکر درود پڑھا تو اسکی نماز فاسد نہوگی اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایسی آیۃ پڑھی جسمین
شیطان کا ذکر تھا اور دوسرے شخص نے نماز مین سنکر لعنۃ اللہ کہا تو اسکی نماز فاسد نہوگی اگر کسی شخص نے
پکار کر کہا کہ حاجتون کے پورا ہونے کے لیے سورہ فاتحہ پڑھو اور نماز پڑھنے والے نے سورہ فاتحہ پڑھی تو
اسکی نماز فاسد ہوجاویگی اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر ایسا شعر پڑھا کہ وہ بالکل قرآن مین موجود ہی
جیسے شاعر کا قول ہی ارایت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم یا جیسے یہ قول ہی ویخزہم وینصرکم
علیہم ۞ ویشف صدور قوم مومنین ۞ اور ایسے پڑھنے مین شعر پڑھنے کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہوجاویگی یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہی اور اگر کوئی شعر یا خطبہ اپنے دل مین تصنیف کیا اور زبان سے نہ کہا تو نماز فاسد نہوگی لیکن برا کیا یہ منیۃ المصلی
مین لکھا ہی اور فتاوی مین ہی کہ اگر نماز کے اندر سوچ کر کسی حدیث یا شعر یا خطبہ یا مسئلہ کو یاد کیا تو مکروہ ہی اور اسکی نماز فاسد
نہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر نماز کے اندر نعم کا لفظ اسکی زبان سے نکلا پس اگر اسکی عادت تھی کہ یہ
لفظ اسکے کلام مین جاری ہوا کرتا ہی تو اسکی نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر یہ عادت نہ تھی تو فاسد نہوگی
اسلیے کہ وہ منجملہ قرآن شمار ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر فارسی مین آرے کا لفظ کہا تو اسکا حکم بھی وہی ہی جو

کلام کا تھا اگر اُسکی یہ عادت تھی تو نماز فاسد ہوجاویگی ورنہ فاسد نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اگر نماز کے
اندر ایسی دعا مانگی جسکا سوال بندون سے محال ہو مثلاً عاقبت یا مغفرت یا رزق کی دعا مانگی یا اللھم ارزقنی یا
یا اللھم اغفرلی کہا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر ایسی دعا مانگی کہ جسکا سوال بندون سے محال نہین ہو مثلاً اللھم اطعمنی یا
اللھم اقض دینی یا اللھم زوجنی کہا تو نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر اللھم ارزقنی فلانۃ کہا تو صحیح یہ ہو کہ نماز فاسد ہوجاویگی
اسلیے کہ یہ لفظ بھی اُس قسم مین سے ہو کہ باہم لوگون کی گفتگو مین مستعمل ہوتا ہو اور اگر اغفرلی ولوالدی کہا تو نماز
فاسد نہوگی اسواسطے کہ وہ قرآن مین موجود ہی اور اگر اللھم اغفر لاخی کہا تو شیخ ابو الفضل بخاری سے مذکور ہو کہ نماز
فاسد ہوجاویگی اور صحیح یہ ہو کہ فاسد نہوگی اسلیے کہ وہ قرآن مین موجود ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہو اگر اللھم اغفر لامی یا اللھم اغفر لعمی
یا اللھم اغفر لخالی یا اللھم اغفر لزید کہا تو نماز فاسد ہوجاویگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اگر امام نے کوئی آیۃ
رغبت دلانے یا ڈرانے کے مضمون کی پڑھی اور مقتدی نے سنکر کہا صدق اللہ وبلغت رسلہ تو برا کیا اور
نماز فاسد نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اور یہی ظہیریہ مین لکھا ہو کوئی نماز پڑھنے والا جب یا ایہا الذین
آمنوا پڑھتا ہو تو سر اٹھا کر کہتا ہو لبیک سیدی تو بہتر یہ ہو کہ ایسا نہ کرے اور اگر کیا تو بعض فقہا نے کہا ہو کہ
نماز اُسکی فاسد نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہو یہ فتاوی قاضی خان کے ان مسئلون مین مذکور ہی جو قرات
قرآن سے متعلق ہین اگر حج کرنے والے نے اپنی نماز کے اندر لبیک کہا تو نماز فاسد ہوجاویگی یہ خلاصہ
مین لکھا ہو اور اگر ایام تشریق مین اللہ اکبر کہا تو نماز فاسد نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اگر نماز کے
اندر اذان کے کلمات بارادہ اذان کہے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک نماز فاسد ہوجاویگی یہ محیط مین لکھا ہو
اگر نماز کے اندر اذان سنی اور جو موذن کہتا ہو وہی کہنے لگا اگر اذان کے جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد
ہوجاویگی ورنہ فاسد نہوگی اور اگر اُسکی کچھ نیت نہین ہو تو بھی فاسد ہوجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اگر نماز
پڑھنے والے کے دل مین شیطان نے کوئی وسوسہ ڈالا اور اُسنے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہا اگر یہ
وسوسہ متعلقہ امور آخرت تھا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر متعلقہ امور دنیا تھا تو فاسد ہوجاویگی یہ تمرتاشی مین لکھا ہو اگر
نماز کے آخر مین تشہد کو بھول گیا اور سلام پھیر دیا پھر یاد آیا اور تشہد پڑھنا شروع کر دیا اور تھوڑا سا پڑھ کر
تشہد کے تمام ہونے سے پہلے سلام پھیر دیا تو امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب اُسکی نماز فاسد
ہوجاویگی اسواسطے کہ پہلا قعدہ اخیر کا تشہد کی طرف عود کرنے سے باطل ہوگیا پس جب تشہد پورا ہونے
سے پہلے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگئی اسواسطے کہ قعدہ اخیر بقدر تشہد کے ادا نہین ہوا اور امام محمد رح نے
کہا ہو کہ نماز اُسکی فاسد نہوگی اسواسطے کہ پہلا قعدہ اُسکا قرات تشہد کی طرف عود کرنے سے پورا باطل نہوگا
اور صرف اُسی قدر باطل ہوگا جسقدر تشہد اُسنے پڑھا ہو یا کچھ بھی باطل نہوگا اسواسطے کہ قرات تشہد کا محل
قعدہ ہو اور اُسکے باطل کرنے کی کوئی ضرورت نہین اور اسی پر فتوی ہو اسی وجہ سے مشائخ نے اس
مسئلے مین اختلاف کیا ہو جسمین ائمہ سے کوئی روایت نہین اور وہ یہ ہو کہ الحمد اور سورہ پڑھنا بھول گیا اور
رکوع کر دیا اور رکوع مین یاد آیا پھر قرات کے واسطے کھڑا ہوا پھر نادم ہوکر سجدہ مین چلا گیا اور رکوع کا اعادہ نکیا بعضون
نے کہا ہو کہ نماز اُسکی فاسد ہوجاویگی اسلیے کہ جب وہ قرات کے لیے کھڑا ہوا تو رکوع باطل ہوگیا پس جب پھر

رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز باطل ہوگئی اور بعضون نے کہا ہی کہ سب رکوع باطل نہوگا یا کچھ باطل نہوگا اسواسطے کہ
رکوع کا باطل ہونا قرات کی وجہ سے تھا اور جب اُسسے قرات گئی تو گویا اُسنے یہ فعل ہی نہین کیا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور
اگر نماز مین بلند آواز سے آہ آہ یا اوہ اوہ کہا یا رویا جس سے حروف پیدا ہوگئے پس اگر یہ جنت یا نار کے ذکر سے تھا
تو نماز اُسکی پوری ہوگئی اور اگر درد یا مصیبت سے تھا تو نماز اُسکی فاسد ہوگئی اور اگر اپنے گناہون کی کثرت
کا خیال کر کے آہ کی تو نماز قطع نہوگی اور اگر نماز مین ایسا رویا کہ صرف آنسو بہے اور آواز نہ نکلی تو نماز فاسد
نہوگی اور اگر اخ اخ کیا تو اگر سنا نہ جاوے تو بالاجماع نماز فاسد نہوگی اور مکروہ ہوگی اسلیے کہ وہ کلام نہین ہی
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر اپنے سجدہ کی جگہ سے خاک کو پھونکا تو اگر وہ پھونکنا مثل سانس لینے کے تھا کہ
اُسکی آواز سُنی نہین جاتی تھی تو نماز فاسد نہوگی لیکن عمدًا ایسا کرنا مکروہ ہی اور اگر اسطرح سُننے مین آیا تھا کہ
حروف بھی اُسمین سے پیدا ہوتے تھے تو وہ بمنزلہ کلام کے ہی اور نماز اُس سے قطع ہو جاویگی یہ خلاصہ
مین لکھا ہی۔ اگر جانور کو ہر کہکے یا کتے کو ہو کہکے ہٹایا تو نماز قطع ہو جاویگی اور اگر اسطرح ہٹایا کہ حروف
بھی نہین پیدا ہوے تو نماز قطع نہوگی۔ کسی نے بلی کو اسطرح بلایا کہ اُسکی آواز مین حروف بھی پیدا ہوگئے
تو نماز قطع ہو جاویگی اور اگر اسطرح بلایا کہ حروف بھی نہ پیدا ہوے تو نماز قطع نہوگی اور جب بلی کو اسطرح
بھگایا کہ حروف بھی پیدا ہوگئے تو نماز قطع ہو جاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر بلا عذر کھنکارا اور اُسپر مجبور
نہ تھا اور اُس سے حروف حاصل ہوگئے تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر اُس سے حروف
ظاہر نہین ہوے تو بالاتفاق نماز فاسد نہوگی لیکن یہ مکروہ ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر عذر سے کھنکارا
مثلاً مجبور تھا تو نماز فاسد نہوگی اسواسطے کہ اُس سے بچ نہین سکتا اور اسی طرح آہ آہ کہنا اور اوہ اوہ کہنا
اگر عذر سے ہی مثلاً مریض ہی اپنے نفس مین طاقت نہین رکھتا تو اُسکا بھی یہی حکم ہی اور اُسوقت مین وہ
مثل چھینک یا ڈکار کے سمجھا جائیگا اور اگر چھینک لی یا ڈکار لی اور اُس سے کلام پیدا ہوگیا تو نماز فاسد نہوگی
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر اپنی آواز درست کرنے کے لیے یا اپنی آواز کو اچھا بنانے کے لیے کھنکارا تو
صحیح قول کے بموجب نماز فاسد نہوگی اسی طرح اگر امام سے کوئی خطا ہوئی اور مقتدی اُسکے بتانے کے واسطے
کھنکارا تو نماز فاسد نہوگی اور غایۃ مین ہی کہ اگر کوئی شخص اپنے نماز مین ہوتے پر آگاہ کرنے
کے لیے کھنکارا تو نماز فاسد نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر قرآن مین دیکھ کر قرات کی تو امام ابو حنیفہ رح کے
نزدیک اُسکی نماز فاسد ہوگی اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہوگی اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ قرآن کا
اٹھانا اور اُسکے ورق لوٹنا اور اُسپر نظر کرنا عمل کثیر ہی اور بغیر اسکے نماز ادا ہو سکتی ہی اور اس قول سے معلوم ہوا
کہ قرآن اُسکے سامنے رحل پر رکھا ہوا ہو اور وہ اُسکو اُٹھاتا نہو اور اُسکے ورق نہ لوٹتا ہو یا محراب مین لکھا ہو
اور اُس سے پڑھتا ہو تو نماز فاسد نہوگی دوسری دلیل امام ابو حنیفہ رح کی یہ ہی کہ قرآن سے لینا تعلم لینا ہی
اور وہ اعمال صلوۃ مین سے نہین ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ خواہ قرآن کو اُٹھاوے یا نہ اُٹھاوے ہر صورت
مین نماز فاسد ہو جاتی ہی اور یہی صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر قرآن یاد ہی اور لکھے ہوے سے بغیر اُٹھائے
قرآن کے پڑھا تو نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ نہ قرآن اُٹھایا اور نہ اُس سے تلقین حاصل کی اور مختصر جامع

مین قرآن مین سے دیکھکر تھوڑے اور بہت پڑھنے مین فرق نہین کیا بعض مشایخ نے کہا ہی کہ اگر بقدر ایک آیت کے پڑھا تو نماز فاسد ہوجاویگی ورنہ فاسد نہوگی اور بعض نے کہا ہی کہ بقدر سورہ فاتحہ کے پڑھا تو فاسد ہوگی اور اس سے کم پڑھا تو فاسد نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر نماز مین کسی لکھے ہوے پر نظر پڑی اور وہ آیت قرآن کی تھی اور اُسکو سمجھ لیا تو بلا خلاف نماز جائز ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور جامع صغیر حسامی مین ہی کہ اگر نماز کے اندر کسی فقہ کی کتاب پر نظر پڑی اور اُسکو سمجھ لیا تو بالاجماع نماز فاسد نہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر محراب پر سوائے قرآن کے کچھ اور لکھا تھا اور اُسکو مصلی نے دیکھا اور تامل کیا اور سمجھا تو امام ابو یوسف رحمہ کے قول کے بموجب نماز فاسد نہوگی اور اسی کو جاسے مشایخ نے اختیار کیا ہی اور امام محمد رحمہ کے قیاس کے بموجب نماز فاسد ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ نماز اُسکی بالاجماع فاسد نہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر کوئی قصد کرکے سمجھے یا بلا قصد سمجھے اسمین بموجب قول صحیح کے کچھ فرق نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اگر نماز کے اندر انجیل یا توریت یا زبور مین سے کچھ پڑھا خواہ وہ قرآن اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا نہ پڑھ سکتا ہو تو نماز اُسکی فاسد ہوجاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی **دوسری قسم** اُن افعال کے بیان مین جنسے نماز فاسد ہوجاتی ہی عمل کثیر سے نماز فاسد ہوجاتی ہی اور عمل قلیل سے فاسد نہین ہوتی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی قلیل اور کثیر مین کیا فرق ہی اسمین تین قول ہین **اول** یہ ہی جس کام کی عادت دونون ہاتھون سے کرنے کی ہوتی ہی وہ عمل کثیر ہی اگرچہ ایک ہاتھ سے ہی کرے جیسے عمامہ باندھنا اور کرتا پہننا اور پائجامہ باندھنا اور کمان سے تیر پھینکنا اور جس کام کی ایک ہاتھ سے کرنے کی عادت ہی وہ قلیل ہی اگرچہ دونون ہاتھون سے کرے جیسے کرتا اُتارنا اور پائجامہ کھولنا اور ٹوپی اوڑھنا اور اُتارنا اور لگام اُتارنا یہ تبیین مین لکھا ہی اور جو کام ایک ہاتھ سے ہوتا ہی وہ تھوڑا جب ہی ہی کہ بار بار نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی **دوسرا قول** یہ ہی کہ نماز پڑھنے والا اپنی راے مین جسکو قلیل سمجھے وہ قلیل ہی اور جسکو کثیر سمجھے وہ کثیر ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ رح کے قول سے بہت قریب ہی **تیسرا قول** یہ ہی کہ اگر دور سے کوئی دیکھنے والا اُسکو دیکھکر یقین کرے کہ یہ نماز مین نہین ہی تو وہ عمل کثیر ہی اور اُس سے نماز فاسد ہوتی ہی اور اگر شک ہو تو مفسد نہین ہی اصح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور یہی احسن ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اسی کو اکثر فقہا نے اختیار کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان اور خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر تلوار گلے مین ڈالی یا نکالی تو اُس سے نماز فاسد نہین ہوتی اور اسی طرح اگر اپنی چادر اوڑھی یا ہلکی چیز اُٹھائی جسکو ایک ہاتھ سے اُٹھایا کرتے ہین یا کسی بچہ کو یا کپڑے کو اپنے کاندھے پر اُٹھایا تو اُس سے نماز فاسد نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کوئی ایسی چیز اُٹھائی جسکے اُٹھانے مین تکلیف اور دقت ہوتی ہی تو نماز فاسد ہوجاویگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر جانکر یا بھول کر کھایا یا پیا تو نماز فاسد ہوجاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر اُسکے دانتون مین کچھ کھانا تھا اور اُسکو نگل گیا اگر وہ چنے سے کم تھا تو نماز فاسد نہوگی مکروہ ہوگی اور اگر چنے کے برابر ہوگا تو فاسد ہوگی یہ سراج الوہاج مین فتاوی سے نقل کیا ہی اور یہی تبیین اور بدائع اور شرح طحاوی مین لکھا ہی اور بقالی نے ذکر کیا ہی کہ یہی اصح ہی یہ برجندی مین لکھا ہی۔ اگر اُسکے دانتون مین سے خون نکلا اور اُسکو نگل گیا تو اگر تھوک اُسپر غالب تھا تو نماز فاسد نہوگی

یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے نصاب مین ہے کہ اگر کسی شخص نے نماز شروع کرنے سے پہلے کچھ کھایا یا پیا پھر نماز شروع کر دی اور اُسکے منھ مین کچھ کھانے یا پینے کی چیز باقی رہگئی تھی اور اُس بقیہ کو کھا لیا یا پی لیا تو اُسکی نماز فاسد ہوگی اور اسی پر فتوی ہے اسی طرح اگر اُسکے دانتون مین کوئی چیز تھی اور نماز مین ہے اور وہ اُسکو نگل گیا تو اگرچہ چنے کے برابر ہو اُس سے نماز فاسد نہین ہوتی یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف کا ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے اگر اُسکے دانتون مین سے خون نکلا اور اُسکو نگل گیا تو اگر منھ بھر کر نہ تھا تو اس سے فاسد نہین ہوتی یہ فتاوی قاضی خان اور خلاصہ اور محیط مین لکھا ہے اگر باہر سے ایک تل منھ مین لیا اور اُسکو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور یہی اصح ہے اور اگر کوئی چیز میٹھی کھائی اور نگل گیا پھر نماز مین داخل ہوا اگر اُسکی شیرینی منھ مین موجود تھی اور اُسکو بھی نگل گیا تو نماز فاسد نہوگی اگر قند یا شکر منھ مین تھی اور اُسکو چبایا نہین لیکن نماز پڑھنے مین اُسکی شیرینی حلق کے اندر جاتی ہے تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور یہی مختار ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر بہت سا گوند چبایا تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر چھالی کو چبایا اور وہ ٹوٹی نہین تو اگر بہت چبایا تو اس سبب سے نماز فاسد ہو جاویگی کہ وہ عمل کثیر ہے اور اگر اُسمین سے کچھ ٹوٹ کر اُسکے حلق مین داخل ہوگیا تو اگرچہ تھوڑا ہو نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر اُسکو چبایا نہین اور تحریک کے ساتھ حلق کے اندر چلی گئی تو نماز فاسد نہوگی اور اگر اولا یا کوئی قطرہ یا برف کا ٹکڑا اُسکے منھ مین چلا گیا اور اُسکو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر نماز پڑھنے مین چراغ کی بتی اُٹھائی تو نماز فاسد نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر نماز پڑھنے مین چراغ مین تیل رکھدی تو نماز فاسد نہوگی اسواسطے کہ وہ عمل قلیل ہے یہ سراج الوہاج مین فتاوی سے نقل کیا ہے۔ اگر منھ بھر کر قی کی تو وضو ٹوٹ جائیگا نماز فاسد نہوگی اور اگر منھ بھرنے سے کم قی کی تو اُسکا وضو بھی نہین ٹوٹیگا اور نماز بھی فاسد نہوگی اور اگر منھ بھر کر قی کی اور اُسکو نگل گیا اور وہ اُسکو اُگل دینے پر قادر تھا تو نماز اُسکی فاسد ہو جاویگی اور اگر منھ بھر کر نہ تھی تو امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب نماز فاسد نہوگی امام محمد رح کے قول کے موافق فاسد ہو جاویگی اور زیادہ احتیاط امام محمد کے قول مین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر عمداً قی کی تو اگر وہ قی منھ بھر کر نہ تھی تو اُسکی نماز فاسد نہوگی اور اگر منھ بھر کر تھی تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر نماز مین قبلہ کی طرف کو چلا تو اگر لاحق نہین ہے اور مسجد سے نہین نکلا تو نماز فاسد نہوگی اور میدان مین جب تک صفون سے نہ نکلا تب تک فاسد نہوگی یہ منیہ مین لکھا ہے اور قبلہ کی طرف کو پیٹھ پھیر دی تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر نماز مین بقدر ایک صف کے چلا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر بقدر دو صفون کے ایک بار چلا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر بقدر ایک صف کے ایک بار چلا اور کچھ ٹھہرا پھر بقدر ایک صف کے چلا تو نماز فاسد نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے رفع یدین سے نماز فاسد نہین ہوتی اگر دونون پانون پھیلا کر سواری کے گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ایک پانون سے ہانکا تو نماز فاسد نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر ایک پانون ہلایا مگر برابر ہلاتا رہا تو فاسد نہوگی اور اگر دونون پانون کو ہلایا تو نماز فاسد ہو جاویگی اس قول مین دونون پانون کے عمل کو دونون ہاتھون کے عمل پر اور ایک پانون کے عمل کو ایک ہاتھ کے عمل پر اعتبار کیا ہے بعضون نے کہا ہے کہ اگر دونون پانون

تھوڑے ہلانے تو نماز فاسد نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے یہی اوجہ ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر سینہ اپنا قبلہ کی طرف سے پھیر دیا
اور بعذر نہیں تو نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر سینہ نہ پھیرا تو نماز فاسد نہوگی یہ زاہدی میں لکھا ہے مگر یہ حکم
اسی صورت میں ہے کہ [illegible] قبلہ کی طرف کو پھیرے [illegible] یہ تبیین میں لکھا ہے اگر جانور پر سوار ہوا تو نماز فاسد
ہو جاویگی سواے اس کے [illegible] دونوں [illegible] کے [illegible] نہیں ہو سکتا اور اگر جانور پر سے اترا
تو نماز فاسد نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی شخص نماز پڑھتا تھا اسکو ایک شخص نے اٹھا کر
ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیا مگر قبلہ کی طرف سے نہیں پھیرا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر اسکو جانور
پر بٹھا دیا تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اگر بلا عذر امام سے آگے بڑھ گیا تو نماز فاسد ہوگی
یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور فتاوی [illegible] میں ہے کہ کوئی شخص جنگل میں نماز پڑھ رہا ہے اور اپنی نماز
کی جگہ سے بقدر سجدہ کے [illegible] یا پیچھے کو ہٹ گیا تو اسکی نماز فاسد نہوگی اور اسی طرح بقدر صفوں کے اسکے
پیچھے اور داہنے اور بائیں [illegible] جاتی ہے اور اسکا حکم سجدہ دیا جاتا ہے تو جب تک اپنی جگہ سے باہر
نہیں ہوا مسجد سے باہر نہیں ہوا اس باب میں لکیر کھینچ لینے کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص
اپنے گرد لکیر کھینچ لے اور لکیر سے باہر ہوا اور بقدر سجود کے باہر نہ گیا تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ محیط میں لکھا ہے
اگر صف کے بیچ میں کچھ جگہ خالی تھی اور اسمین کوئی شخص داخل ہوا اور دوسرا شخص جگہ فراخ ہونے کے
واسطے آگے بڑھ گیا تو اسکی نماز فاسد ہو جاویگی یہ خزانۃ الفتاوی میں لکھا ہے اور یہی قنیہ میں لکھا ہے کوئی شخص
اپنے گھر مغرب کی نماز پڑھتا تھا اور ایک شخص نے اگر اسکے پیچھے نفل کی نیت باندھ لی اور امام بھول کر
چوتھی رکعت کو کھڑا ہوا اور تیسری رکعت پر نہ بیٹھا اور مقتدی نے اسکی متابعت کی تو فقیہا نے کہا ہے کہ امام
اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جاویگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ نماز میں بچھو یا سانپ کے مارنے
سے نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ ایک ضرب میں مرے خواہ بہت سی ضربوں میں یہی اظہر ہے اور جمع النوازل
میں لکھا ہے کہ اگر یہ حادثہ مقتدی [illegible] واقع ہوا اور جوتی ہاتھ میں لے کر اسکی طرف جاوے تو اگرچہ امام
آگے بڑھ جاوے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوتی یہ خلاصہ میں لکھا ہے سب طرح کے سانپوں کے مارنے کا
یہی حکم ہے یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور سانپ اور بچھو کا مارنا نماز میں اسی وقت مباح ہے کہ جب اسکے
سامنے آجاوے اور ایذا دینے کا خوف ہوا اور اگر ایذا دینے کا خوف نہیں ہے تو مکروہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے
اگر پے در پے تین پتھر پھینکے یا تین بار جوں ماریں یا پے در پے تین بال اکھاڑے یا آنکھوں میں سرمہ لگایا تو نماز فاسد
ہو جاویگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے حجۃ میں ہے کہ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے پتھر اسطرح پھینکا کہ اپنے
ہاتھ کو پھیلا کر خوب طاقت سے کھینچا اور ہوا میں پتھر پھینکا تو ایک پتھر کے پھینکنے سے اسکی نماز فاسد
ہو جاویگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور حسن سے روایت ہے کہ اگر کوئی جانور پر سوار ہو کر نماز پڑھتا تھا اور اسکو
تیز کرنے کیلیے مارا تو نماز فاسد ہو جاویگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک بار یا دو بار کے مارنے میں نماز فاسد
نہوگی اور اگر ایک رکعت میں تین بار ماریگا یعنی پے در پے ماریگا تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی
آدمی کو ایک ہاتھ یا کوڑے سے مارا تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ منیۃ المصلی میں لکھا ہے اگر کسی جانور پر پتھر پھینکا

تو نماز فاسد نہوگی مگر مکروہ ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر ٹوپی اوڑھنے سوزنے کو نکالا تو نماز فاسد نہوگی یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی اگر موزہ پہنا تو نماز فاسد ہوجاویگی - اگر جانور کو لگام دی یا زین کھینچا یا اُسکا زین اُتارا تو نماز فاسد
ہوجاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر بقدر تین کلمون کے نماز مین لکھا تو نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر اس
سے کم لکھا تو فاسد نہوگی اور فتاوی مین ہی کہ تین کلمون کی مقدار مجموع النوازل مین لکھی ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی
اور اگر ہوا مین یا بدن پر کچھ لکھا جو ظاہر نہین ہوتا ہی تو اگرچہ بہت ہو نماز فاسد نہین ہوتی یہ سراج الوہاج مین
لکھا ہی اگر دروازہ بند کیا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر بند دروازہ کھولا تو نماز فاسد ہوجاویگی یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی اگر کوئی عورت نماز پڑھتی تھی اور کسی بچے نے اُسکی پستان کو چوسا اگر دودھ نکلا تو نماز فاسد ہوجاویگی ورنہ
فاسد نہوگی اسواسطے کہ سبب دودھ نکلا تو دودھ پلانا ہوا اور بغیر اسکے دودھ پلانا نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
اگر تین چسکیان لین تو بغیر دودھ نکلے بھی عورت کی نماز فاسد ہوجاویگی یہ فتاوی قاضی خان اور خلاصہ مین لکھا ہی
اگر کوئی عورت نماز پڑھتی تھی اور اُسکے شوہر نے اُسکی رانون مین مجامعت کی تو اگرچہ اُس سے کچھ رطوبت کا انزال
نہوا ہو تو اُسکی نماز فاسد ہوجاویگی اور اسیطرح اگر شہوت سے یا بغیر شہوت عورت کا بوسہ لیا یا شہوت سے
مساس کیا تو عورت کی نماز فاسد ہوجاویگی لیکن اگر عورت نے مرد نماز پڑھنے والے کا بوسہ لیا اور اُسوقت
مرد کو اُسکی خواہش نہوئی تو مرد کی نماز فاسد نہوگی - جس عورت کو طلاق رجعی دے چکا ہی اگر نماز کے اندر
شہوت سے اُسکی فرج کو دیکھا تو طلاق سے رجعت ہوجاویگی اور ایک روایت کے بموجب اُسکی نماز فاسد
نہوگی یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر نماز پڑھنے مین اپنے سر یا داڑھی مین تیل ڈالا یا اپنے سر پر کلاہ
لگایا تو نماز فاسد ہوجاویگی کہا گیا ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب شیشی لیکر تیل سر پر ڈالا اور اگر تیل ہاتھ مین
تھا اور اُس سے اپنے سر یا داڑھی پر مسح کرلیا تو نماز فاسد نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر اپنی داڑھی
مین کنگھی کی تو نماز فاسد ہوجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر ایک رکن مین تین بار کھجلایا تو اُسکی نماز فاسد
ہوجاویگی یہ اُسوقت ہی کہ ہر بار ہاتھ اُٹھا لیوے اور اگر ہر بار ہاتھ نہ اُٹھاوے تو فاسد نہوگی اگر ایک بار
کھجلایا تو مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر نماز پڑھنے والے کے سجدہ کی جگہ مین ہوکر کوئی گزر گیا تو اُسکی نماز
فاسد نہوگی اور وہ گزرنے والا شخص گنہگار ہوگا اس مسئلہ مین فقہا نے بہت کلام کیا ہی کہ نماز پڑھنے
والے کی کس جگہ تک گزرنا مکروہ ہی اصح یہ ہی کہ نماز پڑھنے والے کی جگہ اُسکے پاؤن سے سجدہ کی جگہ تک مین گزرنا مکروہ ہی
یہ تبیین مین لکھا ہی ہمارے مشایخ نے کہا ہی کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے مین اپنے سجدہ کی جگہ نظر ڈالے اور گزرنے والے
پر اُسکی نظر نہ پڑے تو مکروہ نہین ہی یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی یہی اصح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور یہی ٹھیک ہی
یہ نہایہ مین لکھا ہی یہ حکم جنگل کا ہی اور اگر مسجد مین ہی تو اگر نمازی اور گزرنے والے کے درمیان مین کوئی حائل ہی
کوئی آدمی یا ستون تو مکروہ نہین اور اگر اُنکے درمیان مین کوئی حائل نہین ہی اور مسجد چھوٹی ہی تو ہر جگہ سے مکروہ ہی
اور بڑی مسجد کو جنگل کا حکم ہی یہ کافی مین لکھا ہی اگر چبوترہ کے اوپر نماز پڑھتا ہو تو اگر سامنے گزرنے والے کے اعضا نماز
پڑھنے والے کے مقابل ہوتے ہین تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر دو شخص ملے ہوے
جاوین تو کراہت اُس شخص کے واسطے ہوگی جو مصلی کے قریب ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی فقہا نے

کہا ہی کہ جو شخص سوار ہو اور نماز پڑھنے والے کے سامنے گذرنا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ جانور کی آڑ میں ہوکر گذر جاوے تو گنہگار نہوگا اسواسطے کہ جانور کی آڑ ہوجاویگی یہ نہایہ میں لکھا ہی اور اگر دو شخص گذرنا چاہین تو ایک شخص نماز پڑھنے والے کے سامنے کھڑا ہوجاوے اور دوسرا شخص اُسکی آڑ میں گذر جاوے پھر وہ پہلا شخص یہی کرے اور اسی طرح دونون گذر جائین یہ قنیہ میں لکھا ہی اور جو شخص جنگل مین نماز پڑھتا یا پڑھتا ہو اُسکو چاہیے کہ اپنے سامنے ایک سترہ کھڑا کرے جسکا طول ایک ذراع اور موٹائی بقدر اُنگلی کے ہو اور اُسکو اپنی داہنی یا بائین بھون کے سامنے کرے اور داہنی بھون کے سامنے کرنا افضل ہی یہ تبیین میں لکھا ہی اور اگر لکڑی کا گاڑنہ سکے تو اُسکو ڈالدے یہ کافی میں لکھا ہی اس مسئلہ کی ایک جماعت نے سنجالا ہی قاضی خان نے [illegible] جامع صغیر کی شرح مین اُسکی تصحیح کی ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور خلاصہ مین ہی کہ یہی اصح ہی اور قنیہ مین ہی کہ یہی مختار ہی یہ شرح ابو المکارم مین لکھا ہی اور اُسکو سامنے رکھے تو لمبائی مین رکھے چوڑائی مین نہ رکھے یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر اُسکے پاس کوئی لکڑی یا گاڑنے یا سامنے رکھنے کی چیز نہو تو عامہ مشایخ کا مذہب یہ ہی کہ خط نہ کھینچے [illegible] یہ ایک روایت ہی امام محمد رح سے اور بعض مشایخ نے کہا ہی کہ خط کھینچے اور امام محمد رح سے ایک روایت [illegible] منقول ہی جن فقہا نے خط کھینچنے کو جائز کہا ہی کیفیت خط مین اُنکا اختلاف ہی بعضون نے کہا ہی طول [illegible] اور بعضون نے کہا ہی محراب کی صورت کا خط کھینچے یہ محیط مین لکھا ہی اگر سامنے کسی کے گذرنے کا خوف نہو اور راستہ کی طرف کو منہ نہو تو اگر سترہ نہ کھڑا کرے تو کچھ مضائقہ نہین یہ تبیین مین لکھا ہی امام کے سامنے جو سترہ ہو وہی جماعت کا سترہ ہی اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے سترہ نہین ہی اور اُسکے سامنے کو کوئی شخص گذرے یا سترہ ہی اور نمازی اور سترہ کے درمیان مین کوئی شخص گذرنا چاہے تو اُسکو اشارہ یا تسبیح سے روکے یعنی سبحان اللہ کہے یہ ہدایہ مین لکھا ہی فقہا نے کہا ہی یہ مردون کے واسطے ہی اور عورتون کے واسطے حکم یہ ہی کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ مارین اور طریقہ اُسکا یہ ہی کہ داہنے ہاتھ کی انگلیون کی پشت بائین ہاتھ کی ہتھیلیون پر ملے یہ بحر الرائق مین غایۃ البیان سے نقل کیا ہی اشارہ اور تسبیح دونون کو جمع کرنا مکروہ ہی اور اشارہ سر سے کرے یا آنکھ سے کرے یا ان دونون کے سوا کسی اور عضو سے کرے یہ کافی مین لکھا ہی اگر نماز مین رکوع یا سجدہ زیادہ کردیا ظاہر روایت مین یہ مذکور ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی اور اسی طرح اگر دو سجدے یا زیادہ بڑھادیے تو بھی نماز فاسد نہین ہوتی اور یہی حکم اس صورت مین ہی کہ اگر دو رکوع بڑھادے یا اس سے بھی زیادہ کردے اور اگر نماز تمام کرنے سے پہلے ایک رکعت پوری زیادہ کردی تو اُسکی نماز فاسد ہوجاویگی اگر امام نے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا اور جب ایک سجدہ کرکے سر اٹھایا تو ایک اور شخص آکر نماز مین اُسکے ساتھ داخل ہوا اور اُسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اُسکی نماز فاسد ہوجاویگی اسواسطے کہ اُسنے پوری ایک رکعت بڑھادی یعنی رکوع اور سجود اور اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور اُسنے تکبیر کہکر عصر یا نفل کی نماز شروع کردی تو پہلی نماز اُسکی فاسد ہوجاویگی اسواسطے کہ دوسری نماز مین اُسکا شروع کرنا صحیح ہوگیا اور وہ دوسری نماز نفل ہی اگر نفل کی نیت کی ہو یا عصر کی نیت صاحب ترتیب نے کی ہو اور اگر صاحب ترتیب

نہین ہی مثلاً بہت سی نمازون کے فوت ہونے یا وقت کی تنگی کے سبب سے ترتیب ساقط ہوگئی ہو تب بھی وہ پہلی نماز سے نکل جاویگا اور اگر نفل پڑھتا ہوا اور اُسنے نماز مین ہی فرض شروع کر دیے یا جمعہ پڑھتا تھا اور ظہر شروع کر دی یا ظہر پڑھتا تھا اور جمعہ شروع کر دیا تو جس نماز مین تھا اُس سے باہر ہو جاویگا یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر ظہر کی ایک رکعت پڑھی پھر اُسنے از سر نو تکبیر کہکر وہی ظہر کی نماز پڑھنا چاہی تو جتنی نماز ادا کر چکا ہی وہ فاسد نہوگی اور اس رکعت کا نماز مین حساب ہوگا یہان تک کہ اگر باقی نماز مین جو پہلی رکعت کے حساب سے قعدہ اخیر کا موقع ہوگا اور وہان نہ بیٹھا تو نماز فاسد ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی یہ اُسی وقت ہی جب دل سے نیت کی ہو اور اگر زبان سے بھی کہدیا کہ مین ظہر کی نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہون تو وہ نماز باطل ہوجاویگی اور اُس رکعت کا حساب نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی اگر تنہا نماز شروع کی پھر اُس سے کسی اور شخص نے اقتدا کر لیا اور امام نے اُسکے سبب سے دوبارہ نماز شروع کر دی تو دوسری بار شروع کرنے کا اعتبار نہوگا اُسی پہلی بار کے شروع کا اعتبار کیا جاویگا لیکن اگر داخل ہونے والی عورت ہی تو دوسرا شروع صحیح ہوجاویگا یہ نہایہ مین لکھا ہی اور اگر ظہر کی نماز شروع کی پھر تکبیر کہکر کسی امام سے ظہر کی نماز مین اقتدا کی نیت کر لی تو پہلی نماز باطل ہوجاویگی اور اگر اپنے گھر مین ظہر کی نماز پڑھی اور وہی نماز پھر جماعت سے پڑھی تو پہلی نماز باطل نہوگی یہ کافی مین لکھا ہی - ظہر کی نماز کی چار رکعتین پڑھین جب سلام پھیرا تو یاد آیا کہ ایک سجدہ بھول گیا ہی پھر کھڑا ہوا اور از سر نو نماز شروع کی اور چار رکعتین پڑھکر سلام پھیر دیا تو اُسکی ظہر کی نماز فاسد ہوگئی اسواسطے کہ دوبارہ ظہر مین داخل ہونے کی نیت اُسکی لغو ہی پس جب اُسنے ایک رکعت اور پڑھ لی تو فرض نماز کے فارغ ہونے سے پہلے فرض اور نفل کو ملا دیا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور یہی خلاصہ مین لکھا ہی کوئی شخص مغرب کی دو رکعتین پڑھکر قعدہ مین بقدر تشہد بیٹھا اور اُسکو یہ گمان ہوا کہ نماز پوری ہوگئی اور سلام پھیر کر کھڑا ہوگیا اور تکبیر کہکر مغرب کی سنتون مین داخل ہونے کی نیت کی تو خواہ سنتون کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو مغرب کی نماز فاسد ہوجاویگی اسواسطے کہ فرض نماز کے فارغ ہونے سے پہلے وہ نفل مین داخل ہوگیا لیکن اگر مغرب کی دو رکعتون کے بعد سلام پھیر دیا پھر اُسکو یاد آگیا کہ نماز پوری نہین ہوئی اور اُسنے یہ سمجھا کہ نماز فاسد ہوگئی اور کھڑے ہوکر اُسنے دوبارہ اللہ اکبر کہا اور تین رکعتین پڑھین تو اگر ایک رکعت کے بعد بقدر تشہد بیٹھ گیا تو مغرب کی نماز صحیح ہوگئی ورنہ صحیح نہوگی - اگر مغرب کی نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھکر اُسکو یہ گمان ہوا کہ اُسنے شروع کی تکبیر نہین کہی تھی پھر نماز از سر نو شروع کی اور تین رکعتین پڑھین تو نماز اُسکی جائز ہی اور اگر دو رکعتین پڑھکر یہ گمان ہوا کہ اُسنے شروع کی تکبیر نہین کہی ہی اور پھر از سر نو اُسنے نماز شروع کی اور تین رکعتین پڑھین تو نماز اُسکی جائز نہوگی اور کتاب رزین مین مذکور ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُسنے نماز شروع کر کے ایک رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو اسلیے کہ اُس سے قعدہ اخیر چھوٹ گیا اور فرض کے تمام ہونے سے پہلے نفل مین چلا گیا یہ خلاصہ مین لکھا ہی

دوسری فصل اُن چیزون کے بیان مین جو نماز مین مکروہ ہین اور جو مکروہ نہین

نماز پڑھنے والے کو اپنے کپڑے یا داڑھی یا بدن سے کھیل کرنا یا سجدہ مین جاتے وقت اپنے سامنے یا پیچھے

سے کپڑا اٹھانا مکروہ ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور اگر کپڑے کو اسلیے جھٹکے کہ رکوع مین آ سکے
بدن سے لپٹ نجاوے تو مضائقہ نہین اور اگر نماز کے فارغ ہونے کے بعد یا پہلے پیشانی سے مٹی یا تنکے
پونچھے تو اگر اُسکو اُس سے ضرر تھا اور نماز مین خلل پڑتا تھا تو مضائقہ نہین اور اگر خلل نہین پڑتا تھا
تو درمیان نماز مین مکروہ ہی اور تشہد اور سلام سے پہلے مکروہ نہین یہ فتاوے قاضی خان مین
لکھا ہی اور اُسکا چھوڑنا افضل ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی نماز مین اپنی پیشانی سے پسینا پونچھنے
مین مضائقہ نہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور جو کام مفید ہو نماز مین اُسکے کرنے
مین کچھ مضائقہ نہین اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہوا ہی کہ آپ نے پسینا پیشانی
سے پونچھا ہی اور جب سجدہ سے کھڑے ہوتے تھے تو کپڑے کو داہنے یا بائین جانب کو جھاڑ لیتے تھے
اور جو کام مفید نہین وہ نماز مین مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی نہایہ مین لکھا ہی۔ نماز کے اندر اگر ناک مین
سے کچھ رطوبت نکلی تو اُسکے زمین پر ٹپکنے سے اُسکا پونچھ دینا اولی ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور آیتون کا
یا سبحان اللہ کا ہاتھ سے گننا نماز مین مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح سے منقول ہی
کہ انمین کچھ مضائقہ نہین بعضون نے کہا ہی کہ یہ خلاف صرف فرضون مین ہی اور نفلون مین بالاجماع
جائز ہی اور بعضون کا قول ہی کہ خلاف نفلون مین ہی اور فرضون مین بالاجماع جائز نہین اور اظہر یہ ہی کہ
سب مین خلاف ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص کو گننے کی ضرورت پڑے تو اثناے پڑھنے تک
نہ گنے اور جو شخص مجبور ہو وہ صاحبین کے قول پر عمل کرلے یہ نہایہ مین لکھا ہی اور فقہانے کہا ہی کہ
اگر انگلیون کے سرے سے اشارہ کرلے تو مکروہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور نماز سے باہر
تسبیح کے گننے مین اختلاف ہی مستصفی مین ہی کہ صحیح قول کے بموجب نماز سے باہر مکروہ نہین یہ تبیین مین لکھا ہی
اور سورتون کا گننا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ اعمال صلوۃ مین سے نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور کنکریون کا ہٹانا
مکروہ ہی لیکن اگر اُنکی وجہ سے سجدہ نہو سکے تو ایک یا دو بار صاف کر دینا مکروہ نہین اور ظاہر روایت مین
یہ ہی کہ ایک بار صاف کرے یہ قنیہ مین لکھا ہی اور میرے نزدیک اسکا چھوڑنا بہتر ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی
اور نماز کے اندر انگلیون مین انگلیان ڈالنا اور چٹکانا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور انگلیان چٹکانا
یہ ہی کہ اُنکو دبائے یا کھینچے تاکہ انمین سے آواز نکلے یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ نماز سے باہر انگلیان چٹکانے کو اکثر نے
مکروہ بتلایا ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی اور اپنے بالون کا جوڑا سر پر باندھنا مکروہ ہی اور وہ یہ ہی کہ بالون کو
سر پر جمع کرکے کسی چیز سے باندھے کہ کھل نجاوین یہ تبیین مین لکھا ہی اور اُسکی صورت مین فقہاکے
تین قول ہین بعضون نے کہا ہی کہ سر کے بیچ مین بالون کو جمع کرکے باندھین اور بعضون نے کہا ہی کہ اپنی لٹین سر
کے گرد لپیٹے جیسے کہ عورتین کرتی ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ سر کے پیچھے بالون کو جمع کرکے کسی ڈورے یا
دھجی سے باندھے اور یہ سب صورتین مکروہ ہین یہ بحر الرائق مین غایۃ البیان سے نقل کیا ہی نماز مین پہلو پہ
اپنا ہاتھ رکھنا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور نماز سے باہر بھی پہلو پہ ہاتھ رکھنا مکروہ ہی یہ زاہدی
مین لکھا ہی اور داہنے بائین کو اسطرح دیکھنا کہ کچھ منہ قبلہ کی طرف سے پھر جاوے مکروہ ہی صرف گوشہ چشم

۸

سے دیکھنا جسمین منھ قبلہ کی طرف سے نہ پھرے مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی آسمان کی طرف
کو نظر اُٹھانا مکروہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی تشہد مین اور دونون سجدون کے درمیان اقعاء مکروہ ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی اور اقعاء اسطرح کے بیٹھنے کو کہتے ہین کہ سرین اپنے زمین پر رکھ لے اور دونون گھٹنے
کھڑے کردے یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور یہی اصح ہی یہ کافی اور نہایہ مین مبسوط سے نقل کیا ہی اور بعضون
نے کہا ہی کہ اقعاء کے معنی یہ ہین کہ اپنی ایڑیون پر بیٹھے اور بعضون نے کہا ہی کہ انگلیون کے اطراف
پر بیٹھے اور بعضون نے کہا ہی کہ اقعاء ایسے بیٹھنے کو کہتے ہین کہ گھٹنے اپنے سینہ مین لگالے اور
بعضون نے کہا ہی کہ گھٹنے اپنے سینہ مین لگاکر دونون ہاتھ زمین پر ٹیکے اور یہ کتے کی نشست کے مشابہ ہی
یہ سب صورتین مکروہ ہین یہ زاہدی مین لکھا ہی ہاتھ سے سلام کا جواب دینا اور بلا عذر چار زانو بیٹھنا
مکروہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی دونون بازو ہین زمین پر بچھانا اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے
وقت رفع یدین کرنا اور سدل ثوب مکروہ ہی یہ منیۃ المصلی مین لکھا ہی اور سدل ثوب اُسے کہتے ہین
کہ اپنے سر پر یا دونون مونڈھون پر کپڑا ڈال کر دونون کنارہ ادھر اُدھر کو چھوڑ دے اور اگر قبا
کو دونون مونڈھون پر ڈالے اور اپنے ہاتھ اُسمین نہ ڈالے تو یہ بھی سدل ہی یہ تبیین مین لکھا ہی برابر ہی
کہ قبا کے نیچے قمیص ہو یا نہو یہ نہایہ مین لکھا ہی خلاصہ اور نصاب المصلی مین ہی کہ اگر نماز پڑھنے والا شقہ
یا فرجی پہنے ہوے ہو اور ہاتھ آستینون مین نہ ڈالے تو متاخرین کا اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ وہ مکروہ
نہین ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور فقہا نے کہا ہی کہ جو شخص قبا پہنکر نماز پڑھے اُسکو چاہیے کہ دونون ہاتھ
آستینون مین ڈال لے اور پٹکے سے باندھ لے تاکہ سدل نہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور نماز
سے باہر سدل کرنے مین فقہا کا اختلاف ہی قنیہ کے باب الکراہت مین ہی کہ مکروہ نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
اگر کسی کے پاس عمامہ موجود ہو اور سستی کی وجہ سے یا نماز کو ایک سہل کام سمجھ کر ننگے سر نماز پڑھے تو مکروہ ہی
اور اگر عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ننگے سر پڑھے تو مکروہ نہین بلکہ بہتر ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کسی شخص کے
پاس کرتہ موجود ہو اور وہ صرف پاجامہ پہنکر نماز پڑھے تو مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور فتاوی عتابیہ
مین ہی کہ برنس پہنکر نماز پڑھنا مکروہ ہی اور لڑائی مین اُسکا پہننا مکروہ نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی آستین
کہنیون تک چڑھاکے نماز پڑھنا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور کپڑے کو اسطرح پہننا کہ وہ اُسکے
بدن پر سر سے پانون تک مثل جھولی کے ہو جاوے اور کوئی جانب ایسی اُٹھی ہوئی نہو جس سے ہاتھ باہر
نکلین مکروہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور کپڑے کو اسطرح پہننا کہ اُسکو داہنی بغل کے نیچے لیکر دونون کنارے
اُسکے بائین مونڈھے پر ڈالے یہ بھی مکروہ ہی اور عمامہ اسطرح باندھنا کہ درمیان مین سے سر کھلا
ہوا ہو مکروہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور امام ولوالجی نے کہا ہی کہ اسطرح کا عمامہ باندھنا نماز سے باہر بھی
مکروہ ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ ذلیل کپڑون مین نماز پڑھنا مکروہ ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور ناک
اور منھ ڈھانک لینا اور نماز مین جمائی لینا مکروہ ہی اور اگر جمائی آوے تو جہانتک ہو سکے رد کرے اور
اگر غالب ہو تو اپنا ہاتھ یا آستین منھ پر رکھ لے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ جمائی مین منھ بند نہ کرنا مکروہ ہی یہ

خزانۃ الفقہ مین لکھا ہی پھر جب ہاتھ منھ پر رکھے تو ہاتھ کی پیٹھ پر رکھے یہ بحر الرائق مین مختار النوازل
سے نقل کیا ہی اور اگر قیام مین جمائی آوے تو داہنے ہاتھ سے منھ بند کرلے اور جو قیام مین نہو تو بائین
ہاتھ سے منھ بند کرے یہ زاہدی مین لکھا ہی اور انگڑائی لینا اور آنکھون کا بندکرنا نماز مین مکروہ ہی پیشاب
یا پاخانہ کی حاجت مین نماز مین داخل ہونا مکروہ ہی اور اگر اس حاجت کی وجہ سے نماز مین خلل پڑتا
ہو تو نماز کو قطع کردے ریح کے واسطے بھی یہی حکم ہی اور اگر اسی طرح پڑھتا رہے تو جائز ہی اور برا کیا اور
اگر وقت ایسا تنگ ہو گیا ہو کہ اگر وضو کریگا تو وقت جاتا رہیگا تو اُسی طرح نماز پڑھے اسواسطے
کراہت کے ساتھ ادا کرنا بالکل قضا کرنے سے اولی ہی اور نماز مین آستین یا پنکھے سے اپنے آپ کو ہوا کرنا
مکروہ ہی مگر جب تک زیادہ نہو نماز اس سے فاسد نہین ہوتی یہ تبیین مین لکھا ہی اور نماز مین قصداً کھانسنا
اور کھنکارنا مکروہ ہی اور اگر مجبور ہی تو مکروہ نہین یہ زاہدی مین لکھا ہی اور نماز مین تھوکنا اور رکوع اور
سجود مین طمانینت کو چھوڑنا یا رکوع اور سجدہ ایسا کرنا کہ پیٹھ نہ ٹھہرے مکروہ ہی یہ مجتبے مین لکھا ہی اور اسی
طرح قومہ اور جلسہ مین طمانینت چھوڑنا مکروہ ہی یہ شرح منیۃ المصلی مین لکھا ہی جو امیر الحاج کی تصنیف ہی اور
اکیلے نماز پڑھنے والے کو جماعت کی صفون کے درمیان مین کھڑا ہونا مکروہ ہی اسلیے کہ قیام و قعود مین
اُنکی مخالفت ہوگی اگر جماعت کی صف مین کچھ جگہ ہو تو مقتدی کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہی اور اگر صفون مین
جگہ نہ ہے تو محمد بن شجاع اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رح سے یہ روایت کی ہی کہ مکروہ نہین پس اگر
کسی شخص کو جماعت مین سے اپنی طرف کھینچ کر اُسکے ساتھ کھڑا ہو جاوے تو یہ اولی ہی یہ محیط مین لکھا ہی
اور چاہیے کہ وہ شخص اس مسئلہ کو جانتا ہو تاکہ اپنی نماز نہ فاسد کرے یہ خزانۃ الفتاوی مین لکھا ہی اور حاوی
مین ہی کہ اگر وہ دونون مصلی کے اُس طرف ہون تو مکروہ نہین اسلیے کہ اگر نماز پڑھنے والے اور قبر کے درمیان
مین اتنا فاصلہ ہو کہ اگر اتنی دور پر آدمی نماز کے سامنے گذرے تو مکروہ نہو تو نماز مین کراہت نہین یعنی
پس اسی طرح یہان بھی مکروہ نہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی نماز مین سامنے یا اوپر یا داہنے یا بائین یا
نمازی کے کپڑے مین تصویرین ہون تو نماز مکروہ ہی اور جو فرش پر تصویرین ہون تو اُسمین دو روایتین
ہین صحیح یہ ہی کہ اگر تصویر پر سجدہ نہ کرتا ہو تو مکروہ نہین یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب تصویرین بڑی بڑی ہون کہ دیکھنے
والے کو بے تکلف نظر آوین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر ایسی چھوٹی ہون کہ دیکھنے والے
کو بغیر تامل کے نظر نہ آوین تو مکروہ نہین اور اگر انکا سر کٹا ہوا ہو تو کسی حالت مین مضائقہ نہین اور سر کٹنا اسطرح
ہوتا ہی کہ سر اُسکا ڈورے مین اسطرح چھپا دین کہ ذرا اثر باقی نرہے اور اگر اسکے سر اور جسد کے درمیان
مین ڈورا ڈالدین تو اُسکا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ بعض جانورون کے گلے مین طوق بھی ہوتا ہی اور
سب سے زیادہ مکروہ یہ ہی کہ وہ تصویرین نمازی کے سامنے ہون پھر اُسکے بعد یہ کہ اُسکے سر پر ہون پھر
اُسکے بعد یہ کہ داہنی طرف ہون پھر اسکے بعد یہ کہ بائین طرف ہون پھر اسکے بعد یہ کہ اسکے پیچھے ہون یہ
کافی مین لکھا ہی اور اگر کوئی تکیہ اسکے سامنے کھڑا ہوا اور اُسمین تصویر ہی تو مکروہ ہی اور اگر وہ تکیہ زمین پر
پڑا ہو تو مکروہ نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی غیر ذی روح کی تصویر مکروہ نہین یہ نہایہ مین لکھا ہی فرضون مین

ایک سورہ بار بار پڑھنا مکروہ ہی نفل مین اسکا کچھ مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر ایک آیۃ
کو بار بار پڑھے تو اگر ایسی نفلون مین ہی کہ اکیلا پڑھتا ہی تو مکروہ نہین اور اگر فرض نماز مین ہی تو حالت اختیار مین
مکروہ ہی اور حالت عذر و نسیان مین مضائقہ نہین یہ محیط مین لکھا ہی جمعہ کی نماز مین ایسی سورۃ پڑھنا جسمین سجدہ ہو
مکروہ ہی اور اسی طرح اُن سب نمازون مین جنمین قرأت جہر سے نہین پڑھتے مکروہ ہی یہ خلاصہ کی سولھوین فصل
مین لکھا ہی جو سہو کے بیان مین ہی سجدہ کرتے وقت گھٹنون سے پہلے ہاتھ رکھنا اور سجدہ سے اُٹھتے وقت
ہاتھون سے پہلے گھٹنون کا اُٹھانا مکروہ ہی مگر جبکہ عذر ہو تو مکروہ نہین یہ منیۃ المصلی مین لکھا ہی مقتدی کے واسطے
یہ مکروہ ہی کہ رکوع یا سجدہ مین امام سے پہلے چلا جاوے یا امام سے پہلے سر اُٹھاوے یہ محیط سرخسی مین
مین لکھا ہی بسم اللہ اور آمین جہر سے کہنا اور قرأت کو رکوع کے اندر پورا کرنا اور جو ذکر حالت انتقال مین پڑھے جاتے
ہین انکو انتقال پورا ہونے کے بعد پڑھنا اور فرضون مین بے عذر عصا پر سہارا دینا مکروہ ہی اصح قول
کے بموجب نفل مین مکروہ نہین یہ زاہدی مین لکھا ہی بچہ کو لیکر نماز پڑھنا جائز ہی اور مکروہ ہی اور اگر کوئی شخص
نگہبانی کرنے والا اور خبر لینے والا نہین اور وہ روتا ہی تو مکروہ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ نماز مین کرتہ کا یا
ٹوپی کا اُتارنا یا انکو پہننا اور موزہ کا نکالنا تھوڑے عمل سے مکروہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی اگر عمامہ اپنے سر سے
اُٹھاکر زمین پر رکھا یا زمین سے اُٹھاکر سر پر رکھا تو نماز فاسد نہین ہوتی مگر مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
عمامہ کی کور پر سجدہ کرنا مکروہ ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور مکروہ اُسوقت ہی کہ جب زمین کی سختی کے معلوم
ہونے کا مانع [illegible] نہو اور اگر اُس سے بھی مانع ہی تو ہرگز نماز ہی جائز نہوگی یہ برجندی مین لکھا ہی اگر اپنی
آستین بچھاکر اُسپر سجدہ کرے اگر آستین اسواسطے بچھائی کہ منھ کو خاک نہ لگے تو مکروہ ہی اور اگر اسواسطے
بچھائی کہ اُسکے عمامہ کو اور کپڑون کو خاک نہ لگے تو مکروہ نہین یہ بحرالرائق مین لکھا ہی کوئی شخص زمین پر نماز
پڑھتا ہی اور ایک کپڑا اسکے سامنے ڈال دیا وہ اُسپر سجدہ کرتا ہی تاکہ زمین کی گرمی سے بچے تو مضائقہ نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی
سجدہ مین پانون کو ہلانا مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر کوئی شخص تنہا نفل پڑھتا ہو تو اُسکا مضائقہ نہین کہ اگر کوئی رحمت
کی آیۃ پڑھے تو رحمت کی دعا مانگے اور دوزخ کی آیۃ پڑھے تو دوزخ سے پناہ مانگے اور مغفرت کی دعا مانگے اور
فرضون مین یہ مکروہ ہی اور امام اور مقتدی کو فرض و نفل دونون مین مکروہ ہی یہ منیۃ المصلی مین لکھا ہی اور کبھی داہنی طرف کو اور کبھی بائین
طرف کو جھک جانا بھی مکروہ ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور نماز مین کبھی ایک پانون پر زور ڈالنا اور کبھی دوسرے
پانون پر زور ڈالنا مکروہ ہی لیکن عذر ہو تو مکروہ نہین اور اسی طرح ایک پانون پر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہی یہ ظہیریہ
مین لکھا ہی۔ کھڑے ہوتے وقت پانون آگے بڑھانا مکروہ ہی بیٹھتے وقت داہنے اعضا پر اور اُٹھتے وقت بائین
اعضا پر زور دینا مستحب ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور نماز مین کسی خوشبودار چیز یا خوشبو کا سونگھنا مکروہ ہی یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی + اور سجدہ وغیرہ مین اپنے ہاتھ یا پانون کی انگلیان قبلہ کی طرف سے پھیرنا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی اور اکیلے امام کا محراب مین کھڑا ہونا مکروہ ہی اور اگر محراب سے باہر کھڑا ہوا اور سجدہ محراب مین
کرے تو مکروہ نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور امام کے پیچھے جگہ تنگ ہو اُسوقت امام کے محراب مین کھڑے
ہونے کا مضائقہ نہین یہ فتاوی برہانیہ مین لکھا ہی صرف اکیلا امام چبوترہ پر ہو اور مقتدی سب نیچے ہون یا مقتدی چبوترہ

پڑھتے ہون اور اکیلا امام پیچھے ہو موجب ظاہر روایت کے مکروہ ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر بعض مقتدی بھی
امام کے ساتھ ہون تو اصح یہ ہی کہ مکروہ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی علماء نے اس چبوترہ کا جو قد آدم بلند
اور اس سے کم کا مضائقہ نہین یہ طحاوی مین لکھا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ چبوترہ کی بلندی اسقدر معتبر ہی کہ جس سے
فرق ہو جائے اور بعضون نے سترہ کے قیاس پر ایک ذراع کا اعتبار کیا ہی اور اسی پر اعتماد ہی یہ تبیین مین
لکھا ہی۔ غایۃ البیان مین ہی کہ یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہی اسلیے کہ وہ
اسکی تعظیم کے خلاف ہی۔ کسی شخص کو مسجد مین اپنی نماز خاص کر لینے کے واسطے جگہ معین کرنا مکروہ ہی قنیہ
مین لکھا ہی۔ کسی آدمی کے منہ کی طرف کو نماز پڑھنا مکروہ ہی یہ معدن مین لکھا ہی اور اگر وہ آدمی
کو نماز پڑھے اور ان دونون کے درمیان مین کوئی تیسرا شخص ہو اور اسکی پیٹھ نماز پڑھنے والے کی طرف
کو ہو تو مکروہ نہین یہ تمرتاشی مین لکھا ہی۔ نماز پڑھنے والے کی طرف کو منہ کرنا مکروہ ہی خواہ نماز پڑھنے
والا پہلی صف مین ہو یا آخر صف مین ہو یہ منیہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص باتین کر رہا ہی اگرچہ وہ قریب ہی تو اسکی
پیٹھ کی طرف کو نماز پڑھنا مکروہ ہی لیکن جب ایسی آوازین بلند کرین کہ نماز پڑھنے والے کو اپنی قرأت مین
خلل پڑنے کا خوف ہو تو مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی ایسی جگہ نماز پڑھنا جہان سامنے لوگ سو رہے ہون
مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ نماز مین ایسے تنور کی طرف کو منہ کرنا جسمین آگ جل رہی ہو
یا بھٹی کی طرف کو منہ کرنا جسمین آگ ہی مکروہ ہی اور اگر قندیل یا چراغ کی طرف کو منہ کیا تو مکروہ نہین یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی یہی اصح ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین لکھا ہی اگر نماز پڑھنے مین سامنے یا سر کے اوپر قرآن یا تلوار یا
اس قسم کی کوئی اور چیز لٹکتی ہو تو مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر امام رکوع مین ہو اور
کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہو اور رکوع مین اسواسطے دیر کی کہ آنے والے کو رکوع مل جاوے
تو اگر اسنے آنے والے کو پہچان لیا تو مکروہ ہی اور نہین پہچانا تو بقدر ایک یا دو تسبیح کے دیر کرنے مین
مضائقہ نہین یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی امام کا اسطرح پر کھڑا ہونا کہ صف سے مقابلہ نہو مکروہ ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
درہم یا دینار منہ مین لے کر نماز پڑھنا اگرچہ قرأت سے مانع نہو مکروہ ہی اپنے ہاتھ مین کوئی چیز تھام کر نماز پڑھنا مکروہ ہی یہ
فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر چرکین سامنے ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی نماز مین بلا عذر چند قدم چلنا
اور ہر قدم کے بعد کچھ ٹھہرنا مکروہ ہی اور اگر عذر سے ہو تو مکروہ نہین یہ محیط مین لکھا ہی صف سے پیچھے کھڑا ہو کر شروع
تکبیر کے اور پھر بڑھ کر صف مین مل جاوے تو مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی بلا عذر رکوع مین گھٹنون پر اور سجدہ مین زمین
پر ہاتھ نہ رکھنا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی امام کے پیچھے قرأت پڑھنا امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام
ابو یوسف رحمہ کے نزدیک مکروہ ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی سر کو ادھر ادھر مارنا یا اونچا اٹھانا اور رفع یدین مین دونون
ہاتھ کانون سے اوپر اٹھانا یا مونڈھون سے نیچے رکھنا اور پیٹ کو دونون رانون سے ملانا اور اقامت کے
وقت بغیر امام کے آئے جماعت کا صفون مین کھڑا ہو جانا مکروہ ہی یہ خزانۃ الفقہ مین لکھا ہی۔ اور
امام کا نماز مین اسقدر جلدی کرنا کہ مقتدی قدر مسنون کو پورا ادا نکر سکے مکروہ ہی یہ منیہ مین لکھا ہی حجہ مین ہی کہ
نماز مین مکھیون یا پسو وغیرہ کا بلا ضرورت ہاتھ سے ہٹانا مکروہ ہی اور حاجت کے وقت عمل قلیل سے ہٹانا مکروہ

نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - نماز مین بغیر عذر عمل قلیل بھی مکروہ ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر گلے مین کمان یا
ترکش ڈال کر نماز پڑھے تو مضائقہ نہین لیکن اگر اُسکی حرکت سے نماز مین خلل ہوتا ہو تو مکروہ ہی اور نماز ادا
ہو جاویگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - کسی کی زمین غصب کر لی ہو تو اُسمین نماز پڑھنا جائز ہی لیکن
ہوگا لیکن جو عمل بندہ اور اللہ کے درمیان ہی اُسکا ثواب ملیگا اور جو باہم بندون مین ہی اُسکا
یہ مختار الفتاوی مین لکھا ہی یہ مجتبی مکروہات کی صورتین مذکور ہوئین ان سب مین نماز ادا ہو جاتی ہی اسلیے
کہ اُسکے شرائط اور ارکان موجود ہین لیکن چاہیے کہ پھر نماز کا اسطرح اعادہ کرین کہ کوئی کراہت
جتنی نمازین کراہت کے ساتھ ادا کی جاوین سب کا یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر وہ کراہت
اعادہ واجب ہی اور اگر تنزیہی ہو تو مستحب ہی اسواسطے کہ کراہت تحریمی واجب کے مرتبہ
مین لکھا ہی اور اسی سے ملتے ہوے یہ مسئلہ ہین نماز پڑھنے والے کو اگر اُسکی مان یا باپ پکارے
تو جب تک نماز سے فارغ نہین ہوا جواب نہ دے لیکن اگر کسی سبب سے اُس سے فریاد چاہے تو جواب
دے اسواسطے کہ نماز کا قطع کرنا بلا ضرورت جائز نہین اسی طرح اگر کسی غیر شخص کو چھت سے گر پڑنے
یا آگ مین جل جانے کا یا پانی مین ڈوب جانے کا خوف ہو اور نماز پڑھنے والے سے فریاد کرے تو اُسپر
نماز کا قطع کر دینا واجب ہی - کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوا اور اُسکے پاس سے کسی شخص نے کوئی ایسی چیز
چرائی کہ جسکی قیمت ایک درہم تھی تو اُسکو جائز ہی کہ نماز کو قطع کرکے چور کو ڈھونڈھے خواہ فرض نماز ہو خواہ
نفل ہو اسواسطے کہ درہم مال ہی کوئی عورت نماز پڑھتی تھی اور اُسکی ہانڈی مین ابال آیا تو اُسکے
کرنے کے واسطے نماز کا قطع کرنا جائز ہی - مسافر کا جانور اگر بے موقع کسی طرف کو چلا گیا یا چرواہا
مین بھیڑیا کا خوف ہو یا کنوین کے قریب کسی اندھے کو دیکھے اور اُسمین اُسکے گر جانے کا خوف ہو تو نماز قطع
کر دے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر کوئی ذمی کافر آوے اور نماز پڑھنے والے سے کہے کہ مجھے مسلمان کر
تو اگرچہ فرض نماز ہو قطع کر دے یہ خلاصہ مین لکھا ہی - صبح کے نکل جانے کے بعد سواے ذکر تسبیح کے اور طرح کے
کلام کرنا مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی دشمنی کے دفع ہونے کی نیت سے نماز پڑھنا نہ چاہیے یہ خلاصہ مین لکھا ہی

فصل مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ نماز کے وقتون کے سوا اور اوقات مین مسجد کے
اسباب بچانے کے واسطے مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ نہین یہی صحیح ہی - مسجد کی چھت پر وطی کرنا یا بول و
براز کرنا مکروہ ہی اور اگر گھر مین کوئی جگہ نماز کے واسطے مقرر کر لی ہو تو اُسکی چھت پر یہ کام کرنا مکروہ نہین عیدگاہ
مین اور جنازہ کی نماز پڑھنے کے مکان مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ اُسکو مسجد کا حکم نہین لیکن اقتدا کے جائز
ہونے مین بسبب مکان واحد ہونے کے مثل مسجد کے ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور فناے مسجد کے لیے مسجد
کا حکم ہی یہان تک کہ اگر فناے مسجد مین کھڑا ہو کر امام سے اقتدا کرے اگرچہ صفین ملی ہوئی ہون اور مسجد
بھری ہوئی نہو تو بھی اقتدا صحیح ہی چنانچہ امام محمد نے باب الجمعہ مین اسطرف اشارہ کیا ہی اور کہا ہی کہ مسجد
کے طاقون اور دیوارون پر اقتدا صحیح ہی اگرچہ صفین ملی ہوئی نہون اور دار صیارفہ مین اقتدا جائز نہین
لیکن اگر صفین ملی ہوئی ہون تو اقتدا جائز ہی اور اسی قول کے موجب جو چبوترے مسجد کے دروازہ پر

ہوتے ہین اُن پر سے بھی اقتدا جائز ہی اسواسطے کہ وہ منجملہ فناے مسجد کے اور مسجد سے ملے ہوئے ہین
یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ گچ سے اور سونے کے پانی سے مسجد مین نقش کرنا مکروہ نہین تبیین
مین لکھا ہی یہ اسوقت ہی کہ جب اپنے مال سے کرے اور وقف سے متولی کو وہی کام جائز ہی جو اسکی
تعمیر سے متعلق ہو اور جو نقش وغیرہ کی قسم سے ہو وہ جائز نہین یہان تک کہ اگر کریگا تو اسکا عوض دینا
پڑیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر مسجد کا مال جمع ہوا اور متولی کو یہ خوف ہو کہ ظالم اسکو تلف کر دینگے ایسے
وقت مین مسجد کے مال مین سے نقش کر دینا مضائقہ نہین یہ کافی مین لکھا ہی مسجد کی محرابون پر اور دیوارون
پر قرآن لکھنا بہتر نہین اسواسطے کہ خوف ہی کہ کبھی وہ کتابت گرے اور پانوؤن کے نیچے آوے یہ فتح
نسفی مین لکھا ہی کہ اگر مصلی یا فرش پر اللہ کے نام لکھے ہون تو اسکا بچھانا اور طرح استعمال کرنا مکروہ ہی
اور اگر یہ خوف ہو کہ دوسرا شخص اسکا استعمال کریگا تو دوسرے شخص کی ملک مین دینا بھی مکروہ ہی
اور واجب یہ ہی کہ اسکو کسی بلند جگہ پر رکھدے کہ اسپر کوئی چیز نہ رکھی جاوے تعویذون کو لکھکر دروازہ
پر لگانا مکروہ ہی اسلیے کہ اسمین اہانت ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی۔ مسجد کے اندر کلی کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہی
لیکن اگر وہان اس کام کے واسطے کوئی جگہ بنی ہو جہان نماز نہ پڑھتے ہون تو جائز ہی مسجد کے اندر
برتن مین وضو کرنا جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ مسجد کی دیوارون پر اپنے سامنے کنکریون
پر اور بوریون پر اور بوریون کے نیچے تھوکنا اور ناک سنکنا مکروہ ہی اور اگر ضرورت ہو تو اپنے کپڑے
مین لے لے اور اگر ایسا کیا تو اسکا اٹھانا اسکے ذمہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر اس امر پر مجبور ہی
تو بوریا کے نیچے تھوک وغیرہ ڈالنے سے بوریا کے اوپر ڈالنے مین برائی کم ہی اسواسطے کہ بوریا
حقیقت مین مسجد نہین ہی اور جو جگہ بوریون کے نیچے ہی وہ حقیقت مین مسجد ہی اور اگر اسمین بوریا نہون تو
زمین کے اندر دفن کردے زمین کے اوپر نہ چھوڑے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر گیلی مٹی
مین چلا ہو تو اسکو مسجد کی دیوارون یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہی اور اگر مسجد کے بوریا سے پونچھے تو
مضائقہ نہین اور اولی یہ ہی کہ ایسا نہ کرے اور اگر مسجد کی مٹی سے پونچھے تو اگر مٹی بچھی ہی تو مضائقہ نہین
اور اگر اکٹھی ہوئی ہی تو مکروہ ہی اور یہی مختار ہی اور اگر ایسی لکڑی سے پونچھے جو مسجد مین لگی ہوئی ہو تو مضائقہ
نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ مسجد کے اندر کنوان کھودنا نہین چاہیے اور اگر کنوان پہلے سے ہو تو اسکو
چھوڑ دین جیسے زمزم کا کنوان ہی اور مسجد مین درخت بونا مکروہ ہی اسلیے کہ اسمین کافرون کے عبادت
خانون سے مشابہت ہی اور نماز کی جگہ گھرتی ہی لیکن اگر اسمین مسجد کا فائدہ ہو مثلاً اگر زمین مین بہت نمی ہو اور
اسکے ستون نہ ٹھہرتے ہون اور درخت بونے سے وہ نمی کم ہو جاوے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی مسجد مین بوریون کے رکھنے کے واسطے کوئی مکان بنا لینا مضائقہ نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ شہر پناہ
کی دیوار پر جو مسجد بنائی جاوے تو فقہا نے کہا ہی کہ اسمین نماز پڑھنا نہین چاہیے اسواسطے کہ وہ حق عوام
کا ہی لیکن اس مسئلہ کے جواب مین یون تفصیل چاہیے کہ اگر وہ شہر غلبہ پا کر فتح کیا ہو اور امام کے اذن سے
وہ مسجد بنائی گئی ہو تو اسمین نماز جائز ہی اسواسطے کہ امام کو اختیار ہی کہ راستہ کو مسجد بنا دے لیکن شہر پناہ کی

دیوار کو مسجد بنا دینا بدرجہ اولی جائز ہوگا۔ کوئی شخص مسجد میں ہو کر چلا کرتا ہی اور اسکی راستہ بنا لیا ہی اگر بغیر عذر ہی تو جائز نہین اور عذر ہی تو جائز ہی۔ پھر جب اُسمین سے گذرتا ہی تو ہر دن مین ایک مرتبہ اُسمین نماز پڑھنا فرض ہوگی نہ ہر مرتبہ درزی کو مسجد مین بیٹھکر سینا مکروہ ہی۔ لیکن اگر مسجد مین سے لڑکون کے نکالنے یا اُسکی حفاظت کے لیے بیٹھے تو اُسوقت مضائقہ نہین اسی طرح کاتب اگر اجرت پر لکھتا ہو تو مسجد مین لکھنا مکروہ ہی اور بغیر اجرت کے لکھتا ہو تو مکروہ نہین معلم جو اجرت پر لڑکون کو پڑھاتا ہی اگر مسجد مین لڑکون کو گرمی یا کسی اور ضرورت سے پڑھا وے تو مکروہ نہین اور نسخہ قاضی امام مین اور اقرار العیون مین معلم کا وہی حکم کیا ہی جو کاتب اور درزی کا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی کے گھر کے اندر مسجد ہی اگر وہ گھر ایسا ہی جب وہ بند کیا جاتا ہی تو اُس گھر کے لوگ مسجد مین جماعت سے نماز پڑھتے ہین تب تو وہ مسجد جماعت سے ہی اسکو احکام مسجد کے ثابت ہونگے بیع اُسمین حرام ہوگی اور جنب کا داخل ہونا اُسمین حرام ہوگا یہ اُسوقت ہی کہ جب اُس گھر کے لوگ اُس مسجد مین نمازیون کو جانے سے منع نہ کرتے ہون اور اگر ایسا گھر ہو کہ جب وہ بند کیا جائے تو مسجد مین جماعت نہوتی ہو اور جب اُسکا دروازہ کھولا جاوے تو جماعت ہوتی ہو تو وہ اگرچہ لوگون کو اُسمین نماز سے منع نہ کرتے ہون مسجد نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی مسجد کا چراغ کوئی گھر کو اُٹھا نہلے جاوے اور مسجد مین گھر سے لے جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی مسجد کا چراغ تہائی رات تک مسجد مین روشن رکھنا مضائقہ نہین اور اس سے زیادہ نہ چھوڑا جاوے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا اُسکے وہان عادت ہو تو مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی مسجد مین جو چیزین بوریا وغیرہ پڑے رہتے ہین اگر اُسمین سے کچھ اُسکے کپڑے مین لپٹ آیا تو اگر اُسنے عمداً نہین کیا ہی تو پھر اُسے وہان پھیرنا واجب نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی جس شخص نے مسجد بنائی اور اُسکو اللہ کے واسطے کر دیا تو اُسکی مرمت کا اور عمارت کا اور بوریا اور حصیر بچھانے کا اور قندیلون کا اور اذان اور اقامت اور امامت کا اگر اُسکی لیاقت رکھتا ہو وہی زیادہ مستحق ہی اور اگر اُسمین لیاقت نہو تو اُسی کی تجویز سے اور شخص مقرر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی بغیر نماز کے مسجد مین بیٹھنے مین مضائقہ نہین اور اگر اس سبب سے کوئی چیز وہان کی خراب ہو گئی تو قیمت دینا پڑیگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔

آٹھوان باب وتر کی نماز کے بیان مین

وتر مین امام ابو حنیفہ رح سے تین روایتین ہین ایک روایت مین فرض ہی اور ایک روایت مین سنت موکدہ ہی اور ایک روایت مین واجب ہی اور یہی اُنکا آخر قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر وتر سنت تابع عشا ہوتا تو آخر رات تک اُسکی تاخیر مکروہ ہوتی جیسے کہ عشا کی سنتون کی تاخیر اُسوقت تک مکروہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اُسکو بیٹھکر وتر پڑھنا اور بلا عذر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر بھول کر یا جانکر وتر کو چھوڑا تو اگرچہ بہت دن ہو جاوین اُسکی قضا واجب ہی اور وہ بغیر نیت وتر کے جائز نہین یہ کفایہ مین لکھا ہی اور وتر کو قضا پڑھے تو قنوت کے ساتھ پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی۔ وتر کی تین رکعتین پڑھے اور اُنکے درمیان مین سلام سے فصل نہ کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور صحیح قول کے بموجب قنوت واجب ہی یہ جوہرۃ النیرہ

مین لکھا ہی تیسری رکعت مین جب قرات سے فارغ ہو تو تکبیر کہے اور کانون تک دونون ہاتھ اُٹھاوے
اور تمام سال مین رکوع سے پہلے قنوت پڑھے اور قنوت مین مقدار قیام کی بقدر سورہ اذا السماء انشقت
کے کرے یہ محیط مین لکھا ہی اسمین اختلاف ہی کہ قنوت مین ہاتھ چھوڑے یا باندھے اور مختار یہ ہی کہ ہاتھ
باندھے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی امام اور جماعت کے حق مین مختار یہ ہی کہ قنوت آہستہ پڑھین
یہ نہایہ مین لکھا ہی اور جو اکیلا وتر پڑھتا ہو وہ بھی آہستہ پڑھے یہی مختار ہی یہ مجمع البحرین کی شرح مین لکھا ہی
جو ابن ملک کی تصنیف ہی قنوت کی کوئی دعا مقرر نہین ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اولے یہ ہی کہ اللہم انا
نستعینک پڑھے اور اُسکے بعد اللہم اہدنا فی من ہدیت پڑھے اور جو قنوت اچھی طرح نہ پڑھ سکے
وہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی - یا تین بار
اللہم اغفر لنا پڑھے ابو اللیث نے یہی اختیار کیا ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اگر قنوت کو بھول گیا اور رکوع
مین یاد آئی تو صحیح یہ ہی کہ رکوع مین قنوت نہ پڑھے اور پھر قیام کی طرف کو عود نہ کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی
اور اگر قیام کی طرف کو عود کیا اور قنوت پڑھی اور رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد نہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
لیکن جب رکوع سے سر اُٹھایا اسوقت یاد آیا کہ قنوت بھول گیا ہی تو بالاتفاق یہ حکم ہی کہ جو بھول گیا ہی وہ
پڑھ لے یہ مضمرات مین لکھا ہی اگر الحمد کے بعد قنوت پڑھکر رکوع کر دیا اور سورہ چھوڑ دی اور رکوع
مین یاد آیا تو سر اُٹھاوے اور سورہ پڑھے اور قنوت اور رکوع کا اعادہ کرے اور سہو کا سجدہ کر لے
اور اگر الحمد چھوڑ دی تھی تو الحمد کے ساتھ سورہ کا بھی مع قنوت کے اعادہ کرے اور رکوع بھی دوبارہ کرے
اور اگر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - امام کو اگر وتر کے رکوع مین یاد آیا کہ اُسنے قنوت
نہین پڑھی تو اُسکو قیام کی طرف کو اعادہ نہین کرنا چاہیے اور باوجود اسکے اگر قیام کا اعادہ کیا اور قنوت
پڑھی تو رکوع کا اعادہ کرنا نہین چاہیے اگر اُسنے رکوع کا بھی اعادہ کر لیا اور جماعت سے لوگون نے
پہلے رکوع مین اُسکی متابعت نہین کی تھی دوسرے رکوع مین متابعت کی یا پہلے رکوع مین اسکی متابعت
کی تھی اور دوسرے مین نہ کی تو اُنکی نماز فاسد نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی قنوت مین نبی صلی اللہ علیہ
وسلم پر درود نہ پڑھے ہمارے مشایخ نے یہی اختیار کیا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی وتر کی قنوت مین مقتدی
امام کی متابعت کرے اگر مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی متابعت
کرے اگر امام نے بغیر قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ قنوت نہین پڑھی تو اگر رکوع
کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو رکوع کر دے اور اگر خوف نہو تو قنوت پڑھے پھر رکوع کرے یہ
خلاصہ مین لکھا ہی ناطقی نے اپنی اجناس مین ذکر کیا ہی کہ اگر وتر کی نماز مین شک ہو کہ پہلی رکعت مین ہی
یا دوسری یا تیسری مین تو جس رکعت مین ہی اُسمین قنوت پڑھے پھر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو اور دو رکعتین
دو قعدون سے پڑھے اور دونون مین احتیاطاً قنوت پڑھے اور دوسرا قول یہ ہی کہ کسی رکعت مین قنوت
نہ پڑھے پہلا قول اصح ہی اسلیے کہ قنوت واجب ہی اور جس چیز کے واجب ہونے اور بدعت ہونے
مین شک ہو اُسکو احتیاطاً ادا کرنا چاہیے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے

ساتھ قنوت پڑھے پھر نہ پڑھے یہ منیہ مین لکھا ہی جب امام کے ساتھ قنوت پڑھ لیا تو جب اپنی باقی نماز قضا کرے تو اُسمین قنوت نہ پڑھے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی سبکا یہی قول ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر تیسری رکعت کے رکوع مین شریک ہوا اور امام کے ساتھ قنوت نہین پڑھی تو اپنی بقیہ نماز مین قنوت نہ پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی وتر کے سوا کسی اور نماز مین قنوت نہ پڑھے یہ متون مین لکھا ہی۔ اگر وتر کسی ایسے شخص کے پیچھے پڑھے جو رکوع کے بعد قومہ مین قنوت پڑھتا ہی اور مقتدی کا یہ مذہب نہین تو اُسمین اسکی متابعت کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر امام نے فجر کی نماز مین قنوت پڑھی تو مقتدی کو چاہیے کہ ساکت رہے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور چپکا کھڑا رہے یہی صحیح ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی

نوان باب نوافل کے بیان مین

فجر کی نماز سے پہلے اور ظہر اور مغرب اور عشا کی نماز کے بعد دو رکعتین سنت ہین اور ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعتین سنت ہین یہ متون مین لکھا ہی اور چار رکعتین ہمارے نزدیک ایک سلام سے پڑھے اور اگر دو سلامون سے پڑھین تو سنتون مین شمار نہین ہونگی سنت سے زیادہ تاکید فجر کی دو رکعت سنتون کی ہی پھر مغرب کی سنت کی پھر اُن سنتون کی جو ظہر کے بعد ہین پھر انکی جو بعد عشا کے ہین پھر اُنکی جو ظہر سے پہلے ہین یہ تبیین مین لکھا ہی ہمارے مشایخ نے کہا ہی اگر کسی عالم نے فتوون مین لوگ رجوع کیا کرتے ہون تو اُسکو سب سنتون کا چھوڑنا جائز ہی کیونکہ لوگون کو اُسکے فتوی کی حاجت ہی مگر فجر کی سنت چھوڑنا جائز نہین یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے فجر کی سنتین پڑھین اور اُسکو یہ گمان تھا کہ ابھی رات باقی ہی پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہوگئی تھی قاضی علاء الدین محمود نسفی نے مختلفات کی شرح مین لکھا ہی کہ اس مسئلہ مین کوئی روایت نہین اور متاخرین نے کہا ہی کہ وہ فجر کی سنتین ادا ہوگئین اور شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے کتاب الصلوۃ کی شرح مین کہا ہی کہ ظاہر جواب یہ ہی کہ فجر کی سنتین ادا ہوگئین اسلیے کہ ادا وقت مین واقع ہوئی یہ محیط مین لکھا ہی جس شخص کو کھڑے ہونے کی قدرت ہو اُسکو فجر کی سنتین بیٹھکر پڑھنا جائز نہین اسی واسطے فقہا نے کہا ہی کہ فجر کی سنتین واجب کے قریب ہین یہ تاتارخانیہ مین منافع سے نقل کیا ہی۔ فجر کی سنتون کو بلا عذر سواری پر پڑھنا جائز نہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی سنت یہ ہی کہ انمین پہلی رکعت مین سورہ کافرون اور دوسری مین قل ہو اللہ پڑھے اور اُن سنتون کو اول وقت مین اپنے گھر پڑھے یہ خلاصہ مین لکھا ہی فجر کے طلوع ہونے سے پہلے انکا ادا کرنا جائز نہین۔ اگر سنتون کے شروع ہوتے ہی فجر طلوع ہوئی تو جائز ہی اور اگر طلوع مین شک ہو تو جائز نہین اگر فجر کے طلوع ہونے کے بعد دو مرتبہ سنتین پڑھین تو جو آخر مین پڑھین ہین وہی سنتون مین شمار ہونگی اسواسطے کہ وہ فرض نماز سے قریب ہین اور انمین اور فرض نماز مین کوئی اور نماز فاصل نہین اور سنت فرض سے ملی ہوئی چاہیے سنتین جب اپنے وقت میں فوت ہوجاوین تو اُنکو قضا نہ کرے مگر فجر کی سنتین اگر فرض کے ساتھ فوت ہوجاوین تو اُنکو سورج کے نکلنے کے بعد زوال کے وقت تک قضا کرے پھر ساقط ہوجاتی ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور جو بغیر فرض کے قضا ہون تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک

انکو قضا کرے امام محمد کے نزدیک قضا کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ظہر سے پہلے چار رکعتین اگر فوت
ہو جاوین مثلاً امام کے ساتھ جماعت مین شریک ہوگیا اور چار سنتین نہ پڑھین تو سب فقہا کا مذہب یہ ہی کہ
کہ فرضون سے فارغ ہونے کے بعد جب تک ظہر کا وقت باقی ہو انکو پڑھ لے یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی
حقائق مین ہی کہ امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ظہر کے بعد کی دو سنتون کو ان پر مقدم کرے
اور امام محمد نے کہا ہی کہ چار سنتون کو دو سنتون کے اوپر مقدم کرے اور اسی پر فتوی ہی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی بعضون نے کہا ہی کہ جب اکیلا نماز پڑھتا ہو تو فجر اور ظہر کی سنتون کو چھوڑ دینے مین مضائقہ
نہین ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ کسی حالت مین چھوڑنا جائز نہین ہی اور اسی مین زیادہ احتیاط ہی کسی شخص
نے سنتین چھوڑین اور وہ سنتون کو حق نہین سمجھتا تو کافر ہوگیا اسواسطے کہ اسنے انکو خفیف جانکر چھوڑا
اور اگر انکو حق سمجھتا ہی تو صحیح یہ ہی کہ گنہگار ہوتا ہی اسواسطے کہ سنتون کے چھوڑنے پر وعید وارد ہوئی ہی یہ
محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر ظہر سے پہلے چار سنتین پڑھین اور بیچ کے قعدہ مین نہ بیٹھا تو استحساناً جائز ہی
یہ محیط مین لکھا ہی۔ عصر سے پہلے چار رکعتین اور عشا سے پہلے اور بعد چار چار رکعتین اور مغرب کے بعد
چھ رکعتین مستحب ہین یہ کنز مین لکھا ہی امام محمد کا قول ہی کہ اختیار ہی کہ عصر سے پہلے اور عشا سے بعد چار رکعتین پڑھے
یا دو رکعتین پڑھے اور افضل دونون مین چار چار رکعتین پڑھنا ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور منجملہ مستحب
نمازون کے چاشت کی نماز ہی کم سے کم اسکی دو رکعتین ہین۔ اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتین وقت
اسکا سورج کے بلند ہونے سے زوال تک ہی اور منجملہ انکے تحیۃ المسجد کی نماز ہی اور وہ دو رکعت
ہین اور منجملہ انکے وضو کے بعد دو رکعتین ہین اور منجملہ انکے استخارہ کی نماز ہی اور وہ دو رکعتین ہین اور
منجملہ انکے صلوۃ الحاجت ہی اور وہ دو رکعت ہین اور منجملہ انکے آخر شب کی نماز ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی تہجد کی انتہا آٹھ رکعتین تھین اور کم سے کم دو رکعتین یہ فتح القدیر مین مبسوط
سے نقل کیا ہی۔ صلوۃ التسبیح پڑھنے کا قاعدہ ملتقط مین لکھا ہی کہ شروع کی تکبیر کہکر ثنا یعنی سبحانک پڑھے پھر
سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھے پھر اعوذ اور الحمد اور سورۃ پڑھے پھر وہی
کلمات دس بار پڑھے اور ہر رکوع مین دس بار پڑھے پھر ہر قیام مین دس بار پڑھے اور ہر سجدہ مین دس
بار پڑھے اور درمیان دونون سجدون کے دس بار پڑھے اور اسکی چار رکعتین پڑھے ابن عباس سے
پوچھا گیا کہ تمکو اس نماز کی کوئی سورہ بھی معلوم ہی انھون نے کہا الہاکم التکاثر اور والعصر اور قل یا ایہا الکافرون
اور قل ہو اللہ احد بعضے نے کہا ہی کہ صلوۃ التسبیح ظہر سے پہلے پڑھے یہ مضمرات مین لکھا ہی بلا تخصیص نفل نماز
ہر وقت پڑھنا مستحب ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی دن کی نفلون مین ایک سلام مین چار رکعتون سے زیادہ
پڑھنا اور رات کی نوافل مین ایک سلام مین آٹھ رکعتون سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہی اور افضل دونون مین
چار رکعت ہین اسواسطے کہ اسمین تحریمہ دیر تک باقی رہتا ہی پس اسمین مشقت بھی زیادہ ہوگی اور فضیلت
بھی زیادہ ہوگی اسی واسطے اگر کوئی ایک سلام سے چار رکعتین پڑھنے کی نذر کرے تو دو سلام سے
چار رکعتین پڑھنے مین وہ نذر ادا ہوگی اور اگر کوئی دو سلام سے چار رکعتین پڑھنے کی نذر کرے تو

ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنے مین وہ نذر ادا ہوجاویگی یہ تبیین مین لکھا ہی سنتین اور نفل گھر پڑھنا
افضل ہی کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نماز مرد کی گھر مین افضل ہی مگر فرض مسجد مین
افضل ہین اسکے بعد اگر امام مسجد مین جماعت سے نماز پڑھتا ہو تو مسجد کے دروازہ پر سنتین پڑھنا افضل ہی
اسکے بعد اگر امام اندر کی مسجد مین نماز پڑھتا ہو تو باہر کی مسجد مین سنتین پڑھنا افضل ہی اور اگر امام باہر کی
مسجد مین نماز پڑھتا ہو تو اندر سنتین پڑھنا افضل ہی اور اگر مسجد ایک ہو تو ستون کے پیچھے سنتین پڑھنا
چاہیے اور صفون کے پیچھے بغیر کسی چیز کے حائل ہونے کے سنتین پڑھنا مکروہ ہی اور سب سے سخت مکروہ یہ ہی
کہ جماعت کی صف مین مل کر سنتین پڑھے یہ ساری صورتین اسوقت ہین جب امام جماعت سے نماز
پڑھتا ہو اور امام کی نماز شروع کرنے سے پہلے مسجد مین جہان چاہے نماز پڑھے اور جو سنتین کہ بعد
فرض کے پڑھی جاتی ہین انکو مسجد مین اسی جگہ پڑھنا چاہیے جہان فرض نماز پڑھے اور اولی یہ ہی کہ ایک
قدم ہٹ جاوے اور امام کو اپنی جگہ سے ضرور ہٹنا چاہیے یہ کافی مین لکھا ہی اور حلوائی نے ذکر کیا ہی
کہ افضل یہ ہی کہ کل سنتین اپنے گھر مین پڑھے مگر تراویح مسجد مین پڑھے بعض فقہا نے کہا ہی کہ سنتین
کبھی گھر پڑھا کرے اور صحیح یہ ہی کہ سب برابر ہین کسی جگہ مین فضیلت زیادہ نہین لیکن افضل وہ ہی کہ جو ریا
سے زیادہ دور ہو اور اخلاص اور خشوع کے ساتھ زیادہ ملی ہوئی ہو یہ نہایہ مین لکھا ہی ظہر سے پہلے
اور جمعہ سے پہلے اور بعد جو چار رکعتین پڑھے انمین پہلے قعدہ مین درود نہ پڑھے یہ زاہدی مین لکھا ہی
اور جب تیسری رکعت کو کھڑا ہو تو سبحانک اللہم نہ پڑھے اسکے علاوہ جب چار نفل پڑھے پہلے قعدہ مین درود
پڑھے اور تیسری رکعت مین سبحانک اللہم پڑھے اور اگر فجر کی دو سنتین اور ظہر کی چار سنتین پڑھکر بیع و شرا یا
کھانے پینے مین مشغول ہوا تو سنتون کا پھر اعادہ کرے لیکن ایک لقمہ کھانے یا ایک بار پینے سے سنت
باطل نہین ہوتی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر فرض نماز کے بعد باتین کرلین تو بعض فقہا نے کہا ہی کہ سنتین ساقط
ہوجاتی ہین اور بعض نے کہا ہی کہ ساقط نہین ہوتین مگر ثواب کم ہوجاتا ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی نفل کی ہر رکعت
مین الحمد اور سورہ پڑھے اگر ایک رکعت یا دو رکعتون مین قرأت چھوڑ دی تو وہ دوگانہ باطل ہوگیا یہ مضمرات
مین لکھا ہی اگر نفل کی نماز اس گمان سے شروع کی کہ وہ اسکے ذمہ ہی پھر ظاہر ہوا کہ اسکے ذمہ نہین ہی اور توڑ دی تو اسکے ذمہ اعادہ
نہین ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی ہمارے اصحاب کا اتفاق ہی کہ اگر بلا قید نفل کی نیت کی یعنی دو یا چار رکعتون
کی تخصیص نہ کی تو دو رکعتون سے زیادہ لازم نہین ہوتین اور جب چار رکعتون کی نیت کرے تو اس
صورت مین اختلاف ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی چار نفلون کی نیت کرکے جو نماز شروع کرے تو امام ابوحنیفہ رح
اور امام محمد رح کے نزدیک اسکی دو رکعتون کی نماز شروع ہوتی ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی جس شخص نے چار نفل پڑھے
اور بیچ کے قعدہ کو عمداً نہین بیٹھا تو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک بطور استحسان کے
اسکی نماز فاسد نہین ہوتی اور قیاس یہ ہی کہ فاسد ہوجاوے اور وہی قول امام محمد رح کا ہی اور اگر تین
رکعت نفل پڑھے اور دو رکعتون کے بعد قعدہ نہ کیا تو اصح یہ ہی کہ اسکی نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر چھ
رکعتین یا آٹھ رکعتین ایک قعدہ سے پڑھین تو اسمین مشایخ کا اختلاف ہی اور اصح یہ ہی کہ اسمین امام محمد رح

کے نزدیک قیاس کے بموجب نماز فاسد ہو جاویگی اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک
بطور استحسان کے نماز فاسد نہوگی امام الصفار نے اصل مسئلہ [illegible] مین لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص نفل نماز
کے پہلے قعدہ مین نہ بیٹھا اور تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا تو [illegible] قول کے بموجب پھر قعدہ کی طرف
کو لوٹے اور قعدہ کرے اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب نہ لوٹے اور
آخر مین سہو کا سجدہ کرلے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور [illegible] امام محمد رح کے نزدیک
نفلوں کا حکم ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسمین قیاس اور استحسان ہی اور استحسان یہ ہی کہ نماز فاسد
نہین ہوتی یہی اختیار کیا گیا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی [illegible] امام محمد رح کے نزدیک نفلوں کا حکم ہی اور
امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسمین بھی قیاس اور استحسان ہی اور استحسان یہ ہی کہ نماز وتر فاسد نہین ہوتی
قیاس یہ ہی کہ فاسد ہوتی ہی اور یہی اختیار کیا گیا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر بغیر وضو کے یا نجس کپڑے
مین نفل نماز شروع کر دی تو وہ اپنی نماز مین داخل ہی نہین ہوا پس جب اسکا شروع صحیح نہوا تو اسپر قضا
بھی لازم نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہی اسکو اصح قول کے بموجب بلاکراہت
بیٹھکر نفل نماز پڑھنا جائز ہی یہ شرح مجمع البحرین مین لکھا ہی جو ابن الملک کی تصنیف ہی جب نفل کی نماز
کھڑے ہوکر شروع کر دی پھر بلا عذر بیٹھ جانے کا ارادہ کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بطور استحسان
کے جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور جب کھڑے ہوکر نفل کی نماز شروع کر دی پھر تھک گیا تو اگر عصا یا دیوار
پر تکیہ لگالے تو مضائقہ نہین یہ شرح جامع الصغیر مین لکھا ہی جو حسامی کی تصنیف ہی بلا عذر نفل نماز اشارہ
سے جائز نہین اگر نفل نماز شروع کی پھر توڑ دی تو اگر اسطرح توڑی کہ تحریمہ سے بھی نکل گیا جیسے حدث
یا کلام کیا تو دوسری دو رکعتون کی بنا اسپر صحیح نہین اور اگر اسطرح فاسد کی کہ تحریمہ سے نہین نکلا مثلاً
قرأت چھوڑ دی تو دوسری دو رکعتون کی بنا اسپر جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر نفل یا فرض کی نماز بیٹھکر
پڑھی اور وہ قیام پر قادر نہین ہی تو حالت قرأت مین اسکو اختیار ہی کہ چاہے اسطرح بیٹھے کہ دونون ہاتھ
دونون زانون کے گرد حلقہ کرے اور چاہے چار زانو بیٹھے یہ تاتارخانیہ مین شرح طحاوی سے نقل کیا ہی اور
مختار یہ ہی کہ اسطرح بیٹھے کہ جیسے تشہد کی حالت مین بیٹھتے ہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر نفل نماز تھوڑی سی بیٹھکر
پڑھی پھر کھڑا ہو گیا اور باقی کھڑے ہوکر پڑھی تو سب کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور مکروہ نہین یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی۔ اور جو شخص نفل کی نماز بیٹھکر پڑھے اور جب رکوع کا ارادہ کرے تو کھڑے ہوکر رکوع کرے
تو اسکے واسطے افضل یہ ہی کہ کچھ قرأت بھی پڑھ لے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا اور بغیر قرأت کے رکوع کر دیا
تو جائز ہی اور اگر سیدھا کھڑا نہین ہوا اور رکوع کر دیا تو جائز نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر چار رکعتون کی نیت
کرکے قعدہ اولی کے بعد یا پہلے نماز توڑ دی تو دو رکعتون کی قضا کرے یہ کنز مین لکھا ہی اور ظہر کی سنتون کا بھی
یہی حکم ہی اسواسطے کہ وہ بھی نفل ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ احتیاطاً چار رکعتون کی قضا کرے اسلیے کہ وہ سب
بمنزلہ ایک نماز کے ہین یہ ہدایہ اور کافی مین لکھا ہی اور یہی اصح ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور صاحب نصاب
نے اس بات پر تصریح کی ہی کہ یہی اصح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر نفل پڑھنے والا تیسری رکعت کو کھڑا

ہوگیا پھر یاد آیا کہ اُسنے قعدہ نہین کیا تو اُسکو چاہیے کہ عود کرے ظہر کی سنتون کا بھی یہی حکم ہی اور علی
بزدوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ عود نکرے اور اگر چار رکعتون کی نیت کی اور تیسری کو کھڑا ہوگیا اور
اُسکو یاد آیا کہ قعدہ نہین کیا ہی تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ عود کرے اور اگر عود نہین کریگا تو نفل کی نماز فاسد
ہو جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر چار نفلون کی نیت کی اور پہلے دوگانہ مین قعدہ کیا اور سلام پھیر دیا
یا کلام کیا تو اُسپر پچھلے اور لازم نہین ہی اور امام ابو یوسف رح سے یہ روایت ہی کہ اُسپر دو رکعتون کی قضا
لازم ہی اگر چار نفلون کی نیت کی اور کسی رکعت مین قرأت نہ کی یا دوسرے دوگانہ مین سے صرف پہلی
رکعت مین قرأت کی تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک اُسپر پہلی دو رکعتون کی قضا لازم ہوگی
اور اگر پہلی دو رکعتون مین سے ایک رکعت مین قرأت کی اور کسی رکعت مین قرأت نہ کی تو امام ابو حنیفہ رح
اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک چار رکعتون کی قضا کرے اور امام محمد رح کے نزدیک پہلی دو رکعتون
کی قضا کرے اور اگر پہلی دو رکعتون مین قرأت کی اور کسی رکعت مین قرأت نہ کی یا پہلی دو رکعتون مین اور
پچھلی دو رکعتون مین سے ایک رکعت مین قرأت کی تو بالاجماع اُسپر پچھلی دو رکعتون کی قضا لازم ہوگی اور
اگر دوسری دو رکعتون مین قرأت کی اور کسی مین قرأت نہ کی یا پچھلی دونون رکعتون مین اور پہلی دو رکعتون
مین سے ایک رکعت مین قرأت کی تو بالاجماع اُسپر پہلی دو رکعتون کی قضا لازم ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ
امام محمد رح کے نزدیک پہلی دو رکعتون مین یا پہلی دونون رکعتون مین سے ایک رکعت مین قرأت چھوڑنے
سے تحریمہ باطل ہوجاتا ہی اور جب بلا قرأت رکعت کا سجدہ کرلیا تو اُسکے اوپر بنا صحیح نہین اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک پہلے دوگانہ مین قرأت چھوڑنے سے تحریمہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ قرأت
ایک رکن زائد ہی اسلیے کہ بعضی صورتون مین نماز بغیر قرأت بھی ہوجاتی ہی جیسے کہ امی اور گونگے اور
مقتدی کی نماز لیکن قرأت چھوڑنے سے ادا فاسد ہوجاتی ہی تحریمہ باطل نہین ہوتا پس دوسرے
دوگانہ مین نماز شروع کرنا صحیح ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک پہلی دونون رکعتون مین قرأت چھوڑنے
سے تحریمہ باطل ہوجاتا ہی اسلیے کہ قرأت کے واجب ہونے پر تمام امت کا اجماع ہی پس اُسپر بنا
صحیح نہوگی اور پہلی دو رکعتون مین سے ایک رکعت مین قرأت چھوڑنے مین اختلاف ہی پس ہمنے قضا کے
لازم ہونے مین اُسکے باطل ہونے کا حکم کیا اور دوسرے دوگانہ کے لازم ہو جانے مین احتیاطاً
اُسکو باقی رکھا یہ تبیین مین لکھا ہی جو امام کے ساتھ نفل کی پہلی دو رکعتون مین داخل ہوا اور اُسنے امام کے
دوسرے دوگانہ مین داخل ہونے سے پہلے کلام کردیا تو اُسپر صاحبین کے نزدیک صرف پہلی دو رکعتون کی قضا لازم ہوگی
اور اگر امام کے دوسرے دوگانہ کے شروع کرنے کے بعد کلام کیا اور چار رکعتون مین قرأت کرلی تھی تو چار رکعت
کی قضا کریگا اور اگر دوسرے دوگانہ مین اقتدا کیا تھا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو پہلی دو رکعتون کی قضا لازم
ہوگی اگر کسی نے نفلون کی نیت باندھکر ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے اول نماز مین یا آخر مین اقتدا کیا پھر
کلام کردیا تو چار رکعتون کی قضا کرے کسی شخص نے ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفلون کی نیت سے اقتدا
کیا پھر اُسکو یاد آیا کہ اُسنے ظہر کے فرض نہین پڑھے پھر اُسنے اُسکو قطع کرکے ظہر کی نماز کی امام کے ساتھ تکبیر کہی تو اُسپر قضا

نہین ہی کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ اس شخص کے پیچھے یہی نفل پڑھون پھر اُسکو یاد آیا کہ اُسنے ظہر کی نماز نہین پڑھی تو اُسکے ساتھ ظہر کی نیت کرکے داخل ہوگیا تو وہ اُسکی ظہر کی نماز ہوجاویگی اور کوئی قضا لازم نہوگی کسی شخص نے چار نفل پڑھکر پانچوین رکعت شروع کی اور ایک شخص نے پانچوین رکعت مین اُسکا اقتدا کیا پھر امام نے اپنی نماز کو فاسد کر دیا تو مقتدی چھ رکعتون کی قضا کرے اور اگر کسی شخص نے دو رکعتین پڑھی تھین اور اُسوقت کسی اور نے اُسکے پیچھے اقتدا کیا پھر مقتدی کی نکسیر چھوٹی اور وضو کرنے کو گیا پھر اُسکے بعد امام نے تین رکعتین پڑھین پھر مقتدی نے کلام کر لیا اور امام نے چھ رکعتون پر نماز تمام کر دی تو مقتدی چار رکعتون کی قضا کریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اسی سے ملے ہوئے ہین یہ مسئلے اگر کسی نے سنتون کی نذر کی اور اُس نذر کو ادا کیا تو سنت ادا ہوگئی اور تاج الدین صاحب محیط نے یہ کہا ہی کہ اُسکی سنت ادا نہوگی اسلیے کہ اُسکے التزام کے سبب سے وہ دوسری نماز ہوگئی پس قائم مقام سنت کے نہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے اللہ کے واسطے نذر کی ہی کہ ایک دن نماز پڑھون تو اُسپر دو رکعتین لازم ہونگی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور اگر کسی نے مہینہ بھر کے نمازون کی نذر کی تو مہینہ بھر کے جتنے فرض اور وتر ہین اُتنی نمازین اُسپر لازم ہونگی سنتین لازم نہونگی لیکن اُسکو چاہیے کہ وتر اور مغرب کی نمازون کے بدلے چار چار رکعتین پڑھے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے کہا کہ مین نے نذر کی ہی اللہ کے واسطے بغیر وضو دو رکعتین پڑھون تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر بغیر قرآت کے نماز کی نذر کی تو ہمارے تینون عالمون کے نزدیک قرآت سے اُسپر لازم ہوگی اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے اللہ کے واسطے نذر کی ہی کہ آدھی رکعت پڑھون یا ایک رکعت پڑھون تو اُسپر دو رکعتین لازم ہونگی یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور یہی مختار ہی اور اگر تین رکعتون کی نذر کی تو چار رکعتین لازم ہونگی اور اگر کسی نے ظہر کی نماز آٹھ رکعتون سے پڑھنے کی نذر کی تو اُسپر صرف ظہر کی چار رکعتین لازم ہونگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی نے دو رکعتین پڑھنے کی نذر کی اور اُنکو بیٹھکر ادا کیا تو جائز ہی اور سواری پر ادا کیا تو جائز نہین یہ سراجیہ مین لکھا ہی اگر کسی نے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی نذر کی تو کھڑے ہوکر اُسکو نماز پڑھنا واجب ہوگی اور کسی چیز پر سہارا دینا مکروہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی نے کہا کہ اللہ کے لیے میرے ذمہ یہ ہی کہ آج دو رکعتین پڑھون اور نہ پڑھین تو اُن دونون رکعتون کو قضا کرے اور اگر اللہ کی قسم کھائی کہ آج دو رکعتین پڑھونگا اور نہ پڑھین تو قسم کا کفارہ دے اور قضا اُسپر لازم نہین اگر کسی نے نذر کی کہ مین مسجد حرام مین یا بیت المقدس مین نماز پڑھونگا اور کہین اور نماز پڑھی تو جائز ہی امام زفر کا اسمین خلاف ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی

فصل تراویح کے بیان مین

اور وہ پانچ ترویحہ ہوتے ہین ہر ترویحہ مین چار رکعتین دو سلامون سے ہوتے ہین یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور اگر جماعت کے ساتھ پانچ ترویحون پر زیادتی کرے تو ہمارے نزدیک مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وقت اُسکا عشا کے بعد طلوع فجر تک وتر سے پہلے اور بعد ہی یہان تک کہ اگر ظاہر ہوگیا کہ عشا بغیر وضو پڑھی تھی اور تراویح اور وتر وضو سے

پڑھے تو عشا کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرے وتر کا اعادہ نہ کرے اسلیے کہ تراویح عشا کی تابع ہی یہ
قول امام ابوحنیفہ رح کا ہی اسلیے کہ وتر اپنے وقت مین عشا کا تابع نہین اور عشا کی نماز کا اُسپر مقدم کرنا
ترتیب کی وجہ سے واجب ہی اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہی پس اگر بھول کر وتر عشا کے
پہلے پڑھ لے تو صحیح ہو جاوینگے اور تراویح اگر عشا سے پہلے پڑھ لی تو صحیح نہوگی اسلیے کہ وقت تراویح
کا عشا کے ادا ہونے کے بعد ہی پس جو عشا سے پہلے ادا کیا اُسکا اعتبار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک
تراویح کی طرح وتر بھی منجملہ عشا کی نماز کے ہین پس وقت اُنکا عشا کی نماز ادا کرنے کے بعد شروع ہوتا ہی
تو اسلیے اگر بھول کر بھی عشا کی نماز سے پہلے پڑھ لے تو تراویح کی طرح صاحبین کے نزدیک اُنکا
اعادہ واجب ہوگا حاصل یہ ہی کہ وتر کے اعادہ مین اختلاف ہی اور عشا کی تراویح اور سنتون کے اعادہ
مین اگر وقت باقی ہو تو اتفاق ہی یہ تبیین مین لکھا ہی دو دو ترویحون کے درمیان مین بقدر ایک ترویحہ
کے بیٹھنا اُسی قدر پانچوین ترویحہ اور وتر کے درمیان مین بیٹھنا مستحب ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور یہی ہدایہ
مین لکھا ہی اور اگر امام سمجھے پانچوین ترویحہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا جماعت کے لوگون پر بھاری ہوگا تو نہ بیٹھے
یہ سراجیہ مین لکھا ہی پھر بیٹھنے کے وقت مین لوگون کو اختیار ہی چاہے تسبیح پڑھتے رہین چاہے خاموش
بیٹھے رہین اور مکہ کے لوگ سات مرتبہ طواف کر لیتے ہین اور دو رکعت نماز پڑھ لیتے ہین اور مدینہ کے
لوگ چار رکعتین اور پڑھ لیتے ہین یہ تبیین مین لکھا ہی پانچ سلامون کے بعد آرام لینا جمہور کے نزدیک
مکروہ ہی یہ کافی مین لکھا ہی یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ تراویح مین تہائی رات تک یا آدھی رات تک
تاخیر کرنا مستحب ہی آدھی رات کے بعد اُسکے ادا کرنے مین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ مکروہ نہین اور تراویح
سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی اور بعضون نے کہا ہی سنت عمر رضی اللہ عنہ کی ہی پہلا قول
اصح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی تراویح مردون اور عورتون سب کے لیے سنت ہی یہ زاہدی مین
لکھا ہی۔ ہمارے نزدیک اصل تراویح سنت ہی حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی ہی اور بعضون نے کہا کہ
مستحب ہی اور پہلا قول اصح ہی اور جماعت اُسمین سنت کفایہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی۔ اگر تراویح بغیر جماعت کے پڑھین یا عورتین جدا جدا تراویح اپنے گھرون مین پڑھین تو
تراویح ادا ہو جاویگی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اگر سارے مسجد والے تراویح کی جماعت چھوڑ دین تو اُنھون
نے برا کیا اور گنہگار ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کوئی ایک شخص جماعت چھوڑ دے اور اپنے
گھر مین پڑھ لے تو اُسنے فضیلت چھوڑ دی اسمین برائی اور ترک سنت نہین اگر کوئی شخص ایسا ہو جس سے
لوگ اقتدا کیا کرتے ہون اور اُسکے آنے سے جماعت مین زیادتی ہوگی اور نہ آنے سے جماعت
مین کمی ہوگی تو اُسکو جماعت نہ چھوڑنا چاہیے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر اپنے گھر مین جماعت سے نماز
پڑھے تو اُسمین مشایخ کا اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ گھر مین جماعت کی فضیلت ہی اور مسجد مین دوسری فضیلت
بھی ہی پس اگر گھر مین جماعت سے نماز تراویح پڑھیگا تو جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت مل جاویگی اور
دوسری فضیلت چھوٹیگی قاضی ابو علی نسفی نے یہی کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ تراویح کا جماعت سے مسجد مین

ادا کرنا افضل ہی اور یہی حکم ہی فرائض مین اور اگر فقیہ قاری ہو تو افضل اور احسن یہ ہی کہ اپنی قرات سے تراویح پڑھے اور دوسرے کا اقتدا نہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی امام نے کہا ہی کہ اگر محلہ کی مسجد کا امام قرآن غلط پڑھتا ہو تو اپنی مسجد کے چھوڑ دینے اور دوسری جگہہ تراویح کی جماعت تلاش کرنے مین مضائقہ نہین اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ جب دوسرا امام قرآت مین نرم اور آواز مین اچھا ہو اور اُسی سے ظاہر ہو گیا کہ اگر اُسکے محلے کی مسجد مین ختم نہوتا ہو تو اُسکو اپنے محلہ کی مسجد چھوڑنا اور اور مسجدون مین ختم تلاش کرنا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی جماعت والون کو چاہیے کہ تراویح مین خوشخوان کو امام نہ بنادین بلکہ درست خوان کو امام بنادین اسلیے کہ امام جب اچھی آواز سے پڑھتا ہی تو حضور قلب اور غور و فکر مین خلل پڑتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی وتر جماعت سے فقط رمضان مین پڑھے اسی پر مسلمانون کا اجماع ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ رمضان مین وتر گھر مین پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہی یہی صحیح ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ افضل یہ ہی کہ وتر اکیلا اپنے گھر مین پڑھے اور یہی مختار ہی یہ تبیین مین لکھا ہی کسی شخص کو تراویح کی جماعت گھر مین پڑھانے کے لیے اجرت دیکر مقرر کرنا مکروہ ہی سوا اسکے کہ امام اجرت پر مقرر کرنا جائز نہین ہی اگر ایک مسجد مین دو مرتبہ تراویح کی جماعت پڑھے تو مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کوئی امام دو مسجدون مین پوری پوری تراویح پڑھاتا ہی تو جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور مقتدی اگر دو مسجدون مین تراویح کی نماز پڑھے تو مضائقہ نہین اور چاہیے کہ دوسری مسجد مین وتر نہ پڑھے اور اگر کسی مسجد مین تراویح کی نماز ہو چکی پھر لوگون نے دوبارہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو چاہیے کہ جدا جدا پڑھین۔ اگر کسی شخص نے عشا اور تراویح اور وتر کی نماز اپنے گھر مین پڑھ لی پھر اور لوگون کو نیت امامت سے تراویح پڑھائی تو امام کے لیے مکروہ ہی اور جماعت کے لیے مکروہ نہین اور اگر پہلے امام کی نیت نہین کی تھی اور نماز شروع کردی اور لوگون نے تراویح مین اُسکا اقتدا کر لیا تو کسی کے واسطے مکروہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی افضل یہ ہی کہ سب تراویح ایک امام پڑھاوے اور اگر دو امام پڑھاوین تو مستحب یہ ہی کہ ہر ایک امام ترویحہ پورا کر کے جدا ہو اور ایک سلام پر اگر جدا ہو گیا تو صحیح قول کے بموجب یہ مستحب نہین ہی اور جب اسطرح دو اماموں کے پیچھے تراویح جائز ہوئی تو یہ بھی جائز ہی کہ فرض ایک شخص پڑھاوے اور تراویح دوسرا شخص پڑھاوے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر مین امامت کیا کرتے تھے اور ابی بن کعب تراویح مین امامت کیا کرتے تھے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور سمجھ والے لڑکے کی امامت تراویح اور ایسی نفلون مین جنمین کچھ تخصیص نہو بعضون کے نزدیک جائز ہی اور اکثر کے نزدیک جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر تراویح فوت ہوجاوین تو اُنکو قضا نہ کرے نہ جماعت سے نہ بغیر جماعت یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر یاد آوے کہ گذشتہ شب مین ایک دوگانہ فاسد ہو گیا تھا تو اگر اسکو تراویح کی نیت سے قضا کرے تو مکروہ ہی اور اگر وتر پڑھنے کے بعد یہ یاد آیا کہ ایک سلام تراویح کا یعنی دو رکعتین رہ گئی ہین تو محمد بن الفضل نے کہا ہی کہ اُسکو جماعت سے نہ پڑھین اور صدر الشہید رح نے کہا ہی کہ اُسکو

جماعت سے پڑھ لین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر امام نے ترویحہ کا سلام پھیرا اور بعض جماعت والون نے
کہا تین رکعتین پڑھی ہین اور بعض نے کہا کہ دو رکعتین پڑھی ہین تو امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب امام
اپنی راے پر کام کرے اور اگر امام کو کسی بات کا یقین ہو تو اُسکا قول اختیار کرے جو اُسکے نزدیک سچا ہو
یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر تسلیمون کی گنتی مین شک پڑے تو اُسمین مشایخ کا اختلاف ہی کہ اعادہ
کرین یا نکرین یا جماعت سے اعادہ کرین یا جدا جدا اعادہ کرین اور صحیح یہ ہی کہ جدا جدا اعادہ کرین یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے
عشا کی نماز علحدہ پڑھی تھی تو اُسکو جائز ہی کہ تراویح امام کے ساتھ پڑھ لے اور اگر سب لوگون نے عشا کے
فرض کی جماعت چھوڑ دی تو اُنکو تراویح جماعت سے پڑھنا جائز نہین ہی اگر کسی شخص نے تھوڑی سی تراویح
ایک امام کے ساتھ پڑھی یا کچھ تراویح امام کے ساتھ نہ ملی یا کسی نے کچھ تراویح اور امام کے ساتھ پڑھی تھی
تو اُسکو وتر اُس امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہی یہی صحیح ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی جس شخص سے ایک ترویحہ یا دو ترویحے
فوت ہو گئے تھے اور اگر اُنکے پڑھنے مین مشغول ہوتا ہی تو وتر کی جماعت چھوٹ جاویگی اُسکو چاہیے کہ
اول وتر جماعت سے پڑھ لے پھر اول ترویحون کو پڑھے جو فوت ہو گئے تھے شیخ امام استاد ظہیر الدین اسی
پر فتوی دیتے تھے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر کوئی شخص فرض نماز یا وتر یا نفل پڑھ رہا ہی تو اصح یہ ہی کہ اُسکے
پیچھے تراویح کی نماز کا اقتدا صحیح نہین اسلیے کہ وہ مکروہ ہی اور عمل سلف کے مخالف ہی اور اگر کوئی شخص
تراویح کا پہلا دوگانہ پڑھتا تھا اُسکے پیچھے کسی ایسے شخص نے اقتدا کیا جو دوسرا دوگانہ پڑھتا تھا تو صحیح یہ ہی
کہ جائز ہی جسطرح یہ جائز ہی کہ کوئی شخص ظہر کی پہلی چار رکعتین پڑھتا تھا اُسکے پیچھے ایسے شخص نے اقتدا کیا
جو ظہر کی اخیر دو رکعتین پڑھتا تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر عشا کے بعد کی سنتون کی نیت سے تراویح پڑھنے
والے کے پیچھے اقتدا کیا تو جائز ہی اصح یہ ہی کہ تراویح کی نیت ہر دوگانہ مین ضرور نہین اسواسطے کہ وہ کل بمنزلہ
ایک نماز کے ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر تراویح امام کے ساتھ پڑھی اور ہر دوگانہ کے واسطے
نئی نیت نہ کی تو جائز ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اگر عشا کی نماز کا سلام نہ پھیرا اور تراویح کی اُسپر بنا کر لی تو صحیح یہ ہی
کہ وہ صحیح نہوگی اور یہ فعل مکروہ ہی اور اگر عشا کی سنتون مین تراویح کی بنا کی تو اصح یہ ہی کہ جائز نہین یہ
خلاصہ مین لکھا ہی تراویح مین ایک بار قرآن کا ختم سنت ہی قوم کی سستی کی وجہ سے اُسکو چھوڑ دین
یہ کافی مین لکھا ہی برخلاف اُسکے تشہد کے بعد کی دعاؤن کا اگر وہ جماعت کے لوگون کو دشوار معلوم ہون تو
چھوڑ دینا جائز ہی لیکن درود نہ چھوڑے یہ نہایہ مین لکھا ہی دو بار ختم کرنے مین فضیلت ہی اور تین بار ختم
کرنا افضل ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ افضل یہ ہی کہ تراویح کے سب دوگانون مین قرات برابر پڑھے
اگر کم و بیش پڑھے تو مضائقہ نہین اور ہر ایک دوگانہ مین دوسری رکعت مین قرات کو بڑھانا مستحب نہین ہی مثل اور
تمام نمازون کے اور اگر پہلی رکعت کی قرات دوسری رکعت پر بڑھا وے تو مضائقہ نہین یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی۔ امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون رکعتون مین قرات
برابر پڑھنا مستحب ہی اور امام محمد رح کے نزدیک پہلی رکعت مین بہ نسبت دوسری رکعت کے قرات زیادہ
کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ ہر رکعت مین دس آیتین پڑھے

مثل اسکے پڑھے یہی صحیح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی قرات مین اور ارکان کے ادا کرنے مین جلدی کرنا مکروہ ہی
یہ سراجیہ مین لکھا ہی جسقدر حروف کو اچھی طرح ادا کریگا اُسی قدر بہتر ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور
ہمارے زمانہ مین افضل یہ ہی کہ اسقدر پڑھے کہ قوم اپنی سستی کی وجہ سے بیزار نہو جاوے اسواسطے کہ
جماعت کا بہت ہونا قرآت کے بہت ہونے سے افضل ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ہمارے زمانے
کے واسطے علماء متاخرین یہ فتوی دیتے تھے کہ ہر رکعت مین ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتین پڑھے تاکہ
قوم بیزار نہو جاوے اور مسجدین خالی نہ پڑی رہین یہ احسن ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی اور امام کو چاہیے کہ
جب ختم کا ارادہ کرے تو ستائیسوین شب مین ختم کرے قرآن کے ختم مین جلدی کرکے اکیسوین تاریخ
یا اُس سے پہلے ختم کر دینا مکروہ ہی اور منقول ہی کہ مشائخ رحمہ اللہ علیہم نے تمام قرآن مین پانسو چالیس
رکوع مقرر کیے ہین اور قرآنون مین اُسکی علامت بنادی ہی تاکہ قرآن ستائیسوین رات مین ختم ہوجاوے
اور ملکون مین قرآنون مین دس دس آیتون پر بھی علامت بنائی گئی تھی اور اُسکو رکوع مقرر کیا گیا تھا
تاکہ تراویح کی ہر رکعت مین قرآت بقدر مسنون پڑھی جاوے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر
انیسوین یا اکیسوین شب مین قرآن ختم ہوجاوے تو باقی مہینہ مین تراویح نہ چھوڑے اسلیے کہ تراویح
سنت ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اصح یہ ہی کہ تراویح کا چھوڑنا مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
اور اگر تراویح کی قرآت مین غلطی ہوئی اور کوئی سورۃ یا آیت چھوڑ کر اُسکے بعد کی سورۃ یا آیت پڑھی تو
مستحب یہ ہی کہ اُس چھوٹی ہوئی کو پڑھکر پھر اُس پڑھی ہوئی کو دوبارہ پڑھے تاکہ ترتیب کے موافق ہو یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر ایک دوگانہ مین کچھ قرآن پڑھا پھر وہ دوگانہ فاسد ہوگیا تو اُس دوگانہ کی قرات
شمار مین نہ آویگی اور اُس قرآت کا اعادہ کرے تاکہ ختم صحیح نماز مین ادا ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ قرآت
بھی شمار مین آجاویگی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی بعضے شہرون مین لوگون نے ختم چھوڑ دیا ہی اسلیے کہ دین کے
کامون مین سستی ہوگئی ہی پھر اُنمین سے بعض نے یہ اختیار کیا ہی کہ تراویح کی ہر رکعت مین قل ہو اللہ احد
پڑھتے ہین اور بعض نے یہ اختیار کیا ہی کہ سورہ الم ترکیف سے آخر قرآن تک پڑھتے ہین اُن دونون قولون
مین یہی قول بہتر ہی اسواسطے کہ رکعتون کی گنتی کی بھول نہین پڑتی اور اُسکے یاد کرنے مین دل نہین بٹتا
یہ تجنیس مین لکھا ہی اس بات پر سب کا اتفاق ہی کہ بلا عذر تراویح کی نماز بیٹھ کر پڑھنا مستحب نہین جواز
مین اختلاف ہی بعضون نے کہا ہی کہ جائز ہی اور یہی صحیح ہی مگر ثواب اُسکا کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے
آدھا ہوتا ہی۔ اگر امام عذر کی وجہ سے یا بے عذر بیٹھکر تراویح پڑھے اور مقتدی کھڑے ہون تو بعض فقہا
نے کہا ہی کہ سب کے نزدیک نماز صحیح ہوگی یہی صحیح ہی اور جب کھڑے ہونے والے کا اقتدا بیٹھنے والے کے
پیچھے صحیح ہوگیا تو اسمین اختلاف ہی کہ جماعت والون کے واسطے کیا مستحب ہی بعضون نے کہا ہی کہ بیٹھنا
مستحب ہی تاکہ مخالفت کی صورت نرہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی فتاوی مین ہی کہ اگر چار
رکعتین ایک سلام سے پڑھین اور دوسری رکعت مین قعدہ نہ کیا تو بطور استحسان کے نماز فاسد
نہوگی امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح سے دو روایتین ہین اور دونون مین اظہر روایت یہی ہی

اور محمد بن الفضل نے کہا ہی کہ وہ چارون رکعتین بجائے ایک تسلیمہ یعنی ایک دوگانہ کے ہونگی یہی صحیح ہی اور یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور یہی فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی ابو بکر اسکاف سے کسی نے پوچھا کہ اگر کسی شخص نے تراویح کی دوسری رکعت مین قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا تو اسکا کیا حکم ہی اُنھون نے جواب دیا کہ اگر اُسکو قیام یاد آگیا تو اُسکو چاہیے کہ لوٹے اور قعدہ کرے اور سلام پھیر دے اور تیسری رکعت کے سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور پڑھا دے اور یہ چارون رکعتین قائم مقام ایک تسلیمہ کے ہونگی اور اگر دوسری رکعت مین بقدر تشہد کے بیٹھ لیا ہی تو اُسمین اختلاف ہی اکثر کا قول یہ ہی کہ دو تسلیمے ادا ہو جاوینگے یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر تراویح کے دس تسلیمے پڑھے اور ہر تسلیمہ مین تین رکعتین پڑھین اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو اُسپر تراویح کی قضا آویگی اور کچھ نہ آویگا یہی قیاس ہی اور یہی قول امام محمد رح کا ہی اور یہی روایت امام ابو حنیفہ رح سے ہی اور استحسان کے طور پر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُس شخص کے قول کے بموجب جو اُس نماز کو تراویح کے قائم مقام نہین کرتا تراویح کی قضا واجب ہو گی اور امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب تیسری رکعت کے سبب سے کچھ واجب نہوگا خواہ بھول کر پڑھی ہو خواہ عمداً اور امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب اگر بھول کر پڑھی ہی تو یہی حکم ہی اور اگر عمداً پڑھی ہی تو ہر تیسری رکعت کے بجائے دو رکعتین لازم ہونگی پس تراویح کے ساتھ بیس رکعتین اور پڑھے اور اُس شخص کے قول کے بموجب جو اُنکو بجائے تراویح کے جائز سمجھ لیتا ہی امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر بھول کر پڑھی ہین تو کچھ لازم نہوگا اور اگر عمداً پڑھی ہین تو بیس رکعتین لازم ہونگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور یہی فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر تراویح کی چھ یا آٹھ یا دس رکعتین ایک سلام سے پڑھین اور دو دو رکعتون کے بعد بیٹھا تو اکثر کا قول یہ ہی کہ ہر دوگانہ کا ایک تسلیمہ ہو جاویگا یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر کل تراویح ایک سلام سے پڑھین تو اگر دو رکعت کے بعد بیٹھا ہی تو سب تراویح ادا ہو جاوینگی اور اگر کسی دوگانہ مین نہین بیٹھا صرف اخیر مین ہی بیٹھا ہی تو وہ بطریق استحسان صحیح قول کے بموجب ایک تسلیمہ ادا ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور یہی فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور مقتدی کے واسطے یہ مکروہ ہی کہ بیٹھ کر تراویح پڑھے اور جب امام رکوع کرنے کو ہو تو کھڑا ہو جاوے اسی طرح اگر نیند کا غلبہ ہو تو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا مکروہ ہی بلکہ علیحدہ ہو جاوے اور خوب ہوشیار ہو جاوے اس واسطے کہ نیند کے ساتھ نماز پڑھنے مین سستی اور غفلت ہوتی ہی اور قرآن مین غور و فکر کرنا چھوٹ جاتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے تراویح کی نماز امام کے ساتھ شروع کی جب امام نے قعدہ کیا تو وہ سو گیا اس عرصہ مین امام نے سلام پھیر کر دوسرا دوگانہ بھی پڑھا اور تشہد کے واسطے قعدہ مین بیٹھا اسوقت وہ شخص ہوشیار ہوا اگر اُسکو یہ معلوم ہو گیا تو سلام پھیر دے اور دوبارہ نیت باندھ کر امام کے ساتھ تشہد مین شریک ہو جاوے اور جسوقت امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو کر دو رکعتین جلد پڑھ لے اور سلام پھیر دے پھر امام کے ساتھ تیسرے دوگانہ مین شریک ہو جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی

دسوان باب فرض مین شریک ہونے کے بیان مین اگر فجر یا مغرب کی نماز کی ایک رکعت پڑھ چکا ہی اور جماعت شروع ہولی تو اُس ایک رکعت کو توڑ دے اور جماعت مین شریک ہو جاوے اور اگر دوسری رکعت مین ہی اور ابھی سجدہ نہین کیا ہی تو اُسکو بھی توڑ دے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہی تو پھر نہ توڑے اور اُسکو پورا کرے اور پھر امام کے ساتھ مین شریک نہووے اسواسطے کہ صبح کی نماز کے بعد نفل مکروہ ہی اور مغرب مین یا تو نفلون کی طاق رکعتین ہونگی یا اگر چار رکعتین پڑھیگا تو امام کی مخالفت ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور یہ سب بدعت ہی اور اگر امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو چار رکعتین پوری کرے اسلیے کہ سنت کی موافقت امام کی موافقت سے بڑھ کر ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور اُسنے برا کیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز اُسکی فاسد ہوگی اور اُسکو چاہیے کہ چار رکعتون کی قضا کرے اسواسطے کہ وہ اقتدا کی وجہ سے اُسپر لازم ہو گئین یہ تمسی مین لکھا ہی اور اگر اُس نفل پڑھنے والے نے مغرب کی نماز مین ایسے امام کے پیچھے اقتدا کیا کہ جسنے تیسری رکعت مین قرأت نہین کی تو اگر مقتدی نے قرأت کر لی تو نماز اُسکی جائز ہی اور اگر قرأت نہین کی تو بھی بہ تبعیت امام اُسکی نماز جائز ہوگی یہ شیخ امام اُستاد خانی سے منقول ہی اور اگر امام چوتھی رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر کھڑا ہوا اور مقتدی نے اُس چوتھی رکعت مین بھی متابعت کی تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جاوے گی خواہ امام تیسری رکعت مین بیٹھا ہو یا نہ بیٹھا ہو یہی مختار ہی اگرچہ امام کی نماز نفل ہو گئی لیکن پہلے فرض تھی پھر فرض سے نفل کی طرف کو چلا گیا پس گویا اُسنے دو نمازین دو تحریمون سے پڑھین تو اس صورت مین مقتدی کی ایک نماز بغیر عذر حدث کے دو امامون کے پیچھے ہوگی اسلیے جائز نہین ہی اور اگر نفل نماز کسی نے شروع کی پھر جماعت قائم ہوئی تو مختار یہ ہی کہ اُسکو نہ توڑے خواہ رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہی حکم ہی اس صورت مین کہ نذر کی نماز یا قضا شروع کی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور جس شخص نے ظہر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی پھر جماعت قائم ہوئی تو وہ ایک رکعت اور پڑھ لے پھر امام کے ساتھ داخل ہو جاوے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو اُسکو توڑ دے اور امام کے ساتھ داخل ہو جاوے یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی یہان جماعت قائم ہونے سے امام کا نماز شروع کرنا مراد ہی موذن کا اقامت کہنا مراد نہین اور اگر موذن نے اقامت شروع کی ہو اور کسی شخص نے پہلے رکعت کا سجدہ نہین تو ہمارے اصحاب کا بلا خلاف یہ حکم ہی کہ دو رکعتین پوری کر لے یہ نہایہ مین لکھا ہی اور اگر دوسری جگہ جماعت قائم ہوئی مثلاً کوئی شخص گھر مین نماز پڑھتا تھا اور مسجد مین جماعت قائم ہوئی یا مسجد مین نماز پڑھتا تھا اور دوسری مسجد مین جماعت قائم ہوئی تو نماز کسی حالت مین نہ توڑے اگر ظہر کی تین رکعتین پڑھ چکا ہی اور جماعت قائم ہوئی تو اپنی نماز پوری کر کے نفل کی نیت سے اقتدا کرے اور اگر تیسری رکعت مین ہی اور اُس رکعت کا ابھی سجدہ نہین کیا ہی تو نماز کو قطع کر دے اور اسمین اختیار ہی چاہے قعدہ کی طرف کو لوٹے اور سلام پھیرے چاہے سلام نہ پھیرے اُسی طرح کھڑا ہوا تکبیر کہکر امام کے ساتھ نماز شروع کرنے کی نیت کر لے اور قیام کی حالت مین سلام نہ پھیرے یہ تبیین مین لکھا ہی اصح یہ ہی کہ دونون صورتون کا اختیار ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اُسی طرح کھڑا ہوا ایک سلام پھیر کر نماز توڑ دے اور یہی اصح ہی اسلیے کہ قعدہ نماز کے تمام ہونے کے لیے شرط تھا اور یہ نماز کا

توڑنا ہی نماز کا تمام ہونا نہین اسواسطے کہ ظہر کی نماز دو رکعتون پر تمام نہین ہوتی اور ایک ہی سلام کافی ہی یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ عشا یا عصر کی نماز شروع کر دی ہو اور پھر اُسکی جماعت قائم ہوئی لیکن
عصر کی نماز تمام کرنے کے بعد نفلون کی نیت سے نماز مین شریک ہو جس شخص کو ظہر کی ایک رکعت امام کے
ساتھ ملی تو اُسنے سب فقہا کے قول کے بموجب ظہر کی نماز جماعت سے نہین پڑھی لیکن سب فقہا کے نزدیک جماعت
کی فضیلت پالی اور اگر تین رکعتین امام کے ساتھ پائین تو بالاجماع ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے والا ہو گیا یہ
سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر نفل نماز شروع کی پھر فرض کی جماعت قائم ہوئی تو جو دوگانہ پڑھ رہا ہی اُسکو تمام کرلے
اُسپر زیادتی نہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر ظہر یا جمعہ سے پہلے کی سنتین پڑھتا تھا اور ظہر کی جماعت قائم
ہوئی یا جمعہ کا خطبہ شروع ہوا تو دو رکعتین پڑھکر نماز کو قطع کر دے یہ امام ابو یوسف رح سے مروی ہی اور بعضون
سے کہا ہی نماز کو پورا کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی جس شخص نے امام کو فجر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا اور اُسنے فجر کی سنتین نہین پڑھی ہین تو اگر اُسے
یہ خوف ہو کہ ایک رکعت فوت ہو جاویگی اور دوسری امام کے ساتھ مل جاویگی تو وہ مسجد کے دروازے
کے پاس سنتین پڑھ لے پھر نماز مین داخل ہو اور اگر دونون رکعتون کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سنتین
نہ پڑھے اور امام کے ساتھ داخل ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہی کتاب مین یہ مذکور نہین کہ اگر اُسکو یہ خیال ہو کہ قعدہ
مل جاویگا تو کیا کرے اور کتاب مین جو یہ مذکور ہی کہ اگر اُسکو دونون رکعتون کے فوت ہونے کا خوف
ہو تو ظاہر اُس سے یہ ہوتا ہی کہ جسکو یہ خوف ہو کہ کوئی رکعت نہ ملیگی صرف قعدہ ملیگا وہ سنتین نہ پڑھے اور
امام کے ساتھ داخل ہو جاوے اور فقیہ ابو جعفر سے منقول ہی کہ اگر قعدہ ملنے کی توقع ہو تو امام ابو حنیفہ رح
اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک سنتین پڑھے اسواسطے کہ اُن دونون کے نزدیک تشہد کا ملنا مثل رکعت
کے ملنے کے ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اسکے سوا اور باقی سنتون کا یہ حکم ہی کہ اگر یہ سمجھے کہ امام کے رکوع کرنے
سے پہلے تمام کر لونگا تو مسجد سے باہر پڑھ لے اور اگر رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو امام کے ساتھ
نماز شروع کر دے یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر امام کو رکوع مین پایا اور یہ معلوم نہین کہ پہلے رکوع مین ہی یا
دوسرے مین تو سنتین چھوڑ دے اور امام کے ساتھ ہو جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی مسجد مین
داخل ہوا اور اُسمین اذان ہو چکی ہی تو بغیر نماز پڑھے وہان سے باہر ہونا مکروہ ہی لیکن وہ اگر کسی اور مسجد کا
موذن یا امام ہی اور اُسکے نہونے سے جماعت متفرق ہو جاویگی تو اُسکے واسطے مسجد سے باہر ہو جانے
مین کچھ مضائقہ نہین یہ حکم اُس شخص کے لیے ہی جسنے ابھی تک وہ نماز نہ پڑھی ہو اور ایکبار پڑھ چکا ہی تو عشا اور
ظہر کی نماز مین جب تک موذن نے اقامت نہین کہی ہو مسجد سے باہر چلا جانے مین مضائقہ نہین اور اگر
موذن نے اقامت شروع کر دی تو مسجد سے باہر نہ جاوے اور نفل کی نیت سے اُن نمازون کو پڑھے
اور عصر اور مغرب اور فجر کی نمازون مین یہ حکم ہی کہ مسجد سے باہر چلا جاوے اور اگر ٹھہر رہا اور اُنکے ساتھ
داخل ہوا تو مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے امام کو رکوع مین پایا اور تکبیر کہکر کھڑا ہوا
اسنے مین امام نے رکوع سے سر اُٹھا لیا تو اُسکو وہ رکعت نہ ملی یہ ہدایہ مین لکھا ہی خواہ اتنی دیر مین رکوع مین گیا

ہو سکتا تھا یا نہو سکتا تھا دونوں صورتوں میں ایک حکم ہی اور اسی طرح اگر تکبیر کہکر نہ ٹھہرا اور تعجیل کیا لیکن امام کے
رکوع میں جانے سے پہلے امام نے سر اُٹھا لیا تو بھی اُسکو وہ رکعت نہ ملی محبوبی نے کہا ہی کہ اگر کوئی شخص مسجد
میں داخل ہوا اور امام رکوع میں ہی تو ہمارے بعض مشایخ نے کہا ہی کہ اُسکو چاہیے کہ تکبیر کہکر رکوع کرے
پھر چل کر صف میں مل جاوے تاکہ رکوع فوت نہو اور ہمارے نزدیک اگر دو قدم چلیگا تو نماز
باطل ہوجاویگی ورنہ مکروہ ہوگی اور اکثر مشایخ کا قول یہ ہی کہ وہ تکبیر نہ کہے تاکہ نماز میں پہلا نہ پڑے جلابی نے
ذکر کیا ہی کہ کسی شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور کھڑے ہوکر تکبیر کہی اور اُسنے جھکنا شروع کیا اُسوقت امام
نے اُٹھنا شروع کیا تو اگر امام کے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اُسکے ساتھ شریک ہوگیا تو اصح یہ ہی کہ
اُس رکعت کا اعتبار ہوگا اگرچہ مشارکت بہت تھوڑی ہو یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہی فقہا کا اجماع ہی کہ اگر کسی
شخص نے امام کو کھڑا ہوا پایا اور تکبیر کہی اور امام کے ساتھ رکوع نہ کیا یہاں تک کہ امام رکوع کرچکا پھر
رکوع کیا تو اُسکو وہ رکعت مل گئی اور اس بات پر فقہا کا اجماع ہی کہ اگر کسی نے رکوع کے قومہ میں امام کا
اقتدا کیا تو اُسکو وہ رکعت نہ ملی یہ بحر الرائق میں لکھا ہی جو شخص امام کو رکوع میں پاوے تو کھڑے ہوکر
تحریمہ باندھے اور تکبیر کہے اور جو گمان غالب ہو کہ امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوجاویگا تو سبحانک اللھم
بھی پڑھ لے اور عید کی نماز ہو تو اُسکی تکبیریں بھی کھڑا ہوکر کہہ لے اور اگر اُسکو یہ خوف ہو کہ رکوع فوت
ہوجاویگا تو رکوع کر دے اور رکوع میں بھی عید کی تکبیریں کہے یہ کافی کے باب صلوۃ العیدین میں لکھا ہی جو
شخص امام کو رکوع میں پاوے اُسکو دونوں تکبیروں کی حاجت نہیں بعض فقہا کا اسمیں خلاف ہی
اور اگر اُس ایک تکبیر سے رکوع کی نیت کر لے اور نماز کے شروع کی نیت نہ کرے تو جائز ہی اور نیت اُسکی لغو
ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہی اگر مقتدی نے سب رکعتوں میں رکوع اور سجدہ امام سے پہلے کیا تو اُسپر
واجب ہی یہ کہ ایک رکعت بغیر قرأت پڑھے اور اپنی نماز تمام کرے اور اگر رکوع امام کے ساتھ کیا ہی
اور سجدہ اُس سے پہلے کیا ہی تو دو رکعتوں کی قضا کرے اور اگر رکوع پہلے کیا ہی اور سجدہ ساتھ کیا ہی تو بغیر
قرأت چار رکعتیں اُسپر واجب ہونگی اور اگر رکوع امام کے بعد کیا ہی اور سجدہ بھی امام کے بعد کیا ہی تو اُسکی
نماز جائز ہوجاویگی اور اگر امام کو رکوع اور سجدہ دونوں کے آخر میں پایا ہی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان
میں لکھا ہی جو شخص کسی مسجد میں داخل ہوا اور اُسمیں نماز ہوچکی ہی تو اگر وقت میں وسعت ہی تو فرض سے
پہلے جسقدر چاہے نفل پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر وقت تنگ ہی تو نفلوں کو چھوڑ دے بعضوں نے
کہا ہی کہ ظہر اور فجر کی سنتوں کے سوا اور نفلوں کا یہ حکم ہی یہ ہدایہ میں لکھا ہی اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی
اور صاحب محیط اور قاضی خان اور تمرتاشی اور محبوبی نے اختیار کیا ہی یہ کفایہ میں لکھا ہی اور یہی نہایہ میں لکھا ہی
بعضوں نے کہا ہی کہ سب کا یہی حکم ہی یہ ہدایہ میں لکھا ہی اور یہ صدر الاسلام نے اختیار کیا ہی یہ کفایہ
میں لکھا ہی اور اولی یہ ہی کہ ان سنتوں کو کسی حالت میں نہ چھوڑے یہ ہدایہ میں لکھا ہی خواہ فرض
جماعت سے پڑھے ہوں یا نہ پڑھے ہوں لیکن اگر فرض کا وقت جاتے رہنے کا خوف ہو تو چھوڑ دے یہ
کفایہ میں لکھا ہی۔

گیارھوان باب چھوٹی ہوئی نمازون کی قضا کے بیان مین

جو نماز وقت مین واجب ہوکر اُسوقت چھوٹ جاوے تو اُسکی قضا لازم ہی خواہ اُسکو جانکر چھوڑا ہو یا بھول کر چھوڑا ہو یا نیند کی وجہ سے چھوڑا ہو خواہ بہت سی نمازین چھوٹ گئی ہون خواہ تھوڑی سی چھوٹ گئی ہون مجنون پر حالت جنون مین اُن نمازون کی قضا واجب نہین جو عقل کی حالت مین اُس سے چھوٹی ہون اور اسی طرح حالت عقل مین اُن نمازون کی قضا واجب نہین جو جنون کی حالت مین اُس سے چھوٹی ہون اور مرتد پر اُن نمازون کی قضا واجب نہین جو مرتد رہنے کی حالت مین اُس سے چھوٹی ہون۔ اگر کوئی دار الحرب مین مسلمان ہوا اور ایک مدت تک اُسنے اسوجہ سے نماز نہ پڑھی کہ نماز کا واجب ہونا اُسکو معلوم نہ تھا تو اُسپر اُن نمازون کی قضا واجب نہوگی اگر کوئی شخص بیہوش تھا یا ایسا مرض تھا کہ اشارہ سے بھی نماز نہین پڑھ سکتا تھا تو جو نمازین اُس حالت مین فوت ہوئی ہین اور وہ چھوٹی ہوئی نمازین ایک دن رات کی نمازون سے بڑھ گئی ہین تو اُنکی قضا واجب نہوگی قضا کا حکم یہ ہی کہ جس صفت سے نماز مین فوت ہوئی ہو اُسی صفت کے ساتھ ادا کی جاوے لیکن عذر اور ضرورت کی حالت مین یہ حکم بدل جاتا ہی جس شخص کی حالت اقامت مین چار رکعت والے فرض قضا ہوگئے ہین وہ سفر مین اُنکو چار رکعتون سے قضا کریگا۔ اور اگر سفر مین قضا ہوئی ہین تو اقامت کی حالت مین اُنکو دو رکعتون سے قضا کریگا۔ فرض کی قضا فرض ہی واجب کی واجب اور سنت کی سنت قضا کے واسطے کوئی وقت معین نہین بلکہ تین وقتون کے سوا تمام عمر اُسکا وقت ہی اور وہ تین وقت یہ ہین سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور زوال ہونے کے وقت اور غروب ہوتے وقت ان اوقات مین نماز جائز نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی کسی شخص نے نماز پڑھی پھر مرتد ہوگیا پھر اُسی نماز کے وقت کے اندر مسلمان ہوگیا تو اُس نماز کا اعادہ کرے یہ کافی مین لکھا ہی کسی لڑکے نے عشا کی نماز پڑھی پھر سوگیا اور اُسکو احتلام ہوا اور فجر کے طلوع ہونے سے پہلے ہوشیار ہوگیا تو عشا کو قضا کریگا لڑکی کا حکم اسکے خلاف ہی پس اگر لڑکی فجر کے طلوع ہونے سے پہلے حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو عشا کی قضا اُسپر واجب نہوگی اسواسطے کہ جب واجب ہونے کی حالت مین حیض آجاتا ہی تو وجوب ساقط ہوجاتا ہی اور جب وجوب کے ساتھ حیض ہو تو بدرجہ اولی حیض مانع وجوب ہوگا اور اگر اپنی عمر کے حساب سے بالغ ہوئی تو عشا کی نماز اُسپر واجب ہوگی اور اگر لڑکا طلوع فجر سے پہلے ہوشیار نہوا تو بعضون نے کہا ہی کہ عشا کو قضا کریگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی مختار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر چھوٹی ہوئی نمازون کو جماعت سے قضا کرے تو اگر جہری نمازون کو قضا کرتا ہی تو امام کو چاہیے کہ نماز مین جہر کرے اور اگر تنہا قضا پڑھتا ہی تو جہر اور مخافت مین اختیار ہی جیسے تنہا نماز پڑھتا تھا اور اگر آہستہ قرأت پڑھنے کی نماز ہین تو آہستہ پڑھنا واجب ہی اور امام کے واسطے بھی یہی حکم ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی وقت کی نماز اور چھوٹی ہوئی نماز مین ترتیب واجب ہی یہ کافی مین لکھا ہی یہان تک کہ وقت کی نماز قضا نماز کے ادا کرنے سے پہلے جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اسی طرح فرض اور وتر مین ترتیب واجب ہی یہ شرح وقایہ مین لکھا ہی۔ اگر فجر کی نماز پڑھی اور اُسکو یاد تھا کہ وتر نہین پڑھے ہین تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک وہ نماز فاسد ہوگی۔ اگر نفل نماز مین کسی فرض یا واجب نماز کا فوت ہونا اُسکو یاد آیا تو نفل فاسد

ہونگی اسلیے کہ ترتیب کا وجوب فرضون مین خلاف قیاس ثابت ہوا ہی اسلیے غیر فرض کو اُسکے ساتھ
نہین لاتے ہین یہ تبیین مین لکھا ہی فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ لڑکا جسوقت بالغ ہوا اور وقت مین نماز
پڑھی تو وہ صاحب ترتیب ہوجاتا ہی جیسے عورت جسوقت بالغ ہوئی اور خون حیض دیکھا تو ایکبار کے حیض سے
صاحب عادت ہوجاتی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی لیکن نماز کے بعض مسائل مین ہمارے نزدیک باہم ترتیب
فرض نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی یہان تک کہ اگر کوئی شخص شروع سے امام کے ساتھ نماز مین شریک ہوا پھر
اُسکے پیچھے سوگیا یا اُسکو حدث ہوگیا اور امام آگے بڑھ گیا پھر ہوشیار ہوا یا پھر وضو کرکے نماز مین
شریک ہوا تو اُسپر واجب ہی کہ اول وہ نماز پڑھے جو چھوٹ گئی ہی پھر امام کی متابعت کرے اور اگر امام
کو نماز مین پایا پس اگر اول امام کی متابعت کی پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی نماز کی قضا کی تو ہمارے
تینون امامون کے نزدیک جائز ہی اسی طرح جمعہ کی نماز مین اگر آدمیون کی کثرت کی وجہ سے پہلی رکعت امام
کے ساتھ ادا نہ کرسکا اور دوسری رکعت ادا کی پس دوسری رکعت پہلی رکعت کے ادا کرنے سے پہلے ادا
ہوئی پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت قضا کی تو ہمارے نزدیک جائز ہی یہ شرح طحاوی کی فصل
ستر عورت مین لکھا ہی ترتیب بھولنے سے اور اُن چیزون سے جو بھولنے کے حکم مین ہین ساقط
ہوجاتی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اگر وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد کوئی بھولی ہوئی نماز یاد آئی تو وقت
کی نماز جائز ہوئی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر ظہر کی نماز اس گمان پر پڑھی کہ وضو ہی اُسکے بعد
وضو کرکے عصر کی نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ ظہر کی نماز بے وضو پڑھی تھی تو صرف ظہر کی نماز کا اعادہ کرے اسلیے
کہ وہ ظہر کی نماز کے حق مین بھولنے والے کے حکم مین ہی برخلاف اسکے اگر عرفہ کے روز مین ظہر کی
نماز وضو کے گمان سے پڑھی پھر وضو کرکے عصر کی نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ ظہر کی نماز بے وضو پڑھی تھی
تو دونون نمازون کا اعادہ کرے اسلیے کہ عصر کی نماز وہان ظہر کی تابع ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کسی شخص
نے ظہر کی نماز پڑھی اور اُسکو یاد ہی کہ فجر کی نماز نہین پڑھی ہی تو اُسکی ظہر فاسد ہوجاویگی پھر فجر کی نماز
قضا کی اور عصر کی نماز پڑھی اور اُسکو ظہر یاد ہی تو عصر جائز ہوگی اسلیے کہ عصر کے ادا کرنے کے وقت اُس گمان مین
کوئی نماز اُسکے اوپر قضا نہین ہی اور یہ گمان معتبر ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر ظہر مین یہ شک ہوا کہ اُسنے
فجر کی نماز پڑھی ہی یا نہین پڑھی پس جب فارغ ہوا تو اُسکو یقین ہوا کہ فجر کی نماز نہین پڑھی ہی تو اول فجر
کی نماز پڑھے پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جس شخص کو نماز کے اندر یاد آیا کہ
کچھ نمازین قضا ہین فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ علیہ سے یہ منقول ہی کہ ہمارے نزدیک اُسکی نماز فاسد ہوجاویگی
لیکن یاد آتی ہی نماز کو توڑ نہ دے بلکہ دو رکعتین پوری کرے اور بعد اُسکے نفل پڑھ سکتا ہی خواہ وہ
قضا پرانی ہو یا نئی یہ محیط مین لکھا ہی اگر جمعہ کی نماز پڑھنے والے کو یاد آیا کہ اُسپر فجر کی نماز باقی ہی تو
اگر ایسی حالت ہی کہ اگر اُس نماز کو قطع کرے اور فجر کی نماز کی مین مشغول ہو تو جمعہ فوت ہوجاویگا لیکن وقت
نہین فوت ہونے کا ہی تو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک جمعہ کو قطع کرے اور فجر کی
نماز پڑھے پھر ظہر کی نماز پڑھے اور امام محمد رح کے نزدیک جمعہ کو اول تمام کرلے اور اگر ایسی حالت ہی

کہ فجر کی نماز قضا کرنے کے بعد ہی جمعہ مل جاویگا تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ اول فجر کی نماز پڑھ لے اور اگر ایسی
حالت ہے کہ اگر جمعہ کو قطع کر کے فجر کی نماز مین مشغول ہوگا تو وقت ہو جائیگا تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ اول
جمعہ کو تمام کر لے پھر فجر کی نماز قضا کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے وقت کی تنگی مین ترتیب ساقط
ہو جاتی ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر تنگ وقت مین بھی قضا نماز کو مقدم کریگا تو نماز جائز ہوگی مگر
گنہگار ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ وقت کی تنگی اسکو کہتے ہین کہ وقت اسقدر باقی نہو کہ جسمین اسوقت
کی نماز اور قضا نماز دونون پڑھ سکے یہان تک کہ اگر اسپر عشا کی نماز قضا باقی ہو اور وہ جانے
کہ اگر مین عشا کی نماز کی قضا مین مشغول ہونگا اور پھر فجر کی نماز پڑھونگا تو قعدہ مین بقدر تشہد بیٹھنے سے
پہلے سورج نکل آویگا تو فجر کی نماز وقت مین پڑھ لے اور عشا کی نماز سورج کے بلند ہونے کے بعد پڑھے
یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر وقت اتنا ہو کہ وقتی نماز اور قضا کو افضل طور پر نہین پڑھ سکتا تو بھی ترتیب
کی رعایت کرے مثلاً اتنا وقت ہو کہ اگر قضا پڑھے تو وقت کی نماز تخفیف کے ساتھ اور قرات اور تمام
ارکان مین کمی کے ساتھ ادا ہوگی تو ترتیب ضرور ہے اور صرف اسی قدر پر اکتفا کرے جس سے نماز جائز
ہو جاوے یہ تمرتاشی مین لکھا ہے اور وقت کی تنگی کا اعتبار نماز شروع کرتے وقت ہے پس اگر کسی کو وقت کی
نماز شروع کرتے وقت قضا نماز یاد تھی اور اسنے قرات اتنی لمبی پڑھی کہ وقت تنگ ہو گیا تو اسکی نماز جائز
نہوگی لیکن اگر اسکو توڑ کر پھر شروع کرے تو جائز ہوگی اور اگر نماز شروع کرتے وقت قضا نماز یاد نہ تھی
پھر قرات مین تطویل کی پھر وقت تنگ ہونے پر اسکو قضا نماز یاد آگئی تو وہ نماز جائز ہوگی اور اس نماز
کا قطع کرنا اسپر لازم نہین یہ تبیین مین لکھا ہے حقیقت مین وقت تنگ ہونے کا اعتبار ہے نماز پڑھنے والے
کے گمان کا اعتبار نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہے پس اگر کسی پر عشا کی نماز قضا تھی اور اسکو گمان یہ ہوا کہ
فجر کا وقت تنگ ہو گیا ہے اور اسنے فجر کی نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ فجر کا وقت بہت باقی ہے تو وہ فجر کی نماز
باطل ہو جاویگی اسکے بعد غور کرے کہ اگر وقت دونون نمازون کے لائق ہے تو دونون نمازین پڑھے
ورنہ فجر کی نماز کا اعادہ کرے اور اسکے پھر غور کرے کہ وقت کسقدر باقی ہے اگر فجر کے وقت مین کچھ
وسعت ہے تو یہ نماز بھی باطل ہو گئی اور اسی طرح آخر وقت تک کیے جاوے اور اگر عشا کی نماز پڑھی
اور فجر کا اعادہ نہ کیا اور قعدہ مین مقدار تشہد بیٹھنے سے پہلے سورج طلوع ہو گیا تو فجر کی نماز صحیح ہوگی
یہ تبیین مین لکھا ہے اسی طرح اگر ظہر کے آخر مین فجر کی نماز کی قضا یاد آئی اور اسکو گمان یہ ہے کہ وقت مین
دونون نمازون کی گنجائش نہین پھر ظہر کی نماز پڑھ لی اور اسکے بعد بھی کچھ ظہر کا وقت باقی تھا پھر غور
کرے اگر باقی وقت مین اتنی گنجائش ہے کہ فجر اور ظہر دونون پڑھ سکتا ہے تو ظہر کی نماز پڑھ چکا ہے وہ فاسد
ہو گئی اسکو چاہیے کہ اول فجر کی نماز پڑھے پھر ظہر کا اعادہ کرے اور یہی حکم ہے اس صورت مین کہ اگر
وقت اسقدر باقی ہو کہ فجر کی نماز پڑھ کر ظہر کی ایک رکعت پڑھ سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہے
اور اگر چھوٹی ہوئی نمازین ایک سے زیادہ ہون اور وقت مین صرف اسقدر گنجائش ہے کہ اسوقت
کے فرض کے ساتھ چھوٹی ہوئی نمازون مین سے بعض پڑھ سکتا ہے سب نہین پڑھ سکتا تو جب تک

بعض بھیا نزون کو نہ پڑھے وقت کی نماز جائز نہو گی پس اگر فجر کے وقت مین یاد آیا کہ عشا اور وتر کی نماز
چھوٹ گئی تھی اور وقت صرف پانچ رکعتون کا باقی ہی تو امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب اول وتر کی
قضا پڑھے پھر فجر کی نماز پڑھے پھر سورج کے طلوع ہونے کے بعد عشا کی قضا پڑھے اور اگر عصر کے وقت
مین یاد آیا کہ آج کے فجر اور ظہر کی نماز نہین پڑھی اور وقت مین آٹھ رکعتون سے زیادہ کی گنجائش نہین تو
اسکو چاہیے کہ اول ظہر کی قضا کرے پھر عصر کی پڑھے اور اگر وقت مین چھ رکعتون سے زیادہ کی گنجائش ہو
تو اسکو چاہیے کہ اول فجر کی نماز پڑھے پھر عصر کی نماز پڑھے پھر ظہر کی نماز قضا کرے یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی عصر کے وقت مین امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہی
یہ تبیین مین لکھا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط مین ذکر کیا ہی کہ اگر ظہر اور عصر کی نماز کا ادا کرنا سورج
کے متغیر ہونے سے پہلے ممکن ہو تو ترتیب کی رعایت واجب ہی اور اگر دونون نمازین سورج کے غروب
سے پہلے ادا نہین ہو سکتین تو اول عصر کی نماز کا ادا کرنا واجب ہی اور اگر ظہر کی نماز تغیر شمس سے پہلے ادا
نہین ہو سکتی اور عصر کی ساری نماز یا تھوڑی سورج متغیر ہونے کے بعد ہو جاویگی تو ترتیب کی رعایت واجب ہی
مگر حسن ابن زیاد کے قول کے بموجب اول عصر کی نماز پڑھے اسلیے کہ سورج کے متغیر ہونے کے بعد اُنکے
نزدیک عصر کا وقت نہین رہتا یہ نہایہ مین لکھا ہی اور اگر وقت مستحب صرف اسقدر باقی ہی جسمین ظہر کی گنجائش
نہین تو ترتیب بالاجماع ساقط ہو جاویگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر عصر کی نماز اول وقت مین شروع کی اور
اسکو یہ معلوم نہین کہ اسپر ظہر کی نماز باقی ہی اور عصر کی نماز اتنی دیر مین پڑھی کہ وقت رات کا داخل ہو گیا پھر
یاد آیا کہ اسپر ظہر باقی ہی تو اسکو چاہیے کہ اپنی نماز اسی طرح پڑھتا رہے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی
اور وقت کے تنگ ہو جانے سے جو ترتیب ساقط ہو جاتی ہی وہ اصح قول کے بموجب وقت کے
نکلنے کے بعد پھر نہین لوٹتی یہانتک کہ اگر وقت کی نماز کے پڑھنے کے درمیان مین وقت خارج ہو گیا تو اصح قول
کے بموجب وہ نماز فاسد نہو گی اور اصح قول کے بموجب وہ نماز ادا ہو گی نہ قضا یہ زاہدی مین لکھا ہی اور
بھولنے کی صورت مین جب تک بھولا ہوا ہی تب تک ترتیب کا حکم ظاہر نہین ہوتا اور جب قضا نماز
یاد آتی ہی تو ترتیب لازم ہو جاتی ہی یہ تاتارخانیہ مین خلاصہ خانیہ سے نقل کیا ہی جب قضا نمازین
بہت سی ہو جاوین تب ترتیب ساقط ہو جاتی ہی یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور بہت ہو جانے
کی حد یہ ہی کہ چھٹی نماز کا وقت نکل کر چھ نمازین جمع ہو جاوین اور امام محمد رح سے یہ منقول ہی کہ چھٹی نماز
کا وقت داخل ہو جاوے پہلا قول صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی معتبر یہ ہی کہ قضا نماز کے بعد چھ وقت درمیان
مین آجاوین اور اگرچہ بعد اُسکے نمازین اپنے وقت مین ادا کرتا ہو اور بعضون نے یہ کہا ہی کہ چھ نمازین
جمع ہو جاوین اگرچہ متفرق ہون اور فائدہ اس اختلاف کا اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر تین
نمازین چھوٹین مثلاً ایک دن کی ظہر ایک دن کی عصر ایک دن کی مغرب اور یہ معلوم نہین کہ انمین کونسی
پہلی ہی تو پہلے قول کے بموجب ترتیب ساقط ہو جاویگی اسواسطے کہ قضا نمازون کے درمیان مین بہت سے
وقت آگئے اور دوسرے قول کے بموجب ترتیب ساقط نہو گی اسواسطے کہ اس قول مین چھ نمازین

قضا جمع ہونا معتبر ہی تو اب اُسکو چاہیے کہ سات نمازین پڑھے اول ظہر پڑھے پھر عصر پڑھے پھر ظہر پڑھے پھر مغرب پڑھے پھر ظہر پڑھے پھر عصر پڑھے پھر ظہر پڑھے پہلا قول اصح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اسی مین جانی زیادہ ہی دوسرا قول ابو بکر محمد بن الفضل نے اختیار کیا ہی اور اسمین احتیاط زیادہ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اور بہت سی نمازون کے چھوٹنے سے جسطرح ادا مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہی اُسی طرح قضا مین بھی ترتیب ساقط ہوجاتی ہی مثلاً کسی کی مہینہ بھر کی نمازین چھوٹ گئین اور اُسنے اسطرح قضا کین اول تیس نمازین فجر کی پڑھ لین پھر تیس نمازین ظہر کی پڑھ لین تو صحیح ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی جب بہت سی نمازون کے چھوٹنے سے ترتیب ساقط ہوگئی پھر اسمین سے کچھ نمازین قضا پڑھ لین اور باقی نمازین چھ سے کم رہ گئین تو اصح قول کے بموجب ترتیب نہین عود کرتی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ شیخ امام زاہد ابو حفص کبیر نے کہا ہی کہ اسی پر فتوی ہی یہ محیط مین لکھا ہی یہان تک کہ اگر ایک مہینہ کی نمازین چھوٹین پھر اُن سب کو قضا کیا مگر ایک نماز باقی رہ گئی اور باوجود اسکے یاد ہونے کے وقت کی نماز پڑھی تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ چھوٹی ہوئی نمازین دو قسم ہین ایک پورانی دوسری نئی۔ نئی قضا نمازون سے بالاتفاق ترتیب ساقط ہوجاتی ہی پورانی قضا نمازون مین مشایخ کا اختلاف ہی مثلاً کسی شخص سے مہینہ بھر کی نمازین برابر چھوٹین پھر ایک مدت تک اُسنے نماز پڑھی اور اُن نمازون کو قضا نہ کیا اسکے بعد پھر ایک نماز چھوٹی اسکے بعد باوجود اُس نئی قضا کے یاد ہونے کے اُسنے دوسری نماز پڑھی تو بعض فقہا کے نزدیک یہ دوسری نماز جائز نہوگی اور بعض کے نزدیک جائز ہوجاویگی اور اسی پر فتوی ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر قضا نماز یاد آوے اور اُسوقت باوجودیکہ قضا نماز پڑھنے پر قدرت رکھتا ہی اور نہ پڑھے تو اصل مین مذکور ہی کہ ایسا کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ جسوقت قضا نماز یاد آئی وہی اُسکا وقت ہی اور تاخیر نماز کی اپنے وقت سے بالاتفاق مکروہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی اصل مین مذکور ہی کہ کسی شخص نے عصر کی نماز پڑھی اور اُسکو یاد تھا کہ ظہر کی نماز نہین پڑھی ہی تو وہ فاسد ہوگی لیکن آخر وقت مین پڑھی ہوگی تو فاسد نہوگی۔ امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی فرضیت فاسد ہوتی ہی اصل نماز نہین باطل ہوتی اور امام محمد رح کے نزدیک اصل نماز بھی باطل ہوجاتی ہی اور یہ مسئلہ مشہور ہی پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک فرضیت بفساد موقوف فاسد ہوتی ہی یعنی اگر کسی نے ظہر کی نماز قضا ہونے کے بعد چھ نمازین یا اُس سے زیادہ اور پڑھین اور ظہر کی قضا نہ پڑھی تو اب وہ عصر کی نماز جائز ہوجاویگی اور اُسکا اعادہ واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک قطعاً فاسد ہوجاتی ہی کسی حالت مین جائز نہین ہوتی اور اصل اس مسئلہ مین یہ ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قضا اور وقت کی نمازین ترتیب کی رعایت جسطرح کہ بہت سی نمازون کے چھوٹنے سے ساقط ہوجاتی ہی اسی طرح بہت سی ادا نمازون کے جمع ہونے سے بھی ساقط ہوجاتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی کسی شخص کی ایک نماز فاسد ہوگئی اور وہ بھول گیا کہ کونسی نماز تھی اور گمان غالب بھی کسی نماز پر نہین ہوتا تو ہمارے نزدیک ایک دن رات کی نمازون کا اعادہ کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا ہی

کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں ینابیع سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح اگر دو نمازیں دو دن کی قضا ہوئیں اور اب یاد نہیں آتا کہ کونسی نمازیں تھیں تو دو دن کی نماز کا اعادہ کریگا اور یہی ہے القیاس اگر تین نمازیں تین دن کی یا پانچ نمازیں پانچ دن کی اسی طرح بھول گیا تو بھی یہی حکم ہے اور ایک دن کی ظہر اور دوسرے دن کی عصر قضا ہوئی اور یہ یاد نہیں کہ کونسی اول قضا ہوئی تھی تو گمان غالب سے کسی کو اول مقرر کرے اور اگر کسی طرف کو گمان غالب نہو تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک دونوں کو قضا پڑھے اور جسکو اول پڑھا ہے اُسکو دوبارہ پھر پڑھے اسلیے کہ بطریق احتیاط ترتیب کی رعایت ہو سکتی ہے اور احتیاط عبادات میں واجب ہے اور امام محمد رح اور امام ابویوسف رح کے جب گمان غالب سے کسی ایک کو اول مقرر کرنے سے عاجز ہے تو ترتیب اُس سے ساقط ہو جاویگی پس دوبارہ ادا کرنا لازم نہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ پس اگر اول ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی پڑھی تو افضل ہے اور اگر اول عصر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی پڑھی پھر عصر کی پڑھی تو بھی جائز ہے۔ عصر کی نماز پڑھنے والے کو اگر یہ یاد آیا کہ ایک سجدہ اُس سے چھوٹ گیا ہے اور یہ یاد نہیں کہ وہ ظہر کی نماز میں سے چھوٹا ہے یا عصر کی نماز جو پڑھ رہا ہے اُس میں سے چھوٹا ہے تو وہ ایک طرف گمان غالب کرے اگر کسی طرف گمان غالب نہو تو عصر کی نماز کو پورا کرے اس احتمال کے سبب سے کہ شاید وہ سجدہ اسی عصر سے چھوٹا ہو ایک سجدہ اور کرلے پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کرے پھر عصر کی نماز دوبارہ پڑھے اور اگر اعادہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ مسائل متفرقہ تتمہ میں لکھا ہے کہ سیر کے والد سے کسی نے پوچھا کہ کسی شخص نے عصر کی نماز شروع کی پھر نماز کے درمیان میں سورج غروب ہو گیا پھر اس عصر میں کسی شخص نے اُسکا اقتدا کیا تو یہ اقتدا صحیح ہوگا یا نہیں تو اُسنے جواب دیا کہ اگر امام مقیم اور مقتدی مسافر نہیں ہے تو جائز ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ شافعی مذہب والا اگر حنفی ہو جاوے اور اُسکی کچھ نمازیں شافعی مذہب میں ہونے کے زمانہ میں قضا ہوئی تھیں پھر حنفی ہونے کے زمانہ میں اُسنے قضا کرنے کا ارادہ کیا تو اُنکو امام ابوحنیفہ رح کے مذہب کے موافق پڑھے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کوئی شخص تیمم صرف پہونچے تک اور وتر کی ایک رکعت جائز سمجھتا ہے اسکے بعد تیمم کو کہنیوں تک اور وتر کی تین رکعتیں جائز سمجھنے لگا تو جو نماز اُسی حالت میں پڑھ چکا ہے اُسکا اعادہ نہ کرے اور اگر اسطرح نماز اُسنے بغیر کسی سے پوچھے صرف اپنی جہالت سے پڑھی تھی پھر کسی سے پوچھا اور اُسنے وتر کی تین رکعتوں کا حکم کیا تو جسقدر وتر کی نمازیں اسطرح پڑھی ہیں اُنکا اعادہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور صیرفیہ میں ہے کہ کسی عورت سے ایک نماز چھوٹ گئی تھی پھر اُسکو حیض ہوا پھر پاک ہوئی اور باوجود دیکھ اُسکو وہ قضا نماز یاد تھی اُسکو قضا نہ کیا اور نماز پڑھی تو جائز نہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کوئی حربی کافر دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اُسکو شریعت کا حکم نماز روزہ کا کچھ نہ معلوم ہوا پھر دارالاسلام میں داخل ہوا یا مر گیا تو اُسپر نماز روزہ کی بموجب قیاس و استحسان کے کچھ قضا نہیں اور بعد مرنے کے اُسپر عذاب بھی نہیں ہوگا اور اگر دارالاسلام میں مسلمان ہوا اور شریعت کے احکام معلوم ہونے تو اُسپر بحکم استحسان کے قضا لازم ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے دارالحرب میں کسی سے احکام پہونچا دیے تو قضا لازم ہوگی اور حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے

یہ روایت کی ہے کہ اُسکو دو مردون نے یا ایک مرد اور دو عورتون نے خبر نہین دی ہے تو قضا لازم نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے عتابیہ مین ابو نصر رحمہ سے یہ روایت کی ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی نماز قضا نہین ہوئی اور وہ بطور احتیاط کے اپنی عمر کی نمازین قضا کرتا ہے تو وہ اگر اپنی پچھلی نمازون مین نقصان یا کراہت کی وجہ سے قضا کرتا ہے تو بہتر ہے اور اگر اسواسطے نہین کرتا تو قضا نہ کرے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے مگر فجر اور عصر کی نماز کے بعد نہ پڑھے اور سلف مین سے بہت لوگون نے شبہ فساد کی وجہ سے ایسا کیا ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور وہ شخص سب رکعتون مین الحمد سورہ کے ساتھ پڑھے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور فتاوی مین ہے کہ کوئی شخص نمازون کو قضا کرتا ہے تو وہ وتر کو بھی قضا کرے اور اگر اس بات کا یقین نہو کہ اُسپر کوئی وتر کی نماز باقی ہے یا باقی نہین تو وہ تیسری رکعت قنوت پڑھے پھر بقدر تشہد قعدہ کرے پھر ایک رکعت اور پڑھ لے پس اگر وتر باقی ہے تو ادا ہوگئی اور اگر باقی نہ تھی تو نفل کی چار رکعتین ہوگئین اور نفل کی نماز مین قنوت پڑھنے سے کوئی نقصان نہین ہے اور حجہ مین ہے کہ قضا نمازین پڑھنا نفل پڑھنے سے اولی ہے لیکن مشہور سنتین اور چاشت کی نماز اور صلوۃ التسبیح اور وہ نمازین جنہین حدیثون مین خاص خاص سورتین اور خاص خاص ذکر مروی ہین اُنکو نفل کی نیت سے پڑھے اور اسکے سوا سب نمازین قضا کی نیت سے پڑھے یہ مضمرات مین لکھا ہے قضا نمازین مسجد مین نہ پڑھے اپنے گھر پڑھے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اور اگر باپ نے اپنے بیٹے کو حکم کیا کہ میری طرف سے کچھ دنون کی نمازین اور روزے قضا کر تو ہمارے نزدیک جائز نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر کوئی شخص مرا اور اُسپر بہت سی نمازین قضا ہین اور اُسنے اپنی نمازون کا کفارہ دینے کی وصیت کی تو اُسکے تہائی مال سے ہر نماز کے واسطے نصف صاع گیہون اور ہر وتر کے واسطے بھی نصف صاع اور ہر روزہ کے واسطے نصف صاع دے اور اگر اُسنے کچھ ترکہ نہین چھوڑا تو اُسکے وارث نصف صاع گیہون قرض لین اور کسی مسکین کو دین پھر وہ مسکین اُسکے بعض وارثون کو صدقہ دیدے پھر اُس مسکین کو دین اور ایسے ہی سب کفارہ پورا کر لین یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور قنیہ مجتبے مین ہے کہ اگر اُسنے اپنے وارثون کے لیے وصیت نہین کی اور بعضے وارثون نے اپنی طرف سے احسان کرنا چاہا تو جائز ہے اور ہر نماز سے نصف صاع گیہون دے اور نصف صاع کے شرعی دو من ہوتے ہین اور اگر سب گیہون ایک ہی فقیر کو دیدے تو جائز ہے برخلاف اسکے قسم اور ظہار اور روزہ کے کفارہ مین یہ جائز نہین - اور اگر پانچ نمازون سے دو من ایک فقیر کو دیا اور ایک من ایک فقیر کو دیے تو فقیہ نے اختیار کیا ہے چار نمازون سے جائز ہوگا پانچوین نماز سے جائز نہوگا یتیمہ مین ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے پوچھا کہ مرض الموت مین کسی شخص کو اپنی نماز کی طرف سے صدقہ دینا جائز ہے آپ نے فرمایا جائز نہین اور حمیری اور ابو یوسف رحمہ بن محمد سے سوال کیا کہ بہت ضعیف بوڑھے پر اپنی زندگی مین نمازون کا صدقہ دینا واجب ہے جیسے کہ روزہ کا صدقہ دینا واجب ہے تو اُنھون نے کہا نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے فتاوی اہل سمرقند مین ہے کہ کسی شخص نے پانچ نمازین پڑھین پھر اُسکو معلوم ہوا کہ اُنہین سے کسی ایک نماز مین پہلی دو رکعتون مین قرات نہین کی ہے اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کونسی نماز تھی تو احتیاطاً فجر اور مغرب کا

اعادہ کرے اور اگر یہ یاد آیا کہ صرف ایک رکعت مین قرات چھوڑی ہے اور وہ نماز معلوم نہین تو فجر اور وتر کا اعادہ کرے اور اگر یہ یاد ہوا کہ دو رکعتون مین قرآت چھوٹی ہے تو فجر اور مغرب اور وتر کا اعادہ کرے اور اگر یہ یاد ہوا کہ چار رکعتون مین قرات چھوٹی ہے تو ظہر اور عصر اور عشا کا اعادہ کرے اور وتر اور فجر اور مغرب کا اعادہ نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہے۔ جو شخص عمدًا نمازین ترک کرتا ہو تو اسکو قتل نہ کرین یہ کافی کے باب قضاء الفوائت مین لکھا ہے۔

بارھوان باب سجدہ سہو کے بیان مین سجدہ سہو واجب ہے یہ تبیین مین لکھا ہے یہی صحیح ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ سجدہ سہو اسوقت واجب ہے کہ وقت مین اسکی گنجایش ہو پس اگر کسی شخص پر صبح کی نماز سہو کا سجدہ تھا اور اسنے ابھی سجدہ نہین کیا اور پہلے سلام کے بعد سورج طلوع ہو گیا تو سجدہ سہو اس سے ساقط ہو گیا اور اسی طرح اگر کوئی شخص عصر کے بعد قضا پڑھتا تھا اور اسمین سہو ہوا اور سجدہ کرنے سے پہلے آفتاب سرخ ہو گیا تو سجدہ سہو ساقط ہو گیا اور جن چیزون سے نماز کے بعد اور نماز کا بنا کرنا منع ہوجاتا ہے وہ چیزین اگر سلام کے بعد واقع ہون تو سجدہ سہو ساقط ہوجاتا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور قنیہ مین ہے کہ اگر کسی فرض نماز مین سہو ہوا اور اسپر نفل کی بنا کرلے تو سجدہ سہو نہ کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ سجدہ سہو کا موقع بعد سلام کے ہے خواہ وہ سہو نماز زیادتی کی وجہ سے ہو یا کمی کی اور اگر سلام سے پہلے سجدہ کرلے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اصول کی روایت یہی ہے اور دو سلام پھیرے یہی صحیح ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ ایک سلام پھیرے جمہور کا قول یہی ہے اور اصل مین اسی کی طرف اشارہ کیا ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور داہنی طرف سلام پھیرے یہ زاہدی مین لکھا ہے اور طریقہ اسکا یہ ہے کہ پہلے سلام کے بعد اللہ اکبر کہے اور سجدہ کو جھک جاوے اور سجدہ مین تسبیح پڑھے پھر دوسرا سجدہ اسی طرح کرے پھر دوبارہ تشہد پڑھے پھر سلام پھیرے یہ محیط مین لکھا ہے اور درود اور دعا سہو کے قعدہ مین پڑھے یہی صحیح ہے اور بعضون نے کہا ہے پہلے قعدہ مین پڑھ لے یہ تبیین مین لکھا ہے اور زیادہ احتیاط اسمین ہے کہ دونون قعدون مین پڑھے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے سہو کا حکم فرض اور نفل مین برابر ہے یہ محیط مین لکھا ہے فتاوی مین ہے کہ سہو کے دونون سجدون کے بعد قعدہ کرنا نماز کا رکن نہین ہے اور اس قعدہ کا حکم سہو کے سجدون کے بعد سوا ہوا ہے کہ نماز کا ختم قعدہ پر ہو اگر کسی نے وہ قعدہ چھوڑ دیا اور کھڑا ہو گیا اور چل دیا تو نماز اسکی فاسد نہو گی حلوائی رح نے یہی کہا ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے ولوالجیہ مین ہے کہ اصل یہ ہے کہ نماز مین جو افعال چھوٹ جاتے ہین وہ تین قسم ہین فرض اور سنت اور واجب پس اگر فرض چھوٹا ہے اور قضا مین اسکا عوض ممکن ہے تو قضا کرے ورنہ نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر فعل سنت چھوٹا ہے تو نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ نماز کا قیام ارکان نماز سے ہے اور وہ ادا ہوگئے اور اسپر سجدہ سہو کا جبر نہین کیا جاتا اور اگر واجب چھوٹا ہے تو اگر بھولنے سے چھوٹا ہے تو سجدہ سہو کا جبر کیا جاویگا اور اگر جانکر چھوڑا ہے تو سجدہ سہو نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے پس بہت بڑی جماعت کا ظاہر کلام یہی ہے کہ اگر جانکر چھوڑے تو سجدۂ سہو واجب نہین ہوتا بلکہ اس نقصان کا عوض کرنے کے لیے نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور سجدہ سہو انہی چیزون سے

واجب ہوتا ہی واجب کے چھوڑنے سے یا واجب مین تاخیر کرنے سے یا فرض مین تاخیر کرنے سے یا فرض
مقدم کر دینے سے یا فرض کو دوبار کرنے سے یا واجب کو بدل دینے سے مثلاً آہستہ پڑھنے کی نمازون مین جہر
کرے اور درحقیقت وجوب سجدہ سہو کا ان سب صورتون مین بھی ترک واجب ہی سے ہی یہ کافی مین لکھا ہی
اعوذ اور بسم اللہ اور سبحانک اللھم اور جھکنے اور اُٹھنے کی تکبیرین چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب نہین ہوتا لیکن عید
کی نماز کی دوسری رکعت مین رکوع کی تکبیر چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہی عیدین کی نماز مین یا اور نماز ون
مین رفع یدین کے چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب نہین ہوتا اگر بھولکر اول بائین طرف کو سلام پھیر دیا تو
سجدہ سہو واجب نہین ہوتا اگر بھولکر قومہ چھوڑ دیا اور رکوع سے سجدہ مین چلا گیا تو فتاوی قاضی خان مین ہی
کہ امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی نماز کے واجب
چند قسم ہین اور منجملہ اُنکے الحمد اور سورۃ کی قراءت ہی اگر پہلی دونون رکعتون مین یا ایک مین الحمد چھوڑ دی تو
سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر بہت سی الحمد پڑھ لی اور تھوڑی سی بھول گیا تو سجدہ سہو واجب نہین ہوگا اور
اگر تھوڑی سی پڑھی بہت سی باقی رہی تو سجدہ سہو واجب ہوگا خواہ امام ہو خواہ تنہا نماز پڑھتا ہو یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر اخیر کی دونون رکعتون مین الحمد چھوڑی تو اگر فرض نماز پڑھتا ہی تو سجدہ سہو
واجب نہوگا اور اگر نفل یا وتر پڑھتا ہی تو واجب ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر پہلی دونون رکعتون مین الحمد
مکرر پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوگا برخلاف اسکے اگر سورۃ کے بعد دوبارہ الحمد پڑھے یا اخیر کی دونون رکعتون
مین الحمد دوبارہ پڑھے تو سجدہ سہو واجب نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر پہلی مرتبہ پوری الحمد پڑھی تھی مگر ایک حرف
باقی رہ گیا تھا یا بہت سی الحمد پڑھ لی تھی تھوڑی سی باقی رہگئی تھی اور پھر اسی رکعت مین بھولکر دوبارہ الحمد
پڑھی تو وہ بمنزلہ دو مرتبہ پڑھنے کے ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر فقط الحمد پڑھی اور سورہ چھوڑ دی تو
اُسپر سجدہ سہو واجب ہوگا اسی طرح اگر الحمد کے ساتھ ایک چھوٹی آیت پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یہ تبیین
مین لکھا ہی۔ اگر الحمد کے ساتھ دو آیتین پڑھین پھر بھولکر رکوع مین چلا گیا اور رکوع مین یاد آیا تو پھر
قیام کا اعادہ کرے اور تین آیتین پوری کرے اور پھر سجدہ سہو واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر
الحمد سورہ کے بعد پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر اخیر کی دونون رکعتون مین الحمد اور
سورۃ پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہوگا یہی اصح ہی۔ اگر رکوع مین یا سجدہ یا تشہد مین قراءت کی تو سجدہ سہو
واجب ہوگا یہ حکم اُسوقت مین ہی کہ اول قراءت پڑھے پھر تشہد پڑھے اور اگر اول تشہد پڑھا اور پھر
قرآت پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر دوسرے دوگانہ
مین الحمد نہ پڑھی تو ظاہر روایت کے بموجب سجدہ سہو واجب نہوگا یہ سراج الوہاج مین فتاوی
سے نقل کیا ہی۔ اور اگر دوسرے دوگانہ مین کچھ قرآن نہ پڑھا اور تسبیح بھی نہ پڑھی تو امام ابو حنیفہ رح
سے یہ روایت ہی کہ اگر عمداً ایسا کیا تو بُرا کیا اور اگر بھولکر کیا تو اُسپر سجدہ سہو واجب ہوگا اور امام
ابو یوسف رح اور امام ابو حنیفہ رح سے دوسری روایت یہ ہی کہ اگر عمداً کیا تو بھی کچھ حرج نہین اور اگر بھولے سے کیا
تو بھی سجدہ سہو واجب نہین اور اسی روایت پر اعتماد ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر پہلی رکعت یا

دوسری رکعت مین الحمد بھول گیا اور تھوڑی سی سورۃ پڑھنے کے بعد یاد آیا تو سورۃ کو چھوڑ دے اول
الحمد پڑھے پھر سورۃ پڑھے اور فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ اگر سورۃ کا ایک حرف بھی پڑھ چکا تھا تو اسپر سجدہ
سہو واجب ہوگا اور اسی طرح اگر پوری سورۃ پڑھنے کے بعد یا رکوع مین یا رکوع سے سر اٹھانے کے
بعد یاد آیا تو الحمد پڑھے پھر سورۃ کا اعادہ کرے پھر سہو کا سجدہ کرے اور خلاصہ مین ہے کہ اگر بغیر سورۃ پڑھے
رکوع کر دیا تو رکوع سے سر اٹھاوے اور سورۃ پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے اور سجدہ سہو اسپر
واجب ہوگا یہی صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر پہلی رکعت مین ایک سورۃ پڑھی اور دوسری رکعت
مین اس سے پہلے سورۃ پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے ولوالجیہ مین ہے کہ اگر نماز مین سجدہ
کی آیۃ پڑھی اور اسوقت سجدہ تلاوت کا کرنا بھول جاوے پھر اسکو یاد آوے اور سجدہ تلاوت کا کرے
تو سجدہ سہو واجب ہوگا اسلیے کہ سجدہ تلاوت کو آیۃ سجدہ کے ساتھ ملانا واجب ہے اور وہ اس سے
ترک ہوا اور بعضون نے کہا ہے کہ اسپر سجدہ سہو واجب نہین اور پہلا قول اصح ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے
اگر نماز مین ایک سورۃ پڑھنے کا ارادہ کیا اور بھول کر دوسری سورۃ پڑھ دی تو اسپر سجدہ سہو واجب
نہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور منجملہ انکے پہلی دو رکعتون مین قرأت کا متعین کرنا ہے یہ بحر الرائق مین
لکھا ہے اور منجملہ انکے ترتیب کی رعایت ان فعلون مین ہے جو مکرر ہوتے ہین اگر کسی رکعت مین ایک سجدہ چھوڑ
دیا اور آخر نماز مین یاد آیا تو وہ سجدہ کر لے اور سہو کا سجدہ بھی کرے اسلیے کہ اس سجدہ مین ترتیب چھوٹ
گئی اور اس سے پہلے جتنے ارکان ادا کر چکا ہے انکا اعادہ اب واجب نہین اگر کسی نے قرأت سے
پہلے رکوع کر دیا تو سجدہ سہو لازم نہوگا اور اس رکوع کا اعتبار نہین ہے قرأت کے بعد اسکا اعادہ فرض ہے
یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور منجملہ انکے تعدیل ارکان ہے یعنی رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنا اور اسکے چھوٹنے
سے سجدہ سہو واجب ہونے مین اختلاف ہے اسلیے کہ اسکے واجب یا سنت ہونے مین اختلاف ہے
اور ٹھیک مذہب یہ ہے کہ واجب ہے اور اگر بھول کر اسکو چھوڑ دے تو سجدہ سہو واجب ہوگا بدائع
مین اسی کو صحیح بتایا ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور منجملہ انکے پہلا قعدہ ہے پس اگر اسکو چھوڑیگا تو سجدہ سہو
واجب ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے اور منجملہ انکے تشہد ہے اگر پہلے قعدہ یا دوسرے قعدہ مین تشہد نہ پڑھا تو
سجدہ سہو واجب ہوگا اور اسی طرح اگر کچھ تشہد پڑھا اور کچھ نہ پڑھا تو بھی سجدہ سہو واجب ہوگا یہ تبیین مین
لکھا ہے خواہ فرض مین ہو یا نفل مین یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اگر قیام مین تشہد پڑھا تو اگر پہلی رکعت مین پڑھا ہے
تو کچھ لازم نہوگا اور اگر دوسری رکعت مین پڑھا ہے تو اسمین مشایخ کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ سجدہ سہو
واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - اگر الحمد پڑھنے سے پہلے قیام مین تشہد پڑھا تو سجدہ سہو واجب نہوگا اور
اگر بعد اسکے پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا یہی اصح ہے اسلیے کہ الحمد پڑھنے کے بعد سورۃ پڑھنے کا محل ہے
اور جب اسوقت تشہد پڑھا تو واجب مین تاخیر ہوئی اور الحمد سے قبل ثنا کا محل ہے یہ تبیین مین لکھا ہے
اور اگر اخیر کی دونون رکعتون مین قیام مین تشہد پڑھا تو سجدہ سہو واجب نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے
اگر تشہد کی جگہ الحمد پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر پہلے قعدہ مین دوبار تشہد پڑھا

تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور اسی طرح اگر پہلے قعدہ مین تشہد پر زیادتی کرکے درود بھی پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اس زیادتی کی مقدار مین اختلاف ہی بعضون نے کہا ہی کہ اگر اللھم صل علی محمد پڑھا تو اُسپر سجدہ سہو واجب ہوجاویگا اور بعضون نے کہا ہی جب تک وعلی آل محمد نہ پڑھیگا سجدہ سہو واجب نہوگا اور پہلا قول اصح ہی اور اگر دوسرے قعدہ مین دوبار تشہد پڑھا تو سجدہ سہو واجب نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی اگر تشہد پڑھنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا پھر یاد آیا تو لوٹے اور تشہد پڑھے اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب اُسپر سجدہ سہو واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر کھڑے ہونے کی جگہ بیٹھ گیا اور بیٹھنے کی جگہ کھڑا ہوگیا تو اگر امام یا منفرد ہی تو سجدہ سہو واجب ہوگا قیام سے مراد ہی کھڑا ہوجانا یا قیام سے قریب ہوجانا اسلیے کہ وہ قعدہ کی طرف کو عود نہین کرسکتا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور اگر قعدہ کی طرف کو عود کریگا تو موافق صحیح قول کے نماز فاسد ہوجاویگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر قیام سے قریب نہین ہوا ہی تو بیٹھ جاوے اور اُسپر سجدہ سہو واجب نہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ اور تبیین مین لکھا ہی اور اسکا اعتبار آدمی کے نیچے کے آدھے دھڑ سے ہوتا ہی اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہوگیا تو قیام سے قریب ہی ورنہ قریب نہین یہ کافی مین لکھا ہی اور ایک روایت مین ہی کہ اگر کوئی شخص قعدہ کو بھولکر کھڑے ہونے کے ارادہ سے اپنے گھٹنون پر کھڑا ہوگیا اور پھر یاد آیا تو بیٹھ جاوے اور سجدہ سہو واجب ہوگا پہلا قعدہ اور دوسرا اس حکم مین برابر ہین اور اسی پر اعتماد ہی اور اگر اپنے دونون سرین اُٹھا لیے اور دونون گھٹنے زمین پر ہین اور اُسوقت یاد آیا تو اُسپر سجدہ سہو نہین امام ابو یوسف رح سے اسی طرح مروی ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اسی طرح اگر رکوع کی جگہ سجدہ کیا یا سجدہ کی جگہ رکوع کیا یا کسی رکن کو دوبار کر دیا یا کسی رکن کو اُسکے موقع سے پہلے ادا کیا یا پیچھے کیا تو ان صورتون مین سہو کا سجدہ واجب ہوگا۔ اور قدوری مین ہی کہ اگر نماز مین کوئی ایسا فعل چھوڑا کہ جس فعل مین کوئی ذکر مقرر ہی تو اُسپر سجدہ سہو واجب ہوگا اسواسطے کہ کسی فعل مین کوئی ذکر مقرر کیا گیا تو یہ اس بات کی نشانی ہی کہ وہ فعل فی نفسہ مقصود ہی پس اُسکے چھوٹنے سے نماز مین نقصان آجاویگا پس اُسکا عوض سجدہ سہو سے واجب ہی اور اگر ایسا فعل ہی کہ اُسکے واسطے کوئی ذکر مقرر نہین کیا گیا تو اُسکے واسطے سہو کا سجدہ نہین جیسے دا ہنا ہاتھ بائین ہاتھ پر رکھنا اور قومہ جو رکوع اور سجود کے درمیان مین ہی اور اگر نماز مین بقدر تشہد بیٹھ گیا پھر اُسکو یہ شک ہوا کہ تین رکعتین پڑھی ہین یا چار اور اس تامل کی وجہ سے نماز مین دیر ہوئی پھر یقین ہوا کہ چار رکعتین پڑھی ہین تو نماز اُسکی پوری ہی اور سجدہ سہو واجب ہی اور اگر ایک سلام پھیرنے کے بعد یہ شک ہوا تو سجدہ سہو نہین اور اگر نماز مین حدث ہوا اور وضو کرنے کے لیے گیا اور اُسوقت یہ شک ہوا اور اس فکر کی وجہ سے وضو مین کچھ دیر ہوئی تو سجدہ سہو لازم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور منجملہ اُسکے قنوت ہی اگر قنوت کو چھوڑیگا تو سجدہ سہو واجب ہوگا قنوت کا چھوڑنا اُسوقت ثابت ہوتا ہی جب رکوع سے سر اُٹھا لیا اور اگر وہ تکبیر چھوڑ دی جو قرأت سے بعد اور قنوت سے پہلے ہی تو سہو کا سجدہ کرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عید کی تکبیرون کے ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور منجملہ اُسکے عیدین کی تکبیرین ہین بدائع

مین ہی کہ اگر تکبیرون کو چھوڑ دیا یا کم کیا یا زیادہ کیا یا اُنکو دوسری جگہہ ادا کیا تو سہو کا سجدہ واجب ہوگا یہ بحر الرائق
مین لکھا ہی کمی اور زیادتی تھوڑی اور بہت برابر ہی۔ حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ اگر
امام عید کی نماز مین ایک تکبیر بھی بھولا تو سہو کا سجدہ کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ کشف الاسرار مین ہی کہ اگر
امام تکبیرین بھول گیا اور اُسنے رکوع کر دیا تو پھر قیام کی طرف لوٹے برخلاف اسکے مسبوق نے
جو امام کو رکوع مین پایا تو وہ تکبیرین رکوع مین کہہ لے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر عید کی نماز مین دوسرے
رکوع کی تکبیر چھوڑی تو سجدہ سہو واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ بھی عید کی تکبیرون کے ساتھ ملکر واجب ہی مگر
برخلاف اسکے پہلے رکوع کی تکبیر واجب نہین اسواسطے کہ وہ عید کی تکبیرون سے ملحق نہین یہ تبیین مین لکھا ہی
سہو جمعہ اور عیدین اور فرض و نفل مین ایک سا ہی مگر ہمارے مشائخ نے کہا ہی کہ جمعہ اور عیدین مین سہو کا
سجدہ نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ مین نہ پڑجاوین یہ مضمرات مین محیط سے نقل کیا ہی اور منجملہ اُنکے جہر اور آہستہ
پڑھنا ہی اگر آہستہ پڑھنے کی جگہہ جہر کیا یا جہر کی جگہہ آہستہ پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اسمین اختلاف ہی کہ
جہر اور اخفا مین کسقدر پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا بعضون نے کہا ہی کہ جسقدر قرأت سے نماز جائز
ہو جاتی ہی اُن دونون صورتون مین اُسقدر کا اعتبار ہی یہی اصح ہی اور الحمد اور غیر الحمد مین فرق نہین اور
اکیلے نماز پڑھنے والے پر جہر یا اخفا سے سہو کا سجدہ واجب نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ دونون جماعت کے
خصائص سے ہین یہ تبیین مین لکھا ہی اگر اعوذ یا بسم اللہ یا آمین مین جہر کیا تو سجدہ سہو واجب نہوگا یہ فتاوی
قاضیخان مین لکھا ہی **فصل** امام کے سہو سے امام اور مقتدی سب پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہی یہ محیط مین
لکھا ہی اور مقتدی کے واسطے یہ شرط نہین ہی کہ امام کے سہو کے وقت بھی نماز مین شریک ہو پس اگر کوئی
شخص امام کے بھولنے کے بعد نماز مین شریک ہوا تو امام کی متابعت سے اُسپر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا
اور اگر کوئی شخص ایسے وقت مین شریک ہوا کہ امام ایک سجدہ سہو کا کر چکا ہی تو دوسرے سجدہ مین اُسکی متابعت
کرے اور پہلے سجدہ کو قضا نہ کرے اور اگر امام کے ساتھ ایسے وقت مین ملا کہ جب وہ سہو کے دونون
سجدہ کر چکا ہی تو اُن دونون کو قضا نہ کرے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ مقتدی کے سہو سے سجدہ واجب نہین
ہوتا اور اگر امام نے سجدہ سہو نہ کیا تو مقتدی پر واجب نہین یہ محیط مین لکھا ہی اور مسبوق سجدہ سہو مین
امام کی متابعت کرے اسکے بعد اپنی بقیہ نماز کے قضا کرنے پر کھڑا ہوا اور پھر اپنی نماز کے آخر مین سجدہ سہو
کا اعادہ نہ کرے لاحق نے جو امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا ہی اُسکا اعتبار نہین اور اپنی نماز کے آخر مین اور
سجدہ کرے مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام بعد تھوڑی دیر ٹھہر رہے اسلیے کہ امام پر شائد سہو ہو
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر مقتدی نے سہو کا سجدہ امام کے ساتھ نہین کیا اور اپنی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو گیا
تو سہو کا سجدہ اُس سے ساقط نہوگا اور اپنی نماز کے آخر مین سجدہ کرے اور اگر امام نے سلام پھیرا اور مسبوق
کھڑا ہو گیا پھر امام کو یاد آیا کہ اُسپر سہو کا سجدہ ہی اور اُسنے سہو کا سجدہ کیا تو اگر مسبوق نے ابھی تک اپنی
رکعت کا سجدہ نہین کیا ہی تو اُسپر واجب ہی کہ اُس رکعت کو چھوڑ دے اور امام کی متابعت کی طرف لوٹے
پھر جب امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو کر اپنی نماز قضا کرے اور قیام و قرأت اور رکوع جو پہلے کر چکا ہی

اُسکا کچھ اعتبار نہوگا اور اگر امام کی متابعت کی طرف کو نہ لوٹا اور اسی طرح اپنی نماز پڑھتا رہا تو اُسکی نماز جائز
ہو جاویگی اور بحکم استحسان نماز کے آخر مین سجدہ سہو کا کرلے اور اگر امام نے اُسوقت سجدہ کیا جب مسبوق اپنی
رکعت کا سجدہ کر چکا تھا تو امام کی متابعت کی طرف کو نہ لوٹے اور اگر امام کی متابعت کی تو نماز فاسد ہو جاویگی یہ
سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر امام نے خوف کی نماز مین سہو کا سجدہ کیا اور دوسرے گروہ نے امام کی متابعت
کی تو پہلے گروہ کے لوگ جب اپنی نماز تمام کر چکین اُسوقت سہو کا سجدہ کرین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی لاحق کو جو اپنی
نماز کے قضا کرنے مین سہو ہو تو اُسکا سجدہ نہ کرے اور مسبوق کو جو اپنی نماز کے ادا کرنے مین سہو ہو تو اُسکا
سجدہ سہو واجب ہوگا اگر امام نے سجدہ سہو کا کیا اور مسبوق نے اُسکے ساتھ سجدہ نہ کیا اور
اُسکو اپنی نماز کے ادا کرنے مین بھی سہو ہوا تو دو سجدے اُسکو دونون سہوون سے کافی ہین مقیم
اگر مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو اُسکو سہو کے سجدہ مین حکم مسبوق کا ہی امام کو سہو ہوا پھر اُسکو حدث ہو گیا
اور اُسنے ایک مسبوق کو مقدم کر دیا تو مسبوق اُس نماز کو تمام کرے مگر سلام نہ پھیرے اور کسی اور ایسے شخص
کو بڑھادے جو اول سے نماز مین شریک ہی وہ شخص سلام پھیرے اور سہو کا سجدہ کرے اور مسبوق اُسکے
ساتھ سجدہ کرے اور اگر اُنمین کوئی شخص ایسا نہین جسے اول سے نماز ملی ہو تو سب لوگ اپنی باقی نمازون کے
قضا کرنے کے واسطے کھڑے ہو جاوین اور ہر شخص اپنی نماز کے آخر مین سہو کا سجدہ کرلے یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہی کسی شخص نے ظہر کی پانچ رکعتین پڑھین اور چوتھی رکعت مین بقدر تشہد قعدہ کر لیا تھا تو اگر اُسکو پانچوین
رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے یاد آگیا کہ وہ پانچوین رکعت مین ہی تو قعدہ کی طرف کو عود کرے اور سلام پھیرے
یہ محیط مین لکھا ہی اور سہو کا سجدہ کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر اُسوقت یاد آیا کہ جب پانچوین رکعت
کا سجدہ کر چکا ہی تو قعدہ کی طرف کو عود نہ کرے اور سلام نہ پھیرے بلکہ ایک رکعت اور پڑھکر دوگانہ پورا کرلے
پھر تشہد پڑھکر سلام پھیردے یہ محیط مین لکھا ہی اور بحکم استحسان سہو کا سجدہ کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور یہی مختار ہی
یہ کفایہ مین لکھا ہی پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے یہ محیط مین لکھا ہی اور وہ دونون رکعتین نفل ہونگی اور صحیح
قول کے بموجب ظہر کی سنتون کے قائم مقام نہین ہوسکتین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی فقہا نے یہ کہا ہی کہ عصر کی نماز
مین چھٹی رکعت نہ ملاوے اور بعضون نے کہا ہی ملاوے اور یہی اصح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اسی پر اعتماد ہی
اسواسطے کہ نفل عصر کے بعد اپنے اختیار سے پڑھے تو مکروہ ہی اور جب اختیار سے نہو تو مکروہ نہین یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی اور فجر کی نماز مین اگر دوسری رکعت مین بقدر تشہد قعدہ کیا اور پھر تیسری رکعت کو کھڑا
ہو گیا اور اُسکا سجدہ کر لیا تو چوتھی رکعت اُسمین نہ ملاوے یہ تبیین مین لکھا ہی اور تجنیس مین تصریح کی ہی کہ فتوی
ہشام کی اس روایت پر ہی کہ ایک رکعت اور ملانے مین صبح اور عصر مین کچھ فرق نہین اور صبح اور عصر
مین بھی رکعت ملانا مکروہ نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر فجر کی نماز مین دو رکعتون کے بعد بقدر تشہد قعدہ
نہین کیا تھا تو فرض اُسکے باطل ہو گئے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتون سے زیادہ نفل پڑھنا مکروہ ہی برخلاف
اسکے اگر عصر کی نماز مین چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کیا اور پانچوین رکعت کو کھڑا ہو گیا اور اُسکا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی
رکعت ملالے اسواسطے کہ عصر سے پہلے نفل مکروہ نہین ہین اور اگر عصر کی نماز مین چوتھی رکعت مین نہین

بیٹھا اور پانچوین رکعت کو کھڑا ہو گیا اور ابھی سجدہ نہین کیا تو قعدہ کی طرف کو عود کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور خلاصہ خانیہ مین ہی کہ تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور سہو کا سجدہ کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر ظہر کی نماز مین چوتھی رکعت مین قعدہ نہین کیا اور پانچوین رکعت کو کھڑا ہو گیا اور پانچوین رکعت کا سجدہ کر لیا تو ہمارے نزدیک اسکی ظہر فاسد ہو گئی یہ محیط مین لکھا ہی اور امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک اسکے فرض نفل سے بدل گئے اور چھٹی رکعت اور ملا لے اور اگر نہ ملاوے تو اسپر کچھ واجب نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی پھر امام ابویوسف رح اور امام محمد رح مین یہ اختلاف ہی کہ اسکی نماز کسوقت فاسد ہوتی ہی امام ابویوسف رح کا یہ قول ہی کہ جسوقت اسنے سجدہ کے واسطے سر رکھا اسی وقت نماز اسکی فاسد ہو گئی اور امام محمد رح کا یہ قول ہی کہ جب سجدہ سے سر اٹھاویگا اسوقت فاسد ہو گی وجہ اسکی یہ ہی کہ امام ابویوسف رح کے نزدیک سر زمین پر رکھتے ہی سجدہ کا فرض ادا ہو جاتا ہی اور امام محمد رح کے نزدیک سر کا پھیر اٹھانے سے سجدہ کا فرض ادا ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی فخر الاسلام نے جامع صغیر مین لکھا ہی کہ فتوی کے واسطے قول امام محمد رح کا مختار ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور فائدہ اختلاف کا اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر سجدہ مین حدث ہوا تو امام ابویوسف رح کے نزدیک اس نماز کی درستی ممکن نہین اور امام محمد رح کے نزدیک ممکن ہی کہ جاوے اور وضو کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اصح یہ ہی کہ وہ سہو کا سجدہ نہ کرے یہ نہایہ مین لکھا ہی اگر کسی شخص پر سجدہ سہو کا واجب ہی تو اگر وہ نماز کے قطع کرنے کے واسطے سلام پھیرے تو وہ سلام کے بعد بھی داخل صلوۃ رہتا ہی اگر اسوقت سہو کا سجدہ کرے اور اگر سجدہ نہ کرے تو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک نماز مین داخل نہین اور یہی اصح ہی اور امام محمد رح اور زفر رح کے نزدیک وہ داخل صلوۃ ہی اگرچہ وہ سہو کا سجدہ نہ کرے پس بعد سلام کے اگر کسی شخص نے اسکے ساتھ اقتدا کیا تو امام محمد رح کے نزدیک ہر صورت مین صحیح ہی اور امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک وہ سجدہ سہو کا کرے تو صحیح ہی ورنہ صحیح نہین اور اگر اسوقت قہقہہ مارا تو امام محمد رح کے نزدیک وضو ٹوٹ جائیگا اور امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک وضو نہ ٹوٹیگا اور نماز اسکی بالاجماع پوری ہو گئی سجدہ اور سہو اس سے ساقط ہو گیا اور اگر اسوقت مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو امام محمد رح کے نزدیک اب اسکے فرض چار رکعت ہو جاوینگے اور نماز کے آخر مین سہو کا سجدہ کرے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک فرض اسکے چار نہونگے اور سجدہ سہو اس سے ساقط ہو جاویگا کیونکہ اسکا ایجاب موجب ابطال ہی یہ شرح نقایہ مین لکھا ہی جو ابو المکارم کی تصنیف ہی کسی شخص نے دو رکعت نفل پڑھی اور انمین سہو ہوا اور سہو کا سجدہ کیا اسکے بعد اور نماز اسپر بنا نہ کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر نماز بنا کر لی تو صحیح ہو جاویگی اسلیے کہ تحریمہ باقی ہی اور مختار یہ ہی کہ سجدہ سہو کا اعادہ کرے اگر مسافر نے سجدہ سہو کے بعد اقامت کی نیت کی تو اب چار رکعتین اسپر لازم ہو جاوینگی سجدہ سہو کا اعادہ کرے یہ تبیین مین لکھا ہی کسی شخص نے عشا کی نماز پڑھی اور اسمین سہو ہوا اور اسی نماز مین آیت سجدہ پڑھی تھی اسکا سجدہ بھی نہین کیا اور ایک رکعت کا ایک سجدہ چھوڑ دیا پھر سلام

پھیر دیا تو اس مسئلہ مین چار صورتین ہین یا تو سب فعل بھولے سے کیے یا سب عمداً کیے یا تلاوت کا سجدہ بھولکر
چھوڑا اور نماز کا سجدہ جانکر چھوڑا یا نماز کا سجدہ بھولکر چھوڑا اور تلاوت کا جانکر چھوڑا پہلی صورت مین بالاتفاق
اُسکی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ یہ سلام سہو کا ہی اور سہو سے سلام ہونے مین نماز کے اند تحریمہ سے خارج نہین ہوتا اور
دوسری اور تیسری صورت مین نماز اُسکی بالاتفاق فاسد ہوجاویگی اسلیے کہ عمداً سلام پھیرنے سے تحریمہ سے خارج
ہوجاتا ہی اور چوتھی صورت مین ظاہر روایت کے بموجب نماز اُسکی فاسد ہوجاویگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر سہو کے
سجدہ مین سہو ہوا تو سجدہ سہو واجب نہوگا اسلیے کہ یہ سلسلہ کبھی ختم نہوگا یہ تہذیب مین لکھا ہی اگر سجدہ سہو مین
سہو ہوا تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر نماز مین بہت بار سہو ہوا تو دو سجدہ کافی ہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر
رات مین نفل نماز کی امامت کی تو اگر جانکر قرآت آہستہ پڑھی تو برا کیا اور جو بھولے سے پڑھی تو سجدہ سہو
واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی تتمیہ مین ہی کہ اگر تراویح اور وتر مین امام نے جہر نہ کیا تو سجدہ
سہو لازم ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر امام کو سہو ہوا پھر حدث ہوا اور اُسنے کسی شخص کو خلیفہ کردیا تو
خلیفہ سلام کے بعد سہو کا سجدہ کرے اور اگر خلیفہ کو اپنی نماز مین بھی سہو ہوا تو دو سجدہ سہو کے امام اور
خلیفہ دونون کے سہو کو کافی ہین جیسے کہ امام کو دو مرتبہ کے سہو مین ہوتے ہین اور اگر پہلے امام کو سہو
نہین ہوا تھا خلیفہ کو ہوا تو خلیفہ کے سہو سے پہلے امام پر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر پہلے امام کو خلیفہ
کرنے کے بعد سہو ہوا تو اُس سے کچھ واجب نہین ہوتا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اصل مین ہی کہ چوتھی رکعت
مین بقدر تشہد قعدہ کرکے بھولے سے سلام پھیر دیا اور تشہد نہین پڑھا تو اُسپر سہو واجب ہی کہ تشہد پڑھے پھر سلام پھیرے
اور پھر سہو کا سجدہ کرے پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی سے نکلتے ہوے

ہین نماز مین شک پڑجانے کے مسئلے

جس شخص کو نماز مین شک ہوا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ تین
رکعتین پڑھی ہین یا چار اور ایسا اتفاق اول ہی بار ہوا تھا تو از سر نو نماز پڑھے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
پھر از سر نو نماز پڑھنا اُس صورت مین ہو سکتا ہی کہ پہلی نماز سے خارج ہوا اور یہ سلام سے ہوگا یا کلام سے یا
اور کسی عمل سے جو نماز کے منافی ہین بیٹھ کر سلام پھیرنا اولی ہی اور فقط نیت کرلینے کا کوئی فائدہ نہین کیونکہ اُس
سے نماز سے خارج نہین ہوتا یہ تبیین مین لکھا ہی مشایخ کا اس بات مین اختلاف ہی کہ اول بار شک ہونے
کے کیا معنی ہین بعض فقہا نے کہا ہی کہ بھولنا اُسکی عادت نہو یہ معنی نہین کہ کبھی اپنی عمر مین سہو نہوا ہو اور بعضون نے
کہا ہی کہ اسکے معنی یہ ہین کہ اُس نماز مین وہ پہلا سہو واقع ہوا ہی اور پہلا قول ٹھیک ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر
اکثر شک ہوتا ہی تو ظن غالب پر عمل کرے یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر فکر کے بعد بھی کوئی جانب اُسکی اُسکے
نزدیک غالب نہین ہوتی تو کمی کی جانب کو مقرر کرے مثلاً اگر اُسکو یہ شک ہو کہ پہلی رکعت ہی یا دوسری تو پہلی رکعت مقرر
کرلے اور اگر یہ شک ہو کہ دوسری ہی یا تیسری تو دوسری مقرر کرلے اور اگر یہ شک ہو کہ تیسری رکعت ہی یا چوتھی تو تیسری مقرر کرے
لیکن جہان جہان قعدہ کا شک ہی اُن سب جگہ وہ قعدہ کرے خواہ وہ فرض ہو یا واجب تاکہ قعدہ کا فرض و واجب ترک نہو اگر
چار رکعتون کی نماز مین شک ہوا کہ پہلی رکعت مین ہی یا دوسری مین تو اُسکو پہلی رکعت مقرر کرلے اور اُسمین قعدہ کرے پھر
کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے پھر کھڑا ہوا اور ایک رکعت اور پڑھے اور قعدہ کرے پھر کھڑا ہو

اور ایک رکعت پڑھے کل چار قعدہ کرے تیسرا اور چوتھا قعدہ فرض ہی اور باقی واجب یہ بحرالرائق مین لکھا ہی
اور اگر کسی شخص کو تشہد سے فارغ ہونے کے بعد سلام سے پہلے یا سلام سے بعد شک ہوا تو جواز کا حکم دیا جائیگا
اور شک کا اعتبار نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی کسی شخص کو شک ہوا کہ نماز پڑھی ہی یا نہین تو اگر وقت باقی ہی تو اُسپر
نماز کا اعادہ واجب ہی اور اگر وقت نکل گیا تو پھر کچھ واجب نہین یہ محیط مین لکھا ہی اگر فجر کی نماز مین قیام کی
حالت مین یہ شک ہوا کہ تیسری رکعت ہی یا پہلی تو رکعت پوری نہ کرے بلکہ بقدر تشہد قعدہ کرے اور قیام کیطرف عود کرے
پھر قیام کرکے دو رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور سورۃ پڑھے پھر تشہد پڑھے پھر سہو کے دونون سجدے
کرے اور اگر سجدہ کے اندر شک ہوا پس اگر یہ شک ہوا کہ وہ پہلی رکعت ہی یا دوسری تو اسی طرح نماز پڑھتا
رہے خواہ پہلے سجدہ مین شک ہو خواہ دوسرے مین اسلیے کہ اگر پہلی رکعت ہی تب تو اُسی طرح پڑھتا رہنا واجب ہی اور اگر دوسری
رکعت ہی تو بھی اُسکی تکمیل مستحق واجب ہی اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاوے تو بقدر تشہد قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت
اور پڑھ لے اگر فجر کی نماز کے سجدہ مین شک ہوا کہ اُسنے دو رکعتین پڑھین ہین یا تین تو اگر پہلے سجدہ مین ہی تو اُسکا نماز کا درست کرلینا
ممکن ہی اسلیے کہ اگر اسنے دو رکعتین پڑھین ہین تو یہ دوسری رکعت ہی اُسکا تمام کرنا اُسپر واجب ہی پس نماز جائز ہوگی اور اگر تیسری
رکعت ہی تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک اُسکی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ جب اُسکو پہلے سجدہ مین یاد آگیا تو وہ سجدہ کالعدم ہوگیا جیسے
کہ پانچوین رکعت کے پہلے سجدہ مین حدث ہونے سے کالعدم ہوجاتا تھا اور یہ مسئلہ ہمارا زیادہ کہلاتا ہی اور اگر
یہ شک دوسرے سجدہ مین ہوا تو نماز اُسکی فاسد ہوگئی اگر فجر کی نماز مین یہ شک ہوا کہ دوسری رکعت ہی یا تیسری
پس اگر کسی صورت پر گمان غالب نہین ہی تو اگر قیام مین ہی تو فوراً بیٹھ جاوے پھر کھڑا ہو اور ایک رکعت
پڑھے اور قعدہ کرے اور اگر قعدہ مین ہی اور یہی شک ہوا تو گمان غالب کرے تو اگر گمان غالب
اُسکا یہ ہی کہ وہ دوسری رکعت ہی تو اُسی طرح نماز پڑھے اور اگر یہ گمان غالب ہوا کہ وہ تیسری رکعت ہی
تو اپنے قعدہ کو سوچے اگر اُسکو گمان غالب یہ ہو کہ دو رکعتون کے بعد قعدہ نہین کیا تو نماز فاسد ہوگی اور
اگر کسی طرف گمان غالب نہوا تو بھی نماز فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر چار رکعتون کی نماز مین یہ شک ہوا کہ
وہ چوتھی ہی یا پانچوین ہی تب بھی یہی حکم ہی اور اگر یہ شک ہوا کہ تیسری ہی یا پانچوین ہی تو اُسی طرح عمل کرے جیسے
ہم فجر کی نماز کی بابت ذکر کرچکے ہین یعنی قعدہ کی طرف عود کرے پھر ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھے پھر کھڑا ہو
اور ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے اور سہو کا سجدہ کرلے اگر وتر کی نماز مین حالت قیام مین یہ شک ہوا کہ
وہ دوسری رکعت ہی یا تیسری تو اُس رکعت کو قنوت پڑھ کر تمام کرے اور قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور
پڑھے اور اُسمین بھی قنوت پڑھے یہی مختار ہی یہان تک عبارت خلاصہ کی تھی اور اسکا سمجھ لینا بھی ضرور ہی
کہ شک کی سب صورتون مین سہو کا سجدہ واجب ہوتا ہی خواہ گمان غالب پر عمل کرے خواہ کمی کی جانب کو اختیار
کرے یہ بحرالرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا ہی اور اگر نماز مین یہ شک ہو کہ تین رکعتین پڑھین ہین یا چار اور
اُسمین بہت دیر تک فکر کرتا رہا پھر یقین ہوگیا کہ اُسنے تین رکعتین پڑھی ہین پس اگر اس تفکر کی وجہ سے کسی رکن
کے ادا کرنے مین یہ نقصان ہوا کہ نماز پڑھتا رہا اور فکر کرتا رہا تو اُسپر سجدہ سہو واجب نہوگا اور اگر اُسکا تفکر
بہت دیر تک رہا یہان تک کہ ایک رکعت مین یا سجدہ مین خلل پڑ گیا یا رکوع و سجدہ مین تھا اور دیر تک اُسمین

سوچتا رہا اُسکے تفکر کی وجہ سے اُسکے حال مین تغیر ہوا تو بحکم استحسان سجدہ سہو واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر نماز مین اُسکو یہ گمان غالب ہوا کہ اُسکو حدث ہوا ہی یا اُسنے مسح نہین کیا تھا پھر اُسکا یقین ہوا اور کچھ شک نہوا اُسکے بعد پھر اُسکو یہ یقین ہوا کہ اُسکو حدث نہین ہوا یا بے شک اُسنے مسح کرلیا ہی تو ابو بکر نے کہا ہی کہ اُسنے حدث یا مسح نہ کرنے کی یقین کی حالت مین کوئی رکن ادا کرلیا تھا تو پھر از سر نو نماز پڑھے ورنہ وہی نماز پڑھتا رہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر جانتا ہی کہ ایک رکن ادا ہوچکا پھر یہ شک ہوا کہ اُسنے شروع کی تکبیر کہی تھی یا نہ کہی تھی یا یہ شک ہوا کہ حدث ہوا ہی یا نہین یا یہ شک ہوا کہ کپڑے کو نجاست لگی ہی یا نہین یا یہ شک ہوا کہ سر کا مسح کیا ہی یا نہین تو اگر یہ شک اول ہی بار ہوا ہی تو از سر نو نماز پڑھے ورنہ نماز پڑھتا رہے اور اُسپر وضو کرنا یا کپڑا دھونا واجب نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اگر نماز کے اندر یہ شک ہوا کہ مسافر ہی یا مقیم ہی تو چار رکعتین پڑھے اور احتیاطاً دوسری رکعت مین قعدہ کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی کوئی شخص امامت کرتا تھا اور جب دو رکعتین پڑھ چکا اور دوسری رکعت کا سجدہ کرچکا پھر اُسکو شک ہوا کہ پہلی رکعت ہی یا دوسری یا چوتھی یا تیسری تو اپنے مقتدیون کی طرف لحاظ کرے اگر وہ کھڑے ہو جائین تو کھڑا ہو جاوے اور وہ بیٹھ جائین تو بیٹھ جاوے اُنپر اعتماد کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور اُسپر سہو نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اگر امام کو شک ہوا اور دو معتبر شخصون نے اُسکو خبر دی تو اُنکا قول اختیار کرے کوئی تنہا نماز پڑھتا تھا یا امام تھا اور جب اُسنے سلام پھیرا تو ایک معتبر شخص نے خبر دی کہ تو نے ظہر کی تین رکعتین پڑھی ہین تو فقیہ نے کہا کہ اگر نماز پڑھنے والے نے اپنی رائے مین چار رکعتین پڑھی ہین تو اُس خبر دینے والے کے قول کا کچھ اعتبار نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور ظہیریہ مین ہی کہ امام محمد رح بن حسن نے کہا ہی کہ مین ایک معتبر شخص کے خبر دینے سے ہر صورت مین نماز کا اعادہ کرلیتا ہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر نماز پڑھنے والے کو خبر دینے والے مین شک ہوا کہ وہ سچا ہی یا جھوٹا تو امام محمد رح سے روایت ہی کہ وہ احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے اور اگر دو معتبر شخصون نے قول مین شک کیا تو بھی نماز کا اعادہ کرے اور اگر خبر دینے والا معتبر نہین ہی تو اُسکے قول پر اعتبار نہ کرے یہ محیط مین لکھا ہی

تیرھوان باب سجدہ تلاوت کے بیان مین

قرآن مین تلاوت کے چودہ سجدے ہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی ۱ سورۂ اعراف کے آخر مین اس آیت پر ان الذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادتہ ویسبحونہ ولہ یسجدون ۲ سورہ رعد مین اس آیت پر وللہ یسجد من فی السماوات والارض طوعاً وکرہاً وظلالہم بالغدو والاصال ۳ اور سورہ نحل مین اس آیت پر وللہ یسجد ما فی السماوات وما فی الارض من دابۃ والملئکۃ وہم لا یستکبرون ۴ اور سورہ بنی اسرائیل مین اس آیت پر ان الذین اوتوا العلم من قبلہ اذا یتلی علیہم یخرون للاذقان سجدا ویقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا ۵ اور سورہ مریم مین اس آیت پر اذا تتلی علیہم آیات الرحمن خروا سجدا وبکیا ۶ سورۂ حج مین اس آیت پر الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السماوات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب ومن یہن اللہ فما لہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء ۷ سورہ فرقان مین اس آیت پر واذا قیل لہم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا ۸ سورہ نمل مین اس آیت پر ویعلم ما تخفون وما تعلنون ۹ سورہ الم تنزیل مین اس آیت پر انما یؤمن بآیاتنا الذین اذا ذکروا بہا

خر واسجدوا وسجوبحمد ربہم وہم لایستکبرون ۱۰ سورہ صٓ مین اس آیت پر فاستغفر ربہ وخر راکع وانا ب ۱۱ سورہ حم سجدہ مین لایسامون کے لفظ پر ۱۲ والنجم مین فاسجدوا للہ واعبدوا کے لفظ پر ۱۳ سورہ اذا السما انشقت مین اس آیت پر فما لہم لا یومنون واذا قرئ علیہم القران لا یسجدون ۱۴ سورہ اقرأ مین اس آیت پر واسجد واقترب یہ عینی مین لکھا ہی ان مقامون پر پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہی خواہ قرآن سننے کا قصد کرے یا نہ کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر کسی نے سجدہ کی آیۃ پڑھی تو اُسپر صرف ہونٹون کے ہلانے سے سجدہ واجب نہوگا اور اسوقت واجب ہوگا جب وہ صحیح حروف نکالے اور اُس سے ایک آواز پیدا ہو کہ جسکو مرد خود سن لے یا اور کوئی شخص جو اُسکے منھ کے پاس کان لگا دے وہ سن لے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر سجدہ کی آیت پڑھی اور اُسکے آخر کا حرف نہ پڑھا تو سجدہ نہ کرے اور اگر صرف وہی حرف پڑھا جسپر سجدہ ہوتا ہی تو بھی سجدہ نہ کرے لیکن آدھی سے زیادہ آیت سجدہ کی حرف سجدہ کے ساتھ پڑھ لے تو سجدہ واجب ہوگا اور مختصر البحر مین ہی کہ اگر واسجد پڑھا اور خاموش ہوگیا اور واقترب نہ پڑھا تو سجدہ واجب ہوگا تبیین مین لکھا ہی کسی شخص نے پوری آیت سجدہ کی ایک جماعت سے اسطرح سُنی کہ ایک ایک شخص سے ایک ایک حرف سُنا تو اُسپر سجدۂ تلاوت واجب نہوگا اسلیے کہ اُسنے کسی تلاوت کرنے والے سے نہین سُنا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور سجدہ کے واجب ہونے مین اصل یہ ہی کہ جس شخص مین نماز واجب ہونے کی اہلیت ہو خواہ بطور ادا کے خواہ بطور قضا کے اسمین اہلیت سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی بھی ہی ورنہ نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی حتی کہ اگر تلاوت کرنے والا کافر ہو یا مجنون یا طفل یا ایسی عورت جو حیض یا نفاس مین ہی یا اُسنے دس دن سے کم حیض یا چالیس دن سے کم نفاس سے طاہر ہو کر تلاوت کی تو سجدہ تلاوت لازم نہوگا ایسے ہی سننے والے پر بھی لازم نہوگا اور اگر ایسے کوئی مسلمان عاقل بالغ سے تو اُسپر سجدہ واجب ہوا اور اگر بے وضو یا جنب سجدہ کی آیت پڑھین یا سنین تو اُنپر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا اور مریض کا بھی یہی حکم ہی اگر کسی جانور سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ واجب نہوگا یہی مختار ہی اور اگر سوتے ہوے سے سنی تو صحیح یہ ہی کہ سجدہ واجب ہوگا اگر کسی نے گنبد کے اندر چلا کے آیت سجدہ پڑھی اور وہان سے وہ آواز گونج کر لوٹی اور وہ آواز کسی نے سنی تو اُسپر سجدہ واجب نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی جو شخص سویا تھا اور اُسے خبر دیجاوے کہ اُسنے سوتے مین آیت سجدہ پڑھی تھی تو اُسپر سجدہ واجب ہوگا اور نصاب مین ہی کہ یہی اصح ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر نشہ کی حالت مین کسی نے آیت سجدہ پڑھی تو اُسپر اور اُسکے سننے والون پر سجدہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی عورت نے اگر نماز مین آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہین کیا تھا کہ اُسکو حیض ہوگیا تو وہ سجدہ اُس سے ساقط ہوگیا یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے نفل کی نماز مین آیت سجدہ پڑھی اور اُسکا سجدہ کر لیا پھر اسکی نماز فاسد ہوگئی اور اُسکی قضا واجب ہوئی تو سجدہ کا اعادہ لازم نہوگا اسی طرح اگر کسی مسلمان نے آیت سجدہ پڑھی پھر معاذاللہ وہ مرتد ہوگیا پھر مسلمان ہوا تو اُسپر وہ سجدہ واجب نہوگا قرآن کے لکھنے سے سجدہ واجب نہین ہوتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر سجدہ کی آیت فارسی مین پڑھی تو پڑھنے والے پر اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوگا خواہ سننے والا سمجھے یا نہ سمجھے یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب سننے والے کو خبر دیجائے کہ سجدہ کی آیت پڑھی ہی اور صاحبین کے

نزدیک اگر سننے والا جانتا ہی کہ وہ قرآن پڑھتا ہی تو سجدہ لازم ہوگا ورنہ لازم نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ بالاجماع واجب ہوگا یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر عربی مین قرآن پڑھا تو ہر صورت مین سجدہ لازم ہوگا لیکن جب تک معلوم نہین ہی اُسوقت تک تاخیر کرنے مین معذور ہوگا اور اگر بہرے نے آیت سجدہ کی پڑھی اور خود اُسکو نہ سُنا تو اُس پر سجدہ واجب ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر ہجے کرکے آیت سجدہ کی پڑھی تو سجدہ واجب نہوگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی اگر امام سجدہ کی آیت پڑھے تو سجدہ کرے اور مقتدی بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرین خواہ سُنین یا نہ سنین خواہ جہر کی نماز مین ہو خواہ آہستہ کی نماز مین ہو مگر مستحب یہ ہی کہ آہستہ پڑھنے کی نماز مین سجدہ کی آیت نہ پڑھے اگر امام سے کسی اجنبی شخص نے آیت سجدہ سُنی جو اُسکے ساتھ نماز مین نہین ہی اور بعد کو بھی نہین داخل ہوا اُس پر بھی سجدہ لازم ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی کسی شخص نے ایک امام سے آیت سجدہ سُنی اور امام کے سجدہ کرنے سے پہلے اُسکے ساتھ نماز مین شریک ہوگیا تو اُسکے ساتھ سجدہ کرے اور اگر اُسکے کرنے کے بعد نماز مین داخل ہوا تو سجدہ نہ کرے اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُسی رکعت کے آخر مین شامل ہوجائے لیکن اگر دوسری رکعت مین شامل ہوا تو نماز سے فارغ ہوکر سجدہ کرے یہ کافی مین لکھا ہی اور یہی نہایہ مین لکھا ہی اگر کسی مقتدی نے آیت سجدہ پڑھی تو امام پر اور مقتدیون پر سجدہ واجب نہوگا نہ نماز مین نہ بعد نماز کے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر نماز پڑھنے والے نے کسی غیر شخص سے آیت سجدہ کی سُنی جو اُسکے ساتھ نماز مین شریک نہین ہی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے اور اگر نماز کے اندر سجدہ کیا تو کافی نہوگا اور نماز اُسکی فاسد نہوگی یہ تہذیب مین لکھا ہی یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب خود نماز پڑھنے والے نے جو آیت سجدہ غیر شخص سے سُنی اور خود مقتدی نہ تھا اُس آیت کو پہلے نہ پڑھ لیا ہوا اور اگر پہلے خود بھی اُس آیت کو پڑھ چکا ہی پھر سُنا پھر سجدہ کیا تو ظاہر روایت کے بموجب دوسرا سجدہ نہ کرے اور اگر اول سُن چکا ہی پھر خود اُسکی تلاوت کی تو اُسمین دو روایتین ہین سراج الوہاج مین اُس پر یقین کیا ہی کہ دوسرا سجدہ نہ کرے یہ نہر الفایق مین لکھا ہی اگر سجدہ کی آیت نماز کے اندر پڑھی تو اگر وہ سورۃ کے بیچ مین ہی تو افضل یہ ہی کہ سجدہ کرے پھر کھڑا ہو اور سورہ ختم کرے اور رکوع کرے اور اگر سجدہ نہ کیا اور رکوع کیا اور اُسی رکوع مین نیت سجدۂ تلاوت کی کرلی تو از روے قیاس جائز ہی اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہین اور اگر رکوع و سجدہ نہ کیا اور سورۃ تمام کرنے کے بعد رکوع کیا اور نیت سجدہ کی کی تو کافی نہین اور اب رکوع سے سجدۂ تلاوت ساقط نہوگا اور جب تک وہ نماز مین ہی اُس سجدہ کا ادا کرنا اُس پر واجب ہوگا شیخ امام خواہر زادہ نے کہا ہی کہ اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتین پڑھ لین تو فوراً سجدہ کرنے کا حکم جاتا رہا اور رکوع قائم مقام سجدہ کا نہین ہوسکتا اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ جب تک تین آیتون سے زیادہ نہ پڑھے یہ حکم منقطع نہین ہوتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر آیت سجدہ آخر سورۃ مین ہی تو افضل یہ ہی کہ اُسکے عوض مین رکوع کردے اور اگر سجدہ کیا اور رکوع نہ کیا تو ضرور ہی سجدہ سے سر اُٹھانے کے بعد تھوڑی سورۃ اور پڑھے اور اگر سجدہ سے سر اُٹھانے کے بعد کچھ اور نہ پڑھا اور رکوع کر دیا تو جائز ہی اور اگر رکوع نہ کیا اور سجدہ بھی نہ کیا اور نماز مین آگے کو چل دیا تو پھر رکوع سے سجدہ تلاوت ادا نہوگا اور جب تک نماز مین ہی سجدہ ادا کرنا

اُسپر واجب ہوگا اور اگر سجدہ آخر سورۃ میں ہو اور بعد اُسکے دو یا تین آیتیں ہوں تو اُسکو اختیار ہے اسکا رکوع کرے اور چاہے سجدہ کرے اور اگر اُسکا رکوع کرے تو اگر سورۃ ختم کرے رکوع کرے تو جائز ہے اور اگر اُسکا سجدہ کیا تو پھر کھڑا ہو کر سورۃ کو ختم کرے اور رکوع کرے اور اگر اُسکے ساتھ میں دوسری سورۃ بھی ملا دے تو افضل ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر فوراً اُسکے واسطے علیحدہ رکوع یا سجدہ کیا تو پھر کھڑا ہو وے اور مستحب یہ ہے کہ اُسکے بعد ہی رکوع نہ کر دے بلکہ دو یا تین آیتیں پڑھ کر رکوع کرے یہ شرح منیۃ المصلی میں لکھا ہے جو امیر الحاج کی تصنیف ہے اور اگر آیت سجدہ کی نماز میں پڑھی اور یہ ارادہ کیا کہ اُسکا رکوع کرے تو رکوع کرتے وقت اُسکی نیت ضرور ہے اور اگر رکوع کرتے وقت اُسکی نیت نہ کی تو کافی نہیں اور اگر رکوع کے اندر نیت کی تو اُسمیں مشایخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کافی ہے بعضوں نے کہا ہے کافی نہیں یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اظہر یہ ہے کہ کافی نہیں یہ شرح ابو المکارم میں لکھا ہے اور بدائع میں ہے کہ اگر رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد نیت کی تو بالاجماع کافی نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر امام نے رکوع کے اندر تلاوت کے بعد نیت کی اور مقتدی نے نیت نہ کی تو وہ اُسکی طرف سے کافی نہوگا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرے اور قعدہ کا اعادہ کرے اور اگر قعدہ چھوڑ دیا تو نماز اُسکی فاسد ہو جاویگی یہ قنیہ میں لکھا ہے اس امر پر اجماع ہے کہ سجدہ تلاوت کا نماز کے سجدہ سے ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت تلاوت کے سجدہ کی نہ کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے نماز پڑھنے والا اگر تلاوت کا سجدہ اُسکے موقع پر بھول گیا پھر اُسکو رکوع یا سجدہ یا قعدہ میں یاد آیا تو اُسی وقت سجدہ کرلے پھر جس رکن میں تھا اُسی رکن میں آجاوے اور از روے استحسان یہ حکم ہے کہ اُس رکن کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نکیا تو نماز اُسکی جائز ہوگی یہ ظہیریہ کی سہو کی فصل میں لکھا ہے امام نے آیت سجدہ کی پڑھی اور جماعت کے کچھ لوگ مسجد کے صحن میں تھے امام نے سجدہ تلاوت میں جانے کے واسطے تکبیر کہی اور اُن لوگوں نے جو صحن میں تھے یہ گمان کیا کہ رکوع کے واسطے تکبیر کہی ہے پس اُنہوں نے رکوع کیا اور جب امام تکبیر کہکر سجدہ سے اُٹھا تو اُن لوگوں نے یہ گمان کیا کہ امام رکوع سے اُٹھا پس اُنھوں نے بھی رکوع سے تکبیر کہکر رکوع سے سر اُٹھایا اگر پھر اور کچھ زیادتی نہیں کی تو نماز اُنکی فاسد نہوگی نماز پڑھنے والے نے اگر کسی غیر شخص سے آیت سجدہ کی سنی اور اُس تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کیا اگر اُسکی متابعت کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جاویگی نماز سے باہر مستحب یہ ہے کہ سننے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کرے اور اُس سے پہلے سر نہ اُٹھا وے یہ خلاصہ میں لکھا ہے مستحب ہے کہ تلاوت کرنے والا آگے بڑھ جائے اور باقی لوگ اُسکے پیچھے صف باندھ کر سجدہ کریں ابو بکر نے ذکر کیا ہے کہ اس سجدہ میں عورت مرد کی امام ہو سکتی ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اس سجدہ کے لیے تداخل کا بھی حکم ہے پس تلاوت کرنے والا اگر پڑھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے تو دونوں کے عوض ایک ہی سجدہ کافی ہے کئی سجدوں کا ایک سجدہ ہونے کے واسطے شرط یہ ہے کہ ایک ہی آیت اور ایک ہی مجلس ہو پس اگر مجلس مختلف ہو اور آیت ایک ہو یا مجلس ایک ہو اور آیتیں مختلف ہوں تو کئی سجدوں کے بدلے ایک سجدہ کافی نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر سننے والے کی مجلس بدلی پڑھنے والے کی نہ بدلی تو سننے والے پر مکرر سجدہ واجب ہوگا اور اگر پڑھنے والے کی مجلس بدلی سننے والے کی نہ بدلی تو پڑھنے والے پر مکرر سجدہ واجب ہوگا سننے والے پر اکثر مشایخ کے

قول کے بموجب مکرر سجدہ واجب نہوگا اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہین یہ عتابیہ مین لکھا ہی اور بہت دیر تک ایک حالت مین رہنے یا ایک لقمہ کھا لینے یا ایک مرتبہ پانی پی لینے یا کھڑا ہو جانے یا ایک دو قدم چلنے یا گھر یا مسجد کے ایک کونے سے دوسرے کونے مین جانے سے مجلس ایک ہی رہتی ہی بدلتی نہین لیکن اگر گھر بڑا ہی جیسے بادشاہ کا گھر تو مجلس بدل جاویگی اور اگر جامع مسجد مین ایک کونے سے دوسرے کونے مین چلا گیا تو مکرر سجدہ واجب نہوگا اور اگر جامع مسجد مین ایک گھر سے دوسرے گھر مین گیا تو جہان تک مسجد کے امام کے ساتھ اقتدا صحیح ہوسکتا ہی وہان تک ایک ہی مکان سمجھا جاویگا۔ کشتی کے چلنے سے مجلس قطع نہین ہوتی اور سواری کے جانور کے چلنے سے اگر اُسکا سوار نماز مین نہو تو مجلس قطع ہو جاتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر تسبیح یا تہلیل یا قرات مین مشغول ہوا تو مجلس نہین بدلتی اور اگر آیت سجدہ کی پڑھی پھر جانور پر سوار ہوا پھر اُسکے چلنے سے پہلے اُتر آیا تو مجلس قطع نہوگی اور اگر آیت سجدہ کی پڑھی پھر سجدہ کیا پھر اُسکے بعد بہت سا قرآن پڑھا پھر وہی آیت دوبارہ پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب نہوگا اگر آیت سجدہ کی ایک جگہ پڑھی پھر کھڑا ہو کر جانور پر سوار ہوا پھر اُس جانور کے چلنے سے پہلے اُس آیت کو دوبارہ پڑھا تو اُسپر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور وہ سجدہ زمین پر کرے اور اگر جانور چلدیا پھر اُس آیت کی تلاوت کی تو دو سجدے واجب ہونگے اسی طرح اگر جانور کے اوپر سوار ہو کر آیت سجدہ کی پڑھی اور اُسکے چلنے سے پہلے اتر آیا پھر اُسکو دوبارہ پڑھا تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور وہ سجدہ زمین پر کرے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی مجلس کے بدلنے کا اعتبار ہی اعراض کے بدلنے کا اعتبار نہین یہان تک کہ اگر کسی نے لمبا کر دوبارہ نہ پڑھونگا پھر اُسی مجلس مین پڑھا تو ایک سجدہ کافی ہوگا اور کپڑے کا تانا کرنے مین اور کسی چیز کو کو دکو دکر یا نون سے کوٹنے مین اور زمین کے جوتنے مین سجدہ مکرر واجب ہوگا یہ کافی مین لکھا ہی اور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چڑھ جانے مین بھی اصح یہ ہی کہ سجدہ واجب ہوگا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر چلنے مین آیت سجدہ کی پڑھی تو ہر مرتبہ کے پڑھنے مین سجدہ واجب ہوگا اور اسی طرح اگر دریا یا بڑی نہر کے اندر پانی مین تیرتا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کسی ایسے حوض یا چشمے مین تیرتا ہو جسکی حد معلوم ہی تو بھی صحیح یہ ہی کہ سجدہ مکرر ہوگا۔ اگر چکی کے گرد چکی گھر مین آیت سجدہ کی پڑھی تو بھی صحیح یہ ہی کہ سجدہ مکرر ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر عمل کثیر کیا مثلاً بہت سا کھایا یا لیٹ کر سویا یا بیچا یا کسی طرح کا کچھ اور کام کیا تو از روے استحسان دوسرا سجدہ واجب ہوگا اسواسطے کہ ان کامون سے مجلس کا نام بدل جاتا ہی یعنی عرف کے موافق سجدہ بھی اُسی کی طرف مضاف ہوگا مجلس بھی بدل جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی جو سجدہ نماز مین واجب ہوا ہی وہ نماز سے باہر ادا نہوگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور یہی کافی مین لکھا ہی اور اُسکے چھوڑنے مین گنہگار ہوتا ہی بحر الرائق مین لکھا ہی یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ سجدہ سے پہلے نماز کو فاسد نہ کرے اور اگر سجدہ سے پہلے نماز کو فاسد کردے تو سجدہ کو نماز سے باہر ادا کرے اور اگر سجدہ کے بعد نماز کو فاسد کیا تو دوبارہ سجدہ نہ کرے یہ قنیہ مین لکھا ہی اور اگر رکوع مین یا سجدہ مین قرآن پڑھا تو تلاوت کا سجدہ لازم نہوگا۔ اور امام رضی اللہ عنہ نے کہا ہی کہ میرے نزدیک سجدہ واجب ہوگا لیکن رکوع یا سجدہ کے اندر ادا نہ کیا جاوے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر سجدہ کی آیت پڑھکر سجدہ کیا پھر اُسی جگہ نماز شروع کردی اور اُسمین بھی وہی آیت پڑھی تو اُسپر دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور

اگر پہلا سجدہ نہین کیا تھا تو ایک ہی سجدہ کافی ہی پہلا سجدہ ساقط ہوجاویگا اور اگر ایک رکعت مین آیت سجدہ کی پڑھی اور سجدہ کرلیا پھر اسی رکعت مین اسکا اعادہ کیا تو دوبارہ سجدہ واجب نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر نماز کی پہلی رکعت مین آیت سجدہ کی پڑھی اور اسکا سجدہ کرلیا اور پھر دوسری اور تیسری رکعت مین اسکا اعادہ کیا تو اسکا سجدہ واجب نہین یہی اصح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر سجدہ کی آیت نماز مین پڑھی اور سجدہ کرلیا پھر سلام پھیرنے کے بعد اسی جگہ دوبارہ وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ موجب ظاہر روایت کے کرے اور بعضون نے لکہا ہی کہ یہ حکم اسوقت ہی جب سلام کے بعد کلام کیا ہو اور اگر نماز مین آیت سجدہ کی پڑھی اور اسکا سجدہ نہ کیا یہان تک کہ سلام پھیر دیا اسکے بعد پھر وہی سجدہ کی آیت پڑھی تو ایک سجدہ کرے اور پہلا سجدہ اس سے ساقط ہوگیا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی سجدہ کی آیت کسی رکعت مین پڑھی پھر حدث ہوگیا اور وضو کرنے کو چلا گیا پھر آیا اور کسی غیر سے اسی سجدہ کی آیت کو سنا تو اسپر دو سجدہ واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر آیت سجدہ کی نماز مین پڑھی یا دوسرے سے سنی اور اسکا سجدہ کرلیا پھر حدث ہوا اور وضو کرکے اسپر نماز بنا کی اور پھر اسی کو کسی اور سے سنا تو اسپر دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور نماز سے خارج ہونے کے بعد سجدہ کرے بخلاف اسکے اگر سجدہ کی آیت نماز کے اندر پڑھی پھر حدث ہوا اور وضو کرکے اسپر نماز بنا کی اور پھر وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر وقت مباح مین آیت سجدہ کی پڑھی اور وقت مکروہ مین سجدہ کیا تو جائز نہوگا اور اگر وقت مکروہ مین آیت سجدہ کی پڑھی اور انھین وقتون مین سجدہ کیا تو جائز ہوگا اور اگر سواری سے اترکر آیت سجدہ کی پڑھی پھر اسکو کچھ خوف پیدا ہوا اسوجہ سے سوار ہوگیا اور اسی طرح سجدہ کیا تو خوف کی حالت مین جائز ہی امن کی حالت مین جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور تحریمہ کے سوا سجدہ تلاوت کی سب شرطین وہی ہین جو نماز کی شرطین ہین اور فرض اسکا پیشانی زمین پر رکھنا ہی یا جو اسکے قائم مقام ہو مثلاً رکوع یا مریض کے واسطے اشارہ یا سفر مین جانور پر سوار ہونا جو سجدہ زمین پر واجب ہوگا وہ جانور پر سوار ہوکر ادا نہوگا اور جو جانور پر سواری مین واجب ہوگا وہ زمین پر ادا ہوجاویگا اور جن چیزون سے نماز فاسد ہوتی ہی انھین چیزون سے یہ سجدہ بھی فاسد ہوجاتا ہی مثلاً عمداً حدث کرنے سے اور کلام سے اور قہقہہ سے اور اگر یہ چیزین سجدہ کے اندر واقع ہون تو اعادہ سجدہ کا واجب ہوگا جیسے نماز کے سجدہ کا حکم ہی مگر اتنا فرق ہی کہ اس سجدہ مین قہقہہ سے وضو نہین ٹوٹتا اور عورت کے برابر آجانے سے یہ سجدہ فاسد نہین ہوتا اگر سجدہ تلاوت مین سو گیا تو صحیح قول کے بموجب وضو نہ ٹوٹیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور سنت اسمین اول و آخر تکبیر کہنا ہی محیط سرخسی مین لکھا ہی یہی ظاہر روایت ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور جب سجدہ کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ اٹھاوے اور سجدہ کرے پھر اللہ اکبر کہے اور سر اٹھاوے تشہد اور سلام واجب نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلی پڑھے تین بار سے کم نہ کرے جس طرح فرض مین اس سے کمی نہین کیجاتی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر سجدہ مین کچھ نہ پڑھا تو بھی جائز ہی جیسے کہ فرض نماز کے سجدہ مین جائز ہوتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اللہ اکبر بلند آواز سے کہے اور مستحب یہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت کا ارادہ کرے تو کھڑا ہوجاوے اور پھر سجدہ کرے اور سجدہ کرنے کے بعد پھر کھڑا ہوجاوے پھر بیٹھے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی پھر جب سجدہ کا ارادہ کرنے

تو اسکی نیت دل سے کرے اور زبان سے کہے کہ اللہ کے واسطے سجدہ تلاوت کرتا ہون اللہ اکبر یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی اور غیاثیہ مین ہی کہ ادا کرنا اسکا فی الفور واجب نہین پس اگر اسکو کسی وقت مین ادا کریگا تو ادا ہی قضا
نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی یہ حکم اس سجدہ کا ہی جو نماز مین واجب نہوا ہوا ور جو سجدہ نماز مین واجب ہوا ہو اسمین
اگر تاخیر کی یہان تک کہ اگر اسکے بعد بہت دیر تک قرات کی تو قضا ہوجاویگا اور گنہگار ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
اگر قاری کے پاس ایسے لوگ ہون کہ سجدہ کرنے کی انکو عادت ہوا ور وہ اپنے دل مین یہ سمجھے کہ انپر سجدہ کرنا شاق
نہوگا تو اسکو چاہیے کہ جہر سے پڑھے اور اگر وہ لوگ بے وضو ہون یا اگر اسکو یہ گمان ہو کہ وہ سنینگے اور سجدہ نہ کرینگے
یا انپر سجدہ کرنا شاق ہوگا تو چاہیے کہ آہستہ پڑھے خواہ نماز مین ہو خواہ نماز سے خارج ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہی
اور یہ مکروہ ہی کہ سورۃ پڑھے اور سجدہ کی آیت چھوڑ دے اور اگر صرف سجدہ کی آیت نماز سے باہر پڑھے تو مکروہ نہین
اور مستحب یہ ہی کہ اسکے ساتھ ایک یا دو آیتین اور پڑھے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر اسکے ساتھ
کچھ اور نہ پڑھا تو کچھ نقصان نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اسی سے ملتے ہوئے ہین سجدہ شکر کے
مسئلے سجدہ شکر کا امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اعتبار نہین اور وہ انکے نزدیک مکروہ ہی اسپر ثواب نہین ملتا اور
اسکا چھوڑنا اولی ہی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے کہا ہی کہ وہ عبادت ہی اور اسپر ثواب ملتا ہی
اور طریقہ اسکا ان دونون کے نزدیک یہ ہی کہ جس شخص پر کوئی نعمت ظاہر ہو یا اللہ اسکو فرزند دے یا مال دے
یا کوئی گم شدہ چیز اسکو ملجاوے یا کوئی مصیبت اس سے دور ہو یا اسکے مریض کو شفا ہو یا کوئی شخص جو غائب
ہوگیا تھا آجاوے تو اسکے لیے مستحب ہی کہ اللہ کے واسطے قبلہ کی طرف کو شکر کا سجدہ کرے اسمین
اللہ کی حمد اور تسبیح پڑھے پھر دوسری تکبیر کہکر سر اٹھا دے جیسے سجدہ تلاوت کا قاعدہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
حجۃ مین ہی کہ لوگون کو سجدہ شکر سے منع نہ کرین اسلیے کہ اسمین عاجزی اور عبادت ہی اور اسی پر فتوے ہی
یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی نماز کے بعد ان وقتون مین جنمین نفل پڑھنا مکروہ ہی سجدہ شکر بھی مکروہ ہی اور وقتون مین
مکروہ نہین یہ قنیہ مین لکھا ہی بغیر سبب سجدہ کرنا عبادت نہین اور مکروہ بھی نہین نماز کے بعد جو سجدہ کیا کرتے ہین وہ
مکروہ ہی اسلیے کہ جاہل اسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین اور جس مباح کا یہ حال ہو وہ مکروہ ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی

چودھوان باب مریض کی نماز کے بیان مین

جو مریض قیام سے عاجز ہو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور
رکوع اور سجدہ کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی عاجز کے معنی مین اصح قول یہ ہی کہ اسکو کھڑے ہونے سے ضرر ہوتا ہو
اور اسی پر فتوی ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور اسی طرح جب کھڑے ہونے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں
صحت ہونے کا یا دوران سر کا خوف ہو تب بھی یہی حکم ہی یہ تبیین مین لکھا ہی یا کھڑے ہونے سے درد ہوتا ہو تب بھی یہی حکم ہی اور اگر کچھ
تھوڑی تکلیف ہوئی تو قیام کا چھوڑنا جائز نہین یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہی اور سارے نماز مین قادر نہو
تو جسقدر کھڑا ہو سکتا ہی اتنی دیر کھڑا ہونے کا حکم کیا جاویگا پس اگر اس بات پر قادر ہی کہ کھڑے ہوکر تکبیر کہے اور قرات کے واسطے
قیام نہین کر سکتا یا تھوڑی سی قرات کے واسطے بھی قیام کر سکتا ہی پوری قرات کے واسطے قیام نہین کر سکتا تو اسکے لیے یہ حکم ہی کہ کھڑے
ہوکر تکبیر کہے اور جسقدر کھڑے ہوکر پڑھ سکتا ہی اتنی دیر کھڑا ہوکر قرات کرے پھر عاجز ہو تو بیٹھ جاوے شمس الائمہ
حلوائی نے کہا ہی کہ یہی مذہب صحیح ہی اور اگر اسکو چھوڑیگا تو مجکو یہ خوف ہی کہ اسکی نماز جائز نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی

اگر سہارا لگا کر کھڑے ہونے پر قادر ہے تو صحیح یہ ہے کہ سہارا لگا کر کھڑا ہو کر نماز پڑھے اسکے سوا اور کچھ جائز نہیں اسی طرح اگر عصا پر یا اپنے خادم پر سہارا لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو سہارا سے کھڑا ہو کر نماز پڑھے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر مریض ایسا ہو کہ گھر میں نماز پڑھے تو قیام کر سکتا ہے اور اگر نکلے تو قیام پر قادر نہیں ہوگا تو اسمیں مشایخ کا اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ اپنے گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے پھر مریض بیٹھ کر نماز پڑھے تو کس طرح بیٹھے اصح یہ ہے کہ جسطرح اسپر آسان ہو اسی طرح بیٹھے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار پر یا آدمی پر سہارا لگا کر بیٹھنے پر قادر ہے تو واجب ہے کہ اسی طرح سہارے سے بیٹھکر نماز پڑھے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے لیٹ کر نماز پڑھنا اسکو قول مختار کے بموجب جائز نہیں یہ تبیین میں لکھا ہے اگر قیام اور رکوع اور سجود سے عاجز ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ نیچا کرے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے پس اگر رکوع اور سجدہ برابر کریگا تو نماز صحیح نہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر رکوع و سجود سے عاجز ہے اور قیام پر قادر ہے تو مستحب یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے اور اشارہ سے نماز پڑھنے والا سہو کا سجدہ بھی اشارہ سے کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور اشارہ سے نماز پڑھنے والے کی طرف کوئی لکڑی یا تکیہ اٹھا دینا مکروہ ہے اور اگر ایسا کیا جاوے تو اگر اُسکا سر سجدہ کے واسطے بہ نسبت رکوع کے زیادہ جھکتا ہے تو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے لیکن یہ فعل برا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر رکوع اور سجدہ میں سر اُسکا نہ جھکتا ہو اور لکڑی اُسکی پیشانی پر لگا دیجاوے تو نماز جائز نہوگی یہی اصح ہے اور اگر تکیہ زمین پر پڑا ہو اور اسپر سجدہ کرتا ہو تو نماز جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر پیشانی پر زخم ہو اور اس وجہ سے پیشانی پر سجدہ نہ کرسکے تو اُسکو اشارہ سے نماز جائز نہوگی اور اُسکو واجب ہے کہ ناک پر سجدہ کرے اور اگر ناک پر سجدہ نکیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر بیٹھنے پر قادر نہیں تو چت لیٹے اور دونوں پاؤں اپنے قبلہ کی طرف کو پھیلا دے اور اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرے اور چاہیے کہ اُسکے سر کے نیچے ایک تکیہ رکھیں تاکہ وہ بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے اور رکوع اور سجدہ کا اشارہ اچھی طرح کرسکے اور اگر پہلو پر لیٹے اور منہ قبلہ کی طرف کو کرکے اشارہ سے نماز پڑھے تو جائز ہے اور پہلی صورت اولی ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر داہنی کروٹ کے لیٹنے پر قادر نہو تو بائیں کروٹ پر لیٹے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور منہ قبلہ کی طرف کو کرے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر اُسکو کوئی ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ قیام نہیں کرسکتا تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ کرے اور اگر رکوع اور سجود پر بھی قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے یہ تبیین میں لکھا ہے جو شخص بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے نماز پڑھتا تھا پھر نماز کے اندر تندرست ہو گیا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک باقی نماز اپنی کھڑے ہو کر پڑھ لے اور اگر تھوڑی سی نماز اشاروں سے پڑھی ہے پھر رکوع اور سجدہ پر قادر ہو گیا تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ از سر نو نماز پڑھے یہ ہدایہ میں لکھا ہے یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب یہ قدرت اُسکو اشارہ سے رکوع یا سجدہ کر لینے کے بعد حاصل ہو لیکن اگر نماز شروع کرنے کے بعد اور رکوع اور سجدہ کرنے سے پہلے

تندرستی حاصل ہوئی تو اسی نماز کو تمام کرے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔ اور جب مریض سر سے اشارہ کرنے
سے بھی عاجز ہو تو ظاہر روایت کے موجب نماز کا فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے آنکھوں سے اور بھوؤں سے
اشارہ کرنے کا کچھ اعتبار نہیں ہے پھر جب اسکے مرض کو تخفیف ہو جاوے تو ایسی نمازوں کی قضا لازم ہونے میں
اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ اگر یہ حالت اسکی ایک دن رات سے زیادہ ہو گئی تو قضا لازم نہوگی اور اگر اس سے
کم ہو تو قضا لازم ہوگی جیسے کہ بیہوشی میں اور یہی اصح ہے یہ فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے اور اسی پر
فتوی ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر اسی مرض میں مرجاوے تو اسپر وہ نمازیں جو اسکے ذمہ ہیں اور انکا فدیہ بھی
لازم نہیں ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر چار رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں جب چوتھی رکعت کے قعدہ میں بیٹھا تو تشہد پڑھنے
سے پہلے اسنے قرأت کی اور رکوع کیا تو بمنزلہ قیام کے ہو گیا اور اسی طرح نماز پڑھتا ہے یہ فتاوی قاضیخان
میں لکھا ہے اور حاوی میں ہے کہ سہو کا سجدہ کرے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر دوسری رکعت کے دوسرے
سجدے سے سر اٹھا کر قیام کی نیت کی اور قرأت نہ کی پھر یاد آگیا تو قعدہ کی طرف کو عود کرے اور تشہد پڑھے یہ
فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ مریض نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب چوتھی رکعت کے اخیر سجدہ سے سر اٹھایا تو اسکو یہ گمان
ہوا کہ یہ تیسری رکعت تھی پھر اسنے قرأت کی اور اشارہ سے رکوع اور سجدہ کیا تو نماز اسکی فاسد ہو گئی اور اگر
تیسری رکعت میں تھا اور اسکو دوسری رکعت سمجھا اور قرأت شروع کر دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تیسری رکعت پڑھ
رہا ہے تو تشہد کی طرف عود نہ کرے بلکہ اسی طرح قرأت پڑھتا رہے اور نماز کے آخر میں سہو کا سجدہ کرلے یہ محیط میں لکھا ہے۔ تجرید میں
ہے کہ مریض اپنی نماز میں قرأت اور تسبیح اور تشہد اسی طرح پڑھے جیسے تندرست پڑھتا ہے اور اگر ان سب سے عاجز ہو تو چھوڑ دے
یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے تندرست اور مریض میں صرف ان چیزوں میں فرق ہے جنمیں مریض عاجز ہے اور جسپر مریض قادر ہے
اسکا حکم اسمیں مثل تندرست کے ہے۔ اگر قبلہ کو پہچانتا ہو اور قبلہ کی طرف منہ کرنے پر قادر نہیں اور ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو
اسکا منہ قبلہ کی طرف کو پھیرے تو ظاہر روایت کے موجب اسی طرح نماز پڑھے اور اس نماز کا پھر اعادہ نہ کرے اور
اگر اسکو کوئی ایسا شخص مل گیا جو اسکا منہ قبلہ کی طرف کو پھیر دے تو چاہیے کہ اسکو حکم کرے کہ میرا منہ پھیرے اگر
اسکو حکم نہ کیا اور قبلہ کے سوا کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو جائز نہوگی اور اگر مریض نجس بچھونے پر ہو پس اگر اسکو پاک بچھونا نہیں ملتا
یا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اسکا بچھونا بدل دے تو نجس بچھونے پر نماز پڑھ لے اور اگر کوئی شخص ایسا ملے کہ
اسکا بچھونا پاک بدل دے تو چاہیے کہ اسکو یہ حکم کرے اور اگر حکم نہ کیا اور نجس بچھونے پر نماز پڑھی تو جائز نہوگی یہ محیط میں
لکھا ہے۔ کسی مریض کے نیچے نجس کپڑے ہیں تو اگر اسکا یہ حال ہے کہ جو بچھونا اسکے نیچے بچھایا جاویگا وہ فوراً نجس ہو جاویگا
تو اسی حالت پر نماز پڑھے اور اگر دوسرا بچھونا نجس نہوتا ہو لیکن بچھونا بدلنے میں اسکو بہت تکلیف ہوگی تو نہ بدلے یہ
فتاوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ اگر پانچ نمازوں کے وقت تک بیہوش رہا تو ان نمازوں کو قضا کرے اور جو اس سے
زیادہ ہو تو قضا نہ کرے اور جنون کا حکم مثل بیہوشی کے ہے یہی صحیح ہے کثرت کا اعتبار امام محمد رح کے نزدیک اوقات سے
کیا جاتا ہے اور یہی اصح ہے یہ حکم اسوقت ہے کہ برابر بیہوشی رہے اور اس مدت میں کبھی افاقہ نہوا ہو اور اگر افاقہ ہوتا ہو پس
اس بات پر غور کرے کہ اگر اسکو ایک وقت مقرر میں افاقہ ہوتا ہے مثلاً صبح کے وقت مرض کو تخفیف ہو جاتی ہے اور
تھوڑی دیر افاقہ ہو جاتا ہے پھر اسکے بعد وہ مرض عود کرتا ہے اور وہ بیہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار

کیا جائیگا اور اس سے پہلے بیہوشی اگر ایک دن رات سے کم تھی تو حکم باطل ہوجاویگا اور اگر افاقہ کا وقت مقرر ہو لیکن کبھی یکایک افاقہ ہوجاتا ہی اور تندرستون کی سی باتین کرتا ہی پھر بیہوش ہوجاتا ہی تو اس افاقہ کا اعتبار نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر کسی جانور یا آدمی کے خوف سے ایک دن رات سے زیادہ بیہوش رہا تو بالاجماع قضا اس سے ساقط ہوجاویگی۔ اور اگر شراب پی اور ایک دن رات سے زیادہ بیہوشی رہی تو نماز ساقط نہوگی اور اگر بنگ یا اور کوئی دوا پی جس سے ایک دن رات سے زیادہ عقل درست نرہی تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد کے نزدیک نماز ساقط نہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر دن رات سے زیادہ سو گیا تو نماز قضا کرے۔ کوئی شخص ایسا ہو کہ رمضان مین روزے رکھے تو بیٹھ کر نماز پڑھیگا اور اگر روزے نہ رکھے تو کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہی تو اسکو چاہیے کہ روزے رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر مریض وقت سے پہلے جانگریا خطاسے اس خیال سے نماز پڑھ لے کہ پھر بیماری کی وجہ سے نماز نپڑھ سکیگا تو وہ نماز کافی نہوگی اور اسی طرح بغیر قرأت یا بغیر وضو نماز پڑھی تو بھی جائز نہوگی اور اگر قرأت سے عاجز ہی تو بغیر قرأت کے اشارہ سے نماز پڑھ لے کسی شخص کا غلام بیمار ہو جو وضو پر قادر نہین تو مالک پر واجب ہی کہ اسکو وضو کراوے اور اگر کسی کی عورت بیمار ہو تو میاں پر اسکا وضو کرانا واجب نہین یہ محیط مین لکھا ہی۔ کوئی شخص ایسا ہو کہ نماز کے کسی خاص رکن پر بغیر حدث قادر نہو تو وہ رکن اسکے ذمہ سے ساقط ہوجاویگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہی پس اگر کسی شخص کے زخم ہو اور اسکی وجہ سے جب وہ سجدہ کرتا ہی تو وہ زخم بہنے لگتا ہی اور سوا اسکے رکوع اور قیام اور قرأت پر قادر ہی تو اسکو چاہیے کہ بیٹھ کر نماز اشارون سے پڑھے اور اگر رکوع سے نماز پڑھی اور بیٹھ کر سجدہ کا اشارہ کر لیا تو جائز ہی اور پہلی صورت افضل ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھیگا تو اسکو پیشاب جاری ہوجاویگا یا زخم بہنے لگیگا یا قرأت پر قادر نہوگا اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھیگا تو کوئی حرج نہوگا تو اسکو چاہیے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو کھڑے ہونے مین دشمن کا خوف ہو یا ایسے خیمہ مین ہو کہ وہان کھڑا نہین ہو سکتا اور وہ باہر نکلے تو کیچڑ اور مینہ کی وجہ سے نماز نہین پڑھ سکتا تو چاہیے کہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے مریض کی نماز اگر فوت ہوگئی اور حالت صحت مین اسکی قضا کی تو ایسی نماز پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہین اور اگر جس حالت کی نماز فوت ہوئی تھی اسی حالت کی طرح پڑھی تو جائز نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر مرض کی حالت مین ان نمازون کو قضا کرے جو صحت مین فوت ہوئی تھین تو اسی طرح پڑھے جیسے قادر ہی بیٹھ کر یا اشارہ سے یہ سراجیہ مین لکھا ہی اگر نماز پڑھنے والے نے کسی آدمی کو اپنے پاس اسواسطے بٹھا لیا کہ اگر رکوع و سجدہ بھولے تو اسے خبر کرے تو اگر بغیر اسکے وہ نماز صحیح نہین پڑھ سکتا تو جائز ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور مریض کے واسطے یہ مستحب ہو کہ نماز مین اتنی تاخیر کرے کہ جمعہ کی نماز سے امام فارغ ہو جاوے اور اگر اتنی تاخیر نہ کرے تو مکروہ نہی ہی صحیح ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی

پندرھوان باب مسافر کی نماز کے بیان مین

کم سے کم مسافت جس سے احکام بدل جاتے ہین وہ ہی جو تین دن کے چلنے مین تمام ہو یہ تبیین مین لکھا ہی یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی وہ احکام جو سفر سے بدل جاتے ہین یہ ہین نماز کا قصر روزہ نہ رکھنے کا مباح ہونا موزون کے مسح کی مدت کا تین دن

ملک بڑھ جانا جمعہ اور عیدین اور قربانی کا وجوب ساقط ہو جاتا آزاد عورت کو بغیر محرم کے باہر نکلنا حرام
ہو جانا یہ عتابیہ مین لکھا ہی یہ مسافت اوسط چال کی معتبر ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور وہ اونٹون اور پیادہ
چلنے والون کی چال ہی ان دنون مین جو سال مین سب سے چھوٹے دن ہوتے ہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور
تینون دن صبح سے شام تک کے چلنے کی شرط ہونے مین اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ وہ شرط نہین پس اگر ایک روز صبح سے
زوال تک چلا اور منزل پر پہونچ گیا اور وہان اُترا اور رات کو رہا پھر اسی طرح دوسرے اور تیسرے دن چلا تو
مسافر ہو جاویگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اس مسئلہ مین فرسخون کے حساب کا اعتبار نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی
زمین کی چال کا دریا کی چال مین اور دریا کی چال کا زمین کی چال مین اعتبار نہین ہوتا بلکہ ہر مقام مین اُسی چال کا
اعتبار ہوتا ہی جو اُسکے حال کے لائق ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور مدت کا اعتبار اُس راستہ سے ہوتا ہی
جس راستہ سے وہ جاتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی پس اگر کسی شہر کا قصد کیا اور اُسکے دو راستے ہین ایک تین
دن رات کا راستہ ہی اور دوسرا کم کا پس اگر دور کے راستے سے چلا تو ہمارے نزدیک مسافر ہو جاویگا یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر قریب راستے کی طرف سے چلیگا تو پوری نماز پڑھیگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور
اگر کسی جگہ کے دو راستے ہین ایک پانی کا راستہ ہو جو تین دن مین تمام ہوتا ہو اور دوسرا خشکی کا راستہ ہو
جو دو دن مین تمام ہوتا ہو اگر پانی کے راستہ سے جاویگا تو نماز مین قصر کریگا اور خشکی کے راستہ مین قصر نہ کریگا
اور اگر خشکی کے راستہ سے تین دن مین پہونچے اور دریا کے راستہ سے دو دن مین تو خشکی کے راستہ مین
قصر کرے دریا کے راستہ مین قصر نہ کرے اور دریا کے راستے مین تین دن ایسی حالت مین معتبر ہین کہ ہوا اعتدال
کے ساتھ ہو نہ بہت تیز ہو نہ ساکن ہو اسی طرح پہاڑ مین بھی وہین کی چال کے تین دن اعتبار کیے جاتے ہین
اگرچہ ہموار زمین مین وہ راستہ تین دن سے کم مین طے ہو اور اگر مسافت عادت کے بموجب تین دن کی
چال کی تھی اور کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہو کر بہت گرم و تیز دو دن کم مین چل کر پہونچ گیا تو قصر کرے یہ جوہرۃ النیرہ
مین لکھا ہی چار رکعتون کی نماز مین مسافر پر دو رکعتین فرض ہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی قصر ہمارے نزدیک واجب ہی
یہ خلاصہ مین لکھا ہی پس اگر چار رکعتین پڑھلین اور دوسری رکعت مین بقدر تشہد قعدہ کیا تو نماز جائز ہو جائیگی
اور اخیر کی دو رکعتین نفل ہو جاوینگی مگر اُسنے برا کیا اسلیے کہ سلام مین تاخیر ہوئی اور اگر دوسری رکعت مین بقدر
تشہد نہ بیٹھا تو نماز باطل ہو گئی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اسی طرح اگر پہلی دونون رکعتون مین یا ایک مین قرات چھوڑ دی
تو ہمارے نزدیک نماز فاسد ہو جاویگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی سفر کا حکم ہر مسافر کے واسطے ہی طاعت کے
واسطے سفر کرنا اور معصیت کے واسطے سفر کرنا برابر ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اسی طرح سوار اور پیادہ کا حکم
برابر ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی سنتون مین قصر نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی بعض فقہانے مسافر کے واسطے
سنتون کا چھوڑنا جائز لکھا ہی اور مختار یہ ہی کہ خوف کی حالت مین سنت نہ پڑھے اور قرار و امن کی حالت
مین پڑھے یہ وجیز کردری مین لکھا ہی امام محمد رح نے کہا ہی کہ جب اپنے شہر سے باہر نکل جاوے اور مکانات
شہر کو پیچھے چھوڑ دے اُس وقت سے قصر کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور غیاثیہ مین ہی کہ یہی مختار ہی اور اسی پر
فتوی ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ شہر کی آبادی سے نکل جانے کا اعتبار ہی اور آبادی کا اعتبار

کرین کہ بغیر قافلہ کے نہ جاوینگے جب قافلہ جاویگا تو جاوینگے اور یہ بات معلوم ہو کہ قافلہ اب سے پندرہ روز مین یا زیادہ دنون مین جائیگا تو پوری چار رکعتین پڑھین قصر نہ کرین۔ اگر کوئی شخص دو مقامون مین پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو اگر وہ دونون مقام مستقل جدا جدا ہون جیسے مکہ اور منا اور کوفہ اور حیرہ تو وہ مقیم نہوگا اور اگر ایک مقام دوسرے مقام کا تابع ہو یہان تک کہ وہان کے لوگون پر جمعہ نہ واجب ہوتا ہو تو مقیم ہوجاویگا اگر دو قریون مین پندرہ روز اس طرح ٹھہرنے کی نیت کرے کہ دن مین ایک قریہ مین رہونگا اور رات کو ایک قریہ مین تو جب وہ رات کے رہنے کے قریہ مین داخل ہوگا تو مقیم ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور پہلے جو دن کے رہنے کے قریہ مین داخل ہوا تھا اُسکے داخل ہونے سے مقیم نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی کتاب مناسک مین ہی کہ حج کو جانے والے لوگ اگر ذی الحجہ کے پہلے عشرہ مین مکہ مین داخل ہون اور وہان آدھا مہینہ ٹھہرنے کی نیت کرین تو صحیح نہین اسواسطے کہ حج مین عرفات کو ضرور جانا پڑیگا تو شرط پوری نہوگی کہا گیا ہی کہ عیسیٰ بن ابان کی فقہ سیکھنے کا سبب یہی مسئلہ ہوا اور اُسکی حکایت یہ ہی کہ وہ حدیث کی طلب مین مشغول تھے اُنھون نے کہا ہی کہ مین ذی الحجہ کے پہلے عشرہ مین اپنے ایک رفیق کے ساتھ مکہ مین داخل ہوا اور وہان مین نے ایک پورا مہینہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور نماز پوری پڑھنا شروع کردی بعض اصحاب ابو حنیفہ رح سے میری ملاقات ہوئی اور اُسنے کہا کہ تمنے خطا کی اسلیے کہ تمکو منا اور عرفات کو جانا پڑیگا پھر جب مین منا سے لوٹا تو میرے رفیق نے سفر کرنے کا ارادہ کیا اور مین نے بھی اُسکی رفاقت کا قصد کیا اور نماز کا قصر شروع کردیا پھر اُس صاحب ابو حنیفہ رح سے میری ملاقات ہوئی اور اُسنے کہا کہ تمنے پھر خطا کی اسلیے کہ ابھی مکہ مین مقیم ہو جب تک وہان سے باہر نہ نکلوگے مسافر نہوگے تب مین نے اپنے دل مین کہا کہ مین نے ایک مسئلہ مین دو جگہ خطا کی تب مین نے امام محمد رح کی مجلس کی طرف کوچ کیا اور فقہ مین مشغول ہوا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر دار الحرب مین کسی شہر کا یا دار الاسلام مین باغیون کا محاصرہ ایسی جگہ کرین جہان شہر نہو اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرین تو بھی نماز مین قصر کرین اسلیے کہ ایسے موقعون مین قرار بھی ہوتا ہی اور فرار بھی ہوتا ہی پس اگرچہ گھرون مین ہون تو بھی نیت کا اعتبار نہین یہ تمرتاشی مین لکھا ہی اسی واسطے ہمارے اصحاب نے کہا ہی کہ اگر کوئی تاجر کسی شہر مین اپنی حاجت کے واسطے داخل ہو اور وہ اپنی حاجت پوری کرنے کے واسطے پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو مقیم نہوگا اسلیے کہ اُسکا حال یہ ہی کہ جب اُسکی حاجت پوری ہوجائیگی تو چلا جائیگا اور اگر حاجت پوری نہوگی تو ٹھہریگا پس اُسکی نیت مضبوط نہین ہی اور یہی مسئلہ بڑی دلیل ہی اُس شخص کے الزام کے لیے جو شخص یہ کہتا ہی کہ اگر کوئی شخص کسی قریب جگہ جانیکا ارادہ کرے اور یہ چاہے کہ سفر کی رخصتین حاصل ہوجاوین تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ کسی دور جگہ کے سفر کی نیت کرے اور یہ غلط ہی یہ معراج الدرایہ سے بحر الرائق مین لکھا ہی جو شخص دار الحرب مین امن چاہکر داخل ہوا اور موضع اقامت مین اقامت کی نیت سے ٹھہرا تو اُسکی نیت صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر حربیون مین سے کوئی شخص دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اور حربیون کو اُسکے اسلام کی خبر ہوئی اور وہ اُسکو قتل کرنے کے لیے تلاش کرنے لگے اور وہ اُنکے خوف سے تین دن کے سفر کا ارادہ کرکے بھاگا تو وہ مسافر ہوگیا اگرچہ کسی جگہ ایک مہینہ تک یا اُس سے زیادہ چھپا رہا ہو اسلیے کہ اب وہ اُنسے لڑنے والا ہوگیا اور یہی حکم ہی اُس شخص کے واسطے جو امن مانگ کر دار الحرب مین داخل ہوا اور پھر اُن لوگون نے اپنا

عہد توڑ کر اُسکے قتل کا ارادہ کیا اور اگر اُنمین سے کوئی شخص دار الحرب کے کسی شہر مین مقیم تھا اور جب وہان کے
لوگون نے اُسکے قتل کا ارادہ کیا تو اُسی شہر مین کہین چھپ گیا تو نماز پوری پڑھے اسواسطے کہ وہ اس شہر مین مقیم
تھا جب تک وہان سے باہر نہ نکلیگا مسافر نہوگا اور اسی طرح اگر دار الحرب مین سے کسی ایک شہر کے لوگ مسلمان ہوگئے
اور اہل حرب نے اُنسے لڑائی شروع کی اور وہ جو مسلمان ہوگئے ہین اپنے شہر مین ہین تو نماز پوری پڑھین اور
اسی طرح اگر اہل حرب اُنکے شہر پر غالب ہوجاوین اور وہ مسلمان ایک منزل چلنے کا قصد کرکے وہان سے نکلین تب بھی
وہ نماز پوری پڑھینگے اور اگر تین دن کے سفر کا قصد کرکے نکلینگے تو نماز مین قصر کرینگے اگر پھر اپنے شہر مین آوین اور
اہل شرکین اس شہر مین نہون تو نماز پوری کرینگے اور اگر مشرکین اُنکے شہر پر غالب ہین اور وہان مقیم ہین پھر اس شہر مین آوین اور
اُسکو خالی کردین تو مسلمان اگر اس شہر مین اپنا گھر اور منزل بنالین اور وہان سے نکلنے کا قصد نہ کرین تو وہ دار الاسلام ہوگیا
اُسمین پوری نماز پڑھین اور اگر وہان گھر بنانے کا ارادہ نہو اور وہان ایک مہینہ ٹھہر کر دار الاسلام کی طرف آنیکا ارادہ
ہو تو نماز کا قصر کرین یہ محیط مین لکھا ہے اگر دار الحرب مین کوئی مسلمان قیدی ہو پھر یکایک اُنسے چھوٹ جاوے اور کسی غار
وغیرہ مین پندرہ روز ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو وہ مقیم نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے تجنیس مین ہے کہ اگر مسلمانون کا لشکر دار الحرب مین
داخل ہوا اور کسی شہر پر غالب ہوجاوین اور اُسکو اپنا گھر بنالین تو پوری نماز پڑھین اور اگر اُسکو اپنا گھر نہ بناوین لیکن ایک
مہینہ یا زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کرین تو نماز مین قصر کرین یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور جو شخص دوسرے کا
تابعدار ہو اور اُسکی تابعداری اُسپر لازم ہو تو وہ اُسی کی اقامت سے مقیم ہوگا اور اُسی کے سفر کی نیت
پر نکلنے سے مسافر ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے پس شہر مین امیر کی اقامت کی نیت کرنے سے فوج کا سپاہی جنگل
مین مقیم ہوگا یہ کافی کے نواقض وضو کے بیان مین لکھا ہے اصل اسمین یہ ہے کہ جو شخص اقامت اپنے اختیار سے
کرسکتا ہے وہ اپنی نیت سے مقیم ہوجاتا ہے اور جو شخص اقامت اپنے اختیار سے نہین کرتا وہ اپنی نیت سے مقیم
نہین ہوتا یہانتک کہ عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے مالک کے ساتھ اور شاگرد اپنے اُستاد کے
ساتھ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اور سپاہی اپنے امیر کے ساتھ سفر کرین تو ظاہر روایت کے بموجب وہ اپنی
نیت سے مقیم نہونگے یہ محیط مین لکھا ہے عورت اپنے شوہر کی تابعدار اُسوقت ہوتی ہے جب وہ اُسکا مہر معجل ادا کردے
اور اگر نہ ادا کرے تو دخول سے پہلے تابعدار نہوگی اور سپاہی اپنے امیر کا تابعدار اُسوقت ہوتا ہے کہ اُسکا کھانا
امیر کے پاس سے ہو یہ تبیین مین لکھا ہے لیکن اگر وہ اپنے مال سے کھانا کھاتا ہو تو اُسکو اپنی نیت کا اعتبار ہے یہ ظہیریہ
مین لکھا ہے۔ جو شخص قرض کے بدلے قید ہو اور اپنے قرضخواہ کی حوالات مین ہو تو اُسمین صاحب قرض کی نیت کا
اعتبار ہے یہ اُسوقت ہے جب وہ قرضدار اُس قرض کو ادا نہ کرسکتا ہو اور اگر ادا کرسکتا ہے تو قرضدار کی نیت
کا اعتبار ہے اور اگر وہ یہ ارادہ کرلے کہ اُسکا قرض ادا نہ کرونگا تو وہ مفلس کے حکم مین ہے یہ مضمرات مین
لکھا ہے۔ اگر کسی غلام کے سفر مین دو مالک ہون ایک نے اقامت کی نیت کی دوسرے نے نہ کی پس اگر اُن
دونون نے اُنکو نوبت بہ نوبت خدمت کے لیے مقرر کیا ہے تو غلام مقیم کی خدمت کے روز پوری نماز پڑھے اور
مسافر کی خدمت کے روز قصر کرے اور اگر نوبت خدمت کی مقرر نہین ہے تو اُسکو چاہیے کہ اصل کے اعتبار سے
چار رکعتین پڑھے اور دو رکعتون کے بعد احتیاطاً ضرور قعدہ کرے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے۔ اگر تابعدار کو

اپنے اصل کی اقامت کا حال معلوم ہو تو بعضون نے کہا ہو کہ وہ مقیم ہوجاتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ مقیم نہین ہوتا اور یہی صحیح ہی اسلیے کہ معلوم ہونے سے پہلے حکم لازم ہوجانے مین حرج اور نقصان ہی اور وہ شریعت مین دفع کیا جاتا ہی غلام جب اپنے آقا کے ساتھ نکلے تو اسکو چاہیئے کہ اُس سے پوچھ لے اگر نہ بتا دے تو پوری نماز پڑھے اور اگر چند روز چار رکعتین پڑھین اور دوسری رکعت مین قعدہ نہ کیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو خبر دی کہ مین جب سے نکلا ہون سفر کی نیت سے نکلا ہون تو اصح یہ ہی کہ وہ اُسکا اعادہ نہ کرے اُسی سبب سے جسکو ہم بیان کر چکے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر غلام اپنے مالک کی امامت کرے اور اُس جماعت مین اور بھی مسافر ہون اور ایک رکعت کے بعد مالک نے اقامت کی نیت کر لی تو اُسکی نیت اُس غلام کے حق مین صحیح ہی اور امام محمد رح کے قول کے بموجب اور جماعت والون پر اُسکا حکم جاری نہوگا پس غلام کو چاہیے کہ دو رکعتین پڑھے اور پھر مسافرون مین سے سلام پھیرنے کے واسطے کسی کو آگے بڑھا دے پھر غلام اور مالک کھڑے ہو کر اپنی نماز تمام کرین اور پھر ایک اُنمین سے چار رکعتین پڑھے اور بعضون نے کہا ہی کہ مالک اپنی نیت غلام کو اسطرح بتا دے کہ غلام کے مقابلہ مین کھڑا ہو جاوے پھر دو اُنگلیان کھڑی کرے اور اُنسے اشارہ کرے پھر چار اُنگلیان کھڑی کرے اور اُن چارون انگلیون سے اشارہ کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مسافر نماز مین وقت نماز کے اندر نیت اقامت کی کرے تو پوری نماز پڑھے خواہ منفرد ہو خواہ مقتدی خواہ مسبوق خواہ مدرک اور اگر لاحق ہو اور امام کے فارغ ہونے کے بعد اقامت کی نیت کی تو نماز پوری نہ پڑھے اور اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے اقامت کی نیت کی تو اگر لاحق نے اقامت کی نیت کے بعد کلام کر لیا ہو اور وقت نماز ابھی باقی ہی تو چار رکعتین پڑھے اور اگر وقت نکل گیا ہی تو دو رکعتین پڑھے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر وقت نکل گیا ہی اور وہ ابھی نماز مین ہی پھر اقامت کی نیت کی تو اُس نماز مین فرض اُسکے چار نہونگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ مسافر نے اگر سلام کے بعد اقامت کی نیت کی اور اُسپر سہو تھا تو اُس نماز مین اُسکی نیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ اُسنے نماز سے نکلنے کے بعد اقامت کی نیت کی ہی اور سجدہ سہو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب اُس سے ساقط ہو جاویگا اسلیے کہ اگر وہ سجدہ سہو کی طرف عود کریگا تو فرض اُسکے چار ہوجاوینگے اور سجدہ نماز کے اندر واقع ہوگا اسلیے نماز باطل ہو جاویگی اور اگر سہو کا سجدہ کر لیا پھر اقامت کی نیت کی تو نیت اُسکی صحیح ہی اور نماز اُسکی چار رکعت ہو جاوینگی خواہ ایک سجدہ کیا ہو یا دو سجدہ کیے ہون اور اگر سجدہ کے اندر اقامت کی نیت کی تو بھی یہی حکم ہی اسلیے کہ جب اُسنے سجدہ کیا تو تحریمہ نماز پھر آگیا اور وہ صورت ہوگئی کہ گویا اُسنے اقامت کی نیت نماز کے اندر کی ہی اگر کسی نماز کے اول وقت مین مسافر تھا اور وہ نماز اُسنے قصر سے پڑھ لی پھر اسی وقت مین اقامت کی نیت کر لی تو اُس نماز کا فرض نہ بدلیگا اور اگر نماز ابھی پڑھی نہین یہانتک کہ نماز کے آخر وقت مین اقامت کی نیت کی تو فرض اُسکے چار رکعت ہو جاوینگے اگرچہ وقت اسی قدر باقی ہو جسمین پوری نماز نہین پڑھ سکتا بلکہ تھوڑی سی پڑھ سکتا ہی اور اگر وقت کے گذرنے کے بعد اقامت کی نیت کی تو سفر کی نماز کی قضا پڑھیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے ظہر کی نماز پڑھی پھر اُسی وقت کے اندر سفر کیا پھر عصر کی نماز اپنے وقت مین پڑھی پھر سفر کو سورج کے غروب ہونے سے پہلے ترک کر دیا پھر یاد آیا کہ اُسنے ظہر

اور عصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی تو ظہر کی دو رکعتین پڑھے اور عصر کی چار رکعتین پڑھے اور اگر ظہر و عصر کی نماز ایسے حال مین پڑھی کہ وہ مقیم تھا پھر آفتاب ڈوبنے سے پہلے سفر کیا پھر اُسکو یاد آیا کہ اُسنے ظہر اور عصر کو بے وضو پڑھا ہو تو ظہر کی چار رکعت اور عصر کی دو رکعت قضا کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی مسافر نے اور مسافرون کی امامت کی اور امام کو حدث ہو گیا اور اُسنے کسی مسافر کو خلیفہ کر دیا اور اُسنے اقامت کی نیت کر لی تو مقتدیون کا فرض نہ بدلیگا اور اگر پہلے امام نے اقامت کی نیت بعد حدث کے مسجد کے نکلنے سے پہلے کر لی تو اُسکی اور تمام قوم کی فرض کی چار رکعتین ہو جاوینگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ کسی مسافر نے مسافر سے اقتدا کیا پھر امام کو حدث ہوا اور اُسنے کسی مقیم کو خلیفہ کر دیا تو مقتدی کو پوری نماز پڑھنا لازم نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مسافر نے مقیم سے اقتدا کیا تو چار رکعتین پوری پڑھے اور اگر نماز کو فاسد کر دیا تو دو رکعتین پڑھے اور اگر بہ نیت نفل اقتدا کیا پھر اُس نماز کو فاسد کر دیا تو چار رکعتین لازم آوینگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھے تو امام دو رکعتین پڑھ کر سلام پھیر دے اور مقتدی اپنی نماز پوری کرین یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور وہ سب مسبوق کی طرح منفرد ہو گئے لیکن وہ اصح قول کے بموجب قرات نہین پڑھینگے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ امام کے لیے مستحب یہ ہی کہ کہدے کہ اپنی نمازین پوری کر لو مین مسافر ہون یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ بادشاہ اگر سفر کرے تو قصر کی نماز پڑھے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ جمعہ کے روز زوال سے پہلے اور بعد سفر کے واسطے نکلنا مکروہ نہین ہی اور اگر وہ جانتا ہو کہ مین اپنے شہر سے جمعہ کا وقت گذر جانے کے بعد نکلونگا تو جمعہ کو حاضر ہونا اُسکو واجب ہی اور جمعہ کے ادا کرنے سے پہلے نکلنا مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ عورت تین دن یا زیادہ کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ اور وہ لڑکا جو ابھی بالغ نہین ہی اور ایسے ہی وہ شخص جو ضعیف العقل ہو محرم نہین ہوتا اور بہت بوڑھا جسکی عقل درست ہو محرم ہی یہ محیط کے کتاب الاستحسان والکراہت مین لکھا ہی جب مسافر اپنے شہر مین داخل ہو تو اگرچہ نیت اقامت کی نہ کرے مگر نماز پوری پڑھے خواہ وہان اپنے اختیار سے آیا ہو خواہ کسی ضرورت سے آیا ہو یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی عامہ مشایخ کا قول ہی کہ وطن تین قسم ہی ایک وطن اصلی اور وہ اُسکے پیدا ہونے کی جگہ ہی یا وہ شہر جہان اُسکے اہل و عیال ہون دوسرا وطن سفر اور اُسکا نام وطن اقامت ہی اور وہ وہ شہر ہی کہ جہان مسافر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے اور تیسرا وطن سکنہ اور وہ وہ شہر ہی جہان مسافر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے اور ہمارے مشایخ مین سے محققین کا یہ قول ہی کہ وطن دو ہین ایک وطن اصلی دوسرے وطن اقامت وطن سکنہ کا انھون نے اعتبار نہین کیا یہی صحیح ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی وطن اصلی وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہی جب پہلے شہر سے مع اپنی زوجہ کے منتقل ہو جاوے اور اگر مع اپنی زوجہ کے منتقل نہوا اور دوسرے شہر مین دوسرا نکاح کرے تو پہلا وطن باطل نہوگا اور دونون مین پوری نماز پڑھیگا اور وطن اصلی سفر کرنے اور وطن اقامت سے باطل نہین ہوتا وطن اقامت وطن اقامت سے اور سفر کرنے سے اور وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر وطن اصلی سے مع اپنے اہل و عیال اور سامان کے کسی شہر کو اُٹھ گیا لیکن پہلے شہر مین اُسکا گھر اور زمینین باقی ہین تو کہا گیا ہی کہ پہلا شہر اُسکا وطن باقی رہیگا امام محمد رح نے اپنی کتاب مین اسی طرف اشارہ کیا ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی وطن اصلی کے لیے اول سفر ہونا شرط نہین ہی اسلیے کہ وہ بالاجماع وطن اصلی ہی یہ

محیط مین لکھا ہی اور وطن اقامت کے مقرر کرنے سے پہلے سفر کی شرطا ہوئے ہین دو روایتین ہین ایک یہ کہ وطن اقامت تین دن کے سفر کے بعد مقرر ہوتا ہو اور دوسرے یہ کہ وہ تین دن کے سفر سے پہلے بھی ہو جاتا ہو اگرچہ اسکے اور اسکے اہل وعیال کے درمیان مین تین دن کا فاصلہ ہو یہی ظاہر روایت ہی یہ بحر الرائق مین و شرح منیۃ امیر الحاج مین ہو مسافر کو اگر چور یا ڈاکو کا خوف ہو اور رفیقون کے آجانیکا بھی گمان نہو تو اسکو نماز مین تاخیر کرنا جائز ہی اسلیے کہ وہ معذور ہی یہ فتاوی غرائب مین لکھا ہو اور اسی بیان سے ملتے ہوئے ہین سواری پر اور کشتی مین نماز پڑھنے کے مسئلے شہر سے باہر جانور پر سوار ہوکر نفل پڑھنا جائز ہی اور جدھر کو جانور جاتا ہو ادھر ہی کو اشارہ کرلے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جانور کا جسطرف کو رخ ہو اگر اسکی دوسری طرف کو نماز پڑھی تو جائز نہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شہر کے اندر جانور پر سوار ہوکر نماز پڑھنا جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ شہر سے باہر نکلنے کے بعد مسافر اور غیر مسافر برابر ہین یہان تک کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین کو جاتا ہو اور مسافر نہو تو اسکو جانور پر نفل نماز پڑھنا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اس بات مین اختلاف ہی کہ شہر سے باہر نکلنے کی حد کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ جو مسافر کے واسطے قصر کے جواز کی حد ہو وہی حکم اس مسئلہ مین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور سواری پر نماز پڑھنے کا قاعدہ یہ ہی کہ اشارون سے نماز پڑھے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور حجۃ مین ہی کہ زین یا پالان پر بیٹھکر نماز پڑھے اور قرأت پڑھے اور رکوع اور سجدہ کرے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور سجدہ مین رکوع سے زیادہ جھکے مگر کسی چیز پر اپنا سر نہ رکھے خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہرا ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر کوئی چیز اسکے پاس رکھی ہو اسپر سجدہ کرے یا جانور کی زین پر سجدہ کرے تو جائز نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور جس جانور پر چاہے اشارہ سے نماز پڑھے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر قبلہ کی طرف کو نماز شروع کرے یا قبلہ سے پیٹھ پھیرے ہوئے نماز شروع کرے سب صورتون مین ہمارے نزدیک ایک حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور حجۃ مین ہی کہ یہی مختار ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور جدا جدا نماز پڑھین اگر جماعت سے نماز پڑھینگے تو امام کی نماز پوری ہوگی اور جماعت کی نماز فاسد ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور جب جانور پر شہر سے باہر نماز پڑھتا ہو تو کیا اسکو جانور کا ہانکنا جائز ہی تو شیخ الاسلام نے شرح السیر مین لکھا ہی کہ اس مسئلہ مین تفصیل ہی اگر جانور اپنے آپ چلتا ہو تو اسکا ہانکنا جائز نہین اور اگر اپنے آپ نہ چلتا ہو اور اسکو کوڑے سے ڈراوے یا مارے تو نماز فاسد نہین ہوتی اسلیے کہ وہ عمل قلیل ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی سنت موکدہ نفل کے حکم مین ہی جانور پر جائز ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر نفل نماز جانور پر شہر سے باہر شروع کی پھر نماز سے فارغ ہونے سے پہلے شہر مین داخل ہوگیا تو اکثر کا مذہب یہ ہی کہ وہ سواری سے اتر کر نماز کو پوری کرے یہی اختیار کیا گیا ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی اگر نفل نماز زمین پر شروع کی اور سواری مین اسکو تمام کیا تو جائز نہین اور اگر سواری پر شروع کی اور اترکر تمام کیا تو جائز ہی یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ دو شخص ایک محمل مین سوار ہین اور نفل مین ایک دوسرے کا اقتدا کرے تو جائز ہی اور اسی طرح حالت ضرورت مین فرض مین بھی جائز ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی خواہ اس محمل کے ایک ہی جانب دونون ہون خواہ دو جانبون مین ہون اسلیے کہ ان دونون مین کوئی ایسی چیز حائل نہین جو اقتدا کی مانع

ہو اور اگر ہر ایک جدا جدا جانور پر سوار ہو تو مقتدی کی نماز جائز نہو گی اسواسطے کہ دونون جانورون کے درمیان مین راستہ چلتا ہوا ہی اور وہ صحت اقتدا کا مانع ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ فرض نماز جانور پر جائز نہین مگر عذر سے جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اسی طرح واجب نمازین جیسے وتر اور نذر کی نماز اور وہ نماز جو شروع کرکے فاسد کر دی اور جنازہ کی نماز اور جو آیۃ سجدہ زمین پر پڑھی تھی اُسکا سجدہ تلاوت سواری پر جائز نہین مگر عذر مین جائز ہی یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی۔ اور منجملہ عذرون کے یہ ہی کہ جانور سے اُترنے مین اپنی جان پر یا کپڑون پر یا جانور پر یا چور یا درندہ یا دشمن کا خوف ہو یا جانور ایسا شریر ہو کہ اگر اُس پر سے اُترے تو بغیر دوسرے کی مدد کے چڑھ نہ سکیگا یا بہت بوڑھا ہو کہ ضعف کی وجہ سے خود نہین چڑھ سکتا اور دوسرا کوئی چڑھانے والا نہین یا تمام زمین مین کیچڑ ہو کہین خشک جگہ نماز کے واسطے نہو یہ محیط مین لکھا ہی یہ حکم اُسوقت ہی جب کیچڑ اسقدر ہو کہ جسمین اُسکا منھ لتھڑ جاوے اور اگر اسقدر نہو لیکن زمین تر ہو تو زمین پر نماز پڑھے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور جب ان عذرون کی وجہ سے فرض نماز سواری پر پڑھے تو پھر جب اُترنا ممکن ہوگا تو نماز کا اعادہ لازم نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی معذور کو اگر جانور کا روکنا ممکن ہو تو جانور کو روک کر اشارون سے نماز پڑھے اور اگر نہ روکیگا تو نماز جائز نہو گی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ گاڑی اگر ایک طرف سے جانور کے اوپر ہو اور وہ چلتی ہو یا نہ چلتی ہو تو اُسمین نماز پڑھنے کا وہی حکم ہی جو جانور پر نماز پڑھنے کا حکم ہی اور اگر کسی طرف سے جانور پر نہو تو وہ بمنزلہ تخت کے ہی اور اسی طرح اگر اپنے محمل کے نیچے ایک لکڑی گاڑے جس سے وہ زمین پر ٹھہر جائے جانور پر نہو تو وہ بمنزلہ زمین کے ہی یہ تبیین مین لکھا ہی جانور پر اگر نجاست ہو تو کچھ حرج نہین اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر زین پر یا رکابون پر نجاست ہوگی تو مانع نماز ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر صرف رکابون پر ہی تو مانع نماز نہین اور اصح یہ ہی کہ نجاست خواہ زین پر ہو یا رکابون پر ہو کہین مانع نماز نہین یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی۔ کشتی مین نماز پڑھی تو مستحب یہ ہی کہ اگر قادر ہو تو فرض نماز کے واسطے کشتی سے باہر نکلے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کشتی چلتی ہو اور قیام پر قادر ہو اور پھر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہی اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز نہین اور اگر کشتی بندھی ہوئی ہو چلتی نہو تو اُسمین بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہین یہ تہذیب مین لکھا ہی اگر کشتی مین کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور وہ بندھی ہوئی اور زمین پر ٹھہری ہوئی ہو تو جائز ہی اور اگر زمین پر ٹھہری ہوئی نہو اور اُس سے باہر نکلنا ممکن ہی تو نماز اُسمین جائز نہو گی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دریا کے اندر ٹھہری ہوئی ہی اور وہ ہلتی ہی تو اصح یہ ہی کہ اگر ہوا اُسکو بہت ہلاتی ہی تو وہ چلتی ہوئی کے حکم مین ہی اور اگر تھوڑا ہلاتی ہی تو ٹھہری ہوئی کے حکم مین ہی یہ تمرتاشی مین لکھا ہی۔ اگر ایسی حالت ہو کہ اگر کھڑا ہو کر نماز پڑھیگا تو دوران سر پیدا ہوگا تو کشتی مین بیٹھکر نماز پڑھنا بالاجماع جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ کشتی مین نماز شروع کرتے وقت قبلہ کو منھ کرنا لازم ہی یہ کافی کے باب صلوۃ المریض مین لکھا ہی اور جب کشتی گھومے تو نماز پڑھنے والا منھ اپنا قبلہ کو پھیر لے اور اگر باوجود قدرت کے منھ نہ پھیریگا تو نماز جائز نہو گی۔ اگر کشتی مین اشارون سے نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ پر قادر ہی تو سب کے قول کے بموجب نماز جائز نہو گی یہ مضمرات کے باب صلوۃ المسافر مین لکھا ہی۔ اگر کشتی کے اندر اقامت کی نیت کرے تو مقیم نہوگا یہی کشتی کے مالک اور ملاح کے لیے بھی یہی حکم ہی لیکن کشتی اگر اُسکے شہر یا گانون سے قریب ہو تو اُسوقت

اصلی اقامت کی وجہ سے مقیم ہو جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی ولوالجیہ مین ہی کہ اگر مقیم نے حالت اقامت مین کشتی مین نماز
پڑھی جو دریا کے کنارے پر لگی ہوئی تھی پھر وہ کشتی ہوا کی وجہ سے چل نکلی اور وہ کشتی کے اندر نماز پڑھتا ہی اور
اسوقت اُسنے سفر کی نیت کرلی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ مقیم کی طرح پوری نماز پڑھیگا اور تجنیس مین ہی
کہ فتوی احتیاطًا امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی اور عتابیہ مین ہی کہ اگر مسافر نے کشتی کے اندر شہر سے باہر نماز
شروع کی اور اُسی حالت مین کشتی چلتے چلتے شہر کے اندر داخل ہوگئی تو وہ پوری چار رکعتین پڑھیگا یہ تاتارخانیہ
مین لکھا ہی جو شخص کشتی کے اندر ہو اُسکو اُس شخص سے جو دوسری کشتی مین نماز پڑھتا ہو اقتدا جائز نہین
لیکن اگر دونون کشتیان ملی ہوئی ہون تو اقتدا جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور نوازل مین ہی کہ اگر دونون
ایسی پاس ہون کہ بغیر دقت ایک سے دوسری مین کود سکتا ہی تو وہ دونون کشتیان ملی ہوئی کے حکم مین
ہین اور دونون گروہ کی نماز جائز ہو جاویگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور جو شخص زمین پر کھڑا ہو وہ کشتی کے
امام کے پیچھے اقتدا کرے یا جو کشتی مین ہو وہ زمین والے امام کا اقتدا کرے تو اگر اُن کے
درمیان مین راستہ ہی یا کچھ نہر ہی تو اقتدا جائز نہین ورنہ جائز ہی - اور اگر کشتی کے سائبان پر کھڑا ہو کر
اُس امام سے اقتدا کیا جو کشتی مین ہی تو اُسکا اقتدا صحیح ہی لیکن اگر امام سے آگے ہو گیا تو صحیح نہین
یہ محیط مین لکھا ہی - اگر نماز کے اندر کشتی کو باندھے تو از سرنو نماز پڑھے اسلیے کہ وہ عمل کثیر ہی یہ محیط مین لکھا ہی

سولھوان باب جمعہ کی نماز کے بیان مین

جمعہ کی نماز فرض عین ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی جمعہ کے
واجب ہونے کے لیے نماز پڑھنے والے مین چند شرطین ہونی چاہین آزاد ہونا اور مرد ہونا اور مقیم ہونا
اور تندرست ہونا یہ کافی مین لکھا ہی اور چلنے پر قادر ہونا یہ بحرالرائق مین لکھا ہی اور بینا ہونا یہ تمرتاشی مین لکھا
پس غلام پر اور عورتون پر اور مسافرون پر اور مریض پر جمعہ واجب نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی لنگڑے پر بالاجماع
جمعہ واجب نہین یہ محیط مین لکھا ہی - اگر اُسکو کوئی اُٹھا کر لیجانے والا ہو تو بھی اُسپر جمعہ واجب نہین یہ
زاہدی مین لکھا ہی اور اندھے کا اگرچہ کوئی ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا ہو تو بھی اُسپر جمعہ واجب نہین یہ سراجیہ مین
لکھا ہی - اور بہت بوڑھا جو ضعیف ہو گیا ہی وہ مریض کے حکم مین ہی اُسپر بھی جمعہ واجب نہین اور اگر مینھ بہت برستا
ہو یا کوئی شخص بادشاہ ظالم کے خوف کی وجہ سے چھپا ہوا ہو تو جمعہ ساقط ہو جاتا ہی یہ فتح القدیر مین
لکھا ہی مالک کو اختیار ہی کہ غلام کو جمعہ اور جماعت عیدین مین جانے سے منع کرے اور مکاتب پر جمعہ واجب ہی
اور اگر غلام تھوڑا آزاد ہو گیا ہو اور باقی کے واسطے کوشش کرتا ہو تو اُسپر بھی جمعہ واجب ہی اور غلام ماذون
اور اُس غلام پر جو روزانہ کچھ ادا کرتا ہو جمعہ واجب نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اس غلام مین جو
جامع مسجد کے دروازہ پر اپنے مالک کے جانور کی حفاظت کے واسطے ہو اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ اگر جانور کی
حفاظت مین خلل نہو تو جمعہ پڑھے یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی - آقا کو اختیار ہی کہ اپنے نوکر کو جمعہ مین جانے سے منع
کرے یہ قول امام ابو حفص رح کا ہی اور ابو علی دقاق نے کہا ہی کہ شہر کے اندر اُسکو منع کرنا جائز نہین لیکن اگر
جامع مسجد دور ہو گی تو اُسقدر اجرت ساقط ہو جاویگی جسقدر وہ جمعہ مین مشغول ہوا ہی اور اگر دور نہو گی تو کچھ اجرت
ساقط نہو گی اور جو اجرت کم ہو گئی اُسکے مطالبہ کا اجیر کو اختیار نہو گا یہ محیط مین لکھا ہی - اور ظاہر شہرون سے دیہات

کا قول ثابت ہوتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی جس شخص پر جمعہ واجب نہین ہی اگر وہ اُسکو ادا کریگا تو اُسوقت کا
فرض ادا ہو جاویگا یہ کنز مین لکھا ہی اور جمعہ کے ادا ہونے کی چند شرطین ہین جو نماز پڑھنے والے سے خارج
ہین منجملہ اُنکے مصر ہی یہ کافی مین لکھا ہی مصر ظاہر روایت کے بموجب وہ جگہ ہی جہان مفتی اور قاضی ہو جو حدود کو
قائم کرے اور احکام جاری کرے اور کم سے کم اُسکی ابادی منا کے برابر ہو یہ ظہیریہ اور فتاوی قاضی خان مین
لکھا ہی اور خلاصہ مین ہی کہ اسی پر اعتماد ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور حدود کے قائم کرنے کے یہ معنی ہین کہ
اُسپر قدرت ہو یہ غیاثیہ مین لکھا ہی اور جسطرح جمعہ کا ادا کرنا مصر مین جائز ہی اسی طرح اُسکا ادا کرنا فناے مصر مین
جائز ہی اور فناے مصر وہ مقام ہی جو مصر کی مصلحتون کے واسطے اُسکے متصل مقرر کیا جاوے اور جو شخص ایسی جگہ
مقیم ہو کہ اُسکے اور شہر کے درمیان مین تھوڑا سا فاصلہ ہو جاوے اور اُسمین کھیت اور چراگاہ ہون جیسے کہ
بخارہ کا قلعہ ہی تو وہان کے لوگون کو جمعہ واجب نہوگا اگرچہ آذان کی آواز وہان تک پہونچتی ہو ایک میل یا
کئی میلون کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی فقیہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح سے
یہی روایت کی ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے اسی کو اختیار کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی گانون کا رہنے والا
آدمی جب شہر مین داخل ہو اور جمعہ کے دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو اُسپر جمعہ لازم ہو جاویگا کیونکہ اُس دن
کے واسطے وہ بھی اُس شہر کے رہنے والون کے حکم مین ہی اور اگر یہ نیت کرے کہ اُسی دن جمعہ کا وقت داخل
ہونے سے پہلے یا بعد چلا جاویگا تو اُسپر جمعہ واجب نہین لیکن اگر جمعہ پڑھ لیگا تو اجر پاویگا یہ فتاوی قاضی خان
اور تجنیس اور محیط مین لکھا ہی اور گانون اور جنگلون کے رہنے والے جنپر جمعہ واجب نہین ہی اُنکو جائز کہ جمعہ کے دن
ظہر کی نماز جماعت اور اذان اور اقامت سے پڑھین اور مسافر اگر جمعہ کے روز شہر مین نماز پڑھین تو جدا جدا
نماز پڑھین اور یہی حکم ہی شہر والون کے لیے اگر جمعہ اُنسے فوت ہو جاوے اور قیدیون اور مریضون کے لیے
اور جماعت سے نماز پڑھنا اُنکو مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منا مین موسم حج مین خلیفہ یا امیر حجاز
کو جمعہ قائم کرنا جائز ہی امیر موسم کو جائز نہین یہ وقایہ مین لکھا ہی۔ خواہ امیر موسم مسافر ہو یا مقیم ہو لیکن اگر امیر عراق
یا امیر مکہ کی طرف سے اُسکو اذن ہو تو جائز ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر وہ مقیم ہو تو جائز ہی اور مسافر ہو تو
جائز نہین اور صحیح پہلا قول ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اس موسم کے سوا اور دنون مین وہان جمعہ جائز نہین
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ عرفات مین بالاتفاق جمعہ جائز نہین یہ کافی مین لکھا ہی ایک شہر مین جمعہ کئی مقامون مین
ادا ہو سکتا ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا ہی اور یہی اصح ہی اور امام سرخسی نے کہا ہی
کہ امام ابو حنیفہ رح کا صحیح مذہب یہی ہی اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر جمعہ کے روز بارش
بہت ہو تو لوگ اگر جمعہ مین حاضر نہون تو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ جس مقام مین جمعہ کے جائز ہونے
مین شک ہو اسوجہ سے کہ اُسکے مصر ہونے مین شک ہو یا اور کوئی وجہ ہو اور وہان کے لوگ جمعہ قائم کرین
تو چاہیے کہ جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعتین ظہر کی نیت سے پڑھ لین تاکہ اگر جمعہ اپنے موقع پر واقع نہو تو اُسوقت کا فرض
یقینا ادا ہو جاوے یہ کافی مین لکھا ہی اور یہی محیط مین لکھا ہی پھر اُسکی نیت مین اختلاف ہی بعضون نے کہا ہی کہ یہ
نیت کرے کہ آخر ظہر جو میرے ذمہ ہی پڑھتا ہون اور یہی احسن ہی اور زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ یون نیت کرتا ہون آخر ظہر کی

جسکا وقت مین نے پایا اور نماز ابھی تک نہین پڑھی یہ قنیہ مین لکھا ہی اور فتاوی آہو مین ہی کہ جمعہ کے بعد جو ہمارے
ملک مین چار رکعتین پڑھی جاتی ہین اُن چارون مین الحمد اور سورۃ پڑھنا چاہیے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور منجملہ
اُنکے سلطان ہی عادل ہو یا ظالم یہ تاتارخانیہ مین نصاب سے نقل کیا ہی یا وہ شخص جسکو سلطان نے حکم کیا ہو اور
وہ امیر ہی یا قاضی یا خطیب یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی یہان تک کہ جمعہ کا قائم کرنا بغیر حکم سلطان یا نائب
سلطان کے جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی شخص نے جمعہ کے روز بغیر اذن امام کے خطبہ پڑھا اور امام
حاضر ہی تو یہ جائز نہین لیکن اگر امام نے حکم کیا ہو تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر امیر بیمار ہو اور
اُسکا نائب نماز پڑھاوے تو جائز نہین لیکن اُسکے اذن سے پڑھاوے تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین جامع الجوامع
سے نقل کیا ہی۔ غلام اگر کسی ضلع کا حاکم ہو جاوے اور جمعہ پڑھاوے تو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ جمعہ کی
نماز ایسے شخص کے پیچھے جو بطور تغلب حاکم ہو گیا ہو اور خلیفہ کی طرف سے اُسکے پاس فرمان نہو اگر خصلت اُسکی
مثل امرا کے ہو اور اپنی رعیت پر احکام بطور ولایت جاری کرتا ہو تو جائز ہی۔ عورت اگر بادشاہ ہو تو جمعہ کے
قائم کرنے کے واسطے اُسکو حکم کرنا جائز ہی خود اُسکو جمعہ پڑھانا جائز نہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی صحیح ہمارے
زمانہ مین یہ ہی کہ صاحب شرط یعنی جو شحنہ اور والی اور قاضی کے نام سے مشہور ہوتا ہی جمعہ قائم نہ کرے کیونکہ
اُسکو یہ اختیار نہین ہوتا لیکن اگر یہ کام اُنکے ذمہ ہو اور اُنکے فرمان مین درج ہو تو جائز ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی
کسی شہر کا والی مر گیا ہو اور اُسکے مرے ہوئے کا خلیفہ یا صاحب شرط یا قاضی نماز پڑھاوے تو جائز ہی اور
اگر وہان اُنمین سے کوئی نہو اور سب آدمی ایک شخص کو جمع ہو کر مقرر کرین اور وہ نماز پڑھاوے تو جائز ہی
یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور اگر امام سے اذن نہ لے سکین اور سب آدمی جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کر لین اور
وہ جمعہ پڑھاوے تو جائز ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی۔ اگر خلیفہ مر گیا اور اُسکی طرف سے والی اور امیر سلطانون
کے انتظام کے واسطے مقرر تھے تو جب تک وہ معزول نہ کیے جاوینگے اُسی طرح ولایت پر باقی رہینگے
اور جمعہ قائم کرینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ امیر کا خطبہ کے واسطے اذن دینا جمعہ کے واسطے اذن دینا ہی
اور جمعہ کے واسطے اذن دینا خطبہ کے واسطے اذن دینا ہی اگر امیر کسی کو یہ حکم دے کہ خطبہ پڑھو اور نماز نہ پڑھا تو
اُسکو نماز پڑھانا جائز ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی اگر کوئی لڑکا یا نصرانی کسی شہر کا حاکم ہو جاوے پھر وہ نصرانی
مسلمان ہو جاوے یا لڑکا بالغ ہو جاوے تو جب تک خلیفہ کی طرف سے نیا حکم نہ آوے تب تک وہ جمعہ قائم نہین
کر سکتے لیکن اگر پہلے ہی سے خلیفہ نے نصرانی کو بشرط اسلام اور لڑکے کو بعد بلوغ جمعہ پڑھانے کی اجازت
دیدی ہو تو نئے حکم کی حاجت نہین یہ تہذیب مین لکھا ہی۔ خلیفہ اگر سفر کرے اور گانون مین ہو تو وہان اُسکو
جمعہ پڑھنا جائز نہین اور اگر اپنی ولایت کے کسی شہر مین گذرے اور مسافر ہو تو جائز ہی اسلیے کہ غیرون کی
نماز اُسکے اذن سے جائز ہوتی ہی پس اُسکی نماز بدرجہ اولی جائز ہوگی۔ اگر امام نے کسی جگہ کو مصر مقرر کیا
پھر وہان سے دشمن کے خوف یا اور کسی وجہ سے لوگ بھاگ گئے پھر چند روز بعد وہان آگئے تو جب تک
نیا اذن امام کی طرف سے نہوگا جمعہ قائم نہ کرینگے۔ اگر بادشاہ کسی شہر والون کو جمعہ پڑھنے سے منع کرے
تو وہ جمعہ نہ پڑھین فقیہ ابو جعفر نے کہا ہی کہ یہ حکم اُس وقت ہی کہ جب بادشاہ کسی مصلحت کی وجہ سے یہ حکم کرے اور

یہ ارادہ کرے کہ آیندہ کو وہ شہر مصر رہے لیکن اگر دشمنی سے یا وہان کے لوگون کو ضرر پہونچانے کے واسطے یہ
حکم کرے تو انکو اختیار رہی کہ کسی شخص پر اتفاق کر کے جمعہ پڑھ لین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ امام جب معزول ہوجاوے
تو اسکو جب تک کہ کتابہ اسکی معزولی کا نہ آجاوے یا دوسرا امیر آسکے اوپر مقرر ہو کر نہ آوے اسکو جمعہ پڑھانا جائز ہی
اور جب کتابہ اسکی معزولی کا آجاوے یا دوسرے امیر کا آجانا معلوم ہوجاوے تو جمعہ پڑھانا اسکا باطل ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر امام نے جمعہ کی نماز شروع کر دی پھر لوگون نے دوسرے کو امام مقرر کر دیا تو وہ
اسی طرح نماز پڑھاتا رہے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ جن شہرون کے والی کافر ہون وہان مسلمانون کو جمعہ قائم کرنا جائز ہی
اور قاضی مسلمانون کی رضامندی سے مقرر ہو سکتا ہی اور وہان کے لوگون پر واجب ہی کہ مسلمان والی مقرر کرنے کی
جستجو کرتے رہین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور منجملہ انکے ظہر کا وقت ہی۔ اگر جمعہ کی نماز کے اندر ظہر کا وقت
خارج ہو جاوے تو جمعہ فاسد ہو جاویگا اور اگر بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد وقت خارج ہوا تو بھی امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ جمعہ پڑھنے والے کو جائز نہین کہ اسپر ظہر کی نماز بنا کرے کیونکہ دونون نمازین
مختلف ہین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ مقتدی اگر جمعہ کی نماز مین سو جاوے اور وقت کے خارج ہونے کے بعد
ہوشیار ہو تو نماز اسکی فاسد ہو گئی اور اگر امام کے فارغ ہونے کے بعد ہوشیار ہوا اور وقت ابھی باقی ہی تو جمعہ
پورا کر لے یہ محیط مین لکھا ہی اور منجملہ انکے قبل نماز کے خطبہ ہی اگر بلا خطبہ کے جمعہ پڑھین یا وقت سے پہلے خطبہ
پڑھ لین تو جائز نہین یہ کافی مین لکھا ہی۔ خطبہ مین فرض بھی ہین اور سنتین بھی ہین۔ فرض خطبہ مین دو ہین اول
تو وقت اور وہ زوال کے بعد اور نماز سے پہلے ہی پس اگر زوال سے پہلے یا نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہین یہ
عینی شرح کنز مین لکھا ہی دوسرا فرض اللہ کا ذکر ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ پڑھنا
کافی ہی یہ متون مین لکھا ہی یہ اسوقت ہی جب کہ خطبہ کے قصد سے پڑھین لیکن اگر چھینکا اور الحمد للہ یا سبحان اللہ
پڑھا یا کسی چیز پر تعجب آنے کی وجہ سے لا الہ الا اللہ پڑھا تو بالاجماع خطبہ کا قائم مقام نہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین
لکھا ہی۔ اگر تنہا خطبہ پڑھا یا عورتون کے سامنے پڑھا تو صحیح یہ ہی کہ جائز نہین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور اگر ایک یا
دو آدمیون کے سامنے خطبہ پڑھے اور تین آدمیون کے ساتھ نماز پڑھے تو جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر خطبہ پڑھے اور سب لوگ
سوتے ہین یا سب بہرے ہون تو جائز ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور سنتین خطبہ مین پندرہ ہین اول
طہارت حدث اور جنب کو خطبہ پڑھنا مکروہ ہی دوسرے کھڑا ہونا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر بیٹھ کر یا لیٹ کر
خطبہ پڑھے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی تیسرے قوم کی طرف متوجہ ہونا چوتھے خطبہ سے پہلے اپنے
دل مین اعوذ باللہ پڑھ لینا پانچوین قوم کو خطبہ سنانا اور اگر نہ سناوے تو جائز ہی چھٹے الحمد للہ سے شروع کرنا
ساتوین اللہ کی وہ تعریف کرنا جو اسکے لائق ہی۔ آٹھوین اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ
پڑھنا۔ نوین نبی علیہ السلام پر درود پڑھنا۔ دسوین وعظ اور نصیحت کا ذکر کرنا۔ گیارھوین قرآن پڑھنا اور اسکا
چھوڑنا بری بات ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور خطبہ مین پڑھنے کی مقدار چھوٹی تین آیتین ہین یا بڑی ایک
آیت یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ بارھوین اللہ کی حمد و ثنا اور نبی علیہ السلام کے درود کا دوسرے خطبہ مین
اعادہ کرنا۔ تیرھوین مسلمان مردون اور عورتون کے لیے دعا کی زیادتی کرنا۔ چودھوین خطبہ مین تخفیف کرنا

طوال مفصل مین سے کسی سورۃ کے برابر ہے اس سے زیادتی مکروہ ہی پندرھوین دونون خطبون کے درمیان
مین بیٹھنا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ دونون خطبون مین بیٹھنے کی مقدار ظاہر روایت مین بقدر تین آیت کے پڑھنا ہی
یہ سراج الوہاج مین فتاوے سے نقل کیا ہی شمس الائمہ سرخسی نے دونون خطبون مین بیٹھنے کی مقدار یہ
بیان کی ہی کہ وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ مین اطمینان سے بیٹھ جاوے اور اسکے سب اعضا اپنے مقام مین ٹھہر جاوین
اُس سے اور زیادہ نہ کرے اور کھڑا ہوجاوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی مختار وہی ہی جو شمس الائمہ سرخسی
نے کہا ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی اور اصح یہ ہی کہ دونون خطبون کے درمیان مین جلسہ کا چھوڑنا برا ہی یہ قنیہ مین
لکھا ہی خطبہ سے پہلے بیٹھنا سنت ہی یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی خطیب مین شرط یہ ہی کہ وہ جمعہ کی امامت کی لیاقت
رکھتا ہو یہ زاہدی مین لکھا ہی اور سنت ہی کہ خطیب باقتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھے
اور مستحب ہی کہ خطیب اپنی آواز بلند کرے اور دوسرے خطبہ مین جہر بہ نسبت پہلے خطبہ کے کم ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
اور چاہیے کہ دوسرا خطبہ اسطرح شروع ہو الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ الخ اور خلفاء راشدین اور رسول اللہ کے
دونون چچا کا ذکر مستحسن ہی اسی طرح برابر معمول چلا آتا ہی یہ تجنیس مین لکھا ہی۔ خطیب کے لیے خطبہ مین کلام کرنا
مکروہ ہی لیکن امر معروف کرے تو جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی خطیب کے سوا اور شخص کو نماز پڑھانا نہ چاہیے
یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر امام کو خطبہ پڑھنے کے بعد حدث ہوگیا اور کسی اور شخص کو خلیفہ کیا تو اگر وہ شخص خطبہ
مین حاضر تھا تو جائز ہی ورنہ جائز نہین اور اگر نماز مین داخل ہونے کے بعد حدث ہوا تو ہر شخص کو خلیفہ کرنا جائز ہی
یہ تہذیب مین لکھا ہی جسوقت امام خطبہ پڑھنے کے واسطے نکلے تو نہ نماز پڑھین نہ کلام کرین اور صاحبین کا قول
یہ ہی کہ امام کے نکلنے کے بعد اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے اور ایسے ہی خطبہ تمام کرنے کے بعد اور نماز سے
پہلے مضائقہ نہین یہ کافی مین لکھا ہی خواہ ایسا کلام ہو جیسے آدمی آپسمین باتین کیا کرتے ہین خواہ سبحان اللہ
پڑھنا یا چھینک یا سلام کا جواب دینا ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ لیکن فقہ کو سمجھنا اور فقہ کی کتابون پر
نظر کرنا اور اسکو لکھنا ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک مکروہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ
نہین ہی اور اگر زبان سے کلام نکرے اور ہاتھ یا سر یا آنکھون سے اشارا کرے مثلاً کسی کو برا کام کرتے
دیکھا اور اسکو ہاتھ سے منع کیا یا کوئی خبر سنی اور سر سے اشارہ کر دیا تو صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین یہ محیط مین
لکھا ہی اور اسوقت نبی علیہ السلام پر درود مکروہ ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور خطبہ سننے مین جو شخص
امام سے دور ہو وہ مثل قریب کے ہی اور اسکے حق مین بھی خاموش رہنے کا حکم ہی اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی
مین لکھا ہی اور اسی مین زیادہ احتیاط ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ قرآن پڑھے اور
بعضون نے کہا ہی کہ ساکت رہے اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی جو نماز مین حرام ہی وہ خطبہ مین بھی
حرام ہی یہان تک کہ جب امام خطبہ پڑھتا ہو تو کچھ کھانا یا پینا نہ چاہیے یہ خلاصہ مین لکھا ہی خطیب کی طرف کو
منھ کرنا مستحب ہی یہ اسوقت ہی جب امام اسکے سامنے ہو اور اگر امام اسکے قریب یا داہنی یا بائین طرف ہو تو اسکی
طرف کو پھر کر سننے کو مستعد ہو کر بیٹھ جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور عامہ مشایخ کا یہ قول ہی کہ تم پر اول سے
آخر تک خطبہ سننا واجب ہی اور امام سے قریب ہونا بہ نسبت دور ہونے کے افضل ہی ہمارے مشایخ کا جواب

صحیح یہی ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور امام سے قریب ہونے کے واسطے لوگون کی گردنین پھلانگتا نہ جاوے اور ہمارے
اصحاب مین سے فقیہ ابوجعفر نے کہا ہے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہین کیا تب تک پھلانگنا جائز ہے اور جب شروع
کر دیا تو مکروہ ہے اسواسطے کہ مسلمان کو چاہیے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہین کیا آگے بڑھے اور محراب سے قریب
ہو تا کہ پیچھے سے آنے والون کے لیے گنجایش ہو اور امام سے قریب ہونے کی فضیلت حاصل کرے اور جب اول
شخص نے یہ نہ کیا تو اپنا مکان بلا عذر ضائع کیا پس جو شخص بعد کو آیا اُسکو اس جگہ کے لینے کا اختیار ہے اور جو شخص
امام کے خطبہ پڑھنے مین آوے اُسکو چاہیے کہ مسجد مین اپنی جگہ پر بیٹھ جاوے اسواسطے کہ چلنا اور آگے بڑھنا حالت
خطبہ مین عمل ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے لیکن لوگون سے سوال کرنے کے واسطے پھلانگنا سب حالتون مین
بالاجماع مکروہ ہے یہ بحرالرائق مین لکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ سائل اگر نماز پڑھنے والون کے سامنے نہ گذرتا ہو اور
لوگون کی گردنین نہ پھلانگتا ہو اور لوگون سے گڑگڑا کر نہ مانگتا ہو اور وہ چیز مانگتا ہو جسکا مانگنا ضرور ہے تو اسکے
مانگنے اور دینے مین مضائقہ نہین اور اگر اس طریقہ کے موافق نہو تو مسجد کے مانگنے والے کو دینا جائز نہین
یہ وجیز کردری مین لکھا ہے جب کوئی شخص خطبہ کے وقت حاضر ہو تو خواہ گھٹنے اُٹھا کر خواہ چار زانو جیسے چاہے
بیٹھ جاوے اسواسطے کہ خطبہ حقیقۃً اور عمل مین نماز نہین ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور جسطرح نماز مین بیٹھتے ہین اُس
طرح بیٹھنا مستحب ہے یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص نفل پڑھتا ہو اور امام نے خطبہ شروع کر دیا تو
اگر اُسنے سجدہ نہین کیا ہے تو نماز کو قطع کر دے اور اگر سجدہ کر لیا تو دو رکعتون کے بعد نماز قطع کرے یہ قنیہ
مین لکھا ہے قوس پر یا عصا پر سہارا لگا کر خطبہ پڑھنا مکروہ ہے یہ خلاصہ مین لکھا اور یہی محیط مین لکھا ہے۔ اور جو شہر
تلوار سے فتح ہوئے ہین انمین خطیب تلوار گردن مین ڈال لے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اور منجملہ انکے جماعت ہے
اور کم سے کم اسمین امام کے سوا تین آدمی ہونے چاہیین یہ تبیین مین لکھا ہے یہ شرط نہین ہے کہ وہ سب لوگ خطبہ مین
حاضر ہون یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اگر امام نے جمعہ کا خطبہ پڑھا اور لوگ بھاگ گئے اور پھر دوسرے لوگ
آگئے اور اُنکے ساتھ جمعہ پڑھا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور جماعت والون کے واسطے شرط یہ ہے کہ وہ
امام ہونے کی لیاقت رکھتے ہون اور اگر امام بنے کی لیاقت نہ رکھتے ہون مثلاً عورتین ہون یا لڑکے ہون تو
جمعہ جائز نہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے اور اگر وہ غلام ہون یا مسافر ہون یا مریض ہون یا اُمّی ہون یا گونگے ہون تو
جمعہ صحیح ہو جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر امام نے جمعہ کی تکبیر کہی اور جماعت کے لوگ حاضر تھے مگر اُنھون نے
امام کے ساتھ نماز شروع نہ کی تو اصل مین مذکور ہے کہ اگر اُنھون نے امام کے رکوع سے سر اُٹھانے سے پہلے تکبیر
کہہ لی تو جمعہ صحیح ہے ورنہ از سرنو شروع کرے اور اسمین کچھ خلاف مذکور نہین یہ غیاثیہ مین لکھا ہے اور اگر اُنھون
نے امام کے ساتھ تکبیر کہی پھر بھاگ گئے اور مسجد سے نکل گئے پھر امام کے رکوع سے سر اُٹھانے سے پہلے
آگئے اور تکبیر کہہ لی تو جمعہ جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے جب امام نے تکبیر کہی اور اسکے ساتھ کچھ لوگ
باوضو تھے مگر اُنھون نے امام کے ساتھ تکبیر نہ کہی یہان تک کہ انکو حدث ہو گیا پھر وہ لوگ چلے گئے اور دوسرے
لوگ آگئے تو بطور استحسان جمعہ جائز ہے اور اگر وہ اول سے ہی بے وضو تھے اور امام نے تکبیر کہہ دی پھر اور
لوگ آئے تو امام از سرنو تکبیر کہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر جماعت کے لوگ نماز شروع

کرنے کے بعد اور سجدہ کرنے سے پہلے بھاگ گئے تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جمعہ صحیح ہوگا صاحبین کا اسمین خلاف ہی
یہ تمرتاشی مین لکھا ہی اور اگر سجدہ کرنے کے بعد بھاگ گئے تو ہمارے تینون عالمون کے نزدیک جمعہ صحیح ہوگا یہ مضمرات
مین لکھا اور منجملہ انکے اذن عام ہی اور وہ یہ ہی کہ مسجد کے دروازے کھول دیے جاوین اور سب لوگون کو
آنے کی اجازت ہو اور اگر کچھ لوگ مسجد مین جمع ہو کر مسجد کے دروازے بند کرلین اور جمعہ پڑھین تو جائز نہین
اور اسی طرح اگر بادشاہ اپنے لوگون کے ساتھ اپنے گھر مین جمعہ پڑھنا چاہے اور دروازہ کھول دے اور اذن
عام دیدے تو نماز جائز ہوگی خواہ اور لوگ آوین یا نہ آوین یہ محیط مین لکھا ہی اور مکروہ ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی
اور اگر دروازہ نہ کھولے اور دربان بٹھادے تو جمعہ جائز نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ مسافر اور غلام اور مریض کو
جائز ہی کہ جمعہ کے امام بنین یہ قدوری مین لکھا ہی جس شخص کو کوئی عذر نہین ہی تو اگر جمعہ سے پہلے ظہر پڑھ لے
تو مکروہ ہی یہ کنز مین لکھا ہی اور مریض اور مسافر اور قیدیون کو امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر مین تاخیر
کرنا مستحب ہی اگر تاخیر نہ کرین تو صحیح قول کے بموجب مکروہ ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر ظہر کی نماز پڑھ لی
پھر جمعہ کی طلب مین چلا اگر امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو ظہر کی نماز باطل ہوگئی خواہ معذور ہو جیسے مسافر یا مریض یا غلام
خواہ غیر معذور ہو اور اگر جمعہ نہ ملا تو اگر جسوقت یہ گھر سے نکلا تھا اسی وقت امام فارغ ہوگیا تھا تو بالاجماع
ظہر باطل نہوگی اور اگر اسکے گھر سے نکلتے وقت امام نماز مین تھا اور اسکے پہونچنے سے پہلے فارغ ہوگیا تو
امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اسکی ظہر باطل ہوگئی صاحبین رح کا اسمین خلاف ہی اور اگر اپنے گھر سے جمعہ کے
ارادہ سے نہین نکلا تو بالاجماع ظہر باطل نہوگی یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر جسوقت جمعہ کے ارادہ سے چلا اسی
وقت امام فارغ ہوا تو ظہر باطل نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر ظہر اپنے گھر مین پڑھ لی پھر جمعہ کی طرف متوجہ ہوا اور
ابھی تک امام نے جمعہ نہین پڑھا ہی لیکن دور ہونے کی وجہ سے اسکو جمعہ کے ملنے کی توقع نہین تو فقہاے بلخ کے
قول کے بموجب اسکی ظہر باطل ہو جاویگی اور اگر جمعہ کی طرف متوجہ ہوا اور ابھی تک امام نے کسی عذر کی وجہ سے یا
بغیر عذر نماز نہین پڑھی اسکی ظہر کے باطل ہونے مین اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ باطل نہین ہوتی اگر جمعہ کی طرف متوجہ ہوا اور لوگون
نے جمعہ شروع کر دیا تھا لیکن وہ جمعہ کے تمام ہونے سے پہلے کسی حادثہ کی وجہ سے نکل گئے تو اسمین اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ ظہر اسکی باطل
ہوجاویگی یہ کفایہ مین لکھا ہی جمعہ کے واسطے چلنے مین معتبر یہ ہی کہ اپنے گھر سے جدا ہو جاوے اور اس سے پہلے مختار قول کے
بموجب ظہر باطل نہین ہوتی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اگر ظہر پڑھنے کے بعد مسجد مین بیٹھا ہو تو بالاتفاق یہ حکم ہی کہ جب تک امام کے
ساتھ جمعہ نہ شروع کرے ظہر باطل نہین ہوتی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی اگر مریض اپنے گھر ظہر پڑھنے کے بعد اپنے مرض مین تخفیف پاوے اور
جمعہ کے لیے جاوے اور جمعہ پڑھے تو وہ ظہر اسکی نفل ہو جاویگی یہ نہایہ مین لکھا ہی جو شخص جمعہ کے تشہد یا سجدہ سہو مین شریک ہوا تو
امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک اسکا جمعہ پورا ہو جاویگا اور شہر کے اندر معذورون اور غیر معذورون کو جیسے کہ قیدی
اور مسافر امام کے جمعہ سے فارغ ہونے سے پہلے ظہر کی جماعت مکروہ ہی اور جمعہ کے بعد شہر والون کو جو کسی سبب سے جمعہ مین حاضر
نہین ہوئے تھے ظہر کی جماعت مکروہ ہی گانون والون کو اذان اور اقامت سے ظہر کی جماعت کرنا بلا کراہت
جائز ہی قاضی خان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی یہ شرح مختصر الوقایہ مین لکھا ہی جو ابو المکارم کی تصنیف ہی جمعہ
کے پہلے اذان کے ساتھ بیع کو چھوڑنا اور جمعہ کے واسطے چلنا واجب ہی اور طحاوی نے کہا ہی کہ خطبہ کی اذان

کے وقت جمعہ کے واسطے سعی کرنا واجب ہوتا ہے اور بیع کردہ ہوتی ہے حسن بن زیاد نے کہا ہے کہ معتبر وہ اذان ہے جو منارہ پر ہو اور اصح یہ ہے کہ جو اذان قبل زوال کے ہو اُسکا اعتبار نہیں اور زوال کے بعد جو پہلے اذان ہو وہ معتبر ہے خواہ ممبر کے سامنے ہو خواہ کہیں اور ہو یہ کافی میں لکھا ہے اور جمعہ کے واسطے جلد چلنا اور مسجد کی طرف کو دوڑنا ہمارے نزدیک اور عامہ فقہا کے نزدیک واجب نہیں اور اُسکے مستحب ہونے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اطمینان اور وقار کے ساتھ چلے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور جب خطیب ممبر پر بیٹھے تو اُسکے سامنے اذان دیجاوے اور خطبہ کے تمام ہونے کے بعد اقامت کہی جاوے یہی طریقہ ہمیشہ سے معمول چلا آتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور جمعہ کی نماز دو رکعتین ہیں ہر رکعت میں الحمد اور جونسی سورت چاہے پڑھے اور دونوں میں قرات کا جہر کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر تکبیر کہی اور لوگوں کے اژدحام کے سبب سے زمین پر سجدہ نہ کرسکا تو لوگوں کے کھڑا ہونے کا منتظر رہے پھر اگر کچھ جگہ پاوے تو سجدہ کرے اور اگر دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کرے تو جائز ہے اور اگر سجدہ کی جگہ مل گئی تھی پھر دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو جائز نہیں یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ نہ کرسکا اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ امام نے سلام پھیر دیا تو وہ لاحق کے حکم میں ہے اسی طرح بغیر قرات کے نماز پڑھتا رہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز میں مسبوق ہو پھر اپنی نماز قضا کرنے کے واسطے کھڑا ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ جہر سے قرات پڑھے یا آہستہ پڑھے جیسے تنہا نماز پڑھنے والے کا فجر کی نماز میں حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور جمعہ میں حاضر ہونے والے کے لیے مستحب ہے کہ تیل لگاوے اور اگر موجود ہو تو خوشبو ملے اور اگر میسر ہوں تو اچھے کپڑے پہنے اور سفید کپڑے پہننا مستحب ہے اور پہلی صف میں بیٹھے یہ سراج الدرایہ میں لکھا ہے

سترھواں باب عیدین کی نماز کے بیان میں

عیدین کی نماز واجب ہے یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے عید الفطر کے روز مردوں کے لیے مستحب ہے کہ نہاویں اور مسواک کریں اور اچھے کپڑے پہنیں یہ قنیہ میں لکھا ہے نئے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور انگوٹھی پہننا اور خوشبو لگانا اور صبح سے اُٹھکر عیدگاہ کو چلنا اور صدقہ فطر کا نماز سے پہلے ادا کرنا اور صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنا اور پیادہ پا عیدگاہ کو جانا اور دوسرے راستہ سے لوٹنا مستحب ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور جمعہ اور عیدین کو سوار ہو کر جانے میں مضائقہ نہیں اور جسکو قدرت ہو پیادہ پا چلنا افضل ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور عید الفطر میں مستحب یہ ہے کہ عیدگاہ کے جانے سے پہلے تین یا پانچ یا سات چھوارے کھاوے یا اس سے کم کھاوے یا زیادہ مگر طاق ہوں ورنہ اور جو چاہے شیرینی کھاوے یہ عینی شرح کنز میں لکھا ہے اور اگر نماز سے پہلے کچھ نہ کھاوے تو گنہگار نہوگا اور اگر نماز سے بعد بھی عشا تک کچھ نہ کھاوے تو شائد کچھ خدا کا عتاب ہو اور عید الاضحی کا حکم بھی مثل عید الفطر کے ہے مگر اسمیں عید کی نماز تک کچھ نہ کھاوے یہ قنیہ میں لکھا ہے اور کبری میں ہے کہ عید الاضحی کے دن نماز سے پہلے کھانے کے مکروہ ہونے میں دو روایتیں ہیں مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ ایسا نہ کرے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھاوے جو اللہ کی ضیافت ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور عید کی نماز کے واسطے عید کو جانا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد میں بھی گنجائش ہو یہی مذہب ہے عامہ مشایخ کا

اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ عید کی نماز دو جگہ پڑھنا جائز ہے اور تین جگہ پڑھنا امام محمد رحمہ کے نزدیک جائز ہے
اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز نہین یہ محیط مین لکھا ہے عیدگاہ کو عید کے روز منبر نہ لیجاوین اور عیدگاہ مین
منبر بنانے مین مشائخ کا اختلاف ہے بعضون نے کہا ہے مکروہ نہین اور بعضون نے کہا ہے مکروہ ہے یہ فتاوی قاضی خان مین
لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہین یہ فتاوی غرائب مین لکھا ہے اور چاہیے کہ عیدگاہ کو اطمینان اور وقار کے
ساتھ جاوین اور جن چیزون کا دیکھنا جائز نہین اُنسے آنکھین بند رکھین یہ مضمرات مین لکھا ہے اور عید الضحی کے
روز راستہ مین جہر سے تکبیر کہے اور مصلے مین پہونچکر ختم کردے یہی اختیار کیا گیا ہے اور عید الفطر کے روز مذہب
امام ابو حنیفہ رحمہ کا یہ ہے کہ جہر سے تکبیر نہ کہے اور یہی اختیار کیا گیا ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے اور راستہ مین آہستہ تکبیر کہنا مستحب ہے
یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے۔ جیسے جمعہ کی نماز واجب ہے ایسے عید کی نماز بھی واجب ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور خطبہ کے سوا
جو جمعہ کی شرطین ہین وہی عید کی شرطین ہین یہ خلاصہ مین لکھا ہے لیکن خطبہ عید کی نماز مین بعد نماز کے
سنت ہے اور بغیر خطبہ کے عید کی نماز جائز ہے اور اگر نماز سے پہلے خطبہ پڑھین تو جائز ہے اور مکروہ ہے یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہے اور اگر خطبہ پہلے پڑھین تو پھر نماز کا اعادہ نہ کرین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور عید کی نماز سے
لوٹنے کے بعد گھر آکر چار رکعت پڑھنا مستحب ہے یہ زاہدی مین لکھا ہے۔ اگر عید کی نماز سے پہلے فجر کی نماز کی قضا پڑھے
تو مضائقہ نہین اور اگر فجر کی نماز نہ پڑھی ہو تو عید کی نماز جائز ہو جائیگی اور پورانی قضاؤن کا پڑھنا بھی عید سے
پہلے جائز ہے لیکن بعد کو پڑھنا بہتر اور اولی ہے یہ تاتارخانیہ مین تجنیس سے نقل کیا ہے عیدین کی نماز کا وقت سورج
کے سفید ہونے سے زوال تک ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے اور یہی تبیین مین لکھا ہے اور افضل یہ ہے کہ عید الاضحی مین
جلدی کیجاوے اور عید الفطر مین تاخیر کیجاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ امام دو رکعتین پڑھے اور شروع کی
تکبیر کہے پھر سبحانک اللہم پڑھے پھر تین بار تکبیر کہے پھر جہر سے قرأت کرے پھر رکوع کی تکبیر کہے پھر جب دوسری رکعت
کو کھڑا ہوا تو اول قرأت پڑھے پھر تین بار تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر پر رکوع کردے زائد تکبیرین عید کی نماز
مین چھ ہین تین پہلی رکعت مین تین دوسری رکعت مین اور اصلی تکبیرین تین ہین ایک شروع کی دو رکوع کی پس
دونون رکعتون مین نو تکبیرین ہوئین اور دونون قراتون کو ملاوے یہ روایت ابن مسعود کی ہے اور اسی کو ہمارے
اصحاب نے اخذ کیا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور زائد تکبیرون مین ہاتھ اُٹھاوے اور ایک تکبیر سے دوسری تکبیر تک
بقدر تین تسبیح کے خاموش رہے یہ تبیین مین لکھا ہے اسی پر ہمارے مشائخ نے فتوی دیا ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے۔ اور
تکبیرون کے درمیان مین ہاتھ چھوڑدے باندھے نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہے پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے یہ جوہرۃ النیرہ
مین لکھا ہے اور ان دونون مین خفیف جلسہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور جب منبر پر چڑھے تو ہمارے مذہب
کے بموجب بیٹھے نہین یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہے اور عید الفطر کے روز خطبہ مین تکبیر اور تسبیح اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ
اور نبی علیہ السلام پر درود پڑھے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ مین نو دفعہ تکبیرین پڑھے
اور دوسرے مین سات پڑھے یہ زاہدی مین لکھا ہے اور خطبہ مین لوگون کو صدقہ فطر اور اُسکے احکام تعلیم کرے
اور وہ پانچ ہین کس پر صدقہ واجب ہوتا ہے اور کسکے واسطے واجب ہوتا ہے اور کب واجب ہوتا ہے اور کسقدر واجب ہوتا ہے اور
کس چیز سے واجب ہوتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے اور عید الضحی مین خطیب تکبیر کہے اور سبحان اللہ پڑھے اور وعظ

کہے اور ذبح اور قربانی کے احکام سکھائے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور تکبیرات تشریق سکھائے یہ زاد مین لکھا ہے جب
امام خطبہ مین تکبیر پڑھے تو قوم بھی اُسکے ساتھ تکبیر پڑھے اور جب امام درود پڑھے تو سننے والے حکم کی تعمیل کے لیے اپنے دل مین درود
پڑھین اور خاموش رہنا سنت ہے یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہے اگر ایسے شخص کے پیچھے عیدین کی نماز مین اقتدا
کیا جسکے نزدیک تکبیرون مین رفع یدین نہین ہے تو مقتدی رفع یدین کرلین اسلیے کہ ایسی تھوڑی مخالفت سے متابعت
مین خلل نہین ہوتا یہ غیاثیہ مین لکھا ہے امام ابوحنیفہ نے جامع مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص عید کی نماز مین امام کے ساتھ شامل
ہوا اور اُس شخص مقتدی کی مختار تکبیر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور امام نے اُسکے سوا اور طرح تکبیر کہی تو
امام کا اتباع کرے لیکن اگر امام ایسی تکبیر کہے کہ وہ فقہا مین سے کسی کا مذہب نہو تو اُسوقت متابعت نہ کرے
یہ محیط مین لکھا ہے لیکن یہ حکم اُسوقت ہے کہ امام کے قریب ہو اور تکبیرین اُس سے سنتا ہو اور اگر دور ہو اور مکبرون
سے تکبیر سنتا ہو تو جسقدر سُنے سب ادا کرے اگرچہ صحابہؓ کے قول سے خارج ہو جاوے اسلیے کہ شاید
مکبرین سے غلطی ہوئی ہو اور ممکن ہے کہ جو تکبیر اُسنے چھوڑ دی امام کی تکبیر وہی ہو یہ بدائع مین لکھا ہے امام محمد رح
نے کبیر مین کہا ہے کہ اگر کوئی شخص عید کی نماز مین امام کے ساتھ پہلی رکعت مین اُسوقت داخل ہوا کہ امام
ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کے بموجب چھ تکبیرین کہہ چکا ہے اور قرات پڑھ رہا ہے اور اُس شخص کے
نزدیک مختار تکبیر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے تو اُس رکعت مین امام کی قرآت کی حالت مین اپنے مذہب
کے بموجب تکبیر کہے اور دوسری رکعت مین امام کا اتباع کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور اگر عید کی نماز مین
مقتدی اُسوقت پہونچا جب امام رکوع مین ہے تو کھڑے ہو کر نماز کی شروع کی تکبیر کہے پس اگر کھڑے ہو کر عید
کی تکبیرین کہنے کے بعد رکوع مل سکتا ہے تو اُسی طرح عمل کرے اور اپنے مذہب کے بموجب تکبیرین کہے اور اگر
رکوع نہین مل سکتا تو رکوع کرے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے مذہب کے بموجب تکبیرات مین مشغول
ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور جب عید کی تکبیرین رکوع مین کہے تو اُن مین ہاتھ نہ اُٹھاوے یہ کافی مین لکھا ہے اور
اگر یہ شخص پوری تکبیرین نہین کہہ چکا اور امام نے رکوع سے سر اُٹھالیا تو وہ بھی سر اُٹھالے اور امام کی متابعت
کرے اور باقی تکبیرین اُس سے ساقط ہوجاوینگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اگر امام کو قومہ مین پایا تو اُسوقت
تکبیرین نہ کہے اسواسطے کہ وہ پہلی رکعت کو مع تکبیرون کے آخر مین ادا کریگا۔ اور لاحق امام کے مذہب کے
بموجب تکبیر کہے مثلاً کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز شروع کی اور سو گیا پھر بیدار ہوا تو امام کی رائے
کے موافق تکبیرین کہے اسواسطے کہ وہ امام کے پیچھے ہے اور برخلاف اُسکے مسبوق اپنی نماز مین امام کا مقتدی
نہین ہوتا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر عید کی نماز مین اُسوقت شریک ہوا کہ امام تشہد پڑھ چکا ہے ابھی سلام نہین پھیرا
یا سلام پھیر چکا ہے ابھی سہو کا سجدہ نہین کیا یا سہو کا سجدہ کر چکا ہے ابھی سلام نہین پھیرا تو وہ کھڑا ہو کر اپنی نماز
پڑھے بعض مشایخ نے کہا ہے کہ یہ جو ذکر ہوا یہ قول امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کا ہے اور امام
محمد رح کے نزدیک اُسکو عید کی نماز نہین ملتی جیسے کہ اُنکے مذہب کے بموجب ایسی صورت مین جمعہ کی نماز نہین
ملتی اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس حکم مین خلاف نہین یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ ینابیع مین ہے کہ عیدین کی نماز
مین رکوع کی تکبیر واجبات مین سے ہے اسلیے کہ وہ منجملہ عید کی تکبیرون کے ہے اور عید کی تکبیرین واجب ہین اور

منافع مین ہی کہ اسی طرح شروع کی تکبیر مین لفظ اللہ اکبر کی رعایت واجب ہی یہان تک کہ اگر عید کی نماز مین شروع کی تکبیر کے بدلے اللہ اجل یا اللہ اعظم کہا تو سجدہ سہو کا واجب ہوگا اور نمازون مین یہ حکم نہین۔ اگر امام عید کی تکبیرین بھول گیا اور قرات شروع کردی تو وہ قرات کے بعد تکبیرین کہلے یا رکوع مین سر اٹھانے سے پہلے کہلے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر کسی وجہ سے عید الفطر کی نماز اُس روز ادا نہوئی مثلاً ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور دوسرے روز امام کو زوال کے بعد خبر ہوئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت خبر ہوئی کہ جسقدر وقت باقی ہی اُسوقت مین لوگ جمع نہین ہوسکتے یا عید کی نماز جسوقت پڑھی اُسوقت ابر تھا اور پھر معلوم ہوا کہ زوال کے بعد نماز پڑھی گئی تو دوسرے دن نماز پڑھلین دوسرے دن کے بعد تاخیر واجب نہین اور اگر امام نے جماعت سے نماز پڑھ لی اور بعضے آدمیون سے چھوٹ گئی تو اب وہ اُس نماز کو نہ پڑھین خواہ وقت نکل گیا ہو یا نہ نکلا ہو یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر عید الضحی کی نماز مین عید کے روز کوئی عذر ہوگیا تو دوسرے دن اور تیسرے دن تک پڑھ سکتے ہین اسکے بعد نہین پڑھ سکتے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ پھر عذر عید الضحی مین کراہت کے دور کرنے کے لیے ہی یہان تک کہ اگر بلا عذر اسکے تیسرے دن تاخیر کرین تو نماز جائز ہوجائیگی لیکن برا ہی اور عید الفطر مین دوسرے دن نماز صرف عذر کی وجہ سے جائز ہوتی ہی اور اگر بغیر عذر دوسرے دن تک نماز مین تاخیر کرے تو نماز جائز نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور دوسرے دن بھی نماز کا وقت وہی ہی جو پہلے روز تھا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر امام نے عید الفطر کی نماز پڑھا دی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد زوال سے پہلے یہ بات معلوم ہوئی کہ بے وضو نماز پڑھائی تھی تو نماز کا اعادہ کرین اور اگر زوال کے بعد معلوم ہوا تو دوسرے دن نماز کا اعادہ کرین اور اگر دوسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا تو پھر وہ نماز نہ پڑھین اور اگر عید الضحی مین ایسا ہوا اور عید الضحی کے روز زوال کے بعد معلوم ہوا اور لوگون نے قربانیان کرلین تو وہ قربانیان جائز ہین اور دوسرے روز لوگ نماز کے واسطے نکلین اسی طرح اگر دوسرے روز معلوم ہو تو زوال سے پہلے پہلے نماز کا اعادہ کرین اور اگر زوال ہوچکا تو اُسکے دوسرے روز زوال سے پہلے پہلے پڑھ لین اور اگر تیسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا تو پھر نہ پڑھین اور اگر قربانی کے دن زوال سے پہلے پہلے بھی معلوم ہوگیا تو سب آدمیون مین نماز کی منادی کردین اور جس شخص نے معلوم ہونے سے پہلے قربانی ذبح کرلی ہو اُسکی قربانی جائز ہی اور معلوم ہونے کے بعد زوال تک قربانی جائز نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ بھی حاضر ہو تو عید کی نماز کو مقدم کرین اور عید کے خطبہ پر جنازہ کی نماز کو مقدم کرینگے یہ قنیہ مین لکھا ہی اور عرفہ کے روز جو بعضے مقامون مین عرفات مین وقوف کرنے والون کی مشابہت کے لیے لوگ جمع ہوتے ہین وہ کچھ چیز نہین ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اسی سے ملتے ہوئے ہین ایام تشریق کی تکبیرون کے مسئلے تشریق کی تکبیرون مین چار چیزون کا بیان ضرور ہی اول یہ کہ عید کی تکبیرون کا کیا حکم ہی دوسرے یہ ہی کہ کے بار پڑھین اور کیا پڑھین تیسرے یہ ہی کہ اُسکی شرطین کیا ہین چوتھے یہ کہ اسکا وقت کیا ہی حکم اُنکا یہ ہی کہ وہ واجب ہین اور قاعدہ اُنکے پڑھنے کا یہ ہی کہ ایکبار اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھین اور شرطین اُسکی یہ ہین کہ مقیم

اور شہر مین ہو اور فرض نماز جماعت مستحبہ سے پڑھے یہ تبیین مین لکھا ہی آزاد ہونا اور سلطان امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بموجب اصح قول کے شرط نہین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اول وقت اُنکا عرفہ کے روز فجر کی نماز کے بعد سے ہی اور آخر وقت امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے قول کے بموجب ایام تشریق کے آخر روز عصر کی نماز کے بعد تاک ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور فتوی اور عمل سب شہرون مین اور سب زمانون مین انھین دونون کے قول پر ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی اور چاہیے کہ سلام کے متصل ہی تکبیرین کہے یہان تک کہ اگر کلام کیا یا عمداً حدث کیا تو تکبیر ساقط ہوجاوینگی یہ تہذیب مین لکھا ہی اور وتر کے بعد اور عید کی نماز کے بعد تکبیرین نہ کہے اور اگر کوئی شخص تشریق کے دنون مین کسی وقت کی نماز بھول جاوے اور اسکو اسی سال کی تشریق کے دنون مین یاد آوے اور قضا پڑھے تو اُسکے ساتھ بھی تکبیر کہے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر تشریق کے دنون سے پہلے کی نماز بن تشریق کے دنون مین پڑھے تو اُسکے بعد تکبیر نہ پڑھے اور اسی طرح اگر ایام تشریق مین کوئی نماز قضا ہوگئی اور اُسکی تشریق کے سوا اور دنون مین قضا پڑھی یا سال آیندہ کی تشریق کے دونون مین قضا پڑھی تو اُسکے بعد تکبیرین نہ کہے اور تشریق کی تکبیرین اقتدا کی وجہ سے عورت اور مسافر پر بھی واجب ہوجاتی ہین عورت تکبیر آہستہ کہے مسبوق پر بھی تکبیرین واجب ہوتی ہین وہ اپنی نماز پوری کرنے کے بعد تکبیرین کہے اگر امام نے تکبیرین چھوڑ دی ہین تو بھی مقتدی تکبیرین کہے اور مقتدی امام کا اُسوقت تاک انتظار کرے کہ امام سے کوئی ایسی حرکت واقع ہو کہ جس سے تکبیرین منقطع ہوجاوین اور وہ امور وہ ہین کہ جنکے بعد نماز کی بنا جائز نہین رہتی جیسے مسجد سے نکل جانا اور عمداً حدث کرنا اور کلام کرنا یہ تبیین مین لکھا ہی اگر امام کو سلام کے بعد تکبیر سے پہلے حدث ہوجاوے تو اصح یہ ہی کہ وہ تکبیر کہے طہارت کے واسطے نہ جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی

اٹھاروان باب سورج گہن کی نماز کے بیان مین

سورج گہن کی نماز سنت ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی بالاجماع یہ حکم ہی کہ وہ جماعت سے ادا کیجائے اور اُسکے ادا کرنے کی صورت مین اختلاف ہی ہمارے علمانے کہا ہی کہ دو رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین ایک رکوع اور دو سجدہ کرے جیسے اور نماز پڑھتا ہی اور اُس جسقدر چاہے اسمین قرات پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی اور افضل یہ ہی کہ دونون مین قرات طویل کرے یہ کافی مین لکھا ہی اور نماز کے بعد آفتاب کے کھل جانے تک دعا مانگتا رہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور قرأت مین تطویل کرنا دعا مین تخفیف کرنا یا دعا مین تطویل کرنا اور نماز مین تخفیف کرنا دونون جائز ہین اگر ایک مین تخفیف کرے تو دوسرے مین تطویل کرے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اس نماز کو جماعت سے وہی امام پڑھاوے جو جمعہ پڑھاتا ہی شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ اگر جمعہ اور عیدین کا امام موجود نہ ہو تو لوگ جدا جدا اپنی اپنی مسجدون مین نماز پڑھ لین لیکن اگر بڑے امام نے جو جمعہ اور عیدین پڑھاتا ہو اُنکو جماعت کی اجازت دیدی ہو تو اسوقت جائز ہی کہ جماعت سے نماز پڑھین اور محلہ کا امام امامت کرے سورج گہن کی نماز مین امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب قرأت جہر سے نہ کرین یہ محیط مین لکھا ہی اور صحیح یہی قول ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اس نماز مین خطبہ نہین ہی

اور ہمارا مذہب یہی ہی یہ محیط مین لکھا ہی یہ نماز عیدگاہ یا جامع مسجد مین پڑھے اگر کہین اور پڑھین تو جائز ہی
اور پہلے دونون مقامون مین پڑھنا افضل ہی اگر یہ نماز جدا جدا اپنے گھرون مین پڑھ لین تو جائز ہی اور اگر
سب جمع ہو کر نماز نہ پڑھین صرف دعا مانگ لین تو بھی جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی امام دعا کیواسطے
ممبر پر نہ چڑھے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اس دعا مین امام کو اختیار ہی کہ چاہے قبلہ کی طرف کو منھ کر
دعا مانگے خواہ کھڑا ہو کر دعا مانگے خواہ قوم کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگے اور قوم کے لوگ آمین کہتے
رہین شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ یہی بہتر ہی اگر اپنے عصا یا کمان پر سہارا دیکر کھڑا ہو کر دعا مانگے تو یہ بھی
بہتر ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر گہن کے وقت نماز نہ پڑھی یہان تک کہ آفتاب کھل گیا تو پھر نماز نہ پڑھین اور اگر
اگر کچھ کھل گیا اور کچھ گہن مین ہی تو نماز شروع کرنا جائز ہی اور اگر گہن کی حالت مین آفتاب پر ابر آگیا
تو بھی نماز پڑھین اور اگر کسوف کی حالت مین غروب ہو گیا تو دعا سے توقف کرین اور مغرب کی نماز مین
مشغول ہون اور کسوف کے ساتھ جنازہ بھی جمع ہو جاوے تو اول جنازہ کی نماز پڑھین اور اگر ایسے وقت کسوف ہو
کہ جن اوقات مین نماز پڑھنا منع ہی تو نماز نہ پڑھین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اسی سے ملتے ہوئے
رہین چاند گہن کے مسئلے چاند گہن مین دو رکعتین علیحدہ علیحدہ پڑھین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر مصیبتین
یا کچھ خوف حادث ہو مثلاً آندھی بہت سخت ہو یا بارش موقوف نہو یا دن مین تاریکی ہو جاوے یا کوئی مرض
عام ہو جاوے یا زلزلے یا صاعقہ پیدا ہون یا ستارے چھوٹنے لگین یا رات مین یکایک روشنی ہو جاوے
یا دشمن کا خوف غالب ہو یا اس قسم کے اور حوادث پیدا ہون تو بھی اسی طرح دو رکعت نماز پڑھین یہ
تبیین مین لکھا ہی اور بدائع مین ہی کہ اپنے اپنے گھرون مین نماز پڑھین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی

انیسوان [19] باب استسقا کی نماز کے بیان مین

امام ابوحنیفہ رح نے کہا ہی کہ استسقا مین جماعت
کے ساتھ نماز سنت نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اسمین خطبہ بھی نہین لیکن دعا اور استغفار ہی اور اگر جدا جدا نماز
پڑھ لین تو مضائقہ نہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اسمین چادر لوٹانا بھی نہین یہ
تبیین مین لکھا ہی اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک امام نماز کے واسطے نکلے اور دو رکعت نماز پڑھاوے اور دونون مین
جہر سے قرأت کرے یہ مضمرات مین لکھا ہی اور افضل یہ ہی کہ پہلی رکعت مین سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری
رکعت مین ہل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھے یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اور زمین
پر بیٹھ کر لوگون کی طرف متوجہ ہو کر ممبر پر نہ بیٹھے اور دونون خطبون کے درمیان مین جلسہ کرے اور اگر چاہے
ایک ہی خطبہ پڑھے اور اللہ کو پکارے اور تسبیح پڑھے اور مسلمان مردون اور عورتون کے واسطے مغفرت
کی دعا مانگے اور اپنی کمان پر سہارا دیے رہے اور جب تھوڑا سا خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر کو لوٹا دے
یہ مضمرات مین لکھا ہی چادر لوٹانے کا قاعدہ یہ ہی کہ اگر وہ مربع ہو تو اوپر کی جانب نیچے اور نیچے کی جانب اوپر
کرے اور اگر مدور ہو تو داہنی جانب بائین طرف کر دے اور بائین جانب داہنی طرف کر دے لیکن قوم کے
لوگ اپنی چادرون کو نہ لوٹا دین یہ کافی اور محیط اور سراج الوہاج مین لکھا ہی اور تحفہ مین ہی کہ جب امام خطبہ سے
فارغ ہو تو جماعت والون کو پشت کر کے قبلہ کی طرف کو متوجہ ہو پھر اپنی چادر لوٹا دے پھر کھڑا ہو کر استسقا کی

دعا مین مشغول ہو اور جماعت کے لوگ خطبہ اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کیے بیٹھے رہین پھر امام دعا مانگے اور مسلمانون کے واسطے مغفرت طلب کرے اور سب لوگ از سر نو توبہ کرین اور مغفرت طلب کرین پھر امام دعا کے وقت اگر دونون ہاتھ اپنے آسمان کی طرف کو اُٹھا دے تو بہتر ہی اور اگر ہاتھ نہ اُٹھاوے انگشت شہادت سے اشارہ کرے تو بھی بہتر ہی اور اسی طرح اور لوگ بھی اپنے ہاتھ اُٹھا دین اسلیے کہ دعا مین ہاتھ پھیلانا سنت ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور استسقا کے خطبہ کے وقت سب لوگ خاموش رہین یہ محیط مین لکھا ہی اور مستحب یہ ہی کہ امام برابر تین دن تک استسقا کی نماز کو جاوے یہ زاد مین لکھا ہی اس سے زیادہ منقول نہین اور ممبر نہ لیجا دین اور پیادہ پا جا دین اور پورانے کپڑے پہنین یا دھلے ہوئے یا پیوند لگے ہوئے اور اللہ کے سامنے انکسار اور عاجزی اور تواضع کرتے ہوئے اور سرون کو جھکائے ہوئے جاوین پھر ہر روز نکلنے سے پہلے صدقہ مقدم کرین پھر جاوین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور تجرید مین ہی کہ اگر امام نہ نکلے تو اور لوگون کے نکلنے کا حکم کرے اور اگر اسکے بغیر اذن نکلین تو جائز ہی مسلمانون کے ساتھ ذمی نہ نکلین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر وہ اپنے آپ خرید و فروخت کے لیے یا اپنے معبدون کو یا جنگل کو جا دین تو انکو منع نہ کرین یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور استسقا وہان ہوتا ہی جہان تالاب اور نہرین اور ایسے کنوین نہون جس سے پانی پئین اور جانورون کو پلا دین اور کھیتون کو پانی دین یا ہون مگر کافی نہون اگر انکے پاس تالاب اور کنوین اور نہرین ہون تو استسقا کی نماز کے واسطے نہ نکلین اسلیے کہ وہ شدت ضرورت اور حاجت کے وقت ہوتا ہی یہ محیط مین لکھا ہی

بیسوان باب صلوۃ الخوف کے بیان مین

اسمین خلاف نہین ہی کہ صلوۃ الخوف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین مشروع تھی اور بعد انکے امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے قول کے بموجب اسکی مشروعیت اسی طرح باقی ہی یہی صحیح ہی یہ زاد مین لکھا ہی جب بہت خوف ہو تو امام جماعت کے دو گروہ کرے ایک گروہ دشمن کی طرف متوجہ رہے اور ایک گروہ امام کے پیچھے ہووے یہ قدوری مین لکھا ہی اور بہت خوف ہونے کی صورت یہ ہی کہ دشمن ایسا سامنے ہو کہ اسکو دیکھتے ہون اور یہ خوف ہو کہ اگر سب جماعت مشغول ہوسکے تو دشمن حملہ کریگا یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اگر کچھ سیاہی دیکھین اور دشمن کا گمان کرین اور صلوۃ الخوف پڑھین پھر اگر دشمن ظاہر ہوا تو وہ نماز جائز ہو گئی اور اگر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو جائز نہوگی لیکن اگر غلطی گمان کی اُسوقت معلوم ہوئی جب ایک گروہ اپنی نوبت پر نماز پڑھ کر پھرا لیکن ابھی صفون سے باہر نہین تو بحکم استحسان اسی پر بنا کرنا جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی یہ سارا حکم قوم کے واسطے ہی امام کی نماز ہر حالت مین جائز ہی اسلیے کہ اُسکے حق مین کوئی چیز مفسد صلوۃ نہین یہ بحر الرائق مین ہی صلوۃ الخوف کی کیفیت یہ ہی کہ اگر امام اور قوم کے لوگ سب مسافر ہون پس اگر قوم اُسکے پیچھے نماز پڑھنے مین جھگڑا نہ کرے تو امام کے واسطے افضل یہ ہی کہ قوم کے دو گروہ کرے اور ایک گروہ کو یہ حکم کرے کہ دشمن کے مقابلہ مین کھڑے ہون اور دوسرے گروہ کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے پھر جو گروہ دشمن کے مقابلہ مین ہی اُسمین کسی شخص کو حکم کرے کہ امامت کرکے اُس گروہ کو پوری نماز پڑھا دے اور اگر ہر فریق اسی امام کے ساتھ پڑھنا چاہے اور جھگڑا کرے تو قوم کے دو گروہ کرے ایک دشمن کے مقابلہ مین کھڑا ہو اور ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر یہ گروہ دشمن کے مقابلہ مین جا دے اور دوسرا گروہ جو دشمن کے مقابلہ مین ہی آ دے اور امام اتنی دیر تک بیٹھا ہوا انکا منتظر رہے پھر انکے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے

جماعت کے لوگ جو اسکے پیچھے ہین اسکے ساتھ سلام نہ پھیرین اور دشمن کے مقابلہ پر جاوین پھر پہلا گروہ اپنی نماز کی جگہ پر آوے اور ایک رکعت بغیر قرأت پڑھے اور جب ایک رکعت پڑھ چکے تو بقدر تشہد قعدہ کرکے سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر جاوے پھر دوسرا گروہ اپنی نماز کی جگہ پر آوے اور ایک رکعت قرأت کے ساتھ پڑھے اور اگر امام اور قوم دونون مقیم ہون اور نماز چار رکعتون کی ہو تو ایک گروہ دشمن کے مقابلہ پر کھڑا رہے اور امام دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعتین پڑھکر بقدر تشہد قعدہ کرے پھر یہ گروہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جاوے اور دوسرا گروہ جو دشمن کے مقابلہ پر ہو وہ آوے اور امام بیٹھا ہوا انکے آنے کا منتظر رہے پھر انکے ساتھ دو رکعتین پڑھے پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور اسکے ساتھ دوسرا گروہ سلام نہ پھیرے اور دشمن کے مقابلہ پر چلا جاوے پھر پہلے گروہ کے لوگ آوین اور بغیر قرأت دو رکعتین پڑھین اور سلام پھیرین اور دشمن کے مقابلہ پر کھڑے ہو جاوین پھر دوسرا گروہ آوے اور دو رکعتین قرأت کے ساتھ پڑھین اور اگر امام مقیم ہو اور جماعت کے مسافر ہون یا بعضے مقیم ہون اور بعضے مسافر ہون تو حکم وہی ہے جو سب کے مقیم ہونے کی صورت مین ہوتا ہے اور اگر امام مسافر ہو اور قوم کے لوگ مقیم ہون تو ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر وہ دشمن کے مقابلہ پر چلے جاوین پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور سلام پھیر دے پھر پہلا گروہ آوے اور تین رکعتین بغیر قرأت پڑھین اسلیئے کہ وہ اول سے نماز مین شریک تھے پھر جب وہ اپنی نماز پوری کر چکین تو دشمن کے مقابلہ پر چلے جاوین اور دوسرا گروہ اپنی نماز کی جگہ پر آوے اور وہ تین رکعتین پڑھین پہلی رکعت مین الحمد اور سورۃ پڑھین اسلیئے کہ وہ مسبوق ہین اور اخیر کی دو رکعتون مین صرف الحمد پڑھین اور اگر امام مسافر ہو اور قوم کے لوگ بعضے مقیم ہون و بعضے مسافر تو امام پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر وہ دشمن کے مقابلہ پر چلے جاوین اور دوسرا گروہ آوے اور امام انکے ساتھ ایک رکعت پڑھے پس جو امام کے پیچھے مسافر تھا اسکی نماز مین صرف ایک رکعت باقی ہے اور جو مقیم تھا اسکی نماز مین تین رکعتین باقی ہین پھر وہ دشمن کے مقابلہ پر چلے جاوین اور پہلا گروہ امام کے پاس آوے اور جو مسافر ہو وہ ایک رکعت بغیر قرأت پڑھ لے اسلیئے کہ اسکو اول سے نماز ملی تھی اور جو مقیم ہو وہ ظاہر روایت کے بموجب تین رکعتین بغیر قرأت کے پڑھے اور جب پہلا گروہ اپنی نماز پوری کر چکے تو دشمن کے مقابلہ پر جاوے اور دوسرا گروہ اپنی نماز کی جگہ پر آوے اور جو انمین سے مسافر ہو وہ ایک رکعت قرأت کے ساتھ پڑھے اسلیئے کہ وہ مسبوق ہے اور جو مقیم ہو وہ تین رکعتین پڑھے پہلی رکعت الحمد اور سورۃ کے ساتھ پڑھے اور اخیر کی دو رکعتین سب روایتون کے بموجب صرف الحمد سے اور اسمین فرق نہین ہے کہ دشمن قبلہ کی طرف ہو یا اور طرف ہو یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے پھر پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے تو سب کی نماز فاسد ہو گئی اور اصل اسمین یہ ہے کہ نماز سے ایسے وقت مین پھرنا کہ جب پھرنے کا موقع نہو مفسد صلوۃ ہے اور اسکے موقع پر اسکو چھوڑ دینا مفسد نہین پس اس قاعدے کے بموجب اگر قوم کے چار گروہ کرے اور ہر گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے تو پہلا و تیسرے گروہ کی نماز فاسد ہو گئی اور دوسرے اور چوتھے گروہ کی نماز صحیح ہو گی اور اگر دوسرا گروہ لوٹکر تیسری اور چوتھی رکعت بغیر قرأت پڑھے پھر پہلی رکعت قرأت سے پڑھے پھر چوتھا گروہ آکر تین رکعتین قرأت سے پڑھے تو ایک رکعت الحمد

اور سورۃ سے پڑھین پھر قعدہ کرین پھر کھڑے ہون اور دوسری رکعت الحمد اور سورۃ سے پڑھین اور قعدہ نہ کرین
پھر تیسری رکعت صرف الحمد سے پڑھین اور کچھ نہ پڑھین اور قعدہ کرین اور سلام پھیرین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور
جو شخص دوسرے فریق مین داخل ہو جاوے اُسکا حکم دوسرے فریق کا ہو جاویگا لیکن جب وہ اپنے ذمہ کی نماز سے
فارغ ہولیا ہو اور اُسکے بعد داخل ہوا تو دوسرے فریق کا حکم نہوگا پس اگر امام نے ظہر کی دو رکعتین پہلے گروہ کے
ساتھ پڑھین اور وہ سب لوگ چلے گئے مگر ایک شخص اُس وقت تک باقی رہا کہ امام نے دوسرے گروہ کے ساتھ نماز پڑھی
پھر وہ شخص چلا گیا اُسکی نماز پوری ہوگئی اسلیے کہ اگرچہ وہ دوسرے گروہ مین داخل ہوا لیکن اُنمین سے نہین ہوگیا کیونکہ اپنے
ذمہ کی نماز سے فارغ ہولیا تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور مغرب کی نماز مین پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعتین پڑھے اور دوسرے
گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور اگر غلطی سے پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے اور دوسرے
گروہ کے ساتھ دو رکعتین پڑھین تو سب کی نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ
چلے گئے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر وہ چلے گئے پھر پہلے گروہ کے ساتھ تیسری رکعت پڑھی
تو پہلے گروہ کی نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے گروہ کی نماز جائز ہوگی اور وہ اپنی دو رکعتین پڑھین ایک
بغیر قرأت کے پڑھین اور دوسری قرأت سے پڑھین اور اگر مغرب مین اُنکے تین گروہ بنا وے اور
ہر گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے تو پہلے گروہ کی نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے و تیسرے گروہ کی نماز جائز
ہوگی اور دوسرا گروہ دو رکعتین قضا کرے اور دوسری رکعت بغیر قرأت کے پڑھے اور تیسرا گروہ
دو رکعتین قرأت کے ساتھ پڑھے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی پھر خوف دشمن اور درندہ سے برابر ہی
اور حرمت کی وجہ سے نماز مین قصر نہین ہوتا لیکن نماز مین چلنا جائز ہوجاتا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی
اور نماز کی حالت مین دشمن سے قتال نہ کرین اگر قتال کرینگے تو نماز باطل ہوجاویگی اسلیے کہ قتال
اعمال صلوۃ سے نہین ہی اور اسی طرح اگر کوئی اپنے بھاگنے کی حالت مین گھوڑے پر سوار ہوگا تو بھی
نماز فاسد ہوجاویگی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی خواہ قبلہ کی طرف سے دشمن کی طرف کو پھرا ہو
یا دشمن کی طرف سے قبلہ کی طرف کو پھرا ہو۔ دریا مین تیرتا ہوا اور پیادہ یا چلتا ہوا نماز نہ پڑھے
یہ مضمرات مین لکھا ہی اگر دشمن کے خوف سے بھاگ کر پیادہ یا چل رہا ہو اور نماز کا وقت آگیا اور
نماز کیلیے ٹھہر نہین سکتا تو ہمارے نزدیک چلتا ہوا نماز نہ پڑھے بلکہ نماز مین تاخیر کرے۔ اگر صلوۃ الخوف
مین سہو ہو تو دو سجدہ سہو کے واجب ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی اگر خوف اور زیادہ سخت ہو تو سواری کی حالت
مین جدا جدا نماز پڑھ لین اور رکوع و سجود اشارہ سے کرین اور اگر قبلہ کی سمت کو رخ نہین کر سکتے تو
جدھر کو چاہین نماز پڑھ لین یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور خوف کا سخت ہونا یہ ہی کہ دشمن اُترنے کی مہلت نہ دے اور
لڑائی کے لیے آنیر ہجوم کرے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور سوار ہو کر جماعت نماز نہ پڑھین لیکن اگر امام
اور مقتدی دونون جانور پر سوار ہون تو اقتدا صحیح ہوگا اور اگر اشارہ سے نماز پڑھین پھر اسی وقت
مین خواہ خارج وقت عذر زائل ہوجاوے تو اُس نماز کا اعادہ واجب نہوگا اور پیادہ اگر رکوع و سجود
پر قادر نہو تو اشارہ سے نماز پڑھ لے اور سوار اگر دشمن کے پیچھے جاتا ہو تو جانور پر نماز نہ پڑھے اور

اگر دشمن اسکے پیچھے آتا ہو تو جانور پر نماز پڑھ لینے مین مضائقہ نہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ جو شخص اتر سکتا ہے وہ سواری پر نماز پڑھیگا تو ہمارے نزدیک اسکی نماز فاسد ہو گی یہ مضمرات مین لکھا ہے اگر نماز کے اندر امن حاصل ہو گیا مثلاً دشمن چلا گیا تو صلوۃ الخوف کو پورا کرنا جائز نہین اور جسقدر نماز باقی رہی ہے اسکو امن کی نماز کی طرح پڑھین اور دشمن کے چلے جانے کے بعد جسنے قبلہ کی طرف سے منھ پھیرا تو اُسکی نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر دشمن کے چلے جانے سے پہلے نماز کے واسطے منھ پھیرا پھر دشمن چلا گیا تو اُسی پر نماز بنا کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے امام محمد رح نے زیادات مین کہا ہے کہ امام نے ظہر کی نماز صلوۃ الخوف پڑھی اور سب مقیم تھے جب اسنے ایک گروہ کے ساتھ دو رکعتین پڑھ لین تو سب لوگ چلے گئے مگر ایک شخص نہ گیا تو اُسکی نماز فاسد نہو گی لیکن ایسا فعل اُسکے لیے بہتر نہین ہے اور اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت پڑھ چکا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ کام بُرا کیا اور تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت مین امام کے بقدر تشہد قعدہ کرنے سے پہلے چلا گیا تو اُسکی نماز صحیح ہے اگر امام کے بقدر تشہد قعدہ کر لینے کے بعد اور سلام سے پہلے چلا گیا تو نماز اُسکی پوری ہو گئی۔ اگر امام نے جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز شروع کی اور وہ سب مسافر تھے جب ایک رکعت پڑھ لی تو دشمن سامنے آیا اور نماز پڑھنے والون مین سے ایک گروہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ایک گروہ نے امام کے ساتھ باقی رہکر اپنی نماز پوری کی تو اُنکی نماز ہو گئی جو گروہ امام کے ساتھ باقی تھا اُسکی نماز کا ادا ہو جانا تو ظاہر ہے اور جو گروہ چلا گیا اُسکی نماز اسواسطے ہو گئی کہ چلا جانا اپنے موقع پر اور ضرورت کی وجہ سے ہوا اور اگر امام نے ظہر کی نماز جماعت سے شروع کی اور وہ سب مقیم تھے پھر دشمن سامنے آیا اور نماز پڑھنے والون مین سے ایک گروہ دو رکعتین پڑھ لینے کے بعد دشمن کے مقابلہ پر گیا تو اُسکی نماز فاسد ہو گی اور اگر ایک رکعت کے بعد نماز سے پھر گئے تو نماز اُنکی فاسد ہو جاویگی اور اگر ظہر کی تین رکعتون کے بعد دشمن سامنے آیا اور ایک گروہ دشمن کے مقابلہ کو نماز چھوڑکر چلا گیا تو اُس مسئلہ کا کتاب مین ذکر نہین اور مشایخ کا اُسمین اختلاف ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ نماز اُنکی فاسد ہو گی اسلیے کہ نماز کے ایک جز و ادا ہونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک پہلے گروہ کے پھر جانے کا وقت ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ خوف کی نماز جمعہ اور عیدین مین بھی جائز ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ اگر عید کے روز مصر مین امام دشمن کے مقابلہ مین ہوا اور عید کی نماز صلوۃ الخوف پڑھنا چاہے تو قوم کے دو گروہ بنا دے اور ہر گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پس اگر امام کی راے موافق قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہو تو پہلا گروہ پہلی رکعت مین متابعت کرے اور دوسرا گروہ دوسری رکعت مین اگرچہ دونون گروہون کا مذہب عید کی نماز مین امام کے خلاف ہو لیکن اگر امام کا مذہب عید کی نماز مین ایسا ہو کہ یقیناً خطا ہو اور صحابہ مین سے کسی کا وہ قول نہو تو متابعت نہ کرین پس جب امام اپنی نماز سے فارغ ہوا اور دوسرا گروہ نماز سے پھر جاوے اور پہلا گروہ آوے تو وہ اپنی دوسری رکعت بغیر قرأت کے پڑھین اور بقدر قرأت امام کے یا اُس سے کم یا زیادہ کھڑے ہون پھر زائد تکبیرین کہین اور رکوع کرین جیسے کہ امام نے کیا اور جب نماز تمام کر لین تو وہ چلے جاوین اور دوسرا گروہ آوے اور وہ اپنی پہلی رکعت قرأت سے پڑھین پھر تکبیرین کہین زیادات اور جامع اور سیر کبیر کی

روایت یہی ہی اور نوادر کی دو روایتون مین سے بھی ایک یہی ہی اور یہی استحسان ہی یہ محیط مین لکھا ہی

اکیسوان باب جنازے کے بیان مین اور اسمین سات فصلین ہین پہلی فصل جانکنی والے

کے بیان مین جب کوئی جانکنی مین ہو تو داہنی کروٹ کو اسکا منھ قبلہ کی طرف کو پھیر دین اور یہی سنت ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی یہ حکم اُسوقت ہی جب اُسکو تکلیف نہو اور اگر تکلیف ہو تو اسی حالت پر چھوڑ دیا جاوے یہ زاہدی مین لکھا ہی جانکنی کی علامتین یہ ہین کہ دونون پانون سست ہو جاوین اور کھڑے نہو سکین اور ناک ٹیڑھی ہو جاے اور دونون کنپٹی بیٹھ جاوین اور خصیہ کی کھال کھنچ جاوے یہ تبیین مین لکھا ہی اور منھ کی کھال تن جاوے اور اُسمین نرمی معلوم ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اُسوقت اُسکو کلمہ شہادتین تلقین کرین اور طریقہ تلقین کا یہ ہی کہ غرغرہ سے پہلے حالت نزع مین اُسکے پاس جہر سے اسطرح کہ وہ سنتا ہو اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ پڑھنا شروع کرین اور اُس سے یہ نہ کہین کہ تو پڑھ اور اُسکے کہنے مین اُس سے اصرار نہ کرین اسلیے کہ خوف یہ ہی کہ شاید وہ جھڑک نہ دے اور جب اُسنے وہ ایکبار کہہ لے تو تلقین کرنے والا پھر اُسکے سامنے نہ کہے لیکن پھر اگر وہ کچھ اور کلام اُسکے سوا کرے تو پھر تلقین کرین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور یہ تلقین بالاجماع مستحب ہی اور ہمارے نزدیک ظاہر روایت کے بموجب موت کے بعد تلقین نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ اور معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور ہم دونون تلقینون پر عمل کرتے ہین موت کے وقت بھی اور دفن کے وقت بھی یہ مضمرات مین ہی اور مستحب یہ ہی کہ تلقین کرنے والا ایسا شخص ہو کہ جسپر یہ تہمت نہو کہ اُسکو اُسکے مرنے کی خوشی ہوتی ہی اور اُسکے ساتھ نیک گمان رکھنے والا ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی فقہانے کہا ہی کہ اگر شدت نزع مین کسی سے کفر کے کلمات سرزد ہون تو اُسکے کفر کا حکم نہ کیا جاوے اور مسلمانون کے مردون کی طرح اُسکے ساتھ عمل کیا جاوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور نیک اور صالح لوگون کا حاضر ہونا اُسوقت پسندیدہ ہی اور اُسکے پاس سورہ یسین پڑھنا مستحب ہی یہ شرح منیۃ المصلی مین لکھا ہی جو امیر الحاج کی تصنیف ہی اور اُسکے پاس خوشبو رکھنا چاہیے یہ زاہدی مین لکھا ہی حیض والی عورت اور جنب کا اُسکے پاس موت کے وقت بیٹھنے مین کچھ مضائقہ نہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور جب وہ مر جاوے تو اُسکی ڈاڑھی باندھ دین اور آنکھین بند کرین اور آنکھین وہ شخص بند کرے جو اُسکے عزیزون مین سب سے زیادہ اُسپر مہربان ہو اور جسقدر ہو سکے آسانی سے آنکھین بند کرے اور ڈاڑھی اُسکی ایک چوڑی پٹی سے باندھین اور گرہ اُسکے سر کے اوپر لگا دین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور آنکھین بند کرنے والا بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ و سہل علیہ ما بعدہ و اسعدہ بلقائک و اجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ پڑھے یہ تبیین مین لکھا ہی اور اُسکے جوڑ بند ڈھیلے کر دے اور اُسکی دونون بانہین اُسکے بازوون کی طرف کو بچھا دے پھر اُن دونون کو پھیلا دے پھر اُسکے ہاتھون کی اُنگلیان ہتھیلیون کی طرف کو موڑ کر پھر سیدھی کر دے اور اُسکی دونون رانین پیٹ کی طرف کو موڑ کر سیدھی کر دے اور دونون پنڈلیان رانون کی طرف کو موڑ کر سیدھی کر دے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور مستحب یہ ہی کہ جن کپڑون مین وہ مرا ہی وہ کپڑے اُتار لین اور تمام بدن ایک کپڑے سے ڈھک دین اور ایک بلند جگہ تخت یا پلنگ پر

رکھین تاکہ زمین کی نمی اسکو پہونچکر بو نہ بدل جاوے اور اسکے پیٹ پر کوئی لوہا یا تر مٹی رکھدین تاکہ نہ پھولے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور مستحب ہی کہ اُسکے پڑوسیون اور دوستون کو خبر کردین تاکہ اُسپر نماز پڑھسکین اور اُسکے واسطے دعا کرسکے اُسکا حق ادا کرین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور بازارون مین آواز دینے کو بعضون نے مکروہ لکھا ہی اور اصح یہ ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور مستحب ہی کہ اُسکا قرض ادا کرنے مین جلدی کرین اُسکو بری الذمہ کردین اور تجہیز و تکفین مین جلدی کرین تاخیر نہ کرین اور اگر کوئی یکایک مرگیا تو اُسکو اتنی دیر تک چھوڑ دین کہ اُسکی موت کا یقین ہوجاوے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اُسکے پاس غسل کے وقت تک قرآن پڑھنا مکروہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر کوئی عورت مری اور بچہ اُسکے پیٹ مین تڑپتا ہو تو امام محمد رح نے کہا ہی کہ اُسکا پیٹ چیر کر بچہ کو نکال لین کیونکہ اسکے سوا اور کچھ نہین ہوسکتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی

دوسری فصل غسل میت کے بیان مین

میت کا غسل زندون پر سنت اور اجماع امت کے نزدیک حق واجب ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی لیکن اگر بعضے اُسکو ادا کردین تو باقی لوگون سے ساقط ہوجاتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی واجب غسل ایکبار ہی اور تکرار اُسکی سنت ہی یہان تک کہ اگر ایکہی بار کے غسل پر اکتفا کرین یا جاری پانی مین ایک غوطہ دیدین تو جائز ہی یہ بدائع مین لکھا ہی جب غسل کا ارادہ کرین تو اُسکو ننگا کرلین یہی ہمارا مذہب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور ایک تخت پر اُسکو رکھین جسکو میت کے رکھنے سے پہلے طاق مرتبہ خوشبو کی دھونی دے لی ہو اور طریقہ اُسکا یہ ہی کہ تخت کے گرد انگیٹھی کو ایکبار یا تین بار یا پانچ بار پھراوین اس سے زیادتی نہ کرین یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی اور کیفیت اُسکے رکھنے کی ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک یہ ہی کہ اُسکو ایسا لمبا لٹاوین جیسے حالت مرض مین اشارہ سے نماز پڑھنے کے لیے لٹاتے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ اسطرح لٹاوین جیسے قبر مین لٹاتے ہین اور اصح یہ ہی کہ جسطرح آسان ہو اُسطرح لٹاوین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور مستحب ہی کہ جہان میت کو غسل دین وہان پردہ کرین سوائے غسل دینے والے اور اُسکے مددگار کے اور کوئی اُسکو نہ دیکھے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اُسکا ستر ناف سے گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھانک لین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور ظاہر مذہب یہ ہی کہ ستر غلیظ کو ڈھک لین رانون کو نہ ڈھکین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک استنجا بھی کرایا جاوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور طریقہ استنجا کا یہ ہی کہ دھونے والا اپنے دونون ہاتھون پر کپڑا لپیٹ لے پھر نجاست کے مقام کو دھووے اسلیے کہ جسطرح ستر کو دیکھنا حرام ہی اسی طرح ستر کو چھونا بھی حرام ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور مرد غسل کے وقت مرد کی ران کو نہ دیکھے اسی طرح عورت عورت کی ران کو نہ دیکھے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی پھر نماز کا سا وضو کراوین لیکن اگر بچہ ہو نماز نہ پڑھتا ہو تو وضو نہ کراوین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منھ دھونے سے شروع کرین ہاتھون سے نہ شروع کرین یہ محیط مین لکھا ہی اور داہنی طرف سے ابتدا کرین اسی لحاظ سے جیسے وہ اپنی زندگی مین دھوتا ہی اور کلی نہ کراوین اور ناک مین پانی بھی نہ ڈالین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور بعضے علماء نے کہا ہی کہ غاسل اپنی انگلی پر باریک کپڑا لپیٹ کر اُسکے منھ مین داخل کرے اور اُسکے دانتون اور لبون اور مسوڑھون اور تالو کو صاف کرے اور اُسکے دونون

نتھنون مین بھی ایسے ہی انگلی داخل کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ اس زمانہ مین لوگون کا
اسی پر عمل ہی یہ محیط مین لکھا ہی سر کے مسح مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اُسکے سر پر مسح کیا جاوے اور پاؤن
کے دھونے مین تاخیر نہ کیا دے یہ تبیین مین لکھا ہی اور گرم پانی سے غسل دینا ہمارے نزدیک افضل ہی یہ
محیط مین لکھا ہی اور پانی کو بیری کے پتون سے یا اشنان سے جوش دین اور اگر وہ نہو تو خالص پانی کافی ہی
یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور سر اور داڑھی خطمی سے دھوین اور اگر وہ نہو تو صابون یا مثل اُسکے اور چیز سے دھوین
کیونکہ صابون بھی وہی کام دیتا ہی یہ حکم اُسوقت ہی کہ اگر اُسکے سر پر بال ہون تو اسکی زندگی کی حالت کا لحاظ
کیا جاتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور یہ چیزین اگر نہون تو خالص پانی کافی ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی پھر اُسکو بائین
کروٹ پر لٹا دین اور بیری کے پتون مین جوش دیے ہوئے پانی سے نہلا دین یہان تک کہ یہ بات معلوم ہو جاوے
کہ پانی اُسکے بدن پر وہان تک پہونچ گیا جو تخت سے ملا ہوا ہی پھر اُسکو داہنی کروٹ پر لٹا دین اور اسی طرح
نہلا دین اسلیے کہ سنت یہ ہی کہ داہنی طرف سے نہلانا شروع کرین پھر اُسکو بٹھا دین اور سہارا دیے رہین
اور نرمی کے ساتھ اُسکے پیٹ پر ہاتھ پھیرین اسلیے کہ کفن ملوث نہو جاوے اور اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالین
اور اُسکے غسل اور وضو کا اعادہ نہ کرین پھر اُسکو کپڑے سے پونچھین تاکہ اُسکے کفن کے کپڑے نہ بھیگ جاوین اور اُسکے
بالون مین اور داڑھی مین کنگھی نہ کرین اور ناخن اور بال نہ تراشین اور مونچھین بھی نہ تراشین اور بغلون کے بال نہ اُکھاڑین
اور ناف کے نیچے کے بال نہ مونڈین اور جس حالت مین ہو اسی طرح دفن کر دین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور
اگر اُسکا ناخن ٹوٹا ہوا ہو تو اُسکو جدا کر لینے مین مضائقہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اسمین مضائقہ
نہین کہ اُسکے چہرہ پر روئی رکھدین اور سوراخون مین یعنی پیشاب اور پاخانہ کے مقام اور دونون کانون
اور منہ مین روئی بھر دین یہ قنیہ مین لکھا ہی - مردہ اگر پانی مین ملے تو اُسکو نہلانا ضرور ہی اسواسطے کہ نہلانے کا
حکم آدمیون پر ہی اور اُسکے پانی مین پڑے ہونے سے آدمیون سے یہ حکم ادا نہین ہوا لیکن اگر اُسے پانی سے
نکالتے وقت غسل کی نیت سے ہلا لین تو پھر دوبارہ نہلانا ضرور نہین یہ تجنیس اور بدائع اور محیط سرخسی مین
لکھا ہی اور اگر مردہ سڑ گیا ہو کہ اُسکو چھو نہین سکتے تو اُسپر پانی بہا لینا کافی ہی یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے
نقل کیا ہی - عورت کا حکم غسل مین وہی ہی جو مرد کا ہی عورت کے بال پیٹھ پر نہ چھوڑین یہ تاتارخانیہ مین
شرح طحاوی سے نقل کیا ہی جس بچہ سے پیدا ہوتے وقت کوئی آواز یا حرکت ایسی پائی جاوے جس سے
اُسکی زندگی معلوم ہو تو اُسکا نام رکھین اور اُسکو غسل دین اور اُسکی نماز پڑھین اور اگر ایسا نہو تو
اُسکو ایک کپڑے مین لپیٹ دین اور اُسپر نماز نہ پڑھین اور ایک روایت مین ہی جو ظاہر روایت
نہین ہی کہ اُسکو غسل دین اور یہی مختار ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر جنانے والی دائی اور مان اُسکی زندگی
کی نشانی کی گواہی دین تو اُنکا قول مقبول ہوگا اور اُسپر نماز جائز ہو گی یہ مضمرات مین لکھا ہی - اگر حمل گر جاوے
اور بچہ کے سب اعضا پورے نہین بنے تھے تو باتفاق روایات یہ حکم ہی کہ اُسپر نماز نہ پڑھین اور مختار یہ ہی
کہ اُسکو نہلا دین اور کپڑے مین لپیٹ کر دفن کر دین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی مردہ
کا نصف سے زیادہ بدن مع سر کے ملے تو اُسکو غسل اور کفن دین اور نماز پڑھین یہ مضمرات مین لکھا ہی

اور جب نصف سے زیادہ بدن پر نماز پڑھ لی تو اُسکے بعد اگر باقی بدن بھی ملے تو اُسپر نماز نہ پڑھین یہ ایضاح مین لکھا ہی
اور اگر نصف بدن ملے اور اُسمین سر نہو یا نصف بدن طول مین چرا ہوا ملے تو اُسکو غسل نہ دین اور نماز نہ پڑھین اور ایک کپڑے مین
لپیٹ کر دفن کر دین یہ مضمرات مین لکھا ہی اور جس شخص کا مسلمان یا کافر ہونا معلوم نہو پس اگر اُسپر کوئی مسلمان ہونے کی علامت
ہو یا ایسے ملکون مین ہو جو مسلمانون کی ملک ہون تو اُسکو غسل دین ورنہ نہ دین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اگر مسلمانون اور
کافرون کے مردے ملجاوین یا مسلمانون اور کافرون کے مقتول مل جاوین تو اگر مسلمان کسی علامت سے پہچانے
جاتے ہون تو اُنپر نماز پڑھین اور مسلمانون کی علامت ختنہ اور خضاب اور سیاہ کپڑے ہین اور اگر کوئی علامت نہو
تو اگر اُسمین مسلمان زیادہ ہین تو سب پر نماز پڑھین اور نماز اور دعا مین نیت مسلمانون کی کرین اور مسلمانون کی قبرستان
مین دفن کرین اور اگر زیادتی مشرکین کی ہو تو کسی پر نماز نہ پڑھین اور غسل و کفن دین لیکن مسلمانون کے مردون کی طرح
غسل و کفن نہ دین اور مشرکین کے قبرستان مین دفن کرین اور اگر دونون برابر ہون تو بھی اُنپر نماز نہ پڑھین دفن مین مشایخ کا
اختلاف ہی بعض کا قول ہی کہ مشرکین کے قبرستان مین دفن کرین اور بعض کا قول ہی کہ مسلمانون کے قبرستان مین دفن کرین
اور بعضون نے کہا ہی کہ اُنکے واسطے علیحدہ مقبرہ بنا دین یہ مضمرات مین لکھا ہی اگر کافرون کا کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے
ساتھ یا اُسکے بعد قید ہو کر آوے پھر مر جاوے تو اُسکو غسل نہ دین لیکن اگر وہ سمجھ والا ہو اور اُسنے اسلام کا اقرار کیا ہو یا اُسکے
ماں باپ مین سے کوئی مسلمان ہو گیا ہو تو غسل دین اور دادا دادی کے مسلمان ہونے کی صورت مین اختلاف ہی اور
اگر صرف بچہ قید ہو کر آوے تو اُسکو غسل دین اور اُسپر نماز پڑھین یہ زاہدی مین لکھا ہی - اگر کوئی شخص کشتی
مین مر جاوے تو اُسکو غسل دین اور کفن دین یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اُسپر نماز پڑھین اور کچھ بوجھ باندھکر
دریا مین ڈالدین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی - اور جو شخص بغاوت یا بٹ مار ہونے کی وجہ سے قتل کیا جاوے
تو اُسکو غسل نہ دین اور اُسپر نماز نہ پڑھین بعضون نے کہا ہی یہ حکم اُسوقت ہی جب وہ لڑائی کے تمام ہونے
سے پہلے قتل ہو لیکن اگر اُنمین سے کوئی شخص مسلمانون کے امام کے غالب ہونیکے بعد قتل ہو تو اُسکو
غسل دین اور نماز پڑھین اور یہ بہتر ہی بڑے بڑے مشایخ نے اسی کو اختیار کیا ہی اور جو شخص گلا گھونٹکر
لوگون کو مارا کرتا ہو اُسکو غسل نہ دین اور اُسپر نماز نہ پڑھین اور ہمارے مشایخ نے نافرمانی کی وجہ سے جو لوگ
قتل ہوتے ہین اسی تفصیل کے بموجب اُنپر باغیون کا حکم کیا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور جو لوگ شہر کے
اندر رات کو ہتیار باندھکر غارتگری کرین وہ بٹ مارون کے حکم مین ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - مردے کے
نہلانے والا چاہیے کہ باطہارت ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر نہلانے والا جنب یا حیض والی
عورت یا کافر ہو تو جائز ہی اور مکروہ ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور اگر بے وضو ہو تو بالاتفاق مکروہ نہین
یہ قنیہ مین لکھا ہی اور مستحب یہ ہی کہ نہلانے والا میت کا سب سے زیادہ قریب رشتہ دار ہو اور اگر وہ نہلانا
نہ جانتا ہو تو امین اور متقی آدمی غسل دے یہ زاہدی مین لکھا ہی اور مستحب یہ ہی کہ نہلانے والا ثقہ آدمی ہو کہ
غسل اچھی طرح ادا کرے اور اگر کوئی بری بات دیکھے تو اُسکو چھپا دے اور اچھی بات دیکھے تو اُسکو ظاہر کرے
پس اگر کوئی ایسی بات دیکھے جو اُسکو پسند ہو جیسے چہرہ کا نورانی ہونا یا خوشبو یا مثل اُسکے اور چیزین تو اُسکو
مستحب ہی کہ لوگون کے سامنے اُسکو بیان کرے اور اگر ایسی بات دیکھے جو بری معلوم ہو مثلاً منہ کا سیاہ ہو جانا

یا بدبو یا صورت بدل جانا یا اعضا کا متغیر ہوجانا یا اس قسم کی اور چیزین تو ایک شخص کے سامنے بھی اسکا کہنا جائز نہین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اگر میت مبتدع ہوا اور علانیہ مرتکب بدعت ہوا اور نہلانے والا اسمین کوئی بُری بات دیکھے تو اسکو لوگون کے سامنے بیان کرنے مین مضائقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور مستحب ہی یہ کہ نہلانے والے کے پاس انگیٹھی مین خوشبو سلگتی ہو تاکہ میت سے کسی بدبو کی ظاہر ہونے کی وجہ سے نہلانے والا اور اسکا مددگار ست نہو جائے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور افضل یہ ہی کہ میت کو بلا اجرت غسل دے اور اگر غاسل اجرت مانگے تو اگر وہان سوا اسکے کوئی اور بھی نہلانے والا ہی تو اجرت لینا جائز ہی ورنہ جائز نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور مرد مردون کو اور عورتین عورتون کو نہلا دین اور مرد عورتون کو اور عورتین مردون کو نہ نہلا دین اور اگر بچہ ایسا چھوٹا ہو کہ اسکو خواہش نہوتی ہو تو جائز ہی کہ اسکو عورتین نہلا لین اور اسی طرح اگر لڑکی چھوٹی ہو جسپر خواہش نہوتی ہو تو جائز ہی کہ مرد اسکو نہلا دین اور جسکا عضو کٹا ہوا ہو یا خصی ہو وہ مرد کے حکم مین ہی اور عورت کے واسطے جائز ہی کہ اپنے شوہر کو غسل دے یہ حکم اسوقت ہی کہ اسکے مرنے کے بعد کوئی ایسی حرکت اسنے نہ کی ہو جس سے نکاح قطع ہو جاتا ہی جیسے اپنے شوہر کے بیٹے کو یا باپ کو بوسہ دینا اور اگر اسکے مرنے کے بعد ایسا امر واقع ہو تو غسل دینا جائز نہین لیکن مرد کسی حالت مین اپنی عورت کو غسل نہ دے یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر عورت کو رجعی طلاق دی ہو اور وہ عدت مین ہو اور شوہر مر جائے تو عورت کو غسل دینا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر عدت کے آخر مین اسکے تمام ہونے سے پہلے مرا اور مرنے کے بعد عدت تمام ہوگئی تو بھی عورت کو غسل دینا جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ جو شخص ایسا ہو کہ اسکو اس عورت کے ساتھ اگر وہ اسوقت زندہ ہو تو بسبب نکاح کے وطی جائز ہو تو جائز ہی کہ عورت اسکو غسل دے ورنہ جائز نہین یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے نقل کیا ہی اور یہودیہ اور نصرانیہ عورت اپنے شوہر کو غسل دینے مین مثل مسلمان عورت کے ہی لیکن یہ بہت برا ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی۔ اگر مرد عورت کو غسل دے تو اگر وہ اسکا محرم ہی تو اسکو ہاتھ لگائے اور اگر غیر شخص ہی تو اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور اسکی باہون پر نظر پڑتے وقت اپنی آنکھین بند کرے اور اگر مرد اپنی عورت کو نہلا دے تو بھی یہی حکم ہی مگر آنکھین بند کرنے کا حکم نہین اور جوان اور بوڑھی عورت مین کچھ فرق نہین اور اگر کسی کی ام ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ یا باندی مرے تو مالک اسکو غسل نہ دے اور اسی طرح وہ بھی مالک کو غسل نہ دین اگر کوئی شخص عورتون مین مر جائے تو اسکی محرم عورت یا زوجہ یا باندی اسکو ہاتھ سے بغیر کپڑا لپیٹے تیمم کرا دے اور عورتین کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص سفر مین مرا اور اسکے ساتھ عورتین اور کافر مرد تھا تو وہ عورتین اس کافر مرد کو طریقہ غسل کا تعلیم کرین اور میت سے پاس تنہائی مین کافر کو چھوڑ دین تاکہ وہ غسل دیوے اور اگر اسکے ساتھ کوئی مرد نہو اور ایک چھوٹی لڑکی ہو جسکو خواہش نہین ہوتی اور وہ اس لائق ہو کہ میت کو غسل دے سکے تو اسکو غسل کا طریقہ سکھا دین اور میت کے پاس چھوڑ دین تاکہ غسل دے اور اگر عورت سفر مین مر گئی اور اسکے ساتھ کافرہ عورت یا ایک لڑکا نابالغ جو ابھی حد شہوت کو نہین پہونچا تو وہی عمل کیا جاوے جو مردون کے حق مین مذکور ہوا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور خنثی مشکل اور قریب البلوغ لڑکا

نہ مرد کو نہلاوے نہ عورت کو اور نہ اُسکو مرد نہلاوے نہ عورت بلکہ ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر اسکو تیمم کرادین یہ
زاہدی مین لکھا ہی اگر کوئی کافر مرا اور ولی اُسکا مسلمان ہی تو اُسکو غسل دیوے اور کفن دیوے اور
دفن کرے لیکن غسل اسطرح دے جیسے نجس کپڑے کو دھوتے ہین اور ایک کپڑے مین لپیٹے اور ایک گڑھا
کھودے اور کفن اور قبر مین سنت کی رعایت کرے اور قبر مین اُسکو رکھے نہین بلکہ ڈالدے یہ ہدایہ مین لکھا ہی
کوئی شخص مرا اور پانی نہ ملا تو اُسکو تیمم کرادین اور نماز پڑھین پھر اگر پانی ملجاوے تو امام ابویوسف رح
کے قول کے بموجب اُسکو غسل دیکر دوبارہ نماز پڑھین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی **تیسری فصل کفن
دینے کے بیان مین** کفن دینا فرض کفایہ ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - مرد کا کفن سنت تہ بند اور
کفنی اور لپیٹنے کی چادر ہی اور وہ کفن کہ جسپر کفایت کرنا جائز ہی وہ تہ بند اور لپیٹنے کی چادر ہی اور وقت ضرورت
کے جسقدر ملجاوے وہی کفن ضرورت ہی یہ کنز مین لکھا ہی تہ بند سر سے پانون تک اور کفنی گردن سے
پانون تک اور چادر بھی سر سے پانون تک ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہی - کفن مین گریبان اور کلی اور آستینین لگاوین
یہ کافی مین لکھا ہی ظاہر روایت کے بموجب کفن مین عمامہ نہین اور فتاوی مین ہی کہ متاخرین نے عالم کے واسطے
عمامہ کو مستحسن کہا ہی اور برخلاف اسکے حالت حیات کی شملہ منھ پر رکھدین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی عورت کا
کفن سنت کفنی اور تہ بند اور اوڑھنی اور اوپر لپیٹنے کی چادر اور سینہ بند ہی اور وہ کفن کہ جسپر کفایت
کرنا جائز ہی تہ بند اور اوپر لپیٹنے کی چادر اور اوڑھنی ہی یہ کنز مین لکھا ہی سینہ بند چھاتیون سے ناف تک ہونا چاہیے
عینی شرح کنز اور تبیین مین لکھا ہی اور اولے یہ ہی کہ سینہ بند چھاتیون سے رانون تک ہو یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی
عورت کے واسطے دو کپڑے اور مرد کے واسطے صرف ایک کپڑے کا کفن دینا مکروہ ہی مگر ضرورت کے وقت
جائز ہی یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی اور قریب بلوغ لڑکے کا حکم کفن مین مثل بالغ کے ہی اور قریب البلوغ لڑکی کا
حکم مثل بالغہ عورت کے ہی اور کم سے کم کفن چھوٹے لڑکے کا ایک کپڑا ہی اور چھوٹی لڑکی کے لیے دو کپڑے
ہین یہ تبیین مین لکھا ہی - اور احتیاطاً خنثی کو وہی کفن دیا جائے جو عورت کو دیا جاتا ہی لیکن اُسکے کفن
مین ریشمی اور کسمی اور زعفرانی رنگ کے کپڑے سے اجتناب کرین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی کفن مرد کو
ایسے کپڑے کا دینا چاہیے جیسا کہ عیدین کے روز اپنی زندگی مین پہنکر نکلتا تھا اور عورت کو ایسا دینا چاہیے جیسے کپڑے
پہنکر وہ اپنے مان باپ کے گھر جایا کرتی تھی یہ زاہدی مین لکھا ہی اور برد اور کتان اور قصب اور عورتون
کے لیے حریر اور ریشمی اور کسم کے رنگ اور زعفران کے رنگ کا کفن دینا مضائقہ نہین مرد کے واسطے
یہ مکروہ ہی اور بہتر یہ ہی کہ کفن کے کپڑے سفید ہون یہ نہایہ مین لکھا ہی اور پورانا اور نیا کپڑا کفن مین برابر ہی
یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی مردون کو جس کپڑے کا زندگی مین پہننا جائز ہی اُسکا کفن دینا بھی جائز ہی اور زندگی
مین جسکا پہننا جائز نہین اُسکا کفن بھی جائز نہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اگر مال بہت ہو اور وارث کم ہون
تو کفن سنت دینا اولے ہی اور اگر اسکے برخلاف ہو تو کفن کفایت اولی ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر وارثون
مین کفن دینے مین اختلاف ہو بعضے کہین دو کپڑون کا کفن دیا جاوے اور بعضے کہین تین کپڑون کا تو تین
کپڑون کا کفن دینا چاہیے اسلیے کہ وہ سنت ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور کفن پہنانے کا قاعدہ یہ ہی

کہ مرد کے واسطے اول اوپر لپیٹنے کی چادر بچھائی جاوے پھر اسپر تہ بند بچھایا جاوے پھر اسپر مردہ
رکھا جاوے اور کفنی پہنائی جاوے اور خوشبو ملے اور داڑھی اور تمام بدن پر ملی جاوے یہ
محیط میں لکھا ہی سب خوشبوئین لگا دین مگر مرد کے زعفران اور ورس نہ لگا دین یہ ایضاح میں لکھا ہی
اور پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں اور دونوں قدموں پر کافور لگا دین پھر تہ بند
کو ایک طرف سے اسپر لپیٹین پھر داہنی جانب سے لپیٹین اور اوپر کی چادر بھی اسی طرح لپیٹین یہ محیط میں
لکھا ہی اور اگر کفن کھل جانے کا خوف ہو تو کسی چیز سے باندھ دین یہ محیط سرخسی میں لکھا ہی عورت کو کفن دینے کا
قاعدہ یہ ہی کہ اول اسکے واسطے اوپر کی چادر بچھا دین اور اسپر تہ بند بچھا دین جیسے کہ ہمنے مرد کے واسطے
بیان کیا پھر اسپر میت کو رکھین پھر کفنی پہنا دین اور اسکے بالوں کی دو زلفین کرکے سینہ پر کفنی کے اوپر
رکھدین اور اسکے اوپر اوڑھنی اوڑھا دین پھر تہ بند کو اور اوپر کی چادر کو لپیٹین جیسا ہمنے مرد کے واسطے
بیان کیا پھر کفنوں کے اوپر چھاتیوں پر سینہ بند باندھین یہ محیط میں لکھا ہی اور مردے کو پہنانے سے پہلے
کفن کو طاق مرتبہ خوشبو سے بسالین خواہ ایک مرتبہ یا تین مرتبہ خواہ پانچ مرتبہ اور اس سے زیادہ نہ کرین
یہ عینی شرح کنز میں لکھا ہی اور میت کو تین وقت خوشبو کی دھونی دین اول روح نکلنے کے وقت تاکہ بدبو دور ہوجاوے
اور نہلاتے اور کفن پہناتے وقت اور اسکے بعد خوشبو کی دھونی نہ دین یہ تبیین میں لکھا ہی اور محرم اور غیر محرم
اسمین برابر ہی کہ خوشبو لگا دے اور اسکا منہ اور سر ڈھکے اور باندی کو بھی اسی طرح خوشبو کی دھونی دیجاوے
جیسے آزاد عورت کو دیجاتی ہی یہ محیط میں لکھا ہی۔ اگر میت کے پاس مال ہو تو کفن اسکے مال میں سے دیا جاوے
اور کفن کو مقدار سنت تک قرض اور وصیت اور ارث پر مقدم کیا جاوے یہ حکم اس صورت میں ہی کہ جب
اسکے مال سے غیر کا حق متعلق نہو جیسے کہ رہن اور بیچی ہوئی چیز جسپر قبضہ نہ دیا ہو اور غلام جسنے کوئی جنایت
یعنی خطا کی ہو یہ تبیین میں لکھا ہی۔ اور جس شخص کے پاس کچھ مال نہو تو اسکا کفن اسپر واجب ہی جسپر اسکا نفقہ
واجب ہی مگر امام محمد رح کے قول کے بموجب شوہر پر کفن دینا واجب نہیں اور امام ابو یوسف رح کے
قول کے بموجب شوہر پر کفن دینا واجب ہی اگرچہ وہ مال بھی چھوڑے اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی
قاضی خان میں لکھا ہی اور اگر شوہر مرا اور کچھ مال نہ چھوڑا اور بی بی اسکی مالدار ہی تو اسپر کفن دینا بالاجماع
واجب نہیں یہ محیط میں لکھا ہی اور اگر کوئی ایسا شخص نہیں ہی جسپر اسکا نفقہ واجب ہو تو کفن اسکو بیت المال سے دیا جاوے
اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانوں پر اسکا کفن دینا واجب ہی اور اگر عاجز ہوں تو اور لوگوں سے سوال
کرین یہ زاہدی میں لکھا ہی اور عتابیہ میں ہی کہ اگر یہ بھی نہو تو اسکو نہلا کر گھاس میں لپیٹ کر دفن کردین اور
اسکی قبر پر نماز پڑھین یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہی اگر کوئی شخص کسی قوم کی مسجد میں جاوے اور کوئی شخص اسکے کفن کا اہتمام
کرکے درہم جمع کرے اور اسمین سے کچھ بچ رہے تو اگر وہ اس شخص کو پہچانتا ہو جسکے درہم بچ رہے تھے تو اسکو پھیر دے اور اگر نہ پہچانتا ہو
تو کسی دوسرے محتاج کے کفن میں صرف کردے اور یہ بھی نہ کرسکے تو فقیروں کو صدقہ کردے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہی
اور اگر کسی کو کفن دیکر دفن کیا اور اسکا کفن چوری گیا تو اگر وہ تازہ دفن ہوا ہی تو اسکے مال میں سے اسکو دوبارہ
کفن دین اور اگر مال تقسیم ہوگیا ہی تو وارثوں پر کفن دینا واجب ہی قرضخواہوں اور وصیت والوں پر کفن دینا

واجب نہین اور اگر قرض سے کچھ ترکہ نہ بچا تو اگر قرضخواہون نے ابھی قرضہ پر قبضہ نہین کیا ہو تو اول کفن دیا جاوے
اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو اُنسے کچھ نہ پھیرا جاوے اور اگر اسکا بدن بگڑ گیا ہو تو ایک کپڑے مین لپیٹ دینا کافی ہو
اور اگر اسکو کسی درندہ جانور نے کھا لیا ہو اور کفن باقی رہگیا تو ترکہ مین شامل ہو جاویگا اور اگر اُسکو کسی غیر شخص
یا اسکو کسی رشتہ دار نے اپنے مال سے کفن دیا تھا تو اُس کفن دینے والے کی طرف عود کریگا یہ معراج الدرایہ
مین لکھا ہو **چوتھی فصل جنازہ اُٹھانے کے بیان مین** سنت ہو کہ چار مرد جنازہ اُٹھاوین یہ شرح
نقایہ مین لکھا ہو جو شیخ ابو المکارم کی تصنیف ہو جسوقت پلنگ پر جنازہ اُٹھاوین تو اُسکے چارون پایون کو
پکڑین اسی طرح سنت وارد ہوئی ہو یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہو پھر جنازہ اُٹھانے مین دو چیزین ہین ایک اصل
سنت ایک کمال سنت اصل سنت یہ ہو کہ اُسکے چارون پایون کو باری باری پکڑے اسطور سے کہ
ہر جانب سے دس قدم چلے اور یہ سنت سب شخص ادا کرسکتے ہین اور کمال سنت یہ ہو کہ اُٹھانے والا اول
اُسکے سرہانے کے داہنے پایہ کو پکڑے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اور داہنے کاندھے پر اُسکو اُٹھا دے پھر پائنتی کے داہنے
پایہ کو داہنے کاندھے پر رکھے پھر سرہانے کے بائین پایہ کو بائین کاندھے پر رکھے پھر پائنتی کے بائین پایہ کو بائین کاندھے پر
رکھے اور یہ سنت صرف ایک شخص سے ادا ہوتی ہو یہ تبیین مین لکھا ہو اور پلنگ کو دو لکڑیون مین اسطرح اُٹھانا کہ اُسکو
دو شخص اُٹھاوین ایک سرہانے دوسرا پائنتی سے مکروہ ہو لیکن ضرورت ہو تو جائز ہو مثلاً جگہ تنگ ہو یا اس قسم کی کوئی اور
ضرورت ہو اور پلنگ کو ہاتھ مین پکڑے یا کاندھے پر رکھے تو کچھ مضائقہ نہین اور نصف کاندھے پر اور نصف گردن
کی جڑ پر رکھنا مکروہ ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو۔ اور اسبیجابی نے کہا ہو کہ دودھ پیتا بچہ یا وہ جسکا دودھ
چھوٹ گیا ہو یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا ہو تو اگر وہ مرجاوے تو اگر ایک شخص اُسکو ہاتھون پر اُٹھا لے تو
مضائقہ نہین اور باری باری سے لوگ اُسکو ہاتھون پر اُٹھاوین اور اگر سوار ہوکر اُسکو اپنے ہاتھون پر
اُٹھا وے تو بھی مضائقہ نہین اور اگر بڑا ہو تو اُسکو جنازہ پر رکھین یہ بحر الرائق مین لکھا ہو اور میت کو لیچلتے
وقت جلد جلد چلین مگر دوڑین نہین اور حد جلد چلنے کی یہ ہو کہ میت کو جنازہ پر حرکت نہو یہ تبیین مین لکھا ہو۔ اور
جو لوگ میت کے ساتھ ہون وہ اُسکے پیچھے چلین یہ افضل ہو اور آگے چلنا بھی جائز ہو مگر اُس سے دور ہو جاوین
اور سب کا آگے ہونا مکروہ ہو اور میت کے داہنے بائین نہ چلے یہ فتح القدیر مین لکھا ہو اور جنازہ کو لیچلین
تو سرہانا آگے کرین یہ مضمرات مین لکھا ہو۔ اگر جنازہ پڑوسی یا رشتہ دار کسی مشہور صالح شخص کا ہو تو اُسکے ساتھ
جانا نفل پڑھنے سے افضل ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو جنازہ کے ہمراہ سواری پر جانے مین کچھ مضائقہ
نہین پیادہ چلنا افضل ہو اور سوار ہوکر جنازہ سے آگے بڑھنا مکروہ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو
اور جنازہ کے ساتھ اور میت کے گھر مین نوحہ کرنا اور چیخنا اور گریبان پھاڑنا مکروہ ہو اور بغیر آواز بلند کیے
رونے مین کچھ مضائقہ نہین اور صبر افضل ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو اور جنازہ کے ساتھ انگیٹھی مین آگ
اور شمع نہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہو عورتون کو جنازہ کے ساتھ جانا نہین چاہیے اور اگر جنازہ کے ساتھ
نوحہ کرنے والی یا چیخنے والی عورت ہو تو اُسکو منع کرین اور اگر نہ مانے تو جنازہ کے ساتھ جانے مین
کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ جنازہ کے ساتھ جانا سنت ہو پس غیر کی بدعت کی وجہ سے اُسکو نہ چھوڑین اور

جنازہ کے واسطے کھڑا نہ ہو جاوے لیکن اُسوقت جب اُسکے ساتھ جانیکا ارادہ ہو یہ الغیاثیہ مین لکھا ہی اور اسیطرح
اگر عیدگاہ مین ہو اور جنازہ آوے تو بعضون نے کہا ہی کہ زمین پر جنازہ رکھدینے سے پہلے اُسکو دیکھکر کھڑے
ہو جاوین یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ جو لوگ جنازہ کے ساتھ جاتے ہین اُنکو خاموش رہنا چاہیے
اور ذکر اور قرات قرآن مین آواز بلند کرنا اُنکو مکروہ ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہے
تو دل مین ذکر کرے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور جب قبر کے پاس زمین پر جنازہ رکھدیا جاوے تو اُسوقت
بیٹھ جانے مین مضائقہ نہین اور جنازہ گردنون سے اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور منقول ہی
کہ جب تک اُسپر مٹی نہ ڈالین تب تک نہ بیٹھین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جب نماز کے واسطے جنازہ اتار دین تو
قبلہ کے عرض مین رکھین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی جنازہ اُٹھانے کی اجرت لینا جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان مین
لکھا ہی **پانچوین فصل میت پر نماز پڑھنے کے بیان مین** جنازہ کی نماز پڑھنا فرض کفایہ ہی اگر
بعض اُسکو ادا کرین ایک شخص ہو یا جماعت مرد ہو یا عورت تو باقی لوگون سے ساقط ہو جاویگا اور اگر
کسی نے نماز نہ پڑھی تو سب لوگ گنہگار ہونگے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ جنازہ کی نماز صرف امام کی نماز سے
ادا ہو جاتی ہی اسلیے کہ جنازہ کی نماز مین جماعت شرط نہین یہ نہایہ مین لکھا ہی شرط جنازہ کی نماز کی یہ ہی کہ میت
مسلمان ہو اور اگر نہلانا ممکن ہو تو اُسکو نہلا لیا ہو اور اگر نہلانا ممکن نہو مثلاً غسل سے پہلے اُسکو دفن کر دیا اور
بغیر قبر کھودے اُسکو نکالنا ممکن نہین تو ضرورت کی وجہ سے اُسکی قبر پر نماز پڑھنا جائز ہی اور اگر بغیر غسل
کے میت پر نماز پڑھی اور اسکو اسی طرح دفن کر دیا تو قبر پر دوبارہ نماز پڑھین کیونکہ پہلی نماز فاسد ہی یہ تبیین مین
لکھا ہی میت کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہین ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور جو مسلمان پیدا ہونے کے بعد مرا اُسپر نماز
پڑھین بچہ ہو یا بڑا ہو مرد ہو یا عورت ہو آزاد ہو یا غلام ہو مگر باغیون اور رہزنون پر اور اسطرح کے اور لوگون پر
نماز نہ پڑھین اگر کوئی بچہ پیدا ہوتے وقت مر گیا تو اگر نصف سے زیادہ خارج ہو گیا تھا تو اُسپر نماز پڑھین
اور جو نصف سے کم خارج ہوا تھا تو اُسپر نماز نہ پڑھین اور اگر نصف خارج ہوا تھا تو کتاب مین اُسکا حکم مذکور
نہین ہی اور نصف میت پر جو نماز پڑھنے کا حکم اول مذکور ہو چکا ہی اُسی پر اُسکا قیاس ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی
اور اگر دار الحرب مین کوئی لڑکا کسی مسلمان سپاہی کے قبضہ مین آجاوے اور وہین مر جاوے تو باعتبار
اُسکے قابض کے اُسپر نماز پڑھینگے یہ محیط مین لکھا ہی امام ابو یوسف رح نے کہا ہی کہ جو شخص کسی کا مال لیلے اور اُسکے
عوض مین قتل کیا جاوے تو اُسپر نماز نہ پڑھین یہ ایضاح مین لکھا ہی اور جو شخص اپنے مان باپ مین سے کسی کو
مار ڈالے تو اُسکی اہانت کے سبب اُسپر نماز نہ پڑھین یہ تبیین مین لکھا ہی اور جو شخص غلطی سے اپنے آپ کو مار ڈالے
مثلاً کسی دشمن کو تلوار سے مارنے کے لیے پکڑا اور غلطی سے وہ تلوار اُسی کے لگ گئی اور مر گیا تو اُسکو غسل دینگے
اور نماز پڑھینگے یہ حکم بلا خلاف ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر کوئی شخص عمداً اپنے آپ کو مار ڈالے تو امام ابو حنیفہ رح
کے نزدیک اُسپر نماز پڑھینگے یہی اصح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور جو شخص کسی حق مین ستایا جاوے یا اور طرح قتل کیا جاوے
جیسے قود اور رجم مین تو اُسکو غسل دینگے اور اُسپر نماز پڑھینگے اور اُسکے ساتھ وہی سب معاملہ کرینگے جو مسلمان
مُردون کے ساتھ کرتے ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور امام جسکو سولی دے اُسکے حق مین امام ابو حنیفہ رح سے

دو روایتین ہین ابو سلیمان نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ اُسپر نماز نہ پڑھین یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہے میت پر نماز پڑھانے مین اگر سلطان حاضر ہو تو اولی ہے اور اگر وہ حاضر نہو تو قاضی اولی ہے پھر
امام الحی پھر ولی یہی اکثر متون مین لکھا ہے اور حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ سب مین بڑا امام
یعنی خلیفہ جو حاضر ہو تو اولی ہے اور اگر وہ حاضر نہو تو امام شہر کا اولی ہے اور اگر وہ حاضر نہو تو قاضی اولی ہے اور اگر
وہ حاضر نہو تو صاحب شرط اولی ہے اور اگر وہ حاضر نہو تو امام حی اولی ہے اور اگر وہ حاضر نہو تو قرابت مین جو سب سے
زیادہ قریب ہے وہ اولی ہے اسی روایت کو اکثر مشایخ نے اختیار کیا ہے یہ کفایہ اور نہایہ اور معراج الدرایہ اور
عنایہ مین لکھا ہے۔ اولیا کی ترتیب موافق ترتیب عصبات کے ہے جو زیادہ قریب ہے وہ اولی ہے لیکن باپ کا حکم
اسکے خلاف ہے اسلیے کہ وہ بیٹے پر مقدم ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے کہا گیا ہے کہ یہ قول امام محمد رح کا ہے اور
امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیٹا اولی ہے اور صحیح یہ ہے کہ سب کا قول یہی ہے یہ تبیین مین
لکھا ہے اور یہی غیاثیہ اور فتح القدیر مین لکھا ہے۔ عورتون اور بچون کا میت کی نماز مین کوئی حق نہین ہے اور
اقرب کے واسطے اختیار ہے کہ کسی دوسرے رشتہ دار کو مقدم کردے اور اگر زیادہ قریب رشتہ دار کہین دور ہو
اور اُسکے آنے تک نماز فوت ہو جاویگی تو دور کا رشتہ دار اولی ہے اور اگر قریب کا رشتہ دار حاضر نہو مگر اپنے خط مین
کسی غیر کے مقدم کرنے کا حکم دے تو دوسرے رشتہ دار کو اختیار ہے کہ اُسکو منع کرے اور شہر مین جو مریض ہو وہ
مثل تندرست کے ہے اُسکو اختیار ہے جسکو چاہے مقدم کرے اور دوسرے رشتہ دار کو منع کرنے کا اختیار نہین اور اگر
دو ولی درجہ مین برابر ہون تو عمر مین جو بڑا ہے وہ اولی ہے اور ان دونون مین سے یہ کسی کو اختیار نہین کہ اپنے
شریک کے سوا اور کسی کو مقدم کرین مگر اُسکی اجازت سے غیر کو مقدم کرنا جائز ہے اور اگر ان دونون مین سے ہر ایک
نے جدا جدا شخص کو مقرر کیا تو بڑے نے جسکو مقدم کیا ہے وہ اولی ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے کبری مین ہے کہ
میت نے اگر وصیت کی ہو کہ فلان شخص میری نماز پڑھاوے تو وہ وصیت باطل ہے اسی پر فتوی ہے یہ مضمرات مین
لکھا ہے۔ کوئی غلام مرا اور اُسکے مالک اور باپ اور بیٹے مین نماز کی بابت جھگڑا ہوا اور اُسکے باپ اور بیٹے آزاد ہین
تو مالک اُسکی نماز پڑھانے مین اولی ہے یہ محیط مین لکھا ہے اسی پر فتوی ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور ہمارے نزدیک
شوہر کو ولایت نہین ہے اسلیے کہ موت سے تعلق قطع ہو جاتا ہے یہ جامع صغیر مین لکھا ہے جو قاضی خان کی تصنیف ہے اور
اگر عورت کا کوئی اور ولی نہو تو شوہر اولی ہے پھر ہمسایہ بہ نسبت اجنبی کے اولی ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اگر کوئی عورت
مری اور اُسکا شوہر ہے اور اسی شوہر سے بیٹا عاقل بالغ ہے تو ولایت بیٹے کے لیے ہے شوہر کے لیے نہین لیکن
بیٹے کے لیے یہ مکروہ ہے کہ اپنے باپ پر مقدم ہو اور چاہیے کہ اپنے باپ کو مقدم کرے اور اگر وہ بیٹا اُس شوہر سے
نہین ہے تو اُسکے مقدم ہونے مین مضائقہ نہین اسلیے کہ وہی ولی ہے اور ماں کے شوہر کی تعظیم اسپر واجب
نہین یہ بدائع مین لکھا ہے میت پر صرف ایکبار نماز پڑھی جاوے اسلیے کہ جنازہ کی نماز مین نفل مشروع نہین یہ
ایضاح مین لکھا ہے اور اگر سب مین بڑے امام یا سلطان یا والی یا قاضی یا امام حی نے نماز پڑھا دی تو ولی کو
اعادہ کا اختیار نہین اسلیے کہ وہ لوگ اُس سے اولی ہین اور اگر انکے سوا کسی اور نے نماز پڑھائی تو اُسکو
اعادہ کا اختیار ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر ولی نماز پڑھے تو اُسکے بعد کسی کو نماز پڑھنا جائز نہین ہے اور

اور سلطان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پڑھ سکتا ہے اسلیے کہ وہ اُسپر مقدم ہے اور اگر میت پر ولی
نے نماز پڑھی اور اُسی مرتبہ کے میت کے اور بھی ولی ہین تو اُنکو نماز کے اعادہ کا اختیار نہین جوہرۃ النیرہ
مین لکھا ہے۔ اگر ولی یا سلطان کے سوا کسی اور نے نماز پڑھائی تو ولی اگر چاہے تو اعادہ کر سکتا ہے
یہ ہدایہ مین لکھا ہے کسی شخص نے جنازہ کی نماز پڑھی اور ولی اُسکے پیچھے ہے اور اُسکی نماز پر وہ راضی نہین تو اگر
ولی نے اُسکی متابعت کرکے نماز پڑھ لی تو نماز جائز ہے اور ولی اعادہ نہین کر سکتا۔ اگر جنازہ کی نماز کا امام بے وضو
تھا تو نماز کا اعادہ کرین اور اگر امام با وضو تھا اور مقتدی بے وضو تھے تو امام کی نماز صحیح ہوگی اور نماز کا
اعادہ نہ کرین یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر مریض بیٹھ کر جنازہ کی نماز پڑھاوے اور وہ بے وضو ہو اور جماعت کے
لوگ اُسکے پیچھے کھڑے ہون تو جائز ہے۔ کوئی شخص سفر مین مرا پھر اُسکے رشتہ دار اُسکو وطن مین لےگئے پس اگر سلطان
یا قاضی کے حکم سے اُسکی نماز پڑھ چکے تھے تو اُسکا اعادہ نہ کرینگے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر مغرب
کی نماز کے وقت جنازہ حاضر ہو تو جنازہ کی نماز مغرب کی سنت پر مقدم کرینگے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ سوار ہوکر جنازہ کی
نماز پڑھنا جائز نہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ جو شرطین اور نمازون کی ہین جیسے حقیقی اور حکمی طہارت اور قبلہ کی طرف متوجہ
ہونا اور ستر عورت اور نیت یہ سب جنازہ کے نماز کی بھی شرطین ہین یہ بدائع مین لکھا ہے پس امام اور قوم کو چاہیے کہ
نیت کرین اور یون کہین کہ مین اللہ کی عبادت کے لیے اس فرض کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہون اور کعبہ کی طرف
متوجہ ہون اور اس امام کے پیچھے ہون اور اگر امام اپنے دل مین یہ نیت کرے کہ جنازہ کی نماز ادا کرتا ہے تو صحیح ہے
اور اگر مقتدی یون کہے کہ اس امام کا اقتدا کرتا ہون تو جائز ہے یہ مضمرات مین لکھا ہے اور جنازہ کی نماز کی شرطون
مین سے یہ ہے کہ میت حاضر ہو اور رکھی ہوئی ہو اور نماز پڑھنے والے کے سامنے ہو پس اگر میت غائب ہو یا کسی
جانور پر ہو یا نماز پڑھنے والے کے پیچھے رکھی ہو تو نماز صحیح نہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ جن چیزون سے اور نمازین
فاسد ہوتی ہین اُنسے جنازہ کی نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے مگر عورت کے برابر ہونے سے فاسد نہین ہوتی یہ زاہدی
مین لکھا ہے۔ جب سات آدمی جماعت مین ہون تو تین صفین کرلین ایک آگے بڑھے اور تین اُسکے پیچھے ہون اور دو اُنکے پیچھے ہون اور
ایک اُنکے پیچھے ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے امام کو چاہیے کہ میت عورت ہو یا مرد اُسکے سینہ کے مقابلہ مین کھڑا ہو میت
کی نمازمین امام کے کھڑے ہونے کی جگہ یہی بہتر ہے اور اگر اور جگہ کھڑا ہو تو جائز ہے اور جنازہ کی نماز مین
چار تکبیرین ہوتی ہین اگر ایک اُنمین سے چھوڑ دی تو جائز نہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اول شروع کی تکبیر کہے
پھر سبحانک اللہم آخر تک پڑھے پھر دوسری تکبیر کہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر تکبیر کہے اور
میت اور سب مسلمانون کے واسطے دعا پڑھے اور اُسکے واسطے کوئی دعا مقرر نہین ہے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللہم اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا
وانثانا اللہم من احییتہ منا فاحیہ علے الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان اور اگر میت بچہ ہو تو امام ابوحنیفہ رح
سے منقول ہے کہ یون پڑھے اللہم اجعلہ لنا فرطا اللہم اجعلہ لنا ذخرا اللہم اجعلہ لنا شافعا ومشفعا یہ اُسوقت ہے جب
ان دعاؤن کو اچھی طرح پڑھ سکے اور اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جونسی دعا چاہے پڑھے پھر چوتھی تکبیر کہے اور
دو سلام پھیرے چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے کوئی دعا نہین ہے یہ شرح جامع صغیر مین لکھا ہے جو قاضی خان

تصنیف ہی اور یہی ظاہر مذہب ہی یہ کافی مین لکھا ہی تکبیر کے سوا اور سب چیزین آہستہ پڑھے یہ تبیین مین
لکھا ہی اس نماز مین قرآن نہ پڑھے اور اگر الحمد کو دعا کی نیت سے پڑھے تو مضائقہ نہین اور قراءت کی نیت
سے پڑھے تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ محل دعا کا ہی قراءت کا نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی ظاہر روایت کے
بموجب پہلی تکبیر کے سوا ہاتھ نہ اُٹھا وے یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی اور امام اور قوم اس حکم مین برابر ہین یہ
کافی مین لکھا ہی اور دونون سلامون مین میت کی نیت نہ کرے بلکہ پہلے سلام مین اُس شخص کی نیت کرے جو اُسکے
داہنی طرف ہی اور دوسرے سلام مین اُس شخص کی نیت کرے جو اُسکے بائین طرف ہی یہ سراج الوہاج مین
لکھا ہی اور یہی فتاوی قاضی خان اور ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر امام پانچ تکبیرین کہے تو مقتدی متابعت نکرے
اور امام ابو حنیفہ رح سے یہ منقول ہی کہ وہ ٹھہرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی - اگر کوئی شخص آیا اور امام پہلی تکبیر کہہ چکا ہی اور یہ اُسوقت حاضر نہ تھا تو انتظار کرے جب امام دوسری
تکبیر کہے تو اُسکے ساتھ تکبیر کہکر نماز مین شریک ہو اور جب امام فارغ ہو تو مسبوق جنازہ کے اُٹھنے سے پہلے وہ تکبیر
کہہ لے جو اُس سے فوت ہو گئی ہی یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا ہی اور اسی طرح اگر امام دو یا تین
تکبیرین کہہ چکا ہی تب بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر کوئی شخص آیا اور امام چار تکبیرین کہہ چکا ہی اور
ابھی سلام نہین پھیرا ہی تو امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت یہ ہی کہ وہ امام کے ساتھ داخل نہو اور اصح یہ ہی
کہ داخل ہو اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی پھر جنازہ اُٹھنے سے پہلے برابر تین تکبیرین کہہ لے دعا
نہ پڑھے یہ خلاصہ اور فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر جنازہ ہاتھون پر اُٹھ گیا اور ابھی کاندھون پر نہین
رکھا گیا تو تکبیرین نہ کہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر امام کے ساتھ تھا اور غافل ہو گیا اور امام کے ساتھ تکبیر نہ کہی یا
نیت کر رہا تھا اور اس وجہ سے تکبیر مین تاخیر ہو گئی تو وہ تکبیر کہہ لے اور فقہا کے قول کے بموجب امام کی دوسری
تکبیر کا انتظار نہ کرے اسلیے کہ وہ نماز کے واسطے مستعد تھا پس بمنزلہ شریک نماز کے سمجھا جاویگا یہ شرح جامع صغیر
مین لکھا ہی جو قاضی خان کی تصنیف ہی اور اگر امام کے ساتھ پہلی تکبیر کہہ لی اور دوسری اور تیسری تکبیر نہ کہی تو وہ
دونون تکبیرین کہہ لے پھر امام کے ساتھ تکبیر کہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر امام نے تکبیر کہنے کے
بعد بھولکر سلام پھیر دیا تو چوتھی تکبیر کہکر سلام پھیرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر بہت سے جنازے جمع ہو جاوین
تو امام کو اختیار ہی کہ اگر چاہے ہر ایک کے واسطے جدا نماز پڑھے اور اگر چاہے ایک نماز مین سب کی نیت کرے
یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور ان جنازون کے رکھنے مین بھی اُسکو اختیار ہی اگر چاہے تو طول مین اُنکی ایک
صف بناوے اور جو افضل ہی اُسکے پاس کھڑا ہو کر نماز پڑھا دے اور اگر چاہے ایک کو بعد ایک کے قبلہ کی طرف
رکھے اور ترتیب اُن جنازون کی بہ نسبت امام کے اُسی طرح ہوگی جس طرح زندگی مین امام کے پیچھے نماز مین
اُنکی ترتیب ہوتی ہی پس افضل افضل ہوگا اور امام سے قریب مردون کے جنازہ ہونگے پھر لڑکون کے پھر خنثون
کے پھر عورتون کے پھر قریب بلوغ لڑکیون کے اور اگر سب مرد ہون تو حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے یہ روایت
کی ہی کہ جو افضل ہو اور عمر مین زیادہ ہو اُسکا جنازہ امام کے قریب ہوگا اور اگر غلام اور آزاد جمع ہون تو مشہور
یہ ہی کہ ہر حال مین آزاد کو مقدم کرین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اگر امام ایک جنازہ کی نماز کی تکبیر کہہ چکا پھر دوسرا

جنازہ آیا تو اُسی طرح نماز پڑھنا رہے اور دوسرے جنازہ پر از سر نو نماز پڑھے اور اگر جنازہ کے رکھنے کے بعد امام نے دوسری تکبیر کہی اور دونوں جنازوں پر نیت کی تو پہلے جنازہ کی تکبیر ہوگی دوسرے کی تکبیر ہوگی اور اگر دوسری تکبیر میں صرف دوسرے جنازہ کی نیت کی ہو تو وہ دوسرے جنازہ کی تکبیر ادا ہوگی اور پہلے جنازہ کی نماز سے نکل گیا پس جب فارغ ہو تو پہلے جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر امام کو جنازہ کی نماز میں حدث ہوا اور کسی غیر کو مقدم کر دیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر میت کو نماز سے پہلے دفن کر دیا تو تین دن تک اُسکی قبر پر نماز پڑھیں اور صحیح یہ ہے کہ تین دن کی مقدار واجب نہیں ہے بلکہ جب تک سمجھے کہ مردے کا جسم ابھی نہیں پھٹا تب تک اُسپر نماز پڑھے یہ شرح منیہ میں لکھا ہے اور جنازہ پر نماز عیدگاہ میں اور مکانوں میں اور گھروں میں برابر ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جنازہ کی نماز ایسی مسجد میں جسمیں جماعت ہوتی ہو مکروہ ہے خواہ میت اور قوم مسجد میں ہو خواہ میت مسجد سے خارج ہو اور قوم مسجد میں ہو یا امام مع بعض قوم کے مسجد سے خارج ہو اور باقی قوم مسجد میں ہو یا میت مسجد میں ہو اور امام اور قوم خارج مسجد ہو یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور بارش وغیرہ کے عذر سے مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔ راستہ میں اور غیر لوگوں کی زمین میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے لیکن جو مسجد کہ جنازہ کی نماز کے واسطے بنائی جاوے اُسمیں نماز پڑھنا مکروہ نہیں یہ تبیین میں لکھا ہے اور چاہیے کہ جب تک جنازہ پہ نماز نہ پڑھ لیں تب تک نہ لوٹیں اور بعد نماز پڑھنے کے دفن سے پہلے بغیر اذن اہل جنازہ کے نہ لوٹیں اور بعد دفن کے بغیر اذن لوٹنے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے

چھٹی فصل قبر اور دفن اور میت کے ایک مکان سے دوسرے مکان میں لے جانے کے بیان میں

میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور سنت لحد ہے نہ شق یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور لحد اُسکو کہتے ہیں کہ قبر پوری کھودی جاوے پھر اُسکے اندر قبلہ کی طرف گڑھا کھودا جاوے اور اُسمیں مردہ رکھدیا جاوے یہ محیط میں لکھا ہے اور وہ مثل ایک سقف کے بنا دیا جاوے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر زمین نرم ہو تو شق میں مضائقہ نہیں یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور شق اُسکو کہتے ہیں کہ مثل نہر کے ایک گڑھا وسط قبر میں کھودا جاوے اور اُسکے دونوں طرف کچی اینٹیں یا اور کچھ لگا دیں اور اُسمیں میت رکھی جاوے اور چھت بنا دیجاوے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اور چاہیے کہ قبر کی گہرائی میانہ قد والے آدمی کے سینہ تک ہو اور جسقدر زیادہ ہو وہ افضل ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ طول قبر کا موافق طول آدمی کے قد کے چاہیے اور عرض اُسکا بقدر نصف قد کے چاہیے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل سے روایت ہے کہ ہمارے شہروں میں زمین کی نرمی کی وجہ سے صندوق میں میت کو رکھنا جائز ہے اور اگر لوہے کا صندوق ہو تو بھی کچھ مضائقہ نہیں لیکن اُسکے اندر مٹی بچھا دیں اور اوپر کی جانب جو میت سے ملی ہوئی ہے اُسپر بھی مٹی لگا دیں اور کچی اینٹیں میت کے داہنی اور بائیں طرف رکھدیں تاکہ بمنزلہ لحد کے ہو جاویں کچی اینٹیں لحد میں لگانا اگر میت سے متصل ہوں تو مکروہ ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے پانی کے بہاؤ کے مکانوں میں دفن کرنا مکروہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے جو آدمی قبر کے اندر داخل ہوں طاق ہوں یا جفت ہوں برابر ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور مستحب یہ ہے کہ وہ

لوگ قوی اور امین اور صالح ہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی عورت کو قبر مین داخل کرنے کے لیے رشتہ دار محرم اوروں سے اولی ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اسی طرح رشتہ دار غیر محرم اجنبی سے اولی ہی اور اگر وہ بھی نہو تو اگر اجنبی لوگ اسکو قبر مین رکھین تو مضائقہ نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ کوئی عورت قبر مین داخل نہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی میت قبلہ کی طرف سے قبر مین آتاری جاوے اور یہ اسطرح ہوگا کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی طرف رکھا جاوے اور اس میت کو اُٹھا کر لحد مین رکھدین تو اُسکو لیے والے لیتے وقت قبلہ رو رہینگے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی قبر مین رکھنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہے یہ متون مین لکھا ہی قبر مین داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹایا جاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور کفن کی گرہ کھولدیجاوین اور اُسپر کچی اینٹین اور بانس بچھاتے جاوین پکی اینٹین اور لکڑی نہ بچھائی جاوین۔ عورت کو قبر پر پردہ کیا جاوے مرد کی قبر پر نہ کیا جاوے اور اُسپر مٹی ڈالدیجاوے یہ متون مین لکھا ہی اور اسمین مضائقہ نہین کہ مٹی ہاتھون سے ڈالین یا اوزارون سے ڈالین یا اور جسطرح ممکن ہو یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی جو مٹی قبر سے نکلی ہی اوس سے اور زیادہ بڑھانا مکروہ ہی یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی جو لوگ میت کے دفن مین حاضر ہین اُنکے واسطے مستحب ہی کہ وہ سب اپنے دونون ہاتھون سے تین تین لپ مٹی قبر مین ڈالین اور میت کے سر کی طرف سے ڈالین اور پہلی مرتبہ مین منہا خلقناکم پڑھین اور دوسری مرتبہ مین وفیہا نعیدکم اور تیسری مرتبہ مین ومنہا نخرجکم تارۃ اُخری پڑھین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی رات کو دفن کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن یہ کام دن مین آسانی سے ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور قبر کوہان شتر کی صورت ایک بالشت اونچی بنائی جاوے اور چورس نہ کیجاوے اور نہ گچ کیجاوے اور اُسپر پانی چھڑکنے مین مضائقہ نہین اور قبر پر کوئی عمارت بنانا اور بیٹھنا اور سونا اور اُسکو پھلانگنا اور اُسپر بول وبراز کرنا یا معلوم ہونے کی کوئی علامت مثل کتابت وغیرہ کے بنانا مکروہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور جب قبر خراب ہو جائے تو اُسوقت اُسکو مٹی سے لیپ دینے مین مضائقہ نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور یہی اصح ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اگر کوئی شخص اپنے لیے قبر کھود رکھے تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ اجر دیا جاویگا یہ تاتارخانیہ مین ہی کسی شخص نے قبر کھودی تھی اور لوگون نے اسمین دوسری میت کے دفن کرنے کا ارادہ کیا تو اگر قبرستان وسیع ہی تو مکروہ ہی اور اگر قبرستان تنگ ہی تو جائز ہی لیکن جو پہلے شخص نے خرچ کیا ہی وہ دینا پڑیگا یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ صالحین کے قبرستانون مین دفن کرنا افضل ہی اور مستحب ہی کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کے پاس اسقدر بیٹھین جتنی دیر مین ایک اونٹ کو ذبح کر کے اُسکا گوشت تقسیم کرین اور قرآن پڑھتے رہین اور میت کے واسطے دعا کرتے رہین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی قبرون کے پاس قرآن کا پڑھنا امام محمدرح کے نزدیک مکروہ نہین ہی ہمارے مشایخ نے اسی کو اختیار کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ میت کو اُس سے نفع ہوتا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی قبر پر مسجد وغیرہ بنانا مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی جو فعل کہ سنت سے ثابت نہین ہوا ہی اُسکو قبر کے پاس کرنا مکروہ ہی اور سنت سے قبر کی زیارت اور اُسکے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کے سوا اور کچھ ثابت نہین ہوا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ دو یا تین شخص ایک قبر مین دفن نہ کیے جاوین لیکن حاجت کے وقت جائز ہی تو ایسی حالت مین مرد کو قبلہ کی طرف رکھین اُسکے پیچھے لڑکے کو اُسکے پیچھے خنثی کو اُسکے پیچھے عورت کو اور ہر دو کے بیچ مین کچھ مٹی کی آڑ کر دین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دونون مرد ہون تو لحد مین افضل کو مقدم

کرین یہ محیط مین لکھا ہی یہ حکم اُس صورت مین ہی جب دونون عورتین ہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور جب میت
گل کر مٹی ہوجاوے تو اُس قبر مین اور شخص کو دفن کرنا یا اُسپر کھیتی کرنا یا عمارت بنانا جائز ہی یہ تبیین مین لکھا ہی
اور قتیل اور میت کے لیے مستحب یہ ہی کہ جس جگہہ مرا ہی اُسی جگہہ والون کے قبرستان مین دفن کرین اگر دفن سے
پہلے ایک میل یا دو میل اُسے لیجاوین تو مضائقہ نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے وطن کے
سوا دوسرے شہر مین مرے تو وہین اُسکو چھوڑ دینا مستحب ہی اور اگر دوسرے شہر کو لیجاوین تو کچھ مضائقہ نہین دفن
کے بعد مردے کو قبر سے نکالنا نہ چاہیے لیکن اُس صورت مین کہ زمین غصب کی ہو یا اور کوئی بطور شفعہ کے اُسکو
لیلے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر غیر کی زمین مین بغیر اجازت مالک کی کسی میت کو دفن کردین تو مالک
کو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو میت کے نکالنے کا حکم کرے اور اگر چاہے تو زمین کو برابر کرکے اُسپر کھیتی کرے یہ تجنیس
مین لکھا ہی اگر میت کو قبلہ کی طرف کو نہین لٹایا یا بائین طرف لٹایا یا جسطرف اُسکے پانون ہوتے اُدھر سر کر دیا
اور مٹی ڈال چکے تو اب اُس قبر کو نہ کھودین اور اگر ابھی صرف کچی اینٹین بچھائی ہین مٹی نہین ڈالی ہی تو ان اینٹون
کو نکالکر سنت کے بموجب میت کو لٹادین یہ تبیین مین لکھا ہی اگر قبر کے اندر کچھ مال رہگیا اور مٹی ڈالنے کے بعد
معلوم ہوا تو قبر کو کھودینگے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی فقہانے کہا ہی کہ اگر مال ایک درہم کا ہو تو بھی یہی حکم ہی
یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ قبرستان سے لکڑی اور گھاس کاٹنا مکروہ ہی اگر خشک ہو تو مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی ہمارے نزدیک قبرستان مین جوتیان پہنکر چلنا مکروہ نہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اسی کے
میل مین ہین یہ مسئلے صاحب مصیبت کے لیے تعزیت کرنا مستحب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور حسن بن زیاد نے
روایت کی ہی کہ جب اہل میت کو ایکبار تعزیت کر دی تو دوبارہ اُسکی تعزیت کرنا نہین چاہیے یہ مضمرات مین لکھا ہی
تعزیت کا وقت موت کے وقت سے تین دن تک ہی اور اُسکے بعد مکروہ ہی لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا جس
شخص کو تعزیت کرتے ہین غائب ہو تو کچھ مضائقہ نہین دفن کے پہلے تعزیت کرنے سے دفن کے بعد تعزیت
کرنا اولی ہی یہ حکم اُسوقت ہی جب اہل مصیبت اُس صدمہ سے بیقرار نہون اور اگر ایسی حالت ہو تو دفن سے
پہلے تعزیت کرین اور مستحب یہ ہی کہ میت کے سب اقارب کو تعزیت کرے بڑے ہون یا چھوٹے مرد ہون یا عورت
لیکن اگر عورت جوان ہو تو صرف محرم لوگ اُسکی تعزیت کرین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور مستحب ہی کہ جسکو
تعزیت کرے اُس سے یون کہے غفر اللہ تعالی لمیتک وتجاوز عنہ وتغمدہ برحمتہ ورزقک الصبر علی مصیبتہ
واجرک علی موتہ یہ مضمرات مین لکھا ہی نقل کیا ہی اور سب سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت ہی
اور وہ یہ ہی کہ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ باجل مسمی اور اگر کافر کی تعزیت مسلمان کو دیوے تو
یون کہے اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک اور اگر مسلمان کی تعزیت کافر کو دے تو یون کہے احسن اللہ عزاءک و
غفر لمیتک اور یہ سنیے کہ اعظم اللہ اجرک اور اگر کافر کی تعزیت کافر کو دے تو یون کہے اخلف اللہ علیک و
لا نقص عددک یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور مضائقہ نہین ہی کہ اہل مصیبت کسی گھر مین یا مسجد مین تین دن
بیٹھے رہین اور لوگ اُنکے پاس تعزیت کو آتے رہین اور گھر کے دروازہ پر بیٹھنا مکروہ ہی عجم کے شہرون مین جو فرش
بچھاتے ہین اور راستون مین کھڑے رہتے ہین وہ بہت بری بات ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور خزانۃ الفتاوی

مین ہی کہ مصیبت مین تین روز تک بیٹھنا رخصت ہی اور چھوڑنا اُسکا احسن ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور بلند
آواز سے نوحہ کرنا جائز نہین اور رقت قلب کے ساتھ رونے مین مضایقہ نہین اور مردون کے واسطے تعزیت
کی وجہ سے سیاہ لباس پہننا اور کپڑے پھاڑنا مکروہ ہی عورتون کو سیاہ کپڑے پہننے مین مضایقہ نہین لیکن رخسارون
اور ہاتھون کو سیاہ کرنا اور گریبان پھاڑنا اور مُنھ نوچنا اور بال اکھاڑنا اور سر پر خاک ڈالنا اور رانین
اور سینہ پیٹنا اور قبرون پر آگ جلانا جاہلیت کی رسمون مین سے ہی اور باطل اور فسق ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اہل میت
کے واسطے کھانا تیار کرنے مین مضایقہ نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور اہل میت کو تیسرے دن ضیافت کرنا جائز نہین
یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی **ساتوین فصل شہید کے بیان مین** شرع مین شہید اُسکو کہتے ہین جسکو اہل حرب یا
باغی یا راہزن قتل کرین یا معرکہ مین زخمی مردہ ملے یا اُسکی آنکھ یا کان یا حلق سے خون جاری ہو یا اُسمین جلانے کا
اثر ہو یا دشمنون نے گھوڑون پر سوار ہو کر یا گھوڑون کو ہانک کر اُسے ٹاپون سے روندا ہو یا اُسکو زخمی
کیا ہو یا جانور کے ہاتھ یا پانون نے اُسکو کوٹا ہو یا اُسکے گھوڑے کو مار کر یا للکار کر بھگا یا ہو جسسے اور
اس وجہ سے وہ قتل ہو گیا ہو یا نیزہ مار کر اُسے پانی یا آگ مین ڈالدیا ہو یا دیوار پر سے گرا دیا ہو یا اُسپر
دیوار گرا دی ہو یا مسلمانون کے لشکر پر آگ پھینکی ہو یا ہوا اُس آگ کو مسلمانون کے لشکر کی طرف اُڑا لائی ہو
یا دشمنون نے کسی لکڑی مین آگ لگا دی ہو اور اُسکا ایک سرا مسلمانون کی طرف ہو یا مسلمانون کے لشکر
کی طرف پانی بہایا اور کوئی جل گیا یا کوئی مسلمان ڈوب گیا یا کسی مسلمان نے اُسکو بطور ظلم کے قتل کیا اور اُسکی
دیت واجب نہوئی یہ کافی مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر اُسکو ذمیون نے یا مستامنون نے قتل کیا تو بھی
یہی حکم ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر صلح کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ باپ نے بیٹے کو قتل کیا ہی
دیت واجب ہو تو شہادت ساقط نہو گی اسواسطے کہ واجب قصاص تھا لیکن وہ صلح یا شبہ کیوجہ سے
ساقط ہو گیا یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی اور اگر کوئی شخص اپنی جان یا مال یا مسلمانون یا ذمیون کے بچانے
مین قتل ہو خواہ کسی آلہ سے قتل ہو یا لوہے یا پتھر یا لکڑی سے وہ شہید ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر مسلمان
کشتی مین ہون اور دشمن نے اُنپر آگ پھینکی اور وہ جل گئی یا وہ آگ دوسری کشتی مین پہونچی اور اُس
کشتی مین بھی مسلمان تھے وہ بھی جل گئے تو کل شہید ہونگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ شہید کا حکم یہ ہی کہ اُسکو غسل نہین
اور اُسپر نماز پڑھین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اسی خون اور کپڑون مین دفن کر دیا جائے یہ کافی مین لکھا ہی اور
اگر شہید کے کپڑون مین نجاست لگی ہو تو اُسکو دھو لین یہ عتابیہ مین لکھا ہی اور جو چیزین کہ جنس کفن سے نہین ہین اُسکے
بدن سے نکال لی جاوین جیسے ہتھیار اور پوستین اور زرہ اور روئی دار کپڑے اور موزے اور ٹوپی اور پائجامہ
امام محمد رح نے سیر کے سوا اور کسی کتاب مین پائجامہ کا ذکر نہین کیا اور شیخ ابو جعفر ہندوانی کا یہ قول ہی کہ بہتر یہ ہی کہ پائجامہ
نہ نکالا جاوے اور بہت سے مشایخ نے اسی قول سے موافقت کی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کپڑے کم ہون تو بڑھا کر
کفن پورا کر دیا جاوے اور اگر کفن سنت سے زیادہ ہون تو کم کر دیے جاوین یہ کافی مین لکھا ہی اور شہید کے
خوشبو اُسی طرح لگائی جاوے جیسے اور مردہ کو لگائی جاتی ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر وہ جنب ہو یا لڑکا
ہو یا مجنون ہو تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُسکو غسل بھی دین یہ تبیین مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر حیض یا نفاس

والی عورت قتل ہو اور وہ ظاہر ہو چکی ہو اور خون بند ہو چکا ہو تو بھی غسل دین اور اگر خون بند نہوا ہو تو بھی جو کچھ
نظر آتا ہی اگر وہ حیض ہونے کے قابل ہی تو اصح یہ ہی کہ غسل دین یہ کافی مین لکھا ہی لیکن اگر ایک یا دو دن
خون دیکھا تھا پھر قتل ہو گئی تو بالاجماع غسل نہ دین یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور مرتث کو یعنے جو شخص کہ کچھ
زندہ رہنے کی وجہ سے شہادت کے حکم سے جدا ہو گیا غسل دین مثلاً کچھ کھایا یا پیا یا سویا یا دوا کی یا معرکہ سے اُسکو زندہ
اُٹھا لائے لیکن اگر مقتل سے اسواسطے اُٹھا لائے کہ اُسکو گھوڑے نہ روندین تو یہ حکم نہین ہی اور اگر کسی سائبان
یا خیمہ مین جگہ لی یا اتنی دیر تک زندہ رہا کہ ایک نماز کا وقت گذر گیا اور اُسکے ہوش درست تھے تو وہ مرتث ہی
یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور یہی حکم اُس صورت مین ہی کہ وہ کچھ خرید و فروخت کرے یا بہت سی باتین کرین اور
یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب یہ امور لڑائی کے تمام ہونے کے بعد پائے جاوین اور اگر لڑائی کے تمام ہونے سے پہلے
یہ باتین پائی جاوین تو مرتث نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر اُسنے کسی دنیاوی امر کی وصیت کی یا شہر مین
قتل ہوا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ لوہے سے بطور ظلم کے قتل ہوا ہی تو اُسکو غسل دین یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی
اور اسی طرح اگر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا یا اپنی جگہ بدلی تو بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر کسی مشرک
کا جانور چھوٹا اور اُسپر کوئی سوار نہین ہی اور اُسنے کسی مسلمان کو روند ڈالا یا مسلمان نے مشرکون
کی طرف تیر پھینکا اور وہ کسی مسلمان کے لگ گیا یا مسلمان کا گھوڑا مشرک کے گھوڑے کی وجہ سے بھاگا
اور مسلمان کو گرادیا یا مسلمان بھاگے اور کفار نے اُنکو آگ یا خندق کی طرف جانے پر مجبور کر دیا یا مسلمانون
نے اپنے گرد کانٹے بچھائے تھے اور اُسپر چلنے سے مر گئے تو ان سب صورتون مین غسل دیا جاویگا امام ابو یوسف رح
کا اسمین خلاف ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر مسلمان کے گھوڑے نے لڑائی کے وقت کود کر مسلمان کو
گرادیا اور قتل کر دیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک غسل دیا جاویگا اور اگر مسلمانون کے جانور ونے مشرکین
کے جھنڈے دیکھے اور اسوجہ سے کوئی جانور بھاگا اور مشرکین نے اُسکو نہین بھگایا تھا اور اپنے سوار کو
گرادیا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک غسل دیا جاویگا اور اسی طرح اگر مشرکین کسی شہر مین
محصور ہوگئے اور مسلمان اس شہر کی شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور کسی کا پانون پھسل گیا اور گر کر مر گیا
تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک غسل دیا جاویگا اور اسی طرح اگر مسلمان بھاگے اور کسی
مسلمان کے جانور نے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور اُسکا مالک اُسپر سوار تھا یا پیچھے ہانکتا تھا یا آگے سے کھینچتا تھا
تو غسل دینگے اور اسی طرح اگر مسلمانون نے کسی دیوار مین سوراخ کیا اور اس وجہ سے وہ دیوار اُنپر گر پڑی تو
بھی غسل دینگے الا قول ابو یوسف رح یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی حکم ہی اس صورت مین کہ دشمن پر حملہ کیا اور اپنے گھوڑے سے گر گیا
یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر دونون فریق کا سامنا ہوا تھا اور لڑائی نہوئی تھی تو اگر کوئی مردہ ملیگا تو اُسکو غسل
دینگے لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ وہ لوہے سے بطور ظلم مارا گیا ہی تو غسل نہ دینگے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر
معرکہ مین کوئی مرا ہوا ملا اور اُسپر کوئی قتل کی نشانی نہ تھی مثلاً زخم یا گلا گھوٹنے یا ضرب یا خون نکلنے کا نشان
نہ تھا تو وہ شہید نہوگا اور اسی طرح اگر خون ایسی طرف سے نکلا کہ بدون کسی اندرونی آفت کے جاری ہوئے اُس طرف سے
نکلتا ہی جیسے ناک اور ذکر اور دبر یا سر کی طرف سے خون اُتر کر منھ سے بہا تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین لکھا ہی

اور اصل اسمین یہ ہی کہ جو شخص اہل حرب یا باغیون یا رہزنون کی لڑائی مین اسطرح مقتول ہوا کہ دشمن نے اسکو قتل کیا یا سبب اسکے قتل کا فعل دشمن ہو تو وہ شہید ہوگا اور جو شخص اسطرح مقتول ہوا کہ اسکے قتل کی دشمن کی طرف نسبت نہین ہی تو وہ شہید نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی

بائیسوان باب سجدون مین

یہ مسئلے ایسے ہین جو کلیہ قاعدون کے بموجب مقرر ہوئے ہین منجملہ اُنکے یہ ہی کہ سجدہ اگر اپنے محل مین ادا ہو تو بغیر نیت کے ادا ہوجاتا ہی اور جب اپنے محل سے فوت ہو جاوے تو بغیر نیت کے صحیح نہین ہوتا اور سجدہ پر اپنے محل سے فوت ہوجانے کا حکم اسوقت ہوتا ہی جب اُس سجدہ مین اور اُسکے محل مین ایک پوری رکعت کا فصل ہو جاوے اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ اگر یہ شک ہو کہ رکعت چھوٹی ہی یا سجدہ چھوٹا ہی تو دونون کو ادا کرے تاکہ جو کچھ چھوٹا ہی بالیقین ادا ہو جاوے اور سجدہ کو رکعت پر مقدم کرے اور اگر رکعت کو سجدہ پر مقدم کیا تو نماز فاسد ہوجاویگی اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ اگر کسی چیز مین شک ہو کہ وہ واجب ہی یا بدعت تو احتیاطًا اسکو ادا کرے اور اگر یہ شک ہو کہ وہ سنت ہی یا بدعت تو چھوڑ دے اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ اس بات پر غور کرے کہ جسقدر سجدے چھوٹے ہین اور جسقدر ادا ہوئے ہین اُنمین کم کونسے ہین اور انھین سے اعتبار کرے اسواسطے کہ کم سے اعتبار کرنے مین آسانی ہوتی ہی یہ محیط سرخسی اور ظہیریہ مین لکھا ہی کسی شخص نے فجر کی نماز پڑھی اور آخر نماز مین سلام سے پہلے یا سلام کے بعد یاد آیا کہ اُس سے ایک سجدہ چھوٹ گیا ہی تو اُسپر واجب ہی کہ اُس سجدہ کو کرے پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور سہو کا سجدہ کرے پس اگر معلوم ہو کہ پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹا تھا اور غالب گمان یہی ہو تو قضا کی نیت کرے اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ پہلی یا دوسری رکعت کا ہی اور غالب گمان سے کسی طرف کو ترجیح نہین دے سکتا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر معلوم ہو کہ دوسری رکعت کا سجدہ ہی تو قضا کی نیت نکرے اور اگر یہ یاد آیا کہ اُس سے دو سجدے چھوٹے ہین تو اگر یہ جانتا ہی کہ وہ دو سجدے دو رکعتون مین چھوٹے ہین یا اخیر کی رکعت سے چھوٹے ہین تو واجب ہی اُن سجدے کرے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے پھر سہو کا سجدہ کرے اور اگر یہ جانتا ہی کہ دونون سجدے پہلی رکعت سے چھوٹے ہین تو اُسپر واجب ہی کہ ایک رکعت پڑھے اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کسطرح چھوٹے ہین تو دو سجدے کرے اور پہلی رکعت کے دو سجدے قضا کرنے کی نیت کرے پھر ایک رکعت پڑھے اور جو شخص دوسرے رکوع مین ملا تو اُسکو یہ رکعت نہ ملی اسواسطے کہ دونون سجدے پہلی رکعت سے ملنے والے ہین یہ حکم ایک روایت کے بموجب ہی اور ایک روایت یہ ہی کہ دونون سجدہ دوسرے رکوع سے ملتے ہین پس اس روایت کے بموجب اسکو رکعت ملجاویگی اور اگر یہ معلوم نہین ہی کہ دونون رکعتون مین سے کونسی رکعت کے سجدے چھوٹے ہین تو اول دو سجدے کرے اور تشہد پڑھے اور سلام نہ پھیرے پھر کھڑا ہو اور ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور سہو کا سجدہ کرے اور اگر یاد آوے کہ اُس سے تین سجدے چھوٹے ہین تو ایک سجدہ کرے اور ایک رکعت پڑھے پھر تشہد پڑھے اور قضا کی نیت سجدہ مین نہ کرے اور اگر یہ یاد آوے کہ اُس سے چار سجدے چھوٹے ہین تو دو سجدے کرے اور وہ ایک روایت کے بموجب پہلے رکوع سے ملینگے اور دوسری روایت کے بموجب دوسرے رکوع سے ملینگے اور ایک رکعت اور پڑھے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر مغرب کی نماز پڑھی اور ایک سجدہ چھوٹ گیا تو وہ سجدہ کرے اور اپنے اوپر بھ

واجب ہے اُسکی نیت کرے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے اگر مغرب کی نماز سے دو سجدے چھوٹے اور
یہ نہیں معلوم کہ دونوں رکعتوں سے چھوٹے ہیں یا ایک رکعت سے چھوٹے ہیں تو اپنی رائے لگاوے اور اگر کسی طرف اُسکی
رائے نہ لگے تو احتیاط پر عمل کرے اور دو سجدے کرے اور ان دونوں میں اپنے اوپر جو واجب ہے اسکی نیت کرے یا قضا کی
نیت کرے اور انکے بعد تشہد پڑھے پھر ایک رکعت اور پڑھے پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے پھر سہو کے دو سجدے کرے
پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے اور اگر تین سجدے چھوٹے ہیں تو بھی اُسی طرح جیسے ہم بیان کر چکے ہیں اپنی رائے
لگا دے اور اگر کسی طرف اُسکی رائے نہ لگے تو تین سجدے کرے اور اسکے بعد تھوڑی دیر بیٹھے یہ بیٹھنا واجب ہے اگر نہ بیٹھے
تو نماز فاسد ہو جاویگی پھر کھڑا ہووے اور ایک رکعت پڑھے پھر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور سلام کے بعد
سہو کے دو سجدے کرے اور اگر چار سجدے چھوٹے اور یہ معلوم نہیں کہ کسطرح چھوٹے ہیں دو رکعتوں سے چھوٹے ہیں یا
تین سے تو دو سجدے کرے اور اسکے بعد تھوڑی دیر بیٹھے یہ بیٹھنا واجب ہے پھر کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھے اور
تشہد پڑھے پھر دوسری رکعت پڑھے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے اور اگر پانچ سجدے
چھوٹے پس ایک سجدہ جو ادا ہوا ہے اُسکے ساتھ ایک سجدہ اور ملا دے تو رکعت پوری ہو جاویگی پھر ایک رکعت پڑھے
اور تشہد پڑھے پھر تیسری رکعت پڑھے اور تشہد پڑھے پھر سہو کے دو سجدے کرے شیخ الاسلام معروف بہ خواہرزادہ نے کہا ہے
کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اس سجدہ میں یہ نیت کر لی کہ یہ ایک سجدہ اُسی رکعت کا ہے جسمیں سجدہ کرتا ہوں تاکہ اُس رکوع سے
نہ ملجاوے جو اُس رکعت کے بعد ادا کریگا لیکن اگر مطلقاً سجدہ کر لیا اور نیت نہ کی تو نماز فاسد ہو جاویگی اور چار رکعتوں
کی نماز کا وہی حکم ہے جو ایک یا دو یا تین سجدے چھوڑنے کی صورت میں دو یا تین رکعت والی نماز کا حکم
ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر چار سجدے چھوڑے اور نہیں معلوم کہ کسطرح چھوڑے تو چار سجدے
کرے اور تھوڑی دیر بیٹھے یہ بیٹھنا واجب ہے اگر نہ بیٹھیگا تو نماز فاسد ہو جاویگی پھر ایک رکعت پڑھے
اور قعدہ کرے اور تشہد پڑھے پھر کھڑا ہو اور دوسری رکعت پڑھے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے اور
سہو کے دو سجدے کرے اور اگر پانچ سجدے چھوڑے تو تین سجدے کرے اور اسکے بعد نہ بیٹھے اور پھر
دو رکعتیں پڑھے اور احتیاطاً ان دونوں کے درمیان میں قعدہ کرے اور اگر چھ سجدے چھوڑے تو
دو سجدے کرے پھر قعدہ نہ کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر قعدہ کرے پھر ایک رکعت پڑھے اور اگر سات سجدے
چھوڑے تو ایک سجدہ کرے اور تین رکعتیں پڑھے فقہا نے کہا ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اُس ایک سجدہ
میں اُسی رکعت کی نیت ہو جسمیں وہ سجدہ کیا ہے اور اگر بغیر نیت کے بھول کر وہ سجدہ کر لیا ہے پھر یاد آیا تو دو
سجدے کرے اور اُن میں سے ایک میں اپنے اوپر سجدہ واجب کی نیت کرے تاکہ ایک سجدہ پہلی رکعت سے
ملجاوے اور دوسرا دوسری رکعت سے پس دونوں رکعتیں ادا ہو جاوینگی پھر جب تین رکعتیں پڑھ لے
تو تین میں سے دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرے پھر چوتھی رکعت پڑھ لے تو اُسکی نماز جائز ہو جاویگی اور اگر
آٹھ سجدے چھوڑے تو دو سجدے کرے اور تین رکعتیں پڑھے اور اگر فجر کی نماز میں تین رکعتیں پڑھ لیں اور
دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا یا قعدہ کیا اور ایک سجدہ چھوڑ دیا اور یہ نہیں معلوم کہ کیونکر چھوڑا ہے
تو نماز اُسکی فاسد ہو جاویگی اور اگر دو سجدے چھوڑے تو اُسمیں دو قول ہیں اور اصح یہ ہے کہ نماز

فاسد ہو جاویگی اور اگر تین سجدے چھوڑے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر چار سجدے چھوڑے تو نماز فاسد ہوگی اور دو سجدے کرے پھر قعدہ کرے پھر ایک رکعت پڑھے اور اگر ظہر کی نماز کی پانچ رکعتین پڑھین اور ایک سجدہ چھوڑدیا تو نماز فاسد ہوگی اور اصح قول کے بموجب یہی حکم ہی اگر دو سجدے چھوڑے یا تین یا چار یا پانچ سجدے چھوڑے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر چھ سجدے چھوڑے تو نماز فاسد نہوگی اور وہ صورت ہوگی جیسے کہ ظہر کی نماز مین چار رکعتین پڑھین اور چار سجدے چھوڑ دیے جیسا کہ اول بیان ہوچکا ہی اور اگر سات سجدے چھوڑ دیے تو نماز فاسد نہوگی اور تین سجدے کرے اور دو رکعتین پڑھے اور اگر آٹھ سجدے چھوڑے تو دو سجدے کرے اور تین رکعتین پڑھے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر نو سجدے چھوڑے تو ایک سجدہ کرے پھر ایک رکعت پڑھے پھر قعدہ کرے اور یہ قعدہ سنت ہی پھر دو رکعتین پڑھے اور قعدہ کرے یہ قعدہ واجب ہی۔ اور اگر دس سجدے چھوڑے تو دو سجدے کرے پھر تین رکعتین پڑھے اور سہو کا سجدہ کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر مغرب کی چار رکعتین پڑہین تو نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر دو سجدے چھوڑ دیے تو اسمین دو قول ہین اور اسی طرح اگر تین یا چار سجدے چھوڑے تو بھی یہی صورت ہی اور اگر پانچ سجدے چھوڑے تو نماز فاسد نہوگی اور تین سجدے کرلے اور ایک رکعت پڑھے اور اگر چھ سجدے چھوڑے تو دو سجدے کرے اور دو رکعتین پڑھے جیسے کہ مغرب کی تین رکعتین پڑھنے کی صورت مین حکم تھا اور دو سجدے کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

زکوۃ کی کتاب

اور اسمین آٹھ باب ہین۔

پہلا باب زکوۃ کی تفسیر اور اُسکے حکم اور شرائط مین تفسیر زکوۃ کی یہ ہی کہ زکوۃ مالک کردینا مال کا ہی للہ کسی مسلمان فقیر کو جو ہاشمی اور اُسکا غلام نہو اس شرط پر کہ مالک کرنے والے سے اس مال کی منفعت بالکل منقطع ہوجاوے شریعت مین زکوۃ کے یہی معنی ہین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ حکم زکوۃ کا یہ ہی کہ وہ فرض محکم ہی اور اُسکا منکر کافر ہی اور اُسکا مانع قتل کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جب سال تمام ہوجاوے فوراً ادا کرنا واجب ہی بغیر عذر تاخیر کریگا تو گنہگار ہوگا اور رازی کی روایت مین واسطے زکوۃ کا واجب ہونا بتاخیر ہی حتے کہ اگر مرتے وقت تک ادا نہ کی تو گنہگار ہوگا اور پہلا قول اصح ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی اور اُسکے ادا کرنے کی شرط یہ ہی کہ زکوۃ دیتے وقت زکوۃ دینے کی نیت کرے یا جو کچھ اُسکے ذمہ واجب ہوا اسکے اتارنے کی نیت کرے یہ کنز مین لکھا ہی اگر یہ نیت کی کہ زکوۃ ادا کرتا ہی اور اسوقت کچھ ادا نہ کیا اور اُسکے بعد آخر سال تک تھوڑا تھوڑا دیتا رہا بدون اسکے کہ دل مین نیت حاضر ہو تو زکوۃ ادا نہوگی تبیین مین لکھا ہی اگر مال دیتے وقت ایسی حالت مین ہو کہ اگر اس سے پوچھا جاتا کہ کس طرح مال دیتا ہی تو بلا فکر زکوۃ تبلادیتا تو یہ بھی نیت ہی اور اگر یون کہ لیا کہ آخر سال تک جو کچھ دونگا وہ زکوۃ ہی تو یہ جائز نہین اگر زکوۃ کے ادا کرنے کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا تو وکیل کو مال دیتے وقت اگر نیت کرلی تو جائز ہی اور اگر اسوقت نیت نہ کی بلکہ جب وکیل نے مال دیا اسوقت نیت کی تو بھی جائز ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی زکوۃ

مین موکل کی نیت کا اعتبار ہی وکیل کی نیت کا اعتبار نہین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی زکوۃ کسی شخص کو
حوالہ کی اور اُسکو حکم کیا کہ فقیرون کو دیدے اور فقیرون کو دیتے وقت نیت نہ کی تو جائز ہی اور اگر زکوۃ
فقیرون کے دینے کے واسطے کسی ذمی کے حوالہ کی تو جائز ہی اسلیے کہ نیت حکم کرنے والے مین پائی گئی یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی اور اگر وکیل نے ابھی مال فقیرون کو نہین دیا اور موکل کی نیت بدل گئی جو نیت آخر مین قرار
پائی اُسی سے وہ مال ادا ہوگا مثلاً زکوۃ مین دینے کے لیے کچھ درہم وکیل کو دیے اور ابھی اُسنے فقیرون کو
نہین دیے تھے کہ حکم کرنے والے نے اُنکو اپنی نذر مین دینے کی نیت کر لی تو وہ نذر سے ادا ہونگے یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہوا تو اللہ کے واسطے اپنے ذمہ یہ واجب کرتا ہون کہ
یہ سو درہم صدقہ دونگا پھر اس مکان مین داخل ہوا اور داخل ہوتے وقت یہ نیت کی کہ وہ سو درہم زکوۃ
مین دیتا ہون تو زکوۃ سے نہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کسی پاس کسی کی امانت رکھی تھی اور وہ تلف ہوگئی
اور اُسکا مالک فقیر تھا اور اُسکے جھگڑے کا ارادہ رکھتا تھا اور اُسنے اُس امانت کی قیمت اسکو زکوۃ کی نیت
سے دی تو زکوۃ ادا ہوگی یہ فتاوی قاضی خان کی فصل ادائے زکوۃ مین لکھا ہی اور اگر کچھ مال بغیر نیت کے
فقیر کو دیدیا اُسکے بعد اُسکو زکوۃ مین دینے کی نیت کر لی تو اگر وہ مال فقیر کے ہاتھ مین قائم ہی تو جائز ہی ورنہ
جائز نہین یہ معراج الدرایہ اور زاہدی اور بحر الرائق اور عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے ایک
شخص کے مال سے اسی شخص کی طرف سے زکوۃ دیدی اسکے بعد مالک نے اجازت دی تو اگر مال فقیر کے
ہاتھ مین قائم تھا تو جائز ہی ورنہ جائز نہین یہ سراجیہ مین لکھا ہی جس شخص نے اپنا کل مال صدقہ کر دیا اور
زکوۃ کی نیت نہ کی تو زکوۃ کا فرض اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگیا اور یہ حکم بطور استحسان کے ہی یہ زاہدی مین
لکھا ہی خواہ وہ مال دیتے وقت اُسنے صدقہ نفل کی نیت کی ہو یا کوئی نیت نہ کی ہو اور اگر سارا مال اپنا
اُسی فقیر کو دیا اور اُس دینے مین نیت نذر یا کسی اور واجب کی کی تو جس سے نیت کی ہی اُس سے ادا ہوگا
اور زکوۃ اُسکے ذمہ باقی رہیگی اور اگر تھوڑا سا مال فقیر کو دیدیا تو صرف اسقدر مال کی زکوۃ اُسکے ذمہ سے
امام محمد رحمہ کے نزدیک ساقط ہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی امام ابو حنیفہ رحمہ سے بھی ایسی ہی روایت ہی اور یہی اشبہ ہی
یہ زاہدی مین لکھا ہی اگر کسی فقیر پر قرض تھا اور وہ اسکو معاف کر دیا تو اُس سے زکوۃ ساقط ہوگئی خواہ
اُس معاف کرنے مین زکوۃ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اسلیے کہ وہ بمنزلہ ہلاک کے ہی اور اگر تھوڑا سا قرض
معاف کیا تو صرف اسقدر کی زکوۃ ساقط ہوجاویگی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے اور باقی کی زکوۃ ساقط
نہوگی اگرچہ اُسکے دینے مین باقی کی زکوۃ دینے کی نیت کی ہو یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر وہ شخص جسپر قرض ہی
غنی ہو اور وہ قرض اُسکو سال تمام ہونے کے بعد ہبہ کر دیا تو جامع کی روایت کے بموجب اسقدر زکوۃ کا
ضامن ہوگا اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی فقیر کو یہ حکم کیا کہ دوسرے شخص پر جو میرا قرض ہی وہ
وصول کر لے اور اُسمین نیت اُس مال کے زکوۃ کی کی جو اُسکے پاس ہی تو جائز ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
اگر کسی فقیر پر قرض تھا اور اُسکو ہبہ کر دیا اور اُس سے دوسرے قرض کے زکوۃ کی نیت کی جو اُسکا کسی اور شخص پر ہی
یا اُس مال سے زکوۃ کی نیت کی جو اُسکے پاس ہی تو جائز نہین یہ کافی مین لکھا ہی اور نقد دینا نقد اور قرض کی زکوۃ سے

جائز ہی اور قرض لگا دینا نقد کی زکوۃ سے اور ایسے قرض کی زکوۃ سے جو وصول ہو جاویگا جائز نہین اور قرضہ کا لگا دینا
ایسے قرض کی زکوۃ سے جو وصول نہوگا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کوئی شخص زکوۃ واجب دینے کا ارادہ کرے
تو فقہا نے کہا ہی کہ افضل یہ ہی کہ اعلان و اظہار سے دے اور صدقہ نفل مین افضل یہ ہی کہ پوشیدہ دے یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کسی مسکین کو درہم ہبہ یا قرض کے نام سے دیئے اور زکوۃ کی نیت کی
تو زکوۃ ادا ہو جاویگی اور یہی اصح ہی یہ بحر الرائق مین مبتغی اور قنیہ سے نقل کیا ہی اور زکوۃ کے واجب ہونے کی
چند شرطین ہین منجملہ انکے آزاد ہونا ہی پس غلام پر زکوۃ واجب نہین اگرچہ اسکو تجارت کا اذن ہو اور یہی حکم
مدبر اور ام ولد اور مکاتب کا ہی اور سعی کرنے والا کا حکم امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک مثل مکاتب کے ہی یہ بدائع
مین لکھا ہی اور منجملہ انکے اسلام ہی پس کافر پر زکوۃ واجب نہین یہ بدایع مین لکھا ہی اور اسلام جیسے کہ واجب ہونے
کی شرط ہی ایسی ہی ہمارے نزدیک زکوۃ کے باقی رہنے کی شرط ہی پس اگر زکوۃ کے واجب ہونے کے بعد
مرتد ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو جاویگی جیسا مر جانے مین حکم ہی پس اگر کئی برس تک اسی طرح مرتد رہا تو اسکے
اسلام کے بعد ان برسون کے لیے اسپر کچھ واجب نہوگا یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی۔ صیرفی نے کہا ہی کہ دار الحرب
مین کوئی مسلمان ہو جاوے اور کئی برس تک وہین رہے پھر دار الاسلام مین آوے تو امام کو ان دنون
کی زکوۃ اس سے لینے کا اختیار نہین ہی اسلیے کہ وہ اسکی ولایت مین نہ تھا لیکن اگر وہ زکوۃ کا واجب ہونا اپنے اوپر جانتا تھا
تو زکوۃ اسپر واجب ہوگی اور اسکے ادا کرنے کا فتوی دیا جاویگا اور اگر نہین جانتا تھا تو زکوۃ اسپر واجب نہوگی اور اسکے
ادا کرنے کا فتوی نہ دیا جاویگا بخلاف اسکے اگر ذمی دار الاسلام مین مسلمان ہوا تو اسپر زکوۃ واجب ہوگی خواہ جب زکوۃ
کا مسئلہ اسکو معلوم ہوا یا نہ معلوم ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور منجملہ انکے عقل اور بلوغ ہی پس لڑکے پر اور
مجنون پر اگر تمام سال وہ مجنون رہے زکوۃ واجب نہین ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اگر نصاب کے مالک ہونے کے بعد سال کے
کسی حصہ مین اول مین یا اخیر مین بہت دنون یا تھوڑے دنون کو افاقہ ہو گیا تو زکوۃ لازم ہوگی یہ عینی شرح
ہدایہ مین لکھا ہی اور یہی ظاہر روایت ہی یہ کافی مین لکھا ہی صدر الاسلام ابو الیسر نے کہا ہی کہ یہی اصح ہی یہ شرح نقایہ
مین لکھا ہی جو ابو المکارم کی تصنیف ہی یہ حکم جنون عرضی کا ہی جو بعد بلوغ کے ہوا ہو اور لیکن اصلی جنون جو مجنون
بالغ ہوا ہو تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک افاقہ کے وقت سے ابتداے سال کا اعتبار ہوگا یہ کافی مین لکھا ہی
ایسی ہی لڑکا اگر بالغ ہوا تو وقت بلوغ سے سال کے شروع ہونے کا اعتبار ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور
جس شخص کو بیہوشی ہو اسپر زکوۃ واجب ہوگی اگرچہ کامل ایک سال تک بیہوش رہے یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی اور منجملہ انکے مال کا نصاب ہونا ہی اور جو نصاب سے کم ہوگا اسپر زکوۃ واجب نہوگی یہ عینی شرح کنز
مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے دو سو درہم پر ایک سال تمام ہونے کے بعد پانچ درہم زکوۃ کے ایک فقیر کو دیے یا
وکیل کو زکوۃ کے واسطے دیے پھر اسکے درہمون مین کوئی درہم کھوٹا نکلا تو وہ پانچ درہم زکوۃ نہونگے کیونکہ
نصاب مین کمی ہو گئی اگر فقیر کو دے چکا ہی تو اس سے واپس نہین لے سکتا اور اگر وکیل نے ابھی انکو صرف
نہین کیا ہی تو واپس لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منجملہ انکے یہ ہی کہ پوری ملک ہو اور
پوری ملک یہ ہی کہ ملک بھی ہو اور قبضہ بھی ہو اور اگر ملک ہو اور قبضہ نہو جیسے کہ مہر قبضہ سے پہلے یا قبضہ ہو

ملک ہو جیسے کہ ملک مکاتب اور مقروض کی تو اُسپر زکوٰۃ واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور مول لی ہوئی
چیز قبضہ سے پہلے بعضون نے کہا ہی نصاب نہین ہوتی اور صحیح یہ ہی کہ وہ نصاب ہوتی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی مالک پر
اُس غلام کی بابت زکوٰۃ واجب نہین ہی جو اُسنے تجارت کے واسطے مقرر کیا تھا اور پھر وہ بھاگ گیا یہ شرح مجمع
مین لکھا ہی جو ابن ملک کی تصنیف ہی اور اگر شوہر نے اپنی زوجہ سے ہزار درہم پر خلع کیا اور کئی برس تک
اُسپر قبضہ ہوا تو اُسپر زکوٰۃ واجب نہین ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی اور اگر مال رہن ہی اور مرتہن کے قبضہ مین ہی
تو راہن پر اُسکی زکوٰۃ واجب نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور جس غلام کو تجارت کی اجازت ہی اگر اُسپر اسقدر
قرض ہی کہ اُسکے کسب پر محیط ہی تو اُس غلام کی بابت بالاتفاق کسی پر زکوٰۃ واجب نہین ہی اور اگر اُسپر دین
نہین ہی تو کسب اُسکا مالک کی ملک ہوگا اور جب سال تمام ہوگا تو مالک پر اُسکی زکوٰۃ واجب ہوگی یہ معراج الدرایۃ
مین لکھا ہی بعضون نے کہا ہی کہ چاہیے کہ اُسکی کمائی لینے سے پہلے زکوٰۃ کا ادا کرنا لازم ہو اور صحیح یہ ہی کہ کمائی کے
لینے سے پہلے زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی مسافر پر اپنے مال کی زکوٰۃ واجب ہی اسلیے
کہ وہ بواسطہ نائب کے اپنے مال کے تصرف پر قادر ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے یہ ہی
کہ مال اُسکا اصلی حاجتون سے زائد ہو پس رہنے کے گھرون پر اور بدن کے کپڑون پر اور گھر کے اسباب اور
سواری کے جانورون پر خدمت کے غلامون اور استعمال کے ہتھیارون پر زکوٰۃ نہین ہی اور اسی طرح
اُس غلہ پر جو اہل و عیال کے کھانے مین صرف ہوگا زکوٰۃ نہین ہی اور جو آرایش کے ظروف ہون بشرطیکہ چاندی
سونے کے نہون تو زکوٰۃ نہین ہی اور اسی طرح جواہرات اور موتی اور یاقوت اور بلخش اور زمرد وغیرہ پر اگر
تجارت کے لیے نہون تو زکوٰۃ نہین ہی اور اگر خرچ کرنے کے واسطے پیسے خریدے تو اُنپر بھی زکوٰۃ نہین ہی
یہ عینی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور علمی کتابون پر اگر وہ اہل علم مین سے ہی اور پیشہ والون کے آلات پر زکوٰۃ نہین ہی
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ یہ حکم اُن آلات مین ہی جن آلات سے کام لیا جاتا ہی اور اُنکا اثر اُس چیز مین
باقی نہین رہتا جسمین اُنسے کام لیا جاتا ہی اور اگر اُن چیزون مین اثر باقی رہے مثلاً رنگریز نے کسم
یا زعفران اسواسطے خریدی کہ اجرت لیکر لوگون کے کپڑے رنگے اور ایک سال گذرا تو اگر وہ بقدر
نصاب ہی تو اُسپر زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہی حکم ہی اُن سب چیزون مین جنکو ایسے کام کرنے کے واسطے
خریدے جسکا اثر اُس چیز مین باقی رہے جسمین اُس سے کام لیا جاتا ہی جیسے کہ کسم اور تیل چمڑے کی دباغت
کے واسطے خریدے اور اُسپر سال گذرے تو اُسپر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر اُس چیز کا معمول مین اثر
باقی نرہے جیسے کہ صابون اور اشنان تو اُسپر زکوٰۃ نہین ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ وہ مال
دین سے خالی ہو ہمارے اصحاب نے کہا ہی کہ جس دین کا مطالبہ بندون کی طرف سے ہو وہ وجوب زکوٰۃ کا
مانع ہی خواہ وہ دین بندون کا ہو جیسے کہ قرض اور مول لی ہوئی چیز کی قیمت اور تلف کی ہوئی چیزین یا
زخمی کرنے کا عوض اور وہ قرض نقد کی قسم سے ہو یا کیلی یا وزنی چیزون سے ہو یا کپڑے ہون یا جانور ہو یا
خلع کے عوض مین واجب ہوا ہو یا عمداً قتل کرنے کے عوض مین صلح ہوئی ہو فی الحال دینا ہو یا کسی قدر مدت کے بعد
دینا ہو خواہ اللہ کا قرض ہو جیسے کہ دین زکوٰۃ پس اگر چرنے والے جانورون کی زکوٰۃ باقی ہو تو وہ ہمارے

اصحاب کے قول کے بموجب بلا خلاف وجوب زکوۃ کی مانع ہی خواہ وہ زکوۃ مال مین ہو مثلاً مال قائم ہو یا زکوۃ
اسکے ذمہ ہوا ور نصاب ہلاک ہوچکا ہو- اور چاندی سونے اور تجارت کے مال کی زکوۃ اگر باقی ہو تو اسمین
ہمارے اصحاب کا اختلاف ہی امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک وہی حکم ہی جو چرنے والے جانور کی زکوۃ
کا حکم ہی اور اگر قرض زمین کا خراج ہو تو وہ بھی بقدر قرض وجوب زکوۃ کا مانع ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب
خراج موافق حق کے لیے جاتا ہو اور غلہ حاصل ہونے کے بعد سال تمام ہوتا ہو اور اگر غلہ حاصل ہونے
سے پہلے سال تمام ہوتا ہی تو مانع زکوۃ نہین اور جو بغیر حق لیا جاتا ہی تو بھی مانع زکوۃ نہین جب تک کہ سال
تمام ہونے سے پہلے نہ لیا جاوے اگر عشری زمین مین غلہ پیدا ہوا اور اسکو وہ ہلاک کر دے تو اسکے مثل قرض اسکے
ذمہ واجب ہوجاویگا اور یہ امر رہون پر سال کے تمام ہونے سے پہلے واقع ہوا پھر رہون پر سال تمام
ہوا تو اسپر زکوۃ واجب نہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اسی طرح مہر موجل ہو یا معجل مانع زکوۃ ہی اسلیے
کہ اسکا مطالبہ کیا جاتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ظاہر مذہب کے بموجب یہی صحیح ہی بزدوی نے
شرح جامع کبیر مین ذکر کیا ہی کہ ہمارے مشایخ نے یہ کہا ہی کہ اگر کسی شخص پر مہر موجل اپنی عورت کے
ہون اور اسکے ادا کرنے کا وہ ارادہ نہین رکھتا تو وہ مانع زکوۃ نہین اسلیے کہ عادت یون ہی کہ اسکا مطالبہ
نہین کیا جاتا اور یہ قول بہتر ہی یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہی- بی بیون کے نفقے اگر قاضی کے مقرر کرنے یا آپس
کی رضامندی سے دین ہو تو وجوب زکوۃ کے مانع نہین اور اگر قاضی کا حکم یا آپس کی رضامندی نہو تو ساقط
ہوجاتے ہین اور اسی طرح رشتہ دارون کا نفقہ اگر قاضی انکا ادا کرنا تھوڑی سی مدت مین مقرر کرے مثلاً
مہینہ سے کم مین تو مانع وجوب زکوۃ ہی اور اگر مدت طویل ہو تو دین نہین ہوتا بلکہ ساقط ہوجاتا ہی یہ بدائع
مین لکھا ہی یہ سب حکم اس صورت مین ہی کہ دین اسکے ذمہ زکوۃ کے واجب ہونے سے پہلے ہوا اور اگر دین
زکوۃ کے واجب ہونے کے بعد ہوا تو زکوۃ ساقط نہوگی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی- اور جو دین کہ سال کے
اندر ہو تو عیون مین لکھا ہی کہ امام محمد رح کے نزدیک وجوب زکوۃ کا مانع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مانع نہین یہ محیط
سرخسی مین لکھا ہی- کسی شخص کے پاس تجارت کے لیے غلام ہی اور غلام پر قرض ہی تو بمقدار قرض غلام زکوۃ واجب نہین کسی شخص کے
دوسرے شخص پر ہزار درہم قرض ہین اور تیسرا شخص مقروض کے حکم سے یا بغیر حکم اسکا ضامن ہوا ہی اور اصل
مقروض اور ضامن کے پاس ہزار ہزار درہم ہین اور ان دونون کے مال پر ایک سال گذرا ہو ان دونون مین
سے کسی پر زکوۃ واجب نہوگی- اگر کسی شخص نے ہزار درہم کسی کے غصب کیے پھر دوسرے شخص نے انکو غاصب
سے غصب کر کے ہلاک کر دیا اور ان دونون غاصبون کے پاس ہزار ہزار درہم ہین اور ان پر سال گذرا
تو پہلے غاصب پر اسکے ہزار درہم کی زکوۃ واجب ہوگی دوسرے پر نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
کسی شخص کے پاس ہزار درہم ہین اور ہزار ہی درہم اسپر قرض بھی ہین اور اسکے پاس مکان ہی اور خادم
ہین جو تجارت کے لیے نہین اور سب کی قیمت دس ہزار درہم ہی تو اسپر زکوۃ نہین اسواسطے کہ قرض ان ہزار درہم
کی طرف مصروف ہوگا جو اسکے قبضہ مین ہین اور اسکی حاجت سے زائد ہین اور قابل نقل اور تصرف کے
ہین اور گھر اور خادم اسکی حاجت کی چیزین ہین اسلیے قرض انکی طرف مصروف نہوگا- جو شخص مکان کا

اور خادمون کا مالک ہوا سپر صدقہ لینا حرام نہین ہوتا اسلیے کہ یہ چیزین اُسکی حاجت کو دفع نہین کرتین یہ حاوی [illegible]
اور حسن بصری کے قول کے یہی معنی ہین جو انھون نے کہا ہے کہ دس ہزار درہم کے مالک پر صدقہ لینا حلال ہوتا تھا
جب انسے پوچھا گیا کہ یہ کسطرح ہو سکتا ہے تو اُنھون نے جواب دیا کہ کسی شخص کے پاس گھر ہون اور خادم ہون
اور ہتیار ہون اور اُسکے بیچنے کی ممانعت ہو اور یہین سے ہمارے مشایخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی فقیہ اسقدر کتابون کا
مالک ہو جسکی قیمت مال عظیم ہو اور اسکو اُنکی حاجت ہو تو اُسکو صدقہ لینا حلال ہے لیکن اگر حاجت سے زیادہ
دو سو درہم کی مالیت کی چیزون کا مالک ہوا تو اُسکو صدقہ لینا حلال نہین یہ شرح مبسوط مین لکھا ہے جو امام سرخسی
کی تصنیف ہے اور اگر کسی کتاب کے دو نسخے ہون اور بعضون نے کہا ہے کہ تین نسخے ہون تو حاجت سے زیادہ ہین
اور مختار پہلا قول ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور جب دین ساقط ہو گیا شلاً قرضخواہ نے مقروض کو دین معاف کر دیا
تو جسوقت سے دین ساقط ہوا ہے اُسوقت سے سال کے شروع ہونے کا حساب ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک
پہلے سال کے تمام ہونے کے بعد زکوۃ واجب ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور یہی کافی مین لکھا ہے اور جن قرضون
کا مطالبہ بندون کی طرف سے نہین جیسے کہ اللہ تعالے کے قرض نذرون اور کفارون کے اور صدقہ فطر اور وجوب
حج وہ مانع زکوۃ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز اُٹھانے کی ضمانت مانع زکوۃ نہین کسی شخص کے
قبضہ مین سے کسی چیز کے نکلنے کی ضمانت اُسپر حقدار پیدا ہونے سے پہلے مانع زکوۃ نہین یہ تاتارخانیہ مین
لکھا ہے فقہا نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بکی ہوئی چیز پر قبضہ باقی رہنے تک ضامن ہوا اور پھر کوئی اسکا حقدار
پیدا ہوا تو اگر سال کے اندر اُسکو حق مل گیا تو مانع زکوۃ ہے اور اگر سال کے بعد ہوا تو مانع زکوۃ نہین
یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اگر کسی کے پاس بہت سی نصابین ہون شلاً اُسکے پاس درہم ہون اور دینار
ہون اور تجارت کا مال ہو اور چرنے والے جانور ہون اور اُسپر قرض بھی ہو تو اول درہم و دینار کی طرف کو
قرض مصروف ہوگا اور اگر ان دونون سے قرض فاضل ہو تو تجارت کے مال کی طرف مصروف ہوگا اور اگر
اُس سے بھی فاضل ہو تو چرنے والے جانورون کی طرف مصروف ہوگا اور اگر چرنے والے جانور مختلف جنسون کے
ہون تو اُس جنس کی طرف مصروف ہوگا جسکی زکوۃ کم ہے اور اگر سب زکوۃ مین برابر ہون تو جسطرف چاہے
مصروف کرے یہ تبیین مین لکھا ہے یہ حکم اُسوقت ہے کہ مصدق یعنے حاکم کی طرف سے صدقون کا وصول کرنیوالا
حاضر ہو اور اگر وہ حاضر نہو تو مال کے مالک کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو قرض کو چرنے والے جانورون کی طرف
مصروف کرے اور درہمون کی زکوۃ دے اسواسطے کہ مالک کے حق مین دونون برابر ہین مصدق کے حق
مین برابر نہین اسلیے کہ مصدق کو یہی اختیار ہے کہ چرنے والون جانورون سے زکوۃ لے درہمون سے نہ لے
اسی واسطے وہ دین درہمون کی طرف مصروف کرتا ہے اور چرنے والے جانورون سے زکوۃ لیتا ہے یہ شرح
مبسوط مین لکھا ہے جو امام سرخسی کی تصنیف ہے کسی شخص کے پاس دو سو درہم ہون اور خدمت کا غلام ہو اور
وہ اور اُس غلام کے مثل مہر پر نکاح کرے اور کچھ گیہون اپنی حاجت کے واسطے قرض لے اور وہ سب چیزین
اُسکے پاس ایک سال تک باقی رہین تو زکوۃ واجب نہوگی اسلیے کہ دین نقد اور مال فارغ کی طرف
مصروف ہوگا اور زفر رح نے کہا ہے کہ زکوۃ واجب ہوگی اسلیے کہ دین جنس کی طرف مصروف ہوگا یہ کافی مین ہے

لکھا ہی اور منجملہ اُسکے یہ ہی کہ نصاب بڑھنے والا ہو خواہ حقیقۃً بڑھنے والا ہو مثلاً توالد و تناسل سے یا تجارت
سے یا حقیقۃً بڑھنے والا نہو لیکن بڑھنے والے کے حکم مین ہو اسطرح کہ اُسکے بڑھانے پر قادر ہو باین طور کہ مال
اُسکے یا اُسکے نائب کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک اُنمین سے دو قسم ہی ایک خلقی دوسری فعلی یہ تبیین مین لکھا ہی
خلقی سونا اور چاندی ہی اسلیے کہ اُنکی ذات فائدہ پہونچانے اور اصلی حاجتون کے دفع کرنے کے لائق
نہین ہی تو اُنمین زکوۃ واجب ہو گی خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہ کرے یا خرچ کی نیت کرے اور اِن دونون
کے سوا جو ہین وہ فعلی ہین اور اُنمین تجارت کی یا جانورون کے چرانے کی نیت سے بڑھنا معتبر ہی اور نیت
تجارت و چرائی کی جبتک فعل تجارت و چرائی سے متصل نہو معتبر نہین ہی اور نیت تجارت کی کبھی تو صریح ہوتی ہی اور کبھی دلالۃً
ہوتی ہی صریح تو یہ ہی کہ تجارت کے معاملہ کی نیت کرے اور مال تجارت کے واسطے ہو خواہ معاملہ خرید و فروخت کا ہو یا اجارہ
کا ہو اور برابر ہی کہ اُسکے دام نقد ٹھہرے یا کچھ اسباب ٹھہرے اور دلالۃً یہ ہی کہ تجارت کے اسباب سے کوئی مال عین مول لے
لے یا جو گھر تجارت کے واسطے ہی اُسکو کسی اسباب کے عوض مین کرایہ پر دیدے پس یہ مال عین مذکور اسباب مذکور تجارت کے
واسطے ہو جاویگا اگرچہ وہ نیت نہ کرے لیکن بدائع مین مذکور ہی کہ تجارتی مال کے منافع کے بدلے مین جو مال
لیتے ہین اُسمین اختلاف ہی اصل کی کتاب الزکوۃ مین مذکور ہی کہ اگر تجارت کی نیت نہ کرے تو بھی وہ
تجارت کے لیے ہی اور جامع سے پایا جاتا ہی کہ نیت پر موقوف ہی پس اس مسئلہ مین دو روایتین ہین
مشائخ بلخ جامع کی روایت کی تصحیح کرتے تھے اور اگر کسی چیز کا ایسے عقد سے مالک ہوا جسمین مبادلہ نہین ہی
جیسے کہ ہبہ اور وصیت اور صدقہ یا ایسے عقد سے مالک ہوا کہ جسمین مبادلہ ہی مگر مال کا مبادلہ نہین جیسے
کہ مہر اور خلع کا عوض اور قتل عمد سے صلح اور آزاد کرنے کا عوض اسمین تجارت کی نیت صحیح نہین یہی اصح ہی
یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر کسی چیز کا وارث ہوا اور اُسمین تجارت کی نیت کر لی تو وہ تجارت کے واسطے
عوض نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر مورث کے مرنے کے بعد چرنے والے جانورون یا تجارت کے مال
کا وارث ہوا اور وارثون نے تجارت کی یا جانورون کو چرانے کی نیت کر لی تو اُنپر زکوۃ واجب ہوگی
اور بعض نے کہا ہی کہ واجب نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے تجارت کے واسطے ایک باندی
لی پھر اُسکو خدمت مین رکھنے کی نیت کر لی تو زکوۃ اُس سے جاتی رہیگی یہ زاہدی مین لکھا ہی اور مال کے
بڑھنے والے ہونے مین شرط یہ ہی کہ اُسکے یا اُسکے نائب کے قبضہ مین ہو اور اگر اُسکے بڑھانے پر قادر نہین ہی
مثلاً قبضہ مین نہین تو زکوۃ واجب نہوگی جیسے ضمار کا مال یہ تبیین مین لکھا ہی اور ضمار اُس مال کو کہتے ہین کہ اصل
اُسکی ملک مین باقی ہو لیکن اُسکے قبضہ سے ایسا نکل گیا ہو کہ غالباً اُسکے لوٹنے کی امید نہو یہ محیط مین لکھا ہی اور
منجملہ مال ضمار کے وہ قرض ہی جسکا مقروض نے انکار کر دیا ہی اور نیز غصب کا مال ہی بشرطیکہ اُن دونون پر گواہ
نہون اور اگر اُن دونون پر گواہ ہون تو زکوۃ واجب ہوگی لیکن چرنے والے جانورون کو اگر کوئی غصب
کرے تو اگرچہ غاصب غصب کا اقرار کرتا ہو تو بھی اُسکے مالک پر زکوۃ واجب نہوگی اور منجملہ مال ضمار کے وہ
مال ہی جو گم ہو گیا ہو یا بھاگ گیا ہو یا ڈنڈ مین لے لیا ہو یا دریا مین گر گیا ہو یا جنگل مین دفن ہوا اور اُسکا موقع
بھول گیا ہو اور اگر کسی محفوظ جگہ مین دفن ہو اگرچہ کسی غیر ہی کے گھر ہو تو اگر اُسکو بھول گیا تو منجملہ مال ضمار کے نہین ہی

یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر اپنی زمین یا کھیت میں دفن ہے تو بعضوں نے کہا ہے کہ زکوۃ واجب ہوگی اسلیے کہ اپنی ساری زمین کھود سکتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ واجب نہوگی اسلیے کہ ساری زمین کھودنا مشکل ہے برخلاف گھر اور احاطہ کے یہان تک کہ اگر احاطہ بہت بڑا ہو تو وہ مال نصاب نہ بنے گا اور اگر کسی پر قرض ہوا اور وہ منکر ہوا اور اُسکے گواہ بھی ہون لیکن عادل نہون تو بعضون نے کہا ہے کہ زکوۃ واجب نہوگی اور صحیح یہ ہے کہ واجب ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور جس قرض کا مقروض نے انکار کردیا اور اُسپر گواہ بھی نہ تھے پھر چند سال کے بعد وہ قرض ثابت ہوگیا مثلاً مقروض نے لوگون کے سامنے اقرار کیا تو زکوۃ واجب نہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر قاضی قرض سے واقف تھا تو گذشتہ ایام کی زکوۃ واجب ہوگی اور جس قرض کا اقرار ہے اُسپر ہر صورت میں زکوۃ واجب ہوگی خواہ دولتمند پر ہو خواہ تنگدست پر ہو خواہ مفلس پر یہ کافی میں لکھا ہے اگر قرض ایسے مفلس پر تھا کہ جسکو قاضی نے مفلس ٹھہرا دیا ہو پھر چند سال کے بعد وہ قرض وصول ہوگیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اُس شخص پر گذشتہ برسون کی زکوۃ واجب ہوگی یہ جامع صغیر میں لکھا ہے جو قاضی خان کی تصنیف ہے۔ اگر مقروض پوشیدہ اقرار کرتا ہو اور لوگون کے سامنے انکار کرتا ہو تو وہ مال نصاب نہوگا اور اگر مقروض مقر تھا لیکن جب اُسکو قاضی کے سامنے لیگیا تب اُسنے انکار کیا پھر مدعی کی طرف سے گواہ قائم ہوئے اور کچھ زمانہ گواہون کی تعدیل میں گذرا پھر گواہ عادل ثابت ہوئے تو جس روز سے قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا ہے گواہون کی تعدیل ثابت ہونے تک کی زکوۃ ساقط ہوجائیگی یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر قرضدار بھاگ گیا اور مالک خود اُسکی تلاش کرنے یا اس کام کے لیے وکیل کرنے پر قادر ہے تو اُسپر زکوۃ واجب ہوگی اور اگر قادر نہین تو زکوۃ واجب نہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے جن قرضون کا مقروضون کو اقرار ہو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُنکے تین مرتبہ ہین اول ضعیف اور وہ دین وہ ہے کہ جسکا بغیر اپنے فعل کے اور بغیر عوض کسی شی کے مالک ہوگیا جیسے میراث یا اپنے فعل سے بغیر عوض کسی شی کے مالک ہوا جیسے وصیت یا اپنے فعل سے بعوض ایسی چیز کے مالک ہوا جو مال نہین ہے جیسے مہر اور عوض خلع اور وہ مال جو قتل عمد کی صلح میں حاصل ہو اور دیت اور عوض کتابت انمین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زکوۃ نہین ہے لیکن جب اُسپر قبضہ کرلے اور بقدر نصاب ہو اور سال گذر جائے تو زکوۃ واجب ہوگی دوسرا اور میانی قرض ہے اور وہ قرض وہ ہے کہ ایسے مال کے عوض میں واجب ہو جو تجارت کے واسطے نہ تھا جیسے کہ خدمت کے غلام اور خرچ کے کپڑے جب اُسکے دوسو درہم پر قادر ہوجائیگا تو اصل کی روایت کے بموجب گذشتہ سالون کی زکوۃ دیگا تیسرے قوی اور وہ قرض وہ ہے کہ تجارت کے مال کے عوض میں واجب ہو جب اُسکے چالیس درم پر قابض ہو تو گذشتہ ایام کی زکوۃ دے یہ زاہدی میں لکھا ہے اور منجملہ اُنکے مال پر سال کا گذر جانا ہے زکوۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے اگر نصاب سال کی دونون طرفون میں پوری ہو اور درمیان میں کم ہوگئی تھی تو زکوۃ ساقط نہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر تجارت کے مال کو یا چاندی سونے کو اُسی جنس سے یا غیر جنس سے بدلا تو سال کا حکم منقطع نہوگا اور اگر چرنے والے جانورون کو اُنکی جنس یا غیر جنس سے بدلا تو سال کا حکم منقطع ہوجائیگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی کے پاس مال بقدر نصاب تھا اور درمیان سال میں اُسی جنس کا مال اور حاصل ہو تو اُسکو اپنے مال کے ساتھ ملاکر زکوۃ دے خواہ وہ مال اُس پہلے مال کے بڑھنے سے حاصل ہوا ہو یا اور طرح حاصل ہوا ہو یا کسی طرح حاصل ہوا تو اُسکو اپنے مال کے

ساتھ ملادے برابر ہی کہ میراث سے حاصل ہوا ہو یا ہبہ سے یا اور طرح اور اگر ہر طرح غیر جنس ہو جیسے پہلے اونٹ تھے اور اب بکریاں حاصل ہوئین تو نہ ملادے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اگر سال کے گذر جانے کے بعد مال حاصل ہو تو اُسکو نہ ملادے اور بالاتفاق اُسکے لیے از سر نو سال شروع ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور ہمارے نزدیک جو مال بعد کو حاصل ہوا ہی وہ اصل مال کے ساتھ اُسوقت ملایا جاتا ہی کہ اصل مال پہلے سے بقدر نصاب ہو اور اگر اُس سے کم ہو اور اگرچہ ایسی صورت ہو کہ جو مال بعد کو حاصل ہُوا ہی اُسکو اصل مال کے ساتھ ملانے سے نصاب پوری ہو جاویگی اور پوری نصاب کا سال چلنا شروع ہو جائیگا تو بھی نہ ملا دینگے یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر اُسکے پاس چرنے والے جانور بقدر نصاب تھے اور اُنپر سال گذر گیا اور زکوۃ دیدی پھر اُنکو درہمون کے عوض بیچا اور اُسکے پاس درہم بھی بقدر نصاب تھے اور اُنپر آدھا سال گذرا تھا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اُن چرنے والے جانورون کی قیمت اُن درہمون کے ساتھ نہ ملادے بلکہ اُنکے لیے نیا سال شروع کرے اور صاحبین رح کے نزدیک سب کو ملا کر زکوۃ دے اور یہ حکم اُسوقت ہی جب چرنے والے جانورون کی قیمت علحدہ بقدر نصاب ہو تو بالاجماع ملادے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ جس اناج کا عشر دیچکا ہی اُسکی قیمت کو جس غلام کا صدقہ فطر دیچکا ہی اُسکی قیمت کے ساتھ بالاجماع ملادے اگر سال کے گذر جانے سے پہلے جانورون کو درہمون کے عوض یا جانورون کے عوض بیچے تو اُسکی قیمت کو بالاجماع اُسکی جنس کے ساتھ ملادے اسطرح سے کہ درہمون کو درہمون کے ساتھ ملادے اور جانورون کو جانورون کے ساتھ۔ اور اگر چرنے والے جانورون کو زکوۃ دینے کے بعد اپنے پاس سے چارہ کھلانا شروع کیا پھر اُنکو بیچا تو بالاجماع اُنکی قیمت ملادے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے پاس زمین ہو اور اُسکا خراج ادا کیا پھر اُسکو بیچا تو اُسکی قیمت کو اصل نصاب کے ساتھ ملادے یہ بدائع مین لکھا ہی امام ابوحنیفہ رح نے کہا ہی کہ اگر درہمون کی زکوۃ دی پھر اُنسے چرنے والا جانور خریدا اور اُسکے پاس اُس جنس کے چرنے والے جانور اور بھی ہین تو اُنکو نہ ملادے اسلیے کہ وہ ایسے مال کے عوض حاصل ہوا ہی جسکی زکوۃ ہو چکی۔ اگر اُسکو ہزار درہم کسی نے ہبہ کیے اور اُسکے ذریعہ سے اُسنے سال کے تمام ہونے سے پہلے ہزار درہم اور کمائے پھر ہبہ کرنے والے نے اپنی ہبہ سے رجوع کیا اور قاضی کے حکم کے بموجب وہ ہبہ پھر گیا تو اس فائدہ کے ہزار درہم مین زکوۃ واجب نہوگی جب تک اُنکی ملکیت پر سال تمام نہوگا اسلیے کہ اصل جو ہزار درہم ہبہ ہوئے تھے اُنکا سال باطل ہو گیا تو فائدے کے ہزار درہم اُنکے تابع تھے اُنکا سال بھی باطل ہو گیا کسی شخص کے پاس دوسو درہم تھے اور اُنپر ایک دن کم تین سال گذرے پھر اُسکو پانچ درہم اور حاصل ہوے تو پہلے سال کے پانچ درہم ادا کریگا اور کچھ ادا نہین کریگا اسلیے کہ دوسرے اور تیسرے سال مین زکوۃ کے فرض سے نصاب مین کمی ہو گئی تھی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی شخص کے پاس تجارت کی بکریاں دوسو درہم کی قیمت کی تھین اور سال کے تمام ہونے سے پہلے مر گئین اور اُسنے اُنکی کھال نکالی اور چمڑون کی دباغت کی اور اُن چمڑون کی قیمت بھی بقدر نصاب ہو گئی پھر اصل بکریون کا سال تمام ہوا تو زکوۃ واجب ہو گی اور اگر کسی کے پاس انگور کا شیرہ تجارت کے

واسطے تھا اور وہ سال کے تمام ہونے سے پہلے خمر بنگیا پھر سرکہ ہو گیا جسکی قیمت بقدر نصاب تھی پھر انگور کے شیرہ کا
سال تمام ہوا تو زکوۃ واجب ہوگی فقہا نے کہا ہے کہ پہلے مسئلہ مین آدمی جو بکریون کی پیٹھ پر باقی تھی وہ قیمت کی
چیز تھی پس اُسکے باقی رہنے سے سال باقی رہا اور دوسرے مسئلہ مین کل مال ہلاک ہو گیا اسلیے سال کا حکم
باطل ہو گیا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ نصاب کے مالک ہوجانے کے بعد وقت سے پہلے زکوۃ دیدینا
جائز ہے اور نصاب کے مالک ہونے سے پہلے زکوۃ دینا جائز نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ وقت سے پہلے زکوۃ دینا
تین شرطون سے جائز ہے اول یہ کہ زکوۃ دیتے وقت سال چل رہا ہو دوسرے یہ کہ جس نصاب کی زکوۃ
سال سے پہلے دیدی وہ آخر سال مین کامل نصاب باقی رہے تیسرے یہ کہ اس درمیان مین اصل نصاب
فوت نہو جائے۔ پس اگر کسی کے پاس سونا یا چاندی یا تجارت کا مال دو سو درہم سے کم کا تھا اور اُسنے
اول سے زکوۃ دیدی اُسکے بعد نصاب پوری ہوئی یا کسی کے پاس دو سو درہم تھے یا تجارت کا مال دو سو
درہم کی قیمت کا تھا اور پانچ درہم زکوۃ کے اُسنے وقت سے پہلے دیدیے اور نصاب کم ہو گئی یہان تک کہ اُس
نصاب کی کمی مین ہی سال گذر گیا یا اول زکوۃ دیتے وقت نصاب کامل تھی پھر سب مال ہلاک ہو گیا تو ان سب
صورتون مین جو کچھ دیا ہے وہ صدقہ نفل ہوگا زکوۃ نہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے اور جسطرح ایک نصاب
کے مالک ہونے کے بعد وقت سے پہلے زکوۃ دینا جائز ہے اُسی طرح بہت سی نصابون مین بھی جائز ہے یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہے۔ پس اگر کسی کے پاس دو سو درہم تھے اور اُسنے ہزار کی زکوۃ دیدی اُسکے بعد
کچھ اور مال مل گیا یا نفع ہوا اور ہزار پورے ہوگئے اور جب سال تمام ہوا تو اُسکے پاس ہزار درہم تھے تو
اول زکوۃ دیدینا جائز ہے اور ہزار درہم کی زکوۃ اُسکے ذمہ سے ساقط ہو گئی اور اگر اُس سال مین کچھ اور
حاصل نہوا اور سال کے تمام ہونے کے بعد اور مال ملا تو جو اول دیچکا ہے وہ اُسکی زکوۃ نہوگی اور جو اُس
مال کے ملنے کے وقت سے سال تمام ہوا اُسکی زکوۃ دینا واجب ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ ایک سال
سے زیادہ کی زکوۃ دیدینا بھی اول جائز ہے اسلیے کہ سبب موجود ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اگر دو ہزار درہم کی زکوۃ
اول دیدی اور اُسکے پاس صرف ہزار درہم تھے اور یون کہا کہ اس سال کے تمام ہونے سے اول کچھ
اور ہزار درہم حاصل ہوگئے تو یہ اُن دونون ہزارون کی زکوۃ ہے اور اگر حاصل نہوئے تو یہ اُسی ہزار کی
دوسرے سال کی زکوۃ ہے تو جائز ہوگا۔ کسی شخص کے پاس چار سو درہم تھے اور اُسکو یہ گمان ہوا کہ اُسکے
پاس پانچ سو درہم ہین اور پانچ سو کی زکوۃ ادا کی اُسکے بعد معلوم ہوا تو اُسکو جائز ہے کہ اس زیادتی کو دوسرے
سال کی زکوۃ مین محسوب کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ کسی کے شخص کے پاس دو نصابین ہین ایک چاندی
کی دوسری سونے کی اور اُن مین سے ایک کی زکوۃ وقت سے پہلے دی تو وہ دونون سے ادا ہوگی اسلیے کہ
جنس کے ایک ہونے کے سبب سے تعین کا اعتبار نہین ہے اور جنس کے ایک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ زکوۃ
کے حساب مین اُن دونون کو ملا لیا جاتا ہے۔ اور اگر ان دونون نصابون مین سے ایک نصاب ہلاک
ہو گئی تو اُس صورت مین دوسری نصاب معین ہو جاویگی اور وہ اُسی کی زکوۃ ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور
اگر کوئی شخص مختلف جنس کے حیوانون کی بہت سی نصابون کا مالک ہو اور انمین سے بعض کی زکوۃ اُسنے

وقت سے پہلے دیدی پھر جسکی زکوۃ دی تھی وہ مال ہلاک ہوگیا تو اور جو باقی ہین اُنکی طرف سے وہ زکوۃ
ادا نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر وقت سے پہلے کسی فقیر کو زکوۃ دی تھی اور سال تمام ہونے سے پہلے
وہ فقیر مالدار ہوگیا یا مرگیا یا مرتد ہوگیا تو جو کچھ اُسکو زکوۃ دی ہی وہ جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ ہمارے اصحاب
نے کہا ہی کہ جس شخص پر زکوۃ ہی جب وہ مرجائے تو زکوۃ اُسکی موت سے ساقط ہوجاتی ہی یہ محیط مین لکھا ہی

دوسرا باب چرنے والے جانورون کی زکوۃ مین اور اسمین پانچ فصلین ہین پہلی فصل

مقدمہ مین چرنے والے جانور نر ہون یا مادہ یا دونون ملے ہوئے ہون سب پر زکوۃ واجب ہی اور
چرنے والے جانورون سے وہ جانور مراد ہین جو دودھ کی غرض سے یا بچے لینے کے لیے یا فربہ ہوکر بیش
قیمت ہوجانے کے لیے جنگلون مین چرائے جاوین اور اگر اُنکو لادنے یا سواری کے لیے چراوین دودھ
کے لیے اور نسل بڑھانے کے لیے نہ چراوین تو اُنپر زکوۃ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اسی طرح اگر گوشت
کی غرض سے چراوین تو اُنپر بھی زکوۃ نہین اور اگر تجارت کے واسطے چراوین تو اُسمین تجارت کے مال
کی زکوۃ ہوگی چرنے والے جانورون کے حساب سے نہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر سال مین کچھ دنون چرایا اور کچھ دنون
اپنے پاس سے چارہ کھلایا تو اگر نصف سے زیادہ سال مین چرایا ہی تو چرنے والون کا حکم ہوگا ورنہ نہوگا یہ
محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر نصف سال چرایا ہی تو بھی وہ جانور چرنے والون کے حکم مین نہونگے اُنپر زکوۃ واجب
نہوگی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر وہ جانور تجارت کے واسطے تھے اور اُنکو چھ مہینے یا زیادہ دنون چرایا تو وہ
چرنے والے کے حکم مین نہونگے لیکن اگر تجارت کی نیت موقوف کرکے اُنکو چرنے والے مین شامل کردے
تو چرنے والے ہوجاوینگے جسطرح تجارت کے غلام کو اگر یہ ارادہ کیا کہ کئی برس تک خدمت مین رکھے
پس اُس سے خدمت لینے کے زمانہ مین بھی وہ مال تجارتی ہی لیکن جب یہ نیت کرلے کہ اُسکو تجارت کے مال
سے نکال کر خدمت کے واسطے مقرر کرلے تو تجارتی مال نرہیگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر چرنے والے جانورون
کے مالک نے یہ ارادہ کیا کہ اُن جانورون سے کام لے یا اُنکو چارہ کھلاوے لیکن ایسا کیا نہین اور سال
گذر گیا تو اُنپر چرنے والے جانورون کی زکوۃ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر جانور تجارت کے
واسطے مول لیے پھر اُنکو چرنے کو چھوڑ دیا تو جسوقت سے اُنھین چرنے کو چھوڑا ہی اُسوقت سے سال کا اعتبار ہوگا یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہی **دوسری فصل اونٹون کی زکوۃ کے بیان مین** پانچ اونٹون سے کم پر زکوۃ نہین
یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور پچیس سے کم مین ہر پانچ اونٹون پر ایک بکری واجب ہوگی یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی
اور بکری ایسی ہونی چاہیے جسکا ایک سال پورا ہوگیا ہو اور دوسرا سال شروع ہوا ہو یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی
اور جب پچیس ۲۵ پورے ہوجاوین تو ایک ایسی اونٹنی واجب ہوگی جسکو دوسرا سال شروع ہوا ہو پینتیس
تک یہی حکم ہی اور جب چھتیس ۳۶ پورے ہوجاوین تو ایک ایسی اونٹنی واجب ہوگی جسکو تیسرا سال شروع ہوا ہو
پینتالیس تک یہی حکم ہی اور جب چھیالیس پورے ہوجاوین تو ایسی اونٹنی واجب ہوگی جسکو چوتھا سال
شروع ہوا ہو ساٹھ تک یہی حکم ہی اور جب اکسٹھ ہوجاوین تو ایسی اونٹنی واجب ہوگی جسکو پانچوان
سال شروع ہو پچھتر تک یہی حکم ہی اور جب چھہتر ہوجاوین تو ایسی دو اونٹنیان واجب ہونگی جنکو

تیسرا سال شروع ہوا ہو اور نوّے تک یہی حکم ہی اور جب اکیانوّے ہوجائین تو ایسی دو اونٹنیان واجب ہونگی جنکو
چوتھا سال شروع ہوا ایک سو بیس (۱۲۰) تک یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اسکے بعد ایک سو بیس پر جو زیادتی ہوگی
اسمین پانچ پانچ اونٹون مین ایک ایک بکری ہوگی ایک سو پینتالیس (۱۴۵) تک یہی حکم ہی اور ایک سو پینتالیس
مین دو ایسی اونٹنیان جنکو چوتھا سال شروع ہوا ہو اور ایک ایسی اونٹنی جسکو دوسرا سال شروع ہوا ہو
واجب ہوگی اور جب پوری ڈیڑھ سو ہون تو ایسی تین اونٹنیان واجب ہونگی جنکو چوتھا سال شروع ہوا ہو
پھر ڈیڑھ سو پر جو زیادتی ہوگی اسمین پانچ پانچ اونٹون مین ایک ایک بکری دیگا اور جب ایک سو پچھتر
پوری ہوجاوینگی تو تین اونٹنیان ایسی دیگا جنکو چوتھا سال شروع ہوا ہو اور ایک اونٹنی ایسی دیگا جسکو
دوسرا سال شروع ہوا ہو اور جب ایک سو چھیاسی پوری ہوجائین تو تین اونٹنیان ایسی دے جنکو چوتھا
سال شروع ہوا ہو اور ایک اونٹنی ایسی دے جسکو تیسرا سال شروع ہوا ہو اور جب ایک سو چھیانوے ہوجائین
تو چار اونٹنیان ایسی دے جنکو چوتھا سال شروع ہوا ہو دو سو تک یہی حکم ہی یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہی
اور دو سو مین اختیار ہی کہ چاہے ایسی چار اونٹنیان دے جنکو چوتھا سال شروع ہوا ہو ہر پچاس سے چوتھے
سال کی ایک اونٹنی ہوگی اور چاہے پانچ اونٹنیان ایسی دے جنکو تیسرا سال شروع ہوا ہو تو ہر چالیس سے ایک
تیسرے سال کی اونٹنی ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - پھر زکوۃ کا حساب ہمیشہ کے لیے از سر نو اسطرح شروع ہوگا
جسطرح ڈیڑھ سو کے بعد شروع ہوتا ہی ہمارا یہی مذہب ہی اور بختی اور عربی اونٹون کا حکم برابر ہی یہ ہدایہ مین
لکھا ہی - اور سب سے کم عمر جس پر زکوۃ واجب ہو جاتی ہی امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے قول کے موافق
چرنے والے اونٹون مین یہ ہی کہ دوسرا سال شروع ہوا ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور چھوٹا اور اندھا
اونٹ گنتی کے حساب مین آویگا لیکن زکوۃ مین نہ لیا جاویگا اور اس اونٹنی کو جو اپنے بچہ کو پالتی ہو اور
جو کھانے کے واسطے تیار کیا ہو اور حاملہ اونٹنی کو اور نر اونٹ کو اور چرنے والون مین سے عمدہ اونٹون
کو زکوۃ مین نہ لینگے درمیانی کو لینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر ایسا ہو کہ جس عمر کی اونٹنی زکوۃ مین واجب ہی
ویسی موجود نہو تو اس سے اعلی دے اور زیادتی کو پھیر لے یا اس سے کم مرتبہ کی دے اور باقی کو ادا کرے یا
کل کی قیمت دے لیکن پہلی صورت مین جو شخص کہ صدقہ لینے کے لیے مقرر ہی اسکو اختیار ہی کہ وہ واجب
سے زیادہ مرتبہ کی اونٹنی نہ لیوے بلکہ جس قسم کی اونٹنی واجب ہی اس قسم کی طلب کرے یا قیمت
مانگے اسلیے کہ وہ بیع ہی اور بیع مین جبر نہین اور دوسری صورت مین جبر کیا جاویگا کہ اسکو جدا کرکے قابض
ہوجاوے اسلیے کہ وہ بیع نہین بلکہ زکوۃ کو بطور قیمت ادا کرتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی ٭ تیسری فصل گاے
بیل کی زکوۃ کے بیان مین ٭ تیس گاے بیلون سے کم مین صدقہ نہین ہی اور جب تیس گاے بیل
چرنے والے ہون تو اسمین ایک گاے یا بیل دے جسکو دوسرا سال شروع ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہی پھر اس سے
زیادتی پر چالیس تک کچھ نہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور جب چالیس پورے ہوجاوین تو ایک ایسا بیل
یا گاے دے جسکو تیسرا سال شروع ہو اور جب چالیس سے زیادتی ہو تو اس زیادتی مین اسی کے
حساب سے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب ہوتا رہیگا ساٹھ تک یہی حکم ہی پس اگر ایک زیادہ

ہوگا تو اُسپر تیسرے سال کی گاے یا بیل کا چالیسوان حصہ واجب ہوگا اور اگر دو زیادہ ہون تو بیسوان حصہ واجب ہوگا اصل کی روایت یہی ہی۔ اور جب ساٹھ ہو جاوینگے تو دو گائین یا دو بیل دوسرے برس کے واجب ہونگے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور ساٹھ کے بعد چالیس چالیس اور تیس تیس کا حساب کیا جاویگا اور ہر چالیس مین ایک گاے یا بیل تیسرے برس کا واجب ہوگا اور ہر تیس مین ایک گاے یا بیل دوسرے سال کا واجب ہوگا۔ تو ستر مین ایک گاے یا بیل تیسرے سال کا اور ایک دوسرے سال کا اور اسّی مین دو گاے یا بیل تیسرے سال کے اور نوے^{۹۰} مین تین گاے یا بیل دوسرے سال کے اور سو مین ایک گاے یا بیل تیسرے سال کا اور دو گاے یا بیل دوسرے سال کے واجب ہونگے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر ایسا حساب ہو کہ تیسرے سال کے اور دوسرے سال کے گاے بیل دونون سے حساب صحیح ہو تو اُسکو دونون کا اختیار رہی مثلاً ایک سو بیس ہون تو اُسکو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو تین گاے یا بیل تیسرے سال کے دے اور اگر چاہے تو چار گاے یا بیل دوسرے سال کے دے یہ تبیین مین لکھا ہی بھینس و بھینسے کا حکم مثل گاے و بیل کے ہی اور جب دونون ملے ہوئے ہون تو نصاب پورا کرنے کے لیے دونون کو شامل کرنا واجب ہی پھر جو زیادہ ہون اُنھین کی زکوۃ لے لین اور جو زیادہ نہون تو اعلے مین سے ادنی اور ادنی مین سے اعلے لے لین یہ بحرالرائق مین لکھا ہی اور منافع مین ہی کہ نر و مادہ اس حکم مین برابر ہین اور فتاوی غیاثیہ مین ہی کہ گاے و بیل مین نر مین سے دوسرے سال کا نر اور مادہ مین سے دوسرے سال کی مادہ افضل ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور گاے و بیل مین سے کم سے کم عمر جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہی امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے قول کے بموجب یہ ہی کہ دوسرا سال شروع ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ **چھٹی فصل بھیڑ و بکری کی زکوۃ مین** بھیڑین اور بکریان جو چرنے والی ہون تو چالیس سے کم مین زکوۃ نہین اور جب چالیس چرنے والی ہون اور ایک سال گذر جاوے تو ایک بکری واجب ہوگی ایک سو بیس^{۱۲۰} تک یہی حکم ہی۔ اور جب اُسپر ایک زیادہ ہو جاوے تو دو بکریان واجب ہین دو سو تک یہی حکم ہی اور جب اُسپر زیادتی ہو تو تین بکریان واجب ہین اور جب چار سو پوری ہو جائین تو چار بکریان واجب ہونگی اُسکے بعد ہر سیکڑہ مین ایک ایک بکری ہوگی مکتوب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مکتوب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مین یہی بیان وارد ہی اور اسی پر اجماع منعقد ہوا ہی اور بکریون مین کم سے کم عمر جسپر زکوۃ واجب ہوتی ہی پورا ایک سال ہی اور یہ قول امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کا ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور جو بکری اور ہرن سے ملا کر پیدا ہو اُسمین مان کا اعتبار ہی اگر مان بکری ہوگی تو زکوۃ واجب ہوگی اور نصاب کے پورا کرنے مین اُسکا حساب ہوگا ورنہ نہوگا اور اسی طرح جو جنگلی اور پالو گاے یا بیل کے ملانے سے پیدا ہوا اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی **پانچوین فصل اُن جانورون کے بیان مین جنمین زکوۃ واجب نہین** گھوڑون پر زکوۃ واجب نہین اور یہ قول صاحبین رح کا ہی اور فتوی کے لیے یہی مختار ہی لیکن اگر تجارت کے لیے ہون تو واجب ہی یہ کافی مین لکھا ہی پس جب گھوڑے تجارت کے لیے ہون تو حکم اُنکا تجارت کے مال کا ہی اگر اُنکی قیمت بقدر نصاب ہو تو زکوۃ واجب ہوگی خواہ وہ چرنے والے ہون یا اُنکو

چارہ کھلایا جاتا ہو یہ مضمرات مین لکھا ہے۔ اور گدسے اور خچر اور چیتے اور تعلیم یافتہ کتون پر زکوۃ اسوقت واجب ہو گی جب تجارت کے واسطے ہونگے یہ سراجیہ مین لکھا ہے اور بکری اور اونٹ اور گاے کے بچون پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک زکوۃ نہین ہے اور آخر قول انکا یہی ہے اور یہی قول امام محمد کا ہے اور اگر انمین ایک بھی پوری عمر کا ہو تو سب اسکے نصاب کے پورا ہونے مین اسکے تابع ہو جاوینگے مگر زکوۃ مین وہ نہ دیے جاوینگے یہ ہدایہ مین لکھا ہے پس اگر انتالیس بچے اور ایک پوری بکری ہو تو ایک درمیانی بکری واجب ہو گی پس اگر وہی درمیانی بکری ہے یا اس سے کم ہے تو سے لیجاویگی اور اگر سال گذرنے کے بعد وہ ہلاک ہو جاوے تو صاحبین کے نزدیک زکوۃ ساقط ہو جاویگی اور اسی طرح اگر انچاس اونٹ کے بچے اور ایک درمیانی اونٹنی ہو تو زکوۃ مین وہی اونٹنی واجب ہو گی پھر اگر آدھے بچے ہلاک ہو جائین تو آدھی اونٹنی ساقط ہو جائیگی اور آدھی باقی رہیگی یہ کافی مین لکھا ہے کسی بچہ کو زکوۃ مین لینا جائز نہین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے۔ جو جانور کام کرتے ہین یا انپر بوجھ لادا جاتا ہے یا چارہ کھلایا جاتا ہے انپر زکوۃ نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہے

تیسرا باب سونے اور چاندی اور اسباب کی زکوۃ مین اس باب مین دو فصلین ہین **پہلی فصل سونے اور چاندی کی زکوۃ کے بیان مین** دوسو درہم پر پانچ درہم واجب ہوتے ہین اور بیس مثقال سونے پر آدھا مثقال واجب ہوتا ہے سکہ دار ہو یا بے سکہ بنا ہوا ہو یا بے بنا خواہ زیور ہو مردون یا عورتون کا گداختہ ہو یا ناگداختہ یہ خلاصہ مین لکھا ہے چاندی سونے کی زکوۃ مین معتبر یہ ہے کہ جو زکوۃ مین دیا جاوے وہ وزن مین قدر واجب کے برابر ہو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک قیمت کا اعتبار نہین پس اگر پانچ کھرے درہمون کے عوض پانچ کھوٹے درہم دیے جنکی قیمت چار کھرے درہمون کے برابر تھی تو ان دونون کے نزدیک جائز ہے اور مکروہ ہے اور اگر پانچ کھوٹے درہمون کی عوض چار کھرے درہم دیے جنکی قیمت پانچ کھوٹے درہمون کے برابر ہے تو جائز نہین اگر کسی کے پاس چاندی کی ابریق ہو جسکا وزن دوسو درہم کے برابر ہے اور اسکی بنوائی کی اجرت لگا کر تین سو درہم کی ہے تو اگر اسکی زکوۃ مین چاندی دے تو اسکا چالیسوان حصہ دے اور اسکا چالیسوان حصہ ایسی پانچ درہم چاندی ہوگی جسکی قیمت ساڑھے سات درہم کے برابر ہو اور اگر ایسی پانچ درہم چاندی دے جسکی قیمت پانچ ہی درہم ہے تو جائز ہے اور اگر زکوۃ مین دوسری جنس دے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور زکوۃ کے واجب ہونے مین بھی یہی اعتبار کیا جاتا ہے کہ چاندی سونے کا وزن بقدر نصاب کے ہو بالاجماع قیمت کا اعتبار نہین پس اگر کسی کے پاس چاندی کی ابریق ایسی ہو جسکا وزن ڈیڑھ سو درہم ہے اور قیمت دوسو درہم تو اسمین زکوۃ واجب نہین یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہے۔ اور ینابیع مین ہے کہ اگر گنتی مین دو سو درہم ہون اور وزن مین کم ہون تو انمین زکوۃ واجب نہین اگرچہ کمی تھوڑی ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ سونے مین مثقالون کے وزن کا اعتبار ہوگا اور درہمون مین وزن سبعہ کا اور وزن سبعہ اسکو کہتے ہین کہ دس درہم سات مثقال کے برابر ہون یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے مثقال دینار کے برابر ہوتا ہے جسکے بیس قیراط ہوتے ہین اور درہم کے چودہ قیراط ہوتے ہین اور ایک قیراط پانچ جو کا ہوتا ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اگر درہمون مین ملاوٹ ہو تو اگر چاندی غالب ہو تو خالص درہمون کا حکم ہوگا اور اگر ملونی غالب ہو تو چاندی کا حکم نہوگا جیسے کھوٹے درہم ہوتے ہین تو اگر انکا رواج ہو اور تجارت کی نیت کی ہے تو انکی قیمت کا اعتبار ہوگا اگر انکی قیمت کم مرتبہ کے درہمون کی ایسی نصاب کو پہونچے جسمین زکوۃ واجب ہوتی ہے

تو اسمین بھی زکوۃ واجب ہوگی اور کم مرتبہ کے درہم وہ ہوتے ہین جنہین ملاوٹ ہو اور چاندی غالب ہو اور اگر انکی
قیمت ایسی نصاب کو نہ پہونچے تو انمین زکوۃ واجب نہین اور اگر انکا رواج نہو اور تجارت کی نیت بھی نہ کی ہو
تو انمین زکوۃ نہین لیکن اگر وہ بہت ہون اور انمین جسقدر چاندی ہی وہ دوسو درہم کی ہو اور ملونی سے جدا ہو سکتی ہو
تو زکوۃ واجب ہوگی اور اگر جدا نہو سکتی ہو تو زکوۃ نہین یہ بہت سی کتابون مین لکھا ہی۔ ملاوٹ کے سونے کا
بھی وہی حکم ہی جو ملاوٹ کی چاندی کا حکم ہی اور اگر ملاوٹ چاندی یا سونے کے برابر ہو تو اسمین اختلاف ہی
اور خلاصہ مین یہ اختیار کیا ہی کہ احتیاطاً زکوۃ واجب ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر چاندی یا سونا ملے ہوئے
ہون تو اگر سونا بقدر نصاب ہی تو سونے کی زکوۃ واجب ہوگی اور چاندی بقدر نصاب ہی تو چاندی کی زکوۃ
واجب ہوگی یہ حکم اسوقت ہی جب چاندی غالب ہو اور اگر چاندی تھوڑی ہو تو کل سونے کے حکم مین ہوگا
اسلیے کہ اسکی قیمت اعلی ہی یہ تبیین مین لکھا ہی پیسے اگر تجارت کے لیے نہون تو انمین زکوۃ نہین اور اگر تجارت
کے لیے ہون تو جب دوسو درہم کے ہونگے تو انمین زکوۃ واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ چاندی مین دوسو درہم
اور سونے مین بیس مثقال سے زیادہ پر امام ابوحنیفہ رح کے قول کے بموجب اسوقت تک زکوۃ نہین جب تک
چاندی کی زیادتی چالیس درہم اور سونے کی زیادتی چار مثقال نہو۔ پھر ہر چالیس درہم چاندی مین ایک درہم
ہوگا اور ہر چار قیراط سونے مین دو قیراط واجب ہونگے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور مال کی قیمت چاندی سونے
کے ساتھ اور سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے حساب سے ملا دینگے یہ کنز مین لکھا ہی۔ پس اگر کوئی سو درہم
اور ایسے پانچ دینار کا مالک ہوا جنکی قیمت سو درہم ہی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اسپر زکوۃ واجب ہی
صاحبین رحمہما کا اسمین خلاف ہی اور اگر سو درہم اور دس دینار یا ڈیڑھ سو درہم اور پانچ دینار یا پچاس
درہم اور پندرہ دینار کا مالک ہوا تو بالاجماع ملا دینگے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر اسکے پاس سو درہم اور
دس دینار ہون جنکی قیمت سو درہم سے کم ہی تو صاحبین رح کے نزدیک زکوۃ واجب ہوگی اور امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک واجب ہونے مین فقہا کا اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر
چاندی اور سونا دونون کی نصاب ہو اور سونا نصاب سے چار مثقال سے کچھ کم زیادہ ہو اور چاندی نصاب
سے چالیس درہم سے کچھ کم زیادہ ہو تو ان دونون زیادتیون کو ملا دینگے تاکہ چالیس درہم چاندی یا چار
مثقال سونا ہو جاوے یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور اگر سونے اور چاندی کے نصاب کو اسواسطے ملا لیوے تاکہ
کل زکوۃ ایک جنس کی دے تو مضائقہ نہین لیکن واجب یہ ہی کہ قیمت اسطرح لگائی جاوے جسمین از روے
قدر و رواج کے فقیرون کا فائدہ زیادہ ہو ورنہ ہر ایک مین سے چالیسوان حصہ دے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

دوسری فصل مال تجارت کی زکوۃ کے بیان مین تجارتی مال کسی قسم کا ہو جب اسکی قیمت چاندی
سونے کی نصاب کے برابر ہوگی تو اسمین زکوۃ واجب ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور چاندی یا سونے کے سکون
سے حساب لگایا جاوے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر ابتداے سال مین اسکی قیمت ایسے دوسو درہمون کے برابر ہو جنمین
چاندی غالب ہو تو زکوۃ کی نصاب کی قیمت کا حساب سال کے گذرنے کے بعد لگایا جاویگا یہ مضمرات مین لکھا ہی۔
تجارتی مال مین اختیار ہی کہ چاہے قیمت اسکی درہمون سے لگا دے چاہے دینارون سے لگا دے لیکن

اگر انمین سے ایک سے نصاب پوری نہوتی ہو تو ضرور ہی کہ اُس سے حساب کیا جاویگا جس سے نصاب پوری
ہوتی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر کسی کے پاس دو سو شک گیہون تجارت کے واسطے ہون جنکی قیمت دو سو
درہم ہی پھر سال تمام ہوا اور قیمت اُنکی زیادہ ہو گئی یا کم ہو گئی تو اگر زکوٰۃ مین گیہون دینا منظور ہین تو پانچ شک
دے اور اگر قیمت دینا منظور ہو تو اُس قیمت کا اب حساب ہوگا جو زکوٰۃ کے واجب ہونے کے وقت تھی اسلیے
کہ واجب ہی کہ یا اصل شی زکوٰۃ مین دیجاوے یا اُسکی قیمت دیجاوے اور اسی واسطے صدقہ وصول کرنے
والے پر اُسکے قبول کرنے مین جبر کیا جاویگا اور صاحبین رح کا مذہب یہ ہی کہ جس روز زکوٰۃ ادا کرتا ہی اُس
روز کی قیمت کا اعتبار ہی اور یہی حکم ہی اُن سب چیزون کی زکوٰۃ کا جنکا حساب پیمانہ یا وزن یا گنتی سے ہوتا ہو
اور اگر قیمت کی زیادتی اُنکی ذات مین ہو گئی مثلاً رطوبت خشک ہو گئی تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہو اُس زمانہ
سے کیا جاویگا جب زکوٰۃ واجب ہوئی اسلیے کہ سال کے بعد جو زیادتی ہو اُسکے ملانے کا حکم نہین ہی اور اگر
ذات مین نقصان ہو گیا مثلاً بھیگ گئے تو زکوٰۃ ادا کرتے وقت جو قیمت ہی اُسکا اعتبار ہوگا یہ کافی مین لکھا ہی
اور اسباب کا مالک قیمت اسیے شہر کے نرخ کے بموجب کرے جہان وہ مال موجود ہو اگر غلام تجارت کے
لیے دوسرے شہر کو بھیجا اور سال گذرا تو اب اُسکی قیمت کا حساب اُسی شہر کے بموجب ہوگا اور اگر جنگل مین ہو
تو اُس شہر کی قیمت کا حساب لگایا جاویگا جو سب سے زیادہ قریب ہی یہ فتح القدیر مین فتاوی سے نقل کیا ہی اگر تجارت کے
مال مختلف جنس کے ہون تو بعض کو بعض سے ملا لینگے یاقوت مین اور موتیون مین اور جواہرات مین زکوٰۃ نہین ہی اگرچہ
اُسکا زیور بنا ہوا ہو لیکن وہ تجارت کے واسطے ہون تو اُنمین بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اگر کسی
نے چکیان خریدین اور اُنکو کرایہ پر چلاتا ہی تو اُنپر زکوٰۃ واجب نہوگی جسطرح اناج بند کرنے کے گھرون مین زکوٰۃ واجب
نہین ہوتی اور اگر کسی کی زمین مین سے گیہون حاصل ہون جنکی قیمت بقدر نصاب ہو اور اُسنے یہ نیت کی کہ انکو رکھ چھوڑے
یا بیچے اور ایک سال تک روکے تو اُنپر زکوٰۃ واجب نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اگر جانورون کا سوداگر جانورون
کی خرید و فروخت کرتا ہی اور اُسنے اُنکے گلے مین ڈالنے کے گھونگر یا باگ ڈورین اور منھ بند ڈالنے کے واسطے
خریدے پس اگر یہ چیزین اُن جانورون کے ساتھ بیچنے کی ہین تو اُنمین زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر جانورون کی
حفاظت کے واسطے ہین تو اُنمین زکوٰۃ واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر عطار شیشے خریدے تو اُسکا بھی یہی حکم ہی
اگر کسی نے غلہ بھرنے کی گونین اسواسطے خریدین کہ اُنمین کرایہ پر چلاوے تو اُنپر زکوٰۃ واجب نہوگی اسلیے کہ وہ بیچنے
کے لیے نہین خریدی ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی نانبائی اگر لکڑی یا نمک روٹی پکانے کے واسطے خریدے تو اُسمین زکوٰۃ
نہین ہی اور اگر روٹیون پر لگانے کے واسطے تل خریدے تو اُنپر زکوٰۃ واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی مضارب نے
اگر غلام خریدا اور اُسکے لیے کپڑے یا بوجھ اُٹھانے کا پلہ خرید کیا تو کل کی زکوٰۃ دیگا لیکن اگر مال کا مالک خرید کرتا تو کپڑے
اور پلہ کی زکوٰۃ نہ دیتا اسلیے کہ اُسکو یہ اختیار ہی کہ تجارت کے سوا اور کام کے لیے خریدے یہ کافی مین لکھا ہی اگر
مضارب نے تجارت کے غلامون کے کھانے کے واسطے اناج خرید کیا اور اُسپر سال گذر گیا تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور
اگر مالک نے تجارت کے غلامون کے کھانے کے واسطے خریدا تو زکوٰۃ واجب نہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ جس
مال مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہی اگر زکوٰۃ اُسکی اور جنس سے دے تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ قدر واجب کی قیمت لگا دے اور

اگر اُسی کی جنس سے زکوۃ دے اور وہ اُن چیزون مین سے ہو جسمین ربا جاری ہوتا ہی تو بھی یہی حکم ہی لیکن اگر وہ جنس ایسی ہو جسمین ربا جاری ہوتا ہی تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ مقدار کا اعتبار ہوگا قیمت کا نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ متفرق مسائل اگر کسی کو زکوۃ کے ادا کرنے مین شک ہو اور یہ معلوم نہو کہ زکوۃ دی ہی یا نہین دی تو احتیاطاً دوبارہ زکوۃ دے یہ محیط اور سراجیہ اور بحر الرائق مین واقعات سے نقل کیا ہی امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک زکوۃ نصاب مین ہوتی ہی اس زیادتی مین نہین ہوتی جو معاف ہوتی ہی اور اگر وہ زیادتی جو معاف ہی ہلاک ہو جاوے اور نصاب باقی رہے تو کل کی زکوۃ واجب رہیگی اسواسطے کہ وہ معافی نصاب کی تابع تھی اور اسی واسطے امام ابو حنیفہ رح نے کہا ہی کہ اگر کچھ مال ہلاک ہو تو وہ ہلاکی اُس زیادتی مین سمجھی جاویگی جو معاف تھی اُسکے بعد اخیر کی نصاب مین پھر اُسکے بعد کی نصاب مین اور اسی طرح آخر تک حساب ہوگا اور اگر زکوۃ کے واجب ہونے کے بعد مال ہلاک ہوگیا تو زکوۃ ساقط ہو جاویگی اور اگر تھوڑا سا مال ہلاک ہوگیا تو اسقدر کی زکوۃ ساقط ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر نصاب کو خود ہلاک کر دیا تو زکوۃ ساقط نہوگی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور تجارت کے ایک مال کو دوسرے مال سے بدلنا ہلاک کرنا نہین ہی یہ حکم بلا خلاف ہی خواہ اسی جنس کے مال سے بدلے یا دوسری جنس کے مال سے بدلے لیکن اگر اُس بدلے مین اسقدر مال چھوڑ دیا کہ جسقدر مین لوگ دھوکا نہین کھا جاتے ہین تو جسقدر چھوڑا ہی اُسکی زکوۃ کا ضامن ہوگا سال کے تمام ہونے کے بعد نصاب کا قرض دینا ہلاک کرنا نہین ہی اگرچہ قرضدار کے پاس مال کم ہو جاوے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر چرنے والے جانور کو کھانا پانی نہ دیا اور وہ ہلاک ہوگیا تو بعضون نے کہا ہی کہ وہ ہلاک کرنا ہی زکوۃ کا ضامن ہوگا اور بعضون نے کہا ہی کہ ضامن نہوگا اور اگر سال کے تمام ہونیکے بعد نصاب کو اپنی ملک سے بغیر عوض نکالدیا مثلاً ہبہ کر دیا یا ایسے عوض مین نکالدیا جو مال نہین ہی مثلاً مہر مین دیدیا یا ایسے عوض مین دیا جو زکوۃ کا مال نہین ہی جیسے خدمت کے غلام تو وہ ہلاک کرنے والے کے حکم مین ہی اور قدر زکوۃ کا ضامن ہوگا خواہ عوض اُسکے ہاتھ مین باقی رہے یا نہ رہے اور اگر ہبہ مین قاضی کے حکم سے رجوع ہوگیا اور اُسپر قبضہ کرلیا تو ضمانت جاتی رہیگی اور اصح قول کے بموجب یہی حکم اُس صورت مین ہی جب رجوع بغیر حکم قاضی کے ہو یہ فتاوی مین لکھا ہی۔ قوم بنی تغلب کے چرنے والے جانورون پر مسلمانون کے جانورون سے دوچند زکوۃ لیجاویگی اور اُنکے فقیرون اور غلامون سے زکوۃ نہ لیجاویگی مگر جزیہ لیا جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ بنی تغلب کے لڑکون پر چرنے والون کی زکوۃ نہین ہی اور اُنکی عورتون پر اسی قدر زکوۃ ہی جسقدر مردون پر ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ کتاب مین مذکور ہی کہ جو چیزین مجتمع ہون اُنکو زکوۃ مین جدا جدا نہ کرین اور جو جدا جدا ہون اُنکو جمع نہ کرین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ پس اگر کسی کے پاس اسّی بکریان ہون تو اُنمین ایک بکری واجب ہوگی اور اُنکو جدا جدا کرکے یون حساب نہ کرینگے کہ اگر وہ دو آدمیون کے پاس ہوتین تو دو بکریان واجب ہوتین اور اگر دو شخصون کے پاس اسّی بکریان ہون تو دو بکریان واجب ہونگی اور اُنکو جمع کرکے یون حساب نہ کرینگے کہ اگر ایک شخص کے پاس ہوتین تو ایک بکری واجب ہوتی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر جانورون مین دو شخص شریک ہون تو اُنسے زکوۃ اُسی طرح لیجاویگی جیسے شریک

ہونے کی صورت مین لیجاتی پس اگر انمین سے ہر ایک حصہ کا بقدر نصاب ہو تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ واجب
نہوگی خواہ شراکت اُن دونون کی اسطرح ہو کہ ہر ایک شخص دوسرے کا وکیل ہو کفیل نہو یا اسطرح ہو کہ ہر ایک
دوسرے کا وکیل بھی ہو اور کفیل بھی ہو یا اسطرح کی شراکت ہو کہ دونون کو وہ مال ارث مین ملا ہو یا اور کسی طرح وہ دونون
اُسکے مالک ہوگئے ہین خواہ وہ سب ایک چراگاہ مین ہون یا مختلف چراگاہون مین ہون پس اگر انمین سے
ایک کا حصہ بقدر نصاب کے ہو اور دوسرے کا حصہ بقدر نصاب نہو تو اُس شخص پر زکوۃ واجب ہوگی جسکا
حصہ بقدر نصاب ہی دوسرے پر واجب نہوگی اور اگر دو شریکون مین سے ایک ایسا ہی جسپر زکوۃ واجب
ہوتی ہی اور دوسرا ایسا ہی جسپر زکوۃ واجب نہین ہوسکتی تو جس شخص پر زکوۃ واجب ہوسکتی ہی جب اسکا حصہ
بقدر نصاب ہوجاویگا تو اسی پر زکوۃ واجب ہوگی - اگر کسی شخص کے ساتھ اسی بکریون مین اسی آدمی اسطرح
شریک ہین کہ ہر بکری آدھی اُسکی ہی اور آدھی کسی اور شخص کی اور اس طرح اُسکی کل چالیس بکریان ہوگئین
تو امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک اُسپر کچھ زکوۃ واجب نہوگی اور یہی حکم ہی اُس صورت مین کہ
اسی طرح کوئی شخص ساٹھ آدمیون کے ساتھ ساٹھ بکریون مین شریک ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور
مال شراکت کی زکوۃ جو دونون شریکون سے لیجاوے اُسمین ہر شریک دوسرے شریک سے اپنے حصہ
کے موافق پھیر لیگا پس اگر دو شخصون کی شراکت مین اکسٹھ اونٹ تھے ایک کے چھتیس اونٹ تھے اور
دوسرے کے پچیس اور صدقہ لینے والے نے اُن دونون سے ایک دوسرے سال کی زکوۃ اور ایک
تیسرے سال کی اونٹنی لے لی ہر شخص اپنے دوسرے شریک سے جسقدر اُسکے حصہ مین سے اُسکے شریک
کی زکوۃ لی گئی ہی وہ پھیر لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - کسی شخص کے پاس چرنے والے جانور تھے
اور صدقہ وصول کرنے والے نے جب اُس سے صدقہ وصول کرنے کا ارادہ کیا تو اُسنے کہا کہ یہ اونٹ میرے
نہین ہین تو قسم کے ساتھ اُسکا قول قبول کیا جاویگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اگر امام نے زکوۃ طلب کی
اور اُسنے نہ دی یہان تک کہ مال ہلاک ہوگیا تو وہ زکوۃ کا ضامن نہوگا یہی صحیح ہی اور عامہ فقہا کا یہی
مذہب ہی یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر خوارج خراج اور چرنے والے جانورون کا صدقہ لے لین تو دوبارہ نہ لیا جائیگا
یہ ہدایہ مین لکھا ہی - تحفہ مین ہی کہ اونٹون کی زکوۃ مین مادہ کا دینا واجب ہی نر کا دینا جائز نہین لیکن بطریق قیمت
اگر دیدے تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - بکریون کی زکوۃ مین نر اور مادہ دونون لیے جاوینگے اسلیے کہ شاۃ
دینے کا حکم ہی اور شاۃ کا لفظ دونون کو شامل ہی اور اونٹون کی زکوۃ مین خاص خاص نام ہین مثلاً بنت مخاض
یعنے دوسرے سال کی اونٹنی اور بنت لبون یعنے تیسرے سال کی اونٹنی یہ لفظ نر پر صادق نہین آسکتے
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - ہمارے نزدیک قیمت کا دینا زکوۃ اور کفارون مین اور صدقہ فطر اور عشر اور نذر
مین جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی پس اگر کوئی چار درمیانی بکریون کی قیمت مین تین موٹی بکریان دیدے یا
دوسرے سال کی اونٹنی کی قیمت مین تیسرے سال کی اونٹنی کا کچھ حصہ دیدین تو جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی
اگر کسی شخص کے پاس دو مشک گیہون ہون جنکی قیمت دو سو درہم ہوتی ہی تو اُسکے مالک کو اختیار ہی کہ اگر
چاہے انھین گیہون مین سے پانچ مشک گیہون ادا کرے اور اگر چاہے اُنکی قیمت ادا کرے یہ شرح طحاوی

مین لکھا ہی - اگر چرنے والے جانورون کو بیچے پس اگر اسوقت صدقہ وصول کرنے والا حاضر ہو تو اُسکو اختیار ہی
کہ چاہے بائع سے زکوۃ واجب کی قیمت لے لے تو کل کی بیع جائز ہوگی اور اگر چاہے تو اول سبکے ہوئے جانورون
مین سے زکوۃ کے جانور نکال لے تو اول جانورون کی بیع باطل ہوجاویگی جو اُسنے زکوۃ مین لے لیے - اور اگر
صدقہ وصول کرنے والا بیع کے وقت حاضر نہ تھا اور اُسوقت حاضر ہوا جب بیع کی مجلس متفرق ہوگئی تو اب
وہ مشتری سے نہ لیگا اور بائع سے زکوۃ واجب کی قیمت نہ لیگا - اور اگر کسی نے اناج بیچا جسمین عشر واجب ہی
تو صدقہ لینے والے کو اختیار ہی کہ چاہے بائع سے لے چاہے مشتری سے لے خواہ بیع کی مجلس متفرق ہونے سے
پہلے حاضر ہوا ہو خواہ بعد کو حاضر ہوا ہو یہ بحر الرائق اور شرح طحاوی مین لکھا ہی اگر کوئی شخص تین برس تک اپنی زمین
اجارہ پر دے اور ہر برس کا اجارہ تین سو درہم ہون اور جب آٹھ مہینے گذر چکین تو وہ دو سو درہم کا مالک
ہوجاوے تو اُسپر سال چلنا شروع ہوجاویگا اور اُسکے بعد جو سال تمام ہوگا تو اُسپر پانسو درہم کی زکوۃ واجب
ہوگی اور اُسکے بعد جب پھر دوسرا سال آویگا تو آٹھ سو درہم کی زکوۃ واجب ہوگی لیکن جسقدر زکوۃ وہ پانسو
درہم کی واجب ہوئی تھی وہ کم ہوجاویگی کسی شخص کے پاس ہزار درہم تھے اور اُسکے سوا اور کچھ مال اُسکے پاس
نہ تھا اور اُن ہزار درہم مین ایک گھر دس برس کے لیے کرایہ پر لیا اور ہر سال کے سو درہم ٹھہرے اور ہزار
درہم دیدیے مگر اُس گھر مین سکونت نکی یہان تک کہ سب سال گذر گئے اور گھر مالک کے قبضہ مین رہا تو وہ
مکان کا مالک پہلے سال مین نوسو درہم کی زکوۃ دیگا اور دوسرے سال مین آٹھ سو درہم کی مگر اُسمین سے
پہلے سال کی زکوۃ کم ہوجاویگی پھر ہر سال مین ایک سو درہم اور جسقدر زکوۃ پچھلے سالون کی ہی وہ کم ہوتی رہیگی
مستاجر پر پہلے اور دوسرے سال مین کچھ زکوۃ نہوگی اسلیے کہ پہلے سال مین اُسکی نصاب مین کمی تھی اور دوسرے
سال مین بھی نصاب پوری نہوئی تھی تیسرے سال مین تین سو درہم کی زکوۃ دیگا پھر ہر سال مین سو درہم بڑھتے
جاوینگے مگر پچھلے سالون کی زکوۃ اُسکے ذمہ سے اُٹھ جاویگی - اگر کسی شخص نے اپنے گھر کو ایک تجارت کی
باندی کے عوض کرایہ کو دیا اور باندی کی قیمت ہزار درہم تھی اور مسئلہ کی سب صورتین وہی واقع ہوئین جو
پہلے مذکور ہوچکین تو اُس مکان کے مالک پر زکوۃ نہوگی اسلیے کہ باندی مین مستاجر کا حق قائم ہوگیا اور
دوسرے کا حق قائم ہوجانا بمنزلہ مال کے ہلاک ہوجانے کے ہی اور مستاجر پر اُسی طرح زکوۃ واجب ہوگی جیسے
کہ اول مذکور ہوچکا اور اگر اجرت مین کوئی کیلی یا وزنی چیز ٹھہری تھی اور اُسکی قیمت مین کوئی دوسری چیز
دیدیگی تو وہ درہمون کے حکم مین ہی اور اگر وہی چیز دیدیگی تو باندی کے حکم مین ہی اور اگر گھر کو مستاجر نے
قبضہ مین دیدیا اور اجرت پر قبضہ نہ کیا تو حکم بدل جاویگا اور مستاجر کا حکم وہ ہوگا جو گھر کے مالک کا تھا اور
گھر کے مالک کا وہ حکم ہوگا جو مستاجر کا تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - کسی شخص نے دو سو درہم کا قیمتی تجارت کا
غلام دو سو درہم کو خریدا اور قیمت دیدی اور غلام پر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ سال گذر گیا اور غلام بائع کے
پاس مر گیا تو بائع کو دو سو درہم کی زکوۃ دینا پڑیگی اور اسی قدر زکوۃ مشتری پر واجب ہوگی اور اگر غلام
سو درہم کی مالیت تھا تو بائع پر دو سو درہم کی زکوۃ واجب ہوگی اور مشتری پر زکوۃ نہوگی یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہی - خدمت کا غلام ہزار درہم کو بیچا اور اُسکی قیمت پر ایک سال گذر گیا پھر کسی عیب کی وجہ سے قاضی کے

حکم یا آپس کی رضامندی سے غلام پھر گیا تو قیمت کی زکوٰۃ دیگا۔ اور اگر غلام تجارت کے مال کے عوض مین بیچا تھا
اور ایک سال کے گذرنے کے بعد عیب کی وجہ سے بحکم قاضی پھر گیا تو بائع اُس مال کی اور غلام کی زکوٰۃ
نہ دیگا اور مشتری بھی مال کی زکوٰۃ نہ دیگا اور اگر بغیر حکم قاضی کے پھرا ہی تو بائع مال کی زکوٰۃ دیگا اسلیے کہ اب
وہ نئی بیع ہوئی اور اگر اُس غلام سے خدمت لینے کی نیت کر لی تو مال کی زکوٰۃ کا ضامن ہوگا اسلیے کہ اُسنے اُسکو
ہلاک کیا یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے مال کی زکوٰۃ نہ دی یہان تک کہ بیمار ہوگیا تو وارثون سے پوشیدہ
زکوٰۃ دے اور اگر اُسکے پاس کچھ مال نہین ہی اور زکوٰۃ دینے کے لیے قرض لینے کا ارادہ کرے تو اگر غالب
گمان یہ ہی کہ اگر وہ قرض لیکر زکوٰۃ ادا کریگا اور پھر اُس قرض کے ادا کرنے مین کوشش کریگا تو ادا کر سکیگا تو
افضل یہ ہی کہ قرض لیوے پھر اگر قرض لیکر زکوٰۃ ادا کی اور قرض ادا کرنے پر قادر نہوا یہان تک کہ مر گیا
تو امید ہی کہ اللہ آخرت مین اُسکا قرض ادا کریگا اور اگر اُسکا غالب گمان یہ ہو کہ اُس قرض کو ادا نہ کر سکیگا
تو افضل یہ ہی کہ قرض نہ لے اسلیے کہ صاحب قرض کی خصومت اور زیادہ سخت ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
کسی شخص نے ایک عورت سے ہزار درہم مہر پر نکاح کیا اور وہ اُسکو ادا کر دیے اور یہ بات اُسکو معلوم نہ تھی
کہ وہ باندی ہی اور اسی طرح ایک سال گذر گیا پھر معلوم ہوا کہ وہ باندی تھی اور بے اجازت مالک کے
اُسنے نکاح کر لیا تھا اور اُسنے ہزار درہم شوہر کو واپس کر دیے تو امام ابو یوسف رح سے یہ روایت ہی کہ اُن دونون
مین سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہوگی اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کی داڑھی مونڈ ڈالی اور قاضی نے اُسپر
دیت کا حکم کیا اور دیت اُسنے ادا کی اور ایک سال گذر گیا پھر اُسکی داڑھی جمی اور دیت واپس ہوگئی
تو اُن دونون مین سے کسی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر کسی شخص نے یہ اقرار کیا کہ دوسرے شخص کے ہزار درہم
میرے اوپر قرض ہین اور وہ ہزار درہم دیدیے پھر ایک سال گذرنے کے بعد اُن دونون مین یون قرار
پایا کہ وہ قرض واقعی نہ تھا تو اُن دونون مین سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہوگی۔ اگر کسی نے ہزار درہم
دوسرے شخص کو ہبہ کیے اور اُسکو ادا کر دیے پھر سال گذرنے کے بعد قاضی کے حکم سے یا بغیر حکم قاضی کے
اُس ہبہ مین رجوع کیا اور ہزار درہم پھیر لیے تو اُن دونون مین سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہین یہ فتاوی
قاضی مین لکھا ہی۔ کسی شخص پر دو سو درہم کی زکوٰۃ واجب تھی اور اُسنے اپنے مال مین سے زکوٰۃ کے پانچ درہم
جدا کر لیے پھر اُسکے پاس سے وہ پانچ درہم ضائع ہوگئے تو اُسکے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط نہوگی اور اگر مال
کے مالک نے پانچ درہم زکوٰۃ کے جدا کیے تھے پھر وہ مر گیا تو وہ پانچ درہم اُس سے میراث مین سمجھے جاینگے یہ
تاتارخانیہ مین ظہیریہ سے نقل کیا ہی اگر کسی عورت سے چالیس چرنے والی بکریون کے مہر پر نکاح کیا اور اُس عورت نے
اُن بکریون پر قبضہ کر لیا اور ایک سال گذر گیا پھر دخول سے پہلے طلاق دیدی تو جو نصف اُسکے پاس باقی رہینگی
اُنکی زکوٰۃ دینا پڑیگی یہ فتاوی قاضی خان کی فصل مال تجارت مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب تھی
اور وہ ادا نہ کرتا ہو تو فقیر کو یہ حلال نہین ہی کہ بغیر اسکے خبر کیے ہوئے اُسکے مال مین سے لے لے اور اگر اس طرح
لے لیا تو اگر وہ مال قائم ہی تو مالک کو پھیر لینے کا اختیار ہی اور اگر ہلاک ہوگیا تو فقیر ضامن ہوگا یہ
تاتارخانیہ مین لکھا ہی سلطان اگر خراج یا کچھ مال بطور مصادرہ کے لے اور صاحب مال اُسکے دینے مین زکوٰۃ کی

ادا کرنے کی نیت کرے تو اُسکے ادا ہونے مین اختلاف ہی صحیح یہ ہی کہ زکوۃ ساقط ہوجاویگی امام سرخسی نے یہی کہا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی کسی چیز کے عوض مین جو چیز لیجاوے اُسکا وہی حکم ہوگا جو اصل چیز کا تھا مثلاً ایک غلام کو ایک غلام سے بدلا اور اُن دونون نے کچھ نیت نہ کی پس اگر اصل دونون غلام اُنکی تجارت کے واسطے تھے تو اب بھی ہر شخص کا غلام تجارت کے واسطے ہوگا اور اگر پہلے دونون غلام خدمت کے واسطے تھے تو اب بھی خدمت کے واسطے ہونگے اور اگر ایک کا غلام تجارت کے واسطے تھا اور ایک کا غلام خدمت کے واسطے تھا تو تجارت کے بدلے کا غلام تجارت کے واسطے ہوگا اور خدمت کے بدلے کا غلام خدمت کے واسطے ہوگا۔ اگر نصف سال گذرنے کے بعد ایک غلام کا دوسرے غلام سے بدلا کیا اور وہ دونون تجارت کے واسطے تھے اور اُنمین سے ایک کی ملک ہزار درہم تھی اور دوسرے کی دو سو درہم اور اُن دونون کا سال تمام ہوگیا پھر کم قیمت کے غلام مین کوئی عیب ظاہر ہوا جس سے اُسکی قیمت سو درہم اور کم ہوگئی تو دونون شخصون مین سے کسی پر زکوۃ واجب نہوگی اسلیے کہ سال کے دونون جانبون مین نصاب پوری نہین ہی اور جب خریدنے کے بعد سال تمام ہوگا تو زیادہ قیمت کے غلام کا مالک زکوۃ دیگا اسلیے کہ ہزار درہم کی قیمت کا مال اُسکے قبضہ مین سال بھر رہا اور دوسرا شخص زکوۃ نہ دیگا اسلیے کہ اُسکے پاس نصاب نہین ہی اور اگر عیب والا غلام بغیر حکم قاضی کے رد ہوگیا تو رد کرنے والا زکوۃ نہ دیگا اگرچہ خریدنے کے بعد ایک سال گذرگیا ہو اور جسکے پاس رد کیا وہ ہزار درہم کی زکوۃ دیگا اسلیے کہ اب نئی بیع ہی پس اُسنے اپنے مال کو ہلاک کیا اور اگر قاضی کی قضا سے رد ہوا تو جسکو رد کیا ہی اُسکی زکوۃ دیگا اور اگر زیادہ قیمت کے غلام مین عیب ظاہر ہو جس سے اُسکی قیمت خریدنے مین وقت سے آدھا سال گذرنے کے بعد بقدر دو سو درہم کے کم ہوجاوے اور دوسرے مین کچھ عیب نہو پھر قاضی کے حکم سے یا آپس کی رضامندی سے وہ رد کیا جاوے تو رد کرنے والا جسکو رد کرتا ہی اُسکی زکوۃ دیگا اور جسکے پاس رد کرتا ہی وہ جسکو لیتا ہی اُسکی زکوۃ دیگا یہ کافی مین لکھا ہی دو شخصون نے اپنے مال کی زکوۃ کسی تیسرے شخص کو اسواسطے دی کہ اُسکی طرف سے ادا کردے اور اُسنے اُن دونون کے مال کو ملا دیا پھر فقیرون پر صدقہ کردیا تو وکیل اُن زکوۃ کے دینے والون کے مال کا ضامن ہوگا اور وہ صدقہ اُس وکیل کی طرف سے ادا ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر وکیل نے زکوۃ کا مال اپنے ہاتھ پر رکھا اور فقیرون نے اُسکو لوٹ لیا تو زکوۃ ادا ہوگئی اور اگر زکوۃ کا مال وکیل کے ہاتھ سے گرگیا اور کسی فقیر نے اُٹھا لیا اور پھر وکیل اُسپر راضی ہوگیا تو اگر وکیل اُس مال کو پہچانتا ہی اور مال قائم ہی تو زکوۃ ادا ہوگئی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔

چوتھا باب اُس شخص کے بیان مین جو عاشر یعنی دہیکی وصول کرنے والے پر گذرے

عاشر وہ شخص ہی کہ امام نے اُسکو صدقات کے وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو اور وہ اُسکے عوض مین تاجرون کو چورون سے امن دیتا ہو عاشر جسطرح اُن مالون کا صدقہ لیگا جو ظاہر ہین اسیطرح اُن مالون کا صدقہ بھی لیگا جو تاجر کے پاس چھپے ہوئے ہین یہ کافی مین لکھا ہی جو شخص عاشر مقرر ہو اُسمین شرط یہ ہی کہ وہ آزاد ہو اور مسلمان ہو اور ہاشمی نہو یہ بحر الرائق مین غایۃ سے نقل کیا ہی جب عاشر کے پاس کوئی مسلمان

تجارت کا مال لیکر گذرے تو اُس سے زکوۃ کی شرطون کے ساتھ چالیسوان حصہ لے یعنی نصاب پوری ہو اور سال گذر گیا ہو اور اُسکو زکوۃ کے مصرف مین صرف کرے اور اگر کوئی ذمی اُسکے پاس گذرے تو اُس سے بیسوان حصہ لے اور اُسکو جزیہ اور خراج کا مال سمجھے اور اُس ذمی سے اُسکی ذات کا جزیہ اِس سال کا ساقط نہوگا اور ذمی سے ایک سال مین ایکبار سے زیادہ نہ لیوے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور جو شخص عاشر کے پاس گذرا اور اُسکے پاس مال دوسو درہم سے کم کا تھا تو اُس سے کچھ نہ لیگا خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو خواہ یہ معلوم ہو کہ اُسکے گھر مین اور بھی مال ہی خواہ نہ معلوم ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر عاشر کے پاس مال لیکر گذرا اور یون کہا کہ اُسپر سال نہین گذرا ہی اور اُسکے پاس اُس جنس کا اور مال ایسا نہ تھا جسپر سال گذرا ہو یا یون کہا کہ مجھپر قرض کا بندون کی طرف سے مطالبہ ہی یا اُسنے یون کہا کہ مین نے سفر کو نکلنے سے پہلے صدقہ فقیرون کو دیدیا یا اُسنے یون کہا کہ مین نے دوسرے عاشر کو دیدیا اور قسم کھائی تو اگر اُس سال مین دوسرا عاشر ہی تو تصدیق کیجاویگی جامع صغیر مین یہ شرط نہین کی کہ وہ دوسرے عاشر کی سند دکھاوے یہی اصح ہی پس اگر اُس سال مین دوسرا عاشر نہ تھا تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور یہی حکم ہی اُس صورت مین اگر اُسنے دعوی کیا کہ مین نے سفر کے نکلنے کے بعد فقیرون کو دیدیا ہی یہ کافی مین لکھا ہی اگر اُس عاشر کے نام کے خلاف سند دکھائی تو ظاہر روایت کے بموجب اُسکا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جاویگا اسلیے کہ سند شرط نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اگر اُسنے قسم کھائی کہ دوسرے عاشر کو دیدیا ہی اور چند سال کے بعد اُسکا کذب ظاہر ہوا تو اُس سے لیا جاویگا یہ تاتارخانیہ مین جامع الجوامع سے نقل کیا ہی جس قول مین مسلمان کی تصدیق کیجاتی ہی اُسمین ذمی کی بھی تصدیق کیجاتی ہی یہ کنز مین لکھا ہی لیکن بعض مین اسکے خلاف بھی ہوتا ہی اسلیے کہ ذمی سے جو کچھ لیا جاتا ہی وہ جزیہ ہی اور جزیہ کے دینے مین اگر وہ یون کہے کہ مین نے فقیرون کو دیدیا تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اسلیے کہ ذمی فقیرون مین اُسکا صرف کرنا جائز نہین اور مسلمانون کی مصلحتون مین جو اُسکا مصرف ہی اُسکو صرف کرنے کا اختیار نہین اور چرنیوالے جانورون کے صدقہ مین اگر یون کہا کہ مین نے شہر مین فقیرون کو دیدیا ہی تو تصدیق نہ کیجاویگی بلکہ دوبارہ لیا جاویگا اگرچہ پہلے اُسکا ادا کرنا امام کو بھی معلوم ہو اور زکوۃ وہی ہوگی جو دوسری بار دیا اور اول صدقہ نفل ہو جاویگا یہی صحیح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور جامع ابوالیسر مین یہ لکھا ہی کہ اگر صدقہ اُنکے دینے کو امام نے جائز رکھا تو مضائقہ نہین اسلیے کہ اگر امام اول سے یہ اجازت دیدے کہ فقیرون کو اپنے آپ دیدیا کرو تو جائز ہوتا ہی اسی طرح اگر دینے کے بعد اُسنے اجازت دی تو جائز ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر چرنیوالے جانور یا نقد مال لیکر عاشر کے پاس گذرا اور یون کہا کہ یہ میرے نہین ہین تو اُسکی تصدیق کیجاویگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر کچھ مال لیکر عاشر کے پاس گذرا اور یون کہا کہ یہ مال تجارت کا نہین ہی تو اُسکا قول مانا جاویگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر دوسو درہم شراکت کے لیکر گذرا تو عشر نہ لیا جاویگا اور اسی طرح اگر مضاربت کا مال لیکر گذرا تو بھی نہ لیا جاویگا لیکن اگر اُس مال مین اتنا فائدہ ہو کہ اُسکا حصہ بقدر نصاب ہو جاوے تو اُس سے لیا جاویگا اسلیے کہ وہ اُسکا مالک ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر ایسا غلام کہ اُسکو تجارت کی اجازت ہی کچھ مال لیکر عاشر کے پاس گذرا تو اگر وہ مال مالک کا ہی تو عشر نہ لیا جاویگا اور اگر اُسکی کمائی ہی تو بھی یہی حکم ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر اُسکا مالک اُسکے ساتھ ہی تو عشر لیجاوے اگر غلام پر اسقدر قرض ہو کہ اُسکے مال پر

محیط ہی تو نہ لینگے یہ کافی مین لکھا ہی - اگر ذمی خمر اور خنزیر لیکر عاشر کے پاس گذرے اور وہ مال تجارت کا ہو اور ان
دونون کی قیمت دو سو درہم یا اُس سے زیادہ ہو تو خمر کی قیمت کا عشر لینگے اور ظاہر روایت کے بموجب خنزیر کا
عشر نہ لینگے یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر مردار کے چمڑے عاشر کے
پاس لیکر گذرے تو امام محمد رح نے کچھ اسکا ذکر نہین کیا فقہا نے کہا ہی کہ عاشر کو چاہیے کہ اُسمین سے عشر لے
یہ محیط مین لکھا ہی حربی سے بھی دسوان حصہ لے لیکن اگر وہ ہمارے تاجرون سے اس سے زیادہ یا کم لیتے ہون
تو اُنسے بھی اسی قدر لے اور اگر وہ ہمسے کچھ نہ لیتے ہون تو ہم بھی اُسکے عوض مین اُنسے کچھ نہ لینگے اور اگر
وہ مسلمانون کا سارا مال لیتے ہون تو اُنکا بھی سارا مال لے لے لیکن اسقدر چھوڑ دے کہ وہ اپنے ملک
مین پہونچ جاوے حربیون کے مکاتب سے اور لڑکون سے کچھ نہ لے لیکن اگر وہ ہمارے لڑکون اور مکاتبون
سے لیتے ہون تو اُنسے بھی لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - حربی کے کسی قول کی تصدیق نہ کیجاویگی لیکن اگر وہ
باندیون کو اپنی ام ولد اور غلامون کو اپنی اولاد بتادے تو اُسکی تصدیق کرینگے اسلیے کہ نسب اور
ام ولد ہونے مین اسکا اقرار صحیح ہی تو اس صورت مین وہ باندی و غلام مال نہ رہینگے اور اگر اُسنے اُنکو
مدبر بتایا تو تصدیق نہ کرینگے اسلیے کہ حربی کا مدبر کرنا صحیح نہین ہوتا اگر حربی پچاس درہم لیکر گذرے تو اُس سے
کچھ نہ لینگے لیکن اگر وہ ہمارے تاجرون سے اسقدر مین لیتے ہون تو ہم بھی لینگے پھر عشر مین اگر یہ بات معلوم نہو
کہ وہ ہمسے لیتے ہین یا نہین لیتے یا لینا معلوم ہو مگر یہ نہ معلوم ہو کہ کسقدر لیتے ہین تو ہم اُنسے عشر لینگے یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی - اگر حربی عاشر کے پاس گذرے اور وہ اُس سے عشر لے پھر دوبارہ گذرے تو اس سال
مین دوبارہ عشر نہ لے اور اگر اُس سے عشر لے لیا اور اُسکے بعد وہ دار الحرب مین چلا گیا اور اُسی روز
وہان سے پھر چلا آیا تو اُس سے پھر عشر لینگے یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اگر حربی عاشر کے پاس گذرے اور عاشر
کو اُسکی خبر نہو یہانتک کہ وہ نکل جاوے اور دار الحرب مین داخل ہو جاوے پھر وہان سے آوے تو
اُس سے پچھلا عشر بھی لینگے یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر مسلمان اور ذمی عاشر کے پاس گذرین اور عاشر کو معلوم نہو
پھر دوسرے سال مین معلوم ہو تو اُنسے عشر لے یہ محیط سرخسی اور سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر عاشر کے
پاس کوئی چالیس بکریان لیکر گذرے جنپر دو سال گذر چکے ہون تو اول سال کی زکوۃ لیگا دوسرے
سال کی نہ لیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - بنی تغلب کی قوم سے نصف عشر لینگے اور جو کچھ اُنسے لیا جاتا ہی
وہ جزیہ کے عوض مین ہی اور اگر بنی تغلب کا لڑکا یا عورت مال لیکر گذرے تو لڑکے سے کچھ نہ لینگے اور
عورت سے اسی قدر لینگے جو مرد سے لیتے ہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر کوئی خوارج کے عاشر کے پاس
گذرا اور اُسنے عشر لے لیا پھر وہ اہل العدل کے عاشر کے پاس گذرا تو اُس سے دوبارہ عشر لینگے لیکن اگر خوارج
ہی کسی شہر پر غالب ہو جاوین اور وہان کے لوگون سے چرنے والے جانورون کی زکوۃ لے لین تو پھر
اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین لکھا ہی - اگر عاشر کے پاس ایسی چیز لیکر گذرا کہ بہت جلد خراب ہو جاتی ہی
جیسے کہ تازہ میوے اور تر کھجورین اور ترکاریان اور دودھ اور قیمت اُسکی بقدر نصاب ہی تو امام ابو حنیفہ
کے نزدیک اُس سے عشر نہ لینگے اور صاحبین رح کے نزدیک عشر لینگے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور یہی محیط و کافی مین ہی - اگر

چرنے والے جانور قدر نصاب سے کم لیکر عاشر کے پاس گذرے اور اُسکے گھر اور جانور ہون جنکے ملانے سے نصاب پوری ہو جاتی ہی تو اُس سے بقدر واجب صدقہ لے لے اسواسطے کہ کل مال تحت حمایت آگیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی

پانچوان باب کانون اور دفینون کی زکوۃ کے بیان مین

کان سے جب چیزین نکلتی ہین تو وہ تین قسم کی ہین ایک وہ چیزین جو آگ مین گھل جاتی ہین دوسری بہتی ہوئی چیزین تیسری وہ چیزین جو نہ گھلتی ہین نہ بہتی ہین جو چیزین گھلنے والی ہوتی ہین جیسے سونا اور چاندی اور لوہا اور رانگ اور تانبا اور کانسی انمین پانچوان حصہ واجب ہوتا ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی خواہ اُسکو کوئی آزاد مرد نکالے خواہ غلام خواہ ذمی خواہ لڑکا خواہ عورت اور جو کچھ باقی رہے وہ نکالنے والے کا حق ہی اور حربی اور مستامن اگر بغیر اجازت امام کے نکالین تو اُنکو کچھ نہ ملیگا اور اگر امام کی اجازت سے نکالین تو جو شرط ٹھہر جائیگی وہ ملیگا خواہ عشری زمین مین نکلے خواہ خراجی زمین ہن یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اگر کسی دفینہ کی تلاش مین دو شخص محنت کرین اور ایک کو ملجاوے تو جسکو مل گیا اُسی کا حق ہی- اگر کوئی شخص کان کھودنے کا اجارہ لے تو جو کچھ اُسکو ملے وہ اسی کا حق ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی- اور بہتی ہوئی چیزین جیسے کہ قیر اور نفط اور نمک اور جو چیزین گھلتی نہین ہین اور نہ بہتی ہوئی ہین جیسے چونہ اور گچ اور جواہر اور یاقوت انمین کچھ زکوۃ واجب نہین ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی- پارہ مین پانچوان حصہ واجب ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی کے گھر مین یا اُسکی زمین مین اگر کان نکل آوے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُسمین کچھ زکوۃ واجب نہین ہی صاحبین رح کے نزدیک واجب ہی یہ تبیین مین لکھا ہی- اگر دار الاسلام مین کسی کو دفینہ ایسی زمین مین ملے جو کسی کی ملکیت نہین ہی جیسے جنگلون کے میدان پس اگر اُنمین اہل اسلام کا سکہ ہی مثلاً کلمہ شہادت لکھا ہوا ہی تو اُسکا وہی حکم ہی جو پڑی ہوئی چیز کے پانے کا حکم ہی اور اگر اُسمین جاہلیت کے سکہ ہین مثلاً درہمون پر صلیب یا بت کی تصویر بنی ہوئی ہی تو اُسمین پانچوان حصہ زکوۃ ہوگی اور باقی چار حصے پانے والے کے لیے ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر سکہ مین شبہ پڑے مثلاً اُسپر کوئی علامت نہو تو ظاہر مذہب کے بموجب وہ جاہلیت کے زمانہ کا سمجھا جاویگا یہ کافی مین لکھا ہی خواہ پانے والا لڑکا ہو یا بڑا آدمی ہو آزاد ہو یا غلام ہو مسلمان ہو یا ذمی ہو اور اگر حربی امن پاکر آیا ہی تو اُسے کچھ نہین ملیگا لیکن اگر حربی نے امام کی اجازت سے عمل کیا ہی اور شرط کر لی ہی اور کچھ ٹھہرا لیا ہی تو اُسکو وہ شرط پوری کرنا پڑیگی یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر مملوکہ زمین مین ملے تو فقہا کا اتفاق ہی کہ اُسمین پانچوان حصہ زکوۃ مین دینا واجب ہوگا چار حصہ جو باقی رہے انمین اختلاف ہی امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا یہ قول ہی کہ اُس ملک کے فتح ہونے کے وقت سب سے پہلے وہ زمین جس شخص کو امام کی طرف سے ملی تھی اسکا حق ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر سب سے پہلے وہ زمین ذمی کو ملی تھی تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر سب سے پہلا مالک اسکا معلوم نہو اور نہ وارث معلوم ہون تو مسلمانون مین جو مالک اُسکے معلوم ہوسکے ہین اُنمین جو پہلا مالک ہی اُسکو ملیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی یا اُسکے وارثون کو ملیگا یہ بحر الرائق مین بدائع اور شرح طحاوی سے نقل کیا ہی ورنہ بیت المال کا حق ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی مسلمان کو دفینہ یا کان دار الحرب کی

کسی ایسی زمین مین ملی جو کسی کی ملک نہین ہی تو وہ پانے والے کا حق ہی اور اسمین خمس واجب نہین ہی اور اگر ایسی زمین مین ملا جو اُنمین سے کسی کی ملکیت تھی تو اگر امن پاکر انہین گیا تھا تو اُنکو واپس کردے اور اگر واپس نکرے اور دار الاسلام کو لے آئے تو اسکی ملک ہو جاویگا لیکن حلال نہوگا اور اگر بیچے تو بیع جائز ہوگی لیکن مشتری کے واسطے بھی حلال نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور بہتر اُسکی یہ ہی کہ تصدق کردے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر بغیر امن کے گیا تھا تو وہ اُسکا حق ہی اسمین خمس بھی واجب نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر دفینہ مین اسباب مثلاً ہتھیار اور آلات اور خانہ داری کا سامان اور نگینے اور کپڑے کی قسم سے ملے تو وہ بھی خزانہ کے حکم ہی اور اسمین سے بھی خمس دیا جاویگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ دریا مین سے جو چیزین نکلین جیسے عنبر اور موتی اور مچھلی اُسمین کچھ زکوۃ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان اور خلاصہ مین لکھا ہی اگر دریا مین سے چاندی سونا ملے تو اسمین بھی کچھ زکوۃ نہین ہی یہ تہذیب مین لکھا ہی پہاڑون مین جو فیروزہ ملے اسمین بھی خمس نہین ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی

چھٹا باب کھیتی اور پھلون کی زکوۃ مین

کھیتی اور پھلون کی زکوۃ فرض ہی اور سبب اسکی فرضیت کا ایسی زمین ہوئی ہی جسکی پیداوار سے حقیقت مین فائدہ حاصل ہو خراج کا حکم اسکے خلاف ہی اسلیے کہ سبب اسکی فرضیت کا وہ زمین ہی کہ جسمین حقیقۃً فائدہ حاصل ہو یا تقدیراً فائدہ حاصل ہو مثلاً اسطرح کا فائدہ حاصل کرنے پر قادر ہو پس اگر قادر تھا اور کھیتی نہ کی تو خراج واجب ہوگا عشر واجب نہوگا اگر کھیتی پر کوئی آفت آگئی تو کچھ زکوۃ اسمین واجب نہوگی رکن اُسکا مالک کر دینا ہی اور شرطین اسکے ادا کرنے کی وہی ہی جو زکوۃ مین مذکور ہوئی اور اسکے واجب ہونے کی شرط دو قسم ہی پہلی یہ کہ اُسکی اہلیت ہو اور وہ مسلمان ہونا ہی یہ شرط اسکے شروع ہونے کی ہی اور بلا خلاف یہ حکم ہی کہ عشر سوا مسلمان کے اور کسی پر شروع نہین ہوتا اور اسکے فرض ہونے کا علم شرط ہی اور عقل اور بلوغ وجوب عشر کے شرائط مین سے نہین ہین یہان تک کہ عشر لڑکے اور مجنون کی زمین مین بھی واجب ہوتا ہی اسلیے کہ وہ حقیقت مین زمین کی اجرت ہی اور اسی واسطے امام کو اختیار ہی کہ اسکو جبراً لے لے اور اس صورت مین زمین کے مالک کے ذمہ سے ساقط ہو جاویگا لیکن اُسکو ثواب نہ ملیگا اور جسپر عشر واجب ہی اگر وہ مر جاوے اور اناج موجود ہو تو اسمین سے عشر لے لے زکوۃ کا یہ حکم نہین زمین کی ملکیت بھی عشر کے واجب ہونے مین شرط نہین ہی اسلیے کہ وقف کی زمین مین بھی عشر واجب ہوتا ہی اور غلام ماذون اور مکاتب کی زمین مین بھی واجب ہوتا ہی دوسری قسم وجوب کی شرط یہ ہی کہ عشر کے واجب ہونے کا محل پایا جاوے اور وہ یہ ہی کہ عشری زمین ہو خراج کی زمین مین جو پیداوار ظاہر ہوگی اسمین عشر واجب نہوگا اور نیز شرط یہ ہی کہ اُسمین پیداوار ہوا ور وہ پیداوار اُس قسم کی ہو جسکی زراعت سے زمین کا فائدہ مقصود ہوتا ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ پس لکڑی اور گھاس اور نرکل اور جھاؤ اور کھجور کے پتھون مین عشر واجب نہوگا اسواسطے کہ اُن چیزون سے زمین مین فائدہ نہین ہوتا بلکہ زمین خراب ہو جاتی ہی اور اگر بید کے درختون اور گھاس اور نرکل اور کھجور کے پتون سے فائدہ حاصل ہوتا ہو یا اسمین چنار یا جھو یا اس قسم کے اور درخت ہون اور اُنکو کاٹکر بیچتا ہو تو اسمین عشر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جو چیزین زمین سے پیداوار مین حاصل ہوتی ہین جیسے گیہون اور جو اور چینا اور چانول اور ہر طرح کے دانے اور ترکاریان اور سبزیان اور پھول اور خرما اور گنّے اور زیرہ اور خربوزے اور ککڑی اور کھیرے اور بینگن اور کسم اور اس قسم کی چیزون مین خواہ اُنکے پھل باقی رہین یا نہ رہین تھوڑے ہون یا بہت ہون عشر واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی خواہ اُنکو بارش کا پانی دے یا نہر سے دیا جاے ایک اونٹ کا بوجھ یعنے بقدر ساٹھ صاع کے ہون یا نہون یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور السی کے پیڑون اور بیجون مین عشر واجب ہوتا ہی اسلیے کہ اُن دونون سے فائدہ مقصود ہوتا ہی یہ شرح مجمع مین لکھا ہی۔ اور اخروٹ اور بادام اور زیرہ اور دھنیا مین عشر واجب ہوتا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ شہد جو عشری زمین مین پیدا ہو اسمین بھی عشر واجب ہوتا ہی اگر کسی کی زمین مین جو اسکے درخت پر ترنجبین وغیرہ جمے اُسپر بھی عشر واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی جو پھل ایسے درختون کے جمع کیے جاتے ہین جو کسی کی ملکیت نہین ہین جیسے پہاڑون کے درخت اُنمین عشر واجب ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی جو چیزین کہ زمین کی تابع ہوتی ہین جیسے کہ خرما کا درخت اور دوسرے درخت اور جو چیزین درخت سے نکلتی ہین جیسے گوند اور مدہ اُنمین عشر واجب نہین ہوتا اسلیے کہ اُن چیزون سے زمین کا محاصل مقصود نہین ہوتا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور جو بیج کہ زراعت یا دوا کے سوا اور کسی کام مین نہین آتے جیسے کہ خربوزہ کے بیج اور اجوائن اور کلونجی اُنمین بھی عشر واجب نہین یہ مضمرات مین لکھا ہی اور بانگ اور صنوبر اور کپاس اور بیگن اور کندر اور کیلا اور انجیر مین عشر واجب نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اگر کسی کے گھر مین پھلدار درخت ہو تو اسمین عشر واجب نہوگا یہ شرح مجمع مین لکھا ہی جو ابن ملک کی تصنیف ہی۔ اور جس زمین کو چرس اور رہٹ سے پانی دیا جاوے اسمین نصف عشر واجب ہوگا اور اگر نہر سے بھی پانی دیا جاوے اور رہٹ سے بھی دیا جاوے تو اکثر سال یعنی نصف سال سے زیادہ سال مین جسطرح پانی دیا جائیگا اُسکا اعتبار ہوگا اور اگر دونون طرح برابر پانی دیا جاوے تو نصف عشر واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اور وقت عشر کے واجب ہونے کا امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک وہ ہی کہ جب کھیتی نکلے اور پھل ظاہر ہون یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر زراعت سے پہلے زمین کا عشر ادا کردیا تو جائز نہین اور اگر بونے اور جمنے کے بعد ادا کیا تو جائز ہی اور اگر بونے کے بعد اور جمنے سے پہلے ادا کیا تو ظاہر یہ ہی کہ جائز نہین۔ اگر پھلون کا عشر اول سے دیدیا تو اگر پھلون کے ظاہر ہونے کے بعد دیا ہی تو جائز ہی اور اس سے پہلے دیا ہی تو ظاہر روایت کے بموجب جائز نہین ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر پیداوار بغیر فعل مالک کے ہلاک ہوجاوے تو عشر ساقط ہوجاویگا اور اگر تھوڑی سی ہلاک ہو تو اسقدر کا عشر ساقط ہوگا اور اگر مالک کے سوا کوئی اور شخص ہلاک کردے تو مالک اُس سے ضمان لے اور اسمین سے عشر ادا کرے اور اگر مالک خود اسکو ہلاک کرے تو عشر کا ضامن ہوگا اور وہ اُسکے ذمہ قرض ہوجاویگا اور یہ قرض مرتد ہونے سے اور بغیر وصیت کیے مرجانے سے ساقط ہوجاویگا اگر تلف کردیا ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر تغلبی کے پاس عشری زمین ہو تو اُس سے دوچند عشر لیا جاویگا اور اگر تغلبی سے کوئی ذمی مول لے لیوے تو اس زمین کا حکم وہی باقی رہیگا اور اگر تغلبی سے مسلمان مول لے لیوے یا تغلبی مسلمان ہوجاوے تو بھی امام ابو حنیفہ کے

نزدیک اُس زمین پر وہی حکم رہیگا خواہ اصل مین ہی اُس زمین پر عشر دوچند مقرر ہوا ہو یا بعد کو دوچند ہو گیا ہو اور اگر زمین مسلمان کی تھی اور اُسنے تغلبی کے سوا کسی اور ذمی کے ہاتھ بیچی اور اُسنے اُس زمین پر قبضہ کر لیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُسپر خراج واجب ہوگا اگر پھر اُس سے کوئی مسلمان شفعہ لینے یا بیع کے فاسد ہو جانے سے پھر جاوے تو وہ زمین عشری ہو جاویگی جیسے اول تھی اور تغلبی کے لڑکے اور عورت کی زمین پر وہی واجب ہوگا جو اُسکے مرد پر ہوتا ہے۔ مجوسی کے گھر پر کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے گھر کو باغ بنالے تو اُسکی اجرت کا حکم اُسکے پانی کے ساتھ ہوگا یعنی اگر اُسکو عشر کا پانی دیگا تو وہ زمین عشری ہوگی اور خراج کا پانی دیگا تو خراجی ہوگی اور اگر ذمی اپنے گھر کو باغ بناوے تو کسی طرح پانی دے اُسپر خراج واجب ہوگا اور اُسکے گھر پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور اسی طرح قبرستان پر کچھ واجب نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اور اگر مسلمان یا ذمی ایک بار عشر کا پانی اور ایکبار خراج کا پانی دے تو مسلمان سے نہ لیا جاویگا اور ذمی سے خراج لیا جاویگا یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہے۔ عشر کا پانی اُن کنوون کا پانی ہے جو عشری زمین مین کھودے جاوین یا اُن چشمون کا پانی ہے جو عشری زمین مین ظاہر ہون اور اسی طرح بارش کا پانی اور بڑے دریاؤن کا پانی بھی عشری ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اُن نہرون کا پانی جو اہل عجم نے کھودی ہین اور خراجی زمین کے کنوون کا پانی خراجی ہے اور دریاے سیحون اور دجلہ اور فرات کا پانی امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک خراجی ہے۔ اگر عشری زمین اجارہ پر دے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک عشر مالک پر واجب ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک مستاجر پر واجب ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر پیداوار کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو مالک پر عشر واجب نہوگا اور اگر کٹنے کے بعد ہلاک ہو تو مالک سے ساقط نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک کٹنے سے پہلے خواہ بعد کو ہلاک ہو اُسکے ساتھ مین عشر بھی ساقط ہو جاویگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی مسلمان سے زمین مانگ کر زراعت کی تو مانگنے والے پر عشر واجب ہوگا اور اگر کافر کو مانگے دی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک دینے والے پر عشر واجب ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک کافر پر واجب ہوگا لیکن امام محمد رح کے نزدیک ایک عشر ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو عشر ہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی کی زمین مین پیداوار کی شراکت پر کوئی کھیتی کرے تو صاحبین کے قول کے بموجب ان دونون پر اپنے اپنے حصہ کے موافق عشر واجب ہوگا اور مزارع کے ذمہ قرض ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور اگر وہ پیداوار ہلاک ہو گئی تو صاحبین رح کے نزدیک اُن دونون سے عشر ساقط ہو جائیگا اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر کٹنے سے پہلے ہلاک ہو گئی تو یہی حکم ہے اور اگر کٹنے کے بعد ہلاک ہوئی تو کاشتکار کے حصہ کا عشر مالک زمین کے حصہ سے ساقط نہوگا اور خود مالک کے حصہ کا عشر ساقط ہو جاویگا اور اگر پیداوار کے تیار ہونے کے بعد اور کٹنے سے پہلے کوئی شخص اُسکو ہلاک کر دے یا چرا لے تو عشر واجب نہوگا لیکن جب ہلاک کرنے والے سے ضمان لینگے تو زمین کے مالک پر اُس بدل مین سے عشر واجب ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک دونون پر عشر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر عشری زمین کو کوئی غصب کرکے اُسمین کھیتی کرے تو اگر زراعت سے اُسمین کچھ نقصان نہو تو زمین کے مالک پر عشر واجب نہوگا اور اگر زراعت سے

اُسمین نقصان ہو تو زمین کے مالک پر عشر واجب ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر عشری زمین بیچی اور اُسمین زراعت
تھی اور مع زراعت کے اُسپر قبضہ دیدیا یا فقط زراعت بیچی تو بائع پر عشر ہوگا مشتری پر نہوگا اور اگر زمین بیچی
اور زراعت ابھی صرف سبزی تھی تو اگر مشتری نے اُسی وقت اُسکو جدا کر دیا تو بائع پر عشر واجب ہوگا اور
اگر اُسکو باقی رکھا اور اُسپر قبضہ کیا تو مشتری پر عشر واجب ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اگر عشری اناج
کو بیچا تو صدقہ لینے والے کو اختیار ہی کہ چاہے تو عشر اُسکا مشتری سے لے اگرچہ بیع کی مجلس متفرق ہوچکی ہو
اور چاہے بائع سے لے اور اگر عشر کا اناج قیمت سے زیادہ کو بیچا اور ابھی مشتری نے اُسپر قبضہ نہین کیا ہی تو
صدقہ وصول کرنے والے کو اختیار ہی کہ چاہے اُس اناج مین سے عشر لے لے اور چاہے اُسکی قیمت کا عشر لے
اور اگر بائع نے اُسکے بیچنے مین اسقدر دام کم کر دیے کہ جسقدر مین لوگ دھوکا نہین کھا جاتے تو اُسوقت
صدقہ وصول کرنے والا اُس اناج مین سے دسوان حصہ لیگا اور اگر اُس اناج کو ہلاک کر دیا ہی تو
اُس بائع سے اُس اناج کے مثل دوسرے اناج سے عشر لے لیگا لیکن اگر وہ اُسکی قیمت مین سے بقدر قیمت عشر کے دیدے
تو اناج مین سے نہ لیگا اور اگر مشتری نے اُسکو ہلاک کر دیا تو صدقہ وصول کرنے والے کو اختیار ہی کہ چاہے
بائع سے ضمانت لے اور چاہے مشتری سے اُسکے غلہ کی مثل کی ضمانت لے اسلیے کہ ان دونون نے اپنے حق کو
تلف کیا ہی اور اگر انگور بیچے تو اُسکی قیمت مین سے عشر لیگا اور اسی طرح اگر انگورون کا شیرہ نکالا اور اُسکو بیچا
تو شیرہ کی قیمت کا عشر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور کام کرنے والون کی اجرت اور بیلون کا خرچ
اور نہر کھودنے کا صرف اور محافظ کی تنخواہ اور سوا اسکے اور خرچ محسوب نہونگے اور جسقدر پیداوار حاصل
ہوئی ہی اُس سب مین سے عشر یا نصف عشر واجب ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی جب تک عشر نہ ادا کرے تب تک
اُس اناج کو نہ کھاوے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر عشر کو جدا کر لے تو باقی کا کھانا اُسکو حلال ہوجاویگا اور
امام ابو حنیفہ رح نے کہا ہی کہ جسقدر بیلون کو کھاویگا یا اورون کو کھلاویگا اُسکے عشر کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
ساتوان باب مصرفون کے بیان مین - منجملہ اُنکے فقیر ہی اور فقیر وہ شخص ہی جسکے پاس تھوڑا سا
مال قدر نصاب سے کم ہو یا بقدر نصاب ہو لیکن بڑھنے والا نہو یا اُسکی حاجت سے زیادہ نہو پس اگر کوئی
شخص بہت سی نصابون کا مالک ہو اور وہ بڑھنے والی نہون تو اگر وہ اُسکی حاجت سے زیادہ نہین ہین تو فقیرون
کے حکم مین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی فقیر جاہل کو صدقہ دینے سے فقیر عالم کو صدقہ دینا افضل ہی یہ زاہدی مین
لکھا ہی اور منجملہ اُنکے مسکین ہین اور مسکین وہ شخص ہی جسکے پاس کچھ نہو اور اپنے کھانے کے لیے یا بدن ڈھکنے کے
لیے سوال کا محتاج ہو اور سوال اُسکو حلال ہو اور فقیر جو اول مذکور ہوا اُسکا حکم اُسکے برخلاف ہی اسلیے
کہ اُسکو سوال حلال نہین اسلیے کہ سوال اُس شخص کو حلال نہین ہی جو اپنا بدن ڈھک لے اور ایکدن
کی خوراک کا مالک ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے عامل ہی جسکو امام نے صدقہ اور عشر کے وصول
کرنے کے لیے مقرر کیا ہو یہ کافی مین لکھا ہی اور اُسکو اسقدر دے کہ اُسکے اور اُسکے مددگارون کے اوسط خرچ
کو آنے اور جانے کی مدت تک جب تک مال باقی ہی کافی ہو لیکن اگر اسی قدر مین ساری زکوۃ کا مال صرف
ہوا جاتا ہو تو نصف سے زیادہ نہ دے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوۃ خود جا کر

امام کو دیدے تو اُسمین کچھ عامل کا حق نہین ہی یہ ینابیع مین لکھا ہی اور یہی محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر عامل
ہاشمی ہو تو قرابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگون کے میل کچیل کے شبہ سے بچانے کے لیے اُس مال مین سے
لینا حلال نہین ہی اور عامل غنی ہو تو لینا حلال ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر عامل ہاشمی یہ کام کرے اور اُسکی
اجرت اور مال مین سے دیجاوے تو مضائقہ نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر عامل کے پاس مال ہلاک ہوجائے
یا ضائع ہوجاوے تو اُسکا حق ساقط ہوجاویگا اور زکوۃ دینے والون کی زکوۃ ادا ہوگئی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی۔ صدقہ وصول کرنے والا اگر اپنے کام کا حق واجب ہونے سے پہلے لے تو جائز ہی اور افضل یہ ہی
کہ نہ لے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور منجملہ انکے غلامون کی گردنین آزاد کرنا ہی اور وہ غلام مکاتب ہین اُنکے آزاد
ہونے مین مدد کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ مکاتب اگر غنی ہو تو اُسکو دینا جائز ہی خواہ اُسکا غنی ہونا معلوم
ہو یا نہو یہ خلاصہ اور محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ہاشمی کے مکاتب غلام کو دینا جائز نہین اسلیے کہ وہ ایکطرح
سے ملک اُسکے مالک کی ہوگا اور شبہ کو حقیقت کا حکم ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے قرضدار ہی
اور وہ شخص ہی کہ جسپر قرض لازم ہو اور اپنے قرض سے زیادہ کسی نصاب کا مالک نہو یا اور لوگون کے
پاس اُسکا مال ہو لیکن وہ لے نہ سکے یہ تبیین مین لکھا ہی فقیر کے دینے سے قرضدار کو دینا اولی ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی
اور منجملہ اُنکے فی سبیل اللہ دینا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ ان لوگون کو دینا ہی جو فقیری کی وجہ سے
غازیون کے لشکر سے جدا ہین اور امام محمد رح کے نزدیک ان لوگون کو دینا ہی جو فقیری کی وجہ سے حاجیون
کے قافلہ سے علحدہ ہوگئے صحیح قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی منجملہ اُنکے مسافر ہین یعنی جو مسافر اپنے
مال سے جدا ہین یہ بدائع مین لکھا ہی بقدر حاجت اُنکو زکوۃ کے مال سے لینا جائز ہی حاجت سے زیادہ لینا حلال نہین
اسی حکم مین شامل ہی وہ شخص جو اپنے شہر مین اپنے مال سے جدا ہو اسواسطے کہ اعتبار حاجت کا ہی پھر اگر حاجت
سے زیادہ اُنکے پاس کچھ بچ رہے تو مال پر قادر ہونے کے بعد اُسکو صدقہ کردینا واجب نہین ہی جیسے کہ
فقیر پر غنی ہونے کے بعد واجب نہین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ مسافرون کو صدقہ قبول کرنے سے قرض لینا
اولی ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ زکوۃ کے صرف کرنے کی یہ ساری صورتین ہین اور مالک کو اختیار ہی کہ انمین سے
ہر قسم کے آدمی کو تھوڑا تھوڑا دے یا ایک ہی قسم کے آدمیون کو دے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور یہ بھی اختیار ہی کہ ایک
ہی شخص کو دے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جو کچھ دیتا ہی اگر وہ بقدر نصاب نہین تو ایک شخص کو دینا افضل ہی یہ
زاہدی مین لکھا ہی اور ایک شخص کو دو سو درہم یا اُس سے زیادہ دینا مکروہ ہی اور اگر دیدیے تو جائز ہی
یہ ہدایہ مین لکھا ہی یہ حکم اُسوقت ہی جب فقیر قرضدار نہو اور اگر قرضدار ہو تو اگر اُسکو اسقدر دیوے کہ اُسکے قرض
کے ادا ہونے کے بعد اُسکے پاس کچھ باقی نہ رہے یا دو سو درہم سے کم باقی رہے تو جائز ہی اور اگر اُسکے
اہل وعیال بہت ہون تو اسقدر دینا جائز ہی کہ اگر وہ سب اہل وعیال پر تقسیم کرے تو ہر ایک کو دو سو درہم سے
کم پہونچے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اسقدر دیدینا مستحب ہی کہ اُسدن سوال کی حاجت نہو یہ تبیین مین
لکھا ہی۔ زکوۃ کا مال ذمیون مین صرف کرنا بالاتفاق جائز نہین صدقہ نفل مین سے اُنکو دینا بالاتفاق جائز ہی
صدقہ فطر اور نذر اور کفارہ مین اختلاف ہی امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی لیکن مسلمانون کے

فقیروں کو دینا سلمانوں کے واسطے بہتر ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - حربی متامن کو زکوۃ اور صدقہ واجبہ دینا بالاجماع جائز نہین صدقہ نفل مین سے دینا جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - زکوۃ کے مال مین سے مسجد بنانا اور پل بنانا اور سقایہ بنانا اور رستے درست کرنا اور نہرین کھودنا اور حج وجہاد کے واسطے دینا اور وہ سب صورتین جنمین مالک نہین کیا جاتا جائز نہین اور اسمین سے میت کو کفن دینا اور اسکا قرض ادا کرنا بھی جائز نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور آزاد کرنے کے واسطے غلام خریدنا بھی جائز نہین اور اپنی اصل کو یعنی مان اور باپ یا اور اسنے اوپر کے لوگ ہون اور فرع کو یعنی بیٹا بیٹی یا اور اسنے نیچے کے لوگ ہون زکوۃ دینا جائز نہین یہ کافی مین لکھا ہی - جس بیٹے کے نسب سے انکار کیا یا جو اسکے نطفہ سے زنا سے پیدا ہوا ہی اسکو بھی دینا جائز نہین یہ تمرتاشی مین لکھا ہی - اپنی بی بی کو بھی دینا جائز نہین اسلیے کہ بموجب عادت کے عورتین منافع مین شریک ہوتی ہین اور امام ابوحنیفہ رحکے نزدیک عورت کو بھی جائز نہین کہ اپنے شوہر کو زکوۃ دے یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور اپنے غلام اور مکاتب اور مدبر اور اپنی ام ولد کو بھی زکوۃ نہ دے اور امام ابوحنیفہ رحکے نزدیک اپنے معتق البعض کو بھی زکوۃ نہ دے یعنی وہ غلام جسکے کل کا وہ مالک تھا پھر اسمین سے ایک جزو شایع آزاد کر دیا یا اس غلام کی ملکیت مین اسکے ساتھ کوئی اور شریک تھا اس شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اب وہ غلام اپنی باقی قیمت اداکرنے کے واسطے کمائی کرتا ہو پس وہ زکوۃ دینے والے کا مکاتب ہوگا لیکن اگر اس مالک نے ایک حصہ کے آزاد کرنے والے سے تاوان لے لیا یا غلام سے تو اجنبی تھا اسکو زکوۃ دینا جائز ہی اسلیے کہ وہ غیر کے مکاتب کے مثل ہوگیا یہ تبیین مین لکھا ہی - اور جو شخص کسی مال کی ایک نصاب کا مالک ہو مثلاً دینار ون یا درہمون یا چرنے والے جانورون یا تجارت یا غیر تجارت کے مال کا جو تمام سال مین اسکی حاجت سے زائد ہو زکوۃ کا مال اسکو دینا جائز نہین یہ زاہدی مین لکھا ہی اور شرط یہ ہی کہ اسکی اصلی حاجت سے زائد ہو اور اصلی حاجت سے مراد رہنے کا گھر اور گھر کا اسباب اور کپڑے اور خادم اور سواری اور ہتھیار ہین اور اسمین یہ شرط نہین ہی کہ وہ بڑھنے والا مال ہو اسلیے کہ وہ زکوۃ کے واجب ہونے کی شرط ہی زکوۃ سے محروم ہونے کی شرط نہین ہی یہ کافی مین لکھا ہی - اور جو شخص نصاب سے کم کا مالک ہو اگرچہ تندرست اور کمانے والا ہو اسکو زکوۃ دینا جائز ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی - غنی کے غلام کو اگر مکاتب نہو تو زکوۃ دینا جائز نہین ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی - غنی کے کم سن بیٹے کو بھی زکوۃ دینا جائز نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر بڑا ہو اور فقیر ہو تو جائز ہی - غنی کی عورت اگر فقیر ہو تو اسکو زکوۃ دینا جائز ہی - اور اسی طرح بڑی بیٹی اگر باپ اسکا غنی ہی تو اسکو بھی زکوۃ کا مال دینا جائز ہی اسلیے کہ بقدر نفقہ سے وہ غنی نہین ہوتی اور باپ اور خاوند کے غنی ہونے سے بیٹی اور بی بی غنی نہین ہوتی یہ کافی مین لکھا ہی - اگر کسی دولتمند شخص کا باپ مفلس ہو اور اسکو زکوۃ کا مال دین تو جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور زکوۃ کا مال اس شخص کو دینا جائز ہی جسکو سوال حلال نہین ہی بشرطیکہ وہ پوری نصاب کا مالک نہو اور اگر اسکے پاس اسقدر کتابین ہون کہ جنکی قیمت بقدر دو سو درہم کے ہی اگر درس دینے یا حفظ یا تصحیح کے لیے اسکی حاجت ہی تو اسکو زکوۃ دینا جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی خواہ وہ کتابین فقہ کی ہون یا حدیث کی یا ادب کی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اسی طرح اگر اسکے پاس بہت سے

قرآن ہون اور اُنکی حاجت ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حاجت نہو اور دو سو درہم کا مال ہو تو اور ون کو زکوۃ کا مال اُسے دینا اور اُسکو لینا جائز نہین اور اسی طرح اگر کسی کے پاس دکانین ہون یا ایک گھر کرایہ پر چلنے کا ہو جسکی قیمت تین ہزار درہم ہین لیکن اُنکی آمدنی اُسکے اور اُسکے عیال کے خرچ کو کافی نہین تو امام محمد رحمہ کے نزدیک زکوۃ کا مال اُسکو دینا جائز ہے اور اگر اُسکے پاس زمین ہو جسکی قیمت تین ہزار درہم ہین لیکن اُسکی پیداوار اُسکو اور اُسکے عیال کے خرچ کو کافی نہین تو اسمین اختلاف ہے محمد بن مقاتل نے کہا ہے کہ اُسکو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے اور اگر کسی کے پاس باغ دو سو درہم کا ہو تو فقہا نے کہا ہے کہ اگر اس باغ مین گھر کی ضروریات مثل مطبخ اور غسل خانہ وغیرہ کے ہون تو اُس شخص کو زکوۃ کا مال دینا جائز نہین اسلیے کہ وہ بمنزلہ اُس شخص کے ہے جسکی پاس اسباب جواہر ہون اور جس شخص کا میعادی قرض لوگون کے اوپر ہو اور اُسکو اپنے خرچ کی ضرورت ہو تو اُسکو زکوۃ کے مال مین سے اسقدر لینا جائز ہے جو میعاد کے پورے ہونے تک اُسکے خرچ کو کافی ہے اور اگر قرض کی میعاد نہو تو اگر قرضدار محتاج ہے تو اصح قول کے بموجب اُسکو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے اسلیے کہ وہ بمنزلہ ابن السبیل کے ہے اور اگر اُسکا قرضدار مالدار ہو اور قرض کا اقرار کرتا ہو تو اُسکو زکوۃ کا مال لینا جائز نہین اور اسی طرح اگر وہ قرضدار انکار کرتا ہو اور قرض کے گواہ عادل ہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قرض کے گواہ عادل نہون تو اُسکو اسوقت تک زکوۃ لینا جائز نہین جب تک وہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش نہ کرے اور قاضی قرضدار سے قسم نہ لے اور جب اُس قرضدار سے قسم لے لے تو اُسکے بعد اُسکو زکوۃ لینا جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے کسی شخص کے پاس رہنے کا گھر ہو اگرچہ کل مکان مین نہ رہتا ہو تو اُسکو زکوۃ لینا جائز ہے یہی صحیح ہے یہ زاہدی مین لکھا ہے زکوۃ کا مال بنی ہاشم کو نہ دے اور اُنسے مراد حضرت علی اور عباس اور جعفر اور عقیل اور حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور اُنکے سوا جو بنی ہاشم ہین جیسے ابولہب کی اولاد اُنکو زکوۃ کا مال دینا جائز ہے اسلیے کہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہین کی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے یہ حکم واجب صدقون کا ہے جیسے زکوۃ اور نذر اور عشر اور کفارہ اور جو نفل صدقہ ہین اُنکا بنی ہاشم کو دینا جائز ہے یہ کافی مین لکھا ہے اور اسی طرح زکوۃ بنی ہاشم کے غلامون کو بھی نہ دے یہ عینی شرح کنز مین لکھا ہے اور بنی ہاشم کے لوگ اگر فقیر ہون تو اُنکو دفینہ اور کان کے مال کا خمس دینا جائز ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے اگر وکیل زکوۃ کا مال اپنے بیٹے کو دے خواہ وہ بڑا ہو خواہ چھوٹا یا اپنی بی بی کو دے بشرطیکہ یہ سب محتاج ہون تو جائز ہے اور وکیل خود کچھ نہ رکھ لے یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر کسی شخص کے صدقہ لینے کے لائق ہونے مین شک ہو یا غالب گمان اُسکا یہ ہو کہ وہ صدقہ لینے کے لائق ہے اور اُسکو صدقہ دیدے یا اُس سے پوچھا اور پھر اُسکو دیا یا اُسکو فقیرون کی صف مین دیکھا اور صدقہ دیدیا اور پھر ظاہر ہوا کہ وہ صدقہ لینے کے لائق تھا تو بالاجماع جائز ہے اور اسی طرح اگر اُسکا کچھ حال معلوم نہوا تو بھی جائز ہے لیکن اگر ظاہر ہوا کہ وہ غنی یا ہاشمی یا کافر یا ہاشمی کا غلام یا اُسکا باپ یا مان یا بیٹا یا بیٹی یا بی بی یا شوہر تھا تو جائز ہے اور زکوۃ امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک ساقط ہو جاویگی اور اگر ظاہر ہوا کہ اُسکا غلام یا مدبر یا ام ولد یا مکاتب تھا تو جائز نہین اور بالاجماع اُسکا اعادہ کرے اور اگر وہ اُسکا ایسا غلام ہے کہ کچھ آزاد ہو گیا اور باقی قیمت ادا کرنے کے واسطے کمائی کر رہا ہے تو بھی امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی کو زکوۃ کا مال دیا اور یہ اُسکو خیال نہوا کہ وہ مصرف زکوۃ کا ہے یا نہین تو زکوۃ اُسکی

ادا ہو گی لیکن اگر ظاہر ہوا کہ وہ مصرف زکوۃ کا نہیں ہی تو جائز نہیں اور اگر زکوۃ دیتے وقت اسکو شک تھا اور اسنے اپنی رائے سے گمان غالب نہیں کیا یا اسنے اپنی رائے سے غور کیا اور یہ نہ ظاہر ہوا کہ وہ مصرف زکوۃ ہی یا گمان غالب ہوا کہ وہ مصرف زکوۃ نہیں تو زکوۃ جائز نہ ہوگی لیکن جب ظاہر ہو جاویگا کہ وہ مصرف زکوۃ تھا تو زکوۃ ادا ہو جائیگی یہ تبیین میں لکھا ہی۔ زکوۃ کے مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں نقل کرنا مکروہ ہی لیکن اگر دوسرے شہر میں زکوۃ دینے والے کی قرابت کے لوگ ہوں یا دوسرے شہر کے لوگ اس شہر والوں سے زیادہ محتاج ہیں تو مکروہ نہیں اور اگر یہ دونوں صورتیں نہوں اور پھر نقل کرے تو اگرچہ مکروہ ہوگا لیکن زکوۃ ادا ہو جاویگی اور زکوۃ کے مال کا نقل کرنا اس وقت میں مکروہ ہی کہ جب زکوۃ کا وقت آگیا ہو اور سال تمام ہو گیا ہو لیکن اگر وقت سے پہلے نقل کرے تو مضائقہ نہیں۔ زکوۃ اور صدقہ فطر اور نذر میں اولی یہ ہی کہ اول اپنے بھائی اور بہنوں کو دے پھر انکی اولاد کو پھر چچاؤں اور پھوپھیوں کو پھر انکی اولاد کو پھر ماموں اور خالاؤں کو پھر انکی اولاد کو پھر ذوی الارحام کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے خدمتی پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں والوں کو دے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہی زکوۃ میں جہاں مال ہو وہ جگہ معتبر ہی یہاں تک کہ اگر مالک اور شہر میں ہوا اور مال اور شہر میں تو جہاں مال ہی وہاں زکوۃ دے اور صدقہ فطر میں صدقہ دینے والے کے مکان کا اعتبار ہی اور صحیح قول کے بموجب اسکی چھوٹی اولاد اور غلاموں کے مکان کا اعتبار نہیں یہ تبیین میں لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات میں لکھا ہی ہمارے زمانہ میں جو ظالم حاکم صدقہ اور عشر اور خراج اور محصول اور مصادرہ لے لیتے ہیں اصح یہ ہی کہ یہ سب مال والوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اس صورت میں کہ وہ دیتے وقت انکو صدقہ دینے کی نیت کر لیں یہ تاتارخانیہ کی زکوۃ کی آٹھویں فصل میں لکھا ہی۔ اگر کسی فقیر کا قرض اپنے مال کی زکوۃ سے ادا کیا تو اگر اسکے حکم سے ادا کیا تو جائز ہی اور اگر بغیر حکم کے ادا کیا تو زکوۃ ادا نہوگی اور قرض ساقط ہو جائیگا اگر زکوۃ کے بدلے کسی کو رہنے کے واسطے گھر دیا تو جائز نہیں یہ زاہدی میں لکھا ہی۔ اپنے قرابت کے لڑکوں کو یا خوشخبری لانے والے کو یا نیا پھل لانے والے کو جو دیتا ہی اگر اسمیں زکوۃ دینے کی نیت کرے تو جائز ہی معلم جو اپنے خلیفہ یعنی نائب کو دیتا ہی اور اسکی اجرت مقرر نہیں کی ہی تو اگر اسمیں زکوۃ دینے کی نیت کرے اور خلیفہ ایسا ہو کہ اگر اسکو نہ دیگا تو بھی لڑکوں کو پڑھاویگا تو جائز ہی اور اگر ایسا نہیں تو جائز نہیں اور یہی حکم ہی اسکا جو اپنے خادموں کو خواہ وہ عورتیں ہوں یا مرد ہوں عید وغیرہ میں زکوۃ کی نیت سے دے یہ سراج الدرایہ میں لکھا ہی۔ زکوۃ کا مال جب فقیر کو دے تو ادا کرنا اسوقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک وہ فقیر یا فقیر کی طرف سے کوئی ولی اسپر قبضہ نہ کرے جیسے باپ اور وصی لڑکے اور مجنون کے مال پر قبضہ کرتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہی یا اسکے عیال و اقارب یا اجنبی آدمیوں میں سے جو اسکی خبرگیری کرتے ہیں وہ قبضہ کر لیں اور جو لڑکا کسی کو پڑا ہوا ملا ہو اسکی طرف سے اسکا پانے والا قبضہ کرے اور اگر مجنون یا لڑکے بے سمجھ کو زکوۃ دی اور اسنے اپنے ماں باپ یا وصی کو دیدی تو فقہانے کہا ہی کہ جائز نہیں اور اگر کسی دکان پر زکوۃ کا مال رکھدیا اور فقیر نے اسپر قبضہ کر لیا تو جائز نہیں۔ اگر زکوۃ کا مال چھوٹے لڑکے کے قبضہ میں دیدیا جو قریب بلوغ ہو تو جائز ہی اور اسی طرح اگر ایسے لڑکے کو دیا جو قبضہ کر سکتا ہو شلاً پھینک نہ دیگا اور کوئی اسکو دھوکا دیکے

نہ لیگا تو بھی جائز ہی۔ اگر کم عقل فقیر کو دیا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی **فصل** بیت المال کا مال چار قسم کا ہوتا ہی اول چرنے والے جانوروں کی زکوۃ اور عشر اور جو کچھ عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہی جو اُسکے پاس ہوکر گذرتے ہین ان سب کا مصرف وہی ہی جو ابھی ہم ذکر چکے دوسرے غنیمتون اور کانون کا پانچوان حصہ اور اُسکے مصرف تین قسم کے لوگ ہین یتیم اور مسکین اور ابن السبیل تیسرے خراج اور جزیہ اور وہ نذرانہ جو بنی نجران سے صلح ہوئی ہی اور وہ دوچند صدقہ جو بنو تغلب سے لیا جاتا ہی اور جو کچھ مال کہ عاشر حربیون سے جو امن پاکر ہمارے ملک مین آوین اور ذمی تاجرون سے لیتا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ یہ سب لڑنے والون کے عطیہ مین اور حدود ملک کی محافظت مین اور قلعون کے بنانے مین خواہ شہرین بنا دین خواہ دار الاسلام کی حدود کی گذرگاہون پر اسلیے بنا دین کہ راہزنون سے امن ہو اور پلون وغیرہ کی درستی مین صرف کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور بڑی نہرون کے کھودنے مین جو کسی کی ملک نہین ہوتی صرف کرین جیسے جیحون اور فرات اور دجلہ یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اس سے مسافر خانے اور مسجدین بناوین اور پانی کو روکین اور جہان پانی کے رد کیے سے نقصان پہنچنے کا خوف ہو اسکی محافظت کرین اور حکام اور اُنکے مددگار اور قاضیون اور مفتیون اور محتسبون کا روزینہ بھی اُسمین سے ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور معلمون اور طالب علمون کو بھی اُسمین سے دین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور جو شخص کہ امور مسلمین مین سے یا اُن امور مین سے جنمین مومنین کی بہتری ہو کوئی خدمت کرتا ہو اُسپر صرف کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی چوتھے وہ مال جو پڑا ہوا ملے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ یا ایسی میت کے ترکہ کا مال جسکا کوئی وارث نہو یا صرف شوہر یا بی بی وارث ہو اور اس قسم کا مال مریضون کے خرچ اور اُنکی دواؤن مین بشرطیکہ وہ فقیر ہون اور اُن مردون کے کفن مین جنکے پاس کچھ مال نہو اور اُن بچون مین جو کہین پڑے ہوئے ملین اور اُنکی خطا کے جرمانے مین اور اُس شخص کے نفقہ مین جو کسب سے عاجز ہو اور کوئی ایسا شخص نہو جسپر اُسکا نفقہ واجب ہو اور اسی قسم کے اور کامون مین صرف کرین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ پس امام پر واجب ہی کہ چار بیت المال بناوے اور ہر قسم کے مال کے واسطے جدا جدا گھر بناوے اسلیے کہ ہر قسم کے مال کا جدا جدا حکم ہی جو اُس سے مختص ہی اور دوسرا مال اُسمین شریک نہین پس اگر کسی قسم کا مال بالکل نہو تو امام کو جائز ہی کہ دوسری قسم کے مال مین سے اُسکے مصارف کے واسطے قرض لے لے پس اگر صدقے کے بیت المال مین سے خراج کے بیت المال کے واسطے قرض لیوے تو جب خراج وصول کرے وہ قرض ادا کرے لیکن اگر وہ مال لڑنے والون کو دیا ہو جو فقیر ہون تو وہ قرض ادا نہ کرے اسلیے کہ اُنکا بیت المال کے صدقے مین بھی حصہ ہی پس وہ قرض نہوگا اور اگر بیت المال کے خراج مین سے بیت المال کے صدقہ کے واسطے قرض لے اور اُسکو فقیرون مین صرف کرے تو بھی وہ قرض نہوگا اسلیے کہ خراج کے واسطے حکم اُس مال کا ہی جو دشمنون سے بطور صلح یا غنیمت کے وصول ہوا اور اسمین فقیرون کا بھی حق ہی اور اسلیے انکو نہین دیا جاتا کہ صدقات کا مال اُنکو کافی ہو جاتا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور امام پر واجب ہی کہ حقدارون کے حقوق اُنکو ادا کرے اور مال کو اُنسے روک نہ رکھے اور امام کو اور اُسکے مددگارون کو اُن مالون مین سے

صرف اسی قدر حلال ہی جو اُنکے اور اُنکے عیال کے خرچ کو کافی ہو اور اُس مال کے دفینے نہ بناوین اور ان مالون مین سے جو بچ رہے اُسکو مسلمانون مین تقسیم کردے اگر امام اسمین قصور کرینگے تو وبال اُسکا اُنکی گردنون پر ہوگا اور امام کو اور صدقہ وصول کرنے والے کو افضل یہ ہی کہ اپنا روزینہ آیندہ مہینے کا اول سے تسرلے بلکہ جو مہینہ شروع ہوتا ہی اُسکا لیلے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ ذمیون کا بیت المال مین کچھ حق نہین لیکن اگر امام کسی ذمی کو دیکھے کہ بھوک کی وجہ سے ہلاک ہوجائیگا تو اُسکو بیت المال مین سے کچھ دیدے اسلیے کہ وہ دار الاسلام کے لوگون مین سے ہی اُسکا زندہ رکھنا امام کے ذمہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی جس شخص کا بیت المال مین کچھ حق ہو اُسکو اگر ایسا مال ملے جو بیت المال مین پہونچنا چاہیے تو اُسکو جائز ہی کہ ایمانداری کے ساتھ لے لے اور امام کو اپنے حکم مین اختیار ہی کہ اُسکو منع کرے یا دیدے یہ قنیہ مین لکھا ہی

آٹھون باب صدقہ فطر کے بیان مین

صدقہ فطر اُس شخص پر واجب ہی جو آزاد اور مسلمان اور ایسے نصاب کا مالک ہو جو اُسکی اصلی حاجتون سے زائد ہو یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی اور اُسکی نصاب مین یہ شرط نہین ہی کہ مال بڑھنے والا ہو اور اسی قسم کے نصاب سے قربانی اور اقارب کا نفقہ واجب ہوتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی صدقہ فطر چار قسم کی چیزون مین دینا واجب ہی گیہون اور جو اور خرما اور کشمش یہ خزانۃ المفتین اور شرح طحاوی مین لکھا ہی اور وہ گیہون مین سے نصف صاع ہی اور جو اور خرما مین سے ایک صاع اور گیہون اور جو کے آٹے اور اُنکے ستوون کو انھین کا حکم ہی روٹی صدقہ مین دینا جائز نہین لیکن قیمت کے اعتبار سے روٹی دینا جائز ہی یہی اصح ہی اور کشمش کے واسطے جامع صغیر مین یہ لکھا ہی کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک نصف صاع دے اسواسطے کہ اُسکے تمام اجزا کھالیے جاتے ہین اور ایک روایت مین امام ابوحنیفہ رح سے یہ منقول ہی کہ ایک صاع دے صاحبین رح کا قول بھی یہی ہی پھر بعضون کا قول یہ ہی کہ اُسکے ادا کرنے مین اصل صدقہ کا اعتبار کرے اور زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ قیمت کی رعایت کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ گیہون کے دینے سے اُسکا آٹا دینا اولی ہی اور آٹے سے نقد درہم دینا اولی ہی کیونکہ اُسمین حاجتین دفع ہوتی ہین اُنکے سوا اور اناجون کو صدقہ مین دینا جائز نہین مگر باعتبار قیمت کے دینا جائز ہی اور فتاوی مین مذکور ہی کہ اصل صدقہ جسکے دینے کا حکم نص سے ثابت ہی اُسکے دینے سے اُسکی قیمت کا دینا افضل ہی اسی پر فتوی ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اگر عمدہ گیہون کا چہارم صاع دے جسکی قیمت اور قسم کے گیہون کے نصف صاع کے برابر ہی یا ایک صاع جو کے بدلے نصف صاع جو عمدہ قسم کے دے تو کل صدقہ ادا نہوگا بلکہ اُسی قدر ادا ہوگا اور باقی کی تکمیل واجب ہی اور ایک صاع جو کے بدلے نصف صاع گیہون دینا جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر نصف صاع جو اور نصف صاع خرما دے یا نصف صاع خرما اور ایک من گیہون دے یا نصف صاع جو اور چہارم گیہون دے تو ہمارے نزدیک جائز ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی ایک صاع آٹھ رطل بغدادی کا ہوتا ہی اور رطل بغدادی بیس استار کا ہوتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور استار ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہی یہ شرح نقایہ مین لکھا ہی اور گیہون نصف صاع اور دوسری چیزین ایک صاع اُس قول کے بموجب جو امام ابویوسف رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کیا ہی بحساب وزن کے معتبر ہی اسلیے کہ علماء کا جو یہ اختلاف ہی کہ ایک صاع کے کسقدر رطل ہوتے ہین یہی اختلاف

[illegible]

نو ماشہ اور ایک صاع ... رطل کی برابر ہوتا ہی دو سو ستر تولہ ... ۱۲

اس بات پر اجماع ہی کہ اسمین وزن کا اعتبار ہی یہ تبیین مین لکھا ہی - فطر کا صدقہ عید الفطر کے روز صبح صادق کے
طلوع کے بعد واجب ہوتا ہی جو شخص اس سے پہلے مرجاوے اسپر صدقہ واجب نہوگا اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا یا سلمان ہو اسپر
واجب ہوگا اور جو شخص اسکے بعد پیدا ہو یا سلمان ہو اسپر واجب نہوگا اور اگر فقیر اس سے پہلے مالدار ہوجاوے تو اسپر
صدقہ فطر واجب ہوگا اور اگر غنی اس سے پہلے فقیر ہوجاوے تو اسپر صدقہ فطر واجب نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی جو شخص
طلوع فجر کے بعد مرے اسپر صدقہ واجب ہی اور اسی طرح جو شخص روز عید کے بعد فقیر ہوجاوے اسپر صدقہ واجب ہی
یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اگر عید الفطر کے روز سے پہلے صدقہ دیدین تو جائز ہی اور کچھ مدت کی مقدار کی تفصیل نہین ہی یہی صحیح ہی
اور اگر عید الفطر کا دن گذر گیا اور صدقہ نہ دیا تو صدقہ ساقط نہوگا اور اسکا دینا واجب رہیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی
اگر نصاب کے مالک ہونے سے پہلے صدقہ فطر دیدیا پھر نصاب کا مالک ہوا تو صحیح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور
تجنیس الملتقط مین ہی کہ جس شخص سے مہینہ بھر کے روزے بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے ساقط ہوجاوین اس سے
صدقہ فطر ساقط نہین ہوتا یہ مضمرات مین لکھا ہی اور مستحب یہ ہی کہ عید الفطر کے روز طلوع فجر کے بعد عیدگاہ کو جانے سے
پہلے صدقہ فطر ادا کرین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور اسکے ادا کرنے کا وقت عامہ مشایخ کے نزدیک تمام
عمر ہی یہ بدائع مین لکھا ہی - صدقہ فطر اپنی طرف سے اور اپنے بچہ کی طرف سے جو فقیر ہو واجب ہوتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی -
اور خفیف العقل اور مجنون بمنزلہ چھوٹے بچے کے ہین جنون اصلی ہو یا عارضی ہو یہی ظاہر مذہب ہی یہ محیط مین
لکھا ہی اور اگر چھوٹے بچے یا مجنون کے پاس مال ہو تو اسکا باپ یا اسکا وصی یا انکا دادا یا اسکا وصی صدقہ فطر
انکی طرف سے اور انکے غلامون کی طرف سے انکے مال مین سے امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے
نزدیک ادا کرے اور جو بچہ ماں کے پیٹ مین ہو اسکی طرف سے ادا نہ کرے اسلیے کہ اسکی حیات معلوم نہین ہی
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک باپ پر واجب نہین ہی کہ
اپنے چھوٹے بیٹے یا خفیف العقل بیٹے کے غلامون کی طرف سے اپنے مال مین سے صدقہ ادا کرے اور دادا پر
یہ واجب نہین ہی کہ اسکا مفلس بیٹا زندہ ہو تو اسکی اولاد کی طرف سے صدقہ ادا کرے اور ظاہر روایت کے
بموجب اس صورت مین بھی کہ جب اسکا مفلس بیٹا مرچکا ہو یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور جو بچہ
دو باپون کے درمیان مین ہو تو انمین سے ہر ایک پر اسکا پورا صدقہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور
اگر انمین سے ایک مالدار اور ایک مفلس ہو یا ایک مرچکا ہو تو دوسرے پر پورا صدقہ واجب ہی اور ان
دونون مین سے کسی پر اس بچہ کی ماں کی طرف سے صدقہ واجب نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے اپنی
چھوٹی لڑکی کا کسی کے ساتھ نکاح کر دیا اور اسکے حوالہ کر دی پھر عید الفطر کا دن آیا تو باپ پر اسکی طرف سے
صدقہ فطر واجب نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اپنے غلامون کی طرف سے جو خدمت کے لیے ہون صدقہ دینا
واجب ہی خواہ وہ مسلمان ہون یا کافر اور اپنے مدبر اور ام ولد کی طرف سے ہمارے نزدیک صدقہ واجب ہی
اور جو غلام اجارہ پر دیا ہوا ہو اور جس غلام کو تجارت کا اذن دیا ہو انکی طرف سے بھی صدقہ واجب ہی اگرچہ غلام
قرضہ مین مستغرق ہو اور اگر غلام کسی اور کا ہو اور اسکی خدمت کے لیے اسنے وصیت کی ہو تو اسکا صدقہ فطر
اسکے مالک کے ذمہ ہی اور اسی طرح وہ غلام جو بطور عاریت یا بطور ودیعت ہو اور وہ غلام جسنے عمداً یا خطاً گ

کسی کا جرم کیا ہو اُسکی طرف سے بھی صدقہ دینا واجب ہوگا اسواسطے کہ مالک کی ملک اُس سے اُسوقت زائل ہوگی جسوقت وہ غلام کو اُس شخص کے حوالہ کردے جسکا وہ مجرم ہے اُس سے قبل زائل نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ غلام مرہون کی قیمت اگر قرض کے بعد بقدر نصاب فاضل ہو تو اُسکی طرف سے بھی صدقہ واجب ہوگا اور اُسکے سبب سے اپنی طرف سے بھی صدقہ واجب ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ تجارت کے غلامون کی طرف سے ہمارے نزدیک صدقہ واجب نہین ماذون غلام کے غلامون کی طرف سے بھی صدقہ واجب نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ مکاتب کی طرف سے صدقہ نہ دے کیونکہ اُسکی ملکیت پوری نہین اور مکاتب خود بھی اپنی طرف سے صدقہ نہ دے کیونکہ وہ فقیر ہے مالک اپنے مکاتب کے غلام کی طرف سے بھی صدقہ نہ دے اور مکاتب بھی اُسکی طرف سے صدقہ نہ دے اور جو غلام تھوڑا سا آزاد ہوگیا ہو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک وہ مثل مکاتب کے ہے مالک پر اُسکی طرف سے صدقہ لازم نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک وہ مثل آزاد قرضدار کے ہے اگر غنی ہوگا تو اُسپر صدقہ واجب ہوگا ورنہ واجب نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے جب مکاتب عاجز ہوجائے اور پھر اصلی غلام بنجاوے تو مالک پر پچھلے سالون کی زکوۃ واجب نہوگی اور اگر وہ خدمت کے واسطے تھا تو صدقہ فطر واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور جو ایک غلام یا بہت سے غلام دو آدمیون مین مشترک ہون اُنکی طرف سے صدقہ فطر واجب نہین اور اگر کسی کا غلام بھاگ گیا ہو یا کافر قید کرلے گئے ہون یا کسی نے اُسکو غصب کرلیا ہو اور انکار کرتا ہو تو مالک پر اُسکی طرف سے صدقہ واجب نہین اور ان غلامون مین سے خود بھی کسی پر اپنا صدقہ واجب نہین ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اگر بھاگا ہوا غلام لوٹ آوے یا غصب کیا ہوا غلام پھر ملجاوے اور عید الفطر کا دن گذر چکا ہو تو اُسکی طرف سے صدقہ فطر اُس گذرے ہوئے کا واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع کو یا مشتری کو یا دونون کو خیار ہے یا کسی غیر شخص کے واسطے خیار شرط کیا اور فطر کا دن مدت خیار مین گذرا تو اُسکا صدقہ فطر اس بات پر موقوف ہوگا کہ اگر بیع تمام ہوگئی تو مشتری پر واجب ہوگا اور اگر بیع فسخ ہوگئی تو بائع پر واجب ہوگا اور اگر مشتری نے خیار رویت یا عیب کی وجہ سے بائع کو پھیر دیا تو اگر قبضہ سے پہلے پھیرا تو صدقہ فطر اُس غلام کی طرف سے بائع پر واجب ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد پھیرا تو مشتری پر قبضہ واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اور اگر اُسکو بطور بیع خریدا اور اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے عید الفطر کا دن گذرا تو اگر مشتری نے قبضہ کیا تو اُسپر صدقہ فطر واجب ہوگا اگر غلام قبضہ کرنے سے پہلے مرگیا تو اُن دونون مین سے کسی پر صدقہ واجب نہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اگر غلام بطور بیع فاسد کا اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے فطر کا دن گذر چکا پھر مشتری نے اُسپر قبضہ کرکے اُسکو آزاد کیا تو اُسکی طرف سے بائع پر صدقہ واجب ہوگا اور اگر فطر کے دن وہ مشتری کے قبضہ مین تھا پھر بائع نے اُسکو واپس کرلیا یا بائع نے واپس نہ کیا اور مشتری نے آزاد کردیا تو صدقہ فطر مشتری کے ذمہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے جس غلام کو تصدق کرنے کی نذر کی ہو اُسکی طرف سے صدقہ فطر واجب ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ جس غلام کو مہر مین لگا دیا ہو اگر خاص اُس غلام کو مہر مین دیا ہو تو عورت پر اُسکی طرف سے صدقہ واجب ہوگا خواہ عورت نے اُسپر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اسلیے کہ وہ عقد نکاح کے ساتھ اُسکی مالک ہوگئی الخ

اگر دخول سے پہلے اُس عورت کو طلاق دیدی پھر فطر کا دن گذرا تو اگر اُس غلام پر قبضہ نہین کیا تھا تو کسی پر صدقہ واجب نہوگا اور اگر قبضہ کر لیا تھا تو بھی اصح قول کے بموجب یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ اور اگر مہر مین وہ غلام معین نہین ہوا تھا تو بھی کسی پر صدقہ واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور اگر کسی نے اپنے غلام سے یہ کہدیا تھا کہ جب فطر کا دن آوے تو تو آزاد ہے پھر فطر کا دن آیا تو غلام آزاد ہو جاویگا اور مالک پر اُسکی طرف سے صدقہ فطر اُسکے آزاد ہونے سے پہلے بلا فصل واجب ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ اور فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اپنی بی بی کی طرف سے اور اُس اولاد کی طرف سے جسکی عمر بڑی ہو صدقہ فطر نہ دے اگرچہ وہ اُسکی عیال مین ہون اور اگر اُنکی طرف سے یا اپنی بی بی کی طرف سے بغیر اُنکے حکم کے صدقہ فطر ادا کیا تو بطور استحسان کے اُنکی طرف سے ادا ہو جاویگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے جو لوگ اُسکی عیال مین نہون اُنکی طرف سے صدقہ فطر دینا جائز نہین لیکن اگر وہ حکم کرین تو دینا جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اپنے دادون اور دادیون اور ان لوگون کی طرف سے جنکو بطور احسان کے نفقہ دیتا ہے صدقہ فطر واجب نہین یہ تبیین مین لکھا ہے اور باپ اور مان کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب نہین اگرچہ وہ اُسکی عیال مین شامل ہون اسلیے کہ اُسکو اُنپر ولایت حاصل نہین ہوتی جسطرح بڑی اولاد کی طرف سے صدقہ واجب نہین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے۔ چھوٹے بھائیون کی طرف سے اور دوسرے قرابت والون کی طرف سے بھی صدقہ واجب نہین اگرچہ وہ اُسکی عیال مین شامل ہون یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اور اصل اسمین یہ ہے کہ صدقہ فطر ولایت سے اور ذمہ داری سے متعلق ہے پس جس شخص کی ولایت اور ذمہ داری اور نفقہ اُسکے ذمہ واجب ہے اُسکی طرف سے صدقہ فطر بھی اُسکے ذمہ واجب ہے ورنہ واجب نہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ ہر شخص کا صدقہ فطر ایک مسکین کو دینا واجب ہے اگر دو یا زیادہ کو تقسیم کرے تو جائز نہین اور ایک جماعت کا صدقہ فطر ایک مسکین کو دینا جائز ہے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص مرجاوے اور زکوۃ یا صدقہ فطر یا کفارہ یا نذر اُسکے ذمہ ہو تو ہمارے نزدیک اُسکے ترکہ سے نہ لینگے لیکن اگر اُسکے وارث بطور تبرع ادا کرین تو جائز ہے اور اگر نہ دین تو اُنپر جبر نہ کیا جاویگا اور اگر اُس شخص نے اسکی وصیت کردی ہو تو جائز ہے اور اُسکی وصیت تہائی مال مین سے جاری ہوگی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے۔ اگر عورت کو اُسکے شوہر نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم کیا اور اُسنے شوہر کے صدقہ فطر کے گیہون کو اپنے صدقہ کے گیہون مین بغیر اذن شوہر کے ملا کر کسی فقیر کو دیدیا تو اُس عورت کی طرف سے جائز ہوگا امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُسکے شوہر کی طرف سے جائز نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ کسی شخص کی اولاد اور بی بی ہو اور اُسنے سب کی طرف سے صدقہ ادا کرنے کے لیے پیمانہ سے گیہون ناپے تاکہ صدقہ فطر ادا کرے پھر اُنکو جمع کر کے سب کی نیت سے فقیر کو دیدیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جاویگا مصرف اس صدقہ کا وہی ہے جو مصرف زکوۃ کا ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے

روزہ کی کتاب

اور اسمین سات باب ہین۔

پہلا باب روزہ کی تعریف اور تقسیم اور سبب وجوب اور وقت اور شرطوں کے بیان مین - روزے
کے معنی یہ ہین کہ جو شخص اہلیت روزہ کی رکھتا ہو وہ بہ نیت عبادت صبح سے سورج کے غروب ہونے تک
کھانا اور پینا اور جماع چھوڑ دے یہ کافی مین لکھا ہی - اور روزہ کئی قسم ہی فرض اور واجب اور نفل - فرض دو
قسم ہی ایک فرض معین جیسے رمضان اور ایک غیر معین جیسے کفارہ اور رمضان کی قضا کے روزے - واجب
روزہ دو قسم ہی ایک معین جیسے کہ خاص کسی دن روزہ رکھنے کی کوئی شخص نذر کرے اور ایک غیر معین مثلاً
روزہ رکھنے کی کوئی شخص نذر کرے اور نفل کی ایک ہی قسم ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور سبب روزہ کے واجب
ہونے کے مختلف ہوتے ہین نذر کے روزہ مین سبب وجوب کا نذر ہوتی ہی اور کفارہ کے روزہ مین سبب وجوب
کا وہی امور ہوتے ہین جنکے سبب سے کفارہ لازم ہوتا ہی جیسے جھوٹی قسم اور قتل اور قضا روزہ کے واجب ہونے کا
سبب وہی ہوتا ہی جو ادا روزہ کے واجب ہونے کا سبب ہوتا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی - اور رمضان کے
روزہ کے واجب ہونے کے سبب کی نسبت قاضی امام ابوزید اور فخر الاسلام اور صدر الاسلام ابو الیسر نے
یہ کہا ہی کہ سبب اسکے واجب ہونے کا ہر دن کا وہ پہلا جزو ہوتا ہی جسکے اور جزو نہین نکل سکتے یہ کشف الکبیر مین
لکھا ہی اور غایۃ البیان مین کہا ہی کہ میرے نزدیک یہی حق ہی اور امام ہندی نے اسی کو صحیح کہا ہی یہ نہر الفائق مین
لکھا ہی - اگر کسی شخص کو رمضان کی پہلی شب مین افاقہ تھا اور صبح اسکو جنون کی حالت مین ہوئی اور مہینہ
بھر تک برابر جنون رہا تو شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ اسپر قضا واجب نہو گی یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق مین
لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر مہینہ کے درمیان کی رات مین افاقہ
ہوگیا اور صبح اسکو جنون کی حالت مین ہوئی تو اسپر قضا واجب نہو گی یہ محیط اور بحر الرائق مین لکھا ہی - اور
افاقہ اسوقت سمجھا جاویگا کہ جب بالکل جنون کی علامتین دفع ہو جاوین اور اگر بعضی باتین ٹھیک کرنے لگا
تو افاقہ نہین ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی - روزہ کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے ہی جس وقت کہ اسکی روشنی
آسمان کے کنارہ پر پھیلتی ہی سورج کے ڈوبنے تک اور اسمین اختلاف ہی کہ اعتبار صبح صادق کے شروع
ہونے کا ہی یا اسکے روشن ہونے اور پھیل جانے کا ہی شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ پہلے قول مین احتیاط
زیادہ ہی اور دوسرے قول مین آسانی زیادہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اکثر علما اسی طرف مائل ہین یہ خزانۃ المفتین
کی کتاب الصلوۃ مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے سحری کھائی اور اسکو یہ گمان تھا کہ ابھی فجر طلوع نہین ہوئی اور
اصل مین فجر طلوع ہو چکی تھی یا روزہ افطار کیا اور اسکو یہ گمان تھا کہ سورج ڈوب گیا اور حقیقت مین نہین
ڈوبا تھا تو اسپر قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہو گا اسلیے کہ اسنے عمداً روزہ نہین توڑا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
اگر فجر کے طلوع مین شک ہو تو افضل یہ ہی کہ کھانا چھوڑ دے اور اگر کھا لیا تو روزہ اسکا پورا ہو جاویگا جب
یقین نہو کہ اسنے فجر کے بعد کھایا ہی اور جب یہ یقین ہوگیا تو روزہ کو قضا کرے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اگر غالب
گمان یہ ہی کہ اسنے سحری ایسے وقت مین کھائی ہی کہ صبح صادق شروع ہو چکی تھی تو بموجب اسکے گمان غالب
کے قضا لازم آویگی اور اسی مین احتیاط ہی اور ظاہر روایت کے بموجب قضا لازم نہ آویگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی
اور یہی صحیح ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - یہ حکم اسوقت ہی کہ جب کچھ ظاہر نہو اور اگر ظاہر ہوگیا کہ فجر کے

شروع ہونے کے بعد کھانا کھایا ہی تو قضا واجب ہو گی کفارہ لازم نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی اگر دو آدمی اس
بات کی گواہی دین کہ فجر شروع ہو چکی اور دو آدمی اس بات کی گواہی دین کہ فجر شروع نہین ہوئی بھر
اُسنے کھانا کھا لیا پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تھی تو بالاتفاق قضا اور کفارہ لازم ہو گا - اثبات کی
شہادت قبول کیجاتی ہی نفی کی شہادت اُسکے معارض نہین ہوتی جیسے کہ بندون کے حقوق کا حکم ہی اگر
ایک شخص نے گواہی دی کہ فجر طلوع ہو گئی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فجر طلوع نہین ہوئی اور اُسنے
کھانا کھا لیا پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو کفارہ واجب نہوگا اسواسطے کہ طلوع فجر پر ایک شخص کی
شہادت پوری حجت نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کوئی شخص سحری کھاتا تھا اور اُسکے پاس
ایک جماعت نے اکر کہا کہ فجر طلوع ہو گئی تو اُس شخص نے کہا کہ اس صورت مین مین روزہ نہین رکھونگا اور
مین سب روزہ دار بن گیا اور اُسکے بعد اُسنے کھانا کھا لیا پھر ظاہر ہوا کہ پہلی بار کھانا طلوع فجر سے پہلے تھا اور
دوسری بار کھانا طلوع فجر کے بعد تھا تو حاکم ابو محمد رہ نے کہا ہی کہ اگر ایک جماعت نے اُس سے آکر کہا اور
اُنکی تصدیق کی تو اُسپر کفارہ واجب نہوگا اور اگر ایک شخص نے کہا تھا تو کفارہ واجب ہو گا خواہ وہ شخص
عادل ہو یا غیر عادل اسواسطے کہ ایک شخص کی شہادت اس قسم کی باتون مین قبول نہین ہوتی یہ خلاصہ
مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ دیکھ فجر طلوع ہوئی یا نہین اور اُسنے دیکھا اور کہا کہ نہین
طلوع ہوئی پھر اُسکے شوہر نے اُس سے مجامعت کی پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو بعض فقہا نے کہا ہی
کہ اگر اُسکے قول کو سچ جانتا تھا اور وہ ثقہ تھی تو کفارہ واجب نہوگا اور صحیح یہ ہی کہ کسی صورت مین کفارہ
واجب نہوگا اور اگر عورت کو معلوم تھا کہ فجر طلوع ہو گئی ہی اور پھر اُسنے روزہ توڑا تو اُسپر کفارہ واجب ہو گا
یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر سورج کے غروب ہونے مین شک ہی تو روزہ کا افطار کرنا حلال نہین
یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر شک کی حالت مین کھا لیا اور پھر ظاہر نہین ہوا کہ حقیقت مین سورج ڈوب گیا تھا یا
نہین تو اُسپر قضا لازم ہو گی اور کفارہ کے لازم ہونے مین دو روایتین ہین یہ تبیین مین لکھا ہی - فقیہ
ابو جعفر نے یہ اختیار کیا ہی کہ کفارہ لازم ہو گا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر پھر ظاہر ہو گیا کہ اُسنے غروب
سے پہلے کھایا ہی تو اُسپر کفارہ واجب ہو گا یہ تبیین مین لکھا ہی - اور اگر کسی نے روزہ افطار کیا اور غالب
گمان اُسکا یہ تھا کہ سورج غروب نہین ہوا تو اُسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہونگے اسواسطے کہ دن کا
ہونا تو پہلے سے ثابت تھا اور اُسکے ساتھ اُسکا گمان غالب بھی مل گیا تو بمنزلہ یقین کے ہو گیا یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی خواہ پھر یہ ظاہر ہوا کہ اُسنے غروب سے پہلے کھایا ہی خواہ کچھ ظاہر نہوا یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر
دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ سورج چھپ گیا اور دوسرے دو شخصون نے یہ گواہی دی کہ نہین چھپا اور
اُسنے روزہ افطار کر لیا پھر ظاہر ہوا کہ سورج نہین چھپا تو اُسپر قضا لازم ہو گی بالاتفاق کفارہ لازم نہوگا یہ
فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر اپنی اٹکل سے وقت کا اندازہ کرکے سحری کھا وے تو اُس صورت مین
جائز ہی کہ نہ خود فجر کو دیکھ سکتا ہی نہ اور کوئی شخص دیکھ کر اُسکو بتا سکتا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ جو شخص
گمان غالب پر سحری کھالے اور وہ شخص ایسا ہو کہ اس قسم کی باتون مین اُسکی اٹکل صحیح ہوتی ہی تو مضائقہ نہین

اور اسکی اٹکل غلط ہوتی ہی تو تدبیر اسکی یہ ہی کہ کھانا چھوڑ دے اگر سحر کے نقارہ کی آواز پر سحری کھانے کا ارادہ کیا تو اگر نقارہ کی آواز شہر کی سب طرفون سے آتی ہو تو مضائقہ نہین ہی اور ایک ہی آواز آتی ہوا ور یہ جانتا ہو کہ وہ نقارہ بجانے والا عادل ہی تو اسپر اعتماد کرلے اور اگر اسکا کچھ حال معلوم نہو تو احتیاط کرے اور کھانا نہ کھاوے اور اگر مرغ کی آواز پر اعتماد کرنا چاہے تو ہمارے بعض مشایخ نے اسکا انکار کیا ہی اور بعض مشایخ کا یہ قول ہی کہ اگر بہت بار کے تجربہ سے ظاہر ہو گیا ہو کہ وہ مرغ ٹھیک وقت پر بولتا ہی تو مضائقہ نہین اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی کہ ظاہر روایت کے بموجب ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب یہ ہی کہ گمان غالب پر افطار کرلینا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ شرطین روزہ کی تین قسم ہین اول اسکے واجب ہونے کی شرط اور وہ مسلمان اور عاقل اور بالغ ہونا ہی۔ دوسرے اسکے ادا کے واجب ہونے کی شرط اور وہ تندرست اور مقیم ہونا ہی۔ تیسرے ادا کے صحیح ہونے کی شرط اور وہ نیت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ہی یہ کافی اور نہایہ مین لکھا ہی۔ نیت سے مراد یہ ہی کہ دل مین جانتا ہو کہ روزہ رکھتا ہی یہ خلاصہ اور محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور سنت یہ ہی کہ زبان سے بھی کہے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ ہمارے نزدیک رمضان مین ہر دن کے روزہ کیواسطے نیت کرنا ضرور ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ رمضان مین سحری کھانے سے نیت ہو جاتی ہی یہ نجم الدین نسفی نے ذکر کیا ہی۔ اسی طرح اگر اور روزہ کے لیے سحری کھاوے تو بھی نیت ہو جاتی ہی اور اگر سحری کھاتے وقت یہ ارادہ کیا کہ صبح کو روزہ نہ رکھونگا تو نیت نہوگی۔ اگر رات سے روزہ کی نیت کی اور فجر کے طلوع ہونے سے پہلے نیت بدل دی تو سب روزون مین نیت بدل دینا صحیح ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر یہ کہا کہ خدا چاہے تو کل روزہ رکھونگا تو نیت صحیح ہوگئی یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر یہ نیت کی کہ اگر کل کہین دعوت مین بلایا گیا تو روزہ نہ رکھونگا اور اگر نہ بلایا گیا تو روزہ رکھونگا تو اس نیت سے وہ روزہ دار نہوگا۔ اگر رمضان کے دن مین نہ روزہ کی نیت کی نہ بے روزہ رہنے کی اور وہ جانتا ہی کہ یہ دن رمضان کا ہی تو شمس الائمہ حلوائی نے بواسطہ فقیہ ابو جعفر کے ہمارے اصحاب سے ذکر کیا ہی کہ اسکے روزہ دار ہو جانے مین دو روایتین ہین اور اظہر یہ ہی کہ وہ روزہ دار نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر روزہ دار نے روزہ توڑنے کی نیت کرلی تھی لیکن اس نیت کے سوا اور کوئی فعل روزہ توڑنے کا اس سے پایا نہین گیا تو روزہ اسکا پورا ہوگا یہ ایضاح مین لکھا ہی جو کرمانی کی تصنیف ہی۔ نیت کرنے کا وقت ہر روز سورج ڈوبنے کے بعد ہی اس سے پہلے نیت جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر سورج ڈوبنے سے پہلے یہ نیت کی کہ کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہان تک کہ سورج دوسرے دن ڈھل گیا تو وہ نیت جائز نہوگی اور اگر سورج ڈوبنے کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ رمضان اور نذر معین اور نفل کا روزہ اس دن کے روزہ کی نیت یا مطلق روزہ یا نفل کے روزہ کی نیت سے اگر رات سے لیکر آدھے دن سے پہلے تک کسی وقت نیت کرلے تو جائز ہی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی۔ اور قدوری نے یہ کہا ہی کہ رات اور زوال کے درمیان مین نیت کا وقت ہی اور صحیح پہلا قول ہی۔ مسافر اور مقیم اور تندرست اور بیمار مین کچھ فرق نہین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ زوال سے پہلے نیت اسی وقت صحیح ہوتی ہی جب فجر کے طلوع ہونے کے بعد کوئی فعل روزہ کے مخالف اس

ظاہر نہوا ہو اور اگر اُس سے پہلے روزہ کے خلاف کوئی فعل اُس سے ظاہر ہوا مثلاً کھانا اور پیا اور جماع کرنا خواہ عمداً ہو یا بھولکر ہو تو اُسکے بعد نیت جائز نہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اگر دن مین نیت کرے تو یون نیت کرے کہ مین جب سے دن شروع ہوا ہی تب سے روزہ دار ہون - اور اگر یہ نیت کی کہ جب سے نیت کرتا ہون تب سے روزہ دار ہون تو روزہ دار نہوگا یہ جوہرۃ النیرہ اور سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر رمضان کی کسی رات مین یا دن مین بیہوش ہوگیا تو اگر زوال سے پہلے افاقہ ہوگیا اور روزہ کی نیت کرلی تو جائز ہی مجنون کا بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر رمضان مین دن کے شروع ہونے کے وقت کوئی شخص مرتد ہوگیا اور پھر مسلمان ہوا اور زوال سے پہلے روزہ کی نیت کرلی تو وہ روزہ دار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور افضل یہ ہی کہ جس چیز کی نیت دن مین کرنا جائز ہی تو اُسکی نیت رات سے کرلے یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور نیز افضل یہ ہی کہ نیت کو معین کرلے یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی - اگر رمضان مین کسی اور واجب روزہ کی نیت کی تو روزہ رمضان کا ہوگا - امام ابویوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک اس حکم مین مسافر اور مقیم برابر ہین اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اگر مسافر رمضان مین دوسرے واجب کی نیت سے روزہ رکھے تو اُسی واجب کا روزہ ہوگا اور اگر نفل کی نیت کرے تو اسمین دو روایتین ہین یہ کافی مین لکھا ہی اصح یہ ہی کہ وہ رمضان کا روزہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور مریض کا روزہ صحیح یہ ہی کہ رمضان کا روزہ ہوگا یہ کافی مین لکھا ہی - اور اگر مسافر اور مریض روزہ مین یہ تخصیص نکرین کہ روزہ رمضان کا ہی یا کسی اور طرح کا تو روزہ رمضان کا ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر خاص کسی دن روزہ رکھنے کی نذر کی تھی اور اُس دن کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھا مثلاً رمضان کی قضا یا کفارہ کا تو روزہ اسی واجب کا ہوگا اور نذر کی قضا لازم ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور یہی اصح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - قضا اور کفارہ مین شرط یہ ہی کہ رات سے نیت کرے اور نیت کو معین کرے یہ نقایہ مین لکھا ہی اور اس نذر کے روزہ کا بھی یہی حکم ہی جسمین خاص دن کی تخصیص نہین کی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی جسکو کافر قید کر لے گئے ہین اُسپر اگر رمضان کا مہینہ مشتبہ ہوجاوے اور وہ اپنی اٹکل سے روزہ رکھے تو اگر وہ زمانہ بعد رمضان کے ہوا اور ایام تشریق وعید نہون اور نیت روزہ کی رات سے کی ہو تو روزہ ادا ہوجاوینگے اور اگر رمضان سے پہلے روزہ رکھے ہین تو فرض روزے ادا نہونگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اُن روزون مین قضا کی نیت شرط نہین یہی صحیح ہی اسلیے کہ اُسنے یہ نیت کی ہی کہ جو رمضان کے روزے مجھپر فرض ہین اُنکو ادا کرتا ہون یہ بدائع مین لکھا ہی پس اگر وہ روزے اُسکے شوال مین واقع ہوئے تو اگر اُس سال مین رمضان اور شوال دونون تیس دن کے مہینے تھے یا دونون انتیس دن کے تھے تو اُسپر ایک دن کی قضا لازم ہوگی اور اگر رمضان تیس دن کا تھا اور شوال انتیس ۲۹ دن کا تو دو دن کی قضا لازم ہوگی اور اگر رمضان انتیس ۲۹ دن کا تھا اور شوال تیس ۳۰ دن کا تو کسی دن کی قضا لازم نہوگی اور اگر اُسکے روزہ ذی الحجہ کے مہینہ مین واقع ہوئے تو اگر اُس سال مین رمضان اور ذی الحجہ دونون تیس دن کے یا دونون انتیس ۲۹ دن کے مہینے تھے تو اُسپر چار دن کی قضا لازم آویگی اور اگر رمضان انتیس ۲۹ دن کا تھا اور ذی الحجہ تیس دن کا تو تین دن کی قضا لازم ہوگی اور اگر رمضان تیس دن کا

تھا اور ذی الحجہ انتیس[29] دن کا تو پانچ دن کی قضا لازم ہوگی اور اگر وہ روزہ اُسکے ذیقعدہ یا کسی اور مہینہ مین واقع ہوئے تو اگر رمضان
اور وہ مہینہ تیس دن کا یا دونون انتیس[29] دن کے تھے یا وہ مہینہ پورے تیس دن کا تھا تو کوئی قضا لازم نہوگی اور اگر
رمضان کا مہینہ تیس دن کا اور دوسرا مہینہ انتیس دن کا ہو تو صرف ایک دن کی قضا لازم ہوگی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص دار الحرب مین تھا اور وہان اُسنے معلوم نہونے کی وجہ سے کئی سال کے روزے
رمضان سے پہلے رکھے تو پہلے سال کے روزے بالاتفاق ادا نہونگے۔ اب اس امر مین بحث ہے کہ دوسرے
سال کے روزے پہلے سال کی قضا اور تیسرے سال کے روزے دوسرے سال کی قضا ہو جاوینگے یا نہین
تو فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ اگر اُسنے اُن دونون سالون مین یہ نیت کی کہ مین رمضان کے روزے
رکھتا ہون تو ادا ہو جاوینگے اور اگر اسطرح نیت کی کہ اس سال کے روزے رکھتا ہون تو ادا نہونگے
اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر رمضان کے دو دن کی قضا واجب ہو تو یون نیت کرے کہ مین
اس رمضان کے اُس پہلے دن کا روزہ رکھتا ہون جسکی قضا مجھپر واجب ہے اور اگر پہلے دن کا تعین نہ کیا تو
بھی جائز ہے اور یہی حکم ہے اُس صورت مین جب اُسپر دو رمضانون کے دو دن کی قضا واجب ہو یہی
مختار ہے اور اگر اُسنے صرف قضا کی نیت کی اور کچھ نیت نہ کی تو بھی جائز ہے اگرچہ اُسنے دن کا تعین نہ کیا یہ خلاصہ
مین لکھا ہے اگر رمضان مین کسی نے عمداً روزہ توڑا اور وہ فقیر ہے اس سبب سے اُسنے آٹھ دن کے روزے قضا
اور کفارہ کے رکھے اور قضا کے دن کی تخصیص نہین کی تو جائز ہے فقیہ ابو اللیث رح نے اسی طرح ذکر کیا ہے یہ فتاوی
قاضی مین لکھا ہے۔ اگر دو مختلف چیزون کی نیت کی جو تاکیداً اور فرض ہونے مین برابر ہین اور ایک کو دوسرے پر
کچھ ترجیح نہین تو وہ دونون باطل ہو جاوینگے اور اگر ایک کو دوسرے پر ترجیح ہے تو جسکو ترجیح ہے وہی ثابت ہوگا
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے پس اگر کسی نے ایک روزہ مین قضاے رمضان اور نذر کی نیت کی تو بطور استحسان کے
وہ روزہ رمضان کی قضا کا ہوگا۔ اور اگر نذر معین اور نفل کی نیت رات سے کی یا دن مین کی یا نذر معین اور
کفارہ کی نیت رات مین کی تو بالاجماع وہ روزہ نذر معین سے واقع ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور
اگر قضاے رمضان اور کفارہ ظہار کی نیت کی تو وہ بطور استحسان کے قضا سے واقع ہوگا یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہے اور اگر قضاے رمضان اور نفل کی نیت کی تو امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب رمضان کی
قضا واقع ہوگی یہی روایت ہے امام ابو حنیفہ رح سے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر کفارہ ظہار اور کفارہ قتل کی نیت
کی یا قضاے رمضان اور کفارہ قتل کی نیت کی تو بالاتفاق روزہ نفل ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر کفارہ اور
نفل کی نیت کی تو بطور استحسان کے وہ روزہ کفارہ واجب سے ادا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر عورت نے
حیض مین روزہ کی نیت کی پھر فجر سے پہلے پاک ہوگئی تو اُسکا روزہ صحیح ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اگر روزہ مین
قضا اور قسم کے کفارہ کی نیت کی تو اُن دونون مین سے کوئی روزہ نہین ہوگا امام ابو یوسف رح کے نزدیک تعارض
کی وجہ سے اور امام محمد رح کے نزدیک تنافی کی وجہ سے لیکن نفل ہو جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر طلوع فجر کے بعد قضا کے
روزہ کی نیت کی تو قضا صحیح نہوگی لیکن نفل روزہ شروع ہو جاویگا اگر اُسکو توڑیگا تو قضا لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے

دوسرا باب چاند دیکھنے کے بیان مین شعبان کی انتیسوین[29] تاریخ غروب کے وقت

لوگون پر چاند کا تلاش کرنا واجب ہی اگر چاند نظر آگیا تو روزہ رکھین اور اگر بادل ہو تو شعبان کے مہینے
تیس دن پورے کرین یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی اسی طرح شعبان کے مہینہ کی پوری گنتی معلوم ہونے
کے لیے شعبان کا چاند بھی ڈھونڈھنا چاہیے - نجومیون سے جو لوگ سمجھ وال اور عادل ہون کیا اُنکے
قول کا اعتبار لیا جاتا ہی - صحیح یہ ہی کہ انکا قول قبول نہین کیا جاتا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور منجم کو
خود بھی اپنے حساب پر عمل کرنا نہین چاہیے یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی - چاند دیکھتے وقت اشارہ کرنا مکروہ ہی
یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر زوال سے پہلے یا زوال سے بعد چاند دیکھا تو نہ اسکی وجہ سے روزہ رکھین نہ روزہ توڑین
اور وہ آنے والی رات کا چاند ہی یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر آسمان پر ابر ہو تو ایک شخص کی
گواہی رمضان کا چاند دیکھنے مین قبول ہوگی بشرطیکہ وہ عادل اور مسلمان اور عاقل اور بالغ ہو خواہ
آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت اور اسی طرح اگر ایک شخص کی گواہی دینے کی ایک شخص گواہی دے
تو بھی مقبول ہوگی - اگر کسی شخص کو کسی پر زنا کی تہمت لگانے سے حد لگی ہو اور پھر اسنے توبہ کی ہو تو اُسکی گواہی
ظاہر روایت کے بموجب مقبول ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی جس شخص کا حال پوشیدہ ہی ظاہر یہ ہی
کہ اُسکی شہادت مقبول نہو حسنؒ نے امام ابو حنیفہ سے یہ روایت کی ہی کہ اُسکی شہادت مقبول ہوگی یہی صحیح ہی
یہ محیط مین لکھا ہی - اور حلوائی نے اسی کو اختیار کیا ہی یہ شرح نقایہ مین لکھا ہی جو ابو المکارم کی تصنیف ہی غلام
کی گواہی پر غلام کی گواہی رمضان کے چاند پر قبول کیجاویگی اور اسی طرح عورت کی گواہی عورت کی گواہی پر قبول کیجاویگی
قریب بلوغ لڑکے کی گواہی قبول نہوگی اور اس گواہی مین شہادت کا لفظ اور دعوی اور حاکم کا حکم شرط
نہین ہی - اگر کسی شخص نے حاکم کے پاس گواہی دی اور دوسرے شخص نے گواہی سنی اور ظاہر مین وہ
گواہ عادل تھا تو سامع پر واجب ہی کہ روزہ رکھے حاکم کے حکم کی احتیاج نہین - چاند کی گواہی مین کیا
مفصل کیفیت پوچھنا چاہیے - ابو بکر اسکاف نے کہا ہی کہ اگر کوئی شخص یون بیان کرے کہ مین نے شہر سے باہر
جنگل یا کسی بستی مین بیٹھے ہوئے بادل مین سے چاند دیکھا تو وہ گواہی قبول کیجاویگی اور اگر امام یا قاضی تنہا
چاند دیکھے تو اُسکو اختیار ہی کہ کسی اور شخص کو گواہی دینے کے واسطے تلاش کرے یا خود ہی لوگون کو روزہ
کا حکم کردے - عید الفطر اور عید الضحی کے چاند کا حکم اسکے برخلاف ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر ایک
عادل شخص رمضان کا چاند دیکھے تو اُسپر لازم ہی کہ اُس رات مین اُسکی گواہی دے آزاد ہو یا غلام مرد ہو
یا عورت یہان تک کہ پردہ نشین باندی بغیر اجازت اپنے مالک کے نکل کر گواہی دے - فاسق اگر اکیلا
چاند دیکھے تو گواہی دے اسواسطے کہ قاضی کبھی اُسکی گواہی قبول کرلیتا ہی لیکن قاضی کو چاہیے کہ اُسکی گواہی
رد کرے یہ وجیز کردری مین لکھا ہی یہ حکم شہر کے اندر کا ہی اور شہر سے باہر اگر ایک آدمی رمضان کا چاند دیکھے
تو اُس گانون کی مسجد مین گواہی دے اور اگر وہ عادل ہو اور وہان کوئی حاکم نہو جسکے سامنے گواہی دیجاوے
تو لوگون کو چاہیے کہ اُسکے قول پر روزہ رکھین یہ محیط مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے تنہا رمضان کا چاند دیکھا
اور اُسنے گواہی دی اور گواہی مقبول نہوئی تو اُسپر واجب ہی کہ روزہ رکھے اور اگر روزہ نہ رکھا تو قضا لازم
آویگی کفارہ لازم نہوگا اور اگر قاضی کے گواہی رد کرنے سے پہلے اسنے روزہ توڑ دیا تو صحیح یہ ہی کہ اسپر

کفارہ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو اگر فاسق نے گواہی دی اور امام نے اسکو قبول کرلیا
اور آدمیون کو روزہ کا حکم کیا اور اُس شخص نے یا شہر کے لوگون مین سے کسی نے اُس روز روزہ توڑ دیا
تو عامہ مشایخ نے کہا ہو کہ اُس شخص پر کفارہ لازم آویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہو۔ اور اگر اُس شخص کے تیس روزے
پورے ہوگئے تو جب تک امام روزہ افطار نہ کریگا یہ بھی افطار نہ کریگا یہ کافی مین لکھا ہو۔ اور اگر آسمان صاف
ہو تو ایسی جماعت کثیر کی گواہی قبول ہوگی جنکے خبر دینے سے یقین حاصل ہوجاوے اور وہ امام کی راے پر
موقوف ہو کچھ مقدار مقرر نہین ہی صحیح ہو یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہو۔ رمضان اور شوال اور ذی الحجہ کا چاند اس
حکم مین برابر ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ طحاوی نے ذکر کیا ہو کہ ایک شخص کی گواہی اُسوقت مقبول
ہوتی ہو جب وہ شہر کے باہر سے آوے یا وہ کسی بلند جگہ پر ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہو اور طحاوی کے قول پر امام
مرغینانی اور صاحب اقضیہ اور صاحب فتاوی صغری نے اعتماد کیا ہو لیکن ظاہر روایت کے بموجب
شہر کے باہر سے آنے والے اور شہر کے اندر چاند دیکھنے والے مین کچھ فرق نہین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہو
شوال کا چاند رمضان کی انتیسوین تاریخ کو ڈھونڈھے اور اگر صرف ایک شخص دیکھے تو وہ روزہ نہ توڑے
اسلیے کہ عبادات مین احتیاط پر عمل ہوتا ہو اور اگر توڑ دیا تو قضا لازم آویگی کفارہ واجب نہوگا یہ اختیار
شرح مختار مین لکھا ہو۔ کسی شخص نے عید کا چاند دیکھا اور گواہی دی لیکن اُسکی گواہی مقبول نہین ہوئی تو
اُسپر واجب ہی کہ روزہ رکھے اور اگر اُس دن روزہ توڑا تو اُسپر قضا لازم آویگی کفارہ نہوگا یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہو اور اگر اسنے اپنے کسی دوست کے سامنے گواہی دی اور اسنے کچھ کھا لیا تو اگر اسکے
قول کو سچ جانتا تھا تو بھی کفارہ لازم نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہو۔ اگر اکیلے امام نے یا اکیلے قاضی نے شوال کا
چاند دیکھا تو عیدگاہ کی طرف نہ نکلے اور نہ لوگون کو نکلنے کا حکم دے اور نہ روزہ توڑے نہ پوشیدہ نہ ظاہر
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہو۔ اگر آسمان پر ابر ہو تو دو مردون یا ایک مرد اور دو عورتون سے کم کی
گواہی مقبول نہوگی اور اُنکا آزاد ہونا اور شہادت کے لفظ ادا کرنا بھی شرط ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو اگر
شوال کے چاند کی شہر سے باہر دو شخصون نے خبر دی اور آسمان پر ابر ہو اور وہان کوئی والی اور قاضی نہین ہو
اگر لوگ روزہ توڑ دین تو کچھ مضائقہ نہین ہی یہ زاہدی مین لکھا ہو لیکن اُن دونون کا عادل ہونا شرط ہی
یہ نقایہ مین لکھا ہی۔ دعوی شرط نہین۔ اور جس شخص کو قذف مین حد لگی ہو اگرچہ اُسنے توبہ کرلی ہو اسکی
گواہی مقبول نہین اور اگر آسمان صاف ہو تو جب تک جماعت گواہی نہ دے تب تک مقبول نہین جیسے کہ
رمضان کے چاند کا حکم ہو یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو اور یہی کافی مین لکھا ہی۔ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی
کہ اگر دوسری جگہ سے آوین تو دو آدمیون کی گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور ذی الحجہ کا
حکم ظاہر روایت کے بموجب مثل عید الفطر کے ہی یہی اصح ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور یہی حکم اور مہینے کے
چاندون کا ہو کہ جب تک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین عادل اور آزاد جنکو حد نہ لگی ہو گواہی نہ دین تب تک
مقبول نہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ حسن رح نے امام ابوحنیفہ رح سے یہ روایت کی ہو کہ اگر ایک شخص
کی گواہی پر روزہ رکھ لیا اور تیس پورے کرلیے اور شوال کا چاند نہ دیکھا تو احتیاطاً روزہ نہ چھوڑے

اور امام محمد رح سے یہ روایت ہی کہ روزہ توڑ دین یہ تبیین مین لکھا ہی خاتیۃ البیان مین ہی کہ قول امام محمد رح کا اصح ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ یہ اختلاف اُسوقت ہی کہ چاند دیکھین اور آسمان صاف ہو اور اگر آسمان پر ابر ہو تو بلا خلاف روزہ توڑ دین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی یہی اشبہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اگر رمضان کے چاند پر دو شخصون نے گواہی دی اور آسمان پر بادل ہی اور قاضی نے اُنکی گواہی قبول کر لی اور تیس روزے رکھے پھر شوال کا چاند نظر آیا تو اگر آسمان پر بادل ہی تو دوسرے دن بالاتفاق روزہ افطار کرینگے اور اگر آسمان صاف ہی تو بھی صحیح قول کے بموجب روزہ افطار کرینگے یہ محیط مین لکھا ہی اگر گواہون نے رمضان کی انتیسوین تاریخ یہ گواہی دی کہ ہمنے تمھارے روزہ رکھنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا تو اگر وہ اُسی شہر کے لوگ ہین تو امام اُنکی گواہی قبول نہ کرے کیونکہ اُنھون نے واجب کو ترک کیا اور اگر کہین دور سے آئے ہین تو اُنکی گواہی جائز ہوگی اسلیے کہ اُنکے ذمہ تہمت نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی ظاہر روایت کے بموجب مطلعون کے اختلاف کا اعتبار نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی فقیہ ابو اللیث رح کا اسی پر فتوی ہی اور شمس الائمہ حلوائی بھی اسی پر فتوی دیتے تھے اور اُنھون نے کہا ہی کہ اہل مغرب کے رمضان کا چاند دیکھنے سے اہل مشرق پر روزہ واجب ہو جاتا ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور جن لوگون نے بعد کو چاند دیکھا ہی اُن پر روزہ اس صورت مین واجب ہوگا جب اُن لوگون کا چاند دیکھنا بطریق یقین ثابت ہو جاوے یہان تک کہ اگر ایک جماعت گواہی دے کہ کسی شہر کے لوگون نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا ہی اور روزہ رکھا ہی اور یہ دن اُس حساب سے تیسوین تاریخ ہی اور اُن لوگون کو چاند نظر نہین آیا تو دوسرے دن روزہ کا توڑنا مباح نہین ہی اور نہ اُس رات مین تراویح کو چھوڑین اسلیے کہ اُس جماعت نے چاند دیکھنے کی گواہی نہین دی اور نہ غیرون کی گواہی دینے کی گواہی دی بلکہ غیرون کے دیکھنے کی حکایت بیان کی ہی اور اگر اُنھون نے یہ گواہی دی کہ فلانے شہر کے قاضی کے پاس فلانی شب مین چاند دیکھنے کی دو آدمیون نے گواہی دی اور قاضی نے اُنکی گواہی کے بموجب حکم کیا تو اس قاضی کو جائز ہی کہ اُنکی گواہی پر حکم کرے اسلیے کہ قاضی کی قضا حجت ہی اور اُن لوگون نے قاضی کی قضا کی گواہی دی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی- اگر کسی شہر کے لوگون نے رمضان کا چاند نہین دیکھا اور روزے رکھنا شروع کیے تھے اور اٹھائیسوین روزہ کو شوال کا چاند دیکھا تو اگر اُنھون نے شعبان کا چاند دیکھکر تیس دن پورے گن لیے تھے اور رمضان کا چاند نہین دیکھا تھا تو ایک دن کی قضا کرینگے اور اگر انتیسوین روزہ کو شوال کا چاند دیکھا تھا تو کچھ قضا اُنپر لازم نہ آویگی اور اگر شعبان کے چاند کے تیس دن پورے نہ کیے تھے اور شعبان کا چاند نہین دیکھا تھا اور اُسکے بعد رمضان کے روزہ رکھے تو دو دن کی قضا کرینگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اگر کسی شہر کے لوگون نے رمضان کا چاند دیکھکر انتیس روزے رکھے اور اُنمین بعض مریض تھے اُنھون نے روزہ نہین رکھا تو اُنپر انتیس دن کی قضا لازم آویگی اور اگر مریض کو شہر والون کا حال معلوم نہوا تو وہ تیس دن کے روزے قضا کریگا تاکہ یقیناً واجب ادا ہو جاوے یہ محیط مین لکھا ہی

تیسرا باب اُن چیزون کے بیان مین جو روزہ دار کو مکروہ ہین اور جو مکروہ نہین- گونہ

چبانا روزہ دار کو مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور یہی متون مین لکھا ہی ہمارے مشایخ نے کہا ہی کہ
اس مسئلہ مین یون تفصیل ہی کہ اگر بنے ہوئے گوند کی ڈلی ہو تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر بنے ہوئے گوند کی
ڈلی ہو تو اگر وہ سیاہ ہی تو اس سے روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر سفید ہی تو نہ ٹوٹیگا لیکن کتاب مین اسکی تفصیل
نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ بلا ضرورت کسی چیز کو چکھنا اور چبانا مکروہ ہی یہ کنز مین لکھا ہی اور چکھنے مین منجملہ عذر کے
یہ بھی ہی کہ کسی عورت کا شوہر یا مالک بدخو ہو اور اس سبب سے وہ شوربا چکھے اور چبانے کے عذرین
سے یہ بھی ہی کہ کسی عورت کے پاس کوئی حیض والی یا نفاس والی عورت یا اور کوئی سوائے روزہ دار ایسا
نہو کہ جو اسکے بچے کو کھانا چبا کر کھلاوے اور اسکو نرم پکا ہوا کھانا اور دودھ بھی نہین ملتا یہ نہر الفائق
مین لکھا ہی اور تجنیس مین مذکور ہی کہ چکھنا فرض روزہ مین مکروہ ہی نفل روزہ مین کچھ مضائقہ نہین یہ نہایہ مین
لکھا ہی اور روزہ دار کو مکروہ ہی کہ شہد یا تیل کو خریدتے وقت اچھا یا برا پہچاننے کیواسطے چکھے یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر اسکا خریدنا ضرور ہو اور دھوکے کا خوف ہو تو مضائقہ نہین یہ زاہدی
مین لکھا ہی روزہ دار کو استنجا کرنے مین مبالغہ مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ ناک مین پانی ڈالنے اور
کلی کرنے کے مبالغہ کا بھی یہی حکم ہی شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی مبالغہ سے یہ مراد ہی کہ منھ مین اکثر پانی لیلے اور منھ
بھرے رہے اور یہ نہین کہ غرغرہ کرے یہ محیط مین ہی اگر پانی مین روزہ دار کی ریح صادر ہو اور اس
سے یا بغیر آواز کے تو روزہ فاسد نہوگا مگر مکروہ ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی امام ابوحنیفہ رح سے روایت ہی
کہ وضو کے سوا روزہ دار کو کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا مکروہ ہی اور نہانا شروع کرنا اور سر پہ پانی ڈالنا
اور پانی کے اندر بیٹھنا اور تر کپڑے کو بدن پر لپیٹنا مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ نہین مکروہ ہی اور
یہی اظہر ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور روزہ دار کے حق مین مکروہ ہی کہ منھ مین اپنا تھوک جمع کرکے اسکو نگل جاوے
یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ مسواک کرنا خواہ تر ہو خواہ خشک صبح اور شام کے وقت ہمارے نزدیک مکروہ نہین امام
ابو یوسف رح نے یہ کہا ہی کہ اگر مسواک پانی مین بھیگی ہوئی ہو تو مکروہ ہی اور ظاہر روایت کے بموجب اسمین
کچھ مضائقہ نہین اور اگر مسواک تر اور سبز ہو تو کسی کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی۔ سرمہ لگانا اور مونچھون مین تیل لگانا مکروہ نہین یہ کنز مین لکھا ہی یہ حکم اسوقت ہی جب زینت
کا قصد نہو اور اگر زینت کا قصد ہو تو مکروہ ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اسمین فرق نہین ہی کہ روزہ دار
ہو یا بے روزہ دار ہو یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر ضعف کا خوف نہو تو پچھنے لگانے مین مضائقہ نہین لیکن ضعف
کا خوف ہو تو مکروہ ہی اور اسکو چاہیے کہ غروب کے وقت تک تاخیر کرے اور شیخ الاسلام نے ذکر
کیا ہی کہ ایسے ضعف کے خوف مین مکروہ ہوگا جسمین روزہ توڑنے کی ضرورت پڑے اور فصد کا بھی
یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ جس شخص کو جماع کر لینے یا انزال کا خوف نہو تو اسکو بوسہ لینے مین کچھ مضائقہ
نہین اور اگر خوف ہو تو مکروہ ہی اور ان سب صورتون مین مساس کا حکم مثل بوسہ کے ہی یہ تبیین مین
لکھا ہی۔ اور ہونٹھون کا چوسنا ہر صورت مین مکروہ ہی اور فرج کے سوا جماع اور مباشرت کرنا ظاہر
روایت مین مثل بوسہ کے ہی بعضون نے کہا ہی کہ مباشرت فاحشہ بھی مکروہ ہی اگرچہ خوف نہو یہی صحیح ہی

یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور مباشرت فاحشہ اسکو کہتے ہین کہ دونون چپٹے ہوئے ہون اور ننگے ہون اور مرد کا ذکر عورت کی فرج کو لگے اور وہ بلا خلاف مکروہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اپنے اوپر خوف نہو تو کلّے کے مین مضائقہ نہین اور اگر بہت بوڑھا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر روزہ دار کو جنابت کی حالت مین صبح ہوئی یا دن مین احتلام ہوا تو روزہ مین مضائقہ نہین یہ محیط مین لکھا ہی - سحری کھانا مستحب ہی اور وقت اسکا آخر شب ہی فقیہ ابو اللیث رحمہ نے کہا ہی کہ وہ اخیر کا چھٹا حصہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی سحری کھانے مین تاخیر مستحب ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اسقدر تاخیر کہ وقت مین شک ہو مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - افطار مین جلدی کرنا افضل ہی پس مستحب یہ ہی کہ نماز سے پہلے افطار کرلے اور سنت یہ ہی کہ افطار کے وقت یہ کہے

اللهم لك صمت وبك آمنت وعليك توكلت وعلى رزقك افطرت وصوم غد من شهر رمضان نويت فاغفر لي ما قدمت وما اخرت یہ معراج الدرایہ کی فصل متفرقات مین لکھا ہی شک کے دن کا روزہ یعنی جس دن مین شک یہ ہو کہ وہ رمضان کا دن ہی یا شعبان کا اگر اسمین رمضان کی یا کسی اور واجب کی نیت کرے تو مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور واجب کی نیت کرنے مین رمضان کی نیت کرنے سے کراہت کم ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا تو دونون صورتون مین رمضان کا روزہ ہوگا اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو پہلی صورت مین روزہ نفل ہوگا اور اگر اسکو توڑ دے تو قضا واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور دوسری صورت مین جس واجب کی نیت کی ہی اسی سے ادا ہوگا یہی صحیح ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور دوسری صورت مین اگر یہ ظاہر نہوا کہ وہ دن شعبان کا تھا یا رمضان کا تھا تو بلا خلاف یہ حکم ہی کہ جس واجب کی وہ نیت کی ہی اسکا وہ روزہ نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر نفل کی نیت کی تو صحیح یہ ہی کچھ مضائقہ نہین پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا تو وہ روزہ رمضان کا ہوگا اور اگر ظاہر ہوا کہ شعبان کا دن تھا تو وہ نفل ہوگا اور اگر روزہ توڑ دیا تو اسپر قضا لازم ہوگی اسلیے کہ اسنے التزام کے ساتھ شروع کیا تھا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر نیت مین بھی کوئی تعیین نہین کیا تھا تو مکروہ ہی پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو روزہ نفل ہوگا اور اگر رمضان کا تھا تو رمضان کا روزہ ادا ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اصل نیت مین شک کیا یعنی یون نیت کی کہ اگر کل رمضان ہوگا تو روزہ رکھونگا اور شعبان ہوگا تو روزہ نہین رکھونگا تو اس صورت مین روزہ نہوگا اور اگر وصف نیت مین شک کیا مثلاً یون نیت کی کہ اگر کل رمضان ہی تو رمضان کا روزہ ہی اور اگر شعبان ہی تو دوسرے کسی واجب کا روزہ ہی یا یون نیت کی کہ اگر کل دن رمضان کا ہی تو رمضان کا روزہ ہی اور اگر شعبان کا دن ہی تو نفل روزہ ہی تو بھی مکروہ ہی پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا تو دونون صورتون مین وہ رمضان کا ہوگا اور اگر ظاہر ہوا کہ دن شعبان کا تھا تو پہلی صورت مین واجب ادا نہوگا اور دونون صورتون مین روزہ نفل ہوگا جسکے توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی یہ تبیین مین لکھا ہی - شک کا دن وہ ہی کہ تیسوین شب مین چاند نہ دیکھین اور آسمان پر ابر ہو یہ تبیین مین لکھا ہی یا ایک شخص چاند کی گواہی دے اور اسکی گواہی قبول نہ کیجاوے یا دو فاسق گواہی دین اور انکی گواہی رد کردی جاوے لیکن اگر آسمان صاف ہو اور کوئی شخص چاند نہ دیکھے تو وہ دن شک کا نہین ہی یہ

زاہدی مین لکھا ہی۔ علماء کا اختلاف ہی کہ شک کے روز روزہ رکھنا افضل ہی یا نہ رکھنا افضل ہی فقہا نے کہا ہی کہ اگر
پورے شعبان کے روزے رکھے ہین یا اتفاقاً وہ شک کا روزہ اسدن واقع ہوا جسدن اُسکو روزہ رکھنے
کی عادت تھی تو روزہ رکھنا افضل ہی یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر شعبان کے آخر مین تین دن پے
رکھے تو بھی اس روزہ کا رکھنا افضل ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر یہ صورتین نہون تو اختلاف ہی مختار یہ ہی کہ
خاص لوگون کے واسطے نفل روزہ رکھنے کا فتویٰ دیا جاوے یہ تہذیب مین لکھا ہی اور عوام کو زوال سے
پہلے تک کھانے اور پینے اور جماع وغیرہ سے منع کیا جاوے اسلیے کہ احتمال ہی کہ شاید یہ دن رمضان کا
ثابت ہو اور اُسکے بعد روزہ نہین ہوتا یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین
لکھا ہی اور عام و خاص مین فرق یہ ہی کہ جو شخص شک کے دن روزہ رکھنے کی نیت جانتا ہو وہ خواص
مین سے ہی ورنہ عوام مین سے اور نیت کا طریقہ یہ ہی کہ جس شخص کو اُسدن روزہ رکھنے کی عادت نہو وہ نفل
کی نیت کر لے اور اُسکے دل مین یہ خیال نہ آوے کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہوگا تو یہ روزہ رمضان کا ہی یہ
معراج الدرایہ مین لکھا ہی۔ کسی شخص نے شک کے روز یہ قصد کیا تھا کہ زوال تک کوئی فعل منافی روزہ کے نکریگا
پھر بھولکر کچھ کھا لیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا اور روزہ کی نیت کی تو فتاوی مین مذکور ہی کہ یہ جائز نہین
یہ ظہیریہ کے باب النیت مین لکھا ہی۔ عیدین اور ایام تشریق مین روزہ رکھنا مکروہ ہی اور اگر اسدن روزہ رکھنا
تو ہمارے نزدیک روزہ دار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر ان دنون مین روزہ رکھا اور توڑدیا
تو قضا لازم نہ آویگی یہ کنز مین لکھا ہی۔ یہ حکم تینون امامون سے ظاہر روایت مین منقول ہی اور امام ابوحنیفہ رح
اور امام محمد رح سے یہ بھی منقول ہی کہ قضا لازم آویگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ شوال کے چھ روزے رکھنا امام
ابوحنیفہ رح کے نزدیک مکروہ ہی خواہ جدا جدا رکھے یا پے در پے رکھے اور امام ابو یوسف رح سے یہ روایت ہی کہ
پے در پے رکھنا مکروہ ہی متفرق رکھنا مکروہ نہین لیکن عامہ متاخرین کا یہ قول ہی کہ پے در پے رکھنے مین بھی مضائقہ نہین
یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اصح یہ ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور چھ روزے جدا جدا
ہر ہفتہ مین سے دو دن مستحب ہی یہ ظہیریہ کی اُس فصل مین لکھا ہی جسمین روزہ کے مکروہ اور مستحب ہونے کے وقتون کا بیان ہی
وصال کا روزہ مکروہ ہی اور وہ یہ ہی کہ تمام سال کے روزے رکھے اور جن دنون مین روزہ منع ہی اسمین بھی
افطار نہ کرے اور اگر ان دنون مین افطار کر لیا تو مختار یہ ہی کہ کچھ مضائقہ نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہ بھی مکروہ
ہی کہ کئی روز تک رات دن برابر روزے رکھے نہ دن مین افطار کرے نہ رات مین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
اور افضل یہ ہی کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ سنیچر اور اتوار کے
دن روزہ رکھنے کی نسبت اگر اُس دن کی تعظیم کا اعتقاد نہ کرے تو شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ کچھ مضائقہ نہین
یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ نوروز اور مہرگان کے دن اگر عمداً روزہ رکھا اور وہ دن اُسکے روزہ رکھنے کی عادت کا نہو تو
مکروہ ہی اور اُسدن کے روزہ رکھنے کی افضلیت مین یہ گفتگو ہی کہ اگر پہلے سے اُسدن روزہ رکھا کرتا ہی تو افضل یہ ہی
کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہ ہی کہ روزہ نہ رکھے اسلیے کہ اسمین اُسدن کی تعظیم کی مشابہت ہی اور وہ حرام ہی
یہ ظہیریہ مین ہی اور یہی مختار ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ خاموشی کا روزہ مکروہ ہی اور وہ یہ ہی کہ روزہ رکھے اور

کسی سے کلام نہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی عورت کو بغیر اپنے شوہر کے اذن کے نفل روزہ رکھنا مکروہ ہی لیکن اگر اسکا شوہر مریض یا روزہ دار یا حج یا عمرہ کے احرام مین ہو تو مکروہ نہین اور غلام اور باندی کو بغیر اجازت اپنے مالک کے کسی حالت مین روزہ رکھنا جائز نہین اور یہی حکم ہی مدبر اور مدبرہ اور ام ولد کا اور اگر ان مین سے کسی نے روزہ رکھ لیا تو شوہر کو اختیار ہی کہ روزہ توڑوا دے اور مالک کو اختیار ہی کہ غلام اور باندی کا روزہ تڑوا دے اور عورت اس روزہ کو اسوقت قضا کرے جب شوہر اجازت دے یا شوہر سے جدا ہو جاوے اور غلام اسوقت قضا کرے جب مالک اجازت دے یا آزاد ہو جاوے اور اگر شوہر مریض یا روزہ دار یا احرام مین ہو تو اسکو یہ جائز نہین ہی کہ اپنی بی بی کو نفل روزہ سے منع کرے اور اگر منع کرے تو بھی نفل روزہ رکھنا جائز ہی غلام اور باندی کا یہ حکم نہین ہی اور مالک انکو ہر حالت مین روزہ سے منع کر سکتا ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ جو روزے کہ غلام پر اُسکے فعل سے واجب ہون اُن سب کا یہی حال ہی جیسے نفل روزے لیکن کفارہ ظہار کے روزہ کا یہ حکم نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ نوکر بغیر حکم اپنے آقا کے نفل روزہ نہ رکھے یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب روزہ کی وجہ سے اُسکی خدمت مین نقصان ہو اور اگر نقصان نہوتا ہو تو بغیر اجازت آقا کے اُسکو روزہ رکھ لینا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی شخص کی بیٹی اور ماں اور بہن کو بغیر اُسکی اجازت کے روزہ رکھنا جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ مسافر کو اگر روزہ سے ضعف ہو جاوے تو روزہ رکھنا مکروہ ہی اور اگر ایسا نہو تو روزہ رکھنا افضل ہی بشرطیکہ اُسکے رفیق بے روزہ نہون اور اگر اُسکے رفیق یا کل قافلہ بے روزہ ہی اور کھانا سب کا شرک ہی تو روزہ نہ رکھنا افضل ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر مسافر روزہ دار ہو اور اپنے شہر مین یا اور کسی شہر مین داخل ہوا اور اقامت کی نیت کرے تو اُسکو روزہ توڑنا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ جس شخص پر رمضان کے روزہ کی قضا باقی ہو اُسکو نفل روزہ رکھنا مکروہ نہین یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی۔ چاندنی راتون کا یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین کا روزہ رکھنا مستحب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا عامہ فقہا کے نزدیک مستحب ہی جیسے دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ جو مہینے حرمت کے ہین اُنمین پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھنا مستحب ہی۔ حرمت کے مہینہ چار ہین ذیقعد و ذی الحجہ اور محرم اور رجب تین برابر ہین اور ایک علیحدہ ہی۔ ذی الحجہ کے مہینہ مین اول کے نو دنون کا روزہ رکھنا مستحب ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی عرفہ کے روز حاجیون کو اگر ضعف کا خوف ہو تو روزہ رکھنا مکروہ ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اسی طرح ترویہ کے روز اسواسطے کہ افعال حج سے عاجز ہو جاویگا اور مستحب روزے بہت قسم ہین اول محرم کے روزے دوسرے رجب کے روزے اور عاشورہ کے دن کا روزہ یعنی دسوین تاریخ کا نزدیک عامہ علماء اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور سنت یہ ہی کہ عاشورہ کا روزہ نوین تاریخ کے ساتھ رکھے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی صرف عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ گرمیون مین دن بڑا ہونے اور گرمی کی وجہ سے روزہ رکھنا ادب ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی

چوتھا باب اُن چیزون کے بیان مین جنسے روزہ فاسد ہوتا ہی اور جنسے فاسد نہین ہوتا

روزہ توڑنے والی چیزین دو قسم ہین۔ پہلی قسم وہ جنسے قضا لازم آتی ہی کفارہ لازم نہین آتا۔ اگر
روزہ دار کچھ بھول کر کھالے یا پی لے یا مجامعت کرلے تو روزہ نہین ٹوٹتا اس حکم مین فرض و نفل مین کچھ فرق
نہین ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ کوئی شخص کچھ کھا رہا ہی اور کسی نے کہا کہ تو روزہ دار ہی اور اُسے یاد نہین آتا تو صحیح یہ ہی
کہ روزہ اُسکا فاسد ہوجاویگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کو کچھ بھول کر کھاتے ہوئے دیکھے تو
اگر اسمین اتنی قوت دیکھے کہ رات تک روزہ تمام کرلیگا تو مختار یہ ہی کہ یاد نہ دلانا اُسکو مکروہ ہی۔ اور اگر روزہ
سے ضعیف ہوجاویگا مثلاً بہت بوڑھا ہو تو اگر خبر نہ کرے تو جائز ہی یہ نہایہ کے فصل غدامیہ مین لکھا ہی۔
اور اگر کوئی زبردستی کرنے سے یا خطا کرنے سے کچھ کھا لیوے تو قضا لازم آویگی کفارہ لازم نہوگا یہ فتاوے
قاضی خان مین لکھا ہی خطا اُسکو کہتے ہین کہ روزہ یاد ہو اور اُسکے توڑنے کا قصد نہو اور پھر وہ کچھ کھالے
اور بھولنے والا اُسکے خلاف ہی یہ نہایہ اور بحرالرائق مین لکھا ہی اگر کلی کی یا ناک مین پانی ڈالا اور پانی اندر چلا گیا
تو اگر روزہ اُسکو یاد تھا تو فاسد ہوگیا اور اُسپر قضا لازم آویگی اور جو یاد نہ تھا تو فاسد نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور
اسی پر اعتماد ہی اگر کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکا اور وہ اُسکے حلق مین جا پڑا تو اُسکا روزہ فاسد
ہوگیا اسلیے کہ وہ بمنزلہ خاطی کے ہی اور اسی طرح اگر نہایا اور اُسکے حلق مین پانی چلا گیا تو بھی یہی حکم ہی یہ
سراج الوہاج مین لکھا ہی سوتے مین اگر کوئی پانی پی لے تو اُسکا روزہ فاسد ہوجاویگا اور وہ بھولنے والے کے حکم مین
نہین ہی اسواسطے کہ سوتا ہوا یا بیہوش اگر کسی جانور کو ذبح کرے تو اُس ذبیحہ کا کھانا حلال نہین اور جو
شخص ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا بھول جاوے تو اُسکا ذبیحہ جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
اگر کوئی شخص ایسی چیز نگل گیا جو بموجب عادت کے دوا یا غذا نہین ہی جیسے کہ پتھر یا مٹی تو کفارہ واجب
نہین ہوتا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اگر سنگریزہ یا گٹھلی یا پتا یا ڈھیلا یا روئی یا تنکا یا کاغذ نگل گیا تو اُسپر قضا
لازم آویگی کفارہ نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کچی جو ابھی پکی نہو اور نہ بطور ترکاری کے پکائی ہو اُسکو نگل گیا تو
کفارہ نہین ہی۔ اور اگر تازہ اخروٹ نگل جاوے تو بھی یہی حکم ہی یہ نہرالفائق مین لکھا ہی اور اگر خشک
اخروٹ یا خشک بادام نگلا تو بھی کفارہ نہین اور اگر انڈا مع چھلکے یا انار مع چھلکے کے نگل گیا تو بھی کفارہ نہین ہی
یہ خلاصہ مین لکھا ہی پستہ اگر تازہ ہی تو بمنزلہ اخروٹ کے ہی اور اگر خشک ہو اور اُسکو چبا ڈالے اور اُسمین مغز ہی
تو کفارہ لازم آویگا اور اگر بغیر چبائے نگل گیا تو سب کے نزدیک کفارہ لازم نہین آتا اور اگر اُسکا چھلکا کھلا ہوا ہی
تو بھی عامہ فقہا کے نزدیک کفارہ لازم نہین آتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر خربوزہ کا چھلکا نگل گیا
تو اگر وہ خشک ہی اور ایسی حالت مین ہی کہ اُس سے نفرت معلوم ہوتی ہی تو کفارہ لازم نہین آویگا اور اگر تازہ ہی
اور ایسا ہی کہ اُس سے نفرت نہین ہوتی تو کفارہ لازم آویگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر چانول یا باجرہ کھالیا تو
کفارہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ مسور اور ماش کے کھانے سے بھی کفارہ واجب نہین ہوتا یہ زاہدی مین
لکھا ہی۔ اگر ایسی مٹی کھالی جس سے سر دھویا کرتے ہین تو روزہ فاسد ہوجاویگا اور اگر اُس مٹی کے کھانے کی اُس
شخص کو عادت ہی تو قضا و کفارہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ دانتون کے درمیان مین جو کچھ رہ گیا ہی
اگر وہ تھوڑا ہی تو اُسکے کھانے سے روزہ فاسد نہین ہوتا اور اگر بہت ہی تو فاسد ہوجاتا ہی۔ جیسے چنے کے برابر

یا اُس سے زیادہ ہو تو بہت ہے اور اگر کم ہو تو تھوڑا ہے اور اگر اُسکو منھ مین سے ہاتھ مین لیکر پھر کھایا تو چاہیے کہ روزہ
فاسد ہو جاوے یہ کافی مین لکھا ہے اور اُسپر کفارہ واجب ہونے مین بہت سے قول مین تجنیس رحمۃ اللہ علیہ نے
یہ کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر اُسکے دانتون مین کوئی تل لگ گیا اور اُسکو نگل گیا تو روزہ فاسد
نہوگا اور اگر باہر سے لیکر تل نگلا تو روزہ فاسد ہوگا کفارہ کے واجب ہونے مین اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ
اگر اُسکو بغیر چبائے نگلا ہے تو کفارہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ اور فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور یہی اصح ہے یہ
محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر اُسکو چبایا تو روزہ فاسد نہین ہوگا لیکن اگر اُسکا مزا حلق مین معلوم ہوا تو روزہ
فاسد ہو جاویگا اور یہی بہت ٹھیک ہے اور یہہ تھوڑی سی چیز چبانے مین ہی قاعدہ کلیہ ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے
اگر گیہون کا دانہ چبایا تو روزہ فاسد نہوگا اسلیے کہ وہ منھ مین ہی فنا ہو جاتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے
اگر کوئی لقمہ دوسرے کے کھلانے کے لیے چباتا تھا پھر اُسکو نگل گیا تو ظاہر یہ ہے کہ کفارہ نہوگا یہ وجیز کردری
مین لکھا ہے۔ اگر سحری کا کوئی لقمہ اُسکے منھ مین باقی تھا اور سحر طلوع ہوگئی پھر اُسکو نگل گیا یا بھولکر روٹی کا ٹکڑا
کھانے کیواسطے لیا اور جب اُسکو چبا لیا تو یاد آیا کہ روزہ دار ہے پھر باوجود یاد آنے کے وہ نگل گیا تو بعض علما
نے کہا ہے کہ اگر منھ سے باہر نکالنے سے پہلے نگل گیا تو اُسپر کفارہ لازم آویگا اور اگر منھ سے باہر نکالا اور
پھر نگل گیا تو کفارہ لازم نہوگا یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اگر دوسرے کا تھوک نگل گیا تو روزہ
فاسد ہو گیا کفارہ لازم نہوگا لیکن اگر اُسکے محبوب کا تھوک ہے تو کفارہ لازم ہوگا اگر اپنا تھوک ہاتھ مین
لیکر پھر نگل گیا تو روزہ فاسد ہوگا اور کفارہ لازم نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہے اگر کسی کے ہونٹھ باتین کرتے وقت یا اور
وقت تھوک مین تر ہو جاوین پھر وہ اُسکو نگل جاوے تو ضرورت کی وجہ سے روزہ فاسد نہوگا یہ زاہدی مین لکھا ہے
اگر اُسکے منھ سے رال ٹھوڑی تک بہی اور اُسکا تار منھ کے اندر کے لعاب سے ملا ہوا تھا پھر وہ اُسکو منھ
کے اندر لیجا کر نگل گیا تو روزہ نہین ٹوٹیگا اسلیے کہ اُسکا باہر نکلنا پورا نہین ہوا تھا اور اگر اُسکا تار ٹوٹ گیا تھا
تو اُسکا حکم بر خلاف اُسکے ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ حجۃ مین ہے کہ کسی شخص کو یہ بیماری ہے کہ اُسکے منھ سے پانی نکلتا ہے
[illegible] بہتا ہے اور حلق مین چلا جاتا ہے تو اُسکا روزہ فاسد نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور اگر
[illegible] بلغمی [illegible] کچھ تہ ہی باقی نرہی اور اُسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ نہ ٹوٹیگا اور اگر اُسکے دماغ
سے ناک کے پر ریشہ آیا اور پھر اُسکو چڑھا گیا اور عمداً حلق مین لایا تو روزہ نہ ٹوٹیگا اسلیے کہ وہ بمنزلہ تھوک کے ہے
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر کسی نے خون کھا لیا تو ظاہر روایت کے بموجب اُسپر قضا لازم ہوگی کفارہ نہوگا
اسلیے کہ اُس سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے خون اگر دانتون سے نکلکر حلق مین داخل
ہو جاوے تو اگر تھوک غالب ہے تو کچھ حرج نہین اور اگر خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہو جاویگا اور اگر
دونون برابر ہین تو بھی بطور استحسان روزہ فاسد ہو جاویگا۔ کسی روزہ دار نے ابریشم کا کام کیا اور ریشم
اُسکے منھ مین چلا گیا اور اُسکا سبز یا زرد یا سرخ رنگ کنکر تھوک مین مل گیا اور تھوک رنگین ہو گیا اور
وہ اُسکو نگل گیا اور روزہ اُسکو یاد ہے تو روزہ فاسد ہو جاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے اگر ہلیلہ مین ہر کوچوسا
اور تھوک اُسکے حلق مین داخل ہو گیا تو روزہ فاسد نہوگا جب تک اُسکا جرم داخل نہو جاوے یہ ظہیریہ مین

لکھا ہے۔ اگر شکر چوسی اور پانی اُسکا حلق مین داخل ہوا تو اُسپر کفارہ لازم آویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے جس چیز
کا کھانا مقصود نہین ہوتا اور اُس سے بچ بھی نہین سکتا جیسے مکھی تو جب روزہ دار کے پیٹ مین پہونچ جاوے
تو روزہ فاسد نہوگا یہ ایضاح کرمانی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے مکھی پکڑی اور اُسکو کھا گیا تو اُسپر قضا لازم ہوگی
کفارہ نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر کسی کو جمائی آئی اور اُسنے اپنا سر اُٹھایا اور اُسکی حلق مین پانی کا
قطرہ کسی پرنالہ سے ٹپک گیا تو اُسکا روزہ فاسد ہوجاویگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر مینھ کا پانی یا برف کسی کے
منھ مین داخل ہوگیا تو اُسکا روزہ فاسد ہوجاویگا یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی کے حلق مین پیسنے یا کوٹنے
کا غبار یا دوا کا مزا یا دھوان یا خاک کا غبار جو ہوا یا جانورون کے سم سے اُڑتا ہے داخل ہوا تو اُسکا روزہ
نہین ٹوٹیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر روزہ دار کے منھ مین آنسو داخل ہون تو اگر تھوڑے ہون
جیسے کہ ایک دو قطرے یا مثل اُسکے تو اُسکا روزہ فاسد نہوگا اور اگر بہت ہون یہان تک کہ اُنکی نمکینی اپنے منھ
پاوے اور بہت سے جمع ہوجاوے پھر اُنکو نگل جاوے تو اُسکا روزہ فاسد ہوجاویگا اور اسی طرح اگر چہرے کا
پسینہ روزہ دار کے منھ مین داخل ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ بدن کے سامون سے جو تیل
اندر داخل ہوجاتا ہے اُس سے روزہ نہین ٹوٹتا یہ شرح مجمع مین لکھا ہے۔ جو شخص پانی سے نہایا اور اُسکی
سردی جسم کے اندر محسوس ہوئی تو اس سے روزہ فاسد نہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اگر آنکھ مین کچھ دوا ٹپکالی
تو ہمارے نزدیک اُس سے روزہ فاسد نہوگا اگرچہ اُسکا مزا حلق مین محسوس ہو۔ اگر کسی کے تھوک مین سرمہ
کا اثر یا رنگ ظاہر ہوا تو عامہ مشایخ کا یہ قول ہے کہ اُسکا روزہ فاسد نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے یہی اصح ہے یہ تبیین
مین لکھا ہے۔ اگر کسی کو قی ہوگئی یا اُسنے از خود منھ بھر کر یا اُس سے کم قی کی اور وہ آپ سے لوٹ گئی یا اُسنے
لوٹائی یا باہر نکلی تو اگر آپ سے قی لوٹائی یا اپنے ارادہ سے منھ بھر کر قی کی تو روزہ ٹوٹ جائیگا اسکے سوا اور
کسی صورت مین نہین ٹوٹیگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہے۔ اور یہ سب حکم اُسوقت ہے کہ جب قی مین کھانا یا پانی یا پت
ہون اور اگر بلغم ہے تو امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک روزہ نہین ٹوٹتا اور منھ بھر کر ہو تو امام ابویوسف رح
کا اسمین خلاف ہے اور یہ قول امام ابویوسف رح کا اُن دونون کے قول سے احسن ہے یہ فتح القدیر مین
لکھا ہے۔ جس شخص نے تیل کا حقنہ لیا یا ناک مین تیل چڑھایا یا کان مین ٹپکایا تو اُسکا روزہ ٹوٹ جائیگا اور کفارہ
اُسپر واجب نہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور اگر اُسکے بغیر فعل کے تیل اندر داخل ہوگیا تو بھی روزہ ٹوٹ جائیگا
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کان مین پانی ٹپکایا تو روزہ نہین ٹوٹیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور یہی صحیح ہے
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر اپنے پیشاب کے مقام مین کچھ ٹپکایا تو امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے
نزدیک روزہ نہین ٹوٹتا یہ محیط مین لکھا ہے برابر ہے کہ پانی ٹپکایا ہو یا تیل اور یہ اختلاف اُس صورت مین ہے
کہ وہ مثانہ تک پہونچ جاوے اور اگر مثانہ تک نہ پہونچا ہو اور ذکر کی ٹونٹی مین ہو تو بالاجماع روزہ نہین
ٹوٹیگا یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اگر عورتین اپنے پیشاب کے مقام مین کچھ ٹپکا دین تو بلاخلاف روزہ ٹوٹ جائیگا
یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر پیٹ مین یا سر مین اندر تک زخم ہوا اور اُسمین دوا ڈالین تو اکثر
مشایخ کا یہ قول ہے کہ اگر دوا پیٹ یا دماغ کے اندر تک پہونچ گئی تو روزہ فاسد ہوجاویگا دوا کے اندر

پہونچنے کا اعتبار ہی اُسکے تر یا خشک ہونے کا اعتبار نہین یہان تک کہ اگر یہ معلوم ہوا کہ خشک دوا اندر پہونچ گئی
تو روزہ فاسد ہو جاویگا اور اگر یہ معلوم ہوا کہ تر دوا اندر نہین پہونچی تو روزہ فاسد نہین ہوگا یہ عنایہ مین لکھا ہی
اور اگر اُن دونون مین سے کچھ نہ معلوم ہوا اور دوا تر تھی تو امام ابوحنیفہ رہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاویگا
اسلیے کہ عادت یہی ہی کہ تر دوا اندر پہونچ جاتی ہی اور صاحبین رہ کے نزدیک نہین ٹوٹیگا اسلیے کہ اندر پہونچنا
معلوم نہین ہوا اور شک مین روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر دوا خشک ہو تو بالاتفاق روزہ نہین ٹوٹیگا یہ
فتح القدیر مین لکھا ہی - اور اگر کسی کے نیزہ یا تیر لگا اور اُسکے پیٹ کے اندر ٹوٹ رہا تو روزہ فاسد
ہو جاویگا اور اگر ایک کنارہ اُسکا باہر رہا تو روزہ فاسد نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی - اگر کسی نے گوشت کی
بوٹی کو دو ڑے مین باندھکر نگلا پھر اُسی وقت نکال لیا تو روزہ نہین ٹوٹیگا اور جو چھوڑ دیا تو ٹوٹ جاویگا
یہ بدائع مین لکھا ہی - اگر کسی لکڑی کو نگل گیا اور سر اُسکا ہاتھ مین ہی اور پھر باہر نکال لیا تو روزہ نہین ٹوٹیگا اور
اگر کل لکڑی کو نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے اپنے پیخانہ کے مقام مین اُنگلی
داخل کی یا عورت نے اپنی فرج مین اُنگلی داخل کی تو روزہ نہین ٹوٹیگا یہی مختار ہی لیکن اگر وہ پانی مین
بھیگی ہوئی ہو تو پانی یا تیل کے اندر پہونچنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاویگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی یہ حکم اُسوقت ہی
کہ جب روزہ یاد ہو اور یہ تنبیہ بہتر ہی اور ضرور ہی کہ اُسکو یاد رکھے اسواسطے کہ ان سب مسئلون مین روزہ
اُسی وقت ٹوٹتا ہی کہ جب روزہ یاد ہو ورنہ نہین ٹوٹتا یہ زاہدی مین لکھا ہی - اگر کسی کی کانچ باہر نکل آوے
اور وہ روزہ دار ہو تو اُسکو چاہیے کہ جب تک اُسکو کپڑے سے نہ پونچھ لے تب تک جگہ سے نہ اُٹھے تاکہ
اُسکے اندر پانی داخل ہونے سے روزہ نہ ٹوٹ جاوے اور اسی واسطے فقہا نے کہا ہی کہ اگر روزہ دار
تو استنجا کرنے مین سانس نہ لے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر روزہ دار استنجا دیر تک کرے یہانتک
کہ پانی حقنہ کے مقام تک پہونچ جاوے تو روزہ فاسد ہو جاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اگر کسی نے بردہ
کی وجہ سے رمضان کے دن مین مجامعت کی تو قضا لازم آویگی کفارہ لازم نہ آویگا یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور اسی طرح اگر عورت نے زبردستی کی تو بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی -
اگر فجر کے طلوع ہونے سے پہلے دخول کیا اور جب صبح کے طلوع ہونے کا خوف ہوا تو باہر نکال لیا اور
انزال ہو گیا لیکن اُسوقت صبح ہو چلی تھی تو اُسپر قضا لازم نہوگی اور اگر بھولکر طلوع فجر سے پہلے
دخول کیا پھر فجر طلوع ہو گئی یا بھولنے والے کو یاد آ گیا تو اگر فوراً باہر نکال لیا تو صحیح روایت کے موجب
روزہ فاسد نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر اسی حالت پر قائم رہا تو ظاہر روایت کے موجب
اُسپر قضا اور کفارہ دونون لازم آوینگے یہ بدائع مین لکھا ہی - اگر کسی عورت کے مُنہ یا فرج کو شہوت سے
بار بار دیکھا یا ایک مرتبہ دیکھا اور انزال ہو گیا تو روزہ نہین ٹوٹیگا اور اسی طرح اگر خیال باندھنے سے
انزال ہو گیا تو بھی روزہ نہین ٹوٹتا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر اپنی عورت کے چھونے سے انزال
ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہی کفارہ لازم نہین آتا یہ محیط مین لکھا ہی - اور باندی اور لونڈون کے بوسے
لینے مین بھی یہی حکم ہی - اور عورت اگر اپنے شوہر کے بوسے لے اور تری دیکھے تو روزہ نہین ٹوٹتا

اور اگر تری نہ دیکھے اور لذت پاوے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہی اور امام محمد رح کا اسمین خلاف ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی - اگر کسی جانور کے بوسے لیے اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور مساس اور مباشرت اور مصافحہ اور معانقہ کا حکم مثل بوسے کے ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اگر عورت کو کپڑے کے اوپر سے مساس کیا اور انزال ہوگیا تو اگر اسکے بدن کی حرارت معلوم ہوئی تو روزہ فاسد ہوجاویگا ورنہ فاسد نہوگا یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی - اگر عورت نے شوہر کا مساس کیا اور شوہر کو انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہوگا اور اگر شوہر نے عورت کو خود اس امر کی تکلیف دی تھی تو اسمین مشایخ کا اختلاف ہی یہ محیط مین لکھا ہی - اگر کسی جانور کی فرج کو مساس کیا اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر جانور یا مردہ سے مجامعت کی یا فرج کے باہر مجامعت کی اور انزال نہین ہوا تو روزہ فاسد نہوگا اور اگر ان سب صورتون مین انزال ہوگیا تو قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہوگا یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہی - روزہ دار اگر اپنے ذکر کو ہلاوے اور انزال ہوجاوے تو قضا لازم ہوگی یہی مختار ہی اور عامہ مشایخ کا یہی قول ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور اگر اپنے ذکر کو اپنی عورت کے ہاتھ سے ہلواوے اور انزال ہوجاوے تو روزہ فاسد ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اگر سوتی ہوئی عورت یا مجنونہ عورت سے جسکا جنون عارضی ہوا اور وہ حالت افاقہ مین روزہ کی نیت کر چکی ہو مجامعت کیجاوے تو تینون امامون کے نزدیک اسکا روزہ ٹوٹ جاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اگر دو عورتین باہم مساحقہ کرین یعنی آپسمین مشغول ہون اور ان دونون کو انزال ہوجاوے تو ان دونون کا روزہ ٹوٹ جاویگا ورنہ نہین ٹوٹیگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور انزال کی صورت مین کفارہ آویگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی -

دوسری قسم ان چیزون کے بیان مین جنسے قضا اور کفارہ واجب ہوتا ہی - جس شخص نے دونون راستون مین سے کسی راستہ مین عمداً مجامعت کی تو اسپر قضا اور کفارہ لازم ہوگا ان دونون راستون کی مجامعت مین انزال شرط نہین ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور اگر عورت تابعدار ہوگئی تو اسکا بھی وہی حکم ہی اور اگر زبردستی سے مجبور تھی تو قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہوگا اور اگر ابتدا مین زبردستی سے مجبور تھی پھر رضامند ہوگئی تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اگر کسی لڑکے یا مجنون کو عورت نے اپنے اوپر قادر کرایا اور اسنے اس عورت کے ساتھ زنا کیا تو بالاتفاق اس عورت پر کفارہ واجب ہوگا یہ زاہدی مین لکھا ہی - اگر کسی نے عمداً کوئی ایسی چیز کھائی جو غذا یا دوا ہوتی ہی تو کفارہ لازم ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہی جب وہ غذا یا دوا کے واسطے کھائے اور اگر ان دونون کا ارادہ نہین کیا تو کفارہ لازم نہوگا قضا واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی - پس روزہ دار اگر روٹی یا کھانے یا پینے کی چیزین یا تیل یا دودھ کھاوے پیوے یا ہڑ یا مشک یا زعفران یا کافور یا غالیہ کھاوے تو ہمارے نزدیک اسپر قضا اور کفارہ لازم آویگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر سرکہ یا کھٹا پانی یا کسنی یا زعفران یا باقلہ یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا یا درخت انگور یا بارش یا برف یا اولہ کا عمداً پانی پیا تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر وہ مٹی کھائی جو دوا کے واسطے کھائی

بعض

جاتی ہی جیسے گل ارمنی یا وہ مٹی جسکو بھونکر کھاتے ہین یا جوار کا آٹا سکہ مین ملا کر کھایا یا چھوٹا سا خربوزہ نگلا تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح کچا گوشت یا کچی چربی کھائی تو بھی قول مختار کے بموجب یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اگر جو نگل گیا تو اگر بھونا ہوا تھا تو کفارہ لازم ہوگا اور جو بغیر بھونا تھا تو کفارہ لازم نہوگا اسواسطے کہ بھونا ہوا کھانے کا دستور ہی اور بغیر بھونا ہوا کھانے کی عادت نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی جوار کے آٹے مین اگر سکہ یا دہی ملا ہوا ہو تو اُسکے کھانے سے کفارہ واجب ہوگا اگر گیہون کھاوے تو بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اگر جوار کا درخت کھاوے تو زندویسی نے کہا ہی کہ میری راے یہ ہی کہ اُسپر کفارہ لازم ہوگا اسلیے کہ اُسمین شیرینی ہوتی ہی اور اُس سے لذت حاصل ہوتی ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر درخت کے پتے کھاوے تو اگر وہ اس قسم کے ہین جنکو کھایا کرتے ہین جیسے انگور کے پتے تو اُسپر قضا اور کفارہ دونون لازم آوینگے اور اگر وہ پتے اس قسم کے ہین جنکو نہین کھاتے جیسے انگور کے پتے جو بڑے ہوگئے ہون تو اُسپر قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی سارے نباتات کا یہی حکم ہی اگر انگور کا دانہ کھایا اگر اُسکو چبایا تو قضا اور کفارہ لازم آویگا اور اگر اُسکو اُسی طرح نگل گیا تو اگر اُسپر پوست نہ تھا تو اُسپر قضا اور کفارہ لازم ہوگا اور اگر پوست تھا تو عامۂ علما- کا یہ مذہب ہی کہ اُسپر قضا اور کفارہ لازم ہوگا ابو سہل نے کہا ہی کہ کفارہ لازم نہوگا یہی صحیح ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اگر تازہ بادام کو نگل گیا تو کفارہ لازم ہوگا یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی- نمک کھانے سے کفارہ لازم نہوگا لیکن اگر خالی نمک کھانے کی عادت ہی تو کفارہ لازم ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی- اگر نمک کھا دیگا تو کفارہ واجب ہوگا یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی صدر الشہید نے کہا ہی کہ یہی صحیح ہی یہ شرح نقایہ مین لکھا ہی جو شیخ ابو المکارم کی تصنیف ہی اور اسی سے ملتے ہوے ہین یہ مسئلے اگر کسی نے بھولکر کچھ کھایا یا پیا یا مجامعت کی اور اُسکو یہ گمان ہوا کہ اس سے میرا روزہ ٹوٹ گیا پھر اُسنے عمداً کھا لیا تو اُسپر کفارہ واجب نہوگا اور اگر جانتا ہی کہ روزہ بھولنے سے نہین ٹوٹتا تو بھی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک کفارہ لازم نہوگا یہی صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اگر کسی کو قے آئی اور اُسکو یہ گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر اُسنے کچھ کھایا تو اُسپر کفارہ واجب نہوگا اور اگر وہ یہ جانتا ہی کہ اُس سے روزہ نہین ٹوٹتا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی- اگر کسی کو احتلام ہوا اور اُسکو یہ گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اُسکے بعد عمداً کھا لیا تو اُسپر کفارہ واجب نہین یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر احتلام کا حکم معلوم ہی تو کفارہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- اگر کسی نے پچھنے لگائے اور اُسکو گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہی پھر عمداً کھا لیا تو اُسپر قضا اور کفارہ لازم ہوگا لیکن اگر کسی فقیہ نے اُسکو یہ فتوی دیا کہ روزہ ٹوٹ گیا یا اُسکو حدیث پہونچی اور اُسپر اعتماد کیا تو کفارہ واجب نہوگا یہی حکم ہی امام محمد رح کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کا قول اُسکے خلاف ہی اور اگر حدیث کی تاویل معلوم ہی تو کفارہ واجب ہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی- اگر کسی نے سرمہ لگایا یا بدن پر یا مونچھون پر تیل ملا اور اُسکو گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر عمداً کچھ کھا لیا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا لیکن اگر وہ جاہل تھا اور کسی نے اُسکو روزہ ٹوٹنے کا فتوی دیدیا تو کفارہ واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اگر مسافر اپنے شہر مین زوال سے

پہلے داخل ہوا اور وہان کچھ نہ کھایا اور روزہ کی نیت کر لی پھر عمداً مجامعت کی تو اوسپر کفارہ واجب نہوگا۔
اسی طرح اگر مجنون کو زوال سے پہلے افاقہ ہوا اور اوسنے روزہ کی نیت کی پھر مجامعت کی تو بھی یہی حکم ہے
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے صبح سے روزہ کی نیت نہین کی تھی پھر زوال سے پہلے نیت کی پھر
کچھ کھالیا تو اوسپر کفارہ واجب نہوگا یہ کشف الکبیر مین لکھا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے روزہ توڑا پھر ایسا بیمار رہا کہ
روزہ نہین رکھ سکتا تو ہمارے نزدیک کفارہ ساقط ہو جاویگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے یہی اصح ہے یہ ظہیریہ
مین لکھا ہے۔ پس اصل ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی دن کے آخر وقت مین یہ حالت ہو کہ اگر وہ
حالت صبح کو ہوتی تو روزہ توڑنا اوسپر مباح ہوتا تو اوس سے کفارہ ساقط ہو جاویگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے
اگر کسی کی غیبت کی اور اوسکو یہ گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے پھر اوسکے بعد عمداً کچھ کھا لیا تو کفارہ
واجب ہوگا اگرچہ کسی فقیہ سے فتوی لیا ہو یا کسی حدیث کی تاویل کی یہ بدائع مین لکھا ہے عامہ علما کا یہی
قول ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر کسی عورت نے عمداً روزہ توڑ دیا پھر اوسکو اوسی روز حیض
ہوا یا بیماری ہوئی تو روزہ قضا کریگی کفارہ واجب نہوگا اگر کسی نے روزہ توڑا اور پھر بیہوش ہو گیا تو بھی یہی
حکم ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو زخمی کیا اور ایسا حال ہو گیا کہ روزہ پر قادر نہین ہے تو
بعضون نے کہا ہے کہ کفارہ ساقط نہوگا یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی جانور یا مردہ سے مجامعت کی اور
اوسکو یہ گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر اوسنے عمداً کچھ کھا لیا تو اوسپر کفارہ ہوگا بشرطیکہ اس مسئلہ کو جانتا ہو اور اگر
جاہل ہوگا تو قضا لازم آویگی کفارہ لازم نہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنی انگلی دبر مین داخل کی یا کوئی لڑی نگل گیا
اور اوسکے ہاتھ سے نہین چھوٹی اور یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر اوسکے بعد عمداً کچھ کھا لیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر کسی عورت
کے حسن کو دیکھا اور اوسے گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا اوسکے بعد عمداً کچھ کھا لیا تو اوسکا حکم مثل ویسے ہے۔ اگر ایسے
مردار کو کھایا جسمین کیڑے پڑے تھے تو روزہ فاسد ہو جاویگا اور کفارہ لازم نہین آویگا اور اگر کیڑے نہ پڑے
ہون تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو رمضان کے دن
مین قتل کرنے کے واسطے لائے اور اوسنے کسی شخص سے پانی مانگا اور اوسنے پلا دیا پھر اوسکا خون معاف ہو گیا
تو شیخ امام ظہیر الدین نے کہا ہے کہ اوسپر کفارہ واجب ہوگا۔ اگر کسی نے اپنی خوشی سے عمداً دن مین عورت سے
مجامعت کی پھر اوسکو زبردستی بادشاہ نے سفر کو بھیجا تو ظاہر اصول کے بموجب کفارہ ساقط نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے

پانچوان باب اون عذرون کے بیان مین جنسے روزہ نہ رکھنا مباح ہوتا ہے

منجملہ اونکے سفر ہے جو روزہ نہ رکھنے کو مباح کرتا ہے۔ جس دن سفر شروع کر دیا وہ دن روزہ توڑنے کا عذر نہین ہے یہ
غیاثیہ مین لکھا ہے پس اگر کسی نے دن مین سفر کیا تو اوس دن روزہ توڑنا جائز نہین اور اگر روزہ توڑ دیا تو کفارہ
لازم نہوگا اور اگر روزہ توڑ کر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم آویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے صبح کے
وقت عمداً کچھ کھالیا پھر بادشاہ نے زبردستی اوس سے سفر کرایا تو ظاہر روایت کے بموجب کفارہ ساقط نہوگا
اور اگر اپنے اختیار سے سفر کیا تو باتفاق روایات کفارہ ساقط نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر رمضان مین کسی نے
سفر کیا پھر کوئی چیز بھول گیا تھا اوسکے لینے کو اپنے گھر کی طرف لوٹا اور اپنے گھر مین کچھ کھایا پھر سفر کو چلا گیا تو

قیاس یہ ہی کہ اُسپر کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ اُسکا سفر موقوف ہوگیا تھا فقیہ نے کہا ہی کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ غیاثیہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے مرض ہی مریض کو اگر اپنی جان کے تلف ہونے کا یا کسی عضو کے بیکار ہونے کا خوف ہو تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ روزہ توڑدے اور اگر مرض کی زیادتی کا یا اُسکے دیر تک رہنے کا خوف ہو توبھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہی اور روزہ توڑنے کے بعد اُسپر قضا لازم ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اس بات کو مریض اپنے اجتہاد سے پہچانے اور اجتہاد محض وہم کا نام نہین بلکہ غالب گمان حاصل ہو خواہ کسی علامت سے یا تجربہ سے یا ایسے مسلمان طبیب کے آگاہ کرنے سے جو کھلا ہوا فاسق نہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر تندرست کو یہ خوف ہو کہ وہ روزہ رکھنے سے بیمار ہوجاویگا تو وہ مریض کے حکم مین ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر کسی کو بخار کی باری کا دن ہو اور بخار کے ظاہر ہونے سے پہلے اُسنے کچھ کھا لیا تو کچھ مضائقہ نہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اگر کسی کو تیسرے دن بخار آتا ہی اور اُسنے دورہ کے دن اس وہم پر روزہ توڑ ڈالا کہ بخار آویگا تو ضعیف ہوجاویگا اور اُسکو بخار نہ آیا تو کفارہ لازم ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے حاملہ ہونا اور بچہ کو دودھ پلانا ہی۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنی جان یا بچہ کا خوف ہو تو روزہ توڑین اور قضا کرین کفارہ اُنپر لازم نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے حیض اور نفاس ہی۔ اگر کسی عورت کو حیض یا نفاس ہو تو روزہ نہ رکھے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر کسی عورت کو حیض آنے کا گمان تھا اسوجہ سے اُسنے روزہ توڑ دیا اور اُس روز حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہی کہ اُسپر کفارہ لازم آویگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اگر رات مین حیض سے پاک ہوجاوے اور حیض پورے دس دن آیا ہی تو صبح کو روزہ رکھے اور اگر دس دن سے کم آیا ہی اور حیض سے پاک ہونے کے بعد اسقدر رات باقی تھی کہ وہ نہالے اور پھر بھی رات باقی ہو تو بھی روزہ رکھے اسلیے کہ جب حیض دس دن سے کم ہو تو نہانے کی مدت منجملہ حیض کے ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور منجملہ اُنکے پیاس اور بھوک ہی۔ اگر کسی کو روزہ مین بھوک یا پیاس کے سبب سے ہلاک ہوجانے کا یا عقل کے نقصان کا خوف ہو جیسے کہ باندی کام کرتے کرتے تھک جاوے اور اسی طرح سے وہ شخص جسکو بادشاہ کا موکل گرمی کے موسم مین دربار کو لیجاوے اور اُسے ہلاک ہونے یا عقل کے نقصان کا خوف ہو تو روزہ توڑنا جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے بڑھاپا ہی۔ شیخ فانی اگر روزہ پر قادر نہو تو روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ بوڑھی عورت کا بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ شیخ فانی وہ شخص ہی جو روز بروز زیادہ ضعیف ہوتا جاوے یہان تک کہ مر جاوے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور یہ اختیار ہی کہ چاہے فدیہ اول رمضان مین ایک بار دے اور چاہے کل فدیہ آخر رمضان مین دے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اگر فدیہ دینے کے بعد روزہ پر قادر ہوگیا تو فدیہ کا حکم باطل ہوگا اور روزہ اُسپر واجب ہونگے یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر قسم یا قتل کے کفارہ کے روزے تھے اور شیخ فانی ہونے کی وجہ سے اُنسے عاجز ہوگیا تو اُنکے بدلے کھانا کھلانا جائز نہین اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہی کہ جو روزہ کہ خود اصل ہو اور کسی دوسرے کا عوض نہو اُسکے عوض مین جب روزہ رکھنے سے مایوس ہو تو کھانا دے سکتا ہی اور جو روزہ کہ دوسرے کا بدل ہو اور خود اصل نہو اسکی عوض مین کھانا نہین دے سکتا

اگرچہ آیندہ روزہ رکھنے سے مایوس ہوگیا ہو مثلاً قسم کے کفارہ کے روزہ کے بدلے مین کھانا دینا جائز نہین اسلیے کہ وہ خود دوسرے کے بدل ہین اور کفارہ ظہار اور کفارہ رمضان مین اگر اپنی فقیری کی وجہ سے غلام آزاد کرنے سے اور بوڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو اُسکے عوض مین ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلا سکتا ہی اسواسطے کہ یہ فدیہ روزہ کے عوض مین نص سے ثابت ہوا ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اگر رمضان کا روزہ مرض یا سفر کے عذر سے فوت ہوگیا اور وہ مرض یا سفر ابھی باقی تھا کہ وہ مرگیا تو اُسپر قضا واجب نہین لیکن اگر اُسنے یہ وصیت کی ہو کہ روزہ کے عوض مین کھانا کھلایا جاوے تو وصیت صحیح ہی واجب نہین اور اُسکے تہائی مال مین سے کھانا کھلایا جاوے اور اگر مریض اچھا ہوگیا یا مسافر سفر سے واپس آیا اور اسقدر وقت اُسکو ملا کہ جسقدر روزے فوت ہوئے تھے اُنکی قضا کرسکتا تھا تو اُسپر اُن سب کی قضا لازم ہی پس اگر روزے نہین رکھے اور موت آگئی تو اُسپر واجب ہی کہ فدیہ کی وصیت کرے یہ بدائع مین لکھا ہی اور اُسکی طرف سے اُسکا ولی ہر روزہ کے عوض مین ایک مسکین کو نصف صاع گیہون یا ایک صاع چھوارے یا جو دیوے یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر اُسنے وصیت نہین کی اور وارثون نے اُسپر احسان کرکے اپنی طرف سے فدیہ دیا تو بھی جائز ہی لیکن بغیر وصیت کے اُنپر واجب نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ولی اُسکی طرف سے روزہ نہین رکھ سکتا یہ تبیین مین لکھا ہی اگر مریض صحیح یا مسافر مقیم ہوا پھر وہ دونون مرگئے تو بقدر صحت اور اقامت اُنپر قضا لازم ہوگی بالاتفاق سب فقہا کا یہی قول ہی یہی صحیح ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر دوسرا رمضان آیا اور اُسنے پہلے رمضان کے روزہ قضا نہین کیے تو ادا روزون کو قضا پر مقدم کرے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ ہمارے اصحاب مین سے رازی نے کہا ہی کہ نفل روزہ مین بغیر عذر افطار جائز نہین یہ کافی مین لکھا ہی یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی یہی ظاہر روایت ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ ضیافت بھی عذر ہی یہ کافی مین لکھا ہی فقہا نے کہا ہی کہ مذہب صحیح یہ ہی کہ اگر دعوت کرنے والا ایسا شخص ہو کہ صرف اُسکے حاضر ہونے سے راضی ہوجاویگا اور کھانا نہ کھانے کی وجہ سے اُسکو رنج نہوگا تو روزہ نہ توڑے اور اگر جانتا ہی کہ اُسکو کھانا نکھانے کی وجہ سے رنج ہوگا تو روزہ توڑدے اور پھر قضا کرے شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہی کہ اس مسئلہ مین سب سے بہتر قول یہ ہی کہ اگر کسی شخص کو اپنے اوپر قضا رکھ لینے کا اعتماد ہی تو اپنے مسلمان بھائی کا رنج دور کرنے کے واسطے روزہ توڑدے اور اگر اپنے اوپر قضا رکھنے کا اعتماد نہین ہی تو روزہ نہ توڑے اگرچہ روزہ نہ توڑنے مین مسلمان کو رنج ہوتا ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب روزہ توڑنا زوال سے پہلے ہو اور زوال کے بعد کسی صورت مین روزہ نہ توڑے لیکن اگر اسمین والدین کی نافرمانی ہوتی ہو تو توڑدے یہ محیط مین لکھا ہی ضیافت میزبان اور مہمان دونون کے حق مین عذر ہی یہ شرح وقایہ مین لکھا ہی۔ ضیافت واجب روزہ مین عذر نہین یہ نہایہ مین لکھا ہی مجنون کو اگر رمضان کے کچھ حصہ مین افاقہ ہوگیا تو گذشتہ دنون کی قضا لازم آویگی اور اگر پورے مہینہ جنون رہا تو قضا لازم نہ آویگی اور ظاہر روایت مین اس جنون مین جو بلوغ کے بعد ہوا اور اسمین جو بلوغ سے پہلے ہو کچھ فرق نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر رمضان کے آخر روز مین زوال کے بعد افاقہ ہوا

تو قضا واجب نہو گی یہ کفایہ اور نہایہ مین لکھا ہی اگر تمام رمضان بیہوش رہا تو اُسکے روزہ قضا کریگا یہ حکم اجماعی ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو سورج ڈوبنے کے بعد بیہوشی یا جنون ہو گیا اور کئی روز تک یہ حال رہا تو اُس شب کے بعد جو دن آویگا اُسدن کا روزہ قضا نہ کرے اسلیے کہ اگر اُسکو معلوم ہی کہ اُس دن کے روزہ کی نیت کرلی تھی تو ظاہر ہی کہ وہ روزہ ہو گیا اور اگر یہ بات نہین معلوم تو ظاہر حال یہی ہی کہ نیت کی ہو گی اور عمل ظاہر حال پر واجب ہی لیکن اگر مسافر ہو یا ایسا شخص ہو جسکو رمضان مین روزے توڑنے کی عادت ہی تو اُسپر قضا واجب ہو گی اسلیے کہ ظاہر حال اُسکی نیت پر دلالت نہین کرتا یہ زاہدی مین لکھا ہی غازی اگر جانتا ہو کہ وہ رمضان مین دشمن سے لڑیگا اور روزہ رکھنے مین اُسکو ضعف کا خوف ہو تو اُسکو روزہ توڑنا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی پھر اگر لڑائی کا اتفاق نہو تو اُسپر کفارہ واجب نہو گا اسلیے کہ لڑائی مین قوت حاصل کرنے کے واسطے اول کھانا کھانے کی حاجت ہی مرض کا یہ حال نہین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی پیشہ ور اپنے خرچ کا محتاج ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ اپنے پیشہ مین مشغول ہو گا تو اُسکو ایسا ضرر ہو گا کہ روزہ توڑنا جائز ہو جائیگا تو بیمار ہونے سے پہلے اُسکو روزہ توڑنا حرام ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی

چھٹا باب نذر کے بیان مین اصل یہ ہی کہ نذر بغیر اسکی شرطون کے صحیح نہین ہوتی پہلی شرط یہ ہی کہ جس چیز کی نذر کرے اُسکی جنس سے شرعًا کوئی واجب ہو اسی واسطے عیادت مریض کی نذر صحیح نہین دوسری یہ کہ وہ مقصود بالذات ہو وسیلہ نہو پس وضو اور سجدہ تلاوت کی نذر صحیح نہو گی تیسری یہ کہ جس چیز کی نذر کرے وہ فی الحال یا کسی اور وقت مین واجب نہو پس اگر کوئی ظہر کی نماز یا اور کسی وقت کی نماز کی نذر کرے تو صحیح نہین یہ نہایہ مین لکھا ہی چوتھی یہ کہ جس چیز کی نذر کرے وہ اپنی ذات مین گناہ کا کام نہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی پس اگر کوئی یون کہے کہ اللہ تعالی کے واسطے مین نے قربانی کے دن کے روزہ کی نذر کی تو اُسدن روزہ نہ رکھے اور پھر قضا کرے اور یہ نذر صحیح ہی اسلیے کہ روزہ رکھنا بالذات مشروع ہی اور منع دوسری وجہ سے ہو گیا اور وہ یہ ہی کہ اللہ تعالی کی دعوت قبول نہ کی اور اگر اُسی دن روزہ رکھ لیا تو نذر کا واجب ادا ہو گیا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور ایک شرط اور بھی ضرور ہی اور وہ یہ ہی کہ جس کی نذر کرے اُس کام کا ہونا محال نہو پس اگر کسی نے روز گذشتہ مین روزہ رکھنے کی نذر کی تو نذر صحیح نہو گی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے یون کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ جس روز فلان شخص آویگا اُس روز روزہ رکھونگا پھر وہ شخص ایسے وقت مین آیا کہ جب وہ کھانا کھا چکا تھا یا نذر کرنے والی عورت تھی کہ اُسکو حیض آگیا تھا تو امام محمد رح کے قول کے بموجب اُسپر کچھ واجب نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور یہی مختار ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور اگر وہ زوال کے بعد آیا تو بھی امام محمد رح کے قول کے بموجب کچھ واجب نہین اور کسی اور امام سے اس مسئلہ مین کچھ روایت نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ جس دن فلان شخص آویگا اُسدن روزہ رکھون اور وہ رات مین آیا تو اُسپر کچھ لازم نہو گا اور اگر دن مین زوال سے پہلے آیا اور ابھی تک اُسنے کچھ نہین کھایا ہی تو روزہ رکھے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے میرے

ذمہ واجب ہی کہ جسدن فلان شخص آویگا اُسدن ہمیشہ روزہ رکھونگا پھر وہ شخص ایسے دن آیا کہ اُسنے کھانا کھا لیا تھا تو اُسدن کا روزہ اُسپر واجب نہوگا آیندہ اُسکے مثل کے ہر روز کا روزہ اُسکے ذمہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج و محیط مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص نے اپنے اوپر یہ واجب کر لیا کہ جس روز فلان شخص آویگا اُس روز ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا پھر دوسری نذر اُسنے یہ کی کہ جس روز فلان شخص کا قصور اللہ معاف ہوگا اُسدن ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا پھر جسدن وہ شخص جسکے آنے کی نذر کی تھی آیا اسی دن اُسکا قصور معاف ہوا جسکے قصور کے معاف ہونے کی نذر کی تھی تو اُسپر ہمیشہ صرف اُسی ایک دن کا روزہ رکھنا واجب ہوگا اس سے زیادہ اور کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ ایک دن روزہ رکھون تو اُسپر ایک دن کا روزہ واجب ہی اور اُسکے ادا کرنے کے واسطے دن معین کرنے کا اسکو اختیار ہی اس روزہ مین بالاجماع اسکو مہلت ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ آدھے دن کا روزہ واجب ہی تو نذر صحیح نہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ دو دن یا تین دن یا دس دن کے روزے رکھون تو اُسی قدر اُسپر واجب ہونگے اور اُنکے ادا کرنے کا کوئی وقت معین کرے اور اگر چاہے جدا جدا رکھے چاہے برابر رکھے لیکن اگر نذر مین برابر رکھنے کی نیت کی تھی تو برابر رکھنا لازم ہوگا پس اگر نذر مین برابر روزہ رکھنے کی نیت کی تھی اور ایک درمیان مین روزہ نہ رکھا یا اُن روزون کی مدت مین عورت کو حیض ہوگیا تو از سر نو روزے شروع کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر نذر مین متفرق روزے رکھنے کی نیت کی تھی اور برابر روزے رکھ لیے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ برابر دس دن کے روزے رکھون پھر پندرہ دن کے روزے رکھے اور درمیان مین ایک دن روزہ نہ رکھا اور یہ معلوم نہین کہ روزہ نرکھنے کا دن اُن پانچ مین ہی یا دس مین تو اُسکو چاہیے کہ پانچ دن اور برابر روزے رکھے تاکہ ایک ولائی برابر روزون کی ہوجاوے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ ایک زمانہ دراز ایکدن روزہ رکھون تو اُسپر ایک دن کا روزہ واجب ہی لیکن اگر وہ اس قول سے ہمیشہ روزہ رکھنے کی نیت کرے تو وہی واجب ہوگا اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ روزہ رکھون تو ایک دن کا روزہ واجب ہوگا اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ صوم ایام واجب ہین تو تین دن کے روزے واجب ہونگے لیکن اگر زیادہ کی نیت کی تو اُسی قدر واجب ہونگے اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے صوم ایام کثیرہ میرے ذمہ واجب ہین اور کچھ نیت نہین کی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُسپر دس دن کے روزے واجب ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک سات دن کے روزے واجب ہونگے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر یون کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ صوم الایام واجب ہین اور کچھ نیت نہین کی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُسپر دس دن کے اور صاحبین رح کے نزدیک سات دن کے روزے واجب ہونگے یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ دس اور کئی دن کے روزے واجب ہین تو تیرہ دن کے روزے

واجب ہونگے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ اتنے اتنے دن روزے رکھون تو گیارہ دن کے روزے واجب ہونگے اور اگر یون کہا کہ اتنے اور اتنے دن کے روزے رکھون تو انتالیس دن کے روزے واجب ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے کسی شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ ایک جمعہ کا روزہ واجب ہے تو سات دن کے روزے واجب ہونگے لیکن اگر اس سے اسنے خاص جمعہ کے دن کی نیت کی تھی تو اسی ایک دن کا روزہ واجب ہوگا اور تعین اسی کی راے پر ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اگر یون کہا کہ جمعون کے روزے رکھون تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک دس جمعہ کے روزہ واجب ہونگے اور صاحبین کے نزدیک تمام عمر کے جمعون کے روزے واجب ہونگے اور اگر یون کہا کہ اس مہینہ مین جمعون کے روزے رکھونگا تو اسپر اس مہینہ مین جتنے جمعہ ہونگے انکے روزے واجب ہونگے اور اگر یون کہا کہ اس مہینہ کے جمعون کے روزے رکھونگا تو اسپر اس مہینے مین جتنے جمعے ہونگے انکے روزے واجب ہونگے شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ پنجشنبہ کے دن روزہ رکھونگا تو اب جو سب سے پہلے پنجشنبہ آوے صرف اس پنجشنبہ کا روزہ واجب ہوگا ہر پنجشنبہ کا روزہ واجب نہوگا لیکن اگر وہ اسی طرح نیت کرلے تو واجب ہوگا اور اگر یہ کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ روزہ رکھون سنیچر کے دن آٹھ روز تو اسپر واجب ہوگا کہ دو سنیچر کو روزے رکھے اور اگر یون کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ روزہ رکھون سنیچر کے دن سات روز تو سات سنیچر ون کے روزے واجب ہونگے اسلیے کہ سنیچر سات دن مین مکرر نہین ہوتا پس اسکا کلام عدد پر محمول ہوگا برخلاف پہلی صورت کے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے - اگر یون نذر کی کہ ہر پنجشنبہ کو جو آویگا روزہ رکھونگا اور ایک پنجشنبہ کو روزہ نہ رکھا تو اسپر قضا لازم ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر قضا مین تاخیر کی یہان تک کہ شیخ فانی ہوگیا یا ہمیشہ کے روزون کی نذر کی تھی پھر اس سبب سے عاجز ہوگیا یا اپنی معاش مین مشغول ہوا اور اپنے پیشہ مین بہت محنت ہونے کی وجہ سے عاجز ہوگیا تو اسکو جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھلا دے جیسا کہ اول مذکور ہوچکا ہے - اور اگر اپنی تنگدستی کی وجہ سے اسپر قادر نہو تو اللہ سے مغفرت مانگے کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے اور اگر موسم کی شدت مثلاً گرمی کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہوا تو جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور سردی کے موسم کا منتظر رہے اور اسوقت قضا روزے رکھے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے یہ اسوقت ہے کہ ہمیشہ کے روزون کی نذر نہ کی ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہے اور اگر یون کہنے کا ارادہ کیا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ ایک دن کا روزہ رکھون اور اسکی زبان سے یون نکل گیا کہ مہینہ بھر کے روزے رکھون تو مہینہ بھر کے روزے واجب ہونگے اسلیے کہ نذر کے حکم مین قصداً اور غیر قصد برابر ہے اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ مہینہ بھر کے روزے واجب ہین تو تیس دن کے روزے واجب ہونگے اور جونسا مہینہ چاہے انکے ادا کرنے کے واسطے معین کرلے نذر کے بعد ہی فوراً

ادا کرنا واجب نہین یہان تک تاخیر کی وجہ سے گنہگار نہین ہوتا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ اس مہینہ کے روزے رکھون تو اس مہینے کے جتنے دن باقی ہین اُنکے روزے واجب ہونگے اور اگر پورے مہینے روزے رکھنے کی نیت کی تھی تو جو اُسنے نیت کی تھی واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ برابر ایک مہینہ کے روزے رکھونگا تو برابر روزے رکھنا اُسپر واجب ہونگے اگر برابر یا غیر برابر روزے رکھنے کی تفصیل نہیں کی تو اُسکو اختیار ہی اور اگر ایک مہینہ معین کیا اور اُسمین ایک دن روزہ نہ رکھا تو اُسکی قضا کرے اور ازسر نو روزے رکھنا نہ شروع کرے اور اگر اُس مہینے کے کل دنون مین روزہ نہ رکھا تو قضا مین اُسکو اختیار ہی کہ جدا جدا روزے رکھے یا برابر رکھے یہ زاہدی مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے روزے رکھون پھر چاند کے حساب سے اُنکے روزے رکھے اور ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہر ایک تیس تیس دن کا مہینہ ہوا اور شوال انتیس دن کا تو اُسپر پانچ دن کے روزے اور واجب ہونگے دو روزے دونون عیدون کے اور تین ایام تشریق کے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ تین مہینے کے روزے رکھون اور شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ کو اُن روزون کے واسطے معین کیا اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ تیس تیس دن کے مہینے تھے اور شوال انتیس دن کا تو اُسپر چھ دن کے روزے قضا واجب ہونگے یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ مثل ماہ رمضان کے ایک مہینہ کے روزے رکھون تو اگر برابر روزہ رکھنے مین رمضان کی مثال دی ہی تو ایک مہینے کے برابر روزے رکھنا واجب ہی اور اگر عدد مین مثال دی ہی یا کچھ نیت نہین کی تو تیس دن کے روزے واجب ہونگے چاہے اُنکو جدا جدا ادا کرے چاہے پیہم ادا کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور نوازل مین ہی کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر صرف واجب ہونے مین مثال دی تھی تو جدا جدا روزے رکھنا اُسکو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ اس سال کے روزے واجب ہین تو عید الفطر اور عید الضحی اور ایام تشریق کے روزہ نہ رکھے اور پھر اُنکی قضا رکھے کذا فی الہدایہ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ عید الفطر سے پہلے یہ کہا ہو اور اگر شوال مین کہا تو عید الفطر کی قضا اُسپر لازم نہین اور اسی طرح اگر بعد ایام تشریق کے کہا تو عیدین اور ایام تشریق کی قضا واجب نہین یہ فتح القدیر مین غایۃ البیان سے نقل کیا ہی۔ اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ ایک سال کے روزے واجب ہین اور سال معین نہ کیا تو چاند کے حساب سے ایک سال کے روزے رکھے اور اُسکے بعد پینتیس روزے اور قضا رکھے تیس رمضان کے اور دو عیدین اور تین ایام تشریق کے اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ برابر ایک سال کے روزے رکھون تو وہ مثل اس قول کے ہونگے جیسے وہ یون کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ خاص اس سال کے روزے واجب ہین اسپر

رمضان کی قضا واجب ہوگی اسواسطے کہ پورے سال مین رمضان بھی شامل ہی یہ خلاصہ مین لکھاہی اور اگر عورت اپنے اوپر ایک سال معین کے روزے واجب کرے تو اُس سال کے روزے رکھنے کے بعد ایام حیض کے روزے قضا کرے اسواسطے کہ سال کبھی ایام حیض سے خالی ہوتا ہی پس پورے سال کا وجوب صحیح ہوگیا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھاہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ صوم دہر واجب ہی تو مہینے کے روزے واجب ہونگے اور اگر یون کہا کہ صوم الدہر واجب ہین تو تمام عمر کے روزے واجب ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھاہی جب روزہ کی نذر کو کسی شرط پر موقوف کیا تو اُس شرط کے موجود ہونے سے پہلے اُس نذر کا ادا کرنا بالاجماع جائز نہین اور اگر نذر کے روزون کے لیے کوئی مہینہ معین کیا اور اُس وقت سے پہلے انکو ادا کردیا مثلاً یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ رجب کے روزے رکھونگا اور اُسکے عوض مین ربیع الاول کے روزے رکھ لیے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہی اور امام محمد رح کے قول کے موجب جائز نہین یہ محیط مین لکھاہی۔ اور اگر یون کہا کہ اگر میرا قصور معاف ہو جاویگا تو مین اسقدر روزے رکھونگا تو جبتک یون نہ کہے کہ یہ اللہ کے واسطے مین اپنے اوپر واجب کرتا ہون تب تک وہ روزے واجب نہونگے یہ حکم موجب قیاس کے ہی اور استحسان یہ ہی کہ واجب ہونگے۔ اور اگر نذر کو کسی چیز پر موقوف نہین کیا تو کسی طرح واجب نہونگے نہ بموجب قیاس کے نہ بموجب استحسان کے یہ ظہیریہ مین لکھاہی۔ اگر کسی نے اپنے اوپر مہینہ بھر کے روزے واجب کر لیے پھر وہ مہینہ کے گذرنے سے پہلے مرگیا تو اُسپر مہینہ بھر کے روزے واجب ہونگے اور اُسپر لازم ہی کہ اُسکی وصیت کرے اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع گیہون دیے جاوین خواہ اُن روزون کے لیے مہینہ معین کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مسئلہ باب اعتکاف مین مذکور ہی مریض نے اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے اوپر واجب ہی کہ ایک مہینہ کے روزے رکھونگا اور تندرست ہونے سے پہلے مرگیا تو اُسپر کچھ لازم نہین ہی اور اگر ایک دن کے واسطے تندرست ہوگیا تو اُسپر واجب ہی کہ مہینہ بھر کے روزون کے فدیہ کی وصیت کرے امام محمد رح نے کہا ہی کہ اُسپر اتنے دنون کے فدیہ کی وصیت واجب ہوگی جتنے دنون تندرست رہا ہی یہ خلاصہ مین لکھاہی۔ اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ برابر دو دن کے روزے مہینہ کے اول اور آخر رکھون تو اُسپر واجب ہی کہ پندرھوین اور سولھوین تاریخ کے روزے رکھے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھاہی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ رجب کے مہینے کے روزے رکھون پھر اُسنے کفارہ ظہار کے واسطے دو مہینے کے برابر روزے رکھے جنمین سے ایک رجب بھی تھا تو جائز ہی اور رجب کے مہینہ کی قضا اُسپر واجب ہوگی یہی اصح ہی یہ ظہیریہ مین لکھاہی

ساتوان باب اعتکاف کے بیان مین

اعتکاف کی تفسیر اور اسکی تقسیم اور ارکان اور شروط اور آداب اور اسکی خوبیان اور مفسدات اور مکروہات جاننا ضرور ہی تفسیر اعتکاف کی یہ ہی کہ وہ نیت اعتکاف کے ساتھ مسجد مین ٹھہرنا ہی یہ نہایہ مین لکھاہی اور اسکی تین قسمین ہین ایک واجب اور وہ نذر کا اعتکاف ہی خواہ وہ نذر کسی شرط پر موقوف ہو یا نہوا اور دوسری سنت موکدہ اور

وہ رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہی تیسری مستحب اور وہ اُن دونون قسمون کے سوا ہی یہ فتح القدیر مین
لکھا ہی شرطین اُسکی سب یہ ہین منجملہ اُنکے نیت ہی پس اگر بغیر نیت کے اعتکاف کریگا تو بالاجماع جائز نہین یہ معراج الدرایہ
مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے مسجد جماعت ہی پس جس مسجد مین اذان اور اقامت ہوتی ہو وہان اعتکاف جائز ہی یہی
صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور سب سے افضل یہ ہی کہ مسجد الحرام مین اعتکاف کرے پھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم مین پھر بیت المقدس پھر جامع مسجد پھر اس مسجد مین جہان جماعت بڑی ہوتی ہو یہ تبیین مین لکھا ہی اور عورت
اپنے گھر مین جہان نماز پڑھنے کی جگہ ہی وہین اعتکاف کرے اور اسی جگہ اعتکاف کرنا اُسکے حق مین ایسا ہی
جیسے کہ مرد کے واسطے مسجد جماعت مین اعتکاف کرنا ہی وہان سے ضروری حاجات کے سوا اور وقت
مین نہ نکلے یہ شرح مبسوط مین لکھا ہی جو امام سرخسی کی تصنیف ہو۔ اور اگر مسجد جماعت مین اعتکاف کرے تو
بھی جائز ہی اور مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور پہلی صورت افضل ہی اور اسکے واسطے محلہ کی مسجد مین
بہ نسبت بڑی مسجد کے افضل ہی اور یہ بھی جائز ہی کہ عورت اپنے گھر مین نماز کی جگہ کے سوا اور جگہ اعتکاف
کرے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسکے گھر مین کوئی جگہ نماز کی مقرر نہو تو کسی جگہ کو نماز کے واسطے مقرر کر لے
اور وہین اعتکاف کرے یہ زاہدی مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے روزہ ہی اور وہ اعتکاف واجب مین بلا اختلاف بروایت
واحدہ شرط ہی اور ظاہر الروایۃ امام ابوحنیفہؒ یہ ہی کہ اعتکاف نفل مین روزہ شرط نہین ہی اور یہی قول صاحبینؒ کا ہی ظاہر
مذہب کے موجب کم سے کم مدت اعتکاف کی کوئی مقدار مقرر نہین یہان تک کہ اگر مسجد مین داخل ہوا اور نیت
کر لی کہ جب تک مسجد سے باہر نکلون تب تک اعتکاف ہی تو صحیح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر ایک رات کے اعتکاف
کی نذر کی یا اُسنے کسی ایسے دن کے اعتکاف کی نذر کی جسمین کچھ کھا چکا تو نذر صحیح نہوگی اور اگر یون
کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ مہینہ بھر تک بغیر روزہ کے اعتکاف کرون تو اُسپر واجب ہی کہ اعتکاف
کرے اور روزہ رکھے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور نذر کے واسطے شرط یہ ہی کہ کسی طرح کا روزہ ہو یہ شرط
نہین کہ اعتکاف کے واسطے ہی روزہ رکھے یہان تک کہ اگر کسی نے رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو
نذر صحیح ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ پس اگر اس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور اعتکاف نہ کیا تو اُسپر
واجب ہی کہ اُسکی قضا کے واسطے ایک اور مہینہ کا اعتکاف کرے اور اسمین برابر روزے رکھے یہ محیط مین
لکھا ہی اور اگر اُسنے کسی دوسرے مہینہ مین اُس اعتکاف کو قضا نہ کیا یہان تک کہ دوسرا رمضان آگیا
اور اُسمین اعتکاف کیا تو وہ نذر ادا نہوگی اسواسطے کہ روزے جو اپنے وقت سے فوت ہو گئے تو
اُسکے ذمہ واجب اور بالذات مقصود ہوگئے اور جو چیز بالذات مقصود ہوتی ہی وہ غیر سے ادا نہین ہوتی
یہان تک کہ اگر کسی مہینہ کے اعتکاف کی نذر کی اور رمضان مین اعتکاف کیا تو جائز نہین اگر اعتکاف
مین روزہ توڑ دیا پھر ایک مہینہ کے روزے مع اعتکاف کے قضا کیے تو جائز ہی اسلیے کہ قضا مثل ادا کے
واقع ہوئی یہ محیط سرخسی اور خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر صبح کے وقت کسی شخص کا نفل روزہ تھا پھر کچھ وقت
گذر جانے کے بعد اُسنے یہ کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہی کہ آج سے روز کا اعتکاف
کرون تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے بموجب قیاس یہ ہی کہ اعتکاف صحیح نہین ہوگا اسواسطے کہ

اعتکاف واجب بغیر روزہ واجب کے صحیح نہین ہوتا اور صبح کے وقت روزہ نفل تھا پس اب واجب نہین ہوسکتا یہ محیط مین لکھا ہی اور منجملہ اُسکے مسلمان اور عاقل ہونا اور جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا ہی اسلیے کہ کافر عبادت کی اہلیت نہین رکھتا اور مجنون نیت کی اہلیت نہین رکھتا اور جنابت اور حیض ونفاس کی حالت مین مسجد مین آنا منع ہی بالغ ہونا اعتکاف کے واسطے شرط نہین ہی پس سمجھ والے لڑکے کا اعتکاف صحیح ہوگا اور مرد ہونا اور آزاد ہونا بھی شرط نہین ہی پس عورت کا اعتکاف اگر اُسکا شوہر ہو تو باجازت شوہر اور غلام کا اعتکاف باجازت مالک صحیح ہی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ پس اگر شوہر عورت کو اعتکاف کی اجازت دیگا تو پھر اُسکے بعد اُسکو منع کرنے کا اختیار نہین اور اگر منع کرے تو ممانعت صحیح نہین اور مالک اگر اجازت دینے کے بعد پھر غلام کو اعتکاف سے منع کر دے تو وہ منع کرنا صحیح ہی اور مالک اُسمین گنہگار ہوگا۔ مکاتب کو اختیار ہی کہ بغیر اجازت مالک کے اعتکاف کرے اور مالک کو اختیار نہین کہ اُسکو منع کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر عورت نے اعتکاف کی نذر کی تو شوہر کو اختیار ہی کہ اُسکو منع کرے اسی طرح اگر غلام اور باندی نے اعتکاف کی نذر کی تو مالک کو اختیار ہی کہ منع کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جب عورت مرد کے نکاح سے باہر اور غلام آزاد ہو جائے تو اُسوقت اُسکی قضا کرین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ اگر شوہر نے اپنی عورت کو ایک مہینہ کے اعتکاف کی اجازت دی اور عورت نے یہ ارادہ کیا کہ برابر ایک مہینہ کا اعتکاف کرے تو مرد کو اختیار ہی کہ اُسکو یون حکم کرے کہ تھوڑے تھوڑے دنون کا اعتکاف کرے اور اگر ایک معین مہینہ کے اعتکاف کی اجازت دی اور اُسنے برابر ایک مہینہ کا اعتکاف کیا تو اب اُسکو منع کرنے کا اختیار نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی آداب اعتکاف کے یہ ہین کہ نیک باتون کے سوا اور کلام نہ کرے اور رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کا التزام کرے اور اعتکاف کے واسطے افضل مسجد اختیار کرے جیسے مسجد حرام اور مسجد جامع یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اعتکاف مین قرآن کی تلاوت اور حدیث اور علم اور تعلیم اور سیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکر انبیا علیہم السلام اور تذکرہ صالحین اور امور دین کے لکھنے کا شغل رکھے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اگر ایسی باتین کرے کہ جنمین کچھ گناہ نہو تو کچھ مضائقہ نہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ خوبیان اعتکاف کی بس ظاہر ہین اسلیے کہ اعتکاف کرنے والا قرب الہی کی طلب مین اپنے آپکو بالکل اللہ کی بندگی کے سپرد کر دیتا ہی اور دنیا کے اشغال سے جو بندہ کو اللہ کے قرب سے دور کرتے ہین اپنے آپ کو دور کر دیتا ہی اور بالکل اوقات معتکف کے نماز مین صرف ہوتے ہین اسلیے کہ یا تو حقیقۃ نماز مین ہوتا ہی یا نماز کے انتظار مین ہوتا ہی اسلیے کہ مقصد اصلی اعتکاف کے مشروع ہونے سے یہ ہی کہ جماعتون کی نماز کا انتظار کرے اور اعتکاف کرنے والا اپنے آپ کو اُن لوگون کے مشابہ کرتا ہی جنکے حق مین خدا تعالی نے یہ فرمایا ہی لایعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون یعنی نافرمانی نہین کرتے ہین اللہ کی جس چیز مین حکم کیا ہی اُنکو اللہ نے اور کرتے ہین وہی جو حکم کیے جاتے ہین اور اُن لوگون سے جنکے حق مین یہ ہی یسبحون اللیل والنہار وہم لایسأمون یعنی

تسبیح پڑھتے ہین رات اور دن اور وہ نہین تھکتے ہین اور منجملہ اعتکاف کی خوبیون کے یہ ہی کہ اُسکے حق مین روزہ شرط ہی اور روزہ دار اللہ کا مہمان ہوتا ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی مفسدات اعتکاف کا بیان منجملہ اُنکے مسجد سے باہر نکلنا ہی پس معتکف کو چاہیے کہ مسجد سے باہر نہ نکلے نہ رات مین نہ دن مین مگر عذر سے نکلے تو مضائقہ نہین اور اگر بغیر عذر ایک ساعت کے واسطے نکلا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اعتکاف فاسد ہوگیا یہ محیط مین لکھا ہی خواہ عمداً نکلا ہو خواہ بھولکر نکلا ہو یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی اور عورت اپنی گھر کی مسجد اعتکاف سے دوسری جگہ نہ اُٹھ جاوے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر عورت مسجد مین معتکف تھی اور اُسی حالت مین اُسکو طلاق دی گئی تو اُسکو چاہیے کہ اپنے گھر مین چلی آوے اور اُسی اعتکاف پر بنا کرکے اپنے گھر مین معتکف ہو جاوے اور منجملہ عذرون کے پاخانہ اور پیشاب کے لیے اور جمعہ پڑھنے کے واسطے نکلنا ہی پس اگر پیشاب پاخانہ کے واسطے نکلے تو قضاء حاجت کے واسطے گھر مین داخل ہو تو مضائقہ نہین اور وضو سے فارغ ہوتے ہی مسجد مین آجائے اور اگر گھر مین ایک ساعت ٹھہرا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اعتکاف فاسد ہوجاویگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر مسجد کے قرب مین کسی دوست کا گھر ہو تو اُسپر یہ ضرور نہین کہ قضاء حاجت کے واسطے وہان جاوے گھر کو نہ آوے اور اگر اُسکے دو گھر ہون ایک قریب اور ایک بعید تو بعض فقہا کا یہ قول ہی کہ بعید مکان کو جانا جائز نہین اگر وہان جاویگا تو اعتکاف باطل ہوجاویگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور جب کسی حاجت کے واسطے نکلے تو اُسکو جائز ہی کہ آہستہ آہستہ چلے یہ نہایہ مین لکھا ہی اور یہی عنایہ مین لکھا ہی کھانا اور پینا اور سونا اپنے اعتکاف کے مقام مین چاہیے اسلیے کہ یہ کام مسجد مین ہوسکتے ہین پس باہر نکلنے کی ضرورت نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور جمعہ کی نماز کے واسطے سورج کے زوال کے وقت نکلے یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسکے اعتکاف کی مسجد جامع مسجد سے اتنی دور ہو کہ اگر زوال کے وقت نکلے تو خطبہ اور جمعہ فوت نہو اور اگر فوت ہونے کا خوف ہو تو زوال کا انتظار کرے لیکن ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد مین پہونچکر چار رکعتین خطبہ کی اذان سے پہلے پڑھے اور جمعہ کے وقت بقدر چار یا چھ رکعتون کے وہان ٹھہرے یہ کافی مین لکھا ہی پس اگر ایکدن رات وہان ٹھہرا یا پھر وہین اعتکاف پورا کیا تو اعتکاف فاسد نہوگا مگر مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر مسجد سے کسی عذر کی وجہ سے نکلا مثلاً مسجد گر گئی یا زبردستی کسی نے نکالدیا اور اُسی وقت دوسری مسجد مین داخل ہوگیا تو استحسان یہ ہی کہ اعتکاف فاسد نہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور اسی طرح اگر اپنی جان یا مال کے خوف سے نکلے تو بھی یہی حکم ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر پیشاب یا پاخانہ کے واسطے نکلا تھا اور قرضخواہ نے اُسکو ایک ساعت روک لیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اعتکاف فاسد ہوگیا صاحبین کے نزدیک فاسد نہین ہوا امام سرخسی نے کہا ہی کہ صاحبین کا قول مسلمانون پر زیادہ آسان ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی عیادت مریض کے واسطے بھی نہ نکلے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر جنازہ کے واسطے نکلا تو اعتکاف فاسد ہوجاویگا اور اگر جنازہ کی نماز کے واسطے نکلا تو بھی اعتکاف فاسد ہوجاویگا اگرچہ اُسکے سوا اور کوئی نماز پڑھانے والا نہو اور اگر ڈوبتے یا جلتے کو بچانے کے واسطے نکلا تو بھی اعتکاف فاسد ہوجاویگا اور اگر جہاد کے واسطے جبکہ پکار سب کو عموماً ہو یا گواہی ادا کرنے کے واسطے نکلا تو بھی اعتکاف فاسد ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی اگر بیماری کے عذر سے ایک ساعت باہر نکلا تو اعتکاف فاسد ہوگیا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی

اور اگر نذر اور التزام کیے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ عیادت مریض یا نماز جنازہ یا مجلس علم مین حاضر ہونے کے واسطے نکلیگا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین حجت سے نقل کیا ہے - اگر اذان کے منارہ کے اوپر چڑھے تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ اعتکاف فاسد نہین ہوتا اگرچہ اسکا دروازہ مسجد سے باہر ہو یہ بدائع مین لکھا ہے موذن اور غیر موذن اس حکم مین برابر ہین یہی صحیح ہے یہ خلاصہ اور فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور اگر سر اپنا کسی اپنے گھر والے کی طرف کو نکالدے تاکہ وہ سر دھووے تو کچھ مضائقہ نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے یہ سب حکم اعتکاف واجب کے ہین لیکن اعتکاف نفل مین اگر عذر یا غیر عذر سے نکلے تو ظاہر روایت کے بموجب کچھ مضائقہ نہین تحفہ مین ہے کہ اگر مریض کی عیادت کو جاوے یا جنازہ مین حاضر ہو تو کچھ مضائقہ نہین یہ شرح نقایہ مین ہے جو شیخ ابو المکارم کی تصنیف ہے اور منجملہ انکے جماع اور اسکے لوازم ہین معتکف پر جماع حرام ہے اور اسکے لوازم بھی حرام ہین جیسے مباشرت اور بوسہ اور مساس اور معانقہ اور وہ جماع جو فرج سے باہر باہر ہو رات دن اس حکم مین برابر ہین اور جماع عمداً ہو یا بھولکر ہو رات مین ہو یا دن مین ہو اعتکاف کو فاسد کر دیتا ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہو - اور لوازم جماع سے اگر انزال ہو تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور اگر انزال نہو تو فاسد نہین ہوتا یہ بدائع مین لکھا ہے اگر خیال یا فکر سے یا صورت دیکھنے سے انزال ہوگیا تو اعتکاف فاسد نہین ہوتا یہ تبیین مین ہے احتلام کا بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے پھر اگر اسکو مسجد مین غسل اسطرح ممکن ہو کہ مسجد خراب نہوگی تو مضائقہ نہین ورنہ غسل کے واسطے مسجد سے باہر نکلے اور پھر مسجد مین آجاوے اگر مسجد کے اندر کسی برتن مین وضو کیا تو اسکا بھی اسی طرح حکم ہے یہ بدائع اور فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور منجملہ انکے بیہوشی اور جنون ہے صرف بیہوشی اور جنون سے بالاتفاق اعتکاف فاسد نہین ہوتا جب تک اسکا پیہم ہونا منقطع نہو جاوے اور اگر کئی روز تک بیہوش رہا یا کئی روز تک جنون رہا تو اعتکاف فاسد ہو جاویگا اور اسپر واجب ہے کہ جب اچھا ہو تو از سر نو اعتکاف کرے اور اگر جنون کئی برس تک رہا پھر افاقہ ہوا تو اسپر واجب ہے کہ اعتکاف کو قضا کرے یہ بدائع مین لکھا ہے اور اگر خفیف العقل ہوگیا پھر کئی برس بعد اسکو افاقہ ہوا تو اسپر قضا واجب ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے منوعات اعتکاف کے جملہ انہین سے وہ خاموشی ہے جسکو عبادت سمجھے وہ مکروہ ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر اسکو عبادت نہ سمجھا ہو تو مکروہ نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور زبان کے گناہون سے خاموش رہنا بہت بڑی عبادت ہے یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہے گالی دینے اور لڑنے سے اعتکاف فاسد نہین ہوتا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اعتکاف مین اگر کوئی بھولکر کھالے تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ کھانا روزہ کی وجہ سے حرام ہے اعتکاف کی وجہ سے نہین یہ نہایہ مین لکھا ہے اور اصل اسمین یہ ہے کہ جو چیز اعتکاف کی وجہ سے منع ہو نہ روزہ کی وجہ سے تو اسکو عمداً یا سہواً یا رات مین یا دن مین کرنا برابر ہے جیسے جماع اور مسجد سے باہر نکلنا اور جو چیزین کہ روزہ کی وجہ سے منع ہین انمین عمداً اور سہواً اور رات اور دن کا حکم مختلف ہے جیسے کہ کھانا اور پینا یہ بدائع مین لکھا ہے اور معتکف اگر کھانا یا اور ضروری چیزین بیچے اور مول لیلے تو مضائقہ نہین اور اگر تجارت کا ارادہ کرے تو مکروہ ہے یہ فتاوی قاضی خان اور ذخیرہ مین لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور معتکف کو جائز ہے کہ نکاح کرے اور طلاق سے رجعت کرے یہ جوہرہ نیرہ مین لکھا ہے اور معتکف لباس پہنے اور خوشبو اور سر مین تیل لگاوے یہ خلاصہ مین لکھا ہے

اگر معتکف رات مین کوئی نشہ کی چیز کھاوے تو اعتکاف فاسد نہوگا اسلیے کہ وہ ممنوعات دین مین سے ہی نہ ممنوعات اعتکاف مین سے جیسے کہ غیر کا مال کھانے سے اعتکاف فاسد نہین ہوتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور جب اعتکاف واجب فاسد ہوجاوے تو اسکی قضا واجب ہوگی اگر اعتکاف معین مہینے کا تھا اور ایک دن کا روزہ توڑ دیا تو اُس دن کی قضا کریگا اور اگر مہینہ معین نہین کیا تھا تو از سرنو اعتکاف کرے برابر ہی کہ اعتکاف کو اپنے فعل سے بغیر عذر فاسد کیا ہو جیسے مسجد سے باہر ہوگیا یا جماع کیا یا دن مین کچھ کھالیا یا عذر سے فاسد کیا ہو جیسے کہ مرض کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلنے کی حاجت ہوئی یا بغیر اسکے فعل کے اعتکاف فاسد ہوگیا ہو جیسے کہ حیض اور جنون اور کئی دن کی بیہوشی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور اسی سے ملتے ہوئے ہین یہ مسائل جب کوئی شخص اپنے اوپر اعتکاف کے واجب کرنے کا ارادہ کرے تو اُسکو چاہیے کہ زبان سے بھی کہے صرف دل سے نیت کرنا اعتکاف کے واجب کرنے کو کافی نہین یہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی یہ نہایہ اور خلاصہ مین لکھا ہی- اور اس جگہ دو قاعدے کلیہ ہین ایک یہ کہ جب ایام کو لفظ جمع یا تثنیہ کے ساتھ ذکر کریگا تو اُسمین راتین بھی شامل ہونگی اور اسی طرح لیالی یعنی راتون مین دن بھی شامل ہوجاوینگے یہ جب ہی کہ کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر خاص دنون یا خاص راتون کی نیت کی ہو تو نیت صحیح ہی اور دنون کی نیت مین دنون کا اعتکاف لازم ہوگا نہ رات کا اور رات مین کچھ اُسپر واجب نہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی تو اُسمین رات داخل نہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی دوسرا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب اعتکاف کے واجب ہونے مین رات داخل نہین ہی تو اعتکاف کرنے والے کو اختیار ہی کہ اعتکاف کے کئی حصے کردے اور جب رات اور دن دونون شامل ہین تو پیہم اعتکاف واجب ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی پس اگر کسی نے ایک معین یا غیر معین مہینے یا تیس دن کے اعتکاف کی نذر کی تو پیہم اعتکاف واجب ہوگا اور جب مہینہ معین نہین ہی تو جس مہینے مین چاہے اعتکاف کرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور جب اعتکاف مین رات دن دونون شامل ہین تو ابتدا اعتکاف کی رات سے ہوگی اسلیے کہ اصل یہ ہی کہ ہر رات اُس دن کی تابع ہوتی ہی جو اُسکے بعد ہوتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی پس اگر کسی نے یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے اوپر واجب ہی کہ دو دن کا اعتکاف کرون تو مسجد مین سورج کے چھپنے سے پہلے داخل ہو اور اُس رات اور اُسکے دن اور دوسری رات اور اُسکے دن مین مسجد مین ٹھہرا رہے اور سورج ڈوبنے کے بعد مسجد سے نکلے اسی طرح اگر بہت دنون کے اعتکاف کی نذر کی تو بھی سورج ڈوبنے سے پہلے داخل ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اگر عید کے دن کے اعتکاف کی نذر کی تو کسی دوسرے وقت مین قضا کرے اور اگر قسم کی نیت کی تھی تو قسم کا کفارہ واجب ہوگا اور اگر اسی دن اعتکاف کیا تو اعتکاف ادا ہوجائیگا لیکن گنہگار ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی- اگر کوئی شخص اعتکاف کرے اور اُسکو اپنے اوپر واجب نہ کرے پھر مسجد سے نکل آوے تو کچھ اُسپر لازم نہین ہوتا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر ایک دن یا ایک مہینہ معین کے اعتکاف کی نذر کی اور اُس سے پہلے اعتکاف کرلیا یا مسجد حرام مین اعتکاف کی نذر کی اور کہین ادا کرلیا تو جائز ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور اگر گذشتہ مہینہ کے اعتکاف کی نذر کی تو اُسکی نذر صحیح نہوگی۔

یہ بحر الرائق کے باب النذر بالصوم مین لکھا ہی اگر کسی نے مہینہ بھر کے اعتکاف کی نذر کی پھر مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا
تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک مہینہ کے اعتکاف کی نذر کی پھر مرگیا تو ہر دن کے
عوض مین نصف صاع گیہون یا ایک صاع چھوارے یا جو اگر اُسنے وصیت کی ہو تو دیئے جاوین یہ سراج
مین لکھا ہی اور اُسپر واجب ہی کہ وصیت کرے یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر اُسنے وصیت نہین کی اور وارثون
نے اجازت دیدی تو جائز ہی اگر ایک مہینہ کے اعتکاف کی حالت مرض مین نذر کی اور وہ اچھا نہوا یہانتک
کہ مرگیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایک دن کے واسطے اچھا ہوا پھر مرگیا تو سارے مہینے کے عوض
فدیہ دیا جاویگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی **متفرق مسئلے** کسی شخص نے سنہ ۵۹ پانسو نوے مین رمضان کے روزے
نرکھے اور اُسکے قضا کی نیت سے ایک مہینہ کے روزے رکھے اور وہ یون سمجھتا تھا کہ مجھسے سنہ ۵۹۱ پانسو
اکیانوے کے روزے چھوٹے ہین تو امام ابوحنیفہ رح نے کہا ہی کہ جائز ہی اور اگر اُس ایک مہینہ کے قضا روزے
رکھنے مین یون نیت کی کہ مین رمضان سنہ ۵۹۱ پانسو اکیانوے کے روزے قضا کرتا ہون اور وہ یہ سمجھتا ہی
کہ اُسی سال کے روزے چھوٹے ہین تو امام ابوحنیفہ رح نے کہا ہی کہ جائز نہوگا یہ ظہیریہ کے باب النیت
مین لکھا ہی اور یہی فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا اور رمضان کے
روزون کے واجب ہونے کا حکم اُسکو رمضان کے بعد معلوم ہوا تو اُسپر قضا واجب نہین اور اگر رمضان
کے درمیان مین معلوم ہوا تو جو مجنون کا حکم ہی وہی اُسکا حکم ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی۔ اگر دار الاسلام مین
مسلمان ہوا تو اُسکے اسلام کے بعد جسقدر رمضان گذرا ہی اُسکی قضا واجب ہوگی خواہ روزون کے واجب
ہونے کا حکم معلوم ہوا یا نہو یہ فتاوی قاضی خان کی فصل رویۃ الہلال مین لکھا ہی اگر کوئی شخص زوال سے
پہلے مسلمان ہوا اور ابھی تک کچھ نہین کھایا ہی اور نفل روزہ رکھ لیا تو ظاہر روایت کے بموجب روزہ صحیح
نہوگا اسلیے کہ صبح کے وقت اُسمین روزہ کی اہلیت نہ تھی اور روزہ تمام دن کا ایک ہوتا ہی اُسکے جدا جدا
ٹکڑے نہین ہوسکتے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر لڑکا زوال سے پہلے بالغ ہوا اور ابھی تک کچھ کھایا نہین ہی اور
نفل روزہ کی نیت کی تو صحیح قول کے بموجب روزہ جائز ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی رازی نے کہا ہی کہ
جب بچہ مین روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اُسکو روزہ کا حکم کیا جاوے ابو جعفر نے اسمین مشایخ بلخ کا اختلاف
ذکر کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ اُسکو حکم کیا جاوے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ جب روزہ رکھنے سے اُسکے بدن کا
ضرر نہو اور اگر ضرر ہو تو حکم نہ کیا جاوے اور جب حکم کیا اور اُسنے روزہ نہ رکھا تو اُسپر قضا واجب نہین ہی۔
ابو حفص سے پوچھا گیا کہ دس برس کے بچہ کو روزہ نہ رکھنے پر مارین تو اُنھون نے جواب دیا کہ اسمین
اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ بمنزلہ نماز کے ہی یہ زاہدی مین لکھا ہی جس شخص کو رمضان کے روزہ مین صبح کے
وقت کوئی ایسا عذر تھا جو روزہ کے وجوب کا مانع تھا یا اُسکی وجہ سے روزہ نہ رکھنا مباح تھا پھر وہ عذر زائل
ہوگیا اور ایسا ہو گیا کہ اگر وہ حالت صبح کے وقت ہوتی تو روزہ واجب ہوتا مثلاً لڑکا جس دن مین کسی وقت بالغ
ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون کو افاقہ ہوا یا حیض والی عورت کو طہر ہوا یا مسافر اپنے گھر آیا اور روزہ رکھنے
کے لائق ہی تو اُسپر واجب ہی کہ جسقدر دن باقی ہی تب تک اُن سب باتون سے باز رہے جو روزہ مین منع ہین

اور اسی طرح جسپر روزہ صبح کے وقت واجب ہوا اسلیے کہ وجوب کا سبب اور روزہ کی اہلیت موجود تھی لیکن وہ روزہ دار
نہین رہ سکتا مثلاً جانکر روزہ توڑ دیا یا شک کے روز صبح کو کچھ کھالیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ رمضان کا دن تھا یا سحری کھانے
وقت یہ گمان تھا کہ فجر طلوع نہین ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چلی تو اسپر واجب ہی کہ روزہ دارون کی مشابہت اختیار
کرے اور جو چیزین روزہ مین منع ہین انسے پرہیز کرے یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا تھا کہ سورج چھپ گیا
اور اسنے کچھ کھالیا پھر ظاہر ہوا کہ سورج نہین چھپا اور اسی طرح وہ جسنے بطور خطا یا کسی کی زبردستی سے روزہ توڑ دیا
تو اسکا بھی یہی حکم ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی بعض نے کہا کہ امساک یعنی جو چیزین روزہ مین منع ہین انکا چھوڑنا مستحب ہی
واجب نہین اور صحیح یہ ہی کہ واجب ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور فقہا کا اجماع ہی کہ حیض اور نفاس والی عورت
اور مریض و مسافر پر روزہ دارون کی مشابہت واجب نہین یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ حیض والی عورت کے لیے
اس باب مین اختلاف ہی کہ وہ پوشیدہ کھاوے یا ظاہر کھاوے بعضون نے کہا ہی پوشیدہ کھاوے اور
بعضون نے کہا ہی ظاہر کھاوے اور مسافر و مریض کے واسطے بالاتفاق ظاہر کھانا جائز ہی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی جس شخص نے نفل روزہ شروع کرکے توڑ دیا تو اسکو قضا کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی خواہ اسکے فعل سے
روزہ ٹوٹا ہو یا اسکے فعل سے نہ ٹوٹا ہو یہانتک کہ اگر عورت نے نفل روزہ رکھا تھا پھر حیض ہو گیا تو دو روایتون
مین اصح یہ ہی کہ قضا واجب ہوگی یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی مظنون روزہ توڑ دے تو اسکی قضا مین ہمارے
اصحاب کا اختلاف ہی اور مظنون سے یہ مراد ہی کہ کسی نے روزہ یا نماز اس گمان پر شروع کی کہ اسپر واجب ہی پھر
ظاہر ہوا کہ وہ اسپر واجب نہین اور اسنے اسکو جانکر توڑ دیا تو ہمارے اصحاب ثلٰثہ کا یہ قول ہی کہ اسپر قضا واجب
نہوگی لیکن افضل یہ ہی کہ روزہ کو تمام کرے اور یہی خلاف ہی اس صورت مین کہ کسی نے کفارہ کا روزہ شروع
کیا پھر اس روزہ کے درمیان مین وہ مالدار ہو گیا اور اسنے اس روزہ کو عمداً توڑ دیا یہ بدائع مین
مین لکھا ہی۔ اگر طلوع فجر کے بعد قضا کی نیت کی تو وہ روزہ قضا کی طرف سے صحیح نہوگا اب اسمین کلام ہی
کہ وہ نفل بھی ہو جاتا ہی یا نہین امام نسفیؒ نے کہا ہی کہ وہ نفل ہو جاتا ہی اور اگر توڑیگا تو قضا لازم آئیگی یہ خلاصہ
مین لکھا ہی اور جس شخص نے تمام رمضان مین نہ روزہ رکھنے کی نیت کی نہ بے روزہ رہنے کی تو اسپر رمضان
کی قضا لازم ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر رمضان کے سوا کوئی اور روزہ توڑ دیا تو اسمین کفارہ لازم
نہین آتا یہ کنز مین لکھا ہی روزہ توڑنے اور ظہار کا کفارہ ایک سا ہی اور وہ یہ ہی کہ غلام آزاد کرے خواہ
غلام مسلمان ہو یا کافر اور اگر غلام آزاد کرنے پر قادر نہو تو برابر دو مہینے کے روزے رکھے اور اگر اسپر بھی قادر
نہو تو ساٹھ مسکین کو کھانے دے ہر مسکین کو ایک صاع چھوارے یا جو یا نصف صاع گیہون سب کفارون
مین کفارہ دینے والے کے اس حال کا اعتبار کیا جاتا ہی جو کفارہ کے ادا کرنے کے وقت ہو نہ اس
حال کا جو کفارہ واجب ہونے کے وقت تھا پس اگر کفارہ ادا کرتے وقت کوئی مفلس ہی تو اسکو روزے
رکھنا جائز ہین اگرچہ کفارہ واجب ہونے کے وقت وہ مالدار تھا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے ایک
سال کے رمضان کے دنون مین کئی بار مجامعت کی اور کفارہ نہ دیا تو اسپر ایک کفارہ واجب ہوگا اور
جو مجامعت کی اور کفارہ دیا پھر مجامعت کی تو ظاہر روایت کے بموجب دوسرا کفارہ واجب ہوگا یہ فتح القدیر

مین لکھا ہی اگر ایک دن کا روزہ توڑا اور غلام آزاد کر دیا پھر دوسرے دن کا روزہ توڑا اور غلام آزاد کر دیا
پھر تیسرے دن کا روزہ توڑا اور غلام آزاد کر دیا پھر پہلا غلام کسی اور کی ملک ثابت ہوا تو اسپر کچھ واجب نہین
اور اگر دوسرے غلام کا یہ حال ہوا تو بھی کچھ واجب نہین اور تیسرا اگر غلام کسی اور کی ملک ثابت ہوا تو ایک
غلام آزاد کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ جو کفارہ پہلے دیا تھا وہ مابعد کا عوض نہین ہو سکتا اور اگر تیسرے غلام
آزاد شدہ کے ساتھ دوسرا غلام بھی کسی اور کی ملک ثابت ہوا تو بھی دونون روزون کے عوض ایک ہی غلام
آزاد کریگا اور اگر ان دونون کے ساتھ پہلا غلام بھی کسی اور کی ملک ثابت ہو تو بھی ایک ہی کفارہ واجب ہی
اور اگر پہلا غلام اور تیسرا غلام کسی اور کی ملک ثابت ہوا تو صرف تیسرے دن کے عوض ایک غلام آزاد کریگا
اور اگر دو رمضانون مین مجامعت کی اور پہلے کا کفارہ نہین دیا ہی تو ظاہر روایت کے بموجب ہر جماع کے عوض
کفارہ لازم ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر بادشاہ پر کفارہ لازم ہوا اور اسکے پاس مال حلال ہی اور کسی کا
قرض نہین ہی تو غلام آزاد کرنے کا فتوے دیا جاویگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اگر رمضان کا
مہینہ پنجشنبہ کے دن شروع ہوا اور عرفہ بھی پنجشنبہ کے دن ہو تو وہ دن عرفہ کا ہوگا قربانی کا نہوگا اور
اگر اسدن قربانی کریگا تو جائز نہوگی اور اگر اسکو کوئی قربانی کا دن سمجھے اور اسپر اعتماد کرے کہ حضرت علیؓ
نے یہ فرمایا ہی کہ تمھاری قربانی کا دن وہی ہی جو تمھارے روزہ کا دن ہی تو اعتماد صحیح نہین اسلیے کہ ممکن ہی کہ
حضرت علی رضنے یہ امر شاید اسی سال کے واسطے فرمایا ہو ہمیشہ کے واسطے نہ فرمایا ہو یہ فتاوی قاضی خان کی فصل
رویت ہلال مین لکھا ہی۔ جو روزے کہ فرض لازم ہوتے ہین وہ تیرہ قسم ہین سات قسم انمین سے ایسی ہین
جنکو برابر رکھنا واجب ہی اور وہ یہ ہین رمضان اور کفارہ قتل اور کفارہ ظہار اور کفارہ قسم اور کفارہ کا روزہ
رمضان اور نذر معین اور روزہ قسم معین اور چھ روزے ایسے ہین جنکو برابر رکھنا واجب نہین اور وہ یہ
ہین رمضان کی قضا تمتع کے روزے احرام مین سر منڈانے کے کفارہ کے روزے احرام مین شکار کر لینے
کی جزا کے روزے اور ایسی نذر کے روزے جسمین کوئی تعیین نکی ہو اور قسم کے روزے اگر اسطرح قسم
کھائی ہو کہ واللہ مین مہینے بھر کے روزے رکھونگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگرچہ رمضان کی قضا مین برابر
رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہی مگر برابر رکھنا انکا مستحب ہی تاکہ جلد وہ روزے اسکے ذمہ سے ساقط ہوجاوین
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ معلوم کرنا چاہیے کہ لیلۃ القدر کو تلاش کرنا مستحب ہی اور وہ رات تمام سال
کی راتون مین افضل ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی امام ابوحنیفہ رح سے یہ روایت ہی کہ لیلۃ القدر تمام
رمضان مین ہوتی ہی اور یہ نہین معلوم کہ وہ کونسی رات ہی اور آگے پیچھے ہوتی رہتی ہی اور صاحبین کا بھی
قول ہی مگر انکے نزدیک وہ ایک معین رات ہی آگے پیچھے نہین ہوتی منظومہ اور اسکی شرح مین یہی منقول ہی اور
یہ فتح القدیر کے باب الاعتکاف مین لکھا ہی یہان تک کہ اگر کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ تو لیلۃ القدر
کی رات مین آزاد ہی تو اگر رمضان کے داخل ہونے سے پہلے کہا ہی تو جب رمضان کے بعد شوال کا چاند آویگا
تو وہ آزاد ہوجاویگا اور اگر رمضان کی ایک رات گذرنے کے بعد کہا ہی تو وہ اسوقت تک آزاد
نہوگا جبتک سال آیندہ کا رمضان گذر کر شوال کا چاند نظر نہ آجاوے اسلیے کہ یہ احتمال ہی کہ شاید پہلے

رمضان کی پہلی ہی رات مین لیلۃ القدر ہو چکی ہو اور دوسرے سال کی اخیر تاریخ مین ہو اور صاحبین کے نزدیک جب سال آیندہ کے رمضان کی ایک رات گذرے گی تو وہ آزاد ہو جاویگا یہ کافی مین لکھا ہی ملتقی البحار مین ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کا قول راجح ہی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی نذر جو اکثر عوام سے اسطرح واقع ہوتی ہی کہ بعض صالحین کی قبرون پر جاتے ہین اور وہان کا پردہ اُٹھا کر یہ کہتے ہین کہ ای میرے فلانے سید اگر میری حاجت پوری کر دوگے تو تمھارے واسطے مثلاً اسقدر سونا ہی تو یہ نذر بالاجماع باطل ہی ہان اگر یون کہے یا اللہ مین تیرے واسطے نذر کرتا ہون کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہو جاوے یا مثل اسکے کوئی اور کام ہو جاوے تو مین اُن فقیرون کو کھانا کھلاؤنگا جو سیدہ نفیسہ یا مثل اسکے کسی اور درگاہ مین یا وہان کی مسجد کے واسطے بوریا خرید دونگا یا وہان کی روشنی کے واسطے تیل خرید دونگا یا وہان کے خادمون کو درم دونگا یا اور اس قسم کی چیزین جنمین فقیرون کا نفع اور اللہ کے واسطے نذر ہو اور شیخ کا ذکر صرف اسواسطے ہو کہ وہ مستحقون پر نذر کے صرف کرنے کا محل ہی تو جائز ہی لیکن فقیرون کے سوا اورون کو اسکا دینا حلال نہین اور اہل علم کو اور شیخ کے خادمون کو بھی اسکا لینا جائز نہین لیکن اگر کوئی فقیر ہو تو لے لے اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ درم وغیرہ جو اولیا کی قبرون پر اُنسے تقرب حاصل کرنے کے واسطے لیجاتے ہین وہ بالاجماع حرام ہی جب تک زندہ فقیرون پر اُنکے صرف کا ارادہ نہ کیا جاوے یہ حکم بالاتفاق ہی اور اس بلا مین بہت لوگ مبتلا ہین یہ النہر الفائق اور بحر الرائق مین لکھا ہی - مجاہد نے اس بات کو مکروہ کہا ہی کہ کوئی شخص یون کہے کہ رمضان آیا اور رمضان گیا اور کہا ہی کہ مجکو معلوم نہین شائد رمضان اللہ کے نامون مین سے کوئی نام ہو لیکن یون کہنا چاہیے کہ ماہ رمضان آیا اور کہا گیا ہی کہ یہ مکروہ ہی اسلیے کہ امام محمد رح نے مجاہد کے قول کو دنہین کیا اور اصح یہ ہی کہ مکروہ نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی -

حج کی کتاب

اس کتاب مین سترہ باب ہین

پہلا باب

حج کی تفسیر اور اسکی فرضیت اور وقت اور شرائط اور ارکان اور اسکے واجبون اور سنتون اور آداب اور ممنوعات کے بیانمین تفسیر حج کی یہ ہی کہ حج نام اُن خاص فعلون کا ہی جو اول سے احرام باندھ کر طواف اور وقوف وقت معین مین کرتے ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی فرضیت حج کا بیان یہ ہی کہ حج فرض محکم ہی اور اسکی فرضیت قطعی دلیلون سے ثابت ہوئی ہی یہان تک کہ اُسکا منکر کافر ہوتا ہی اور حج تمام عمر مین ایک مرتبہ سے زیادہ واجب نہین ہوتا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور فوراً ادا کرنا اسکا فرض ہوتا ہی یہی اصح ہی اور اگر اس سال مین حج کر سکتا ہی تو دوسرے سال تک تاخیر جائز نہین نہر الفائق مین لکھا ہی اور اگر دوسرے سال تک تاخیر کی اور اسکے بعد حج ادا کیا تو ادا واقع ہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور امام محمد رح کے نزدیک مہلت کے ساتھ واجب ہی اور جلدی کرنا افضل ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور

خلاف اس صورت مین ہی کہ جب اُسکو اپنی سلامتی کا گمان غالب ہوا ور اگر بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے
موت کا گمان غالب ہی تو بالاجماع وجوب کا وقت تنگ ہو جاتا ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور خلاف کا فائدہ
گنہگار ہونے مین ظاہر ہوتا ہی یہان تک جسپر حج واجب ہوا اور وہ فوراً حج نہ کرے تو جو لوگ فوراً حج کے ادا
کرنے کو واجب کہتے ہین اُنکے نزدیک وہ فاسق ہوگا اور اُسکی گواہی قبول نہوگی اور اگر آخر عمر مین حج کرلیا تو
بالاجماع گناہ باقی نہین رہتا اور اگر بغیر حج کیے مرگیا تو بالاجماع گنہگار رہیگا یہ تبیین مین لکھا ہی اور وقت حج
کا مقرر مہینے ہین اور وہ یہ ہین شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے اگر حج کے اعمال مین سے کوئی
عمل مثلاً طواف اور سعی حج کے مہینون سے پہلے کیا تو جائز نہین اور حج کے مہینون مین کیا تو جائز ہی یہ ظہیریہ
مین لکھا ہی۔ حج کے واجب ہونے کی شرطین یہ ہین منجملہ اُنکے اسلام ہی یہان تک کہ اگر کوئی شخص کفر کے زمانہ مین
اسقدر مال کا مالک ہوگیا جس سے حج واجب ہو جاتا ہی پھر فقیر ہوجانے کے بعد مسلمان ہوا تو اُس مالداری
کی وجہ سے اُسپر حج واجب نہوگا اور اگر کسی کو اسلام کی حالت مین استطاعت حاصل ہوئی اور اُسنے حج نکیا
یہان تک کہ فقیر ہوگیا تو حج اُسکے ذمہ بطور قرض کے باقی رہیگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے حج کیا پھر مرتد ہوگیا پھر
مسلمان ہوا تو اگر اُسکو استطاعت حاصل ہوگی تو دوبارہ حج کرنا لازم ہوگا یہ سراجیہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے
عقل ہی۔ پس مجنون پر حج واجب نہین اور ضعیف العقل مین اختلاف ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے بلوغ ہی
پس لڑکے پر حج واجب نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر لڑکے نے بلوغ سے پہلے حج کیا تو حج فرض
ادا نہوگا حج نفل ہوگا اور اگر احرام باندھنے کے بعد اور وقوف عرفہ سے پہلے بالغ ہوگیا اور وہی احرام باقی رکھا
تو حج نفل ہوگا اور اگر لبیک کی تجدید کی یا بالغ ہونے کے بعد از سرنو احرام باندھا پھر عرفہ مین وقوف کیا تو
بالاجماع حج فرض ادا ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اسی طرح اگر وقوف عرفہ سے پہلے مجنون کو افاقہ ہوگیا یا کافر
مسلمان ہو تو از سرنو احرام باندھے یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر لڑکا میقات سے بغیر احرام گذر گیا پھر مکہ مین
اُسکو احتلام ہوا اور مکہ سے اُسنے احرام باندھا تو اس سے حج فرض ادا ہو جاویگا اور بغیر احرام میقات سے
گذر جانے کی وجہ سے اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے آزاد ہونا ہی
پس غلام پر حج واجب نہین ہی اگرچہ مدبر ہو یا ام ولد ہو یا مکاتب ہو یا کچھ حصہ اُسکا آزاد ہو گیا ہو یا اُسکو
حج کی اجازت مل گئی ہو اور اگرچہ مکہ مین ہو اسلیے کہ اُسکی کچھ ملک نہین ہوئی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور اگر
آزاد ہونے سے پہلے غلام نے اپنے مالک کے ساتھ حج کیا تو اُسکا حج فرض ادا نہوگا اور اُسکو آزاد ہونے کے
بعد پھر حج واجب ہوگا اور اگر حج کے راستہ مین احرام سے پہلے آزاد ہوگیا پھر اُسنے احرام باندھا اور حج کیا
تو حج فرض ادا ہو جاویگا اور اگر آزاد ہونے سے پہلے احرام باندھا پھر آزاد ہونے کے بعد احرام کی تجدید
کی تو حج فرض ادا نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ توشہ اور سواری پر اس طرح قادر
ہو کہ اُسکا مالک ہو یا بطور کرایہ لینے کے قابض ہو اور اگر مانگنے یا اُسکے مباح ہونے کی وجہ سے قادر ہی تو اس سے حج واجب
نہین ہوتا خواہ وہ اُس شخص نے مباح کی ہو جسکے احسان کا اعتبار نہین ہوتا جیسے ماں باپ اور اولاد یا
اُنکے سوا اور اجنبی لوگون نے مباح کی ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے حج کرنے کے واسطے

مال دیا تو اسکا قبول کرنا واجب نہیں خواہ وہ دینے والا ان لوگون میں سے ہو جنکے احسان کا اعتبار ہوتا ہے جیسے کہ
اجنبی لوگ یا اُن لوگون مین سے ہو جنکے احسان کا اعتبار نہین ہوتا جیسے کہ مان باپ اور اولاد یہ فتح القدیر مین
لکھا ہے توشہ اور سواری کے مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُسکے پاس اپنی حاجت سے زیادہ مال ہو یعنی رہنے
کے مکان اور لباس اور خادم اور گھر کے اسباب کے سوا اسقدر سرمایہ ہو کہ سواری پر مکہ کو جاوے اور آوے
پیادہ چلنے کا اعتبار نہین اور وہ اُسکے قرض کے سوا ہو اور اپنے لوٹکر آنے کے وقت تک اُس سرمایہ
کے علاوہ اپنے عیال کا خرچ اور مرمت مکان وغیرہ کا صرف دے سکے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اسکے اور اسکے
عیال کے نفقہ مین اوسط خرچ کا اعتبار کیا جاویگا کمی اور زیادتی کا اعتبار نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے عیال سے
مراد وہ لوگ ہین جنکا نفقہ اُسکے ذمہ لازم ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے ظاہر روایت کے بموجب اسکے نوکر کے
کے نفقہ کا اعتبار نہین کیا جاتا یہ تبیین مین لکھا ہے - ہر شخص کے حق مین ایسی سواری کا اعتبار کیا جاتا ہے جو اُسکو
پہونچا سکے پس کوئی شخص ایسی اونٹنی پر قادر ہوا جسپر وہ سفر کر سکتا ہے تو اسپر حج واجب ہے اور اگر وہ شریر ہے تو حج اُسپر
واجب ہوگا جب یہ محمل کی ایک شق پر قادر ہو - اگر دوسرا شخص ایک اونٹ پر اسطرح قادر ہوجاے کہ ہر ایک
باری باری سے سوار ہو یعنی ایک منزل ایک سوار رہے اور ایک منزل دوسرا یا ایک فرسخ ایک سوار ہو اور ایک فرسخ دوسرا تو
اُس سے حج کی استطاعت ثابت نہین ہوتی اور اگر اسقدر مال ملا کہ ایک منزل اونٹ کرایہ کرے اور ایک منزل
پیادہ چلے تو کافی ہو تو وہ مالدار نہین سمجھا جاویگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے - مناسب یہ ہے کہ اہل مکہ
اور اُسکے گرد و نواح کے لوگون پر اگر اُنکے گھر سے مکہ تک تین دن سے کم کی راہ ہو تو اگر وہ پاؤن چلنے پر قادر
ہین تو اُنپر حج واجب ہوگا اگرچہ سواری پر قادر نہون لیکن اسقدر خرچ کہ اُنکے اور اُنکے عیال کے کھانے کو اُنکے
لوٹنے تک کافی ہو ضرور ہونا چاہیے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے - فقیر اگر پیادہ چلکر حج کرلے پھر مالدار ہو جاوے
تو دوبارہ اُسپر حج واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر اسقدر مال ملے جس سے حج کر سکتا ہے اور نکاح کرنے کا
بھی ارادہ ہو تو حج کرے نکاح کرے اسلیے کہ حج ایک فرض ہے کہ اللہ نے اپنے بندون پر اُسکو لازم کیا ہے یہ تبیین مین لکھا ہے
اگر کسی کے پاس رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور حاجت کا اسباب ہو تو اُس سے حج
کی استطاعت ثابت نہین ہوتی تجرید مین ہے کہ اگر کسی کے پاس ایسا گھر ہے جسمین وہ نہین رہتا اور ایسا غلام ہے
جس سے وہ خدمت نہین لیتا تو اُسپر واجب ہے کہ اُنکو بیچے اور حج کرے - اگر کسی کے پاس رہنے کا گھر اور کوئی
اس قسم کی چیز نہو لیکن اُسکے پاس اتنے درہم ہین کہ حج کر سکتا ہے اور رہنے کا گھر اور خادم اور اپنے نفقہ کا
سامان بھی کر سکتا ہے تو اُسپر حج واجب ہے اگر اُسکو حج کے سوا کسی اور کام مین خرچ کریگا تو گنہگار ہوگا یہ خلاصہ مین
لکھا ہے - اگر کسی کے پاس ایسے کپڑے ہون جنکا استعمال نہین کرتا اور انکو بیچ کر اُنکی قیمت مین حج کر سکتا ہے تو
اُسپر واجب ہے کہ اُنکو بیچے اور حج کرے - اگر کسی کے پاس اتنا بڑا مکان ہے کہ اُسمین سے تھوڑا اُسکے رہنے کو
کافی ہے تو اُسکو حج کے واسطے اُس زیادہ کا بیچنا لازم نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اگر کسی کے پاس
رہنے کا مکان ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اُسکو بیچ کر اُسکی قیمت مین ایک چھوٹا مکان بھی لے لے اور حج بھی کر لے تو
اُسپر یہ لازم نہین یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر ایسا کرے تو افضل ہے یہ ایضاح مین لکھا ہے اور بالاتفاق یہ بھی واجب

نہیں کہ حج کرنے کے واسطے اپنے رہنے کے مکان کو بیچ ڈالے اور آئندہ کرایہ کے مکان میں رہا کرے یہ بحر الرائق
میں لکھا ہے۔ فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی کے پاس فقہ کی کتابیں ہوں تو اگر وہ شخص فقیہ ہے اور اُنکے استعمال کی
اُسکو حاجت ہے تو اُنکی وجہ سے حج کی استطاعت ثابت نہوگی اور اگر وہ جاہل ہے تو حج کی استطاعت ثابت ہوگی
اور اگر طب اور نجوم کی کتابیں ہیں تو حج کی استطاعت ثابت ہوگی خواہ اُسکو اُنکے استعمال اور مطالعہ کی حاجت
ہو یا نہو یہ محیط میں لکھا ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تاجر ہو اور تجارت ہی سے اُسکی گذر ہو اور وہ اسقدر
مال کا مالک ہو جاوے کہ حج کو جانے اور آنے میں کہانے اور سواری کا خرچ اور نکلنے کے وقت سے لوٹنے
کے وقت تک اولاد اور عیال کا خرچ دیکر اصل مال تجارت کا جس سے تجارت کرتا تھا باقی رہے تو اُسپر حج
واجب ہوگا ورنہ واجب نہوگا اور اگر وہ پیشہ ور ہے تو حج کے واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اسقدر
مال کا مالک ہو کہ آنے جانے میں کہانے اور سواری کا خرچ اور نکلنے کے وقت سے لوٹنے کے وقت
تک عیال کا نفقہ دیکر اُسکے پیشے کے اوزار اُسکے پاس باقی رہیں تو حج واجب ہوگا اور اگر کوئی شخص مزارع
زمین کا مالک ہے تو اگر اُسکے پاس اسقدر زمین ہے کہ اگر اُسمیں سے تھوڑی سی زمین بیچ ڈالے جو اُسکے
جانے آنے میں کہانے اور سواری کا خرچ اور اُسکے عیال و اولاد کے نفقہ کو کافی ہو اور باقی زمین
اُسکے پاس اتنی بچ رہے جسکی آمدنی سے وہ اپنی گذر کر سکے تو اُسپر حج فرض ہوگا ورنہ فرض نہوگا اور
اگر کوئی کسان ہل جوتنے والا ہے اور وہ ایسے مال کا مالک ہو جاوے کہ جانے اور آنے کی سواری اور
خوراک اور اُسکے جانے کے وقت سے لوٹنے کے وقت تک عیال اور اولاد کے خرچ کو کافی ہو اور پھر
اُسکے پاس کھیتی کے آلات مثل ہل وغیرہ کے باقی رہ جاویں تو اُسپر حج واجب ہوگا ورنہ واجب نہوگا یہ
فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور منجملہ اُسکے یہ ہے کہ حج کی فرضیت کا اُسکو علم ہو۔ جو شخص کہ دارالاسلام میں ہے
اُسکو صرف وہاں کے موجود ہونے سے اُسکے علم کا اعتبار کیا جاویگا خواہ وہ حج کی فرضیت جانتا ہو یا نہ جانتا
ہو اور اسمیں کچھ فرق نہیں ہے کہ اُسنے حالت اسلام میں ہی پرورش پائی ہو یا نہ پائی ہو پس حکماً وہ حج کی
فرضیت کا عالم سمجھا جاویگا۔ اور جو شخص دار الحرب میں ہے اُسکو اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں حج
کی فرضیت کی خبر دیں اگرچہ اُنکے عادل یا غیر عادل ہونے کا حال پوشیدہ ہو یا ایک عادل شخص خبر دے
تو اُسپر حج واجب ہوگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک خبر دینے والے کا عادل اور بالغ اور آزاد ہونا اس
باب میں شرط نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور منجملہ اُسکے بدن کی سلامتی ہے یہاں تک کہ لنگڑے اور اپاہج
اور مفلوج اور اُس شخص پر جسکے پانوں کٹے ہوئے ہوں حج واجب نہیں بلکہ اُنپر یہ بھی نہیں کہ اگر اُنکو
سرمایہ حاصل ہو تو اور سے حج کرا دیں اور نہ اُنپر بیماری میں حج کرانے کی وصیت لازم ہے اور اسیطرح
وہ بوڑھا جو سواری پر بیٹھ نہیں سکتا اُسپر بھی حج واجب نہیں ہے اور مریض کا بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر
میں لکھا ہے ظاہر مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ کا یہی ہے اور صاحبین رحمہ سے بھی یہ روایت ہے اور ظاہر روایت
صاحبین سے یہ ہے کہ اُنپر حج واجب ہے پس اگر کسی اور سے حج کرا دیں تو جب تک وہ عذر اُنمیں موجود ہے
تب تک کافی ہے اور جب وہ عذر زائل ہو جاوے تو اُنکو اپنی ذات سے حج کا اعادہ واجب ہے اور تحفہ سے

بھی یہی ظاہر ہی کہ اسنے اسی کو اختیار کیا ہی اسلیے کہ اُسنے صرف اسی کو بیان کیا ہی اور اسبیجابی کا بھی یہی
حال ہی اور محقق ابن ہمام نے فتح القدیر مین اسی کو تقویت دی ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور قید ہی اور وہ شخص جو
ایسے بادشاہ سے خائف ہو جو لوگون کو حج کے جانے سے منع کرتا ہی انہین لوگون [illegible] ہی اور اسی طرح
اُنکو بھی اپنی طرف سے لوگون سے حج کرانا واجب نہین یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور اندھا اگر سواری اور اپنی
خوراک کے خرچ پر قادر ہو تو اگر کوئی اُسکا ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اُسکو نہ ملے تو فقہا کے قول کے بموجب اُسپر
اپنی ذات سے حج کرنا لازم نہین اپنے مال سے حج کرانے مین اختلاف ہی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہی اور اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا ملے تو بھی امام ابو حنیفہ
کے نزدیک اپنی ذات سے حج واجب نہین صاحبین رح کے نزدیک اسمین دو روایتین ہین یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہی اگر کوئی شخص سواری اور خوراک کے خرچ کا مالک تھا اور تندرست تھا اور اسنے حج
نہین کیا یہان تک کہ اپاہج یا مفلوج ہو گیا تو بلا خلاف یہ حکم ہی کہ اُسکو اپنے مال سے حج کرانا لازم ہی یہ محیط مین
لکھا ہی اور یہ لوگ اگر تکلیف اُٹھا کر اپنی ذات سے حج کرین تو حج اُنسے ساقط ہو جائیگا اور اگر تندرست
ہو جاوینگے تو دوبارہ حج اُنپر واجب نہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے راستہ کی امن ہی ابو اللیث نے
کہا ہی کہ اگر راستہ مین سلامتی اکثر ہو تو حج واجب ہی اور اگر اکثر سلامتی نہو تو حج واجب نہین اور اسی پر اعتماد ہی
یہ تبیین مین لکھا ہی کرمانی نے کہا ہی کہ دریا کے راستہ مین جہان سے سوار ہونے کی عادت ہو اگر اکثر سلامتی ہو
تو واجب ہی ورنہ واجب نہین اور یہی اصح ہی اور سیحون اور جیحون اور فرات اور نیل یہ نہرین ہین دریا
نہین ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور دجلہ کا بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے
یہ ہی کہ اگر مکہ تک تین دن کا راستہ ہو تو عورت کے واسطے کوئی محرم ہونا ضرور ہی خواہ جوان عورت
ہو خواہ بوڑھی عورت ہو یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر تین دن سے کم کا راستہ ہو تو بغیر محرم کے حج کو جاسکتی ہی
یہ بدائع مین لکھا ہی اور محرم شوہر ہو یا وہ شخص ہو جس سے قرابت یا دودھ کی شراکت یا دامادی کے
رشتہ کی وجہ سے ہمیشہ کے واسطے نکاح جائز نہو یہ خلاصہ مین لکھا ہی اور یہ بھی شرط ہی کہ محرم امین اور عاقل
اور بالغ ہو آزاد ہو یا غلام کافر ہو یا مسلمان یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر محرم مجوسی ہو اور
وہ اپنے اعتقاد مین اُسکے ساتھ نکاح کرنا جائز سمجھتا ہو تو اُسکے ساتھ سفر نہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
قریب بلوغ لڑکے کا حکم مثل بالغ کے ہی عورت کا غلام اُسکے واسطے محرم نہین یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی جس
لڑکے کو ابھی احتلام نہین ہوتا اور جس مجنون کو افاقہ نہین ہوتا اُسکا اعتبار نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
عورت کو اپنے مال مین سے محرم کو بھی سواری اور خوراک دینا واجب ہی تاکہ وہ بھی اُسکے ساتھ حج کرے
اور جب محرم موجود ہو تو عورت کو حج واجب کے واسطے نکلنا ضرور ہی اگرچہ شوہر اجازت نہ دے اور
حج نفل کے واسطے بغیر اجازت شوہر کے نہ نکلے اور اگر عورت کا کوئی محرم نہو تو اُسکو حج کے واسطے
نکاح کرنا واجب نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ امام ابو حنیفہ رح
کے مذہب کے بموجب راستہ کی امن اور بدن کی سلامتی اور عورت کے واسطے محرم کا موجود ہونا

حج کے واجب ہونے کی شرط ہی یا اداکی بعض فقہانے کہا ہی کہ وجوب کی شرط ہی اور بعض نے کہا ہی کہ اداکی اور
یہی صحیح ہی اور خلاف کا فائدہ اُس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ حج سے پہلے مرجاوے تو پہلے قول کے بموجب
حج کرانے کی وصیت لازم نہین اور دوسرے قول کے بموجب لازم ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور منجملہ اُنکے
یہ ہی کہ عورت عدت مین نہو خواہ عدت شوہر کے مرنے کی ہو یا طلاق بائن کی یا طلاق رجعی کی یہ شرح
طحاوی مین لکھا ہی پس عورت طلاق یا موت کی عدت کے درمیان مین حج کے واسطے نہ نکلے اور اسی طرح
اگر عدت راستہ مین کسی شہر کے اندر واقع ہوئی اور وہان سے مکہ تک تین دن کی مسافت ہی تو جبتک عدت
پوری نہو جاوے تب تک اس شہر سے نہ نکلے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر حج کو نکلنے کے بعد
عدت واقع ہوئی اور عورت مسافر ہی تو اگر طلاق رجعی کی عدت ہی تو عورت اپنے شوہر سے جدا نہو اور شوہر
کے واسطے افضل یہ ہی کہ رجعت کرلے اور اگر طلاق بائن کی عدت ہی تو اجنبی کے حکم مین ہی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی۔ وجوب حج کی جو شرطین مذکور ہوئین جیسے خوراک اور سواری کا خرچ انکا اُسی حالت مین
اعتبار ہی جبکہ اُسوقت موجود ہون جسوقت اُس شہر کے آدمی مکہ کو حج کرنے کے واسطے جاتے ہون یہانتک
کہ اگر شروع سال مین حج کے مہینون سے پہلے سواری اور خوراک کے خرچ کا مالک ہوا اور ابھی اُسکے
شہر کے لوگ مکہ کو نہین جاتے تو اُسکو اختیار ہی اس مال کو جہان چاہے صرف کرے اور جب وہ مال صرف
کرچکا پھر اُس شہر کے لوگ حج کے واسطے نکلے تو اُسپر حج واجب نہین ہی لیکن اگر جسوقت شہر کے لوگ حج
کو نکلتے ہون اُس وقت مال موجود ہو تو اُسکو حج کے سوا اور کام مین صرف کرنا جائز نہین اور اگر صرف کریگا
تو گنہگار ہوگا اور اُسپر حج واجب ہی یہ بدائع مین لکھا ہی ادائے حج کے صحیح ہونے کے لیے تین شرطین ہین احرام
اور خانہ کعبہ اور وقت حج یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ رکن حج کے دو ہین وقوف عرفات اور طواف زیارت
لیکن طواف کے مقابلہ مین وقوف زیادہ قوی ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی یہانتک کہ اگر وقوف سے پہلے جماع
کیا تو حج فاسد ہوجاویگا اور طواف سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد نہوگا یہ شرح جامع صغیر مین لکھا ہی جو قاضی خان
کی تصنیف ہی۔ واجب حج مین پانچ ہین صفا و مروہ کے درمیان مین سعی کرنا یعنی جلد چلنا اور مزدلفہ مین ٹھہرنا
اور تینون جمرون مین کنکریان پھینکنا اور سر مونڈانا یا بال کترانا اور طواف الصدر یہ شرح طحاوی مین
لکھا ہی۔ حج کی سنتون مین طواف قدوم ہی اور اُسمین یا طواف فرض مین اکڑ کر چلنا اور دونون سبز
مناروں کے درمیان مین جلد چلنا ایام قربانی کی راتون مین سے کسی رات کو منی مین رہنا اور منی سے سورج
کے طلوع ہونے کے بعد عرفہ کو جانا اور مزدلفہ سے سورج کے نکلنے سے پہلے منی کو آنا یہ فتح القدیر مین
لکھا ہی۔ مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہی اور تینون جمرون مین ترتیب سنت ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
آداب حج کے یہ ہین کہ جب حج کے واسطے نکلنے کا ارادہ کرے تو فقہانے کہا ہی کہ اول اپنا قرض ادا کرے
یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور کسی سمجھ والے آدمی سے اُسوقت مین سفر کرنے مین مشورہ کرے اصل حج مین مشورہ
نہ کرے اسلیے کہ اُسکا خیر ہونا معلوم ہی اور اسی طرح اللہ سے بھی استخارہ کرے اور استخارہ سنت یہ ہی
کہ دو رکعتین سورہ قل ہو اللہ کے ساتھ پڑھے اور جو دعا استخارہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

ثابت ہوئی ہے اُسکا پڑھے اُسکے بعد توبہ کرے اور نیت خالص کرے اور جو چیز ظلم سے کسی کی لی ہو اُسکو پھیرے اور اُسکے مالکون سے معاف کراوے اسی طرح اگر اور کسی کی خطا کی ہو معاف کراوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ عبادت مین جو کمی ہو اُسکی بھی قضا پھیرے اور اس قصور پر نادم ہو اور آیندہ ایسا نہ کرنے کا ارادہ کرے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اور ریا اور غرور اور فخر کو دور کرے اسی واسطے بعض علما نے محمل مین سوار ہونا مکروہ لکھا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جب ان خیالات سے دور ہو تو مکروہ نہین اور مال حلال کے حاصل کرنے مین کوشش کرے اسلیے کہ حج بغیر مال حلال کے قبول نہین ہوتا لیکن فرض حج کا ادا ہو جاتا ہے اگرچہ مال غصب کا ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص حج کا ارادہ کرے اور اُسکے پاس مال مشتبہ ہو تو اُسکو چاہیے کہ قرض لیکر حج کرے اور اپنے مال سے قرض ادا کرے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ رفیق صالح اُسکے ساتھ ہو تاکہ اگر وہ کچھ بھول جائے تو وہ اُسکو یاد دلا دے اور جب وہ کسی مصیبت سے بیقرار ہو تو اُسکو صبر دلا دے اور جب وہ عاجز ہو تو اُسکی مدد کرے رفیق اقربا کی بہ نسبت اجنبی ہونا اولی ہے تاکہ یگانگی کے قطع ہو جانے کا خوف نہو وے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور ینابیع مین ہے کہ اپنے عیال کے واسطے نفقہ چھوڑے اور اپنے نفس کو پاک کرکے نکلے اور راستہ مین تقوی اختیار کرے اور اللہ کا ذکر بہت کرے غصہ سے بچے اور لوگون کی بات پر تحمل بہت کرے اور بیفائدہ باتون کو چھوڑنے سے اطمینان اور وقار حاصل کرے یہ تاتارخانیہ مین تعلیم اعمال حج کے بیان مین لکھا ہے۔ کرایہ کی سواری کا یہ لحاظ کرے کہ کسقدر بوجھ اُٹھا سکتی ہے اُس سے زیادہ بوجھ اُسپر نہ رکھے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور اُسپر طاقت سے زیادہ لادنے سے پرہیز کرے اور جو معمولی اُسکا چارہ ہے بلا ضرورت اُسمین کمی نہ کرے اگرچہ سواری اُسکی ملک ہو حج کے سفر کو تجارت سے خالی کرنا احسن ہے اور اگر تجارت کرے تو ثواب مین کمی نہین ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے سامان سفر کو بہت جھگڑ جھگڑ کر نہ خریدے اور راستہ کے خرچ مین کسی کے ساتھ شریک نہو اور اسطرح کرنا کہ ایک ایک روز ایک ایک رفیق سب کو کھانا کھلا دے زیادہ حلال ہے اور مستحب یہ ہے کہ بمتابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پنجشنبہ کے روز گھر سے نکلے ورنہ ہفتہ کے پہلے دوشنبہ کو گھر سے نکلے اور اپنے اہل و عیال اور بھائیون کو رخصت کرے اور اُنسے اپنی خطائین معاف کراوے اور اُنسے اپنے واسطے دعا طلب کرے اور اس کام کے واسطے اُنکے پاس جاوے اور جب حج سے لوٹکر آوے تو وہ اُسکے پاس آوین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور اسطرح سفر کرے جیسے کوئی دنیا سے سفر کرتا ہے اور گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعتین پڑھے اور اسی طرح جب حج سے لوٹکر آوے تو گھر پہونچنے کے بعد دو رکعتین پڑھے اور نکلتے وقت جو دوگانہ پڑھے اُسکے بعد یہ دعا پڑھے اللہم بک انتشرت والیک توجہت وبک اعتصمت وعلیک توکلت اللہم انت ثقتی وانت رجائی اللہم اکفنی ما اہمنی وما لا اہتم بہ وما انت اعلم بہ منی عز جارک ولا الہ غیرک اللہم زودنی التقوی واغفر لی ذنوبی ووجہنی الی الخیر اینما توجہت اللہم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکآبۃ المنقلب والحور بعد الکور وسوء المنظر فی الاہل والمال والولد جب وقت نکلنے کا ہوئے تو کہے بسم اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم توکلت علی اللہ اللہم وفقنی لما تحب وترضی واحفظنی من الشیطان الرجیم

اور آیۃ الکرسی اور قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایکبار پڑھے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی
سوار ہو کر حج کو جانا افضل ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ متفرقات سراجیہ مین ہی نوازل مین ہی کہ اگر مکہ قریب ہو تو پیدل
جانا افضل ہی اور دور ہو تو سوار جانا افضل ہی یہ متفرقات تاتارخانیہ مین ہی گدھے پر سوار ہو کر حج کو جانا مکروہ ہی ۔ اونٹنی
افضل ہی یہ فتاوی قاضیخان کے متفرقات مین لکھا ہی اور جب جانور پر سوار ہو تو یہ پڑھے بسم اللہ و الحمد للہ الذی ہدانا للاسلام
وعلمنا القران ومن علینا بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی جعلنی فی خیر امۃ اخرجت للناس سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا
لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون والحمد للہ رب العالمین یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور بہتر یہ ہی کہ جو حج کو جاوے وہ اول حج کرے
پھر مدینہ کو جاوے اور کبری مین ہی کہ اگر حج فرض ہو تو جسکو چاہے اول کرے اور باوجود اسکے اگر حج
فرض مین اول مدینہ کو چلا جاوے تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین حج کی تیسری فصل مین لکھا ہی جو چیزین
حج مین رکن ہین انکا کوئی بدل نہین ہوسکتا اور قربانی دیکر بھی انسے خلاصی نہین ہوسکتی لیکن جب انکو
کو ادا کرے تو ادا ہوتے ہین اور جو چیزین کہ واجب ہین اگر وہ چھوٹ جاوین تو انکا بدل ہو سکتا ہی
اور جو چیزین کہ سنت اور آداب ہین انکے چھوٹنے مین کچھ واجب نہین ہوتا لیکن برائی ہی یہ شرح طحاوی
مین لکھا وی مین ہی جن چیزون سے حج مین پرہیز کرتے ہین وہ دو قسم ہین ایک تو وہ کہ اپنی ذات مین
کرے اور وہ چھ ہین جماع اور سر منڈانا اور ناخن تراشنے اور خوشبو لگانا اور سر اور منھ ڈھکنا اور سلے ہوئے
کپڑے پہننا اور دوسری قسم وہ کہ دوسری چیزون سے کرے اور وہ یہ ہین حل و حرم مین شکار کو چھیڑنا اور
حرم کے درخت کاٹنا یہ جامع صغیر مین لکھا ہی جو قاضی خان کی تصنیف ہی اور تحفہ مین اور سوا اسکے اور کتابون
مین بھی یہی ہی یہ نہایہ مین لکھا ہی اور اسی سے ملتے ہوئے ہین یہ مسئلے اگر والدین ناراض ہون تو حج
کو جانا مکروہ ہی لیکن یہ حکم اسوقت ہی کہ باپ بیٹے کی خدمت کا محتاج ہو اور اگر وہ اسکی خدمت کا محتاج نہین ہی
تو حج کے جانے مین مضائقہ نہین اور اگر ماں باپ نہون تو دادون اور دادیون کا بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی
قاضی خان کے متفرقات مین لکھا ہی سیر الکبیر مین مذکور ہی کہ اگر باپ کے ہلاک ہو جانے کا خوف نہو تو حج کے واسطے
نکلنے مین مضائقہ نہین اور اسی طرح اگر اسکی بی بی اور اولاد اور انکے سوا وہ لوگ جنکا نفقہ اسکے ذمہ
واجب ہی اسکے حج کے جانے سے ناراض ہون اور انکے ہلاک ہونے کا خوف نہین ہی تو حج کے واسطے
نکلنے مین مضائقہ نہین ہی ۔ اور جو لوگ ایسے ہین کہ بتقدیر اسکے حاضر رہنے کے بھی اسپر انکا نفقہ لازم نہین ہوتا وہ
اگر ناراض ہون تو اگرچہ انکی ہلاکی کا خوف ہو تو بھی حج کے واسطے نکلنے مین مضائقہ نہین یہ محیط مین لکھا ہی
فتاوی شیخ ابو اللیث مین لکھا ہی کہ اگر کسی کا لڑکا امرد خوبصورت ہو تو باپ کو اختیار ہی کہ داڑھی نکلنے کے
وقت تک اسکو حج کے جانے سے منع کرے ملتقط مین ہی کہ حج فرض ماں باپ کی اطاعت سے اولی ہی اور
ماں باپ کی اطاعت حج نفل سے اولی ہی ۔ اور کبری مین ہی اگر سفر خوفناک ہو جیسے دریا کا سفر تو بغیر اجازت
ماں باپ کے حج کو نہ نکلے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی ۔ جس شخص پر قرض ہی اسکو جہاد اور حج کو جانا مکروہ ہی
اگرچہ اسکے پاس اسقدر مال نہو کہ اپنے قرض کو ادا کرے لیکن قرضخواہون سے اجازت حاصل
کرکے جانا جائز ہی ۔ اگر قرض کا کوئی کفیل ہو تو اگر وہ قرضدار کی اجازت سے کفیل ہوا ہی تو بغیر

اُن دونون کی اجازت کے نہ نکلے اور اگر بغیر اجازت قرضدار کے کفیل ہوا ہی تو جو شخص قرض کا مطالبہ کرتا ہی اُسکی بے اجازت نہ نکلے کفیل کی بے اجازت نکلنا جائز ہی یہ فتاوےٰ قاضی خان کے مقطعات مین لکھا ہی

دوسرا باب میقات کے بیان مین

وہ میقات جنسے بغیر احرام کے آگے بڑھنا جائز نہین پانچ ہین - اہل مدینہ کے واسطے ذو الحلیفہ اور اہل عراق کے واسطے ذات عرق اور اہل شام کے واسطے جحفہ اور اہل نجد کے واسطے قرن اور اہل یمن کے واسطے یلملم - میقات مقرر کرنے سے فائدہ یہ ہی کہ اُسکے آگے احرام مین تاخیر کرنا منع ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر اُس سے پہلے احرام باندھ لے تو جائز ہی اور اگر احرام کے ممنوعات کے صادر ہونے کا خوف نہو تو وہی افضل ہی ورنہ میقات تک احرام مین تاخیر کرنا افضل ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور یہ سب میقات اُن ملک والون کے واسطے ہین جنکی وہ میقات ہین اور اُنکے سوا اور لوگ جو اُس طرف سے گذرین اُنکے واسطے احرام باندھنے کا وقت ہین یہ تبیین مین لکھا ہی - جو شخص بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھ جاوے پھر دوسرے میقات مین چلا جاوے اور وہان سے احرام باندھے تو جائز ہی لیکن اپنے میقات سے اُسکا احرام باندھنا افضل ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور یہ حکم اُن لوگون کے واسطے ہی جو اہل مدینہ نہین ہین اسلیے کہ اہل مدینہ کو اپنے میقات سے خصوصیت زیادہ ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور جو شخص مکہ کو کسی ایسے راستہ سے جاوے جو عام راستہ نہین ہی تو وہ جب ان میقاتون مین سے کسی میقات کے مقابل ہو تو احرام باندھے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی جو شخص دریا مین سفر کرے اُسکے احرام باندھنے کا وقت وہ ہی کہ جب کسی میقات کے مقابل ہو وہان سے بغیر احرام کے آگے نہ بڑھے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر دریا یا خشکی کا راستہ ایسا ہو جاوے کہ وہ دونون میقاتون مین ہو کر گذرے تو ان مین سے جسکے مقابل ہونے کے وقت چاہے احرام باندھے اور جو میقات دور ہو اُسکے مقابلہ سے احرام باندھنا اولی ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر راستہ اس طرح ہو کہ کسی میقات کا مقابلہ نہوتا ہو تو جب مکہ دو منزل رہے تو وہان سے احرام باندھے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - جس شخص کے اہل و عیال میقات مین ہون یا میقات اور حرم کے درمیان مین ہون اُنکا میقات حج اور عمرہ کے واسطے وہ مقام حل کا ہی جو میقات و حرم کے درمیان مین ہی اور اگر حرم تک احرام مین تاخیر کرین تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی - مکہ والے حج کے واسطے احرام حرم سے باندھین اور عمرہ کے واسطے حل سے باندھین یہ کافی مین لکھا ہی پس جو شخص عمرہ کا ارادہ کرے وہ کسی جانب سے احرام باندھنے کے واسطے حل کو جاوے اور تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی آفاقی کو جائز نہین کہ بغیر احرام کے مکہ مین داخل ہو خواہ حج کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر داخل ہو گیا تو اُسپر حج یا عمرہ لازم ہو گا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جو شخص کہ میقات اور مکہ کے درمیان مین رہنے والا ہی جیسے بستانی تو اُسکو جائز ہی کہ اپنی ضرورتون کے واسطے مکہ مین بغیر احرام کے داخل ہو لیکن جب حج کا ارادہ کریگا تو بغیر احرام کے ادا نہوگا اور اسمین کچھ حرج نہین یہ کافی مین لکھا ہی - اسی طرح اگر مکہ کا رہنے والا لکڑیان یا گھاس لینے کو حل کی طرف کو جاوے پھر مکہ مین داخل ہو تو اُسکو بغیر احرام کے مکہ مین داخل ہونا جائز ہی اور آفاقی اگر اہل بستان مین شامل ہو جاوے تو اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی -

تیسرا باب احرام کے بیان مین

احرام کے واسطے ارکان بھی ہین اور شرطین بھی ہین رکن یہ کہ اُس سے کوئی ایسا فعل پایا جاوے جو حج کے خصائص مین سے ہو اور وہ دو قسم ہر پہلی قسم قول ہر یعنی یون کہے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک الخ اور یہ ایکبار کہنا شرط ہر اور اُس سے زیادہ سنت ہر اور اگر اُسکو چھوڑیگا تو گنہگار ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہر اور اگر لبیک کی جگہ تسبیح یا تحمید یا تہلیل یا تمجید کے کلمے کہے یا اُسکے مثل اور ذکر اللہ کا کیا اور اُس سے احرام کی نیت کی تو احرام صحیح ہو جاویگا بالاجماع یہی حکم ہر خواہ وہ لبیک اچھی طرح کہہ سکتا ہو یا نہ کہہ سکتا ہو اسی طرح اگر لبیک دوسری زبان مین کہے تو بھی احرام ہو جاویگا خواہ وہ عربی مین اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا نہ پڑھ سکتا ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہر اور عربی مین کہنا افضل ہر اور اگر صرف اللھم کہا اور اُسپر کچھ زیادہ نہین کیا تو جس شخص کا یہ قول ہر کہ اللھم کہنے سے نماز شروع ہو جاتی ہر اُسکے نزدیک احرام بھی شروع ہو جاتا ہر اور جس شخص کا یہ قول ہر کہ اُس سے نماز نہین شروع ہوتی تو اُسکے نزدیک احرام بھی نہین شروع ہوتا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہر دوسری قسم خصائص حج مین سے فعل ہر اور وہ یہ ہر کہ بدنہ یعنی قربانی کے اونٹ یا گاے کے گلے مین پٹے ڈالے اور اُسکو ہانکتا ہوا حج کے ارادے پر لے چلے تو احرام صحیح ہو جاتا ہر اگرچہ لبیک نہ کہی ہو خواہ وہ قربانی نفل کی ہو یا نذر کی ہو یا شکار وغیرہ کے عوض کی ہو اور اگر قربانی کسی شخص کے ساتھ بھیجی اور خود اُسکے ساتھ نہ گیا اسکے بعد پھر اُسطرف کو چلا تو جب تک قربانی سے مل نہ جاویگا تب تک صاحب احرام نہوگا لیکن اگر قربانی متعہ یا قران کی ہر تو قربانی کے ساتھ ملنے سے پہلے صرف اُسطرف کو متوجہ ہونے سے صاحب احرام ہو جاتا ہر یہ محیط سرخسی مین لکھا ہر پس جس وقت اُسکے ساتھ مل جاویگا اور اُسکو ہانکیگا تو نیت اس عمل سے قرین ہو گئی جو احرام کے خصائص مین سے ہر پس اسی طرح صاحب احرام ہو گیا جیسے ابتدا مین قربانی کے ہانکنے سے ہوتا یہ ہدایہ مین لکھا ہر اگر چند لوگ قربانی کے ایک اونٹ یا گاے مین شریک ہون اور وہ سب خانہ کعبہ کی طرف جاتے ہین اور ایک شخص نے اُن سب کے حکم سے اُس قربانی کے گلے مین پٹہ ڈالا تو سب کا احرام ہو گیا اور اگر اُنکے بغیر حکم ڈالا تو صرف اس شخص کا احرام ہو گیا اور ون کا نہوا پٹہ ڈالنے کی صورت یہ ہر کہ قربانی کے اونٹ یا گاے کی گردن مین نعل یا چمڑے کا ٹکڑا یا درخت کی چھال باندھ دے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہر اور اگر قربانی کے اونٹ یا گاے پر جھول ڈالی یا بکری کے گلے مین پٹہ ڈالا اور اُن دونون سے احرام کی نیت کر کے اُنکو لیچلا تو صاحب احرام نہوگا اور اسی طرح اگر اونٹ یا گاے کو اشعار کیا اور اُس سے احرام کی نیت کی تو بھی سب کے نزدیک یہی حکم ہر یہ مضمرات مین لکھا ہر اور تجلیل یعنی قربانی پر جھول ڈالنا اور پھر جھول تصدق کر دینا مستحب ہر اور پٹہ ڈالنا جھول ڈالنے سے زیادہ بہتر ہر یہ فتح القدیر مین لکھا ہر بدنہ اونٹ اور گاے کی قربانی کو کہتے ہین یہ ہدایہ مین لکھا ہر اور اشعار یہ ہر کہ اونٹ یا گاے کی کوہان مین بائین جانب زخم لگاوے جس سے خون بہے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک وہ مکروہ ہر اور صاحبین رح کے نزدیک وہ بہتر ہر یہ مضمرات مین لکھا ہر اور تجلیل یہ ہر کہ اونٹ یا گاے پر جھول ڈالے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہر شرط احرام کی نیت ہر اگر لبیک بغیر احرام کی نیت کے کہیگا تو احرام نہ بندھیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہر اور صرف نیت سے بھی احرام

شروع ہوگا جب تک لبیک یا اُسکے قائم مقام کوئی اور ذکر نہ کرے یا قربانی کو نہ ہانکے یا قربانی کے اونٹ یا گائے کے گلے مین پٹہ نہ ڈالے یہ مضمرات مین لکھا ہی اور جب احرام کا ارادہ کرے تو غسل کرے یا وضو کرے لیکن غسل کرنا افضل ہی اور یہ غسل ستھرائی کے واسطے ہی یہان تک کہ حیض والی عورت کو بھی اس غسل کا حکم ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور وہ غسل نفاس والی عورت اور لڑکے کے حق مین بھی مستحب ہی اور مستحب ہی کہ اپنے بدن کی پوری صفائی کرے ناخن اور مونچھین تراشے اور بغل اور زیر ناف کے بال مونڈے اور اگر مردون کو سر مونڈانے کی عادت ہو یا اُس دن سر منڈانے کا ارادہ کرے تو منڈا لے ورنہ بالون مین کنگھی کرے اور خطمی اور اشنان وغیرہ سے دھو کر غبار اور میل کو بالون سے اور جسم سے دور کرے اور مستحب ہی کہ جب احرام کا ارادہ کرے اور بی بی یا باندی ساتھ ہو اور کوئی مانع جماع کا نہو تو جماع کر لے اسلیے کہ یہ بھی سنت ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور سلے ہوئے کپڑے اور موزے کو اُتارے اور دو کپڑے پہن لے ایک تہبند اور ایک چادر دونون نئے ہون یا دُھلے ہوئے ہون اور نئے ہونا افضل ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر صرف ایک کپڑا پہن لے جس سے اُسکا ستر ڈھک جاوے تو جائز ہی یہ غیاثیہ شرح مختار مین لکھا ہی تہبند ناف سے گھٹنون کے نیچے تک ہی اور چادر پیٹھ اور کاندھون اور سینہ پر اوڑھکر ناف سے اوپر باندھے اور اگر دونون کونے اُسکے تہبند مین کھونس لے تو مضائقہ نہین اور اگر اُسکو کانٹے یا سوئی سے اٹکا دے یا اپنے اوپر ایک رسی باندھ لے تو بُرائی ہی اور کچھ واجب نہین ہوتا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے داخل کرے اور بائین کاندھے پر ڈالے اور داہنے کاندھے کو کھلا ہوا چھوڑ دے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی اور تیل لگاوے اور جونسا تیل چاہے لگاوے خوشبو کا ہو یا بے خوشبو اور فقہا کا اجماع اس بات پر ہی کہ احرام سے پہلے ایسی خوشبو کی چیز لگانا جائز ہی جسکا جرم احرام کے بعد تک لگا نہ رہے اگرچہ خوشبو اُسکی احرام کے بعد تک باقی رہے اور ایسے ہی وہ گاڑھی خوشبودار چیز جو احرام کے بعد تک لگی رہے جیسے کہ مشک اور غالیہ ہمارے نزدیک ظاہر روایت کے بموجب مکروہ نہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہی یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی کپڑے مین ایسی چیز خوشبودار لگانا جو احرام کے بعد تک لگی رہے کل کے قول کے بموجب جائز نہین یہ قول صاحبین رح کی ایک روایت کے بموجب ہی فقہا نے کہا ہی کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ پھر دو رکعتین پڑھے اور دونون مین جو چاہے پڑھے اور اگر پہلی رکعت مین الحمد اور قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت مین الحمد اور قل ہو اللہ احد تبرکاً بفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے تو افضل ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اکثر علما قل یا ایہا الکافرون کو سورۃ سے فارغ ہوکر آیۃ ربنا لا تزغ قلوبنا آخر تک پڑھتے ہین اور قل ہو اللہ سے فارغ ہوکر ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وہیئ لنا من امرنا رشدا پڑھتے ہین یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اس نماز کو وقت مکروہ مین نہ پڑھے اور اگر صرف فرض نماز پڑھ لی تو بھی کافی ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی پھر جب نماز سے فارغ ہو تو اللہ سے آسانی کی دعا مانگے اور یہ دعا پڑھے اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی یہ محیط مین لکھا ہی پھر نماز کے بعد یا سوار ہونے کے بعد لبیک کہے اور ہمارے نزدیک لبیک نماز کے بعد افضل ہی یہ فتاوی قاضی خان

مین لکھا ہی اور لبیک اسطرح کہے لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد للہ والنعمۃ لک والملک لک لاشریک لک ان النعمت کے الف کی زبر سے بھی روایت ہی اور زیر سے بھی روایت ہی اور زیر سے پڑھنا اصح ہی کرخی نے کہا ہی کہ سب کلمات پڑھے اور اسنے کم ذکر کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اسنے اور زیادہ کرے تو بہتر ہی جیسے یون کہے لبیک الہ الخلق لبیک غفار الذنوب لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک والرغباء الیک یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور کم کرنا بالاتفاق مکروہ ہی یہ بحرالرائق مین ہی پھر جب لبیک کہہ چکے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جو نیکیون کے سکھانے والے ہین اور جو دعا چاہے پڑھے لیکن درود پڑھتے وقت آواز پست کرے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور نمازون کے بعد جسقدر ہو سکے لبیک کی کثرت کرے یہ محیط مین لکھا ہی اور یہی ظاہر روایت ہی طحاوی نے کہا ہی کہ فرض نمازون کے بعد لبیک کہے قضا اور نفل کے بعد نہ کہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اسی طرح جب کسی سوار سے ملے یا بلندی پر چڑھے یا پستی مین اُترے اور صبح کے وقت اور سوتے سے جاگنے کے وقت لبیک کہے یہ محیط مین لکھا ہی اور جب سواری کو پھیرے اور سوار ہو اور سواری سے اُترے لبیک کہے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور ہمیشہ لبیک مین آواز بلند کرے مگر اتنی بلند نہ کرے کہ مشقت حاصل ہو یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اسی سے ملتے ہوئے ہین یہ مسئلے اگر لبیک کہکر قران یا افراد کی نیت کرے تو جو نیت کی ہی اُسی کا احرام ہوگا اگرچہ اُن دونون مین سے کسی کا ذکر احرام مین نہین کیا یہ ایضاح مین لکھا ہی۔ امام محمد رح سے مروی ہی کہ جب کوئی شخص حج کے ارادہ پر سفر کو نکلے اور احرام باندھتے وقت اُسکی نیت حاضر نہو تو وہ احرام حج کا ہی پھر اُنسے پوچھا گیا کہ کوئی شخص سفر کو نکلا اور کچھ اُسکی نیت نہ تھی اور اُسنے احرام باندھا اور کچھ نیت نہین کی تو اُنھون نے جواب دیا کہ جب تک خانہ کعبہ کا طواف نہین کیا ہی تب تک جسکی چاہے اُسکی نیت کر لے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور جب ایک مرتبہ طواف کر لیگا تو احرام اُسکا عمرہ کا ہو جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر طواف نہین کیا یہانتک کہ مجامعت کر لی یا کوئی مانع پیش آگیا تو احرام اُسکا عمرہ کا سمجھا جاویگا اسواسطے کہ قضا واجب ہوئی پس ہم اُس چیز کو واجب سمجھینگے جو کم ہو اور یقینی ہو اور وہ عمرہ ہی یہ ایضاح مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور اُسپر حج فرض تھا اور اُسنے نہ فرض کی نیت کی نہ نفل کی تو وہ حج فرض کا احرام ہوگا اور وہ فقط حج کی نیت سے ادا ہو جاتا ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر میقات مین یا غیر میقات مین دو حجون کا احرام باندھا تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون حج ہو جاتے ہین اور اسی طرح اگر میقات مین یا غیر میقات مین دو عمرون کا احرام باندھا تو دونون لازم ہو جاوینگے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی کسی نے احرام باندھا اور نہ حج کی نیت کی نہ عمرہ کی پھر دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھا تو پہلا احرام عمرہ کا ہوگا اور اگر دوسرا عمرہ کی نیت سے باندھا تو پہلا احرام حج کا ہوگا اور اگر دوسرے احرام مین کچھ نیت نہین کی تو قران ہوگا اور اگر لبیک حج کی کہی اور نیت عمرہ کی ہی یا لبیک عمرہ کی کہتا ہی اور نیت حج کی کرتا ہی تو جسکی نیت کرتا ہی اُسی کا احرام ہوگا اور اگر لبیک حج کی کہتا ہی اور نیت عمرہ اور حج کی کرتا ہی تو قران ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے کسی چیز کا احرام باندھا اور اُسکو بھول گیا تو اُسپر حج اور عمرہ لازم ہوگا اور اگر دو چیزون کا احرام باندھا تھا

اور اُن دونون کو بھول گیا تو بھی استحسان کے بموجب حج اور عمرہ بطور قرآن لازم ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میز لکھا ہی۔ اگر صرف حج کا احرام باندھا تو اُسی سال کے حج کا احرام ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر نذر اور نفل کا احرام باندھا تو نفل کا احرام ہوگا اور اگر فرض و نفل کا احرام باندھا تو امام ابوحنیفہ رہ کے نزدیک نفل کا احرام ہوگا اور اصح قول کے بموجب امام ابویوسف رہ کا بھی یہی قول ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی

چوتھا باب اُن افعال کے بیان مین جو بعد احرام کے ہوتے ہین

جب احرام باندھے تو جو چیزین منع ہین اُنسے بچے جیسے رفث اور فسوق اور جدال۔ رفث جماع کو کہتے ہین۔ اور فسوق نافرمانیون کو اور اللہ کی بندگی سے باہر نکلنے کو کہتے ہین۔ اور جدال اپنے رفیقون سے جھگڑا کرنے کو کہتے ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور کسی شکار کو نہ مارے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور شکار سے کچھ تعرض نہ کرے نہ اُسکو پکڑے نہ اُسکی طرف اشارہ کرے نہ کسی کو بتا دے اور نہ شکار کرنے مین کسی کی مدد کرے اور نہ سلا ہوا کپڑا پہنے نہ کرتا نہ قبا نہ پائجامہ نہ عمامہ نہ ٹوپی نہ موزہ لیکن اگر موزہ کو کعبین سے نیچے کاٹ لے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور کعب سے مراد یہان وہ جوڑ ہی جو پانون کے وسط مین تسمہ کی گرہ لگانے کے مقام پر ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے اور منھ اور ٹھوڑی اور رخسارہ کو بھی نہ ڈھکے اگر اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے تو مضائقہ نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور جس طرح موزے نہین پہنتا اُسی طرح جرابین بھی نہ پہنے یہ محیط مین لکھا ہی۔ سلے ہوئے کپڑے کو پہننا اسی وقت حرام ہی جب موافق عادت کے پہنے یہان تک کہ اگر کرتا یا پائجامہ کو بطور تہ بند باندھ لے یا قبا کو کاندھون پر ڈالکر اُس مین دونون مونڈھے داخل کرے ہاتھ نہ داخل کرے تو مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ صاحب احرام کو ہمیانی یا پٹکہ باندھنے مین کچھ مضائقہ نہین خواہ ہمیانی مین اُسکا خرچ ہو یا غیر کا ہو اور خواہ پٹکہ کو ریشم سے باندھے یا سیور سے یہ بدائع اور سراج الوہاج مین لکھا ہی طیلسان کو گھنڈی یا کانٹے سے نہ اٹکا وے اسواسطے کہ وہ سلے ہوئے کے مشابہ ہو جاویگی۔ خز اور کتان کا باریک کپڑا پہننا کروہ نہین بشرطیکہ سلے ہوئے نہون یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ رنگین کپڑا نہ پہنے خواہ کسم کا رنگ ہو یا زعفران کا یا اور کسی چیز کا لیکن اگر ایسا دھلا ہوا کپڑا ہو کہ اسمین نفض نہو تو مضائقہ نہین ہی بعضون نے کہا ہی کہ نفض کے معنی یہ ہین کہ رنگ اُسکا بدن پر چھوٹتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ نفض کے معنی یہ ہین کہ اُسمین رنگ کی بو آتی ہو یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور سر اور بدن کے بال نہ مونڈے اور اس حکم مین استرہ سے بال مونڈنا یا نورہ سے بال گرانا یا دانتون سے یا اور کسی طرح بال اکھاڑنا برابر ہی اور اپنی داڑھی نہ کترا وے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اپنے ناخن قدا بھی نہ ترشا وے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ خوشبو کو ہاتھ سے بھی نہ چھوے اگرچہ لگانے کا ارادہ نہ کرتا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور تیل نہ لگاوے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ مہندی سے خضاب نہ کرے اسواسطے کہ اسمین بھی خوشبو ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ جس سرمہ مین خوشبو ہو اُسکے لگانے مین مضائقہ نہین ہی۔ حالت احرام مین اپنی عورت کا بوسہ نہ لے اور نہ شہوت سے مساس کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور نہ خطمی سے اپنا سر اور داڑھی دھووے اور نہ اپنا سر کھجلاوے اور اگر کھجلانے کی ضرورت ہو تو بہت آہستہ کھجلاوے

تاکہ کوئی بال نہ گرے اور کوئی جون نہ مرے یہ دونون باتین ممنوع ہین اور اگر اُسکے سر پر بال نہون یا پھوڑے وغیرہ نہون تو زور سے کھجلانے مین مضائقہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ مکان یا اونٹ کے کجاوہ کے سایہ تلے آجانے مین مضائقہ نہین یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر خیمہ کا سایہ کرے تو بھی مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر کعبہ کے پردہ کے نیچے داخل ہوجاوے اور اسمین چھپ جاوے لیکن وہ پردہ اُسکے سر اور منھ سے جدا ہو تو مضائقہ نہین اور اگر پردہ سر اور مُنھ پر پہونچے تو مکروہ ہی اسلیے کہ اسمین سر اور منھ ڈھک جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور صاحب احرام کو پچھنے لگانے اور فصد لینے اور ٹوٹے ہوئے جوڑ کو باندھنے اور ختنہ کرنے مین مضائقہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اذخر کے سوا درخت حرم کے نہ کاٹے اور جو شخص احرام سے باہر ہو اُسکے لیے بھی یہی حکم ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی

پانچوان باب ادائے حج کی کیفیت مین

مستحب ہی کہ مکہ کو داخل ہونے کے واسطے غسل کرے اور مکہ مین بلند راستہ کی طرف سے داخل ہو جسکو کدا کہتے ہین اور وہ مکہ کی بلند زمین کی طرف اونچی سڑک ہی اور حج کے واسطے رات مین داخل ہو یا دن مین کچھ حرج نہین عمرہ کے واسطے بھی یہی حکم ہی یہ تبیین مین لکھا ہی جب مکہ مین داخل ہو تو اسباب رکھنے کے بعد اول مسجد مین جاوے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور مستحب یہ ہی کہ وہان کو لبیک کہتا ہوا جاوے اور اُس دروازہ سے جاوے جسکو باب بنی شیبہ کہتے ہین اور اُدھر سے مسجد حرام مین عاجزی اور خشوع کے ساتھ لبیک کہتا ہوا اور اُس مقام کی عظمت اور جلال کا لحاظ کرتا ہوا داخل ہووے اور جو شخص مزاحم ہو اُسکے ساتھ نرمی سے پیش آوے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور مسجد مین ننگے پانون داخل ہو لیکن اگر اُسکو ننگے پانون چلنا نقصان کرتا ہو تو کچھ پہن لے یہ اختیار مین لکھا ہی اور داخل ہوتے وقت اول داہنا پانون بڑھائے اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ اللھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیھا اللھم انی اسئلک فی مقامی ہذا ان تصلی علی سیدنا محمد عبدک ورسولک وان ترحمنی وتقیل عثرتی وتغفر ذنوبی وتضع عنی وزری یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور جسوقت خانہ کعبہ کو دیکھے اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ کہے اور یون پڑھے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام اللھم زد بیتک ہذا تعظیما وتشریفا ومھابۃ وزد من تعظیمہ وتشریفہ من حجہ واعتمرہ تعظیما وتشریفا ومھابۃ یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اسکے سوا اور جو چاہے دعا پڑھے پھر حجر اسود سے ابتدا کرے اور کہین سے ابتدا نہ کرے لیکن اگر قوم نماز مین ہو تو نماز مین داخل ہوجائے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور حجر اسود کی طرف کو رخ کرکے تکبیر کہے اور دونون ہاتھ اُٹھائے جیسے نماز کی تکبیر کہتا ہی پھر دونون ہاتھ چھوڑ دے یہ فتاوی قاضی خان و بدائع اور دوسری کتابون مین لکھا ہی اور صحیح یہ ہی کہ ہاتھ دونون مونڈھون تک اُٹھاوے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور حجر اسود کو بوسہ دے اور بوسہ دینے کا قاعدہ یہ ہی کہ دونو ہاتھ حجر اسود پر رکھے اور اُسکو چومے اگر بغیر کسی کی ایذا دینے کے ایسا ہوسکے تو کرے اور اُسکو بوسہ دیتے وقت یہ پڑھے بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم اغفر لی ذنوبی وطہر لی قلبی واشرح لی صدری ویسر لی امری وعافنی فیمن عافیت یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر بغیر کسی کی ایذا کے اُسکو بوسہ نہین دے سکتا تو اُسکو ہاتھ سے چھو کر اور اپنے ہاتھ کو چوم لے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تو کوئی شاخ وغیرہ ہاتھ مین لیکر اُس پتھر کو لگا دے پھر اُسکو چوم

یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر یہ کچھ نہ کرسکے تو اُسکی طرف کو رخ کرے اور دونون ہاتھ اسطرح اُٹھاوے کہ اندر کی جانب ہاتھون کی حجر اسود کی طرف کو ہو اور اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ اور درود پڑھے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی حجر اسود کی طرف کو منھ کرنا مستحب ہی واجب نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور ہتھیلیون کی اندر کی جانب آسمان کی طرف کو نکرے جیسے اور دعا مین کرتے ہین یہ نہایہ مین لکھا ہی اور یہ دعا پڑھے اللہ اکبر اللہم اعطنی ایمانا وتصدیقا بکتابک ووفاء بعہدک واتباعا لنبیک وسنۃ نبیک اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ امنت باللہ وکفرت بالجبت والطاغوت یہ محیط مین لکھا ہی پھر اپنے داہنی طرف جدھر کعبہ کا دروازہ ہی وہان سے شروع کرے اور سات مرتبہ طواف کرے اور اس سے پہلے اضطباع کرلے یعنی اپنی چادر کو اپنے ہاتھ کے نیچے سے نکالکر بائین کاندھے پر ڈال لے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور چاہیے کہ طواف حجر اسود کے اُس کنارہ سے شروع کرے جو رکن یمانی کی طرف ہی تاکہ تمام بدن اُسکا حجر اسود کے سامنے کو گذر جاوے اور جو شخص کہ تمام بدن کے گذرنے کو شرط کرتا ہی اُسکے خلاف سے بچ جاوے اور شرح اُسکی یہ ہی کہ حجر اسود کی طرف کو رخ کرکے اسطرح کھڑا ہو کہ تمام حجر اسود داہنی طرف رہے پھر اسی کی طرف کو رخ کیے ہوئے چلے یہان تک کہ حجر اسود سے آگے بڑھ جاوے اور جب اُس سے گذر جاوے تو پھر جاوے اور خانہ کعبہ کو اپنے بائین ہاتھ کی طرف کرے اور یہ حکم صرف طواف شروع کرتے وقت ہی پھر نہین اور اگر بائین طرف سے طواف شروع کرے تو برائی کے ساتھ جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اضطباع کے معنی یہ ہین کہ چادر کا ایک کنارہ بائین کاندھے پر ڈالے اور پھر چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکالکر دوسرا کنارہ بھی بائین کاندھے پر ڈالے داہنا کاندھا کھلا ہوا ہو اور بایان کاندھا چادر کے دونون کنارون سے ڈھکا ہوا ہو حجر اسود سے شروع کرکے پھر حجر اسود تک ایک مرتبہ طواف ہوتا ہی یہ کافی مین لکھا ہی حجر اسود سے طواف شروع کرنا ہمارے عامہ مشایخ کے نزدیک سنت ہی۔ اور اگر اور کہین سے طواف شروع کرے تو جائز ہی اور مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور طواف حطیم کے باہر سے کرے یہان تک کہ اگر اُس خالی جگہ مین داخل ہوا جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان مین ہی تو طواف جائز نہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور پھر طواف کا اعادہ کرے اور اگر پھر صرف حطیم کا طواف کرلے تو بھی جائز ہی یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی اور جب طواف کرتا ہوا حجر اسود کے سامنے آوے تو اگر بغیر کسی کو ایذا دیے ہوئے اُسکو چوم سکے تو چومے اور اگر نہین ہوسکتا تو حجر اسود کی طرف کو رخ کرکے تکبیر اور تہلیل کہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور حجر اسود کے بوسہ دینے پر ہی طواف ختم کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر حجر اسود کے بوسے سے طواف شروع کیا اور اُسی پر ختم کیا اور اُسکے درمیان کے طوافون مین حجر اسود کا بوسہ چھوڑ دیا تو جائز ہی اور اگر سب طوافون مین چھوڑ دیا تو بُرا کیا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی ظاہر روایت کے بموجب رکن یمانی کو بھی بوسہ دینا بہتر ہی یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر اُسکو بوسہ نہ دے تو کچھ حرج نہین اور رکن عراقی اور رکن شامی کو بوسہ نہ دے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی پہلے تین دفعہ کے طواف مین اکڑکر چلے اور باقی طوافون مین اپنی ہیئت اصلی کے موافق چلے یہ کافی مین لکھا ہی۔ جس طواف کے بعد سعی ہی اُسمین اکڑکر چلنے کا حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اکڑکر چلنے سے مراد یہ ہی کہ جلد جلد چلے اور اپنے دونون کاندھے

کو اسطرح ہلاوے جسطرح لڑنے والا سپاہی لڑائی کی دو صفون کے درمیان مین اپنا فخر ظاہر کرنے کے واسطے جھومتا ہی اور یہ اکڑنا حجر اسود سے شروع کرکے پھر حجر اسود تک چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر لوگون کے اژدحام کی وجہ سے یہ کیفیت ادا نہ کر سکے تو ٹھہر جاوے اور جب راستہ پاوے اسکو ادا کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر پہلی مرتبہ سے طواف مین اکڑکر نہ چلا تو پھر اُسکے بعد دو طوافون مین اکڑکر چلے اور طواف مین اکڑکر نہ چلے اور اگر پہلے تین طوافون مین اکڑکر چلنا بھول گیا تو باقی طوافون مین اکڑکر نہ چلے اور اگر کل طوافون مین اکڑکر چلا تو اُسپر کچھ لازم نہین یہ بحرالرائق مین لکھا ہی اور اگر اس طواف کے بعد سعی کرنا منظور نہین ہی اور طواف زیارت تک اسکی تاخیر کرنا منظور رہے تو اس طواف مین اکڑکر نہ چلے یہ تبیین مین لکھا ہی اور اس طواف کا نام طواف قدوم اور طواف تحیت اور طواف لقا ہی اور یہ طواف اہل مکہ کے واسطے نہین یہ کافی مین لکھا ہی اور اگر صاحب احرام اول مکہ مین داخل نہوا اور اول عرفات کو چلا گیا اور وہان وقوف کیا تو طواف قدوم اُس سے ساقط ہوگیا یہ ہدایہ مین لکھا ہی جب طواف سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم مین آوے اور وہان دو رکعتین پڑھے اور اگر لوگون کے اژدحام کی وجہ سے وہان نہ پڑھ سکے تو مسجد مین جہان جگہ پاوے وہان پڑھے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر مسجد سے باہر پڑھے تو بھی جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ یہ دونون رکعتین ہمارے نزدیک واجب ہین پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے اگر ان دونون رکعتون کے بدلے فرض نماز پڑھ لے تو ہمارے نزدیک جائز نہین۔ نماز کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑا ہوکر دنیا اور دین کے کامون مین سے جسکی حاجت ہو اُسکی دعا مانگے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ طواف کی دونون رکعتین ایسے وقت مین پڑھے جسوقت مین نفل کا ادا کرنا مباح ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور مستحب ہی کہ دو رکعت پڑھنے کے بعد صفا کے جانے سے پہلے زمزم کے پاس آوے اور اُسکا پانی خوب پیٹ بھر کر پیے اور باقی پانی کنوین مین ڈالدے اور یہ دعا پڑھے اللہم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء پھر صفا کی طرف نکلنے سے پہلے ملتزم کی طرف آوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جب صفا و مروہ مین سعی کرنے کا ارادہ کرے تو پھر حجر اسود کے پاس آوے اور اسکو بوسہ دے یہ تبیین مین لکھا ہی اگر ممکن ہو تو بوسہ دے اور اگر نہو سکے تو حجر اسود کی طرف کو رخ کرکے تکبیر و تہلیل کہے اور اگر اس طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان مین سعی کرنے کا ارادہ نہین ہی تو طواف کی نماز کے بعد پھر حجر اسود کے پاس نہ جاوے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اصل اسمین یہ ہی کہ جس طواف کے بعد سعی کرے اُسمین طواف کی نماز کے بعد حجر اسود کے بوسہ دینے کا اعادہ کرے اور جس طواف کے بعد سعی نہین ہی اُسمین حجر اسود کے بوسہ کا اعادہ نکرے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی پھر صفا کی طرف کو نکلے اور افضل یہ ہی کہ باب الصفا سے نکلے اور باب الصفا باب بنی مخزوم کو کہتے ہین اور اُدھر سے نکلنا ہمارے نزدیک سنت نہین ہی اگر اور طرف سے نکلے تو جائز ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی باہر نکلتے وقت اول بایان پاؤن بڑھاوے یہ تبیین مین لکھا ہی اول صفا کی طرف جاوے اور اُسپر چڑھے اور صفا و مروہ پر چڑھنا سنت اگر دونون پر نہ چڑھے تو مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اسقدر چڑھے کہ بیت اللہ سامنے نظر آنے لگے اور بیت اللہ کی طرف رخ کرے اور دونون ہاتھ اُٹھاوے اور تکبیر کہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ اور ثنا اور درود پڑھے اور اللہ سے اپنی حاجتین مانگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ دعا کے وقت دونون ہاتھ آسمان

کی طرف کو اُٹھا وے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی پھر وہان سے مروہ کی طرف کو اُترے اور اپنی معمولی چال سے
چلے جب بیچے کی زمین مین آوے تو جب سبز مینار کے پاس پہونچے تو اُسکے بیچے کی زمین مین جھپٹ کر چلے یہان تک
کہ اُس سبز مینار سے آگے بڑھ جاوے اور جب اُس سے آگے بڑھ جاوے تو اپنی اصلی چال چلے یہان تک کہ
مروہ تک آوے پھر اُسپر چڑھے اور قبلہ رخ کھڑا ہو اور الحمد للہ اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور ثنا اور درود پڑھے
اور سب افعال جو صفا پر کیے تھے یہان بھی کرے اور اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان مین سات مرتبہ آوے جاوے
صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اور بیچے کی مین مین ہر مرتبہ سعی کرے یعنی جھپٹ کر چلے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی
صفا سے مروہ تک سعی ایکبار اور اسی طرح مروہ سے صفا تک ایکبار ہوتی ہی یہی مختار ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی
اور یہی صحیح ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر سعی اُسکے برعکس کرے یعنی مروہ سے شروع کرے تو ہمارے
بعض اصحاب نے کہا ہی کہ اُسکا اعتبار کیا جاویگا لیکن مکروہ ہی اور صحیح یہ ہی کہ پہلی مرتبہ کا اعتبار نہ کیا جاویگا یہ ذخیرہ
مین لکھا ہی۔ اور سعی مین شرط یہ ہی کہ طواف کے بعد ہو یہان تک کہ اگر سعی کے بعد طواف کیا تو اگر مکہ مین ہی تو سعی کا
اعادہ کرے اور اگر احرام سے باہر ہوجانے کے بعد سعی کی تو بالاجماع جائز ہی اور اسی طرح حج کے مہینون کے
بعد بھی جائز ہی۔ اور حیض و جنابت صحت سعی کی مانع نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اصل اسمین یہ ہی کہ حج کے
احکام مین سے جو عبادت مسجد سے باہر ادا ہوتی ہی اُسمین طہارت شرط نہین ہی جیسے کہ سعی اور عرفہ اور مزدلفہ کا
وقوف اور جمرون مین کنکریان مارنا اور مثل اُسکے اور جو عبادت مسجد مین ہوتی ہی اُسمین طہارت شرط ہی اور طواف
مسجد مین ادا ہوتا ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی جو شخص حج جدا کرے وہ جب طواف قدوم کرے تو افضل یہ ہی کہ اُسکے
بعد سعی نہ کرے اور طواف زیارت کے بعد سعی کرے اور امام ابو حنیفہ رح سے یہ روایت ہی کہ اگر آٹھوین تاریخ
یا اُس سے پہلے حج کا احرام باندھے تو افضل یہ ہی کہ منی کے آنے سے پہلے طواف اور سعی کرلے لیکن اگر آٹھوین
تاریخ کے زوال کے بعد احرام سے باہر ہوگیا تو یہ حکم نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کوئی شخص طواف یا سعی کرتا ہی
اور اُسوقت نماز کی اقامت ہوئی تو طواف اور سعی کو چھوڑ دے اور نماز پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جسقدر
طواف یا سعی باقی ہی وہ ادا کرلے۔ اور اگر جنازہ کی نماز طیار ہوئی تو سعی کو چھوڑ کر نماز مین شریک ہوا اور جب فارغ ہو تو جسقدر
سعی باقی ہی اُسکو ادا کرے یہ فتح القدیر مین ہی طواف اور سعی مین خرید و فروخت کی باتین کرنا مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی
اور جب سعی سے فارغ ہو تو مسجد مین داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھے پھر مکہ مین احرام کی حالت مین آٹھوین تاریخ تک ٹھہرا رہے
اس حالت مین بھی جو چیزین احرام مین منع ہین وہ اُسکو جائز نہین ہین پس جب تک مکہ مین ہی جب چاہے خانہ کعبہ کا طواف کرے
اور ہر طواف سات مرتبہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ لیکن ان دنون مین جو طواف کرے اُسکے بعد سعی نہ کرے
اور ہمیشہ سات مرتبہ کے طواف کے بعد دو رکعتین ایسے وقت مین پڑھے جسمین نفل جائز ہوتے ہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی
اور ایک مرتبہ سات طواف کرکے بغیر طواف کی نماز کے امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب دوسرا سات مرتبہ کا طواف کرنا
خواہ جفت مرتبہ طواف کرکے چھوڑ دیا ہو خواہ طاق مرتبہ یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ نفل طواف مسافرون کے واسطے نفل
نماز سے افضل ہی اور اہل مکہ کے واسطے نفل نماز اولی ہی یہ شرح طحاوی اور بحر الرائق مین لکھا ہی طواف کے وقت اللہ کا ذکر کرنا قرآن
پڑھنے سے افضل ہی یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ اور جب آٹھوین تاریخ سے ایک دن پہلے ہو تو اُس روز ایک خطبہ

پڑھنا چاہیئے جسمین لوگون کو منی کی طرف جانے اور عرفات مین نماز پڑھنے اور وقوف کے احکام سکھائے اور حج مین کل تین خطبہ ہین
پہلا خطبہ یہی ہی جسکا ہمنے ذکر کیا اور دوسرا خطبہ عرفہ کے دن عرفات مین اور تیسرا خطبہ گیارھوین تاریخ منی مین ہی پس ایک ایک
دن کا فصل تینون خطبون مین کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی عرفہ کے خطبہ کے سوا جو دو خطبہ ہین وہ ایک ہی ہی اُسکے درمیان
مین نہ بیٹھے لیکن عرفہ کے دن کا خطبہ دو خطبہ ہین اُنکے درمیان مین بیٹھے اور کل خطبہ زوال کے بعد اور ظہر کی نماز کے بعد ہین لیکن عرفہ
کے دن کا خطبہ زوال کے بعد اور ظہر کی نماز سے پہلے ہی یہ تبیین مین لکھا ہی پھر آٹھوین تاریخ صبح کی نماز اور سورج کے نکلنے کے
بعد سب لوگون کے ساتھ منی کو جاوے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر سورج کے نکلنے سے پہلے گیا تو جائز ہی
اور بعد کو جانا اولے ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور ان سب حالتون مین مکہ مین ہو یا مسجد الحرام مین ہو یا اور کہین ہو
لبیک نہ چھوڑے اور مکہ سے نکلتے وقت لبیک کہے اور جو دعا چاہے پڑھے اور لا الہ الا اللہ پڑھے یہ تبیین مین
لکھا ہی رات کو منی مین رہے اور وہین صبح کی نماز عرفہ کے روز اول وقت اندھیرے مین پڑھے پھر عرفات
کی طرف متوجہ ہو اور اگر آٹھوین تاریخ ظہر کی نماز مکہ مین پڑھی پھر وہان سے نکلا تو رات کو منی مین آیا تو کچھ مضائقہ نہین اور رات
کو مکہ مین رہا اور وہین عرفہ کے روز صبح کی نماز پڑھی پھر منی مین ہوتا ہوا عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو بھی جائز ہی لیکن برا ہی
اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی چھوٹتی ہی اور اگر آٹھوین تاریخ جمعہ ہو تو زوال سے پہلے منی کو جانا جائز ہی اسلیے
کہ اسوقت مین جمعہ واجب نہین اور زوال کے بعد جمعہ واجب ہی اسلیے کہ جب تک جمعہ نہ پڑھ لے تب تک نہ نکلے
یہ تبیین مین لکھا ہی جب عرفات مین پہونچے تو جہان چاہے وہان اُترے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور پہاڑ
کے قریب اُترنا افضل ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ راستہ مین نہ اُترے تاکہ چلنے والون کو تکلیف نہو یہ محیط مین لکھا ہی
اور جب سورج کو زوال ہو تو اگر چاہے غسل کرلے اور اسوقت امام منبر پر چڑھے پھر موذن ایسی حالت مین
اذان دے کہ امام منبر پر ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور یہی ظاہر مذہب ہی اور یہی صحیح ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ پھر
اذان کے بعد کھڑے ہوکر دو خطبہ پڑھے اور اُن دونون کے درمیان جلسہ کرے جیسے کہ جمعہ کے خطبہ مین ہوتا ہی
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر بیٹھ کر خطبہ پڑھا تو جائز ہی لیکن کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہی اور اگر خطبہ نہ پڑھا یا
زوال سے پہلے پڑھا تو جائز ہی اور برا کیا یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ اس خطبہ مین لوگون کو وقوف عرفہ اور
اور وقوف مزدلفہ اور عرفات سے مزدلفہ کو جانے اور قربانی کے دن جمرۃ العقبہ مین کنکریان مارنے اور
قربانی اور سر مونڈانے اور طواف زیارت اور قربانی کے دوسرے دن تک کے سارے احکام سکھائے
یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ پھر خطبہ کے بعد امام اُترے اور امام ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت
مین ایک اذان اور دو اقامتون سے پڑھے اور اُن دونون مین جہر نہ کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ ان دونون
نمازون کے درمیان مین ظہر کی سنتون کے سوا اور نفل نہ پڑھے اور اگر نفل پڑھے تو مکروہ ہی اور
ظاہر روایت کے بموجب عصر کی اذان کا اعادہ کرے یہ کافی مین لکھا ہی اسی طرح اگر کسی اور عمل مین
مشغول ہوا جیسے کھانے اور پینے مین تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ دونون نمازون کے جمع کرنے
یعنی عصر کو اپنے وقت سے ظہر کے وقت مین ادا کرنے کے واسطے بہت سی شرطین ہین منجملہ اُنکے یہ ہی کہ ظہر جائز ہونے کے
بعد پڑھی جاوے یہ بدائع مین لکھا ہی۔ پس اگر کسی نے ظہر زوال سے پہلے پڑھ لی اور اُسوقت اُسکو یہ

گمان تھا کہ سورج ڈھل گیا اور اسکے بعد عصر پڑھ لی تو استحسانا یہ حکم ہی کہ خطبہ اور دونون نمازون کا اعادہ کرے
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور منجملہ انکے وقت ہی اور وہ یہ ہی کہ عرفہ کا دن ہو - اور مکان ہی اور وہ یہ ہی کہ عرفات
ہو یہ کفایہ مین لکھا ہی اور منجملہ انکے یہ ہی کہ حج کا احرام ہو فقہا نے کہا ہی کہ دونون نمازون کے ادا کرنے کے وقت
حج کا احرام چاہیے یہان تک کہ اگر ظہر کے ادا کرنے کے وقت عمرہ کا احرام ہوا اور عصر کے ادا کرنے کے وقت حج کا
احرام ہو تو دونون نمازون کا جمع کرنا جائز نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور ایک روایت کے بموجب
یہ ضرور ہی کہ حج کا احرام زوال سے پہلے باندھ لیا ہو تا کہ احرام جمع کرنے کے وقت سے مقدم ہو اور دوسری
روایت مین یہ ہی کہ نماز سے پہلے احرام باندھنا کافی ہی اسلیے کہ مقصود نماز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور یہی صحیح ہی یہ
بحر الرائق مین لکھا ہی اور منجملہ انکے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جماعت ہی صاحبین رح کے نزدیک جماعت شرط
نہین پس جس شخص نے تنہا اپنے سامان کے پاس ظہر کی نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک وہ عصر کی نماز
کے وقت مین پڑھے اور صاحبین رح کے نزدیک اکیلا نماز پڑھنے والا بھی جمع کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی صحیح رح
امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی یہ زاد مین لکھا ہی اور اگر دونون نمازین امام کے ساتھ فوت ہوئین لیکن یا دونون مین سے
ایک فوت ہوئی تو امام ابو حنیفہ کے قول کے بموجب عصر کو اپنے وقت مین پڑھے اور وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہین
یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور یہ کچھ ضرور نہین کہ ظہر کی ساری نماز جماعت سے ملی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی پس اگر امام
کے ساتھ دونون نمازون مین سے ایک ایک رکعت یا تھوڑی نماز مل گئی تو بالاجماع جمع کرنا جائز ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی
اگر مقتدی امام کے پیچھے سے بھاگ گئے اور اسنے دونون نمازین تنہا پڑھین تو جائز ہی اس حکم کو بغیر قید ذکر کر دیا ہی حالانکہ اصل
مسئلہ یون ہی کہ اگر مقتدی نماز شروع کرنے کے بعد بھاگ گئے تو بالاجماع جمع کرنا جائز ہی اور اگر نماز شروع کرنے سے
پہلے بھاگ گئے تو اس مین اختلاف ہی بعض فقہا نے کہا ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی اور امام ابو حنیفہ رح
کے نزدیک جائز نہین اور بعض فقہا نے کہا ہی کہ سب کے نزدیک جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر امام کو ظہر
کی نماز مین حدث ہو گیا اور اسنے کسی اور کو خلیفہ کر دیا تو خلیفہ دونون نمازون کو جمع کرے اور اگر امام اس وقت
آیا کہ خلیفہ عصر سے فارغ ہو چکا تو امام عصر کی نماز عصر کے وقت مین پڑھے اور اسکو دونون نمازون کا جمع کرنا جائز
نہین یہ تبیین مین لکھا ہی اگر امام کو خطبہ کے بعد حدث ہوا اور کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم کیا اور وہ شخص خطبہ مین حاضر
نہ تھا تو اسکو جائز ہی کہ دونون نمازون کے جمع کرنے مین امام بنے اور اگر امام نے کسی کو حکم نہین کیا لیکن کوئی
شخص اپنے آپ بڑھ گیا اور اسنے دونون نمازین پڑھائین تو امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب جائز نہین
اسلیے کہ انکے نزدیک امام یا امام کا قائم مقام جمع بین صلوتین کے جائز ہونے کے لیے شرط ہی اور اگر وہ آگے بڑھنے
والا صاحب حکومت تھا جیسے قاضی یا صاحب شرط یا سوا انکے تو بالاجماع جائز ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور
منجملہ انکے یہ ہی کہ نماز پڑھانے والا وہ شخص ہو جو وہان سب مین بڑا سردار ہو یا اسکا نائب ہو امام ابو حنیفہ رح کے
نزدیک یہ شرط ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی - پس اگر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی لیکن امام اعظم یا اسکا نائب
نہ تھا اور عصر کی نماز امام اعظم کے ساتھ پڑھی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک عصر کی نماز جائز نہوگی یہی قول صحیح ہی
یہ بدائع مین لکھا ہی - اور اگر بڑا امام یعنی خلیفہ مر گیا تو اسکا نائب یا صاحب شرط دونون نمازون کو جمع کرے

اور اگر اسکا نائب یا صاحب شرط نہو تو ہر ایک نماز کو اُسکے وقتون مین پڑھین یہ تبیین مین لکھا ہی جب امام عصر کی نماز سے
فارغ ہو تو موقف کی طرف جاوے یہ محیط مین لکھا ہی عرنہ کی نیچی زمین کے سوا تمام عرفات کا میدان موقف ہی یہ کنز مین
لکھا ہی جہان چاہے وقوف کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - وقوف مین دو چیزین شرط ہین ایک یہ کہ عرفات
کی زمین ہو دوسرے یہ کہ عرفہ کا دن ہو - کھڑا ہونا اسمین نہ شرط ہی نہ واجب ہی یہان تک کہ اگر بیٹھا ہو تو جائز ہی - اور
اسی طرح نیت بھی اسمین شرط نہین یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور اصل یہ ہی کہ قبلہ رو کھڑا ہو یہ محیط مین لکھا ہی اور واجب
یہ ہی کہ غروب آفتاب تک وقوف کرے اور اسکے سنت لیے غسل کرنا اور دونون خطبہ اور دونون نمازون کو جمع کرنا اور اُن دونون
کے بعد بہت جلد موقف کو جانا اور اُس روز روزہ نہ رکھنا اور اُسوقت باوضو ہونا اور سواری کے اوپر وقوف کرنا
اور امام کے قریب وقوف کرنا اور دل کا حاضر ہونا اور جن باتون سے دعا مین جی بٹتا ہی اُن باتون سے خالی ہونا
سنت ہی اور چاہیے کہ قافلون کے راستون مین وقوف نہ کرے تا کہ لوگون سے کشمکش نہو اور چاہیے کہ سیاہ
پتھرون کے پاس وقوف کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کا مقام ہی اور اگر وہان وقوف نہ کر سکے
تو حتی الامکان اُسکے قریب ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور حیض والی عورت اور جنب اور اُس شخص کا وقوف جسنے
دونون نمازین جمع نہین کین جائز ہی اور اُسپر کچھ لازم نہین آتا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور ہاتھ کشادہ کرکے اُٹھاوے اور
قبلہ کی طرف رخ کرے جیسے کہ کسی کو پکارنے والا اُسکی طرف ہاتھ اور منھ سے متوجہ ہوتا ہی یہ بدائع مین لکھا ہی - اور
الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہے اور درود پڑھے اور دعا مانگے اور لوگون کو حج کے احکام سکھاوے اور
دعا مانگنے مین کوشش کرے اور بار بار لبیک کہے یہ کافی مین لکھا ہی - اور اپنے واسطے اور ماں باپ اور سب مسلمان
مردون اور عورتون کے واسطے بہت سی استغفار پڑھے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اسی طرح سورج کے غروب تک
حضور قلب اور عاجزی کے ساتھ لبیک اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور ثنا اور درود پڑھتا رہے اور اپنی
حاجتون کے واسطے دعا مانگے یہ مضمرات مین لکھا ہی - ہمارے اصحاب کے نزدیک وہان کے واسطے کوئی دعا مقرر
نہین ہی جو چاہے دعا مانگے یہ بدائع مین لکھا ہی اور چاہیے کہ اکثر یہ دعا پڑھتا رہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له
له الملک وله الحمد یحیی ویمیت وهو حی لا یموت بیده الخیر وهو علی کل شئ قدیر لا نعبد الا ایاه ولا نعرف ربا سواه
اللهم اجعل فی قلبی نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا اللهم اشرح لی صدری ویسر لی امری هذا المقام المستجیر العائذ من النار
اجرنی من النار بعفوک وادخلنی الجنة برحمتک یا ارحم الراحمین اللهم اذ هدیتنی الاسلام فلا تنزعه عنی ولا تنزعنی عنه حتی تقبضنی
وانا علیه یہ محیط مین لکھا ہی - سنت یہ ہی کہ دعا مین آواز پست کرے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی - عرفہ مین وقوف کا وقت
عرفہ کے دن کے سورج ڈھلنے سے قربانی کے پہلے دن کی فجر طلوع ہونے تک ہی پس جو شخص اتنے وقت مین وہان
موجود ہو گیا خواہ اُسکو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو سوتا ہو یا جاگتا ہو یا افاقہ مین ہو یا جنون مین ہو یا بیہوش ہو خواہ
وہان وقوف کرے یا گذرتا ہوا چلا جاوے وقوف نہ کرے اسکو حج مل گیا پھر اسکے بعد وہ فاسد نہین ہوتا یہ شرح
طحاوی مین لکھا ہی اور جسنے اُسوقت کے سوا اور وقت مین وقوف کیا اُسکو حج نہین ملا لیکن اگر ذی الحجہ کے چاند
مین شبہ ہو گیا تھا اور لوگون نے ذیقعدہ کا مہینہ پورا تیس دن کا کیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ جس روز وقوف کیا تھا وہ
قربانی کا دن تھا تو استحسان یہ ہی کہ جائز ہی اور قیاساً جائز نہین - اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ جسدن وقوف کیا ہی وہ آٹھوین تاریخ تھی تو بھی

یہ حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر قربانی کے پہلے دن کی فجر طلوع ہونے تک عرفات مین نہ پہونچا تو حج
فوت ہو گیا اور حج کے افعال اس سے ساقط ہو جاوینگے اور حج کا احرام جو اسنے باندھا تھا وہ عمرہ کا احرام
ہو جاویگا اسکو چاہیئے کہ عمرہ کے افعال پورے کرکے احرام سے باہر ہو جاوے اور سال آیندہ مین حج کو قضا کرنا
اسپر واجب ہے۔ یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ سب راتین اگلے دن کی تابع ہوتی ہین گذرے ہوئے دن کی تابع نہین
ہوتین لیکن حج کی راتین گذرے ہوئے دن کے حکم مین ہین اگلے دن کے حکم مین نہین عرفہ کی رات آٹھوین تاریخ کے حکم مین نہین پس
اس رات مین عرفات مین توقف جائز نہین جیسے کہ آٹھوین تاریخ جائز نہین اور قربانی کے پہلے دن یعنے دسوین تاریخ
کی رات عرفہ کے دن کی تابع ہے اسلیے کہ اس شب مین وقوف عرفات مین جائز ہے جیسے کہ عرفہ کے دن مین جائز ہے۔
اور اسی طرح اس شب مین قربانی جائز نہین جیسے کہ عرفہ کے دن مین جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور جب سورج
غروب ہو جاوے تو امام اور اسکے ساتھ کے سب آدمی اسی ہیئت سے مزدلفہ مین آوین یہ ہدایہ مین لکھا ہے افضل
یہ ہے کہ جسطرح موقف مین کھڑے تھے اسی ہیئت پر چلے آوین اور اگر کوئی جگہ خالی پاوے تو آگے بڑھ جاوے
یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور چاہیئے کہ امام کے ساتھ ساتھ چلے اس سے پہلے نہ جاوے لیکن اگر امام سورج کے
غروب ہونے کے بعد تاخیر کرے تو لوگون کو چاہیئے کہ اس سے پہلے چلدین اسلیے کہ وقت داخل ہو گیا یہ اختیار
شرح مختار مین لکھا ہے اور اس راستہ مین اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ پڑھتے جاوین اور بار بار لبیک کہین
اور استغفار بہت پڑھین یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور اگر لوگون کی کشمکش کے خوف سے وقوف کے مقام سے سورج
کے چھپنے سے پہلے چلدیا لیکن عرفہ کی حد سے سورج چھپنے سے پہلے نہ نکلا تو مضائقہ نہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور افضل
یہ ہے کہ اسی جگہ ٹھہرا رہے تاکہ افاضہ یعنی وقوف کے مقام سے مزدلفہ کو چلنا وقت سے پہلے ادا نہو اسلیے کہ اسمین سنت
کی مخالفت ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر سورج کے چھپنے اور امام کے چلدینے کے بعد اژدحام کے خوف سے تھوڑی
دیر ٹھہرا تو مضائقہ نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مغرب کی نماز سورج کے چھپنے کے بعد اور مزدلفہ مین آنے سے پہلے
پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک مزدلفہ مین آکر اسکا اعادہ کرے اور اسی طرح اگر عشا کا وقت
راستہ مین شروع ہو گیا اور عشا کی نماز راستہ مین پڑھ لی تو مزدلفہ مین پہونچکر اسکا بھی اعادہ کرے اور اگر ان دونون
نمازون کے اعادہ کرنے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ لی تو سب کے قول کے بموجب وہ دونون نمازین جائز ہو گئین
یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر مزدلفہ مین پہونچنے سے پہلے فجر کے طلوع ہونے کا خوف تھا اسلیے مغرب اور عشا کی
نماز راستہ مین پڑھ لی تو جائز ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر مزدلفہ مین پہونچکر عشا کی نماز مغرب سے پہلے پڑھ لی تو مغرب کی نماز پڑھے پھر
عشا کا اعادہ کرے اور اگر عشا کی نماز کا اعادہ نہین کیا اور صبح طلوع ہو گئی تو عشا کی نماز جائز ہو گئی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے
اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ کو پیادہ جاوے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ جب مزدلفہ مین پہونچین تو جہان چاہین وہان اترین راستہ
مین نہ اترین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اس پہاڑ کے قریب اترنا جسکو قزح کہتے ہین افضل ہے یہ فتاوے
قاضی خان مین لکھا ہے۔ پھر جب عشا کا وقت داخل ہو تو موذن اذان اور اقامت کہے اور امام مغرب کی نماز
عشا کے وقت مین پڑھاوے پھر عشا کی نماز اسی اذان و اقامت سے ہمارے تینون اصحاب کے قول کے بموجب
پڑھاوے یہ بدائع مین لکھا ہے ان دونون نمازون کے درمیان مین نفل نہ پڑھے اور اگر نفل پڑھ لیے یا اور کسی

یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اگر قربانی کے پہلے دن کی فجر طلوع ہونے تک عرفات مین نہ پہونچا تو حج
فوت ہو گیا اور حج کے افعال اس سے ساقط ہو جاوینگے اور حج کا احرام جو اُسنے باندھا تھا وہ عمرہ کا احرام
ہو جاویگا اُسکو چاہیے کہ عمرہ کے افعال پورے کر کے احرام سے باہر ہو جاوے اور سال آیندہ مین حج کو قضا کرنا
اُسپر واجب ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ سب راتین اگلے دن کی تابع ہوتی ہین گذرے ہوئے دن کی تابع نہین
ہوتین لیکن حج کی راتین گذرے ہوئے دن کے حکم مین ہین اگلے دن کے حکم مین نہین عرفہ کی رات آٹھوین تاریخ کے حکم مین نہین
ہے اس رات مین عرفات مین وقوف جائز نہین جیسے کہ آٹھوین تاریخ جائز نہین اور قربانی کے پہلے دن یعنے دسوین تاریخ
کی رات عرفہ کے دن کی تابع ہے اسلیے کہ اس شب مین وقوف عرفات مین جائز ہے جیسے کہ عرفہ کے دن مین جائز ہے۔
اور اسی طرح اس شب مین قربانی جائز نہین جیسے کہ عرفہ کے دن مین جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور جب سورج
غروب ہو جاوے تو امام اور اُسکے ساتھ کے سب آدمی اسی ہیئت سے مزدلفہ مین آوین یہ ہدایہ مین لکھا ہے افضل
یہ ہے کہ جسطرح موقف مین کھڑے تھے اسی ہیئت پر چلے آوین اور اگر کوئی جگہ خالی پاوے تو اُسنے بڑھ جاوے
یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور چاہیے کہ امام کے ساتھ ساتھ چلے اُس سے پہلے نہ جاوے لیکن اگر امام سورج کے
غروب ہونے کے بعد تاخیر کرے تو لوگون کو چاہیے کہ اُس سے پہلے چلدین اسلیے کہ وقت داخل ہو گیا یہ اختیار
شرح مختار مین لکھا ہے اور راستہ مین اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ پڑھتے جاوین اور بار بار لبیک کہین
اور استغفار بہت پڑھین یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور اگر لوگون کی کشمکش کے خوف سے وقوف کے مقام سے سورج
کے چھپنے سے پہلے چلدیا لیکن عرفہ کی حد سے سورج چھپنے سے پہلے نہ نکلا تو مضائقہ نہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور افضل
یہ ہے کہ اسی جگہ ٹھہرا رہے تاکہ افاضہ یعنی وقوف کے مقام سے مزدلفہ کو چلنا وقت سے پہلے ادا نہو اسلیے کہ اسمین سنت
کی مخالفت ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر سورج کے چھپنے اور امام کے چلدینے کے بعد اژدحام کے خوف سے تھوڑی
دیر ٹھہرا تو مضائقہ نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مغرب کی نماز سورج کے چھپنے کے بعد اور مزدلفہ مین آنے سے پہلے
پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک مزدلفہ مین اُسکا اعادہ کرے اور اسی طرح اگر عشا کا وقت
راستہ مین شروع ہو گیا اور عشا کی نماز راستہ مین پڑھ لی تو مزدلفہ مین پہونچکر اُسکا بھی اعادہ کرے اور اگر ان دونون
نمازون کے اعادہ کرنے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ لی تو سب کے قول کے بموجب وہ دونون نمازین جائز ہو گئین
یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر مزدلفہ مین پہونچنے سے پہلے فجر کے طلوع ہونے کا خوف تھا اسلیے مغرب اور عشا کی
نماز راستہ مین پڑھ لی تو جائز ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اگر مزدلفہ مین پہونچکر عشا کی نماز مغرب سے پہلے پڑھ لی تو مغرب کی نماز پڑھے پھر
عشا کا اعادہ کرے اور اگر عشا کی نماز کا اعادہ نہین کیا اور صبح طلوع ہو گئی تو عشا کی نماز جائز ہو گئی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے
اور سنت یہ ہے کہ مزدلفہ کو پیادہ جاوے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ جب مزدلفہ مین پہونچین تو جہان چاہین وہان اتر پڑین راستہ
مین نہ اترین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اُس پہاڑ کے قریب اترنا جسکو قزح کہتے ہین افضل ہے یہ فتاوی
قاضی خان مین لکھا ہے۔ پھر جب عشا کا وقت داخل ہو تو موذن اذان اور اقامت کہے اور امام مغرب کی نماز
عشا کے وقت مین پڑھا دے پھر عشا کی نماز اُسی اذان و اقامت سے ہمارے تینون اصحاب کے قول کے بموجب
پڑھا دے یہ بدائع مین لکھا ہے اُن دونون نمازون کے درمیان مین نفل نہ پڑھے اور اگر نفل پڑھ لیے یا اور کسی

کام مین مشغول ہوا تو اقامت کا اعادہ کرے ان دونون نمازون کے جمع کرنے کے لیے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک جماعت شرط نہین ہی یہ کافی مین لکھا ہی جو شخص مغرب اور عشا کی نماز تنہا پڑھے اُسکو جائز ہی برخلاف اسکے عرفہ مین ظہر اور عصر کی نماز کا جمع کرنا امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بغیر جماعت کے جائز نہین اور افضل یہ ہی کہ مزدلفہ مین بھی امام جماعت پڑھاوے یہ ایضاح مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے ذکر کیا ہی کہ مزدلفہ مین نمازون کے جمع کرنے مین خطبہ اور سلطان اور جماعت اور احرام شرط نہین ہی یہ کفایہ مین لکھا ہی اور جب عشا سے فارغ ہو تو رات کو وہین رہے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور چاہیے کہ اس تمام رات مین نماز اور تلاوت قرآن اور ذکر اور دعا اور عاجزی کے ساتھ جاگتا رہے یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر مزدلفہ مین رات کو نہ رہا اور طلوع فجر کے بعد وہان سے گذرتا ہوا چلا گیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن ترک سنت کی قباحت ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی۔ پھر جب فجر طلوع ہو جاوے تو امام فجر کی نماز اول وقت اندھیرے مین پڑھاوے پھر وقوف کرے اور لوگ اُسکے ساتھ وقوف کرین یہ قدوری مین لکھا ہی۔ اور آدمی امام کے پیچھے جہان چاہین وقوف کرین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور افضل یہ ہی کہ لوگون کا وقوف امام کے پیچھے اُس پہاڑ پر ہو جسکو قزح کہتے ہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور الحمد للہ اور ثنا اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور لبیک اور درود پڑھے یہ زاد مین لکھا ہی اور دونون ہاتھ آسمان کی طرف کو اٹھا کر اللہ سے اپنی حاجتون کی دعا کرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ محسر کی بیچ زمین کے سوا کل مزدلفہ وقوف کی جگہہ ہی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور جب محسر کے نشیب مین پہونچے تو اگر پیادہ ہی تو جلد چلے اور اگر سوار ہی تو ایک تیر بھر تک سواری کو تیز کرے یہ کرمانی نے ذکر کیا ہی اور اسپر اجماع ہی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی مزدلفہ مین وقوف کا وقت فجر کے طلوع ہونے سے خوب روشنی ہو جانے تک ہی اور جب سورج طلوع ہو گیا تو اُسکا وقت نکل گیا۔ اگر اسوقت مین مزدلفہ مین وقوف کیا یا گذرتا ہوا نکل گیا تو جائز ہی جیسے کہ عرفہ کے وقوف کا حکم تھا اور اگر اسوقت سے پہلے یا بعد وقوف کیا تو جائز نہین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اگر فجر کے طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ کی حد سے نکل گیا تو وقوف کے چھوڑنے کی وجہ سے اُسپر قربانی لازم ہوگی لیکن اگر اسمین کوئی علت یا مرض یا ضعف ہی اور ازدحام کے خوف سے رات ہین ہی وہان سے چلا گیا تو مضائقہ نہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ جب بہت روشنی ہو جاوے تو سورج نکلنے سے پہلے وہان سے چلدین اور منی مین آوین یہ زاد مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ روشنی خوب ہو جانے سے مراد یہ ہی کہ سورج کے نکلنے مین صرف اتنی دیر ہو کہ دو رکعت پڑھ سکے اُسوقت وہان سے چلے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر امام سورج کے نکلنے کے بعد چلا یا لوگون سے فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے چلا تو برا کیا اور اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور پھر جمرہ عقبہ مین زوال سے پہلے آوے اور وہان نیچی زمین مین پہونچکر سات کنکریان جیسے کہ ٹھیکریون کے ٹکڑے ہوتے ہین نیچے سے اوپر کو پھینکے اور ہر کنکری کے پھینکنے پر تکبیر کہے اور اُس روز جمرہ عقبہ کے سوا اور کسی جمرہ پر کنکریان نہ مارے اور وہان وقوف نہ کرے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر تکبیر کے بدلے تسبیح یا تہلیل کہی تو جائز ہی اور اسمین برائی نہین یہ بدائع مین لکھا ہی۔ صحیح روایت کے بموجب پہلی کنکری پھینکنے سے لبیک موقوف کرے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ مفرد حج کرنے والے اور تمتع کرنے والے اور قران کرنے والے مین کچھ فرق نہین ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور عمرہ کرنے والا حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد لبیک موقوف کرے۔ اور جس شخص سے حج فوت ہو گیا وہ جب عمرہ کے احرام سے باہر ہوا اسوقت لبیک موقوف کرے یعنے

جسوقت طواف شروع کرتا ہی۔ اور اگر وہ قارن تھا تو جب طواف ثانی شروع کرے سوقت سے لبیک موقوف کرے
اور جو کسی مانع کی وجہ سے حج نہ کر سکا ہو تو جب قربانی ذبح کرے اسوقت سے لبیک موقوف کرے اور اگر حج کرنے
والے نے جمرہ عقبہ پر کنکریان پھینکنے سے پہلے سر مونڈا لیا تو اُسی وقت سے لبیک موقوف کرے اور اگر کنکریان پھینکنے و
سر مونڈانے اور ذبح سے پہلے خانہ کعبہ کی زیارت کر لی تو امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک اُسی وقت سے
لبیک موقوف کردے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ پھر منی کو لوٹے اور اگر اُسکے ساتھ قربانی ہو تو اسکو ذبح کرے اور اگر نہو تو
فقط حج کرنے والے کو کچھ مضائقہ نہین ہی اور قران اور تمتع کرنے والے کو قربانی ذبح کرنا ضروری ہی۔ پھر سر مونڈاوے
یا بال کتراوے اور سر مونڈانا افضل ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور یہ حکم اُسکے واسطے ہی جسکا کسی مانع کی وجہ سے
حج ملتوی نہین ہوگیا اور جب کوئی مانع پیش آیا ہو تو سر مونڈانا نہین ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور سر مونڈانے اور
بال کتروانے مین اختیار ہی اُس صورت مین ہی جب کوئی عذر نہو اور اگر سر مونڈانے مین کسی عارضہ کی وجہ سے
کوئی عذر ہو تو اسوقت بال ہی کتروانے کا حکم ہی اور اگر بال کتروانے مین کوئی عذر ہی تو یہی حکم ہی کہ سر مونڈاوے مثلاً
سر پر گوند لگا یا ہو اور اس وجہ سے کنگھی کام نہ دیتی ہو اور اگر گوند چھٹا دیگا تو بال اسطرح ٹوٹینگے کہ مونڈانا ہوگا نہ کترانا اور
صاحب احرام کو ان دونون صورتون کے سوا بال جدا کرنا جائز نہین تو ایسی صورت مین یہی حکم ہی کہ بال مونڈاوے
یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور بال کتروانے کا یہ حکم ہی کہ عورت اور مرد اپنے بالون کے سرون سے بقدر چوتھائی سر کے یعنی
بمقدار ایک انگلی کی درازی کے بال کترے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور بدائع مین ہی کہ فقہانے کہا ہی کہ واجب ہی
کہ بال کتروانے مین ایک انگلی کی مقدار سے کچھ زیادتی کرے اسلیے کہ عادت یون ہی کہ سب بالون کے سرے برابر
نہین ہوتے پس واجب ہی کہ ایک انگلی کی مقدار سے زیادتی کرے کہ یقیناً کترنے مین ایک انگلی کی مقدار پوری ہوجاوے
یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور سب سر مونڈانا افضل ہی کیونکہ اسمین پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی یہ
کافی مین لکھا ہی۔ سر مونڈانے کے لیے قربانی کے دن مقرر ہین اور افضل ان دنون مین پہلا دن ہی یہ غایۃ السروجی
شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر سر مونڈانے کے وقت اُسکے سر پر بال نہون مثلاً اس سے پہلے سر مونڈا چکا ہی یا اور
کوئی سبب ہو تو اصل مین مذکور ہی کہ اُسترہ اپنے سر پر پھروا لے اسلیے کہ اگر اُسکے سر پر بال ہوتے تو اُس حالت
مین دو کام ہوتے اُسترہ پھیرنا اور بالون کا دور کرنا پس جس چیز سے عاجز ہوگیا وہ اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگئی اور
جس چیز سے عاجز نہین ہوا وہ اُسکے ذمہ لازم ہی پھر مشایخ کا اُسترہ پھروانے مین اختلاف ہی کہ وہ واجب ہی یا مستحب
ہی اور اصح یہ ہی کہ واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام محمد رح نے کہا ہی کہ اگر اُسکے سر پر زخم ہون جنکی وجہ سے اُسترہ
نہین پھروا سکتا اور کترنے کے لائق بال نہین ہین تو وہ اُسی طرح احرام سے باہر ہوگیا جیسے سر مونڈانے والے
باہر ہوتے ہین اسلیے کہ وہ سر مونڈانے اور بال کتروانے سے عاجز ہی پس وہ اُس سے ساقط ہو جاوینگے اور
بہتر یہ ہی کہ وہ احرام سے باہر ہونے مین قربانی کے دنون مین آخر وقت تک تاخیر کرے اور اگر تاخیر نہ کریگا تو کچھ اُسپر
واجب نہین ہی اور اگر اُسکے سر پر زخم نہون لیکن وہ کسی جنگل مین چلا گیا اور وہان نہ اُسترہ ہی نہ کوئی سر مونڈنے والا
ہی تو یہ عذر معتبر نہین اور بجز سر مونڈنے یا بال کترنے کے اور کچھ چارہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور
اگر نورہ سے سر صاف کر لیا تو جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ سر مونڈانے مین سنت یہ ہی کہ مونڈنے والے

کی داہنی طرف سے ابتدا ہو نہ مونڈانے والے کی پس سر کے بائین طرف سے ابتدا کرنا چاہیے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی
اور مستحب ہی کہ بالون کو دفن کردے اور سر مونڈاتے وقت اور سر مونڈانے کے بعد تکبیر کے ساتھ دعا
مانگے اور اگر بال پھینک دے تو مضائقہ نہین اور گھورے پر اور نہانے کی جگہہ مین انکا ڈال دینا مکروہ ہی یہ بحر الرائق
مین لکھا ہی - اور مستحب ہی کہ سر مونڈانے کے بعد ناخن اور مونچھے تراشے اور زیر ناف کے بال مونڈے یہ نہایۃ السروجی
شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور داڑھی ذرا نہ کترے اور اگر کترے تو کچھ اُسپر واجب نہین ہوتا یہ تبیین مین لکھا ہی - سر مونڈانے
یا بال کترانے کے بعد جو چیزین احرام کی وجہ سے حرام ہوئین تھین وہ سب حلال ہو جاوینگی مگر عورت سے وطی حلال
نہو گی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اسی طرح وطی کے اور جو لوازم ہین جیسے کہ مساس اور بوسہ وہ حلال نہونگے
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور فرج سے باہر بھی جماع ہمارے نزدیک حلال نہین ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور اگر سر
نہ مونڈایا یہان تک کہ خانہ کعبہ کا طواف کر لیا تو جب تک سر نہ مونڈاویگا کوئی چیز اُسپر حلال نہو گی یہ تبیین مین لکھا ہی
پھر اگر ہو سکے تو اسی روز خانہ کعبہ کا طواف کرے اسکو طواف زیارت کہتے ہین یا دوسرے روز کرے یا تیسرے روز
کر لے اُس سے زیادہ تاخیر نہ کرے اور سات مرتبہ حطیم سے باہر باہر طواف کرے اور طواف کے بعد دو رکعت نماز
پڑھے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور عورت پہلے ہی سر مونڈانے کی وجہ سے حلال ہوتی ہی نہ طواف کرنے کی
وجہ سے اور جب چار مرتبہ طواف کر چکے تو عورت حلال ہو جاویگی اسواسطے کہ فرض اُسی قدر ہی اور جو اس سے
زیادہ ہی وہ واجب ہی یہی صحیح ہی یہ تبیین مین لکھا ہی - اور اگر کچھ طواف نہ کیا تو عورت حلال نہو گی اگرچہ بہت برس
گذر جاوین یہ حکم بالاجماع ہی - اور اگر بے وضو یا جنابت کی حالت مین طواف زیارت کیا تو احرام سے باہر ہو گیا اور عورت
حلال ہو گئی یہان تک کہ اگر اُسکے ساتھ مجامعت کر لے تو حج فاسد نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور
اگر خانہ کعبہ کا الٹی طرف سے طواف کیا یعنی خانہ کعبہ کی بائین طرف سے شروع کر کے سات مرتبہ طواف
کیا تو احرام سے باہر ہو جانے مین اُس طواف کا اعتبار ہوگا اور جب تک وہ مکہ مین ہی اُسپر اعادہ واجب ہی اور
اگر ایسی حالت مین طواف کیا کہ اُسکا ستر اسقدر کھلا ہوا تھا جس سے نماز جائز نہین ہوتی تو طواف ادا ہو جاویگا اور اگر
زیارت کا طواف ایسی حالت مین کیا کہ کل کپڑے نجس تھے تو ایسا طواف کرنا اور ننگے طواف کرنا برابر ہی اور اگر اسقدر
کپڑا پاک ہو جسمین ستر چھپ جاوے اور باقی نجس ہو تو طواف جائز ہوگا اور کچھ اُسپر واجب نہو گا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی
اور طواف واجب مین اگر حطیم کے باہر سے طواف نہین کیا بلکہ اندر سے کیا تو اگر مکہ مین موجود ہی تو سارے طواف
کا اعادہ کرے تاکہ بموجب ترتیب کے ادا ہو اور اگر سارے طواف کا اعادہ نہین کیا اور صرف حطیم کا طواف
دوبارہ کر لیا تو ہمارے نزدیک جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اس طواف کا نام طواف الزیارۃ اور طواف الرکن
اور طواف النحر ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور تحفہ مین ہی کہ اسکو طواف الواجب بھی کہتے ہین یہ تاتارخانیہ
مین لکھا ہی - پس اگر طواف قدوم کے بعد صفا و مروہ کے درمیان مین سعی کر چکا ہی تو اس طواف مین اکڑ کر نہ چلے
اور سعی نہ کرے ورنہ اکڑ کر چلے اور سعی کرے یہ کافی مین لکھا ہی اور افضل یہ ہی کہ اکڑ کر چلنے اور سعی کی اس طواف
تک تاخیر کرے تاکہ وہ فرض کے ساتھ ہون نہ سنت کے ساتھ یہ بحر الرائق مین ہی - پھر منی کی طرف جاوے اور باقی ایام جمرون پر
کنکریان پھینکنے کے واسطے وہان مقیم ہو - رات کو مکہ مین نہ رہے اور نہ راستہ مین یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ

میں لکھا ہے ایام منی میں منی کے سوا اور جگہ رات کو رہنا مکروہ ہے۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ پس اگر منی کو رات کو کہیں اور
رہا تو ہمارے نزدیک اسپر کچھ واجب نہیں ہوتا یہ ہدایہ میں لکھا ہے خواہ وہ اہل سقایت یعنی حج والوں کو پانی پلانے
والا ہو یا نہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک قربانی کے دن خطبہ نہیں ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے
جب قربانی کے دوسرے دن سورج کا زوال ہو تو تینوں جمروں پر کنکریاں پھینکے اور اس جمرہ سے ابتدا کرے جو
مسجد خیف کی طرف ہے اور وہاں سات کنکریاں پھینکے اور ہر کنکری پر تکبیر کہے پھر اس جمرہ پر کنکریاں پھینکے جو اسکے قریب ہے اور وہ
درمیان کا جمرہ ہے اسپر بھی سات کنکریاں اسی طرح پھینکے پھر جمرہ عقبہ کے پاس آوے اور وہاں بھی نیچے زمین سے سات کنکریاں پھینکے اور ہر کنکری
پر تکبیر کہے جمرہ عقبہ کے پاس نہ توقف کرے اور پہلے جمرہ اور درمیانی جمرہ کے پاس جہاں لوگ وقوف کیا کرتے ہیں وہاں
وقوف کرے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور وقوف کی جگہ نیچی زمین کے اوپر کی جانب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ جب کنکریاں مارنے
کے بعد پھر کنکریاں مارنا ہو تو اسکے بعد وقوف کرے اور جن کنکریوں کے مارنے کے بعد پھر کنکریاں مارنا نہو تو انکے
بعد وقوف نہ کرے اسلیے کہ عبادت ختم ہو چکی یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔ اور دیر تک قیام اور عاجزی کرے یہ تبیین
میں لکھا ہے۔ اور اللہ کی حمد اور ثنا اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور درود پڑھے اور اپنی حاجتوں کے واسطے دعا مانگے
اور دونوں مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاوے اور دونوں ہتھیلیوں کی جانب آسمان کی طرف کرے جیسے کہ دعا میں سنت ہے
اور حج کرنے والے کو چاہیے کہ وقوف کے مقاموں میں سب مسلمانوں کے واسطے مغفرت کی دعا مانگے یہ کافی
میں لکھا ہے اور جب اسکا دوسرا دن ہو جو قربانی کا تیسرا دن ہے تو سورج کے زوال کے وقت اسی طرح تینوں جمروں پر
کنکریاں مارے پھر اگر چاہے تو اسی دن سے چلا جاوے اور چوتھے دن آگے کنکریاں مارنا اس سے ساقط ہو جاویگی
اور اگر اس روز رات میں طلوع فجر تک وہیں رہا تو جب تک زوال کے بعد تینوں جمروں پر کنکریاں نہ مارے تب تک
وہاں سے نکلنا جائز نہیں یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ کنکریاں مارنے کے مسئلوں میں بہت سی باتوں کا
بیان ضرور ہے اول یہ ہے کہ کنکریاں مارنے کے اوقات کون سے ہیں اور اسکے اوقات تین ہیں ایک دن قربانی کا اور
تین دن ایام تشریق کے قربانی کے پہلے دن ہیں۔ کنکریاں مارنے کے وقت تین قسم ہیں اول مکروہ دوسرے مسنون
تیسرے مباح۔ فجر کے طلوع ہونے سے سورج کے طلوع ہونے تک مکروہ وقت ہے اور سورج کے طلوع ہونے سے
زوال تک مسنون وقت ہے اور زوال کے بعد سے سورج کے چھپنے تک مباح وقت ہے اور رات بھی مکروہ وقت ہے یہ
محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور طلوع فجر سے پہلے کنکریوں کا پھینکنا بالاتفاق صحیح نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور دوسرے
اور تیسرے دن کنکریاں پھینکنے کا وقت زوال کے بعد سے دوسرے دن سورج کے طلوع ہونے تک ہے زوال سے
پہلے جائز نہیں اور زوال کے بعد سے سورج کے چھپنے تک وقت مسنون ہے اور غروب کے بعد طلوع فجر تک وقت
مکروہ ہے ظاہر روایت میں اسی طرح مروی ہے۔ چوتھے روز کنکریاں پھینکنے کا وقت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک فجر
کے طلوع ہونے سے سورج کے چھپنے تک ہے لیکن زوال سے پہلا وقت مکروہ ہے اور اسکے بعد مسنون ہے یہ محیط سرخسی
میں لکھا ہے۔ دوسرے یہ ہے کہ جو چیزیں جنس زمین سے ہیں انکو پھینکنا جائز ہے لیکن یہ بھی شرط ہے کہ وہ ذلیل چیزیں ہوں
اسی لیے فیروزہ اور یاقوت کو پھینکنا جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں اور بنایہ اور عنایہ اور معراج الدرایہ میں لکھا ہے
پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور چونہ اور گندھک اور پہاڑی نمک اور سرمہ اور مٹھی بھر کر پھینک دینا جائز ہے

لکڑی اور عنبر اور موتی اور سونے اور چاندی کا پھینکنا جائز نہیں یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی تیسرے جو چیزین پھینکتے ہین انکی مقدار کیا ہونا چاہیے ہمارا قول یہ ہی کہ چھوٹی کنکریان پھینکے جیسے ٹھیکری کے ٹکڑے ہوتے ہین یہ محیط مین لکھا ہی انکی مقدار مین اختلاف ہی مختار یہ ہی کہ باقلاء کے دانہ کے برابر ہون اور اگر بڑا یا چھوٹا پتھر پھینک دے تو جائز ہی یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی لیکن مستحب نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی چوتھے یہ کہ ہمارا قول یہ ہی کہ جو کنکریان پھینکے وہ دھلی ہوئی ہونی چاہیین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اگر ایسی کنکریان پھینکین جو بالیقین نجس ہین تو مکروہ ہی اور جائز ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور مستحب یہ ہی کہ کنکریان مزدلفہ یا راستہ سے اُٹھا وے۔ جمرہ کے پاس سے کنکریان اُٹھا کر نہ پھینکے اور اگر انھین کو پھینک دیا تو جائز ہی لیکن برائی ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور ایک پتھر کو لیکر اسکے ستر ٹکڑے توڑنا مکروہ ہی جیسے کہ آج کل اکثر لوگ کرتے ہین پانچوین یہ کہ کنکریان پھینکنے کی کیفیت مین مشائخ کا اختلاف ہی بعضون کا یہ قول ہی کہ انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کی پورون سے کنکری اٹھاوے جیسے کہ عقد انامل مین تیس کا عقد کرتے ہین اور پھیر اسکو پھینکے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور وہی لوالجیہ مین لکھا ہی کہ یہی اصح ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ فقہا نے کہا ہی کہ چاہیے کہ کنکریان پھینکنے والے سے کنکریان گرنے کی جگہ تک پانچ گز یا زیادہ کا فاصلہ ہو اور اصل مین مذکور ہی کہ اگر جمرہ کے پاس کھڑا ہوکر ہی کنکری رکھدی تو یہ جائز نہین اور اگر وہان ڈالدے تو جائز ہی لیکن بری بات ہی اسلیے کہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہی چھٹے یہ کہ جب کنکریان پھینکنے کے بعد پھر کنکریان پھینکنا ہو تو افضل ہی کہ کنکریان پھینکنے والا پیادہ ہو اور اگر اسکے بعد پھر کنکریان پھینکنا نہو تو سوار ہو یہ متون مین لکھا ہی ساتوین یہ کہ کنکریان پھینکنے کا محل کیا ہی ہمارا قول یہ ہی کہ محل اسکا تینون جمرے ہین پہلا جمرہ وہ ہی جو مسجد خیف کے پاس ہی اور جو اسکے بعد ہی وہ درمیانی جمرہ ہی اور سب کے آخر جمرہ عقبہ ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ آٹھوین یہ کہ کہان سے پھینکے ہمارا قول یہ ہی کہ نشیب کی زمین سے پھینکے یعنے نیچے سے اوپر کو پھینکے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور اس زمین کی داہنی طرف کو پھینکے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر اسکی بلندی پر سے پھینکے تو جائز ہی لیکن اگر کوئی عذر نہو تو جو اول مذکور ہوا وہ سنت ہی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور کنکریان پھینکنے مین جمرۃ العقبہ کی طرف کو منھ کرے اور منی کو داہنی طرف اور کعبہ کو بائین طرف کرے اور اس طرح کھڑا ہو کہ کنکریون کے گرنے کی جگہ نظر آتی ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ نوین یہ کہ کنکریان کہان گرنا چاہیین ہمارا قول یہ ہی کہ جمرہ پر یا اسکے قریب گرنا چاہیین اور اگر اس سے دور گرین تو جائز نہین یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر کنکریان کسی آدمی کی پیٹھ یا کسی اونٹ کے کجاوہ پر گرین اور وہین ٹھہر گئین تو انکا اعادہ کرے اور اگر اس محل سے یا اس آدمی کی پیٹھ سے اُسی سال مین گر گئین تو جائز ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی دسوین یہ کہ کتنی کنکریان مارے ہمارا قول یہ ہی کہ ہر جمرہ پر سات کنکریان مارے اور ینابیع مین ہی کہ کنکری داہنے ہاتھ سے مارے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے ساتون کنکریان ایک مرتبہ پھینکدین تو وہ بمنزلہ ایک کنکری پھینکنے کے ہی۔ اور اسپر واجب ہی کہ چھ کنکریان اور پھینکے اور ہر کنکری جدا جدا پھینکے اور اگر کسی نے سات سے زیادتی کی تو کچھ حرج نہین ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ گیارھوین یہ کہ ہر کنکری پھینکنے پر تکبیر کہے یعنی یہ پڑھے بسم اللہ واللہ اکبر رغماً للشیطان وحزبہ اور یہ پڑھے اللھم اجعل حجی مبروراً وسعی مشکوراً وذنبی مغفوراً یہ محیط مین لکھا ہی بارھوین یہ کہ پہلے دن صرف جمرہ عقبہ پر کنکریان مارے اور کسی جمرہ پر نہ مارے اور باقی دنون مین اول پہلے جمرہ پر پھر درمیانی

جمرہ پر پھر جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دوسرے دن جمرہ عقبہ سے ابتدا کی اور اول اُسپر کنکریاں پھینکیں پھر درمیانی جمرہ پر اور اُسکے بعد اُس جمرہ پر جو مسجد کے پاس ہے پھینکیں تو اگر درمیانی اور آخر کے جمرہ کا اعادہ کرے تو بہتر ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے دن درمیانی اور تیسرے جمرہ پر کنکریاں پھینکیں اور پہلے پر نہ پھینکیں تو اگر اُسکے بعد پہلے جمرہ پر کنکریاں پھینکے اور دوسرے اور تیسرے جمرہ پر کنکریاں پھینکنے کا اعادہ کرے تو بہتر ہے تاکہ ترتیب باقی رہے اور اگر صرف پہلے ہی جمرہ پر کنکریاں پھینکے تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر ہر جمرہ پر تین تین کنکریاں ماریں تو پہلے جمرہ پر چار کنکریاں اور مار کر پورا کرے اور باقی دونوں جمروں پر پھر سات سات کنکریاں مارے اور اگر ہر جمرہ پر چار کنکریاں ماریں تو اُسکے بعد ہر ایک جمرہ پر تین تین کنکریاں اور پھینکے اور اگر از سر نو کنکریاں پھینکے تو افضل ہے اور مناسک حسن میں ہے کہ اگر پہلے جمرہ پر ایک کنکری ماری پھر درمیان کے جمرہ پر ایک کنکری ماری پھر آخر کے جمرہ پر ایک کنکری ماری پھر لوٹا اور ہر جمرہ پر ایک ایک کنکری اسی طرح ماری تو پہلے جمرہ کی کنکریاں پوری ہو گئیں اور درمیانی جمرہ کی چار کنکریاں ہوئیں تو اُسکو چاہیے کہ تین کنکریاں اور مارے اور جمرہ عقبہ کی ایک کنکری ہوئی اُسپر چھ اور مارے یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ سے یہ روایت ہے کہ جب تینوں جمروں پر کنکریاں مار چکا اسکے بعد اُسکے ہاتھ میں چار کنکریاں موجود تھیں اور یہ معلوم نہیں ہے کہ کونسے جمرہ کی باقی رہ گئی تو انکو پہلے جمرہ کی ٹھہرا کر پھینکے اور باقی دو جمروں پر از سر نو کنکریاں پھینکے اور اگر تین کنکریاں اُسکے ہاتھ میں باقی ہوں تو ہر جمرہ پر ایک ایک کنکری پھینکے اور اسی طرح اگر ایک یا دو کنکری باقی ہو تو ہر جمرہ کی ایک ایک کنکری کا اعادہ کرے اور یہ مکروہ ہے کہ اول اپنا اسباب مکہ کو بھیجدے اور خود کنکریاں پھینکنے کے واسطے اقامت کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے پھر محصب میں جاوے اور وہ ابطح ہے وہاں تھوڑی دیر اُترے اور اصح یہ ہے کہ وہاں اُترنا ہمارے نزدیک سنت ہے اور اُسکا چھوڑنا بُرائی ہے پھر مکہ میں داخل ہو اور سات مرتبہ طواف صدر کرے اس طواف میں اکڑ کر نہ چلے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اس طواف کا نام طواف صدر اور طواف الوداع اور طواف الافاضہ اور طواف آخر عہد بالبیت اور طواف الواجب ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اس طواف کے دو وقت ہیں ایک وقت جواز اور دوسرا وقت استحباب جواز کا وقت طواف زیارت کے بعد سے شروع ہوتا ہے بشرطیکہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو یہاں تک کہ اگر یہ طواف کیا اور پھر برس روز تک مکہ میں رہا لیکن اقامت کی نیت نہیں کی اور نہ مکہ کو گھر بنایا تو طواف جائز ہوگا۔ آخر وقت جواز کا کچھ مقرر نہیں ہے جب تک مکہ میں مقیم ہے تب تک اُسکا وقت ہے یہاں تک کہ اگر ایک سال کہیں ٹھہرا رہا اور اقامت کی نیت نہیں کی تو پھر بھی طواف کرنا جائز ہے اور اس صورت میں بھی طواف ادا واقع ہوگا نہ قضا اور وقت استحباب یہ ہے کہ جب سفر کا ارادہ کرے اُسوقت طواف کرے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ رح سے یہ روایت ہے کہ اگر طواف کے بعد عشا تک ٹھہرا تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ دوبارہ طواف کرے تاکہ چلتے وقت خانہ کعبہ سے رخصت ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر اس طواف میں قربانی کے دنوں سے تاخیر کی تو بالاجماع اُسپر کچھ واجب نہیں ہوتا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ طواف صدر حج کرنے والے پر جب وہ مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرے واجب ہوتا ہے۔ عمرہ کرنے والے اور اہل مکہ اور اہل میقات اور اُسکے بعد کے رہنے والوں پر واجب نہیں یہ ایضاح میں لکھا ہے۔ اور حیض والی اور نفاس والی عورت اور اُس شخص پر جسکا حج فوت ہوگیا ہے واجب نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کوفہ کا رہنے والا افعال حج سے فارغ ہو کر مکہ میں اپنا گھر بنالے تو اُسپر طواف صدر واجب نہیں کیونکہ یہ اُسپر واجب ہے جو وہاں سے

چلا جاوے تو اسپر جو وہان کے رہنے کا ارادہ کرے یہ حکم اسوقت ہی کہ جب وہ نفر اول کے تمام ہونے سے پہلے
وہان سکونت کا ارادہ کرے اور نفر اول قربانی کے دن سے دو دن کے بعد تک ہی اور اگر اسکے بعد وہان رہنے کا
ارادہ کیا تو طواف الصدر اسپر واجب ہوگا اور سکونت اختیار کرنے سے باطل نہوگا یہ قول امام ابوحنیفہ رح اور
امام محمد رح کا ہی یہ شرح جامع صغیر مین لکھا ہی جو صدر الشہید حسام الدین کی تصنیف ہی کسی کوفہ کے رہنے والے نے حج
کے بعد مکہ مین اپنا گھر بنا لیا پھر وہان سے نکلا تو اسپر طواف الصدر واجب نہوگا اسواسطے کہ جب اسکا وہان وطن
ہوگیا تو وہ مکہ والون مین شامل ہوگیا اور مکہ کا آدمی جب مکہ سے نکلے تو اسپر طواف الصدر واجب نہین ہوتا پس
یہی حکم اس شخص کا ہوگا۔ اگر کوئی حیض والی عورت مکہ سے باہر نکلنے سے پہلے حیض سے پاک ہوگئی تو اسپر طواف صدر
واجب ہوگا اور اگر مکہ کی آبادی سے اتنی دور نکل گئی جتنی دوری پر سفر کا اعتبار ہوتا ہی تو طواف الصدر کے واسطے
اسکو لوٹنا واجب نہین ہی اور اگر خون بند ہونے کے بعد ابھی اسنے غسل نہین کیا اور کسی نماز کا وقت بھی نہین گذر گیا
اور اسوقت وہ مکہ سے نکل گئی تو اسکو لوٹنا واجب نہین اور اگر حیض کی حالت مین مکہ سے نکلی پھر اسنے غسل کیا
پھر میقات سے باہر ہونے سے پہلے مکہ کی طرف کو لوٹی تو اسپر طواف واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ جو شخص مکہ
سے بغیر طواف کے چلا گیا تو جب تک وہ میقات سے باہر نہین ہوا ہی طواف الصدر کے واسطے اسکو لوٹنا چاہیے
اور اگر میقات سے گذر جانے کے بعد یاد آیا تو نہ لوٹے اور اگر لوٹے تو عمرہ کے ساتھ لوٹے اور اگر عمرہ کے ساتھ
لوٹا تو اول عمرہ کا طواف کرے اور جب عمرہ سے فارغ ہو تو طواف الصدر کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی شیخ
امام کرخی نے امام ابوحنیفہ رح سے یہ روایت کی ہی کہ جب طواف الصدر سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم مین آوے اور
وہان دو رکعتین پڑھے پھر زمزم پر آوے اور اسکا پانی پیے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور طریقہ اسکا یہ ہی کہ زمزم کا پانی
اپنے ہاتھ سے نکالے اور اسکو قبلہ رو سیراب ہو کر کئی سانسون مین پیے اور ہر سانس پر نگاہ اوپر اٹھاوے
اور خانہ کعبہ کو دیکھے اور اپنے منھ اور سر اور جسم پر لگائے اور اگر ہوسکے تو منھ پر ڈال لے اور مستحب یہ ہی کہ جب
خانہ کعبہ مین آوے تو اول چوکھٹ کو بوسہ دے اور برہنہ پا بیت اللہ مین داخل ہو پھر ملتزم مین آوے
یہ تبیین مین لکھا ہی ملتزم سے مراد وہ جگہ ہی جو حجر اسود سے دروازہ تک ہی اسپر اپنا سینہ اور منھ رکھے اور داہنا
ہاتھ دروازہ کی چوکھٹ کی طرف کو اٹھاوے اور یون کہے السائل بابک یسئلک من فضلک ومعروفک ویرجو رحمتک یہ
ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور تھوڑی دیر اسکو لپٹا رہے اور روتا رہے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر وہان سے قریب ہو اور
ہوسکے تو کعبہ کے پردون کو پکڑ لے ورنہ دونون ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر دیوار کو لگا دے اسطرح کہ دونون ہاتھ
کھڑے ہون یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اور ہوسکے تو اپنا رخسارہ دیوار سے لگا دے یہ کافی مین لکھا ہی اور اللہ اکبر
اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور حمد اور درود پڑھے اور اپنی حاجت کے واسطے دعا مانگے یہ فتاوی قاضی خان
مین لکھا ہی پھر حجر اسود کو بوسہ دے اور اللہ اکبر پڑھے اور اگر بیت اللہ کے اندر داخل ہوسکے تو بہتر ہی ورنہ کچھ
حرج نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ پھر کعبہ کو منھ کیے ہوئے پیچھے کو لوٹے روتا ہوا اور کعبہ کی جدائی پر حسرت کرتا
ہوا اسی طرح مسجد الحرام سے باہر نکلے یہ کافی مین لکھا ہی اور جب مکہ سے نکلے تو نیچی سڑک کی طرف سے نکلے جو مکہ کی نیچی
زمین مین ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ عورت ان سب حکمون مین مثل مرد کے ہی اتنا فرق ہی کہ عورت اپنا سر نہ کھولے

یعنی جب تک وہ میقات [illegible]

اور منھ کھولے اور اگر اپنے منھ پر کپڑا اسطرح ڈالے کہ منھ سے جدا ہو تو جائز ہی اور لبیک میں اپنی آواز بلند نہ کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہی بلکہ لبیک اسطرح کہنے کہ وہ خود سنے غیر نہ سنے تمام علماء کا اسی پر اجماع ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور عورت اکڑ کر نہ چلے اور دونون ستونون کے درمیان مین سعی نہ کرے لیکن بال کترواوے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور سلا ہوا کپڑا جو جی چاہے پہنے خواہ کرتی ہو خواہ قمیص خواہ اوڑھنی خواہ موزے خواہ دستانے لیکن ورس اور زعفران در کسم کا رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے لیکن وہ رنگت کا کپڑا دھل چکا ہو تو پہنے یہ کفایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر احرام والی عورت سلا ہوا کپڑا حریر وغیرہ اور زیور پہنے تو مضائقہ نہیں اور اگر حجر اسود کے پاس مردون کا ہجوم ہو تو بوسہ نہ دے اور اگر وہ جگہ خالی ہو تو بوسہ دے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ حجۃ مین ہی کہ عورت پر صفا و مروہ پر چڑھنا واجب نہیں لیکن اس صورت مین جب جگہ خالی ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور خنثیٰ مشکل احتیاطاً ان سب باتون مین مثل عورت کے ہی یہ تبیین مین لکھا ہی

فصل متفرقات کے بیان مین جو شخص بے ہوش ہو جاوے اور اسکی طرف سے اسکے رفیق احرام باندھ لین تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک جائز نہیں اور اگر کوئی کسی آدمی کو یہ حکم کرے کہ اگر وہ بیہوش ہو جاوے یا سو جاوے تو اسکی طرف سے احرام باندھ لے پس جسکو حکم کیا تھا اُسنے احرام باندھا تو بالاجماع صحیح ہی۔ اور اگر اُس شخص کو بیہوشی سے افاقہ ہوا یا نیند سے جاگے اور افعال حج کے ادا کرے تو جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر نائب جو کسی بیہوش کی طرف سے احرام باندھے تو اسکو احرام کی حالت مین سلے ہوئے کپڑون سے بچنا واجب نہیں ہی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اسمین اختلاف ہی کہ اگر کسی کو افعال حج کے ادا کرنے کے وقت تک بیہوشی رہی تو کیا رفیقون پر یہ واجب ہی کہ اسکو سب مقامون مین لیجا دین اور سعی اور وقوف کرا دین یا اسکو نہ لیجا دین بلکہ یہ سب رفیق ہی اسکی طرف سے کر لین فقہا کی ایک جماعت نے پہلے قول کو اختیار کیا ہی اور ایک نے دوسرے کو اور مبسوط مین دوسرے قول کو اصح کہا ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اور اگر اسکی طرف سے اُس شخص نے جو اُسکے رفیقون مین سے نہیں ہی احرام اور طواف کیا اور کنکریان پھینکین تو فقہا کا اسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا ہی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک جائز نہیں اور بعضون نے کہا ہی کہ جائز ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ عیسیٰ ابن ابان نے امام محمد رحمہ سے یہ روایت کی ہی کہ کسی شخص نے حج کا احرام باندھا اور وہ تندرست تھا پھر وہ خفیف العقل ہو گیا اور اُسکے ساتھیون نے اُسکی طرف سے حج کے ارکان ادا کیے اور اُسکو وقوف کرایا اور برسون تک یہی حال رہا پھر اُسکو افاقہ ہوا تو حج فرض اُسکا ادا ہو گیا۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص مکہ مین آیا اور وہ تندرست یا مریض تھا لیکن عقل درست تھی پھر دن مین تھوڑی دیر بیہوش ہو گیا اور اسی حالت مین اُسکے ساتھیون نے اُسکو اُٹھا کر طواف کرایا اور جب پورا یا تھوڑا طواف کر چکے تو اسوقت اُسکو افاقہ ہو گیا اور بیہوشی اُسکی پورے دن نہیں رہی تھی تو وہ طواف اُسکا جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسبیجابی نے کہا ہی کہ اگر کسی کو اُٹھا کر طواف کرا دین تو اُٹھانے والے کا اور جسکو اُٹھایا ہی دونون کا طواف ہو جاویگا خواہ اُٹھانے والے نے اپنی طرف سے طواف کی نیت کی ہو یا جسکو اُٹھایا ہی اسکی طرف سے یا کچھ نیت نہ کی ہو یا اُٹھانے والا طواف عمرہ کا کرتا ہو اور جسکو اُٹھایا ہو وہ حج کے طواف مین ہو یا اُسکے برعکس ہو اور اگر اُٹھانے والا صاحب احرام نہیں ہی تو جسکو اُٹھایا ہی اُسکا طواف اُسی چیز کی طرف سے ادا ہو جاویگا جسکا احرام باندھا تھا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور یہی شرح طحاوی

مین لکھا ہی۔ اگر کوئی مریض طواف کی طاقت نہین رکھتا اور وہ سوتا تھا اور اسی حالت مین اُسکے ساتھیون نے اسکو طواف کرایا تو اگر اُسنے اپنے ساتھیون کو یہ حکم نہین کیا تھا تو طواف اُسکا جائز نہوگا اور اگر اُنکو حکم کیا تھا اور پھر سو گیا تھا تو جائز ہوگا اور اسی طرح اگر اُسکو طواف مین داخل کرایا یا اُدھر کو متوجہ کرایا اُسوقت وہ سو گیا پھر اُسکو طواف کرایا تو جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ کسی بیمار کو کنکریان پھینکنے کی طاقت نہین تو کنکریان اُسکے ہاتھ پر رکھدین اور اُسکے بعد وہ خود اُنھین پھینکدے یا کسی اور کو پھینکنے کا حکم کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرے واسطے لوگون کو اجرت پر مقرر کر تاکہ مجھکو اُٹھاکر طواف کرادین پھر وہ سو گیا اور جسکو حکم کیا تھا اُسنے فوراً حکم کو ادا نہ کیا بلکہ اور کام مین دیر تک مشغول رہا پھر اُسکے بعد کچھ لوگون کو اجرت پر مقرر کرکے لایا اور اُنھون نے اُس سوتے ہوئے کو اُٹھاکر طواف کرایا تو حسن نے کہا ہی کہ اگر وہ فوراً طواف کراتا تو جائز ہوتا لیکن جب بہت دیر کے بعد وہ سو گیا پھر اُسکو اُٹھاکر طواف کرایا اور وہ ویسے ہی سوتا رہا تو طواف جائز نہوگا لیکن اجرت لازم ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کچھ لوگون کو اُجرت دی اور اُنھون نے طواف کی نیت کر کے ایک عورت کو اُٹھاکر طواف کرایا تو اُنکا اپنا طواف ادا ہوگیا اور اُنکی اجرت بھی لازم ہوگئی اور عورت کا طواف بھی ادا ہوگیا اور اگر اُٹھانے والون نے قرضدار کے پکڑنے کی نیت کی تھی اور جسکو اُٹھایا وہ ہوشیار تھا اور اُسنے طواف کی نیت کی تو اُسکا طواف ادا ہو جاویگا اور اُٹھانے والون کا طواف نہوا اور اگر وہ بیہوش ہی تو اسکا طواف بھی ادا نہوا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ جو طواف کہ طواف واجب کے وقت مین ادا ہو تو وہ اُسی کا طواف ہوگا اگرچہ اُسمین نفل کی یا کچھ اور نیت کی ہو پس حج کا احرام باندھنے والا اگر مکہ مین آکر نفل کی نیت سے طواف کرے تو طواف قدوم ادا ہوگا اور اگر عمرہ کا احرام باندھنے والا طواف کرے تو طواف عمرہ ہوگا۔ اور اگر قران کرنے والا طواف کرے تو پہلا طواف اُسکا عمرہ کا اور دوسرا طواف حج کا ہوگا اور اگر طواف زیارت کے وقت کسی اور نیت سے طواف کرے تو طواف زیارت ادا ہوگا لیکن طواف کی نیت ضرور ہی صرف پھر لینے کا اعتبار نہین یہان تک کہ اگر خانہ کعبہ کا طواف اس غرض سے کیا کہ کسی قرضدار کو پکڑتا تھا یا دشمن سے بھاگتا تھا تو اُسکا اعتبار نہین لیکن وقوف عرفہ کا حکم اسکے خلاف ہی اسلیے کہ وہان کسی نیت سے جاوے وقوف ادا ہو جاویگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ لڑکا اگر خود احرام باندھے یا اُسکی طرف سے کوئی اور باندھے تو احرام صحیح ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی اور اصل مین ہی کہ لڑکے کو اگر باپ حج کراوے تو اُسکی طرف سے ارکان ادا کرے اور جمرون پر کنکریان مارے یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب لڑکے کو خود ان ارکان کے ادا کرنے کی تمیز نہو یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر جمرون پر کنکریان مارنا اور مزدلفہ کا وقوف چھوڑدے تو اُس پر کچھ لازم نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر لڑکا حج کے ارکان کو خود ادا کرنا جانتا ہی تو خود تمام ارکان بالغون کی طرح ادا کرے اور اگر حج کے بعض اعمال ترک کردیے جیسے جمرون پر کنکریان مارنا یا مثل اُسکے تو اُسپر کچھ واجب نہوگا۔ جب باپ اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے احرام باندھے اور اُس سے وہ امور صادر ہون جو احرام مین منع ہین تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ محیط کے باب حج عن الغیر مین لکھا ہی۔ جو شخص لڑکون کی طرف سے احرام باندھے اُسکو چاہیے کہ ان لڑکون کے کپڑے اُتارکر دو کپڑے یعنی تہ بند اور چادر اُنکو پہنادے اور جو چیزین احرام مین منع ہین اُنسے اُسکو بچاوے پھر اگر اُسنے کوئی ممنوع کام کرلیا تو نہ کچھ اُس لڑکے پر واجب ہوگا نہ اُسکے ولی پر اور اگر حج کو فاسد کردیا تو اُسپر

قضا لازم نہوگی۔ اور اگر اُسنے حرم مین کوئی شکار پکڑ لیا تو بھی کچھ لازم نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے اہل وعیال اور چھوٹے بچے کے ساتھ مین حج کرے تو لازم ہے کہ چھوٹے بچہ کی طرف سے وہ شخص احرام باندھے جو قرابت مین اس سے زیادہ قریب ہو یہان تک کہ اگر بچہ کا باپ اور بھائی دونون ساتھ ہون تو باپ اسکی طرف سے احرام باندھے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے

چھٹا باب عمرہ کے بیان مین

عمرہ شرع مین خانہ کعبہ کی زیارت اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کو کہتے ہین جو احرام کے ساتھ ہوتی ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ عمرہ ہمارے نزدیک سنت ہے واجب نہین ایک سال مین کئی عمرے کرنا جائز ہے عمرہ تمام سال مین جائز ہے لیکن وہ قارن کے سوا ہر شخص پر سال کے پانچ دن مین مکروہ ہے اور وہ عرفہ اور قربانی کا دن اور ایام تشریق مین ظاہر مذہب یہی ہے جو مذکور ہوا لیکن باوجود کراہت کے بھی اگر ان دنون مین عمرہ کر لیا تو صحیح ہوگا اور اُسکا احرام باقی رہیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہے منتقی مین ہے کہ امالی مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے عمرہ کا احرام اول عشرہ مین باندھا اور مکہ مین ایام تشریق مین آیا تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ طواف مین اسقدر تاخیر کرے کہ تشریق کے دن گذر جاوین پھر طواف کرے اور اُسکو احرام کا توڑنا واجب نہین ہے اور اگر انھین دنون مین طواف کر لیا تو جائز ہے اور اسپر قربانی واجب نہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ عمرہ کا رکن طواف ہے اور واجب عمرہ مین صفا ومروہ کے درمیان مین سعی کرنا اور سر منڈانا یا بال کترانا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے وقت حج کے سوا شرطین اُسکی وہی ہین جو حج کی شرطین ہین یہ بدائع مین لکھا ہے۔ سنتین اور آداب عمرہ کے وہی ہین جو سعی سے فارغ ہونے تک حج کی سنتین اور آداب ہین اور منجملہ سات طوافون کے اکثر طواف سے پہلے اگر جماع کر لیا تو یہ عمرہ کا مفسد ہے یہ بحر الرائق کے باب فوات الحج مین بدائع سے نقل کیا ہے جو شخص فقط عمرہ کا احرام باندھے وہ میقات سے یا میقات کے قبل سے حج کے مہینون مین یا اُنکے سوا اور مہینون مین احرام باندھے اور لبیک کے وقت دل سے عمرہ کی نیت کرکے زبان سے بھی ذکر کرے اور یون کہے لبیک بعمرۃ یا فقط دل سے قصد کرنے پر بس کرے اور زبان سے ذکر کرنا افضل ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور جو چیزین حج کے احرام مین منع ہین وہ عمرہ کے احرام مین بھی منع ہین اور عمرہ کے احرام مین طواف اور صفا ومروہ کے درمیان مین سعی اسی طرح کرے جیسے کہ حج مین کرتے ہین اور جب طواف اور سعی کر چکے اور سر منڈا لے تو عمرہ کے احرام سے باہر ہو گیا اور ساتھ روایت کے بوسہ حجر اسود کو بوسہ دیکر لبیک موقوف کر دے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے

ساتوان باب قران اور تمتع کے بیان مین

قارن وہ شخص ہے جو حج اور عمرہ دونون کے احرامون کو جمع کرے خواہ میقات سے احرام باندھے خواہ اسکے قبل سے خواہ حج کے مہینون مین احرام باندھے یا اسکے قبل سے یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہے خواہ ان دونون کا احرام ساتھ باندھا یا حج کا احرام باندھ کر عمرہ کا احرام اسمین ملا لیا یا عمرہ کا احرام باندھ کر احرام حج ملا لیا لیکن اگر حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا احرام اسمین ملا لیا تو یہ فعل برا کیا یہ محیط مین لکھا ہے جب کوئی شخص قران کا ارادہ کرے تو اسی طرح احرام باندھے جیسے حج کرنے والا باندھتا ہے یعنی وضو اور غسل کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور سلام کے بعد یون کہے اللہم انی ارید العمرۃ والحج پھر اسی طرح لبیک کہے لبیک بعمرۃ وحجۃ معاً یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور لبیک کہے وقت ان دونون کی دل سے نیت کرکے زبان سے بھی ذکر کرے یا فقط دل سے نیت کرے زبان

نہ کہے اور زبان سے کہنا افضل ہے پس جب اسطرح لبیک کہہ چکا تو دونون کا احرام ہو گیا پس حج کے مہینون مین
یا اس سے پہلے عمرہ کرلے اور اسی سال مین حج بھی کرلے یہ محیط کے بیان تعلیم اعمال حج مین لکھا ہے اور قارن اول
افعال عمرہ کے ادا کرے اسکے بعد افعال حج کے ادا کرے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے پس قارن کو چاہیے کہ اول
سات مرتبہ طواف قدوم کرے پھر سعی کرے یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور اگر حج اور عمرہ کے واسطے پے در پے دونون طواف کرلیے
اور ان دونون کے درمیان مین سعی نہ کی اور پھر ان دونون کے واسطے دوبار سعی کی تو جائز ہے لیکن
برا کیا یہ تبیین مین لکھا ہے- اگر قارن تین مرتبہ عمرہ کا طواف کرے پھر عمرہ کے واسطے سعی کرے پھر
اسی طرح حج کا طواف کرے پھر عرفہ مین وقوف کرے تو جسقدر حج کا طواف کیا تھا وہ عمرہ کے طواف مین محسوب
ہوگا اور ایک مرتبہ اور طواف کرکے عمرہ کا طواف تمام کرلے اور دونون کی سعی کا اعادہ کرے حج کی سعی کا اعادہ
واجب ہے اور عمرہ کی سعی کا اعادہ مستحب اس حالت مین وہ شخص قارن ہوجاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر قارن
نے اول حج کے واسطے طواف اور سعی کرلی پھر عمرہ کے واسطے طواف اور سعی کی تو پہلا طواف و سعی عمرہ سے ادا
ہونگے اور دوسرا حج سے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے- اگر قارن نے عمرہ اور حج کے واسطے طواف کیا اور پھر حج کی نیت
سے سعی کی تو وہ سعی عمرہ سے ادا ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے- حج اور عمرہ کے درمیان مین سر نہ مونڈاوے یہ ہدایہ
مین لکھا ہے- جب قربانی کے روز جمرہ عقبہ پر کنکریان مارے تو قران کی قربانی ذبح کرے اور یہ قربانی بھی منجملہ
مناسک حج ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے- ہمارے نزدیک سر مونڈانے سے احرام سے باہر ہوتا ہے نہ ذبح کرنے سے یہ ہدایہ
مین لکھا ہے- اگر قارن قربانی کو خود ہانک کرلے چلے تو افضل ہے پھر سر مونڈاوے یا بال کتراوے یہ فتاوی قاضیخان
مین لکھا ہے- متمتع وہ شخص ہے کہ عمرہ کے اعمال حج کے مہینون مین ادا کرے یا تین مرتبہ سے زیادہ طواف عمرہ کا حج
کے مہینون مین کرلے پھر حج کا احرام باندھے اور اسی سال مین اپنے اہل و عیال المام صحیح سے پہلے حج کرے
یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے- خواہ پہلے احرام سے باہر ہوا ہو یا نہوا ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے- تمتع مین یہ شرط
نہین ہے کہ حج کے مہینون مین عمرہ کا احرام موجود ہو بلکہ یہ شرط ہے کہ حج کے مہینون مین عمرہ یا اکثر طواف عمرہ کے ادا ہون
پس اگر تین مرتبہ رمضان مین طواف کیا پھر شوال آگیا اور باقی چار مرتبہ طواف شوال مین کیا پھر اسی سال مین
حج کیا تو وہ متمتع ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے- اور اگر متمتع نے عمرہ کے اکثر طواف حج کے مہینون سے پہلے ادا
کرلیے اور پھر اسی سال مین حج کیا تو متمتع نہوگا بلکہ اسنے عمرہ اور حج جدا جدا کیا اور اسپر قربانی واجب نہوگی یہ ظہیریہ
مین لکھا ہے- اور تمتع مین یہ شرط نہین کہ جس سال مین عمرہ کا احرام باندھے اسی سال مین حج بھی کرے بلکہ یہ شرط ہے کہ جس
سال مین عمرہ کیا ہے اس سال مین حج کرے یہان تک کہ اگر رمضان مین احرام باندھا اور سال آئندہ کے شوال
تک اسی طرح احرام باقی رکھا پھر عمرہ کا طواف سال آئندہ کیا اور پھر اسی سال مین حج کیا تو وہ شخص متمتع ہوگا یہ
بحر الرائق مین لکھا ہے اور المام صحیح اسکو کہتے ہین کہ اپنے اہل و عیال مین لوٹ کر آوے اور مکہ کو لوٹنا اسپر واجب
نہو یہ محیط مین لکھا ہے- اور المام صحیح اس متمتع سے ہوسکتا ہے جو قربانی کو ہانک کو نہ لیجاوے لیکن اگر قربانی کو خود
ہانک کرلے گیا تو المام اسکا فاسد ہے اور وہ تمتع کے صحیح ہونے کا مانع نہین ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے- اگر
حج کے مہینون مین عمرہ کیا پھر اس سے باہر ہوگیا اور اپنے اہل و عیال مین لوٹ کر آیا پھر اسی سال مین حج کیا

تو متمتع نہوگا اور اگر حج کے مہینون مین عمرہ کیا اور اُسکے سات طواف کرلیے اور احرام سے باہر ہوگیا اور اپنے اہل و عیال
مین لوٹکر آیا پھر مکہ کو گیا اور جسقدر عمرہ باقی ہے اُسکو تمام کیا اور احرام سے باہر ہوگیا اور اُسی سال مین حج کیا تو وہ متمتع
ہے۔ اور اگر چار مرتبہ طواف کرلیا تھا پھر لوٹا باقی وہی صورتین ہین جو پہلے مسئلہ مین مذکور ہوئین تو متمتع نہوگا یہ محیط سرخسی
مین لکھا ہے۔ اگر حج کے مہینون مین عمرہ کیا اور احرام سے باہر ہونے سے پہلے اپنے اہل و عیال مین لوٹکر آیا اور احرام اُسکا
اسی طرح باقی تھا پھر اسی احرام سے مکہ کو گیا اور عمرہ کو تمام کیا پھر اسی سال مین حج کیا تو بالاجماع متمتع ہوگا اور جیسے صورت
یون ہوسکتی ہے کہ کسی نے عمرہ کا تین بار یا اس سے کم طواف کیا پھر احرام کی حالت مین اپنے اہل و عیال مین آیا اور
اگر عمرہ کا طواف نصف سے زیادہ مرتبہ یا کل کرچکا اور احرام سے باہر نہین ہوا اور اپنے اہل و عیال مین گیا
اور احرام اسی طرح باقی تھا پھر لوٹا اور مکہ کو گیا اور باقی عمرہ پورا کیا اور اُسی سال مین حج کیا تو امام ابوحنیفہ رح
اور امام ابویوسف کے قول کے بموجب متمتع ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک متمتع نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے متمتع دو قسم کے ہین ایک وہ جو قربانی
کو ہانکتا چلے دوسرے وہ جو قربانی کو نہ ہانکے جو متمتع کہ قربانی کو نہین ہانکتا اُسکی صفت یہ ہے کہ میقات سے ابتدا کرکے
عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ مین داخل ہو اور عمرہ کے لیے طواف اور سعی کرے اور سر مونڈا دے یا بال کترا دے
پس وہ عمرہ سے باہر ہوجاویگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے میقات سے احرام باندھنا عمرہ اور تمتع کے لیے شرط نہین ہے
یہانتک کہ اگر اپنے گھر سے یا اور کہین سے احرام باندھے تو صحیح ہے اور متمتع ہوجاویگا اور اسی طرح عمرہ سے فارغ
ہونے کے بعد سر مونڈانا ضرور نہین ہے بلکہ اگر چاہے احرام سے باہر ہوا اور اگر چاہے اُسی طرح احرام مین باقی
رہے یہانتک کہ حج کا احرام باندھ لے یہ تبیین مین لکھا ہے۔ اور جب طواف کرے اور حجر اسود کو بوسہ دے اُسوقت
سے لبیک چھوڑ دے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ پھر بغیر احرام کے مکہ مین رہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ مکہ مین رہنا شرط
نہین ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر اُسی سال مین حج کے واسطے رہنا منظور ہے تو حج کے احرام کے وقت تک بغیر احرام کے
رہے اور اگر مکہ مین احرام کی حالت مین رہا تو جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے جب آٹھوین تاریخ ہو حج کا احرام
مسجد سے باندھے اور شرط یہ ہے کہ حرم سے باندھے مسجد سے باندھنا لازم نہین ہے یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ اور مسجد سے باندھنا
افضل اور برکت سے باندھنا افضل ہے بہ نسبت حرم کے اور مقامون کے جو مکہ کے سوا ہین یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اور آٹھوین
تاریخ احرام باندھنا بھی لازم نہین ہے بلکہ اگر عرفہ کے دن احرام باندھے تو جائز ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر
آٹھوین تاریخ سے پہلے احرام باندھے تو جائز ہے اور وہ افضل ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور جسقدر جلدی کرے وہ افضل ہے
یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے۔ اور وہ سب افعال ادا کرے کہ جو مفرد حج کرنے والا کرتا ہے مگر طواف تحیۃ نہ کرے اور طواف
زیارت مین اکڑکر چلے اور اُسکے بعد سعی کرے اور اگر اس متمتع نے حج کے احرام کے بعد طواف قدوم کیا اور سعی کی
تو طواف زیارت مین اکڑکر نہ چلے خواہ طواف قدوم مین اکڑکر چلا ہو یا نہ چلا ہو اور اُسکے بعد سعی بھی نہ کرے یہ نہایہ
اور فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اور متمتع پر جو اللہ نے یہ انعام کیا ہے کہ اُسکا حج اور عمرہ دونون جمع ہوگئے اُسکے شکر مین ایک
قربانی واجب ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے اور جب تک قربانی ذبح نہ کرے تب تک سر نہ مونڈا دے۔ اور اگر مقدور
نہ ہو اور قربانی کی قیمت میسر نہو تو ایام حج مین تین دن کے روزے رکھے اور یہ تینون روزے عمرہ کے احرام کے بعد
عرفہ کے دن تک رکھنا جائز ہین اس سے پہلے اور عرفہ کے بعد جائز نہین اور افضل یہ ہے کہ ساتوین اور آٹھوین

اور نوین تاریخ روزہ رکھے تاکہ آخر روزہ عرفہ کے دن ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر رات سے نیت نہ کریگا تو یہ روزہ جائز نہوگا جیسے کہ اور سب کفارون کے روزون کا حکم ہی اور یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے برابر روزہ رکھے چاہے جدا جدا رکھے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی اور جب اس سے فارغ ہوا اور سر منڈانے کا دن آیا تب سر منڈا دے یا بال کترا دے پھر ہمارے نزدیک ایام تشریق گذر جانے کے بعد سات روزے رکھے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اگر یہ روزہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی مین رکھے تو ہمارے نزدیک جائز ہی یہ قدوری مین لکھا ہی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ نے کہا ہی کہ جبتک تین روزے نہین رکھے اسپر سات روزے رکھنا واجب نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر تین دن کے روزے پورے ہونے سے پہلے یا اُسکے بعد ایام ذبح مین سر منڈانے یا احرام سے باہر ہونے سے پہلے قربانی پر قادر ہوگیا تو اُسکے روزے باطل ہو جاوینگے اور بغیر قربانی کے احرام سے باہر نہوگا۔ اور اگر سر منڈانے اور احرام سے باہر ہونے کے بعد اور سات روزے رکھنے سے پہلے قربانی میسر ہوئی تو اُسکے روزے صحیح ہوگئے اور قربانی کا ذبح کرنا اُسپر لازم نہین ہی اور اگر تین دن کے روزے رکھ لیے اور احرام سے باہر نہین ہوا یہانتک کہ ذبح کے دن گذر گئے پھر قربانی میسر ہوئی تو روزے اُسکے جائز ہین اور کچھ اُسپر واجب نہین حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے یہی روایت کی ہی اور اگر تین دن کے روزے نہین رکھے تو اُسکے بعد اُسکو روزہ جائز نہین اور قربانی کے سوا اور کچھ اُسکو چارہ نہین اور اگر قربانی نہ پائی اور احرام سے باہر ہوگیا تو اُسپر دو قربانیان واجب ہین ایک تمتع کی اور ایک قربانی سے پہلے احرام سے باہر ہو جانے کی روزے چھوڑنے کی وجہ سے قربانی لازم نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور اُسکے ادا سے عاجز ہوا یا مرگیا اور وصیت کرگیا تو فدیہ جائز نہوگا قربانی ہی اُسکی طرف لازم ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر قربانی موجود ہی اور پھر بھی اُسنے روزے رکھے تو اس بات کو دیکھینگے کہ اگر قربانی اُسکے پاس نحر کے دن تک باقی رہی تو وہ روزے جائز نہونگے اور اگر اُس سے پہلے ہلاک ہوگئی تو جائز ہونگے یہ تبیین مین لکھا ہی قربانی کے وجوب مین قارن کا بھی وہی حکم ہی جو متمتع کا ہی یعنی اگر قربانی میسر ہو تو قربانی واجب ہی اور اگر اُسپر قادر نہو تو روزے رکھے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی متمتع اگر قربانی ہانک کر لے چلنے کا ارادہ کرے تو احرام باندھے پھر قربانی کو ہانکے یہ قدوری مین لکھا ہی قربانی ہانک کر لے چلنے والا اُس شخص سے افضل ہی جو قربانی ہانک کر نہ لے چلے یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر قربانی ہانک کر لے چلا اور اُسکی نیت تمتع کی تھی اور جب عمرہ سے فارغ ہوا تو اُسکا یہ قصد ہوا کہ تمتع نکرے تو اُسکو یہ اختیار ہی اور اپنی قربانی کا جو چاہے کرے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی قران ان لوگون کے واسطے جو میقات کے باہر رہنے والے ہین تمتع سے اور مفرد حج کرنے سے افضل ہی اور تمتع اُنکے حق مین اکیلا حج کرنے سے افضل ہی ظاہر روایت مین یہی مذکور ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اہل مکہ کے واسطے تمتع اور قران نہین اُنکے واسطے صرف حج ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اسی طرح میقات والون اور میقات سے مکہ کی طرف رہنے والون کا بھی وہی حکم ہی جو اہل مکہ کا ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر مکی کوفہ کو جاوے اور وہان سے آکر قران کرے تو اُسکا قران صحیح ہوگا اور اگر کوفہ کو جاوے اور عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کرے پھر حج کرے تو متمتع نہوگا۔ اور اگر مکی کوفہ کو جاوے اور عمرہ کا احرام باندھے اور قربانی ہانک کر لے چلے تو متمتع ہوگا اور قربانی ہانکنے کے ساتھ المام اُسکا صحیح ہو جاویگا کوفہ مین رہنے والے کا حکم اسکے خلاف ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر حج کے مہینون سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا

اور عمرہ کو ادا کیا اور احرام سے باہر ہو گیا اور مکہ میں مقیم ہوا پھر عمرہ کا احرام باندھا پھر اسی سال مین حج کیا تو متمتع نہو گا۔ پس اگر پہلے عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ سے چلا گیا اور حج کے مہینوں کے پہلے میقات سے باہر ہو گیا اور وہان سے عمرہ کا احرام حج کے مہینوں مین باندھا اور اسی سال مین حج کیا تو متمتع ہو گا۔ اور اگر حج کے مہینوں مین میقات سے باہر ہو گیا تمتع نہو گا لیکن اگر اپنے اہل و عیال مین چلا گیا پھر عمرہ کیا پھر اسی سال مین حج کیا تو متمتع ہو جاویگا یہ قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک وہ دونون صورتون مین متمتع ہو گا خواہ حج کے مہینوں مین پہلے میقات سے باہر ہوا یا بعد یہ سرخسی مین لکھا ہے اور اگر کسی کوفی نے حج کے مہینوں مین عمرہ کیا اور مکہ یا بصرہ مین ٹھہرا اور اسی سال مین حج کیا تو متمتع ہو جاویگا یہ متون مین لکھا ہے۔ اور اگر حج کے مہینوں مین عمرہ کیا پھر اسکو فاسد کر دیا اور اسی فساد کی حالت مین پورا کیا اور اسی سال مین حج بھی کیا تو متمتع نہو گا۔ اور اگر فاسد عمرہ کی قضا کی اور اسی سال مین حج کیا تو اگر میقات کی طرف لوٹنے سے پہلے اسکی قضا کی تو فقہا کے قول کے بموجب متمتع نہو گا اور اگر میقات کی طرف لوٹنے کے بعد اسکی قضا کی تو متمتع ہو گا اور اگر فاسد عمرہ کی قضا کی اور کسی ایسے موقع مین چلا گیا جہان کے لوگ متعہ اور قران کر سکتے ہین پھر مکہ کو لوٹا اور فاسد عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال مین حج کیا تو امام ابو حنیفہ رح نے کہا ہے کہ وہ متمتع نہو گا لیکن اگر وہ اپنے اہل و عیال مین چلا جاوے پھر عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹے تو متمتع ہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے یہ حکم اس صورت مین ہے کہ حج کے مہینوں مین عمرہ کرے اور اسکو فاسد کر دے اور اگر اسنے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کیا اور پھر اسکو فاسد کر دیا پھر اسی فساد کی حالت مین پورا کیا اور میقات سے باہر نہین نکلا یہانتک کہ حج کے مہینے آگئے اور حج کے مہینہ مین عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال مین حج کیا تو بالاجماع متمتع ہو گا۔ اور اگر اپنے اہل و عیال کے سوا کہین اور ایسے مقام مین گیا جہان کے لوگون کو قیام اور تمتع جائز ہے پھر مکہ کو آیا اور حج کے مہینوں مین عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال مین حج کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب اگر شوال کا چاند میقات سے باہر دیکھا تھا اور جب حج کے مہینے شروع ہوئے تو وہ تمتع کی اہلیت رکھتا تھا پھر مکہ کو آیا اور حج کے مہینوں مین عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال مین حج کیا تو متمتع ہو گا اور اگر شوال کا چاند میقات کے اندر دیکھا اور حج کے مہینے جب شروع ہولئے تو وہ تمتع کی اہلیت نہین رکھتا تھا اور توجہ کرنا اسکو جائز نہین تھا تو تمتع جائز ہونے کا حکم اس وقت تک نہ اٹھیگا جب تک کہ وہ اپنے اہل و عیال مین نہ آجاویگا۔ اور صاحبین رح کے نزدیک دونون صورتون مین متمتع ہو گا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور جسنے حج کے مہینوں مین عمرہ کیا اور اسی سال مین حج کیا اور ان دونون مین کسی کو فاسد کر دیا تو اسکے ارکان اسی طرح ادا کرتا ہے اور متعہ کی قربانی اس سے ساقط ہو جاویگی یہ ہدایہ مین لکھا ہے اور اگر تمتع کیا اور قربانی کی تو وہ متعہ کی قربانی نہو گی یہ کنز مین لکھا ہے

آٹھوان باب حج کے گناہون کے بیان مین۔ اور اسمین پانچ فصلین ہین

پہلی فصل اس چیز کے بیان مین جو خوشبو اور تیل لگانے سے واجب ہوتی ہے خوشبو سے مراد وہ چیز ہے جسمین اچھی بو آتی ہے اور عقلمند اسکو خوشبو مین شمار کرتے ہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو چیزین بدن پر لگائی جاتی ہین وہ تین قسم ہین ایک قسم وہ ہے جو نری خوشبو ہے اور خوشبو مین ہی گنی جاتی ہے جیسے کہ مشک اور کافور اور عنبر اور اسی طرح کی اور چیزین انکا استعمال کسی طرح سے کرے کفارہ واجب ہو گا یہان تک

فقہا نے کہا ہی کہ اگر اُن چیزون کو بطور دوا کے لگایا تو کفارہ واجب ہوگا دوسری قسم وہ ہی جسکی ذات مین
خوشبو نہین اور نہ وہ خوشبو کے حکم مین ہی اور نہ کسی طرح خوشبو بنتی ہی جیسے چربی پس خواہ اسکو کھاوے یا
ملے یا پانون کی بوائی مین بھرے تو کفارہ واجب نہوگا۔ ایک قسم وہ ہی جو اپنی ذات سے خوشبو نہین ہی لیکن
وہ خوشبو کی اصل ہی اور خوشبو کے طور پر بھی کام مین آتی ہی اور دوا کے طور پر بھی استعمال کیجاتی ہی
جیسے زیتون اور تل کا تیل تو استعمال کا اعتبار ہوگا اگر اسکو تیل لگانے کے طور پر استعمال کیا ہی تو خوشبو کا
حکم ہوگا اور اگر کھانے مین یا بوائی کے اندر بھرنے مین استعمال کیا ہی تو اسکے واسطے خوشبو کا حکم نہوگا
یہ بدائع مین لکھا ہی۔ خوشبو کے منع ہونے کا حکم بدن اور ازار اور بچھونے مین برابر ہی یہ فتح القدیر مین
لکھا ہی۔ اگر بہت سی خوشبو کا استعمال کیا تو قربانی واجب ہوگی اور اگر تھوڑی خوشبو کا استعمال کیا تو صدقہ
واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ قلیل اور کثیر کی حد مین مشائخ کا اختلاف ہی بعض مشائخ نے کثرت کا اعتبار بڑے
عضو سے کیا ہی جیسے ران اور پنڈلی اور بعض مشائخ نے کثرت کا اعتبار بڑے عضو کی چوتھائی سے کیا ہی اور
شیخ امام ابو جعفر رح نے قلت اور کثرت کا اعتبار اصل خوشبو سے کیا ہی یعنی اگر اصل مین خوشبو اسقدر ہو جسکو لوگ
بہت سمجھتے ہین جیسے دو چلو گلاب اور ایک چلو غالیہ اور مشک تو وہ کثیر ہی اور جسکو لوگ کثیر نہین سمجھتے وہ
قلیل ہی اور صحیح یہ ہی کہ ان دونون قولون مین موافقت کیجاوے اور یون کہا جاوے کہ اگر خوشبو
تھوڑی ہو تو عضو سے اُسکا اعتبار کیا جاویگا خوشبو کی ذات کا اعتبار نہ کیا جاویگا پس اگر اسکو سارے عضو پر
لگاویگا تو کثیر ہوگی اور قربانی لازم ہوگی اور تھوڑے عضو پر لگاویگا تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر اُسمین خوشبو بہت
آتی ہو تو خوشبو کی ذات کا اعتبار ہی عضو کا اعتبار نہین پس اگر چوتھائی عضو پر لگاویگا تو قربانی واجب ہوگی یہ محیط
سرخسی اور تبیین مین لکھا ہی یہ حکم بدن پر خوشبو لگانے کا تھا اور اگر کپڑے اور بچھونے پر خوشبو لگائی تو اسمین بھی
ہر حال مین قلت اور کثرت کا اعتبار ہوگا اور قلیل اور کثیر مین فرق یہ ہی کہ جسکو عرف مین کثیر سمجھتے ہون وہ کثیر ہی
جسکو قلیل سمجھتے ہون وہ قلیل ہی اور اگر عرف مقرر نہو تو خوشبو لگانے والا جسکو کثیر سمجھے وہ کثیر ہی اور جسکو قلیل سمجھے
وہ قلیل ہی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی اور خوشبو کے احکام سب صورتون مین برابر ہین خواہ عمداً لگائی ہو خواہ بھول کر لگائی ہو
یا اپنی خوشی سے لگائی ہو یا کسی کی زبردستی سے لگائی ہو اور عورت اور مرد اس حکم مین برابر ہین یہ بدائع مین
لکھا ہی۔ اور اگر تمام اعضا پر خوشبو لگائی تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اسلیے کہ جنس ایک ہی یہ تبیین مین لکھا ہی
اور اگر ہر عضو پر جدا جدا مجلس مین خوشبو لگائی تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہر عضو
کے عوض کفارہ واجب ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک اگر اول عضو کا کفارہ دے چکا تھا تو دوسرے عضو
کے بدلے قربانی واجب ہوگی اور اگر اول عضو کا کفارہ نہین دیا ہی تو ایک ہی قربانی کافی ہی یہ سراج الوہاج
مین لکھا ہی۔ اگر سر پر مہندی سے خضاب کیا تو قربانی واجب ہوگی یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ وہ مہندی پتلی ہوئی
ہو اور اگر گاڑھی سر پر لگائی تو دو قربانیان واجب ہونگی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر سر پر وسمہ سے خضاب کیا تو
کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح سے یہ روایت ہی کہ اگر سر پر وسمہ کا خضاب درد سر کے علاج کے واسطے
لگایا تو اسپر جزا لازم ہوگی اسلیے کہ اُس سے سر ڈھک جاتا ہی یہی صحیح ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ سر اور داڑھی

تو خطمی سے نہ دھووے اور اگر دھویا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قربانی لازم ہوگی - اگر صاحب احرام اشنان سے نہاوے اور اسمین خوشبو ہو تو اگر وہ ایسی ہو کہ دیکھنے والا اسکو اشنان کہے تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر دیکھنے والا اسکو خوشبو کہے تو قربانی لازم ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - اور خوشبو ایک پورے عضو پر لگا دے تو قربانی لازم ہوگی خواہ خوشبو لگانے کا قصد کرے یا نہ کرے اور اگر اس سے کم لگا دے تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر خوشبو کو چھوا اور وہ لگ گئی نہین تو کچھ واجب نہوگا اور امام محمد رح سے یہ روایت ہی کہ اگر کسی شخص نے خوشبو کا ایک یا دو بار لگایا تو واجب [illegible] اور [illegible] بار لگایا تو قربانی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر خوشبو اعضا پر جدا جدا لگائی تو وہ سب جمع کیجاویگی پس اگر وہ سب ایک عضو کامل کے برابر ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی ورنہ صدقہ واجب ہوگا اور اگر زخم مین ایسی دوا لگائی جسمین خوشبو تھی پھر ایک دوسرا زخم پیدا ہوا اور اُن دونون زخمون مین ساتھ دوا لگائی پس جبتک پہلا زخم اچھا نہو جاویگا دوسرے زخم کا کفارہ اُسپر واجب نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہی اگر خوشبو کی چیز کسی کھانے مین پک گئی اور متغیر ہوگئی تو صاحب احرام پر اُسکے کھانے سے کچھ واجب نہوگا خواہ اُسمین خوشبو آتی ہو یا نہ آتی ہو یہ بدائع مین لکھا ہی - اور اگر خوشبو کی چیز کو کسی کھانے کی چیز مین بغیر پکائے ملا دیا تو اگر خوشبو کی چیز مغلوب ہی تو کچھ واجب نہوگا لیکن اگر خوشبو آتی ہوگی تو مکروہ ہی اور اگر خوشبو غالب ہو تو جزا واجب ہوگی - اور اگر خوشبو کی چیز کو پینے کی چیز مین ملایا تو اگر خوشبو غالب ہوگی تو قربانی لازم ہوگی ورنہ صدقہ لازم ہوگا لیکن اگر بہت بار پیئے گا تو قربانی لازم ہوگی یہ نہر الفائق مین لکھا ہی - اور اگر اصل خوشبو کی چیز بغیر کسی کھانے مین ملائے کھائے تو اگر بہت ہی تو قربانی لازم ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی - اگر کسی ایسے گھر مین داخل ہوا جو خوشبو مین بسا یا گیا تھا اور اُسکے کپڑون مین خوشبو آنے لگی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اسلیے کہ خود اُسنے کوئی نفع نہین لیا لیکن اگر کپڑون کو بسایا اور اُسمین خوشبو آنے لگی تو اگر بہت خوشبو آنے لگی تو قربانی واجب ہوگی اور اگر تھوڑی ہی تو صدقہ واجب ہوگا اسلیے کہ خود اس سے نفع لیا اور اگر کپڑون مین کچھ خوشبو نہ بسی تو کچھ واجب نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر بدن پر تیل لگایا تو اگر خوشبو کا تیل ہی جیسے روغن بنفشہ اور خوشبودار تیل تو اگر پورے عضو کو لگا دیگا تو قربانی واجب ہوگی اور اگر وہ تیل خوشبودار نہین ہی جیسے زیتون اور تل کا تیل تو بھی امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب قربانی لازم ہوگی یہ بدائع مین لکھا ہی - جب خوشبو لگانے کی وجہ سے جزا لازم ہو تو اُسکا بدن یا کپڑے سے دور کرنا بھی لازم ہی اور اگر کفارہ دینے کے بعد اُسکو دور نہ کیا تو دوسری قربانی اُسکے واجب ہونے مین اختلاف ہی الظہر یہ ہی کہ اُسکے باقی رہنے کی وجہ سے دوسری قربانی واجب ہوگی یہ بحر الرائق مین لکھا ہی - اور پھول اور خوشبو کی چیزین اور خوشبودار پھولون کے سونگھنے سے کچھ لازم نہین ہوتا لیکن اُنکا سونگھنا مکروہ ہی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی - اور اگر مشک یا کافور یا عنبر اپنی ازار کے کنارہ مین باندھ لیا تو فدیہ لازم ہوگا اور اگر عود باندھا تو کچھ لازم نہوگا اگرچہ اُسکی خوشبو آتی ہو - اگر عطار کی دکان یا ایسی جگہ بیٹھے جہان خوشبو کی دھونی دی گئی ہو کچھ مضایقہ نہین لیکن خوشبو سونگھنے کے واسطے وہان بیٹھنا مکروہ ہی - صاحب احرام کو خبیص کھانے مین مضایقہ نہین خبیص ایک حلوا ہوتا ہی جسمین زعفران ڈالی جاتی ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی پھر وہ احرام کے بعد اُسکے بدن مین دوسری جگہ منتقل ہوگئی تو بالاتفاق کچھ واجب

نہوگا یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ **دوسری فصل** لباس کے بیان مین اگر صاحب احرام سلے ہوئے
کپڑے عادت کے بموجب ایک دن رات تک پہنے تو قربانی واجب ہوگی اور اگر اس سے کم پہنے تو صدقہ
لازم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے برابر ہے کہ بھول کر پہنے یا جانکر پہنے اور اس مسئلہ کا حکم جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور اپنے
اختیار سے پہنے یا کسی کی زبردستی سے پہنے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر اپنے دونون مونڈھون مین قبا داخل کی اور
دونون ہاتھ آستینون مین نہ ڈالے تو اُسپر کچھ واجب نہوگا۔ اسی طرح اگر طیلسان پہنی اور اسکی گھنڈیان نہ لگائین
تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قبا یا طیلسان کی گھنڈیان ایک دن بھر لگائین تو قربانی لازم ہوگی اور اگر چادر یا ازار کو
ایک دن بھر کسی رسی سے باندھا تو کچھ واجب نہوگا لیکن مکروہ ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے۔ اگر صاحب احرام سلا
ہوا کپڑا کئی دن پہنے پس اگر اُسنے رات دن مین کبھی نہ نکالا تو بالاجماع ایک قربانی کافی ہے اور اگر قربانی کرنے کے
بعد پھر ایک پورے دن بھر پہنا تو بالاجماع دوسری قربانی واجب ہوگی اسلیئے کہ اُسپر مداومت کرنا دوسرے لباس
کے حکم مین ہے چنانچہ اگر کوئی سلے ہوئے کپڑے پہنکر احرام باندھے اور احرام کے بعد پورے ایک دن اُسی کو
پہنے رہے تو اُسپر قربانی لازم ہوتی ہے۔ اور اگر اُسکو نکال لیا اور اُسکے چھوڑنے کا ارادہ کیا پھر پہنا تو اگر اول کا
کفارہ دے چکا ہے تو اُسپر بالاجماع دوسرا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اول کا کفارہ نہین دیا ہے تو امام ابو حنیفہ رح اور
امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب اُسپر دو کفارے لازم ہونگے۔ اور اگر اُسکو دن مین پہنتا ہو اور رات کو
نکال لیتا ہو لیکن چھوڑنے کے ارادہ سے نہ نکالتا ہو تو بالاجماع ایک ہی قربانی لازم ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے
اور اگر ایک دن کے کچھ حصہ مین قمیص پہنی پھر اُسی دن پاجامہ پہنا پھر اُسی دن موزے پہنے اور ٹوپی اوڑھی
تو ایک کفارہ واجب ہوگا یہ مبسوط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر ایک دن بھر صاحب احرام اپنا سر یا منھ ڈھکے تو اُسپر قربانی
لازم ہوگی اور ایک دن سے کم ڈھکے تو صدقہ لازم ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اسی طرح اگر ایک پوری رات
سر یا منھ ڈھکا تو بھی یہی حکم ہے خواہ جانکر ڈھکا ہو یا بھولکر یا سوتے مین ڈھکا ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر
چوتھائی سر یا اُس سے زیادہ ایک دن ڈھکا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر اُس سے کم ڈھکا تو صدقہ واجب
ہوگا روایت مشہور مین یہی مذکور ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور بغیر بیماری کے سر پر یا منھ پر پٹی باندھنا مکروہ ہے
اور اگر پورے دن بھر پٹی باندھی تو صدقہ واجب ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر اپنے بدن پر دوسری
جگہ پٹی باندھی تو اگرچہ بہت ہو کچھ واجب نہوگا لیکن بغیر عذر ایسا کرنا مکروہ ہے یہ فتح القدیر مین لکھا ہے اگر صاحب احرام
نے کوئی چیز اپنے سر پر رکھی تو اگر وہ ایسی چیز ہے جس سے سر نہین ڈھکا کرتے جیسے طشت اور برتن اور گیہون کے
تلنے کا پیمانہ اور مثل اُسکے اور چیزین تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کپڑے کی قسم سے ایسی چیزین ہین جنسے سر
ڈھکتے ہین تو جزا لازم ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر صاحب احرام کسی احرام والے یا بے احرام والے کو سلا ہوا
یا خوشبو لگا ہوا کپڑا پہناوے تو بالاجماع اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے اگر صاحب احرام سلا ہوا کپڑا پہننے
پر مضطر تھا اور جہان ایک کپڑا پہننے کی ضرورت ہے وہان دو کپڑے پہنے تو اُسپر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور
وہ ضرورت کا کفارہ ہے۔ مثلاً ایک قمیص کے پہننے پر مجبور تھا اور اُسنے دو قمیصین پہنین یا ایک قمیص اور ایک
جبہ پہنا یا ایک ٹوپی کی ضرورت تھی اور اُسنے ٹوپی کے ساتھ عمامہ بھی باندھا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا

اور اگر دو کپڑے دو مختلف موقعون پر پہنے جنمین سے ایک موضع ضرورت تھا اور ایک نہ تھا مثلاً اُسکو عمامہ یا ٹوپی کی ضرورت تھی اور اُسنے اُن دونون کے ساتھ قمیص پہنی یا اور کسی طرح ایسا ہی کیا تو اُسپر دو کفارے لازم ہونگے ایک کفارہ ضرورت کا اور ایک اختیار کا اور اگر ضرورت کی وجہ سے کپڑا پہنا تھا پھر وہ ضرورت جاتی رہی اور وہ اُسی طرح ایک یا دو دن تک اُسکو پہنتا رہا پس جب تک ضرورت کے زائل ہونے مین شک ہی تب تک فقط کفارہ ضرورت کا واجب ہوگا اور جب ضرورت کے زائل ہو جانے کا یقین ہوگیا تو اُسپر دو کفارے لازم ہونگے ایک کفارہ ضرورت کا اور ایک کفارہ اختیار کا یہ بدائع مین لکھا ہی- اور اصل ان مسائل کی جنس مین یہ ہی کہ موضع ضرورت مین اگر زیادتی کرے تو وہ بے گناہ نہین سمجھا جاتا بلکہ کل کی ضرورت سمجھی جاتی ہی اور اگر موضع ضرورت کے سوا اور کہین زیادتی کرے تو وہ نیا گناہ سمجھا جاتا ہی یہ محیط اور ذخیرہ مین لکھا ہی صاحب احرام اگر بیمار ہو یا اُسکو بخار آوے اور اگر اُسکو بعض وقت مین کپڑا پہننے کی ضرورت ہو اور بعض وقت نہو تو جب تک وہ بیماری زائل ہوگی تب تک ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور اگر اُس سے وہ بخار دفع ہوگیا اور دوبارہ بخار آیا یا وہ بیماری اُس سے زائل ہوگئی اور دوسری بیماری آگئی تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب اُسپر دو کفارہ لازم ہونگے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی- اور اگر دشمن کا سامنا ہوا اور کپڑے پہننے کی حاجت ہوئی اور اُسنے کپڑے پہنے پھر دشمن چلا گیا اور اُسنے کپڑے اتارے پھر دشمن لوٹا یا دشمن اپنی جگہ سے نہین گیا تھا اور دن مین ہتھیار باندھ کر اُس سے لڑتا تھا اور رات کو آرام کرتا تھا تو اُسپر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا جب تک یہ عذر زائل نہوگا اور ان مسائل مین اصل یہ ہی کہ دیکھا جاتا ہی کہ ضرورت کپڑا پہننے کی ایک ہی یا مختلف ہین صورت لباس کا اعتبار نہین ہوتا یہ بدائع مین لکھا ہی-

تیسری فصل – سر مونڈاسنے اور ناخن ترشوانے کے بیان مین اگر بغیر ضرورت سر مونڈایا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی قربانی کے سوا اور کسی چیز سے اُسکا کفارہ نہین ہو سکتا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے قول کے بموجب حرم اور غیر حرم مین سر مونڈانا برابر ہی اور امام ابو یوسف رح نے یہ کہا ہی کہ اگر غیر حرم مین سر مونڈا دیگا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور اگر چوتھایا یا تہائی سر مونڈایا تو بھی قربانی واجب ہوگی اور اگر چوتھائی سے کم سر مونڈا تو صدقہ واجب ہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر چوتھائی داڑھی یا اُس سے زیادہ مونڈائی تو قربانی واجب ہوگی اور اگر چوتھائی سے کم مونڈائی تو صدقہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر ساری گردن مونڈائی تو اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی- اور اگر ناف کے نیچے بال مونڈے یا بغلون کے بال مونڈے یا اُن دونون مقامون یا اُنمین سے ایک کے بال اکھاڑے تو قربانی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی- اور اگر ایک بغل نصف سے زیادہ مونڈی تو صدقہ واجب ہوگا یہ شرح طحاوی مین- اور اگر پچھنے لگانے کے مقام کو مونڈا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول بموجب قربانی واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر مونچھون کے بال کترے تو یہ حساب کرینگے کہ جسقدر بال کترے ہین وہ چوتھائی داڑھی کا کونسا حصہ ہی پس اُسی حساب کے بموجب اُسپر کھانا دینا واجب ہوگا مثلاً وہ چوتھائی داڑھی کے چہارم حصہ کے برابر تھے تو اُسپر بکری کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی- اور اگر ایک

پورے عضو کے بال مونڈے تو قربانی واجب ہوگی اور اگر عضو سے کم کے بال مونڈے تو صدقہ واجب ہوگا عضو سے مراد ران اور پنڈلی اور بغل ہی سر اور داڑھی مراد نہین ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر سر یا ناک یا داڑھی سے چند بال اکھاڑے تو ہر بال کے عوض ایک کف کھانا واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان لکھا ہی۔ کوئی شخص گنجا ہی اور اسکے بال چوتھائی سر سے کم ہین تو اُنکے مونڈانے مین اُسپر صدقہ واجب ہوگا اور اگر چوتھائی سر کے برابر ہوئے تو قربانی واجب ہوگی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اگر صاحب احرام روٹی پکاتا تھا اور اسکے کچھ بال جل گئے تو صدقہ دیوے اور اگر صاحب احرام نے سر یا داڑھی کو چھوا یا اور اُس سے ایک بال ٹوٹ گیا تو صدقہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اگر سر اور داڑھی اور بغلون اور کل بدن کے بال مونڈے پس اگر یہ سب ایک جگہ مونڈے تو ایک قربانی واجب ہوگی اور ہر جگہ کے بال جدا جدا مقامون مین مونڈے تو ہر ایک کے عوض قربانی واجب ہوگی یہ قول امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کا۔ اگر سر کے بال مونڈے اور اسکے عوض قربانی ذبح کی اور وہ ابھی تک اُسی مقام مین ہی پھر داڑھی مونڈائی تو اُسپر دوسری قربانی لازم ہوگی اور اگر چوتھائی سر ایک مجلس مین اور چوتھائی سر دوسری مجلس مین اور پھر اسی طرح سے دوسری مجلسون مین چوتھائی چوتھائی سر مونڈا اگر کل سر چار مجلسون مین مونڈایا تو جب تک اول کا کفارہ نہین دیا ہی بالاتفاق ایک ہی قربانی لازم ہوگی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی۔ اگر کسی احرام والے یا بے احرام والے کا سر مونڈا اور وہ خود بھی صاحب احرام تھا اُسپر صدقہ واجب ہی خواہ اُسکے حکم سے مونڈا ہو یا بغیر حکم اور اُسنے خوشی سے سر مونڈایا ہو یا کسی کی زبردستی سے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر بے احرام والے نے کسی احرام والے کا سر اُسکے حکم سے یا بغیر حکم کے مونڈا تو احرام والے پر کفارہ واجب ہوگا اور وہ مونڈنے والے سے کچھ نہ لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور سر مونڈنے والا جو صاحب احرام نہین ہی اُسپر صدقہ واجب ہوگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر احرام والے نے کسی بے احرام والے کی مونچھین کترین یا ناخن تراشے تو کچھ کھانا کھلا دے یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ جس شخص نے سر مونڈانے مین تاخیر کی یہان تک کہ قربانی کے دن گذر گئے تو اُسپر قربانی لازم ہوگی۔ اسی طرح اگر قارن اور متمتع نے اگر ذبح مین تاخیر کی یہان تک کہ قربانی کے دن گذر گئے تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ قارن نے اگر قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر مونڈایا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اُسپر دو قربانیان واجب ہونگی ایک ذبح سے پہلے سر مونڈانی کی اور دوسری قران کی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ صاحب احرام پر اپنے ناخن تراشنے جائز نہین اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پانون کے ناخن بغیر ضرورت تراشے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اوسا اگر دونون ہاتھون اور دونون پانون کے ایک مجلس مین تراشے تو ایک قربانی کافی ہی اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پانون کے تین ناخن تراشے تو صدقہ واجب ہوگا ہر ناخن کے بدلے نصف صاع گیہون دے لیکن اگر سب صدقون کی قیمت ایک ایک قربانی کے برابر ہو جاوے تو کچھ کم کر لے اور اگر پانچ ناخن ایک ہاتھ کے تراشے اور کفارہ نہ دیا پھر دوسرے ہاتھ کے ناخن تراشے تو اگر دونون ہاتھون کے ناخن ایک مجلس مین تراشے تو ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر دو مجلسون مین تراشے تو دو قربانیان واجب ہونگی اور اگر پانچ ناخن ایک ہاتھ کے ایک مجلس مین تراشے اور چوتھائی سر مونڈا اور کسی عضو پر خوشبو لگائی خواہ ایک مجلس مین خواہ مختلف مجلسون مین تو

ہر ایک جنس کے بارے علیحدہ قربانی واجب ہوگی اور اگر چاروں ہاتھ پاؤں میں پانچ ناخن متفرق ترشے تو امام ابوحنیفہ رح
اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہر ناخن کے عوض نصف صاع گیہوں دے اور اسیطرح چاروں ہاتھ پاؤں میں
سے ایک ایک ناخن تراشے تو اسی طرح صدقہ واجب ہوگا اور اگر سب ناخن سولہ ہونگے تو ہر ناخن کے عوض نصف
صاع گیہوں دیگا لیکن جب انکی قیمت قربانی کے برابر ہوجاوے تو جسقدر چاہے کم کرلے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے
صاحب احرام کا ناخن ٹوٹ کر لٹک رہا پھر اسکو جدا کردیا تو کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ بالوں کے اکھاڑنے
اور کاٹنے اور نورہ سے صاف کرنے اور دانتوں سے اکھاڑنے کا حکم مثل مونڈنے کے ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے
یہ چند مسائل پہلی فصلوں سے متعلق ہیں جو افعال ایسے ہیں کہ انکو اپنے اختیار سے کرنے میں قربانی لازم
آتی ہے جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا اور بال مونڈنا اور خوشبو لگانا اور ناخن تراشنا تو ایسے افعال کو کسی
بیماری یا ضرورت کی وجہ سے کریگا تو کفارہ لازم ہوگا پھر کفارہ چاہے اختیار کرے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور
کفارے یہ ہیں قربانی یا صدقہ یا روزہ۔ اگر قربانی اختیار کرے تو حرم میں ذبح کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور
اگر حرم سے باہر ذبح کریگا تو قربانی ادا نہوگی لیکن اگر چھ مسکینوں کو اسکا گوشت صدقہ کردے اور ہر مسکین کو بقدر
دے جسکی قیمت نصف صاع گیہوں ہو تو کفارہ ادا ہوجاویگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر روزے اختیار کرے
تو جہاں چاہے وہاں تین دن کے روزے رکھے یہ محیط میں لکھا ہے چاہے برابر رکھے چاہے جدا جدا رکھے یہ شرح
طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر صدقہ اختیار کرے تو تین صاع گیہوں چھ مسکینوں کو دے ہر مسکین کو نصف صاع
دینے اور افضل یہ ہے کہ مکہ کے فقیروں کو صدقہ دے اور اگر باہر کے فقیروں کو دیا تو جائز ہے۔ اس صدقہ کا دو طرح
کو مالک کردینا یا اسکو مباح کردینا امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام محمد رح
کے نزدیک مالک کردینے کے سوا اور کچھ جائز نہیں یہ ظہیریہ اور شرح طحاوی میں لکھا ہے

چوتھی فصل

جماع کے بیان میں جماع جو فرج سے باہر ہو اور مساس اور شہوت سے بوسہ حج اور عمرہ کو فاسد نہیں کرتا انزال ہو یا نہو
اسپر قربانی واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر شہوت سے چپٹ جاوے یا کسی چوپائے جانور
کے [illegible] کردے تو کچھ واجب نہوگا لیکن انزال ہوگیا تو قربانی واجب ہوگی اور اسکا حج اور عمرہ فاسد نہوگا یہ
شرح طحاوی کے باب الحج والعمرہ میں لکھا ہے۔ اگر عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھا اور انزال ہوگیا تو کچھ واجب
نہوگا جیسے [illegible] کرنے میں انزال ہونے میں کچھ واجب نہیں ہوتا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر بہت دیر تک
دیکھتا رہا یا بار بار دیکھا تو کچھ واجب نہیں ہوتا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح احتلام سے غسل کے سوا کچھ
واجب نہیں ہوتا اور اگر ہاتھ کے عمل سے منی نکالنے کا ارادہ کیا اور انزال ہوگیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک
قربانی لازم ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر فقط حج کیا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے عورت سے مجامعت کی اور مرد
اور عورت دونوں صاحب احرام تھے تو جسوقت دونوں کے عضو ملے اور حشفہ چھپا تو دونوں کا حج فاسد ہوجاویگا
اور ان دونوں پر واجب ہے کہ اسی طرح سب حج کے افعال ادا کریں اور اس فاسد حج کو تمام کریں اور ان دونوں
پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہے اس قربانی میں بکری کافی ہوتی ہے اور ان دونوں پر واجب ہے کہ سال آئندہ میں حج
کو قضا کریں اور ان دونوں پر عمرہ واجب نہیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر وطی بھولے سے یا جانکر

یا کسی کی زبردستی سے یا سوتے مین کی ہو تو سب کا حکم برابر ہی- اور لڑکے اور مجنون کی وطی کا بھی یہی حکم ہی یہ محیط
سرخسی مین لکھا ہی- اور اگر شوہر ایسا لڑکا تھا کہ اسکی طرح کے لڑکے مجامعت کر سکتے ہین تو عورت کا حج فاسد ہوگا اور
اُس لڑکے کا حج فاسد نہوگا اور عورت لڑکی یا مجنونہ تھی تو حکم برعکس ہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی- اگر وقوف عرفہ
سے پہلے مجامعت کی اور اُسکے بعد پھر مجامعت کی تو اگر وہ دونون فعل ایک مجلس مین ہوئے تو ایک ہی قربانی واجب
ہوگی اور اگر دو مختلف مجلسون مین ہوئے تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے قول کے موجب انمین سے ہر ایک
پر دو قربانیان واجب ہونگی اور اگر بار بار مجامعت احرام کے توڑ دینے کے طور پر کی تو بھی ایک قربانی سے زیادہ
واجب نہوگا خواہ ایک مجلس مین ہو یا کئی مجلسون مین ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر وقوف عرفہ کے بعد مجامعت
کی خواہ بھول کر کی ہو یا جانکر تو حج فاسد نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اور انمین سے ہر ایک پر بدنہ یعنی اونٹ
یا گاے کی قربانی واجب ہوگی اور اگر بار بار مجامعت کی تو اگر مجلس ایک ہی تو ایک بدنہ کے سوا اور کچھ واجب نہوگا
اور اگر مجلسین دو ہین تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے قول کے موجب اول کے عوض بدنہ اور دوسری
کے عوض بکری واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی- اور اگر دوسرا جماع احرام توڑنے کے طور پر تھا تو اُسکی
قربانی واجب نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر سر منڈانے کے بعد مجامعت کی تو ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی یہ
کافی مین لکھا ہی- اور اگر پورے طواف زیارت یا نصف سے زیادہ کے بعد مجامعت کی تو کچھ واجب نہوگا اور اگر تین مرتبہ
طواف کے بعد مجامعت کی تو بدنہ واجب ہوگا اور حج پورا ہو جاویگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر طواف زیارت کے لیے سر منڈانے
اور سر منڈانے سے پہلے مجامعت کی تو بکری کی قربانی واجب ہوگی یہ تبیین مین ہی اور اگر عمرہ مین چار مرتبہ طواف کرنے سے پہلے مجامعت
کی تو عمرہ فاسد ہو گیا اور اسی طرح اسکو تمام کرے اور دوبارہ قضا کرے اور بکری کی قربانی اسپر واجب ہوگی اور اگر چار
طوافون یا اس سے زیادہ کے بعد مجامعت کی تو اُسپر بکری کی قربانی واجب ہوگی اور عمرہ فاسد نہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر
عمرہ کرنے والا دو عمرون مین کئی بار مجامعت کرے تو دوسری مجلس کے عوض بکری کی قربانی واجب ہوگی اور اسی طرح اگر
صفا اور مروہ کے درمیان مین سعی سے فارغ ہونے کے بعد مجامعت کی تو بھی یہی حکم ہی یہ ایضاح مین لکھا ہی یہ حکم اُس وقت ہی کہ جب
سر منڈانے سے پہلے ہو اور اگر سر منڈانے کے بعد ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر قارن ہو اور عمرہ کے طواف
سے پہلے مجامعت کرے تو عمرہ اور حج فاسد ہو جاویگا اور ان دونون کے افعال اُسی طرح ادا کرتا رہے اور سال آئندہ مین
اسپر حج اور عمرہ واجب ہوگا اور قران کی قربانی اُس سے ساقط ہو جاویگی یہ محیط مین لکھا ہی اور اُسپر دو بکریون کی قربانی واجب ہوگی
یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی- اور اگر قارن نے عمرہ کا طواف کرنے کے بعد اور وقوف عرفہ سے پہلے مجامعت کی تو حج اُسکا
فاسد ہو جاویگا اور عمرہ فاسد نہوگا اور اُسپر دو قربانیان واجب ہونگی اور سال آئندہ مین حج کی قضا کرے اور قران کی
قربانی اُس سے ساقط ہو جاویگی اور اسی طرح اگر عمرہ کے چار مرتبہ طواف کرنے کے بعد مجامعت کی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر وقوف عرفہ
کے بعد مجامعت کی تو عمرہ اور حج فاسد نہوگا و بعوض حج کے اونٹنی و عمرہ کے بکری کی قربانی واجب ہوگی اور قران کی قربانی بھی لازم
ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر پورے یا اکثر طواف زیارت کے بعد مجامعت کی تو کچھ واجب نہوگا لیکن اگر سر منڈانے یا
بال کترانے سے پہلے طواف زیارت کیا تھا تو دو بکریون کی قربانی واجب ہوگی اسلیے کہ حج اور عمرہ دونون کا احرام
ابھی باقی ہی اور اگر ایک ہی مجلس مین دوبارہ مجامعت کی تو اُسپر قربانی کے سوا اور کچھ واجب نہین اور اگر دوسری

مجلس مین مجامعت کی تو دو قربانیان اور واجب ہونگی اور اس قربانی مین دو بکریان کافی ہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی
اور اگر متمتع تھا پس اگر قربانی کو خود ہانک کر نہین لے چلا تھا تو وہی حکم ہی جو صرف حج کرنے والے اور صرف عمرہ کرنے
والے کا حکم بیان ہوا اور اگر قربانی خود ہانک کرکے چلا تھا تو متمتع اور قارن کا حکم بعض احکام مین برابر ہی اور وہ یہ ہین
اگر عمرہ کے طواف سے یا وقوف عرفہ سے پہلے مجامعت کی تو متمتع کی قربانی اُس سے ساقط ہو جاویگی اور اگر وقوف عرفہ کے بعد
مجامعت کی تو دو قربانیان واجب ہونگی یہ محیط مین لکھا ہی - عورت اور مرد اس حکم مین برابر ہین - اگر عورت سے سوتے
مین یا زبردستی مجامعت کی یا عورت سے لڑکے یا مجنون نے مجامعت کی تو بھی یہی حکم ہی - یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی

پانچوین فصل طواف اور سعی اور اکڑ کر چلنے اور جمرون پر کنکریان مارنے کے گناہون کے بیان مین

اگر بے وضو طواف زیارت کیا تو ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی اور جنابت کی حالت مین کیا تو بھی
یہی حکم ہی اور اگر نصف سے زیادہ طواف جنابت یا بے وضو ہونے کی حالت مین کیا تو بھی یہی حکم ہی جو کل کا ہی
اور افضل یہ ہی کہ جب تک مکہ مین ہی طواف کا اعادہ کرے اور قربانی اُسپر واجب ہوگی اور اصح یہ ہی کہ بے وضو
ہونے کی صورت مین اعادہ مستحب ہی اور جنابت کی حالت مین واجب ہی اور اگر بے وضو طواف کیا تھا اور پھر اُسکا
اعادہ کیا تو اُسپر قربانی واجب نہوگی اگرچہ ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہو اور اگر جنابت کی حالت مین طواف کیا اور ایام
نحر مین اُسکا اعادہ کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایام نحر کے بعد اعادہ کیا تو تاخیر کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک قربانی واجب ہوگی یہ کافی مین لکھا ہی - اور بدنہ اُس سے ساقط ہو جاویگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
اور اگر جنابت مین طواف کیا اور اپنے اہل وعیال مین چلا آیا تو واجب ہی کہ نیا احرام باندھ کر پھر لوٹے اور اگر نہ لوٹا
اور بدنہ بھیجدیا تو کافی ہی لیکن لوٹنا افضل ہی اور اگر بے وضو طواف کیا اور اپنے اہل وعیال مین چلا گیا تو اگر لوٹا
اور طواف کیا تو جائز ہی اور بکری کی قربانی بھیجدی تو افضل ہی یہ تبیین مین لکھا ہی - اور جس شخص نے طواف زیارت
مین سے تین بار یا اُس سے کم طواف چھوڑ دیا تو اُسپر بکری کی قربانی واجب ہی اور اگر اپنے اہل وعیال مین چلا
آیا اور پھر طواف کے واسطے نہ لوٹا اور قربانی کے واسطے ایک بکری بھیجدی تو جائز ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور اگر طواف
زیارت نصف سے کم بے وضو کیا تو اگر اپنے اہل وعیال مین چلا آیا تو اُسپر صدقہ واجب ہوگا ہر بار کے طواف کے
عوض نصف صاع گیہون دے لیکن اگر اُسکی قیمت قربانی کی برابر ہو جاوے تو جسقدر چاہے کم کرے اور اگر طواف
زیارت نصف سے کم جنابت کی حالت مین کیا اور اپنے اہل وعیال کی طرف کو لوٹا تو اُسپر قربانی واجب ہی اور بکری
کی قربانی کافی ہی - اور اگر ابھی مکہ مین ہی اور طہارت کی حالت مین اسکا اعادہ کر لیا تو جو قربانی واجب ہوئی تھی ساقط
ہو جاویگی اور امام ابوحنیفہ رح کے اگر ایام نحر مین اُسکا اعادہ کیا تو قربانی ساقط ہوگی اور اگر اُسکے بعد اعادہ کیا تو ہر بار کے
طواف کے عوض نصف صاع گیہون کا صدقہ واجب ہوگا یہ شرح طحاوی کے باب الحج والعمرہ مین لکھا ہی - اور اگر
طواف زیارت مین کپڑے پر قدر درہم سے زیادہ نجاست لگی تھی تو کراہت کے ساتھ جائز ہوا اور اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ محیط مین
لکھا ہی - اور اگر طواف صدر بے وضو ہونے کی حالت مین کیا تو اُسپر صدقہ واجب ہوگا یہی اصح ہی اور اگر طواف زیارت
نصف سے کم بے وضو کیا تو بھی سب روایتون کے بموجب صدقہ واجب ہوگا اور اعادہ سے بالاجماع ساقط ہو جاویگا
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی - اور اگر کل یا اکثر طواف صدر جنابت کی حالت مین کیا تو قربانی واجب ہوگی اور اگر اپنے

اہل وعیال مین چلا آیا ہے تو بکری کی قربانی کافی ہے اور اگر مکہ مین ہے اور اُسکا اعادہ کیا تو وہ قربانی ساقط ہو جاویگی اور تاخیر کی وجہ سے بالاتفاق کچھ اُسپر واجب نہوگا اور اگر نصف سے کم یہ طواف جنابت کی حالت مین کیا اور اپنے اہل وعیال مین چلا آیا تو ہمارے طواف کی عوض نصف صاع گیہون کا صدقہ اُسپر واجب ہوگا اور اگر وہ مکہ مین ہے اور اُسکا اعادہ کر لیا تو بالاجماع ساقط ہو جاویگا یہ شرح طحاوی کے باب الحج والعمرہ مین لکھا ہے - اور اگر پورا یا اکثر طواف صدر چھوڑ دیا تو ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی اور اگر طواف صدر مین تین بار کا طواف چھوڑ دیا تو تین مسکینون کو کھانا دینا اُسپر واجب ہے ہر مسکین کو نصف صاع گیہون دے یہ کافی مین لکھا ہے - اگر جنابت کی حالت مین طواف زیارت کیا اور اُسکا اعادہ اسپر واجب ہوا تو اگر آخر ایام تشریق مین طہارت کی حالت مین طواف الصدر کیا تو طواف الصدر طواف الزیارت کے عوض مین واقع ہوگا اور طواف الصدر اُسکے ذمہ باقی رہیگا اور اُسکے چھوڑنے کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یہ حکم بلا خلاف ہے اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک طواف الزیارت مین تاخیر کرنے کی وجہ سے ایک قربانی اور واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر بے وضو طواف الزیارت کیا اور آخر ایام تشریق مین طواف الصدر باوضو کیا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی - یہ تبیین مین لکھا ہے - اور اگر طواف الزیارت بے وضو کیا اور طواف الصدر جنابت کی حالت مین تو اُسپر دو قربانیان واجب ہونگی ایک قربانی طواف الزیارت کی اور ایک قربانی طواف الصدر کی - اور اگر طواف الزیارت اور طواف الصدر دونون کو چھوڑ دیا تو اُسپر عورت ہمیشہ کے واسطے حرام ہوگی اور اُسپر واجب ہے کہ پھر لوٹے اور ان دونون طوافون کو ادا کرے اور طواف الزیارۃ کی تاخیر کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب قربانی واجب ہوگی طواف الصدر کی تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہوگا اسلیے کہ اُسکا وقت مقرر نہین ہے اور اگر خاص طواف الزیارت کو چھوڑ دیا اور طواف الصدر کیا تو طواف الصدر بعوض طواف الزیارت کے واقع ہوگا اور طواف الصدر کے چھوڑنے کی وجہ سے اُسپر قربانی واجب ہوگی - اور اگر طواف زیارت مین سے نصف سے زیادہ چھوڑ دیا مثلاً فقط تین طواف کیے تو جب طواف الصدر کریگا تو اُسمین سے چار مرتبہ کا طواف طواف الزیارۃ مین شامل ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب ایک قربانی طواف الزیارت کی تاخیر کی وجہ سے واجب ہوگی اور سب فقہا کے قول کے بموجب ایک قربانی طواف الصدر کے چار مرتبہ چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوگی - اور اگر طواف الزیارت مین سے تین مرتبہ کا طواف چھوڑ دیا تو ایک صدقہ تاخیر کی وجہ سے واجب ہوگا ایک طواف الزیارۃ مین سے تین بار طواف چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوگا - اور اگر طواف الزیارۃ اور طواف الصدر دونون مین سے چار چار مرتبہ کا طواف چھوڑ دیا تو کل طواف زیارت کا ہوگا اور وہ کل چھ مرتبہ طواف ہے اور ایک مرتبہ کا طواف الزیارت جو باقی رہا اُسکی وجہ سے قربانی لازم آویگی اور طواف الصدر کے چھوڑنے کی وجہ سے بھی قربانی لازم ہوگی اور اگر ان دونون مین سے ہر ایک مرتبہ چار بار طواف کیا تو طواف الزیارت کی جو کمی ہے وہ طواف الصدر مین سے پوری کیجاویگی اور ایک صدقہ طواف الزیارت کی تاخیر کی وجہ سے اور ایک صدقہ طواف الصدر کی کمی کی وجہ سے واجب ہوگا اور اگر طواف الزیارت چار مرتبہ کیا اور طواف الصدر نہ کیا تو ہمارے نزدیک حج اُسکا جائز ہوگا اور اُسپر دو بکریون کی قربانی واجب ہوگی ایک بکری طواف الزیارۃ کی کمی کی وجہ سے اور دوسری بکری طواف الصدر چھوڑنے کی وجہ سے اور یہ دونون قربانیان سال آئندہ مین بھیجے اور منی مین ذبح

کی جاویگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور اگر بے وضو طواف قدوم کیا تو اُسپر صدقہ واجب ہوگا اور اگر جنابت
کی حالت مین طواف قدوم کیا تو اسپر ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور غایۃ البیان
مین مذکور ہو کہ اگر بے وضو طواف قدوم کیا اور اگر چلا اور اسکے بعد سعی کی تو جائز ہی اور افضل یہ ہی کہ طواف زیارت
کے بعد سعی اور اگر کر چلنے کا اعادہ کرے اور اگر جنابت کی حالت مین طواف قدوم کیا اور اُسکے بعد سعی کی اور اگر
چلا تو اُسکا اعتبار نہین ہی اور واجب ہی کہ طواف زیارت کے بعد سعی کرے اور اسمین اگر کر چلے یہ بحر الرائق مین لکھا ہی
اگر بے وضو یا جنابت کی حالت مین عمرہ کا طواف کیا پس جبتک مکہ مین ہی طواف کا اعادہ کرے اور اگر اپنے اہل و عیال
مین آگیا اور طواف کا اعادہ نہ کیا تو بے وضو طواف کرنے کی صورت مین قربانی لازم ہوگی اور جنابت کی حالت مین
بھی بطور استحسان کے ایک بکری کافی ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جس شخص نے عمرہ کا طواف اور سعی بے وضو کی پس
جبتک مکہ مین ہی اُن دونون کا اعادہ کرے اور جب اُن دونون کا اعادہ کرلیگا تو کچھ اُسپر واجب نہوگا اور اگر
اعادہ سے پہلے اپنے اہل و عیال مین چلا آیا تو طہارت کے چھوڑنے کی وجہ سے اُسپر قربانی واجب ہوگی اور پھر لوٹ
کو لوٹنے کا حکم نہ کیا جاویگا اسلیے کہ رکن کے ادا کرنے سے وہ احرام سے باہر ہوگیا اور سعی کی وجہ سے کچھ اُسپر واجب
نہوگا اور اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو بھی صحیح قول کے بموجب یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر طواف
زیارت کی حالت مین اُسکا ستر کھلا ہوا تھا تو جبتک مکہ مین ہی اُسکا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کریگا تو قربانی واجب ہوگی
یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی جو شخص صفا و مروہ کے درمیان مین سعی چھوڑ دے اُسپر قربانی واجب ہوگی اور حج اُسکا
پورا ہوگا یہ قدوری مین لکھا ہی۔ اور اگر جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین سعی کی تو سعی اُسکی صحیح ہی۔ اور اگر
احرام سے باہر ہونے اور جماع کرنے کے بعد یا کئی مہینہ کے بعد سعی کرے تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر
سواری پر طواف کیا یا اس طرح طواف کیا کہ کوئی اسکو اُٹھائے ہوئے تھا اور صفا و مروہ کے درمیان مین سعی بھی انھین
دونون صورتون مین سے کسی طرح کی تو اگر یہ فعل عذر سے تھا تو جائز ہی اور کچھ لازم نہوگا اور اگر بغیر عذر تھا تو جبتک مکہ مین
ہی اُسکا اعادہ کرے اور جب اپنے اہل و عیال مین چلا گیا تو ہمارے نزدیک وہ اُسکے واسطے قربانی کرے یہ محیط مین لکھا ہی
جو شخص عرفات سے امام کے چلنے سے پہلے اور غروب سے قبل چلا گیا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اگر غروب کے بعد
چلا گیا تو کچھ واجب نہوگا اور اگر غروب سے پہلے لوٹ آیا تو صحیح قول کے بموجب قربانی اُس سے ساقط ہوجاویگی اور
اگر غروب کے بعد لوٹا تو ظاہر روایت کے بموجب ساقط نہوگی اسمین فرق نہین ہی کہ اپنے اختیار سے جاوے
یا اونٹ کی شوخی کی وجہ سے چلا جاوے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی جو شخص مزدلفہ مین وقوف چھوڑ دے اُسپر قربانی
واجب ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کل جمرون پر کنکریان مارنا چھوڑ دے یا صرف ایک جمرہ پر کنکریان مارے یا
یوم نحر کو صرف جمرہ عقبہ پر کنکریان مارے تو اسپر ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر کچھ تھوڑی سی کنکریان مارنا چھوڑ دے
تو ہر کنکری کے عوض نصف صاع گیہون صدقہ دے لیکن جب اسکی قیمت ایک بکری کے برابر ہوجاوے تو جسقدر چاہے
کم کر دے یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی حج کے افعال مین سے جس فعل کو اُسکے موقع سے تاخیر کریگا تو بکری کی
قربانی واجب ہوگی جیسے کہ کوئی شخص حرم سے نکلا اور راستہ مین اپنا سر مونڈا یا خواہ حج کے واسطے سر مونڈایا ہو یا عمرہ کے
واسطے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک قربانی واجب ہوگی اور اگر قارن اور متمتع ذبح سے پہلے سر

سو مُدالین توامام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک دو قربانیان واجب ہونگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ایک قربانی واجب ہوگی یہ بحرالرائق مین لکھا ہی۔

نوان باب شکار کے بیان مین۔ شکار سے مراد وہ جانور ہی جو اصلی پیدایش مین وحشی ہوا اور وہ دو قسم ہی ایک بری یعنی خشکی کے اور اُس سے مراد وہ جانور ہی جسکی پیدایش خشکی مین ہو اور دوسری بحری جسکی پیدایش پانی مین ہو اسواسطے کہ اصل اسمین پیدایش کی جگہہ ہی اور اُسکے بعد خشکی یا پانی مین رہنا عارضی ہی۔ پس اُس سکونت سے اصل متغیر نہین ہوتی بری شکار صاحب احرام پر حرام ہی بحری حرام نہین یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر صاحب احرام شکار کو قتل کرے تو اُسپر جزا واجب ہوگی یہ متون مین لکھا ہی۔ اور اسمین جانکر اور بھولکر اور خطا سے مارنے والا برابر ہی خواہ یہ اول بار شکار کرنے والا ہو یا دوسری بار یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ اور ابتداءً ح کرنے والا اور اُسکا اعادہ کرنے والا برابر ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ شکار کسی کی ملک ہو یا مباح ہو دونون برابر ہین یہ محیط مین لکھا ہی اور جزا اُسکے شکار کی وہ قیمت ہوگی جو دو عادل شخص اُسی مکان مین اور اُسی زمانہ مین جسمین وہ قتل ہوا ہی تجویز کرین اسواسطے کہ مکان اور زمانہ کے بدلنے سے قیمت بدل جاتی ہی اور اگر ایسا جنگل ہو جہان شکار نہ بک سکتا ہو تو جو سب سے زیادہ قریب ایسا موضع ہو جہان شکار بک سکتا ہی وہان کی قیمت کا اعتبار کرینگے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور قیمت مین اسکو اختیار ہی چاہے اُس سے کوئی قربانی خریدکر ذبح کرے اگر قیمت اسقدر ہو اور اگر چاہے کھانا خریدکر تصدق کرے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہون یا ایک صاع چھوارے یا جو دے اور اگر چاہے روزہ رکھے یہ ایضاح مین لکھا ہی۔ اور اگر اُسکی قیمت مسکین کے کھانے سے کم ہو تو یا اسی قدر کھانا دے یا ایک دن کا روزہ رکھے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر قربانی کا ذبح کرنا اختیار کرے تو حرم مین ذبح کرے اور اُسکا گوشت فقیرون کو تصدق کردے اور اگر کھانا دینا چاہے تو جہان چاہے دے اور یہی حکم روزہ کا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اگر حرم سے باہر قربانی ذبح کی تو قربانی ادا نہوگی لیکن اگر ہر فقیر کو اسقدر گوشت دیا ہی جسکی قیمت نصف صاع گیہون کے برابر ہو تو کھانے کا صدقہ ادا ہوجاویگا اور اگر قیمت اس سے کم ہی تو اُسقدر اور دیکر اُسکو پورا کرے اور اگر قربانی کے ذبح کرنے کے بعد گوشت چوری گیا تو قربانی حرم مین ذبح کی تھی تو اُسپر بدل اسکا واجب نہین اور اگر حرم سے باہر ذبح کی تو اسکا بدل اُسپر واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر قربانی اختیار کی اور جو قیمت اُسپر واجب ہوئی تھی وہ کچھ بچ رہی اور جسقدر بچ رہی ہی وہ قربانی کی قیمت کے برابر نہین ہی تو اسکو اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اسمین سے ہر نصف صاع گیہون کی قیمت کے عوض مین روزہ رکھے اور اگر چاہے تو اُسکا کھانا فقیرون کو تصدق کردے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہون دے اور اگر چاہے تھوڑے کے عوض روزہ رکھے اور تھوڑے کے عوض صدقہ دے اور اگر قیمت اُسکی دو قربانیون کے برابر ہو تو اُسکو اختیار ہی چاہے دو قربانیان ذبح کرے یا دونون کے عوض صدقہ دے یا دونون کے عوض روزے رکھے یا ایک قربانی ذبح کرے اور باقی کے عوض جونسا کفارہ چاہے ادا کرے یا ایک قربانی ذبح کرے اور باقی کے عوض کچھ روزے رکھے کچھ صدقہ دے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر صاحب احرام حرم مین شکار کو قتل کرے تو اُسپر وہی واجب ہوگا جو حرم سے باہر شکار کے قتل کرنے سے واجب ہوتا اور حرم کی وجہ سے کچھ اور واجب ہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہی جو شخص احرام سے باہر ہو اگر وہ حرم مین شکار کو قتل کرے تو اسکا حکم بھی وہی ہی جو صاحب احرام کا ہی لیکن روزے

اسکو کافی نہین ہین قارن اگر شکار کو قتل کرے تو اُسپر دو چند جزا لازم ہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ جو شخص کسی ایسے
شکار کو قتل کرے جسکا گوشت نہین کھایا جاتا جیسے درندے جانور اور مثل اُسکے تو اُسپر جزا لازم ہوگی اور وہ جزا ایک بکری
کی قیمت سے زیادہ نہوگی۔ اور اگر درندہ جانور صاحب احرام پر حملہ کرے اور وہ اُسکو قتل کرے تو کچھ لازم نہوگا۔ اور
اسی طرح اگر شکار حملہ کرے تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ صاحب احرام اگر کسی کے تعلیم یافتہ باز کو قتل کرے
تو تعلیم یافتہ باز کی قیمت اُسکے مالک کو دیوے اور غیر تعلیم یافتہ باز کی قیمت حق اللہ اُسپر واجب ہوگی جو شکار کسی کی
ملک ہوا اور پلا ہوا اور تعلیم یافتہ ہو تو اُسکے قتل کرنے مین اسی طرح تعلیم یافتہ کی قیمت اُسکے مالک کو دینا پڑیگی اور غیر
تعلیم یافتہ کی قیمت للہ واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر احرام سے باہر کوئی شخص کسی کے مملوک تعلیم یافتہ
شکار کو حرم مین قتل کرے تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی کے باب قتل الصید مین لکھا ہی۔ اگر صاحب احرام شکار کو زخمی کرے
تو اگر وہ مرجاوے تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ اچھا ہوگیا اور کچھ اثر باقی نرہا تو ضامن نہوگا اور اگر کچھ اثر باقی
رہا تو جسقدر اُسکی قیمت مین نقصان آگیا ہی اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر یہ نمعلوم ہو کہ وہ مرگیا یا اچھا ہوگیا تو استحسان
یہ ہی کہ تمام قیمت لازم ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر زخمی کرنے کے بعد اُسکو مردہ پایا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ کسی اور سبب
سے مرا ہی تو زخمی کرنے سے جو واجب ہوا تھا اُسی کا ضامن ہوگا یہ نہر الفائق مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شکار کو زخمی کیا
یا اُسکے بال اُکھاڑے یا کوئی عضو اُسکا کاٹا تو اس وجہ سے جو اُسکی قیمت مین نقصان ہوگیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور
اگر کسی پرند جانور کا بازو اُکھاڑا یا کسی جانور کے پانون کاٹ ڈالے جسکی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بچا نہین سکتا تو
پوری قیمت لازم ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر صاحب احرام کسی شکار کا انڈا توڑ دے تو اگر وہ گندا ہی تو کچھ واجب نہوگا
اور اگر صحیح انڈا ہی تو ہمارے نزدیک اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اگر شکار کا انڈا بھونا تو بھی یہی حکم ہی
یہ محیط اور محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر کسی شکار کو زخمی کیا اور اُسکا کفارہ دیا پھر اُسکو قتل کیا تو دوسرا کفارہ دے اور اگر
قتل کرنے سے پہلے کفارہ نہین دیا تھا تو قتل کا کفارہ اور زخمی کرنے کی وجہ سے جو نقصان آیا تھا وہ واجب ہوگا یہ
محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر اول شکار کو زخمی کرکے اُسکو بچنے کے قابل نہ رکھا اور پھر قتل کیا تو دوسری جزا اُسپر واجب ہوگی
وجیز مین لکھا ہی کہ اگر جزا اُسکے ادا کرنے سے پہلے اُسکو قتل کیا تو دوسری جزا واجب نہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
بے احرام والے نے حرم کے شکار کو زخمی کیا پھر اُسکے بالون یا بدن کی وجہ سے اُسکی قیمت بڑھ گئی اور وہ زخم کی وجہ سے
مرگیا تو اُس زخمی ہونے کی وجہ سے جو نقصان ہوا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور مرنے کے دن جو اُسکی قیمت تھی وہ
واجب ہوگی اور اگر زخمی کرنے کے بعد اُسکی قیمت بالون یا بدن کی وجہ سے گھٹ گئی اور وہ اُسی زخم کی وجہ سے
مرگیا تو جو اُسکے زخمی ہونے کے دن اُسکی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور اگر جزا ادا کرنے کے بعد اُسکی قیمت حرم مین یا
بالون یا بدن کی وجہ سے بڑھ گئی پھر وہ اُس زخم کی وجہ سے مرگیا تو اُس زیادتی کا ضامن ہوگا جیسے کفارہ دینے
سے پہلے حکم تھا اگر صاحب احرام نے حرم سے باہر کسی شکار کو زخمی کیا پھر وہ احرام سے باہر ہوگیا اور شکار کی قیمت
بالون یا بدن کی وجہ سے زیادہ ہوگئی تو زخمی کرنے کی وجہ سے جو نقصان ہوا تھا اور اُسکے علاوہ مرنے کے دن
جو اُسکی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور اگر قیمت زیادہ ہونے سے پہلے فدیہ دیدیا تو زیادتی کا ضامن نہوگا اور
اگر ابھی تک وہ صاحب احرام ہی تو فدیہ دینے کے بعد بھی زیادتی کا ضامن ہوگا اور اگر شکار اُسکے قبضہ مین ہی اور

اسکے زخمی کرنے کا فدیہ دیدیا پھر وہ مرگیا تو از سر نو اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو مرنے کے دن تھی بے احرام والے نے حرم کے شکار کو زخمی کیا لیکن اُسمین بچنے کی قوت باقی ہے پھر کسی دوسرے احرام والے نے اسی طرح اُسکو زخمی کیا اور اُن دونون زخمون سے وہ مرگیا تو اول شخص پر قیمت کا وہ نقصان واجب ہوگا جو تندرست شکار کو زخمی کرنے سے قیمت کی کمی ہوئی اور دوسرے شخص پر وہ نقصان واجب ہوگا جو زخمی شکار کو پھر زخمی کرنے سے قیمت مین کمی ہوگی اور پھر جو اُسکی قیمت باقی رہیگی تو اُن دونون پر نصف نصف واجب ہوگی اگر اول شخص نے اُسکا ہاتھ یا پانون کاٹا اور اُسکو بچنے کی قوت سے باہر کردیا پھر دوسرے شخص نے اُسکا ہاتھ یا پانون کاٹا تو پہلا شخص اُسکی پوری قیمت کا ضامن ہوگا خواہ وہ مرے یا نہ مرے اور دوسرا شخص اُس نقصان کا ضامن ہوگا جو اُسکے کاٹنے کی وجہ سے اُسکی قیمت مین کمی ہوئی اور اگر وہ مرگیا تو دوسرے شخص پر اُسکی ایسی نصف قیمت واجب ہوگی جو دو زخمون کی حالت مین تھی اور اگر پہلے شخص کے زخمی کرنے کے بعد اور دوسرے شخص کے زخمی کرنے سے پہلے اُسکی قیمت زیادہ ہوگئی تو پہلا شخص اُس نقصان کا ضامن ہوگا جو اُسکے زخمی کرنے کی وجہ سے اُسکی قیمت مین کمی ہوگئی اور قیمت کی زیادتی اُسکے ذمہ نہوگی اور اُسکے علاوہ اُسکے مرنے کے دن جو دو زخمون کی حالت مین اُسکی قیمت تھی وہ بھی مع زیادتی کے اُسپر واجب ہوگی اور دوسرا شخص اُس نقصان کا ضامن ہوگا جو اُسکے زخمی کرنے کی وجہ سے اُسکی قیمت مین کمی ہوئی اور اس فدیہ مین جو اُسکی قیمت زیادہ ہوگئی ہے اُسکا حساب کیا جاویگا اور اُسکے علاوہ اُسکی ایسی نصف قیمت بھی اُسپر لازم ہوگی جو اُسکے مرنے کے دن دو زخمون کی حالت مین ہو اور اگر دوسرے شخص نے اُسکو قتل کیا یا اُسکی آنکھ پھوڑی تو پہلے زخم کی حالت مین جو اُسکی قیمت تھی اُسکا ضامن ہوگا اور اگر پہلے شخص نے ایسا زخمی کیا تھا جس سے وہ ہلاک نہوتا اور دوسرے شخص نے اُسکے ہاتھ یا پانون کاٹے اور اُن دونون کی وجہ سے وہ مرگیا تو پہلا شخص اُس نقصان کا ضامن ہوگا جو تندرست شکار کو زخمی کرنے کی وجہ سے اُسکی قیمت مین کمی ہوئی اور اُسکے علاوہ ایسی نصف قیمت کا ضامن ہوگا جو دو زخمون کی حالت مین اُسکی قیمت ہو اور دوسرا شخص اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو پہلے زخم کی حالت مین اُسکی قیمت تھی خواہ وہ مرے یا نہ مرے اور اگر وہ دونون شخص صاحب احرام تھے تو بھی یہی حکم ہے لیکن قیمت دونون پر پوری پوری واجب ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر دو صاحب احرام حرم سے باہر یا حرم کے اندر شکار کو قتل کرین تو ہر ایک شخص پر پوری جزا لازم ہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر صاحب احرام کے ساتھ قتل کرنے مین کوئی لڑکا یا کافر شریک تھا تو لڑکے اور کافر پر کچھ واجب نہوگا اور صاحب احرام پر پوری جزا لازم ہوگی۔ اگر دو بے احرام والے شخص حرم مین کسی شکار کو ایک ضرب سے قتل کرین تو ہر شخص پر نصف قیمت واجب ہوگی اور اگر ایک جماعت ایک ضرب سے قتل کرے تو جسقدر آدمی ہین اُسی قدر اسکی قیمت کے حصے ہوکر ہر شخص پر ایک ایک حصہ واجب ہوگا اور اگر ایک شخص نے ایک ضرب لگائی اُسکے بعد دوسرے شخص نے دوسری ضرب لگائی تو ہر شخص پر وہ واجب ہوگا جو اُسکی ضرب کی وجہ سے اسکی قیمت مین کمی ہوئی پھر ہر ایک شخص پر دو ضربون کی حالت مین جو اُسکی قیمت تھی اُسکا نصف واجب ہوگا اور اگر بے احرام شخص کے ساتھ قتل کرنے مین ایک احرام والا شریک تھا تو صاحب احرام پوری قیمت اور بے احرام پر نصف قیمت جو اُسکی دو ضربین لگنے کی حالت مین تھی واجب ہوگی۔ اگر بے احرام شخص نے حرم مین ایک شکار پکڑا اور دوسرے بے احرام نے اُسکے ہاتھ مین اُسکو قتل کردیا تو ہر شخص پر پوری جزا لازم ہوگی اور شکار کے پکڑنے والے کو چاہیے

وہ قاتل سے پھیر لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور اگر ایک بے احرام شخص اور ایک قارن دونون کسی
شکار کو حرم مین قتل کرین تو بے احرام شخص پر نصف قیمت اور قارن پر دوچند قیمت واجب ہوگی اور اگر ایک
بے احرام شخص اور ایک مفرد حج کرنے والا اور ایک قارن تینون شخص شریک ہوکر حرم کے شکار کو قتل
کیا تو بے احرام شخص پر تہائی قیمت واجب ہوگی اور فقط حج کرنے والے پر پوری قیمت اور قارن پر دوچند قیمت واجب
ہوگی اور یہی قیاس ان مسائل مین جاری ہوتا ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر اول بے احرام نے اُسکے
مارنے مین ابتدا کی پھر مفرد حج کرنے والے نے اور اُسکے بعد قارن نے اُسکو مارا اور وہ جانور مرگیا تو بے
احرام شخص پر وہ نقصان واجب ہوگا جو تندرست شکار کے زخمی کرنے کی وجہ سے اُسکی قیمت مین کمی ہوگئی اور
اُسکے علاوہ تین زخمون کی حالت مین جو اُسکی قیمت ہوگی اسکی تہائی اُسپر واجب ہوگی اور فقط حج کرنے والے پر
جو پہلے زخم کی حالت مین اُسکے دوسرے زخم لگانے سے قیمت مین کمی ہوگئی وہ واجب ہوگی اُسکے علاوہ تین
زخمون کی حالت مین جو اُسکی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور قارن پر وہ نقصان واجب ہوگا جو دو زخمون کی حالت
مین اُسکے تیسرے زخم لگانے سے اُسکی قیمت مین کمی ہوئی اور اُسکے علاوہ جو تینون زخمون کی حالت مین اسکی
قیمت تھی وہ دوچند واجب ہوگی اور اگر پہلے شخص نے شکار کا ہاتھ یا پانون کاٹا یا بازو توڑا اور دوسرے شخص نے دونون آخر
چھوڑین تو اول شخص پر تندرست شکار کی قیمت واجب ہوگی اور دوسرے شخص پر پہلے زخم کی حالت مین جو اسکی قیمت تھی واجب
ہوگی اور قارن پر دو زخمون کی حالت مین جو اُسکی قیمت تھی دوچند واجب ہوگی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اگر عمرہ کے
احرام مین کسی شکار کو ایسا زخمی کیا جس سے وہ ہلاک ہوگا پھر اُس عمرہ کے احرام کے ساتھ حج کا احرام بھی ملا لیا اور دوبارہ اُسکو
زخمی کیا اور ان سب زخمون کی وجہ سے وہ مرگیا تو عمرہ کی وجہ سے اُس تندرست جانور کی قیمت اُسپر واجب ہوگی اور حج کی
وجہ سے وہ قیمت واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت مین تھی اور اگر وہ عمرہ کے احرام سے باہر ہوگیا اور پھر حج کا
احرام باندھا اور پھر دوبارہ اُس شکار کو زخمی کیا تو عمرہ کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی جو دوسرے زخم کی حالت مین
اور حج کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی جو پہلے زخم کی حالت مین تھی اور اگر عمرہ کے احرام سے باہر ہوکر حج اور عمرہ
کے قران کا احرام باندھا اور پھر شکار کو دوبارہ زخمی کیا اور وہ مرگیا تو عمرہ کی وجہ سے اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو دوسرے
زخم کی حالت مین اُسکی قیمت تھی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت مین جو اُسکی قیمت تھی وہ دوچند واجب
ہوگی اور اگر پہلا زخم ہلاک کرنے والا تھا مثلاً اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور باقی سب صورتین اسی طرح ہین تو عمرہ
کی وجہ سے تندرست جانور کی قیمت لازم ہوگی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت مین جو اُسکی قیمت تھی
وہ دوچند واجب ہوگی اور اگر دوبارہ بھی اسکا ہاتھ کاٹا تھا تو پہلے زخم کی حالت مین جو واجب ہوا تھا وہی اس مرتبہ
واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اگر فقط عمرہ کرنے والے نے کسی شکار کو زخمی کیا اور پھر کسی بے احرام شخص نے بھی
اُس شکار کو زخمی کیا پھر فقط عمرہ کرنے والے نے اپنے عمرہ کے احرام مین حج کا احرام بھی ملا لیا اور پھر اُسکو زخمی
کیا اور ان سب زخمون سے وہ شکار مرگیا تو عمرہ کی وجہ سے اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو بے احرام شخص کے زخمی
کرنے کی حالت مین اُسکی قیمت اور حج کی وجہ سے اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو سب زخمون کی حالت مین اُسکی
قیمت تھی اور بے احرام شخص اُس نقصان کا ضامن ہوگا جو پہلے زخم کی حالت مین دوبارہ زخمی کرنے سے

وہ قاتل سے پھیر لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر ایک بے احرام شخص اور ایک قارن دونون کسی شکار کو حرم مین قتل کرین تو بے احرام شخص پر نصف قیمت اور قارن پر دوچند قیمت واجب ہوگی اور اگر ایک بے احرام شخص اور ایک مفرد حج کرنے والا اور ایک قارن تینون شخصون نے شریک ہوکر حرم کے شکار کو قتل کیا تو بے احرام شخص پر تہائی قیمت واجب ہوگی اور فقط حج کرنے والے پر پوری قیمت اور قارن پر دوچند قیمت واجب ہوگی اور یہی قیاس ان مسائل مین جاری ہوتا ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر اول بے احرام نے اسکے مارنے مین ابتدا کی پھر مفرد حج کرنے والے نے اور اسکے بعد قارن نے اسکو مارا اور وہ جانور مرگیا تو بے احرام شخص پر وہ نقصان واجب ہوگا جو تندرست شکار کے زخمی کرنے کی وجہ سے اسکی قیمت مین کمی ہوگئی اور اسکے علاوہ تین زخمون کی حالت مین جو اسکی قیمت ہوگی اسکی تہائی اسپر واجب ہوگی اور فقط حج کرنے والے پر جو پہلے زخم کی حالت مین اسکے دوسرے زخم لگانے سے قیمت مین کمی ہوگئی وہ واجب ہوگی اسکے علاوہ تین زخمون کی حالت مین جو اسکی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور قارن پر وہ نقصان واجب ہوگا جو دو زخمون کی حالت مین اسکے تیسرے زخم لگانے سے اسکی قیمت مین کمی ہوئی اور اسکے علاوہ جو تینون زخمون کی حالت مین اسکی قیمت تھی وہ دوچند واجب ہوگی اور اگر پہلے شخص نے شکار کا ہاتھ یا پانون کاٹا یا بازو توڑا اور دوسرے شخص نے دونون آنکھین پھوڑین تو اول شخص پر تندرست شکار کی قیمت واجب ہوگی اور دوسرے شخص پر پہلے زخم کی حالت مین جو اسکی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور قارن پر دو زخمون کی حالت مین جو اسکی قیمت تھی دوچند واجب ہوگی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہے اگر عمرہ کے احرام مین کسی شکار کو ایسا زخمی کیا جس سے وہ ہلاک ہوگا پھر اس عمرہ کے احرام کے ساتھ حج کا احرام بھی ملا لیا اور دوبارہ اسکو زخمی کیا اور ان سب زخمون کی وجہ سے وہ مرگیا تو عمرہ کی وجہ سے اس تندرست جانور کی قیمت اسپر واجب ہوگی اور حج کی وجہ سے وہ قیمت واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت مین تھی اور اگر وہ عمرہ کے احرام سے باہر ہوگیا اور پھر حج کا احرام باندھا اور پھر دوبارہ اس شکار کو زخمی کیا تو عمرہ کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی جو دوسرے زخم کی حالت مین تھی اور حج کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی جو پہلے زخم کی حالت مین تھی اور اگر عمرہ کے احرام سے باہر ہوکر حج اور عمرہ کے قران کا احرام باندھا اور پھر شکار کو زخمی کیا اور وہ مرگیا تو عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو دوسرے زخم کی حالت مین اسکی قیمت تھی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت مین جو اسکی قیمت تھی وہ دوچند واجب ہوگی اور اگر پہلا زخم ہلاک کرنے والا تھا مثلاً اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور باقی سب صورتین اسی طرح ہین تو عمرہ کی وجہ سے تندرست جانور کی قیمت لازم ہوگی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت مین جو اسکی قیمت تھی وہ دوچند واجب ہوگی اور اگر دوبارہ بھی اسکا ہاتھ کاٹا تھا تو پہلے زخم کی حالت مین جو واجب ہوا تھا وہی اس پر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر فقط عمرہ کرنے والے نے کسی شکار کو زخمی کیا اور پھر کسی بے احرام شخص نے بھی اس شکار کو زخمی کیا پھر فقط عمرہ کرنے والے نے اپنے عمرہ کے احرام مین حج کا احرام بھی ملا لیا اور پھر اسکو زخمی کیا اور ان سب زخمون سے وہ شکار مرگیا تو عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو بے احرام شخص کے زخمی کرنے کی حالت مین اسکی قیمت اور حج کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو سب زخمون کی حالت مین اسکی قیمت تھی اور بے احرام شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا جو پہلے زخم کی حالت مین دوبارہ زخمی کرنے سے

اُسکی قیمت کم ہو گئی اور اُسکے علاوہ تینون زخمون کی حالت مین جو قیمت ہے وہ نصف اُسپر واجب ہو گی اور اگر اُسکے زخمی کرنے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر ہو گیا پھر بے احرام شخص نے اُسکو زخمی کیا پھر پہلے شخص نے قران کیا اور اس حالت مین اُسکو دوبارہ زخمی کیا اور وہ جانور مرگیا تو عمرہ کی وجہ سے اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو اخیر کے دو زخمون کی حالت مین اُسکی قیمت تھی اور قران کیوجہ سے پہلے زخم کی حالت مین جو اُسکی قیمت تھی وہ دوچند واجب ہوگی اور اسی طرح سے بے احرام شخص کا بھی حکم بدل جاویگا اور اگر یہ سب زخم ہلاک کرنے والے تھے جیسے ہاتھ پاؤن کاٹنا اور آنکھین پھوڑنا تو عمرہ کی وجہ سے تندرست جانور کی قیمت لازم ہوگی اور قران کی وجہ سے پہلے دو زخمون کی حالت مین جو اُسکی قیمت تھی وہ دوچند واجب ہوگی اور بے احرام شخص پر پہلے زخمی ہونے کی حالت مین جو اُسکے دوبارہ زخمی کرنے سے اُسکی قیمت مین کمی ہوئی وہ نقصان واجب ہوگا اور اُسکے علاوہ جو تینون زخمون کی حالت مین قیمت ہے وہ نصف واجب ہوگی یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کسی جانورون کو مارا تو اُسی طرح کئی جزائین واجب ہونگی لیکن اگر اُس جانور کے مارنے مین احرام سے باہر ہونے یا احرام توڑنے کا ارادہ کیا ہے تو یہ حکم نہین ہے جیسا کہ اصل مین مذکور ہے۔ صاحب احرام اگر بہت سے شکار احرام سے باہر ہونے یا احرام توڑنے کے ارادہ پر کرے تو ان سب کی وجہ سے ایک ہی قربانی واجب ہوگی اسلیے کہ وہ احرام سے باہر ہونے کا ارادہ کرتا ہے احرام کی حالت مین گناہ کا ارادہ نہین کرتا اور جلد احرام سے باہر ہو جانے مین ایک قربانی واجب ہوتی ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی ایسا فعل کیا جسکے سبب سے کوئی شکار قتل ہو گیا تو اگر وہ سبب اُسکے قتل مین اثر رکھتا ہے تو قیمت کا ضامن ہوگا ورنہ نہوگا پس اگر کسی نے کوئی جال لگایا اور اُسمین کوئی جانور پھنس کر مرگیا یا پانی کے واسطے گڑھا کھودا اور اُسمین کوئی شکار گر کر مرگیا تو کچھ اُسپر واجب نہوگا۔ اگر کسی صاحب احرام نے دوسرے شخص کی خواہ وہ احرام والا ہو یا بے احرام شخص ہو کسی شکار کے مارنے مین مدد کی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ جس طرح صاحب احرام پر شکار کا قتل کرنا حرام ہے اسی طرح شکار کو بتانا بھی حرام ہے اور شکار کے بتانے سے بھی اسی قدر جزا لازم ہوگی جو قتل کرنے سے لازم ہوتی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور جس دلالت کی وجہ سے جزا لازم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو بتایا وہ پہلے سے اُس شکار سے واقف نہو اور اُسکے بتانے کو سچ جان لے اور اگر اُسکے بتانے کو جھوٹ جانا اور پھر وہی شکار دوسرے شخص نے بتایا اور اُسکو سچ جانا تو جس شخص کے قول کو جھوٹ جانا ہے اُسپر کچھ واجب نہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ جس شخص کو شکار بتایا ہے جب وہ شکار کو قتل کرے تو بتانے والا اُس وقت تک احرام مین ہو لیکن اگر بتانے والا احرام سے باہر ہو گیا پھر اُس شخص نے جسکو بتایا تھا قتل کیا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہوگا مگر گنہگار ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ جس شخص کو شکار بتایا ہے وہ اُس شکار کو وہین پکڑے جہان اُسنے بتایا تھا اور اگر وہ شکار اُس جگہ سے چلا گیا پھر دوسری جگہ اُسنے پکڑ کر قتل کیا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر کسی صاحب احرام نے کسی صاحب احرام کو شکار بتایا تو دونون شخصون پر پوری جزا لازم ہوگی۔ اگر احرام والے نے کسی بے احرام شخص کو شکار بتایا اور اُسنے اُس شکار کو قتل کیا تو بتانے والے پر اُسکی قیمت لازم ہوگی اور بے احرام شخص پر کچھ لازم نہوگا یہ محیط مین ہے کسی بے احرام شخص نے احرام والے یا بے احرام شخص کو حرم کا شکار بتایا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہوگا اور قاتل پر

جزا لازم ہوگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کسی شکار کی طرف کو اشارہ کیا تو جس شخص کو اُس اشارہ سے بتایا ہی اگر وہ اُسکے اشارہ کرنے سے پہلے اُس شکار کو جانتا یا دیکھتا تھا تو اشارہ کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا مگر مکروہ ہی یہ بدایع مین لکھا ہی اگر کوئی احرام والا شخص دوسرے احرام والے کو کوئی شکار بتا دے اور اُسکے قتل کا حکم کرے اور دوسرا شخص تیسرے کو حکم کرے اور تیسرا شخص قتل کرے تو نینون مین سے ہر شخص پر پوری جزا لازم ہوگی اور اگر احرام والے نے کسی احرام والے کو شکار کی خبر کی لیکن اُسکو وہ شکار نظر نہ آیا پھر دوسرے احرام والے نے اس شکار کی خبر دی اُسنے پہلے شخص کی بات کو نہ سچ جانا نہ جھوٹ پھر شکار کو تلاش کرکے اُسکو قتل کیا تو ہر شخص پر جزا لازم ہوگی اگر کسی احرام والے نے کسی احرام والے کو کسی احرام والے کے پاس اسواسطے بھیجا کہ اُس سے کہہ کہ فلان شخص یہ کہتا ہی کہ اس جگہ شکار ہی پس اُس شخص نے جاکر اُسکو قتل کیا تو اُس قاصد اور بھیجنے والے اور قاتل تینون مین سے ہر شخص پر شکار کی قیمت واجب ہوگی اور جس شخص کے پاس پیغام بھیجا ہی اگر وہ پہلے سے اُس شکار کو دیکھتا اور جانتا تھا تو قاتل کے سوا کسی پر کچھ واجب نہوگا اور قاتل پر جزا لازم ہوگی اگر احرام والے نے شکار کی طرف اشارہ کرکے کسی شخص سے کہا کہ اس شکار کو گھونسلے مین سے پکڑ لے اور اشارہ کرنے والے کو ایک ہی شکار نظر آتا تھا پس وہ شخص گیا اور اُسنے اُس شکار کو پکڑا اور اُسکے ساتھ اور ایک شکار کو اُسی گھونسلے مین سے پکڑا تو حکم کرنے والے پر اُس شکار کی جزا لازم ہوگی جسکا اُسنے حکم کیا ہی اور دوسرے شکار کی وجہ سے اُسپر کچھ لازم نہوگا اگر کسی احرام والے نے شکار کو کسی ایسے موقع پر دیکھا کہ تیر مارنے کے سوا اور کسی طرح اُسپر قابو نہین ہو سکتا اور ایک دوسرے احرام والے نے اُسکو تیر کمان بتائی اور اُسکو دی اور اُسنے تیر سے اُسکو قتل کیا تو ہر شخص پر جزا لازم ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی اگر کسی نے ایک احرام والے سے چھری مانگ کر ایک شکار کو قتل کیا تو احرام والے پر جزا لازم نہوگی لیکن یہ اُسکے واسطے مکروہ ہی یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب وہ شخص بغیر اُسکے چھری دینے کے بھی اُسکے ذبح پر قادر ہوا اور اگر بغیر اُسکے چھری دینے کے اُسکے ذبح پر قادر نہ تھا تو احرام والا قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کئی احرام والے مکہ مین کسی گھر مین اُترے اور اُس گھر مین چڑیان اور کبوتر تھے اور اُنمین سے تین شخصون نے چوتھے شخص کو دروازہ بند کرنے کا حکم کیا اور اُسنے دروازہ بند کر دیا اور وہ سب منی کو چلے گئے اور جب وہ لوٹکر آئے تو اُنھون نے دیکھا کہ جانور پیاس کی وجہ سے مر گئے تو ہر شخص پر جزا لازم ہوگی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اگر کسی صاحب احرام نے کوئی شکار پکڑا تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکو چھوڑ دے خواہ اُسکے ہاتھ مین ہو یا پنجرہ مین اُسکے ساتھ ہو یا اُسکے گھر مین ہو اور اگر کسی دوسرے احرام والے نے اُسکے ہاتھ سے چھوڑ دیا تو چھوڑنے والے پر کچھ واجب نہوگا کیونکہ شکار کرنے والا شکار کا مالک نہین ہوا تھا اور اگر دوسرے شخص نے اُسکے ہاتھ مین قتل کر دیا تو اُن دونون مین سے ہر شخص پر جزا لازم ہوگی اور ہمارے تینون اصحاب کے نزدیک پکڑنے والے کو اختیار ہی کہ قاتل سے وہ چیز جو اُسکو کفارہ مین دینا پڑا ہی اگر بے احرام شخص نے کوئی شکار پکڑا پھر اُس شکار کو ہاتھ مین پکڑے ہوئے تھا اور اُسی حالت مین اُسنے احرام باندھا تو اُس شکار کو چھوڑ دینا اُسپر واجب ہی اور اگر اُسنے نہ چھوڑا اور وہ اُسکے ہاتھ مین مر گیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور اُس چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ شکار اُسکی ملک سے باہر نہین ہوتا ہی حتی کہ اگر اُس چھوڑنے کے بعد کسی دوسرے شخص نے اُسکو پکڑ لیا تو یہ احرام سے باہر ہونیکے بعد اُسکو پھیر سکتا ہی یہ شرح مجمع

مین لکھا ہے جو ابن ملک کی تصنیف ہے اور اگر کسی دوسرے شخص نے اُسکے ہاتھ مین سے چھوڑا دیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک چھوڑنے والا مالک کو قیمت دیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قیمت کا ضامن نہوگا۔ اور اگر شکار پنجرہ مین اُسکے ہاتھ یا اُسکے گھر مین ہے تو ہمارے نزدیک اُسکا چھوڑنا واجب نہین ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ شخص شکار لیکر حرم مین داخل ہو تو وہ اگر درحقیقت اُسکے ہاتھ مین ہے تو حرم مین اسکو چھوڑ دینا اُسپر واجب ہے اور اگر درحقیقت اُسکے ہاتھ مین نہین مثلاً سامان مین ہے یا پنجرہ مین ہے تو اُسپر چھوڑنا واجب نہین یہ کفایہ مین لکھا ہے۔ اور اگر احرام باندھا اور اُسکے ہاتھ مین پنجرہ کے اندر شکار ہے یا احرام باندھا اور پنجرہ مین شکار ہے اور حرم مین اُسکو داخل نہین کیا تو ہمارے نزدیک اُسکو چھوڑنا واجب نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص حرم مین باز لیکر داخل ہوا اور اُسکو چھوڑ دیا اور اُسنے حرم کے کسی کبوتر کو قتل کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ محیط سرخسی کے باب قتل الصید مین لکھا ہے اگر کسی بے احرام شخص نے کسی بے احرام شخص کا شکار غصب کر لیا پھر غاصب نے احرام باندھا اور شکار اُسکے ہاتھ مین تھا تو اُسکا چھوڑ دینا اُسکو لازم ہے اور اُسکی قیمت مالک کو دیگا اور اگر مالک کو حوالہ کر دیا تو اُسکے ذمہ سے بری ہوگیا مگر بُرا کیا اور اُسپر جزا واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ازالۃ الامن عن الصید کی فصل مین لکھا ہے۔ اگر حرم مین داخل ہونے کے بعد شکار بیچا تو اگر وہ شکار ابھی مشتری کے پاس باقی ہے تو اُس بیع کا رد کرنا واجب ہوگا اور اگر مر گیا تو اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر صاحب احرام شکار بیچے تو بھی یہی حکم ہے اور اسمین فرق نہین ہے کہ حرم کے اندر بیچے یا وہان سے نکالنے کے بعد حرم سے باہر بیچے اور اگر دو شخص جو بے احرام ہون حرم کے اندر شکار کی خرید فروخت کرین اور وہ شکار حرم سے باہر ہو تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جائز ہے امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین۔ اگر بے احرام شخص حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اُسکی قیمت کا صدقہ کرے روزہ رکھنا کافی نہین ہے اور اُسکی جزا مین قربانی کرنے مین اختلاف ہے بعضون نے کہا ہے کہ جائز نہین اور ظاہر روایت کے بموجب جائز ہے یہ تبیین مین لکھا ہے بے احرام شخص اگر حرم کا شکار ذبح کرے تو اُسکا کھانا جائز نہین صاحب احرام اگر حرم سے باہر یا حرم کے اندر ذبح کرے تو وہ مردار ہوگا اور صاحب احرام پر جزا واجب ہوگی یہ سراجیہ مین لکھا ہے۔ اگر صاحب احرام نے تیر سے کسی شکار کو قتل کیا یا کتے یا باز تعلیم یافتہ کو چھوڑا اور اُسنے قتل کیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہے اور اُسپر جزا واجب ہوگی اور اگر صاحب احرام نے شکار ذبح کرکے خود اُسمین سے کھایا تو اگر اُسکی جزا کے ادا کرنے سے پہلے کھایا ہے تو جو کچھ کھایا اُسکا کفارہ بھی اُسی مین داخل ہو جاویگا اور اُسپر ایک ہی جزا لازم ہوگی اور اگر جزا کے ادا کرنے کے بعد کھایا ہے تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جو کھایا ہے اُسکی قیمت دینا واجب ہوگی اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک توبہ اور استغفار کے سوا اور کچھ واجب نہین ہے اور اگر اُس گوشت مین سے کسی بے احرام شخص یا کسی اور صاحب احرام نے کچھ کھایا تو توبہ اور استغفار کے سوا بالاجماع اُسپر اور کچھ واجب نہین ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اسمین مضائقہ نہین ہے کہ صاحب احرام اُس شکار کا گوشت کھاوے جسکو کسی بے احرام شخص نے شکار کرکے ذبح کیا ہو یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب صاحب احرام نے وہ شکار اُسکو نہ بتایا ہو اور اُسکے ذبح کرنے یا شکار کرنے کا حکم نہ دیا ہو یہ ہدایہ مین لکھا ہے۔ اگر صاحب احرام نے کسی شکار کا انڈا توڑا اور اُسکی جزا ادا کر دی پھر اُسکو بھون کر کھا لیا تو اُسپر کچھ لازم نہین ہے یہ غایۃ السروجی مین لکھا ہے۔ اگر اُسنے شکار

سکے تیر مارا جو کچھ حرم کے اندر ہی اور کچھ باہر تو شکار کے پانون کا اعتبار ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر شکار کے پانون حرم
مین ہین اور سر حرم سے باہر ہی تو وہ حرم کا شکار ہی اور اگر اس شکار کے پانون حرم سے باہر ہین اور سر حرم کے اندر
ہی تو وہ شکار حرم سے خارج ہی اور اگر کچھ پانون حرم کے اندر ہین اور کچھ باہر تو وہ استیاطاً حرم کا شکار سمجھا جاویگا
یہ حکم اسوقت ہی کہ جب وہ شکار کھڑا ہوا ہو اور اگر زمین پر لیٹا ہوا ہو تو اسکے سر کا اعتبار ہی پانون کا اعتبار نہین پس
اگر اسکا سر حرم مین ہو اور پانون حرم سے باہر ہون تو وہ حرم کا شکار ہی اور اگر سر حرم سے باہر ہو اور پانون حرم مین
ہون تو خارج حرم کا شکار ہی اور اگر شکار ایسے درخت پر ہو جسکی جڑ حرم مین ہو اور شاخین حرم سے باہر ہون اور
شکار شاخون کے اوپر ہی تو درخت کا اعتبار نہین ہی شکار کی جگہ کا اعتبار کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر تیر مارنیوالا
اور وہ شکار جسکے تیر مارتا ہی ان دونون مین سے ایک حرم کے اندر ہو تو تیر مارنے والے پر جزا لازم ہی اور اگر دونون
حرم سے باہر ہین اور تیر حرم مین ہوکر نہین جاتا اور تیر پھینکنے والا صاحب احرام نہین تو کچھ واجب نہین ہی اور باز
یا کتے کو اگر چھوڑے تو بھی یہی حکم ہی۔ ولوالجیہ مین ہی کہ اگر حرم سے باہر کسی شخص نے ایسے شکار کے تیر مارا جو حرم سے
باہر تھا اور وہ شکار زخمی ہونے کے بعد حرم مین داخل ہوا اور وہان مر گیا تو اسپر جزا واجب نہو گی اور اسکا کھانا مکروہ ہی یہ
تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر بے احرام شخص نے کسی شکار پر کتا چھوڑا جو حرم سے باہر ہی اور کتا اسکے پیچھے گیا اور حرم
کے اندر اسکو پکڑا تو چھوڑنے والے پر کچھ واجب نہوگا لیکن اس شکار کو کھانا نہ چاہیے اور اگر بے احرام شخص نے
ایسے شکار پر تیر مارا جو حرم سے باہر تھا پھر شکار حرم مین داخل ہو گیا اور تیر اسکے حرم مین لگا تو اسپر جزا واجب نہو گی
یہ محیط مین لکھا ہی۔ خانیہ مین ہی کہ امام ابوحنیفہ رح کے قول کے بموجب جزا لازم ہوگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر حرم
کے اندر بھیڑیے پر کتا چھوڑا اور اس نے کوئی شکار مار لیا یا بھیڑیے کے واسطے جال لگایا اور اسمین کوئی شکار پھنس گیا تو اسپر
کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی کے ہنکانے سے کوئی جانور بھاگ کر کنوین مین گر گیا
یا کسی اور چیز کی ٹکر لگی تو اسپر جزا واجب ہوگی۔ اگر کوئی شخص سوار تھا یا جانور کو ہنک رہا تھا یا آگے سے کھینچ لیے جاتا تھا
اور اس جانور نے اپنے ہاتھ یا پانون یا منھ سے کسی شکار کو مار ڈالا تو اسپر جزا واجب ہوگی یہ معراج الدرایہ مین لکھا ہی
اگر کسی شخص نے حرم کی ہرنی کو حرم سے باہر نکالا اور اسکے بچے پیدا ہوئے پھر وہ ہرنی اور بچے مر گئے تو اسپر ان سب کی جزا
واجب ہوگی اگر کوئی بے احرام شخص ہرنی کو حرم سے باہر نکال لے گیا تو اسپر اسکا چھوڑ دینا واجب ہی اور جب تک وہ حرم
مین نہ پہونچ جاوے وہ اسکا ضامن ہی اور اگر حرم مین پہونچنے سے پہلے اسکے بچہ پیدا ہوا یا اسکے بدن یا بالون
مین زیادتی ہوئی اور اسکے کفارہ دینے سے پہلے وہ مر گئی تو کل کا ضامن ہوگا اور اگر کفارہ دینے کے بعد مری
تو اصل کا ضامن ہوگا زیادتی کا ضامن نہوگا اور اگر اسکو بیچ ڈالا اور مشتری کے پاس اسکے بچے پیدا ہوئے
یا اسکے بدن یا بالون مین زیادتی ہوئی پھر وہ ہرنی اور اسکے بچے سب مر گئے تو اگر بائع نے اسکی جزا ابھی ادا نہین
کی ہی تو کل کا ضامن ہوگا اور اگر جزا ادا کرنے کے بعد بچے پیدا ہوئے یا زیادتی ہوئی تو اصل کا ضامن ہوگا بچہ اور
زیادتی کا ضامن نہوگا یہ غایۃ السروجی مین لکھا ہی۔ اگر کسی جون کو مارا تو جو چاہے صدقہ کر دے مثلاً ایک مٹھی بھر
اناج دیدے یہ حکم اسوقت ہی کہ جون کو اپنے بدن یا سر یا کپڑے سے پکڑا ہو اور اگر زمین پر سے پکڑ کر مارا تو کچھ
واجب نہین اور جون کا مارنا اور زمین پر ڈال دینا برابر ہی۔ اور اگر دو یا تین جوئین ماریں تو ایک مٹھی بھر اناج دیدے

اور اگر اس سے زیادتی کی تو نصف صاع گیہون دے اور جس طرح جون کا مارنا جائز نہین ہی اسی طرح مارنے
کے واسطے غیر کو دینا بھی جائز نہین ہی اور اگر ایسا کریگا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح یہ جائز نہین ہی کہ جون کو اشارہ
سے بتا دے اور یہ بھی جائز نہین ہی کہ اپنے کپڑے دھوپ مین اس غرض سے ڈالے کہ جوین مر جاوین اور جون
کے مارنے کی نیت سے کپڑون کو دھونا بھی جائز نہین ہی اور اگر کپڑے دھوپ مین ڈالے اور اس سے جوین مرین
تو اگر بہت تھین تو نصف صاع گیہون واجب ہونگے اور اگر کپڑے خشک کرنے کے واسطے دھوپ مین ڈالے
اور اس سے کچھ جوین وغیرہ مرگئین لیکن یہ اُسکی نیت نہ تھی تو کچھ واجب نہوگا اور اگر صاحب احرام نے اپنے کپڑے
کسی بے احرام شخص کو جوین مارنے کو دیئے اور اُسنے جوین مارین تو حکم کرنے والے پر جزا واجب ہوگی اور اگر
اشارہ سے کسی کو جون بتلائی اور اُسنے اُسکو مارا تو جزا واجب ہوگی جنگلی کتے اور بھیڑیے اور چیل اور کوے اور
نجاست کھانے والے جانورون کے مارنے مین کچھ واجب نہین ہوتا۔ اور جو جانور کھیتی کھاتے ہین وہ شکار مین
داخل ہین اور سانپ اور بچھوا اور چوہے اور بھڑ اور چونٹی اور کیکڑا اور مکھی اور بھنگا اور مچھڑا اور پسوا اور چیچڑی
اور کچھوے کے مارنے مین کچھ واجب نہوگا اور زمین کے کیڑون کے مارنے مین بھی کچھ واجب نہوگا جیسے کہ بہنی
اور خنفسا، یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اور گوہ اور گرگٹ اور جھینگر کا بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی
اور کفتار اور لومڑی جو اگر ایذا دینے مین ابتدا نہین کرتی ہی صاحب احرام کو اُسکا قتل کرنا جائز ہی اس سے کچھ
واجب نہین ہوتا یہ غایۃ السروجی مین لکھا ہی جنگلی کے تمام شکار کو مارنا صاحب احرام کو منع ہی لیکن جو جانور ایذا
دینے مین ابتدا کرتے ہون اُنکا مارنا جائز ہی یہ جامع صغیر مین لکھا ہی جو قاضی خان کی تصنیف ہی۔ صاحب احرام کو بکری
اور گاے اور اونٹ اور مرغی اور پلی ہوئی بطا کا ذبح کرنا جائز ہی یہ کنز مین لکھا ہی۔ حرم کے درخت چار قسم کے ہوتے
ہین تین قسمین ایسی ہین کہ اُنکو کاٹنا اور اُنسے نفع لینا جائز ہی اور اُنکے جزا لازم نہین آتی اول درخت وہ ہین
جنکو آدمیون نے بویا ہوا اور وہ اُس قسم سے ہون جنکو آدمی بویا کرتے ہون دوسرے وہ درخت کہ جسکو آدمی
نے بویا ہوا اور وہ اُس جنس سے نہون جنکو آدمی بویا کرتے ہین تیسرے وہ درخت جو خود جمے ہون اور وہ اُس
قسم سے ہون جنکو آدمی بویا کرتے ہون اور چوتھی قسم ایسی ہی جسکا کاٹنا اور اُس سے نفع لینا حلال نہین اگر اُسکو
کوئی شخص کاٹیگا تو اُسپر جزا لازم ہوگی اور وہ سب ایسے درخت ہین جو آپسے جمے ہون اور اس جنس سے
نہون جنکو آدمی بویا کرتے ہین اور اس قسم کے درخت خواہ کسی کے مملوک ہون یا نہون سب کا حکم برابر ہی یہانتک
کہ فقہا نے کہا ہی کہ اگر کسی شخص کی ملکیت زمین مین ام غیلان جمی اور اُسکو کوئی شخص کاٹے تو وہ مالک کو قیمت دیگا اور
حق اللہ بھی بقدر قیمت اُسکو دینا واجب ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص حرم کا ایسا درخت کاٹے جو سبز ہوا اور نشو ونما کی حالت
مین ہو پس اگر وہ کاٹنے والا شریعت کے خطاب کے لائق ہو تو اُس درخت کی قیمت سے کھانا خرید کر فقیرون پر
صدقہ کرے اور ہر مسکین کو جہان چاہے نصف صاع گیہون دے اور اگر چاہے اُس سے قربانی خرید کر حرم مین
ذبح کرے روزے اسمین جائز نہین ہین کاٹنے والا خواہ صاحب احرام ہو یا بے احرام یا قارن سب کا حکم برابر ہی
پس جب اُسکی قیمت ادا کر دے تو اُس کٹے ہوئے درخت سے نفع لینا مکروہ ہی اور اگر اُسکو بیچا تو بیع جائز ہی اور اُسکی
قیمت تصدق کرے اور حرم کے جو درخت خشک ہوگئے ہون اور نشو ونما کی حد سے نکل گئے ہون اُنکے اکھاڑنے

مین اور اُنسے نفع حاصل کرنے مین مضائقہ نہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر درخت کاٹے تو اُسکی جڑ کا اعتبار ہی شاخون کا اعتبار نہین پس اگر درخت کی جڑ حرم مین ہو اور شاخین حرم سے باہر ہون تو وہ حرم کا درخت ہوا اور اگر کچھ جڑ حرم مین اور کچھ حرم سے باہر ہو تو احتیاطاً حرم کا درخت ہوگا حرم کے درخت سے پتے لینے اسوقت جائز ہونگے کہ اُس سے کچھ درخت کا نقصان نہوتا ہو اور نہین تو جزا لازم نہین ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اگر حرم کا کوئی درخت اُکھاڑا اور اُسکی قیمت دیدی پھر اُسکو وہین بودیا اور وہ جم گیا پھر دوبارہ اُکھاڑا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اسلیے کہ وہ جزا دینے سے اُسکا مالک ہوگیا یہ تجنیس الزنیتی مین لکھا ہے۔ اگر حرم کا درخت کاٹنے مین دو احرام والے یا دو بے احرام شخص یا ایک احرام والا اور ایک بے احرام شخص شریک ہون تو اُن دونون پر قیمت واجب ہوگی یہ نہایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہے۔ اگر حرم کی ہری گھاس لی تو اُسپر قیمت واجب ہوگی سوکھی گھاس لینے مین کچھ مضائقہ نہین یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ حرم کی گھاس نہ چراوین اور نہ کاٹین اور اذخر کا کاٹنا جائز ہے حرم کے اندر کماۃ کے توڑ لینے مین کچھ مضائقہ نہین یہ کافی مین لکھا ہے

دسوان باب میقات سے بغیر احرام کے گذر جانے کے بیان مین

جب میقات سے باہر رہنے والا شخص بغیر احرام کے مکہ مین داخل ہو جاوے اور اُسکا ارادہ حج اور عمرہ کا نہین ہے تو مکہ مین داخل ہونے کی وجہ سے اُسپر حج اور عمرہ واجب ہے پس اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے واسطے میقات کو نہ لوٹے تو حق میقات ترک ہونے کی وجہ سے اُسپر قربانی واجب ہی اور اگر میقات کو لوٹے اور وہان سے احرام باندھے تو اسکی دو صورتیں ہین کہ اگر اُسی سال حج یا عمرہ کا احرام باندھا جو اُسپر لازم ہوا تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر حج فرض یا ایسے عمرہ کا احرام باندھا جو اُسپر واجب تھا تو اگر وہ اُسی سال باندھا تو مکہ مین بغیر احرام داخل ہونے کی وجہ سے جو اُسپر واجب ہوا تھا بحکم استحسان وہ بھی ادا ہو جاویگا یہ محیط مین لکھا ہے اسی طرح اگر اُس سال مین وہ حج کیا جسکی نذر کی ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی مین لکھا ہے اور اگر سال بدل گیا اور باقی مسئلہ کی وہی صورت ہے جو مذکور ہوئی تو مکہ مین بغیر احرام کے داخل ہونے کی وجہ سے جو اُسپر واجب ہوا تھا ادا نہوگا یہ محیط کے باب المیقات مین ہے۔ اگر کوئی شخص حج اور عمرہ کے ارادہ پر جاتا تھا اور وہ میقات سے بغیر احرام کے گذر گیا تو پھر یا تو اُسنے میقات کے اندر احرام باندھا یا پھر میقات کو لوٹ کر آیا اور وہان سے احرام باندھا تو اگر میقات کے اندر احرام باندھا ہے تو اس بات پر غور کرینگے کہ اگر میقات کے آنے مین حج کے فوت ہونے کا خوف تھا تو حکم یہ ہے کہ اُسکو میقات کو آنا نہ چاہیے اور اُسی احرام سے سب ارکان ادا کرے اور اُسپر قربانی لازم ہوگی اور اگر حج کے فوت ہونے کا خوف نہین ہے تو اُسکو چاہیے کہ میقات تک آوے اور میقات تک آنے کی بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ بے احرام آوے اور ایک یہ کہ احرام باندھکر آوے پس اگر بے احرام آیا اور میقات سے احرام باندھا تو قربانی اُس سے ساقط ہو گئی اور اگر میقات تک احرام باندھکر آیا تو امام ابوحنیفہ رح نے کہا ہے کہ اگر وہ لبیک کہہ چکا ہے تو قربانی اُس سے ساقط ہو گئی اور اگر لبیک نہین کہی ہے تو ساقط نہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک دونون صورتون مین ساقط ہو جاتی ہے اور جو شخص اپنے میقات سے بغیر احرام کے گذر جاوے پھر ایک دوسرے میقات مین جو وہان سے زیادہ قریب ہے جاکر احرام باندھے تو جائز ہے اور کچھ اُسپر واجب نہوگا اور اگر کوئی شخص میقات سے گذرا اور وہ بستان بنی عامر کو جانے کا ارادہ کرتا ہے کہ مکہ کو جانے کا ارادہ نہین

رکھتا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا - اگر کوئی شخص کوفہ کا میقات سے بغیر احرام کے گذر گیا اور اُسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا تو اُسکی بہت سی صورتین ہین یا یہ کہ اول عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا یا یہ کہ اول حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا احرام حرم سے باندھا یا دونون کا قران کیا پس اگر اول عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا یا دونون مین قران کیا تو استحساناً اُسپر ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر اول حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا احرام حرم سے باندھا تو اُسپر دو قربانیان واجب ہونگی ایک حج کا احرام میقات سے چھوڑ دینے کی وجہ سے دوسری عمرہ کا احرام خارج حرم سے چھوڑ دینے کی وجہ سے کوئی آدمی میقات سے گذرا اور اُسنے حج کا احرام باندھا پھر اُس حج کو فاسد کر دیا یا حج فوت ہوگیا پھر اُسکو قضا کیا تو جو قربانی میقات کی وجہ سے واجب ہوئی تھی وہ ساقط ہو جاویگی اگر غلام میقات سے بغیر احرام کے گذرا پھر اُسکے مالک نے اُسکو احرام باندھنے کی اجازت دی اور اُسنے احرام باندھا تو میقات سے بغیر احرام گذرنے کی قربانی اُسپر اُسوقت واجب ہوگی جب وہ آزاد ہوگا - کافر مکہ مین داخل ہوا پھر وہ مسلمان ہوا پھر احرام باندھا تو اُسپر کچھ واجب نہین ہے اور اسی طرح سے نابالغ لڑکا بغیر احرام کے میقات سے گذرا پھر اُسکو احتلام ہوا اور اُسنے احرام باندھا تو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور اگر کوئی میقات سے بغیر احرام کے مکہ کے جانے کے ارادہ سے کئی بار گذرا تو ہر بار کے گذرنے کی وجہ سے اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا پس اگر اُسی سال مین اُسنے میقات تک آکر حج فرض یا اور حج کی نیت سے احرام باندھا تو آخر مرتبہ کے گذرنے کی وجہ سے اُسپر جو واجب ہوا تھا وہ ساقط ہو جاویگا اور اُس کے پہلے گذرنے کی وجہ سے جو واجب ہوا تھا وہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ آخر مرتبہ کے گذرنے سے جو پہلے گذرنے سے واجب ہوا تھا وہ اُسکے ذمہ قرض ہوگیا پس جبتک اُسکی نیت معین نکریگا تب تک وہ ساقط نہوگا یہ شرح طحاوی کے باب کر الحج والعمرہ مین لکھا ہے مکہ کا رہنے والا حرم سے حج کے ارادہ پر نکلا اور اُسنے احرام باندھا اور حرم کو نہ لوٹا یہانتک کہ عرفہ مین وقوف کیا تو اُسپر بکری کی قربانی واجب ہوگی اور اگر حرم کے لوٹنے تک اعمال حج مین مشغول نہین ہوا تو اگر وہ لبیک کہتا ہوا حرم کو لوٹا تو بلاخلاف قربانی اُس سے ساقط ہو جائیگی اور اگر بغیر لبیک کے لوٹا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک قربانی اُس سے ساقط نہوگی صاحبین رح کا اسمین خلاف ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - اگر مکہ والا حرم سے باہر کسی حاجت کو گیا پھر اُسنے حرم سے باہر حج کا احرام بھی باندھ لیا اور عرفہ مین وقوف کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور متمتع اگر عمرہ سے فارغ ہو کر حرم سے نکلا پھر اُسنے خارج حرم سے حج کا احرام باندھا اور عرفہ مین وقوف کیا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر وہ احرام کی حالت مین حرم کو لوٹا اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اگر وہ احرام کی حالت مین لبیک کہتا ہوا حرم کو لوٹا تو اُس سے قربانی ساقط ہو جاویگی اور اگر حرم کو لوٹکر وہان سے اُسنے پھر احرام باندھا تو بالاتفاق اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہے

گیارھوان باب

ایک احرام سے دوسرا احرام ملانے کے بیان مین - اس بات کا جاننا ضرور ہے کہ حج یا عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنا بدعت ہے لیکن اگر اُن دونون کو جمع کرے تو امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون لازم ہو جاوینگے اور امام محمد رح کے نزدیک ایک لازم ہوگا لیکن امام ابوحنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بھی اُن دونون مین سے ایک کا احرام توڑ دینا ضرور ہے پس اگر

حج کے دو احرامون کو جمع کیا تو جب پہلے سے فارغ ہو تو دوسرے کو دوسرے سال مین قضا کرے اور اگر عمرہ کے دو احرامون کو جمع کیا تو دوسرے کو اسی سال مین ادا کرے اسواسطے کہ عمرہ کی تکرار ایک سال مین جائز ہی بخلاف حج کے کہ اسکا یہ حکم نہین اور اسی طرح حج کے افعال پر عمرہ کے اعمال کی بنا کرنا بدعت ہی لیکن عمرہ کے احرام پر حج کے احرام کی بنا کرنا بدعت نہین پس اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور ایک بار اسکا طواف کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو عمرہ کو توڑ دے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اسکے توڑنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور پھر عمرہ کی قضا لازم ہوگی یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی نے حج کا احرام باندھا پھر ایک بار حج کا طواف کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تو عمرہ کو نہ توڑے یہ محیط مین لکھا ہی۔ امام ابو حنیفہ رحنے کہا ہو کہ اگر مکہ کا رہنے والا عمرہ کا احرام باندھے اور اسکے واسطے ایک بار طواف کرے پھر حج کا احرام باندھے تو حج کے احرام کو توڑ دے اور اسکے توڑنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور اسپر حج اور عمرہ لازم ہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا اور عمرہ کے افعال مین سے کچھ ادا نہ کیا تو بالاتفاق یہ حکم ہی کہ عمرہ کے احرام کو توڑ دے یہ کافی مین لکھا ہی پس اگر عمرہ کا چار مرتبہ طواف کر لیا پھر حج کا احرام باندھا تو بلا خلاف یہ حکم ہی کہ حج کے احرام کو توڑے اور حج اور عمرہ جسکے احرام کو توڑیگا اسپر قربانی واجب ہوگی لیکن عمرہ کا احرام توڑنے مین صرف عمرہ کی قضا لازم ہوگی اور حج کا احرام توڑنے مین حج کی قضا اور عمرہ لازم ہوگا اور اگر احرام نہ توڑا اور اُن دونون کو اسی طرح ادا کیا تو جائز ہی اور ان دونون کے جمع کرنے کی قربانی اُسپر لازم ہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ کوفہ والے نے حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو دونون لازم ہونگے اور اُنکی وجہ سے وہ قارن ہو جاویگا لیکن اُسنے برا کیا پس اگر عرفات مین وقوف کیا اور افعال عمرہ کے ادا نہ کیے تو عمرہ کا احرام ٹوٹ گیا اور اگر عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو جب تک وہان وقوف نہ کریگا عمرہ نہ ٹوٹیگا پس اگر حج کا طواف تحیتہ کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو دونون لازم ہونگے اور اگر اُن دونون کو اسی طرح ادا کیا تو جائز ہی اور ان دونون کو جمع کرنے کی وجہ سے اُسپر قربانی لازم ہوگی اور یہ قربانی حج کی نہین بلکہ کفارہ کی ہی اور مستحب یہ ہی کہ عمرہ کو توڑ دے یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر حج کا احرام باندھا اور اس سے فارغ ہوا پھر دوسرے حج کا احرام اُسی تاریخ باندھا تو دوسرا حج لازم ہوگا پھر اگر دوسرے حج کے احرام باندھنے سے پہلے حج اول مین سر مونڈا لیا تھا تو کچھ واجب نہوگا اور اگر ابھی تک سر نہین مونڈا یا تھا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی خواہ دوسرے احرام کے بعد سر مونڈا دے یا نہ مونڈا دے یہ تبیین مین لکھا ہی۔ جو شخص عمرہ سے فارغ ہوا لیکن ابھی تک اُسنے بال نہین کترائے پھر اُسنے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اُسپر وقت سے پہلے احرام باندھنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور یہ قربانی کفارہ کی ہی یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ حج کرنے والا اگر دسوین تاریخ یا ایام تشریق مین عمرہ کا احرام باندھے تو وہ عمرہ اُسکے ذمہ لازم ہوگا لیکن اس حالت مین اسکا توڑنا واجب ہی پس اگر اسکو توڑ دیا تو توڑنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور عمرہ بھی لازم ہوگا اور اگر نہ توڑا اور اسی طرح ادا کیا تو جائز ہی اور کفارہ کی قربانی واجب ہوگی اور اگر حج مین سر مونڈا لیا پھر دوسرا احرام باندھا تو اُسکو نہ توڑے اصل مین یہی مذکور ہی اور ہمارے مشایخ نے کہا ہی کہ اُسکو توڑے ۔ اور اگر کسی کا حج فوت ہو گیا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو اُسکو توڑ دے اور اگر حج کا احرام باندھا تو اُسکو بھی توڑ دے اور توڑنے کی وجہ سے اُسپر قربانی لازم ہوگی اور عمرہ کا احرام توڑنے سے عمرہ کی قضا اور حج کا

احرام توڑنے کی وجہ سے حج اور عمرہ کی قضا لازم ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے

بارھوان باب احصار یعنی حج سے روکے جانے کے بیان میں محصر وہ شخص ہے جسنے احرام باندھا پھر جسکا احرام باندھا تھا اُسکے ادا کرنے سے روکا گیا خواہ وہ رُکنا دشمن یا مرض یا قید ہو جائے یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے یا زخمی ہو جانے کی وجہ سے ہویا اور کوئی ایسا سبب ہو جو اُس چیز کے پورا کرنے سے جسکا احرام باندھا ہے حقیقۃً یا شرعًا مانع ہو یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ مرض کی حد جس سے کہ احصار ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اُسکو چلنے اور سوار ہونے کی طاقت نہ ہے لیکن اگر فی الحال قدرت ہو اور پیادہ چلنے یا سواری پر چلنے سے مرض کی زیادتی کا خوف ہو تو بھی یہی حکم ہے اور دشمن میں مسلمان اور کافر اور درندہ سب شامل ہیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے خرچ کے دام چوری گئے یا سواری کا جانور ہلاک ہوگیا اور وہ پیادہ چلنے پر قادر نہیں ہے تو وہ محصر ہے اور اگر پیادہ چلنے پر قادر ہو تو محصر نہیں۔ اگر کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اسکا شوہر نہیں ہے اور کوئی محرم اُسکے ساتھ ہے پھر اُسکا محرم مرگیا یا کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اُسکے ساتھ محرم نہیں ہے لیکن اُسکے ساتھ اُسکا شوہر ہے پھر اُسکا شوہر مرگیا تو وہ عورت محصرہ ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر عورت کا محرم راستہ میں مرجاوے اور وہاں سے مکہ تک تین دن یا اس سے زیادہ کا راستہ ہے تو وہ بمنزلہ محصر کے ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی عورت نے بغیر اجازت شوہر کے نفل حج کا احرام باندھا پھر اسکے شوہر نے اُسکو حج کے جانے سے منع کردیا تو وہ بمنزلہ محصر کے ہے اور اسی طرح غلام اور باندی اگر حج کا احرام باندھیں تو اُنکے مالکون کو جائز ہے کہ اُنکا احرام کھلوا دین اور وہ دونوں محصر ہونگے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر عورت نے حج فرض کا احرام باندھا اور اُسکے ساتھ شوہر نہیں ہے تو وہ محصرہ ہے اور اگر اُسکا محرم یا شوہر ہے اور جسوقت اس شہر کا قافلہ حج کو جاتا ہے اسوقت اُس عورت کو استطاعت حج کی بھی ہے تو وہ محصرہ نہیں ہے اور اگر اُسکا شوہر ہے اور کوئی اور محرم اُسکے ساتھ نہیں ہے اور شوہر نے اُسکو منع کیا تو وہ محصرہ ہے۔ کیا شوہر کو یہ اختیار ہے کہ عورت کو احرام سے باہر کرادے امام ابو حنیفہ رح سے یہ روایت ہے کہ شوہر کو یہ اختیار ہے۔ عامہ علماء کے نزدیک جس طرح حج سے احصار ہوتا ہے اُسی طرح عمرہ سے بھی احصار ہوتا ہے۔ احصار کی حالت میں حکم یہ ہے کہ قربانی کو بھیج دے یا اُسکی قیمت بھیج دے کہ اُسکی قربانی خرید کر ذبح کیا جاوے اور جب تک وہ ذبح نہو احرام سے باہر نہو عامہ علماء کا یہی قول ہے اور اگر احرام کے وقت یہ شرط کی ہو کہ اگر احصار ہوا تو قربانی نہ کریگا یا بغیر شرط کی ہو دونون کا حکم برابر ہے اور واجب ہے کہ جسکے ہاتھ قربانی بھیجے اُس سے اُس قربانی کے ذبح کرنے کا ایک روز معین کرکے وعدہ لے پس وہ اس قربانی کے ذبح ہونے کے بعد احرام سے باہر ہوجاوے اُس سے پہلے احرام سے باہر نہو اور اگر قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے کوئی ایسا فعل کیا جو احرام میں جائز نہیں تو اُسپر وہی واجب ہوگا جو صاحب احرام پر محصر نہونے کی صورت میں واجب ہوتا امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کے قول کے بموجب احرام سے باہر ہونے کے لیے سر منڈانا شرط نہیں اور اگر سر منڈالے تو بہتر ہے یہ بدائع میں لکھا ہے محصر کو اگر قربانی میسر نہو اور نہ اُسکی قیمت میسر ہو تو ہمارے نزدیک وہ روزہ رکھکر احرام سے باہر نہیں ہوسکتا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر قربانی ذبح کرنے کے وعدہ کے روز اس گمان پر احرام سے باہر ہوگیا کہ قربانی ذبح ہو چکی ہوگی پھر معلوم ہوا کہ قربانی اُس روز ذبح نہیں ہوئی تو وہ اُسی طرح صاحب احرام رہیگا اور قبل وقت احرام سے باہر ہونے کی وجہ سے اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر ذبح کے

روز قربانی ذبح ہوگئی تو بطور استحسان کے جائز ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہے - جب محصر قربانی دیکر احرام سے باہر
ہوگیا تو اگر فقط حج کا اُسنے احرام باندھا تھا تو سال آیندہ مین اُسپر حج اور عمرہ لازم ہوگا - اور اگر فقط عمرہ کا احرام باندھا
تھا تو اسکے عوض مین عمرہ لازم ہوگا اور اگر قارن تھا تو وہ دو قربانیون کے ذبح ہونے کے بعد احرام سے باہر ہوگا
اور سال آیندہ مین اُسپر دو عمرے اور ایک حج واجب ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے - اور اگر فقط حج کا احرام باندھا تھا اور اُسنے
دو قربانیان بھیجین تو وہ پہلی قربانی ذبح ہونے کے وقت احرام سے باہر ہو جاویگا اور دوسری قربانی نفل
ہوگی اور قارن دو قربانیون کے ذبح ہونے کے بعد احرام سے باہر ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہے - اور اگر قارن حج کے
احرام سے باہر ہونے کے واسطے ایک قربانی بھیجے اور عمرہ کا احرام اسی طرح باقی رکھے تو ان دونون احرامون
مین سے ایک احرام سے بھی باہر نہوگا یہ تبیین مین لکھا ہے - اور اگر قارن نے دو قربانیان بھیجین اور حج اور عمرہ
کے واسطے جدا جدا قربانی معین نہ کی تو اسمین کچھ حرج نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اور اگر قارن مکہ مین داخل
ہوا اور اُسنے عمرہ اور حج کا طواف پورا کیا پھر وہان سے نکل کر اور عرفہ کے وقوف سے پہلے محصر ہوگیا تو وہ ایک
قربانی بھیجکر احرام سے باہر ہوجاوے اور حج کے عوض سال آیندہ مین اُسپر حج اور عمرہ لازم ہوگا اور عمرہ کے
عوض عمرہ لازم نہوگا اور حرم سے باہر بال کتروانے کے عوض امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک اُسپر
قربانی واجب ہوا اور اگر محصر اُسی سال مین اپنا حج ادا کرلے تو اُسپر عمرہ واجب نہین یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین
لکھا ہے - اور اگر کسی نے احرام باندھا اور نہ حج کی نیت کی نہ عمرہ کی پھر وہ محصر ہوگیا تو ایک قربانی بھیجکر احرام سے باہر
ہوجاوے اور سال آیندہ مین استحساناً عمرہ لازم ہوگا اور اگر کسی چیز کا احرام باندھا اور اُسکو معین کیا پھر اُسکو بھول گیا
اور پھر محصر ہوگیا تو ایک قربانی بھیجکر احرام سے باہر ہوجاوے اور سال آیندہ مین اُسپر حج اور عمرہ لازم ہوگا یہ بدائع
مین لکھا ہے - اگر کسی نے دو حج یا دو عمرون کا احرام باندھا پھر محصر ہوگیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک دو قربانیون کے
بھیجنے سے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک قربانی بھیجکر احرام سے باہر ہوجاویگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین
لکھا ہے - اگر کسی شخص نے دو عمرون کا احرام باندھا اور اُنکے ادا کرنے کے واسطے مکہ کی طرف چلا پھر اگر محصر ہوگیا تو
ایک عمرہ کے عوض اُسپر ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر ابھی نہین چلا تھا اور محصر ہوگیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک
دو قربانیان واجب ہونگی اور امام ابوحنیفہ رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک اُسپر دو عمرے واجب ہونگے امام
محمد رح کا اسمین خلاف ہے کسی محصر نے قربانی بھیجی پھر احصار اُس سے دور ہوگیا پس اگر وہ یہ جانتا ہے کہ قربانی اور حج
اُسکو مل جاویگا تو اُسکو چلنا واجب ہوا اور اگر یہ جانتا ہے کہ دونون نہ ملینگے تو چلنا واجب نہین اور اگر یہ جانتا ہے
کہ قربانی مل جاویگی حج نہ ملیگا تو بھی چلنا واجب نہین اور اگر وہ یہ جانتا ہے کہ حج ملیگا قربانی نہ ملیگی تو قیاساً چلنا
واجب ہے استحساناً واجب نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور اگر قربانی اُسکو مل گئی تو اُسکو جو چاہے کرے یہ محیط مین لکھا ہے
محصر نے اگر صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر وہ احرام سے باہر ہوگیا پھر اُس سے احصار زائل ہوگیا پھر اُسی سال
مین اُسنے حج کا احرام باندھا تو اُسپر نیت قضا کی واجب نہین اور نہ عمرہ واجب ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہے
کسی شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تھا اور محصر ہوگیا پھر اُسنے احصار کی قربانی بھیجی پھر احصار زائل ہوگیا اور دوسرا
احصار پیدا ہو پس اگر وہ یہ جانتا ہے کہ وہ قربانی تک پہونچ سکتا ہے اور اُسنے اُس قربانی کی دوسرے احصار کے واسطے

نیت کر لی تو جائز ہی اور اسکے سبب سے وہ احرام سے باہر ہو جاویگا اور اگر نیت نہ کی یہان تک کہ وہ قربانی ذبح ہو گئی تو جائز نہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی کسی شخص نے عرفہ مین وقوف کیا پھر اُسکو کوئی امر مانع ہوا تو وہ محصر نہوگا اور جسکو مکہ مین کوئی امر مانع پیش آیا اور وہ طواف اور وقوف نہین کر سکتا تو وہ محصر ہی یہ تبیین مین لکھا ہی جصاص رح نے کہا ہی کہ یہی صحیح ہی یہ بدایع مین لکھا ہی - اگر طواف اور وقوف مین سے صرف ایک پر قادر ہی تو محصر نہین اسلیے کہ اگر وہ وقوف پر قادر ہی تو حج پورا ہوگا اور اگر طواف پر قادر ہی تو جس شخص کا حج فوت ہوجاتا ہی وہ صرف طواف سے احرام سے باہر ہو جاتا ہی یہ تبیین مین لکھا ہی - اور جس شخص کو وقوف عرفہ کے بعد کوئی امر مانع پیش آیا اور ایام تشریق اسی عذر کی حالت مین گذر گئے تو اُسپر مزدلفہ کا وقوف چھوڑنے کی وجہ سے ایک قربانی اور جمرون پر کنکریان نہ مارنے کی وجہ سے ایک قربانی واجب ہوگی اور اُسکو چاہیے کہ طواف زیارت کرے اور اس طواف کی تاخیر کی وجہ سے بھی قربانی واجب ہوگی اور امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موجب سر مونڈانے کی تاخیر کی وجہ سے بھی ایک قربانی لازم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک سر مونڈانے کی تاخیر اور طواف کی تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - احصار کی قربانی کو ہمارے نزدیک حرم کے سوا اور کہین ذبح کرنا جائز نہین اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے اور بعد اُسکو ذبح کرنا جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک قربانی کے دن کے بعد ذبح کرنا جائز نہین ہی اور اس بات پر اجماع ہی کہ اگر عمرہ سے احصار ہوا تو حرم مین اُسکی قربانی ہر وقت جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی

تیرھوان باب حج فوت ہوجانے کے بیان مین

جس شخص نے حج کا احرام باندھا خواہ وہ فرض ہو یا نذر یا نفل ہو اور خواہ وہ حج صحیح ہو یا فاسد ہو اور خواہ وہ فساد حج کے درمیان مین آگیا ہو یا ابتدا سے ہی فاسد ہو جیسے کہ مجامعت کی حالت مین احرام باندھا تھا یا عرفہ کا وقوف اُس سے چھوٹ گیا اور قربانی کے دن فجر طلوع ہو گئی پس اُس سے حج فوت ہو گیا تو ایسے شخص پر واجب ہی کہ طواف کرے اور سعی کرے اور احرام سے باہر ہو وے اور سال آیندہ مین حج کو قضا کرے قربانی اُسپر واجب نہوگی یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور اگر جس شخص کا حج فوت ہوا وہ قارن تھا تو اُسکو چاہیے کہ اول عمرہ کا طواف اور سعی کرے پھر حج کے فوت ہوجانے کے عوض مین طواف و سعی کرلے اور سر مونڈاوے اور بال کترا وے قران کی قربانی اُس کے ذمہ سے ساقط ہو جاویگی اور جب وہ طواف شروع کرے جس سے احرام سے باہر ہوگا تو لبیک کو قطع کرے یہ بدایع مین لکھا ہی - اگر متمتع کا حج فوت ہوا اور وہ قربانی کو ہانک کر لے چلا تھا تو اُسکا تمتع باطل ہو گیا اور قربانی کو جو چاہے کرے یہ محیط مین لکھا ہی - ہمارے اصحاب کا اسمین اختلاف ہی کہ جس طواف سے حج کا فوت کرنے والا احرام سے باہر ہوتا ہی وہ حج کے احرام سے اُسپر واجب ہوتا ہی یا عمرہ کے احرام سے - امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا یہ قول ہی کہ حج کے احرام سے واجب ہوتا ہی اور امام ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ عمرہ کے احرام سے واجب ہوتا ہی اور حج کا احرام عمرہ کے احرام سے بدل جاتا ہی یہ بدایع مین لکھا ہی اور اس اختلاف کا فائدہ اُس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر کسی شخص نے دوسرے حج کا احرام باندھا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک واجب ہی کہ وہ دوسرے حج کے احرام کو توڑے تاکہ دو حجون کا احرام جمع نہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسی طرح

احرام کو باقی رکھے یہ محیط مین لکھا ہی۔ جس شخص کا حج فوت ہو جاوے اُس پر طواف الصدر واجب نہین یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو

چودھوان باب غیر کی طرف سے حج کرنے کے بیان مین اصل اس باب مین یہ ہو کہ انسان کو جائز ہو کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کے واسطے کر دے خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا سوا اسکے کوئی اور عمل ہو جیسے حج اور قرآن کی قرأت اور ذکر اور انبیا علیہ السلام اور شہدا اور اولیا اور صالحین کے قبور کی زیارت اور مردون کو کفن دینا اور اسی طرح اور سارے نیک کامون کا یہی حکم ہو یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور عبادتین تین قسم کی ہوتی ہین ایک وہ کہ فقط مالی عبادت ہو جیسے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور دوسری یہ ہو کہ صرف بدنی ہو جیسے کہ نماز اور روزہ تیسری یہ کہ دونون سے مرکب ہو جیسے کہ حج اور پہلی صورت مین دونون حالتون مین نیابت جاری ہوتی ہو خواہ حالت اختیار ہو یا اضطرار ہو اور دوسری صورت مین نیابت جاری نہین ہوتی اور تیسری صورت مین عاجز ہونیکے وقت نیابت جاری ہوتی ہو یہ کافی مین لکھا ہی اور حج مین نیابت جاری ہونیکی بہت سی شرطین ہین منجملہ انکے یہ ہو کہ جس شخص کی طرف سے حج کیا جاوے وہ بذات خود ادا کرنے سے عاجز ہو اور اُسکے پاس مال ہو پس اگر خود ادا کرنے پر قادر ہو شلاً تندرست صاحب مال ہو یا فقیر تندرست تو اُسکی طرف سے دوسرے کو حج کرنا جائز نہین ہی اور منجملہ انکے یہ ہو کہ حج کرانے کے وقت سے مرنے تک وہ عجز باقی رہے یہ بدائع مین لکھا ہی پس اگر کسی مریض نے اپنی طرف سے حج کرایا تو اگر وہ اسی مرض مین مرگیا تو جائز ہی اور اگر اچھا ہو گیا تو حج باطل ہو گیا اور اگر کسی قیدی نے اپنی طرف سے حج کرایا تو بھی یہی حکم ہو یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اگر کسی تندرست شخص نے اپنی طرف سے حج کرایا اُسکے بعد وہ عاجز ہو گیا تو وہ حج اُسکی طرف سے جائز نہین ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی جس شخص کی طرف سے حج کیا جاوے اُسکا عاجز ہونا حج فرض مین شرط ہی حج نفل مین شرط نہین یہ کنز مین لکھا ہو پس حج نفل مین قادر ہونے کی صورت مین بھی نیابت جائز ہی اسلیے کہ نفل مین آسانی کی گئی ہو یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور منجملہ انکے یہ ہو کہ جسکی طرف سے حج کیا جاوے اُسنے حج کا حکم کیا ہو پس بغیر اُسکے حکم کے دوسرے کا حج اُسکی طرف سے جائز نہین لیکن وارث کا حج مورث کی طرف سے بغیر حکم کے بھی جائز ہی اور منجملہ انکے احرام کے وقت اُس شخص کے حج کی نیت کرنا جسکی طرف سے حج کرتا ہو اور افضل یہ ہو کہ یون کہے کہ لبیک عن فلان اور منجملہ انکے یہ ہو کہ جسکو حج کا حکم کیا ہی وہ شخص حج کرانے والے کے مال سے حج کرے پس اگر حج کرنیوالا اپنے مال کو بطور احسان کے اُسکی طرف سے خرچ کرے تو اُسکی طرف سے جائز نہوگا جب تک اُسکے مال سے حج نہ کرے اور یہی حکم اُس صورت مین ہو کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اُسکے مال سے حج کرایا جاوے پھر وہ شخص مرگیا اور اُسکے وارثون نے اپنے مال سے اُسکی طرف سے حج کیا یہ بدائع مین لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے کسی شخص کو اسواسطے مال دیا کہ کسی میت کی طرف سے حج کرے اور اُس شخص نے اُس حج مین کچھ مال اپنی طرف سے بھی صرف کیا پس جو مال اُسکو دیا تھا اگر حج کے خرچ کے واسطے کافی تھا تو مخالفت نہوگی اور جسقدر اپنے پاس سے خرچ کیا ہی اسمین استحسان یہ ہو کہ میت کے مال سے پھیر لے اور قیاس یہ ہو کہ نہ پھیرے اور اگر میت کا مال اسقدر نہ تھا کہ خرچ کو پورا ہوتا اور اُسنے اپنے مال مین سے خرچ کیا تو اس بات پر غور کرینگے کہ اگر اکثر خرچ میت کے مال سے ہوا ہی تو جائز ہی اور وہ حج میت کی طرف سے ادا ہوا ورنہ جائز نہین یہ حکم استحسانا ہی اور

قیاس یہ ہی کہ دونون صورتون مین جائز نہوا اور منجملہ اُنکے یہ ہی کہ سوار ہوکر حج کرے یہانتک کہ اگر کسی کو حج کا
حکم کیا اور اُسنے پیادہ پا چل کر حج کیا تو وہ اُس خرچ کا ضامن ہوگا اور اُسکی طرف سے سوار ہوکر حج کرے یہ
بدایع مین لکھا ہی اور صحیح مذہب یہ ہی کہ جو شخص غیر کی طرف سے حج کرتا ہی اُس شخص کا اصل حج غیر کی ہی طرف سے
ادا ہوتا ہی اور اُس حج کرنیوالے کا حج فرض اُس حج سے ادا نہین ہوتا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور افضل یہ ہی کہ جب
کوئی شخص یہ قصد کرے کہ کسی شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کے واسطے مقرر کرے تو ایسے شخص کو مقرر کرے جو اپنی
طرف سے حج کر چکا ہو اور باانیہمہ اگر ایسے شخص کو مقرر کیا جسنے اپنی طرف سے حج فرض ادا نہین کیا ہی تو ہمارے
نزدیک جائز ہی اور حکم کرنے والے کے ذمہ سے حج ساقط ہوجاویگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور کرمانی مین ہی کہ افضل یہ ہی
کہ ایسے شخص کو حج کرنے کے واسطے اپنی طرف سے مقرر کرے جو وہان کے راستہ اور افعال سے واقف ہو اور آزاد
اور عاقل اور بالغ ہو یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر کسی کی طرف سے عورت نے حج کیا یا غلام یا باندی
نے اپنے مالک کی طرف سے حج کیا تو جائز ہی اور مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور اگر کسی شخص کو دو شخصون نے
اپنی اپنی طرف سے حج کے واسطے مقرر کیا اور اُسنے اُن دونون کی طرف سے ایک حج کا احرام باندھا پس یہ حج اُسی
حج کرنے والے کے واسطے ہوگا اور اُن دونون مین سے کسی کی طرف سے نہوگا اور جو خرچ اُسنے لیا ہی اُسکا
ضامن ہوگا اور اُسکے بعد وہ اُس حج کو اُن دونون مین سے کسی ایک کی طرف سے نہین کر سکتا اور برخلاف اسکے
اگر کسی نے اپنے مان باپ کی طرف سے حج کیا تو اُسکو اختیار ہی کہ اُنمین سے جسکی طرف سے چاہے اُس حج کو مقرر
کردے اور اگر حج کرنے والے نے احرام مین دو شخصون مین سے کسی کو معین نہین کیا اور بلا تعیین کے حج ایک کی
طرف سے کیا پس اگر اسی طرح کی نیت سے اُسنے حج تمام کیا تو حج کرانے والون کے حکم کی مخالفت کی اور اگر تمام
ہونے سے پہلے ایک کو معین کیا تو امام ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ اُس صورت مین بھی وہ حج کرانے والے کے
حکم کا مخالف ہی اور حج اُسکی ذات کی طرف سے واقع ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا یہ قول ہی کہ حج اُسکی
طرف سے واقع ہوگا جسکو معین کیا ہی اور برخلاف اسکے اگر احرام کی نیت کو مبہم کیا یعنی یہ نہ معین کیا کہ حج کا احرام
باندھتا ہون یا عمرہ کا تو پھر اسکو اختیار ہی جسکو چاہے معین کردے یہ شرح مجمع مین لکھا ہی جو صاحب مجمع کی تصنیف ہی اور اگر کسی نے
احرام مین جسکی طرف سے حج کرتا ہی اُسکا کچھ ذکر ہی نہ کیا نہ معین ذکر کیا نہ مبہم تو کافی مین کہا ہی کہ اس مسئلہ مین مجتہدین سے کوئی تصریح
نہین ہی اور چاہیے کہ اس صورت مین بالاجماع اسکا معین کرنا صحیح ہو اسلیے کہ حج کرنے والے کے حکم کی مخالفت نہین یہ تبیین
مین لکھا ہی اور اگر کوئی شخص کسی کو اپنی طرف سے جدا جدا حج یا عمرہ کا حکم کرے اور وہ شخص دونون کو ملا کر قران کرے تو امام
ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب وہ شخص اُسکے حکم کا مخالف ہی خرچ کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح
کے قول کے بموجب بطور استحسان وہ قران حکم کرنے والے کی طرف سے ادا ہوجاویگا اور یہ خلاف اُس صورت
مین ہی کہ جب وہ حکم کرنے والے کی طرف سے قران کرے اور اگر قران کے حج یا عمرہ مین سے کسی ایک مین کسی اور
شخص کی طرف سے یا اپنی طرف سے نیت کی تو بلا خلاف وہ مخالف ہی اور خرچ کا ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے
کسی کو حج کا حکم کیا تھا اور اُس نے اول عمرہ کیا پھر مکہ سے احرام باندھ کر حج کیا تو وہ سب کے قول کے بموجب مخالف
ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ خانیہ مین ہی کہ اس حج سے اُس حج کرنے والے کا حج فرض بھی ادا نہوگا یہ تاتارخانیہ مین

لکھا ہے۔ اور اگر کسی نے کسی کو عمرہ کا حکم کیا پھر اُس نے اول عمرہ کیا پھر اپنی طرف سے حج کیا تو وہ حکم کرنے والے کا مخالف نہیں ہے اور اگر اول حج کیا پھر عمرہ کیا تو وہ سب کے قول کے موجب مخالف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی ایک شخص نے حج کا حکم اور دوسرے نے عمرہ کا حکم کیا اور ان دونوں نے حج اور عمرہ کو جمع کرنے کا حکم نہیں کیا اور اس شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تو اُن دونوں کا مال پھیریگا اور اگر ان دونوں نے جمع کرنے کا حکم کیا تھا تو جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ جس شخص کو کسی نے حج کے واسطے مقرر کیا ہے وہ مکہ کو جانے اور آنے میں حکم کرنے والے کے مال سے خرچ کرے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص کو حج کے واسطے اسطرح مقرر کیا کہ وہ حج ادا کر کے مکہ میں مقیم ہو تو جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ حج کر کے لوٹے جس شخص کو حج کا حکم کیا تھا اگر وہ حج سے فارغ ہو کر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو اپنے مال سے خرچ کرے اور اگر حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کریگا تو ضامن ہوگا اور اگر بغیر نیت اقامت کے وہاں چند روز تک مقیم رہا تو ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر اتنے دنوں اقامت کی جتنے دنوں وہاں لوگوں کو اقامت کی عادت ہے تو جسکی طرف سے حج کیا ہے اسکے مال میں سے خرچ کریگا اور اگر اس سے زیادہ اقامت کی تو اپنے مال میں سے خرچ کریگا اور یہ حکم پہلے زمانہ کا تھا اور ہمارے زمانہ میں ایک شخص کو بلکہ چھوٹی جماعت کو بھی بغیر قافلہ کے مکہ سے نکلنا ممکن نہیں پس جبتک قافلہ کے نکلنے کا منتظر ہوگا تو خرچ اُسکا حج کرانے والے کے مال سے ہوگا اور اسی طرح جسقدر بغداد میں مقیم ہوگا اُسکا خرچ بھی حج کرانے والے کے مال سے ہوگا اور آنے جانے میں جو مدت گذریگی اُسمیں اعتماد قافلہ کے آنے جانے پر ہوگا اور اگر کسی نے پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی اور خرچ اسکا حکم کرنے والے کے مال سے ساقط ہوگیا پھر اسکے بعد لوٹا تو اب پھر حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کریگا یا نہیں تو قدوری نے مختصر الطحاوی کی شرح میں ذکر کیا ہے امام محمد رحمہ کے قول کے موجب پھر وہ حکم کرنے والے کے مال سے خرچ کریگا اور ظاہر روایت یہی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اب پھر اسکو حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب مکہ میں گھر نہ بنا لیا ہو اور اگر مکہ میں گھر بنا لیا پھر لوٹا تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ اُسکا خرچ حکم کرنے والے کے مال میں نہیں یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور جس شخص کو حج کرنے کا حکم کیا ہے اگر وہ ایام حج سے پہلے چلا تو چاہیے کہ بغداد یا کوفہ کے پہونچنے تک حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کرے پھر حج کے زمانہ تک جسقدر ٹھہرے اُسمیں اپنے مال سے خرچ کرے پھر جب وہاں سے چلے تو میت کے مال میں سے خرچ کرے تاکہ راستہ میں میت کے مال میں سے خرچ کرنا جو شرط ہے وہ ادا ہو جاوے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اور اگر غیر کی طرف سے حج کرنے والا اپنے کاموں میں ایسا مشغول ہوا کہ حج فوت ہوگیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے میت کی طرف سے مال آئندہ میں اپنا مال خرچ کر کے حج کیا تو جائز ہے۔ اور اگر کسی آسمانی آفت سے حج فوت ہوگیا مثلاً اونٹ سے گر پڑا تو امام محمد رحمہ کا یہ قول ہے کہ اس سے پہلے جو خرچ کر چکا ہے اُسکا ضامن نہوگا اور لوٹنے میں وہ خاص اپنے مال میں سے صرف کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا ہے اگر وہ کسی دوسرے راستہ کو جاوے اور اسمیں خرچ زیادہ ہو تو اگر اُس طرف سے بھی حج کرنیوالے جاتے ہیں تو اُسکو اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے

پندرھوان باب حج کی وصیت کے بیان میں

جس شخص پر حج فرض ہو تو اگر وہ حج کے

ادا کرنے سے پہلے بغیر وصیت کے مرگیا تو بلا خلاف یہ حکم ہی کہ گنہگار ہوگا اور اگر وارث اُسکی طرف سے حج کرنا
چاہے تو حج کر سکتا ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے یہ ذکر کیا ہی کہ مجکو امید ہی کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ حج اُس میت کی طرف سے
ادا ہو جاویگا اور اگر حج کی وصیت کرکے مرا تو حج اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگا اور جب اُسکی طرف سے حج کیا جاویگا
تو ہمارے نزدیک اگر دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی سب شرطین جمع ہونگی تو جائز ہی اور وہ شرطین یہ ہین کہ
حج کرنے والا اُسکی طرف سے حج کی نیت کرے اور وصیت کرنے والے کے مال مین سے کل یا اکثر خرچ کرے
اور کوئی اور غیر شخص بطور احسان اپنی طرف سے مال نہ دے اور سوار ہو کر حج کو جاوے پیادہ نہ جاوے اور اُسکے
تہائی مال مین سے صرف کرے خواہ اُسنے وصیت مین تہائی کی قید لگائی ہو یعنی یون کہا ہو کہ میرے تہائی مال سے
نسبت خرچ کرکے حج کرایا جاوے یا کوئی قید نہ لگائی ہو مثلاً یہ وصیت کی ہو کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے یہ
بدائع مین لکھا ہی اور اگر وصیت کرنے والے نے کوئی مقام نہین بیان کیا جہان سے حج کرایا جاوے تو ہمارے
علماء کے نزدیک اُسکے وطن سے حج کرایا جاوے یہ حکم اسوقت ہی جب اُسکا تہائی مال وطن سے حج کرانے کو
کافی ہو اور اگر اُسکا تہائی مال وطن سے حج کرانے کو کافی نہو تو اسقدر مال جہان سے حج کرانے کو کافی ہو وہان سے
حج کرایا جاوے یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر اُسکا کوئی وطن نہو تو جہان وہ مرا ہی وہان سے حج کرایا جاوے یہ
شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر اُسکے کئی وطن ہون تو بلا خلاف یہ حکم ہی کہ جو وطن اُسکا مکہ سے زیادہ قریب
ہو وہان سے حج کرایا جاوے دور کے وطن سے حج نہ کرایا جاوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور اگر اُسنے
وصیت مین بیان کر دیا کہ فلان موضع سے حج کرایا جاوے اور وہ اُسکا وطن نہین تھا تو اُسکے تہائی
مال مین سے وہین سے حج کرایا جاوے جہان سے اُس نے بیان کیا ہی خواہ وہ موضع مکہ سے قریب ہو
یا بعید ہو حج کرنے والے کے پاس اگر میت کے مال مین سے حج کو جانے اور آنے کے صرف کے
بعد کچھ بچ رہے تو وارثون کو پھیر دے اُسکو اُسمین سے کچھ لینا جائز نہین ہی یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر میت
کے تہائی مال مین سے اُسکے وطن سے حج ہو سکتا ہی اور وصی نے کسی اور جگہ سے حج کرایا جو اُسکا وطن
نہین ہی تو اُس مال کا ضامن ہوگا اور وہ حج وصی کی طرف سے ہوگا اور میت کی طرف سے دوبارہ حج کراوے
لیکن اگر وہ مقام جہاں سے حج کرایا ہی میت کے وطن سے اسقدر قریب ہو کہ رات سے پہلے وہان جاکر
واپس آسکین تو اس صورت مین وصی ضامن نہوگا اور اگر کسی مقام سے میت کی طرف سے حج کرایا
اور وہان سے حج کرانے کے صرف کے بعد اُسکے تہائی مال مین سے کچھ بچ رہا اور یہ ظاہر ہوا کہ اسقدر مال مین اُس سے
زیادہ دور سے حج کرا سکتے تھے تو وصی مال کا ضامن ہوگا اور جہان سے اتنے مال مین حج ہو سکتا ہو وہان سے
حج کراوے لیکن اگر بہت تھوڑا بچا جو خوراک اور لباس کو کافی نہو تو وصیت کی مخالفت نہوگی اور جو مال
فاضل ہی وہ وارثون کو پھیر دے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی شخص اپنے وطن سے نکلکر کسی ایسے شہر کو گیا
جو مکہ سے زیادہ قریب تھا اور وہان مرگیا تو اگر وہ حج کے واسطے نہین گیا تھا کسی اور کام کو گیا تھا تو سب فقہاء کے
قول کے بموجب اُسکی طرف سے حج اُسکے وطن سے کرایا جاویگا اور اگر حج کے واسطے گیا تھا اور راستہ مین مرگیا اور
اُسنے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے تو بھی امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول کے بموجب یہی حکم ہی۔ اور

امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک جہان تک وہ پہونچ چکا ہی وہان سے حج کرایا جاوے یہ بدائع مین
لکھا ہی۔ اور زاہدی مین ہی کہ صحیح امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی حج کے واسطے نکلا اور
راستہ مین کسی شہر مین ٹھہر گیا یہان تک کہ حج کا موسم گذر گیا اور دوسرا سال آگیا پھر وہ وہان مرگیا اور وصیت کی
کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے تو سب فقہا کے قول کے بموجب اسکے وطن سے حج کرا دینگے یہ غایۃ السروجی شرح
ہدایہ مین لکھا ہی کسی شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے اور وہ شخص اسکی طرف سے حج کے واسطے
چلا وہ راستہ مین مرگیا تو اس میت کا جو باقی مال ہی اسکی تہائی مین سے اسکے گھر سے حج کرایا جاوے یہ قول
امام ابو حنیفہ رح کا ہی تبیین مین لکھا ہی یہ حکم اسوقت ہی کہ جب اسکا تہائی مال اسکے گھر سے حج کرنے کو کافی ہو اور
اگر کافی نہو تو استحساناً یہ حکم ہی کہ جہان سے کافی ہوتا ہو وہان سے حج کرایا جاوے یہ نہر الفائق مین لکھا ہی کسی شخص نے
اپنی طرف سے حج کی وصیت کی تھی اور وصی نے اسکی طرف سے کسی شخص کو حج کے واسطے مقرر کیا اور جو خرچ اس
حج کے لیے مقرر کیا تھا وہ اسکے سفر کو نکلنے سے پہلے یا سفر کو نکلنے کے بعد راستہ مین یا اسکو دینے سے پہلے وصی
کے پاس سے تلف ہوگیا یا چوری گیا تو امام ابو حنیفہ رح کا یہ قول ہی کہ میت کے باقی مال کی تہائی سے حج کرایا جاوے
یہ تمرتاشی اور تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے کئی حجون کی وصیت کی اور مال اسکا صرف ایک حج کو کافی ہی
دوسرے کو کافی نہین تو اسکی طرف سے ایک حج کرایا جائیگا اور جو بچیگا وہ وارثون کو پھیر دینگے یہ غایۃ السروجی شرح
ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اسکے تہائی مال مین سے اسکی طرف سے حج کرایا جاوے اور اسکے
تہائی مال مین کئی حج ہو سکتے ہین پس اگر اسنے یہ کہا ہی کہ احجوا عنی بثلث مالی حجۃ واحدۃ یعنی میرے تہائی مال مین سے
ایک حج کرا دیجیو یا حجۃ کہا اور واحدۃ نہ کہا تو اسکی طرف سے ایک ہی حج کرا دین اور اگر یون کہا کہ احجوا عنی بثلث
مالی یعنی میرے تہائی مال مین حج کرائیو اور اس سے اور کچھ زیادہ نہ کہا تو جسقدر کو اسکا تہائی مال کافی ہوگا
اسقدر حج کرا دینگے اور وصی کو یہ اختیار ہی کہ اگر چاہے تو اسکی طرف سے ایک سال مین کئی حج کرا دے اور اگر
چاہے تو ہر سال مین ایک بار ایک شخص کو حج کے واسطے معین کرے اور پہلی صورت افضل ہی پس اگر وصی نے
اسکے تہائی مال مین سے کئی حج کرائے اور اسکے تہائی مال مین سے تھوڑا باقی رہ گیا جو اسکے وطن سے حج
کرانے کو کافی نہین ہی اور جو میقات سب سے زیادہ مکہ سے قریب ہی یا خاص مکہ سے یا اور اسی طرح کسی قریب جگہ
سے حج کرانے کو کافی ہی تو وہین سے حج کرا دے اور باقی وارثون کو نہ پھیرے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر اسنے یہ
وصیت کی کہ میرے تہائی مال مین سے ہر سال ایک حج کرایا جاوے تو اصل مین یہ مسئلہ مذکور نہین اور امام محمد رح سے
یہ روایت ہی کہ یہ دوسری صورت کے مانند ہی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر میت نے وصی سے یہ کہا تھا
کہ جو شخص میری طرف سے حج کرے اسکو مال دیجیو تو وصی کو یہ جائز نہین ہی کہ خود اسکی طرف سے حج کرے اور اگر
میت نے یہ وصیت کی تھی کہ میری طرف سے حج کیا جاوے اور اس سے زیادہ اور کچھ نہین کہا تھا تو وصی کو خود حج
کرنے کا اختیار ہی پس اگر وصی خود میت کا وارث ہی یا اسنے وارث کو حج کرنے کے واسطے مال دیدیا ہی پس اگر سب
وارثون نے اجازت دیدی اور وہ سب بالغ ہین تو جائز ہی اور اگر انہون نے اجازت نہ دی تو جائز نہین اگر اسنے
یہ وصیت کی تھی کہ میرے مال مین سے حج کرایا جاوے اور وارث یا کسی اور شخص نے بطور تبرع اپنی طرف سے

حج کرایا تو جائز نہین اور اگر کسی شخص نے یہ وصیت تھی کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے پس اگر وارث نے اپنے
مال سے اس غرض سے حج کرایا کہ میت کے مال سے اسکے عوض مین پھیر لیگا تو جائز ہی اور اُسکو اختیار ہی کہ میت کے مال
مین سے پھیر لیوے زکوٰۃ اور کفارہ کا بھی یہی حکم ہی اور اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا تو جائز نہین اگر کسی نے وصیت کی کہ
میری طرف سے حج کرایا جاوے پس وارث نے اپنے مال سے حج خود کیا اور یہ نیت نہ کی کہ میت کے مال مین
سے پھیر لیگا تو میت کے واسطے حج فرض سے جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر میت نے یہ وصیت کی
کہ اُسکی طرف سے حج کرنے والے کے پاس لوٹنے کے بعد جو کچھ مال میت کا بچ رہے وہ اُسی کا ہی تو یہ وصیت
جائز ہی اور حج کرنے والے کو وہ فاضل مال وصیت کے سبب سے لینا حلال ہی یہی اصح ہی اگر میت نے یہ وصیت
کی کہ سو درم مین اُسکی طرف سے حج کرایا جاوے پس جہان سے سو درہم مین حج ہو سکتا ہی وہان سے حج کرایا جاوے
اور اگر اُسکے مال کی تہائی مین سو درہم نہین نکلتے تو اسکے تہائی مال سے جہان سے حج ہو سکتا ہی وہان
سے حج کرایا جاوے اور وصیت باطل نہوگی اور اگر میت نے وصیت مین سو درہم معین کر دیے کہ اُنسے حج
کرایا جاوے اور اُنمین سے ایک درہم یا کچھ زیادہ تلف ہو گیا تو جو باقی ہی اُس سے حج کرایا جاوے اور وصیت
باطل نہوگی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی اور اگر میت نے ہزار درہم کی ایک شخص کے واسطے اور ہزار درہم کی مساکین
کے واسطے وصیت کی اور یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درہم مین حج فرض کرایا جاوے اور اُسکا تہائی
مال دو ہزار درم ہوتے ہین تو اُسکے تہائی مال کے تین حصہ کرکے اُن تینون پر تقسیم کرینگے اور اگر حج کے خرچ مین
کچھ کمی ہوگی تو مساکین کے حصہ مین سے لینگے اور اگر کچھ بچ رہیگا تو وہ مساکین کو دینگے اور اگر کسی نے وصیت مین
حج کرانے کے لیے ہزار درہم معین کر دیے جو حج مین مروج نہین ہین تو وصی کو اختیار ہی کہ اُنکے عوض مین وہ درہم
بدل لے جو حج مین مروج ہون اور اگر چاہے تو اُنکی قیمت مین دینار دیدے اور اگر وصی نے کسی کو یہ حکم کیا کہ میت
کی طرف سے اس سال مین حج کرے اور اُسکو خرچ دیدیا اور اُسنے حج نہ کیا اور وہ سال گذر گیا اور سال آیندہ
مین حج کیا تو جائز ہی اور نفقہ کا وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ میت کی طرف سے حج کرنے والا اگر وقوف
عرفہ کے بعد مر گیا تو میت کی طرف سے حج جائز ہو گیا اور اگر نہ مرا اور طواف زیارت سے پہلے لوٹ آیا تو اُس شخص
کو عورت حرام ہی اُسکو چاہیے کہ بغیر احرام اپنے خرچ سے مکہ کو جاوے اور جو کچھ باقی رہ گیا ہی اُسکو قضا کرے
یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اگر میت کی طرف سے حج کرنے والے نے وقوف سے پہلے جماع کرکے حج کو فاسد کر دیا تو
جو کچھ اُسکے پاس مال باقی ہی اُسکو پھیر دے اور جو کچھ راستہ مین خرچ ہو چکا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور وہ سال آیندہ
مین اپنے مال سے حج اور عمرہ کرے اور اگر وقوف کے بعد مجامعت کی تو حج فاسد نہوگا اور خرچ کا ضامن ہوگا
اور اُسکے اوپر اپنے مال مین سے قربانی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ کسی نے یہ وصیت کی کہ فلان
شخص میری طرف سے حج کرے اور وہ مر گیا تو امام محمد رح سے یہ روایت ہی کہ کوئی اور شخص اُسکی طرف سے حج
کرے لیکن اگر یون وصیت کی تھی کہ فلان شخص کے سوا اور کوئی حج نہ کرے تو اور کوئی حج نہ کرے اگر وہ شخص
جسکو حج کا حکم کیا تھا راستہ مین بیمار ہو گیا اور میت کی طرف سے حج کرنے کے واسطے کسی اور شخص کو معین کیا تو یہ
جائز نہین لیکن اگر حکم کرنے والے نے اُسکو یہ اجازت دی تھی تو جائز ہی اور وصی کو چاہیے کہ جسکو میت کی طرف سے

حج کرنے کے واسطے مقرر کرے اُسکو یہ اجازت دیدے کہ اگر بیمار ہو جاوے تو کسی اور سے حج کرا دے یہ سراج الوہاج کی فصل الحج عن الغیر مین لکھا ہی میت کی طرف سے حج کرنے والا اگر بیمار ہو گیا اور کل مال خرچ کر دیا تو وصی پر یہ واجب نہین ہی کہ اُسکے لوٹنے کے واسطے اور مال بھیجے اگر وصی نے حج کرنے والے سے یہ کہدیا تھا کہ اگر مال تمام ہو جاوے تو میری طرف سے قرض لے لیجیو اُس قرض کا ادا کرنا میرے ذمہ ہی تو یہ جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر میت کی طرف سے حج کرنے والے نے میقات سے یا اُسکے بعد سے احرام باندھا اور مال ضایع ہو گیا پھر اپنے پاس سے خرچ کر کے حج کے ارکان ادا کیے اور لوٹکر اپنے اہل و عیال مین آیا تو وصی سے وہ خرچ نہ لیگا لیکن اگر قاضی حکم کریگا تو لیگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر خرچ کا مال مکہ مین یا اُسکے قریب ضایع ہو گیا یا اسمین سے کچھ باقی نہ رہا اور حج کرنے والے نے اپنے مال مین سے صرف کیا تو میت کے مال مین وہ دام لے لینے کا اُسکو اختیار ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا تھا اگر اُسنے کوئی خادم اپنی خدمت کے لیے اجرت پر مقرر کیا تو اگر اُسکے مثل کے شخص اپنا کام خود کر لیتے ہین تو اُسکی اجرت اپنے مال مین سے دیگا اور اگر اُسکے مثل کے لوگ اپنا کام خود نہین کرتے تو میت کے مال مین سے دیگا۔ اور جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا ہی اُسکو چاہیے کہ حمام مین داخل ہو اور وہان کے محافظون کو اجرت وغیرہ دے جسطرح حج کو جانے والے کرتے ہین۔ وصی نے اگر کسی شخص کو درہم دیے کہ میت کی طرف سے حج کرے پھر اُسنے ارادہ کیا کہ وہ مال پھیر لے تو جب تک اُسنے احرام نہین باندھا ہی وہ مال پھیر سکتا ہی پس جب اُس سے وہ مال پھیر لیا اور اُس شخص نے اپنے وطن کو لوٹنے کا خرچ مانگا تو اس بات پر غور کرینگے کہ اگر اُس سے کوئی خیانت ظاہر ہوئی تھی اس وجہ سے مال پھیرا تو وہ خاص اپنے مال مین سے خرچ کرے اور اگر اُسکی رائے کے ضعیف ہونے یا احکام حج کے ناواقف ہونے کی وجہ سے مال پھیرا تو خرچ میت کے مال سے ہوگا اور اگر نہ کوئی خیانت ظاہر ہوئی اور نہ اور کسی قسم کا عیب تھا تو خرچ وصی کے مال مین سے ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر میت کی طرف سے حج کرنے والے نے حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنی طرف سے عمرہ کیا تو خرچ کا ضامن ہوگا اور جبتک عمرہ مین مشغول ہی اپنی طرف سے خرچ کریگا اور جب عمرہ سے فارغ ہوگا تو میت کے مال مین سے خرچ کریگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی

سولھوان باب

ہدی کے بیان میں۔ اس باب مین کئی امور کا بیان ہی اول ہدی کی پہچان ہدی وہ چیز ہی کہ جو حلال جانور حرم کو ہدیہ لیجاتے ہین یہ تبیین مین لکھا ہی اور ہدی اُسی وقت مین ہوتے ہین کہ جب بطور صراحت کے اُسکو ہدی مقرر کرین یا بطور دلالت کے اور دلالت یا نیت سے ہوتی ہی یا مکہ کی طرف ہدی نہ کو ہانک کر لے چلنے سے بطور استحسان ہوتی ہی اگرچہ نیت نہ کی ہو یہ بحر الرائق مین لکھا ہی۔ اور ہدی تین قسم ہی اونٹ اور گا ئے بیل اور بھیڑ بکری یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور ہمارے نزدیک سب سے افضل اونٹ ہی پھر گائے بیل پھر بھیڑ بکری یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور بدنہ خاص اونٹ اور گائے بیل سے ہوتے ہین یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ دوم۔ ہدی سے امور کیا چیز جائز ہی اور کیا چیز جائز نہین ہدی مین وہی چیزین جائز ہین جو قربانی مین جائز ہین اور بکری ہر چیز مین جائز ہی مگر دو مقامون مین جائز نہین جس شخص نے زیارت کا طواف جنابت کی حالت مین کیا ہو اور جس نے وقوف کے بعد

مجامعت کی ہو اُسکو بکری کی ہدی جائز نہین یہ ہدایہ مین ہے تیسری - ہدی مین کیا چیز سنت ہے اور کیا چیز مکروہ ہے ہدی کے پٹہ ڈالنا سنت ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے نفل اور متعہ اور قران کی ہدی کے پٹہ ڈالین اور اسی طرح جو ہدی نذر سے اپنے اوپر واجب کر لی ہو اُسکے پٹہ ڈالین احصار یا گناہون کی وجہ سے جو ہدی واجب ہوئی اُسکے پٹہ نہ ڈالین اور اگر احصار یا گناہون کی ہدی کے پٹہ ڈالا تو جائز ہے اسمین کچھ مضائقہ نہین یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے بکری کے پٹہ ڈالنا ہمارے نزدیک سنت نہین یہ ہدایہ مین لکھا ہے چوتھی ہدی کے ساتھ کیا کرنا جائز ہے اور کیا کرنا جائز نہین - ہدی پر سواری نہ کرین لیکن بضرورت کی حالت مین جائز ہے اور اُسپر بوجھ بھی نہ لادین اسواسطے کہ ہدی کی تعظیم واجب ہے اور بوجھ لادنے اور سواری کرنے مین اسکی ذلت ہے اور یہ امر تعظیم کے خلاف ہے اسلیے حرام ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے - اگر ہدی پر سواری کی یا اُسپر بوجھ لادا اور اس وجہ سے اُسمین کچھ نقصان ہوگیا تو جسقدر کمی ہو گئی ہے وہ اُسکے ذمہ واجب ہے اور اس کمی کے عوض کو فقیرون پر تصدق کردے اغنیا کو نہ دے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اُسکا دودھ نہ دوہے اور اُسکے تھنون پر سرد پانی چھڑک دے تاکہ دودھ اُترنا موقوف ہو جاوے یہ حکم اُسوقت ہے کہ ذبح کا مقام قریب ہو اور اگر ذبح کا مقام دور ہو اور دودھ نہ دوہنا نقصان کرتا ہو تو اُسکا دودھ دوہے اور اُسکو صدقہ کردے اور اگر اُسکو اپنی حاجت مین صرف کیا تو ویسا ہی دودھ یا اُسکی قیمت تصدق کرے یہ کافی مین لکھا ہے اور اسی طرح اگر اُسکو غنی کو دیدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے - اور اگر ہدی کے بچہ پیدا ہوا تو اُسکو بھی تصدق کرے یا اُسکے ساتھ ذبح کرے اور اگر اُسکو بیچ ڈالا تو اُسکی قیمت تصدق کرے یہ تبیین مین لکھا ہے - اگر بچہ کو ہلاک کردیا تو اُسکی قیمت دینا پڑیگی اور اگر اُسکے عوض مین کوئی اور ہدی مول لے لی تو بہتر ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے - اگر کوئی شخص ہدی ہانکے لیے چلا اور وہ ہلاک ہو گئی پس اگر وہ نفل تھی تو اُسکے اوپر اور واجب نہین اور اگر واجب تھی تو اور اُسکی جگہ قائم کرے اور اگر اسمین بہت عیب آگیا تو بھی اور ہدی قائم کرے اور اُس عیب والی کو جو چاہے کرے یہ کافی مین لکھا ہے یہ حکم اُسوقت ہے جب وہ مالدار ہو اور اگر تنگدست ہے تو وہی عیب والی جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اگر بدنہ رستہ مین ہلاک ہو گیا پس اگر نفل تھا تو اُسکو ذبح کرے اور اُسکے نعل کو خون مین رنگ کر اُسکے کوہان کے ایک جانب رکھدین اور خود اسمین سے کچھ نہ کھاوے اور نہ کوئی غنی شخص کھاوے بلکہ تصدق کردے اور یہی افضل ہے اس بات سے کہ اُسکا گوشت درندون کے لیے چھوڑ دے اور اگر وہ بدنہ واجب تھا تو اور اُسکی جگہ قائم کرے اور اُسکو جو چاہے کرے یہ کافی مین لکھا ہے - جب نفل کی ہدی حرم مین پہونچ جاوے اور وہان قربانی کے دن سے پہلے معطوب ہو جائے تو اگر اُسمین کوئی نقصان آگیا ہو جسکی وجہ سے واجب ادا نہین ہوسکتا تو اُسکو ذبح کرے اور اُسکا گوشت تصدق کرے اور اُسمین سے خود نہ کھاوے اور اگر نقصان تھوڑا تھا اور واجب کے ادا ہونے کا مانع نہین تو اُسکو ذبح کرے اور اُسکے گوشت کو تصدق کرے اور خود بھی کھاوے تمتع کی ہدی کا حکم اُسکے خلاف ہے اسلیے کہ وہ اگر حرم مین قربانی کے دن سے پہلے معطوب ہو جاوے اور اُسکو ذبح کرلے تو ہدی نہوگی اور اگر کسی کی ہدی چوری گئی اور اُسنے اُسی جگہ دوسری ہدی خریدی اور اُسکے پٹہ ڈالا اور حرم کی طرف کو متوجہ کیا پھر پہلی ہدی مل گئی تو اگر اُن دونون کو ذبح کرے تو افضل ہے اور اگر اول

کو ذبح کیا اور دوسری کو بیچ ڈالا تو جائز ہے اور اگر دوسری کو ذبح کیا اور پہلی کو بیچ ڈالا تو اگر دوسری کی قیمت برابر ہے یا کچھ زیادہ ہے تو کچھ اُسپر واجب نہیں اور اگر کم ہے تو جسقدر کمی ہے اسکو بھی صدقہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے نفل ہدی کو قربانی کے دن سے پہلے ذبح کرنا صحیح قول کے بموجب جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور قربانی کے دن میں اُسکو ذبح کرنا افضل ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور متمتع اور قران کی ہدی کو قربانی کے دن کے سوا کسی روز ذبح کرنا جائز نہیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے پس اگر اس سے پہلے ذبح کرے تو بالاجماع جائز نہیں اور اگر اسکے بعد ذبح کرے تو امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک تارک واجب ہوگا پس قربانی اُسپر لازم ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے باقی اور قسمون کی ہدی جسوقت چاہے ذبح کرے اور ہدی کا ذبح کرنا حرم کے سوا اور کہین جائز نہیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے حرم اور غیر حرم کے مسکینون پر اُسکو تصدق کرنا جائز ہے لیکن حرم کے مسکینون پر تصدق کرنا افضل ہے لیکن غیر حرم کے مسکین اگر زیادہ محتاج ہون تو اُنکو دینا افضل ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے جس ہدی کا کھانا مالک کو جائز ہے اسکو ذبح کے بعد تصدق کر دینا واجب نہیں بلکہ تہائی کا تصدق کرنا مستحب ہے اور جسکا کھانا جائز نہیں ہے اُسکا تصدق کر دینا واجب ہے اور اگر ذبح کے بعد تلف ہو جاوے تو ہر طرح کی ہدی میں عوض اُسکے اوپر واجب نہیں ہے اور اگر ذبح کے بعد وہ خود اُسکو تلف کر دے تو اگر وہ اس قسم سے تھی جسکا تصدق کرنا واجب ہے تو اُسکی قیمت اُسکے ذمہ واجب ہوگی اُسکو تصدق کرے اور اگر اُس قسم سے ہے جسکا تصدق کرنا واجب نہیں تو اُسکے عوض میں کچھ واجب نہوگا۔ ہدی کے گوشت کی بیع جائز ہے خواہ وہ اس قسم سے ہو جسکا گوشت کھانا اُسکو جائز ہے خواہ اس قسم سے ہو جسکا گوشت کھانا اُسکو جائز نہیں اور اُسکی قیمت کو تصدق کر دینا واجب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ہدی کرنے والے کو مستحب ہے کہ نفل کی ہدی اگر حرم میں پہنچ گئی ہو تو اُسکا گوشت کھاوے اور تمتع اور قران کی ہدی کا یہی حکم ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور غنی کو بھی اُسکا گوشت کھلانا جائز ہے باقی جو اور قسم کی ہدی ہو اُسکا گوشت کھانا جائز نہیں جیسے کفارہ اور نذر اور احصار کی ہدی اور نفل کی وہ ہدی جو اپنے محل میں نہ پہونچی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ہدی کو عرفات میں لیجانا واجب نہیں ہے اور اگر متعہ اور قران کی ہدی کو عرفات میں لے جاوے تو بہتر ہے اونٹ میں نحر افضل ہے اور گائے و بیل اور بھیڑ و بکری میں ذبح افضل ہے۔ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کریں اور اگر لٹا کر نحر کریں تو جائز ہے اور پہلی صورت افضل ہے اور گائے و بیل اور بھیڑ و بکری کو لٹا کر ذبح کرے کھڑا کر کے ذبح نہ کرے اور جمہور کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت اُسکو قبلہ کی طرف متوجہ کرین اور اولے یہ ہے کہ ہدی کرنے والا اگر خود اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو خود ذبح کرے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور اُسکی جھول اور مہار تصدق کر دین اور گوشت بنانے والے کی اجرت اُسمین سے نہ دین یہ کنز میں لکھا ہے۔ اگر اجرت کے علاوہ اگر گوشت بنانے والے کو اسمین سے کچھ بطور تصدق کے دے تو اکثر کے نزدیک جائز ہے اور اگر گوشت بنانے کی اجرت میں کچھ دیگا تو اُسکا ضامن ہوگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے پانچوین ہدی کی نذر کا بیان اگر کسی نے یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ ہدی واجب ہے تو اگر اُسنے ہدی کی تینون قسمون میں سے کسی کو معین کیا ہے تو وہی واجب ہوگی اور اگر کسی کو معین نہین کیا تو ہمارے نزدیک بکری واجب ہوگی اور اگر یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ بدنہ واجب ہے تو اگر اُسکی دونون قسمون میں سے کسی کو معین کیا ہے تو وہی واجب ہوگا اور اگر کسی کو معین نہین کیا تو دونون قسمون میں سے جسکو چاہے

اختیار کرے یہ محیط مین لکھا ہی- اگر بدنہ کو نذر سے واجب کیا تو اُسکو جہان چاہے ذبح کرے لیکن اگر مکہ مین ذبح کرنیکی نیت کی تو مکہ کے سوا اور کہین ذبح کرنا جائز نہین یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا ہی اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہی کہ میری راے یہ ہی کہ بدنہ مکہ ہی مین ذبح کرے اگر بدنہ کو نذر مین واجب کیا ہی تو دونون کو ذبح کرنا واجب ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اگر ہدی کی نذر کی تو بالاتفاق اُسکا ذبح کرنا حرم سے مختص ہی اور اگر جزور کی نذر کی تو بالاتفاق غیر حرم مین جائز ہی یہ شرح مجمع البحرین مین لکھا ہی جو ابن ملک کی تصنیف ہی اور اگر کسی نے یون کہا کہ اللہ کیواسطے میرے ذمہ بدنہ ہی پھر بکری کی ہدی کردی اور اونٹ کی ہدی کی تو جائز ہی جو ہدی نذر مین معین کی تھی اگر اُسکے مثل یا اُس سے افضل ہدی یا اُسکی قیمت تصدق کردی تو جائز ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی جو امام سرخسی کی تصنیف ہی

سترھوان باب حج کی نذر کے بیان مین

حج جیسے کہ ابتداً اللہ تعالی کے واجب کرنے سے اُس شخص پر واجب ہوتا ہی جسمین وجوب حج کی شرطین جمع ہون اور وہ حجۃ الاسلام ہی اسی طرح کبھی اللہ تعالی کے واجب کرنے سے اُس شخص پر واجب ہوتا ہی جسمین سبب وجوب کا اُس بندہ کی طرف سے پایا جاتا ہی اور وہ یہ ہی کہ یون کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ حج واجب ہی یا یون کہے کہ میرے ذمہ حج واجب ہی خواہ حج مین کوئی شرط لگا دے یا نہ لگا دے مثلاً یون کہے کہ اگر مین ایسا کرونگا تو اللہ تعالی کے واسطے میرے ذمہ حج واجب ہی پس جب وہ شرط پائی جاوے تو اُس نذر کا پورا کرنا لازم ہوگا ظاہر روایت مین امام ابو حنیفہ رح سے یہ مروی ہی کہ کفارہ اسکے عوض مین کافی نہین ہو سکتا یہ بدائع مین لکھا ہی- اگر حج کو کسی شرط پر معلق کیا پھر ایک دوسری شرط پر معلق کیا اور دونون شرطین پائی گئین تو ایک حج کافی ہی یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر دوسری قسم مین اس نے یون کہا کہ میرے ذمہ یہی حج ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی- اگر کسی نے نذر کی یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ احرام ہی یا یون کہا کہ میرے ذمہ احرام حج کا ہی تو اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا اور اُسکو اختیار ہی جسکو چاہے معین کرے اور اسی طرح اگر کوئی ایسا لفظ کہا کہ جو احرام کے لازم ہونے پر دلالت کرتا ہی مثلاً یون کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ بیت اللہ تک یا کعبہ تک یا مکہ تک پیادہ چلنا واجب ہی تو جائز ہی اور اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی اور یہی استحسان ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی پس اگر حج یا عمرہ کو معین کیا تو پیادہ پا چل کر حج یا عمرہ کرنا واجب ہی اب اسمین بحث ہی کہ جب وہ پیادہ پا چل کر حج یا عمرہ کرے تو کہان سے پیادہ پا چلے اور کب پیادہ پا چلنا چھوڑے حج مین طواف زیارت کے بعد اور عمرہ مین طواف اور سعی کے بعد پیادہ پا چلنا چھوڑے اور پیادہ پا چلنے کی ابتدا مین مشایخ کا اختلاف ہی بعضون کا یہ قول ہی کہ جہان سے احرام باندھے وہان سے پیادہ پا چلے اور بعضون کا یہ قول ہی کہ جب اپنے گھر سے نکلے تو وہین سے پیادہ پا چلے یہ محیط مین لکھا ہی یہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر کل راستہ یا اکثر راستہ سوار ہوکر چلے تو قربانی دے اور اگر تھوڑا راستہ سوار ہوکر چلے تو اُسکے حساب کے بموجب اُسی قدر حصہ قربانی کا واجب ہوگا اصل مین ہی کہ اُسکو اختیار ہی خواہ پیادہ چلے خواہ سوار ہو کر چلے فقہا نے کہا ہی کہ صحیح پہلا قول ہی یہ تبیین مین لکھا ہی اور اگر کسی نے یون کہا کہ میرے ذمہ حرم تک یا مسجد الحرام تک پیادہ پا چلنا واجب ہی تو صحیح نہین ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے قول کے بموجب اُسپر کچھ واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اُسپر حج یا عمرہ لازم ہوگا اور اگر یون کہا کہ میرے ذمہ صفا و مروہ تک پیادہ پا چلنا واجب ہی تو سب کے

قول کے بموجب صحیح نہیں اور اگر یون کہا کہ میرے اوپر بیت اللہ تک جانا یا بیت اللہ کی طرف نکلنا یا بیت اللہ کو سفر کرنا یا بیت اللہ مین آنا واجب ہی تو سب کے قول کے بموجب صحیح نہیں اور اگر یون کہا کہ میری بیت اللہ یا کعبہ یا مکہ یا حرم یا مسجد الحرام یا صفا و مروۃ کیطرف ہی تو وہی حکم ہوگا جو اس لینے کی صورت مین مذکور ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ بیت اللہ وغیرہ تک پیادہ یا چلنا واجب ہوا اور جو اتفاق و اختلاف وہان تھا یہان بھی جاری ہوگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے اوپر حج فرض دو بار واجب ہی تو کچھ لازم نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ اس سال مین دو حج واجب ہین تو اسپر دو حج واجب ہونگے یا یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ اس سال مین دس حج واجب ہین تو اسپر دس حج دس سال مین واجب ہونگے اور اگر کسی نے اپنے اوپر سو حج واجب کیے تو اسی طرح لازم ہونگے اور اگر یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ آدھا حج ہی تو امام محمد رح کا یہ قول ہی کہ اسپر پورا حج لازم ہوگا اور اگر کسی نے حج کی لبیک مین یہ شرط لگائی کہ مین ایسا حج کرونگا کہ نہ طواف زیارت کرونگا نہ وقوف عرفات کرونگا تو اسپر پورا حج لازم ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے یون کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ تیس حج واجب ہین اور ایک سال مین تیس آدمیون سے حج کرایا پس اگر وہ حج کا وقت آنے سے پہلے مر گیا تو کل جائز ہوے اور اگر حج کے وقت مین وہ زندہ ہوا اور حج پر قادر ہو تو ان مین سے ایک باطل ہوگیا اور اسی طرح جب ایک سال آویگا ایک حج باطل ہوجاویگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مریض نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس مرض سے اچھا کرے تو میرے ذمہ حج واجب ہی پس اچھا ہوگیا تو اسکے ذمہ حج لازم ہوا اور اگر اس نے یہ نہ کہا تھا کہ میرے ذمہ حج واجب ہی تو واجب نہوگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین اچھا ہوجاؤن تو میرے ذمہ حج ہی پس اچھا ہوا اور حج کیا تو اسی حج مین فرض ادا ہوگا اور اگر حج فرض کے سوا اور کچھ نیت کی تو نیت اسکی صحیح ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی متفرق مسئلے اہل عرفہ نے کسی روز وقوف کیا اور ایک قوم نے یہ گواہی دی کہ انھون نے وقوف کے دن سے پہلے وقوف کیا ہی یعنے آٹھوین تاریخ وقوف کیا ہی تو انکا قول قبول ہوگا اور وقوف کا اعادہ واجب ہوگا اور اگر قوم نے یہ گواہی دی کہ انھون نے روز وقوف کے بعد وقوف کیا ہی یعنی دسوین تاریخ وقوف کیا ہی تو قبول نہ کیا جاویگا اور استحسان یہ ہی کہ وہ حج جائز ہوگا اور اگر آٹھوین تاریخ یہ گواہی دی کہ آج عرفہ کا دن ہی پس اگر امام یہ کرسکتا ہی کہ سب لوگون کے ساتھ یا اکثر کے ساتھ دن مین وقوف کرے تو انکی شہادت قیاسًا اور استحسانًا قبول ہوگی اور اگر آخر دن سے پہلے وقوف نہ کرینگے تو انکا حج فوت ہوجاویگا اور اگر تمام لوگون کے ساتھ رات مین وقوف کرسکتا ہی دن مین نہین کرسکتا تو بھی استحسانًا یہی حکم ہی پس اگر وقوف نہ کیا تو حج فوت ہوجاویگا اور اگر اکثر لوگون کے ساتھ رات مین بھی وقوف نہین کرسکتا ہی تو انکی شہادت مقبول نہوگی اور استحسان یہ ہی کہ دوسرے دن وقوف کرنے کا حکم دے اور گواہون کا بھی وہی حال ہوگا جو اور لوگون کا ہی پس اگر اپنی راے سے وقوف کرینگے اور لوگون کے ساتھ وقوف نہ کرینگے تو انکا حج فوت ہوجاویگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اس صورت مین انپر واجب ہوگا کہ عمرہ کرکے احرام سے باہر ہون اور سال آئندہ مین حج کرین گواہون نے اگر ایسے وقت مین شہادت دی کہ وقوف عرفہ دن مین ممکن ہی تو دو عادل گواہون کی

گواہی مقبول ہوگی اور اگر ایسے وقت مین گواہی دی کہ وقوف عرفہ دن مین ممکن نہین رات مین کرنا پڑیگا
تو اسمین دو عادل گواہ بھی کافی نہین اسلیے کہ انکی گواہی کی وجہ سے وقوف دن کے عوض رات مین ہوتا ہے
پس اسمین وہی امر قبول کیا جاویگا جو خوب ثابت ہو یہ محیط مین لکھا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو ایسا موقع ہو کہ
اگر گواہی قبول کرین تو سب کا حج فوت ہوتا ہے تو وہان امام گواہی قبول نکرے اگرچہ گواہ بہت سے ہون
اور جو ایسا موقع ہو کہ شہادت کے قبول کرنے سے بعض کا حج فوت ہوتا ہے بعض کا فوت نہین ہوتا تو شہادت
قبول کیجاویگی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہے اگر عورت نے حج فرض کے سوا کسی اور حج کا احرام باندھا اور اسکے
ساتھ محرم تھا پس اگر اسکا شوہر نہین ہے تو اس حج کو ادا کرے یہ شرح طحاوی کے باب الفدیہ مین لکھا ہے
اگر اسکا شوہر ہے اور شوہر نے اسکو حج کی اجازت دی اور عورت نے حج کا احرام حج کے مہینون سے پہلے باندھا
تو شوہر کو احرام سے حلال کر لینے کا اختیار ہے کہ اسکو احرام سے باہر کرا دے اور اگر حج کے مہینون مین احرام باندھا ہے
تو اسکو اختیار نہین اور اگر اسکا شہر اتنی دور ہے کہ وہان سے لوگ حج کے مہینون سے پہلے نکلتے ہین اور انکے نکلنے کے
وقت اس عورت نے احرام باندھا تو شوہر اس عورت کو احرام سے باہر نہین کرا سکتا اور اگر اس سے
پہلے عورت نے احرام باندھا ہے تو باہر کرا سکتا ہے لیکن اگر اس نے احرام بہت تھوڑے دن پہلے باندھا تھا تو باہر
نہین کرا سکتا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر بغیر اجازت شوہر کے عورت نے احرام باندھا تو شوہر کو اختیار ہے کہ اسکو
منع کرے اور بغیر ہدی کے اسکو احرام سے باہر کرا دے اور احرام سے باہر ہونا صرف اسی سے ثابت نہین
ہو جاتا کہ شوہر یون کہدے کہ مین نے تجکو احرام سے باہر کر دیا بلکہ کم سے کم کوئی فعل جو احرام مین منع ہے وہ اسکے
ساتھ کرے مثلاً اسکے ناخن تراشے یا بال کترے یا خوشبو لگا دے یا بوسہ لے یا معانقہ کرے پس ایسے
فعل سے وہ احرام سے باہر ہو جاویگی اور احصار کی ہدی اور سال آیندہ مین حج اور عمرہ کی قضا اسپر لازم ہوگی
پس اگر اسکے بعد اسی سال مین شوہر نے اسکو احرام کی اجازت دیدی اور اس نے احرام باندھا اور قضا کی نیت
کی یا نہ کی تو وہ حج قضا ہوگا اور اس حج کا مواخذہ جاتا رہیگا اور عمرہ اسپر واجب نہوگا اور پہلے احرام کے
توڑنے کی وجہ سے اسپر قربانی لازم ہوگی اور اگر سال بدل گیا تو بغیر نیت کے وہ حج ساقط نہوگا اسپر حج اور عمرہ
اور قربانی لازم ہوگی یہ شرح طحاوی کے باب الفدیہ مین لکھا ہے اور اگر عورت نے حج نفل کا احرام باندھا اسکے
بعد نکاح کر لیا تو ہمارے نزدیک شوہر کو اختیار ہے کہ اسکو احرام سے باہر کرا دے اور اگر حج فرض کا احرام
باندھا تو شوہر کو احرام سے باہر کرنے کا اختیار نہین ہے یہ حکم اس صورت مین ہے کہ اسکے ساتھ محرم ہو اور اسکے
ساتھ محرم نہو تو اسکو منع کرنے کا اختیار ہے یہ بحر الرائق مین لکھا ہے اگر کسی نے اپنی زوجہ یا باندی سے جو حالت احرام مین
تھی مجامعت کی اور اسکو احرام کا حال معلوم نہین تھا تو وہ حلال کرانے والا نہوگا لاکن انکا حج فاسد ہو گیا اور
اگر اسکو معلوم تھا تو اس نے احرام سے باہر کرایا اور اگر شوہر نے عورت کو احرام سے باہر کرایا پھر سال گذر جانے
کے بعد اجازت دی تو عورت پر حج اور عمرہ واجب ہے اور اگر مرد نے اسکو احرام سے باہر کرایا اور پھر اس نے
احرام باندھ لیا پھر شوہر نے احرام سے باہر کرا دیا اور اس نے احرام باندھ لیا اور اسی طرح کئی بار ہوا پھر اس نے
اسی سال مین حج کیا تو سب مرتبہ احرام سے باہر ہونے کے بدلے وہ ایک حج کافی ہے اور اگر سال آیندہ مین حج

کیا تو ہر مرتبہ احرام سے باہر ہونے کے بدلے ایک عمرہ واجب ہوگا یہ فتح القدیر مین لکھا ہی غلام اور باندی اگر بغیر اجازت مالک کے احرام باندھین تو مالک کو اختیار ہی کہ انکو منع کرے اور بغیر ہدی کے انکو احرام سے باہر کرا دے اور انمین سے ہر ایک پر احصار کی ہدی اور حج اور عمرہ کی قضا آزاد ہونے کے بعد واجب ہوگی اور اگر غلام اور باندی مالک کی اجازت دینے کے بعد محصر ہوگئے تو مالک کو چاہیے کہ انکی طرف سے ہدی بھیجے تاکہ حرم مین ذبح کیجاوے اور وہ احرام سے باہر ہون یہ شرح طحاوی کے باب الفدیہ مین لکھا ہی اور اگر غلام یا باندی کو احرام کی اجازت دیچکا ہو تو پھر بھی مالک کو اختیار ہو کہ انکو احرام سے باہر کرا دے مگر وہ مکروہ ہی اور جب مالک غلام کو احرام سے باہر کرنے کا ارادہ کرے تو اسکے ساتھ کم سے کم کوئی ایسا فعل کرے جو احرام مین منع ہی مثلاً ناخن تراشے یا بال کترے یا خوشبو لگا دے یا اور کوئی ایسا فعل کرے صرف منع کرنے یا یہ کہدینے سے کہ مین نے تجکو احرام سے باہر کردیا وہ احرام سے باہر نہونگے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اگر غلام یا باندی مالک کے حکم سے احرام باندھے پھر مالک انکو بیچے تو بیع جائز ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری کو اختیار ہی کہ انکو حج سے منع کرے اور احرام سے باہر کرا دے یہ شرح طحاوی کے باب الفدیہ مین لکھا ہو۔ اسبیجابی نے ذکر کیا ہی کہ حج کرنے پر اور عبادتون اور معصیتون پر اجارہ لینا جائز نہین اور اگر حج کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور حج کرانے والے نے اجرت دیدی اور اس نے میت کی طرف سے حج کیا تو میت کی طرف سے جائز ہوگا۔ اور اسکو اجرت اُسی قدر جائز ہوگی جو راستہ کے جانے آنے میں اسکے کھانے اور پینے اور کپڑے اور سواری اور دیگر ضروری اخراجات مین اوسط طور پر بغیر اسراف اور کمی کے صرف ہوا اور جو کچھ اسکے پاس بچے وہ لوٹنے کے بعد وارثون کو پھیر دے اور جو فاضل بچے اسکو خود رکھ لینا جائز نہین ہی لیکن اگر وارث بطور احسان کے حج کرنیوالے کی ملک مین چھوڑ دین تو وارثون کے مالک کر دینے سے اسکو جائز ہو جاویگا یہ شرح طحاوی کے ابتداے کتاب الحج مین لکھا ہی۔ جس شخص کو میت کی طرف سے حج کرنے کا حکم کیا گیا ہو اگر وہ راستہ مین سے لوٹ آوے اور یون کہے کہ حج سے کوئی مانع پیش آگیا اور میت کا مال لوٹنے مین خرچ ہوگیا تو اسکے قول کی تصدیق نکرینگے اور وہ تمام خرچ کا ضامن ہوگا لیکن اگر کوئی امر ظاہر اسکے قول کی تصدیق کرتا ہو تو اسکی تصدیق کرینگے جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا تھا اگر اس نے کہا کہ مین نے میت کی طرف سے حج کیا اور وارثون نے یا وصی نے انکار کیا تو اسکا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جاویگا لیکن اگر اس شخص پر جسکو حکم کیا گیا تھا میت کا کچھ قرض تھا اور میت نے یون کہا تھا کہ میری طرف سے اس مال مین حج کیجیو پس اسنے اسکی موت کے بعد حج کیا تو اس پر واجب ہی کہ اپنے حج کرنے کے گواہ پیش کرے یہ محیط مین لکھا ہی حرم کے پتھر دن اور مٹی کو حرم سے باہر لیجانے مین ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اور اسی طرح خارج حرم کی مٹی حرم مین لیجانے مین کچھ مضائقہ نہین فقہا کا اجماع ہی کہ زمزم کا پانی حرم سے باہر لیجانا مباح ہی کعبہ کے پردون سے کچھ لینے اور جو اسمین سے گر جاوے وہ فقیرون پر صرف کردے پھر اگر اسنے خرید لے تو مضائقہ نہین یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی حرم کے درخت اراک اور دوسرے درختون کی مسواک بنانا جائز نہین اور کعبہ کی خوشبو تبرک کے لیے یا اور کسی غرض سے لینا جائز نہین اور اگر کوئی اسمین سے کچھ لے تو اسکو اسکا پھیر دینا واجب ہی اور اگر کوئی تبرک کا ارادہ کرے تو اپنے پاس سے

خوشبو لا کر کعبہ کو لگا دے پھر اسکو لیلے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی

خاتمہ قبر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بیان مین ہمارے مشایخ نے کہا ہی کہ زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل مندوبات سے ہی اور مناسک فارسی اور شرح مختار مین ہی کہ جس شخص کو استطاعت ہو اُسکے لیے قریب بواجب ہی اور حج اگر فرض ہی تو احسن یہ ہی کہ اول حج کرے پھر زیارت کو جاوے اور اگر نفل ہی تو اُسکو اختیار ہی پس جب زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرے تو چاہیے کہ اُسکے ساتھ زیارت مسجد نبوی کی بھی نیت کرے اسلیے کہ وہ ایک اُن تین مسجدون مین کی ہی کہ جنکے سوا اور کہین کو سفر نہین کیا جاتا اور حدیث مین آیا ہی کہ لاتشد الرحال الا لثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ہذا والمسجد الاقصی یعنی سفر کا سامان نہ باندھا جاوے مگر تین مسجدون کے لیے مسجد الحرام اور یہ میری مسجد اور مسجد اقصی اور جب زیارت کے واسطے متوجہ ہو تو جب تک راستہ مین رہے درود اور سلام بہت پڑھے اور مکہ اور مدینہ کے راستہ مین جو مسجدین ہین اُن مین نماز پڑھے اور وہ بیس (۲۰) مسجدین ہین یہ کرمانی نے اپنی مناسک مین ذکر کیا ہی جب مدینہ کے درخت نظر آنے لگین تو درود اور سلام مین اور زیادتی کرے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی اور جب مدینہ کی دیوارون کو دیکھے تو درود پڑھے اور یہ دعا پڑھے اللہم ہذا حرم نبیک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب اور اگر ہوسکے تو مدینہ مین داخل ہونے سے پہلے ہی غسل کرے اور بعد کو بھی غسل کرے اور خوشبو لگاوے اور اچھے کپڑے پہنے اور عاجزی کرتا ہوا تسلی اور وقار کے ساتھ داخل ہو یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی اور یہ جو بعض آدمیون کا دستور ہی کہ مدینہ کے قریب اترتے ہین اور وہان سے پیادہ پا چل کر مدینہ مین داخل ہوتے ہین یہ بہتر ہی اور جس چیز مین ادب اور تعظیم زیادہ ہو وہ بہتر ہی یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور جب مدینہ مین داخل ہو تو یہ پڑھے اللہم رب السموات وما اظللن ورب الارضین وما اقللن ورب الریاح وما ذرین اسالک خیر ہذہ البلدۃ وخیر اہلہا وخیر ما فیہا واعوذ بک من شرہا ومن شر ما فیہا وشر اہلہا اللہم ہذا حرم رسولک فاجعل دخولی فیہ وقایۃ لی من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی اور جب مسجد مین داخل ہو تو وہی افعال کرے جو مسجدون کے داخل ہونے کے وقت سنت ہین یعنی داہنا پانون بڑھاوے یہ فتح القدیر مین لکھا ہی اور یہ دعا پڑھے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد اللہم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اللہم اجعلنی الیوم من اوجہ من توجہ الیک واقرب من تقرب الیک وانجح من دعاک وابتغی مرضاتک یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی اور چاہیے کہ مسجد مین باب جبریل یا اور کسی دروازہ سے داخل ہو یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ مین لکھا ہی۔ اور منبر کے پاس دو رکعتین پڑھے اور اس طرح کھڑا ہو کہ منبر کا عمود داہنے مونڈھے کے سامنے ہو یہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہی اور وہ مقام درمیان قبر اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی اور اللہ تعالی نے جو توفیق دی ہی اُسکے شکر مین اللہ تعالی کے واسطے سجدہ کرے اور جس دعا کو بہتر سمجھے پڑھے پھر کھڑا ہووے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف متوجہ ہو اور سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہووے پھر اس سے تین یا چار گز قریب ہو اس سے اور زیادہ قریب نہو اور وہان کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے اسواسطے کہ بہت ہیبت کی جگہ ہی اور عظمت اُسکی اعظم ہی اور اسطرح کھڑا ہو جیسے نماز مین کھڑا ہوتا ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریم کا یون تصور کرے کہ گویا آپ لحد مین سوتے ہین اور اسکے حال

موافق ہیں اور اسکا کلام سنتے ہیں یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے پھر یون کہے السلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ اشہد انک رسول اللہ قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وجاہدت فی امر اللہ حتی قبض روحک
حمیدا محمودا فجزاک اللہ عن صغیرنا وکبیرنا خیر الجزاء وصلی علیک افضل الصلوۃ وازکاہا واتم التحیۃ وانماہا اللہم
اجعل نبینا یوم القیامۃ اقرب النبیین واسقنا من کاسہ وارزقنا من شفاعتہ واجعلنا من رفقائہ یوم القیامۃ اللہم لا تجعل
ہذا آخر العہد بقبر نبینا علیہ السلام وارزقنا العود الیہ یا ذا الجلال والاکرام یہ محیط میں لکھا ہے اور نہ اپنی آواز بلند کرے
اور نہ بہت پست بلکہ درمیانی کرے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور جس شخص نے وصیت کی ہو اسکا بھی سلام پہونچاوے
اور یون کہے السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یستشفع الی ربک فاشفع لہ ولجمیع المسلمین پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سامنے چہرہ مبارک پاس قبلہ کو پیٹھ کیے کھڑا ہو کر جتنا چاہے درود پڑھے پھر ایک ہاتھ جگہ
سے ہٹکر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے سامنے آوے اور یون کہے السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ السلام
علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار السلام علیک یا رفیقہ فی الاسفار السلام علیک یا امینہ علی الاسرار جزاک اللہ عنا افضل ما جزی
اماما عن امۃ نبیہ ولقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنہاجہ خیر مسلک وقاتلت اہل الردۃ والبدع ومہدت الاسلام
ووصلت الارحام ولم تزل قائما للحق ناصرا لاہلہ حتی اتاک الیقین والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہم امتنا علی
حبہ ولا تخیب سعینا فی زیارتہ برحمتک یا کریم پھر وہان سے ہٹکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے
سامنے ہو اور یون کہے السلام علیک یا امیر المومنین السلام علیک یا مظہر الاسلام السلام علیک یا مکسر الاصنام
جزاک اللہ عنا افضل الجزاء ورضی عمن استخلفک فقد نصرت الاسلام والمسلمین حیا ومیتا فکفلت الایتام ووصلت الارحام
وقوی بک الاسلام وکنت للمسلمین اماما مرضیا وہادیا مہدیا جمعت شملہم واغنیت فقیرہم وجبرت کسیرہم فالسلام علیک
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر وہان سے بقدر آدہ گز کے لوٹے اور یون کہے السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ورفیقیہ ووزیریہ ومشیریہ والمعاونین لہ علی القیام فی الدین والقائمین بعدہ بمصالح المسلمین جزاکما اللہ
احسن جزاء جئناکما نتوسل بکما الی رسول اللہ لیشفع لنا ویسال ربنا ان یتقبل سعینا ویحیینا علی ملتہ ویمیتنا علیہا ویحشرنا
فی زمرتہ پھر اپنے اور اپنے والدین کے واسطے اور جس شخص نے وصیت کی ہو اسکے واسطے اور سب مسلمانون کے
واسطے دعا مانگے پھر پہلی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے سامنے کھڑا ہو اور یون کہے اللہم
انک قلت وقولک الحق ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما
وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین بنبیک الیک اللہم ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین
والحمد للہ رب العالمین اور جو چاہے اسمین زیادہ کرے اور جو چاہے کم کر دے اور اسکے سوا جو دعا یاد آوے
اور توفیق الٰہی ہو پڑہے پھر اسطوانہ ابی لبابہ پر آوے جہان ابی لبابہ نے اپنے آپ کو باندہا تھا اور
اللہ نے انکی دعا قبول کر لی تھی اور وہ درمیان قبر اور منبر کے ہے وہان دو رکعتین پڑھے اور اللہ کے سامنے
توبہ کرے اور جو چاہے دعا مانگے پھر روضہ میں آوے اور وہ مثل حوض کے مربع ہے اور ساما م موضع اس نماز
میں وہیں نماز پڑھتا ہے وہان جسقدر ہو سکے نماز پڑھے اور دعا مانگے اور تسبیح اور ثنا اور استغفار بہت پڑھے پھر منبر

تاکہ برکت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاصل ہو اور درود پڑھے اور اللہ سے جو چاہے دعا مانگے اور اسکی رحمت کے طفیل مین اسکے غضب سے پناہ مانگے پھر استوانہ حنانہ پر آوے اور وہ وہ ستون ہے جسمین اس لکڑی کا بقیہ لگا ہوا ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو چھوڑ کر منبر پر خطبہ پڑھا تو اسمین سے رونے کی آواز نکلی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اترکر اسکو بغل مین لیا تب اسکو تسکین ہوئی - اور اس بات مین کوشش کرے کہ جب تک مدینہ مین رہے شب بیداری کرے اور تلاوت قرآن و ذکر اللہ مین مشغول رہے اور منبر اور قبر کے پاس اور ان دونون کے درمیان مین آہستہ اور جہر سے دعا مانگتا رہے یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی - اور جب تک مدینہ مین رہے درود بہت پڑھے یہ محیط مین لکھا ہی - اور مستحب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد بقیع کی طرف جاوے اور وہان کے مزارات خصوصاً قبر سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے اور بقیع مین حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ کی زیارت کرے اور اسی مین حسن ابن علی اور زین العابدین اور انکے بیٹے محمد باقر اور انکے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ عنہم مدفون ہین اور وہین قبہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا اور قبہ ابراہیم ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اور کئی بیبیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا اور بہت سے صحابہ اور تابعین مدفون ہین اور بقیع مین مسجد فاطمہ رضی اللہ عنہا مین نماز پڑھے اور مستحب ہی کہ پنجشنبہ کے روز شہدائے احد کی زیارت کرے اور یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑھے اور مستحب ہی کہ ہفتہ کے روز مسجد قبا مین آوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح وارد ہی - اور اسطرح دعا مانگے یا صریخ المستصرخین ویا غیاث المستغیثین ویا مفرج کرب المکروبین یا مجیب دعوۃ المضطرین صل علی محمد وآلہ واکشف کربی وحزنی کما کشفت عن رسولک کربہ وحزنہ فی ہذا المقام یا حنان یا منان یا کثیر المعروف و یا دائم الاحسان ویا ارحم الرحمین یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہی - فقہانے کہا ہی کہ ان مقامات مین کوئی دعا معین نہین ہی جو چاہے دعا مانگے جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اور مستحب ہی کہ جبتک مدینہ مین رہے سب نمازین مسجد نبوی مین پڑھے اور جب اپنے شہر کو لوٹنے کا ارادہ کرے تو مستحب ہی کہ مسجد سے دو رکعتین پڑھ کر رخصت ہو اور جو دعا بہتر سمجھے وہ پڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آوے اور سلام کا اعادہ کرے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی

تمام شد جلد اول

خاتمۃ الطبع

ہزاران ہزار سپاس وستائش سزاوار بارگاہ کبریا جل وعلیٰ کہ جلد اول فتاویٰ مسمیٰ بہ فتاویٰ عالمگیری مترجمہ از
طہارت تا حج جو احتوا مسائل از متون وشروح واستنباطات از فتاویٰ معتبرہ مشتمل نافع وتبیان
وغیرہ کے مع شرائط التصحیح وتنقیح وغیرہ وذکر اکثر مسائل متعلقہ ہے کے نہایت مرغوب راغب الاسلام
کے لیے بنظر باقیات صالحات آخرت کے اور فقیہ عالم ہو کر دنیاوی زندگی میں متقی کامل بسر کرنے کے
دل وجان سے زیادہ عزیز از انچ محمد الحسن اہتمام سے جسمیں صحت کا زیادہ لحاظ ہے بار اول بماہ
اپریل ۱۸۸۶ع طبع ہوا اور ... سایہ دولت میں بفضل الٰہی اہل الدارین یعنی اپنی مراد است
کے امیدوار ہیں اہل الاسلام کمال تقویٰ وفقاہت وعلم دنیاوی وباقیات آخرت پر نظر کر کے
انشاء اللہ تعالیٰ اسکو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور مطبع کو شکر گذاری کا موقع دینگے واللہ تعالیٰ
ہو الموفق والمعین

غلطنامہ فتاوی ہندیہ ترجمہ فتاوی عالمگیریہ جلد اول بمقابلہ اصل عربی مطبوعہ کلکتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۲۸	لگ گیا۔	لگ کر خشک ہوگیا۔
۱۲	۲۲	انجائی یا۔	بوجھ اٹھایا یا۔
۲۲	۲۹	اوصاف۔	کوئی وصف۔
۲۴	۱۶	پانی۔	سب پانی۔
۲۵	۱۴	چالیس ڈول۔	چالیس یا پچاس ڈول۔
۲۶	۲۸	کنوے۔	چہ بچہ۔
۲۷	۲۶	سب۔	عامہ۔
۲۸	۹	نہر کے۔	نرے۔
۳۰	۱۷	نہ کھودے۔	نہین کھوتا ہی۔
〃	۱۸	ہر صورت۔	مطلقاً۔
〃	۲۳	لعاب۔	پسینا یا لعاب۔
〃	۲۴	اگر۔	اگرچہ۔
〃	۲۹	اجنبی آدمی کو مکروہ ہی۔	اجنبی مرد جیسے اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کو۔
۳۳	۲	اور کوئی پانی لینے والا بھی نہین۔	اور اسکے ساتھ کوئی چیز بھی نہین جس سے پانی اسمین سے نکالے
۳۶	۱۵	سات جو۔	چھ جو۔
۳۷	〃	ڈول ہو۔	ڈول نہو۔
۳۹	۲۶	جو چاہے۔	تم مین سے جو چاہے۔
۴۶	۲۳	نہ واجب ہی۔	بلکہ واجب ہی۔
۴۷	۲۳	دہل جاویگا۔	دہل جاویگا اور پانی مستعمل نہوگا
۴۸	۲۸	رنگ کا اعتبار گدی پر کیا جاتا ہی۔	گدی پر کے رنگ کا اعتبار اسی وقت کا ہی۔
۵۳	۱۰	ہوا۔	شوا۔
〃	۲۹	بائیس دن قضا کرے	بتیس دن قضا کرے۔
〃	〃	اٹھائیس دن۔	اڑتیس دن۔
۵۷	۱۵	استحاضہ۔	استنجا۔
۵۸	۲۴	پوچھنے سے۔	پاک کپڑے سے پوچھنے سے
۶۴	۱۸	ہوجائے۔	سوجائے۔
۶۵	۲	پیپ۔	کچلو ہو۔
۶۷	۱۳	جائز ہی۔	مکروہ ہی۔
〃	۱۵	بائین ہاتھ۔	دائین ہاتھ۔
۶۸	۳	داہنا	بایان۔
〃	〃	بایان پاؤن۔	داہنا پاؤن۔
۷۲	۲۹	بکراہت۔	بلا کراہت۔
۷۵	۲۱	بلند جگہ مین۔	بلند جگہ مین بلند آواز سے
۸۰	۲۶	آگا پیچھا ڈھک لے	مقام پیشاب پاخانہ ڈھک لے
۸۴	۲۱	بچھونے پر۔	بچھونے اور مکعب پر۔
۸۶	۱	سجدہ اور۔	سجدہ تلاوت اور۔
〃	۲	قرار نہین کعبہ۔	قبلہ عین کعبہ۔
۹۸	۱۶	ساتھ۔	پہلے۔
۱۰۲	۲۱	علے احمد۔	علے محمد وعلے آل محمد۔
۱۰۴	۲۵	فجر کی۔	فجر اور ظہر کی۔
〃	۲۹	الکافرون الخ۔	الکافرون وقل ہو اللہ احد
۱۱۱	۲۹	راغب ہوا الخ۔	راغب ہوا ایسے ہی جب غیر وقت عشاء مین کھانا حاضر ہو نفس مشتاق ہو۔
۱۱۲	۷	اختلاف ہی۔	اختلاف ہی اور اصح یہ ہی کہ مکروہ ہی کذا فی الخلاصہ۔
〃	۲۲	مالک۔	مالک و مہمان۔
〃	۲۷	اور اگر ایسا شخص امام ہو جو امی ہو۔	اور اگر کسی امی کا امام ہو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۵	۵	صحیح ہی-	صحیح ہی بخارج وقت مین-
〃	۲۰	سنتون-	مطلق سنتون-
۱۱۶	۳	امی-	بالاتفاق امی-
۱۱۷	۱	اقتدا-	نفل مین اقتدا-
〃	۲۵	وہ نماز-	انکی نماز مین-
۱۱۸	۲۴	اُنسے آگے پیچھے-	انسے آگے-
۱۲۶	۱۰	کرتا ہی-	نہ کریگا-
۱۳۰	۶	اور دونون نجاستین	تو بنا نہین کرسکتا اگرچہ دونون نجاستین ایک ہی جگہ ہون-
〃	۱۶	تیمم-	جیسے کوئی تیمم-
۱۳۱	۶	نہین رکھتا-	نہین رکھتا یہ محیط مین ہی-
۱۳۳	۲۴	ہوگئی-	ہوگئی یا عذر والے کا عذر جاتا رہا-
۱۳۶	۱۴	نماز-	غیر نماز-
۱۳۷	۲۱	نماز پڑھنے-	اور سبون نے-
۱۴۳	۲۳	گذرے-	نظر ڈالے ہوے ہو پھر گذرے-
۱۴۴	۱	چاہیے-	پھر حیلہ یہ ہی-
〃	۲۲	مغرب کی نماز-	مغرب کی پہلی نماز-
۱۵۰	۱۱	مکروہ ہی-	مکروہ نہین ہی-
۱۵۴	۱۲ و ۱۳	وہ پڑھ لے-	اسکے پڑھنے کی طرف عود نہ کرے-
۱۵۹	۲	نیت کی-	نیت نہ کی-
〃	۶	صرف پہلی رکعت-	صرف ایک رکعت-
۱۶۵	۱۹	دو-	ہر دو-
۱۶۹	۲۴	جیسے تنہا نماز-	مگر جہر افضل ہی جیسے وقت مین تنہا نماز-
〃	۲۶	نماز مین ترتیب-	نماز مین اور چند قضا نمازون مین ترتیب-
۱۷۵	۸	تیسری بعد رکعت-	تین رکعت مین-

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۶	۶	اور اسوقت واجب ہوگا	اور اسی وقت واجب ہوگا-
۱۸۹	۲۸	روانہ کیا جاوے-	ادا ہو جائیگا-
۲۰۱	۳	فاصلہ ہو-	فاصلہ نہو-
۲۰۲	۹	اسکا منھ لتھڑ جاوے-	اسکا منھ دھس جاوے-
۲۰۵	۷	نائب-	کوتوال-
۲۰۶	۵	پھر لوگون نے دوسرے کو امام مقرر کردیا-	پھر دوسرا ولی یا-
۲۰۹	۲۵	امام محمد-	و امام ابو یوسف-
۲۲۴	۲	مرتکب-	مضطر-
۲۲۶	۲	اسکے اور-	اسکے سر اور-
〃	۵	ایک طرف-	بائین طرف-
〃	۲۰	اگرچہ وہ-	اگرچہ جورو-
۲۲۸	۸	اٹھانے کی اجرت لینا-	اٹھانے کے لیے استیجار-
۲۳۰	۷	وہ بے وضو-	وہی ولی-
〃	۲۷	دخراً-	تو خزاً و اجراً-
۲۳۱	۱۶	تو تکبیرین-	تو ظاہر الروایات مین ہی کہ تکبیرین-
〃	۲۰	تکبیرون-	تین تکبیرون-
۲۳۳	۷	بالنس-	نرکل-
۲۳۶	۱۰	لوہے سے-	دھاردار سے-
〃	۱۶	کود کر-	ٹھوکر کھا کر-
۲۴۰	۲۱	زکوۃ-	اتنے کی زکوۃ-
۲۴۲	۱۵	نہوا-	نہ پایا-
〃	۱۲	اسباب-	استعمالی اسباب-
۲۴۵	۲۶	نہوگی-	ہوگی-
۲۴۶	۱۰	یا کھیت مین-	یا باغ انگور مین-
۲۴۷	۶	اور ہر ایک پر قرضا کا سال چلا گیا ہو جائیگا تو بھی نہ ملا دیگا	تو بھی ملا دیگا اگر اب کچھ قرضا کا سال چلنا شروع ہو گیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۷	۱۱	بقدر نصاب ہو۔	بقدر نصاب ہو اور اگر تنہا نصاب نہو
۲۵۳	۱۳	قیراط۔	مثقال۔
"	۱۶	ڈیڑھ درہم۔	ڈیڑھ سو درہم۔
۲۵۴	۲	مشک گیہون۔	قفیز گیہون۔
"	۱۳	سب۔	وہان سے سب۔
"	۱۶	اناج بند کرنے کے	کرایہ پر چلانے کے۔
"	۱۸	اور۔	پھر۔
۲۵۵	۱	جاری۔	جاری ہین۔
"	۱۵	مال کم۔	مال ڈوب۔
۲۵۶	۱۱	بیلون۔	گاے بیلون۔
"	۲۸	دو مشک۔	دو سو مشک۔
۲۵۷	۵	نہ لیگا۔	لے لیگا۔
"	۲۲	یا وزنی۔	یا وزنی غیر معین۔
۲۵۹	۲۱	اگر وکیل نے۔	اگر مالک نے (تمام مسئلہ مین بجاے وکیل کے مالک)
"	۲۶	مقر۔	راستہ پر مقر۔
۲۶۰	۲۹	نہ لینگے اگر۔	لے لینگے لیکن اگر۔
۲۶۱	۱۹	بھی لینگے۔	نہین لینگے۔
۲۶۳	۲۸	ہوتا ہو۔	کرتا ہو۔
۲۶۵	۲۹	حصہ سے۔	ذمہ سے۔
۲۶۶	۱	زمین سینچی اور اسمین	زمین جسمین۔
"	۴	اور مع زراعت کے اسپر قبضہ دیدیا۔	جو تیار ہوگئی تھی اسکو مالک نے مع زراعت کے فروخت کیا۔
"	۷	اسکی قیمت کا۔	دامون کا۔
۲۶۸	۱۸	اسباب۔	اثاثہ۔
۲۷۱	۴	مصرف۔	مصرف اس زمانہ مین۔
۲۷۲	۱۸ و ۲۰	اصل صدقہ۔	عین اس چیز کا۔
"	۲۴	نصف صاع۔	چہارم صاع۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۳	۲۶	مدبر۔	مدبرہ۔
۲۷۴	۲۱	قبضہ۔	صدقہ۔
"	"	بیع خریدا۔	بیع قطعی خریدا۔
۲۷۷	۸	روزہ نہین رکھونگا۔	روزہ دار نہین رہا۔
۲۸۰	۸	اس سال کے روزے	دوسرے سال کے روزے
"	۲۱	اور اگر قضاے رمضان	اور اگر قضاے بعض رمضان
۲۸۲	۱۸	کہا ہو۔	کہا ہو کہ جبھی قبول ہوگی کہ مفصل بیان کرے چنانچہ۔
۲۸۳	۵	نظر آیا۔	نظر نہ آیا۔
"	۱۷	گواہی دینے کی گواہی	گواہی پر گواہی۔
۲۸۵	۴	مضائقہ نہین۔	مضرت نہین۔
۲۸۷	۱۴	رفیق۔	سب یا اکثر رفیق۔
"	۱۵	کل قافلہ۔	اکثر قافلہ۔
"	۲۵	تاریخ کا۔	تاریخ محرم کا۔
۲۹۱	۱۱	پانی مین۔	پانی یا تیل مین۔
۲۹۲	۱۶ و ۱۷	کفارہ۔	کفارہ نہ۔
۲۹۳	۲۹	ہوگا۔	نہوگا۔
۲۹۵	۱۹	تھک جاوے۔	تھک کر روزے سے ہلاکت کا خوف کرے
"	۲۳	جو روز بروز۔	جو ہر روز۔
۲۹۹	۸	اس مہینہ مین جمعون کے	اس مہینہ کے جمعون کے۔
۳۰۲	۸	اعتکاف کرے۔	اعتکاف کریگی۔
۳۰۳	۴	اعتکاف۔	اعتکاف صحیح۔
۳۰۴	۱۹	جمعہ کے وقت۔	جمعہ کے بعد۔
۳۰۵	۱۸	خفیف العقل۔	معتوہ۔
۳۰۹	۱۶	کفارہ۔	کفارہ افطار۔
۳۱۲	۹	نفقہ کا۔	بعد کے نفقہ کا۔
"	۱۰	وہ شریر ہو۔	وہ اچھا مالدار ہے۔
"	۱۴	تو کافی ہو۔	تو وہ مالدار۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۲	۲۰	نکاح –	نکاح نہ –
۳۱۵	۱۹	طواف –	طواف زیارت –
۳۱۷	۱۶	والدین –	والدین مین کوئی –
۳۲۱	۱	اللہم لبیک –	اللہم لبیک لبیک –
〃	۲۱	فقط حج –	فقط نیت –
〃	۲۳	حج –	حج لازم –
۳۲۲	۲۷	ہو –	نہو –
۳۲۳	۹	غسل کرے الخ	غسل کرے اور وہ حیض ونفاس والی کو مستحب ہے
۳۲۵	۲۸	تکبیر –	تین مرتبہ تکبیر –
۳۲۶	۱۸	احرام سے باہر ہو گیا –	احرام باندھا –
۳۲۹	۵	اور اصل –	اور افضل –
〃	۲۱	ہذا مقام –	اللہم ہذا مقام –
۳۳۱	۹	جہان –	یا جہان –
۳۳۲	[illegible]	واجب ہوا الخ –	واجب ہے کہ قربانی دینے سے [illegible] –
〃	۲۵	طواف –	طواف یوم –
۳۳۴	۷	[illegible] –	وقوف نہ –
۳۳۶	۹	اسی طرح مارے –	اسی طرح سات کنکریان تک مارے
۳۳۷	۸	وطواف الصدر –	پھر پاک ہوئے تو طواف الصدر
〃	۱۸	تو نہر پر ڈالے –	تو اپنے اوپر بہادے –
۳۴۱	۱۵	خود ہانک کر –	اپنے ساتھ ہانک کر –
۳۴۲	۱	سات طواف کرلیے –	تین پھیرے کرلیے –
〃	۱۵	طواف –	طواف شروع –
۳۴۵	۱	لگایا –	آنکھ مین لگایا –
〃	۲۷	واجب ہوگی –	واجب ہونگی یا ایک خوشبو کی دوسرے مرد ملنے کی –
[illegible]	۳	گنجیہ –	اصلع –

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۲	۱۲	تو اسیر	تو بالاتفاق اسیر
〃	۱۸	تو جب طواف الصدر کریگا اور اگر وہ چلا اور اسکے بعد بھی	اور طواف الصدر پورا کیا اور سعی کی پھر اگر چلا –
۳۵۴	۱۶	کسی مہینہ –	حج کے مہینہ –
۳۵۵	۲۸	واجب ہوگا –	واجب نہوگا –
۳۵۷	۹	سے پہلے اسکی قیمت زیادہ ہوگئی –	سکے بیچ مین اسمین زیادتی ہوگئی پھر مرا –
۳۶۱	۲۱و۲۲	شکار ذبح کیا الخ	ایسے شکار مین سے کھایا جسکو ذبح کیا ہے –
۳۶۳	۷	نکل سکتے –	کٹ سکتے –
〃	۹	اور جو جانور	اور جو گوشت خور بالطبع کاٹنے والے ہین
۳۶۶	۲۰	اسی تاریخ –	دسوین تاریخ –
۳۶۷	۱۵	شوہر –	شوہر یا محرم –
۳۷۱	۱۰	طرف سے –	اجازت سے –
۳۷۴	۸	جہان سے کمائی ہوتا ہے وارثون کو حج کرنے کے واسطے –	جہانتک وہ پہونچ چکا ہے کسی وارث کو میت کی طرف سے –
۳۷۵	۴	حج خود کیا –	حج کرایا –
۳۷۷	۲۱	رکھدین –	ہٹادین –
〃	۲۹	تو ہی –	توکافی –
۳۷۸	۲	برابر ہے –	اول کے برابر ہے –
〃	۱۵	اور اسکی قیمت کو صدقہ کردینا واجب ہے –	بلکہ اسکا گوشت صدقہ کردینا واجب ہے –
۳۸۲	۵	احرم –	احرام –
۳۸۳	۸	پڑھے –	پڑھے یہ فتح القدیر مین ہے –
〃	۲۷	اور دہان کی –	اور تربت کی –
۳۸۴	۶	یستشفع –	یستشفع بک –

صفحہ	سطر	تصحیح مضمون
۵۹	۹	یہ ہدایہ مین لکھا ہی اگر منی استر تک پھوٹ گئی تو بھی ملکر جھاڑ ڈالنا کافی ہی اور یہی صحیح ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے
۹۴	۲۱	جائز نہین ہی اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ شرح نقایہ ابو المکارم مین ہی-
۱۱۲	۱۸	جو زیادہ خوش رو ہی وہ اولی ہی اور خوش روئی وہ مراد ہی کہ جو رات مین زیادہ نماز پڑھنے سے ہو- کذا فی الکافی اور اگر اسمین بھی برابر ہون تو سب سے زیادہ شرف والا ہو کذا فی فتح القدیر-
۲۱۵	۱۳و۱۴	اگر ہولناک یا دل پریشان کرنے ولے امور حادث ہون مثلاً آندھی بہت سخت ہو یا بارش یا برف گرنا موقوف نہو یا آسمان سرخ ہوجاوے یا دن مین تاریکی ہوجاوے یا کوئی مرض عام ہوجاوے کذا فی السراجیہ یا زلزلے یا صاعقہ پیدا ہون یا ستارے چھوٹنے لگین یا رات مین یکایک ہولناک روشنی ہوجاوے-
۲۲۵	۴	کافر باپ کا مسلمان بیٹا اگر مر جاوے تو کافر باپ کو اسکے نہلانے کا قابو نہ دینا چاہیے بلکہ مسلمان لوگ اپنے آپ یہ کار خیر پورا کرین کذا فی النہایہ- اگر کوئی شخص سفر مین مرا اور وہان پاک پانی نہین ہی تو تیمم کراکے اسپر نماز پڑھین کذا فی المحیط-
۲۵۰	۲۳	حتے کہ اگر مالک نے مصدق و جانور کے درمیان روک ٹوک دور کردی تو مصدق اسپر قابض شمار ہوگا-
۲۶۵	۲۲	اور امام کے قول پر مالک زمین پر ہوگا لیکن مالک کے حصہ کا عین پیداوار مین ہوگا اور کاشتکار کے حصہ کا مالک کے ذمہ قرضہ ہوگا-
۲۶۸	۱۲و۱۳	اور جس شریک نے آزاد نہین کیا ہی اسنے اپنے حصہ کی قیمت کے لیے غلام سے کمائی کرا کر لینا اختیار کیا تو وہ اس شریک کا مکاتب ہوا اور اگر اسنے آزاد کرنے والے شریک سے اپنے حصہ کا ڈانڈ لینا اختیار کیا یا زکوۃ دینے والا کوئی شخص-
۲۷۱	۷	اور وہین قلعون کے بنانے مین اور مراد صدر الطریق سے یعنی دار الاسلام کے رستون پر جو محافظت کی چوکیان-
۲۷۳	۲۸	اگر میت نے اپنے غلام کی خدمت کی کسی شخص کے لیے وصیت کی ہو-
۲۹۳	۱۴	لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر بادام یا اخروٹ تازہ یا خشک چبا کر نگل گیا تو کفارہ لازم ہوگا-
۲۹۴	۷	یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی اگر مسواک کرکے یہ گمان گیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر عمداً کھا لیا تو اسپر کفارہ واجب ہوگا-
۲۹۵	۱۶و۱۷	اور اسے رات مین سے اتنا وقت پایا کہ غسل کرنے کے بعد بھی ہلکی سی ایک ساعت رات رہی تو بھی روزہ رکھے اور اگر نہانے سے فارغ ہونے کے ساتھ ہی فجر طلوع ہوئی تو روزہ نہ رکھے-
۳۲۳	۱۱	اور مستحب یہ ہی کہ دن مین داخل ہو یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی-
۳۵۵	۱۴	روزہ رکھے یہ کافی مین ہی پھر اگر اسنے روزہ رکھنا اختیار کیا تو مارے ہوے شکار کی قیمت اناج سے اندازہ کیجاوے اور یہ شخص ہر آدھے صاع اناج کے عوض ایک روز روزہ رکھے اور اگر اناج مین سے نصف صاع سے کم بڑھا تو اسکو اختیار ہی چاہے اسکے عوض روزہ رکھ لے یا اتنا طعام خرید کر صدقہ کردے-

صفحہ	سطر	تصحیح مضمون
۳۵۷	۱۰	اور اسکے مرنے کے روز کی قیمت بھی بحساب اسکے زیادہ ہونے اور دوسرے زخم سے زخمی ہونے کے اُسپر واجب ہوگی۔
رر	۲۰	اسی طرح اگر ایک شکار قتل کرنے مین دس احرام والے شریک ہون تو ہر ایک پر پوری جزا لازم ہوگی۔
۳۵۹	۱۴و۱۵	اگر کوئی سبب پیدا کرکے شکار کا قتل کرنے والا قرار پایا پس اگر سبب پیدا کرنے مین حکم شرع سے تجاوز کرنے والا ہو۔
۳۸۰	۱۵	اگرچہ اسنے یہ نہ کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے کیونکہ حج تو اللہ ہی کے واسطے ہوتا ہے۔
۳۸۴	۲۹	پھر منبر کے پاس آوے اور اپنا ہاتھ اس انار کے مشابہ گزی پر رکھے جسپر خطبہ پڑھتے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا مبارک ہاتھ رکھتے تھے۔

رسالہ تحقیہ مع ملحقات فقہ امامیہ۔

کتب فقہ عربی

ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ۔
غنیۃ المصلی۔ غیر مطبع۔
فتاواے عالمگیری۔ چار جلدین کامل۔
فتح القدیر مع تکملہ نتائج الافکار کامل در چار جلد۔
عینی شرح ہدایہ۔ در شش جلد کامل۔
در مختار فی شرح تنویر الابصار۔
ہدایہ مع الکفایہ۔ چار جلدین کامل۔
جلد اول و ثانی مطبوعہ سنہ [illegible]ء۔
جلد ثالث مطبوعہ سنہ [illegible]ء۔
جلد رابع مطبوعہ سنہ [illegible]ء۔
فتاواے قاضی خان۔ چار جلدین کامل مصنفہ مرزا امام حسن بن منصور قاضی خان بہت مقبول و متداول ہے
کنز الدقائق۔ خرد محشے۔
ایضاً۔ کلان۔
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق۔
جامع الصغیر۔ مع رسالہ تاریخ فقہا و رسالہ اقامۃ الحجۃ مطبوعہ مطبع مصطفائی۔
عینی شرح کنز الدقائق۔ جلدین اولین۔
ایضاً۔ جلدین آخرین۔
مختصر وقایہ۔ محشی۔
جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ۔
ملا منہ۔ حاشیہ شرح وقایہ مصنفہ ملا اخوند منہ کتاب البیوع سے کتاب الاقالۃ محشی جدید۔
برجندی۔ شرح مختصر وقایہ۔
شرح وقایہ۔ مع رسالہ ذاکرہ و ہشتیہ جلدین اولین۔
ایضاً۔ کلان مع حاشیہ چلپی جو حاشیہ پر چڑھا ہوا۔

ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ۔
عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ۔
ہدایہ عربی۔ محشی جدید کامل چار جلدین مطبوعہ سنہ [illegible]ء
ایضاً۔ جلدین اولین عبادات مین۔
ایضاً۔ جلدین آخرین معاملات مین۔
قدوری محشی۔
کنز الدقائق۔ محشی مصنفہ عبد الله صاحب۔
شرح الیاس۔ دو جلدین کامل۔
مختصر نافع۔ فقہ مذہب امامیہ۔
ہدایۃ الہدایہ۔ ایضاً۔

کتب اصول فقہ

حسامی۔
غایۃ التحقیق۔ شرح حسامی۔
اصول الشاشی۔ مع تعلیق حصول الحواشی۔
توضیح تلویح کلان۔ مع سہ رسالہ۔
اشباہ والنظائر۔ شرح حموی۔
شرح مسلم الثبوت۔
مجموعہ نور الانوار۔
مبادی الاصول۔
معالم الاصول فی علم الاصول موافق مذہب اثنا عشری۔
النافع یوم المحشر فی شرح باب الحادی عشر موافق مذہب اثنا عشریہ۔

کتب متفرقات دینیہ فارسی

تذکرۃ المعاد۔
فتوح الحرمین۔ منظوم مع نقشہ جات۔
ہفت تماشاے قتیل۔
تحقیق الانساب۔